جلد چہارم

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد چہارم

خلاصۂ مطالب	صفحہ
باب اول توبہ کا بیان	
فصل اول توبہ کی تعریف اور حقیقت کے بیان میں	۳
بیان اول توبہ کی حقیقت اور تعریف میں	〃
بیان دوم توبہ کے واجب ہونے اور فضیلت کے ذکر میں	۴
بیان سوم اس بات میں کہ توبہ فوراً واجب ہے	۸
بیان چہارم اس امر میں کہ توبہ کا واجب ہونا ہر شخص پر ہر حال میں عام ہے	۱۰
بیان پنجم اس باب میں کہ توبہ میں جب سب شرطیں اکٹھی ہوتی ہیں وہ ضرور ہی مقبول ہوتی ہے	۱۵
فصل دوم اس چیز کے بیان میں جس سے توبہ ہوتی ہے	۱۹
بیان اول گناہوں کے اقسام کا ذکر باعتبار بندوں کی صفات کے	〃
بیان دوم تقسیم درجات جنت اور طبقات دوزخ کی آخرت میں	۲۶
بیان سوم اس بات میں کہ کونسی	

خلاصۂ مطالب	صفحہ
بات سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتے ہیں	۳۸
فصل سوم اس بات میں کہ توبہ کامل کیا ہے	۴۱
بیان اول توبہ کامل کا حال	〃
بیان دوم دوام توبہ میں لوگوں کے اقسام کا	۵۵
بیان سوم اس بات کا ذکر کہ اگر تائب سے اتفاقاً یا قصداً کوئی گناہ ہو جاوے تو اسکو کیا کرنا چاہیئے	۵۹
فصل چہارم توبہ کی دوا کے بیان میں	۶۲
باب دوم صبر اور شکر کے بیان میں	۶۹
فصل اول صبر کے ذکر میں	۸۰
بیان اول صبر کی فضیلت میں	〃
بیان دوم صبر کی حقیقت اور معنی کے ذکر میں	۸۱
بیان سوم صبر کے نصف ایمان ہونے کی وجہ	۸۴
بیان چہارم ان چیزوں کا جن پر صبر کیا جاتا ہے کہ لحاظ سے صبر کے اور نام ہوتے ہیں	۸۶
بیان پنجم صبر کے اقسام کا قوت و ضعف کے مختلف ہونے کی جہت سے	۸۸

خلاصۂ مطالب	صفحہ
بیان ششم صبر کی طرف حاجت ہونے کے ذکر میں	۹۰
بیان ہفتم صبر کی دوا میں اور جس چیز سے کہ صبر پر مدد ملے	۹۸
فصل دوم شکر کے ذکر میں	۱۰۵
رکن اول خود شکر کا ذکر	〃
بیان اول شکر کی فضیلت میں	〃
بیان دوم شکر کی تعریف و ماہیت میں	۱۰۶
بیان سوم اس امر کی توضیح میں کہ خدا کے واسطے شکر کیا معنی ہیں	۱۱۱
بیان چہارم اس بات کی تمیز میں کہ خدا تعالیٰ کی محبوب چیزیں کون ہیں اور کونسی ناپسند ہیں	۱۱۸
رکن دوم ارکان شکر میں سے اس چیز کے بیان میں کہ جس پر شکر واجب ہوتا ہے	۱۳۲
بیان اول نعمت کی حقیقت اور اسکے اقسام میں	〃
بیان دوم خدا تعالیٰ کی نعمتہائے بیشمار اور مسلسل کے ذکر میں	۱۴۵
بیان سوم خلق سے شکر نہ کرنے کے سبب کے ذکر میں	۱۵۵
رکن سوم باب صبر اور شکر کے ارتباط باہمی اور شرکت اشیاء کے ذکر میں	۱۶۰
بیان اول ایک چیز پر شکر اور صبر کے	

خلاصہ مطالب	صفحہ	خلاصہ مطالب	صفحہ	خلاصہ مطالب	صفحہ
جمع ہونے کی وجہ سے ذکر میں۔	۱۶۰	خدا میں۔	۲۴۰	بیان چہارم ضروریات زندگی میں زہد کی تفصیل میں	۳۰۴
بیان دوم نعمت کی فضیلت مصیبت پر	۱۶۹	بیان نہم صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین		بیان پنجم زہد کی علامات میں	۳۱۷
بیان سوم صبر اور شکر میں افضل کونسا ہے	۱۸۱	کے شدت خوف کا ذکر	۲۴۴	باب پنجم توحید و توکل کے بیان میں	۳۱۹
				مقدمہ توکل کی فضیلت کے ذکر میں۔	۳۲۰
باب سوم خوف و رجا میں		باب چہارم فقر اور زہد			
	۱۹۰	کے بیان میں		فصل اول توحید کے ذکر میں	۳۲۲
فصل اول رجا کے ذکر میں۔	״		۲۵۲	فصل دوم توکل کے احوال و اقوال میں۔	۳۴۱
بیان اول رجا کی حقیقت میں۔	״	فصل اول فقر کی حقیقت اور فضیلت اور		بیان اول توکل کا حال	״
بیان دوم رجا کی فضیلت اور اس میں رغبت		فقرا کی فضیلت اور آداب کے ذکر میں۔	״	بیان دوم باب توکل میں آئمہ کے اقوال کا ذکر	۳۴۷
دلانیکے ذکر میں	۱۹۳	بیان اول فقر کی حقیقت اور فقر کے احوال اور		بیان سوم متوکل کے اعمال کے ذکر میں۔	۳۴۹
بیان سوم رجا کی تدبیر اور جس سے حالت		اسما کے اختلاف میں۔	״	باب ششم محبت و شوق و انس و رضا کے بیان میں	۳۸۱
رجا ہو کر غالب ہو جاوے۔	۱۹۵	بیان دوم فقر کی مطلق فضیلت میں۔	۲۵۶	فصل اول محبت کے ذکر میں۔	״
فصل دوم خوف کے بیان میں۔	۲۰۴	بیان سوم فضیلت فقرا خاص میں	۲۶۲	بیان اول دلائل شرعی کا اس باب میں کہ	
بیان اول خوف کی حقیقت میں۔	״	بیان چہارم فقر کی فضیلت میں تونگری پر	۲۶۴	بندہ کو محبت خدا تعالیٰ سے ہوتی ہے یعنی اس محبت	
بیان دوم خوف کے درجات اور قوت		بیان پنجم فقیر کے آداب حالت فقر میں۔	۲۶۱	کا وجود ہے۔	״
اور ضعف کے مختلف ہونیکے ذکر میں	۲۰۶	بیان ششم اس امر میں کہ اگر فقیر کے پاس بے مانگے		بیان دوم محبت کی حقیقت اور اسکے اسباب میں	۳۸۸
بیان سوم خوف کے اقسام بہ نسبت اس		کوئی کچھ بھیجے تو اسکے قبول کرنے میں کیا کرنا چاہیئے	۲۶۳	بیان سوم اس امر میں کہ مستحق محبت صرف ذات خدا ہے	۳۹۵
چیز کے جس سے خوف کیا جاتا ہے	۲۰۹	بیان ہفتم بدون ضرورت کے سوال کی حرمت		بیان چہارم اس امر میں کہ سب سے اعلیٰ اشرف	
بیان چہارم خوف کی فضیلت اور اس کی		اور فقیر مضطر کے آداب سوال کے باب میں۔	۲۶۶	لذت معرفت الٰہی اور اسکے دیدار کی ہے	۴۰۴
رغبت دلانیکے ذکر میں۔	۲۱۲	بیان ہشتم استغنا کا ذکر جس سے سوال حرام ہو جاتا ہے	۲۸۲	بیان پنجم معرفت دنیاوی کی نسبت آخرت	
بیان پنجم خوف اور رجا کے مقابلہ افضل ہونے کے ذکر میں	۲۱۶	بیان نہم سائلین کے احوال میں۔	۲۸۴	میں لذت دیدار کیوں زیادہ ہوگی۔	۴۱۰
بیان ششم اس تدبیر میں جس سے حالت خوف کی		فصل دوم زہد کے حال میں۔	۲۸۶	بیان ششم اللہ تعالیٰ کی محبت قوی ہونیکے	
حاصل ہو۔	۲۲۱	بیان اول زہد کی حقیقت میں۔	״	اسباب میں۔	۴۱۴
بیان ہفتم برے خاتمہ کے معنی کے ذکر میں۔	۲۲۳	بیان دوم زہد کی فضیلت میں۔	۲۹۱	بیان ہفتم تفاوت محبت کے بیان میں	۴۲۰
بیان ہشتم انبیا اور فرشتوں کے حالات خوف		بیان سوم درجات زہد کے ذکر میں۔	۲۹۶	بیان ہشتم معرفت خدا میں خلق کی فہم کیوں قاصر ہے	۴۲۲

خلاصہ مطالب	صفحہ
بیان نہم شوق الٰہی کے معنوں کے ذکر مین۔	۴۲۵
بیان دہم اللہ تعالی کی محبت بندہ سے اور	
اس کے معنے۔	۴۲۶
بیان یازدہم معنی انس کے خدا تعالی کے ساتھ۔	۴۲۷
بیان دوازدہم انبساط اور ادلال کے معنوں مین	
جو غلبہ انس کا باعث ہو جایا کرتا ہے۔	۴۲۹
فصل دوم خدا تعالی کے حکم پر راضی ہونے کے معنے	
اور رضا کی حقیقت اور اسکی فضیلت کے ذکر مین	۴۵۳
بیان اول رضا کی فضیلت مین۔	۴۵۴
بیان دوم رضا کی حقیقت مین اور اس باب	
مین کہ خلاف خواہش کی اور وہ کیسی ہو سکتی ہے۔	۴۵۸
بیان سوم اس باب مین کہ دعا کرنی مخالف رضا	
کے نہیں۔	۴۶۴
بیان چہارم اس باب مین کہ ان شہروں سے	
بھاگنا جہاں گناہوں کا ظہور ہو اور گناہوں کی مذمت	
کرنی رضا مین خلل انداز نہیں۔	۴۶۷
بیان پنجم عاشقوں کی کچھ حکایات اور انکے	
اقوال و مکاشفات کے ذکر مین۔	۴۶۸
خاتمہ کچھ کلمات متفرق متعلقہ محبت کے	
ذکر مین جن سے فائدہ ہوا کرتا ہے۔	۴۷۴
باب ہفتم نیت اور اخلاص اور	
صدق کے بیان مین	۴۷۶
فصل اول نیت کی فضیلت و حقیقت مین	〃
بیان اول نیت کی فضیلت مین۔	〃

خلاصہ مطالب	صفحہ
بیان دوم نیت کی حقیقت مین	۴۷۹
بیان سوم اس حدیث کے بھید کے بیان	
مین کہ ایماندار کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے	۴۸۱
بیان چہارم ان اعمال کی تفصیل مین جو نیت سے	
متعلق ہین۔	۴۸۴
بیان پنجم اس باب مین کہ نیت اختیاری نہین ہوتی	۴۸۹
فصل دوم اخلاص کی فضیلت اور حقیقت اور	
درجات کے بیان مین۔	۴۹۴
بیان اول اخلاص کی فضیلت مین۔	〃
بیان دوم اخلاص کی حقیقت مین۔	۴۹۶
بیان سوم اخلاص کے باب مین لوگوں کے اقوال	۴۹۹
بیان چہارم ان آمیزشوں اور آفات کے	
درجات مین جو اخلاص کو مکدر کرتی ہین۔	۵۰۰
بیان پنجم عمل مخلوط کے ثواب کے ذکر مین۔	۵۰۲
فصل سوم صدق کی فضیلت اور حقیقت کا ذکر مین	۵۰۵
بیان اول صدق کی فضیلت مین۔	〃
بیان دوم صدق کی حقیقت اور اسکے معنوں	
اور مراتب کے ذکر مین۔	۵۰۶
باب ہشتم مراقبہ اور محاسبہ کے بیان مین	۵۱۳
مقام اول نفس سے آپس مین شرط کر لینا۔	۵۱۴
مقام دوم مراقبہ کے باب مین۔	۵۱۷
بیان اول فضیلت مراقبہ مین۔	۵۱۷
بیان دوم مراقبہ کی حقیقت اور اسکے درجات مین	۵۱۹
مقام سوم بعد عمل کے نفس سے حساب لینے کا	۵۲۶

خلاصہ مطالب	صفحہ
بیان اول محاسبہ کی فضیلت مین۔	۵۲۶
بیان دوم بعد عمل کے محاسبہ کی حقیقت مین۔	۵۲۸
مقام چہارم نفس پر اسکے قصور کے سزا کرنے کا۔	۵۲۹
مقام پنجم مجاہدہ کے بیان مین۔	۵۳۱
مقام ششم نفس کی توبیخ اور عتاب مین۔	۵۴۳
باب نہم فکر اور عبرت کے بیان مین	۵۵۴
بیان اول فکر کی فضیلت مین۔	〃
بیان دوم فکر کی حقیقت اور اسکے ثمرہ کے ذکر مین۔	۵۵۵
بیان سوم فکر کی راہوں کے ذکر مین۔	۵۵۷
باب دہم موت اور اسکے بعد کے ذکر مین	۵۸۱
حصہ اول اس مین مقدمات موت [illegible]	
[illegible] کے حالات مین۔	۵۸۲
فصل اول موت کی یاد کرنے اور کثرت سے	
یاد کرنے کی ترغیب مین۔	〃
بیان اول موت کی یاد کی فضیلت مین۔	۵۸۳
بیان دوم دل مین فکر موت کی جمانے کا طریق	۵۸۴
فصل دوم فضیلت امل کی کوتاہی و طول امل مین	۵۸۵
بیان اول فضیلت امل کے مختصر کرنے کی۔	〃
بیان دوم طول امل کے سبب اور اسکے علاج مین	۵۹۰
بیان سوم لوگوں کے مراتب امل کا اور امل کے باب مین	۵۹۲
بیان چہارم امل مین مبادرت اور تاخیر	
آفت سے بچنے مین۔	۵۹۴
فصل سوم موت کی شدت اور سختیوں اور ما بعد موت	
کے وقت جو احوال مستحب ہین انکے ذکر مین۔	۵۹۵

خلاصہ مطالب	صفحہ	خلاصہ مطالب	صفحہ	خلاصہ مطالب	صفحہ
فصل چہارم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور		فصل ہفتم موت کی حقیقت میں اور جو		اور ناموں کے ذکر میں۔	۶۶۴
خلفاء راشدین کی وفات شریف میں	۶۰۴	حال کہ میت پر قبر میں صور کے پھونکنے تک		بیان ششم سوال کے ذکر میں۔	۶۶۶
وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی	〃	گزرتا ہے اور اسکے ذکر میں۔	۶۳۶	بیان ہفتم میزان کے ذکر میں	۶۷۰
وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی	۶۱۳	بیان اول موت کی حقیقت میں۔	〃	بیان ہشتم خصومت اور حقوق کے	
وفات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی	۶۱۴	بیان دوم قبروں اور مردوں کا کلام میت		والے کے ذکر میں۔	۶۷۱
وفات حضرت عثمان بن عفان رضی کی	۶۱۶	سے اور مردے یا زبان سے کہتے ہیں یا		بیان نہم پل صراط کے ذکر میں۔	۶۷۶
وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی	۶۱۷	حال سے تقریر کرتے ہیں۔	۶۴۱	بیان دہم شفاعت کے ذکر میں۔	۶۷۸
فصل پنجم ان اقوال کے ذکر میں جو موت کے		بیان سوم قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال کے	۶۴۳	بیان یازدہم حوض کے ذکر میں۔	۶۸۲
وقت خلفاء اور امراء اور صالحین نے فرمائے ہیں	۶۱۸	بیان چہارم منکر نکیر کے سوال اور انکی		بیان دوازدہم دوزخ کے حال اور اسکے	
فصل ششم ان اقوال کے بیان میں جو		صورت اور قبر کے دبانے اور تنگی عذاب		ہولوں اور عذابوں کے ذکر میں۔	۶۸۳
عارفوں نے جنازوں اور قبرستان پر کہے ہیں		قبر کے ذکر میں۔	۶۴۵	بیان سیزدہم جنت کی کیفیت اور	
اور زیارت قبروں کے بیان میں۔	۶۲۴	فصل ہشتم مردوں کے ان حالات		اس کی راحت کے اقسام میں۔	۶۹۰
بیان اول جنازہ سے عبرت پکڑنے میں۔	〃	میں جو خواب میں مکاشفہ سے معلوم		بیان چہاردہم چند متفرق اور معانی	
بیان دوم قبر کے حال اور قبروں پر لوگوں کے		ہوئے ہیں۔	۶۴۹	اہل جنت کے جو احادیث میں	
اقوال میں۔		بیان اول نفخ صور کے ذکر میں۔	۶۲۵ / ۶۵۹	وارد ہیں۔	۶۹۸
بیان سوم چند لوحوں کے بیان میں جو		بیان دوم محشر کی زمین اور اس کے		بیان پانزدہم خداتعالی کی وجہ کریم کی	
قبروں پر لکھے ملے ہیں۔	۶۲۸	لوگوں کے ذکر میں۔	۶۶۱	رویت اور دیدار کے ذکر میں۔	۷۰۰
بیان چہارم ان اقوال کا جو لوگوں نے اپنے		بیان سوم پسینے کے ذکر میں۔	۶۶۳	خاتمہ خداتعالی کی رحمت کی وسعت	
لڑکے کے مرنے پر کہے ہیں۔	۶۳۰	بیان چہارم قیامت کے دن کی برائی		کے ذکر میں۔	〃
بیان پنجم قبروں کی زیارت اور میت کے		کے ذکر میں۔	۶۶۴	قطعہ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم	۷۰۵
واسطے دعا کرنے اور اسکے متعلقات کے ذکر میں	۶۳۱	بیان پنجم روز قیامت اور اس کے مصائب			

مذاق العارفین
ترجمہ
احیاء علوم الدین
مصنفہ
اکمل زمان فضل دوران عالم المعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ القوی
بمطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

خداوندا کرم سے اپنے تو کا چارہ نوازی کر | نہیں ہے آسرا تیرے سوا اصناف مردم کا
پلا دے بادۂ اورا ایک جام تو ایسا | بآسانی ہو جس سے ترجمہ جلد چہارم کا

باب اوّل توبہ کا بیان

رباعی

یارب ہیں ہوئی شیطان کی شرارت سے تباہ | اور نفس کی شامت سے ہیں ہر رنگ ہیں گناہ
توفیق ہو دے تو اپنے احمد کے طفیل | ہیں توبہ نصوح پر مرون یا اللہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ گناہوں سے توبہ کرکے خدا تعالیٰ کی جناب میں رجوع کرنا سالکین کے راستے کی ابتدا ہے اور واصلین کی متاع گران بہا ہے پیادوں اسی راہ پر قدم دھرتے ہیں۔ اور حق سے پھرے ہوؤں کیلیے مفتاح استقامت اسی کو تصور کرتے ہیں مقربین کے لیے یہی مطلع اصطفا ہے۔ اور انبیا کے واسطے خصوصًا ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کیلیے یہی منبع اجتبا۔ اور چونکہ مثل مشہور ہے کہ باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔ اگر کسی آدمی سے قصور اور گناہ ہو تو بعید نہیں اسلیے کہ آدم زاد ہے لیکن اگر باپ نے جو نقصان کیا ہو اور تلافی مافات میں دل دیا ہو تو بیٹے کو بھی مناسب ہے کہ دونوں باتوں میں باپ کا مشابہ ہو اب حضرت آدم علیہ السلام کا حال جو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی خطا کے بعد سلسلۂ ندامت ہلایا اور برسوں تک اشک خجالت بہایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص انکو صرف خطا کرنے میں اپنا مقتدا سمجھے اور توبہ کے گرد نہ بھٹکے وہ خطاوار ہے اور نا خلف و نا ہنجار بلکہ اصل یہ ہے کہ صرف خیر ہی کا ہو رہنا تو طریقہ ملائکہ مقربین کا ہے اور محض شر کرنا رویہ شیاطین کا اور شر میں پڑنے کے بعد خیر کی طرف پھرنا انسان کا کام ہے اسلیے کہ انسان کی سرشت میں دونوں خصلتوں کی آمیزش پائی جاتی ہے محض خیر کرنیوالا فرشتہ کہلاتا ہے اور صرف شر کرنیوالا شیطان۔ اور رجوع الی الخیر سے شر کی تلافی کرنے والا واقع میں انسان ہے اب اسکو دو باتیں تو حاصل ہو سکتی ہیں یعنی اپنا نسب شیطان سے صحیح کرے خواہ انسان سے مثلاً اگر گناہ کے بعد توبہ کرے تو آدم سے پیدا ہونیکی حجت قوی ہے کہ جو تعریف انسان کی تھی وہ اسپر صادق آئی اور جو ہمیشہ سرکشی پر مصر رہے وہ اپنے نفس پر شیطان کا

نسبت ثابت کرتا ہو باقی رہا نقش خیر کرنے سے فرشتے کیطرف منسوب ہوتا سو یہ انسان سے ممکن نہین اسواسطے کہ اسکے خمیر مین شر خیر کے ساتھ ایسی
مضبوطی ہو کہ اسکا جدا ہونا دو ہی طرح ممکن ہو یا ندامت کی حرارت سے یا دوزخ کی آنچ سے حاصل یہ کہ جوہر انسانی کو خباثت شیطانی سے
علیحدہ کرنے کیلیے دونون آتشون مین سے ایک مین جلنا ضروری ہو پس جبتک انسان کا قابو چل سکتا ہو اسکو چاہیے کہ دونون آگون
مین سے جونسی کی برداشت کر سکے اسکو اختیار کرے اور جو ہلکی سمجھے اسکی طرف مبادرت کرے ورنہ بعد موت کے پھر مہلت کہان
پھر اسکے کہ یا جنت یا دوزخ مین ٹھکانا ہو جائے۔ اور جب توبہ دین مین یہ رتبہ رکھتی ہو تو منجیات کے شروع مین اسکا لانا اور اسکی
حقیقت اور شروط اور سبب و علامت اور ثمرہ و آفت مانع توبہ اور علاج جس سے کہ توبہ آسان ہو جائے اسکا بیان کرنا واجب ہوا اور
یہ سب باتین چار فصلون مین بیان ہونگی

فصل اول بیان مین توبہ کی تعریف اور حقیقت کے اور سب لوگون پر ہر حال مین اسکے فی الفور واجب ہونیکے اور توبہ صحیح کے مقبول ہونے کے مشتمل پانچ بیانون پر

بیان اول توبہ کی حقیقت اور تعریف مین جاننا چاہیے کہ توبہ تین چیزونکا نام ہو جو بترتیب پائی جاتی ہین انمین سے اول علم ہو دوسرا
حال تیسرا فعل اور اول دوسرے کا موجب ہی اور دوسرا تیسرے کا اور یہ انتظام خدا کی عادت کے باعث سے ہو جو اسنے عالم اجسام و ارواح مین
جاری کر رکھا ہو اب انمین سے ہر ایک کو سننا چاہیے کہ علم سے یہ غرض ہو کہ اسبات کو جانے کہ گناہونکا ضرر بہت بڑا ہو اور یہی گناہ آدمی اور اسکے محبوب
کے درمیان مین حجاب ہوتے ہین جب یہ بات یقین غالب کیطور دل پر چھا جاتی ہو تو اسکے جاننے سے دلکو محبوب کے فوت ہونیکا رنج ہوتا ہو اسلیے کہ دل کو
جب یہ خبر ہوگی کہ محبوب نہ ملیگا تو بیشک رنج کریگا پس اگر محبوب کے نہ ملنے کا باعث کوئی اسی کا فعل ہوگا تو اس فعل پر افسوس کریگا اور
اس افسوس کا نام ندامت ہو اور اسی کو دوسری چیز توبہ کی یعنی حال سمجھنا چاہیے پھر جب یہ رنج دل پر غالب ہوتا ہو تو اس سے ایک
اور حالت دل مین پیدا ہوتی ہو جسکو ارادہ و قصد کہتے ہین اور یہ ارادہ ایسے فعل کا ہوتا ہو جسکو تعلق تینون زمانون سے ہو زمانہ حال سے تو
اسطرح تعلق ہو کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا اسکو چھوڑ دے اور زمانہ مستقبل سے اسطرح کہ جس گناہ سے محبوب ملے اسکو عمر بھر ترک کرنے اور
زمانۂ ماضی سے اسطرح کہ اگر کوئی چیز قابل قضا اور تلافی کے فوت ہوئی ہو تو اسکا جبر نقصان کرے غرضکہ ان سب باتونکا منشا اول
علم ہوتا ہو یعنی ایمان اور یقین کیونکہ ایمان اسبات کے سچ جاننے کا نام ہو کہ گناہ زہر ہلاک کن اور یقین اس تصدیق کی مضبوطی کا نام ہو
کہ دل پر ایسی طرح غالب ہو کہ اسمین مجال شک نرہے پس اس ایمان کا نور دل پر جب چھا جاتا ہو تو اسکا ثمرہ یہ ہوتا ہو کہ دل مین ندامت
کی آگ بھڑک اٹھتی ہو اور دل پر صدمہ گذرتا ہو اسلیے کہ نور ایمان کی چمک سے اسکو سوجھتا ہو کہ مین اپنے محبوب سے محجوب ہو گیا جیسے کوئی اندھیرے
مین ہو اور یکایک ابر مین سے خواہ پردے مین سے آفتاب چمک جاوے اور اسکی چمک مین اپنے محبوب کو دیکھ لے کہ بہر جاتا ہو اسوقت اسکے دل مین
آتش محبت شعلہ زن ہوگی اور یہ حرارت اسکو اسبات پر آمادہ کریگی کہ کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور چاہیے اسیطرح یہان بھی ندامت کیوقت
نور ایمان سے اپنے محبوب کے نہ ملنے کا رنج اسبات کا مقتضی ہوتا ہو کہ کچھ تدارک اسکا عمل مین لانا چاہیے اسوجہ سے آدمی قصد
تدارک مافات کرتا ہو خلاصہ یہ کہ توبہ ان تین چیزون مرتب کا نام ہو جو ایک دوسرے کے بعد بترتیب ہوتی ہین اول علم دوم ندامت سوم قصد

ترک گناہ زمانہ حال و استقبال میں اور تلافی ایام ماضی ان سب کے مجموعہ کو توبہ کہتے ہیں اور اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ توبہ صرف معنی ندامت پر بولتے ہیں اور علم کو اسکا مقدمہ اور ترک گناہ کو اسکا ثمرہ قرار دیتے ہیں اسی اعتبار سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الندم توبۃ اسلیے کہ ندامت کیواسطے ضرور ہے کہ کسی وجہ سے ہوئی ہوگی اور بعد کو اسپر کچھ ثمرہ بھی مرتب ہوگا تو گویا ندامت جو درمیان کی شئے تھی یہ بھی قائم مقام اپنے سابق اور سبب اسکے ہوگئی اور ضمناً علم اور قصد ترک اسکے دونوں جز ہیں اسمیں شامل ہوگئیں اور اسی اعتبار سے کسی نے توبہ کی تعریف یہ کی ہے کہ توبہ یہ ہے کہ خطائے سابق پر آتش ندامت سے باطن کا پگھلنا اس تعریف میں صرف رنج دل کا اشارہ پایا جاتا ہے اور بعضوں نے اسکی تصریح بھی کردی ہے اور کہا ہے کہ توبہ ایک آگ ہے کہ دل میں بھڑکتی ہے اور ایک درد ہے کہ جگر سے جدا نہیں ہوتا اور بعضوں نے بلحاظ ترک گناہ کے تعریف یوں لکھی ہے کہ توبہ اسکو کہتے ہیں کہ جفا کا لباس دور کرکے بساط وفا بچھائے اور سہل بن عبداللہ تستری یوں فرماتے ہیں کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے اور یہ بات بدون عزلت اور خاموشی اور اکل حلال کے میسر نہیں ہوتی غالباً اس تعریف میں تیسری بات کیطرف اشارہ ہے اور توبہ کی تعریفیں اور بہت سے اقوال ہیں اور جبکہ یہ تینوں باتیں جنکا ہمنے ذکر کیا ہے آدمی کو معلوم ہوجاتی ہیں اور انکا تلازم اور ترتیب بھی جان لے تو معلوم کرے کہ لوگوں نے جو کچھ اسکی تعریفیں کہا ہے کسی میں سب باتوں کا احاطہ اور ادراک نہیں پایا جاتا حالانکہ مقصود اہم یہی ہے کہ واقعی حقیقت توبہ کی معلوم ہو صرف لفظوں سے غرض نہیں ہے

دوسرا بیان توبہ کے واجب ہونے اور اسکی فضیلت کے ذکر میں توبہ کا واجب ہونا آیات و احادیث سے ثابت ہے اور جسکی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہو اور خدا تعالیٰ نے اسکا سینہ نور ایمان سے منور کر رکھا ہو اسکے نزدیک اسکی وجوب توبہ واضح ہے حتی کہ ایسا شخص جہالت کی تاریکیوں میں اپنے سامنے کے نور کے باعث چل سکتا ہے اسکو یہ حاجت نہیں کہ ہر قدم پر کوئی آگے بتانیوالا ساتھ ہو اور جسطرح کہ چلنے والے دو قسم کے ہیں بعضے اندھے ہوتے ہیں کہ بدون کسی اسکے آگے ہوئے قدم نہیں بڑھا سکتے اور بعضے آنکھوں والے ہوتے ہیں کہ جب راہ پر پڑ لیے تو اپنے آپ چلے جاتے ہیں اسیطرح طریق دین کے چلنے والوں میں آدمیوں کی دو قسمیں ہیں ایک لوگ تو ایسے قاصر ہیں کہ تقلید سے ایک قدم بھی نہیں ٹل سکتے اور ہر قدم پر نص کتاب اللہ خواہ حدیث کے سننے کے محتاج رہتے ہیں اور ایسے لوگوں کا بعضے اوقات یہ حال ہوتا ہے کہ اگر نص صریح کے ملنے میں دشواری ہوتی ہے تو حیران رہجاتے ہیں پس اس قسم کے لوگوں کی سیر با وجود ہمت شاقہ اور طول عمر کے مختصر ہوتی ہے اور قدم بھی چھوٹے پڑتے ہیں اور ایک لوگ سعید ہیں جنکے سینے خدا تعالیٰ نے اسلام کیلیے کھول دیے ہیں وہ اپنے رب کیطرف سے نور کی سیر میں ادنی اشارے سے مشکل مشکل سلوک کی راہ چلنے کیلیے تیار ہوجاتے ہیں اور بڑی سخت گھاٹیاں طے کر ڈالتے ہیں انکے دلوں میں نور قرآن اور نور ایمان کی چمک رہتی ہے اور شدت نور کے باعث ادنی تنبیہ انکے حق میں کافی ہوجاتا ہے انکی مثال ایسی ہے کہ انکا زیت یعنی دل قریب ہے کہ روشن ہوجائے گو اسکو نار اور آگ نہ لگائے یعنی تنبیہ کے بعد تو وہ مثل ہے نور علیٰ نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ایسے لوگوں کیلیے حاجت نص منقول کی ہر واقعہ میں نہیں اسطرح کا شخص اگر توبہ کا واجب ہونا جاننا چاہتا ہے تو اول نور بصیرت سے توبہ کو دیکھتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے پھر وجوب کے معنی سمجھتا ہے پھر دونوں کو ملا کر جو دیکھتا ہے تو معلوم کرلیتا ہے کہ بیشک توبہ کے لیے واجب ہونا ثابت ہے مثلاً اول یہ جانتا کہ واجب و ضروری وہی چیز ہے جو سعادت ابدی تک پہونچے اور ہلاک ابدی سے بچنے کیلیے ضروری ہو اسلیے کہ اگر کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے

ع الندم توبۃ ۱۲ ابن ماجہ و حاکم بروایت ابن مسعود ۱۲
ع مسلم بروایت اغر مزنی کی روایت کیا یا ایہا الناس توبوا الی اللہ ...

سے سعادت خواہ شقاوت کا تعلق نہو تو اسکے واجب ہونے کے کچھ معنی نہین اور یہ جو کہتے ہین کہ فلان فعل واجب کرنے سے واجب ہو گیا
یہ صرف ایک بات ہی بات ہے کیونکہ جن چیزون سے ہماری غرض حال مین یا استقبال مین متعلق نہین انکے کرنے خواہ نکرنے مین ہمکو مشغول
ہونے سے کیا فائدہ خواہ کوئی پھر انکو واجب کرے یا نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ واجب وہی چیز ہے جو ذریعہ وصول سعادت ابدی
کا ہو پھر جب یہ معنی واجب کے سمجھ لیے اور یہ بھی جان لے کہ قیامت مین سوائے دیدار الٰہی کے اور کوئی سعادت نہین اور جو اس
محبوب سے باز رہ بدبخت ہے اسکے درمیان اور اسکی آرزوؤن کے درمیان آڑ ہو گی آتش فراق اور نار دوزخ سے جلیگا اور یہ بھی جان لے کہ سوا
اتباع شہوات اور اس دنیا کی الفت اور ان لذات فانی فریفتہ ہونے والی کی محبت کے اور کوئی چیز خدا تعالیٰ سے دور نہین کرتی
اور سوائے کاٹ ڈالنے علاقہ قلبی کے اس دنیا کی زیب و زینت سے اور تمام متوجہ ہونیکے اللہ کیطرف تاکہ اسکے ذکر سے ہمیشہ انس
رہے اور اسکے جلال و جمال کو اپنی طاقت کے موافق جانا کہ اس سے محبت حاصل ہو اور کوئی چیز اس سے نزدیک کرنیوالی نہین
اور یہ بات بھی یقین کر لے کہ جن گناہون سے خدا نے منہ پھیرا اور اسکے دشمن شیاطین کی اتباع کرنی ہوتی ہے وہی انکے باعث ہین
کبھی محبوب اور راندہ درگاہ ہو جاوینگا انہی باتون کے جاننے کے بعد وہ شخص ہرگز اس بات مین شک نہ کریگا کہ قرب الٰہی کے پہونچنے کیواسطے
دوری کی راہ سے پھرنا واجب ہے اور طریق بعد سے پھرنا انھین تین باتون سے حاصل ہو گا یعنی علم اور ندامت اور عزم سے اسلیے کہ جبتک
یہ نہین جانیگا کہ گناہ محبوب سے دور ہونے کے اسباب ہین ندامت نہین آتی اور نہ اپنی دوری کی راہ چلنے سے کچھ درد ہو گا
اور جبتک درد نہ ہو گا تب تک راہ سے رجوع کرنا معلوم اور رجوع کرنیکے معنی ترک و عزم ہین اس سے معلوم ہوا کہ محبوب تک
پہونچنے کیلیے وہ تینون باتین ضروری ہین اور جو ایمان کہ نور بصیرت سے حاصل ہوتا ہے وہ تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو شخص کہ اس ایمان کے
قابل نہو جیسا کہ اکثر لوگونکا یہی حال ہے تو اسکے لیے تقلید و اتباع مین بہت گنجایش ہے اسکے ذریعہ سے وہ ہلاکت سے ساحل نجات پر
پہونچ سکتا ہے پس اس توبہ کے باب مین قول خدائے پاک و رسول کریم اور سلف صالحین کا دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وتوبوا الی اللہ جمیعا
ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون یعنی سب ایمان والونکو توبہ کا حکم عام ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا
معنی نصوح کے یہ ہین کہ خالص اللہ کیواسطے ہو اور آمیزش کسی طرح کی نہو مشتق ہے نصح بمعنی خلوص سے اور فضیلت توبہ پر یہ آیت دلیل
دال ہے ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین التائب حبیب اللہ اور التائب
من الذنب کمن لا ذنب لہ اور ایک حدیث مین یہ مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سرزمین ناموافق اور مہلک مین فروکش ہو اور اسکے ساتھ اسکی
سواری ہے جسپر اسکا کھانا پینا وغیرہ لدا ہو یہ شخص اپنا سر رکھکر سو رہے اور پھر جاگے تو سواری نپاوے اور اسکو ڈھونڈھنے لگے یہانتک کہ
جب اسپر دھوپ اور پیاس وغیرہ جو خدا کو منظور ہو اسکی شدت اور غلبہ ہو تو کہے کہ مین جہان تھا وہان ہی لوٹ چلون اور سو رہون یا مر جاؤن
اور وہان پہونچکر مرنے کیلیے اپنے ہاتھ کو سر تلے رکھکر سو رہے اور پھر جو آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اسکی سواری مع توشہ وغیرہ تھا وہ پاس کھڑی ہے
تو جتنی خوشی کہ اس شخص کو اپنی سواری ملنے کی ہو اس سے زیادہ خدا تعالیٰ بندہ مومن کی توبہ سے خوش ہوتا ہے اور ایک روایت کے
یہ الفاظ ہین کہ یہ شخص شدت خوشی مین جو شکر خداوندی بجالاوے تو مارے خوشی کے زبان سے یون نکلے کہ الٰہی تو میرا بندہ ہے مین تیرا پروردگار

حاشیہ:

اور توبہ کرو اللہ کیطرف سب ایمان والو
شاید کہ تم فلاح پاؤ
اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کیطرف توبہ صاف
اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنیوالون کو اور پاک رہنے والون کو
اللہ کا پیارا ہے ۱۲
ابن ابی الدنیا
توبہ کرنیوالا گناہ سے اس شخص کے مثل ہے جس پر گناہ نہ ہو ۱۲
ابن ماجہ
ابن مسعود
۱۲
مسلم
انس ۱۲

ہوں یعنی خوشی میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی تمیز نہ رہے اور حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی
توبہ قبول کی تو انکو فرشتوں نے تہنیت دی اور حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام انکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے آدم خدا تعالیٰ
نے جناب کی توبہ قبول فرمائی تو آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے جبرئیلؑ اگر بعد قبول توبہ کبھی مجھسے سوال ہو تو پھر میرا
ٹھکانا کہاں ہوا اسوقت انپر وحی ہوئی کہ اے آدم تو نے اپنی اولاد کیلئے رنج و مشقت بھی ارث چھوڑی اور توبہ بھی تو جو کوئی ان میں سے
مجھکو پکاریگا میں اسکی سنونگا جیسی تیری سنی اور جو کوئی مجھسے مغفرت کا سوال کریگا اسپر بخل نکرونگا کیونکہ میرا نام قریب اور مجیب ہے
اے آدم توبہ کرنیوالوں کو قبروں سے ہنستے ہوئے اور بشارت سنتے ہوئے اٹھاؤنگا جو دعا کرینگے قبول ہوگی۔ اور اخبار و آثار اس باب
میں بیشمار ہیں اور امت کا اتفاق ہے کہ توبہ واجب ہے اسلیے کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ اسبات کا علم ہو کہ گناہ و معاصی ہلاک چیزیں اور
خدا تعالیٰ سے دور کرنیوالی ہیں یہ بات وجوب ایمان میں داخل ہے مگر کبھی اس سے غفلت ہوجاتی ہے تو توبہ کی تعریف میں جو علم
مذکور ہے اس علم سے یہی غرض ہے کہ غفلت مذکور دور ہوجائے اور اسکے واجب ہونے میں کچھ خلاف نہیں اور منجملہ تعریف توبہ کے
چھوڑ دینا معاصی کا زمانۂ حال میں اور عزم انکے ترک کا استقبال میں اور تدارک تقصیرات زمانہ گزشتہ کا ہے اسکے واجب ہونے میں
بھی کسی طرح کا شک باقی نہیں رہا ندامت اور حزن افعال گذشتہ پر سو وہ بھی واجب ہے کیونکہ حزن و ندامت تو توبہ کی جان ہے
تلافی اسی سے پوری ہوتی ہے وہ کس طرح واجب نہوگی اسلیے کہ وہ تو ایک طرح کا رنج ہے کہ جب آدمی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی عمر خدا تعالیٰ
کی مرضی کے خلاف میں ضائع ہوئی اسکے لیے ضروری ہوتا ہے اب اگر کوئی کہے کہ دلکا حزن کرنا امر ضروری ہے قبضۂ اختیار میں نہیں تو
اس کو واجب کہنا کس طرح متصور ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ سبب اس رنج کا یہی ہوتا ہے کہ محبوب کے نملنے کا علم قطعی ہوجاتا ہے اور آدمی
اس علم کے سبب کے حاصل کرنیکا اختیار رکھتا ہے اسی جہت سے علم وجوب میں داخل ہوا نہ اس جہت سے کہ بندہ خود نفس علم کو پیدا اور حادث
کرسکتا ہے کیونکہ یہ امر محال ہے بلکہ علم اور ندامت اور فعل اور ارادہ اور قدرت اور قدرت والا اور سب چیزیں خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اسکے
فعل سے موجود چنانچہ ارشاد ہے واللہ خلقکم وما تعملون ارباب بصیرت کے نزدیک یہی ٹھیک ہے باقی سب گمراہی ہے پھر یہاں سوال ہوتا ہے
کہ بندے کو کیا اختیار کرنے اور نہ کرنے کا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں اختیار ہے مگر اس اختیار ہونے سے یہ تصور نکرنا چاہیے کہ کل
چیزیں خدا کی مخلوق نہیں بلکہ اس اختیار کو بھی مخلوق خدا کا سمجھنا چاہیے جو اختیار کہ بندے کو عنایت ہوا ہے اسمیں وہ مجبور ہے مثلاً
خدا تعالیٰ نے آدمی کا ہاتھ صحیح و سالم پیدا کیا ہے اور لذیذ کھانے کو پیدا کیا اور معدہ میں خواہش کھانے کی پیدا کی اور دل میں یہ واقفیت
پیدا کی کہ اس کھانے سے خواہش کو تسکین ہوگی اور یہ تردد پیدا کیا کہ باوجود تسکین خواہش کے اس کھانے میں کچھ ضرر ہے یا نہیں اور اسکے
مقابل یہ تردد پیدا کیا کہ اس کھانے کے ساتھ کوئی ایسا امر مانع ہے یا نہیں جس سے غذا کا کھانا معذور ہو پھر یہ علم پیدا کیا کہ کوئی مانع نہیں
پس جب اتنے اسباب جمع ہوے تب ارادہ کھانے کا پکا ہوتا ہے تو یہی ارادہ پکا بعد ان ترددات کے اور بعد غلبۂ خواہش غذا کے اختیار
کہلاتا ہے اور جب اسکے سبب پورے ہوجاتے ہیں تو وہ بھی ضروری موجود ہوتا ہے مثلاً جب خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ارادہ میں پختگی آتی ہے
اسوقت ہاتھ کھانے کی طرف ضرور بڑھتا ہے کیونکہ بعد تمام ہونے ارادہ اور قدرت کے فعل کا وجود میں آنا ضروری ہے اسی لیے ہاتھ کو حرکت ہوتی ہے

ذات اور قدرت سب خدا کی مخلوق ہیں اور بندے کا فعل بھی ۱۲

تو جب حصول قدرت اور پختگی ارادہ خدا کے پیدا کرنے سے ہیں تو حرکت ہاتھ کی بھی اسی کی مخلوق ہوئی اور پختگی ارادہ جب ہوتی ہے جب اول خواہش صحیح اور موافق کے ہونے کا علم ہو چکے اور یہ دونوں بھی خدا کی مخلوق ہیں لیکن ان مخلوقات میں ایک ترتیب خاص خداوند کریم نے رکھدی کہ خلق میں اسی ترتیب و عادت کے موافق ہمیشہ انتظام رہتا ہے مثلاً ہاتھ میں حرکت لکھنے کیلیے نہیں پیدا کرتا جبتک کہ اسمین قدرت اور حیات اور ارادہ مصمم نہیں پیدا کرتا اور ارادہ مصمم نہیں پیدا کرتا جبتک کہ خواہش اور رغبت نفس میں نہیں پیدا کرتا اور یہ رغبت جبتک خوب نہیں اٹھتی جبتک اسبات کا علم نہیں پیدا کر دیتا کہ لکھنا نفس کے موافق ہے خواہ حال میں خواہ انجام کار میں اور علم کو بھی جو پیدا کرتا ہے تو اور اسباب سے پیدا کرتا ہے جنکا مآل حرکت اور ارادہ اور علم ہوا کرتا ہے غرضکہ علم اور خواہش طبع کے بعد پکا ارادہ ہوتا ہے اور قدرت و ارادہ کے بعد حرکت واقع ہوتی ہے اور ہر فعل میں اسیطرح کی ترتیب ہے اور یہ سب چیزیں خدا کی پیدائش سے ہیں لیکن چونکہ بعض مخلوقات بعض کیواسطے شرط ہیں اسی لیے بعض کا مقدم ہونا اور بعض کا موخر ہونا واجب ہے مثلاً ارادہ بعد علم ہی کے پیدا کرتا ہے اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد جسم کے تو جسم کی پیدائش شرط ہے حدوث حیات کیلیے نہ یہ کہ حیات جسم میں سے پیدا ہوتی ہے اور حیات کی پیدائش شرط ہے علم کی پیدائش کے لیے نہ یہ کہ علم حیات سے نکلتا ہے بلکہ محل میں قبول استعداد جب ہوتی ہے جب وہ زندہ ہو اسیطرح علم کی پیدائش شرط پختگی ارادہ کی نہ یہ کہ علم سے پختگی ارادہ نکلتی ہے بلکہ ارادہ کو وہی جسم قبول کرتا ہے جو زندہ اور عالم ہو غرضکہ ممکن کیواسطے کوئی چیز وجود بنیادی میں داخل نہیں ہوتی اور امکان میں ایسی ترتیب ہے جسمیں تبدیل نہیں ہوتی اسواسطے اسکی تبدیل محال ہے پس جب کسی وصف کی شرط پائی جاتی ہے اس شرط کے سبب سے محل میں لیاقت وصف کے قبول کرنیکی ہو جاتی ہے پھر وہ وصف خدا کی عنایت اور قدرت ازلی سے لیاقت آجانے کے بعد موجود ہو جاتا ہے اور چونکہ شرطوں کے سبب سے لیاقت میں ترتیب ہوتی ہے تو خدا تعالے کے کرنے سے ممکنات کے موجود ہونے میں بھی ترتیب ہوگی اور بندہ ان ترتیب ممکنات اور حوادث کے لیے محل ہے اور یہ حوادث قضائے الٰہی میں جو پلک مارنے کی ایک دم کی بات ہے ترتیب کلی سے مرتب ہیں جسمیں تبدیل نہیں ہوتی اور اسکا ظہور تفصیل وار متعلق حکم و اندازہ الٰہی سے ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کرتے چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے انا کل شیء خلقناہ بقدر قضائے کلی ازلی کو اس آیت میں ارشاد فرمایا وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر اور بندے اس قضا و قدر کے جاری ہونے کے لیے مسخر ہیں اور منجملہ قدر کے پیدا کرنا حرکت کا ہے کاتب کے ہاتھ میں بعد پیدا کرنے ایک صفت مخصوص کے اسکے ہاتھ میں جسکو قدرت کہتے ہیں اور بعد پیدا کرنے میل قوی اور مصمم کے اسکے نفس میں جسکا نام قصد ہے اور بعد پیدا کرنے واقفیت مرغوب چیز کے جو ادراک کہلاتا ہے پس جب باطن ملکوت سے یہ چاروں باتیں کسی بندے کے جسم پر ظاہر ہوتی ہیں جو زیر فرمان تقدیر مسخر ہے تو چونکہ علم ظاہری کے لوگ عالم غیب اور اسرار سے محجوب ہیں یوں کہنے لگتے ہیں کہ اے شخص تو نے حرکت دی اور تو نے پھینکا اور تو نے لکھا وغیرہ مگر سرادقات ملکوت اور پردہائے غیب سے یہ ندا ہوتی ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور قاتلوہم یعذبہم اللہ بایدیکم یہاں ان لوگوں کی عقل حیران ہوتی ہے جو وابستہ عالم ظاہری ہیں اسی جہت سے بعضے یوں کہتے ہیں کہ بندہ محض مجبور ہے اور بعضے اسبات کے قائل ہیں کہ وہ اپنے افعال کا مخترع ہے کچھ علاقہ تقدیر سے نہیں اور بعض متوسط اسبات پر جھکے ہیں کہ بندہ کے افعال کسب کے طور پر ہیں اور اگر ان لوگوں کیواسطے آسمان کے دروازے کھولدیے جاویں اور عالم غیب و ملکوت انکو سوجھے تو جان لیں کہ انکی

ہر ایک فرقہ مین وجہ سچا ہی مگر قصور سب کو شامل ہی کیونکہ اس امر کی کسیکو نہین سوجھی اور نہ تمام پہلو ہر کیفیت کا علم محیط ہوا اور اسکا پورا علم جب حاصل ہو جیا اس روزن سے جو عالم غیب کیطرف کھلا ہوا ہی نور کی چمک آوے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہی اپنی غیب کی بات پر کسیکو واقف نہین کرتا سوا اس رسول کے جسکو اسنے پسند کیا ہو اور ظاہر ہر ایسے شخصون کو بھی مطلع کر دیتا ہی جو زمرۂ پسندیدگان مین داخل نہو اور جو شخص سلسلۂ اسباب اور مسببات کو حرکت دے اور انکے تسلسل کی کیفیت اور ارتباط کی وجہ معلوم کرے اور یہ کہ تنہا اس سلسلے کی مسبب الاسباب سے کس طرح ہی تو اسپر راز تقدیر آشکارا ہو جائے اور یقیناً جان لے کہ سوا سے خدا کے اور کوئی خالق اور موجد نہین اب چونکہ ہمارے بیان مین ایک طرح کا اتمام ہی کہ ہر ایک فرقے مین صدق اور قصور مین منافات ہی اسلیے ظاہر مین معلوم ہوتا ہی یعنی جب مسئلہ جبر اور اختراع اور اختیار کو ہر وجہ سچا بتلایا اور پھر ہر ایک مین قصور بھی ثابت کیا تو بظاہر صدق اور قصور مین منافات ہی اسلیے ہم اسکو بسہولت سمجھ مین آنیکے لیے مثال سے سمجھاتے ہین فرض کرو کہ چند اندھون نے یہ سنا کہ فلان شہر مین ایک عجیب جانور جسکا نام ہاتھی ہی آیا ہی اور انھون نے کبھی پہلے نہ ہاتھی کا نام سنا نہ اسکو دیکھا تھا اسلیے انھون نے آپس مین کہا کہ اسکو بھی چلنا اور ٹٹول کر دیکھ لینا ضرور ہی غرض آپس مین سے چند اندھے تلاش کرکے اسکے پاس پہونچے اور اسکو ٹٹولنا شروع کیا بعضون کا ہاتھ تو اسکے پانون پر پڑا اور بعضون کا دانت پر اور بعضون کا کان پر اور جان لیا کہ ہمنے ہاتھی کو دیکھ لیا اور جب وہ پھر کر باقی اندھون کے پاس آئے تو انھون نے کیفیت ہاتھی کی انسے پوچھی ہر ایک نے مختلف جواب دیا جس نے پانون ٹٹولا تھا اسنے تو یہ کہا کہ ہاتھی ایک کھردرے ستون کے مانند ہوتا ہی مگر اس سے کچھ نرم ہوتا ہی جسنے دانت کو چھوا تھا اسنے کہا کہ جیسا یہ شخص کہتا ہی ہاتھی ویسا نہین بلکہ وہ سخت ہوتا ہی نرمی اسمین نام کو نہین اور چکنا ہوتا ہی کھردرا نہین اور موٹائی مین ستون جیسا نہین موسل جیسا ہوتا ہی جسنے کان ٹٹولا تھا اسنے کہا کہ وہ تو نرم اور کھردرا ہوتا ہی ستون اور موسل کیطرح نہین ہوتا موٹے چمڑے کیطرح پھیلا ہوا ہوتا ہی تو نرمی اور کھردرا پن مین پانوں کے چھونیوالے کو سچا کہا اور پھر اپنے دریافت کے موجب بتلایا کہ وہ ایسا ہوتا ہی اب اگر ان سب کے بیان کو دیکھو تو ہر وجہ سچ ہی کیونکہ جسقدر جسکو معلوم تھا اسنے بیان کیا اور سب نے ہاتھی ہی کے اوصاف کہے مگر سب کے بیان مین قصور ہی کہ پوری صورت کسی کو معلوم نہوئی اس مثال کو خوب سمجھ لینا چاہیے اسلیے کہ اکثر اختلافات کی مثال یہی ہی اور چونکہ یہ بیان علوم مکاشفہ مین جا پہونچا ہی اور اسکے امواج کو جنبش دیتا ہی اور ہماری غرض اسکے بیان سے نہین لہذا مناسب ہی کہ جس بیان کے درپے تھے اسکو لکھین یعنی توبہ واجب ہی اور اسکے تینون اجزا جو علم اور ندامت اور ترک ہی وہ بھی واجب ہین اور ندامت اسوجہ سے وجوب مین داخل ہی کہ بیان افعال الٰہی مین واقع ہی جو بندے کے علم اور ارادہ مین گھرے ہوئے ہین یعنی ندامت کی ایک طرف بندے کا علم ہی اور دوسری طرف ارادۂ ترک اور حسن فعل کی صفت ہو تو وجوب اسکو شامل ہوتا ہی **مسئلہ ۱**

بیان اس باب مین کہ توبہ فوراً واجب ہی توبہ کے فوراً واجب ہونے مین کسی طرح کا شک نہین اسلیے کہ معاصی کا مہلک سمجھنا نفس ایمان مین داخل ہی اور یہ اسیوقت واجب ہی اور اس واجب سے عہدہ برآ وہی ہوگا جو اس بات کو ایسی طرح جانے کہ اسکے سبب معاصی سے باز رہے کیونکہ یہ معرفت متعلق علوم مکاشفہ سے نہین جنمین لگاؤ عمل کا نہین ہوتا بلکہ علم معاملہ سے متعلق ہی اور جو علم اس غرض سے مقصود ہوتا ہی کہ اس سے ترغیب عمل پر ہو تو جبتک اسکی علت غائی ظہور مین نہ آویگی اس سے عہدہ برآئی بھی نہوگی اب بیان گناہون کے ضرر کا علم اسی غرض سے مقصود ہوتا ہی کہ اس سے ترغیب گناہون کے ترک کی ہو پس جو شخص گناہون کو نہ چھوڑیگا اسمین یہ حصہ ایمان کا نہوگا اور یہی مراد ہی اس حدیث شریف مین لا یزنی الزانی حین یزنی وہو مومن اسمین ایمان سے یہ مراد ہی کہ زنا جو موجب ناراضمندی خدا کا ہی اور اس سے دور کرتا ہی

اخرجہ ... [illegible] ... بخاری و مسلم ... [illegible] ١٢

اس بات کا ایمان زنا کار میں نہیں رہتا یہ غرض نہیں کہ اس سے وہ ایمان جاتا رہا ہو جو متعلق بعلوم مکاشفہ ہو مثلاً خدا کو جاننا اور اسکی وحدانیت
اور صفات اور کتب اور رسولوں پر جو ایمان ہو وہ منافی زنا نہیں اسی جہت سے یہ ایمان زنا سے بچائیگا اور اسکی مثال یہ ہو کہ کسی طبیب نے
مریض کو کہا کہ یہ زہر ہی اسکو مت کھانا پس اگر وہ شخص کھالیگا تو اسکو یوں کہینگے کہ طبیب کا معتقد نہیں اس سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ
وہ شخص طبیب کے وجود پر یا اسکے معالج ہونے پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ یہ غرض ہوتی ہو کہ طبیب نے جو کہا تھا کہ یہ زہر مہلک ہی اس قول کو نہیں مانتا
کیونکہ اگر اسکو مہلک جانتا تو کبھی نہ کھاتا اس سے معلوم ہوا کہ گناہگار ناقص الایمان ہوتا ہو اور ایمان ایک ہی چیز کا نام نہیں بلکہ اسکی کچھ اوپر ستر
قسمیں ہیں جنمیں کی ایک اعلی قسم گواہی کلمہ طیبہ کی ہو اور ادنی قسم راہ میں سے ایذا کو دور کرنا ہو جیسے کوئی یوں کہے کہ انسان ایک ہی طرح
کے موجود نہیں بلکہ کچھ اوپر ستر طرح کے ہیں انمیں سے اعلی قسم قلب اور روح ہو اور ادنی قسم دور کرنا ایذا کا جلد سے باینطور کہ مونچھیں کتری
ہوئی ناخن کٹے ہوئے چرک و میل سے جلد صاف ہو تاکہ بہائم سے متمیز اور علیحدہ ہو جاوے جو چھوٹے ہوے اور اپنے پاخانے میں آلودہ
بُری صورت کے رہتے ہیں ناخن اور کُھر بڑھ جاتے ہیں اور یہ مثال بہت ٹھیک ہو کیونکہ ایمان مثل انسان کے ہو اور اسمیں شہادت
توحید اگر نہ ہو تو بالکل باطل ہو جاتا ہو جیسا انسان روح کے نہونے سے بیکار ہو اور جو شخص صرف شہادت توحید اور رسالت رکھتا ہو
وہ ایسا ہی جیسا انسان میں روح تو ہو مگر ہاتھ پاؤں آنکھ اور دوسرے اعضا ظاہری و باطنی کچھ نہ رکھتا ہو اور جیسا کہ اسطرح کا شخص
جسکا یہ حال ہو قریب بہ ہلاکت ہوتا ہو اسواسطے کہ اسکی روح ضعیف جو اعضا سے علیحدہ رہتی ہے، اور کسیطرح کی مدد اور قوت اعضا سے
اسکو نہیں پہونچتی وہ جلد پرواز کر جائیگی اسیطرح جسکو صرف کلمہ طیبہ اور رسالت ہی کی شہادت ہو مگر اعمال میں قاصر وہ بھی اس حال کے
نزدیک ہو کہ ذراسی تند ہوا سے اسکے ایمان کا درخت جڑ سے اکھڑ جاوے یعنی ملک الموت کے آنیکے وقت جو اہوال پیش آتے ہیں انکے
صدمے کے باعث ایمان ہلجاتا ہو ایسا ایمان انکی برداشت نہیں کر سکتا پس جس ایمان کی جڑ یقین میں نہ جمی ہوگی اور اعمال میں اسکی شاخیں
نہ پھیلی ہونگی وہ ملک الموت کے ظاہر ہونے کیوقت خوف کے جھونکوں میں نہ ٹھہر سکیگا کہ یہ وہم ہو کہ اسکا خاتمہ اچھا نہو خاتمے کیوقت
ایسا ہی ایمان باقی رہتا ہو جسکی بنا طاعات پر ہمیشہ رہی ہو اور آبیاری اعمال سے مضبوطی پکڑ گیا ہو۔ اور گناہگار جو اطاعت کرنیوالے
کو کہا کرتے ہیں کہ ہم میں تم میں فرق کیا ہو تم بھی ایماندار ہو ہم بھی ایماندار انکی مثال ایسی ہو جیسے کدو کے پیڑ نے صنوبر سے کہا تھا
کہ تو بھی پیڑ ہو اور میں بھی صنوبر نے اسکو بھی خوب جواب دیا کہ نام کی شرکت کا مغالطہ تجھکو جب معلوم ہوگا جب خریف کی آندھی چلے گی اور
تیری جڑ اکھڑ جاویگی اور پتے جھڑ جاوینگے اور معلوم ہو جاویگا کہ شرکت نام کے سبب تجھکو دھوکا ہوا اور جس سبب سے کہ درخت
ہرا رہتا ہو اس سے غافل رہا سچ ہو شعر ہوتے سیرت سے ہیں مردان وفا اور ممتاز ٭ ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل ٭
اور اسکا حال خاتمے پر کھلتا ہو اسیواسطے موت کی مصیبت اور اسکے مقدمات ہولناک کے ڈر سے عارفین کے جگر ٹکڑے ہوتے ہیں اسلیے
کہ وہ وقت ہی ایسا ہو کہ اسمیں بہت کم ثابت قدم رہتے ہیں پس اگر گناہگار اپنے گناہ کے باعث آگ میں ہمیشہ رہنے سے خوف نکرے اسکا
حال مثل تندرست شخص کے ہو کہ اپنی صحت کے سبب اور اسوجہ سے کہ موت اکثر یکایک نہیں آتی مرض شہوات میں ڈوبا رہے اور پرہیز
نہ کرے تو اس سے کہا جاویگا کہ تندرست آدمی کو مرض کا خوف ہوتا ہو اور جب مریض ہو جاتا ہو تو موت کا خوف ہوتا ہو اسیطرح گناہگار کو

بھی خوف خاتمہ کے برا ہونیکا لگا ہوا ہے اور اگر خدا نخواستہ خاتمہ برا ہوا تو آگ میں ہمیشہ رہنا ضروری ہے کیونکہ ایمان کے حق میں گناہ ایسے ہیں جیسے
بدن کے حق میں مضر غذائیں کہ معدہ میں جمع ہوکر اخلاط کے مزاج کو بدلتی رہتی ہیں اور آدمی کو خبر نہیں ہوتی ایکدفعہ ہی مزاج بگڑ کر بیمار پڑ جاتا ہے
اور یکایک مرجاتا ہے یہی تاثیر گناہوں کی ایمان پر ہوتی ہے پس جبکہ دنیائے فانی میں ہلاک کے ڈر سے زہر کا کھانا اور ماکولات مضر کا استعمال نکرنا
ہرحال میں اسیوقت آدمی پر واجب سمجھا جاتا ہے تو ہلاک ابدی کے ڈر سے مہلکات کا استعمال نکرنا بطریق اولی فوراً واجب ہوگا اور جس طرح
کہ زہر کھانیوالا جب اپنے فعل پر پشیمان ہوتا ہے تو ضروری سمجھتا ہے کہ فوراً اسکو معدہ سے قی کرکے یا اور کسی حیلہ سے نکال ڈالنا چاہیے اور
یہ اسواسطے کرتا ہے کہ در صورت تاثیر زہر کے یہ بدن جو خواہی نخواہی چند روز بعد فنا ہوگا ضائع نہونے پاوے اسیطرح جو شخص دین کے زہر
کھاتا ہے یعنی گناہ کرتا ہے اسپر بطریق اولی واجب ہے کہ اسسے رجوع کرے اور انکا تدارک جب تک اس سے ہو سکے یعنی ایام حیات تک عمل میں لاوے
اسلیے کہ اس زہر سے یہ خوف ہے کہ کہیں آخرت نہ جاتی رہے حالانکہ وہ ایک شے باقی ہے اور اسمیں دوست پایدار اور سلطنت و ناز و نعیم باقی ہے اور
اسکے نملنے میں آگ دوزخ کی اور عذاب جہنم اتنے دنوں بھگتنا پڑیگا کہ دنیا کی زندگی کے ایام کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں اسلیے کہ اسکی مدت
کی نہایت نہیں جب یہ حال ہے تو گنہگار کو چاہیے کہ توبہ کیطرف بہت جلد مبادرت کرے ایسا نہو کہ گناہوں کا زہر ایمان کی روح میں تاثیر کر جاوے اور
پھر طبیبوں کے ہاتھ سے اسکا علاج نکل جاوے اور اسکے بعد نہ کوئی پرہیز اثر کرے نہ وعظ و نصیحت کام آوے اور تباہ کاروں میں لکھدیا جاوے اور
اس آیت کا مصداق بنے انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا فہی الی الاذقان فہم مقمحون وجعلنا من بین ایدیہم سدا و من خلفہم سدا فاغشیناہم فہم لا یبصرون
وسواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون اور ایسا نہو کہ لفظ ایمان سے مغالطہ کھا جاوے اور کہنے لگے کہ اس آیت سے مراد کافر ہیں کیونکہ یہ تو
بیان کر دیا گیا کہ ایمان کچھ اوپر ستر شاخ ہے اور یہ کہ زانی حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایسے ایمان سے محجوب ہوگا
جو شاخ اور فرع کے مثل ہے وہ خاتمہ کیوقت اصل ایمان سے بھی محجوب ہوگا جسطرح وہ شخص کہ جسکے اعضا نہوں باوجودیکہ اعضا فروع روح
کے ہیں مگر انکے نہونے سے آدمی مرجاتا ہے اور اصل روح بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ اصل بدون شاخوں کے قائم نہیں رہتی اور بدون اصل کے شاخ کا
وجود ہی نہیں ہوتا اور اصل و فرع میں سوائے ایک فرق کے اور کچھ فرق نہیں وہ یہ ہے کہ وجود اور بقائے فرع دونوں وجود اصل کا چاہتے ہیں
مگر وجود اصل وجود فرع پر منحصر نہیں لیکن بقائے اصل کیواسطے فرع کا ہونا ضروری ہے اور وجود فرع کیواسطے اصل کا ہونا لازم اور علوم مکاشفہ
اور علوم معاملہ ایسے ہیں لازم و ملزوم میں ایسا نہیں کہ ایک کو دوسرے کیطرف حاجت نہو اگرچہ علوم مکاشفہ بمنزلہ اصل کے ہیں اور علوم معاملہ بمنزلہ
فرع کے اور علوم معاملہ اگر آدمی کو عمل پر آمادہ نکریں تو انکے ہونے سے نہونا ہی اچھا ہے اسلیے کہ جو تاثیر اسسے چاہیے تھی اگر وہ نکرینگے تو ناحق وبال جان
ہونگے اور حجت بنینگے اور اسی بناپر اگر عالم شخص فجور کرے تو اسکا عذاب بہ نسبت جاہل بدکار کے زیادہ ہوگا چنانچہ اسباب میں جو ہمارے دوم باب العلم میں
لکھ چکے ہیں چوتھا بیان اس امر میں کہ توبہ کا واجب ہونا ہر شخص پر ہر حال میں دائم ہے کوئی انسان اس سے علیحدہ نہیں جاننا چاہیے کہ عموم وجوب
توبہ اس آیت سے ثابت ہے جس میں کہ خطاب عام ہے وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ سمجھ
میں آتا ہے اسواسطے کہ توبہ کے معنے یہ ہیں کہ جو طریق خدا سے دور کرے اور شیطان سے نزدیک اس سے رجوع کرنا چاہیے اور یہ رجوع
شخص عاقل ہی سے ہو سکتا ہے اور اصل عقل کی جب کمال کو پہنچتی ہے تب شہوت اور غضب اور تمام صفات مذمومہ جو انسان کے بہکانے

کیا ہے شیطان کیو سپلے ہین انکی اصل کامل ہوچکتی ہو کیونکہ کمال عقل آدمی چالیس برس پر پہونچنے سے ہوتا ہو اور بناے عقل سن بلوغ ہی پہ
پہونچنے سے پوری ہوجاتی ہو اور اسکا آغاز سات برس کی عمر کے بعد سے ظاہر ہونے لگتا ہو مگر شہوت و غضب وغیرہ پہلے سے ہوتے ہین
اور یہ سب لشکر شیطان ہو اور عقل لشکر ملائکہ ہو جب دونون اکٹھے ہوتے ہین تو ان مین بالضرور لڑائی ہوتی ہو کیونکہ یہ دونون ایک دوسرے کی
ضد ہین ایک کے ہوتے دوسرا قائم نہین رہ سکتا جیسے رات اور دن اور نور و تاریکی جمع نہین ہوتی پس جو ان مین سے غالب ہوجاتا ہو دوسرے کی
بیخ کنی کردیتا ہو اور چونکہ شہوت صغر سن ہی مین کامل ہوجاتی ہو تو شیطان کا مورچہ عقل سے پہلے ہی جمجاتا ہو اسیلیے دل کو عادۃً مقتضیات
شہوت سے انس و الفت غالب ہوجاتی ہو اور انسے نکلنا دشوار ہوجاتا ہو پھر جب عقل ظاہر ہوتی ہو جو اللہ تعالیٰ کے گروہ و جماعت مین سے ہو اور
اسکے اولیا کو اسکے دشمنون سے تدریج بچاتی ہو پس اگر اسمین قوت و کمال نہوا اور مملکت شیطان کے ہاتھ رہا اور اسنے اپنا وعدہ پورا کیا جو قرآن مجید
مین مذکور ہو لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا اور اگر عقل کامل اور قوی ہوئی تو اول کام اسکا یہ ہوتا ہو کہ لشکر شیطانی کی بیخ کنی شروع کرتی ہو
اسطرح کہ شہوات کو توڑتی ہو اور عادات کو چھوڑاتی ہو طبیعت کو زبردستی عبادات پر لاتی ہو اور یہی غرض توبہ سے ہو یعنی توبہ مین جو رجوع
پایا جاتا ہو وہ یہان بھی متحقق ہوا کہ جس راہ کا رہبر شہوت اور رفیق شیطان ہو اس راہ سے عقل نے آدمی کو پھیر کر خدا کی راہ پر ڈالا۔ اور
چونکہ یہ امر ہر انسان مین ضروری ہو کہ اسکی شہوت عقل پر مقدم ہوتی ہو یعنی لشکر شیطان کا قبضہ ہر انسان مین عقل کے لشکر سے پہلے ہوجاتا ہو
تو جو کام شہوات کی موافقت سے اسوقت کیے ہون انسے رجوع کرنا ہر ایک انسان کے حق مین ضروری ہو خواہ وہ نبی ہو یا غبی اس لحاظ سے یہ
گمان نکرنا چاہیے کہ ضرورت رجوع حضرت آدم علیہ السلام ہی کو مخصوص تھی بلکہ یہ حکم ازلی ہو کہ جنس انسان پر لکھدیا گیا ہو اسکے خلاف ہونا
ممکن نہین جبتک کہ سلسلہ عادت الٰہی کا اسطرح جاری ہو اور اسکا توقع نہین کہ بدلے غرضکہ جو شخص بالغ ہو اگر وہ کفر و جہالت پر ہو تو ان
باتون سے توبہ اسپر واجب ہو اور اگر ماں باپ کی تبعیت سے مسلمان ہو مگر حقیقت اسلام سے غافل و نادان ہو تو اسپر اس غفلت سے توبہ لازم ہو
اسطرح کہ معنی اسلام کے سمجھے اسلیے کہ اسکے ماں باپ کا اسلام اسکو کچھ فائدہ نکریگا جبتک کہ خود مسلمان نہوگا پھر اسلام کو سمجھنے کے بعد
اپنی عادات سے اور شہوات کیلیے بلا وجہ مطلق العنان رہنے کی الفت سے رجوع کرنا لازم ہو یعنی رعایت اللہ تعالیٰ کے حدود کی ہر ایک حال
مین خواہ دینا ہو یا روکنا اور کسی کام سے باز رہنا ہو خواہ اسمین لگا رہنا سب مین ملحوظ رکھے کہ ایک قدم حدود سے باہر نہ پڑے اور یہ تم توبہ کی
سب اقسام سے دشوار تر ہو اسمین اکثر لوگ عاجز ہو کر تباہ ہوے غرض یہ سب اقسام رجوع اور توبہ کے ہین پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ توبہ
ہر شخص کے حق مین فرض عین ہو ایسا کوئی شخص خیال مین نہین آتا کہ اسکو توبہ کی پروا نہو جسطرح حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام اس سے بے پروا
نہوسکے اسیطرح انکی اولاد بھی اس سے بے پروا نہین اور بیان توبہ کے وجوب کا ہمیشہ اور ہر حال مین یہ ہو کہ ہر ایک شخص اعضا کے گناہ
سے خالی نہین اسلیے کہ اس سے انبیا تک نہین بچے جیسا کہ قرآن و حدیث مین انبیا کی خطا اور انکی توبہ اور خطاؤن پر رونیکا ذکر موجود ہو
اور اگر بعض اوقات مین آدمی اعضا کے گناہ سے محفوظ رہیگا تو دل سے قصد گناہ کرنے سے نہ بچیگا اور اگر دل مین بھی قصد نہوگا تو وسوسے
شیطان سے نہ بچیگا کہ وہ خیالات پریشان دلمین ڈالتا رہتا ہو جس سے یاد الٰہی سے غفلت ہوتی ہو اور اگر وسواس سے بھی خالی رہیگا تو اس
بات سے نہ بچیگا کہ خداتعالی اور اسکے صفات و افعال کی واقفیت مین غفلت اور قصور ہو اور یہ سب باتین نقصان کی ہین اور ہر نقصان

کا کوئی سبب ہو اس سبب کو چھوڑنا اور اسکی ضد اختیار کرنی اس نقصان سے بہتری کیطرف رجوع کرنا ہے اور یہی غرض توبہ سے ہے اور آدمی کے
حق میں تصور نہیں ہو سکتا کہ اس نقصان سے خالی ہو البتہ مقدار نقصان میں لوگ متفاوت ہیں اصل نقصان کچھ نہ کچھ ہر ایک میں موجود ہے اس سے
زیادہ اور کیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ اور اسی وجہ سے
خدا تعالی نے انکو بزرگی عنایت فرمائی کہ ارشاد فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس جب آپکا یہ حال ہو تو دوسرے کا کیا
حال ہوگا یہاں ایک اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ قلب پر جو خواطر وغیرہ طاری ہوتے ہیں یہ ایک نقصان کی بات ہے اور کمال اسمیں ہے کہ قلب اسسے خالی رہے
اسیطرح کنہ جلال الہی کی معرفت میں قصور ہونا نقصان ہے کہ جسقدر معرفت زیادہ ہو اسیقدر کمال ہے ایسا ہی ہر ایک اسباب نقصان سے کمال کیطرف
ترقی کرنی ظاہر ہے کہ رجوع کہلاویگی اور ہر ایک رجوع کو توبہ کہ سکتے ہیں اور مطابق مذکورۂ بالا کے توبہ واجب ہونی چاہئے حالانکہ یہ چیزیں
فضائل میں داخل ہیں فرض نہیں کیونکہ کمال کا حاصل کرنا واجب نہیں تو پھر ان امور سے ہر حال میں توبہ واجب ہونیکے کیا معنے ہیں
تو اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے گذر چکا کہ انسان ابتداے پیدایش میں اتباع شہوات سے ہرگز نہیں بچتا اور اُس سے توبہ کے یہ معنی نہیں
کہ اتباع شہوات صرف آگے کو چھوڑ دے بلکہ کمال توبہ اسمیں ہے کہ زمانہ ماضی کا بھی تدارک ہو اور آدمی جو کسی شہوت کا اتباع کرتا ہے اس سے
دل پر ایک تاریکی آجاتی ہے جیسے آئینے پر منہ کی بھاپ سے تیرگی آتی ہے پس اگر یہ اتباع شہوات پے در پے ہوتا ہے تو سیاہی دل میں یعنی زنگ ہو جاتی
جیسے منہ کی بھاپ اگر برابر آئینے پر پڑتی رہے تو زنگ لگجاتا ہے اور شہوات سے زنگ لگنا دل پر قرآن مجید میں مذکور ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور زنگ اگر بہت ہو گا تو پھر دل پر مُہر ہو جاتی ہے جیسے آئینے پر زنگ بہت دنوں چھوڑ دیجائے
مورچہ ہو جاتا ہے اور اسکو بگاڑ دیتا ہے کہ پھر قابل صیقل و جلا نہیں رہتا یہی معلوم ہوتا ہے کہ میل ہی کا بنا ہے تو جسطرح کہ آئینہ کی صفائی کیواسطے
یہ کافی نہیں کہ اسپر آگے کو بھاپ اور سیاہی نہ ڈالیں بلکہ پہلے بھاپ اور زنگ کا مٹانا اسمیں صورت نظر آنیکے لیے ضرور ہے اسیطرح جلا دل کے
لیے بھی اسیقدر کافی نہیں کہ اتباع شہوات آگے کو چھوڑ دے بلکہ ضرور ہے کہ جو تاریکی پہلے گناہوں کی دل پر آگئی ہے اسکو بھی مٹا دے اور جس طرح
کہ دل پر گناہ کے باعث تاریکی آتی ہے اسیطرح طاعت اور ترک شہوت سے نور پیدا ہوتا ہے جس سے وہ تاریکی دور ہوتی ہے اور اسکی طرف اشارہ ہے
اس حدیث شریف میں اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو ہر حال میں اپنے دل سے آثار گناہوں کے مٹانے کی حاجت ہے
کہ نیکیاں کر کے انکو دور کرے کیونکہ نیکیوں کے آثار گناہوں کے آثار کی ضد ہیں اول ہونگے تو پچھلے جاتے رہینگے یہ اس دل کا حال ہے جس میں
اول صفائی اور جلا ہو مگر پھر اسباب عارضی سے تاریک ہو جاوے لیکن اول ہی اول جلا کرنا بہت محنت چاہتا ہے جیسے آئینے پر سے زنگ
اٹھانا بڑا کام نہیں الا اول ہی اول اسکا آئینہ بنانا بہت دیر اور محنت چاہتا ہے غرضکہ یہ اشتغال طول طویل کبھی آدمی سے علیحدہ نہیں ہوتے
اور ان سب کا مآل توبہ ہی ہے اس سے ایک شق جواب کی معلوم ہوگئی کہ ہر حال میں آدمی توبہ کا محتاج ہے اب دوسری شق لکھتے ہیں کہ ہر حال میں
وجوب توبہ کے کیا معنی ہیں تو جاننا چاہیے کہ واجب کے دو معنی ہیں ایک واجب تو وہ ہے جو شرع کے احکام میں سے مشہور ہے اور اسمیں سب لوگ
شریک ہیں اور وہ اتنا ہوتا ہے کہ اگر تمام خلق اسکو ادا کرے تو عالم خراب نہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ اور مدارج کمال اس قسم کے واجب میں داخل
نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر بالفرض سب لوگوں پر یہ امر واجب ہو کہ اللہ سے حق ڈرنیکا ڈریں تو سب اپنی معیشت اور دنیا کو ترک کر دینگے

اور پھر سرے سے تقویٰ ہی نہ رہیگا کیونکہ معیشت کے جاتے رہنے سے تقویٰ کی فرصت کسکو ملیگی ہر ایک شخص اپنی ضروریات کے شغل سے مہلت
نہ پاویگا عمر بھر بونے جوتنے بکانے بننے میں مصروف رہیگا غرضکہ شرع میں واجب اسیقدر ہے کہ سب لوگ اگر اسکو کرتے ہیں تو نظام عالم
میں خلل نہو اور دوسرا واجب وہ ہے کہ مقام محمود صدیقین اور قرب رب العالمین تک پہونچنے کیلیے ضروری ہو اور جن چیزوں سے پہنچنے
توبہ کرنیکو لکھا ہے وہ سب اسدرجہ کے پہونچنے کیلیے واجب ہیں اور اسکی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسا کہتے ہیں کہ نماز نفل میں طہارت واجب ہے
اسکے یہ معنی ہیں کہ جو نفل پڑھنی چاہے اسکے لیے طہارت ضروری ہے کیونکہ بدون اسکے اس نفل کا ثواب نہیں بلکہ جو شخص کہ نماز نفل ہی سے
محروم رہے اور اس سعادت سے بہرہ اندوز نہو تو اسپر نفل کی جہت سے طہارت واجب نہیں یا جسطرح کہتے ہیں کہ آنکھ اور کان اور ہاتھ اور
پاؤں انسان کے وجود میں شرط اور ضروری ہیں یعنی اگر کوئی پورا انسان ہونا چاہے تو اسکے واسطے یہ اعضا ہونے ضروری ہیں کہ اپنی انسانیت
سے منتفع ہو اور اعضا کی بدولت دنیا میں درجات عالیہ کو پہونچ سکے پھر اگر کوئی شخص صرف زندگی پر قانع ہو کر گوشت کے لوتھڑے
یا لکڑی کے چیتھڑے کیطرح پڑا رہنا منظور کرے تو ایسی زندگی کیواسطے یہ اعضا ضروری نہیں پس اصل واجبات جسسے لوگ تر واجب ہیں
انسے صرف نجات ملجاتی ہے اور محض نجات کو مثل زندگی محض کے تصور کرنا چاہیے اور نجات محض کے سوا جو اور سعادتیں ہیں انکو بجاے اعضا
سمجھنا چاہیے کہ زیبائش اور آرائش نجات کی انہیں سے ہے اور انہیں کیواسطے انبیا اور اولیا اور علما اداکا کوشش کرتے رہتے اور لذتوں سے منہ موڑ
کر لیے لذائذ دنیاوی کو یک لخت چھوڑ دیا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک اینٹ کو وقت سونے سر کے نیچے رکھ لیا تھا انکے آگے
شیطان حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپنے تو دنیا ترک کی تھی آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے کیا دیکھا جو خلاف ترک کیا ہوا اسنے عرض کیا کہ پتھر کو
بنا دنیا کی لذت ہے زمین پر سر کیوں نہیں رکھتے آپنے پتھر سر کے نیچے سے نکال کر پھینک دیا اور زمین پر سر رکھ لیا آپکا پتھر کو پھینک دینا اس لذت
سے توبہ کرنا تھا اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ زمین پر سر رکھنا حکم عام شرع میں واجب نہیں اسیطرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مخطط کو نماز میں خلل پاکر اتار ڈالا اور جوتے کے نئے تسمے کو باعث شغل جانکر بدلا پھر ڈال لیا پھر کیا
آپکو معلوم نہ تھا کہ یہ باتیں اس شریعت میں جو آپنے عام لوگوں پر مقرر کی ہیں واجب نہیں اور اگر معلوم تھا تو انسے رجوع کیوں کیا اس سے
معلوم ہوا کہ یہ ترک اسی جہت سے واقع ہوا کہ آپنے ان باتوں کو اپنے دل میں ایسا موثر پایا کہ انکی تاثیر مقام محمود تک پہونچنے کی مانع
تھی حضرت ابوبکر صدیق رض نے جب دودھ پینے کے بعد معلوم کیا کہ وجہ ناجائز سے آیا تھا حلق میں انگلی ڈالکر اسکی قے کی کہ اسکے ساتھ قریب
تھا کہ روح نکلجاوے کیا انکو فقہ کا مسئلہ معلوم نہ تھا کہ بھولکر پی لینے میں گناہ نہیں اور پی ہوئی چیز کا نکالنا واجب نہیں پھر اسکے پینے سے
کیوں رجوع کیا اور حتی الامکان معدہ کو اس سے خالی کرنا کیوں چاہا اسکا سبب یہی تھا کہ انکے دلمیں یہ بھید تھا کہ عوام کا حکم اور
ہے اور طریق آخرت کا خطرہ اور چیز ہے اس خطر کو بجز صدیقوں کے اور کوئی نہیں جانتا پس ان لوگوں کے حالات پر تامل کرنا چاہیے جو
سب لوگوں سے زیادہ خدا شناس تھے اور راہ خدا اور عذاب خدا اور خفیہ مغالطوں کو خوب جانتے تھے اور ان احوال کو سوچکر زندگانی بھر
کے مغالطے سے تو ایک دفعہ بچنا چاہیے اور خدا تعالیٰ پر مغالطہ کھانے سے ہزار بار غرضکہ یہ وہ اسرار ہیں کہ اگر کسی شخص کے دماغ میں انکی بو پہونچ
جاتی ہے اسکو معلوم ہوجاتا ہے کہ سالک راہ خدا کیواسطے ہر شخص پر توبہ نصوح ہر دم واجب ہے اگرچہ عمر نوح اسکو ملے اور توبہ بھی فوراً بدون مہلت

ایسے ہی فرمایا ہے ابوسلیمان دارانی نے کہ اگر عاقل آدمی بقیہ ایام حیات میں صرف اسی وجہ سے رویا کرے کہ زمانہ ماضی بدون طاعت ضائع ہو گیا تب بھی شایان ہے کہ اسکو یہ رنج موت تک رہے تو جو لوگ کہ بقیہ عمر میں بھی جہل کے باعث انھیں باتوں کے مرتکب ہوں جنکے زمانہ گذشتہ مین ہوئے تھے انکا کیا حال ہوگا اور یہ انھون نے اسواسطے فرمایا کہ اگر آدمی عاقل کی ملک مین کوئی عمدہ جوہر آجاتا ہے اور بیفائدہ ضائع ہوجاتا ہے تو اسپر ضرور ہی روتا ہے اور اگر اسکے جانیکے ساتھ خود مالک کی بربادی بھی ہو تو ظاہر ہے کہ گریہ بہت زیادہ ہوگا اب اگر غور کرو تو ہر ایک ساعت عمر کی بلکہ ہر ایک سانس ایک جوہر نفیس ہے کہ اسکا کچھ عوض و بدل نہیں اسواسطے کہ اسمین یہ صلاحیت و لیاقت ہے کہ آدمی کو سعادت ابدی پر پہنچادے اور شقاوت دائمی سے بچادے اس سے بڑھکر اور کونسا جوہر نفیس ہوگا پھر جب آدمی ایسے جوہر کو غفلت میں رائگان کردے تو ظاہر ہے کہ بڑا ہی خسارہ ہے اور اگر اسکو معصیت الٰہی میں ضائع کرے تو سراسر اپنی بربادی کرے پھر بھی اگر آدمی اس مصیبت پر نہ روئے تو جہالت ہے اور جہالت کی مصیبت سب مصائب سے بڑھکر ہے مگر مصیبت جہل مصیبت والیکو معلوم نہیں ہوتی کیونکہ خواب غفلت انکی اور انکی معرفت مین حائل ہوتی ہے اور افسوس کہ سب آدمی اس خواب میں سرشار ہین جب موت آویگی تب جاگین گے اسوقت مفلس کو اپنے افلاس کی خبر ہوگی او مصیبت کو اپنی مصیبت کی مگر اسوقت تدارک کہان میسر ہو سکتا ہے بجز اسکے حسرت و ناامیدی کے اور کچھ ہاتھ میں نہوگا بعض عارفین فرماتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام جب کسی بندے پر ظاہر ہو کر بتلاوینگے کہ تیری زندگی کی ایک ساعت رہی ہے اس سے ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہوگی تو بندیکو اسقدر حسرت اور ندامت ہوتی ہے کہ اگر بالفرض اسکے پاس تمام دنیا ہو تو اسکو دیڈالنا قبول کرے بشرطیکہ عمر میں ایک ساعت کا اضافہ ہو جاوے جسمین تدارک اپنی تقصیر کا کرلے مگر اسوقت مہلت کہان اور آیت وحیل بینہم وبین ما یشتہون اول یہی معنے ظاہر ہوتے ہین اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین ولن یوخر اللہ نفسا اذا جاء اجلہا اجل قریب مطلوب کے یہ معنی ہین کہ جب بندہ پر ظہور ملک الموت کا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اے ملک الموت مجھکو ایک دن کی مہلت دے کہ اسمین اپنے پروردگار کے سامنے عذر تقصیر اور توبہ کرون اور اپنے نفس کیواسطے توشہ عمدہ لیلون ملک الموت جواب دیتا ہے کہ تو نے اتنے دن مفت برباد کیے اور کچھ نہ کیا اب دن کہاں ملسکتا ہے پھر کہتا ہے کہ ایک ساعت ہی کی مہلت دو فرشتہ کہتا ہے بہت سی ساعتین رائگان کرچکے اب ایک ساعت کی بھی مہلت نہ ملیگی اسکے بعد اسپر دروازہ توبہ کا بند کردیا جاتا ہے اور جان حلق پر آجاتی ہے سانس سینے میں پھولنے لگتا ہے اور تدارک ما فات سے ناامیدی و حسرت ندامت کے گھونٹ پیتا ہے کہ مین نے ناحق عمر کھودی ان دھکون کے صدمات میں اصل ایمان میں اضطراب واقع ہوتا ہے پس جب روح نکلنے لگتی ہے تو اگر خدا نے اسکے لیے تقدیر میں اچھا لکھ رکھا ہے تو روح توحید سے نکلتی ہے اسیکا نام حسن خاتمہ ہے اور اگر معاذ اللہ سابقہ ازلی میں شقاوت کا قلم اسکے نام جاری ہے تو شک اور اضطراب سے روح پرواز کرتی ہے تو یہ خاتمہ بد ہے ایسے خاتمہ کی شان میں یہ ارشاد الٰہی ہے ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الان اور یہ جو ارشاد ہے انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ ثم یتوبون من قریب اسکے معنی یہ ہین کہ زمانہ توبہ کا گناہ کے زمانہ سے متصل ہو یعنی اگر گناہ سرزد ہو تو فوراً اسپر ندامت کرے اور اسکے متصل ہی عمل نیک بجالاوے ایسا نہو کہ زیادہ مدت گزرنے سے دل پر اس گناہ کا زنگ جمکر جاوے اور پھر قابل مٹنے کے نرہے اسی لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا اور اسیواسطے حضرت

لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو ارشاد کیا کہ جان پدر توبہ میں تاخیر مت کرنا کیونکہ موت ناگہان آجاتی ہے جو شخص توبہ کیطرف سبقت نہیں کرتا اور آجکل پہ
ٹالتا رہتا ہے وہ دو طرح سے خطروں میں مبتلا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ گناہوں کی تاریکی اگر چہ اپنے دل پر تہ بہ تہ جمتی رہیگی تو زنگ اور مہر ہو کر پھر قابل محو کے
نہ رہیگی دوسرے یہ کہ اگر اس عرصے میں مرض یا موت کے پنجے میں اسیر ہوجاویگا تو مہلت تدارک کی نہ ملیگی اور اسی جہت سے حدیث شریف
میں ہے ان اکثر صیاح اہل النار من التسویف اور جو شخص ہلاک ہوے وہ ٹالنے ہی کے سبب ہوے غرضکہ دلکا سیاہ ہونا تو سر دست اور دائم
اسکو موجود ہے اور طاعت سے اسکی جلا کرنی ادھار ہے یہانتک کہ موت آدباتی ہے اور خدا کے پاس روگی دل لیکر جانا پڑتا ہے حالانکہ نجات
اسی شخص کو ہوگی جسکے دل میں روگ نہو علاوہ ازین بندے کے پاس دل خدا تعالی کی امانت ہے اور زندگی بھی اسکی امانت اسی طرح سب
وسایل طاعت امانت خداوندی ہیں پس جو شخص امانت میں خیانت کریگا اور اس خیانت کا تدارک نکریگا تو اسکا انجام خطرناک ہے بعض
عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندے کو دو بھید بطریق الہام سناتا ہے ایک تو یہ کہ جب ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے
تو اس سے ارشاد فرماتا ہے کہ اے بندے تجھکو میں نے دنیا میں پاک و صاف بھیجا ہے اور تیری عمر تیرے پاس امانت رکھی ہے اور تجھکو اسکا
امین مقرر کیا اب میں دیکھونگا کہ تو کسطرح امانت کی حفاظت کریگا اور مجھکو کس حال میں ملیگا اور دوسرا بھید روح نکلنے کے وقت ہوتا ہے
کہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے جو امانت میں نے تیرے پاس رکھی تھی تو نے اسمیں کیا کیا آیا اسکی اسوقت تک حفاظت کی
اور عہد پر جما رہا ہے تو میں بھی اپنا قول پورا کروں یا اسکو ضایع کر دیا تو میں مطالبہ اور عتاب کروں اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے آیت
میں اوفوا بعہدی اوف بعہدکم اور اس آیت میں والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون۔

پانچواں بیان اسباب میں کہ توبہ میں جب سب شرطیں اکٹھی ہوتی ہیں تو وہ ضروری مقبول ہوتی ہے جاننا چاہیے کہ جب آدمی قبول
کے معنی سمجھ لے تو پھر اسبات میں شک نہ رہیگا کہ ہر صحیح توبہ مقبول ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ نور بصیرت سے دیکھتے ہیں اور انوار
قرآنی سے فیضیاب ہیں وہ جانتے ہیں کہ قلب سلیم یعنی جسمیں مرض نہو وہ خدا تعالی کے نزدیک مقبول ہوتا ہے اور آخرت میں اسکے قرب میں
فرو اٹھاویگا اور دیدار الہی عزوجل کو اپنی چشم غیر فانی سے دیکھنے کی لیاقت اسی میں ہے اور نیز ان لوگوں کو معلوم ہے کہ باعتبار اصل فطرت کے
دل بے روگ پیدا ہوتا ہے اور اسکی سلامتی صرف گناہوں کی تاریکی اور غبار کے چھا جانے سے جاتی رہتی ہے اور انکو یہ بھی معلوم ہے کہ آتش ندامت
اس کدورت کو جلا دیتی ہے اور نیکی کا نور چہرۂ دل سے بدی کی تاریکی کو دور کر دیتا ہے اور اس نور کے سامنے تاریکی ہرگز نہیں ٹھہر سکتی جیسا
کہ رات کا اندھیرا دن کے اجالے کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا یا جیسے میل کی کدورت صابون کی سفیدی کے سامنے باقی نہیں
رہتی اور جسطرح کہ میلا کپڑا بادشاہ اپنے پہننے کے لیے پسند نہیں کرتا اسیطرح بادشاہ حقیقی بھی قلب کدورت آگین کو اپنے قرب میں
رہنے کے لیے نہیں پسند کرتا اور جسطرح کہ ادنی کاموں میں کپڑے کا استعمال کرنے سے میل اسپر جلد آجاتا ہے اور پھر گرم پانی اور صابون سے
دھونے سے صاف ہوجاتا ہے اسیطرح دلکا استعمال اگر شہوات میں کیا جاتا ہے تو اسپر میل آجاتا ہے اور حرارت ندامت اور آب
سرشک سے طاہر و نظیف ہوجاتا ہے اور جو دل کہ پاک و صاف ہے وہ مقبول ہوتا ہے جیسے صاف و شستہ کپڑا مقبول رہا کرتا ہے
تو اب آدمی کو صرف دل کا پاک و صاف اور لائق قبول رکھنا چاہیے تاکہ جیسے ازل مقبول ہوجاوے آدمی قبول کا تمام فلاح ہو

ہوا مرآت میں ظلمت نہ کو پہونچی قد افلح من زکہا اور جو شخص بسبیل تحقیق آنکھ سے دیکھنے سے بھی زیادہ اسبات کو نہیں جانتا کہ قلب پر تاثیر معاصی
اور طاعات کی ایک دوسرے کی ضد ہوا کرتی ہے کہ ایک کو اگر مجازاً اندھیرا کہیں جیسے جہالت کو کہا کرتے ہیں تو دوسرے کو لفظ نور سے تعبیر کرینگے
جیسے علم کو کہا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نور اور ظلمت میں ضد ہے اسلئے ہرگز نہیں ہوسکتے تو ایسا شخص ناواقف دین ہے کہ گویا صرف پوست
پر قانع ہے اور فقط نام ہی دین کا سن لیا ہے حقیقت دین سے دلپر بڑا گاڑھا پردہ پڑا ہوا ہے بلکہ ایسا شخص اپنے نفس کی حقیقت
اور اسکی صفات سے بھی جاہل ہے اور جو اپنے نفس یعنی قلب ہی کو نجانے وہ دوسرے کو بطریق اولے کیا جانیگا کیونکہ قلب سے دوسری
چیز کو پہچانتا ہے پس جو اپنے قلب ہی کو نجانیگا وہ دوسرے کو کیسے پہچانیگا پس جسکو یہ وہم ہے کہ توبہ درست و صحیح ہوکر قبول نہیں
ہوتی وہ ایسا ہے جیسا کوئی یہ وہم کرے کہ آفتاب کے نکلنے سے اندھیرا نہیں جاتا یا صابون سے کپڑا دہونے سے میل نہیں دور ہوتا
ہاں اگر میل کی تہ جمکر کپڑے کے خلل میں گھس جاوے گی تو پھر صابون سے اسکو دور نہیں کرسکتے اسیطرح اگر گناہوں کے پے در پے
ہونے سے دل پر زنگ اور مہر ہوجاویگی تو ایسا دل نہ رجوع کرتا ہے اور نہ توبہ بلکہ کبھی زبان سے صرف توبہ توبہ کہتا ہے اس سے کیا ہوسکتا
ہے یہ تو ایسا ہے جیسا دھوبی زبان سے کہدے کہ میں نے کپڑا دہو یا اسکے صرف کہنے سے تھوڑا ہی صاف ہوجاویگا جبتک کپڑے میں جو میل ہے
اسکے چھڑانے کی تدبیر استعمال میں نہ لاویگا مگر یہ حال اصل توبہ سے باز رہنے والا ایسا ہی ہے اور کچھ بعید بھی نہیں بلکہ اکثر خلق پر جو دنیا پر
گرے ہوے ہیں اور خداتعالے سے بالکل پھرے ہوے یہی حالت غالب ہے اب اگرچہ اسقدر بیان قبول توبہ کے لیے کافی ہے
مگر چونکہ جس بات پر کتاب اللہ اور حدیث کی دلیل نہیں ہوتی اسکا کچھ اعتماد نہیں ہوتا لہذا ہم بیان مذکور کو آیات و اخبار و آثار سے
تقویت دیتے ہیں اللہ تعالے فرماتا ہے وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات اور فرمایا غافر الذنب وقابل التوب اور سوا اسکے
بہت سی آیات قبول توبہ میں وارد ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ خداتعالے بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا
اور ظاہر ہے کہ خوشی کا مرتبہ قبول سے بڑھکر ہے تو یہ حدیث قبول پر کچھ زیادتی کے ساتھ دلیل ہوئی اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے
کہ جو شخص رات میں صبح تک گناہ کرے اور جو دن میں رات تک گناہ کرے ایسے گناہگار دونوں کی توبہ قبول کرنے کیواسطے خداتعالے اپنا ہاتھ
پھیلایا کرتا ہے یہانتک کہ آفتاب مغرب سے نکلے اب ظاہر ہے کہ ہاتھ کے پھیلانے سے کنایۃً توبہ کی طلب معلوم ہوتی ہے اور طالب
شے کا قبول کرنیوالے سے بڑھکر ہے کیونکہ بعض قبول کرنیوالے طالب نہیں ہوتے مگر طالب کو قبول کرنیوالا ہونا لازم ہے اور ایک
حدیث میں ارشاد ہے کہ لو عملتم الخطايا حتى تبلغ السماء ثم ندمتم لتاب الله عليكم اور فرمایا بندہ کوئی گناہ کرتا ہے اور اسکی وجہ سے جنت میں داخل
ہوتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بات کس طرح ہے آپنے فرمایا کہ گناہ سے تائب ہوکر اسی کو پیش نظر رکھتا ہے اور اس سے گریز کرتا رہتا ہے یہانتک
کہ جنت میں داخل ہوتا ہے اور فرمایا کہ کفارة الذنب الندامة اور فرمایا التائب من الذنب كمن لا ذنب له اور روایت ہے کہ ایک حبشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں گناہ کیا کرتا تھا فرمائیے کہ میری توبہ بھی قبول ہوگی آپنے فرمایا کہ بیشک توبہ قبول ہوگی وہ چلا گیا اور پھر لوٹکر
عرض کیا کہ یارسول اللہ جب میں خطا کرتا تھا تو مجھکو خداتعالے دیکھتا تھا یا نہیں آپنے فرمایا کہ ہاں دیکھتا تھا یہ سنتے ہی حبشی نے ایک ایسا
نعرہ مارا کہ اسی کے ساتھ اسکی روح پرواز کر گئی اور روایت ہے کہ اللہ تعالے نے جب شیطان کو اپنی درگاہ عزت سے نکال دیا تو وہ خواستگار

مہلت ہوا اُس کتاب تک کی مہلت ملی پھر اُسنے عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جبتک آدمی کے بدن میں جان رہیگی جبتک میں اسکے دل سے نہیں نکلونگا ارشاد ہوا کہ مجھکو بھی اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ جبتک ان میں جان رہیگی تب تک انسے توبہ نہ روکونگا اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ ان الحسنات یذہبن السیئات کما یذہب الماء الوسخ اسیطرح اخبار بشمار قبول توبہ میں وارد ہیں اور آثار بھی بہت ہیں چنانچہ حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ شان نزول اس آیت کی فانہ کان للاوابین غفورا یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے اور حضرت فضیل اس حدیث قدسی کو روایت کرتے ہیں کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ گناہگارونکو خبر دو سنا دو کہ اگر وہ توبہ کرینگے تو میں قبول کرونگا اور صدیقین کو ڈرادو کہ اگر میں اپنا عدل کرونگا تو عذاب دونگا اور طلق بن حبیب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے حق اتنے بڑے ہیں کہ بندوں سے ادا نہیں ہو سکتے لیکن صبح کو توبہ کرتے ہیں شام کو توبہ کرتے ہیں اسوجہ سے امید عفو ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جسنے کوئی قصور کیا ہو اگر اسکو یاد کرکے دل میں ہراساں ہو تو وہ قصور اسکے نامۂ اعمال سے محو ہوجاتا ہے اور روایت ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے کسی نبی سے کوئی قصور سرزد ہوا اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ قسم ہے اپنی عزت کی اگر تو نے پھر ایسا کیا تو عذاب دونگا انھوں نے عرض کیا الٰہی تو تو ہے اور میں میں ہوں قسم ہے تیری عزت کی کہ اگر تو مجھکو نہ بچاویگا مجھسے دوبارہ قصور ہوجاویگا اللہ تعالی نے انکو دوبارہ قصور کرنیسے محفوظ رکھا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ بندہ بعض وقت گناہ کرتا ہے اور سببِ اُسکے نادم رہتا ہے یہانتک کہ جنت میں داخل ہوتا ہے اسوقت شیطان کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو میں اسکو گناہ میں مبتلا نہ کرتا اور حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز آدمی پر اسکے گناہ پیش کیے جاوینگے جو خطا اسکے سامنے آویگی یہی کہیگا کہ میں اسی سے ڈرا کرتا تھا اسکا قصور اسی کہ معاف ہوجاویگا اور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ میں نے ایک گناہ کیا ہے میری توبہ بھی قبول ہوگی کہ نہیں آپ نے اول اسکی طرف سے منہ پھیر لیا پھر متوجہ ہوکر یا چشم تر اس سے فرمانے لگے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں سب کھلتے ہیں اور بند ہوتے ہیں مگر دروازۂ توبہ پر ایک فرشتہ معین ہے وہ بند نہیں ہوتا تجھکو چاہیے کہ عمل کرے اور ناامید نہو سکا دیا سعی ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور عبدالرحمن بن ابی القاسم سے روایت ہے کہ ایکبار انکی مجلس میں ذکر توبہ کافر کا اور اس آیت کا ان ینتہوا یغفر لہم ما قد سلف ہوا انھوں نے فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ مسلمان کا حال خدا کے نزدیک اچھا ہوا اور مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہے جیسا اسلام کے بعد پھر اسلام لانا اور حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا ہے کہ میں تمسے جو حدیث کہتا ہوں وہ یا نبی مرسل سے سنی ہوئی کہتا ہوں یا کتاب آسمانی سے دیکھی ہوئی بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد اگر ایک لمحہ ندامت کرتا ہے تو پل مارنے سے بھی جلد تر وہ گناہ اس سے دور ہوجاتا ہے اور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ توبہ کرنیوالونکے پاس بیٹھو اسواسطے کہ انکے دل زیادہ نرم ہوتے ہیں۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ خدا تعالی میری مغفرت کب کریگا لوگوں نے پوچھا کہ کب کریگا فرمایا کہ جب میری توبہ قبول کریگا اور بعضوں کا قول ہے کہ اگر میں توبہ سے محروم رہوں تو زیادہ خوف کرتا ہوں بہ نسبت اسکے کہ مغفرت سے محروم رہوں اور یہ اسلیے کہا کہ مغفرت توبہ کو لازم ہے توبہ قبول ہوگی تو مغفرت ہو ہی جاویگی اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جسنے خدا تعالی کی عبادت بیس برس

کی تھی پھر اسکی نافرمانی بھی بیس برس تک کی پھر آئینے مین جو دیکھا تو داڑھی مین سفیدی نظر آئی اور برا معلوم ہوا جناب الٰہی مین عرض کیا کہ
خدایا مین نے بیس برس تک تیری طاعت کی اور بیس برس تک نافرمان رہا اب اگر اپنی حرکات سے باز آکر تیری طرف رجوع کرون تو تو قبول
فرماویگا اسیوقت ایک آواز سنی مگر کہنے والا نظر نہ آیا مطلب اسکا یہ تھا کہ تو نے ہمسے دوستی کی تو ہمنے بھی تجھسے محبت رکھی اور جب تو نے
ہمکو چھوڑ دیا تو ہمنے تجھکو چھوڑ دیا اور تو نے نافرمانی کی تو ہمنے مہلت دی اب اگر رجوع کریگا تو پذیرا فرماوینگے۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین جنھون نے گناہون کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلون مین جان ہو اور انکو توبہ کا
پانی دیتے رہے یہان تک کہ ندامت اور حزن کا پھل اُنپر لگا پس بدون جنون کے دیوانہ ہو گئے اور بدون عاجزی اور گونگے پن کے
غبی بنگئے حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدا اور رسول کے عارف وہی ہین پھر جام صفا نوش کیا تو باوجود باقی مصیبت کے صبر کرتے
رہے پھر انکے دل جو سیر عالم ملکوت کے مشتاق ہوئے اور پردہاے جبروت کے خفایا مین فکر دوڑانے لگے اور ندامت کے چھپر کے
مین بیٹھکر اپنے گناہونکا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکے نفسونپر خوف چھا گیا یہانتک کہ ورع کی سیڑھی لگا کر زہد
کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترک دنیا کی تلخی شیرین اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی حتی کہ نجات اور سلامتی کی کمند ہاتھ لگی
اور انکی روحین چرتی چگتی بستان نعیم مین پہونچ گئین اور دریائے حیات مین جا گھسے اور ناامیدی وادی کے خندقون کو پاٹا
اور ہوائے نفسانی کے پل کے پار اترے تو میدان علم مین جا پہونچے اور چشمہ حکمت سے سیراب ہوئے پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار
ہوکر نجات کا بادبان چڑھایا اور بحر سلامت مین لنگر اٹھا کر ساحل راحت اور عزت اور کرامت پر پہونچ گئے اسقدر بیان کافی ہے
اس باب مین کہ توبہ صحیح بیشک مقبول ہوتی ہے اب اگر کوئی کہے کہ یہ تو وہ بات ہے جو معتزلہ کہتے ہین کہ خدا تعالی پر توبہ کا قبول
کرنا واجب ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم جو توبہ کا قبول ہونا واجب کہتے ہین تو اسطرح کا وجوب ہے جیسا کوئی کہے کہ کپڑا اگر صابون
سے دھویا جاوے تو میل کا چھٹنا واجب ہے یا پیاسا اگر پانی پیے تو پیاس کا جانا واجب ہے یا پانی اگر مدت تک کسی سے روک لیا
جاوے تو پیاس لگنی واجب ہے اور اگر ہمیشہ پیاسا رہے تو مرجانا واجب ہے غرضکہ اس واجب کے معنی ضروری کے ہین معتزلہ کی مراد
کے موافق ان باتون مین سے کسی مین ایسا وجوب نہین جیسا وہ خدا تعالی پر ثابت کرتے ہین ہماری مراد یہی ہے کہ اللہ تعالی نے
طاعت کو کفارہ گناہ بنایا ہے اور نیکی کو مٹانیوالی بدی کی پیدا کیا ہے جسطرح کہ پانی کو پیاس بجھانے کے لیے بنایا ہے اور اسکی قدرت
اسکے خلاف کی بھی گنجایش ہے بشرطیکہ اسکی مشیت سابقہ ازلی مین بھی ایسی ہی ہو حاصل یہ کہ کوئی چیز خدا پر واجب نہین الا
جس چیز پر اسکا ارادہ ازل مین ہو چکا ہے اسکا ہونا بیشک واجب ہے یہان یہ سوال ہوسکتا ہے کہ توبہ کرنیوالون سے توبہ کو
قبول توبہ مین شک ہوتا ہے اور پانی پینے والے کو پیاس بجھنے مین شک نہین ہوتا تو توبہ والا کیون شک کرتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ وجہ
شک کی یہ ہے کہ شرائط صحت توبہ کے لیے ضروری ہین انکے وجود مین شک ہوتا ہے کہ توبہ کے ارکان اور شرائط دقیق جنکا بیان عنقریب
آویگا سب موجود ہوے یا نہین اور سب شرطین اکثر موجود نہین ہوتین اسلیے قبول مین بھی شک رہتا ہے جیسا کہ جلاب پینے والا
دستون کے آنے مین شک کیا کرتا ہے کہ آوینگے یا نہین اسکا شک اسی جہت سے ہوتا ہے کہ شرائط اسہال کے باعتبار حال اور موسم کے

پائی گئی یا نہین کیفیت ترکیب دوا اور اسکے جوش دینے کی بن پڑی یا نہین استعمال کی مفرد دوائین سب اچھی ہین یا نہین اسیطرح
کی باتین توبہ مین بھی ہین جو کہ خوف دلاتی ہین اور قبول ہونے مین شک ڈالتی ہین چنانچہ اسکی شرطون مین آگے مذکور ہوگا **فصل دوم**
اس چیز کے بیان مین جس سے توبہ ہوتی ہے اور وہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ ہین - واضح ہو کہ توبہ کے معنی گناہ چھوڑنے کے ہین اور
کسی چیز کا چھوڑنا جب ممکن ہے جب اسکو جان لیا جاوے اور چونکہ توبہ واجب ہے تو جس چیز سے کہ توبہ کے درجے کو پہونچتے ہین
وہ بھی واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ گناہونکا پہچاننا واجب ہے - گناہ اس چیز کو کہتے ہین جو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے
مخالفت امر الٰہی کی پائی جاوے اور اسکی تفصیل اس بات کی مقتضی ہے کہ تمام احکام الٰہی کو ابتدا سے انتہا تک بیان کیا جاوے
حالانکہ ہماری غرض یہ نہین ہے اسی لیے بطریق اجمال گناہ کے اقسام و روابط تین بیانون مین لکھے دیتے ہین -

بیان اول گناہون کے اقسام کا ذکر باعتبار بندون کی صفات کے تو پہلے باب عجائب قلب مین لکھا گیا کہ انسان کے اوصاف اور
اخلاق بہت سے ہین مگر جنسے گناہ وجود مین آتے ہین وہ صفات منحصر چار صفتون مین ہین ربوبیت اور شیطانیت اور بہیمی اور سبعی اور
اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ خمیر انسانی مختلف اخلاط سے ہوا ہے اسلیے ہر ایک خلط انسان مین اپنا اثر یا کام چاہتی ہے مثلاً سکنجبین اگر شکر اور
سرکہ اور زعفران سے تیار کی جاوے تو اسمین ہر ایک کا اثر جدا جدا ہوگا اسیطرح ان چارون صفتون کا اثر جدا جدا ہوتا ہے صفت ربوبیت
مقتضی ایسے امور کی ہوتی ہے جیسے کبر اور فخر اور جابر ہونا اور محبت مدح و ثنا اور عزت و توانگری اور محبت ہمیشہ باقی رہنے کی اور سب خلق پر
غلبہ چاہنا یہانتک کہ گویا یہ کہنا چاہتا ہے انا ربکم الاعلیٰ اور اس صفت سے ایسے گناہ کبیرہ پیدا ہوتے ہین کہ لوگ انکو انکی خبر بھی نہین ہوتی اور انکو
گناہون مین شمار نہین کرتے حالانکہ وہ بڑے مہلک اور اکثر گناہونکی جڑ ہوتے ہین چنانچہ انکو بالاستیعاب جلد ثالث مین ہم لکھ چکے ہین -
دوسری صفت شیطانی سے یہ باتین پھوٹتی ہین حسد اور سرکشی اور حیلہ اور مکر اور جھگڑے اور بُری بات کا حکم کرنا اور اسی مین داخل ہے کھوٹ
اور نفاق اور بدعت کیطرف بلانا اور گمراہی تیسری صفت بہیمی ہے اس سے یہ قباحتین متفرع ہوتی ہین شدت حرص اور طمع اور شہوت
شکم و شرمگاہ کے پورا کرنیکی خواہش اور اسی کی شاخین ہین زنا اور اغلام اور چوری اور مال یتیم کا کھا جانا اور شہوت کیواسطے مال حرام کا
اکٹھا کرنا چوتھی صفت سبعی ہے اس سے یہ برائیان نکلتی ہین غضب اور کینہ اور لوگون کو مارپیٹ اور گالی سے چڑھ جانا اور قتل کرنا اور
کسیکا مال ضائع کرنا - اور اسمین سے بھی کئی گناہ متفرع ہوتے ہین - اور اصل پیدایش مین یہ چارون صفتین تدریج آتی ہین سب سے
پہلے صفت بہیمی غالب ہوتی ہے اسکے بعد صفت سبعی ظاہر ہوتی ہے اور یہ دونون جمع ہو کے عقل کو مکر اور فریب اور حیلے لگاتے ہین اور اسی
صفت شیطانی کا زور ہوتا ہے پھر سب سے آخر مین صفات ربوبیت یعنی فخر اور تعلی اور عزت و کبریائی کی خواہش اور سب لوگون پر حاوی ہونا انکا
قصد ہوتا ہے غرضکہ مبدأ گناہ ہونیکا اور منبع عصیان تو یہی چار باتین ہین پھر انمین سے ہر گناہ پھیل پڑتے ہین تو بعضے گناہ خاص متعلق
دل ہین مثلاً کفر اور بدعت اور نفاق اور لوگون کی برائی دلمین رکھنی وغیرہ اور بعضے متعلق ہین آنکھ و کان سے اور بعضے متعلق ہین شکم و شرمگاہ سے
اور بعضے ہاتھ و پاؤن سے متعلق ہین اور بعضے تمام بدن سے اور چونکہ یہ سب واضح ہین اسلیے انکی تفصیل کی کچھ ضرورت نہین
دوسری تقسیم گناہون کی یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہین ایک وہ جو خدا تعالیٰ کے اور بندے کے درمیان ہین اور ایک وہ کہ بندون

حقوق سے متعلق ہیں پس جو گناہ حقوق خدا تعالیٰ کے متعلق ہیں وہ تو ایسے ہیں جیسے نماز و روزہ اور دوسرے واجبات خاص کا چھوڑ دینا
اور جو حقوق عباد سے بھی متعلق ہیں وہ ایسے ہیں جیسے زکوۃ نہ دینا اور کسی کو مار ڈالنا اور مال چھین لینا اور گالی دینی حاصل یہ کہ جو شخص کسی
غیر کا حق لیتا ہے یا اسکے نفس کو یا عضو کو یا مال کو یا آبرو کو یا دین کو یا جاہ کو لیا چاہتا ہے اور دین کا لینا ایسا ہو کہ بہکا کر بدعت کیطرف
راغب کرے اور گناہوں کیطرف مائل کرے اور ایسے اسباب کا باعث ہو کہ جسے اللہ پر جرأت کرنے لگے جیسے بعض واعظوں کا دستور ہے
کہ رجا کیجانب کو خوف کیجانب پر اتنا غلبہ دیتے ہیں کہ آدمی گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے غرضکہ جو گناہ متعلق بندون سے ہیں انمیں بہت
دشواری ہے اور جو خدا اسکے اور بندے کے درمیان ہیں بشرطیکہ شرک نہوں انمیں عفو کی توقع زیادہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے
الدواوین ثلاثہ دیوان یغفر و دیوان لا یغفر و دیوان لا یترک پس دیوان اول سے غرض وہی گناہ ہیں جو بندے کے اور خدا اسکے
درمیان ہیں اور دیوان ثانی سے مراد شرک ہے اور دیوان سوم سے حقوق عباد مقصود ہیں کہ انکی بازپرس ضروری ہوگی تاآنکہ معاف کیجاوین
تیسری تقسیم گناہوں کی یہ ہے کہ گناہ یا صغیرہ ہیں یا کبیرہ اور انکی تعریف میں لوگوں کے قول بہت مختلف ہیں بعضے کہتے ہیں کہ صغیرہ کوئی
گناہ نہیں بلکہ جسمیں مخالفت امر الٰہی کی ہوگی وہ کبیرہ ہی ہے اور یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ وجود گناہ صغیرہ کا کلام اللہ اور حدیث
سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم وندخلکم مدخلا کریما اور فرمایا یجتنبون کبائر الاثم والفواحش
الا اللمم اور حدیث شریف میں فرمایا الصلوۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ یکفرن ما بینہن ان اجتنبت الکبائر اور دوسری روایت یون ہے کفارات لما بینہن
الا الکبائر اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس
والیمین الغموس اور صحابہ اور تابعین کو گنتی میں کبائر کی چار سے لیکر سات اور نو اور دس تک اور اس سے زیادہ تک اختلاف ہے حضرت ابن مسعود شمار
چار بتلاتے ہیں اور حضرت ابن عمر سات کہتے ہیں اور عبد اللہ بن عمر نو فرماتے ہیں اور حضرت ابن عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر
گناہ کبیرہ کی شمار سات فرماتے ہیں تو آپ فرماتے کہ انکو ستر کہنا بہ نسبت سات کہنے کے قریب بصواب ہے اور یہ بھی حضرت ابن عباس کا قول ہے
کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے منع فرمائی ہے وہ کبیرہ ہے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ جس گناہ پر خدا تعالیٰ نے وعدہ دوزخ کا کیا ہے وہ کبیرہ ہے اور بعض
سلف کا یہ قول ہے کہ جس گناہ پر دنیا میں حد واجب ہوتی ہے وہ کبیرہ ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ انکی شمار معلوم نہیں جیسے لیلۃ القدر اور جمعہ کی
ساعت مبہم ہے معین نہیں ویسے ہی اسکا عدد بھی معین نہیں اور حضرت ابن مسعود سے جب سوال شمار کا کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ سورہ
نساء کے شروع سے پڑھو اور تیس آیت تک پڑھتے جاؤ یہانتک کہ یہ آیت آجاوے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون الخ تو جتنے گناہ کہ خدا تعالیٰ
نے اس سورہ میں شروع سے اس آیت تک منع فرمائے ہیں وہ کبیرہ ہیں اور ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سترہ ہیں کہ انکو میں نے
احادیث سے جمع کیا ہے اور اقوال حضرت ابن عباس اور ابن مسعود اور ابن عمر وغیرہم سے اکٹھے کیے ہیں چار تو انمیں سے دل میں ہیں یعنی اللہ
کا شریک کرنا اور گناہ پر اصرار کرنا اور خدا کی رحمت سے ناامید ہونا اور اسکے عذاب سے بے خوف ہونا اور چار متعلق زبان میں اول جھوٹی
گواہی دینی دوسرے پارسا مرد کو گالی یعنی تہمت زنا کی لگانی تیسرے جھوٹی قسم کھانی جسکو یمین غموس کہتے ہیں اور اسکی تعریف یہ ہے کہ اس سے
ناحق کو حق کیا جاوے یا حق کو ناحق کرنا منظور ہو اور بعضوں نے یہ تعریف لکھی ہے کہ جس سے کسی مسلمان کا مال ناحق علیحدہ کرنا منظور ہو خواہ

[illegible]

جال کی مسواک ہی کیوں نہو اور اسکو غموس اسلیے کہتے ہیں کہ غموس کے معنی غوطہ دینے والے کے ہیں گویا قسم اپنے مرتکب کو دوزخ میں
غوطہ دیتی ہے جو جھٹے جادو اور اسکی تعریف یہ ہے کہ جو کلام کسی انسان خواہ کسی جسم کو اصلی خلقت سے بدل دے اور تین پیٹ سے متعلق
ہیں اول شراب پینا اور شراب میں ہر ایک نشے کی چیز داخل ہے دوم مال یتیم کا ظلم سے کھانا سوم دانستہ سود کھانا اور دو متعلق شرمگاہ سے
ہیں اور وہ دو یہ ہیں زنا اور اغلام ہیں۔ اور دو متعلق ہاتھوں سے ہیں یعنی قتل اور چوری اور ایک متعلق پاؤں سے ہے یعنی لشکر سے بھاگنا
اسطرح کہ ایک مقابل دو کے بھاگ جاوے اور دس مقابل بیس کے اور ایک متعلق تمام بدن سے ہے یعنی نافرمانی والدین کی اسطرح کہ اگر
وہ کسی بات پر قسم کھاویں تو بیٹا انکی قسم پوری نہ کرے اور اگر کچھ حاجت چاہیں تو پوری نہ کرے اور اگر برا کہیں تو انکو مارے اور
بھوکے ہوں تو کھانا نہ دے انتہی یہ قول اگرچہ قریب ہے مگر خوب تشفی اس سے بھی نہیں ہوتی اسلیے کہ اس سے کمی و بیشی بھی ہو سکتی ہے
مثلاً اس قول کی رو سے سود کھانا اور مال یتیم کا کھانا گناہ کبیرہ ہے اور یہ گناہ متعلق بمال ہے اور گناہ متعلق نفس سے صرف قتل کو کبیرہ لکھا ہے
آنکھ پھوڑنے اور ہاتھ کاٹنے وغیرہ اقسام عذاب اہل اسلام کو نہیں لکھا اسیطرح یتیم کا مارنا اور اسکو عذاب دینا خواہ اسکا ہاتھ یا کوئی عضو کاٹ
ڈالنا بلا شک بڑا گناہ کبیرہ ہے بہ نسبت اسکے مال کھانے کے علاوہ ازیں حدیث شریف میں گناہ اسکو بھی لکھا ہے کہ ایک گالی کے عوض
دو دے یا کسی مسلمان کی آبرو میں دست درازی کرے اور یہ تہمت زنا سے علاوہ بات ہے اور حضرت ابو سعید خدری وغیرہ اصحاب
کا قول ہے کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ باریک ہیں مگر ہم لوگ انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے عہد مبارک میں گناہ کبیرہ سمجھتے تھے اور بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ جو گناہ آدمی عمداً کرے وہ کبیرہ ہے اور جو خدا تعالیٰ نے منع فرما
دیا ہے وہ کبیرہ ہے یہ اقوال ہیں لیکن اگر کوئی شخص مثلاً چوری کو دریافت کیا چاہے کہ یہ کبیرہ ہے یا نہیں اسکو اسکا حال خوب
نہ معلوم ہوگا جبتک کہ کبیرہ کے معنوں سے آگاہ نہو جاوے کہ اس سے کیا مراد ہوتی ہے جیسے کوئی کہے کہ چوری حرام ہے یا نہیں تو
جبتک حرام کے معنی نہ مقرر ہونگے تب تک اسپر حکم نہیں کر سکتے یا یہ معلوم ہو کہ جو گناہ حرام میں ہوتا ہے وہ چوری میں بھی داخل ہے تو
اس صورت میں البتہ اسپر حکم حرمت کا ہو سکتا ہے بہر حال لفظ کبیرہ لفظاً مبہم ہے لغت میں خواہ شرع میں اسکے واسطے کوئی معنی خاص
نہیں ہیں سوا اسکے کہ کبیرہ اور صغیرہ امور اضافی میں سے ہیں جو گناہ ہے وہ بعض کی نسبت بڑا ہو سکتا ہے اور بعض کی نسبت چھوٹا یعنی اگر اسکے اوپر
کیجانب دیکھیگے تو چھوٹا معلوم ہوگا اور اس سے کمتر کو دیکھیگے تو بڑا معلوم ہوگا مثلاً اجنبی عورت کے ساتھ لیٹنا زنا کی نسبت کم ہے اور
صرف آنکھ سے دیکھنے کی نسبت زیادہ ہے اور مسلمان کا ہاتھ کاٹ ڈالنا مارپیٹ کی نسبت بڑا ہے اور قتل کی نسبت چھوٹا علاوہ ازیں اصطلاح میں کچھ
مضائقہ نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسے گناہوں کو جنپر وعدہ عذاب دوزخ ہے کبیرہ کہے اور وجہ بیان کرے کہ چونکہ آتش دوزخ کی سزا بہت
بڑی ہے اسلیے وہ گناہ کہ جس سے یہ سزا ملے وہ بھی بڑا ہوا یا یوں کہے کہ جو گناہ موجب حد ہیں وہ کبیرہ ہیں اسوجہ سے کہ جو سزا دنیا میں شرع
ملتی ہے وہ واجبی اور بڑی سزا ہے یا یوں کہے کہ جو گناہ قرآن میں مذکور ہیں وہ کبیرہ ہیں اسلیے کہ انکے ذکر کی تخصیص قرآن میں ہونی
انکی عظمت کی دلیل ہے پھر انکی عظمت اور بڑائی میں بھی فرق اضافی ہوگا کیونکہ کلام مجید کی منصوص چیزوں میں تفاوت درجات موجود
اور کبیرہ کی تعریف میں جو اقوال صحابہ کے ہیں وہ بھی کچھ ایسے ہی ہیں جیسے یہ اقوال بیان ہوئے ان احتمالات پر انکا مطابق کرنا بعید

نہیں اور اسی طرح قرآن مجید میں حکم ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم اور حدیث شریف میں وارد ہے الصلوٰۃ کفارات لما بینہن الا الکبائر تو معنے کبیرہ کے معلوم کرنے نہایت ضرور ہیں ورنہ تعمیل حکم کس طرح ہو گی پس امر محقق اس باب میں یہ ہے کہ باعتبار شریعت کے گناہوں کی تین قسمیں ہیں اول وہ جنکا بڑا ہونا معلوم ہے دوسرے وہ جو صغیرہ میں شمار ہیں تیسرے وہ کہ انمیں حکم شرعی کچھ نہیں معلوم تو تو ایسے مشکوک اور مبہم گناہ کے دریافت کرنے کے لیے کسی تعریف جامع اور مانع کے ملنے کی توقع کرنی امر ناممکن کی طمع کرنی ہے اسلیے کہ یہ بات تو جبھی ممکن تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں کچھ وارد ہوتا یعنی آپ فرماتے کہ ہماری غرض کبائر سے دس یا پانچ چیزیں ہیں اور پھر انکی تفصیل فرماتے کہ وہ یہ ہیں اور چونکہ اسطرح نہیں ہوا بلکہ بعض روایات میں کبائر کا شمار تین اور بعض میں سات واقع ہوا اور پھر یہ وارد ہے کہ ایک گالی کے بدلے دو گالیاں دینی منجملہ کبائر ہیں حالانکہ یہ ان تین یا سات میں داخل نہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپکا اسکا حد کسی شمار خاص میں کرنا منظور نہ تھا پس جب شارع ہی نے اسکی شمار نہیں مقرر کی تو دوسرا شخص کس طرح اسکی گنتی کر سکتا ہے اور شاید شارع نے اسکی گنتی اسواسطے معین نہ کی ہو کہ بندے کبیرہ سے ڈرتے رہیں اور اسکے خوف سے صغیرہ سے بھی بچا کریں جیسا شب قدر کو مبہم اسلیے کر دیا ہے کہ لوگ اسکے لیے کوشش کریں ہاں اتنا ہم سے ہو سکتا ہے کہ اجمالاً اور اقسام کبائر کے بتلا دیں اور اسکے جزئیات کو غلبۂ ظن اور تخمین سے بتادیں اور جو سب میں بڑا گناہ کبیرہ ہے اسکی بھی تعریف کر دیں لیکن جو سب صغیروں میں چھوٹا گناہ ہے اسکی تعریف اور اسکو جتلانا نہیں ہو سکتا اور تقریر اس مطلب کی یہ ہے کہ ہمکو دلائل شرعی اور انوار بصیرت سے دونوں سے معلوم ہے کہ مقصود سب شریعتوں کا یہ ہے کہ خلق کو خدا تعالیٰ کا قرب نصیب ہو اور سعادت دیدار الٰہی حاصل لیکن جبتک وہ لوگ خدا تعالیٰ کو اور اسکی صفات اور کتابوں اور رسولوں کو نہ پہچانینگے تب تک یہ سعادت انکو نہیں ملسکتی اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت میں وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی پیدا کیا میں نے جن و انس کو اس غرض سے کہ وہ میرے بندے ہو جاویں اور بندہ اسوقت بندہ ہوتا ہے جب اپنے مالک کی ربوبیت اور اپنے آپ کی بندگی کو پہچانے اور اپنے رب کو اور اپنے نفس کو بھی ضرور ہی جانے پس رسولوں کے بھیجنے سے مقصود اصلی اور عمدہ و اعلیٰ یہی ہے لیکن یہ مقصود بدون حیات دنیاوی کے پورا نہیں ہوتا اور یہی مراد ہے اس حدیث سے الدنیا مزرعة الآخرة اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حفاظت بھی دین کی تبعیت میں مقصود ہے اسلیے کہ دنیا وسیلہ ہے دین کا اور جو چیز دنیا میں سے متعلق بآخرت ہے وہ دو چیزیں ہیں ایک جان دوسری مال تو مقصود اصلی کے پہونچنے کیلیے تین چیزوں کا حفظ مراتب ضرور ہوا اول معرفت الٰہی کی حفاظت دلوں پر دوم جان کی حفاظت بدنوں پر سوم مال کی حفاظت لوگوں کے پاس اور انھیں تین چیزوں پر تفریق گناہ کی بھی ہے یعنی سب سے بڑا گناہ وہ ہے جو معرفت الٰہی کا مانع ہو اور اس سے اتر کر وہ ہے جو جان میں لوگوں کے خلل انداز ہو اور اس سے اتر کر وہ جس سے اسباب معیشت کہ اسی پر مدار حیات ہے بند ہو جاوے اور یہ تین باتیں ایسی ہیں کہ کسی ملت میں انمیں اختلاف نہیں ہو سکتا اسلیے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کسی پیغمبر کو بھیجے اور اسکے بھیجنے سے دنیا و دین میں اصلاح خلق کا ارادہ کرے اور پھر اسکو ایسی بات کا حکم کر دے جو مانع اسکی معرفت اور اسکے رسولوں کی معرفت کا ہو یا جانوں خواہ مالوں کے تلف ناحق کا حکم فرماوے اس سے معلوم ہوا کہ مراتب کبائر تین قسم میں ہیں اول وہ جو مانع معرفت الٰہی اور معرفت رسول ہو وہ کفر ہے اور اس سے بڑھکر کوئی کبیرہ نہیں کیونکہ حجاب جو اللہ کے اور بندے کے درمیان ہے وہ

جہالت ہو اور جس ذریعے سے کہ قرب آتی ہوتا ہو وہ علم و معرفت ہو اور جسقدر معرفت ہوتی ہو اسیقدر قرب ہوتا ہو اور جتنی جہالت ہوتی ہو اتنا ہی بعد
ہوتا ہو اور قریب جہالت جسکو کفر بھی کہتے ہیں مامون ہونا عذاب خداوندی سے اور نا امید ہونا اسکی رحمت سے کیونکہ یہ باتیں بھی عین جہل
ہیں اسلیے کہ جو خدا تعالی کو جانتا ہو اس سے نہیں ہوسکتا کہ اسکے عذاب سے مامون ہو یا اسکی رحمت سے نا امید اور اسی رتبے کے قریب بہت
اقسام بدعت ہیں جو خدا تعالی کی ذات و صفات و افعال سے متعلق ہیں ان میں سے بعض ایک دوسرے سے شدید ہیں اور انکا تفاوت اسیقدر ہے
جسقدر کہ انسے جاہل رہنے میں فرق ہو اور جسقدر کہ انکا تعلق خدا تعالی کی ذات پاک اور اسکی تغیریتوں اور اوامر و نواہی سے ہو اور انکے
مراتب بیشمار ہیں اور باعتبار قرآن میں مذکور ہونے کے تین قسمیں ہیں ایک تو وہ کہ قطعاً معلوم ہو کہ جو کبائر قرآن شریف میں مذکور ہیں ان میں
داخل ہیں دوسرا ایک وہ کہ معلوم ہو کہ کبائر مذکورہ قرآنی سے کہ ذکر ہیں داخل نہیں تیسری قسم وہ ہو جسکے کبائر قرآنی میں داخل ہونے میں
شک ہو اور اس قسم میں سے شک کا دور کرنا ایک طمع لا حاصل ہو دوسرا مرتبہ کبائر کا تعلق جانوں سے ہو کیونکہ جانوں کے باقی رہنے سے
زندگی کا قیام ہو اور زندگی سے معرفت حاصل ہوتی ہو تو البتہ قتل کرنا ایسا ہی گناہ کبیرہ ٹھہرا مگر کفر کی نسبت کم ہے اسلیے کہ کفر سے اصل مقصود
فوت ہوتا ہو اور قتل سے ذریعہ مقصود جاتا رہتا ہو یعنی دنیا کی حیات دنیاوی وسیلہ معرفت الہی ہو اور قتل سے اسکا ضائع کرنا ہوتا ہو اور قریب قتل
ہاتھ پاؤں کا کاٹنا اور ایسا کوئی فعل کا جو ہلاک کو پہونچا دے حتی کہ زدوکوب اگر دوسرے کو ہلاک کریگا تو کبیرہ ہوگا گو قتل سے شدید تر ہو اور باقی افعال
جو ہلاک کا موجب ہو جاویں متفاوت ہیں کوئی ہیں شدید زیادہ اور کسی میں کم اور اسی مرتبے میں حرمت زنا اور اغلام بھی داخل ہو اغلام تو اسلیے
کہ اگر بالفرض تمام آدمی قضائے شہوت مردوں ہی سے کرنے لگیں تو نسل انسانی منقطع ہو جاوے تو جو طریق کہ وجود انسان کا نابود کرنا ہو ایسا
ہو ویسے ہی نسل کا منقطع کرنا بھی کبیرہ ہوگا باقی رہا زنا سو اس سے اگرچہ اصل وجود نابود نہیں ہوتا مگر نسب پریشان ہوجاتا ہو اور ایک
دوسرے سے وراثت جاتی رہتی ہو اور آپس میں مددگار ہونا وغیرہ امور کہ انہیں سے انتظام زندگی وابستہ ہو سب برطرف ہوجاتے ہیں اگر زنا کے
مباح ہونیکی صورت میں انتظام ہونیکی کون صورت ہو بہائم میں تو یہ ہوتا ہی نہیں جبتک کہ ایک نر ایک خاص مادہ کے ساتھ علیحدہ نہو
اس سے معلوم ہوا کہ جس شریعت کو اصلاح مقصود ہوا اسمیں اصلا زنا مباح نہیں ہوسکتا قتل سے رتبے میں کم ہونا چاہیے کیونکہ اس
سے دوام وجود میں خلل ہوتا ہے اور اصل وجود کا مانع نہیں البتہ نسب کو ضائع کرتا ہو اور ایسے اسباب کا باعث ہوتا ہو جو موجب ایک کشت و خون کے
ہوں اور اغلام کی نسبت اسکا رتبہ سخت ہونا چاہیے کیونکہ داعیہ شہوت اسمیں دونوں طرف سے ہوتا ہو اسلیے اسکا وقوع کثرت سے اور
ضرر بھی زیادہ تیسرا امر بیہ اموال کا ہو کہ باعث معیشت خلق ہیں تو جائز نہیں کہ آدمی دوسرے کا مال جسطرح چاہے چھین لے اگر چاہے کسی اور
طرح لے لے بلکہ انکی حفاظت بھی ضرور ہو کہ نفوس کا باقی رہنا انہیں سے ہو مگر اتنی بات ہو کہ مال اگر کوئی لے لیتا ہو تو اسکا واپس کرنا ممکن ہو
اور اگر کھا لیوے تو بشرط قبول کے تاوان لے سکتا ہو تو اس لحاظ سے مال کے لینے میں کچھ عظمت نہیں پائی جاتی ہاں اگر ایسی طرح لیا جاوے
کہ تدارک مشکل پڑے اسوقت کبیرہ ہونا چاہیے اور اسطرح کے لینے کی چار صورتیں ہیں اول یہ کہ چھپا کر لیوے اسکو چوری کہتے ہیں
اسمیں عدم اطلاع کی جہت سے تدارک نہیں ہوسکتا دوسرے مال یتیم کا کھانا یعنی اگر ولی یا اور کوئی سرپرست جسکے پاس یتیم کا مال امانت
ہو کھا جاوے تو یہ بھی پوشیدہ صورت میں داخل ہو اور اسکا کبیرہ ہی ہونا چاہیے کیونکہ اس مال کا حقدار سوا یتیم کے اور کوئی نہیں

وہ صغیرہ ہی کے باعث نالشی نہیں ہو سکتا اور نہ اسکو اطلاع ہو بخلاف غصب کے اور خیانت کے اسلیے کہ غصب تو علانیہ ہوتا ہے اور خیانت
میں مالک مال مدعی ہو کر اپنا حق امانت دار سے لے سکتا ہے اسلیے ان کو کبیرہ نہیں کہہ سکتے تیسری صورت جھوٹی گواہی سے کسی کا مال تلف
کرنا چوتھی و دلیت وغیرہ کو جھوٹی قسم سے لینا یہ چاروں صورتیں ایسی ہیں کہ انمیں تدارک ممکن نہیں اور نہ انکی حرمت میں شرائع مختلف
ہو سکتی ہیں اور انہیں سے بعض کیفیت بعض سے بڑھکر ہیں مگر سب کے سب مرتبہ دوم سے جو جانوں کے متعلق تھا رتبہ میں کم ہیں اور اگرچہ
ان میں سے بعض میں شریعت نے کچھ حد نہیں واجب کی ہے لیکن چونکہ وعید کثرت سے کیا ہے اور انتظام دنیاوی میں ان چاروں کی
تاثیر بہت بڑی ہے اسلیے انکا کبیرہ ہونا شایان ہے۔ اور سود کے کھانے میں صرف یہی بات ہے کہ دوسرے کا مال اسکی رضامندی
سے کھایا جاتا ہے مگر جو شرط کہ شریعت نے مقرر کر دی ہے اسمیں خلل واقع ہوتا ہے اور اس جیسے امور عجب نہیں کہ شرائع مختلف
ہوں اور چونکہ غصب یعنی مال کا چھین لینا باوجود دو باتوں کے پائے جانے کے کبیرہ نہیں کہ مال غیر کو بدون اسکی رضا کے کھاتا ہے
اور اسکے کھانے میں رضائے شرع بھی نہیں تو سود کھانا جسمیں مالک کی رضا موجود ہے اور صرف رضائے شرع مفقود ہے کیسے کبیرہ
ہوگا۔ اور اگر یہ کہو کہ شرع نے سود کے باب میں بہت بڑی زجر و توبیخ کی ہے اس سے کبیرہ ہوا تو غصب وغیرہ ظلم کے باب میں اور
خیانت کے باب میں بھی ایسا ہی زجر وارد ہے وہ بھی کبیرہ ہونے چاہییں اور یہ کہنا کہ خیانت اور غصب کی ایک دمڑی کی کبیرہ ہے اسمیں
تامل و شک ہے غالب ظن اسی طرف میل کرتا ہے کہ کبائر کے زمرے میں داخل نہ ہو بلکہ یوں چاہیے کہ کبیرہ خاص اسکو کہیں جسمیں شرائع کا اختلاف
نہ ہو سکے تاکہ دین کے امور ضروریہ میں سے ہو۔ ابو طالب مکی کے بیان کیے ہوئے کبائر سے گالی دینی اور شرابخواری اور سحر اور دشمن
جہاد سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی باقی رہے انمیں سے شرابخواری کا کبیرہ ہونا شایان ہے دو وجہ سے اول تو یہ کہ شرع نے
اسباب میں بہت سخت وعید کیے ہیں دوسرے دلائل عقلی سے بھی ایسا ہی کچھ معلوم ہوتا ہے دلیل عقلی یہ ہے کہ جسطرح نفس کی حفاظت
ضرور ہے اسیطرح عقل کی بھی حفاظت چاہیے بلکہ نفس بدون عقل کے نکما ہے اس سے معلوم ہوا کہ عقل کا دور کرنا بھی کبیرہ ہے مگر یہ
دلیل ایک قطرہ شراب میں جاری نہیں ہو سکتی کیونکہ اس سے زوال عقل نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص پانی پیے اور اسمیں ایک قطرہ شراب
بھی ہو تو یہ کبیرہ نہ ہونا چاہیے بلکہ نجس پانی کا پینا ہوا تو ہر چند صرف قطرہ شراب محل شک میں ہے مگر چونکہ شرع نے اسپر بھی حد واجب
کی ہے اسلیے اسکی برائی معلوم ہوتی ہے اور شرع کے اعتبار سے کبیرہ گنا جاتا ہے اور آدمی کی تاب نہیں کہ جمیع اسرار شریعت پر واقف ہو جاوے
پس اگر اجماع اسکے کبیرہ ہونے پر ثابت ہو تو اتباع واجب ہے ورنہ مجال توقف باقی ہے اور قذف کا حال یہ ہے کہ اسمیں صرف
آبرو کا دور کرنا ہے اور رتبہ آبرو بہ نسبت مال کے کم ہے پھر اسکے بہت سے مراتب ہیں سب میں بڑا یہ ہے کہ تہمت زنا لگا دے اور
اسکی عظمت شرع میں بہت ہے یہانتک کہ حد واجب کی ہے لہذا مجھکو گمان غالب یہ ہے کہ صحابہ رضی ان گناہوں کو جنپر حد واجب ہوتی
ہے کبیرہ شمار کیا کرتے تھے اس اعتبار سے قذف بھی کبیرہ ہے یعنی ایسا گناہ ہے جو نماز پنجگانہ سے اسکا کفارہ نہیں ہو سکتا اور ایسا
کبیرہ سے ہماری غرض یہی ہے کہ جسکا کفارہ نماز پنجگانہ سے نہو لیکن چونکہ کبیرہ میں اختلاف شرائع ممکن ہے تو اس لحاظ سے
اس میں کچھ کبر اور عظمت معلوم نہیں ہوتی بلکہ ہو سکتا تھا کہ شریعت کا حکم یوں ہوتا کہ جب ایک شخص عادل کسی شخص کو زنا کرتے

دیکھ لیتا تو اسپر اسکو گواہی دینی درست ہوتی اور نہ اکیلے کو صرف اسی کی شہادت پر سزاے زنا دیجاتی اور اگر اسکی شہادت مقبول
نہوتی تو مصلحت دنیاوی میں حد کبھی ضروری نہ ہوتی گو بعض مراتب حاجات کی جہت سے مستحسن ہوتے تو ایسی صورت میں اس
شخص کے حق میں جسکو حکم شرع معلوم ہوتا قذف بھی منجملہ کبائر متصور ہوتا مگر جو شخص صرف یہی گمان رکھتا کہ مجکو محض گواہی دینی
جائز ہے یا یہ گمان کرتا کہ گواہی پر میرا ساتھ کوئی دوسرا بھی دیگا تو ایسے کے حق میں اسکا کبیرہ قرار دینا نہیں چاہیے تھا اور جادو کا حال یہ ہے
کہ اگر اسمیں کفر کی باتیں نہوں تو گناہ کبیرہ ہے ورنہ اسکی عظمت اسقدر ہوگی جسقدر ضرر اس سے پیدا ہوگا جان کے جانے یا بیماری وغیرہ
کا اور صف قتال سے بھاگنا اور ماں باپ کی نافرمانی بھی قیاس کی رو سے محل توقف میں رہنی مناسب ہیں اور از انجا کہ قطعاً معلوم ہے کہ سوا
زنا کے لوگوں کو اور کسی قسم کی گالی دینی اور مارنا اور ظلم کرنا یعنی مال چھین لینا اور گھروں سے نکال دینا اور وطن اور شہر چھڑوا دینا داخل
کبیرہ نہیں کیونکہ زیادہ سے زیادہ تعداد کبیرہ گناہوں کی سترہ منقول ہیں اور یہ چیزیں ان سترہ میں مذکور نہیں تو پھر بھاگنے اور عقوق
والدین کو بھی کبیرہ کہنے میں توقف کیا جاوے تو کچھ بعید نہیں لیکن الغرض جو باتیں انکو کبیرہ کے ساتھ ملحق کرنا یا جانا ہی بلحاظ اسکے
کہ شمار میں داخل کرنا چاہیے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہے کہ کبیرہ سے ہماری غرض یہ ہے کہ جسکا کفارہ پنجگانہ نماز نہ ہو سکے اور اسکی تین قسمیں
ہیں ایک تو وہ کہ قطعاً معلوم ہے کہ نماز پنجگانہ اسکا تدارک نہیں کر سکتی اور ایک وہ کہ کفارہ ہو جانا چاہیے اور ایک وہ کہ انمیں توقف کیا جاوے
اور جنکے باب میں توقف ہے وہ بھی دو قسم ہیں ایک تو ایسے ہیں کہ جنکے کبیرہ ہونے یا نہونے کی طرف گمان غالب ہے اور ایسا ہے کہ مشکوک ہوا اور
شک ایسا ہے کہ بدون نص کتاب و سنت جا نہیں سکتا اور چونکہ ارباب حدیث کے آنے کی توقع نہیں اسلیے اسکا شک نکالنا محال ہے پس
اگر یوں کہو کہ تمہاری دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کبیرہ کی معلوم کرنی محال ہے تو پھر شریعت کا حکم ایسی چیز سے متعلق کس طرح ہوا کہ جسکی
تعریف جاننی محال ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ جتنے گناہ کہ اسپر دنیا میں کوئی حکم متعلق ہے ابہام تو انمیں بھی آ سکتا ہے اسلیے کہ احکام شرعی
کی جگہ تو دنیا ہی ہے اور کبیرہ گناہ پر کبیرہ ہونیکی جہت سے کوئی خاص حکم دنیا میں نہیں بلکہ جنپر حد مقرر ہے انکے نام جدا جدا ہیں جیسے
چوری اور زنا وغیرہ یہ نہیں کہ صرف کبیرہ ہونے کی کوئی سزا خاص ہو اور حکم کبیرہ کا یہی ہے کہ نماز پنجگانہ سے اسکا کفارہ نہو اور یہ
امر متعلق آخرت سے ہے اسلیے اسکا مبہم رکھنا لائق تر ہے تاکہ لوگ پر خوف و خطر رہ کر نماز پنجگانہ پر تکیہ کر کے صغیرہ گناہ پر بھی جرأت
نکریں اور آیت ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاتکم سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ کے اجتناب سے صغیرہ کا کفارہ ہو جاتا ہے سو
یہ بات ہر صورت میں نہیں بلکہ اس شرط سے مشروط ہے کہ باوجود قدرت و ارادہ کے اجتناب کرے مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت پر قادر ہو اور
اس سے مباشرت بھی کر سکتا ہو مگر اپنے نفس کو روکے اور صرف دیکھنے اور ہاتھ لگانے پر قناعت کرے تو جو تاریکی کہ اسکے دل میں نظر کرنے
خواہ ہاتھ لگانے سے ہوگی اسکی نسبت نفس کو زنا سے مجاہدے کے ساتھ بچانے سے نور زیادہ ہوگا اور یہی معنی کفارہ یعنی عوض ہونے کے
ہیں لیکن اگر وہ شخص نامرد ہوگا یا کسی اور ضرورت کے باعث عاجز ہوگا یا کسی خوف کی جہت سے باز رہا ہوگا تو ایسے حال میں کفارہ
نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح جو شخص شراب کی خواہش نہیں رکھتا تھی کہ اگر اسکو مباح بھی ہو جاوے تو نہ پیوے تو ایسے شخص کا شراب سے
محترز ہونا ان چھوٹے گناہوں کا کفارہ نہ ہوگا جو شرابخواری کی ابتدا میں ہوتے ہیں جیسے مزامیر وغیرہ کا سننا ہاں جو شخص کہ

شراب کی خواہش رکھتا ہے اور مزامیر کو بھی سننا چاہتا ہے مگر مزامیر سے تو باز نہیں آتا اور شراب کو نفس پر زور دیکر نہیں پیتا تو البتہ شرابخواری سے اجتناب کرنا غالب ہے کہ اسکے دل سے اس تاریکی کو دفع کرے جو راگ سننے سے دل پر آئی ہے اور یہ سب احکام اخروی ہیں اور ہوسکتا ہے کہ انہیں سے بعض محل شک میں باقی رہیں اور متشابہات کی قسم میں داخل ہوں کہ جنکی تفصیل بدون نص کے نہ معلوم ہو اور نص میں گنتی اور تعریف جامع کبیرہ کی کچھ نہیں بلکہ الفاظ مختلفہ سے مذکور ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز تک کا کفارہ ہوتی ہے اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کا کفارہ ہو جاتا ہے سوائے تین گناہوں کے یعنی شرک اور ترک سنت اور نقض عہد لوگوں نے پوچھا کہ ترک سنت و نقض عہد سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ جماعت سے نکلجانا تو ترک سنت ہے اور نقض عہد یہ ہے کہ کسی سے بیعت کرے اور پھر تلوار لیکر اس سے لڑنے کو نکلے غرض اسطرح کے الفاظ وارد ہیں کہ نہ شمار کو محیط ہیں اور نہ تعریف جامع اسسے نکلتی ہے تو ظاہر ہے کہ مبہم ہی رہیگا اب اگر کوئی یہ کہے کہ شہادت اسی کی قبول ہوتی ہے جو کبائر سے بچے اور قبول شہادت میں صغیرہ گناہوں سے بچنا شرط نہیں اور قبول شہادت ایک حکم دنیوی ہے اور تم کہا تھا کہ کبیرہ پر کوئی حکم دنیوی متعلق نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ شہادت کا نہ قبول ہونا خاص کبیرہ کے ساتھ نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ صغیرہ گناہ سے بھی آدمی کی شہادت معتبر نہو مثلاً دیکھو جو شخص مزامیر سنے اور حریر پہنے اور سونے کی انگوٹھی ہاتھ میں رکھے اور چاندی سونے کے برتنوں میں کھاوے پیوے تو سب ائمہ کے نزدیک اسکی گواہی مقبول نہوگی حالانکہ ان چیزوں میں سے کوئی بھی کسی کے نزدیک کبیرہ نہیں اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حنفی[ع] نبیذ پیوے تو میں اسکو حد ماروں گا مگر اسکی شہادت کو رد نہ کرونگا اس مسئلے میں حد لگانے کے اعتبار سے تو نبیذ پینے کو کبیرہ ٹھہرایا مگر اسکے باعث شہادت کو رد نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ شہادت کا قبول کرنا یا نہ کرنا منحصر صغیرہ خواہ کبیرہ پر نہیں بلکہ گناہ ہر قسم کے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے عدالت کے ناقض ہیں بجز ایسی باتوں کے کہ ایسے آدمی بسبب عادت اگرچہ نہیں سکتے مثلاً غیبت کرنی اور دوسرے کی برائی کی تلاش کرنی اور بدگمان ہونا اور بعض باتوں میں جھوٹ بولنا اور غیبت سننا اور امر معروف اور نہی منکر کو چھوڑنا اور شبہات کی چیزوں کا کھانا اور لڑکے اور غلام کو گالی دینا اور غصہ کے وقت ضرورت مصلحت سے زیادہ انکو مارنا پیٹنا اور ظالم بادشاہوں کی تعظیم کرنی اور بدکاروں سے دوستی کرنی اور زن و فرزند کو امور دینی ضروری کی تعلیم سے سستی کرنی وغیرہ کہ یہ سب اس قسم کے گناہ ہیں کہ ہر ایک گواہ میں انہیں سے تھوڑے یا بہت ضرور ہی پائے جاتے ہیں مگر البتہ اگر کوئی شخص صرف آخرت کو مد نظر کرکے لوگوں سے علیحدہ ہوجاوے اور مدت تک نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے یہانتک کہ اگر لوگوں میں آملے تب بھی ویسا ہی رہے جیسا خلوت میں تھا تو ایسا شخص اس قسم کے گناہوں سے خالی ہوسکتا ہے اور اگر گواہی میں ایسے ہی لوگوں کے قول کا اعتبار ہوا کرے تو اول تو ملنا مشکل دوسرے احکام اور شہادات جاتے رہیں حاصل یہ ہے کہ حریر پہننا اور مزامیر کا سننا اور نرد کھیلنا اور شرابخواروں کے پاس وقت میخواری بیٹھنا اور اجنبی عورتوں کے ساتھ علیحدہ رہنا اور اسیطرح کے صغیرے اس قسم میں داخل نہیں اور یہیں لحاظ چاہیے کہ قبول شہادت اور رد شہادت میں نہ کبیرہ پر نظر کیجاوے نہ صغیرہ پر مگر اتنی بات ہے کہ ان چھوٹی میں سے بھی اگر کوئی شخص کسی پر مواظبت اور اصرار کریگا تو رد شہادت میں اسکی تاثیر ہوجاویگی مثلاً اگر کوئی لوگوں کی غیبت و عیب جوئی کو

[ع] جیسے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۱۲

اپنی عادت بنائے یا بدکارون کی صحبت و اتحاد پر اصرار کرے تو شہادت اسکی معتبر نہوگی۔ غرضکہ صغیرہ گناہ پر مواظبت و اصرار سے کبیرہ
ہو جاتا ہی اسیطرح امر مباح اصرار سے گناہ صغیرہ ہو جاتا ہی جیسے کوئی شطرنج کھیلنے یا راگ گانے پر اصرار و ملاومت کرے تو صغیرہ ہونگے
ف مترجم کہتا ہی کہ شطرنج کھیلنا مذہب امام شافعی مین گاہ گاہ مباح ہی اور چونکہ مصنف مذہب شافعی رکھتے ہین اسواسطے مثال
مین شطرنج کو لکھا اور حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس قسم کے سب کھیل حرام ہین جیسے کتب فقہیہ مین تصریح موجود ہی دوسرا
بیان اسباب مین کہ آخرت مین درجات جنت اور طبقات دوزخ کی تقسیم دنیا کے حسنات اور سیئات کے اوپر کسطرح ہوگی واضح
ہو کہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہی اور آخرت عالم اسرار و غیب کا نام ہی اور ہماری مراد دنیا سے آدمی کی حالت قبل موت ہے اور آخرت
سے مراد وہ حالت ہی جو بعد موت ہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت آدمی کی دو صفتون اور حالتون کا نام ہی جن مین سے قریب کو دنیا کہتے
ہین اور اس سے بعد والی کو آخرت اور اب ہم دنیا کے ذکر سے آخرت مین ذکر کرتے ہین یعنی اب اگرچہ ہمکلام دنیا مین کرینگے لیکن غرض
ہماری یہ ہی کہ بیان آخرت یعنی عالم اسرار کا کرین اسلیے کہ بیان عالم باطن کا عالم ظاہر مین بدون مثال بیان کرنیکے ہو نہین سکتا اور
اسیواسطے خداتعالی ارشاد فرماتا ہی وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون اور اسکی وجہ یہ ہی کہ بموجب اس قول شاعر کے
ع دنیا خوابیست زندگانی در وے ۔۔۔ خوابیست کہ در خواب ہے یعنی آثار دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل مین ایسی ہی جیسے آدمی کا خواب
مقابل جاگنے کے اور یہی مضمون حدیث شریف سے بھی ثابت ہی جیسا کہ فرمایا الناس نیام فاذا ماتوا انتبہوا اور جو بات کہ بیداری مین ہونیوالی ہو
وہ خواب مین جب معلوم ہوتی ہی تو مثال کی طرح معلوم ہوتی ہی یہانتک کہ اسکی تعبیر کی حاجت ہوتی ہی اسیطرح آخرت کی بیداری مین جو
حالات ہونگے وہ دنیا کے خواب مین بطور مثال ہی کے ظاہر ہوسکتے ہین یعنی خواب کیطرح انکی پہچان بھی بے تعبیر نہین ہوسکتی اور تعبیر خواب
کی تین حکایتین بطور نمونہ ہم بیان کیے دیتے ہین کہ اصل بات خواب مین کسطرح معلوم ہوا کرتی ہی روایت ہی کہ ایک شخص حضرت ابن سیرین
کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین نے یہ خواب دیکھا ہی کہ میرے ہاتھ مین مہر ہی اس سے مین لوگونکے منہ پر اور شرمگاہ پر مہر کرتا ہون
آپنے یہ تعبیر فرمائی کہ تو موذن ہی معلوم ہوتا ہی کہ رمضان مین صبح صادق کے ہونیسے پہلے اذان دیتا ہی اسنے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے
ہین اور ایک دوسرا شخص آیا اسنے کہا کہ مین نے خواب دیکھا کہ تیل کو زیتون مین ڈال رہا ہون آپنے فرمایا کہ تونے اگر کوئی لونڈی خریدی
ہو تو اسکا حال دریافت کر وہ تیری ماں معلوم ہوتی ہی کیونکہ تیل کی اصل تل ہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ تو اپنی اصل یعنی ماں کے پاس
جاتا ہی اس شخص نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ اسکی لونڈی واقع مین اسکی ماں تھی کہ اسکے صغر سن مین پکڑی گئی تھی۔ اور ایک اور شخص
نے پوچھا کہ مین نے دیکھا ہی کہ مین موتیون کے کنٹھے سورونکی گردن مین پہناتا ہون آپنے فرمایا کہ تو حکمت کی باتین نا اہلونکو سکھاتا
ہی اور واقع مین بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ آپنے ارشاد فرمایا تھا ان تعبیرون سے معلوم ہوتا ہی کہ مثل کو کسطرح بیان کرتے ہین اور مثل سے
ہماری یہ مراد ہی کہ اگر اسکو باعتبار مصداق اور مفہوم کے دیکھا جاوے تو صحیح اور درست ہو اور اگر اسکی صورت ظاہری پر خیال کرین تو جھوٹ
ہو مثلاً اسکی تعبیر مین اگر موذن صرف ظاہری انگوٹھی کو دیکھتا اور اسے مہر کرنا سمجھتا تو اس خواب کو جھوٹا سمجھتا کیونکہ اس سے ایسا فعل
کبھی نہین صادر ہوا تھا لیکن اسکے مفہوم اور مصداق کو جو دیکھا تو سچ تھا کیونکہ مہر کرنے کا اصل مقصود روک دینا ہی اسکا مرتکب

پیشوں ہوا تھا اور چونکہ انبیا علیہم السلام کو حکم ہو کہ لوگوں سے انکی عقل کی مقدار پر کلام کرو اور لوگوں کا اندازہ عقل یہ ہو کہ وہ سوتے ہوئے ہیں اور سوتے آدمی کو کسی چیز کا کشف اس شے کی مثال سے ہوتا ہو اسلیے انبیا علیہم السلام بھی لوگوں سے مثال کے طور پر گفتگو کرتے ہیں جس سے اصل معنی مقصود سمجھ جاویں گو لفظوں سے کچھ اور نکلتا ہو مگر لوگوں کو مرنے کے بعد جب جاگیں گے تو معلوم ہوگا کہ انکا فرمانا سچا تھا اور اس سے غرض صحیح فلاں چیز تھی مثلاً حدیث شریف میں وارد ہو قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن ایسی ہی مثال ہو کہ جسکو عالموں کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا جاہل کی سمجھ اسی مقدار پر رہتی ہو جو ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ وہ اس تفسیر سے جسکو تاویل کہتے ہیں محض ناواقف ہو خواب کی تفسیر کو تعبیر کہتے ہیں اور حدیث و قرآن کی تفسیر امثال کا نام تاویل ہو تاویل کی ناواقفیت کا ثمرہ جاہل پر یہ ہوتا ہے کہ الفاظ حدیث کے موجب خدا تعالیٰ کے ہاتھ اور انگلیاں قرار دیتا ہو معاذ اللہ من ذالک اسیطرح دوسری حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ میں جاہل صرف ظاہری شکل و صورت و رنگ سمجھکر خدا تعالیٰ کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہو حالانکہ وہ ان سب باتوں سے منزہ ہو یہی وجہ ہو کہ بعض لوگ صفات الٰہی میں لغزش کھا گئے یہانتک کہ کلام الٰہی کو از قبیل حرف و آواز سمجھ گئے اسیطرح دوسری صفات کو بھی قیاس کرنا چاہیے اور امر آخرت میں جو مثالیں حدیث میں وارد ہیں تو منکر انکی تکذیب کرتے ہیں اسوجہ سے کہ ظاہر الفاظ انکے نزدیک متعارض ہوتے اور انمیں تناقض پایا جاتا ہو مثلاً حدیث شریف میں وارد ہو یوتی بالموت یوم القیمۃ فی صورۃ کبش املح فیذبح تو ملحد احمق اسکو نہیں مانتا اور انبیا کی تکذیب کرتا ہو اس دلیل سے کہ موت ایک عرض یعنی قائم بالغیر چیز ہے اور مینڈھا جسم ہو تو عرض کا جسم بنجانا محال ہے اور کیا بات ہو مگر خداوند کریم نے ان بے وقوفوں کو اپنے اسرار کی معرفت سے بالکل دور رکھا ہو اور فرمایا و ما یعقلہا الا العالمون بیچارہ جاہل یہ بھی نہیں جانتا کہ اگر کوئی کسی سے کہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہو کہ ایک مینڈھا ہو کہ لوگ اسکو لاتے ہیں اور وہ ذبح ہوگیا ہو اور معبر سنکر جواب دیوے کہ تونے خواب اچھا دیکھا معلوم ہوتا ہو کہ وبا علیحدہ ہوجاویگی اور پھر کبھی نہ آویگی کیونکہ ذبح کی ہوئی چیز کے واپس آنے سے ناامیدی ہوجاتی ہو تو اس مثال میں تعبیر دینے والا بھی سچا ہو اور خواب دیکھنے والا بھی سچا اور اسکی اصل یہ ہو کہ جو فرشتہ خواب پر موکل ہو اور سونیکے وقت روحوں کو لوح محفوظ کی باتوں پر مطلع کرتا ہو اسنے جو بات لوح محفوظ میں تھی اس شخص کو مثال کیطرح سمجھا دی اسلیے کہ سونے والے کو بدون مثال سمجھنا ممکن نہ تھا پس اسکا مثال دینا صحیح تھا اور معنی بھی صحیح اسیطرح انبیاء علیہم السلام بھی دنیا کے لوگوں سے باتیں مثال کے طور کی فرماتے ہیں کیونکہ دنیا بھی آخرت کی نسبت کر حالت خواب کی سی ہو اگر مثال کے طور پر نہ فرماویں تو آسانی سے معانی کہاں سمجھ میں آویں اسطرح کے سمجھانے میں اگر غور کرو تو کمال حکمت خداوندی اور لطف و عنایت ہو کہ جو طریق سمجھنے کا آسان تھا اسیطرح سے انبیا نے سمجھایا پس حدیث یوتی بالموت میں مثال اس بات کی ہو کہ موت سے یاس ہوجاویگی جیسے ذبح کی ہوئی چیز سے یاس ہوتی ہو اسیطرح قرآن شریف میں کمال قدرت کو ان الفاظ سے فرمایا کن فیکون اور دل کے جلد بدلتے رہنے کو حدیث شریف میں ان الفاظ سے اشارہ فرمایا ہیں اصبعین من اصابع الرحمن اسلیے کہ دونوں پر تاثیر ہوتی اور معانی کا سمجھنا مثالوں ہی سے خوب ہوتا ہو یہ بات دلوں کی سرشت میں داخل ہو اور ہمنے اسکی حکمت جلد اول کے باب قواعد العقائد کے بیان میں لکھی ہو اب ہم اصل مقصد کیطرف توجہ کرتے ہیں کہ ہماری غرض یہی ہو کہ تقسیم درجات جنت و طبقات دوزخ کی بندوں کے حسنات و سیئات پر بدون مثال کے سمجھنی ناممکن ہو تو جو مثال ہم بیان کریں

۱۴ مومن کا دل درمیان دو انگلیوں کے ہو خدا کی انگلیوں میں سے اسکی سند جلد سوم میں گذری ۱۲

۱۵ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ۱۲ اسکی سند پہلے گذری ۱۲

۱۶ قیامت کے روز موت ...

اس سے معنی اور مقصود سمجھنے چاہییں صورت اور الفاظ سے غرض نہ رکھنی چاہیے پس ہم کہتے ہیں کہ آخرت میں لوگوں کے بہت سے اقسام
ہونگے اور سعادت اور شقاوت میں انکے درجات اور درکات میں ایسا تفاوت ہوگا جسکا حصر نہیں ہو سکتا جیسے کہ دنیا کی سعادت و
شقاوت میں مختلف ہیں اور اس باب میں دنیا و آخرت میں ہرگز کچھ فرق نہیں کیونکہ یہ عالم ظاہری اور ملکوت کا واحد لاشریک ہے
اور اسکا طریق جو ارادۂ ازلی سے ہوتا چلا آیا ہے وہ بھی یکساں ہے مگر ہم درجات کے افراد کے شمار سے عاجز ہیں اسلیے اجناس کے
حصر کئے دیتے ہیں کہ آدمی قیامت میں خواہ مخواہ چار قسم پر منقسم ہونگے اول تباہ کار و ہالک دوسرے معذب تیسرے ناجی چوتھے
فائز اور مثال اسکی دنیا میں یہ ہے کہ ایک بادشاہ کسی ولایت کو مسخر کرے تو بعضوں کو قتل کرے سو وہ اول فرقہ ہوا اور بعضوں کو ایک مدت
تک عذاب دے سو وہ دوسرا فرقہ ہوا اور بعضوں کو چھوڑ دے سو وہ تیسرا فرقہ ہوا اور بعضوں کو خلعت عنایت کرے سو وہ چوتھا فرقہ ہوا پھر اگر
بادشاہ عادل ہو تو یہ باتیں بلا کسی وجہ کے نہ کریگا بلکہ جسکو قتل کریگا اسکی سلطنت کے استحقاق کا منکر [illegible] کو
دیکھا جاوے گا کہ سلطنت کا اقرار تھا مگر خدمت میں قصور کیا [illegible]
سے مستحق خلعت ہوا اور جسنے قصور خدمت سے مستحق عذاب [illegible]
[illegible]
کہ بعضوں کی گردن ماری جاوے اور بعضوں کی [illegible]
کچھ جنکا قتل ہی ہوگا اسیطرح جنکو عذاب دیا جاویگا انکے درجات بھی [illegible]
بعضوں کو بہت دنوں تک کسیکو کسیطرح کا اور کسی کو کسی طور کا غرضکہ سب [illegible]
ہر ایک رتبے کے درجات بیحد و شمار ہو سکتے ہیں اسیطرح قیامت میں ان چاروں فرقوں کے درجات [illegible]
یعنی فلاح پانیوالے کوئی جنت عدن میں کوئی جنت الماوی میں کوئی جنت الفردوس میں ہونگے اور فرقہ معذب میں [illegible]
دنوں عذاب رہیگا کسیکو ہزار برس کسیکو سات ہزار برس [illegible] نکالا جاویگا [illegible]
یعنی جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہیں انکے درکات مختلف ہونگے غرض [illegible]
طرح کے درجات و درکات کے مستحق ہونگے اب ہم کیفیت تقسیم درجات کو ان فرقوں میں ذکر کرتے ہیں اول درجہ ہالکین کا ہے اور اسمیں ہماری
غرض وہی لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہیں کیونکہ مثال مذکورۂ بالا میں بادشاہ نے جسکو قتل کیا وہ وہی تھا جو بادشاہ
کی خوشنودی و اکرام و انعام سے ناامید ہوا پس مثال کے معنی و مقصود سے غافل نہ رہنا چاہیے آخرت میں ہالک وہی ہونگے جو
خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہیں اور وہ فرقہ منکرین کا ہے جو خدا سے منہ پھیر کر صرف دنیا کے ہو رہے ہیں اور اسکو اور اسکے رسولوں
اور اسکی کتابوں کو جھٹلاتے ہیں اسلیے کہ سعادت اخروی کا خدا تعالیٰ سے قرب ہونا اور اسکے دیدار سے مشرف ہونا ہے
جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہیں ~ آدمی دید است باقی پوست است ~ دید آن باشد کہ دید دوست است ~ اور [illegible] نعمت عظمیٰ
کا حاصل ہونا اس معرفت کے بغیر ممکن نہیں جسکو ایمان و تصدیق کہتے ہیں اور چونکہ منکر اسکی تکذیب و انکار کرتے ہیں اسلیے اس رحمت سے ابدالآباد

کہ محروم رہینگے اور پروردگار عالم اور انبیائے اکرم کی تکذیب کے باعث انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون کے مصداق بنیں گے اور ظاہر ہے
کہ جو اپنے محبوب سے جدا رہتا ہے تو آنکھیں اور اسکی دلی آرزوؤں میں حجاب رہتا ہے اسی لیے منکر لوگ بھی آتش فراق الٰہی میں ہمیشہ مدام
جہنم میں جلتے رہیں گے اور اسی جہت سے عارفوں کا مقولہ ہے کہ ہمکو نہ آتش دوزخ سے خوف ہے نہ حوران بہشتی کا چاؤ بلکہ مطلب ہمارا
دیدار الٰہی سے ہے اور گریز صرف حجاب سے اور انکا یہ بھی قول ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت کسی عوض کی توقع پر کرے وہ کمینہ ہے
یعنی اگر عبادت طلب جنت یا خوف دوزخ سے کرے تو کمینہ پن ہے بلکہ عارف خدا کی عبادت اسکی ذات کیواسطے کرتے ہیں اور سوا
اسکی ذات کے اور کسی چیز کے طالب نہیں ہوتے مومن دہلوی کیا خوب کہتے ہیں ؎ غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کی تیری خواہش ہے
نہ میں بیزار دوزخ سے نہ میں مشتاق جنت کا ؎ حوروں اور میووں کی تمنا عارف کو نہیں ہوتی نہ آتش دوزخ سے ڈرتا ہے کیونکہ آتش فراق
جب کانوں سینہ میں مشتعل ہوتی ہے تو پھر اس آگ پر جس سے کہ بدن جلتے ہیں غالب پڑتی ہے آتش فراق کی صفت یہ ہے نار اللہ الموقدۃ
التی تطلع علی الافئدۃ اور آتش دوزخ کا اثر صرف اجسام پر ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ دل کے دکھتے ہوئے بدن کا درد ہیچ معلوم ہوتا ہے تو دل
کی آگ کے سامنے آتش دوزخ کا کیا شمار ہے سچ کہا ہے کسی شاعر نے ؎ دل میں عاشق کے بھری ہے وہ محبت کی شرر گرم سے گرم آتش دوزخ ہے جس سے
سرد ترشہ اور آخرت میں اس حال کا انکار کیسے ہو سکتا ہے یہ بات تو دنیا میں بھی دیکھی جاتی ہے اور اسکی نظیر پائی جاتی ہے دیکھو غلبۂ عشق میں آدمی
آگ میں اور کانٹوں میں چلتا ہے اور صدمۂ دل کی جہت سے یہ رنج کچھ بھی نہیں سمجھتا غصے والا حالت غضب میں معرکے میں گھس پڑتا ہے
اور زخم لگتے جاتے ہیں مگر اسوقت کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوتی کیونکہ غصہ بھی دل میں ایک آگ ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے
کہ الغضب قطعۃ من النار اور دل کی سوزش بدن کی سوزش کی نسبت بہت سخت ہوتی ہے سخت درد کے ہونے سے کمتر کا دھیان نہیں
رہتا علاوہ ازیں آدمی جو آگ یا تلوار سے رنج پاتا ہے تو صرف اسی جہت سے ہے کہ ان دونوں سے آدمی کے بدن کے وہ ٹکڑے جو ظاہر میں
پیوستہ تھے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو جس چیز سے کہ دل اور اسکا محبوب علیحدہ ہو جاوے جنہیں کہ اجسام کی پیوستگی کی نسبت زیادہ اتصال ہوتا ہے
اس سے خواہ مخواہ رنج زیادہ ہوگا بشرطیکہ آدمی ذی شعور و اہل بصیرت ہو اور جو دل ہی نہ رکھتا ہو اس سے بعید نہیں کہ اس رنج کی
شدت کو کچھ بھی نہ سمجھے اور جسم کی تکلیف کی نسبت حقیر جانے مثلاً اگر کسی لڑکے کو اختیار دیا جاوے کہ تو بادشاہت چھوڑ دے یا گیند بلا
چھوڑ دے تو اسکو بادشاہت کے چھوڑنے کا کچھ رنج نہوگا بلکہ یہ کہیگا کہ گیند بلا میرا نہیں چھوڑنا مجھکو ہزار آفت شاہی سے بہتر ہے اسطرح جس
شخص پر شہوت شکم غالب ہو اسکو کہا جاوے کہ تو ہریسہ یا حلوا کھا یا کوئی ایسا کام کر جس سے دشمن مغلوب اور دوست راضی ہوں تو وہ ہریسہ
اور حلوا ہی کو ترجیح دیگا اسکی وجہ یہی ہے کہ اس شخص میں وہ بات نہیں ہے جس سے کہ جاہ و شوکت اچھی معلوم ہوتی ہے اسمیں وہ بات صرف
موجود ہے جس سے لذت کھانے کی معلوم ہوتی ہے اور یہ ایسے شخصوں کا حال ہوتا ہے جنکو صفات بہیمی اور سبعی اپنا بندہ کر لیتی ہیں اور صفات
ملائکہ جو انکی ضد ہیں انمیں ظاہر نہیں ہوتیں اور صفات ملکی جب انسان میں ہوتی ہیں تو بدون قرب الٰہی کے لذت نہیں پاتا اور
نہ کوئی چیز سوا بعد و حجاب کے اسکو باعث رنج و ایذا ہو اور جسطرح کہ ہر ایک عضو ایک صفت خاص کیلیے ہے مثلاً زبان ذائقے
کے لیے ہے اور کان سننے کے لیے اسی طرح یہ صفت قلب کیلیے ہے اور جسکو قلب نہوگا اسکو قرب کی لذت اور بعد کی کلفت کا ادراک

بھی نہوگا جیسے کہ اگر کسی کے کان اور آنکھ نہو تو اسکو لذت آواز اور حسن صورت ورنگ معلوم نہین ہو سکتی اور یہ ضرور نہین کہ ہر ایک انسان
یہ قلب رکھتا ہو اگر سب آدمیون کے یہ دل ہوتا تو اللہ تعالی جل شانہ کا یہ قول کیسے بنتا ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب یعنی
ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن سے نصیحت نہ مانے وہ قلب کا نادار ہے اور ہماری غرض قلب سے وہ گوشت کا ٹکڑا نہین جو سینے کی ہڈیون
ہو بلکہ اس سے وہ لطیفہ مراد ہے جو عالم امر سے ہے اور یہ گوشت کا عالم خلق سے ہے اس لطیفے کا عرش ہے اور سینہ اسکی کرسی ہے اور تمام اعضا
اسکے عالم اور مملکت ہین اور پھر خلق اور امر دونون خدا ہی کے ہین لیکن لطیفہ مذکور جسکی شان مین قل الروح من امر ربی وہ امیر اور
سلطان ہے اسواسطے کہ عالم امر اور عالم خلق مین ترتیب ہے اور اول دوسرے پر امیر ہے اور قلب وہ لطیفہ ہے کہ اگر وہ اچھا ہو تو تمام بدن
اچھا ہو اور جو اسکو پہچان لے وہ اپنے نفس کو جان لے اور جو نفس کو جان لے وہ رب کو پہچان لے اور اسوقت بندے کے واسطے جان لین ان
معانی کی ادنی الپٹ ہو کہ تیکی جو اس حدیث مین مراد ہین ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور جو لوگ اس حدیث کے ظاہر الفاظ ہی کو اٹھا
رہے ہین یا جو کہ تاویل کے طریقون مین بھٹکے ہوئے ہین دونون کے حال پر رحم کریگا کہ دونون فریق حقیقت امر سے محروم رہے مگر
الفاظ ظاہری والے پر زیادہ رحم کریگا اسلیے کہ رحم بقدر مصیبت ہوا کرتا ہے اور جو لوگ کہ پابند الفاظ ظاہری ہین انپر زیادہ تر مصیبت ہے اور
حقیقت امر اللہ کا فضل اور حکمت ہے جسکو چاہے دیوے اسمین کسی کا اختیار نہین اب چونکہ ہم ایسے مطالب مین آپڑے کہ حکم معاملات کی
کے اعلی ہین اور ہمکو بیان علم معاملات کا منظور ہے اسلیے اصل مقصود کیطرف عنان التفات پھیر کر کہتے ہین کہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ درجہ
ہلاک کا انھین لوگون کو ہوگا جو جاہل اور خدا تعالی کے جھٹلانیوالے ہین اور اسکی دلیلین کتاب اللہ اور حدیث مین زیادہ از شمار
ہین ہمارے لکھنے کی کچھ ضرورت نہین

دوسرا قسم ان لوگون کا ہے جن کو عذاب ہوگا یہ وہ فرقہ ہے کہ اصل ایمان تو رکھتے تھے مگر ایمان کے مقتضا کے موافق وفا کرنے مین
قصور کیا مثلا اصل ایمان توحید ہے یعنی سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کرنی اب اگر کوئی شخص اپنی خواہش نفس کا اتباع کرے
تو اسکا معبود وہی خواہش ہوگی اور وہ شخص صرف زبان سے توحید کہتا ہے اصل توحید اسکو حاصل نہین اصل توحید جب ہو جب کلمہ
لا الہ الا اللہ اور اس قول خداوندی قل ہو اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون کے معنی ایسے سمجھے اسطرح کہ غیر اللہ بالکل چھوڑ دے اور اس
آیت کے معنی بھی جانے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جنمین سوائے توحید کے راہ راست پر مستقیم ہونا بھی مذکور ہے اور انہا کھرا
مستقیم جبھی قائم ہو سکے توحید کامل ہوتی ہے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے جیسا کہ پل صراط آخرت ہوگا اسواسطے
ہر ایک آدمی مین کچھ نہ کچھ میل اس راہ راست سے ضرور ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک بشر کسیقدر اتباع خواہش نفس کا ضرور ہی کرتا ہے گو کسی
ذرا سے ہی کام مین ہو اور اتباع خواہش نفس سے توحید کے کمال مین فرق آتا ہے جسقدر کہ آدمی کا میل راہ راست سے ہوا اور یہ بات
مقتضی اس امر کی ہے کہ درجات قرب مین بھی نقصان بیشک واقع اور ہر نقصان کے ساتھ دو آگ لگی ہوئی ہین ایک آگ اس نقصان کی
باعث کمال کے جدا ہو جاوینگی اور ایک آگ دوزخ کی جسکا وصف قرآن مجید مین موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص راہ راست کامل
ہوگا اسکا دوسرا عذاب دوطرح سے ہوگا مگر اس عذاب کی شدت اور ہلکا پن اور زیادہ دنون تک رہنا خواہ کم مدت رہنا دو باتون پر

قلب انسان میں [illegible] [illegible] ہر [illegible]

پل صراط [illegible] ۱۲ [illegible] کسی کی بندگی نہین [illegible] ۱۲ [illegible] چھوڑ دے [illegible] بلکہ [illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲

سے ہے اول تو ایمان کی قوت و ضعف پر دوم اتباع خواہش نفس کی کثرت و قلت پر کیونکہ کوئی آدمی اکثر کے اعتبار سے ان دونوں
باتوں میں سے ایک ضرور ہی رکھتا ہے اور اسی جہت سے آتش کا لذت بھی ضروری ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وان منکم الا واردہا کان
علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا اور یہیں لحاظ اکابر سلف خوف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس وجہ سے
ڈرتے ہیں کہ ورود آتش تو بموجب وعدہ الٰہی یقینا ہے اور اس سے نجات ملنے میں شک ہے حضرت حسن نے جب وہ حدیث بیان
کی جس میں اس شخص کا حال ہے کہ دوزخ سے ہزار برس کے بعد نکلے گا اور یا حنان یا منان کہکر پکاریگا تو فرمایا کہ کیا خوب ہو جو وہ
شخص میں ہی ہوں یعنی اسکا نکلنا تو قطعا ہوگا گو بہت ہی دیر کے بعد ہو اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ سب سے آخر میں جو دوزخ سے نکلیگا وہ سات ہزار برس کے بعد نکلیگا اور بعضے ایک لحظہ ہی میں دوزخ کے پار ہو جاوینگے
چنانچہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بعضے لوگ بجلی کی طرح گذر جاوینگے اور انکو ذرہ بھی توقف دوزخ میں نہ ہوگا اور ایک لحظہ اور سات ہزار
برس کے درمیان بہت سے درجات مختلف ہیں مثلا لحظہ سے زیادہ پھر اس سے زیادہ دن اور پھر ہفتہ اور مہینا اور سال وغیرہ
تو بہت عذاب کا تفاوت اس حساب سے جیسا معلوم ہوتا ہے اور کمی زیادتی کا حال یہ ہے کہ عذاب کی شدت کی کوئی انتہا نہیں ادنی
ادنی عذاب یہ ہے کہ حساب میں الجھایا جاوے جیسے بادشاہان دنیا بعض کارندوں اہل تقصیر کو حساب میں گرفتار کیا کرتے ہیں
اور پھر معاف کر دیتے ہیں یا کوڑے لگوا کر یا اور کسی طرح کا عذاب دیکر چھوڑ دیتے ہیں اور سوا ان دو اختلاف کے عذاب میں ایک
اور اختلاف ہے کہ وہ مدت کا اختلاف ہے نہ شدت کا بلکہ قسم عذاب کا اختلاف ہے کہ کسی کو مثلاً جرمانہ ہی کیا اور کسی کا مال ضبط ہوا
اور اولاد قتل ہوئی اور اسکے گھر کی عورتیں لونڈی بنائی گئیں اور رشتہ دار و متعلقین ہوئے کسی کی زبان اور ہاتھ اور ناک کان کاٹ
ڈالے گئے وغیرہ اسیطرح آخرت کے عذاب میں بھی اختلاف ہوگا جیسا کہ دلائل شرعی سے واضح ہوتا ہے بلکہ اختلاف عذاب بسبب
اختلاف قوت و ضعف ایمان اور کثرت و قلت طاعات اور کمی بیشی گناہ ہونگے ہوگا پھر جسقدر گناہ کی برائی شدید اور کثیر ہوگی
اسیقدر عذاب بھی شدید اور کثیر ہوگا اور جس قسم کی خطا ہوگی اسی قسم کا عذاب مختلف ہوگا۔ ارباب بصیرت کو باوجود دلائل قرآنی
یہ امر نور ایمان سے بھی منکشف ہوا ہے اور یہی مراد ہے اس آیت سے وما ربک بظلام للعبید اور اس سے الیوم تجزی کل نفس بما کسبت
اور اس سے وان لیس للانسان الا ما سعی اور اس سے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور سوا اسکے
اور بہت سی آیات و احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کی جزا میں ثواب و عذاب عدل کے ساتھ ہونگے جس میں ظلم نہ ہوگا
اور عفو و رحمت کیجانب ترجیح رہیگی جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ سبقت رحمتی غضبی اور کلام مجید میں فرمایا وان تک حسنۃ
یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما اس سے معلوم ہوا کہ ارتباط درجات اور درکات کا حسنات اور سیئات سے دلائل شرعی
اور نور معرفت دونوں سے کلیۃ ثابت ہے مگر تفصیل وار کے لیے صرف ظن غالب ہے اور اسکی دلیل حدیثیں ظاہر اور ایک طرح کا الہام
ہے جو چشم عبرت و بینش کے نور سے دلمیں پیدا ہوتا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جو شخص اصل ایمان کو مضبوط کر کے تمام کبائر سے اجتناب
کرے اور سب فرائض کو یعنی ارکان پنجگانہ اسلام کو اچھی طرح ادا کرے اور اسکے فقط صرف چند صغیرہ ہی ہوں جن پر اسنے اصرار

اصرار نہ کیا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے صرف مناقشہ حساب ہی کا ہوگا اور کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا حساب کے ہوتے پلہ حسنات کا
سیئات سے بھاری پڑجاویگا کیونکہ اخبار میں وارد ہے کہ نماز ہائے پنجگانہ اور جمعہ اور رمضان مبارک کے روزے بیچ کی خطاؤں کا
کفارہ ہوجاتے ہیں اور کبیروں سے بچنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ صغیروں کا کفارہ ہوتا ہے اور ادنی درجہ کفارہ ہونے کا یہ ہے کہ
اگر حساب کو دفع نہ کرے تو عذاب کو تو دفع کرے اور جس شخص کا حال مثل مرقومہ بالا ہوگا اسکا پلہ بھاری ہوگا تو قیاس یہ چاہتا ہے
کہ بعد پلہ بھاری ٹھہرنے کے اور حساب سے فارغ ہونے کے ابھی چین میں ہوجاوے یعنی زمرۂ مقربین یا اصحاب یمین میں لاحق ہوتا
اور بہشت عدن خواہ فردوس میں داخل ہوتا منحصر اقسام ایمان پر ہے اسلئے کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک تقلیدی جیسا ایمان عوام کا کہ
جو کچھ سنتے ہیں اسکو سچ جانتے ہیں اور اسی پر ہمیشہ رہتے ہیں دوسرا ایمان کشفی کہ نور الٰہی سے سینہ کھلجانے سے حاصل ہوتا ہے اور
اسمیں سب موجود اشیاء اپنی طرح پر کما حقہ منکشف ہوجاتے ہیں اور واضح ہوجاتا ہے کہ سب کا مرجع خدا تعالیٰ کی طرف ہے اور
سب موجودات خدا تعالیٰ اور اسکی صفات و افعال سے ہیں اور [illegible] اس قسم کے ایمان والے مقرب ہونگے اور ملاء اعلیٰ سے قریب
نہایت درجے کا رکھنے ہونگے اور فردوس اعلیٰ میں انکا مقام ہوگا پھر انکے بہت سے مراتب ہونگے بعضے آگے [illegible] ہونگے
بعضے نہیں ہونگے جتنا تفاوت انکی معرفت میں ہوگا اتنا ہی انکے قرب میں ہوگا معرفت میں درجات عارفین کے [illegible]
کہ جلال خداوندی کی کنہ کو معلوم کرنا ممکن نہ ہوا اسکی معرفت دریائے ناپیدا کنار ہے جسکا ساحل ہو نہ تہ [illegible]
لگاتے ہیں وہ اپنی طاقت کے موافق ہاتھ پاؤں مارتے ہیں یا حقیقت کے اندر [illegible] انکا نام لکھا یا ہی یا مقصد [illegible] ہوتے ہیں چونکہ
طریق الی اللہ کے منازل بے نہایت ہیں تو سالکین کے درجات بھی بے نہایت ہونگے اب جو شخص ایمان تقلیدی رکھتا ہوگا وہ
اصحاب یمین کے زمرے میں تو ہوگا مگر اسکا درجہ مقربین کے درجے سے کم ہوگا پھر اصحاب یمین کے بھی بہت مراتب ہونگے انکی اعلیٰ
رتبہ والا مقربین کے ادنیٰ درجے والے کے قریب قریب ہوگا یہ حال اس شخص کا بیان ہوا جسنے تمام کبیروں سے اجتناب کیا اور
سب فرائض کو یعنی پانچوں ارکان اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ کلمہ شہادت زبان سے ادا کیا اب اس شخص کا حال معلوم کرنا چاہیے
جسنے ایک یا زیادہ کبیرہ گناہ کیا ہو اور بعض ارکان اسلام کو چھوڑ دیا ہو ایسا شخص اگر موت کے وقت سے پہلے توبہ خالص کرلیگا تب تو ایسا
ہوگا جیسا وہ شخص تھا جسنے کبیرہ نہیں کیا تھا اسلئے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اور واقع ہے کہ کپڑا دھو ڈالنے سے ایسا ہو جاتا
گویا اس سے میل اسپر لگا ہی نہ تھا اور اگر توبہ سے پیشتر مرگیا تب البتہ موت کے وقت اسکے حال کا خوف ہے کیونکہ موت اگر اس گناہ
اصرار پر ہوگی تو کیا عجب ہے کہ ایمان لغزش کھا جاوے اور انجام برا ہو خصوصا جبکہ ایمان تقلیدی ہو کہ تقلید اگرچہ پختہ ہوتی ہے
الا ادنیٰ شبہہ اور خیال سے ڈھیلی ہوجاتی ہے اور عارف اہل بصیرت پر خوف خاتمہ کے بگڑنے کا نہیں اور یہ دونوں اگر ایمان پر مرینگے
تو اگر معاف نہونگے حساب کی باز پرس کی نسبت کچھ زیادہ عذاب ہوگا اور اس عذاب کی کثرت تو بقدر زیادتی مدت اصرار کے
ہوگی اور شدت بحسب کبائر کے برائی کی اور قسم عذاب کا اختلاف موافق اختلاف اقسام خطاؤں کے ہوگا اور بعد عذاب [illegible]
ہونیکے بعد یہ مقلد تو اصحاب یمین کے درجات میں ملجاویگا اور عارف اہل بصیرت اعلیٰ علیین میں چلے جاوینگے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

کہ جو شخص آخر کو دوزخ میں سے نکلیگا اسکو ساری دنیا کے دس گنے کے برابر ملیگا اس سے غرض پیمایش اجسام نہ سمجھنی چاہیے کہ اگر دنیا مثلاً ایک ہزار کوس کی ہو تو اسکو دس ہزار کوس زمین ملیگی اسمین مثال بیان کرنے کے طریق سے ناواقفیت پائی جاتی ہے بلکہ اسکو یوں سمجھنا چاہیے مثلاً کوئی کہے کہ اسنے اونٹ لیا اور اسکا دس گنا اسکو دیا یعنی اگر اونٹ دس روپیہ کا تھا تو اسکو سو روپیے دیے اور اگر اس کے مثل ہی سمجھے تو ظاہر ہے کہ سو روپیہ اونٹ کا دسوین حصے کے بھی وزن میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ مثال میں مقابلہ معانی اور ارواح اجسام کا ہوتا ہے نہ انکے وجود اور شکل کا مثلاً اونٹ سے غرض اسکا وزن اور طول وعرض نہیں بلکہ مقصود اسکی مالیت ہے پس اسکی روح مالیت ہے اور گوشت و پوست اسکا جسم ہے تو سو روپیہ اسکے دس گنے باعتبار وزن روحانی کے ہیں نہ باعتبار وزن جسمانی کے اور جو شخص کہ مالیت نقدی اور اونٹ کی جانتا ہے اسکے نزدیک سو روپیہ کو دس گنا اونٹ کا کہنا صحیح ہے ہاں ٹھیک کہ اگر اسکو سو روپیہ کی عوض ایک جوہر جسکا وزن چند ماشہ اور مول سو روپیہ ہوتا دیدیتا اور کہتا کہ میں نے اسکو دس گنا دیا تو درست تھا مگر اس قول کی راستی سوائے جوہریوں کے اور کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ جوہر کی روح صرف آنکھ سے نہیں معلوم ہوتی اسکے لیے سوائے نظر ظاہری کے ایک اور دانائی کی بھی حاجت ہے اسی جہت سے اس قول کو لڑکا اور گنوار نہ مانیگا وہ کہینگے کہ جوہر کا وزن تو چند ماشہ ہے اور اونٹ کا وزن اس سے ہزار گنا زیادہ ہے تو یہ شخص جو کہتا ہے کہ میں نے دس گنا دیا جھوٹ بولتا ہے حالانکہ حقیقت میں یہی دونوں جھوٹے ہیں مگر انکے نزدیک یہ بات جب سچی ہو جب ان دونوں کو وہ نور دل میں آجاوے جس سے کہ روح جوہر اور مال کی معلوم ہوتی ہے اور یہ بات لڑکے کو بعد بلوغ کے اور گنوار کو بعد تعلیم کے آتی ہے اسوقت انکو اس قول کی راستی معلوم ہوتی ہے اسیطرح عارف آدمی مقلد کو راستی اس حدیث شریف کی نہیں سمجھا سکتا کہ دنیا کی دس گنی جنت کسطرح ملیگی مقلد یہ تقریر کرتا ہے کہ بموجب مضمون احادیث جنت آسمانوں میں ہے اور آسمان دنیا میں شمار ہوتے ہیں تو پھر جنت اسکی دس گنی کسطرح ملیگی یہی حال اس بالغ کا ہے جو لڑکے کو سمجھانے لگے کہ جوہر کسطرح بڑا ہے یا جوہری گنوار کو سمجھاوے کہ جوہر میں یہ قیمت ہوتی ہے اور جسطرح کہ جوہری کسی گنوار یا ناواقف کو قدر جوہر سمجھانے میں قابل رحم ہے اسیطرح جو عارف کہ کسی غبی جاہل کو یہ تقریر حدیث کی سمجھادے تو وہ بھی قابل رحم ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ [32] ارحموا ثلاثۃ عالما بین الجہال وغنی قوم افتقر وعزیز قوم ذل اور اس سبب سے انبیا بھی اپنی امت میں قابل رحم ہیں کہ نقصان عقل امت کی جہت سے جو کچھ انکو صدمے ہوے وہ انکے حق میں اللہ کیطرف سے امتحان اور آزمائش تھی کہ بحکم تقدیر ازلی ان پر آپڑی تھی اور یہی مراد ہے اس حدیث شریف میں کہ [33] البلاء موکل بالانبیاء والاولیاء ثم الامثل فالامثل پس بلا کو اس حدیث میں مثل مصیبت حضرت ایوب علیہ السلام کے نہ سمجھنا چاہیے جو بدن پر نازل ہوتی ہے بلکہ بلا سے وہی مصیبت و ایذا مراد ہے جو نا سمجھوں کے ساتھ معاملہ پڑنے سے ہوتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسے لوگوں سے کام پڑا تھا کہ جتنا انھوں نے انکو خدا کیطرف بلایا اتنا ہی انکو نفرت زیادہ ہوئی یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض لوگوں کے کلام سے ایذا ہوئی تو فرمایا کہ [34] خدا تعالی رحم کرے میرے بھائی موسی پر کہ لوگوں نے انکو اس سے زیادہ ستایا مگر انھوں نے صبر کیا پھر جسطرح کہ انبیا کو منکروں سے کام پڑتا ہے اور اسی سے انکی آزمائش ہوتی ہے اسیطرح اولیا اور علما کو بھی جاہلوں سے کام پڑتا ہے اور انکے امتحان کا باعث ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اولیا کسی نہ کسی طرح کی ایذا سے خالی نہیں

۳۱ بخاری بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۳۲ رحم کرو تین شخصوں پر عالم پر جو درمیان جاہلوں کے ہو اور کسی قوم کے غنی پر جو فقیر ہو گیا ہو اور کسی قوم کے عزیز پر جو ذلیل ہو گیا ہو ۱۲ ابن حبان در ضعفا بروایت انس اور اسکی سند میں عیسی ضعیف ۱۲ ۳۳ مع بلا بعین

ہوتے انکا بھی امتحان لیا جاتا ہے بایں طور کہ شہر سے نکال دیے جاتے ہیں سلاطین وقت کے سامنے انکی چغلی کھاتے ہیں کچھ لوگ
انکے کفر پر گواہی دیتے ہیں اور کچھ بددین کہتے ہیں۔ اور یہ تو ضرور ہی ہے کہ جو لوگ اہل معرفت ہیں وہ جاہلوں کے نزدیک کافر ہیں جیسے
اگر کوئی اپنا اونٹ جوہر کے بدلے ڈالدے تو یہ بات اسکو بیوقوف اور مال اڑاؤ کہینگے جب تمکو یہ تحقیق معلوم ہو چکی اب یہ بیان لانا چاہیے
کہ واقع میں جو مضمون حدیث شریف میں مذکور ہے کہ دوزخ سے پچھلا شخص جو نکلیگا اسکو دس گنے دنیا کے برابر ملیگا بیشک درست
ہے بجا ہے اور خبردار کہیں ایسا نہو کہ تصدیق کو منحصر انہی چیزوں پر کرو جو حواس سے اور آنکھ سے معلوم ہوتی ہیں ایسا کروگے تو خاصے دوپائے
گدھے ہونگے اسلیے کہ حواس خمسہ سے جانتے ہیں تو گدھا بھی تمہارا شریک ہے تمکو جو گدھے سے تمیز ہے تو اسی لطیفہ کی جہت سے
ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش ہوا اور سب نے اسکے اٹھانے سے انکار کیا اور جو چیز عالم حواس سے خارج ہے وہ اسی لطیفہ
سے معلوم ہوتی ہے جس سے آدمی فرشتے اور تمام حیوانوں سے ممتاز ہے پس جو شخص اسکو بیکار کر دے اور اس سے کام نہ لے اور
محسوسات تک اپنی معلومات کو منحصر کر دے آگے نہ بڑھے صرف بہائم کے درجہ پر قانع ہو وہ اپنے نفس کو خرابی میں ڈالتا ہے اور برباد اور
دینی تم ایسے نہ ہو اسلیے کہ جو شخص صرف محسوسات ہی کو ادراک کریگا تو خدا کو کبھو نہ دیکھیگا کیونکہ خدا کی ذات تو حواس سے
قابل ادراک نہیں اور جو خدا کو نہ دیکھیگا خدا تعالیٰ اسکو اسکا نفس بھلا دیگا یعنی پھر ترقی اسکو نصیب نہو گی بہائم ہی میں رہجاویگا
اسوجہ سے کہ جو امانت خداوندی تھی اسمیں اسنے خیانت کی اور اسکی نعمت کا منکر ہوا اور اپنے آپکو اسکے انتقام کیلیے پیش کیا
بلکہ ایسے شخص کا حال تو بہیمہ سے بھی برا ہوگا اسواسطے کہ بہیمہ تو مرنے پر چھٹی تو ہو جائیگی اور اس شخص کا یہ حال ہوگا کہ امانت مالک کے
سپرد کرنی پڑیگی کیونکہ امانت کا ٹھکانا اور رجوع اسی کیطرف ہے اور یہ امانت آفتاب تاباں کیطرح تھی اس بدن فانی میں آکر غروب
ہوگئی مگر جب یہ قالب بگڑیگا تو وہی امانت پھر غروب ہونیکی جگہ سے نکلیگی اور اپنے پیدا کرنیوالے کے پاس چلی جائیگی یا تو دھندلی گہن
لگی نکلیگی یا چمکتی دمکتی ہوگی چمکتی کو تو دربار کی حضوری سے کچھ حجاب نہوگا اور دھندلی بھی وہاں ہی پہونچیگی کیونکہ وہ دربار تو مرجع کل ہے مگر
اوندھے منہ پہونچیگی اسکا رخ اعلیٰ علیین کیطرف سے اسفل السافلین کیطرف کو پھرا ہوگا اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو تری اذ المجرمون ناکسو
رؤسہم عند ربہم اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجرم بھی پروردگار کے پاس ہونگے مگر اوندھے منہ ہونگے کہ انکے چہرے پشت کیطرف بدل گئے
ہونگے اور اوپر کیطرف نیچے ہوگئے ہونگے اور انمیں کچھ اختیار نہیں جو شخص توفیق سے محروم رہتا ہے اسپر خدا کا حکم اسیطرح ہے خدا ہمکو
اپنے فضل و کرم سے جاہلوں کے مقام پر نہ پہونچاوے اور گمراہی سے بچاوے یہ ہے بیان تفرقہ ان لوگوں کا جو دوزخ سے نکلکر دنیا سے
دس گنا زیادہ پاوینگے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ دوزخ سے جز موحد کے اور کوئی نہیں نکلے گا اور ہماری غرض توحید سے یہ نہیں کہ
زبان سے کہہ لیا لا الہ الا اللہ کیونکہ زبان عالم ظاہری سے ہے اسکا فائدہ فقط دنیا ہی تک ہوتا ہے مثلاً جو صرف زبان سے یہ کلمہ کہتا ہے
اسکی گردن نہیں ماری جاتی اسکا مال لوٹ سے محفوظ رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ گردن اور مال کی مدت زندگی تک ہے تو جس جگہ نہ گردن ہوگی
نہ مال وہاں زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا کیا فائدہ دیگا وہاں توحید کا کمال اور اسکا سچا ہونا کام آویگا اسطرح کہ تمام امور کو خدا
کیطرف سے جانے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ خلق میں سے کسی پر غصہ نہو کہ اسکے ساتھ کوئی کچھ سلوک کرے کیونکہ جب سب چیزیں خدا کی

طرف سے ہیں تو خلق خدا صرف ذریعہ ہیں مسبب الاسباب سب کی تو وہی ایک ذات ہے چنانچہ اسکی تحقیق باب توکل میں آویگی اس توحید میں
بھی لوگ مختلف درجے کے ہیں بعضوں کی توحید پہاڑ کے برابر ہے اور بعضوں کی مثقال کے برابر اور بعضوں کی رائی کے برابر ہیں
جنکی توحید دینار کے برابر ہوگی وہ دوزخ سے اول نکلیگا حدیث شریف میں ہے کہ اخرجوا من النار من فی قلبہ مثقال دینار من ایمان
اور سب سے پیچھے جو دوزخ سے نکلیگا وہ ہوگا کہ اسکے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا اور مثقال اور ذرہ کے درمیان بہت تفاوت ہے اور
درمیان میں انکے بموجب نکلتے جاوینگے یعنی اول مثقال کے طبقے کے لوگ پھر اس سے کم پھر اس سے کم حتی کہ آخر کو ذرہ برابر
ایمان والونکی جماعت نکلیگی اور وزن مثقال و ذرہ کو بطور ضرب المثل سمجھنا چاہیے جیسا کہ ہم نقدین و نقد کے عوض کے باب میں لکھ چکے
ہیں اور جو ہیں جو دوزخ میں جاوینگے تو اسکی غالبا وجہ یہی ہوگی کہ لوگوں کے حق انکے ذمے نکلینگے اور حقوق کے سبب حدیث شریف میں
ایسے کہے ہیں باقی اقسام گناہ ہیں تو قابل عفو و تکفیر ہیں چنانچہ روایت ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جاویگا اور اسکی
نیکیاں پہاڑوں کے برابر ہونگی کہ اگر اسکے پاس رہتیں تو جنتی ہوتا مگر اسوقت اہل حقوق آجاوینگے کہ اسنے ظلم کیا ہوگا کسی کو
گالی دی ہوگی بعضوں کو مارا ہوگا بعضوں کا مال لے لیا ہوگا اسکی نیکیوں میں سے ان لوگوں کو دیا جاویگا یہانتک کہ اسکے پاس ایک نیکی نہ رہیگی
پھر فرشتے عرض کرینگے کہ خداوندا اس شخص کی نیکیاں تو ہو چکیں اور ابھی طالب بہت باقی ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویگا کہ ان لوگوں کی
برائیاں میں سے اسکی برائیوں پر اضافہ کردو اور دوزخ کا نام ایک قبالہ اسکے لیے لکھ دو اسیطرح کہ آدمی دوسرے کے بدلے اسکی
برائیوں کے سبب ہلاک ہوتا ہے اسیطرح مظلوم آدمی کے پاس جب ظالم کی نیکیاں ظلم کے بدلے میں آتی ہیں تو اسکو نجات ہو جاتی ہے
ابن جلاء صوفی کے حال میں لکھا ہے کہ انکے کسی بھائی نے انکی غیبت کی بعد اسکے معافی لینے کے لیے آدمی بھیجا انہوں نے فرمایا
کہ میں معاف نہیں کرونگا میرے نامۂ اعمال میں اس سے بہتر کوئی نیکی نہیں ہے اسے کیسے مٹا دوں اور یہ بھی کہا کہ غیبت اور
اور بھائیوں نے مجھکو کہا تو انکے حق میں گناہ ہیں مگر میرے لیے حسنات ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اپنے نامۂ اعمال کو انسے زینت دوں
یہ ہے جو آخرت میں درجات سعادت و شقاوت میں لوگ مختلف ہونگے مگر یہ جو حکم ہر ایک فرقے کا لکھا تو باعتبار ظاہر اسباب کے
لکھا ہے جیسے طبیب ایک بیمار کو کہدیتا ہے کہ یہ بیشک مر جاویگا اسکا مرض قابل علاج نہیں اور دوسرے بیمار کو کہتا ہے کہ اسکی بیماری بہت
خفیف ہے اور علاج بھی آسان تو یہ قول طبیب کا ان دونوں کے حق میں باعتبار اکثر احوال کے ہے ورنہ بعضوں وقت قریب مرگ کے
زندہ ہو جاتا ہے اور خفیف مرض والا چل دیتا ہے طبیب کو خبر نہیں ہوتی غرضکہ یہ امر اللہ تعالیٰ کے خفیہ اسرار میں سے ہے جو زندہ آدمیوں
کی روحوں میں رکھے ہیں اور ایسے دقیق اسباب ہیں کہ مسبب الاسباب نے ایک وقت و اندازہ مقرر کیا اور ترتیب کر رکھا ہے آدمی کی
طاقت نہیں کہ انکی کنہ کو جان سکے اسیطرح آخرت کی نجات و فلاح کے بھی اسباب خفیہ ہیں کہ انکی اطلاع آدمی کی طاقت سے
باہر ہے جس سبب خفی سے نجات ہوتی ہے اسکو عفو اور رضا کہتے ہیں اور جو موجب ہلاک ہے اسکو غضب اور انتقام سے تعبیر کرتے ہیں
اور انکے سوا ایک اور مشیت ازلی الٰہی کا بھید ہے جسکی اطلاع خلق کو نہیں ہوتی اسلیے ہم پر واجب ہے کہ گنہگار کے عفو کو جائز جانیں گو
اسکی خطائیں ظاہری بہت ہوں اور غضب کو مطیع پر روا سمجھیں اگرچہ طاعات ظاہری زیادہ ہوں اسلیے کہ اعتبار تقوی کا ہے اور

تقویٰ ایسی چیز دقیق دل میں ہے کہ خود متقی کو اسپر اطلاع نہیں ہوتی دوسرے کو کسطرح ہو پھر بھی ارباب قلوب پر یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ جب بندے میں کوئی سبب خفی عفو کا مقتضی ہوتا ہے جبھی عفو ہوا کرتا ہے اور غضب بھی جبھی ہوتا ہے جب کوئی سبب باطنی مقتضی بعد کا خدا سے ہو اور اگر یہ بات نہو تو عفو اور غضب اعمال و اوصاف کی جزا نہوں اور اگر جزا نہو تو عدل نہو اور عدل نہو تو یہ آیت نہ چاہیے وما ربک بظلام للعبید اور یہ آیت ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ حالانکہ یہ سب قول صحیح ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو وہی ملیگا جو اسنے کیا ہوگا اور اپنی کمائی کو خود وہی بھگتیگا کردنی خویش آمدنی پیش اگر انسان کجروی کریگا تو خدا تعالیٰ اسکے دل کو کج کر دیگا جب وہ اپنے نفس کو بدلتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اسکی حالت بدل دیتا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتےٰ یغیروا ما بانفسہم اور یہ سب باتیں اہل دل کو آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ واضح ہوتی ہیں کیونکہ آنکھ کے دیکھنے میں غلطی کا احتمال ہے کہ کبھی بڑے کو چھوٹا دیکھتی ہے اور دور کو نزدیک اور دل کے مشاہدے میں غلطی نہیں ہوتی اسکو یہ کیفیت بعد بصیرت کھلنے کے حاصل ہوتی ہے اور اسکے بعد ہی دیکھا کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں کذب کا تصور نہیں ہو سکتا اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں ما کذب الفواد ما رای

تیسرا رتبہ نجات والونکا ہے اور نجات سے ہماری غرض صرف بچنے سے ہے نہ سعادت و فلاح سے یہ لوگ ایسے ہونگے کہ انہوں نے خدمت کی جو خلعت ہو اور نہ قصور کیا جو عذاب ملے اور غالب ہے کہ یہ حال کفار میں سے مجنونوں اور لڑکونکا اور بیہوشوں اور ان لوگونکا ہوگا جنکو دعوت اسلام نہ پہونچی ہو اور شہروں سے علیحدہ رہتے ہوں اور جہالت اور عدم معرفت پر انکی عمر کٹ گئی ہو ایسے لوگوں کو نہ معرفت ہے نہ انکار نہ طاعت ہے نہ معصیت نہ کوئی وسیلہ ہے کہ قربت حاصل ہو نہ کوئی خطا ہے جو خدا سے دور کرے اسی لیے اس قسم کے لوگ نہ اہل جنت میں نہ دوزخی بلکہ ایک ایسی جگہ رہینگے جو جنت و دوزخ کے درمیان ہے اور جسکو شرع میں اعراف کہتے ہیں اس مقام میں کچھ فرقوں کا خلق میں سے رہنا تو آیات و احادیث سے یقیناً ثابت ہے اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہے مگر کسی خاص فرقے کو یہ کہنا کہ یہ بھی اعراف میں قطعاً رہینگے یہ امر ظنی ہے مثلاً لڑکوں کو کفار کے اعراف میں رہنے کا حکم مظنون ہے یقینی نہیں اور اسکی اطلاع ٹھیک ٹھیک عالم نبوت میں ہے اولیا و علما کے رتبے کی ترقی اس درجے تک بعید ہے علاوہ ازیں لڑکوں کے باب میں اخبار بھی مختلف ہیں یہانتک کہ جب ایک لڑکا مرگیا حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا اس صورت میں اشتباہ اس مقام میں غالب تر ہے چوتھا رتبہ فلاح والونکا ہے یہ لوگ بدون تقلید کے عارف ہونگے اور وہی مقرب و سابق ہیں اسلیے کہ مقلد کو اگر فی الجملہ کسی مقام میں جنت کے فوز ہو گا بھی تو اصحاب یمین ہی سے رہیگا اور یہ لوگ مقرب ہونگے اور جو کچھ انکو ملیگا حد بیان سے باہر ہے اور جسقدر بیان ہو سکتا ہے وہ وہ ہے جو قرآن شریف میں مذکور ہے خدا تعالیٰ کے بیان سے زیادہ کیا کوئی کہیگا اور جس بات کی تعبیر اس عالم میں نہیں ہو سکتی اسکو خدا تعالیٰ نے بطور اجمال ارشاد فرمایا ہے چنانچہ فرمایا فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور عارفوں کا مقصود وہ ہی

حالت ہوتی ہے جو کسی بشر کے دل پر اس عالم مین نہین گذر سکتی اور حور و قصور و میوہ جات اور دودھ اور شہد اور شراب اور کنگن وغیرہ جو
جنت کی اشیا ہین انپر عارفون کو حرص نہین ہوتی اور اگر انکو یہ چیزین دیجاوینگی تو انھین پر قناعت نہ کرینگے بلکہ طالب لذت دیدار
الٰہی ہونگے کہ غایت سعادت اور انتہاے لذت وہی ہے اور اسیواسطے جب حضرت رابعہ عدویہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی رغبت
جنت مین کیا ہے تو انھون نے فرمایا کہ اول صاحب خانہ پھر خانہ حاصل یہ کہ ان لوگون کے دلون مین صاحب خانہ یعنی خداوند
کریم کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ انکو خانہ یعنی جنت اور اسکی آرائش کی کچھ پروا نہین بلکہ سواے محبوب کے کسی چیز کی تمنا نہین یہانتک
کہ اپنے نفس سے بھی اسکے عشق مین بیخبر ہوتے ہین اور انکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عاشق کہ اپنے معشوق کے دیکھنے کی فکر مین ڈوبا
ہو اس حال مین اسکو اپنے نفس کی خبر نہین ہوتی اور جو صدمہ انکو بدن پر پہونچتا ہے ذرا نہین معلوم ہوتا اس حالت کو فنا فی المحبوب
کہتے ہین یعنی اسکی نوبت اس درجے کو پہونچ گئی کہ سواے محبوب کے اور کوئی چیز اسکو پیش نظر نہین نہ دلمین غیر محبوب کی گنجایش
باقی تاکہ اسکی طرف التفات کرے وہ غیر خواہ اسکا نفس ہو یا دوسری کوئی چیز ہو۔ اس حالت سے آخرت مین وہ چیز عنایت
ہوگی جو اس دنیا مین کسی بشر کے دلمین نہین آسکتی ہے جیسے کہ صورت رنگ و آواز کی بہرے اندھے آدمی کے دل پر مفہوم نہین
ہوتی لیکن اگر اسکے کان اور آنکھ کا حجاب دور ہو جاوے تو ان چیزون کا حال معلوم کرنے لگیگا اور جان لیگا کہ واقع مین [illegible] بہرے
دلمین انکا آنا متصور نہ تھا اسی طرح دنیا بھی درحقیقت ایک حجاب ہے اسکے اٹھنے سے آدمی کو لذت حیات طیب کی معلوم ہوتی اور
اس مضمون کا ادراک ہوتا ہے کہ وان الدار الآخرة لهي الحيوان لو كانوا يعلمون بس اسقدر بیان تقسیم درجات کا حسنات پر کافی ہے

اور اللہ ہی کے ہاتھ توفیق ہے

تیسرا بیان اس باب مین کہ کون سی بات سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے جاننا چاہیے کہ صغیرہ چند اسباب سے کبیرہ ہوجاتا ہے ان مین
سے ایک اصرار و مواظبت ہے اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ اصرار کے ساتھ کوئی سا گناہ صغیرہ نہین اور نہ استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ اسکا
حاصل یہ ہوا کہ اگر آدمی ایک کبیرہ کرکے باز رہے اور پھر دوسرا کبیرہ نہ کرے اگر یہ امر ممکن ہو تو توقع عفو کی اس صورت مین زیادہ ہے
بہ نسبت گناہ صغیرہ کے جسپر مداومت کیجاوے اور اسکی مثال یہ ہے کہ اگر پتھر پر پانی کا ایک ایک قطرہ پے درپے گرتا رہے تو اسمین نشان پڑ
جاویگا اور اگر سارا پانی اسی مقدار جتنا قطرون مین گرا ہے ایک دفعہ پتھر پر ڈال دیا جاوے تو کچھ نشان نہوگا اسی تاثیر کی جہت سے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خیر الاعمال ادومها وان قل اور چونکہ چیزین اپنی ضدون سے معلوم ہوا کرتی ہین تو
جب اس حدیث سے یہ پایا گیا وہ عمل دائم گو قلیل ہو نافع ہوتا ہے اسلیے معلوم ہوا کہ بہت سا عمل جو آدمی ایک ہی بار کرے
اس سے دل کی جلا و تطہیر مین نفع کم ہوتا ہے اسیطرح گناہ صغیرہ پر آدمی دوام کرے تو اسکی تاثیر دل کو میلا اور تاریک کرنے
مین زیادہ ہوگی۔ مگر اتنی بات ہے کہ آدمی کا گناہ کبیرہ پر ایکبارگی مرتکب ہوجانا بدون اسکے کہ اس سے پہلے اور پیچھے گناہ
صغیرہ نہ کرے کمتر پایا جاتا ہے مثلاً زانی جب زنا کرتا ہے تو یہ کم ہوتا ہے کہ پہلے سے ارادہ اور مقدمات زنا نہ کرلے اسیطرح قاتل
یکایک قتل نہین کر بیٹھتا جب تک کہ پہلے سے دشمنی اور عداوت نہو اور اسی طرح ہر ایک کبیرہ کے ارتکاب مین ضمناً ابتدا اور انتہا

ہیں صغیرہ بھی پائے جاتے ہیں اور اگر بالفرض کوئی ایسا کبیرہ سرزد ہو کہ اسکے ارتکاب میں صغیرہ نکرنا پڑے یکایک کبیرہ ہی ہو جاوے
اور دوبارہ اسکے کرنیکی نوبت نہ آوے تو غالبا اسکے معاف ہونے کی توقع زیادہ ہے بہ نسبت اس صغیرہ کے جسپر انسان عمر بھر
مواظبت کرے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہو جانیکا یہ ہے کہ گناہ کو چھوٹا جانے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جتنا آدمی اپنے گناہ کو زیادہ
سمجھیگا وہ خدا تعالی کے نزدیک چھوٹا ہوگا اور جتنا گناہ کو صغیرہ جانیگا وہ خدا کے نزدیک کبیرہ ہوگا اسواسطے کہ گناہ کو بڑا سمجھنا اس
بات کی دلیل ہے کہ دلمیں کراہت و نفرت اس گناہ کی موجود ہے اسلیے اسکی تاثیر بھی دلمیں خوب نہیں ہوتی اور گناہ کو چھوٹا جاننے سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ دل کو اسکے ساتھ الفت ہے اور اسیوجہ سے دلمیں اسکا اثر بہت پڑتا ہے اور طاعات سے مطلب یہی ہے کہ دلمیں
روشنی ہو جاوے اور خطاؤں سے یہی خوف ہے کہ دلپر سیاہی نہ آوے اور یہی وجہ ہے کہ جب آدمی سے کوئی بات غفلت میں ہو جاوے
تو اسپر مواخذہ نہیں ہوتا کیونکہ غفلت میں دلپر تاثیر نہیں ہوتی اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا جانتا
ہے کہ گویا ایک پہاڑ اوپر آگیا اب سرپر گر پڑیگا اور منافق اپنی خطا کو ایسا سمجھتا ہے جیسے ناک پر مکھی بیٹھی اور اسکو اڑا دیا اور بعض
اکابر کا قول ہے کہ جس گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی وہ وہ گناہ ہے کہ جسکے بعد آدمی یہ کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو تمام گناہ میں نے کیے
ہیں سب ایسے ہی ہوتے اور ایمان والے کے دل میں گناہ کی عظمت کی یہ وجہ ہے کہ اسکو خدا تعالی کے جلال کا علم ہوتا ہے
جب اسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اس گناہ سے کس کی نافرمانی کی تو صغیرہ بھی نظروں میں کبیرہ سوجھتا ہے روایت ہے کہ اللہ تعالی
نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی کا لحاظ مت کر بلکہ یہ دیکھ کہ جسنے بھیجا ہے وہ کتنا بڑا ہے اور اپنی خطا کے چھوٹا ہونیکو مت دیکھ
بلکہ اسبات کا لحاظ کر کہ اس خطا سے تو نے کس کا مقابلہ کیا ہے اور اسی اعتبار سے بعض عارفوں کا مقولہ ہے کہ صغیرہ گناہ کا وجود
ہی نہیں جس امر میں مخالفت الہی ہو وہ کبیرہ ہی ہے اسیطرح بعض صحابہ رض سے منقول ہے کہ انھوں نے تابعین کو ارشاد فرمایا کہ تم ایسے
عمل کرتے ہو کہ تمہاری نظروں میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہیں حالانکہ ہم انکو زمانہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم میں مہلکات
سے سمجھتے تھے اسکی وجہ یہی ہے کہ صحابہ رض کو جلال کبریائی بروجہ کامل معلوم تھا اسیلیے صغیرہ گناہ بھی ان کے نزدیک باعتبار
جلال خداوندی کے کبیرہ تھے اور اسیوجہ سے عالم شخص سے بعض باتیں بری معلوم ہوتی ہیں بہ نسبت جاہل کے اور عامی شخص سے
بعض باتیں درگذر کیجاتی ہیں حالانکہ عارف سے ویسی باتوں میں درگذر نہیں ہوتی کیونکہ گناہ اور مخالفت اسقدر بڑے ہوتے ہیں جسقدر
کہ کرنیوالے کی معرفت زیادہ ہوتی ہے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہونیکا یہ ہے کہ گناہ کرکے خوش ہو اور فخر کرے اور جانے کہ مجھسے جو یہ
کام ہوا تو خدا کی نعمت کے سبب سے ہوا اور اسبات سے غافل ہو کہ یہ قصور موجب شقاوت ہے پس جسقدر کہ صغیرہ کا آدمی کو مزہ معلوم
ہوگا اتنا ہی وہ بڑا ہوگا اور دل کی تاریکی میں اسکی تاثیر بھی قوی ہوگی یہانتک کہ بعض گنہگار ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی خطا کی داد چاہتے
ہیں اور اسکے ارتکاب سے نہایت خوشی ظاہر کرتے ہیں مثلا مناظرہ والا کہتا ہے کہ کیوں تمنے دیکھا ہم نے فلاں شخص کو کیسا فضیحت
کیا اور کیسے عیب بیان کیے کہ خجالت زدہ کردیا اور کیسا بنایا اور خفیف کیا اور تاجر کہتا ہے کہ دیکھو ہمنے کیسی کھوٹی چیز کیسی بڑھیا کہکر اور
اسکو فریب دے دیا اور اسکے مال میں کیسا اسکو وہم دیا اور الو بنایا وغیرہ اس قسم کی باتیں ایسی ہیں کہ ایسے صغیرہ گناہ کبیرہ

ہو جاتا ہی اسلیے کہ گناہ مہلکات مین سے ہین جب آدمی ان مین مبتلا ہو جاوے اور شیطان کی بن پڑے کہ اس سے اپنی مرضی
کے موافق کام لے تو اس امر مین مقام افسوس اور مصیبت کا ہی کہ دشمن اپنے اوپر غالب ہوا اور اپنے آپ کو دوری خدا تعالے
سے حاصل ہوئی دیکھو اگر بیمار کسی برتن مین دوا پیتا ہے اور وہ اتفاق سے ٹوٹ جاوے اور اسکے ٹوٹنے سے بیمار کو اسوجہ
خوشی ہو کہ اب رنج دوا پینے کا جاتا رہا تو اسکے اچھا ہونیکی توقع نہ ہوگی اور ایک وجہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی یہ ہی کہ خدا کی پردہ پوشی اور
مہلت دینے اور حلم کرنے کا اسکی عنایت کا باعث سمجھے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ بلحاظ گناہ کے ترک کرنے مین کاہلی کرے اور یہ نہ جانے کہ
مہلت دینے سے خدا تعالی کو یہ منظور ہی کہ اور زیادہ گناہ کرلے تو یہ مہلت دلیل خفگی کی ہے جسکو یہ شخص موجب عنایت سمجھا ہی پس
معلوم ہوا کہ خدا تعالی کے عذاب سے مامون ہی اور خدا سے مغالطہ کھانے سے ناواقف ہی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ویقولون فی انفسہم
لولا یعذبنا اللہ بما نقول حسبہم جہنم یصلونہا فبئس المصیر اور ایک سبب صغیرہ گناہ کے کبیرہ ہو جانیکا یہ ہی کہ گناہ کرکے اسکو کہتا پھرے
یا دوسرے کے سامنے کرے اسلیے کہ اسمین اول تو خدا کی پردہ پوشی کو دور کرنا ہی اور دوسرے غیر شخص کو اس گناہ کی رغبت دینی تو
گویا ایک گناہ کے ضمن مین دو خطائین ہوئین اسی جہت سے وہ قصور زیادہ ہو گیا اور اگر اس دوسرے سے کہنے پر اتنی بات
اور کرے کہ اسکے لیے سامان اس قصور کا جمع کردے تو چوتھا قصور ہوگا اور نہایت خراب بات ہوگی اور حدیث شریف مین
وارد ہی کہ سب آدمیون کے قصور معاف ہونگے مگر ان لوگون کے جو افشا کرتے ہین کہ رات کو کوئی قصور کیا اسکو خدا نے پوشیدہ
رکھا مگر انھون نے صبح کو اٹھکر خدا کے پردے کو توڑ ڈالا اور اپنے گناہ کو کہدیا اور ایسے شخص کے قصور معاف نہونگے یہ وجہ ہی
کہ صفات و انعامات خداوندی مین سے ایک یہ بھی ہی کہ اچھی بات کو ظاہر کرتا ہی اور عیوب کو چھپاتا ہی اور پردہ فاش نہین فرماتا
تو اپنے عیب کو ظاہر کرنا اس نعمت کی ناشکری کرنی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اول تو آدمی کو گناہ ہی نکرنا چاہیے اور اگر
کرے بھی تو دوسرے کو ترغیب نہ دے ورنہ دو گناہ کا مرتکب ہوگا اور یہین لحاظ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی المنافقون والمنافقات
بعضہم من بعض یامرون بالمنکر وینہون عن المعروف اور بعض سلف کا قول ہی کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان کی پردہ دری اس سے
بڑھکر نہین کرتا کہ اسکی مدد کسی گناہ مین کرے اور پھر اس قصور کو اسپر آسان کردے اور ایک وجہ کبیرہ ہو جانے کی یہ ہی کہ گناہ کرنیوالا
عالم مقتدا ہو تو عالم شخص جب کوئی صغیرہ گناہ کرے اسطرح کہ اسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کرنے لگین تو یہ گناہ اسکے حق مین کبیرہ
ہو جاویگا مثلاً اگر حریری کپڑا پہنے یا سونے کی سواری مین سوار ہو یا شبہے کا مال لیلے یا بادشاہون کے پاس آمد و رفت رکھے
اور انکے حال کو برا نہ جانے بلکہ انکی موافقت کرے یا مسلمانون کی عزت مین زبان درازی کرے یا مناظرے مین سخت سست
بکے یا کسی کو خفیف کرنیکا ارادہ ہو یا علوم مین سے ایسے علوم سیکھے جنسے صرف جاہ حاصل ہوتا ہے جیسے علم مناظرہ اور مجادلہ
وغیرہ پس اسطرح کے قصور عالم کے ایسے ہین کہ لوگ انکی سند کیا کرتے ہین عالم تو مر جاتا ہی مگر اسکی برائی باقی رہتی ہی اور مدتون
ایک جہان مین پھیلتی ہی تو کیا خوب آدمی ہی وہ شخص کہ جسکے گناہ بھی اسکے ساتھ ہی مر جاوین۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ جو شخص
ایک طریق بد نکالے تو اسپر خود اسکے کرنے کا گناہ ہوگا اور ان لوگون کا گناہ جو اس فعل کے مرتکب ہون حالانکہ ان سے بھی

سے بھی کچھ کم نہ کیا جاویگا یعنی مجرم کو جدا گناہ ہوگا اور بانی کو جدا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونکتب ما قدموا وآثارہم آثار انھین اعمال کو
کہتے ہین کہ بعد گذر جانے عمل اور عامل کے عامل کو پہونچتے رہین اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ عالم کی خرابی دوسرون کے
اتباع سے ہوتی ہے اس سے اگر لغزش ہوجاتی ہے تو توبہ کرلیتا ہے مگر لوگ اسبات کو کرنے لگتے ہین اور جہان مین منتشر کردیتے ہین
اور بعضون کا قول ہے کہ عالم کا لغزش مثل کشتی کے ٹوٹنے کے ہے کہ وہ خود بھی ڈوبتی ہے اور جو لوگ اسپر سوار ہون انکو بھی ڈبوتی
ہے اور بنی اسرائیل کی حکایتون مین مذکور ہے کہ ایک عالم لوگون کو بدعت سکھاکر گمراہ کیا کرتا تھا پھر اسکو توبہ نصیب ہوئی تو
ایک مدت تک خلق کی اصلاح کی خدا تعالیٰ نے اسوقت کے پیغمبر پر وحی بھیجی کہ اس سے کہدو کہ اگر تو نے صرف میرا ہی قصور
کیا ہوتا تو البتہ مین معاف کردیتا لیکن اسکا کیا علاج ہے کہ تو نے میرے بندون کو گمراہ کیا اور انکو گمراہی کے باعث مین نے
دوزخ مین ڈالدیا اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ علما کے لیے بڑا خطرہ ہے اسلیے انکو دو باتین کرنی چاہئین اول توبہ کہ گناہ کو سرے سے
ترک کرین اور دوسرے یہ کہ اگر سرزد ہوجاوے تو مخفی ہو ظاہر نہونے پاوے اور جسطرح کہ علما کے حق مین گناہون کے باعث وبال
زیادہ ہوتا ہے اسیطرح ان کی نیکیون کا ثواب بھی دوسرون کے اتباع کے باعث زیادہ ہوتا ہے مثلاً اگر عالم زینت ظاہری اور دنیا کی
رغبت چھوڑ دے اور دنیا سے تھوڑی شے پر قناعت کرے اور کھانا بقدر بسر اوقات کھاوے اور کپڑا اتر اپنا پہنے اور یہ باتین اسکے
اتباع سے اور لوگ عالم خواہ عوام اختیار کرلین تو جتنا ثواب اورون کو ملیگا وہ سب اسکو بھی ملے گا اور اگر خود عالم زینت کا
راغب ہوگا تو اس سے کم رتبے والے اسکی دیکھا دیکھی ضرور اوہر کو جھکینگے اور تکلف ظاہری بدون خدمت حکام ظالم اور مال
حرام کے اکٹھا کرنے کے ہو نہین سکتا تو گویا یہی عالم ان امور کا باعث ہوگا غرضکہ عالم کے حرکات سے جیسے کہ نفع زیادہ
ہوتا ہے ویسا ہی نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفصیل گناہون کی جنسے توبہ کرنی چاہیے اسیقدر کافی ہے جو یہانتک مذکور ہوئی

تیسری فصل اسباب مین کہ توبہ کامل کیا ہے اور اسکے شرائط اور آخر عمر تک دائم رہنے کے ذکر مین مشتمل ہین بیانون پر

بیان اول توبہ کامل کا حال یہ بات ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ توبہ اصل ندامت کو کہتے ہین جو موجب عزم و قصد کا ہے اور یہ
ندامت اسوجہ ہوتی ہے کہ علم گناہون کے حائل ہونے کا اپنے آپ مین اور اپنے محبوب مین ہوجاتا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ
ان تینون اجزا توبہ یعنی علم اور ندامت اور عزم مین سے ہر ایک کیلیے دوام اور کمال ہے اور کمال کی پہچان ہے اور دوام
کے لیے شرطین ہین تو ضرور ہوا کہ سب کو مذکور کیا جاوے علم کا بیان تو سبب توبہ کا بیان ہے جو عنقریب آویگا اول
ندامت کو سننا چاہیے کہ ندامت دل کے درد کا نام ہے جو محبوب کے فوت ہونے کی اطلاع سے اسکو ہوتا ہے اور اسکی پہچان یہ ہے
کہ حسرت و اندوہ بے پایان کا ہونا اور آنسوؤن کا بہانا اور بہت رونا اور فکر مین رہنا جیسے کوئی اپنی اولاد یا کسی دوسرے عزیز
قریب کی مصیبت سے واقف ہو کہ اسپر یہ بلا نازل ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسپر بھی بڑا صدمہ گذریگا اور خوب رو ویگا اب ہم پوچھتے ہین
کہ نفس سے زیادہ آدمی کا کونسا عزیز ہے اور آتش دوزخ سے بڑھکر کونسی بلا ہے اور گناہون سے زیادہ کونسی دلیل عذاب کے
نازل ہونے کی ہے اور خدا و رسول سے بڑھکر کونسا مخبر صادق ہے بلکہ ایک انسان جسکو طبیب کہتے ہین اگر کسی شخص سے کہدے

کہ تیرے بیٹے کو ایسا مرض ہوکہ اس سے جانبر نہوگا اور عنقریب مرجاویگا تو اسیوقت اُسپر رنج ٹوٹ پڑیگا اب یہ دیکھو کہ نہ تو
بیٹا اپنے نفس سے زیادہ عزیز ہے اور نہ طبیب خدا و رسول کی نسبت زیادہ جانتا ہو اور نہ زیادہ سچا ہی اور نہ موت دوزخ کی
آنچ سے زیادہ سخت ہو اور نہ مرض زیادہ تر دلالت موت پر رکھتا ہو بہ نسبت گناہوں کی دلالت کے خدا کے غضب پر اور دوزخ میں
پڑجانے پر اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے حال پر زیادہ حسرت و اندوہ کرنا چاہیے جسقدر رنج و ندامت زیادہ ہوگا اسیقدر
گناہوں کے دور ہونیکی توقع زیادہ ہوگی بہرحال ندامت صحیح کی پہچان یہی ہو کہ دل نرم ہو آنسو کثرت سے نکلیں اور حدیث شریف
میں وارد ہو کہ توبہ کرنیوالونکے پاس بیٹھا کرو کہ ان کے قلب نرم ہوتے ہیں اور ایک پہچان یہ ہو کہ گناہوں کی حلاوت کے بدلے
تلخی دلمیں جم جاوے کہ میل کے عوض کراہت اور رغبت کے عوض نفرت کرنے لگے اور بنی اسرائیل کے حالات میں مذکور
ہو کہ ایک شخص نے بہت برسوں تک عبادت میں کوشش کی مگر اثر توبہ کے قبول کا ظاہر نہ ہوا اسلیے وہ پیغمبر وقت سے
خواہان سفارش ہوا انھوں نے جناب باری میں اسکے لیے دعا کی خدا تعالی نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی
کہ اگر تمام آسمان و زمین کے رہنے والے اسکی سفارش کرینگے تب بھی اسکی توبہ قبول نہ کرونگا جبتک جس گناہ سے توبہ
کی ہو اسکا مزہ اسکے دلمیں رہیگا اب یہاں اگر کوئی کہے کہ گناہ تو طبعاً آدمی کو مرغوب ہوتے ہیں ان کی تلخی دل میں کسطرح
جاگزین ہوگی تو اسکا جواب یہ ہو کہ فرض کرو کہ کسی نے شہد کھایا جسمیں زہر ملا ہوا تھا اور مزے کیوقت معلوم نہوا بلکہ لذیذ معلوم
ہوا مگر پھر بیمار پڑا اور مرض بڑھ گیا بال گر گئے اعضا اینٹھ گئے اب اگر پھر اسکے سامنے شہد آوے جسمیں ویسا ہی زہر ملا ہوا اور اسکو
نہایت درجے کی بھوک اور خواہش شیرینی ہو تو بتاؤ کہ اسکا نفس اس شہد سے نفرت کریگا یا نہیں اگر کہو کہ نہ کریگا تو یہ تجربہ اور امتحان
کے خلاف ہو دستور یہ ہو کہ بعد اسقدر تکلیف کے اگر پھر شہد خالص بھی آویگا تو رنگ کے یکساں ہونے سے اس سے بھی نفرت
کریگا چنانچہ مثل مشہور ہو کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک کے پیتا ہو پس توبہ کرنیوالا جو گناہوں کی تلخی دلمیں پاتا ہو اسکو بھی اسی
طرح سمجھنا چاہیے کہ اول اسکو یہ معلوم ہوتا ہو کہ ہر ایک گناہ کا مزہ تو شہد کیطرح لذیذ ہو مگر اسکی تاثیر زہر کی سی ہو اور جبتک اسطرح کا یقین
نہو تب تک توبہ صحیح اور سچی نہیں ہوتی اور چونکہ اس جیسا ایمان بہت کمیاب ہو اسلیے توبہ کا وجود اور توبہ کرنیوالے بھی کمیاب
ہیں سب کا یہی حال ہو کہ اللہ کیطرف سے روگرداں اور گناہوں پر مصر اور کسل کرنیوالے ہیں غرضکہ شرط کمال ندامت کی یہی
ہو جو اوپر مذکور ہوئی اسکی مداومت موت تک چاہیے اور تلخی مذکورہ کو جمیع گناہوں میں یکساں جاننا چاہیے کو پہلے انکا مرتکب
نہوا ہو مثلاً اگر شہد کے ساتھ زہر کھا نیوالا ٹھنڈے پانی میں بھی ویسا ہی زہر جان لے تو ہرگز اسکو بھی نہ پیئے گا اسلیے کہ اسکو ضرر
شہد سے نہیں ہوا تھا بلکہ ضرر کی چیز جو شہد میں تھی وہ پانی میں بھی موجود ہو اسیطرح تائب آدمی کا نقصان کسی خاص گناہ سے
مثلاً چوری یا زنا سے اسوجہ سے نہیں تھا کہ یہ اس شخص سے سرزد ہوا بلکہ اسوجہ سے ہو کہ مخالفت امر آلہی کی ہوئی اور یہ بات ہر
ایک گناہ میں موجود ہو باقی رہا قصد جو ندامت سے پیدا ہوتا ہو یعنی ارادہ تدارک تو اسکو تینوں زمانوں سے علاقہ ہو ارادہ تدارک
زمانہ حال میں اس بات کا موجب ہو کہ جو ممنوع بات کر رہا ہو اسکو چھوڑ دے اور جس فرض کے ادا کرنے پر متوجہ ہو اسوقت

ادا کرے اور زمانہ گزشتہ سے تعلق اسبات کا خواہاں ہو کہ جو پہلے قصور ہو گیا اسکا تدارک کرے اور زمانہ مستقبل سے اسبات کا
مقتضی ہو کہ موت کیوقت تک مدام طاعت کرتا رہے اور گناہ کا تارک اور شرط صحت توبہ کی زمانہ گزشتہ کے تعلق کے اعتبار سے
یہ ہو کہ فکر کر کے یہ بات معلوم کرے کہ میں کس روز بالغ ہوا تھا خواہ عمر کی رو سے یا احتلام کی نظر سے جب یہ بات معلوم
ہو جاوے تو روز بلوغ سے اسوقت تک جتنی عمر اسکی ہوئی اسکا ایک ایک سال اور مہینا اور دن اور سانس تلاش کرے
کہ ان میں کون کونسی طاعات میں مجھ سے قصور ہوا یا کتنے گناہ مجھ سے سرزد ہوے پس جب معلوم ہو کہ کوئی نماز نہیں پڑھی یا ناپاک
کپڑے میں پڑھی تھی یا شرط نیت کی ناواقفیت سے بدون نیت صحیح ادا کی تھی تو اس نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر نماز جو فوت ہو گئی ہوں
انکی شمار معلوم نہو تو مدت بلوغ سے حساب کرے اور جسقدر یقینی ادا کی ہوں انکی قدر چھوڑ کر باقی کو قضا پڑھے اور تعداد باقی کی غالب
ظن اور اٹکل سے مقرر کر لینی جائز ہے اور اگر روزہ حالت سفر میں افطار کیا ہو اور پھر اسکے عوض کا نہ رکھا یا قصداً افطار کیا ہو یا رات
کو نیت نہ کی ہو اور ایسے روزوں کی قضا نہ کی ہو تو اس طرح کے جتنے ہوں انکا شمار تحقیق اور اٹکل سے معلوم کر کے ان کو قضا
رکھے اور زکوٰۃ اگر نہ دی ہو تو اپنے سارے مال کو دیکھے کہ کب سے میری ملک میں آیا کیونکہ زکوٰۃ تو لڑکے کے مال پر بھی
واجب ہے اسمیں بلوغ کی قید نہیں پھر حساب سے جسقدر گمان غالب کی رو سے اپنے ذمے نکلے اسکو ادا کر دے اور اسکے
ادا کرنے کے لیے اپنے مذہب کے مطابق پر خیال نہ کیا مثلاً کوئی شخص شافعی مذہب تھا اپنے زکوٰۃ کا مال آٹھوں مصرف
میں صرف نہ کیا یا مال زکوٰۃ کا عوض دے دیا تو اسکو چاہیے کہ زکوٰۃ از سر نو دے کیونکہ اسکے امام کے نزدیک اسکی ادا درست
نہیں ہوئی اور چونکہ مسائل زکوٰۃ کے طویل ہیں اور انکے حساب معلوم کرنے میں خوب تامل چاہیے اسلیے تائب کو لازم ہے کہ اسکو
علما سے پوچھ لے کہ ایسی ایسی صورت میں عہدہ برائی کا کیا طور ہے اور حج کا حال یہ ہے کہ اگر کسی برس میں اسکو قدرت
حج کی تھی مگر یہ نہ گیا اور اب مفلس ہو گیا تو اسپر حج واجب ہی اگر افلاس کے باعث قدرت جانے کی نہیں رکھتا تو چاہیے کہ حلال مال
سے مقدار زاد کے کما لے اور اگر نہ مال ہو نہ کوئی کمانے کی تدبیر جانتا ہو تو چاہیے کہ لوگوں سے کہے کہ مجھکو اپنی زکوٰۃ و صدقات میں
اتنا دو کہ حج ہو سکے اسلیے کہ اگر یہ شخص بدون حج کیے مر جاویگا تو گنہگار مریگا حدیث شریف[1] میں ہے من مات ولم یحج فلیمت ان شاء
یہودیا وان شاء نصرانیا اور بعد قدرت کے جو عاجز ہو گیا اس سے فرضیت حج کی ساقط نہیں ہوتی یہ طور ہے طاعات کی تفتیش اور انکے
تدارک کا۔ اور معاصی کی صورت یہ ہے کہ شروع بلوغ سے توبہ کے دن تک اپنے سب اعضا کان آنکھ اور زبان اور پیٹ اور ہاتھ
پاؤں اور شرمگاہ وغیرہ کے گناہ چھوٹے بڑے تمام دنوں اور گھڑیوں میں سوچے اور دفتر معاصی کو ٹٹولے جب سے گناہ پیدا
ہوں پھر یہ بات دیکھے کہ ان گناہوں میں سے صرف خدا کے حقوق کے متعلق کون سے ہیں جو اس طرح کے ہوں جیسے مثلاً غیر محرم کی طرف دیکھنا
اور ناپاکی کی حالت میں مسجد میں بیٹھنا اور بے وضو کلام مجید چھونا اور کسی بدعت کا معتقد ہونا اور شراب پینا اور مزامیر سننا وغیرہ جن کو
تعلق لوگوں کے حقوق سے نہیں تو ایسے گناہوں سے توبہ کی صورت یہ ہے کہ انپر ندامت اور حسرت کرے اور ہر گناہ کے لیے ایک
مقدار نیکی کی مقرر کر لے اور ہر ایک کے لیے ٹھہرا لے اب ہر ایک کی عوض ایسی نیکی کرے جو مقدار اور وقت میں

[1] جو شخص مر گیا اور حج نہ کیا اسکو اختیار ہے چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر ۱۲

اس گناہ کے مقدار اور وقت کے برابر پڑھے اس حساب سے جتنی بدیان کی ہونگی اتنی ہی نیکیان کرنی پڑینگی اور اسکی وجہ یہ حدیث شریف ہے اتق اللہ حیث کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ بلکہ یہ آیت ہے ان الحسنات یذہبن السیئات اب تدارک کی مثالیں سن لینی چاہئیں مثلاً اگر مزامیر سے ہون تو انکے عوض اتنی ہی دیر قرآن یا وعظ یا ذکر سنے اور اگر مسجد میں ناپاکی کی حالت میں بیٹھا ہو تو اعتکاف کی نیت سے بیٹھکر مشغول عبادت ہو اور اگر بے وضو کلام مجید کو ہاتھ لگایا ہو تو اسکی تعظیم زیادہ کرے اور کثرت سے اسمین تلاوت کرے اور کثرت سے اسکو بوسہ دیا کرے اور ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھے اور وقف کر دے اور شراب پی ہو تو شربت عمدہ حلال کمائی کا جو شراب سے بھی زیادہ محبوب ہو صدقہ کرے سب گناہونکا شمار تو غیر ممکن ہے مقصود یہی ہے کہ جو طریق گناہوں کے خلاف ہو اسکا سلوک بہتر ہے کیونکہ مرض کا علاج اسکی ضد سے ہوتا ہے جو تاریکی دل پر کسی گناہ سے آگئی ہو وہ بجز ایسی نیکی کے نور کے جو اس گناہ کے مقابل ہو مرتفع نہو گی اور ضدین میں آپس مین مناسبت ہوا کرتی ہے اسلیے یون چاہیے کہ ہر ایک گناہ کو اسیطرح کی نیکی سے محو کیا جاوے مگر یہ نیکی انکی ضد سے ہو اسلیے کہ سیاہی مثلاً سفیدی ہی سے جاتی ہے گرمی اور سردی سے نہیں جاتی اور یہ تدریج اور تحقیق طریق محو مین بہت آسان ہے اور اسیلیے جو شخص اسطرح عمل کرنے سے توقع گناہوں کے دور ہونے کی زیادہ ہے بہ نسبت اسکے کہ ایک ہی طرح کی عبادت پر مواظبت کرے گو یہ بھی گناہوں کے محو کرنے مین خالی تاثیر سے نہیں اب رہی یہ بات کہ گناہ اپنی ضد سے کیون دور ہو جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہونکی جڑ ہے اور دنیا کے اتباع کا اثر دل مین یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے خوش ہو اور اسکی طرف اشتیاق کرے تو ضرور ہوا کہ اگر کوئی ایسی مصیبت مسلمان پر پڑے کہ جس سے دل اسکا دنیا سے علیحدہ ہو تو وہ بھی اسکے حق میں کفارہ ہو گا کیونکہ رنج و غم سے دل کو دنیا سے علیحدگی ضرور ہوتی ہے چنانچہ یہ مضمون حدیث شریف مین موجود ہے کہ بعضے گناہ ایسے ہیں کہ انکا کفارہ صرف رنج ہی ہوتا ہے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ فکر طلب معیشت اسکا کفارہ ہوتا ہے اور حضرت عائشہ سے جو حدیث مروی ہے اسمین یون ارشاد ہے کہ جب بندے کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں اور اعمال انکے کفارے کیلیے نہیں ہوتے تو اللہ تعالی اسپر ہمیشہ رنج ڈال دیتا ہے وہی اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور کسی کا قول ہے کہ جو رنج کہ بندے کے دل پر آتا ہے اور وہ اسکو نہیں پہچانتا وہ گناہونکی تاریکی ہے اور ایسے رنج کرنا یون ہوتا ہے کہ دل حساب کے لیے توقف کرے اور حشر کی وحشت سے واقف ہو یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انسان کا رنج اکثر مال اور اولاد اور جاہ کے لیے ہوتا ہے اور یہ گناہ ہے پس گناہ کا کفارہ گناہ کسطرح ہو گا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان چیزون کی محبت گناہ ہے اور انسے محروم رہنا اسکا عوض ہے اگر محبت کی اقتضا کے بموجب متمتع ہوتا تو پورا قصور ہوتا چنانچہ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانے مین گئے آپنے انسے پوچھا کہ اس ورد مند بوڑھے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس حال مین چھوڑا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ تمہارا اتنا رنج کیا جتنا سو عورتون کو ہوتا جنکے بچے مر گئے ہون آپ نے پوچھا کہ انکو اسکا ثواب خدا کے یہان کتنا ہو گا انھون نے فرمایا کہ سو شہیدونکا ثواب ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ رنج بھی خدا کے حقوق کا کفارہ ہو جاتے ہیں یہانتک حال ان گناہونکا ہوا جو بندے میں اور خدا تعالے مین ہون اب حقوق عباد کو سننا چاہیے کہ انمین

۴۶ ترمذی احمد جہان ہو تو اور پیچھے کر برائی کے بھلائی جو مٹا دے بھلائی برائی کو ۱۲ ترمذی بروایت ابوذر ۱۲ ان الحسنات نیکیاں ...

... عائشہ ۱۲

بھی خداتعالی کا حق ہوتا ہے اسلیے کہ خداتعالی نے بندوں پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے پس جو شخص کہ دوسرے پر ظلم کریگا وہ
خداتعالے کی مخالفت بھی کریگا غرض جو قصور اس قسم کے ہوں انمیں سے حقوق الٰہی کا تدارک تو یہ ہے کہ ندامت اور
حسرت کرے اور آگے ویسا کام نہ کرے اور جو نیکیاں ان قصوروں کی ضد ہوں انکو بجا لاوے مثلاً اگر لوگوں کو ستایا ہو تو انپر
احسان کرے اور مال چھین لیا ہو تو اپنی ملک حلال اسکے کفارے کے لیے خیرات کرے اور اگر کسیکی غیبت یا طعن و تشنیع کی ہو تو اسکی
ثنا کرے بشرطیکہ دیندار ہو اور اپنے ہمسروں کی جو باتیں اچھی ہوں اسکو ظاہر کرے اور اگر کسی کو قتل کیا ہو تو بردہ آزاد کرے اس میں
بھی گویا ایک طرح کا زندہ کرنا پایا جاتا ہے اسلیے کہ غلام اپنے نفس کے اعتبار سے نابود ہے اور مالک کے اعتبار سے موجود آزاد
کرنے میں وہ حیات اسکو حاصل ہوتی ہے جو خاص اسکے نفس کیلیے ہو اسی لیے آزاد کرنا ایک طرح کا ایجاد ہے کہ مقابل میں [illegible] کے
ہو اور انسان اس سے بڑھکر اور کوئی ایجاد نہیں کر سکتا اور کفارہ اور محو کے باب میں ہمنے طریق مخالف کا چلنا لکھا ہے شریعت میں
اسکی نظیر موجود ہے مثلاً کفارہ قتل نفس میں آزاد کرنا غلام کا اسلیے تجویز ہوا کہ ایجاد مقابل فنا کرنے کے ہو مگر حقوق عباد میں
صرف یہی کافی اور موجب نجات نہوگا کہ ندامت و حسرت کرے یا اسکے مقابل نیکی کرے بلکہ اسکے لیے حقوق عباد کا ادا کرنا بھی ضرور ہے
اور حقوق عباد یا متعلق جان سے ہیں یا مال سے یا دل سے یا عزت سے اور متعلق بہ دل سے ہماری غرض ایذا ہے غرض اب
ہر ایک کی تفصیل سننی چاہیے کہ اگر ظلم جان پر ہوا ہے یا بطور قتل خطا کا مرتکب ہوا تھا تو اسکی توبہ یہ ہے کہ خونبہا اس شخص کو
دے خواہ اپنے پاس سے دے یا اپنے رشتہ داروں سے دلاوے جبتک مستحق کو خونبہا نہ پہنچے تب تک اس خطا سے بری نہوگا
اور اگر قتل عمد موجب قصاص کا مرتکب ہوا تو اسکی توبہ قصاص سے مقبول ہوگی اور اگر کسی کو قتل کا حال معلوم نہو تو اسکو
یہ واجب ہے کہ مقتول کے ولی سے جاکر قتل کا حال کہدے اور اپنی جان اسکے اختیار میں کردے چاہے وہ معاف کردے
چاہے مار ڈالے اور بدون اسبات کے اور کسی طرح سے بری الذمہ نہوگا اور اسکا چھپانا ہرگز درست نہیں اور اسکی صورت ایسی
نہیں جیسے زنا اور چوری اور شرابخواری اور رہزنی یا اور کسی فعل کی جسپر خداتعالی کی مقرر کی ہوئی سزا واجب ہوتی
ہے ان صورتوں میں توبہ کے لیے ضرور نہیں کہ اپنے نفس کو فضیحت کرے اور پردہ کو فاش کردے اور ولی سے
سوال کرے کہ خداتعالی کا جو حکم ہے مجھپر جاری کر بلکہ یہ واجب ہے کہ جیسا خداتعالی نے اسکا پردہ رکھا ہے ویسا ہی رہنے
دے اور اپنے نفس پر ان اعمال کی سزا قائم کرے طرح طرح کے مجاہدے اور عذاب نفس کے لیے تجویز کرے اسلیے کہ
محض حقوق خداوندی کا عفو توبہ اور ندامت سے ہو سکتا ہے اور اگر ان صورتوں میں کبھی حاکم تک نوبت پہنچا دیگا اور اسپر
وہ حد جاری کرادیگا تب بھی توبہ صحیح اور اپنے موقع پر ہوگی اور خداتعالی کے نزدیک مقبول ٹھہریگی چنانچہ مروی ہے کہ
ماعز بن مالک رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا کہ مجھسے
زنا ہوگیا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھکو اس قصور سے پاک کردیں آپ نے انکا کہنا پذیرا نہ فرمایا دوسرے روز پھر آکر اسیطرح عرض کیا آپ نے اُسکو
بھی ٹالدیا جب تیسرے روز پھر عرض کیا تو آپ نے انکے لیے گڑھا کھدوایا اور سنگسار کرادیا انکے باب میں لوگوں کے

دو فریق ہو گئے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ انکی موت ایسے حال میں ہوئی کہ گناہوں نے چارطرف سے گھیر لیا تھا اور ایک فرقہ کا قول یہ تھا کہ اسکی توبہ سے بہتر توبہ اور کوئی نہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقۂ دوم کی تصدیق کے لیے فرمایا کہ اس شخص نے ایسی توبہ کی ہو کہ اگر تمام امت میں اسکی توبہ تقسیم کیجاوے تو منقسم ہو سکتی ہو اسیطرح غامدیہ کا حال مشہور ہو کہ اسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مجھ سے زنا صادر ہوا آپ مجھکو پاک کر دیجیے آپ نے اسکو پھیر نہ فرمایا دوسرے روز اسنے پھر عرض کیا کہ آپ مجھکو کیوں نہیں پاک فرماتے کیا مجھکو ماعز کیطرح آپ سمجھتے ہیں مجھکو تو بخدا زنا کا حمل موجود ہو آپ نے فرمایا کہ جبتک تیرے بچہ نہوے گا تبتک جاری نہو گی جب اسکے بچہ ہوا اسکو ایک کپڑے میں لپیٹکر لائی اور عرض کیا کہ بچہ بھی ہو چکا آپ نے فرمایا جا اسکو دودھ پلا جب دودھ چھٹے گا تب دیکھا جائیگا جب اس بچے کا دودھ چھٹا تو وہ عورت اسکو لائی اسکے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکا دودھ چھٹ گیا اور یہ غذا کھانے لگا آپ نے اس لڑکے کو ایک مسلمان کے حوالہ کر دیا اور اس عورت کے لیے سینے تک گڑھا کھدوایا اور لوگوں کو حکم سنگسار کرنیکا دیا جب خالد بن ولید نے آکر ایک پتھر اسکے سر میں مارا تو خون کی چھینٹیں ان کے چہرے پر پڑیں انھوں نے اسکو گالی دی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی گالی سنکر فرمایا کہ اے خالد گالی مت دو قسم ہو اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہو کہ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہو کہ ایسی توبہ صاحب مکس کریگا تو اسکی بھی مغفرت ہو جاوے پھر آپ نے حکم دیا تو اسکی نماز پڑھی گئی اور دفن کی گئی فائدہ مکس اس ڈانڈ کو کہتے ہیں جو عشر لینے والا لوگوں سے لیا کرتا ہو اور حدیث شریف میں مذکور ہو کہ مکس لینے والا جنتی نہ ہوگا اس حدیث میں تذکرہ فرمایا کہ اگر مکس والا بھی ایسی توبہ کرے تو بہر حال قابل دخول جنت نہیں مگر اسکی بھی مغفرت ہو جاوے فقط۔ غرضکہ حقوق الٰہی کی توبہ بدون معاف کرانے بندوں کے بھی ہو سکتی ہو مگر قصاص اور حد قذف میں مستحق شخص کو اپنے اوپر اختیار دے دینا ضروری ہو اور مال کا حال یہ ہو کہ اگر کسیکا مال غصب یا خیانت یا معاملے میں غبن کرنے سے لے لیا ہو مثلاً کسی کو فریب دیا ہو یا اپنی چیز کا عیب خریدار سے نہ کہا ہو یا کھوٹا دام چلا دیا ہو یا مزدور کی مزدوری کم دی ہو یا نہ دی ہو تو ایسی قسم کی سب باتوں کی تلاش واجب ہو اور انمیں کچھ قید حد بلوغ کی نہیں بلکہ روز پیدائش سے توبہ کے دن تک جو مال اسطرح آیا ہو سب کی تلاش کرے اسلیے کہ لڑکے کے مال میں اگر اس قسم کا مال آجاوے تو بعد بلوغ اسکا علیحدہ کرنا واجب ہے بشرطیکہ اسکے ولی نے اسمیں کوتاہی کی ہو اور اگر بعد بلوغ ایسا نکریگا تو ظالم ٹھہریگا اور اسکا مواخذہ گردن پر رہیگا حقوق مالی میں لڑکا اور جوان یکسان ہیں اسلیے شروع پیدائش سے توبہ کے دن تک کوڑی کوڑی کا حساب کر لے ایسا نہو کہ اسکا حساب قیامت پر چا پڑے اور مواخذے میں پھنس جاوے اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب دنیا میں نہیں کرتا اسکا حساب قیامت میں بہت لمبا ہوتا ہو جب اسطرح حساب کرنے سے گمان غالب اور قدر طاقت کے موجب معلوم ہو جاوے کہ میرے ذمے لوگوں کا اتنا مال ہے تو چاہیے کہ وہ مال جس جس کا ہو اسامی وار لکھے اور پھر شہر و دیار میں گھومتا پھرے اور ہر ایک کی تلاش کرے اور پھر یا معاف کرا لے یا اسکا حق جتنا ہو حوالہ کرے اور یہ توبہ ظالموں اور تاجروں پر دشوار ہو اسلیے کہ انسے سب اہل معاملہ کا تلاش کرنا نہیں ہو سکتا نہ انکے وارثوں کی تلاش کر سکتے ہیں لیکن تاہم پھر بھی واجب ہو کہ حتے الامکان اس باب میں سعی کریں اور اگر اس سے عاجز ہوں تو اسکا اور

کوئی علاج نہین بجز اسکے کہ حسنات اس کثرت سے کرے کہ قیامت کے روز حقدار کا حق انسے ادا ہو سکے اور اسکے نامۂ اعمال مین
سے حقدارون کے پلے مین رکھ لیے جاوین تو ضرور ہوا کہ جتنے حق لوگون کے اپنے ذمے ہون انھین کے موافق حسنات بھی ہون
ورنہ اگر حسنات حقوق کو وفا نکرینگے تو حقدارون کے گناہ اسکے ذمے کر دیے جاوینگے اور دوسرون کے گناہون کے بدلے مارا پڑیگا
پس جو شخص حقدارون کے حقوق ادا کرنے چاہے اسکی توبہ کا یہ طریق ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ تمام عمر حسنات ہی مین کاٹے
بشرطیکہ بقیہ عمر اتنی ہو کہ جتنی حق دبانے مین گذری مگر چونکہ عمر کا حال معلوم نہین شاید موت تک کا زمانہ بہ نسبت ایام ظلم کے قلیل ہو
اسلیے ضرور ہوا کہ جسقدر سیئات کیواسطے مستعد تھا اس سے زیادہ حسنات کیواسطے مستعد رہے کیونکہ گناہ ہونکے لیے وقت بہت تھا
اور حسنات کیلیے معلوم نہین شاید تھوڑا ہی وقت ہو اور جو مال کہ پاس موجود ہو اور اسکا مالک بھی معلوم ہو تو اسکے حوالہ کر دینا
چاہیے اور جسکا مالک معلوم نہو تو اسکو خیرات کر دینا چاہیے اور اگر مال حلال اور حرام ملگیا ہو تو اٹکل سے جسقدر مال حرام ہو اسکو نکال کر
خیرات کر دینا چاہیے چنانچہ اسکی تفصیل باب حلال اور حرام مین گذر چکی ہے باقی رہا دلونکا ایذا دینا کہ لوگون کے سامنے ایسی باتین کرے
جنسے انکو ایذا ہو یا غیبت کسی کی کرے تو اسکا تدارک یہ ہے کہ جسپر کچھ زبان درازی کی ہو یا دل دکھایا ہو تو ایک ایک کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر حلال
کراوے اور اگر کوئی ان مین سے مر گیا ہو یا مفقود الخبر ہو گیا ہو تو اسکا تدارک کچھ نہین بجز اسکے کہ حسنات بہت سی کرے تاکہ قیامت
کو عوض کیوقت حسنات اسے دے سکے اور جو کوئی کہ پاوے اور بخوشی خاطر معاف کر دے تو اسکی نسبت جو قصور کیا ہوگا اسکا
کفارہ ہو جاویگا مگر اسپر واجب ہے کہ جتنا قصور کیا ہوا اور جو کچھ زبان سے اسے کہا ہو وہ بیان کرے مبہم معاف کرانا کافی نہوگا
کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے شخص کی زیادتی اپنے اوپر معلوم ہوتی ہے تو اسکا دل معاف کرنیکو نہین چاہتا اور ایسا
پر چھوڑتا ہے کہ اس روز اسکی حسنات مین سے عوض لے لونگا یا میرے قصور اسکے ذمے جاوینگے پس اگر مجرم کا قصور کوئی ایسا ہے
کہ اسکے بیان کرنے سے دوسرے کو ایذا ہوگی مثلاً کسی کی لونڈی سے زنا کیا ہو یا کسی کی منکوحہ سے یا زبان سے اسکو ایسا عیب
لگایا ہو جو اسکے خفیہ عیبون مین سے ہو تو ظاہر ہے کہ ان باتون کو اگر اسکے سامنے بیان کریگا تو اسکو بہت بڑی ایذا ہوگی ایسی صورت
مین راہ معاف کرانیکی مسدود ہے مگر یہ ہوسکتا ہے کہ مبہم معاف کرالے پھر جو کسر رہ جاوے گی اسکو حسنات سے پورا کرے جیسا کہ مردہ
اور مفقود الخبر کے حق کے لیے بیان ہوا لیکن ذکر کرنا اور مشہور کرنا ایسا قصور ہے اسکو بھی معاف کرانا واجب ہے اور اگر جسکا قصور کیا ہے
اسکے سامنے قصور کا ذکر کیا اور وہ معاف کرنے پر راضی نہوا تو اسکا وبال مجرم کے ذمے رہیگا اسلیے کہ دوسرے کا حق ابھی باقی ہے اس
صورت مین مجرم کو چاہیے کہ اسکے ساتھ نرمی پیش آوے اور اسکے کار خدمت اور حاجات مین کام آوے اور اسکے ساتھ اپنی محبت
اور شفقت ظاہر کرے جس سے اسکا دل اسکی طرف مائل ہو جاوے کیونکہ انسان بندۂ احسان ہوتا ہے جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے
ہین شعر بخشای بر پیر کادمی زادہ صید ؛ باحسان توان کرد وحشی بقید ؛ ترجمہ جب کوئی شخص خطا کے سبب چٹ جاتا ہے وہ سلوک سے
راضی ہو جاتا ہے غرضکہ جب اس شخص کا دل مجرم کیطرف سے نرمی اور دوستی دیکھیگا تو معاف کرنیکیلیے راضی ہو جاویگا اور اگر
اسپر بھی اصرار معاف نکرنے پر کیے جاویگا تو مجرم کی نرمی اور معذرت منجملہ ان حسنات کے ہوگی جنسے قیامت مین قصور کا عوض

ہوسکے کہ اہل حق کی خوشی اور رضامندی اور دلجوئی اور نرمی میں اسیقدر سعی کرے جتنی کہ اسکی ایذا میں کی تھی تاکہ مقابلہ کے وقت اگر
برابر یا زیادہ ٹھہرے تو قیامت میں عوض ہوسکے مثلاً اگر دنیا میں کوئی شخص کسیکا مال ضائع کردے اور اتنا ہی مال لاکر مالک
کو دے اور وہ نہ لے اور نہ اپنا مال معاف کرے تو حاکم اس مال کے لیے مالک کو اجازت سے لینے کی کردیگا خواہ اسکی مرضی ہو یا نہ ہو
اسی طرح میدان قیامت میں جب احکم الحاکمین اور عادل ترمنصفین کا حکم جاری ہوگا تو وہان بھی ایسا ہی حکم ہوگا بخاری اور
مسلم میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امتون میں ایک شخص تھا جسنے
ننانوے لوگون کو قتل کیا تھا اسنے پوچھا کہ جہان میں سب سے بڑا عالم کون شخص ہے لوگون نے کہا کہ فلان راہب ہے وہ اسکے پاس
آیا اور کہا کہ مین نے ننانوے آدمی جان سے مارڈالے ہین میری توبہ بھی مقبول ہوگی راہب نے جواب دیا کہ نہین اسنے راہب کو
بھی مارڈالا اور سو قتل پورے کیے پھر لوگون سے پوچھا کہ اب زیادہ عالم کون ہے لوگون نے بتلادیا کہ فلانا عالم ہے وہ اسکے پاس گیا
اور کہا کہ مین نے سو آدمی قتل کیے ہین میری توبہ مقبول ہوگی یا نہین عالم نے فرمایا کہ توبہ قبول ہونے کے واسطے کون چیز مانع ہے
جب توبہ کریگا قبول ہوگی تو فلانی سرزمین مین جا وہان کچھ لوگ خدا کی عبادت کیا کرتے ہین تو بھی انکے ساتھ عبادت کرنا اور اپنے
وطن مین نہ آنا کہ وہ زمین اچھی نہین وہ شخص جب نصف راہ طے کرچکا اسکو موت نے آلیا اب رحمت اور عذاب کے فرشتون مین بحث
ہوئی رحمت کے فرشتون نے کہا کہ یہ شخص تائب ہوکر دل سے متوجہ الی اللہ ہوکر آیا ہے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اور عذاب کے
فرشتون نے کہا کہ اسنے کبھی کوئی کام اچھا نہین کیا اسلیے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اسی اثنا مین ایک اور فرشتہ بصورت انسان
وہان پہونچا دونون فریق نے اسکو اپنے معاملے کا پنچ کردیا اسنے کہا کہ دونون زمینون کا فاصلہ معلوم کرنا چاہیے جس طرف
کا فاصلہ کم ہو یہ اسی طرف شمار کرنا چاہیے جب فاصلہ دیکھا گیا تو جس زمین مین اسکو جانا منظور تھا اسکا فاصلہ کم ٹھہرا اسی جہت سے رحمت
کے فرشتون نے اس کی روح لے لی اور ایک روایت مین یون ہے کہ اس موضع صالح تک ایک بالشت کم نکلا تو اسیکے لوگون مین منصور
ہوا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ خدا تعالی نے اس زمین کو دور ہوجانیکا اور اسکو قریب ہوجانیکا حکم کیا اور پھر فرشتون کو حکم فرمایا کہ دونون
کا فاصلہ دیکھو تو جس سرزمین کو جاتا تھا وہ ایک بالشت کم فاصلہ پر تھی اسلیے معاف کردیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات بجز اسکے
اسی مین ہے کہ حسنات کا پلہ جھکا رہے گو ذرہ ہی سا ہو اسی جہت سے تائب کو اسکے کثرت سے حسنات کرنی ضرور ہین یہانتک بیان اس قصد
کا تھا جو زمانہ گذشتہ سے متعلق ہوا اب جو قصد کہ زمانہ آئندہ سے متعلق ہے اسکو سننا چاہیے کہ تائب کو چاہیے کہ اللہ تعالی کے ساتھ عہد
مستحکم کرے کہ ان گناہون کے پاس پھر کبھی رجوع نہ کریگا اور نہ ان جیسے کبھی قریب ہوگا جیسے بیمار آدمی اپنے مرض مین یہ جانے کہ
فلان میوہ مجھکو ضرر کرتا ہے اور پکا ارادہ کرے کہ جبتک بیماری سے اچھا نہوگا کبھی میوہ نہ کھاوینگا یہ ارادہ اسوقت تو پکا ہی ہوتا ہے گو ممکن
ہے کہ دوسرے وقت اسپر غلبہ شہوت ہوجاوے مگر تائب جب ہی کہلاویگا جب توبہ کیوقت ارادہ پکا کریگا اور تائب کو یہ بات ابتدا مین پوری
جب ہوگی جب گوشہ نشینی اور سکوت اور قلت غذا اور نیند اور قوت حلال اختیار کریگا اگر اسکے پاس مال موروثی حلال موجود
ہو یا کوئی پیشہ ایسا کرتا ہو جس سے بسر اوقات کے موافق حاصل کرلیتا ہو تو اسی پر اکتفا کرنی چاہیے اسلیے کہ حرام کھانا تمام گناہون

کی خبر ہو اگر حرام خواری پر اصرار کیے جائیگا تو تائب کیسے ہوگا اور جو شخص غذا اور لباس میں سے اپنی حاجتی چیزیں نہیں چھوڑ سکتا
اسکو مال حلال پر کفایت نہیں ہو سکتی اور نہ مال شبہہ اس سے چھوٹ سکے بعضوں کا یہ قول ہے کہ جو شخص خواہش کے پیچھے
میں ہو اور خدا کیواسطے سات دفعہ اپنے نفس پر جہاد کرے تو پھر اس میں مبتلا نہ ہوگا اور ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ
جو شخص گناہ سے توبہ کر کے سات برس تک برابر رہے تو پھر کبھی اس سے وہ گناہ نہ ہوگا اور تائب کیواسطے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر عالم نہ
ہو تو جو چیز اسکو زمانہ آئندہ میں کرنی واجب ہے یا اس پر حرام ہے اسکو سیکھ لے تاکہ راہ راست پر چل سکے اور اگر عزلت اختیار نکریگا تو استقامت
جسکا نام ہے وہ بھی کامل نہوگی صرف یہ ہوگا کہ کچھ گناہوں سے توبہ کر لیگا مثلاً شراب اور زنا اور غصب سے توبہ کر لی لیکن یہ مطلق توبہ نہیں
بلکہ ایسی توبہ کو بعض لوگ کہتے ہیں کہ درست ہی نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ درست ہے اور درست کا لفظ اسجگہ مجمل ہے اسکی تفصیل چاہیے
اسیواسطے ہم اول فرقہ سے پوچھتے ہیں کہ تم جو نادرست کہتے ہو اس سے اگر تمہاری یہ غرض ہے کہ آدمی اگر بعض گناہوں کو چھوڑ دے تو
اسکے لیے مفید نہیں بلکہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا دونوں یکساں ہیں تو یہ تمہاری صریح غلطی ہے اسلیے کہ ہم جانتے ہیں کہ گناہوں کی کثرت عذاب
کی کثرت کا سبب ہے اور انکی کمی وجہ کمی عذاب کا ہے اور جو درست بتلاتے ہیں انسے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تمہاری یہ غرض ہے کہ بعض
گناہوں سے توبہ کرنا موجب ایسے قبول کا ہے جس سے آدمی نجات اور فوز کے درجہ کو پہونچ جاوے تو یہ بھی غلطی ہے کیونکہ نجات اور
فوز بسبب ظاہری گناہوں کے چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہے اور خفیہ اسرار خدا ہی کو ہیں ہم کلام نہیں کرتے مگر ظاہر کے اعتبار سے
قرین قیاس یہی ہے اب اگر فرقہ اول یوں کہے کہ ہماری غرض نادرستی سے یہ ہے کہ توبہ ندامت کا نام ہے اور گناہ پر جو آدمی ندامت کرتا ہے
اسی جہت سے کرتا ہے کہ اس میں نافرمانی خدا تعالی کی ہے مثلاً چوری پر چوری ہونے کی جہت سے ندامت نہیں کرتا بلکہ اس وجہ سے کہ
معصیت الٰہی کا سبب ہے جب علت ندامت خدا کی نافرمانی ٹھہری تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ چوری پر ندامت کرے اور زنا پر نکرے
کیونکہ دونوں میں خدا کی نافرمانی موجود ہے تو ندامت جیسا ایک پر چاہیے ویسا ہی دوسرے پر چاہیے مثلاً جو شخص اپنے بیٹے
کے تلوار سے مقتول ہونے پر درد کریگا چھری سے قتل ہونے پر بھی اسکو ضرور درد ہوگا اسلیے کہ درد صرف محبوب کے جانیکا ہے
وہ تلوار سے ضائع ہو جب گیا اور چھری سے ذبح ہو جب گیا اسیطرح بندے کو اپنے محبوب کے جاتے رہنے کا درد ہوتا ہے
اور نافرمانی سے محبوب جاتا رہتا ہے تو پھر کوئی سی نافرمانی ہو سب پر درد یکساں چاہیے ایک پر ہو اور ایک پر نہو اسکے کیا معنی اسلیے
کہ ندامت اسی حالت کا نام ہے جو اس علم کے بعد آتی ہے کہ نافرمانی سے محبوب ہاتھ سے نکلتا ہے تو اب ممکن نہیں کہ بعض گناہوں پر توبہ ندامت
ہو اور بعض پر نہو اور اگر یہ ممکن ہو تو اسکا بھی قائل ہونا پڑیگا کہ اگر کوئی شخص یوں توبہ کرے کہ دو مٹکوں میں سے ایک مٹکے کی شراب
سے توبہ کرتا ہوں نہ دوسرے کی تو یہ توبہ درست ہو اور اگر یہ بات محال ہے اسوجہ سے کہ نافرمانی دونوں مٹکوں کی شراب میں
ایک سی ہے اور مٹکے صرف ظروف ہیں انکے جدا ہونے سے حکم جدا نہیں ہو سکتا اسیطرح چوری زنا وغیرہ سب گناہ اسباب نافرمانی
خدا کے ہیں اور خفا الٰہی امر سب میں مشترک ہے تو ہم جو توبہ کو نادرست کہتے ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالی نے تائبوں کیلیے
جس رتبہ کا وعدہ کیا ہے وہ رتبہ بے ندامت نہیں ملیگا اور ایک سی چیزوں میں سے نہیں ہو سکتا کہ ایک پر ندامت ہو

اور ایک یہ نہو تو توبہ کا حاصل ہونا ندامت کے بعد ایسا ہی جیسا ایجاب وقبول کے بعد ملک حاصل ہوتی ہی اور جب تک ایجاب وقبول تمام
نہین ہوتا تو معاملہ بھی درست رہتا ہی یعنی جو ثمرہ ملک کا اسپر مترتب ہونا چاہیے وہ نہین ہوتا اسیطرح جبتک ندامت اس جہت سے نہو گی
کہ گناہ باعث نافرمانی ہین تب تک اسکا ثمرہ توبہ بھی نادرست ہوگی اور گناہون کا نافرمانی الٰہی ہونا سب معاصی کو شامل ہے کسی
کی تخصیص نہین اور اسکی تحقیق یہ ہو کہ ترک اور ندامت مین فرق ہے صرف چھوڑ دینے کا ثمرہ تو یہ ہے کہ جس چیز کو چھوڑ دیگا
اسیکا عذاب منقطع ہوجاویگا اور ندامت کا ثمرہ یہ ہو کہ پہلے گناہ کا کفارہ ہوتا ہی مثلاً اگر چوری چھوڑ دیگا تو جس چوری کو چھوڑ دیگا
اسیکا عذاب بھی اسکو نہوگا یہ نہین ہوگا کہ پہلے جو چوری کی تھی اس چھوڑنے سے وہ بھی محو ہوجاوے بلکہ اسکے محو ہونے کیواسطے
ندامت ضرور ہی تو یہ تقریر البتہ سنجیدہ ہی اور اسبات کو چاہتی ہے کہ عصمت آدمی ایسی تفصیل بیان کرے جس سے صاف
مطلب کھلجاوے اسیلیے ہم کہتے ہین کہ بعض گناہون سے توبہ کرنے کی تین صورتین ہین یا تو صرف گناہ کبیرہ سے ہو صغیرہ
سے نہو یا صغیرہ سے ہو اور کبیرہ سے نہو یا بعض کبیرہ سے ہو اور بعض سے نہو صورت اول ممکن ہے اس طرح کہ توبہ کرنیوالا
جانے کہ گناہ کبیرہ خدا کے نزدیک بڑے ہوتے ہین اور انسے اسکا غضب جلد ہوتا ہی اور صغیرون پر عفو جلد راہ پاتا ہی تو اب
ہوسکتا ہی کہ وہ شخص بڑے گناہون سے توبہ کرلے اور انکین پر نادم ہو جیسے کوئی بادشاہ کی حرم کے ساتھ کچھ قصور کرے
اور اسکے جانور کو بھی مثلاً مارے تو اسکو حرم پر گستاخی کا خوف زیادہ ہوگا جانور کے مارنے کو حقیر جانے گا اور جتنا بڑا گناہ
ہوتا ہی اور جسقدر اسکے باب مین خداے تعالیٰ سے دور کرنیکا اعتقاد زیادہ ہوتا ہی اسیقدر ندامت زیادہ ہوتی ہے اور شرع
مین ایسا ہونا ہی ممکن ہے پہلے زمانون مین تائب بہت گذرے ہین حالانکہ کوئی ان مین معصوم نہ تھا اس سے معلوم ہوا
کہ توبہ کیلیے عصمت ضرور نہین اور اسکی مثال یہ ہی کہ کوئی طبیب بیمار کو شہد سے تو زیادہ ڈراوے اور شکر سے کم ڈراوے اور اسی طرح
شکر کا بیان کرے جس سے مریض کو معلوم ہو کہ بعض مرتبہ کچھ بھی ضرر نہین کرتی تو بیمار ذکر طبیب کے کہنے سے شہد سے تو توبہ کریگا
مگر شکر سے نہین کریگا اور اگر شہوت کے غلبہ مین دونونکو کھالیگا تو ندامت شہد کھانے پر کریگا شکر پر نہین کریگا غرضکہ اس صورت
کا پایا جانا محال نہین دوسری صورت یہ ہی کہ بعض کبیرون سے توبہ کرے اور بعض سے نہ کرے یہ بھی ممکن ہی کیونکہ آدمی کے اعتقاد
مین یہ بات ہوتی ہی کہ بعض کبیرہ بہ نسبت بعض کے شدید اور سخت ہین مثلاً کوئی شخص قتل اور غارت اور ظلم اور لوگون کے حق دبانے
سے توبہ کرے اس خیال سے کہ حقوق عباد ہرگز فروگذاشت نہونگے اور جو حقوق صرف خداتعالیٰ کے ہین انپر عفو آسکتا ہی غرضکہ
جیسا کبیرہ اور صغیرہ مین فرق تھا اور اس لحاظ سے صورت اول ممکن ہوئی تھی ویسا ہی گناہ کبیرہ بھی ایک دوسرے سے شدت
مین کم وبیش ہین اور ان مین خود بھی تفاوت متحقق ہی اور مرتکب کے اعتقاد کی رو سے بھی تفاوت ممکن اور اسی لحاظ سے آدمی کبھی
ایسے گناہون سے بھی توبہ کرلیتا ہی جنکو تعلق بندون سے نہو مثلاً شراب پینے سے تائب ہوتا ہی زنا سے نہین ہوتا کیونکہ اس کو
اسبات کا اعتقاد ہوتا ہی کہ شراب سب برائیون کی کنجی ہی اور اگر اسکے پینے سے عقل لغزش کھاجاویگی تو نادانستہ سب گناہون کا
مرتکب ہوجاویگا تو جسقدر شراب خواری کی برائی اسکے ذہن مین جمیگی اسیقدر اسکو خوف پیدا ہوگا جس سے آئندہ کو نہ پیے اور

گذشتہ پر ندامت کرے تیسری صورت یہ ہے کہ ایک صغیرہ یا چند صغائر سے تو توبہ کرے مگر کبیرہ پر باوجود جاننے کے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے
اصرار کیے جاوے مثلاً کوئی شخص غیبت سے یا غیر محرم کی طرف دیکھنے سے یا اور کسی ایسے ہی گناہ سے توبہ کرے مگر شراب خواری
پر مصر ہو تو یہ صورت بھی ممکن ہے اور اسکے امکان کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایماندار ایسا نہیں جو اپنے گناہوں سے نہ ڈرتا ہو اور
اپنے افعال پر ندامت نہ کرتا ہو کسی کو تھوڑی ہوتی ہے کسی کو زیادہ لیکن جسقدر گناہ میں اسکو لذت ہوتی ہے اسقدر خوف کے
باعث دل میں رنج نہیں ہوتا بلکہ لذت قوی ہوتی ہے اور خوف ضعیف اور وجہ خوف کے کمزور ہونے کی جہالت خواہ غفلت یا
اور کوئی سبب ہوتا ہے اور غلبہ شہوت اسباب سے لذت قوی رہتی ہے اسیواسطے گو ندامت ہوتی ہے مگر اتنی نہیں ہوتی کہ اس سے
آدمی تحریک عزم پر قادر ہو پس اگر شہوت قوی سے قوی رہے اور بمقابلہ خوف شہوت ضعیف پڑے تو خوف غالب ہو کر شہوت
کو دبا لیگا اور اسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی معصیت کو چھوڑ دے اور کبھی فاسق کو شراب کی ایسی رغبت ہوتی ہے کہ اس سے صبر نہیں
کر سکتا مگر غیبت اور عیب جوئی اور غیر محرم کے دیکھنے کی خواہش چندان نہیں ہوتی ہے اور خوف خدا اس درجے کا رکھتا ہے کہ شہوت
ضعیف کا استیصال اس سے ہو سکتا ہے قوی کا نہیں ہو سکتا تو اس خوف کے باعث عزم ترک ایسے افعال کا کر لیتا ہے کہ رغبت کم
ہوتی ہے اور اپنے دل میں کہتا ہے کہ اگر شیطان بعض گناہوں میں غلبہ شہوت کے باعث مجھپر غالب ہو گیا تو مجھے یہ نہ چاہیئے کہ اسکے
قابو کا ہو رہوں اور باگ ڈھیلی چھوڑ دوں بلکہ بعض گناہوں میں تو اس سے مجاہدہ کروں اور غالب آؤں تاکہ شاید انھیں میں غالب
آنا کفارہ بعض گناہوں کا ہو اور اگر فاسق کو یہ خیال نہ ہو تو پھر نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا اسکا سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اگر اس سے
کہا جاوے کہ تو جو نماز پڑھتا ہے اگر غیر خدا کے لیے ہے تو ناجائز ہے اور اگر خدا کے واسطے ہے تو فسق کو بھی خدا کیواسطے چھوڑ دے کیونکہ خدا
کا حکم دونوں چیزوں کو ایک سا ہے پھر نماز سے تقرب الی اللہ کا قصد کرنا اور ترک فسق سے نکرنا غیر ممکن ہے تو اس بات کا جواب
وہ یہ دیگا کہ خدا تعالی نے میرے اوپر دو حکم کیے اور میں اگر دونوں کو نمانوں تو دو عذاب کا مستحق ہوں لیکن ایک امر کی بجا آوری میں
تو میں قدرت شیطان کے دبانے کی رکھتا ہوں اور دوسرے کی بجا آوری میں عاجز ہوں تو جسمیں قادر ہوں اس سے شیطان
کو مغلوب کرتا ہوں اور اپنے مجاہدے سے مجھے توقع ہے کہ خدا تعالے اس مجاہدے کو کفارہ اس تقصیر کا کر دے جسمیں میں عاجز ہوں
غرضکہ اسبات کے امکان میں کچھ شک نہیں بلکہ ہر مسلمان کا یہی حال ہے کونسا مسلمان ہے جو جامع طاعت و معصیت کا نہو اور اسکی وجہ سوا
تقریر مذکورہ بالا کے کچھ اور نہیں اور جب یہ بات سمجھ چکے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خوف کا غالب آنا شہوت پر بعض گناہوں میں ممکن
ہے اور یہ کہ خوف اگر فعل گذشتہ سے ہوگا تو موجب ندامت ہوگا اور ندامت مورث عزم ہوتی ہے علاوہ ازین حدیث شریف جو مذکور ہے
الندم توبة اسمیں یہ شرط نہیں کہ سب گناہوں پر ندامت ہو اسیطرح دوسری حدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب له میں سب گناہوں سے
تائب نہیں فرمایا اس تحقیق سے وہ قول مذکورہ بالا جاتا رہا کہ دو مٹکوں میں سے ایک مٹکے کی شراب سے توبہ کرنی غیر ممکن ہے
اسوجہ سے کہ ان دونوں کا حال شہوت کے باب میں اور خدا تعالی کے غضب میں گرفتار کرنیکے باب میں یکسان ہے۔ ہاں یہ
ہو سکتا ہے کہ آدمی شراب خواری سے توبہ کرے اور نبیذ سے نکرے اسلیے کہ غضب الہی کے اقتضا کے اعتبار سے ان دونوں

میں فرق ہے اسیطرح بہت گناہوں سے توبہ کرے اور تھوڑے سے نکرے تو ہوسکتا ہے اسلیے کہ کثرت گناہوں کو کثرت عقوبت میں
تاثیر ہوتی ہے تو خوف زیادتی عقوبت سے بعض شہوتیں خدا کیواسطے چھوڑ دیتا ہے اور جس خواہش میں اس خوف کا کچھ اثر نہیں ہوتا
اسکو نہیں چھوڑتا جیسے کسی بیمار کو طبیب میوے کی ممانعت کردے تو وہ کم کھانے پر تو جرأت کر بیٹھتا ہے اور زیادہ پر جرأت نہیں کرتا زیادتی
طبیب کے کہنے کے بموجب چھوڑ دیتا ہے اور کم کو کچھ چنداں مضر نہیں جانتا اسواسطے اسکو نہیں چھوڑتا۔ حاصل اس سے یہ ہوا کہ
یہ بات غیر ممکن ہے کہ آدمی ایک چیز سے تو توبہ کرے اور اسکے مثل سے توبہ نکرے بلکہ ضرور ہے کہ جس سے توبہ کی ہو وہ مخالف ہو اسکے
جس سے توبہ نہیں کی خواہ مخالفت باعتبار شدت کے ہو یا باعتبار غلبہ شہوت کے اور جب یہ فرق توبہ کرنے والے کے اعتقاد
میں موجود ہوجاتا ہے تو اسی کے بموجب اسکا حال بھی خوف اور ندامت میں مختلف ہوتا ہے اور ایسا ہی ترک آیندہ کا حال بھی مختلف
ہوتا ہے پس توبہ کرنے والا اگر گناہ کرنے پر نادم ہو اور عزم ترک کو نباہ دے تو ان لوگوں میں نہیں لکھا جاوے گا جنھوں نے یہ گناہ
کیا ہو گو اسنے طاعت الٰہی سے امر و نواہی میں کمی کی ہو۔ اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اگر کوئی نامرد پہلے نامردی سے زنا کر بیٹھے اور حالت نامردی
میں اس سے توبہ کرے تو اسکی توبہ درست ہوگی یا نہیں تو اسکے سوال کا جواب یہ ہے کہ جائز نہوگی اسلیے کہ توبہ اس ندامت کا نام ہے
جس سے عزم ترک ایسے افعال کا پیدا ہو جنکے کرنے کی آدمی کو قدرت ہو اور جنپر قدرت ہی نہیں وہ خود بخود جاتے رہے کچھ اسکے چھوڑنے
سے نہیں گئے لیکن ایک بات ہے کہ اگر بعد نامردی کے اسکو اپنے زنا کے ضرر کی واقفیت اچھی طرح ہوئی اور اس جہت سے ایسی حسرت
و ندامت جوش زن ہوئی کہ اگر بالفرض اسکو شہوت باقی بھی ہوتی تو اس ندامت سے جاتی رہتی یا مغلوب ہوجاتی تو ایسی صورت میں
ہمکو توقع ہے کہ اسکا قصور معاف ہوجاوے اور یہ ندامت اسکا کفارہ ہوجاوے کیونکہ اسمیں تو کچھ خلاف نہیں کہ اگر پہلے نامردی کے
توبہ کر لیتا اور توبہ کے بعد مر جاتا تو تائبوں سے ہوتا گو اسپر کوئی ایسی حالت طاری نہیں ہوئی جسمیں ہیجان شہوت ہوتا اور قضاء شہوت
کے سامان میسر ہوتے مگر اسکو تائب ایسی نظر سے کہتے ہیں کہ اسکی ندامت ایسے درجہ کو پہونچ گئی ہے کہ اگر بالفرض قصد زنا ظاہر بھی ہوتا تو
ندامت کے سبب اس سے باز رہتا اس سے معلوم ہوا کہ نامرد کے حق میں ندامت کا اس درجہ کو پہونچنا محال تو نہیں مگر یہ کہ اسکو
اپنے نفس کا حال معلوم نہیں اسلیے کہ جو شخص کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا وہ اپنے نفس کو ادنی خوف سے اسکے ترک پر قادر
فرض کر لیتا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ اسکے دل کا حال اور مقدار ندامت کو خوب جانتا ہے شاید اسکی توبہ قبول کرلے اور ظاہر یہی معلوم
ہوتا ہے کہ قبول فرماوے۔ اور حاصل اس سب کا یہ ہے کہ گناہ کی تاریکی دل سے دور ہونے کیلیے دو باتیں چاہییں اول سوزش ندامت
دوم ترک مجاہدت کے لیے آیندہ کو مجاہدے کی شدت اور صورت مفروضہ میں زوال شہوت کی جہت سے مجاہدہ نہیں ہوسکتا لیکن اگر
ندامت ہی اتنی قوی ہو کہ بدون مجاہدے کے گناہ کی ظلمت دور کردے تو کچھ محال نہیں اور اگر ایسا نہو تو اسکا قائل ہونا پڑے گا
کہ تائب کی توبہ جب قبول ہوتی ہے جب بعد توبہ کے کچھ دنوں زندہ رہے اور ان دنوں میں جتنے بار عین اس قصور کی تمنا میں
اپنے نفس پر مجاہدہ کرے الا اللہ ظاہر شرع سے ہرگز یہ شرط مفہوم نہیں ہوتی۔ اب اگر دو تائب فرض کیے جاویں جنمیں سے ایک کو
اوسکے گناہ کی طرف نہیں رہا اور ایک کو خواہش ہے مگر وہ نفس پر مجاہدہ کرکے اسکو روکتا ہے تو ایک کو دوسرے کی فضیلت میں علماء کا

اختلاف ہوا احمد بن ابی الحواری اور ابو سلیمان دارانی کے ہمراہی تو مجاہد کو افضل بتلاتے ہیں اسوجہ سے کہ اسکو توبہ کے ساتھ مجاہدے کی زیادتی
ہے اور علماے بصرہ اول شخص کو افضل بتلاتے ہیں اس نظر سے کہ وہ اگر توبہ میں سستی بھی کرے تو سلامتی کیطرف قریب ہے بہ نسبت
مجاہد کے کہ اسمیں مجاہدے کی ایک بیخ لگی ہوئی ہے اور ان دونوں فریق کے قول میں کچھ ایک راستی ہے مگر نفس الامر بھی طرح کسی میں
بھی نہیں اور اسباب میں تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کا میل گناہ کیطرف نہیں رہا اسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ نفس شہوت کے قصور سے
میل نہ رہا ہو تب تو ایسے شخص سے مجاہد ہی افضل ہے کیونکہ گناہ کو مجاہدے سے چھوڑنا اسبات کی دلیل ہے کہ یہ شخص [illegible]
ہوا اور اسکا دین شہوت پر غالب ہے تو ظاہر کہ اسکا یقین بھی قوی ہوگا اور دین کلی اور دین کے قوی ہونے سے ہماری غرض
اصل ارادہ کا قوی ہونا ہے جو یقین کے اشارہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس شہوت کی بیخ کنی کرتا ہے جو شیاطین کے اشارہ سے پیدا ہوئی
ہو غرضکہ مجاہدہ سے دین و یقین کی قوت یقیناً معلوم ہوتی ہے باقی رہی یہ بات کہ بے خواہش والا سلامتی کیطرف زیادہ قریب ہے
اسلیے کہ اگر توبہ میں سستی کرے تو گناہ نکریگا تو یہ درست ہے مگر افضل کا لفظ استعمال کرنا اس مقام میں صحیح نہیں بلکہ ایسا ہے جیسا کوئی
کہے کہ نامرد افضل ہے مرد سے اسلیے کہ نامرد شہوت کے خطرے سے مامون ہے اور لڑکا افضل ہے بالغ سے اسوجہ سے کہ وہ اسلم ہے
اور مفلس آدمی اس بادشاہ سے افضل ہے جو اپنے دشمنوں کی استیصال کرتا ہو اسلیے کہ مفلس کا کوئی دشمن ہی نہیں اور بادشاہ کو
یہ خطرہ موجود ہے کہ اگر آپ چند بار غالب ہوگا تو ایک روز مغلوب بھی ہوگا اسطرح کی باتیں ایسے شخص کہا کرتے ہیں جو سیدھے
سادے ہوں اور ظاہر ہی پر اپنی نظر رکھتے ہوں اور یہ نجانتے ہوں کہ عزت اور بڑی خطاریں جھیلنے سے حاصل ہوتی
ہے ہر جا کہ گل ست آنجا خار ست خود مشہور ہے بلکہ ان لوگوں کا قول ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ جس شکاری کے پاس گھوڑا اور کتا نہ ہو
وہ ان شکاریوں افضل ہے اس شخص کی نسبت جسکے پاس یہ دونوں ہوں اسلیے کہ گھوڑے اور کتے والے کو یہ خطرہ موجود ہے کہ
گھوڑا شرارت کرکے کہیں جھٹکا دیدے اور سوار کا ہاتھ پاؤں توڑ دے اور کتا شرارت کرکے کہیں کاٹ کھائے حالانکہ یہ بات غلط ہے
صحیح یہی ہے کہ گھوڑے اور کتے والا جبکہ زبردست ہوگا اور ان دونوں کو سدھانا جانتا ہوگا وہ رتبے میں دوسرے سے
اعلیٰ ہوگا اور شکار ملنا اسکو دیا ہوگا۔ دوسری حالت یہ ہے کہ نہونا میل گناہ کا اسوجہ سے کہ یقین قوی ہوگیا ہو اور اول مجاہدہ
سے پاک کرکے شہوت کا استیصال کردیا ہو یہانتک کہ فرشتے کے ادب کی محکوم ہوگئی ہو اور بدون اشارہ دین کے ہیجان میں نہ
آتی ہو اور غلبہ دین کے باعث ساکن ہوگئی ہو تو ایسا شخص البتہ اسکی نسبت اچھا ہے جسکو ہیجان شہوت کا بیخ کھینچنا پڑتا ہو اور جو
لوگ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو مجاہدے کی زیادتی ہے تو انکو مقصود مجاہدہ کی خبر نہیں اسلیے کہ ایسا نہیں کہ اصل یہ ہو کہ مجاہدہ خود ہی مقصود
نہیں بلکہ اس سے دشمن کا اپنے آپ سے علیحدہ کرنا منظور ہے تاکہ وہ اپنی شہوات کیطرف نہ کھینچ لیجاوے اور اگر کھینچ نسکے تو ا
دین کے چلنے سے نہ روکے پس اگر دشمن کو دبا پایا اور مقصود حاصل ہوگیا تو تمہاری جیت ہے اور اگر اس سے لڑائی جھگڑا قائم
ہے تو فتح نہیں ہوئی ابھی دلی دور ہے مثلاً اگر ایک شخص دشمن کو پکڑ کر غلام بنالے اور ایک ابھی اپنے دشمن سے لڑتا ہو اور ظفر کی نسبت
نہیں جانتا تو ظاہر ہے کہ اول شخص نہایت اعلیٰ ہوگا اسیطرح اگر ایک شخص کتے اور گھوڑے کو اتنا سدھا دے کہ وفاداری آئی

حرکات ناشائستہ چھوڑ کر اسکے پاس سوئے ہیں اور دوسرا شخص انکی تادیب ہی میں ابھی مشغول ہے تو نتیجہ میں اول ہی شخص بڑھکر ہوگا
اور اسباب میں بعض لوگوں نے غلطی کی ہے انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ مقصود اعلیٰ صرف مجاہدہ کرنا ہے اور یہ نہ جانا کہ مجاہدہ صرف اسلیے
ہے کہ راستہ کے عوائق سے نجات ہو جاوے اور بعض لوگوں کو یہ گمان ہوگیا کہ مقصود یہ ہے کہ شہوات کی بیخ کنی ہو اور بالکل انکو نابود کر دیا
جاوے اور اسی گمان پر انھوں نے اپنے نفس کا امتحان لیا اور جب یہ بات نہ حاصل ہوئی تو اسبات کے قائل ہوئے کہ یہ
محال ہے اور شریعت کو جھوٹا جانا اور اباحت کا راستہ اختیار کیا اور شہوات کے اتباع میں ڈھیلی باگ کر دی حالانکہ یہ سب باتیں
جہالت اور گمراہی کی ہیں اور اسکی تقریر ہمنے جلد ثالث کے باب ریاضت نفس میں لکھی ہے اب اگر یہ کہو کہ ایک تائب تو اپنے گناہ کو بھول
گیا اور اسکا ذکر نہیں کرتا اور دوسرے نے گناہ کو پیش نظر کر رکھا ہے اور ہمیشہ اسکو سوچکر ندامت کی آگ میں جلتا رہتا ہے تو
ان دونوں میں افضل کونسا شخص ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسباب میں بھی لوگ مختلف قول کہتے ہیں بعضوں کا قول تو یہ ہے کہ
توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو پیش نظر رکھے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ توبہ اسکا نام ہے کہ گناہ کو نسیاً منسیاً کر دے اور یہ
دونوں قول ہمارے نزدیک درست ہیں مگر دو حالوں سے متعلق ہیں اور صوفیوں کے کلام میں ہمیشہ قصور رہتا ہے اسواسطے کہ انمیں ہر
ایک کی یہ عادت ہے کہ صرف اپنے نفس کا حال بیان کیا کرتے ہیں دوسرے کے حال سے انکو غرض نہیں ہوتی حالانکہ احوال کے اختلاف
سے جواب بھی مختلف ہوا کرتے ہیں اور علم کے اعتبار سے یہ بات صوفیوں کی داخل نقصان ہے کیونکہ اشیا کی اصل حقیقت کو جاننا
افضل و اعلیٰ ہے لیکن اگر ہمت و ارادہ کی نظر سے انکے قول کو دیکھو تو کامل ہے یا یوں سمجھو جب آدمی اپنے ہی نفس کو دیکھتا رہیگا تو
اسکو دوسرے کے حال سے غرض نہو گی کیونکہ طریق الی اللہ اسکے حق میں اسکا نفس ہے اور منازل اس راستے کے نفس کے حالات
ہیں تو اس نظر سے دوسرے کے حالات جاننے کی کچھ ضرورت نہیں اور کبھی بندے کا راستہ خدا کیطرف سیکھنے سکھانے سے
ہوتا ہے اسلیے کہ اسکی طرف راستے بہت ہیں گو بعضے نزدیک سا ہیں اور بعضے دور اور اصل ہدایت میں سب شریک ہیں مگر خدا کو معلوم
ہے کہ سب سے زیادہ ہدایت پر کون ہے اب ہم کہتے ہیں کہ گناہ کا سامنے رکھنا اور اسپر ورد کرنا مبتدی کے حق میں کمال ہے اسلیے
کہ اگر مبتدی گناہ کو بھول جاویگا تو اسکو خوب سوزش نہو گی اور اسوجہ سے اسکا ارادہ بھی قوی نہوگا اور شوق زیادہ نہ ابھریگا اور اگر
گناہ کو یاد رکھیگا تو اسکا خوف و اندوہ اسبات کا مقتضی ہوگا کہ پھر ویسی حرکت نہ کرے غرضکہ یاد رکھنا گناہ کا مبتدی غافل کی نسبت
داخل کمال ہے اور سالک طریق کے لیے نقصان ہے اسلیے کہ یاد کرنا بھی ایک شغل مانع راہ چلنے کا ہے سالک طریق کو سوا راہ چلنے کے
اور طرف دھیان ہی نچاہیے مثل مشہور ہے کہ راہ بے کاٹے نہیں کٹتی اگر سالک کی نظروں میں پہونچنے کے آثار معلوم ہوں اور انوار
معرفت اور غیب کی چمک منکشف ہو جاوے تو اسمیں مستغرق ہو جاویگا اور پھر اسکو یہ گنجائش نہوگی کہ اپنے پہلے حالات پر التفات
کرے یہ درجہ کمال کا ہے بلکہ اگر کوئی مسافر اپنے راستے میں نہر پاوے کہ جسکا پل پہلے سے توڑ ڈالا اور پھر پار اترنے کے واسطے
مدت تک حیران و پریشان رہے اور کسیوجہ سے پار اتر کر نہر کے کنارے بیٹھکر رونا شروع کرے کہ ہائے افسوس میں نے
اسکا پل کیوں توڑا تھا تو اس رونے سے اور زیادہ حرج ہوگا اترنے میں جو دقت ہوئی اس سے یہ حرج علاوہ ہے ہاں اگر پار اترنے

کے وقت سفر کا وقت نہ ہے مثلاً رات کا وقت ہو کہ اسمین نہین چل سکتا یا راستے مین اور بہت سی نہرین ہون جنکے پار ہونے مین
رات کو خطرہ ہو تو اسوقت اگر رات کو نہر کے کنارے بیٹھکر خوب سا اندوہ و ملال و گریہ و زاری پل توڑنے کے لیے کرے تاکہ پھر ویسی
حرکت کبھی عمل مین نہ لاوے تو کیا مضائقہ ہے لیکن اگر اسکو ایک ہی خرابی مین اسقدر تنبہ ہو گیا ہو جس سے اسکو اعتقاد ہو کہ پھر ایسی حرکت
نہ کریگا تو ایسے شخص کے حق مین راہ کا چلنا ہی بہتر ہے اس بات سے کہ پل کے توڑنے کو یاد کرکے روتا ہوا وہان ہی کا ہو رہے اور
یہ بات وہی شخص جانتا ہے جو طرائق اور مقصد اور عوائق اور چلنے کے طور کو جانتا ہو اور ان امور کو ہمنے اشارۃً باب علم مین اور
جلد ثالث مین بیان کیا ہے بلکہ ہمارے نزدیک یہ ہین تو دوام توبہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی آخرت کی دولت کو بہت سوچتا رہے تاکہ رغبت آخرت
اور زیادہ ہو لیکن اگر جوان آدمی ہو تو ایسی چیزون مین جنکا نظیر دنیا مین موجود ہو مثلاً حور و قصور مین بہت فکر نہ کیا کرے کیونکہ اس
فکر سے کبھی رغبت مجازی حور و قصور کی پیدا ہو جاتی ہے حقیقی کیطرف نہین رہتی مناسب یہ ہے کہ صرف فکر لذت دیدار الٰہی کیا کرے
جسکا نظیر دنیا مین نہین اسیطرح گناہ کا یاد کرنا بھی کبھی محرک شہوت ہوتا ہے اور مبتدی کو اس سے نقصان ہوتا ہے اسلیے بھول جانا
گناہ کا مبتدی کے حق مین افضل معلوم ہوتا ہے اور ایسا نہو کہ اس تحقیق کی تصدیق مین تم کو تامل ہو کہ حضرت داؤد علیہ السلام
نے اپنے گناہ پر گریہ و نوحہ کیا تھا اسلیے کہ اپنے نفس کو انبیاء کے نفس پر قیاس کرنا ٹھیک نہین ہے کیونکہ انبیاء اپنے اقوال و افعال مین بھی
اس درجہ کی کمی کرتے ہین جو انکی امت کے حال کے لائق ہو اس نظر سے کہ انکی بعثت صرف امت کے ارشاد کیلیے ہے تو جس فعل یا قول سے
کہ امت و بلکہ منتفع ہو وہ انکو کرنا پڑتا ہے گو انکے درجہ سے وہ اتر کر ہو دیکھو بعض شیوخ ایسے تھے کہ اپنے مرید کو جو ریاضت بتاتے
تھے اسکو آپ بھی اسکے ساتھ کرتے تھے گو انکو اسکی حاجت نہ تھی وہ مجاہدہ اور تادیب نفس سے فارغ تھے مگر انکا فعل اسوجہ سے تھا کہ
مرید کو ریاضت سہل ہو جاوے اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے انی لا انسی ولکن انسی لاشرع اور ایک روایت مین ہے کہ انما
اسہو لاسن اور اس امر کا تعجب نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ امت انبیاء کے سایہ لطف مین ایسی ہوتی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کے ظل
عاطفت مین ہوتا ہے یا جیسے مواشی اپنے چرواہے کے سایہ حمایت مین ہوتے ہین باپ اپنے بیٹے کو جب بولنا سکھاتا ہے تو جانتے
ہی ہو کیسی اپنی آواز توتلاتا ہے مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن کو جبکہ انھون نے چھوہارا صدقہ کا اٹھا کر اپنے
منہ مین رکھ لیا تھا فرمایا کخ کخ یعنی چھی چھی حالانکہ آپکی فصاحت اسبات سے قاصر نہ تھی کہ کوئی اور لفظ فصیح چھوہارا
کے پھینکنے کیلیے فرماتے مگر چونکہ آپنے جان لیا تھا کہ ہماری گفتگو نہ سمجھینگے تو فصاحت کو ترک فرماکر انکی ہی سی توتلی زبان کرکے
ارشاد فرمایا اسیطرح جو شخص بکری یا کسی پرند کو تعلیم کرتا ہے تو انکے لیے سیٹی یا اور آواز مثل بہائم و پرند کے استعمال کرتا ہے تاکہ انکے
سکھلانے مین سہولت ہو۔ اسطرح کے دقائق سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ مقام ایسا ہے کہ اسمین عارفون کے قدم
لغزش کھا جاتے ہین غافلون کا تو کیا ذکر ہے اللہ تعالےٰ اپنے کرم اور الطاف سے حسن توفیق عنایت فرماوے

دوسرا بیان دوام توبہ مین لوگون کے اقسام کا جاننا چاہیے کہ توبہ کرنیوالے توبہ کے باب مین چار طبقہ ہین اول طبقہ
توبہ یہ ہے کہ گنہگار گناہ سے توبہ کرکے آخر عمر تک اسی پر جما رہے جو کچھ پہلے قصور کیا ہو اسکا تدارک کرے اور گناہون کے

دوبارہ کرنیکا خیال بھی دل میں نہ لاوے سوائے ان لغزشوں کے جنسے کہ آدمی بشر طبیعی ہونیکے سبب عادتاً خالی نہیں ہوتا اور کسی گناہ کا خطرہ نہ گذرے پس توبہ پہ جمارہنا اسیکا نام ہو اور ایسے ہی تائب کو کہتے ہیں کہ خیرات میں آگے نکل گیا اور اپنی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل لیا اسی توبہ کو توبۂ نصوح کہتے ہیں اور ایسے ہی نفس کو نفس مطمئنہ بولتے ہیں جو اپنے پروردگار کے سامنے اسی طرح جاویگا کہ وہ اس سے راضی اور وہ اس سے خوش اور ایسے ہی لوگوں کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں کہ سبق المفردون المستہترون بذکر اللہ تعالیٰ وضع الذکر عنہم اوزارہم فوردوا القیامۃ خفافاً کیونکہ اسمیں یہ اشارہ ہے کہ انپر بوجھ تو تھا مگر ذکر نے انکا بوجھ اتار دیا پھر اس طبقے کے کئی مراتب ہو سکتے ہیں مثلاً بعض تو ایسے ہونگے کہ جسوقت توبہ کی اسوقت انکی شہوات مغلوب ہو گئیں اب ان کو اس کے نفس سے جہاد کی ضرورت نہیں ہے ان کو اسکے نفس سے جیسا ان منازع ہوتا سلوک طریقت کیلئے اس سے فراغت اور بعض ایسے ہونگے کہ شہوات کا نزاع انکے نفس سے رہیگا مگر وہ مجاہدہ نفس اور رد شہوات میں تاخیر نہ کرتا ہو پھر نزاع کے درجات بھی باعتبار کثرت اور قلت اور اختلاف مدت اور اختلاف نوع کے متفاوت ہیں اسیطرح عمر کی کمی بیشی سے بھی تفاوت ہوجاتا ہے مثلاً بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ توبہ کرتے ہی مرجاتے ہیں ایسوں کے حال پر غبطہ ہوتا ہے کہ سلامت چلے گئے اور کچھ فتور توبہ میں نہ ہوا اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ توبہ کے بعد مدتوں جیتے ہیں اور نفس پر مجاہدہ اور صبر کرتے ہیں اور توبہ پر جمے رہتے ہیں اور بہت سے حسنات بجالاتے ہیں ایسے لوگوں کا حال اعلیٰ اور افضل ہوا واسطے کہ ہر ایک خطا کے مٹانے کیلئے ایک نیکی ہوتی ہے بلکہ بعض علما کا تو یہ قول ہے کہ گناہگار جب گناہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ جبتک محو نہیں ہوتا جبتک عاصی دس بار اس گناہ پر قدرت پاکر خدا کے خوف سے اپنی شہوت نہ توڑ دے ہر چند یہ شرط لگانی دور از قیاس ہے الا اگر ایسی صورت ہو تو اسمیں شک نہیں کہ اسکی تاثیر جلد ہی ہوگی پھر بھی مرید کمزور کو چاہیئے کہ اس حال پر چلے یعنی اول شہوت کو ہیجان میں لاوے اور سب اسباب موجود کرلے یہانتک کہ قدرت گناہ کر لینے کی بخوبی ہوجاوے پھر طمع کرے کہ میں اس سے محفوظ رہوں تو ایسا نکرنا چاہیئے اسلیے کہ ایسی صورت میں غالب یہی ہے کہ شہوت کی باگ اپنے اختیار سے باہر ہو جاوے اور توبہ کو توڑکر گناہ میں مبتلا ہو بلکہ ایسے شخص کے حق میں توبہ کا طریق یوں مناسب ہے کہ ایسے اسباب مہیا کرنے سے گریز کرے جنسے کہ گناہ آسان ہوجاتا ہے یہانتک کہ راہ شہوت اسکے نفس پر بالکل بند ہوجاوے اور اسکے ساتھ ہی جتنا ہو سکے شہوت کے توڑنے میں کوشش کرے تاکہ اسکی توبہ محفوظ رہے

دوسرا طبقہ ایسا توبہ والا ہے جو اصول طاعات کی بجاآوری اور کل گناہ کبیرہ کے ترک پر استقامت کرے مگر تاہم ایسے گناہوں سے خالی نہیں جو اس سے بے قصد و ارادہ صادر ہوجاتے ہیں یعنی اپنے کام کاج میں ان گناہوں میں پھنس جاتا ہے یہ نہیں کہ پہلے سے انکا ارادہ مصمم کیا ہو اور جب کبھی اس سے اسطرح کا گناہ سرزد ہوتا ہے تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے اور افسوس کرتا ہے اور نئے سرے سے ارادہ مصمم کرتا ہے کہ اب ان اسباب سے بچا رہونگا جو مجھے گناہوں میں مبتلا کردیں ایسے نفس کو نفس لوامہ کہنا سزاوار ہے کہ جو حال مذمومہ آدمی پر بے قصد و ارادہ آجاتے ہیں انپر اسکو ملامت کرتا ہے ہر چند یہ طبقہ اول سے عالی تھا اس طبقے کے عالی رتبہ ہونے میں بھی تامل نہیں اور اکثر تائبوں کا حال ایسا ہی ہوتا ہے اسلیے کہ بدی انسان کی سرشت میں خمیر ہوئی اس سے جدا ہونا قریب بمحال ہے الا انسان

سے اتنا ہو سکتا ہے کہ کوشش کر کے اپنی خیر بہ نسبت شر کے زیادہ کرے یہانتک کہ پلہ حسنات بھاری ہو جاوے مگر پلہ بدیون کا بالکل خالی
رہنا نہایت مشکل ہے بہر حال ایسے لوگون کیلیے خدا تعالی نے وعدہ عمدہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش
الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ پس جو صغیرہ کہ آدمی سے بیدل جائے سرزد ہو جاوے چاہیے کہ وہ لمم مین داخل ہے جو معاف ہے اور فرمایا والذین
اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم پس باوجود لوگون کے ظلم کرنے کے اپنی جانون پر جو انکی نافرمانی اسوجہ سے ہے
کہ ان لوگون نے بعد کو ندامت کی اور اپنے نفس کو ملامت اور اسی جیسے رتبے کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین جو حضرت علی کرم
اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین خیارکم کل مفتن تواب اور دوسری حدیث مین ہے المومن کالسنبلہ یفئی احیانا ویمیل
احیانا اور ایک حدیث مین ہے کہ ایماندار کیلیے یہ ضروری ہے کہ کبھی کبھی گناہ کا مرتکب ہو جاوے ان سب روایات سے قطعاً ثابت ہوتا ہے
کہ اس مقدار قصور سے توبہ نہین ٹوٹتی اور نہ ایسے قصور والا زمرے مین اصرار کرنیوالون کے داخل ہے اور جو شخص ایسے لوگون کو درجہ
تائبین سے مایوس کرے وہ ایسا ہی جیسے کوئی طبیب کسی ایسے شخص تندرست کو کہ جو میوے اور گرم غذا کبھی کبھی کھالیتا ہو
اور مداومت انپر نہ کرتا ہو کہ تو ہمیشہ اچھا نہ رہیگا یا کوئی فقیہ کسی طالب فقہ کو مایوس کردے کہ تجھکو فقہ کا درجہ نہ ملیگا اسوجہ سے
کہ تو کبھی کبھی سبق کو دہرانا نہین یاد کرتا ہے حالانکہ اس سے یہ امر بہت کم اور تھوڑے ہی وقت کیلیے اتفاقاً ہو جاتا ہے پس ایسے کو
مایوس کرنا نہ چاہیے اور نہ ظاہر ہوگا کہ فقیہ اور طبیب خود ناقص ہین ولکن کا فقیہ اسے کہتے ہین جو خلق کو اسوجہ سے کہ ان سے
لغزشین ہوتی ہین اور گناہ کرتے رہتے ہین درجہ سعادت پر پہونچنے سے مایوس نہ کرے دیکھو حدیث شریف مین وارد ہے کل
بنی آدم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون المستغفرون اور فرمایا المومن واہ راقع فخیرہم من مات علی رقعۃ یعنی گناہون کے سبب اپنے
ایمان کو پھاڑتا ہے اور توبہ اور ندامت سے پھر پیوند لگاتا ہے اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اولئک الذین یوتون اجرہم مرتین بما صبروا ویدرؤن
بالحسنۃ السیئۃ اسمین یہ وصف بیان کیا کہ خطا کے نیکی کرتے ہین یہ نہین فرمایا کہ بالکل خطا نہین کرتے

تیسرا طبقہ یہ ہے کہ توبہ کرکے ایک مدت تک اسپر جما رہے پھر کسی گناہ کی خواہش اسپر غالب ہو جائے اور اسکو قصداً و ارادۃً کرلیوے
اسوجہ سے کہ اس خواہش کے دبانے سے عاجز ہے مگر باوجود اسکے طاعات کی بجا آوری ہمیشہ کرتا رہتا ہے اور گناہون کا بھی باوجود
قدرت وخواہش کے تارک ہے صرف ایک خواہش یا دو خواہشون سے مجبور ہے کہ وہ اسپر غالب آجاتی ہے تاہم یہ چاہتا ہے کہ اگر خدا تعالی
مجھکو اس شہوت کے روکنے پر بھی قادر کردے تو کیا خوب ہو یہ آرزو تو قبل معصیت ہو اور بعد سرزد ہونے خطا کے اسپر نادم ہو
اور کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو مین اس کام کو نہ کرتا اور اب مین مجاہدہ نفس پر کرکے اسکو اس شہوت سے روکونگا اور اس خطا سے توبہ کرونگا
مگر اسکا نفس ٹالتا رہتا ہے اور آجکل کیا کرتا ہے اسطرح کے نفس کو وہ نفس سمجھنا چاہیے جسکا نام مسولہ ہے اور ایسے لوگ وہ ہین جنکی شان مین

[illegible]

[illegible]

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تو ایسا شخص جو کہ اپنی طاعات پر مداومت رکھتا ہے
اور اپنے کردار کو برا جانتا ہے اس نظر سے تو توقع ہے کہ خدا تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماوے مگر بدین لحاظ کہ توبہ میں تاخیر اور لیت و لعل
کرتا ہے اسکا انجام پُر خطر ہے کیا معلوم ہے کہ موت پہلے ہی توبہ سے آ دبائے پھر جو خدا کو منظور تھا وہی ظہور میں آوے یعنی اگر
خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسکا تدارک کیا اور اسکے جبر نقصان کے لیے قبول توبہ سے سرفراز فرمایا تو وہ شخص زمرۂ سابقین
میں لاحق ہوگا اور اگر خدا نخواستہ بدبختی غالب ہوگی اور شہوت و بالکل تو یہ خوف ہے کہ کہیں اسپر خاتمہ کے وقت قول ازلی صادق
نہ آجائے کیونکہ یہ معمول ہے کہ اگر کسی طالب علم سے ایسی باتوں سے نہ بچا جاوے جو مانع تحصیل ہیں تو اس سے یہی سمجھا جاویگا
کہ اسکی قسمت میں علم نہیں اور اگر اسکے لیے سامان تحصیل کا سب خاطر خواہ میسر ہو تو دلالت اسپر ہوگی کہ ازل میں اسکا نام عالموں میں
لکھا ہوگا یہی حال آخرت کی سعادت حسنات سے اور وہاں کا عذاب سیئات سے ایسے متعلق ہیں جیسے مرض و صحت غذا اور دوا سے مرتبط
ہیں یا حاصل ہونا فقہ کا جس سے دنیا کے مراتب اعلیٰ ملتے ہیں کاہلی کے ترک کرنے اور نفس کو ہمیشہ فقہ کا عادی رکھنے سے متعلق ہے جس
طرح کہ منصب ریاست اور قضا اور علم میں بڑا بننا اسی نفس کو حاصل ہوتا ہے جو مدت تک فقہ سیکھنے میں لگا رہا ہو اور فقیہ ہو گیا ہو اسیطرح
ملک آخرت اور اسکی دولت اور خدا تعالیٰ کی نزدیکی سے وہی دل مشرف ہوتا ہے جو مدت تک محنت کرکے پاک و صاف ہوا ہو خدا
تعالیٰ نے اپنی تدبیر ازل سے اسیطرح مقرر فرمائی ہے اور اسیواسطے ارشاد فرمایا وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا پس جب بندہ کسی گناہ میں مبتلا ہوا اور گناہ نقد اور توبہ ادھار ہو تو یہ علامت رسوائی کی ہے اور ایک حدیث میں وارد ہے
کہ بندہ ستر برس تک عمل اہل جنت کا سا کیا کرتا ہے یہانتک کہ لوگ اسکو جنتی کہنے لگتے ہیں اور اسمیں اور جنت میں صرف ایک بالشت
کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن نوشتۂ ازلی غالب ہوتا ہے پھر وہ شخص دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے اور دوزخ میں جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ
خوف خاتمہ کا توبہ سے پیشتر ہے اور ظاہر ہے کہ ہر ایک سانس آدمی کی عمر گذشتہ کا خاتمہ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اسی سانس سے موت ملی ہوئی ہو
اسلیے ضرور ہوا کہ انفاس کی محافظت کیجاوے ورنہ ممنوع خیر میں مبتلا ہو جاویگا اور حسرت دائمی ایسے وقت میں کریگا جس وقت کچھ
فائدہ نہ ہو شعر

کر لے غافل زندگی میں نیکی جتنی ہو سکے ؛ ورنہ وقت نزع قواریاں ہی لیجائیگا ؛

چوتھا طبقہ وہ ہے کہ توبہ کرکے کچھ روز جارہے پھر گناہ کا یا گناہوں کا مرتکب ہو بدون اسکے کہ دل میں توبہ کرنے کا خیال ہو یا گناہ
کرلینے پر افسوس ہو بلکہ غافل آدمی کی طرح اتباع شہوت میں ڈوبا رہے تو ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنیوالوں کے زمرے میں ہے
اور اسکا نفس امارہ بالسوء یعنی بدی کا حکم کرنیوالا ہے اور خیرات سے بھاگنے والا ایسے شخص پر خوف انجام کے برا ہونیکا ہے خدا جانے
کیا ہو اگر معاذ اللہ برائی پر خاتمہ ہوا تو ایسا بدبخت ہوگا جسکی بدبختی کی کچھ انتہا نہیں اور اگر بھلائی پر انجام ہوا یہانتک کہ توحید پر مرا تو اسکو
توقع دوزخ کی آگ سے رہائی کی ہوگی گو کچھ مدت کے بعد ہو اور یہ بھی محال نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی سبب خفیہ کے باعث جسکی اس شخص
کو اطلاع نہ ہو اسکو معاف فرماوے جیسے کوئی شخص کسی اجاڑ جگہ میں جاوے اس نیت سے کہ خزانہ پاوے تو محال نہیں کہ اتفاق سے اسکو
ملجاوے یا مثلاً کوئی شخص گھر میں بیٹھا رہے اس قصد سے کہ علوم بدون تحصیل کے آجاویں جیسے انبیا علیہم السلام کو حاصل تھے تو یہ بھی

محال نہیں خدا تعالیٰ کی قدرت سے ممکن ہے مگر طاعات کے عوض میں خدا کی مغفرت کا خواہان ہونا تو ایسا ہے جیسا کوئی محنت اور بحث سے
علم کا خواہان ہو یا تجارت کی مشقتیں خشکی و تری کی اٹھانے سے مال کا طالب ہو اور باوجود اعمال کی خرابی کے مغفرت کا طالب ہونا اور اسکا
متوقع ہونا ایسا ہے جیسا ویرانوں میں خزانہ کا ڈھونڈھنا تھا اور فرشتوں کی تعلیم سے علم کا سیکھنا کہ ہر چند محال نہیں الا بعید از عقل ہے
اور کوشش کرنے کے بعد بھی اگر علم آجاوے اور تاجر غنی ہو جاوے اور جو نماز روزہ ادا کرتا ہو اسکی مغفرت ہو جاوے تب بھی غنیمت ہے
کسی بزرگ کا قول ہے کہ آدمی سب محروم ہیں سوائے عالموں کے اور عالم سب محروم ہیں سوا عاملوں کے اور عامل سب محروم ہیں سوا
مخلصوں کے اور مخلص لوگ بڑے خطر میں ہیں اور جسطرح کہ ارباب الباب کے نزدیک ایسا شخص خارج از عقل گنا جاتا ہے جو اپنا گھر اور کل مال
ضائع کردے اور اپنے نفس اور خاندان کو بھوکا چھوڑ دے اس توقع پر کہ کیا عجب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے کھنڈر میں زمین کے
نیچے خزانہ عنایت فرماوے گو اس شخص کی یہ توقع خدا تعالیٰ کی قدرت سے محال نہیں ہے اسیطرح جو شخص خدا تعالیٰ کے فضل سے
مغفرت کی توقع رکھے اور بجا آوری طاعت میں قصور اور گناہوں پر اصرار کرتا رہے مغفرت کی راہ نہ چلتا ہو تو وہ ارباب دل کے نزدیک
بیوقوف اور مغالطے میں پڑا ہوا ٹھہریگا اور بڑا تعجب اس ناقص العقل کی عقل سے ہے کہ اپنی حماقت کی بات کو خوبی کے پیرایہ میں
رواج دیتا ہے یعنی کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کریم ہے اور مجھ ایسے آدمی سے اسکی جنت کچھ تنگ نہیں ہوگی اور میرے گناہ سے اسکا کچھ ضرر
نہیں لیکن باوجود اس قول کے روپیہ کی تلاش میں خشکی اور تری کے سخت مشکل سفر اختیار کرتا ہے اور اگر اس کو کہا جاوے کہ خدا تعالیٰ کریم
ہے اسکے خزانے کے روپے تمہاری حاجت سے فاضل ہیں اور تم بھی اگر تجارت میں سستی کرو تو تمہارا کیا ضرر ہے اسلئے کہ تم گھر میں بیٹھے رہو
خدا تعالیٰ تمکو ایسی جگہ سے روزی دیگا جہاں سے تم نہ جانتے ہو بس کہنے والے کو احمق بناویگا اور اس سے تمسخر کریگا اور کہیگا کہ آسمان
سے سونا اور چاندی تو نہیں برستا یہ چیزیں ہاتھ پاؤں کے ہلانے سے حاصل ہوتی ہیں خدا تعالیٰ کی عادت اسی طرح جاری
ہے جو راہ مقرر کردی اسمیں کچھ تبدیل نہیں ہوتی اب اس احمق سے کہنا چاہیے کہ دنیا و آخرت کا خدا ایک ہی ہے اور جو طریق اسنے
ان دونوں میں مقرر رکھا ہے اسمیں کچھ تبدیل نہو گی اور اسنے یہ ارشاد فرمایا ہے وان لیس للانسان الا ما سعی تو پھر کسنے یہ اعتقاد تیرے
کر لیا کہ خدا تعالیٰ آخرت میں کریم ہے اور دنیا میں نہیں اور اسبات کے کیسے قائل ہوئے کہ اسکے کرم کے مقتضے سے حصول مال کے
لیے قصور نہیں کرنا چاہیے مگر آخرت کی سلطنت جاوید اور دولت پائدار کے ملنے کے لیے کرنا چاہیے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ
اپنے کرم سے اتنی دولت پائدار تو آخرت میں بے محنت دیدیگا اور دنیا کا مال فانی جسمیں اکثر مصیبتیں اٹھانی پڑتی ہیں نہیں دیگا
تم اس ارشاد خداوندی کو بھول گئے وفی السماء رزقکم وما توعدون خدا اس جہالت سے بچاوے یہ اعتقاد کرنا تو سراسر جہل چاہ
ضلالت اور گو حماقت میں گرتا ہے اسیطرح سے گویا کہ اس آیت کے مصداق ہوں تو دیکھیو جو لوگ ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤسہم عند ربہم ربنا
ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا یعنی ہم نے معلوم کر لیا کہ تیرا قول درست تھا وان لیس للانسان الا ما سعی اب تو ہمکو دنیا میں پھیر دے تاکہ ہم کچھ عمل
کریں پھر اسوقت پھرنا کہاں بلکہ عذاب ہوگا اور اسکی جان خدا تعالیٰ جہالت اور [illegible] سے بچاوے جسکے سبب سے [illegible] استحقاق ہوا ہو
تیسرا بیان اسبات کا کہ اگر تائب سے اتفاقا یا قصدا کوئی گناہ ہوجاوے تو اسکو کیا کرنا چاہیے واضح ہو کہ جیسا تائب کو [illegible] کرنا

کا مرتکب ہوجاوے تو اسپر دو باتین واجب ہین اول یہ کہ توبہ اور ندامت کرے دوسرے یہ کہ اس گناہ کے محو کرنے کیلیے کوئی نیکی اس کی
ضد مین کرے جیسا کہ ہم اوپر اسکا طریق لکھ چکے ہین پس اگر نفس نے عزم آیندہ کے چھوڑنے کا بسبب غلبہ شہوت کے نہ کیا تو گویا ایک
واجب کی بجا آوری سے عاجز ہوا اس صورت مین نہین چاہیے کہ دوسرے واجب کو بھی ترک کرے بلکہ نیکی کرکے بدی کے محو کرنے کی تدبیر
کرے اور حسنات سے ان سیئات کا کفارہ کر دے تاکہ اور کچھ نہو تو یہ تو ہو کہ عمل صالح اور عمل بد دونون کا عامل ٹھہرے اور حسنات جن سے
کہ سیئات محو ہوتے ہین وہ یا دل سے ہوتے ہین یا زبان سے یا اعضا سے پس جس جگہ سے کہ بدی کا مرتکب ہوا ہو یا بدی کا سبب
جہان سے پیدا ہوا ہو نیکی بھی اسی جگہ سے کرنی چاہیے مثلاً اگر بدی کا ظہور دل سے ہوا ہو تو اسکو اسطرح مٹاوے کہ خدا تعالےٰ
کی جناب مین گریہ وزاری کرے اور مغفرت اور عفو کا خواہان ہو اور جیسے غلام بھاگا ہوا ذلیل ہوتا ہے ویسا ہی اپنے آپ ذلیل بنے حتیٰ کہ
سب لوگون پر ذلت ظاہر ہو جاوے اور اسکا طور یہ ہے کہ جسقدر برائی ان مین کرتا ہوا اسکو کم کرے اسواسطے کہ بھاگے ہوئے غلام
کو دوسرے غلامون پر تکبر کرنے کی کیا وجہ ہے اسکو تو ہر دم یہ خیال چاہیے ؏ مرد آمرزیدہ بگریختہ ؛ آبروی خود بعصیان ریختہ ؛
اور نیز دل سے عزم طاعات کا اور اہل اسلام پر خیرات کا رکھے اور زبان سے کفارہ کا طور یہ ہے کہ اپنے ظلم کا اقرار کرے
اور یون کہے یا ربی ظلمت نفسی وعملت سوءً فاغفر لی ذنوبی جسکا مضمون ان اشعار مین ہے اشعار

بادشاہا جرم ما را در گذار	ما گنہگاریم و تو آمرزگار	تو نکوکاری و ما بد کردہ ایم	جرم بے اندازہ بیحد کردہ ایم
مغفرت دارم امید از لطف تو	زانکہ خود فرمودۂ لاتقنطوا		

اور اقسام استغفار کے جو ہمنے باب دعا و ذکر مین لکھے انکو بہت
کہنا ہے اور اعضا سے کفارہ کرنے کا طور یہ ہے کہ طاعات اسے بجالاوے اور صدقات اور اقسام عبادات ادا کرے اور احادیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی گناہ کے پیچھے آٹھ کام کرلے تو توقع ہے کہ وہ گناہ معاف ہو جاوے چار کام تو دل کے اعمال سے ہین
اول توبہ کرنا یا قصد توبہ کرنا دوم گناہ سے احتراز کرنیکا اچھا معلوم ہونا سوم گناہ پر عذاب سے ڈرتے رہنا چہارم اسکے بخشے
جانے کی توقع کرنی اور چار کام اعضا کے اعمال مین سے ہین اول یہ کہ گناہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھے دوم اس دوگانہ کے بعد ستر بار
استغفار اور سو مرتبہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے سوم کچھ صدقہ دے چہارم ایک روزہ رکھے اور بعض روایات[1] مین ہے کہ وضو کامل کرکے
مسجد مین جاوے اور دوگانہ نماز پڑھے اور بعض[2] مین چار رکعتون کا ذکر ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جب کوئی برائی کر
اسکو چاہیے کہ اسکے بعد بھلائی کرے تاکہ اسکی مکافات ہو جاوے پوشیدہ برائی کے عوض پوشیدہ بھلائی کرے اور ظاہر
کے عوض ظاہر اور اسی بنا پر یہ قول ہے کہ پوشیدہ صدقہ دینے سے رات کے گناہ محو ہوتے ہین اور ظاہر صدقہ دینے سے
دن کے اور ایک حدیث صحیح مین ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت[3] صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے
سب کچھ کیا مگر زنا نہین کیا جو خدا تعالیٰ کا حکم ہو وہ آپ میرے اوپر جاری فرمائیے آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے
ہمارے ساتھ کیا صبح کی نماز نہین پڑھی اسنے عرض کیا کہ پڑھی ہے آپ نے فرمایا کہ نیکیاں بدیونکو کھو دیتی ہین اس حدیث سے یہ
معلوم ہوتا ہے کہ زنا سے کم مباشرت عورتونکی گناہ صغیرہ ہے اسلیے کہ نماز کے باعث سے جاتا رہتا ہے اور کبیرہ گناہ نماز سے نہین محو ہوتا چنانچہ

حدیث شریف میں ہے الصلوات الخمس کفارات لما بینہن الا الکبائر بہر حال آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس کا حساب ہر روز کیا کرے اور اپنی
خطاؤں کو جمع کیا کرے اور انکے دور کرنے میں محنت کرے کہ اتنی ہی حسنات کیا کرے اب اگر یہ کہو کہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جو
شخص گناہ سے استغفار کرے اور اسپر اصرار کرتا جاوے وہ گویا خدا تعالیٰ کے ساتھ ہنسی کرتا ہے پس جبتک کہ اصرار کا عقدہ دل
حل نہو گا تبتک استغفار کیسے مفید ہو گا اور بعض اکابر فرماتے تھے کہ میں اپنی زبانی استغفار سے بھی استغفار کرتا ہوں اور بعض کا قول
ہے کہ صرف زبان سے استغفار پڑھنا جھوٹوں کی توبہ ہے اور حضرت رابعہ عدویہ فرماتی ہیں کہ ہمارے استغفار کے لیے بہت سا استغفار
چاہیے ان روایات میں کونسا استغفار مراد ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ استغفار کی فضیلت میں اخبار بیشمار وارد ہیں چنانچہ انکا ذکر باب
ادعیہ اور اذکار میں لکھا گیا اور اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہو گی کہ خداوند کریم نے استغفار کا اثر وہی ارشاد فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے تشریف رکھنے سے فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون اسی جہت سے
بعض صحابہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لیے دو امن تھیں ایک جاتا رہا یعنی گم ہو گئی یعنی وجود باجود جناب سرور کائنات کا ہم میں نہ رہا اور ایک
ابھی باقی ہے یعنی استغفار موجود ہے اگر وہ بھی نہ رہیگا تو ہم ہلاک ہو جاوینگے اب ہم کہتے ہیں کہ جو استغفار کہ جھوٹوں کی توبہ ہے وہ صرف
زبانی استغفار ہے اسطرح کہ دل کی شرکت اسمیں کچھ نہو جیسے عادۃً براہ غفلت کہدیا کرتے ہیں کہ استغفر اللہ یا جیسا آگ دوزخ کا بیان
سنا تو کہدیا کہ نعوذ باللہ منہا بدون اسکے کہ دل میں کچھ اسکی تاثیر ہو اسمیں صرف زبان کی حرکت ہوتی ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہاں
اگر اسکے ساتھ دل سے خدا کیطرف تضرع اور انکسار کرے اور ارادہ صادق اور نیت خالص اور رغبت کامل سے مغفرت کا سائل ہو تو
البتہ ایک حسنہ ہے اور اسمیں لیاقت اسبات کی ہے کہ برائی کو دور کر سکے اور اخبار جو فضائل استغفار میں وارد ہیں ان میں اسی استغفار
سے غرض ہے یہانتک کہ ارشاد فرمایا ما اصر من استغفر ولو عاد فی الیوم سبعین مرۃ اس حدیث میں استغفار سے استغفار قلبی مراد ہے اور
توبہ اور استغفار کے بہت درجات ہیں اوائل درجات بھی خالی از فائدہ نہیں گو آخر تک نوبت نہ پہونچے اسی بنا پر حضرت سہل
تستری فرماتے ہیں کہ بندے کو ہر حال میں ضرورت اپنے مالک کی ہوتی ہے تو اسکے حق میں بہتر یہی ہے کہ سب چیزوں میں مالک ہی کیطرف
رجوع کرے مثلاً گناہ میں مبتلا ہو تو التجا کرے کہ الٰہی میرا پردہ فاش نہ کر اور گناہ کر چکے تو دعا مانگے کہ الٰہی میری توبہ قبول
فرما اور توبہ کے بعد یہ عرض کرے کہ مجھے عصمت نصیب کر اور جب کوئی عمدہ کام کرے تو التماس کرے کہ خداوندا اس عمل کو مجھ سے قبول کر
اور کسی شخص نے انسے پوچھا کہ وہ استغفار کونسا ہے جو گناہوں کو مٹاتا ہے آپ نے جواب دیا کہ استغفار کا شروع تو استجابت ہے پھر انابت پھر توبہ
استجابت سے اعمال جوارح کے مراد ہیں مثل دوگانہ و دعا اور انابت سے اعمال قلوب یعنی صدق ارادت اور خلوص نیت وغیرہ مراد ہیں اور توبہ
سے یہ غرض ہے کہ خلق کو چھوڑ کر مالک کیطرف متوجہ ہو اور نعمت الٰہی کی ناواقفیت اور اسکے شکر نہ ہونیکا قصور جو اسمیں ہوا اس
مغفرت کا خواہاں ہو تا کہ وہ قصور معاف ہو اور مالک کے پاس سکونت کا نتیجہ پھر توبہ کے بعد تنہائی اختیار کرنی پھر توبہ پر ثابت قدمی
پھر بیان اسکے بعد فکر اسکے بعد معرفت اسکے بعد مناجات اسکے بعد مصافات اسکے بعد موالات اسکے بعد راز کی گفتگو جسکو خلت کہتے
ہیں یہ سب نتائج استغفار ہیں بترتیب متدرج ہوتے ہیں اور یہ باتیں اسی بندے کے دل میں ٹھہرتی ہیں جسکی غذا علم ہو اور قوام ذکر الٰہی

اور توشہ رضا اور اسکا رفیق توکل ہو ایسے دل کی طرف خدا تعالی نظر عنایت سے دیکھکر اسکو عرش پر اٹھا لیتا ہے اسکا مقام اور
عرش کے اٹھانیوالوں کا مقام ایک ہو جاتا ہی اور نیز کسی نے اس حدیث کا حال پوچھا کہ التائب حبیب اللہ آپ نے
فرمایا کہ حبیب جب ہوتا ہی جب وہ باتین اسمین پائی جاوین جو اس آیت مین مذکور ہین التائبون العابدون الحامدون السائحون
الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناہون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ اور فرمایا کہ حبیب اسکو کہتے ہین کہ جو چیز
اپنے حبیب کو بری معلوم ہو اسکے گرد نہ پھرے۔ حاصل یہ ہی کہ توبہ کے ثمرے دو ہین اول گناہوں کو مٹانا یہانتک کہ ایسا
ہو جاوے کہ گویا گناہ کیا ہی نہین اور دوسرا ثمرہ درجات کا ملنا ہے تاکہ حبیب ہو جاوے اور گناہ کے مٹانے کے درجات مختلف
ہین بعضوں سے اصل گناہ بالکل زائل ہو جاتا ہی اور بعض مین صرف گناہ کی تخفیف ہوتی ہی ان درجات کا اختلاف بسبب اختلاف
توبہ کے درجات کے ہوتا ہے حاصل یہ کہ دل سے استغفار کرنا اور حسنات سے تدارک کرنا اگرچہ ابتدا سے درجات ہین جو اصرار
کے عقدے کو حل نکرین تاہم فائدے سے خالی نہین پس یہ گمان نکرنا چاہیے کہ ایسے استغفار و حسنات کا وجود و عدم برابر ہے
بلکہ ارباب مشاہدہ اور اہل دل کو قطعاً معلوم ہو گیا ہی کہ قول خداوندی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ بیشک درست ہی ہر ذرہ خیر مین کچھ
نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہی جیسے کانٹے مین ایک طرف ایک چاول ڈالدو تو کچھ نہ کچھ جھک جاویگا اور اسکی کچھ تاثیر نہو تو چاہیے کہ دوسرا
چاول اگر ڈالدین جب بھی کچھ اثر نہو اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ چاول اگر زیادہ بھی اسمین ڈالے جاوین تب بھی پلہ نہ جھکے حالانکہ قطعاً
محال ہی یہی حال حسنات اور ذرات خیر کا ہی کہ انسے بھی میزان اعمال مین پلہ حسنات پر ضرور ہی اثر ہوتا ہی اور بہت سی ہو کر سیئات کا پلہ ان کے
مقابل مین اٹھ جاتا ہی پس آدمی کو چاہیے کہ کسی حال مین تھوڑی سی خیر کو اور ذرہ بھر طاعت کو حقیر جانکر فروگذاشت نہ کرے اور نہ کسی ادنی
گناہ کو قلیل سمجھکر اسکا مرتکب ہو جیسے کوئی بیوقوف عورت کاتنے کے لیے بہانہ کرے کہ مین ایک گھڑی مین صرف ایک دھاگا کات
سکتی ہون اس ایک دھاگے سے کونسا مال جمع ہو جاویگا یا کیا کپڑا تیار ہوگا اس احمق کو یہ معلوم نہین کہ دنیا کے جتنے کپڑے ہین
سب ایک ایک تار ہی سے بنے ہین اور تمام دنیا خود بھی باوجود اتنی وسعت کے ذرات ہی سے بنی ہی غرضکہ تضرع اور استغفار
دل سے کرنا ایک ایسی نیکی ہی جو خدا کے نزدیک ہرگز ضائع نہین ہوتی بلکہ میرا تو یہ قول ہی کہ صرف زبان ہی سے استغفار کرنا بھی حسنات مین
داخل ہی کیونکہ زبان کو غفلت کے ساتھ استغفار کے لیے ہلانا اس سے تو بہتر ہی کہ اسوقت مین کسی مسلمان کی غیبت یا کلام فضول کے
لیے حرکت دے اور چپ رہنے کی نسبت بھی بہتر ہی گو عمل قلبی کی نسبت ناقص ہی مگر زبان کے سکوت اور لغویات سے بہر صورت افضل
ہی چنانچہ بعض مریدین نے اپنے مرشد ابو عثمان مغربی سے عرض کیا کہ میری زبان بعض اوقات ذکر و قرآن پر جاری ہو جاتی ہے
حالانکہ میرا دل غافل ہوتا ہی انھون نے فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ اسنے تمہارے ایک عضو کو خیر مین لگایا اور ذکر کا عادی بنایا اور شر مین
نہ لگایا نہ فضول کا عادی فرمایا۔ اور بیشک ان حضرت کا قول درست ہی اسلیے کہ اعضا کو اگر خیر کی عادت مثل امور طبعی ہو جاتی ہے
تو وہ بہت سے گناہوں کے دفع کی ہوا کرتی ہی مثلاً ایک شخص استغفار کا عادی ہی وہ جب کسی سے کوئی جھوٹ بات سنیگا
فوراً کہہ بیٹھیگا استغفر اللہ اور جس کی عادت لغو گوئی کی ہوگی وہ جلدی سے یہی کہیگا کہ تم بڑے بیوقوف ہو یا کیسا بڑا جھوٹ

ہمارا ہی یا ایک شخص عادی نعوذ باللہ منہ کہنے کا ہو وہ جب کسی شریر کی شرارت کے افعال سنیگا عادت کے طور پر کہدیگا کہ نعوذ باللہ
منہ الا اگر فضول و لغو کا عادی ہوگا تو کہیگا خدا اسپر لعنت کرے ان میں ایک کا کہنے میں گناہگار ہوگا اور دوسرا کہنے میں بچا رہیگا
اور بچا تو کسیصورت زبان کے عادی خیر ہونیکا اثر ہو اور منجملہ معانی اس حدیث کے ہو ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور اس آیت کے
وان تک حسنۃ یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما تو دیکھنا چاہیے کہ صورت مذکورہ بالا میں کسطرح ہر حسنہ کو دو چند کیا یعنی غفلت
میں استغفار پڑھنا زبان کی عادت کردی یہانتک کہ اس عادت کے باعث گناہ کے شر کو دفع کیا کہ غیبت اور لعن اور فضول سے
روک دیا یہ زیادتی تو دنیا میں اسی دنی طاعت کی ہو اور آخرت کی بڑھوتری کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں یہ حال آدمی کو نہیں چاہیے
کہ طاعات میں صرف اوقات کا لحاظ کرکے ان کی رغبت کم کردے اسلیے کہ ایک بات شیطانی ہے کہ شیطان اس سے مغالطہ
کھانیوالوں کو دم دیا کرتا ہے اور یہ سمجھاتا ہے کہ تم ارباب دانش ہو کر خفیہ اسرار و رازوں کو پہچانتے ہو زبان سے ذکر کرنا اور دل کا
غافل رہنا محض بیفائدہ ہے اس مکر کے باعث خلق کی تین قسمیں ہوگئیں ایک تو وہ جنھوں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور ایک خیرات
میں آگے بڑھنے والے اور ایک میانہ رو جو سابقت خیرات میں کرتے ہیں وہ تو شیطان کے جواب میں کہتے ہیں کہ تو راست و
درست کہتا ہے مگر اس کلمۂ حق سے مطلب تیرا باطل ہے ہم تو دو بار ستاوینگے اور دو طور سے تجھے ذلیل کرینگے ایک یہ کہ
زبان کے ساتھ حرکت دل بھی شامل کر لیتے ہیں اور انکی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی شیطان کے زخم کا علاج
کرے اور اسپر نمک چھڑک دے اور ظالم اپنے نفس کے وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو واقف و فقیہ سمجھکر تو بلا اخلاص قلبی سے عاجز
ہوتے ہیں تو زبان کی عادت بھی ذکر کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ان لوگوں پر شیطان کی رسی پہنچتی ہے اور کمال درجہ کی موافقت ہو جاتی
ہے بلکہ سنگ و ردیرا و رشتفال دونوں ایک سے ہو جاتے ہیں اور میانہ رو وہ ہے جو شیطان کے برخلاف نہیں و لیکن عمل میں شریک نہیں
کر سکتا الا یہ جانتا ہے کہ صرف ذکر لسانی بہ نسبت قلبی کے ناقص ہوتا ہے مگر پھر بھی سکوت اور لغو گوئی کی نسبت کہ افضل ہے اس خیال سے
حرکت زبانی نہ چھوڑے اور خدا سے دعا کرے کہ جیسی میری زبان کو عادت خیر ڈالی ہے ایسا ہی دل کو بھی شریک اسکا فرما دے
اور ان تینوں میں سے اول شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جولاہا اپنے کام کو برا سمجھکر چھوڑ بیٹھا دے اور دوسرے کی مثال یہ ہے کہ جولاہا
اپنا پیشہ برا جانکر حلال خوری کا کام کرنے لگے اور میانہ رو کی مثال یہ ہے کہ پیشہ ور پانی والا جو کتابت سے عاجز ہو یہ کہے کہ میں اس
پیشہ کی مذمت کا منکر نہیں ہوں الا بہ نسبت کتابت کے یہ برا ہے بہ نسبت پاخانہ اٹھانے کے برا نہیں اور چونکہ میں کتابت سے
عاجز ہوں اسلیے اپنا پیشہ کیوں چھوڑ دوں اب ہم کہتے ہیں کہ قول حضرت رابعہ عدویہ کا یعنی ہمارے استغفار کے لیے بھی بہت سا
استغفار چاہیے اس سے یہ غرض ہے کہ ازانجا کہ ہمارے استغفار میں دل غافل رہتا ہے اور صرف زبان حرکت کرتی ہے اسکا بہت سے
باعث غفلت دل کے اس استغفار سے بھی استغفار چاہیے یہ معنی نہیں کہ زبان کی حرکت کی مذمت اس قول سے پائی جاتی ہے
بلکہ غفلت دل ہی کی قباحت مراد ہے جس سے حاجت استغفار کی ہوتی ہے ذکر زبانی سے حاجت استغفار کی بھی نہیں اگر بالفرض
کوئی استغفار زبانی بھی نہ کرے تو اس صورت میں دو استغفار کی حاجت ہوگی ایک تو استغفار سے غفلت کے باعث اور

استغفار مین غفلت قلبی کے باعث مغرضکہ مذمت مذموم چیز کی اور تعریف عمدہ چیز کی اسیطرح سمجھنی چاہیے نہین تو اس حدیث کے معنی سمجھ
مین نہ آوینگے حسنات الابرار سیئات المقربین کیونکہ یہ باتین باضافت پائی جاتی ہین انکو بدون اضافت نہ لینا چاہیے بلکہ کسی ذرہ
بھر طاعت اور گناہ کو حقیر ناچیز نہ سمجھنا چاہیے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نے تین چیزین
تین چیزون مین مخفی رکھی ہین اول اپنی رضامندی کو اپنی طاعت مین پس کسی طاعت کو حقیر مت جانو شاید خدا تعالی کی رضامندی اسیمین
ہو دوم اپنے غضب کو معاصی مین تو کسی گناہ کو چھوٹا مت سمجھو شاید اسکا غضب اسی مین ہو سوم اپنی ولایت کو بندون مین مخفی
رکھا ہے تو بندون مین سے کسی کو حقیر مت سمجھو شاید اللہ کا ولی وہی ہو شعر خاکساران جہان را بحقارت منگر ؛ تو چہ دانی کہ درین
گرد سوارے باشد ؛ پھر ان تین باتون پر آپ نے یہ اور زیادہ فرمایا کہ اجابت کو بھی خداے تعالی نے دعا مین پوشیدہ رکھا ہی پس
دعا مانگنی ترک نکرو شاید قبولیت اسیمین ہو

چوتھی فصل توبہ کی دوا اسکے بیان مین اور اس علاج کے طریق مین جس سے کہ گناہ پر اصرار رہنے نہ پاوے واضح ہو کہ آدمی دو قسم
کے ہین ایک تو وہ کہ جنکو میل بری بات کا ہوا لیکن وہ ناخوش ہوئے احتراز کرنے اور جبری پر بھلا ہوا ایسے ہی لوگون کی شان مین یہ
حدیث شریف وارد ہی عجب ربک من شاب لیس لہ صبوۃ مگر ایسے لوگ نادر و کمیاب ہین اور دوسری قسم وہ ہین کہ ارتکاب گناہ سے
نہین بچتے پھر اس قسم کے دو فریق ہین ایک اصرار کرنیوالے دوم تائب اور ہماری غرض یہ ہی کہ اصرار کے دور کرنے کا علاج بیان
کرین اور اسی کی دوا بتاوین اسلیے ہم کہتے ہین کہ شفاء توبہ بدون علاج میسر نہین ہوتی اور ازانجا کہ اسباب مرض کے خلاف
کرنیکا نام علاج کرنا ہی تو جو شخص مرض سے واقف نہوگا وہ علاج سے بھی جاہل رہیگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ جو مرض
کسی سبب سے پیدا ہوا اسکی دوا یہی ہی کہ اس سبب کو دور اور بیکار کیا جاوے اور ظاہر ہی کہ ہر ایک چیز اپنی ضد سے بیکار ہوتی ہے
اب اگر مرض اصرار کو لحاظ کرو تو دریافت ہوگا کہ اسکا سبب غفلت اور شہوت ہی جسمین غفلت سب برائیون کی جڑ ہی چنانچہ اللہ تعالی
ارشاد فرماتا ہی اولئک ہم الغافلون لاجرم انہم فی الآخرۃ ہم الخاسرون بہرحال جو چیز غفلت اور شہوت کی ضد ہوگی اسی سے اسکا علاج
ہو سکیگا اور چونکہ غفلت کی ضد علم ہی اور شہوت کی ضد محرکات شہوت کے چھوڑنے پر صبر کرنا ہی اسلیے توبہ کا علاج بھی اس معجون
سے ہوگا جسمین حلاوت علم کی اور تلخی صبر کی موجود ہو اور اسیطرح کہ جیسے معجون مین شیرینی شکر کی اور ترشی سرکہ کی اکٹھی رہتی ہی کہ اس
علاج کرنے مین مقصود اور فائدہ دونون چیزون کا ملحوظ رہتا ہی اور اسباب مضر کے ہیجان پانے آنے والے سے استیصال ہو جاتے ہین ایسا علاج
جس دل مین مرض اصرار ہو اسکے علاج مین بھی فائدہ معجون کے دونون اجزا کا یعنی علم اور صبر کا سمجھنا چاہیے علم
مین تو یہ بات قابل تحقیق کرنے کے ہی کہ اصرار کے دور کرنے مین ہر ایک علم کا آنا ضروری ہی یا کوئی علم خصوصا اسکے لیے ضروری ہی تو معلوم
کرنا چاہیے کہ علوم سب امراض دلی کے علاج مین اگرچہ ایک مرض کے لیے ایک علم مخصوص ہی جیسا کہ علم طب سب امراض کے
علاج مین فی الجملہ نافع ہی مگر ہر علت کے لیے ایک خاص علم چاہیے اسیطرح اصرار کے علاج کو سمجھنا چاہیے لیکن ہم خاص وہی علم
لکھتے ہین جو اس علاج مین کام آوے اور استادون کے امراض کی مثال پہ لکھتے ہین تاکہ سمجھ مین جلد آوے سو اب ہم کہتے ہین کہ ایمان

آدمی کو کئی باتیں تصدیق کرنی چاہئیں اول تو یہ کہ اسباب کو جانے کہ مرض اور صحت دونوں کیلئے کچھ اسباب ہیں اور وہ سبب خداوند کریم
نے ہمارے اختیار میں رکھدیے ہیں اس سے اصل طبیب کا یقین ہوتا ہے جسکو یہ یقین نہیں ہوتا وہ علاج کبھی نہیں کراتا اور مستحق
موت کا ہوتا ہے اسیطرح اصرار میں اول بیان اصل شرع پر ہونا چاہئیے یعنی اسباب کو جانے کہ سعادت اخروی کا کبھی ایک سبب
ہے جسکو طاعت کہتے ہیں اور شقاوت کا کبھی ایک سبب ہے جسکو معصیت بولتے ہیں اسی بیان کا ہونا ضرور ہے خواہ بطور تحقیق ہو
یا بطور تقلید۔ دوسرے یہ کہ مریض کو کسی طبیب خاص کا اعتقاد چاہئیے کہ وہ طب کا عالم اور حاذق ہے جو دوا بتلاتا ہے ٹھیک ہوتی ہے
جھوٹ نہیں کہتا نہ کچھ الٹ پلٹ کرتا ہے اسلئے کہ صرف علم طب پر یقین کرنے سے کیا ہوتا ہے اسیطرح اصرار والے کو یہ ایمان ضرور
چاہئیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق ہونے پر یقین چاہئیے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے ٹھیک ویسا ہی ہوگا اسکے خلاف ہرگز نہ ہوگا تیسرے
یہ کہ مریض کو طبیب کا قول سننا چاہئیے کہ کس کس چیز کے کھانے اور کون سے اسباب مضر کو منع کرتا ہے تاکہ یہ جانے کہ بیماری کا
خوف دل میں ہووے اور اسکے پرہیز پر آمادہ ہو اسیطرح اصرار والے کو ان آیات و اخبار کو سننا اور ماننا چاہئیے جنمیں
ترغیب تقوی کی اور ڈرانا گناہوں سے اور خواہش نفس کی پیروی سے مذکور ہے جو کچھ اس باب میں آیا ہے اسکو بیان
کرو بار بار تاکہ اس سے خوف پیدا ہو جس سے صبر کو قوت ہوتی ہے اور یہی صبر بڑا رکن علاج ہے چوتھے مریض کو
چاہئیے کہ طبیب جو کچھ اسکے مرض خاص کیلئے بتادے اور جس چیز کو خود اسکے لئے لازم کردے اسپر خوب عمل کرے
یعنی اول تو یہ خیال رکھے اپنے احوال و افعال اکل و شرب کی معلوم کرے کہ انہیں سے مرض خاص کیلئے کسی چیز سے پرہیز ہے
اسواسطے کہ ہر ایک مریض کو ہر چیز سے پرہیز ضرور نہیں نہ ہر ایک دوا مفید بلکہ ہر ایک مرض خاص کیلئے علم بھی خاص ہو اور
علاج بھی خاص اسیطرح ہر ایک انسان تمام شہوات کا اور کل معاصی کا مرتکب نہیں ہوتا بلکہ ہر مومن کیلئے ایک گناہ یا چند
گناہ خاص ہوتے ہیں اسکو ضرور ہے اعتقاد جاننا ضرور ہے کہ یہ گناہ ہیں پھر یہ جاننا چاہئیے کہ ان گناہوں کی آفات کیا ہیں اور
انسے دین میں کسقدر نقصان ہوتا ہے پھر علم اسباب کا چاہئیے کہ ان سے صبر کیونکر ہو سکتا ہے پھر یہ معلوم کرنا چاہئیے کہ جو گناہ
ہو گئے انکا علاج کیسے ہو تو یہ علوم وہ ہیں جنکو خاص علماء دین جو وارثان انبیاء ہیں جانتے ہیں پس گناہگار کو چاہئیے کہ اگر گناہ
اسکو معلوم ہو تو اپنے روگ کا علاج کسی طبیب یعنی عالم دین سے شروع کرے اور اگر اسکو یہ معلوم نہ ہو کہ جس فعل کا میں مرتکب ہوں
گناہ ہے تو عالم کو چاہئیے کہ اسکو یہ بات سمجھا دے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ہر ایک عالم ایک محلہ یا شہر یا محلہ یا مسجد کا کفیل ہو
کر وہاں کے لوگوں کو دین سکھلا دے اور جو باتیں انکے حق میں مضر ہوں اور جو مفید ہوں سب جدا جدا سمجھا دے اسباب سعادت اور شقاوت کو
و انکا وقت کہہ دے اور اسبات کا منتظر نہ رہے کہ کوئی پوچھے تو بتاؤں بلکہ خود لوگوں کو اپنے پاس بلا کر وعظ فرماوے اسلئے کہ علما
وارث انبیاء ہیں انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو انکی جہالت پر نہ چھوڑا بلکہ انہیں مجمع میں بلا کر سمجھاتے اور شریعت بتلاتے
اور ایک ایک کو تلاش کرکے ہدایت کرتے کیونکہ دل کے مریضوں کو اپنے مرض کا حال معلوم نہیں ہوتا مثلاً اگر کسی کے چہرہ پر
کے داغ ہوں اور آئینہ اسکے پاس نہ ہو تو اسکو اپنے مرض کا حال معلوم نہ ہوگا جب تک کوئی دوسرا شخص بتلادے اور یہ بات

مصر ہوا ور توبہ کا منتہی نگرنا اسیدی اور یاس کے سبب توبہ کرتا ہوا ور گناہوں گذشتہ کو بڑا جانتا ہو تو ایسے شخص کے علاج میں بھی
اسباب رجا کا ذکر کرنا مضائقہ نہیں تاکہ اسکو طمع توبہ کے قبول کی ہوا ور توبہ کرے لیکن جو شخص کہ گناہوں میں خوب ڈوبا ہوا ہوا ور
باوجود اسکے خدا کے فضل پر مغرور ہو اسکا علاج اسباب رجا کے ذکر کرنے سے ایسا ہی جیسا حرارت والیکا علاج شہد سے کرنا کہ شفا
حاصل ہو یہ طریق جاہلوں اور غبی لوگوں کا ہی غرضکہ طبیبوں کا فساد مرض کو لا علاج کیے ہوئے ہو کہ اسکی کچھ تدبیر نہیں اب ہم وعظ کا
وہ طریق بتلاتے ہیں کہ جس سے مرض اصرار میں لوگوں کو نفع ہو ہر چند یہ وہ بہت طویل ہو کہ اسکا بیان کامل ممکن نہیں تاہم اسکے وہ اقسام
جس سے لوگوں کو گناہ کے ترک کرنے پر آمادگی ہوا ور اصرار کو چھوڑ دیں لکھتے ہیں پس جاننا چاہیے کہ واعظ کو چار قسمیں بیان کرنی
وعظ میں ضرور ہیں اول یہ کہ قرآن مجید میں جو آیات عاصیوں اور گنہگاروں کے خوف دلانے کیلیے مذکور ہیں انکو ذکر کرے اسیطرح
احادیث میں جو روایات اس طرح کی ہیں انکو بیان کرے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر روز جب فجر ہوتی ہے اور
ہر شب جب شفق ڈوبتی ہو دو فرشتے چار آوازوں میں ایک دوسرے کا جواب دیتے ہیں اول ایک کہتا ہو کہ کیا خوب ہوتا جو یہ
خلق پیدا نہ ہوتی پھر دوسرا الفتا ہو کہ کیا خوب ہوتا جو اہل خلق بعد پیدا ہونے کے جان لیتے کہ کسواسطے پیدا ہوئے ہیں پھر پہلا کہتا ہو
کہ کاش ان لوگوں کو جب یہ معلوم نہوا کہ کسواسطے پیدا ہوئے ہیں تو اپنے علم کے موجب ہی عمل کرتے اور ایک روایت میں یہ قول ہوا ہو
آیا ہو کہ کیا اچھا ہوتا جو لوگ آپس میں بیٹھکر جو کچھ جانا تھا اسکا چرچا کرتے پھر دوسرا کہتا ہو کہ خوب ہوتا اگر یہ لوگ اپنے علم کے موجب عمل
نہ کرتے تو اپنے عملوں سے توبہ ہی کر لیتے اور بعض اکابر کا قول ہو کہ جب بندہ گناہ کرتا ہو تو داہنا فرشتہ بائیں سے کہتا ہو کہ بائیں وہ جو
کہ وہ اسپر حاکم ہو کہ قلم پانچ ساعت تک اس عمل کو مت لکھ اپس اس عرصہ میں اگر اسنے توبہ و استغفار کیا تو نہیں لکھتا ہو ورنہ لکھ لیتا ہو اور
بعض اکابر فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہو تو زمین پر جسجگہ ہوتا ہو وہ خدا سے اجازت چاہتی ہو کہ مجھکو حکم ہو تو اسکو دھنسا دوں
اور اسکے سر پر کا آسمان اجازت چاہتا ہو کہ مجھکو حکم ہو تو اسپر ٹوٹ پڑوں ان دونوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ میرے بندے سے
باز رہو اور اسکو چھوڑ دو تمنے اسکو نہیں پیدا کیا اگر تم اسکو پیدا کرتے تو تم کو اسپر رحم آتا شاید وہ توبہ کرے اور میں اسکو معاف
کر دوں یا اس گناہ کے عوض کوئی عمل صالح کرے اور میں اس گناہ کو بھی اسکے پاداش میں نیکی سے بدل دوں پس اس آیت شریف
میں یہی معنی مراد ہیں ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکہما من احد من بعدہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے
یہ حدیث مروی ہو کہ مہر کرنیوالا عرش کے پایہ سے لٹکا ہوا ہو جب بہت سی بیحیائیاں ہوتی ہیں اور حرام چیزیں حلال سمجھی جاتی ہیں اللہ
تعالیٰ مہر کرنیوالے کو بھیج دیتا ہو وہ دلوں پر مہر لگا جاتا ہو جو چیزیں دلوں کے اندر ہوتی ہیں وہ اسمیں رہجاتی ہیں اور حضرت مجاہد
اس حدیث کے راوی ہیں کہ دل کی مثال ایسی ہو جیسے ہتھیلی کھلی ہوئی جب آدمی گناہ کرتا ہو تو ایک انگلی بند ہو جاتی ہو یہانتک
کہ سب انگلیاں بند ہو جاتیں جب دل بند ہو جاتا ہو تو وہی اسکا قفل ہو اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بندے کے اور خدا
کے درمیان گناہوں کی ایک حد معلوم ہو جب بندہ اسپر پہونچ جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے دل پر مہر کر دیتا ہو اور پھر کبھی توفیق
نیک کام کی نہیں دیتا اسیطرح اخبار و آثار گناہوں کی مذمت اور تائبین کی مدح میں بیشمار ہیں واعظ کو چاہیے کہ اسطرح

ابن عدی اور ابن حبان
بروایت ابن عمر
اور یہ حدیث منکر ہو
۱۲ یہ حدیث
مرفوعاً نہیں ہو بیہقی
نے اسکو حضرت
حذیفہ کا قول لکھا ہو ۱۲

کی روایات کثرت سے بیان کرے اگر دعویٰ وراثت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ہو کیونکہ آپ نے روپیہ اشرفی تو چھوڑا ہی
نہیں تھا صرف علم و حکمت کو چھوڑا ہی اور ہر ایک عالم کو اس میں سے اسقدر ملا ہی جسقدر اس نے قبول کیا اور دستور العمل بنایا دوسری
قسم قابل بیان حکایات انبیا علیہم السلام اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی ہیں کہ گناہوں کے سبب انپر کیسے مصائب گذرے اس طرح
کی حکایات دل پر بہت تاثیر کرتی ہیں اور نفع محسوس ہوتا ہی مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا حال کہ گناہ کی بدولت کیا کیا تکلیفیں اٹھانی
جنت سے نکالے گئے چنانچہ روایت ہے کہ جب آپ نے درخت میں سے کھایا تو لباس بہشتی بدن پر سے اتر گیا اور ستر
شرمگاہ ننگی ہوگئی مگر تاج اور سہرے کو شرم آئی کہ آپکے سر سے مفارقت کریں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تشریف لاکر
تاج سر سے اتارا اور سہرے کو پیشانی پر سے کھولا کہ عرش کے اوپر سے آواز آئی کہ تم دونوں میرے پاس سے اتر جاؤ جو میرا
نافرمان ہو اسکا میرے پاس گذارا کہاں حضرت آدم علیہ السلام نے رو کر حضرت حوا علیہا السلام کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ گناہ کی
اول شامت یہ ہی کہ حبیب کے پاس سے نکالے گئے اور یہ روایت ہی کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام پر جب خطا کے باعث عتاب ہوا یعنی
اس تصویر پر جو انکے گھر میں چالیس روز پوجی گئی اور بعضوں کا یہ قول ہی کہ وہ خطا یہ تھی کہ ایک عورت نے آپ سے درخواست کی تھی کہ میرے
باپ کی مرضی کے موافق حکم فرمانا اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اچھا مگر پھر ویسا نہ کیا اور بعض فرماتے ہیں کہ قصور یہ تھا کہ اس عورت کی خاطر دل
میں یہ آیا تھا کہ فیصلہ میں اسکے باپ کو غلبہ دیں بہر حال خطا کی عوض چالیس روز کیلیے آپ کی سلطنت چھن گئی اور آپ پریشان حال سے
کہا کرتے پھر تو یہ حال تھا کہ اگر کھانے کیلیے ہاتھ پھیلاتے تھے تو ٹکڑا نہ ملتا تھا اگر لوگوں سے کہتے کہ مجھکو کھانا دو میں داؤد کا بیٹا
سلیمان ہوں تو لوگ مارکر اور گالیاں دیکر نکال دیتے روایت ہی کہ ایک بڑھیا کے گھر سے آپ نے کھانا مانگا اس نے جھڑک دیا
اور منہ پر تھوک دیا اور ایک روایت میں ہی کہ ایک بڑھیا نے ایک پیشاب کا ٹھکرا آپ کے سر پر الٹ دیا [illegible]
[illegible] خیر جب حکم الہی سے آپ کی انگوٹھی مچھلی کے پیٹ میں سے نکلی اور چالیس روز یعنی ایام عقوبت
گذر گئے اسکو پہنا تب تو پرندے آپکے سر پر سایہ کرنے کو کھڑے ہوئے اور جن اور شیطان و وحوش جب پاس آگئے ان میں سے
بعض نے چاہا کہ اس مصیبت میں کسی طرح کا قصور یا گستاخی کی تھی معذرت کریں فرمایا کہ میری طرف سے نہ تمہارے افعال گذشتہ پر ملامت
نہ اس معذرت پر تحسین یہ بات ایک آسمانی تھی جسکا ہونا ضرور تھا اور بنی اسرائیل کے قصوں میں یہ بھی مذکور ہی کہ ایک شخص نے کسی
دوسرے شہر میں نکاح کیا تھا اپنے غلام کو اس عورت کے لانے کیلیے بھیجا اثناء راہ میں اسکے نفس نے براہ نفسانیت اس عورت
سے اپنا مقصود چاہا مگر اس غلام نے اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے روک رکھا اور اسکی خواہش کا مغلوب ہوا اللہ تعالی نے اسکے تقوی
کی بدولت اسکو بنی اسرائیل کا پیغمبر کردیا۔ اور حضرت موسی علیہ السلام کے قصوں میں مذکور ہی کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام
سے پوچھا کہ خدا تعالی نے آپکو علم غیب کس لیے عنایت فرمایا انھوں نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ میں نے خدا کے واسطے گناہ چھوڑدیا
اور روایت ہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہوا چلتی تھی آپ نے اپنے نئے قمیص کیطرف دیکھا اور گویا کہ اسکو اچھا جانا تو ہوا نے
اسکو گرا دیا آپ نے پوچھا کہ تو نے یہ کیوں کیا میں نے تجھکو نہیں حکم کیا تھا اس نے عرض کیا کہ ہم آپ کی اطاعت جبھی کرتے ہیں جب

آپ خدا کی اطاعت کرتے ہین اور روایت ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہے کہ مین نے تمھارے لخت جگر یوسف کو تمسے کیون جدا کیا انھون نے عرض کیا کہ مجکو معلوم نہین ارشاد ہوا کہ اس وجہ سے کہ تمنے اسکے بھائیون سے کہا تھا اخاف ان یاکلہ الذئب و انتم عنہ غافلون تمنے بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھسے توقع کیون نہ کی اور بھائیون کی غفلت کو کیون دہیان کیا میری حفاظت کیطرف کیون نہ دیکھا پھر ارشاد ہوا کہ تمکو معلوم ہے کہ مین نے یوسف کو تمپر کیون واپس کیا عرض کیا کہ نہین فرمایا کہ تمنے جب مجھسے توقع کی اور یہ کہا عسے اللہ ان یاتینی بھم جمیعا اور نیز یہ کہا کہ اذہبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ ولا تیاسوا من روح اللہ یعنی سو انکے تم سے ملایا اسیطرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہی مصاحب سے مجلس مین ارشاد فرمایا تھا کہ میرا ذکر اپنے آقا سے کرنا تو اللہ تعالیٰ اس قصہ کو اسطرح ارشاد فرماتا ہے فانساہ الشیطان ذکر ربہ فلبث فی السجن بضع سنین اور اسطرح کی حکایات بیشمار ہین قرآن و احادیث مین جو یہ حکایات وارد ہین تو کچھ کہانی اور قصہ خوانی کیطور پر نہین بلکہ اسلئے عبرت اولی الابصار اور بصیرت مردان ہوشیار مقصود ہے کہ انکو دیکھکر جانین کہ جب انبیاء علیہم السلام سے چھوٹے گناہ پر مواخذہ نہین چھوڑے تو اور لوگون سے کبیرہ کسطرح درگذر کیجاویگے البتہ انکی سزا دنیا ہی مین ہوگی آخرت پر کچھ منحصر نہ تھا یہ بات انکی سعادت کے باعث ہوئی کچھ شقی آدمیون کو مہلت دیجاتی ہے تاکہ خوب گناہ کرلین اور یہ بھی وجہ انکی مہلت کی ہے کہ دنیا کی سزا خفیف ہوا و آخرت کا عذاب شدید اور جو انکے عمل کی پاداش لیسے ہی سخت عذاب کو چاہتی ہے اسلیے مہلت دیجاتی ہے اس قسم کی باتین مغرور لوگون کے سامنے زیادہ کہنی چاہئین اسلیے کہ توبہ پر آمادہ کرنیکیلیے اکثر مفید پڑتی ہین

تیسری قسم یہ کہ لوگون کی سامنے یہ بیان کرے کہ گناہون پر دنیا مین عقوبت کے ہونے کی توقع ہوتی ہے اور جو جو بندے پر مصائب پہونچتے ہین وہ گناہون کے سبب ہوتے ہین اسلیے اکثر آدمی امر آخرت مین سہل انکاری کرتے ہین مگر خدا تعالیٰ کے عذاب دنیاوی سے جہالت کے باعث زیادہ ڈرتے ہین تو ضرور ہوا کہ ایسے لوگون کو اسی قسم کی باتون سے بہت ڈرایا جاوے کیونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ گناہون کی نحوست دنیا ہی مین آدمی پر آتی ہے جیسا کہ قصہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہم السلام مین گذرا یہانتک کہ بعض اوقات شامت گناہون مین روزی تنگ ہوجاتی ہے کبھی لوگون کے دلون سے اپنی منزلت گرجاتی ہے دشمن غالب ہوجاتے ہین اور حدیث شریف مین ہے کہ بندہ گناہ کرنے کے باعث رزق سے محروم ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ میری دانست مین گناہ کے باعث آدمی علم بھی بھلا دیتا ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث شریف مین کہ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اسکی عقل اس سے علیحدہ ہوجاتی ہے اور پھر کبھی اسکے پاس نہین آتی اور بعض اکابر کا قول ہے کہ لعنت منہ کے سیاہ ہونے اور مال کے ناقص ہونیکا نام نہین بلکہ لعنت یہ ہے کہ آدمی ایک گناہ سے نکلکر دوسرے اسی جیسے یا اس سے زیادہ مین مبتلا ہو اور واقع مین بھی خوب درست فرمایا اسواسطے کہ لعنت کے معنی محروم کرونیا اور رحمت سے دور کرنا ہین پس جب آدمی کو توفیق خیر ملی اور بدی کے لوازم مہیا ہوے تو ظاہر ہے کہ رحمت سے دور ہوا اور توفیق کا عنایت ہونا کیسا بڑا احسان ہے علاوہ ازین ہر ایک گناہ دوسرے گناہ کی طرف بلاتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ آدمی اسکے باعث اس رزق سے محروم رہتا ہے جو اسکی غذای روحانی ہوتی اور کار آمد ہوتا

یعنی پاس بیٹھنا علماء کا جو منکر گناہوں کے ہیں اور ہمنشینی صلحا کی میسر نہیں ہوتی بلکہ ایسے شخص سے خدا تعالیٰ ناخوش رہتا ہے تاکہ صلحا بھی اس سے
ناراض رہیں بعض عارفین کے حال میں لکھا ہے کہ وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے کیچڑ میں جاتے تھے اور پاؤں کڑا کر کے رکھتے تھے کہ پھسل
نہ جاوے الا انکا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑے پھر اٹھکر عین کیچڑ میں روتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہی حال بندے کا
ہے کہ ہمیشہ گناہوں سے بچتا جاتا ہے اور کنارہ کشی کرتا ہے یہانتک کہ ایک یا دو گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر تو بالکل گناہوں میں دھنس
جاتا ہے اس قول سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ گناہ کی عقوبت ہی میں یہ بھی داخل ہے کہ دوسرے گناہ کا مرتکب ہو بہر حال دنیا کے
مصائب عارفین کے نزدیک داخل عقوبت گناہ ہیں چنانچہ حضرت فضیل نے فرمایا کہ آدمی پر جو گردش زمانہ یا ستم ابنائے جنس ہو تو
جانے کہ سب میرے گناہوں کی بدولت ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ اگر میرے گدھے کی عادت بھی بگڑ جاوے تو میں یہی جانوں
کہ میرے ہی قصور کی جہت سے ہے اور ایک عارف فرماتے ہیں کہ میں اپنے گناہ کی عقوبت اپنے گھر کے چوہے میں بھی جانتا ہوں اور
بعض صوفی راوی ہیں کہ میں نے شام کے ملک میں ایک غلام نصرانی خوبصورت کو دیکھا اور ٹھہرا ہو کر اسکے جمال کو تاکنے لگا اتنے
میں میرے پاس ابن جلاء دمشقی آئے اور میرا ہاتھ پکڑا مجھکو شرم آئی اور بات بنا کر ایسے عرض کیا کہ مجھے اسکی صورت دیکھکر تعجب ہوا
کہ سبحانہ خدا کی کیا حکمت ہے کہ ایسی صورت بھی آگ میں جاویگی انھوں نے میرا ہاتھ دبا دیا اور فرمایا کہ چند روز بعد اسکی سزا تمکو ملیگی راوی
کہتے ہیں کہ تیس برس بعد مجھکو اسکی سزا ملی کسی مصیبت میں گرفتار ہوا اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ احتلام ہونا بھی
ایک عقوبت ہے اور فرمایا کہ کسی آدمی کو جو نماز جماعت نہیں ملتی تو کسی گناہ کے مرتکب ہونیکے سبب ہے اور ظہور میں آتا ہے اور حدیث شریف
میں ہے ما انکرتم من زمانکم فبما غیرتم من اعمالکم سچ کہا ہے جسنے کہا ہے شامت اعمال ما صورت نادر گرفت ۱۲ اور ایک حدیث قدسی میں
مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ اپنی شہوت کو میری طاعت پر مقدم سمجھتا ہے تو اسکی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ اسکو اپنی [illegible] مناجات سے
محروم کر دیتا ہوں اور ابو عمرو بن علوان سے ایک قصہ منقول ہے سب قصہ تو بہت طویل ہے الا انمیں انھوں نے لکھا ہے کہ میں ایک روز نماز
پڑھتا تھا اثنائے نماز میں میرے دل میں خواہش ابھری اسکی سوچ بہت دیر تک کیے گیا یہانتک کہ اس سے خواہش لونڈے بازی کی
پیدا ہوئی فوراً میں زمین پر گر پڑا اور تمام جسم سیاہ ہو گیا لوگوں کی شرم سے میں تین دن گھر میں چھپا رہا اور بدن کو صابون سے حمام
میں جا کر دھوتا مگر سیاہی بڑھتی گئی تین دن کے بعد رنگ صاف ہوا پھر میں حسب الطلب حضرت جنید بغدادی کے مع رقعہ کے
بغداد کو گیا جب انکی خدمت میں پہونچا تو فرمایا کہ تجھے شرم نہ آئی کہ خدا کے سامنے ٹھہرا ہو کر تیرا نفس ایسی شہوت میں پڑ گیا کہ تجھکو مغلوب کر کے
حضوری الٰہی سے نکال دیا اگر میں تیرے لیے دعا نہ کرتا اور تیری طرف سے خدا کے سامنے تائب نہوتا تو تو خدا کے سامنے اسی کالے
رنگ سے جاتا مجھے بڑا تعجب ہوا کہ حضرت جنید نے میرا حال کسطرح معلوم کیا میں تو رقہ میں تھا اور آپ بغداد میں تشریف رکھتے
تھے اب جاننا چاہیے کہ آدمی جو گناہ کرتا ہے تو اسکا چہرہ دل سیاہ ہو جاتا ہے پس اگر نیکبخت ہوتا ہے تو سیاہی ظاہر پر بھی معلوم ہونے لگتی ہے
تاکہ وہ اپنی حرکت سے باز رہے اور اگر بدبخت ہے تو سیاہی اندر ہی اندر رہتی ہے یہانتک کہ تمام باطن سیاہ ہو کر مستحق آتش ہو جاوے
اور دنیا میں گناہوں کی آفات فقر و مرض وغیرہ آنے کے باب میں بہت اخبار وارد ہیں بلکہ دنیا میں یہ بھی کچھ گناہ کی ہی شامت ہے کہ

[illegible]

گناہ کے بعد اسی کی صفت حاصل کرے یعنی اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو گناہ کی عقوبت میں ہو اور اسپر اچھی طرح صبر کرنے سے بھی محروم رہے
تاکہ بدبختی دوبالا ہو جاوے اور اگر کوئی نعمت ملے تو اسکے حق میں مہلت ہو اور اسپر شکر سے محروم کیا جاوے تاکہ ناشکری پر عقوبت
کیجاوے مگر مطیع کا حال اسکے خلاف ہو اسکے حق میں طاعت کی برکت سے جو نعمت ہوتی ہے وہ جزاء طاعت ہوتی ہے اور اسکے شکر کی توفیق
اسکو مرحمت ہوتی ہے اور جو مصیبت اسپر آتی ہے تو اسکے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اسپر صبر کرنے سے درجات بڑھتے ہیں چوتھی
قسم جو وعظ میں بیان کرنے کی ہے یہ ہے کہ جو جو عقوبت علیحدہ علیحدہ گناہوں پر وارد ہے اسکو بیان کرے مثلاً شراب خواری کی
برائی اور زنا اور چوری اور قتل اور غیبت اور کبر اور حسد کی برائی جدا جدا کہے کہ ہر ایک میں بیشمار روایتیں وارد ہیں الا اتنا خیال چاہیے
کہ جو شخص جس چیز کا اہل ہو اس سے اسی چیز کا حال بیان کرے بیموقع بیان کرنا ایسا ہے کہ بیماری ہو کچھ اور دوا کرے کچھ بلکہ
عالم کا حال مثل طبیب حاذق کے ہونا چاہیے کہ اول نبض اور رنگ اور حرکات اور سکنات سے علت باطنی پر واقف ہو کر علاج کیا کرتا
ہے عالم بھی اسیطرح قرائن احوال سے صفات پوشیدہ آدمی کے معلوم کرکے انہیں کا حال بیان کرے تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا
اقتدا کامل ہو چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو کچھ وصیت فرمایئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ غصہ
نہ کر اور ایک شخص نے جو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو وصیت کیجئے تو آپ نے فرمایا علیک بالیاس مما فی
ایدی الناس فان ذلک ہو الغنی و ایاک والطمع فانہ الفقر الحاضر و صل صلوۃ مودع و ایاک و ما تعتذر منہ اور ایک شخص نے آپ سے
وصیت کیلیے عرض کیا تو فرمایا کہ جھوٹ مت بولا کر اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع سے کہا کہ مجھے وصیت فرمایئے آپنے
فرمایا کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ تو دنیا اور آخرت میں بادشاہ رہنا اسنے عرض کیا کہ یہ بات مجھکو کیسے میسر ہوگی آپنے فرمایا کہ دنیا
میں زہد کیا کیجیو اور یہ التزام کرنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گویا کہ سائل کے دل میں علامات غضب معلوم فرمائے تھے اسلیے اسکو
غصہ کرنے سے منع فرمایا اور دوسرے سائل میں علامات لوگوں سے طمع کی اور طول امل کی ملاحظہ فرمائے اسکو ویسا ہی حکم فرمایا تیسرے
میں علامات کلام کے بدل ڈالنے کی پائیں اسکو اسی کے مناسب جھوٹ نہ بولنے کو فرمایا اور حضرت محمد بن واسع نے بھی اسکے
سائل میں علامات حرص بفراست معلوم کرکے اسی کے موافق وصیت فرمائی اور ایک شخص نے حضرت معاذ سے عرض کیا کہ
مجھکو وصیت فرمایئے آپنے فرمایا کہ اگر تو رحم کیا کرے تو میں تیرے لیے جنت کا کفیل ہوں گویا آپ کو بفراست اسکا تحمل ہونا
معلوم ہو گیا تھا اسلیے رحم کی وصیت کی اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے وصیت چاہی تو آپنے فرمایا کہ لوگوں
سے علیحدہ رہا کر اور آدمیوں کے ساتھ رہا کر اور اچھے آدمیوں کی ضرورت اسلیے ہے کہ بھول چوک آدمی کا کام ہے اور
سب آدمی آدمی نہیں ہوتے آدمی لذت گئے اور کیفیت رہ گئے انکو آدمی کیسے جانیں کہ آدمیوں کی ہتک کرتے رہتے ہیں قطعہ
آنچہ بس جستیم و کم دیدیم و بسیار ست و نیست :: نیست جز انسان درین عالم کہ بسیار ست و نیست :: تو گویا حضرت ابراہیم بن ادہم نے
اپنی فراست سے اس شخص میں علامت آفت ملاقات معلوم کی اور جو حال اسپر اسوقت غالب تھا اسکو بتا دیا اور غالب حال
اسپر یہی تھا کہ لوگوں کو ایذا دیتا تھا غرضکہ گفتگو مناسب حال سائل کے ہونی چاہیے نہ لائق شان قائل کے اور حضرت معاویہ نے

حضرت عائشہؓ کو لکھا کہ میرے واسطے ایک نوشتہ لکھ بھیجئے جسمین کوئی مختصر وصیت ہو حضرت عائشہؓ نے جواب مین لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی لوگون کی ناراضی سے چاہے اللہ تعالیٰ لوگون کی مشقت سے اسکو بچا دیتا ہے اور جو شخص کہ خدا کی ناراضی لوگون کی رضامندی مین چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اسکو لوگون ہی کے حوالہ کر دیتا ہے والسلام۔ اس خط سے فہم و فراست حضرت عائشہؓ کی دیکھنی چاہیے کہ کس طرح پر اسی آفت کو لکھا جسکے درپے حکام و امرا ہوتے ہین یعنی لوگون کی طرفداری اور انکی رضا جوئی اکثر لوگونکو ملحوظ رہتی ہے اور ایک دفعہ اور آپ نے حضرت امیرؓ کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ جب خدا سے ڈروگے تو اللہ تعالیٰ تمکو لوگون سے بچاویگا اور جب لوگون سے ڈروگے تو اللہ کے سامنے تمہارے لیے انکی کچھ پیش نہ جاویگی والسلام۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ناصح و واعظ پر ضروری ہے کہ اپنی توجہ اسبات کیطرف مصروف رکھے کہ صفات پوشیدہ کو فراست سے جان لے اور احوال مناسب اور مصلحت وقت کو پہچانے تاکہ جو امر ضروری ہے اسیکا بیان کرے ورنہ ساری نصیحتون کو ہر ایک شخص سے کہنا غیر ممکن ہے علاوہ ازین جس چیز کی حاجت بیان کرنے کی نہو اسمین مشغول ہونا تضیع اوقات ہے یہان یہ سوال ہو سکتا ہے اگر واعظ مجمع مین وعظ کہتا ہو یا اس سے کوئی ایسا شخص سوال وعظ کرے جسکے باطن کا حال معلوم نہین تو واعظ کو کیا کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ دونون صورتون مین واعظ ایسا بیان کرے جسمین تمام خلق شریک ہو یعنی ایسی ضروری باتین کہے جنکی طرف سب کو حاجت ہوتی ہے خواہ ہر وقت بکار آمد ہون یا اکثر اوقات ضروری ہوتی ہون اور علوم شرع مین یہ بات ممکن ہے اسلیے کہ وہ علوم غذا اور دوا دونون ہین غذا تو لوگون کے لیے ہین اور دوا انکے لیے ہین جو روگی ہین اور ایسے وعظ کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے عرض کیا کہ مجھکو وصیت فرمایئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کا خوف اپنے اوپر لازم کر کہ ہر ایک بہتری کی جڑ یہی ہے اور جہاد کرنا اپنے اوپر لازم کر کہ اسلام مین رہبانیت اسی کو کہتے ہین اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر کہ وہ تیرے لیے زمین والون مین نور ہوگا اور آسمان کے لوگون مین تیری یاد رہیگی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اسکے باعث شیطان پر غالب ہو جاویگا اور ایک شخص نے حضرت حسنؓ سے پوچھا کہ مجھکو وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ خدا کی بات کی بڑائی کر خدائے تعالیٰ تیری عزت کریگا۔ اور لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ علما سے اپنے زانو ملا مگر انسے جھگڑا مت کر ورنہ تجھکو برا سمجھینگے اور دنیا مین مقدار قوت بشری رکھ لے اور باقی جو کمائی بچے اسکو آخرت کیلیے خرچ کر اور دنیا کو بالکل ترک مت کر کہ اپنا بوجھ لوگون کے ذمہ ڈالے اور انکی گردن کا وبال بنے اور روزہ ایسا رکھ جس سے شہوت ناقص ہو ایسا مت رکھ جس سے نماز مین خلل ہو اسلیے کہ نماز روزہ سے افضل ہے اور بیوقوف کے پاس مت بیٹھ اور نہ دو روئیہ آدمی سے مل اور یہ بھی انہین کی نصیحت ہے اپنے فرزند کو کہ بدون تعجب کے مت ہنسنا اور بدون حاجت کے مت پھرنا اور جس چیز سے تجھے کچھ فائدہ نہو اسکا حال مت پوچھنا اور اپنے مال کو کھو کر دوسرے کا مال مت سنوارنا اس سے مراد یہ ہے کہ تیرا مال وہ ہے جو مرنے سے پہلے لوگون کو دیجاوے اور دوسرے کا مال وہ ہے جو چھوڑ جاوے اے فرزند جو رحم کرتا ہے اسپر رحم ہوتا ہے اور جو چپ رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھی بات کہتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے اور جو بری با

کہتا ہی وہ گنہگار ہوتا ہی اور جو اپنی زبان میں روکتا وہ ندامت اٹھاتا ہی فقط زبان بریدہ بکنج نشستہ صم بکم ٭ بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم ٭ اور کسی شخص نے ابوحازم سے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے انھون نے فرمایا کہ جو کام ایسا ہو کہ اگر بالفرض اسوقت تجھکو موت آجاوے تو اسپر مرنا اچھا معلوم ہو ایسے کام کو ضرور کیا کر اور جو فعل اسطرح کا ہو کہ شاید اگر اسکے ارتکاب کے وقت موت آجاوے تو مرنے کو مصیبت جانے ایسے کام سے اجتناب کیا کر اور حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھکو وصیت فرمایئے انھون نے فرمایا کہ ہنستی صورت رہا کر غصہ مت کیا کر اور ایسے رہو کہ دوسرونکو تمسے فائدہ ہو کسی کو ضرر نہ پہونچے اور خصومت سے کنارہ کرو بیحاجت مت چلو پھر ا اور بیدون اچنبھے کی چیز کے مت ہنسو اور اہل قصور کو انکی خطاؤن کا عیب و طعنہ مت کرو بلکہ اے ابن عمران اپنی خطا پر رونا چاہیے اور ایک شخص نے محمد بن کرام سے وصیت چاہی تو انھون نے فرمایا کہ اپنے خالق کی رضامندی مین اتنی کوشش کرنی چاہیے جتنی اپنے نفس کی رضامندی مین کوشش کرتے ہو اور ایک شخص نے حامد لفاف سے وصیت کیلیے عرض کیا تو انھون نے فرمایا کہ اپنے دین کا غلاف ایسا بناؤ جیسا کلام مجید کے لیے بنواتے ہو کہ کسی طرح کی گرد اسپر نہ پڑنے پائے سائل نے پوچھا کہ دین کے غلاف سے کیا مراد ہی آپ نے فرمایا کہ طلب دنیا کو چھوڑ دینا الا بقدر ضرورت اور کثرت کلام ترک کرنا اور ضرورت کا بھی تارک ہونا اور بے ضرورت لوگون سے ملاقات ترک کرنی اور حضرت حسن بصری نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو نامہ لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز سے اللہ تعالی خوف دلاتا ہی اور ڈراتا ہی اس سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہیے اور جو تمہارے پاس اب موجود ہی اسمین سے آگے کے واسطے لے لو اور موت پر یہ حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگا والسلام۔ اور ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز نے حضرت حسن بصری کو لکھا کہ آپ مجھکو کچھ وعظ و نصیحت کیجیے اسکے جواب مین آپ نے انکو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ سب سے بڑی ہول اور امور دہشت ناک تمہارے آگے ہین اور تمکو انکا دیکھنا ضرور پڑیگا یا نجات سے پاتا ہی یا ہلاک ہوتا ہی اور یہ بھی جان لو جو شخص اپنے نفس کو جانچتا رہتا ہی وہ نفع مین رہتا ہی اور جو اس سے غافل رہتا ہی وہ نقصان اٹھاتا ہی اور جو شخص انجام کار پر نظر رکھتا ہی وہ نجات پاتا ہی اور جو ہوائے نفس کی اطاعت کرتا ہی وہ گمراہ ہوتا ہی اور جو شخص حلم کرتا ہی اسکو غنیمت ملتی ہی اور جو ڈرتا رہتا ہی وہ بچ جاتا ہی اور جو مامون رہتا ہی وہ عبرت پکڑتا ہی اور جو عبرت پکڑتا ہی وہ صاحب بصیرت ہوتا ہی اور اہل بصیرت دانا ہوتا ہی اور دانا آدمی واقف کار ہوتا ہی پس جب تمسے کوئی لغزش ہو جاوے تو اس سے باز آنا چاہیے اور جب ندامت ہو تو گناہ کو جڑ سے اکھاڑ دو اور اگر کوئی بات نہ آتی ہو تو پوچھ لو اور جس وقت تمکو غصہ آوے اسکو روکو انتہی۔ اور مطرف بن عبد اللہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ دنیا عقوبت کا گھر ہی اسکو وہی جمع کرتا ہی جسکو عقل نہین اور اس سے مغالطہ اسیکو ہوتا جسکو علم نہین اے امیر المومنین اسمین ایسے رہو جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہی کہ خوف انجام کے بروسے شدت دوا پر صبر کیا کرتا ہی اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا خدا کے اولیا اور اسکے اعدا کی دونون کی دشمن ہی اسکے اولیا کو رنج پہونچاتی ہی اور اعدا کو مغالطہ دیتی ہی اور نیز اپنے بعض عاملون کو آپنے لکھا کہ تمکو قدرت نہیں دون جبکہ ظلم

کرینگی حاصل ہوگا جب کبھی پر ظلم کا ارادہ کرو تو یاد کر لو کہ تمہارے اوپر بھی خدا قادر ہے اور اس بات کو خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگوں پر تم جور و ستم
کروگے وہ انپر گذر جائیگا مگر تمپر باقی رہیگا اور یہ بھی جان لو کہ خدا تعالیٰ مظلوموں کے انتقام میں ظالموں کو پکڑ لیگا والسلام۔ حاصل
یہ کہ وعظ عام اسطرح کا ہونا چاہیے اور جسکا حال معلوم نہو اسکو بھی اسیطرح نصیحت کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ نصیحتین مثل غذاؤن کے ہین
جس سے ہر ایک کو فائدہ ہو سکتا ہے اور اسی لیے اسطرح کے واعظ نایاب ہین اسی لیے باب وعظ بالکل مسدود ہوگیا اور معاصی و فساد
غالب ہو گئے لوگون کو ایسے واعظون سے کام پڑا جو سجع اور قافیے سے باتین جکلیا کرتے ہین اور اشعار سناتے ہین اور جو بات
انکے حوصلہ علمی کے موافق نہین اسکو بھی تکلف ذکر کرتے ہین اور دوسرے لوگون سے مشابہ ہونے پر مرتے ہین انکی وجہ سے علوم کی
نظرون سے انکا وقار جاتا رہا انکا کلام دلون پر اثر نہین کرتا اسلیے کہ وہ خود دل سے نہین کہتے انچہ از دل خیزد بر دل ریزد سے عاری
ہین کہنے والے خالی از لاف نہ سننے والے تکلف سے صاف دونون کے دونون دین سے روگردان اور غفلت مین ہین اور
چونکہ اول علاج مریض کا تلاش طبیب ہے تو گنہگارون کیلیے بھی اول تدبیر علما کا طلب کرنا ہوا یہ رکن علاج کا اور آگے اصل
یہ ہے جو مذکور ہوئی دوسری اصل اصرار کے علاج کی صبر ہے اور صبر کیطرف حاجت کیوجہ یہ ہے کہ مریض کا مرض جو بڑھتا ہے تو صرف مضر
چیزون کے استعمال سے بڑھتا ہے اور استعمال مضر چیزونکا دو سبب سے ہوتا ہے یا تو اس سبب سے کہ اسکے ضرر سے غافل ہے یا اس سبب سے
کہ غلبہ شہوت مین ضرر کا خیال نہ کرے اوپر جو مذکور ہوا وہ تو علاج غفلت کا تھا اب صرف شہوت کا علاج باقی رہا اور اسکے علاج
کا طریق ہم باب ریاضت نفس مین لکھ چکے ہین جنکا حاصل یہ ہے کہ مریض کو جب اشتیاق کسی مضر غذا کا بہت ہو تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ اول
اسکے ضرر کی زیادتی سے واقف ہو پھر وہ چیز اسکی آنکھ سے پوشیدہ کر دیجائے اور کوئی سامنے نہ آنے پاوے اور اسکے بدلے مین
کوئی اور چیز اسی کے قریب جو صورت مین مشابہ اور ضرر مین کمتر ہو استعمال کرے پھر درد کی تکلیف جو اسکے استعمال سے ہو اسکے
خوف کی قوت سے اسے کبھی چھوڑ دے اور اسکے چھوڑنے پر صبر کرے پس مریض کو بہر حال تلخی صبر ضرور ہے اسیطرح معاصی
کی شہوت کا علاج ہونا چاہیے مثلاً اگر کسی جوان آدمی کو شہوت کا جوش ہوا اور وہ اپنی آنکھ اور دل اور اعضا کو مقتضائے شہوت سے
نہ روک سکے تو اسکو چاہیے کہ اول گناہ کے مضر ہونے سے واقف ہو یعنی وہ وعید جو کتاب اللہ اور احادیث مین اس باب مین وارد
ہین انکو تلاش کرے خواہ کسی سے پوچھ لے یعنی علما سے پس جب خوف زیادہ ہوگا تو ان اسباب سے دور رہیگا جو شہوت کو جوش
مین لاوین اور جوش شہوت کا سبب یا خارج سے ہوتا ہے یعنی جسکی خواہش ہے اسکو دیکھنے اور سامنے ہونے سے اس سبب کا علاج
تو یہ ہے کہ اسکے پاس نرہے اور بھاگ کر تنہائی اختیار کرے اور یا سبب شہوت داخل سے ہوتا ہے یعنی لذیذ اور مقوی غذاؤن سے تو
اسکا علاج بھوکا رہنا اور ہمیشہ کو روزہ دار رہنا اور یہ دونون علاج صبر کے محتاج ہین اور صبر بدون خوف کے اور خوف بدون علم کے
اور علم بدون بصیرت و تامل کے حاصل نہین ہوتا یا سننے اور تقلید سے بھی علم حاصل ہو سکتا ہے پس اول سب باتون سے ذکر کی مجلسون
یعنی وعظ کے مجمع مین حاضر ہونا چاہیے پھر دل کو سب شغلون سے خالی کر کے سننے کیطرف مصروف ہو اور جو سنے اسکو خوب سمجھنے
کیلیے غور کرے اس تدبیر سے بیشک خوف پیدا ہوگا اور جب خوف قوی ہو جاویگا تو اسکی اعانت سے صبر میسر ہوگا اور اسباب

طلب علاج کے پیدا ہونگے اسکے بعد خدا تعالیٰ کی توفیق اور اس امر کو اسپر آسان کر دینا اضافہ ہو گا پس جو شخص اپنا دل لگا کر سنیگا اور خوف
واقف ہو کر خدا تعالیٰ سے ڈریگا اور منتظر ثواب ہو گا اور بھلی بات کو سچ جانیگا تو خدا تعالیٰ اسکو رفتہ رفتہ آسانی پر پہونچا دے گا
اور جو شخص اسباب میں بخل کریگا اور اپنا کان نہ دیگا اور بے پروائی برتے گا اور عمدہ بات کو جھٹلا دیگا اسکو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ
سختی میں پہونچا دیگا پھر دنیا کی لذیذ چیزوں سے اس کے کچھ کام نہ آویگا جب ہلاک ہو کر گڑھے میں جا پڑیگا انبیا کا کام یہی تھا کہ ہدایت
کے طریق بیان کر دیں باقی دنیا و آخرت دونوں خدا ہی کے ہیں اب اگر کوئی یوں کہے کہ اس تقریر کا مآل بیان یہ چاہتا ہے کہ اسواسطے
کہ ترک گناہ بدون اس کے صبر کیے ممکن نہیں اور صبر بدون واقفیت خوف کے ممکن نہیں اور خوف بدون علم کے نہیں ہوتا اور
علم جب حاصل ہوتا ہے جب ان بڑی مضرت گناہوں کی تصدیق ہو اور بڑی مضرت کی تصدیق بعینہ اللہ و رسول کی تصدیق ہے جسکا نام
ایمان ہے تو گویا خلاصہ تقریر یہ ہے کہ جو کوئی گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ اسلیے کرتا ہے کہ اسکو ایمان نہیں حالانکہ یہ بات قیاس کے خلاف ہے
کہ اصرار والے کو ایماندار نہ کہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصرار میں ایمان مفقود تو نہیں ہوتا بلکہ ضعف ایمان سے یہ حرکت ظاہر ہوتی ہے
اسلیے کہ یہ بات تو ہر ایک ایماندار مانتا ہے کہ گناہ کرنا سبب خدا کی دوری کا اور عذاب اخروی کا ہوتا ہے پھر جو گناہ میں مبتلا ہوتا
ہے تو اسکی کئی وجہیں ہیں وجہ اول تو یہ کہ جس عذاب کا وعید ہے وہ موجود نہیں نظر سے غائب ہے اور نفس انسانی کی سرشت اس طور
پر ہے کہ اسکو جتنا اثر حاضر سے ہوتا ہے اتنا غائب سے نہیں ہوتا اسلیے موعود چیز کی تاثیر اسپر بہ نسبت حاضر چیز کے ضعیف ہوتی ہے
دوسری وجہ یہ کہ شہوات جو گناہوں کی باعث ہوتی ہیں انکی لذتیں نقد ہیں جو آدمی کے گلے کا ہار ہوتی ہیں اور ان کی عادت
و الفت ہونے سے قوت و غلبہ پا جاتی ہیں اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت ہوتی ہے اور حال کی لذت آئندہ کے خوف
سے چھوڑنی نفس پر دشوار ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ اور فرمایا بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا
اور اس امر کی سختی حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا حفت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشہوات اور ایک حدیث میں
ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کر کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم کیا کہ جا کر اسکو دیکھ انھوں نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم تیری
عزت کی جو کوئی اسکا حال سنیگا کبھی اسمیں نہ جاویگا پھر اسکو شہوات سے ڈھانک دیا اور حضرت جبرئیل کو ارشاد ہوا کہ اب جا کر
دیکھ انھوں نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی اب مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی بدون اسمیں داخل ہوئے نہ رہیگا اور جنت کو پیدا کر کے
حضرت جبرئیل کو حکم کیا کہ جا کر دیکھ انھوں نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جو کوئی اسکا حال سنیگا وہ اسمیں داخل ہوگا پھر
جنت کو خدا تعالیٰ نے مکروہات میں چھپا کر حضرت جبرئیل کو ارشاد فرمایا کہ اب جا کر دیکھ انھوں نے دیکھکر عرض کیا کہ اب مجھے یہ
خوف ہے کہ اسمیں کوئی داخل نہ ہوا انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہوات کا سردست موجود ہونا اور عذاب کا انجام کو دیر کر ہونا اعظم
دو سبب کھلے ہوئے ہیں باوجودیکہ اصل ایمان موجود رہتا ہے دیکھو ہر ایک شخص جو اپنے مرض [illegible] کا پانی شدت پیاس کے باعث
پیتا ہے وہ اصل طب کا منکر نہیں ہوتا نہ اس بات کا منکر کہ یہ پانی میرے حق میں مضر ہے بلکہ وجہ یہ کہ شہوت غالب ہے اور اس صبر
کرنے کا رنج بالفعل موجود ہے اسلیے جو تکلیف و مضرت کہ آئندہ کو ہوگی وہ آسان معلوم ہوتی ہے تیسری وجہ یہ کہ گناہگار مومن

(حاشیہ) جنت ناپسند چیزوں سے اور دوزخ خواہشوں سے گھیری گئی ہے بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲ ترمذی و حاکم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

اکثر توبہ کا ارادہ رکھتا ہو اور اپنی برائیون کو حسنات سے مٹانا چاہتا ہو اور وعدہ بھی شرع مین موجود ہو کہ حسنات سے سیئات دور ہو جاتی ہین مگر چونکہ طول امل طبیعتون پر غالب رہتی ہو اسواسطے وہ ہمیشہ توبہ مین تاخیر کرتا رہتا ہو تیسرا سبب یہ کہ باوجود ایمان کے توفیق توبہ کی امید مین گناہ کا مرتکب ہوتا ہو چوتھی وجہ یہ کہ کوئی مسلمان با ایقان ایسا نہین جسکو یہ اعتقاد نہ ہو کہ گناہ موجب ایسی عقوبت کے نہین ہوتے جنکا معاف ہونا ممکن نہ ہو پس گناہ کرتے ہین اور خدا کے فضل پر بھروسا کرکے اسکے معاف ہو جانے کی توقع رکھتے ہین چنانچہ کسی کا شعر ہو **شعر** ہم بھی کہین گے داور محشر سے روز حشر ؛ کیا کیا گنہ کیے تیری رحمت کے زور پر ؛ یہ چار وجہین ہین کہ باوجود باقی رہنے اصل ایمان کے موجب اصرار گناہون کی ہوتی ہین ہان بعض اوقات مجرم ایک پانچوین سبب سے مرتکب گناہ ہوتا ہو جس سے اصل ایمان ہی مین خلل واقع ہوتا ہو اور وہ سبب یہ ہو کہ سرے سے مجرم کو رسول کے صادق ہونے مین شک ہوتا ہو اسکا نام کفر ہو جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو بتا وے کہ فلان چیز تمہارے حق مین مضر ہو اور مریض اس طبیب کا معتقد نہو کہ اسکو طب آتی ہو تو وہ بالضرور اسکے قول کو جھوٹ جانیگا یا شک کریگا بہرحال اسکے کہنے کی کچھ پروا نہ کریگا اور نہ اسکی بات مانیگا اسیکا نام کفر ہو اب ان پانچون اسباب کا علاج معلوم کرنا چاہیے سبب اول یعنی عقاب کے غائب ہونے مین یہ تو سوچے کہ جو چیز شدنی ہو وہ ہو کر رہیگی آنیوالی چیز چلی آتی ہو اگر تامل سے دیکھو تو فردا نزدیک ہو اور موت ہر ایک کی جوتی کے تسمے سے نزدیک تر تو کیا معلوم ہو شاید قیامت بھی نزدیک ہو جس وقت آ کھڑی ہو جب ہی موجود ہو جاویگی اور یہ بھی اپنے دل مین سوچے کہ دنیا مین آیندہ کے خوف کیلیے فی الحال تعب و مشقت اٹھاتے ہین مثلاً اس خوف سے کہ شاید کبھی محتاج ہو جاوین خشکی و تری کا سفر کرکے نفع حاصل کرتے ہین کہ اسوقت کام آوے بلکہ اگر کوئی طبیب نصرانی کسی مریض سے کہدے کہ ٹھنڈا پانی تیرے حق مین مضر ہو اس سے تو مر جائیگا تو گو مریض کے نزدیک ٹھنڈا پانی سب چیزون سے لذیذ ہی کیون نہو مگر موت کے خوف سے اسکو چھوڑ دیگا باوجودیکہ موت کا رنج صرف ایک لحظہ کا ہوتا ہو بشرطیکہ اسکے بعد کا خوف نہو اور دنیا کی مفارقت بھی ضروری ہو اور دنیا کے وجود کو ازل اور ابد کے عدم کے ساتھ کچھ نسبت نہین پس مقام غور ہو کہ ایک نصرانی کے قول سے کسطرح اپنی لذت کی چیز چھوڑ دیتا ہو حالانکہ اسکی طبابت پر کوئی معجزہ قائم نہین ہوا تو دل مین یہ کہے کہ میری عقل کے شایان نہین کہ میرے نزدیک قول انبیا علیہم السلام کا جنکو معجزات سے تائید تھی ایک نصرانی کے قول سے بھی کم ہو جو صرف اپنے آپ کو طبیب بتاتا ہو اور اسکی طب پر کوئی معجزہ قائم نہین نہ عوام کے سوا کوئی اور اسکا گواہ اور یہ کہ میرے نزدیک دوزخ کا عذاب بہ نسبت مرض کی تکلیف کے ہلکا ہو حالانکہ قیامت کا ہر ایک روز دنیا کے دنون کی نسبت پچاس ہزار برس کا ہوگا اور اسیطرح کی فکر سے سبب ثانی کا علاج ہو سکتا ہو یعنی اگر وجہ گناہ کی غلبہ لذت ہو تو ضرور اسکو نفس سے چھڑا وے اور یون کہے کہ جب مین اس لذت کو زندگی بھر نہین چھوڑ سکتا حالانکہ زندگی کے دن بہت تھوڑے ہین تو ابد الآباد کی لذت مجھسے کیسے چھوٹیگی اور یہ ذرا سا رنج صبر کا اگر نہین اٹھا سکتا تو دوزخ کی تکلیف کی برداشت کیسے ہوگی اور جب دنیا کی زیبایش کی چیزون پر جنمین کدورت اور تغیر ہوتا ہو اور کوئی خالی از رنج نہین مجھسے صبر نہین ہو سکتا تو آخرت کے مزے سے کیسے صبر ہوگا اور وجہ سوم یعنی توبہ کرلے کے لیے آجکل کرنے کا

علاج یہ ہے کہ یون سوچے کہ دوزخیون کی اکثر فریاد اسی سے ہوگی کہ ہمنے توبہ کیوقت کو کیون ٹالا علاوہ ازین ٹالنے والا اپنے
کام کی بنا ایسی چیز پر رکھتا ہے جو اسکے اختیار مین نہین یعنی فرض کرلیتا ہے کہ مین آگے کو موجود ہونگا اور توبہ کرلونگا کیسے
معلوم ہوا کہ زندہ ہی رہیگا شاید جبتک مرجاوے اور اگر زندہ بھی رہے تو گناہ نہ چھوڑ سکے جیسا اب نہین چھوڑ سکتا اسلیے
کہ وجہ گناہ نہ چھوڑنے کی جو اسوقت ہے یعنی غلبہ شہوت وہ آگے کو بھی رہیگی بلکہ عجب نہین کہ اتنے دنون عادی ہونے سے
اور زیادہ مضبوط ہوجاوے کیونکہ جس شہوت کا آدمی عادی ہوتا ہے وہ زیادہ قوی ہوتی ہے بہ نسبت اسکے کہ جسکی عادت نہین ہوتی
اور اسیوجہ سے ٹالنے والے تباہ ہوجاتے ہین کیونکہ وہ ایک سی صورت کی دو چیزون مین فرق سمجھتے ہین یہ نہین جانتے کہ دن
ایک دوسرے سے مشابہ ہین ترک شہوات ان مین ہمیشہ دشوار ہے اور ٹالنے والون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک پیڑ کو جڑ سے
اکھاڑنا چاہے اور جب اسکو دیکھے کہ یہ تو مضبوط ہے بدون محنت شدید کے نہین اکھڑیگا تو یون کہے کہ اسے برس روز اور
چھوڑ دون پھر اکھاڑ دونگا اور یہ جانتا ہے کہ درخت جتنے دنون زمین مین رہیگا مضبوط ہوتا جاویگا اور مین جتنا بڑا ہوتا جاونگا
اتنا ہی مین کمزوری آتی جاویگی تو اب دنیا مین اسکی برابر کوئی احمق نہوگا کہ جب اپنے بدن مین جان تھی اور درخت کمزور تھا جب اسکو
نہ اکھاڑا ایسے وقت پر چھوڑا کہ وہ تو مضبوط ہوجاوے اور آپ کمزور ایسے وقت مین ایسے عہدہ برا ہوگا اور چوتھی وجہ یعنی توقع
خدا کی عفو کی اسکا علاج پہلے گذر چکا اسکی وہی مثل ہے کہ کوئی شخص اپنا سب مال خرچ کر ڈالے اور اپنے آپکو اور عیال کو فقیر چھوڑ
دے اور توقع کرے کہ خدا تعالی اپنے فضل سے کسی ویرانے مین خزانہ بتلادیگا یا کوئی شخص ایسے شہر مین ہو کہ وہان کے لوگ اسکا
مال لوٹ لیتے ہون تو یہ شخص اپنا مال گھر کے صحن مین ڈالرکھے اور باوجود قدرت دفن اور پوشیدہ کرنے کے کچھ فکر نکرے اور کہے
کہ مجھے خدا کے فضل سے توقع ہے کہ غارتگرون کو غافل کردے یا انپر کوئی ایسی مصیبت ڈالے کہ میرے گھر مین نہ آوین اور اگر آوین
تو دروازہ ہی پر مرجاوین پس ان مثالون مین خزانے کا ملنا اور غارتگرون کا غافل رہنا خواہ مرجانا ممکن ہے اور بعض وقتون ایسا
ہو بھی گیا ہے مگر کوئی اسپر تکیہ کرکے اپنا مال ضائع کرے وہ نہایت احمق ہے اسیطرح گناہ کا معاف ہونا ممکن ہے الا یہ ہے خواہ مخواہ اسپر تکیہ کرنا
داخل جہالت ہے ہی پانچوین وجہ یعنی شک کرنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق ہونے مین پس اسکا علاج وہ اسباب ہین جنسے
صدق رسول کا جانا جاوے اور وہ اگرچہ طول طویل ہین مگر جو ایسے شخص کی عقل کے قریب ہون انسے اسکا علاج ہوسکتا ہے مثلا
اس سے یون کہا جاوے کہ جو امر کہ انبیاء علیہم السلام سے کہ معصوم ہین اسمین جھوٹے ہوسکتے ہین سچا کہا ہے وہ بات یعنی امر آخرت تیرے
نزدیک ممکن ہے یا اسکو تو ایسا محال جانتا ہے جیسا کہ ایک ہی وقت ایک شخص کا دو جگہ ہونا محال ہے پس اگر وہ جواب دے کہ مین
ایسا ہی محال جانتا ہون تو اسکو خارج از عقل سمجھنا چاہیے اور غالبا ایسا عقلا مین کوئی نہوگا اور اگر جواب دے کہ مجھکو اس امر مین
شک ہے تو اس سے یون کہنا چاہیے کہ اگر تجھے کسی نے خبر دی کہ تیرا کھانا جو گھر مین رکھا ہے چھوڑ دیا جاوے اور کوئی اجنبی آدمی تجھسے یہ کہے کہ اس کھانے
مین سانپ نے اپنا منہ ڈالکر زہر اگل دیا ہے اور تجھکو اسکی بات مین شک ہو کہ نہین معلوم سچ کہتا ہے یا جھوٹ تو تو ویسے ہی [illegible]
کو تو کھاویگا یا باوجود لذیذ ہونے کے چھوڑ دیگا پس وہ یہی جواب دیگا کہ مین اس کھانے کو نہ کھاؤنگا اسواسطے کہ [illegible]

اسنے جو یہ کہا ہے تو صرف اسیقدر نقصان ہے کہ وہ کھانا جاتا رہا اور اس سے صبر کرنا اگرچہ مشکل ہے مگر ہو سکتا ہے اور اگر اسنے سچ کہا ہے
تو میری زندگی جاتی رہیگی اور موت ظاہر ہے کہ بہ نسبت کھانے سے صبر کرنے اور اسکے تلف ہو جانے کے بہت سخت ہے تو اس
کہنا چاہئے کہ سبحان اللہ ایک مجہول آدمی کا کہنا تو تو مانتا ہے کہ اسمین یہ بھی احتمال ہے کہ شاید کسی لالچ سے کہدیا ہو اور یہ تمام
انبیاء علیہم السلام کا قول باوجود معجزات کے اور سب اولیاء اور علما اور حکما بلکہ تمام اقسام عقلا کا قول نہین مانتا جاہلون سے
تو نے اور بحث نہین عاقلون مین کوئی ایسا نا دو جسکو قیامت کا یقین نہو اور ثواب و عذاب کو درست سمجھتا ہو گو کیفیت مین ان اشیا
کی ان مین اختلاف ہو مگر انکے وجود کے سب قائل ہین اب اگر یہ لوگ سچے ہین تو بیشک تجہپر ایسا عذاب ہوگا جو ہمیشہ ابد الآباد
تک رہیگا اور اگر جھوٹے ہین تو تیرا کچھ حرج نہین صرف اتنا ہوگا کہ بعض شہوات اس دار فانی کی کدورت کے تجھسے فوت ہو جاوینگے
پس اگر وہ شخص عاقل ہوگا تو اس تقریر کے بعد اسکو کچھ گنجایش توقف نہ رہیگی اسواسطے کہ اس زندگی کو ابد الآباد کے ساتھ کچھ نسبت
نہین بلکہ اگر تمام دنیا مین چنا بھرا ہوا ہو فرض کرو کہ ایک پرند ہزار لاکھ برس کے بعد انمین سے ایک دانہ اٹھا لے تب بھی چنا کم
فنا ہو جاویگا بخلاف ابد الآباد کے کہ وہ کبھی فنا نہو گا پس عاقل آدمی دنیا کے تھوڑے دن شہوات سے صبر کرکے سعادت ابد الآباد کی
حاصل کرنے مین کیسے سستی کریگا اور تقریر اور بحث مذکورہ بالا ویسے ہی ہے جیسے حضرت علیؓ نے اس شخص سے فرمائی تھی جسکی عقل
امور واقعی کے سمجھنے سے قاصر تھی اور اسکو امر آخرت مین شک تھا آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تیرا کہنا ٹھیک ہے تو ہم
اور تو دونون بچینگے اور اگر ہمارا کہنا درست ہے ہم بچینگے اور تو تباہ ہوگا اسکا حاصل یہ ہے کہ عاقل آدمی سب احوال درپیش مقامات مین
راہ اختیار کرے جسمین امن ہو اب اگر یہ پوچھو کہ یہ باتین بدیہی ہین مگر بدون تامل کے حاصل نہین ہوتین تو دو پھر کیا آفت ہے کہ اس
باب مین فکر چھوڑ دی ہے اور اسکو گران جانتے ہین اور دلون کے پھیرنے کا علاج اس فکر کی طرف کیا ہے خصوصاً ایسے شخص کا جو
ایمان اصل شرع اور اسکی تفصیل پر رکھتا ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ فکر کی مانع دو باتین ہین ایک یہ کہ فکر نافع آدمی کے لیے وہ ہے جو
عذاب اخروی اور اسکے احوال و شدائد اور گنہگارونکی حسرت اور انکے جنت سے محروم رہنے کے باب مین کرے مگر یہ فکر آدمی
کے دلمین کانٹا ہے اسیوجہ سے دل کو اس سے نفرت ہوتی ہے اور دنیاوی امور مین فکر کرنے سے لذت پاتا ہے اور فرحت و
راحت اٹھاتا ہے دوسرے یہ کہ فکر بھی ایک ایسا شغل ہے کہ جسوقت آدمی پر مسلط ہوتا ہے تو لذائذ دنیاوی اور تمناے شہوات سے
روک دیتا ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہین جسکو ہر ایک حال اور ہر ایک دم مین شہوت کسی چیز کی نہوتی ہو یہی شہوت کبھی اسپر مسلط ہو کر
عقل کو مغلوب کر لیتی ہے اسیوجہ سے اس شہوت کے حیلے کی تدبیر مین لگا رہتا ہے اور یہی اسکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یا کوئی تدبیر نکالے یا داد
شہوت دیجیے اور فکر مین یہ بات کہان ہو سکتی ہے بہرحال ان دونون مانع کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے کہے کہ تو کتنا
سخت اور غبی ہے کہ موت اور اسکے مابعد کی فکر سے بچتا ہے اور اسکی یاد سے رنج اٹھاتا ہے اور اسکے آنے کو حقیر جانتا ہے جب آپڑیگی تو
کیسے سہیگا تجھسے تو موت اور مابعد کے ماننے کی ہی برداشت نہین ہوتی اسی سے رنج پاتا ہے اور فکر کے باعث جو لذات دنیا کے فوت
ہو جانیکا خوف ہوتا ہے اسکا علاج یہ ہے کہ یہ بات یقیناً جان لے کہ آخرت کی لذات کا جاتا رہنا بہت سخت اور گران ہوگا اسلیے کہ اول تو آن

لذات کی کچھ پایان نہیں دوسرے ان میں کسیطرح کی مشقت یا کدورت نہیں اور لذات دنیا وہی نہ پایدار ہیں اور نہ خالی از کدورت تو ان میں لذت خالص ہے کدورت بھی نہیں ہو سکتی البتہ گناہوں سے توبہ کرکے طاعت الٰہی پر متوجہ ہونے سے لذت مناجات الٰہی اور اسکے معرفت وطاعت سے آرام ملتا اور زیادہ انس پانا بڑی عمدہ لذت ہے کہ اگر مطیع کو عمل کی جزا سوا اسکی حلاوت کے اور کچھ نہ ملتی تب بھی کافی تھی چہ جائیکہ اسپر اور جنت کی نعمتیں بھی دیجاوینگی تو اس لذت کا کیا کہنا ہے اتنا ہے کہ یہ لذت توبہ کے بعد ہی نہیں میسر آتی لیکن توبہ کے بعد اگر مدت تک اسپر صابر رہیگا اور خیر کا اتنا عادی ہوجاویگا جتنا شر کا عادی پہلے تھا تو البتہ شاہد مقصود سے ہم آغوش ہو سکتا ہے کیونکہ نفس اسی چیز کو قبول کرتا ہے جسکا عادی ہو خیر کا بھی عادی ہو سکتا ہے اور شر کا بھی حاصل یہ کہ یہ فکر اس طرح کی ہیں جنسے خوف ابھرتا ہے جو باعث جوش قوت صبر ہے اور یہ فکر واعظوں کے وعظ سے اور ایسی تنبیہات سے جو کبھی اتفاقاً اسباب بیشمار سے دل پر آجاتی ہیں ابھرتی ہیں اور پھر موافق طبع ہوجاتی ہیں اور دلکو انکی طرف رغبت ہوتی ہے اور جو سبب کہ طبیعت اور ان فکروں میں موافقت ڈالتا ہے اسکو توفیق کہتے ہیں اسلیے کہ توفیق اسیکا نام ہے کہ ارادہ میں اور مطلوب یعنی اس طاعت میں جو آخرت میں نافع ہو موافقت ہوجاوے چنانچہ ایک حدیث طویل میں مذکور ہے کہ حضرت عمار بن یاسر حاضر ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں عرض کیا کہ کفر کی بنا کس چیز پر ہے ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ چار ارکان پر اسکی بنا ہے اول جفا دوم نابینائی سوم غفلت چہارم شک پس جو جفا کریگا وہ حق کو حقیر جانیگا اور باطل کو کھلا کھلی کریگا اور علماء کو برا جانیگا اور جو اندھا رہیگا ذکر کو بھول جاویگا اور جو غفلت کریگا وہ راہ راست سے پھریگا اور جو شک کریگا وہ آرزوؤں سے مغالطے میں پڑیگا پھر حسرت اور ندامت اسکو گرفتار کرلیگی اور جس چیز میں اسکو شک تھا وہ خدا کی طرف سے اسپر ظاہر ہوجاویگی یہ بیان ہے بعض آفات کا جو فکر کی غفلت سے ہوتی ہیں اور اسقدر توبہ کے باب میں کافی ہے اور از انجا کہ صبر ایسا رکن ہے جسپر دوام توبہ منحصر ہے اسلیے اسکا بیان علٰحدہ باب میں ضروری ہوا یہ باب توبہ خدا کے حسن توفیق سے تمام ہوا والحمد للہ اولاً وآخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم

باب دوم صبر اور شکر کے بیان میں

رباعی

اگر دولت سرمدی تجھے ہے منظور | کر صبر وشکر دل سے حتی المقدور
ہوتا ہے خدائے پاک صابر کا رفیق | نعمت اسے دیتا ہے جو ہوتا ہے شکور

یہ بات احادیث وآثار سے ثابت ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر ہے اور نصف شکر اور از انجا کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں صبور اور شکور دونوں نام ہیں تو صبر وشکر کا اوصاف الٰہی اور اسمائے حسنیٰ میں داخل ہونا بھی متحقق ہے اور ان دونوں سے جاہل رہنا گویا ایمان کے دونوں حصوں سے جاہل رہنا ہے یا خدا کے دو وصفوں سے غافل رہنا اور بدون ایمان کے قرب خدا کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں اور طریق ایمان پر چلنا بدون اس بات کے پہچاننے کے کہ کس چیز پر اور کس شخص پر ایمان چاہیے غیر ممکن ہے جو اسکے پہچاننے میں سستی کرے وہ صبر اور شکر کی معرفت سے بھی بیٹھ رہیگا اس سے معلوم ہوا کہ بیان ہوجانا ایمان کے دونوں پہلوؤں کا بہت ضرور ہے

ہے اسلیے ہم اس باب مین صبر اور شکر کو اکٹھا لکھتے ہین باین خیال کہ دونون مین ارتباط و مناسبت زیادہ ہے اس باب مین دو فصلین ہین

فصل اول صبر کے ذکر مین اسمین سات بیان ہین

بیان اول صبر کی فضیلت مین اللہ تعالی نے صابرین کو بہت سے اوصاف سے ذکر فرمایا ہے اور صبر کا ذکر قرآن مجید مین کچھ اوپر ستر جگہ کیا ہے اور بہت سے درجات اور خیرات کو صبر کی طرف منسوب کیا ہے اور اسکا ثمرہ ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا اور فرمایا وتمت کلمۃ ربک الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا اور فرمایا ولنجزین الذین صبروا اجرہم باحسن ما کانوا یعملون اور فرمایا اولئک یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا اور فرمایا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اور نیکیون کا ثواب سوائے صبر کے کسی مقدار اندازہ اور حساب کے موافق ہوگا اور صبر کا ثواب بے حساب ہوگا اور از انجا کہ روزہ بھی صبر ہی مین داخل ہے کیونکہ نصف صبر ہے اسوجہ سے اللہ تعالی نے فرمایا کہ الصوم لی وانا اجزی بہ اس حدیث قدسی مین روزہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور کسی عبادت کو اپنے لیے مخصوص نہین فرمایا اور ثواب صبر مین ارشاد فرمایا کہ مین انکے ساتھ ہون جیسا کہ ارشاد فرمایا واصبروا ان اللہ مع الصابرین اور دوسری جا اپنی نصرت کو صبر پر مشروط فرمایا کہ بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورہم ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ مسومین اور تیسری جا صابرین کے لیے ایسی باتین اکٹھی فرمائین جو اورون کیواسطے نہین چنانچہ ارشاد ہے اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون اس آیت مین ہدایت اور رحمت اور صلوات صابرون کے لیے ایک جا مین جمع کین غرضکہ صبر کی فضیلت مین جتنی آیات وارد ہین سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اخبار بھی اس باب مین بہت وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصبر نصف الایمان اور اسکے نصف ہونے کی وجہ عنقریب مذکور ہوگی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چیزین کہ تم کو کم عنایت ہوئی ہین افضل انمین سے یقین اور صبر ہین اور جسکو ان دونون مین سے بہرہ وافی ملا ہے اسکو اگر تہجد اور روزہ نفل نہ ملے تو کچھ پروا نہ کریگا اور جس حال پر تم اب ہو اگر اسپر صبر کرو تو مجھکو اس بات کی نسبت زیادہ محبوب ہے کہ تم مین سے ہر ایک کے پاس ایک ایک آدمی اتنے عمل لاوے جتنے تم سب کرتے ہو لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ میرے بعد تمپر دنیا مفتوح ہوگی اور تم ایک دوسرے کو برا جانوگے اسوقت آسمان کے لوگ تمکو برا جانینگے اور جو شخص اس حال مین صبر کریگا اور ثواب کی نیت کریگا اسکو ثواب پورا پاویگا بعد اسکے آپنے یہ آیت پڑھی ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق ولنجزین الذین صبروا اجرہم باحسن ما کانوا یعملون اور جابر روایت کرتے ہین کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کو پوچھا کہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ صبر کرنا اور سخاوت کرنا اور ایک حدیث مین فرمایا الصبر کنز من کنوز الجنۃ اور ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ ایمان کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صبر ہے اور یہ ایمان کو صبر فرمانا آپ کا ایسا ہے جیسا کہ آپ نے حج کے باب مین فرمایا تھا کہ حج عرفہ ہی ہے یعنی بڑا رکن حج کا وقوف عرفہ ہے اسی طرح بڑا رکن ایمان کا صبر ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب عملون مین بہتر وہ ہین جنپر نفسون کو جبر ہوا اور ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میرے اخلاق کی طرح تم بھی اخلاق اپنے درست کرنا اور ایک میرا خلق یہ ہے کہ مین صبور ہون اور عطاء ابن عباس سے یہ حدیث روایت کرتے ہین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار پر داخل ہوئے تو انسے پوچھا کہ تم ایماندار ہو سب چپ ہو رہے پھر حضرت عمر رضی نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہین آپ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی پہچان کیا ہے تو انصار نے عرض کیا کہ ارزانی پر شاکر رہتے ہین اور مصیبت پر صابر اور حکم الٰہی پر راضی آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا ئے کعبہ کی ایماندار ہو اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ جس چیز کو تم محبوب جانتے ہو وہ تمکو کبھی نہ ملیگی جب اس چیز پر صبر کروگے جو بری جانتے ہو اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان الصبر رجلا لکان کریما واللہ یحب الصابرین اس باب مین احادیث بیشمار ہین اور آثار سے بھی اسکی فضیلت ثابت ہے چنانچہ حضرت عمر رضی نے جو خط حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا اسمین یہ بھی تھا کہ اپنے اوپر صبر کو لازم کرو اور جان لو کہ صبر کی دو قسمین ہین ایک دوسری سے بہتر صبر کرنا مصیبتون پر اچھا ہے مگر اس سے افضل یہ ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے مقسوم کی ہے اس پر صبر ہو اور جان لو کہ صبر ایمان کی اصل ہے کیونکہ تقویٰ بہترین نیکی ہے اور تقویٰ صبر سے حاصل ہوتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ایمان کی بنا چار ارکان پر ہے یقین اور صبر اور جہاد اور عدل اور نیز فرمایا کہ صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہے جسطرح کہ بدون سر کے بدن نہین ہوتا اسی طرح جسکو صبر نہو اسکا ایمان نہین ہوتا اور حضرت عمر رضی فرمایا کرتے صابرون کے لیے دونون گٹھریان بھی خوب ہین اور اسپر کا اضافہ بھی اچھا ہے گٹھریون سے مراد صلوٰۃ اور رحمت ہے اور اضافہ سے ہدایت یعنی یہ جو ثواب صبر کا قرآن مجید مین مذکور ہے اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون اسکی طرف آپ اشارہ فرماتے تھے کہ صابرون کو گویا صلوٰۃ اور رحمت الٰہی جیسے سواری کے دونون طرف کا بوجھ اور ہدایت بمنزلہ ایک چھوٹی گٹھری کے ہے جو اوپر رکھ دیتے ہین اور حضرت حبیب بن ابی حبیب جب اس آیت کو پڑھتے انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب تو روتے اور کہتے کہ سبحان اللہ عنایت بھی کیا اور تعریف بھی کی یعنی خود ہی خداوند کریم نے صبر عطا فرمایا اور آپ ہی تعریف فرماتا ہے اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ ایمان کا کنگورہ حکم پر صبر کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا ہے یہان تک بیان فضیلت صبر کا نقلی تھا اب اگر باعتبار چشم بصیرت کے اسکی فضیلت معلوم کرنی ہو تو بدون حقیقت اور معنی صبر کے معلوم کیے سمجھ مین نہ آئیگی اسلیے کہ فضیلت اور رتبہ کسی چیز کا اس کی صفت ہوتی ہے اسکا جاننا بدون موصوف کے جاننے کے نہین ہو سکتا ہے اسلیے

صبر کی حقیقت اور معنی کو ذکر کیا جاتا ہے

بیان دوم صبر کی حقیقت اور اسکے معنے کے ذکر مین واضح ہو کہ صبر دین کے ایک مقام اور سلوک کی ایک منزل کا نام ہے اور دین کے جتنے مقام ہین تین چیزون سے منتظم ہوتے ہین اول معارف دوم احوال سوم اعمال معارف سب کی اصل ہین اور انکی وجہ سے احوال پیدا ہوتے ہین اور احوال سے اعمال بر روئے کار آتے ہین پس معارف کو مثل درخت کے اور احوال کو مثل شاخون کے اور اعمال کو مثل پھلون کے سمجھنا چاہیے اور یہ بات سالکین کی سب منزلون مین پائی جاتی ہے اور لفظ ایمان کبھی تو معارف ہی پر

بولا جاتا ہے اور کبھی ان تین چیزون کے مجموعے پر چنانچہ اختلاف لفظ ایمان اور اسلام کے بیان مین جو باب قواعد عقائد جلد اول مین
مذکور ہے ہم اسکو بھی لکھ چکے ہین اسیطرح صبر کامل جب ہی ہوتا ہے جب اول معرفت ہو اور اسکے بعد ایک حالت آدمی پر قائم ہو اور واقع
مین صبر انھین دونون چیزونکا نام ہے عمل تو مثل ثمرے کے ہے کہ انھین دونون سے صادر ہوتا ہے اور یہ امر بدون دریافت ترتیب فرشتون
اور انسانون اور بہائم کے معلوم نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صبر خاصہ انسان ہے ملائک اور بہائم مین نہین ہو سکتا ملائکہ مین انکے کمال کی جہت
سے اور بہائم مین انکے نقصان کے سبب سے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ بہائم پر شہوات مسلط کر دیے گئے ہین وہ انھین کے مغلوب ہین اُن کی
حرکت و سکون کا باعث سواے شہوت کے اور کچھ نہین اور انمین کوئی ایسی قوت نہین جو شہوت کی مزاحم ہو کر اسکو اسکے مقتضی سے
روکے اور شہوت کے مقابلے مین اس قوت کا ثابت رہنا صبر کہا جاوے اور ملائکہ علیہم السلام صرف اسلیے پیدا ہوے ہین کہ شوق
حضرت ربوبیت کا انکو ہے اور درجہ قرب سے خوش رہین انکے اندر شہوت نہین رکھی گئی جو اس درجہ اور شوق سے انکو روکے
اور نہ انکو کسی ایسے لشکر کی احتیاج کہ اسکی وجہ سے ان موانعات پر غالب ہون جو انکی حضوری سے باز رکھتے ہون اسلیے کہ مقتضاے
شہوات ہی موانع ہین جو سرے سے موجود نہین اور انسان کا حال یہ ہے کہ ابتداے لڑکپن مین ناقص مثل بہیمہ کے پیدا ہوا اسوقت سوا
خواہش غذا کے جس کی اسکو احتیاج ہوتی ہے اور کسی چیز کی خواہش پیدا نہین ہوتی پھر بعد چندے اسمین خواہش کھیل اور آرایش کی
پیدا ہوتی ہے پھر نکاح کی شہوت ظاہر ہوتی ہے اور یہ شہوات بترتیب ظاہر ہوتی ہین اور شروع مین قوت صبر نہین ہوتی اسلیے کہ صبر اسکا
نام ہے کہ جن دو لشکرون مین اختلاف مطالب اور ضدیت مقصود کے باعث لڑائی ہو تو ایک لشکر انمین سے دوسرے کے مقابل جما رہے
اسی جمنے کا نام صبر ہے مگر لڑکپن صرف ایک لشکر شہوات کا ہوتا ہے جیسے بہائم مین لیکن اللہ تعالی نے اپنے کرم اور جود کے باعث
انسان کو اشرف بنایا ہے اور اسکا درجہ بہائم سے اعلی رکھا ہے اسلیے جب اسکا وجود کامل ہو جاتا ہے اور بلوغ کے قریب پہونچتا ہے
اسپر دو فرشتے معین کرتا ہے کہ ایک اسکو ہدایت کرے اور دوسرا اسکی کمک کرتا رہے انھین دو فرشتون کی مدد سے انسان
بہائم سے متمیز ہوتا ہے علاوہ اسکے انسان مین دو وصف خاص ہین جو انھین دو فرشتون کی جہت سے حاصل ہوتے ہین
اول صفت تو معرفت خدا و رسول کی دوم شناخت انجام کے مصلحتون کی یہ باتین اس فرشتے سے حاصل ہوتی ہین جنکو کام ہدایت
اور شناخت کرانے کا ہے بہیمہ کو نہ تو پہچان خدا اور رسول کی ہے نہ شناخت انجام کی بہتری کی بلکہ اسکو اسی چیز کی راہ سوجھتی ہے جو
بالفعل اسکی خواہش کے موافق ہو اور اسیوجہ سے سواے لذیذ چیز کے اور کسی کی تلاش اسکو نہین ہوتی یہانتک کہ اگر کوئی دوا
نافع اسکے لیے ہو مگر حال مین مضر ہو تو اسکی طالب ہرگز نہ ہو گی اور نہ اسکو پہچانیگی اور انسان نور ہدایت سے یہ جانتا ہے کہ اتباع شہوات
کا میرے حق مین انجام کو برا ہے لیکن صرف یہ ہدایت کافی نہین جبتک کہ اسکو قدرت مضر چیز کے چھوڑنے کی نہو بہت سی مضر چیزین ایسی
ہین کہ انسان انکو جانتا ہے مگر دفع نہین کر سکتا جیسے مریض ہو جانا مثلاً تو ایسے حال مین اسکو ایک ایسی قدرت و قوت کی حاجت پڑے کہ
جس سے شہوات کو دھکا دے اور انسے اسقدر مجاہدہ کرے کہ ان کی دشمنی کو اپنے نفس سے علیحدہ کرے اس غرض کے لیے
اللہ تعالی نے ایک اور فرشتہ مقرر کیا جو انسان کو بہتری پر رکھے اور اسکی تائید و تقویت ایسے لشکرون سے کرے جو نظر نہ آتے ہین

اور یہ لشکر اس بات پر مامور ہو کہ لشکر شہوت سے لڑے پس کبھی تو دبجاتا ہو اور کبھی قوت پکڑتا ہو اور اسکا کم زور اور زور آور ہونا
اسیقدر ہو جسقدر کہ بندے کو اللہ کیطرف سے تائید غیبی کی کمک ہوتی ہو جسطرح کہ نور ہدایت خلق مین اتنا مختلف ہو کہ جسکی کچھ
انتہا نہین ایسا ہم اس صفت انسانی کا جس سے کہ اسکو شہوات کی بیخ کنی اور مغلوب کرنے مین بہائم سے امتیاز ہے باعث دینی
نام رکھتے ہین اور شہوات کے مطالبہ مقتضیات کو باعث ہوے کہتے ہین اور تصور کرنا چاہیے کہ ان دونون چیزون یعنی باعث
دینی اور باعث ہوے یا شہوت مین لڑائی برپا ہو اور کبھی وہ غالب ہوتا ہو اور کبھی یہ اور اس جنگ کا میدان بندے کا دل ہو اور
باعث دینی کو کمک فرشتون سے پہونچتی ہو جو اللہ تعالی کی جماعت کے مددگار ہین اور باعث شہوت کو مدد شیاطین سے ملتی ہو جو اللہ
تعالی کے دشمنون کی مدد کرتے ہین پس صبر کی حقیقت یہ ہو کہ باعث شہوت کے مقابلے مین باعث دینی ثابت قدم رہے پھر
اگر ثابت رہکر حریف کو مغلوب کرے اور شہوت کی مخالفت پر آمادہ رہے تو اللہ کی جماعت کی نصرت کریگا اور زمرہ صابرین
مین لاحق ہوگا اور اگر ضعیف و خفیف ہوا اور شہوت نے دبالیا اور اسکو دفع نکرسکا تو شیطان کے تابعین مین داخل ہوگا اس
بیان سے معلوم ہوا کہ افعال شہوت کا چھوڑنا وہ عمل ہو جو حالت صبر سے پیدا ہوتا ہو یعنی حالت صبر کا ثمرہ یہ ہو کہ آدمی شہوت کے
مقتضیات کو چھوڑ دے اور صبر باعث دینی کے ثابت رہنے کا نام ہو باعث شہوت کے مقابلے مین اور اسکا ثابت رہنا ایک ایسا
حال ہو جو شہوات کی عداوت اور ضدیت کے جاننے سے پیدا ہوتا ہو یعنی اس معرفت سے کہ شہوات اسباب سعادت کے لیے دنیا
و آخرت مین دشمن اور طریق خدا کے راہزن ہین پس جب اس معرفت کا یقین جسے ایمان کہتے ہین قوی ہوتا ہو تو باعث دینی بھی
قوی ہوتا ہو اور جب اس باعث کا استقلال اور ثبات خوب ہوتا ہو تو افعال انسانی خواہش شہوت کے خلاف سرزد ہوتے ہین
غرضکہ ترک شہوت کمال کو جبھی پہونچے گا جب باعث دینی جو باعث شہوت کا مقابل و حریف ہو قوی ہوگا اور انجام شہوات
کی برائی کا یقین بھی قوی ہوگا۔ اور وہ دونون فرشتے جنکا اوپر ذکر ہوا خدا کے فضل سے ان دونون لشکرون کے کفیل رہتے ہین
اللہ تعالی نے ان دونون کو اسیلیے پیدا کیا ہو اور ہر شخص پر آدمیون مین سے دو فرشتے اسیطرح مقرر ہین اور انکو کراما کاتبین کہتے
ہین اور چونکہ رتبہ ہادی فرشتے کا تقویت دینے والے فرشتہ کی نسبت زیادہ ہو تو ظاہر ہو کہ دہنی طرف جو آدمی مین اشرف ہے
اسکو ملنی چاہیے اسی لیے ہادی دہنی طرف پر ہو اور مقوی بائین طرف پر اب غفلت کرنے اور فکر کرنے مین اور گناہون مین مطلق العنان
رہنے اور مجاہدہ کرنے مین بندے کے دو حال ہین جب غفلت کرتا ہو تو داہنے فرشتے سے گویا منہ پھیرتا ہو اور اسکے ساتھ بدی کرتا ہو
اسلیے وہ اسکے منہ پھیرنے کو بدی لکھ لیتا ہو اور جب فکر کرتا ہو تو اسکی طرف متوجہ ہوتا ہو تاکہ اس سے ہدایت کا مستفید ہو تو
اس صورت مین گویا اس فرشتے کے ساتھ سلوک کرتا ہو اسلیے وہ اسکے متوجہ ہونے کو نیکی لکھتا ہو اسیطرح جب گناہون مین
مطلق العنان رہتا ہو تو بائین فرشتے سے اعراض کرتا ہو اور اسکی مدد کا خواہان نہین ہوتا اور اپنی اس حرکت سے اسکے ساتھ
بدی کرتا ہو بہین لحاظ وہ اسپر برائی لکھدیتا ہو اور اگر نفس پر مجاہدہ کرتا ہے تو گویا اس فرشتے سے مدد کا خواہان ہو اسی نظر سے
وہ اسکے لیے نیکی لکھدیتا ہو اور چونکہ نیکیون اور بدیون کا وجود انھین دو فرشتون کے لکھنے سے ہوتا ہو اسلیے انکو کراما کاتبین

کہتے ہین کرام تو اسوجہ سے کہ بندے کو انکے کرم سے نفع ہوتا ہی اور نیز فرشتے سبکے سب متبرک اور پاک ہین اور کاتب اس لحاظ سے کہ حسنات اور سیئات کو لکھتے اور جن صحیفون پر کہ یہ لکھتے ہین وہ سر قلب مین لپٹے ہین الا سر قلب سے مخفی ہین یہان تک کہ اس عالم مین انپر اطلاع نہو گی اسلیے کہ وہ دونون فرشتے اور انکے خط اور نوشتے اور جو کچھ انسے متعلق ہی عالم غیب اور ملکوت سے ہین عالم ظاہری سے نہین اور کوئی چیز عالم ملکوت کی قابل محسوس ہونے کے چشم ظاہری سے اس عالم مین نہین پھر یہ نامجات مخفی وہ وقت کھولے جاوینگے ایکبار قیامت صغری مین اور ایکبار قیامت کبری مین اور قیامت صغری سے ہماری غرض حالت موت ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی من مات فقد قامت قیامتہ اس قیامت مین بندہ اکیلا ہوتا ہی اور اسمین اس سے کہا جاتا ہی ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرۃ اور ارشاد ہوتا ہی کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور قیامت کبری جو تمام خلق کی جامع ہو گی وہان آدمی تنہا نہ ہوگا بلکہ غالباً حساب مجمع کے سامنے لیا جاویگا اور اس قیامت مین متقی جنت مین اور مجرم دوزخ مین پرے کے پرے جاوینگے ایک ایک نہین بھیجا جاویگا اور سب سے پہلے دہشت چھوٹی قیامت کی ہی اور جتنی دہشتین اور حالات کہ بڑی قیامت مین ہونگے انکی سب کی مثال اور نظیر چھوٹی قیامت مین موجود ہی مثلاً زمین کا ہلنا جو قیامت کبری مین ہوگا اسکی نظیر موت انسانی مین یہ ہے کہ جو زمین اخاص اسکے لیے ہی یعنی اسکا بدن وہ مرنے پر ڈگمگا جاتا ہی تو اسکے حق مین زلزلہ زمین کا موجود ہو گیا اسلیے اگر کسی ملک مین زلزلہ آوے تو یہی کہینگے کہ فلان جا بھونچال آیا گو اسکے پاس پڑوس والون کو اسکا صدمہ نہوا ہو غرضکہ زلزلے کا ہونا انھین لوگون کے حق مین شمار ہوگا جنکو اس سے صدمہ پہونچا ہو اصل اعتبار سے جسکے گھر خواہ اور کسی چیز کو اس سے صدمہ پہنچا ہوگا اسکے حق مین زلزلہ پہنچا ہو کیونکہ تمام زمین کے زلزلے سے اسکو نقصان جبھی ہی جب اسکا گھر ہل جاوے دوسرے کے مکان وغیرہ کے زلزلے سے اسکا کیا نقصان ہے ایسا اگر موت کو دیکھو تو بدن پر اسکا صدمہ کسیطرح کم نہین زلزلے سے بڑھکر ہی اور بدن کو زمین پر قرار دینا اسوجہ سے ہی کہ آدمی خاکی ہے اور مٹی ہی سے بنا ہی اسکے حصے مین جسقدر مٹی خاص ہی وہ اسکا بدن ہی غیر کا بدن اسکے حصے مین نہین اور جس زمین پر کہ آدمی بیٹھا ہوا ہی وہ بدن کا ظرف اور مکان ہی اور ساری زمین کے ہلنے سے جو آدمی کو ڈر لگتا ہی اسکی یہی وجہ ہی کہ کہین بدن اسکے سبب سے نہ لغزش کر جاوے ورنہ ہوا تو ہمیشہ چلتی ہی ور ہلتی رہتی ہی اس سے کبھی خوف نہین لگتا اسلیے کہ اس سے بدن مین کچھ اضطراب نہین ہوتا بہر حال تمام زمین کی جنبش سے آدمی کا حصہ اسیقدر ہی کہ اسکے بدن کو جنبش ہوتی ہو جو اسکی مٹی اور زمین خاص ہی اب جسطرح زمین کے واسطے اور سامان ہوتے ہین اسیطرح زمین بدن مین انھین چیزون کی نظیرین موجود ہین ہڈیان مثل پہاڑون کے ہین اور سر بمنزلہ آسمان کے اور دل آفتاب ہی اور آنکھ اور کان اور ناک اور دوسرے حواس اس زمین کے ستارے ہین اور پسینے کا منبع دریا ہے اور بال روئیدگی اور ہاتھ پاؤن درخت اس زمین کے ہین اسیطرح سب اجزا کو قیاس کرنا چاہیے پس جب موت کے باعث ارکان بدن منہدم ہوجاتے ہین تو یہ قول صادق آتا ہی زلزلت الارض زلزالہا اور جب ہڈیان گوشت سے علیحدہ ہوتی ہین تو یہ واقعہ قیامت کا ٹھیک ہوتا ہے حملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ اور جب ہڈیان گلجاوینگی تو مضمون اذا الجبال نسفت کا اور جب دماغ پھٹیگا تو فحوا اسکے اذا السماء انشقت کا صادق ہوگا اور جب موت کے وقت دل پر تاریکی چھا جاویگی تو مضمون اذا الشمس کورت کا اور کان اور آنکھ اور

دوسرے حواس کے بیکار ہونے سے مضمون اذا النجوم انکدرت کا اور خوف و موت کے باعث پیشانی پر عرق آنیسے مضمون اذا البحار فجرت
کا اور ایک پنڈلی دوسری پر لپٹنے سے مضمون اذا العشار عطلت کا اور جسم سے روح کی مفارقت ہونے سے مضمون واذا الارض مدت
والقت ما فیہا وتخلت کا واقع ہوگا یعنی جو جو واقعہ کہ کلام مجید مین اہوال وحالات قیامت کے باب مین موجود ہین موت انسانی مین
انہین سے ہر ایک کی نظیر پائی جاتی ہے سب حالات و اہوال کا بیان طویل ہے پھر بھی یہ کہہ سکتے ہین کہ مرنے کے ساتھ ہی آدمی پر چھوٹی
قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اور اس موت سے قیامت کبری کی کوئی چیز جو خاص اسکے لیے ہوگی وہ اس سے فوت نہوگی مگر جو چیز دوسرون
کے لیے خاص ہے وہ البتہ اس سے فوت ہو جاوے گی مثلاً دوسرے کے حق مین ستارون کا باقی رہنا مردے کو کیا فائدہ دے سکتا ہے
جب اسکے حواس بینائی مین ابتری ہو گئی ہو جیسے اندھے آدمی کے سامنے رات اور دن برابر ہوتے ہین آفتاب کی روشنی
اور اسکا گہن اسکے نزدیک یکسان ہے کیونکہ اسکے حق مین ایک ہی بار آفتاب کو گویا گہن لگ گیا اسکو اسلیے اس سے بہرہ ہے اب جو
آفتاب صاف و روشن ہوگا تو وہ دوسرے کے حصے مین ہوگا اور جسکا سر پھٹ جاوے اسکا گویا آسمان پھٹ گیا کیونکہ آسمان اسکو کہتے
ہین جو جانب سر ہو پس جب کسیکا سر ہی نہو تو دوسرے کے لیے آسمان کا ہونا اسکے کس کام آویگا یہ حال ہے چھوٹی قیامت کا اور ڈر دلی
دور ہو خوف اور وحشت تو آگے ہوگی یعنی جب بڑی قیامت کی ابل چل پڑیگی اور خصوصیت کسی کی نرہیگی آسمان و زمین بیکار ہو جاینگے
پہاڑ جابجا قرار رہین گے اور خوف و اہوال کمال کو پہونچین گے اور واضح ہو کہ قیامت صغری کا حال اگرچہ ہمنے بہت سا لکھا ہے الا ہنوز
عشر عشیر بھی اسکے اوصاف مین سے نہین لکھا اور یہ قیامت بڑی قیامت کے سامنے ایسی ہے جیسے ولادت صغری ولادت کبری کے
سامنے یعنی آدمی کے لیے دو پیدایش ہین اول تو نکلنا پشت پدر سے رحم مادر مین کہ یہان پہونچکر ایک مدت مقرری تک ٹھہرا رہتا
رہتا ہے اور پورا ہونے تک کئی حالتین بدلتا ہے گویہ حالتین اسکے حق مین کمال کی منازل مین پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر خون جما ہوا پھر لوتھڑا
وغیرہ ہوکر تنگی رحم سے وسعت آباد عالم مین قدم رکھتا ہے اسکا نام ولادت دوم ہے اب قیامت کبری کے عموم کو قیامت صغری کے
خصوص کیطرف وہ نسبت تصور کرنی چاہیے جیسے وسعت عالم کو ہے رحم سے اور جس عالم مین کہ بندہ بعد موت کے پہونچتا ہے اسکی وسعت کو دنیا کی
وسعت سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو ہے رحم کی وسعت سے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اسیسے آخرت کو دنیا کی نسبت پر قیاس کرنا چاہیے
اسلیے قرآن مجید مین ارشاد ہے ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ دوسری دفعہ کا پیدا کرنا بھی مثل اول بار کے پیدا کرنے کے ہے بلکہ
اگر تامل کیا جاوے تو شمار پیدایشون کی منحصر دو ہی مین نہین رہتی اور اسکی طرف اشارہ ہے اس قول مین وننشئکم فی ما لا تعلمون غرضکہ جو
شخص دونون قیامتون کا مقر ہے وہ دونون عالم ظاہری و باطنی کا معتقد ہے اور ملک و ملکوت دونونکا یقین رکھتا ہے اور جو شخص صرف
قیامت صغری کا مقر ہے اور کبری کو نہین مانتا اسکی ایک آنکھ پھوٹی ہے کہ ایک ہی جہان سوجھتا ہے اسکا نام جہل و گمراہی ہے اور ایک چشم
دجال کی پیروی ہے آدم بیچارہ کتنا غافل ہے اور اس غفلت مین ہم سب برابر ہین لوگو جب سامنے تمہارے اسطرح کے خوفناک
مقامات درپیش ہین تو پھر غفلت سے کیا معنی اگر بالفرض جہالت اور گمراہی کے باعث قیامت کبری کا اعتقاد نہین تو قیامت صغری
کیا تھوڑی ہے کیا تمنے یہ حدیث شریف نہین سنی کفی بالموت واعظا کیا یہ نہین سنا کہ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے وقت کیا

کیا کرب تھا کہ فرماتے تھے اللھم ہون علی محمد سکرات الموت کیا اس بات کی شرم نہین آتی کہ موت کے آنے مین توقف سمجھکر بیوقوفون اور
غافلون کی پیروی کرتے ہو جنکی شان مین یہ آیت ہے ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ تاخذہم وہم یخصمون فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اہلہم
یرجعون ان غافلون کا یہ حال ہے کہ اگر مرض انکے خوف دلانے کو انپر آتا ہے تو اس سے نہین ڈرتے اور اگر بڑھاپا موت کا پیام سناتا
ہے تو اس سے عبرت نہین پکڑتے اسی لحاظ سے خدا تعالی فرماتا ہے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون پھر اگر
انکا یہ گمان ہے کہ ہم دنیا مین ہمیشہ رہینگے تو انکو یون ارشاد ہے الم یروا کم اہلکنا قبلہم من القرون انہم الیہم لا یرجعون اور اگر یہ سمجھتے ہون
کہ مردے ہمارے پاس سے نیست ہو گئے تو معدوم ہی ہین انکا وجود ہمین نہین تو اس خیال کے دفع کے لیے فرمایا وان کل لما
جمیع لدینا محضرون پھر آیات خداوندی سے انکے اعراض اور روگردانی کیوجہ ارشاد فرمائی کہ کس وجہ سے ہر ایک آیت سے اعراض
کرتے ہین وہ یہ ہے کہ وجعلنا من بین ایدیہم سدا ومن خلفہم سدا فاغشیناہم فہم لا یبصرون وسواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون اب
بات کہین کی کہین چلی گئی یہ تقریر ایسے امور کیطرف اشارہ کرتی ہے جو علوم معاملہ سے اعلی ہین اسلیے غرض اصلی کیطرف رجوع کرکے
ہم کہتے ہین کہ یہ معلوم ہوگیا کہ صبر باعث دینی کے جمے رہنے کا نام ہے مقابلے مین باعث ہویکے اور یہ مقابلہ خاص آدمیون کا ہے
اسوجہ سے کہ انپر کراما کاتبین مقرر ہین اور وہ فرشتے لڑکون اور دیوانون پر کچھ نہین لکھتے کیونکہ پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر انکی طرف استفادہ
کے لیے توجہ کیجاوے تو وے حسنہ لکھتے ہین اور اگر انسے روگردانی کیجاوے تو بدی لکھتے ہین اور چونکہ لڑکون اور مجنونون مین استفادے
کی استعداد نہین ہوتی تو انسے ظہور متوجہ ہونیکا خواہ روگردانی کا بھی متصور نہین ہو سکتا اور کراما کاتبین سوا سے توجہ اور روگردانی
کے اور کچھ نہین لکھتے اور یہ بھی ایسے لوگون کے لیے لکھتے ہین جنکو قدرت متوجہ ہونے اور روگردانی کرنے کی ہو ہان بعض وقت نور ہدایت کا
آغاز سن تمیز ہی سے شروع ہوتا ہے اور بتدریج حالت بلوغ تک بڑھتا جاتا ہے جیسے صبح کی روشنی کہ آفتاب کے نکلنے تک آنا فانا زیادہ ہوتی
جاتی ہے مگر یہ ہدایت ناقص ہے اسکے بموجب عمل نکرنے سے آخرت کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے دنیا کے ضرر سے نہین بچتا مثلا اگر ایسے وقت
مین نماز نہ پڑھے تو اسپر زد و کوب کیجاوے بھی مگر آخرت مین کچھ عقاب اسپر نہو گا اور نہ اسکے لیے کوئی نامہ اعمال لکھا جاتا ہے جو آخرت مین
کھولا جاویگا بلکہ جو شخص کسی لڑکے کا کفیل خواہ مربی خواہ ولی شفیق ہو اور کراما کاتبین کیطرح نیکبخت ہو تو اسکو چاہیے کہ لڑکے کی بھلائی
اور برائی اسکے دل کے صحیفے پر لکھدے یعنی اول اسکو خوب یاد کرادے کہ دل پر نقش حجر ہو جاوے پھر اس صحیفے کا پھیلانا یہ ہے کہ اگر کام
قابل تعریف ہے تو اسکی تعریف کرے ورنہ زد و کوب سے سزا دے جس مربی کا لڑکے کے حق مین یہ طور ہوگا تو وہ شخص فرشتون کی عادت کا وارث
ہے اور انکو لڑکے کے حق مین استعمال کر کے درجہ قرب الہی کا فرشتون کیطرح حاصل کریگا اور انبیا اور صدیقین اور مقربین کی جماعت مین ہوگا
اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث مین انا وکافل الیتیم کہاتین ہاتین سے اشارہ آپنے اپنی دو انگشت مبارک کی طرف فرمایا۔
تیسرا بیان صبر کے نصف ایمان ہونیکیوجہ۔ واضح ہو کہ ایمان کبھی تو اصول دین کی تصدیقات پر بولا جاتا ہے اور کبھی ان اعمال
پر بولتے ہین جو ان تصدیقات کے باعث سرزد ہوتے ہین اور کبھی دونون کے مجموعے پر بولتے ہین اور چونکہ معارف کے بھی بہت
اقسام ہین اور اعمال کے بھی اور لفظ ایمان سب پر بولا جاتا ہے اسی لیے ایمان کچھ اوپر ستر قسم کا ہوا ہے جیسا کہ اسکی تقریر باب قواعد العقاید

جلد اول میں لکھی گئی ہو مگر صبر کو جو نصف ایمان کہتے ہیں صرف دو اعتبار سے کہتے ہیں اور ایمان کے دو ہی معنی اس بات کے مقتضی ہیں کہ صبر
نصف ایمان ہو اول معنی تو یہ کہ ایمان کو تصدیقات یعنی معارف اور اعمال دونوں پر بولا جاوے اس صورت میں ایمان کے دو رکن ہونگے
ایک یقین اور دوسرا صبر یقین سے مراد وہ معارف قطعی اصول دین کے ہیں جو بندے کو خدا تعالیٰ کی ہدایت سے حاصل ہوتے ہیں
اور صبر سے مقصود عمل کرنا ہو جب یقین کے اسلیے کہ یقین آدمی کو یہ بات بتلا دیتا ہے کہ گناہ مضر ہے اور طاعت مفید اور ترک
معصیت اور مداومت طاعت کی بدون صبر کے ممکن نہیں ہو سکتی یعنی اسکے لیے باعث دینی کو باعث ہوا اور کسل کے مغلوب کرنے کے لیے
کام میں لانا پڑتا ہے اور اسی کا نام صبر ہے پس اس اعتبار سے صبر نصف ایمان ٹھہرا اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یقین اور صبر کو
ایک جا ارشاد فرمایا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا من اقل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر دوسرے معنی یہ ہیں کہ ایمان ان احوال پر بولا جاوے جو
موجب اعمال ہوں نہ معارف پر اب تمام حالات بندہ کی دو قسم ہیں ایک وہ کہ دنیا و آخرت میں اسکو نافع ہو دوسری وہ کہ مضر ہو اور بندہ
کو باعتبار مضر چیزوں کے لحاظ کے حالت صبر ہوا اور نافع چیزوں کی نسبت کر دیکھیے تو حالت شکر ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اس معنی کی رو سے
شکر ایک نصف ایمان کا ہو جیسے کہ پہلے معنی کے اعتبار سے یقین نصف ایمان تھا اور اسی بنا پر حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ ایمان کے
دو نصف ہیں ایک نصف صبر ہے اور ایک شکر اور یہ روایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی مرفوعاً وارد ہوئی ہے اور [illegible] الصبر [illegible]
باعث ہونے سے باعث دینی کے ثابت رہنے کے باعث اور باعث ہوا کی دو قسمیں ہیں ایک باعث شہوت کی طرف سے اور ایک
غضب کی طرف سے کیونکہ اگر لذیذ چیز کی طلب کے لیے ہوگا تو شہوت کی طرف سے ہوگا اور اگر درد دینے والی چیز سے گریز کے لیے ہوگا
تو غضب کی طرف سے ہوگا اور روزہ میں صرف رکنا مقتضاے شہوت یعنی فرج و شکم کی خواہش سے پایا جاتا ہے مقتضاے غضب سے
صبر کرنا اسمیں داخل نہیں اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ الصوم نصف الصبر کیونکہ کمال صبر اس صورت میں ہے کہ دواعی شہوت
اور مقتضیات غضب دونوں سے صبر کیا جاوے اور روزہ میں صرف ایک شق سے صبر ہوا اسلیے روزہ نصف صبر ہوا اور چونکہ صبر نصف
ایمان تھا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک چوتھائی ایمان کی ہے حاصل یہ کہ شریعت میں جو اعمال اور احوال کے حدود مقرر ہیں اور انکی
نسبت ایمان کی طرف آدھی یا چوتھائی وغیرہ بیان ہوئی ہے انکو اسیطرح سمجھنا چاہیے اور اسبارہ میں اصل یہ ہے کہ اول ایمان کے
اقسام معلوم ہونے چاہییں تاکہ معلوم ہو کہ ایمان کے کونسے معنی کی رو سے یہ نسبت بیان کی گئی ہے ورنہ سمجھنا دشوار ہوا اسلیے کہ لفظ ایمان
بہت سے معانی مختلفہ پر بولا جاتا ہے

چوتھا بیان اُن چیزوں کا جن پر سے صبر کے جانے کے لحاظ سے صبر کے اور اور نام ہوتے ہیں جاننا چاہیے کہ صبر کی دو
قسمیں ہیں اول تو صبر بدن سے کرنا مثلاً بدن پر مشقتوں کا متحمل ہونا اور اسپر مستقل رہنا وغیرہ پھر اسکی بھی دو صورتیں ہیں یا تو خود کوئی
فعل کرنا یا دوسرے کے فعل کی برداشت کرنی اول کی مثال جیسے کوئی مشکل کام یا عبادت بجا لانا اور دوسرے کی مثال جیسے سخت
مار کو پی جانا یا بڑے مرض کو اور زخم مہلک کو سہنا وغیرہ یہ قسم کبھی محمود ہوا کرتی ہے بشرطیکہ موافق شرع ہو لیکن کمال محمود دوسری قسم
ہے یعنی صبر نفس سے کرنا کہ نفس کو طبیعت کے مقتضیات اور ہوا سے باعث ہونے سے روکے رہے پھر اس قسم میں اگر صبر شہوت شکم اور شرمگاہ سے

ہوگا تو اسکا نام عفت ہے اور اگر کسی بری بات سے ہو تو پھر ایک گروہ جیز سے صبر کے لیے جدا نام ہو مثلاً اگر کسی مصیبت پر ہو تو اسکو
صبر ہی کہتے ہیں اور اسکی ضد وہ حالت ہے جسکو جزع وفزع کہتے ہیں یعنی مقتضا سے ہوئے کو مطلق العنان کر دینا کہ خوب چیخنے اور
پیٹنے اور گریبان پھاڑنے وغیرہ اور اگر تو انگری کی برداشت کرنے میں صبر ہو تو اسکو ضبط نفس کہتے ہیں اور اسکی ضد اترانا اور اگر صبر
مقام جنگ اور صف قتال میں ہو تو اسکو شجاعت کہتے ہیں جسکا مقابل نامردی و بزدلی ہے اور اگر غصے کے پینے میں ہو تو اسکا نام حلم ہے
جسکی ضد خفا ہونا ہے اور اگر زمانے کی کسی آفت پر صبر ہو تو اسکا نام فراخی حوصلہ ہے اور اسکی ضد کم حوصلگی ہے اور اگر کلام کے خفیہ
رکھنے میں ہو تو اسکو رازداری اور جس شخص میں یہ صفت ہو اسکو رازدار کہتے ہیں اور اگر صبر عیش زائد از حاجت سے ہو تو اسکا نام
زہد ہے جسکی ضد حرص ہے اور اگر بہر ایک حظ نفسانی سے قدر قلیل پر صبر ہو تو اسکو قناعت کہتے ہیں اسکا مقابل شرہ ہے حاصل یہ کہ
ایمان کے اکثر اخلاق صبر میں داخل ہیں اسی بابت سے جب ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ایمان سے سوال کیا کہ وہ کیا ہے
آپ نے فرمایا کہ صبر ہے اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے اعمال میں سے یہ بڑا اور گران صبر ہی ہے جس طرح کہ حج کو آپ نے اسی طرح ارشاد
فرمایا کہ وہ بھی حج کے ارکان میں سب سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اقسام کو اکٹھا ذکر فرمایا ہے اور سب کا نام صبر ہی رکھا ہے
جیسا کہ ارشاد ہے والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون بأساء سے غرض وقت
مصیبت ہے اور ضراء سے وقت افلاس وحین البأس سے وقت مقاتلہ یہ ہیں اقسام صبر کے کہ اختلاف متعلقات کے باعث جدا
نام سے مسمیٰ ہوتے ہیں اور جو شخص کہ الفاظ کے معانی سمجھا کرتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ مختلف ہیں اسلیے ضرور ہے کہ ان کے
معانی میں بھی فی الحقیقت اختلاف ہو یعنی جو حالتیں کہ ان الفاظ سے سمجھی جاتی ہیں ان کی ذات و ماہیت علیحدہ علیحدہ ہونی چاہیے اور
جو شخص کہ صراط مستقیم پر چلتا ہے اور نور الٰہی سے دیکھتا ہے اسکی نظر اول معانی پر پڑتی ہے پھر ان کی حقیقت سے باہر ہو کر الفاظ کی طرف
متوجہ ہوتا ہے اسلیے کہ الفاظ معانی کے لیے وضع ہوئے ہیں تو اصل معانی ہی ہیں اور الفاظ تابع ہیں اور جو شخص فرع سے اصل
کا طالب ہو وہ بیشک لغزش کھا جائیگا اور ان دونوں فریق کی طرف اشارہ کلام مجید میں مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے افمن یمشی مکبا علی وجہہ
اہدیٰ امن یمشی سویا علی صراط مستقیم اور اگر غور سے دیکھو تو کفار کو جو پہلے غلطی ہوئی تو اسی طرح کے انعکاس سے ہوئی اللہ تعالیٰ
اپنے کرم ولطف سے حسن توفیق عنایت فرماوے

پانچواں بیان صبر کے اقسام کا قوت وضعف سے مختلف ہونے کی جہت سے۔ واضح ہو کہ اگر باعث دینی کو باعث ہوا کی
نسبت کر کے دیکھیں تو اسکے تین احوال ہوتے ہیں ایک حال تو یہ ہے کہ داعیہ ہوا کو بالکل زیر کر دے اسمیں کچھ قوت نزاع کی باقی نہ رہے
اور یہ بات دوام صبر سے حاصل ہو۔ فی ہرا ایسی ہی صورت میں یہ جملہ کہا جاتا ہے من صبر ظفر اور اس رتبے کو پہنچنے والے بہت کم ہیں اور
اگر ہیں تو وہ لوگ صدیق ومقرب ہیں کہ خدا نے کہہ دیا ہے ربنا اللہ پھر اسی عقیدے پر جمے رہے اور راہ راست کو کبھی نہ چھوڑا اور نہ اس
طرف سے منہ موڑا اور انکے نفسوں کو باعث دینی کے مقتضا سے اطمینان ہو گیا ہے انہیں لوگوں کو پکارنے والا پکاریگا یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی
الی ربک راضیۃ مرضیۃ دوسری حالت یہ ہے کہ ہوا کے دواعی غالب ہو جاویں اور باعث دینی کی منازعت انکے ساتھ بالکل نہ رہے

پس آدمی اپنے نفس کو لشکر شیطانی کے حوالے کرے اور مجاہدے سے مایوس ہوکر کوشش سے باز رہے یہ لوگ زمرۂ غافلین مین ہین اور کثرت
سے ایسے لوگ پائے جاتے ہین یہی لوگ ہین کہ بندۂ شہوات ہوگئے ہین اور بدبختی کا جو زور انپر ہوا تو اپنے دلون پر جو اسرار الٓہی اور امر
ربانی ہین سے تھے اعداے الٓہی کو مسلط کردیا انھین کیطرف اشارہ ہو اس آیت مین ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ہداہا ولکن حق القول منی
لاملان جہنم من الجنۃ والناس اجمعین انھین لوگون نے آخرت کے بدلے مین زندگی دنیا کو مول لیا اور ٹھگی کھائی اور جب کوئی
شخص انیون کو ہدایت کرنا چاہے تو اسکو یہ حکم ہے فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوٰۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم اور
اس حالت کی پہچان یاس اور ناامیدی مجاہدے سے اور آرزون سے مغرور رہنا ہو اور یہ نہایت درجے کی بیوقوفی ہے چنانچہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع ہواہا وتمنی علی اللہ اور اس حالت والے کو اگر کوئی
نصیحت کرے تو یہ جواب دیتا ہو کہ مین توبہ کرنی تو بہت چاہتا ہون مگر مجھسے ہو نہین سکتی اسواسطے اسکی طمع بھی نہین کرتا یا اشتیاق توبہ نہو تو یہ کہتا
ہو کہ خدا تعالیٰ غفور اور رحیم اور کریم ہو پھر توبہ کی کیا حاجت ہو اس بیچارے کی عقل شہوت کی غلام ہوگئی ہے اسلیے صرف ایسے ہی باریک
حیلے نکالنے مین لگا تا ہو جیسے اپنی شہوت پوری کرسکے اسکی عقل شہوات کے ہاتھ مین ایسی گرفتار ہوتی ہے جیسے کوئی مسلمان کافرون کی
قید مین پڑے اور وہ اس سے سور چرواوین اور شراب کی حفاظت اور اسکا اٹھانا اسکے ذمے کردین ایسے شخص کا حال خدا کے نزدیک
ایسا ہی ہوگا جیسا اس شخص کا جو کسی مسلمان کو زبردستی پکڑکر کفار کے حوالے کرے اور انکا مقید کردے اسواسطے کہ اس شخص کی بڑی خطا
یہی ہے کہ جس شخص کو غالب رہنا چاہیے تھا اسکو ایسے کا مسخر کردیا جسکو مسخر اور مغلوب رہنا زیبا تھا یعنی مسلمان کا حاوی اور غالب
رہنا اسواسطے شایان ہو کہ اسمین معرفت دین اور باعث دینی موجود ہو اور کافر کو مغلوب رہنا بہتر ہو کہ اسمین دین کی جہالت اور باعث
شیاطین پایا جاتا ہو اور مسلمان کا حق اپنے نفس پر بہ نسبت دوسرون کے زیادہ تر واجب ہو پس جب اس شریف بات کو جو اللہ کی جماعت
اور لشکر ملائکہ مین سے ہو یعنی عقل کو ایک ایسی رذیل چیز کا مسخر کردیگا جو گروہ شیاطین مین سے ہو اور خدا تعالیٰ سے دور کرتی ہو تو یہ شخص
بعینہ ویساہی ہوگا جیسا کوئی مسلمان کو کافرون کے حوالہ کردے بلکہ جیسے کوئی بادشاہ محسن اور منعم پر چڑھائی کرکے اسکے سب سے
عزیز لڑکے کو پکڑکے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن کے حوالہ کردے اب تامل کیا چاہیے کہ اسبات مین کیسی ناشکری پائی جاتی
ہو اور کتنے بڑے انتقام شاہی کا یہ شخص سزاوار ہو اور یہ مثال اسلیے مناسب نہو کہ ہوائے نفسانی سب سے بڑا معبود ہو جو زمین پر
پرستش کیا جاتا ہو اور تمام روے زمین مین عمدہ چیز اللہ کی مخلوق مین سے عقل ہو تو ایسی عمدہ چیز کو ایسی بری چیز کے حوالہ کرنا نہایت
ناشکری ہو تیسری حالت یہ ہو کہ لڑائی برابر کی ہو کبھی فتح باعث دینی کو ہو اور کبھی باعث ہوے کو ایسا شخص مجاہدین ہی مین ہو فتح پانے
والون مین نہین اور اس قسم کے لوگون کا حال اس آیت مین مذکور ہو خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا عسی اللہ ان یتوب علیہم یہ تینون
حالتین باعتبار قوت وضعف کے ہین اور آدمی پر تین حالتین اور بھی باعتبار شمار صبر کی چیزون کے ہوسکتی ہین اول یہ کہ تمام شہوات
پر غالب ہوجاوے دوم یہ کہ کسی پر غالب نہ ہو سوم یہ کہ بعض پر غالب ہو اور بعض پر نہو اور آیت خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا لوائق
تیسری حالت والون کی شان مین کہنا بہتر ہو اور جو لوگ شہوات کے ساتھ مجاہدہ نہین کرتے وہ چوپاؤن کے مانند بلکہ انسے بھی گمراہ تر

باب غرور کی مذمت مین گذری ۱۲
ملا ایک کام نیک اور دوسرا بد شاید اللہ معاف کرے انکو ۱۲

ہین اسواسطے کہ بہیمہ کے واسطے معرفت اور قدرت نہین پیدا ہوئی جس سے کہ مقتضاے شہوات کا مجاہدہ کرے اور انسان کے لیے قدرت پیدا ہوئی مگر اسکو بیکار رکھا پس واقع مین ناقص اور بدبخت بلاشک ایسا ہی شخص ہی جو قدرت پاکر درجہ کمال کو حاصل نکرے اور آسانی اور دشواری کی راہ سے بھی صبر کی دو قسمین ہو جاتی ہین ایک وہ کہ نفس پر شاق گذرے اور بدون بہت سی محنت اور سخت مشقت کے اسپر مداومت ممکن نہو اسکا نام تصبر وصبر کرنا ہی دوسری وہ کہ بدون شدت اور محنت کے حاصل ہو جاوے یعنی نفس پر ادنی زور دینے سے تحمل صبر کا ہو جاوے کچھ مشقت نہ معلوم ہو اس صورت کا نام صبر ہی اور جب آدمی ہمیشہ تقوی کرتا ہی اور انجام کی بہتری کا یقین قوی ہوتا ہے تو صبر آسان ہو جاتا ہی چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری اور اسکی مثال یون جاننی چاہیے جیسے پہلوان کی قدرت دوسرے شخص پر کہ اگر آدمی قوی اور کشتی گیر ہوگا تو کم زور کو ذرا سے حملے اور ادنی قوت سے پچھاڑ دیگا اس طرح کہ پچھاڑنے مین نہ کچھ تھکن ہوگی نہ ہانپیگا نہ سانس چڑھیگی نہ اور کسی طرح کا اضطراب پیش آویگا لیکن اگر طرف مقابل بھی سخت اور قوی ہوگا تو اسکے پچھاڑنے کے لیے بہت محنت چاہیے اسیطرح باعث دینی اور باعث ہوے کی کشتی کو خیال کرنا چاہیے کہ درحقیقت وہ بھی لشکر ملائکہ اور لشکر شیاطین کا مقابلہ ہی غرضکہ جب شہوات بالکل دفع ہو جاتے ہین اور باعث دینی مسلط ہو کر حاوی ہو جاتا ہی اور طول مواظبت سے صبر کرنا آسان پڑ جاتا ہی تو اسکے باعث مقام رضا ملتا ہی چنانچہ باب رضا مین عنقریب مذکور ہوگا یہان سے معلوم ہوتا ہی کہ رضا کا رتبہ صبر سے بڑھکر ہی اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعبد اللہ علی الرضاء فان لم تستطع ففی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر اور بعض عارفین کا قول ہی کہ صبر والون کے تین درجے ہین اول چھوڑنا شہوت کا یہ درجہ توبہ کرنے والون کا ہی دوسرا راضی ہونا تقدیر پر یہ درجہ زاہدین کا ہی تیسرا درجہ محبت کرنا اس کام سے جو خدا تعالی اسکے ساتھ کرے اور یہ درجہ صدیقین کا ہی اور باب محبت مین ہم عنقریب بیان کرینگے کہ مرتبہ محبت رضا کے مرتبے سے بڑھکر ہی جسطرح کہ مقام رضا صبر سے اشرف ہی اور یہ مراتب ایک صبر خاص مین ہو سکتے ہین یعنی مصائب اور بلا پر صبر کرنے مین اب معلوم کرنا چاہیے کہ صبر باعتبار حکم کے بھی کئی قسم ہی بعض فرض ہی اور بعض نفل اور بعض مکروہ اور بعض حرام پس ممنوعات شرعی سے صبر کرنا فرض ہی اور مکروہات سے صبر کرنا نفل ہے اور جو ایذا کہ شرعا ممنوع ہو اسپر صبر کرنا حرام ہی مثلا کوئی شخص اسکا ناحق ہاتھ کاٹے یا اسکے بیٹے کا ہاتھ کاٹے اور یہ اسپر چپ چاپ صبر کرے یا کوئی شخص اسکی منکوحہ سے قصد شہوت رانی کرے اور اسکو جوش غیرت ہو مگر اظہار غیرت پر صبر کرے اور چپکا دیکھا کرے تو یہ بھی صبر حرام ہے اور اگر وہ ایذا شرعا مکروہ ہو حرام نہ ہو تو اس پر صبر کرنا مکروہ ہی حاصل یہ کہ شریعت کو صبر کی کسوٹی جاننی چاہیے فقط اس صبر کو نصف ایمان جانکر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ تمام صبر اچھے ہی ہوتے ہین بلکہ اچھے صبر کے اقسام مخصوص ہین

چھٹا بیان صبر کیطرف حاجت ہونے کا اور یہ کہ بندہ کو کسی حال مین صبر سے گریز نہین ہر حال مین اسکی حاجت ہو جاننا چاہیے کہ جو حالات بندے کو اس زندگی مین پیش آتے ہین وہ دو حال سے خالی نہین ہوتے یا تو اسکی خواہش کے موافق ہوتے ہین یا ناموافق اور اسکو حاجت صبر کی دونون حالون مین ہی اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو ہر حال مین صبر کی حاجت ہے اب اسکو منفصل بیان کرتے ہین قسم اول یعنی وہ احوال جو خواہش کے موافق ہون وہ صحت اور تندرستی اور مال وجاہ کا ہونا اور

بہت سا جتھا ہونا اور کثرت سے اسباب کا ہونا اور یار و مددگار خدمتگار بہت سے ہونے اور تمام لذائذ کا موجود ہونا ہے ان احوال
مین بندے کو صبر کی بڑی حاجت ہے اسواسطے کہ آدمی اگر لذات دنیاوی مین پڑ کر اپنے نفس کو نہ روکے گا اور ان مین بالکل انہماک
اور دوبارہ ہیگا تو گو وہ لذائذ مباح ہی ہون مگر آخر کو سرکشی اور اترانے پر ہو نکلیگا اسواسطے کہ انسان کا قاعدہ ہے کہ جب
اپنے آپ کو غنی جانتا ہے تو طغیان کرتا ہے چنانچہ کلام مجید مین ہے ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی اسیواسطے بعض عارفین ارشاد
فرماتے ہین کہ بلا پر تو ایماندار صبر کرتا ہے لیکن عافیت پر صبر کرنا صرف صدیق کا کام ہے اور حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ صبر کرنا عافیت
پر بہ نسبت بلا پر صبر کرنے کے بہت سخت ہے اور جب احوال دنیا صحابہ کے پاس آئے تو بعضون نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ ابتلائے
مصیبت اور فقر مین مبتلا ہونے سے جو لیا گیا تو ہم نے صبر کیا لیکن جب فتنہ عافیت و تونگری مین مبتلا ہوے تو ہم نے
صبر نہ کیا۔ اور ہمین لحاظ خداوند کریم نے مال اور اولاد اور زوج کے فتنے سے [illegible] کتاب پاک مین تو خبردار کیا ہے چنانچہ ارشاد
فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ اور فرمایا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم اور [illegible]
فرماتے ہین الولد مبخلۃ مجبنۃ محزنۃ اور جب آپ نے اپنے لخت جگر حضرت امام حسن کو دیکھا کہ کرتے مین الجھ کر گرا چاہتے ہین تو منبر سے اتر کر
گود مین اٹھا لیا اور فرمایا کہ خدا تعالی نے سچ فرمایا ہے کہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ مین نے جب اپنے فرزند کو لڑکھڑاتے دیکھا تو اپنے
آپ کو نہ روک سکا یہانتک کہ اسکو اٹھا لیا اسکا سمجھ ارباب دانش سوچین کہ کیا ہے معلوم ہوا کہ مرد وہ ہے جو عافیت پر صبر کرے
اور عافیت پر صبر کرنے کے یہ معنی ہین کہ اسکی طرف رغبت نہ کرے اور جانے کہ یہ چند روزہ ودیعت ہے جلد چھینے جائیگی [illegible]
اور اس سے زیادہ خوش نہ ہو اور تنعم اور لذت اور لہو و لعب مین ڈوبا نہ رہے بلکہ جو جو انعام اللہ کے اسپر ہین انکے حقوق ادا
کرے مثلاً مال کو خدا کی راہ مین دینے سے اسکا حق ادا کرے اور بدن سے دوسرون کی اعانت کرے اسکا حق اور زبان سے سچ
بول کر اسکا حق ادا کرے اور اسیطرح کا صبر شکر کے متصل ہے جبتک آدمی شکر پر قائم نہو تب تک یہ صبر کامل نہو گا چنانچہ تفصیل
مذکور ہوگا اور عافیت پر صبر کرنا اسلیے سخت تر ہے کہ اسمین قدرت موجود ہے ورنہ مصیبت کی بابت جو [illegible] صبر ہے جسکو قدرت ہی نہو
وہ اگر صبر نہ کرے تو کیا کرے اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ اگر ایک شخص کسی کی فصد کھولے یا پچھنے لگا دے تو فصد پر صبر کرنا آسان
ہوگا بہ نسبت اسکے کہ خود یہ کام اپنے اوپر کرے اور بھوکا آدمی اگر کھانا اسکے سامنے نہو تو صبر آسانی سے کر سکتا ہے بہ نسبت اسکے
کہ عمدہ کھانا لذیذ اسکے سامنے ہو اور اسکو قدرت بھی کھانے کی ہو اسی لحاظ سے فتنہ عافیت کا سخت تر ہے دوسری قسم جو خواہش
اور طبیعت کے ناموافق ہو اسکی تین صورتین ہین اول تو وہ جو بندے کے اختیار سے مربوط ہون جیسے طاعات اور معاصی دوم
کہ اسکے اختیار مین نہون جیسے مصائب اور حوادث سوم یہ کہ شروع مین تو اختیار کو کچھ دخل نہو مگر اسکا دور کرنا اختیار مین ہو جیسے
موذی سے بدلا لینا صورت اول یعنی وہ افعال کہ بندہ کے اختیار سے وابستہ ہون اور اسمین بندہ کے تمام افعال جو طاعت یا
معصیت ہو سکتے ہین داخل ہین انکی دو نوع ہین نوع اول طاعت اور دوسری نوع معصیت ہے اور ہر ایک مین صبر کی حاجت ہے طاعت پر صبر کرنا
دشوار ہے اسواسطے کہ نفس کو طبعاً عبودیت سے نفرت ہے اور ربوبیت کو چاہتا ہے اسیواسطے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ کوئی نفس ایسا

نہوں جسمیں وہ بات چھپی نہو جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلی کہکر ظاہر کی تھی مگر فرعون کو اسکے ظاہر کرنیکا موقع ملگیا تھا کہ جب اپنی قوم کو حقیر جانا تو انھوں نے اسکی اطاعت کر لی اور جو کچھ کہا مان لیا اور انکو ظاہر کرتے ہیں تو انکار ہے مگر خفیہ سب میں وہی بات ہے دیکھو آدمی اپنے غلام اور نوکر اور محکوم اور زیر دست اور مطیع سے اگر تقصیر کیسا نیا پیدا ہوتا ہے اور قصور خدمت کو انسے بعید جانتا ہے اسکی وجہ اگر کبر باطنی اور دعوی ربوبیت نہیں تو اور کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبودیت نفس پر مطلقاً شاق ہے پھر عبادات میں بعض باعث کسل کے شاق ہیں جیسے کسل کے باعث مجھے معلوم ہوتی ہیں جیسے نماز اور بعضے بخل کے باعث جیسے زکوۃ اور بعضے کسل اور بخل دونوں کے باعث جیسے حج اور جہاد پس طاعت پر صبر کرنا بہت سے شدائد پر صبر کرنا ہوتا ہے اور مطیع کو اپنی طاعت پر صبر کرنے میں تین وقت کی احتیاج ہوتی ہے اول طاعت سے پیشتر اسوقت تو درستی نیت اور اخلاص پر اور شوائب ریا اور لوازم آفات سے صبر کرنا اور عزم اخلاص و وفا پر جمنا ضرور ہے اور جو شخص کہ حقیقت نیت اور اخلاص کو اور آفات ریا اور مکائد نفس کو سمجھا جانتا ہے اسکو خوب معلوم ہے کہ یہ قسم صبر کی بڑی سخت ہے اور نیت کی عظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرما دی کہ انما الاعمال بالنیات و لکل امرء ما نوی اور اللہ تعالی نے ارشاد فرما دی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اور اسی وجہ سے اللہ نے صبر کو عمل پر مقدم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے کہ الا الذین صبروا وعملوا الصالحات دوسرے عین عمل کیوقت پر صبر کرنا کہ اثنائے عمل میں خدا سے غافل نرہے اور اسکے سنن و آداب کی بجا آوری میں کسل کو دخل نہ دے اور شرط ادب کو عمل کے آخر تک ملحوظ رکھے یعنی عمل سے فارغ ہونے تک جن لوازم سے کہ خلل عمل میں ہوتا ہو انسے صبر کرنا پڑیگا اور یہ صبر بھی سخت ہے اور غالباً اس آیت میں بھی صبر مراد ہے نعم اجر العاملین الذین صبروا یعنی جن لوگوں نے عمل کے پورا ہونے تک صبر کیا تیسرے بعد عمل سے فارغ ہونیکے یعنی اب صبر کیا حاجت ہے کہ عمل کا افشا نہ کرے اور شہرت اور ریا کا خواہان نہ ہو اور اپنی طرف عجب کی نظر سے نہ دیکھے غرض جو چیزیں مبطل عمل بعد عمل کے ہوتی ہیں انسے صبر کرے ورنہ عمل باطل ہوگا اور اسکا اثر نہ رہیگا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تبطلوا اعمالکم اور فرمایا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی پس جو شخص کہ صدقہ دینے کے بعد احسان جتانے اور ایذا دینے پر صبر نکریگا اسکا عمل باطل ہوگا اب طاعت کی دو قسمیں ہیں فرض اور نفل اور بندے کو دونوں میں صبر کی حاجت ہے اور اللہ تعالی نے اسکو اس آیت میں جمع فرما دیا ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی عدل کرنا فرض ہے اور احسان نفل ہے اور اقارب کو دینا مروت اور صلۂ رحم اور سب میں صبر کی حاجت ہے اور نوع دوم یعنی معصیت پر بھی صبر کرنا بڑا ضروری ہے اور اللہ تعالی نے جمیع اقسام معاصی کو اس آیت میں جمع کر دیا ہے وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المہاجر من ہجر السوء والمجاہد من جاہد ہواہ اور معاصی باعث ہوا کے لوازم سے ہیں اور صبر کے اقسام میں زیادہ شدید ان معاصی پر صبر کرنا ہے جو عادت کے باعث مالوف ہوگئے ہوں اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت ہوتی ہے جب خواہش نفس پر عادت زیادہ ہو جاتی ہے تو گویا شیطان کے دو لشکر آپس میں ملکر ایک دوسرے کی کمک کرتے ہیں اور باعث دینی کا مقابلہ کرتے ہیں اسلیے وہ انکے قلع و قمع پر قادر نہیں ہوتا پھر اگر وہ گناہ ان افعال میں سے ہوں جنکے کرنے میں کچھ دقت نہیں ہوتی باسانی ہوسکتے ہیں تو اس سے صبر کرنا نہایت دشوار ہے مثلاً زبان کے گناہوں مثل غیبت اور جھوٹ

اور خصوصیت اور اشارۃً یا صراحتاً اپنے نفس کی تعریف کرنے وغیرہ سے صبر کرنا یا اقسام مزاح سے جو دوسروں کو ایذا دیں اور ان کلمات سے جو بقصد تحقیر و تذلیل بولے جاویں اور مُردوں کا ذکر کرنا اور انپر خواہ انکے علوم اور سیرت و منصب پر اعتراض کرنا ان سب سے صبر کرنا سخت دشوار ہے اسلیے کہ ظاہر میں تو یہ غیبت ہیں مگر باطن میں اپنے نفس کی ثنا پائی جاتی ہے ایسے گناہ میں نفس کو دو چاٹ ہوتی ہیں ایک تو دوسرے کا نہونا دوسرے اپنا ہونا کیونکہ دونوں باتوں سے ربوبیت پوری ہوتی ہے جو نفس کی سرشت میں ہے اور ربوبیت عبودیت کی ضد ہے جبکا آدمی کو حکم ہے انھیں دو شہوتوں کے اجتماع اور زبان کے ہلانے میں وقت نہوئی اور محاورات میں عادی ہو جانیسے صبر ایسی باتوں سے مشکل ہے بلکہ لوگ انکو برا نہیں جانتے نہ دلوں میں ان امور کی کچھ قباحت ہے کیونکہ اکثر ان کا ذکر بھی ہو گیا ہے اور سب لوگوں میں یہ بلا پھیلی ہوئی ہے اگر کوئی مسلمان آدمی ریشم کا کپڑا پہنے تو لوگ نہایت بعید جانیں لیکن اگر تمام دن اپنی زبان سے لوگوں کو برا کہا جاوے تو کوئی برا نہ مانے حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے اور جو شخص گفتگو میں اپنی زبان تو روک سکے اور انکے معاصی سے صبر نکر سکے تو اسپر گوشہ نشینی اور تنہائی واجب ہے اسکے سوا اسکے لیے اور کوئی صورت نجات کی نہیں اسلیے کہ اکیلے رہنے پر صبر کرنا اس سے آسان ہے کہ لوگوں میں رہکر سکوت پر صبر کرے اور جیسا جس معصیت کا سبب قوی یا ضعیف ہوگا ویسا ہی صبر کرنا بھی سخت یا آسان ہوگا اور زبان ہلانے کی نسبت کر وسوسوں کے خلجان سے دلونکی حرکت اور بھی زیادہ سہل ہے یہ آفت تنہائی میں بھی باقی رہتی ہے وساوس پر صبر ہونا ہرگز ممکن نہیں الا اس صورت میں کہ دل پر کوئی اور فکر دینی غالب ہوجاوے اور سب طرف سے خالی الذہن ہو کر ایک ہی فکر کا ہو رہے ورنہ جبتک کسی خاص شے میں اپنی فکر کو نہ لگا دیگا وسواس کا دور ہونا اس سے ممکن نہوگا صورت دوم وہ افعال جنکا آنا اختیار سے وابستہ نہو مگر انکے دفع کرنے کا اختیار ہو مثلاً اگر کسی کو کسی نے فعل سے یا قول سے ایذا دی یا اسکے نفس یا مال میں کوئی قصور کیا تو اسپر صبر کرنا اور مکافات کا چھوڑنا کبھی تو واجب ہوتا ہے اور کبھی صرف فضیلت کا موجب بعض صحابہ نے فرمایا ہے کہ ہم آدمی کے ایمان کو ایمان نجانتے تھے جبتک کہ ایذا پر صبر نہ کرتا تھا اور کلام مجید میں انبیا کی طرف سے مخالفین کے جواب میں ارشاد ہے ولنصبرن علی ما آذیتمونا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکبار کچھ مال تقسیم فرمایا تو بعض مسلمان اعراب نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم نہیں جس سے خدا کی رضا منظور ہو یہ خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ کے رخسار مبارک سرخ ہوگئے پھر فرمایا کہ اللہ رحم کرے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر کہ ان کو لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا مگر انھوں نے صبر کیا اور کلام مجید میں جا بجا اسکو صبر کا ارشاد ہے چنانچہ فرمایا ودع اذاہم وتوکل علی اللہ اور فرمایا واصبر علی ما یقولون واہجرہم ہجرا جمیلا اور فرمایا ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین اور فرمایا ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور اس صبر سے غرض یہی ہے کہ مکافات سے صبر کرے اسیوجہ سے کہ مکافات سے صبر کرنیکا بڑا رتبہ ہے اللہ تعالیٰ نے قصاص وغیرہ میں حقوق کے معاف کرنیوالوں کی مدح فرمائی چنانچہ ارشاد ہے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صل من قطعک واعط من حرمک واعف عن ظلمک اور میں نے

انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کو پہلے سے یہ حکم ہو چکا ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور ناک کے بدلے ناک
یعنی جیسی برائی کوئی کسی کے ساتھ کرے ویسا ہی بدلہ لو اور میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شر کا بدلہ شر سے مت دو بلکہ جو کوئی تمہارے داہنے
رخسار پر مارے تو اسکے سامنے بایاں کر دو اور جو کوئی تمہاری چادر لے لے تو اسکو تہمد بھی دیدو اور جو تم کو ایک میل بیگار لیجاوے
تو تم دو میل اسکے ساتھ جاؤ انتہی ان سب روایتوں میں ایذا پر صبر کرنا پایا جاتا ہے حاصل یہ کہ لوگوں کی ایذا پر صبر کرنا مراتب صبر میں سے
اعلیٰ ہے اسلئے کہ اس صورت میں باعث دین کے مقابلہ میں غضب اور باعث شہوت دونوں ہوتے ہیں تو دونوں کو مغلوب کرنا
تقویٰ کا کام ہے صورت سوم ایسی چیزوں پر کہ ابتدا اور انتہا کچھ بھی بندہ کے اختیار میں نہیں جیسے عزیزوں کا مرنا اور مال تلف ہونا
اور مرض سے تندرستی کا جاتا رہنا اور اعضا کا بگڑ جانا اور تمام اقسام مصائب کہ انپر صبر کرنا مقامات صبر میں سے اعلیٰ مقام ہے حضرت
ابن عباس فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں صبر تین صورت پر ہے اول واسطے فرائض کے اسکا ثواب تین سو درجے ہیں دوم صبر بوجہ
کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اسکے لیے چھ سو درجے ہیں تیسرا صبر مصیبت پر پہلے صدمہ کے وقت اسکے لیے نو سو درجے
ہیں اور یہ رتبہ باوجودیکہ فضائل میں سے ہے دوم کی نسبت کہ باوجودیکہ وہ فرائض میں سے ہے اس وجہ سے افضل ہے کہ محرمات میں
تو ہر ایک ایماندار صبر کر سکتا ہے مگر مصیبت پر صبر نبی کرے گا جسکو سرمایہ صدیقوں کا حاصل ہوگا اسلیے کہ یقین پر بہت مشقت ہوتا ہے
اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مانگتے کہ اسئلک من الیقین ما تہون علی بہ مصائب الدنیا اس سے معلوم ہوا
کہ اس صبر کا منشا حسن یقین ہوتا ہے اور حضرت ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی جس چیز کو ہم محبوب جانتے ہیں اسپر صبر نہیں کرتے
تو جو ہم کو بری معلوم ہوتی ہے اسپر کیسے صبر کرینگے اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں
اپنے بندے کے بدن میں خواہ مال میں یا اولاد میں مصیبت بھیجتا ہوں اور وہ اسکو صبر جمیل سے برداشت کرتا ہے تو قیامت کو مجھکو
شرم آتی ہے کہ اسکے لیے ترازو کھڑی کروں یا نامہ اعمال کھولوں اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ انتظار الفرج بالصبر عبادۃ
اور ایک حدیث میں ہے کہ جب کسی بندے کو مصیبت پہنچے اور وہ کہے جیسا حکم الٰہی انا للہ وانا الیہ راجعون کے
اور یہ کہے اللہم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیرا منہا تو خدا تعالیٰ ویسا ہی کرتا ہے اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھکو آپ نے یہ ارشاد
فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبرئیل جسکی میں دونوں آنکھیں لے لوں اسکا بدلہ کیا ہے انہوں نے
عرض کیا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا ارشاد ہوا کہ اسکا بدلہ یہ ہے کہ ہمیشہ میرے گھر میں رہے اور میرے دیدار سے مشرف ہو اور ایک
حدیث قدسی میں وارد ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندوں کو کسی بلا میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے اور اپنے
عیادت کرنیوالوں سے میری کچھ شکایت نہیں کرتا تو میں اسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دیتا ہوں اور خون کے عوض بہتر خون
عنایت کرتا ہوں اور جب اسکو شفا دیتا ہوں تو کوئی گناہ اسکے ذمے نہیں ہوتا اور اسکو وفات دیتا ہوں تو اپنی رحمت میں
لا ڈالتا ہوں اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی اس غمزدہ کا بدلہ کیا ہے کہ جو تیری رضامندی کی خواہش کے
باعث مصائب پر صبر کرے ارشاد ہوا کہ اسکا بدلہ یہ ہے کہ اسکو لباس ایمان پہنا کر کبھی اسکے بدن سے نہ نکالوں اور ایکبار حضرت

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور پھر وہ نعمت اس سے لے لیتا ہے
اور بندہ اسکے عوض میں صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کے عوض میں جو کچھ عنایت فرماتا ہے وہ اس پہلی نعمت سے افضل ہوتی
ہے بعد اسکے یہ آیت پڑھی انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اور حضرت فضیل رحمہ اللہ سے صبر کی حقیقت پوچھی تو فرمایا کہ وہ راضی ہونا
ہے خدا کے حکم پر لوگوں نے پوچھا یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ جو شخص راضی ہوتا ہے وہ اپنے رتبے سے زیادہ کی تمنا نہیں کرتا اور
روایت ہے کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ قید خانے میں محبوس ہوئے تو انکے پاس کچھ لوگ گئے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو انھوں نے عرض کیا
کہ آپ کے دوست ہیں زیارت کو آئے ہیں آپ نے انکو ڈھیلوں سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھاگنے لگے پھر آپ نے فرمایا
کہ اگر تم میرے آشنا ہوتے تو میری مصیبت پر صبر کرتے اور بعض عارفین کی جیب میں ایک رقعہ تھا ہر گھڑی اسکو نکال کر دیکھ لیا کرتے
اسمیں یہ لکھا تھا واصبر لحکم ربک فانک باعیننا اور روایت ہے کہ فتح موصلی رحمہ اللہ کی بی بی کا پیر پھسل گیا اور انکا ناخن ٹوٹ گیا
وہ ہنس پڑیں لوگوں نے پوچھا کہ تم کو تکلیف نہیں معلوم ہوتی انھوں نے کہا کہ اسکے ثواب کی فرحت سے میرے دل سے تلخی درد
کی جاتی رہی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا کہ مومن کے تقویٰ پر تین باتوں سے استدلال کیا جاتا
ہے اول جو چیز نہیں ملی اسمیں اچھی طرح توکل کرنا دوسرے جو چیز اسکو مل گئی اسمیں اچھی طرح راضی ہونا تیسرے جو چیز نکل جاتی رہے
اسپر اچھی طرح صبر کرنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من اجلال اللہ ومعرفۃ حقہ ان لا تشکو وجعک ولا تذکر مصیبتک
اور کہتے ہیں کہ ایک شخص کی ایک روز آستین میں تھیلی نکل گئی پھر جو تلاش کیا تو نہ پائی معلوم ہوا کہ وہ چوری ہو گئی آپ نے
فرمایا کہ جس نے لی ہے خدا تعالیٰ اسکو اسمیں برکت دے شاید اسکو مجھ سے زیادہ اسکی ضرورت ہوگی اور ایک شخص نے بیان کیا راوی
ہیں کہ میں سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس حال میں گیا کہ ان میں کچھ جان باقی تھی میں نے پوچھا کہ تمھیں پانی پلاؤں انھوں نے
کہا کہ مجھ کو تھوڑا سا دشمن کی طرف سرکا دو اور پانی میری ڈھال میں رکھ دو کیونکہ میں روزے سے ہوں اگر شام تک جیتا رہونگا تو پی
لونگا سالکین طریق آخرت کا صبر ایسا ہوتا تھا جیسا اوپر مذکور ہوا اگر کوئی کہے کہ مصیبت میں درجہ صبر کیطرح سے حاصل ہو اور یہ امر اختیاری
نہیں اضطراری صورت ہے اسلیے کہ اگر صبر سے یہ مراد ہے کہ دل میں مصیبت کی کراہت نہ ہو تو یہ بات آدمی کے اختیار میں داخل نہیں اسکا
جواب یہ ہے کہ صابروں کے درجے سے آدمی جب ہی خارج ہوتا ہے جب جزع و فزع کرے اور منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور شکایت میں
بہت کرے اور رنج کو ظاہر کرے اور لباس اور فرش اور غذا میں عادت کے خلاف کرے اور یہ سب باتیں آدمی کے اختیار
میں ہیں ان سب سے احتراز واجب ہے اور بحکم خدا پر راضی ہونے کے اور کچھ بیان نہ کرے اور جس طرح عادت کھانے پینے وغیرہ کی
تھی ویسی ہی بدستور رہنے دے کسی طرح کا فرق نہ کرے اور یہ جانے کہ وہ شے میرے پاس ودیعت تھی اب مالک نے واپس لے لی
چنانچہ رمیصاء ام سلیم سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میرا ایک لڑکا گذر گیا اور میرے شوہر حضرت ابو طلحہ موجود نہ تھے میں نے اسکو گھر کے
ایک گوشے میں کر کے اسپر کپڑا ڈال دیا بعد اسکے حضرت ابو طلحہ تشریف لائے میں اٹھی اور انکا کھانا تیار کیا وہ کھانے لگے پھر پوچھا کہ
لڑکا کس طرح ہے میں نے کہا کہ الحمد للہ اچھے حال میں ہے اور یہ اسلیے کہا کہ جب سے وہ بیمار ہوا تھا کسی رات ایسی چین نہ ملی تھی جیسے

اس شب وفات کو بھی پھر مین نے اپنے آپ کو اور روزون کی نسبت کرزیادہ بنایا سنوارا یہانتک کہ وہ مجھسے ہمبستر ہوئے پھر مین نے انسے کہا کہ دیکھیے ہمارے ہمسایہ کی بات کہ اسکو ایکچیز مانگے ملی تھی جب مالک نے مانگی اور واپس لے لی تو غل مچانے لگا حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ ہمسایہ نے بہت برا کیا اگر ایسا کیا پھر مین نے کہا کہ تمہارا فرزند خدا کیطرف سے عاریت تھا اللہ تعالیٰ نے اسکو لے لیا انھون نے اللہ کا شکر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ الٰہی اس رات کے معاملے مین برکت دے راوی کہتے ہین کہ بعد اس دعا کے مسجد مین مین نے انکے سات لڑکے دیکھے کہ سب کے سب قاری قرآن تھے اور حضرت جابرؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین خواب مین جنت کے اندر گیا اور حضرت ابوطلحہؓ کی بی بی رمیصا کو جنت مین دیکھا اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ صبر جمیل یہ ہے کہ مصیبت والا دوسرون سے پہچانا نہ جائے اور درد سے دل دکھنے اور آنسو بہانے سے صابرین کی حد سے نہین نکلتا اسلیے کہ یہ باتین بشریت کے تقاضا سے ہین اور موت کیوقت تک انسان انسے علیحدہ نہین ہوسکتا اور یہی وجہ جب حضرت ابراہیم لخت جگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ کی آنکھون سے آنسو نکلتے تھے لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے تو اس سے ہمکو منع فرمایا آپ نے فرمایا کہ ان ہذہ رحمۃ وانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء بلکہ یہ امر مقام رضا سے بھی خارج نہین کرتا مثلاً جو شخص پچھنے لگواتا ہے یا فصد کھلواتا ہے وہ راضی ہوتا ہے اور درد بھی معلوم ہوتا ہے اور کبھی شدت درد مین آنسو بھی نکل پڑتے ہین اور انشاء اللہ اسکا بیان باب رضا مین آئیگا اور ابن ابی نجیح نے بعض خلفا کی تعزیت مین یہ لکھا کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا حق اس چیز مین پہچانتا ہے جو خدا تعالیٰ نے اس سے لے لی ہو وہ اس بات کا مستحق زیادہ ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے اسکے لیے باقی رکھی ہے اسمین اسکے حق کی عظمت جانے اور جان لو کہ جو تمسے پہلے گذر گیا وہ تمہارے لیے باقی ہے اور جو تمہارے بعد رہیگا اسکو تمہارے باب مین ثواب ملیگا اور جان لو کہ صابرون کا ثواب مصیبت مین اس نعمت کی نسبت کہ بڑھکر ہے جو مصائب سے بچے رہنے سے بہتر ہوتی ہے غرضکہ ثواب کی نعمت کو سوچنے سے اگر نفس کی کراہت مٹ لیگا تو صابرون کا درجہ پائیگا ہان صبر کا کمال اسمین ہے کہ مرض اور افلاس اور تمام مصیبتون کو چھپاوے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ احسان کے خزانون مین سے ہے مصائب اور دردون اور صدقات کا پوشیدہ رکھنا ان تقسیمات سے ظاہر ہوا کہ سب احوال وافعال مین صبر واجب ہے اسلیے کہ جو شخص سب شہوات سے تنہا عزلت نشین ہو وہ بھی صبر سے بے پروا نہو گا ظاہر مین تو عزلت اور تنہائی پر صبر کرنا پڑیگا اور باطن مین وساوس شیطانی سے کیونکہ وساوس کا خلجان چین نہین لینا اور اکثر باتین جو دلمین آتی ہین وہ یا ایسی چیزون کے باب مین ہوتی ہین جو گذر چکین اور انکا تدارک ممکن نہین یا آیندہ چیزون کے باب مین کہ اگر مقدر مین ہونگی تو ضرور ملینگی بہرحال ان دونون صورتون مین وقت کا تلف کرنا ہے اور آدمی کا اوزار اور سرمایہ اسکا قلب ہے پس اگر ایک سانس بھی دل ذکر اور فکر سے غافل رہیگا تو خسارہ ہوگا اور ذکر سے وہ مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے اور فکر سے ایسا فکر غرض ہے جس سے خدا تعالیٰ کی معرفت ہو اور معرفت سے محبت الٰہی حاصل ہو یہ صورت جب ہے کہ جب فکر اور وسواس مباحات ہی مین منحصر ہو اور ایسا اکثر وقوع مین نہین آتا

سات ہم اللہ کا مال ہین اور ہم کو اسی کیطرف لوٹ کر جانا ہے ... نسائی در کبیر ۱۲ ... اور اللہ اپنے بندون ... صبر کرنے والون ... سے روایت ہے ...

بلکہ شہوات کے پورا کرنے کے لیے حیلوں کی صورتین سوچا کرتا ہو کیونکہ ہمیشہ ایسے شخصوں سے نزاع کرتا ہو جو تمام عمر مین ایک دفعہ بھی اسکے خلاف مرضی ہوے ہون یا جنکی طرف وہم بھی نزاع کا ہو یہ مجھسے میرے مقصود مین مخالفت کریگا اور اس سے کوئی علامت بھی اسباب مین ظاہر ہوئی ہو بلکہ جو آدمی سب لوگون سے زیادہ اپنا مخلص ہو گو اپنے اہل و اولاد ہی کیون نہون اسکو مخالف فرض کر لیتا ہو پھر یہ سوچتا ہو کہ انکو کسطرح زجر اور قہر کیجیے اور کیسے انکے مخالفت کے حیلونکا جواب دیجیے اسیطرح ایک شغل دائمی مین رہتا ہو اسواسطے کہ شیطان کے دو لشکر ہین ایک طائر اور ایک سائر لشکر طائر کی حرکت کا نام وسواس ہو اور سائر کی حرکت کا نام شہوت اور اسکی وجہ یہ ہو کہ شیطان آگ سے مخلوق ہوا ہو اور انسان کھنکھناتی مٹی ٹھیکری جیسی سے اور ٹھیکری مین آگ کے ساتھ مٹی ملی ہوئی ہو اور مٹی کی طبیعت سکون ہو اور آگ کی سرشت حرکت ہی کوئی آگ ایسی نہین ہو سکتی کہ بھڑکے اور نہ چلے بلکہ ہمیشہ اپنی طبیعت کے مقتضا پر حرکت کرتی رہتی ہو اور شیطان لعین کو جو آگ سے مخلوق ہو اس بات کا حکم ہوا تھا کہ جس چیز کو خدا نے اپنے ہاتھ سے مٹی سے پیدا کیا اسکو سجدہ کرے سو اسنے اس سے انکار کیا اور نافرمانی کی اور اپنی نافرمانی کی یہ وجہ بیان کیا کہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین سو اس لیے جو کہ اسنے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو پھر ان کی اولاد کو کیسے سجدہ کریگا انکو سجدہ کرنے سے مقصود یہ ہو کہ دل پر جو وسواس اور خطرات اور جولانی کرتا رہتا ہو اس سے باز رہے اسلیے کہ ان حرکات سے اسکا باز رہنا گویا منقاد و مطیع انسان کا بننا ہو کہ انسان سجدہ کرکے حرکتیں چھوڑ دیتا ہے اور واقع مین سجدہ کی جان انقیاد و اطاعت ہی ہو پیشانی کا زمین پر رکھنا سجدے کا جسم ہو اور اسکو اصطلاح میں پہچان ہی سے کی مقرر کر لی ہو سکتا تھا کہ اصطلاح مین اسی سر رکھنے کو حقارت کی علامت ٹھہرا لیتے جیسے منھ کے بل گر پڑنا کسی امیر کے سامنے عادۃً گستاخی مقصود ہوتا ہو غرضکہ آدمی کو چاہیے کہ قلب اور روح اور جسم اور سجدہ اور پوست اور مغز مین تمیز کرے ایسا نہو کہ صرف عالم ظاہری کا مقید ہو کر عالم غیب سے غافل ہو جاوے اور اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہو کہ شیطان کو مہلت ملی ہو تو قیامت تک ایسا ہی رہیگا کہ آدمی کو وسواس ڈالنے سے باز رہے اور اسکا منقاد ہو جاوے اگر خدا چاہے اور ذکر آدمی کو نہ ہو تب البتہ اس لعین کی جولانیان آدمی مین نہین رہتی بلکہ ایسا شخص اُنکے خالص بندون مین داخل ہو جاتا ہو جیسا کہ نص قرآنی کہ شیطان لعین کے تسلط سے خارج ہین اور گمان نہ کرنا چاہیے کہ دلمین ذکر الٰہی بھی آتا ہو اور شیطان بھی آتا ہو اسواسطے کہ شیطان انسان مین دوران کی طرح پھرتا ہو اور ایک مثال جنمین پر ہوا اور اسکا میلان ایسا ہو جیسے پیالے مین ہوا بس اگر کوئی یہ چاہے کہ پیالے مین سے ہوا بھی نکل جاوے اور پانی وغیرہ اسمین کچھ نہ بھرا جاوے تو ظاہر ہو کہ یہ امر ناممکن ہو بلکہ جسقدر پانی پیالہ مین بھریگا اسیقدر ہوا اسمین سے جاتی رہیگی اسیطرح جو دل کہ کسی عمدہ فکر دینی سے معمور ہوگا وہ تو البتہ شیطان کی جولانی سے خالی ہوگا ورنہ جو شخص ایک لحظہ بھی خدا سے غافل ہوگا اسکا جلیس سواے شیطان کے کچھ نہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ تعالی یبغض الشاب الفارغ اور یہ اسلیے فرمایا کہ جب جوان آدمی کوئی ایسا کام نہ کریگا جس سے اسکا دل امر مباح مین مشغول ہو اور دین پر اعانت ملے تو گو ظاہر مین وہ بیکار ہوگا الاول اسکا خالی نہوگا اسمین شیطان گھونسلا بنا کر

انڈے سے بچے دیگا پھر اسکے بچے جفتی کھا کر دوبارہ انڈے سے بچے نکالینگے اسیطرح اسکی نسل سب حیوانات کی نسل سے زیادہ بڑھتی
جاویگی اسلیے کہ اسکی سرشت آگ سے ہے اور آگ کے سامنے اگر سوکھا گھاس آجاوے تو کیسے پھیلتی ہے اور آگ سے آگ نکلتی چلی
جاتی ہے اور کہیں نہیں ٹھہرتی بلکہ تھوڑی تھوڑی بڑھتی ہی جاتی ہے تو جوان آدمی کے نفس میں شہوت کا ہونا شیطان کیلیے ایسا ہے جیسا
سوکھا گھاس آگ کیواسطے اور جسطرح کہ آگ کی غذا نرہنے سے وہ بجھ جاتی ہے یعنی لکڑی وغیرہ نرہنے سے جاتی رہتی ہے اسیطرح
شہوت کے نرہنے سے شیطان کی مجال بھی معدوم ہو جاتی ہے اب اگر غور سے دیکھو تو معلوم ہو جاوے کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا
اسکی شہوت ہے اور وہ نفس کی ایک صفت ہے اور اسیواسطے جب کسی نے منصور حلاج سے دار پر چڑھنے کے وقت تصوف سے سوال
کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ آدمی کا نفس ہے کہ اگر اسکو مشغول نرکھے تو وہ آدمی کو مشغول کر دیتا ہے یعنی نفس سے اگر کچھ کام آخرت
نہ لے تو وہ اپنے دھندے میں پھنسا دیتا ہے حاصل اس سب کا یہ ہوا کہ صبر کی حقیقت اور کمال [illegible] ہے اب حرکت باعث صبر کیا جاوے
اور حرکت باطن سے صبر کرنا بطریق اولی چاہیے اور یہ صبر دائمی ہے کہ بجز موت کے منقطع نہیں ہوتا اللہ تعالی ہمکو بھی اس کی توفیق ہمیشہ
اپنے کرم و احسان سے عنایت فرماوے

ساتواں بیان صبر کی دوائیں اور جس چیز سے کہ صبر پر مدد ملے۔ واضح ہو کہ جس شخص نے بیماری بھیجی ہے اسی نے اسکی دوا بھی
اتاری ہے اور شفا کا وعدہ فرمایا ہے اس نظر سے کو صبر بہت مشکل اور امر دشوار ہے مگر اسکا حاصل ہونا معجون علم و عمل سے ممکن ہے اور
علم و عمل ایسے مفردات ہیں کہ امراض قلوب کی سب دوائیں انسے بنتی ہیں مگر ہر مرض کے لیے علم و عمل جدا جدا چاہیے اور اسکا کہ
اقسام صبر کے مختلف ہیں تو جو علتیں کہ مانع صبر ہیں وہ بھی مختلف ہیں اسیواسطے علاج بھی مختلف ہے کیونکہ علاج علت کی ضد ہوتا ہے
اور جو ہوا اسکی بیخ کنی علاج سے مقصود ہوتی ہے اور اسکا بیان بالاستیعاب کرنا تو طوالت چاہتا ہے مگر طریق علاج ہم بعض مثالونمیں
بتلائے دیتے ہیں مثلاً آدمی شہوت زنا سے صبر کرنیکا محتاج ہے اور یہ شہوت اسپر اتنی غالب ہے کہ آنکھ اپنی شرمگاہ کو نہیں روک سکتا
یا شرمگاہ کو روکتا ہے آنکھ کے روکنے پر قادر نہیں یا اسپر بھی قادر ہے نفس پر قادر نہیں کہ وہ ہمیشہ مقتضیات شہوات میں پھنسائے رکھتا ہے اور
ذکر اور فکر اور اعمال صالحہ کی مواظبت نہیں وجہ نہیں ہو سکتی تو اسکا علاج یہ ہے کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ باعث دینی اور باعث ہوا میں کشتی
ہوتی رہتی ہے اب اگر ہمکو یہ منظور ہے کہ دونوں کشتی والوں سے ایک جیت جاوے اور دوسرا ہار جاوے تو جسکو جیتانا منظور ہو اسکی تقویت
کرنی چاہیے اور دوسرے کو دبانا چاہیے اور چونکہ مثال مفروض میں صبر کا حاصل کرنا منظور ہے اور صبر جب ہی حاصل ہوتا ہے جب باعث
دینی کو اپنے حریف پر غلبہ ہو اسلیے ضرور ہوا کہ باعث دینی کو تقویت دیجاوے اور دوسرے کو کم زور کیا جائے تاکہ مدعا حاصل ہو باعث
شہوت کے کم زور کرنے کے تین طریق ہیں اول قسم یہ کہ اسکی قوت اصل دیکھیں کہ کہانسے اسکو زور پہونچتا ہے تو معلوم ہوگا کہ شہوت کی
حرکت اور قوت کی اصل عمدہ غذائیں ہیں باعتبار اقسام اور کثرت کے پس اصل ہی کو لینا چاہیے یعنی غذا کو منقطع کرنا چاہیے اس طرح
کہ ہمیشہ روزہ رکھیں اور افطار کے وقت کچھ تھوڑی سی غذا کم زور جنس کی کھائیں مثلاً گوشت وغیرہ غذائیں جن سے شہوت ہو ترک کر دیں
دوسرے یہ کہ جو اسباب شہوت بالفعل موجود ہوں انکو دور کرنا چاہیے یعنی ہیجان شہوت کا باعث نظر ہوتی ہے اسلیے کہ نظر سے دل کے

حرکت ہوتی ہے اور دل سے شہوت کو تو اس سے احتراز ضرور ہے بایں طور کہ عزلت اختیار کریں اور جہاں شبہ بھی اچھی صورت کے دیکھنے کا ہو وہاں سے کوسوں بھاگیں حدیث شریف میں ہے النظر سہم مسموم من سہام ابلیس اور یہ تیر وہ ملعون ایسا پھینکتا ہے کہ جسکے لیے کوئی ڈھال نہیں بجز اسکے کہ آنکھیں بند کیجاویں یا جس سمت سے وہ پھینکتا ہے وہاں سے ٹل جاویں اور یہ تیر وہ ملعون قوس ابرو سے خوبان سے مارتا ہے پس جب آدمی خوبصورتوں کی سمت سے ٹل جاویگا تو تیر شیطانی اسکو نہ لگیگا تیسرے یہ کہ نفس کو مباح چیز اسی جنس کی جسکی خواہش ہے دیکر تسلی دیجاوے مثلاً صورت مفروضہ میں نکاح سے نفس کو تسلی دیجاوے اسواسطے کہ جس چیز کو طبیعت چاہتی ہے وہ مباح میں موجود ہے پھر ممنوع کی کیا ضرورت ہے یہ علاج اکثر ون کے حق میں مفید ہے پھر بھی اکثر مردوں کی شہوت کا استیصال اس سے نہیں ہوتا اسیواسطے حدیث شریف میں وارد ہے علیکم بالباءۃ فمن لم یستطع فعلیہ بالصوم فان الصوم لہ وجاء غرضکہ عند الموقوف کرنی سب کاموں سے آدمی کو کمزور کر دیتی ہے اور غذا کا موقوف کرنا ان تین علاجوں میں سے ایسا ہے جیسا کہ سرکش جانور کا دانہ بند کر دینا تاکہ ضعیف ہو کر اسکی قوت جاتی رہے اور دوسرا علاج ایسا ہے جیسا کہ کتے سے گوشت کو چھپا دیں اور گھوڑے سے دانہ تاکہ نہ دیکھے نہ خواہش کرے اور تیسرا علاج ایسا ہے جیسا جانور کو اسکی مرغوب چیزوں سے تھوڑی سی اسکو دیں تاکہ اتنی قوت اسمیں رہے کہ تادیب پر صبر کر سکے اور باعث دینی کی تقویت دو طرح سے ہوتی ہے اول تو نفس کو فوائد مجاہدہ اور دین و دنیا میں اسکے ثمرات کی طمع دلانی اسطرح کہ جو اخبار کہ صبر کی فضیلت میں اور دین و دنیا میں اسکے انجام کے بہتر ہونے میں آئے ہیں انمیں کثرت سے تامل کرے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ثواب مصیبت پر صبر کا فوت ہو نیوالی چیز سے زیادہ ہوتا ہے اور اس وجہ سے ایسی مصیبت پر اسکی غبطہ کیجاتی ہے اسواسطے کہ اسکے پاس سے ایسی ہی چیز گئی ہے جو صرف زندگی بھر اسکے پاس رہتی اور اسکو حاصل ایسی ہوتی جو بعد موت اسکے ساتھ ابدالآباد تک رہیگی اسکی مثال ایسی ہی ہوتی کہ کوئی شخص بیچ سلم اسطرح کرے کہ نکمی چیز دیوے اور آیندہ کو عمدہ چیز لینی کرے تو ظاہر ہے کہ اسکو ادنی شے پر غم کرنا چاہیے مگر یہ امر متعلق معرفت سے ہے اور باب قبل ایمان ہے اور کبھی یہ معرفت قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف اسکی قوت سے باعث دینی کو بڑی قوت ہو جاتی ہے اور بہت جوش اسمیں پیدا ہوتا ہے اور اسکے ضعف سے اسمیں ضعف آجاتا ہے اور اس معرفت یعنی قوت ایمانی کو یقین کہا کرتے ہیں جو مقدمہ صبر کا محرک ہے اور بعض حدیث مذکورہ سابق آدمیوں کو یقین اور عزیمت صبر کم عنایت ہوئے ہیں دوسرا طریق یہ ہے کہ باعث دینی کو باعث ہوی سے پچھاڑنے کا آہستہ آہستہ رفتہ رفتہ عادی کرے اسلیے یہانتک کہ مزہ فتح کا اسکو معلوم ہو اور ایکبارگی اسپر دلیر ہو جاوے اور اسکا پچھاڑنا کچھ بڑی بات نہ سمجھے کیونکہ عادت اور مہارت محنت کے کاموں کی ان قوی کو مضبوط کر دیتی ہے جنسے وہ افعال صادر ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے طاقت پلہ داروں اور کسانوں اور سپاہیوں کی زیادہ ہوتی ہے اور جو محنت کا کام کرتے ہیں وہ درزیوں اور عطاروں اور فقہا اور صلحا سے زور آور ہوتے ہیں اسلیے کہ ان لوگوں کے قوی مہارت سے مضبوط نہیں ہوتے۔ ان دو علاجوں میں سے پہلا علاج تو ایسا ہے جیسا کشتی گیر کو وعدہ کیا جاوے کہ اگر پچھاڑو گے تو تمکو خلعت ملیگا اور انواع و اقسام کے انعام دیے جاوینگے جیسے فرعون نے ساحروں سے حضرت موسی علیہ السلام کے مقابل کہا تھا کہ اگر تم جیتو گے تو تمکو مقرب کر دونگا اور دوسرا علاج ایسا ہے

اور دیکھنا ایک تیر ہے ... شیطان کے تیروں میں سے ...

اور یہ لازم کرے کہ روزہ رکھنا اس کے حق میں خصی ہوتا ہے ۱۲ جلد دوم باب النکاح میں گذری ۱۲

کہ اگر کسی لڑکے کو کشتی اور سپہ گری سکھانی منظور ہو تو لڑکپن ہی سے اسکو ان فنون کے لوازم کا عادی کرتے ہین تاکہ اُن سے
الفت ہو اور جرأت و قوت بڑھے۔ پس جو شخص سرے سے صبر کے ساتھ مجاہدہ ہی چھوڑ دے اسمین باعث دینی کمزور ہو جاویگا
اور ایسا دب جاویگا کہ شہوت گو ضعیف اور قلیل ہی ہو اسپر بھی غالب نہ آویگا اور جو شخص اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے خلاف
پر عادی کریگا وہ جسوقت چاہیگا شہوت پر غالب ہو سکتا ہے۔ یہ طریق علاج کا صبر کے تمام اقسام مین اور ہر چند سب کا بیان کرنا دشوار
ہے مگر سب مین سخت باطن کا روکنا ہے حدیث نفس سے خصوص ایسے شخص پر جسکا ہو رہا یعنی شہوات ظاہری کا استیصال کرکے
عزلت نشینی اختیار کرے اور مراقبہ اور ذکر و فکر کیلیے بیٹھ رہے کیونکہ ایسے شخص کو وسواس ادھر سے اُدھر لیے پھرتا ہے اور
اسکا کوئی علاج بجز اسکے نہین کہ ظاہری و باطنی علاقون کو توڑ کر زن و فرزند و مال و جاہ و دوست آشنا سے الگ ہو اور قوت
قلیل قدر لیکر کسی گوشے مین بیٹھ رہے اور اسی پر قانع ہو اور یہ سب امور جب کافی ہونگے جب تمام ہمت ایک ہی طرف کر دیگا
یعنی وہ یا ان بجز خدا تعالی کے اور کسی چیز کا نہ ہوگا اور جب دل پر یہ خیال غالب ہوگا تو یہ بھی کار آمد نہین جب تک کہ فکر
کی جولانی سے ملکوت آسمان و زمین اور عجائب صنع خالق اور تمام اقسام معرفت الٰہی کی سیر باطنی نہ کرے جب یہ معاملہ نصیب
ہوگا تب البتہ شیطان کے وسواس کی کشاکشی مین مشغول ہونا دور ہوگا اور اگر سیر باطنی میسر نہو تو نجات کی صورت یہ ہو کہ اوراد و
وظائف ہر لحظہ مین برابر پڑھتا رہے مثلاً تلاوت اور ذکر اور نماز سے کوئی دم خالی نہ رہے اور اسکے ساتھ ہی تکلف دل
کو حاضر کرے کیونکہ ظاہر کے ورد و وظیفہ سے مشغولی دل نہین ہوتی باطن کی فکر ہی سے ہوتی ہے جب یہ سب باتین کریگا تو صرف ایک
وقت کا فکر رہجاویگا اسلیے کہ تمام اوقات مین کوئی نہ کوئی حادثہ ایسا بھی پیدا ہو جاتا ہے جو مانع فکر و ذکر ہو مثلاً مرض اور خوف اور
کسیکی ایذا رسانی اپنے آپ کو اور ملنے والے کی نافرمانی وغیرہ کہ عزلت مین خواہ مخواہ ایسے شخص سے ملنے کی ضرورت پڑتی ہے جو
اسباب معیشت مین اعانت کرے غرض یہ سب باتین مانع ذکر و فکر ہین اور چند امور ضروری اور بھی ہین کہ انکی بدولت کرنا پڑتا وہ ضروری
ہین مثلاً کھانے اور لباس و اسباب معاش مین مشغول ہونا کہ انکے لیے بھی ایک وقت چاہیے بشرطیکہ خود کفیل انکی تیاری کا ہو
اور اگر کوئی دوسرا شخص کفیل ہو تو یہ امور اسکے دل کے مانع ہونگے مگر بالکل علاقون کے قطع کر ڈالنے کے اکثر اوقات سلامت ہی رہیگا
اگر کوئی مصیبت نہ آجاوے اور ان اوقات مین دل صاف ہو جاتا ہے اور فکر آسان ہوتا ہے اور اسرار الٰہی ملکوت آسمان و زمین سے
ایسے منکشف ہوتے ہین کہ باوجود علاقون کے برسون رازین انکا سوان حصہ بھی نہین منکشف ہوتا اور اس رتبے پر ارادت کا پہونچنا
اقصائے مراتب مین سے ہے جہانتک انسان اپنی کوشش سے پہونچ سکتا ہے لیکن مقدار منکشف ہونے کی اور الطاف الٰہی کے وارد
ہونے کی احوال و اعمال مین معلوم نہین اسکا حال شکار اور رزق کا سا قیاس کرنا چاہیے کہ بعض اوقات تھوڑی سی محنت مین
بڑا شکار ہاتھ لگ جاتا ہے اور بعض اوقات بہت سی محنت مین تھوڑا ہی ملتا ہے اور اسمین اپنی کوشش کو کچھ دخل نہین صرف کشش
الٰہی پر اعتماد ہے جو ثقلین کے اعمال کے مقابل ہو اور بندے کا اختیار اسپر کچھ نہین ہان بندے کا اختیار اتنا ہے کہ اپنے آپ کو
مستعد اس کشش کا کر دے بایں طور کہ اپنے دل سے جو باتین کہ دنیا کی طرف کھینچتی ہین انکو قطع کر دے اسلیے کہ کشش اوپر کو جب ہی

ہوگی جب سمجھے کہ تمنا کو کاٹ ڈالے جاوینگے چنانچہ حدیث شریف میں انھیں علائق دنیاوی کے قطع کا اشارہ ہے کہ فرمایا ان لربکم فی
ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان نفحات اور جذبات الٰہی کے لیے اسباب آسمانی ہیں کیونکہ خدا تعالے فرماتا ہے
وفی السماء رزقکم وما توعدون اور کشش الٰہی اور معرفت سے بڑھکر کونسا رزق ہوگا اور امور آسمانی ہماری نظروں سے غائب ہیں ہمکو معلوم
نہیں کہ کسوقت اللہ تعالیٰ رزق کے اسباب ہم کو میسر کریگا تو صرف ہمکو اسقدر چاہیے کہ جگہ کو خالی کرکے منتظر نزول رحمت اور وقت
معین کے رہیں جیسے کوئی زمین کو جوتنا کرے اور گھاس کوڑے سے صاف کرکے بیج ڈالدے تو اسکو یہ مفید نہوگا جبتک کہ مینھ
نہ برسے اور اسکو معلوم بھی نہیں کہ سامان باران رحمت کب ہوگا مگر چونکہ خدا کے فضل پر اعتماد ہوتا ہے کہ کوئی برس مینھ سے خالی
نہیں رکھتا اسلیے یہ سب محنت گوارا کرتا ہے اسی طرح کوئی سال اور مہینا اور دن جذبہ یزدانی اور کشش و نفحۂ رحمانی سے خالی
نہیں گذرتا لیکن بندے کو چاہیے کہ اپنے دل کو شہوات کے کوڑے سے صاف کرے اور اسمیں تخم ارادت بو دے اور جہت باد رحمت
کے سامنے کر دے اور جسطرح کہ بادل دیکھکر خواہ اوقات برسات میں مینھ برسنے کی زیادہ توقع ہوتی ہے اسیطرح ان نفحات کے نزول کی توقع
اوقات شریفہ اور اجتماع ہمت اور قلوب کی مساعدت کیوقت زیادہ تر ہے مثلاً عرفہ کے روز یا جمعہ کے روز یا رمضان وغیرہ ساعات
اجابت میں اسلیے کہ ہمتیں اور انفاس بھی خدا کے حکم سے اسباب نزول رحمت الٰہی ہیں کہ انکے طفیل سے قحط سالی میں مینھ برس جاتا ہے
جب پہاڑوں کے اطراف اور سمندروں کے جوانب سے انکے طفیل پانی کے قطرات کی درخواست ہوتی ہے تو خزائن ملکوت سے بارش ہوکر انکشاف
اور معارف لطیفہ کی استدعا کرنی زیادہ تر مناسب ہے بلکہ احوال و معارف آدمی کے ساتھ دلمیں موجود ہیں مگر اسوجہ سے کہ علائق
اور شہوات اسمیں اور ان معارف میں حجاب ہو رہے ہیں اسلیے انکی طرف پروا نہیں کرتا اس صورت میں آدمی کو اتنی ہی حاجت ہے
کہ اس حجاب کو دور کر دے تاکہ انوار معارف دل کے اندر سے چمکنے لگیں اور ظاہر ہے کہ زمین کے پانی کا نمود کرنا اس طرح سہل و
قریب تر ہے کہ کھود کر پانی ظاہر کر دیا جاوے اور دور دراز جگہ سے پانی کا اسمیں لانا دقت رکھتا ہے خصوصاً ایسی جگہ سے جو اس سرزمین
کی نسبت پست ہو اور چونکہ معارف ایمانی دلمیں حاضر ہیں اور انسان انکی طرف سے بے پروا ہو کر انکو بھول رہا ہے اسلیے خدا تعالیٰ نے
تمام معارف ایمانی کو لفظ تذکر سے بیان فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے ولیتذکر اولوا الالباب اور فرمایا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر
پس وسواس اور شواغل کا یہ علاج ہے اور یہ مرتبہ درجات صبر میں سے سب سے بعد ہے اور تمام علائق سے صبر کرنا خواطر اور وساوس سے صبر
کرنے سے مقدم ہے حضرت جنید فرماتے ہیں کہ دنیا سے آخرت کیطرف چلنا سہل ہے مگر حق کے مقابل میں خلق کا چھوڑنا سخت ہے اور
نفس سے گریز کرکے اللہ تعالیٰ کیطرف جانا اور بھی سخت ہے اور اللہ کے ساتھ صبر کرنا سب سے زیادہ سخت ہے اس قول میں اول آپنے
شدت اور سختی صبر کی شواغل دلی سے بیان فرمائی ہے اسکے بعد خلق کے چھوڑنے کی سختی کا ذکر کیا۔ اور نفس پر سب علائق سے
زیادہ شدید خلق کا علاقہ اور محبت جاہ ہے اسواسطے کہ ریاست اور غلبہ اور تعلی و حاکم ہونے کا مزہ دنیا کی سب لذات سے اقوی
کے نفس پر غالب ہے اور یہ جیسا کس طرح غالب نہو حالانکہ مقصود اس سے ایک ایسی صفت ہے جو قلب انسانی کو طبعاً محبوب اور
مطلوب ہے اور وہ صفت اوصاف الٰہی میں سے ہے جسکو ربوبیت کہتے ہیں اور وجہ ربوبیت کے محبوب ہونے کی قلب کو یہ ہے کہ

روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا ۱۲
اور تاکہ سوچ کریں عقل والے ۱۲
اور تحقیق آسان کیا ہم نے قرآن سمجھنے کو پھر کوئی ہے سوچنے والا ۱۲

اسمیں مناسبت امور ربوبیت سے پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی اور قلب کو محبت ربوبیت کی
ہوتی ہے یہ بُری نہیں تاہم اسکی مذمت اسوجہ سے ہوتی ہے کہ شیطان لعین جو عالم امر سے دور کر دیا گیا ہے اسکو بہکا کر دیتا ہے میں ڈالدیتا ہے
یعنی وہ مردود قلب پر اسوجہ سے حاسد ہے کہ یہ عالم امر سے کیون ہے اسلیے جسے اسکو بہکا کر گمراہ کرتا ہے ورنہ طلب ربوبیت میں دل
کے لیے کچھ برائی نہیں بلکہ وہ تو عین سعادت اخروی ہے کیونکہ اگر واقع میں ربوبیت کا طالب ہے تو گویا ایسی بقا چاہتا ہے جسکو فنا نہو
ایسی عزت کا طالب ہے جسمیں ذلت نہو اور ایسا امن چاہتا ہے جسمیں خوف نہو اور ایسی تونگری کا خواہان ہے جسمیں افلاس نہو اور
ایسے کمال کا متمنی ہے جسمیں نقصان نہو یہ سب باتین ربوبیت کی ہین اگر انسان انکا طالب ہو تو کسی طرح قابل مذمت نہین بلکہ بندے
پر فرض ہے کہ ایسے ہی ملک یعنی سلطنت کا طالب ہو جسکا اور جسے پر نہ ملے اور جو شخص طالب ملک ہوتا ہے وہ برتری اور عزت اور کمال
کا خواہان پہلے ہوتا ہے لیکن ملک دو ہین ایک ملک تو وہ ہے جسمیں اقسام کے رنج ملے ہوے ہین اور پایہ کا سب مگر جلد دستیاب ہے
یہ ملک تو دنیا میں ہے اور ایک ملک وہ ہے جسمیں دوام اور بقا ہے اور کدورت والم نام و نشان کو اسمین نہین نہ جسکے روکنے سے موقوف
ہو مگر وہ دیر کو ملیگا اسکا نام ملک آخرت ہے اور انسان چونکہ جلد باز پیدا ہوا ہے اور حال کی چیز کو مال پر ترجیح دیتا ہے تو شیطان نے
اسکی طبیعت جلدی کیطرف راغب دیکھکر اسی ملک موجود دنیاوی کو اسکی نظرون میں آراستہ کیا اور اسکے مزاج میں حمق معلوم کر کے
آخرت کے باب میں اسکو مغالطہ دیدیا اور ملک دنیا کے ہوتے ہوے ملک آخرت کی توقع اسکے دل میں ڈالدی چنانچہ
حدیث شریف میں ہے فالاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ تعالیٰ الخ جسکو توفیق رفیق نہوئی وہ تو اسکے مغالطے میں پڑ کر حسب الوسع
دنیا کی عزت و سلطنت کی طلب میں مشغول ہوا اور جو شخص توفیق سے بہرہ یاب ہوا وہ اسکے جال میں نہ آیا کیونکہ اس کو اس
لعین کی گھاتین خوب معلوم تھین اسلیے اسنے اس سلطنت حال سے روگردانی اختیار کی خداوند کریم نے اول قسم کے
لوگون کا حال کلام مجید میں یون ارشاد فرمایا کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ اور فرمایا ان ہؤلاء یحبون العاجلۃ ویذرون
وراءہم یوما ثقیلا اور فرمایا فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم جبکہ مکر شیطان کا تمام خلق میں
پھیل گیا اللہ تعالیٰ نے فرشتون کو اپنے رسولون کے پاس بھیجا اور انکو طریق اس دشمن کے ہلاک کرنے اور بہکانے کا بتلا دیا
اسی لیے تمام انبیاء علیہم السلام خلق کو اس ملک و سلطنت مجازی سے کہ اگر بالفرض مل بھی جاوے تو بے اصل اور
مطلقا فانی ہے حقیقی ملک کیطرف بلانے میں مشغول ہوئے چنانچہ انھین کا ارشاد خلق کو کلام مجید میں مذکور ہے کہ انھون نے یہ فرمایا
یا ایہا الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ
الا قلیل غرضکہ توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن اور صحیفے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور ہر ایک آسمانی کتاب
اسی لیے اتری ہین کہ خلق کو سلطنت دائمی کیطرف بلاوین اور مقصود یہی ہے کہ سب لوگ دنیا میں بھی شاہ رہیں اور آخرت میں بھی
بادشاہ دنیا کی شاہی سے یہ غرض ہے کہ اسمین زہد اختیار کریں اور تھوڑی سی شے پر قناعت کریں اور آخرت کی بادشاہی سے یہ
مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے وہ بقا حاصل کرین جسکو فنا نہو اور وہ عزت پاوین جسمین ذلت نہو اور ایسی خنکی چشم

کے ہوں جو اس عالم میں مخفی ہیں اور کوئی نفس اسکو نہیں جانتا۔ اور شیطان خلق کو سلطنت دنیا کی طرف بلاتا رہتا ہے اسلیے کہ جانتا ہے کہ اسکی وجہ سے سلطنت اخروی انسے فوت ہو جاویگی کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوتیں ہیں ایک کے ہونے سے دوسری نہیں رہتی اور یہ بھی اسکو معلوم ہے کہ دنیا کسی کے پاس نہیں رہتی اسیوجہ سے اسکی طرف راغب کرتا ہے اور اگر کسی کے پاس رہتی تو اسپر بھی حسد کرتا مگر اسمیں طرح طرح کے جھگڑے اور کدورتیں اور بڑی بڑی مشقتیں اور تدبیرات کرنی پڑتی ہیں اور تمام اسباب جاہ کیلیے ایسا ہی کچھ سامان ہوتا ہے پھر اگر اسباب درست ہوے اور دنیا دل کی کی گئی تو پھر فنا ہو جاتی ہے گویا جو بیت پیش آتی ہے حتی اذا اخذت الارض زخرفہا وازینت وظن اہلہا انہم قادرون علیہا اتاہا امرنا لیلا او نہارا فجعلناہا حصیدا کان لم تغن بالامس اور اسکی مثل اور بھی خدا تعالی نے بیان فرمائی ہے واضرب لہم مثل الحیوة الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ہشیما تذروہ الریاح اور زہد دنیا میں چونکہ سرہست کی سلطنت ہے اسلیے شیطان نے اسپر حسد کی اور آدمی کو اسپر رد کیا اور زہد کو سلطنت اسوجہ سے کہتے ہیں کہ زہد کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اپنی شہوت اور غضب کا مالک ہو جاوے اور یہ دونوں چیزیں باعث دین اور اشارہ ایمان کے مطیع ہو جاویں تو واقع میں سلطنت اسی کو کہنا چاہیے اسلیے کہ اسکے باعث آدمی آزاد ہو جاتا ہے ورنہ اگر شہوت غالب ہووے تو انسان بندۂ شکم خواہ بندۂ شرمگاہ خواہ اور کسی غرض کا ہو جاتا ہے اور جیسا یہ کیا ہے اسکی قید میں پڑ جاتا ہے شہوت کی رسی گردن میں ہوتی ہے جدھر چاہتی ہے ادھر لیے پھرتی ہے مقام غور ہے کہ انسان کو کیسا دھوکا ہے کہ شہوت کے غلام ہونے کو سلطنت کا ملنا خیال کرتا ہے اور دوسری چیز کا بندہ ہو کر گمان کرتا ہے کہ ربوبیت کو پہونچ جاویگا ایسا شخص جیسے کہ دنیا میں بھی کور ہے اور آخرت میں منکوس اور کیا تصور ہو سکتا ہے اسیوجہ سے جب کسی بادشاہ نے ایک زاہد سے کہا کہ تمکو کچھ حاجت ہو تو انھوں نے جواب دیا کہ میں تجھ سے کیا حاجت مانگوں میری سلطنت تمہاری سلطنت سے بڑی ہے اسنے پوچھا کہ کس طرح انھوں نے کہا کہ جسکے تم غلام ہو وہ میرا غلام ہے اسنے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے انھوں نے کہا کہ تم اپنی شہوت اور غضب اور فرج و شکم کے بندے ہو اور میں ان سب کا مالک ہوں وہ میرے غلام ہیں اس سے معلوم ہوا کہ واقع میں دنیا میں سلطنت زہد ہی ہے اور اسی کے باعث سلطنت اخروی ملتی ہے پس جو شخص کہ شیطان کے مغالطے میں آگئے انکو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا اور جنکو راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق ملی وہ دونوں چیزوں کا میاب ہوے اب جسوقت کہ معنی سلطنت اور ربوبیت اور تسخیر اور عبودیت کے معلوم ہوے اور شیطان کے دھوکا دینے کا طریق اور اسکا غلبہ اور تلبیس بھی معلوم ہوا تو آدمی پر ملک و جاہ دنیاوی سے اعراض کرنا اور اسکے فوت ہونے پر صابر ہونا آسان ہو گیا اسواسطے کہ انکے چھوڑنے سے سرہست سلطنت پاویگا اور سلطنت اخروی کی توقع ہو گی اور جو شخص کہ ان باتوں کو جاہ کے ساتھ الفت و مانوس ہونے کے بعد جانے اور اسکے اسباب کا مہیا ہونا عادت کی وجہ سے اسکے دل میں جا ہوا ہو تو اسکے لیے فقط ان باتوں کا جاننا ہی علاج کیواسطے کافی نہ ہوگا جبتک کہ اس علاج پر کچھ عمل نہ بڑھاوے اور عمل کیواسطے تین باتیں ہیں اول یہ کہ جاہ کی جگہ سے بھاگ جاوے جیسا کہ غلبۂ شہوت میں ان صورتوں کے دیکھنے سے بھاگنا ضروری ہے جو محرک شہوت ہوں اور جو شخص ایسا نہ کریگا وہ سیدھی راہ

کی نعمت میں جو خدا تعالیٰ نے دی ہو اسکا شکر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا[1] دوسرے یہ کہ
اپنے نفس کو ایسے اعمال کا بتکلف پابند کرے جو خلاف عادت سابقہ ہوں مثلاً اگر بناؤ سنگار کا عادی ہو تو اسکو بالکل ترک ہو توقف
کرے اور ذلیلوں کی سی طرح ہو جاوے اور لباس میں تکلف کو چھوڑ کر تواضع اور مسکنت کا جامہ اپنے بدن پر راست کرے اسی طرح
ہر ایک صورت اور حالت اور فعل کو مکان اور لباس اور اکل و شرب اور نشست و برخاست میں بدل ڈالے صرف مقتضائے حاجت
کے موافق ہر ایک رکھے اور عادات گذشتہ کی ضدیت ملحوظ رکھے یہاں تک کہ یہ نئے افعال و احوال بھی طبیعت میں جم جاویں اور انہیں کا
عادی ہو جاوے اسواسطے کہ علاج سے غرض یہی ہے کہ جن عادات سے کوئی خرابی ہوتی ہو انکی ضد اختیار کرے تیسرے یہ کہ علاج
کرنے میں تلطف اور آہستگی کا لحاظ رہے ایسا نہ کرے کہ یکبارگی پہلے سرے کی حقارت و ذلت اختیار کرے اسلئے کہ طبیعت انسانی
میں وحشت بھی ہوتی ہے اسکے اخلاق کا چھوڑنا بدون آہستگی ممکن نہیں پس بہتر یہ ہے کہ اول بعض افعال کو ترک کرے اور جب
بقیہ پر قانع ہو جاوے تو ان میں سے کچھ اور چھوڑدے اسیطرح تھوڑے تھوڑے چھوڑ کر بالکل کا استیصال کرے یہانتک کہ
جو صفات اسمیں جمے ہوئے ہوں وہ سب جاتے رہیں اور اسی تدریج اور آہستگی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں کہ ان ہذا
الدین متین فاوغل فیہ برفق ولا تبغض الی نفسک عبادۃ اللہ[2] اور اس حدیث میں بھی اسی کیطرف ایما ہے تشادوا ہذا الدین فان من
یشادہ یغلبہ[3] اب اس بیان کو جو ہمنے وسواس اور شہوت اور جاہ سے صبر کرنے میں ذکر کیا ہے اس بیان پر اضافہ کرو جو ہم جلد
ثالث کے باب ریاضت نفس میں طریق مجاہدہ کے قوانین کے حال میں لکھ آئے ہیں اور پھر سب کو دستور العمل کرلو تاکہ سب اقسام
مفصلہ سابق کا علاج معلوم ہو جاوے کیونکہ تفصیل ہر ہر فرد کی جداگانہ طویل ہے اور جو شخص کہ تدریج کی مراعات مد نظر رکھیگا صبر اسکو
ایسے حال پر پہونچا دیگا کہ بدون اسکے اسکو چین نہ پڑیگا جیسا پہلے صبر کی چیز کے بدون چین نہ تھا تو غرض معاملہ بالکل برعکس ہو جاویگا
کہ جو چیز پہلے محبوب تھی وہ مبغوض ہو جاویگی اور جو ناپسند تھی اسکے بدون صبر نہ کر سکیگا اور یہ بات ایسی عیاں ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ سے
سے بھی ثابت ہو سکتی ہے دیکھو لڑکے کہ اول پڑھنے بیٹھنے سے بھاگتے ہیں اور جبراً قہراً اسکو بٹھاتے ہیں اور کھیلنے سے صبر کرنا اسکو نہایت شاق
ہوتا ہے اور علم میں مشغول رہنے پر صبر نہیں کر سکتا مگر جب اسکو عقل آتی ہے اور علم کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو پھر معاملہ الٹا ہوتا ہے
کہ کھیلنے پر صبر کر سکتا ہے اور علم سے صبر نہیں کر سکتا اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس روایت میں کہ بعض عارفین سے منقول ہے کہ انہوں نے
حضرت شبلی رح سے سوال کیا کہ کونسا صبر سخت زیادہ ہے انہوں نے فرمایا کہ خدا کے بابت میں صبر کرنا عارف نے کہا کہ یہ نہیں انہوں نے فرمایا
کہ خدا کیواسطے صبر کرنا اسنے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں آپ نے فرمایا کہ خدا کے ساتھ صبر کرنا یعنی مشغول بخدا رہنا عارف نے کہا کہ
یہ بھی نہیں تب آپ نے پوچھا کہ پھر کونسا صبر سخت تر ہے آپ ہی بتلائیں عارف نے فرمایا کہ خدا سے صبر کرنا یہ سنکر حضرت شبلی نے ایک
ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا کہ روح فنا ہو جاوے سچ ہے شعر عشقی شور انگیز باید مردرا * تا صلائے دردہد این دردرا * اور ارشاد
خداوندی اصبروا وصابروا ورابطوا اسکے معنوں میں بعضوں نے یہ فرمایا ہے کہ صبر کرو خدا کے بابت میں اور مصابرت کرو بخدا اور رابطہ
ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ خدا کیواسطے صبر کرنا صحیح و عنا ہے اور صبر بخدا دوام و بقا اور صبر ہمراہ خدا وفا ہے

[1] کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ کہ وطن چھوڑ جاؤ وہاں ۱۲
[2] یہ دین مضبوط ہے پس اس میں نرمی سے داخل ہو اور اپنے نفس پر اللہ کی عبادت کو گراں مت کرو ۱۲ احیاء جلد اول باب سادہم
[3] اس دین کا مقابلہ مت کرو کہ جو کوئی اسکا

اور صبر از خدا چنانچہ شعر صبر کرنا جملہ چیزوں میں گنا جاتا ہے خوب ٭ لیک تجھ سے صبر کرنا رکھتا ہے انجام بد ٭ علوم و اسرار صبر کی شرح ہو چکی اب بیان شکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

فصل دوم شکر کے ذکر میں

اس میں تین ارکان ہیں اول میں خود شکر کا بیان ہے دوسرے میں نعمت کی تعریف اور اسکے اقسام خاص و عام کا ذکر تیسرے میں اس بات کی کیفیت کہ شکر اور صبر میں سے افضل کونسی چیز ہے

رکن اول

خود شکر کا ذکر اسمیں چار بیان ہیں اول بیان شکر کی فضیلت میں جاننا چاہیئے کہ خدا وند کریم نے اپنی کتاب مجید میں شکر کو ذکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے باوجودیکہ یہ بھی ارشاد فرمایا ولذکر اللہ اکبر یعنی ذکر خدا بہت بڑا ہے پس ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ایسی بڑی چیز کے ساتھ اسکا ذکر کرنا کمال فضیلت پر دال ہے اور فرمایا ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم اور فرمایا و سنجزی الشاکرین اور ابلیس لعین کے قول کو جو نقل فرمایا ہے یعنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم اس میں صراط مستقیم کے معنے بعض مفسرین نے طریق شاکرین کے کیے ہیں اور چونکہ شکر رتبہ عالی رکھتا ہے اسلیے اس ملعون نے خلق کو طعن کیا ولا تجد اکثرہم شاکرین اور خدا تعالی نے ارشاد فرمایا وقلیل من عبادی الشکور اور شکر کے ساتھ زیادتی نعمت کو قطعاً ارشاد فرمایا اور اس میں استثنا نہیں کیا جیسا کہ ارشاد ہے لئن شکرتم لازیدنکم اور پانچ اور نعمتوں میں یعنی غنی کر دینے اور دعا قبول فرمانے اور روزی دینے اور مغفرت کرنے اور توبہ قبول کرنے میں استثنا کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء اور فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء اور یرزق من یشاء بغیر حساب اور ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور ویتوب اللہ علی من یشاء اس سے معلوم ہوا کہ شکر نہایت عمدہ چیز ہے کہ اسمیں قید اپنی مشیت کی نہیں رکھی قطعی وعدہ زیادتی نعمت فرمایا اور کیوں نہو کہ شکر ایک خلق ہے اخلاق ربوبیت میں سے اسلیے کہ خدا تعالی اپنے آپ کو فرماتا ہے واللہ شکور حلیم یعنی خدائے تعالی صاحب شکر اور حلم والا ہے علاوہ ازین شروع کلام اہل جنت کا شکر ہی ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ اور وآخر دعویہم ان الحمد للہ رب العالمین اور احادیث بھی فضیلت شکر میں بہت ہیں چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر اور حضرت عطا سے روایت ہے کہ میں ایکبار حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ جو سب سے زیادہ عجیب حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ نے دیکھا ہو وہ مجھ سے بیان فرمایئے وہ رو دیں اور فرمانے لگیں کہ کونسی حالت آپکی عجیب نہ تھی سب عادتیں عجیب ہی تھیں ایک رات وہ میرے پاس تشریف لائے اور بستر میں یا لحاف میں میرے ساتھ لیٹے یہانتک کہ انکا بدن مبارک میرے بدن سے لگا پھر فرمایا کہ اے ابوبکر کی بیٹی مجھے چھوڑ دے کہ عبادت اپنے پروردگار کی کروں میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کے پاس ہی رہنا چاہتی ہوں لا آپکی مرضی کی تابع ہوں میں نے اجازت دیدی آپ اٹھے اور ایک پانی کے مشکیزہ کے پاس تشریف لیگئے اس سے وضو کیا اور پانی بہت نہیں ڈالا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر اتنا روئے کہ آنسو چھاتی مبارک پر

بخاری نسائی و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ ۱۲ ابن حبان بروایت عبد الملک بن ابی سلیمان عن عطا و مسلم بروایت عن عائشہ

خلاف نہین کر سکتا اور اگر خود اسکا اختیار ہو تو کسی کو خاک بھی نہ دے اسیطرح اگر کسی شخص کو خدا تعالیٰ کی نعمت دوسرے شخص کے
ہاتھون پہونچے تو جاننا چاہیے کہ وہ اس کے پہونچانے کے لیے مضطر تھا اسلیے کہ خدا تعالیٰ نے اس پر ارادے کو مسلط
کر دیا اور اسکے اسباب کا ہجوم ہوا اور اسکے دل مین یہ بات ڈالی کہ میری بھلائی دارین مین اسی مین ہے کہ یہ چیز فلان شخص کو دون
بدون اس کے میرا مقصود حال و مآل کا پورا نہو گا جب خدا تعالیٰ نے یہ اعتقاد اسکے دل مین پیدا کیا تو اب اسکو
فعل نہ کرنے کی کیا وجہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو کسی کو کچھ دیتا ہے تو صرف اپنے فائدے کے لیے دیتا ہے دوسرے کے
مقصود سے غرض نہین اگر اس دینے سے اسکا کچھ مطلب نہ نکلتا تو کبھی نہ دیتا وہ اپنا فائدہ نکلتا دیکھکر دوسرے کو کچھ دیتا ہے
تو وہ دوسرے پر انعام نہین کرتا بلکہ اسکو وسیلہ کسی دوسری نعمت کا جسکی اسکو توقع ہے کرتا ہے معلوم ہوا کہ منعم اصل مین وہی ہے
جسنے اسکو انعام کے واسطے مسخر کیا اور اسکے دل مین اعتقاد و ارادہ خیر ڈالا جسکے باعث اسنے دوسرے کو کچھ دینا چاہا جب ان
باتون کو آدمی اسیطرح جان لے تو خدا کو اور اسکے افعال کو بھی جان لیگا اور موحد ہو کر اسکی شکر گزاری پر قادر ہوگا بلکہ صرف
اسی معرفت سے شاکر ہو جاویگا چنانچہ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات مین جناب باری سے عرض کیا
کہ الٰہی تو نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور کیسے کیسے حالات کیے انھون نے تیرا شکر کس طرح ادا کیا اللہ جل شانہ نے
ارشاد فرمایا کہ اسنے ان تمام باتون کو میری ہی طرف سے جانا یہی جاننا اسکی شکر گزاری تھی اس سے ظاہر ہوا کہ شکر گزاری مین
ضرور ہے کہ سب نعمتون کو خدا کیطرف سے جانے اور اگر اس مین کچھ شک کریگا تو نہ نعمت کا عارف ہوگا نہ منعم کا اسی لیے
انسان کو چاہیے کہ صرف منعم ظاہری ہی پر نہ بھولے اسکے سوا کا بھی دھیان رکھے ورنہ نقصان علم سے نقصان
حال فرحت ہوگا اور فرح کی حالت کے ناقص ہونے سے عمل ناقص رہیگا۔ امر دوم وہ حال ہے جو اصل معرفت نعمت
سے حاصل ہوتا ہے یعنی منعم سے خوش ہونا اور صورت خضوع اور تواضع کی اسکے ساتھ اختیار کرنی اور یہ بھی جداگانہ شکر ہے
جیساکہ معرفت اکیلی شکر تھی مگر یہ حالت شکر اسوقت مین ہوتی ہے کہ حاوی اپنے مشروط کی ہو اور شرط اسکی یہ ہے کہ خوشی صرف منعم سے
ہو نہ نعمت سے ہو نہ انعام سے اور شاید یہ بات کسی کی سمجھ مین نہ آوے اسلیے اسکے لیے ہم ایک مثال لکھتے ہین کہ مثلاً کوئی بادشاہ
سفر کو نکلا چاہتا ہے اسنے کسی شخص کو گھوڑا انعام مین دیا تو وہ شخص اس گھوڑے کے ملنے سے تین وجہ سے خوش ہو سکتا ہے
صورت اول تو یہ ہے کہ صرف گھوڑے ہی سے خوش ہو کہ یہ مال فائدہ مند ہے اور سواری کے قابل اور اپنی غرض کے موافق
اور نفیس و اصیل ہے پس اس قسم کی خوشی تو وہ شخص کریگا جسکو بادشاہ سے کچھ غرض نہو صرف گھوڑے ہی سے غرض ہو حتے
کہ اگر گھوڑا اسکو جنگل مین ملجاتا تب بھی اتنا ہی خوش ہوتا جتنا اب ہوا دوسری صورت یہ ہے کہ خوشی اسوجہ سے نہو کہ گھوڑا پایا بلکہ اسوجہ
سے ہو کہ بادشاہ کا عنایت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہ کو اس شخص پر نظر عنایت و شفقت ہے اور دل مین فیض منزل شاہی مین
اسکی جگہ ہے یہانتک کہ اگر یہ گھوڑا بادشاہ کے سوا کوئی اور اسکو دیتا یا جنگل مین پھرتا ملجاتا تو ہرگز خوش نہوتا کیونکہ اسکا مطلب
صرف گھوڑا تو نہ تھا بلکہ بادشاہ کے دل مین جگہ کا ہونا مقصود تھا وہ حاصل نہین ہوتا اور گھوڑے کی اسکو چندان ضرورت نہ تھی یا مطلب

اصلی کے سامنے اسکا ملنا ایک امر حقیر سمجھتا ہو تیسری صورت یہ ہو کہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ اسپر سوار ہو کر محنت سفر کو برداشت
کرونگا اور بادشاہ کی خدمت کرونگا تاکہ رتبہ تقرب حاصل ہو اور کیا عجب ہو کہ درجۂ وزارت پر ترقی ہو جاوے یعنی وہ صرف
اسی بات پر قناعت نہ کرے کہ بادشاہ کے دل میں میری اتنی جگہ ہو کہ گھوڑا عنایت فرمایا اسقدر توجہ شاہی کافی ہے بلکہ یہ
چاہتا ہو کہ بادشاہ جو کچھ اپنا مال کسی کو مرحمت کرے وہ میرے ہی ذریعہ سے کرے پھر وزارت کا جو خواہاں ہو تو وزارت بھی مقصود
بالذات نہیں بلکہ اسمیں بھی اسکا مقصود یہ ہو کہ بادشاہ کا دیدار اور قرب منزلت میسر ہو سکے یہانتک کہ اگر اس سے کہا جاوے کہ
خواہ وزیر ہو کر پاس نہ ہو خواہ پاس رہو اور وزارت کے مستحق نہ ہو تو وہ دوسری ہی شق کو اختیار کریگا یہ تین درجے ہوئے پہلے میں سے
اول میں تو معنی شکر پائے ہی نہیں جاتے اسواسطے کہ اس درجے والے کی نظر صرف گھوڑے ہی پر ہو اور اسکی خوشی بھی گھوڑے
ہی کا سا ہو درجے والے سے نہیں اور یہی حال ایسے لوگوں کا ہو جو نعمت پر اسوجہ سے خوش ہوتے ہیں کہ وہ لذیذ اور غرض کے
موافق ہو ایسے لوگ شکر سے بمراحل دور ہیں اور درجۂ دوم اگرچہ معنی شکر میں داخل ہو اور اسکی خوشی منعم کے سامنے پائی جاتی ہو
مگر منعم کی ذات کے اعتبار سے یہ خوشی نہیں بلکہ اس جہت سے ہو کہ عنایت سلطانی کا یقین ہوا جو آئندہ کو انعام کا باعث ہوگی اور یہ
حال ان صلحا کا ہو جو اللہ تعالی کا شکر و عبادت کرتے ہیں اسوجہ سے کہ اسکے عقاب سے خائف اور ثواب کے متوقع ہیں جب
ان دونوں درجوں میں شکر ناقص رہا تو معلوم ہوا کہ شکر کامل کے معنی تیسرے درجے میں پائے جاتے ہیں یعنی بندہ کی خوشی
نعمت الہی پر اس نظر سے ہو کہ اس نعمت کے باعث خدا کا تقرب حاصل کر سکتا ہو اور اسکے جوار رحمت میں فرش ہوکر
مدام دیدار سے مشرف رہ سکتا ہو یہ بہت بڑا مرتبہ ہے اور اسکی پہچان یہ ہو کہ آدمی دنیا کی کسی چیز پر خوش نہ ہو سوا ایسی چیز کے
جو آخرت کی کھیتی اور اسکی معین ہوں اور جو چیز خدا کی یاد سے غافل کرے اور اسکی راہ سے روکے ایسی چیزوں سے رنج کرے
اسواسطے کہ اسکی غرض نعمت سے کچھ یہ نہیں کہ نعمت مذکور لذیذ ہو جیسے [illegible] تیسرے درجے والے کو گھوڑے سے
غرض نہ تھی بلکہ اسکی خوشی اسوجہ سے تھی کہ اسپر سوار ہو کر بادشاہ کے ساتھ رہنا اور ہمیشہ مشاہدہ و قرب سے بہرہ ور ہوتا ہوگا
یہی حال یہاں بھی سمجھنا چاہیے چنانچہ حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ شکر سے غرض دیدار منعم ہے نہ دیدار نعمت اور حضرت ابراہیم خواص
فرماتے ہیں کہ عوام اداے شکر کھانے پینے پوشاک وغیرہ پر کرتے ہیں اور خواص دلوں کے احوال پر اور یہ رتبہ ایسے شخص کو نہیں
معلوم ہو سکتا جو لذات کو منحصر شکم اور شرمگاہ اور اشیاے محسوسہ رنگ اور آواز وغیرہ میں جانتا ہے اور دل کے مزے سے
خالی ہو اسلیے کہ دل تندرستی کیوقت سواے ذکر خدا اور اسکے دیدار و معرفت کے اور کسی چیز سے لذت نہیں پاتا اور غیر چیز سے
جب ہی اسکو مزہ ملتا ہو جب بیمار ہو اور بری عادتوں کا روگ لگتا ہو جیسے بعضے لوگوں کو مٹی کھانے میں مزہ ملتا ہو بعض بیمار شیریں
چیز سے منہ بناتے ہیں اور تلخ کو شیریں جانتے ہیں اسیطرح دل کے مریض کو اچھی بات سے مزہ نہیں ملتا غرضکہ شکر نعمت خداوندی
ایسا چاہیے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسیکو یہ رتبہ میسر نہو تو پھر بفحواے گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است دوسرے درجے کو حاصل
کرے اور پہلا تو کسی گنتی ہی میں نہیں دوسرے اور تیسرے ہی درجے میں بہت فرق ہو درجہ دوم والے کا مطلوب بادشاہ ہو یا بلحاظ کہ گھوڑا

دے اور تیسرے والے کی غرض گھوڑے کا ملنا ہو تاکہ خدمت سلطان کرے دونوں مقصودوں میں فرق زمین و آسمان ہو اسی طرح جو شخص منعم کا طالب اسلیے ہو کہ اسپر انعام کرے اور دوسرا خدا کی نعمتونکا طالب اس لحاظ سے ہو کہ انکے ذریعہ سے مدارج قرب الٰہی حاصل ہوں ان دونوں میں بہت فرق ہے تیسرا امر یہ ہے کہ جو خوشی معرفت منعم سے حاصل ہو تی ہو اسکے موافق عمل کرنا اور یہ عمل قلب اور زبان اور اعضا سب سے متعلق ہے دل سے تو چاہیے کہ خیر کا قصد کرے اور تمام خلق کیلئے دل میں نیت خیر اور بھلائی کا ارادہ خفیہ رکھے اور زبان سے اظہار شکر جیسے الفاظ حمد سے جو شکر پر دال ہوں چاہیے اور دوسرے اعضا سے اسطرح کہ انکو نعمت الٰہی جانکر اسکی طاعت میں لگا دے اور انسے اسکی نافرمانی پر مدد نہ لے مثلاً آنکھوں سے اوسکا شکر یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اسکو چھپا دے اور کانوں کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کسی بھائی کا سنے اسکو افشا نکرے اور زبان کا شکر یہ ہے کہ ایسے الفاظ منہ سے نکلیں جنسے اظہار خدا سے راضی ہونیکا پایا جاوے اسطرح کرنے سے ان خدا کی نعمتونکا شکر ادا ہوتا ہے اور اسیکا حکم بھی ہے چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ آج کیسے ہو اسنے جواب میں عرض کیا کہ خیریت سے ہوں پھر آپ نے ویسے ہی پوچھا اور اس شخص نے وہی جواب عرض کیا تیسری دفعہ جو آپنے پوچھا تو اسنے عرض کیا کہ میں الخیر خدا کی حمد کرتا ہوں اور اسکا شکر گذار ہوں آپ نے فرمایا کہ مجھے یہی منظور رہتا کہ تم یہ کہو اور اکابر سلف آپس میں جو مزاج پرسی کرتے تھے انکا مدعا بھی یہی تھا کہ کسی طرح زبان سے شکر الٰہی نکلے اسمین دو فائدے تھے اول تو شاکر کا مطیع ہونا دوسرے شخص باعث ہوکر شکر کہلایا اسکا مطیع ہونا انکی غرض یہ نہ تھی کہ ظاہر کے اظہار شوق سے ریاکریں اور جس شخص کا حال کوئی پوچھے تو تین حال سے خالی نہیں یا شکر کریگا یا شکایت یا سکوت اول صورت میں مطیع ہوگا اور دوسری صورت اہل دین سے نہایت بری ہوا سلیے کہ شکایت شاہنشاہ کی جسکے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہو ایک کسی بندہ سے جسکو کچھ بھی قابو نہیں نہایت قبیح ہو بندہ کے حال کے شایان یہی ہو کہ اگر مصیبت اور حکم الٰہی پر اچھی طرح صبر نہ کر سکے اور کمزوری کے باعث شکایت ہی کی نوبت پہونچے تو خدا ئے تعالیٰ ہی سے شکایت کرے کیونکہ بلا کا کھینچنے والا اور اسکے ٹالنے پر قدرت رکھنے والا وہی ہے بندہ اگر اپنے مالک کے سامنے ذلیل بنے تو اسکی عزت ہو اور دوسرے سے اسکی شکایت کرنے میں ذلت خصوصاً ایسی صورت میں کہ جو دوسرا بھی اسی جیسا ہو اور کچھ نکر سکتا ہو اس سے شکایت مالک کی نہایت بیجا ہو اسلیے ضرور ہوا کہ ہر حال میں اسی کیطرف رجوع کرے چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم حاصل یہ کہ زبان سے شکر کا کہنا بھی شکر گزاری میں داخل ہے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر ہوے ان میں سے ایک جوان آدمی کچھ عرض کرنے کو اٹھا آپ نے فرمایا کہ اول جو عمر رسیدہ ہو وہ کلام کرے اور پھر اسکے چھوٹے اسی طرح بترتیب گفتگو کرنی چاہیے اسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر ہر ایک بات عمر ہی پر منحصر ہے تو اسلمانوں کا حاکم کوئی ایسا شخص ہوتا جو آپ سے بڑا ہوتا آپ نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ کہنا ہو کہو اسنے عرض کیا کہ ہم کچھ آپ سے مانگنے نہیں آئے نہ خوف باعث آنے کا ہے اسلیے کہ آپکی سخاوت ہمکو گھر بیٹھے پہونچ گئی تو مانگنے کی کیا حاجت اور آپکی عدالت کے سامنے ڈرنے کی کیا

(۱) [illegible] مالک [illegible] روزی کا [illegible] ۱۲ [illegible] سوا [illegible] تمہاری روزی کا [illegible] بیان روزی [illegible]

ضرورت ہم ہو آئے ہیں تو صرف آپ کا شکر ادا کرنے کے لیے آئے ہیں زبان سے ادائے شکر کر کے چلے جاوینگے غرض کہ یہ تینوں
امور مذکورۂ بالا شکر کے معنی کے اصول ہیں کہ انہیں سب سے حقیقت شکر کی حد ہو جاتی ہے اب بعض لوگوں نے جو شکر کی تعریف
کی ہے کہ شکر اسکا نام ہے کہ منعم کی نعمت کا خضوع کے طور پر اقرار کرے اس تعریف میں قول زبانی اور بعض احوال قلب کا لحاظ ہے
اور بعضے نے کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ محسن کا احسان ذکر کر کے اسکی ثنا کرے اس میں صرف عمل زبانی ہی ملحوظ ہے اور بعضے نے کہا ہے کہ شکر
یہ ہے کہ بساط شہود پر معتکف ہو اور حرمت منعم کی ہمیشہ یاد رکھے یہ تعریف اکثر باتوں کو شکر کے شامل ہے اس میں صرف عمل زبان
کا نکلا ہوا ہے اور حمدون قصار کا قول اس باب میں یہ ہے کہ شکر نعمت اسکو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے نفس کو شکر کرنے میں طفیلی جانے
اس میں صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ معانی شکر میں معرفت کو دخل ہے اور حضرت جنید نے تعریف شکر کی ارشاد فرمائی ہے
کہ شاکر اپنے آپ کو نعمت کا قابل نہ تصور کرے اسمیں صرف ایک خاص حال دل کا پایا جاتا ہے ان سب لوگوں کے اقوال سے
انکے احوال معلوم ہوتے ہیں اور چونکہ حالات ہر ایک کے مختلف تھے اسواسطے اقوال بھی مختلف ہیں بلکہ ایک ہی شخص کا قول
دو حالتوں میں دو طرح کا ہوتا تھا اسلیے کہ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جو حالت ان پر غالب ہوتی ہے یا اسکے مجیب ارشاد کیا کرتے ہیں
تاکہ اپنی کام آتا بات میں مصروف رہیں اور کسی بات میں مشغول نہوں خواہ ایسا کلام فرمائیں جو سائل کے حال کے لائق ہو تو
جتنی کی حاجت اسکو دیکھتے ہیں اسیقدر اسکے فرماتے ہیں غیر حاجت بیان نہیں فرماتے اسوجہ سے ناظرین کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم جو باتیں ہم
بعض کیوجہ سے لکھتے ہیں یا یہ کہ شکر میں جو تحقیق ہمنے لکھی ہے اسمیں انکا انکار تھا اگر اسکا انکار تو کوئی عاقل نہ کریگا ان کا بیت
باقی الباب یہ کہ لغت کی راہ سے کوئی نزاع کرے کہ لفظ شکر اصل زبان میں ان سب امور پر حاوی ہے یا انہیں یا بعض
معانی ان میں سے مقصود بالذات ہیں اور باقی اسکے لوازم اور توابع میں سے ہیں اور جو تحقیق لغت کا کام ہو اسکی اخیر شامل
کچھ نہیں اسلیے ہمکو بیان لغت بھی کچھ ضروری نہیں معلوم ہوتا ہمکو تو اس کچھ مطلب ہے فقط

تیسرا بیان اس امر کی توضیح میں کہ خدا تعالے کے باب میں شکر کے کیا معنی ہیں شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ شکر ایسی جگہ متصور
ہو سکتا ہے جہاں منعم ہو اور اسکو شکر سے کچھ فائدہ ہو مثلاً بادشاہوں کا شکر جو ہم کرتے ہیں تو کئی طرح سے ہوسکتا ہے اور اسطرح
پر ہیں انکا کچھ نہ کچھ مطلب ہے اول تعریف کرنے سے شکر ہوتا ہے تو اسمیں بادشاہ کا یہ فائدہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں انکی جاہ زیادہ
ہو جاتی ہے اور خلق میں انکا کرم مشہور ہوتا ہے اس شہرت سے آوازہ اور جاہ بڑھ جاتا ہے دوم یہ کہ آدمی خدمت سے شکر کرتے ہیں تو
اس میں انکی بعض اغراض پر اعانت ہو جاتی ہے سوم نوکروں کی صورت سے انکے سامنے کھڑا ہونے سے شکر کرتے ہیں تو اس
سے انکے جتھے کو کثرت ہوتی ہے اور جاہ بھی بڑھتا ہے غرض کہ سبب کوئی نہ کوئی بات اسقسم کی منعم کے لیے ہوتی ہے اور
خدا تعالی کے باب میں اس امر کا ہونا دو وجہ سے محال ہے اول تو یہ کہ خدا تعالی سب اغراض اور مطلبوں سے پاک
ہے اسکو حاجت خدمت اور اعانت اور زیادتی جاہ و حشمت اور کثرت نوکر چاکر کی نہیں اسکے سامنے رکوع سجدہ کرنے میں
تو اس صورت میں ہمارا شکر کرنا خدا کے واسطے ایسی طرح کا ہے کہ اسکو کچھ بہرہ اس میں نہوا ایسا ہے جیسا کسی بادشاہ منعم کے شکر

دے اور تیسرے والے کی غرض گھوڑے کا ملنا ہے تاکہ خدمت سلطان کرے دونون مقصودون مین فرق زمین و آسمان ہے اسی طرح جو شخص اللہ کا طالب اسلیے ہے کہ اسپر انعام کرے اور دوسرا خدا کی نعمتوں کا طالب اس لحاظ سے ہے کہ انکے ذریعے سے مدارج قرب الٰہی حاصل ہون ان دونون مین بہت فرق ہے تیسرا امر یہ ہے کہ جو خوشی معرفت منعم سے حاصل ہوئی ہے اسکے موافق عمل کرنا اور یہ عمل قلب اور زبان اور اعضا سب سے متعلق ہے دل سے تو یہ چاہیے کہ خیر کا قصد کرے اور تمام خلق کے حق مین نیت خیر اور سلوک کا ارادہ خفیہ رکھے اور زبان سے اظہار شکر خدا ایسے الفاظ حمد سے جو شکر پر دال ہون چاہیے اور دوسرے اعضا سے اسطرح کہ انکو نعمت الٰہی جانکر اسکی طاعت مین لگا دے اور ایسے اسکی نافرمانی پر مدد نہ لے مثلاً آنکھون سے ادا ء شکر یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اسکو چھپا دے اور کانون کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کسی بھائی کا سنے اسکو افشا نکرے اور زبان کا شکر یہ ہے کہ ایسے الفاظ منہ سے نکلین جنسے اظہار خدا سے راضی ہونیکا پایا جاوے اس طرح کرنے سے ان خدا کی نعمتون کا شکر ادا ہوتا ہے اور اسیکا حکم بھی ہے چنانچہ حدیث شریف مین مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ آج کیسے ہو اسنے جواب مین عرض کیا کہ خیریت سے ہون پھر آپ نے ویسے ہی پوچھا اور اس شخص نے وہی جواب عرض کیا تیسری دفعہ جو آپنے پوچھا تو اسنے عرض کیا کہ مع الخیر خدا کی حمد کرتا ہون اور اسکا شکر گذار ہون آپ نے فرمایا کہ مجھے یہی منظور تھا کہ تم یہ کہو اور اکابر سلف آپس مین جو مزاج پرسی کرتے تھے انکا مدعا بھی یہی تھا کہ کسی طرح زبان سے شکر الٰہی نکلے اسمین دو فائدے تھے اول تو شاکر کا مطیع ہونا دوسرے جسنے باعث ہو کر شکر کہلایا اسکا مطیع ہونا انکی غرض یہ نہ تھی کہ ظاہر کے اظہار شوق سے ریا کرین اور جس شخص کا حال کوئی پوچھے تو تین حال سے خالی نہین یا شکر کریگا یا شکایت یا سکوت اول صورت مین مطیع ہوگا اور دوسری صورت اہل دین سے نہایت بری ہے اسلیے کہ شکایت شاہنشاہ کی جسکے قبضۂ قدرت مین سب کچھ ہے اسکے کسی بندہ سے جسکو کچھ بھی قابو نہین نہایت قبیح ہے بندہ کے حال کے شایان یہی ہے کہ اگر مصیبت اور حکم الٰہی پر اچھی طرح صبر نہ کر سکے اور کمزوری کے باعث شکایت ہی کی نوبت پہونچے تو خدا تعالی ہی سے شکایت کرے کیونکہ بلا کا بھیجنے والا اور اسکے ٹالنے پر قدرت رکھنے والا وہی ہے بندہ اگر اپنے مالک کے سامنے ذلیل ہے تو اسکی عزت ہے اور دوسرے سے اسکی شکایت کرنے مین ذلت خصوصاً ایسی صورت مین کہ جسکے روبرو شکایت کی وہ بھی ایسا ہی ہوا اور کچھ نکر سکتا ہو اس سے شکایت مالک کی نہایت بیجا ہے اسلیے ضرور ہوا کہ ہر حال مین اسی کیطرف رجوع کرے چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم حاصل یہ کہ زبان سے شکر کا کہنا بھی شکرگزاری مین داخل ہے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت مین حاضر ہوے ان مین سے ایک جوان آدمی کچھ عرض کرنے کو اٹھا آپنے فرمایا کہ اول جو عمر رسیدہ ہو وہ کلام کرے اور پھر اسکے پیچھے اسی طرح ترتیب سے گفتگو کرنی چاہیے اسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر ہر ایک بات عمر ہی پر منحصر ہوتی تو مسلمانون کا حاکم کوئی ایسا شخص ہوتا جو آپ سے بڑا ہوتا آپ نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ کہنا ہو کہو اسنے عرض کیا کہ ہم کچھ آپ سے مانگنے نہین آئے نہ خوف کے باعث آئے ہین اسلیے کہ آپ کی سخاوت ہمکو گھر بیٹھے پہونچ گئی تو مانگنے کی کیا حاجت اور آپ کی عدالت کے سامنے ڈرنے کی کیا

(۳۶) مالک در موطا و مسلم و ترمذی ... حدیث ... سوا مالک ... روزی ...

ضرورت ہم جو آئے ہیں تو صرف آپ کا شکر ادا کرنے کے لیے آئے ہیں زبان سے ادائے شکر کرکے چلے جاؤ شکر کے غرض کہ یہ تینوں امور مذکورہ بالا شکر کے معنی کے اصول ہیں کہ انسے سب حقیقت شکر کی معلوم ہو جاتی ہے اب بعض لوگوں نے جو شکر کی تعریف کی ہے کہ شکر اسکا نام ہے کہ منعم کی نعمت کا خضوع کے طور پر اقرار کرے اس تعریف میں قول زبانی اور بعض احوال قلب کا لحاظ ہے اور بعضنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ محسن کا احسان ذکر کرکے اسکی ثنا کرے اسمیں صرف عمل زبانی ہی ملحوظ ہے اور بعضنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ بساط شہود پر معتکف ہو اور حرمت منعم کی ہمیشہ یاد رکھے یہ تعریف اکثر باتوں کو شکر کے شامل ہے اسمیں سے صرف عمل زبان کا نکلتا ہے اور حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس باب میں یہ ہے کہ شکر نعمت اسکو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے نفس کو شکر کے بیچ میں طفیلی جانے اسمیں صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ معانی شکر میں معرفت بھی داخل ہے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف شکر کی ارشاد فرمائی ہے کہ شاکر اپنے آپ کو نعمت کا قابل نہ تصور کرے اسمیں صرف ایک خاص حال دل کا پایا جاتا ہے ان سب لوگوں کے اقوال سے انکے احوال معلوم ہوتے ہیں اور چونکہ حالات ہر ایک کے مختلف تھے اسیواسطے اقوال بھی مختلف ہیں بلکہ ایک ہی شخص کا قول دو حالتوں میں دو طرح کا ہوگا اسلیے کہ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جو حالت انپر غالب ہوتی ہے یا تو اسکے موجب ارشاد کیا کرتے ہیں تاکہ اپنی کام آمد بات میں مصروف رہیں اور نکمی بات میں مشغول نہوں خواہ ایسا کلام فرماتے ہیں جو سائل کے حال کے لائق ہو تو بقدر کی حاجت اسکو دیکھتے ہیں اسیقدر کہدیتے ہیں غیر حاجت بیان نہیں فرماتے اسوجہ سے ناظرین کو یہ وہم نہو کہ ہم یہ باتیں انپر طعن کیوجہ سے لکھتے ہیں یا یہ کہ شکر میں جو تحقیق ہمنے لکھی ہے اسمیں انکو انکار تھا بلکہ اسکا انکار تو کوئی عاقل نکر سکیگا ہاں انتہا بیت باقی الباب یہ ہے کہ لغت کی راہ سے کوئی نزاع کرے کہ لفظ شکر اصل زبان میں ان سب امور پر صادق ہے یا نہیں یا بعض معانی ان میں سے مقصود بالذات ہیں اور باقی اسکے لوازم اور توابع میں سے ہیں اور چونکہ تحقیق لغت کا کا مطلق اخیر فائدہ کچھ نہیں اسلیے ہمکو بیان لغت بھی کچھ ضروری نہیں معلوم ہوتا نہ ہمکو اس سے کچھ مطلب فقط

تیسرا بیان اس امر کی توضیح میں کہ خدا تعالےٰ کے باب میں شکر کے کیا معنی ہیں شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ شکر ایسی جگہ متصور ہو سکتا ہے جہاں منعم ہو اور اسکو شکر سے کچھ فائدہ ہو مثلاً بادشاہوں کا شکر جو ہم کرتے ہیں تو کئی طرح سے ہو سکتا ہے اور ہر ایک طرح میں انکا کچھ نہ کچھ مطلب ہے اول تعریف کرنیسے شکر ہوتا ہے تو اسمیں بادشاہ کا یہ فائدہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں انکی جگہ زیادہ ہو جاتی ہے اور خلق میں انکا کرم مشہور ہوتا ہے اس شہرت سے آوازہ اور جاہ بڑھ جاتا ہے دوم یہ کہ آدمی خدمت کا شکر کرتے ہیں تو اسمیں انکی بعض غرضوں پر اعانت ہو جاتی ہے سوم نوکروں کی صورت سے انکے سامنے کھڑا ہونے سے جو شکر کرتے ہیں تو اس سے انکے جتھے کو کثرت ہوتی ہے اور جاہ بھی بڑھتا ہے غرضکہ شکر کے سبب کوئی نہ کوئی بات اسی قسم کی منعم کے لیے ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے باب میں اس امر کا ہونا دو وجہ سے محال ہے اول تو یہ کہ خدا تعالیٰ سب غرضوں اور مطلبوں سے پاک ہے اسکو حاجت خدمت اور اعانت اور زیادتی جاہ و حشمت اور کثرت نوکر چاکر کی نہیں اسکے سامنے رکوع سجدہ کرتے رہیں تو اس صورت میں ہمارا شکر کرنا خدا کے واسطے ایسی طرح کہ اسکو کچھ بہرہ اس میں نہو ایسا ہے جیسا کسی بادشاہ منعم کے شکر

کرنے کے لیے ہم اپنے گھر دن میں آکر سو بار رکوع اور سجدہ کریں کیونکہ یہ اشیا ایسی ہی ہیں جنمیں اس بادشاہ کو کچھ بہرہ نہیں
اسلیے کہ اسکو کچھ علم غیب نہیں کہ ہمارا حال جان لے اور خداوند کریم کو نہ بایکے کسی فعل میں سے کچھ بہرہ اور حظ نہیں اسلیے شکر بھی
اسکے حق میں چاہیے کہ نہو دوسری وجہ یہ کہ جتنے افعال ہم اپنے اختیار سے کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے دوسری نعمت
ہیں کیونکہ ہمارے اعضا اور قدرت اور ارادہ خواہش اور جتنے اسباب ہماری حرکت کے ہیں اور خود حرکت سب کے سب اللہ تعالیٰ
کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور اسکی نعمت ہیں پس اسکی نعمت کا شکر اسی کی نعمت سے کیسے ہو سکتا ہے فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے ہمکو ایک گھوڑا
دیا اور ہمنے ایک دوسری سواری اسی کی لیکر سواری کی یا خود بادشاہ نے دوسرا گھوڑا ابھی ہمیں دیا تو ظاہر ہے کہ دوسرا گھوڑا پہلی عطا کا شکر
نہوگا بلکہ ہمکو اول و دوم دونوں عطاؤں کے شکر کی حاجت رہیگی۔ پھر اس نعمت ثانی کیواسطے اور شکر اگر ہوگا وہ بھی نعمت ہی ہوگی اور اسی طرح
سلسلہ وار کارخانہ رہیگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حق میں ان دونوں وجہوں مذکورہ سے شکر محال ہے ؎ شعر از دست و
زبان کہ برآید * کز عہدہ شکرش بدر آید ** اور ان دونوں باتوں میں ہمکو کچھ شک نہیں کیونکہ شرع سے ان دونوں کا ثبوت پایا جاتا
ہے پس کوئی ایسی سبیل چاہیے جسمیں یہ خرابی بھی لازم نہ آوے اور ادائے شکر بھی ہو اس شبہے کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حضرت داؤد
اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو بھی یہی شبہہ ہوا تھا کہ انھوں نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی ہم تیری نعمت کا شکر کس طرح ادا کریں
کیونکہ جب شکر کرینگے تو تیری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہی سے کرینگے یعنی ہمارا شکر کرنا تیری دوسری نعمت ہوگی جس پر شکر واجب ہو
خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب تمنے یہ جان لیا تو گویا شکر میرا کر چکے اور ایک روایت میں ہے کہ جب تجھکو معلوم ہو گیا کہ نعمت میری ہی
طرف سے ہے تو میں تجھسے شکر کے عوض اسی بات سے خوش ہوں۔ اب اگر یہ کہو کہ سوال حضرت انبیا علیہم السلام کا تو ہم سمجھ گئے مگر
مضمون وحی کے سمجھنے سے ہماری سمجھ قاصر ہے یعنی یہ تو ہم سمجھ گئے کہ خدا تعالیٰ کا شکر کرنا محال ہے اور یہ نہیں سمجھے کہ اس محال ہونے
کو جان لینا شکر کیسے ہو گیا کیونکہ جان لینا بھی ایک نعمت الٰہی ہے وہ کیسے شکر ہو جاویگی ورنہ اسکا حاصل یہ ہوگا کہ جو شکر نہ
کرے وہ شاکر کہلاوے یا جو کوئی بادشاہ کے دست سے دوسری خلعت قبول کرلے وہ خلعت اول کا شکر ہو اگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اگر
اسمیں کوئی راز ہے تو اسکو کسی مثال سے سمجھانا چاہیے کہ یہ بڑی عمدہ چیز ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس بھید کے بیان کرنے سے عارفین کا
جاپہنچتی ہے اور علوم معاملہ سے وہ بڑھکر ہیں انکا بیان ان علوم کے مناسب نہیں تاہم اشارات کے طور پر ہم کچھ مختصر بیان کیے دیتے
ہیں اور وہ یہ ہے کہ اسباب میں دو اعتبار ہیں ایک اعتبار تو صرف توحید و وحدت وجود کا ہے جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر اور
مشکور اور محب اور محبوب ایک ہی چیز ہے اور یہ نظر ایسے لوگوں کی ہے جو جانتے ہیں کہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی موجود نہیں کل
شئ ہالک الا وجہہ انکے دلمیں لکھی ہے اور اس بات کو ہر حال اور ہر زمانہ میں ازلاً اور ابداً سچ جانتے ہیں اور درحقیقت بھی یہی ہونا چاہیے
اسلیے کہ غیر وہ ہوسکتا ہے جسکو بذات خود قیام ہو اور اسطرح کا غیر کوئی موجود نہیں بلکہ اسکا پایا جانا محال ہے کیونکہ وجود حقیقی وہ ہے
جو اپنی ذات سے قائم ہو اور جسکو کہ بذات خود قیام ہی نہو وہ بذات خود موجود بھی نہوگا اور ازانجا کہ اسکا قیام غیر سے ہے تو اسکا وجود
بھی غیر سے ہوگا یہاں تک کہ اگر صرف اسی کی ذات پر لحاظ کریں اور غیر کا دھیان نہ کریں تو اسکو وجود یقیناً نہوگا کیونکہ موجود تو وہی ہے

جسکو اپنی ذات سے قیام ہو اور قائم بالذات اسکو کہتے ہین کہ اگر اسکے غیر کو معدوم فرض کیا جاوے تو اسکے وجود مین کسی طرح کا خلل نہ آوے وہ بدستور قائم رہے پھر اگر اسطرح کا موجود قائم بالذات اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہے تو اس کو قیوم کہتے ہین اور قیوم سواے ذات یکتا کے اور کوئی نہین اور نہو سکتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ سواے حی قیوم کے اور کوئی موجود حقیقۃً نہین اور وہ ذات واحد پاک کی ہو پس جب اس اعتبار سے دیکھو تو معلوم ہوتا ہو کہ سب کا مصدر اور مرجع وہی ذات واحد ہے اسی لیے وہی شاکر ہو اور وہی مشکور اور وہی محب ہو اور وہی محبوب یہی وجہ تھی کہ جب حبیب ابن حبیب نے انا وجدناہ صابراً نعم العبد انہ اواب پڑھا تو فرمایا کہ عجیب بات ہو کہ آپ ہی صبر دیا اور آپ ہی تعریف کی اس مین یہ اشارہ ہے کہ جب اپنی دی ہوئی چیز پر تعریف انکی کی تو گویا اپنی ذات پاک کی تعریف کی اسلیے جسنے ثنا کی اور جسکی ثنا کی وہ ایک ہی ہوا اسیطرح شیخ ابو سعید میہنی نے جب یہ آیت یحبہم ویحبونہ سنی تو فرمایا کہ بیشک انکو چاہتا ہو اور چاہنے بھی دو وہ تو حق پر چاہتا ہو کیونکہ اپنے نفس ہی کو چاہتا ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہی محب اور وہی محبوب ہو اور یہ مقام نہایت اونچا ہو جبتک اسکی کوئی مثال عام فہم نہ کہی جاوے جبتک سمجھ مین نہ آویگا اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ مصنف کی جب اپنی تصنیف محبوب ہو تو واقع مین اپنا نفس محبوب ہو اور صانع جب اپنی صنعت سے محبت رکھتا ہو تو اپنے آپ سے محبت رکھتا ہو اور والد جب اپنے بیٹے سے اس نظر سے محبت رکھتا ہو کہ یہ میرا لڑکا ہو تو واقع مین اپنی ذات سے محبت رکھتا ہو اب جو تامل کرو تو جو چیزین سوا خداے تعالیٰ کے موجود ہین وہ سب خداے تعالیٰ کی تصنیف اور صنعت سے ہین پس ان مین سے اگر کسی کو خداے تعالیٰ محبوب جانے تو یہ محبت صرف اپنی ذات پاک سے ہوگی اور جب اسکو اپنی ہی ذات مقدس کی محبت ہوئی تو ظاہر ہو کہ یہ محبت حق پر ہو غرضکہ یہ حالات چشم توحید سے دیکھنے کی صورت مین ہین اور صوفیہ کرام اس حال کو فناے نفس کہتے ہین یعنی سالک اپنے نفس اور غیر اللہ سے فنا ہوکر سوا خداے تعالیٰ کے اور کچھ نہین دیکھتا اور جس شخص کی فہم مین یہ بات نہین آتی وہ اس حالت کا انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ بھلا جس شخص کا سایہ چار ہاتھ لنبا ہو اور دن بھر مین سیرون روٹیان چٹ کر جاتا ہو وہ فنا کیسے ہو جاتا ہو اور اور باتین جہالت کی کہکر انپر ہنستے ہین اور انکی تقریر کے معانی نہین سمجھتے عارفون کے لیے یہ بھی ضرور ہو کہ جاہلون کے لیے باعث خندہ نہین اور اسی کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین ان الذین اجرموا کانوا من الذین آمنوا یضحکون واذا مروا بہم یتغامزون واذا انقلبوا الی اہلہم انقلبوا فکہین واذا راوہم قالوا ان ہولاء لضالون وما ارسلوا علیہم حافظین پھر فرمایا کہ عارفون کا ہنسنا کل کو ان کے خندہ سے بڑھکر ہے چنانچہ ارشاد ہو فالیوم الذین آمنوا من الکفار یضحکون علی الارائک ینظرون اسیطرح جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے تو انکی امت انسے تمسخر کرتی تھی آپ نے جواب مین ارشاد فرمایا کہ اگر تم ہمسے تمسخر کرتے ہو تو ہم بھی اسکے عوض تمسے تمسخر کرینگے دوسرا اعتبار یہ ہو کہ وجود کیطرف نظر مذکورہ بالا سے نہ دیکھا جاوے یعنی دیکھنے والے کو مقام فناے نفس حاصل نہوا ہو پس جو لوگ اس رتبے پر نہین پہونچے ان کی دو قسمین ہین۔ ایک قسم تو وہ ہو کہ اپنے وجود کے سوا اور کسی کو موجود ہی نہین مانتے اور اس بات کو برا جانتے ہین کہ انکا کوئی معبود ہو ایسے لوگ بالکل اندھے اور دونون آنکھون کے اندھے ہین اندھے

اور الٹے اس جہت سے ہین کہ جو چیز کہ تحقیقاً ثابت تھی یعنی ذات قیوم کہ قائم بالذات ہے اور ہر ایک شخص کے اعمال کا قائم رکھنے والا ہے
اور جتنی چیزین موجود ہین وہ سب اسی کے باعث موجود ہین اسکو نہ مانا اور ان نامعقولون نے اسی پر اقتصار نہ کیا بلکہ اسکے
مقابل مین اپنے نفسون کو قائم بالذات ٹھہرایا اور اگر سوچتے تو معلوم ہوتا کہ ہمکو کچھ قیام نہین نہ وجود انکا وجود اسلیے ہے
کہ دوسرے نے انکو ایجاد فرمایا ہے اپنے آپ سے موجود نہین ہوے اور ظاہر ہے کہ موجود اور ایجاد کی ہوئی چیز مین بہت فرق ہے
اور موجود وہی چیزین ہین یا موجود کیا یا ایجاد کی اشیا جنمین سے موجود حق ہے اور ایجاد کی ہوئی چیزین بذات خود باطل ہین اور موجود
حقیقی قائم اور قیوم ہے اور ایجاد کی چیز ہالک اور فانی یہانتک کہ جب کوئی بھی نہ رہیگا تب ذات پاک ہی رہیگی دوسری قسم کے لوگ
اندھے تو نہین مگر کانے ہین یعنی ایک آنکھ سے وجود موجود حقیقی کا دیکھتے ہین اور اسکے منکر نہین مگر دوسری آنکھ اگر بالکل پھوٹ ہوتی
تو یہ نہین سوجھتا کہ سوائے موجود برحق کے اور سب فانی ہین اسی لیے اللہ تعالی کے ساتھ دوسرے کو بھی موجود ثابت کرتے ہین
یہ لوگ مشرک ہین جیسے کہ اول منکر تھے اور اگر دوسری آنکھ مین کچھ بینائی ہوئی تو چند سے ہوئے تو اس بینائی کے باعث دونون
موجودون مین فرق ثابت کرتے ہین ایک کو رب اور ایک کو بندہ کہتے ہین اور اسقدر تفاوت ثابت کرنے اور دوسرے موجود
کو ناقص سمجھنے سے حد توحید مین داخل ہوجاتے ہین گو پورے موحد نہین ہوتے پھر اگر آنکھ مین سرمہ لگایا جاوے اور چند روز مین
کم ہو تو جتنا نور آنکھ کا بڑھتا جاویگا اتنا ہی وجود ماسوا اللہ کا کم ہوتا جاویگا اور سلوک راہ معرفت مین یہی حال اگر رہا تو کم ہوتے
ہوتے دوسرا وجود محو ہوجاویگا اور خدا کے سوا کچھ نہ سوجھیگا اسوقت پوری توحید کا رتبہ حاصل ہوگا اور جہانتک کہ دوسرے وجود
کو ناقص سمجھا تھا وہ ابتدا اسکی توحید تھی اور ان دونون مرتبون کے درمیان مین درجات بے انتہا ہین اور اسی سے درجات
موحدین کے مختلف ہوتے ہین اور جس سرمہ سے نور بصر زیادہ ہوتا ہے وہ خدا کی کتابین ہین جو اپنے رسولون پر نازل کی
ہین اور پیغمبر سرمہ لگانیوالے ہین کہ سب کو توحید محض کیطرف بلاتے ہین جسکا مضمون لا الہ الا اللہ ہے موحد یہی اس کلمہ طیبہ کے
معنی یہ ہین کہ سوا اسکے خدا تعالی واحد برحق کے اور کچھ نہ دیکھے اور جو لوگ بکمال توحید پر پہونچے ہون وہ بہت کم ہین اور منکر اور
مشرک بھی کم اور یہ دونون توحید کیطرف مقابل کے پرلے سرے پر ہین کیونکہ بت پرستون کا قول تو یہ ہے ما نعبدہم الا لیقربونا
الی اللہ زلفی پس اول کل توحید مین کچھ ضعیف طور پر داخل ہین اور وہ دونون فرقے کسی طرح داخل توحید نہین ہوسکتے اور متوسط
درجے کے لوگ بہت ہین جو نہ موحد کامل ہین نہ مشرک و منکر پھر انمین بعض ایسے ہین کہ کسی حال مین انکی بصیرت کھلجاتی ہے تو بجلی
کیطرح حقائق توحید انپر ظاہر ہوتے ہین مگر انکو قیام نہین ہوتا اور بعضے ایسے ہین کہ انپر یہ حقائق ظاہر ہوکر کچھ ٹھہرتے ہین الا ہمیشہ
نہین رہتے اور دوام اسکا نادر چیز ہے عالی رتبہ کیطرف ہوتے ہین سب کو حد کا ایک مرتبہ ہے جنمین ہوسکے دوام اور ثبات ہے
اور جب خداوند کریم نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو قرب کے لیے حکم فرمایا کہ واسجد واقترب تو آپنے سجدے مین یہ دعا پڑھی اعوذ
بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک اول جملہ اس دعا
کا یعنی اعوذ بعفوک من عقابک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف خدا تعالی کے فعل کو مشاہدہ فرماکر عرض کیا گویا کہ اسوقت

بجز خدا تعالےٰ اور اسکے افعال کے اور کچھ ملاحظہ نہین فرمایا تھا اسلیے اسیکے فعل کی مدد سے اسیکے فعل سے پناہ مانگی پھر اسدرجے
سے ترقی کی اور مشاہدۂ افعال سے فنا ہو کر ان افعال کے مصادر کو مشاہدہ فرمایا یعنی صفات کو تو یہ عرض کیا کہ اعوذ برضاک
من سخطک رضا اور سخط دو نون صفات ہین پھر اسمین بھی نقصان توحید ملاحظہ فرمایا تو اور نزدیک ہوئے اور مشاہدۂ صفات سے
مشاہدۂ ذات پر ترقی فرماکر فرمایا اعوذ بک منک اسمین ذات الٰہی کیطرف گریز ہے کسی فعل وصفت کا لحاظ نہین مگر چونکہ اسمین بھی اتنی
بات تھی کہ اپنے نفس کو گریز کرنیوالا اور پناہ چاہنے والا اور ثنا کو دیکھا تو اسکو بھی خلل انداز توحید سمجھکر اور نزدیک ہوئے اور عرض کیا
لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک پس لا احصی سے تو یہ نکلتا ہے کہ آپ اپنے نفس سے فنا ہو کر اسکے مشاہدے سے
متجاوز ہو گئے اور انت کما اثنیت علی نفسک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ثنا کرنیوالا اور جس کی ثنا کیجاوے وہ ذات واحد ہے
مادح اور ممدوح ایک ہی ہین اور سب ماسوا اسی سے نکلے اور اسی کیطرف مرجع رکھتے ہین اور سوا اسکی ذات کے اور سب
فانی ہین غرضکہ جو مقام کہ موحدین کے لیے انجام کو حاصل ہوتا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی مین حاصل
ہوا یعنی اول ہی اول بجز اللہ تعالےٰ اور اسکے افعال کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اور آپ کا دستور تھا کہ جب ایک رتبہ سے دوسرے
پر ترقی فرماتے تھے تو رتبۂ اول کو بہ نسبت دوم کے بعید اور دوری خدا تعالیٰ سے سمجھتے تھے اسی لحاظ سے کہ پہلے رتبہ
سے استغفار فرماتے اور اسکو اپنے سلوک اور مقام مین نقصان تصور فرماتے اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث
مین انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ اور ستر کے عدد کی تخصیص اسلیے ہے کہ ہر روز آپ
ستر مقام پر ترقی فرماتے تھے جو ایک دوسرے سے اوپر تھے اور انمین جو پہلا مقام تھا وہ اگرچہ خلق کی طاقت کے باہر تھا مگر
چونکہ پچھلے مدارج کی نسبت اسمین نقصان تھا اسی لیے آپ استغفار کیا کرتے تھے اور جب حضرت عائشہؓ نے آپکی خدمت مین عرض
کیا کہ خدا تعالےٰ نے کیا آپکے اگلے پچھلے گناہ معاف نہین فرمائے کہ جو آپ سجدے مین اتنا روتے ہین اور اتنی محنت
فرماتے ہین تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مین بندۂ شاکر نہون اسکے یہ معنی ہین کہ کیا مین طالب زیادہ مقامات کا نہون کیونکہ
شکر سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم اب چونکہ ہم دریاے ناپیدا کنار مکاشفہ
مین جا گھسے اسلیے وہان سے باگ روک کر جو بات علوم معاملہ کے شایان ہے اسکی طرف رجوع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ انبیا
علیہم السلام اس غرض سے بھیجے گئے ہین کہ خلق کو توحید کامل کیطرف جسکا بیان اوپر گذرا بلاوین مگر لوگون کے اس تک
پہونچنے مین بہت سی مسافت اور سخت گھاٹیان ہین اور شریعت تمام و کمال طریق اس مسافت کے چلنے اور ان گھاٹیون
کے طے کرنیکا تبلاتی ہے تو یہ نظر اور یہی مشاہدہ اور مقام کی ہے اس مشاہدے کے اعتبار سے البتہ شکر اور شاکر اور مشکور جدا جدا
معلوم ہوتے ہین۔ اور یہ بات بدون مثال سمجھ مین نہ آویگی اسلیے اسکی مثال سے سمجھنا اسطرح ممکن ہے کہ فرض کرو کہ کسی بادشاہ
نے اپنے کسی غلام کے پاس جو اس سے دور تھا سواری اور لباس اور نقد زاد راہ کے واسطے بھیجا کہ قطع مسافت
کر کے درگاہ سلطانی سے قریب ہو جاوے اور اس قرب کی دو صورتین ہین یا تو بادشاہ کو یہ منظور ہے کہ اگر دربار مین آجاویگا تو کچھ

کام کریگا اور بعض خدمات سے بیفکری ہو جاویگی اور تیسری صورت یہ ہو کہ قرب سے بادشاہ کو کچھ فائدہ نہیں نہ اس غلام کی ضرورت دربار میں ہو نہ اسکے آنے سے سلطنت بڑھے کیونکہ اس سے کوئی ایسی خدمت نہیں ہو سکتی جس سے بادشاہ کو بیفکری ہو جاوے اور نہ اسکے غائب رہنے سے سلطنت ناقص ہو پس اسکو سواری اور زادراہ جو عنایت ہوا تو صرف یہی منظور ہو کہ وہ قریب ہو کر سعادت حضوری سے مشرف ہو اور خود اسکا فائدہ ہو یہ غرض نہیں کہ بادشاہ کو کچھ نفع ہو تو بندوں کو خدا تعالے کی نسبت صورت دوم کے رتبے میں تصور کر لینا چاہیے اول صورت تو خدا تعالی پر محال ہو اسلیے کہ خدا تعالی کو کسی کی طرف کچھ حاجت نہیں اور دوسری صورت محال نہیں۔ پھر یہ جاننا چاہیے کہ پہلی صورت میں نہ صرف سوار ہو کر بادشاہ کے پاس چلے آنے سے شاکر ہو گا جبتک کہ وہ خدمت جو بادشاہ کو اس سے لینی منظور ہو بجا نہ لاوے اور دوسری صورت میں تو بادشاہ کو خدمت کی مطلق پرواہی نہیں مگر پھر بھی شاکر اور کافر ہو سکتا ہو شکر تو اسطرح ہو گا کہ جو چیز بادشاہ نے دی ہو اسکو ایسے مصارف میں لگا دے جو اسکو محبوب ہوں نہ اپنی من مانتی چیزوں میں اور کفر اسطرح ہو کہ جو مالک کو منظور تھا اسی میں استعمال اسکے انعام کا نکیا یعنی یا تو اسکی عطا کو بیکار محض رہنے دیا یا ایسے مصارف میں لگا یا جسنے اسکا بعد زیادہ ہو جاوے پس اگر بادشاہی خلعت پہنا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور زادراہ کو راہ ہی میں خرچ کیا تو آقا کا شاکر ہو گا کیونکہ اسکی نعمت کو اسی کی چاہتی بات میں صرف کیا یعنی جسطرح سرکہ غلام کا نفع اسکو محبوب تھا اسیطرح ان اشیا کا استعمال کیا اور اگر غلام مذکور اسکی سواری پر سوار ہو کر بادشاہ کی سمت سے پشت پھیر کر چلدے اور زیادہ دور ہوتا جاوے تو کافر ہو گا اسلیے کہ اسنے اسکے انعام کو ایسے امور میں خرچ کیا جو اسکے آقا کو اسکے حق میں برے معلوم ہوتے تھے نہ اپنے حق میں اور اگر بیٹھ رہا اور سوار نہوا نہ طلب قرب کی تلاش بعد تب بھی کافر نعمت ہو گا کہ آقا کے انعام کو مہمل و بیکار رکھا مگر بعید ہونے والے کی نسبت یہ کافر کم ہے اسیطرح خداوند کریم نے خلق کو پیدا کیا اور وہ ابتدا پیدایش میں شہوات کے استعمال کے محتاج ہیں تاکہ انکے بدن پورے ہو جاویں اور شہوات کے سبب دربار اعلی سے بعید ہو جاتے ہیں اور انکی سعادت ایسی ہو کہ اس سے قریب رہیں پس انکے لیے ایسی نعمتیں بھی مہیا فرمائیں کہ درجہ قرب کے ملنے کے لیے انکے استعمال پر قادر ہیں اور اسی بعد و قرب کو خدا تعالی نے اسطرح ارشاد فرمایا ہی لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالے کی نعمتیں ایسے آلات ہیں جنسے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کر کے درجہ سعادت قرب الٰہی حاصل کرے اور اس سے نفع بندے ہی کو ہی خدا تعالی کو کچھ نفع نہیں چاہے بندہ قریب ہو چاہے بعید ہو ؎ من نکردم امر تا سودے کنم ؛ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم ؛ اب بندے کو اختیار ہو اگر اسکی نعمتوں کا استعمال طاعت میں کریگا تو شاکر ہو گا کہ مولی کی مرضی کے موافق کام کیا اور اگر اسکی نافرمانی میں استعمال کریگا تو کافر ہو گا کہ جو بات اسکو اسکے لیے منظور نہ تھی اور اسکے حق میں اسکے نزدیک بری تھی وہ اسنے اختیار کی و لا یرضی لعبادہ الکفر خود فرماتا ہی اور اگر ان نعمتوں کو بیکار رکھے نہ اطاعت میں لگاوے نہ معصیت میں تو یہ بھی کفران نعمت ہو کہ نعمت کو تلف کرتا ہو اور جو چیز دنیا میں مخلوق ہوئی ہو وہ اسلیے ہو کہ بندہ اسکے سبب سعادت اخروی تک پہونچے اور قرب الٰہی حاصل کرے اس سے معلوم ہوا

کہ ہر ایک اطاعت کرنیوالا اپنی طاعت کے موجب شکر ان نعمتوں الٰہی کا کرتا ہے جنکو طاعت میں استعمال کیا ہے اور جو کسلمند ہے کہ سرے سے
استعمال ہی نہیں کرتا یا نافرمان ہے کہ انکو طریق بعد میں صرف کرتا ہے وہ ناشکر ہے اور اسکی مرضی کے موافق کام نکرنے میں زیادتی
کرتا ہے غرضکہ طاعت اور معصیت کو دونوں کو مشیت ایزدی شامل حال ہے مگر اچھا معلوم ہوتا اور برا معلوم ہونا مشیت کے علاوہ ہے
یعنی خواہش کی چیز محبوب ہوتی ہے یعنی مکروہ اور اس قصے کے بیان کی آڑ میں تقدیر کا راز ہے جسکے افشا کا حکم نہیں پس تقریر
اعتراض اول جاتا رہا یعنی یہ کہ اگر شاکر بھی مشکور ہے تو شکر کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہوا کہ نعمت الٰہی کو اسکی مرضی کے موافق
استعمال کرنا بھی شکر ہے اور دوسرے اعتراض کا جواب بھی ہو گیا اسلیے کہ شکر سے تو ہماری مراد یہی ہے کہ نعمت الٰہی کو جسطرح اسکو
محبوب ہے اسطرح صرف کرے پس جب نعمت الٰہی اسی کے فعل سے ایسی جگہ صرف ہوئی جو اسکو محبوب بھی تو مراد حاصل ہے اور وہی
کا فعل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے مگر چونکہ محل اس فعل کا انسان ہے اسیواسطے انسان کی ثنا کی جاتی ہے اور ثنا کا ہونا یہ دوسری نعمت خدا کی
ہے انسان پر کیونکہ وہی دیتا ہے اور وہی وصف کرتا ہے اور اسی کے دو کام ہیں سے ایک کام اس بات کا باعث ہوا کہ دوسرا فعل
وجہ محبت میں صرف کیا جاوے تو ہر حال میں اسی کو شکر چاہیے اور انسان کو جو شاکر کہتے ہیں تو اس غرض سے کہتے ہیں کہ وہ محل شکر ہے
نہ اس وجہ سے کہ وہ موجد شکر ہے مثلاً کہا کرتے ہیں کہ انسان عارف یا عالم ہے اسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ عرفان و علم کا موجد ہے
بلکہ یہ مقصود ہوتا ہے کہ عرفان اور علم کا محل ہے حالانکہ انکا وجود آدمی میں قدرت ازلیہ سے ہے وہ خود ایجاد نہیں کر سکتا پھر اسکو
شاکر کہنے سے یہی مطلب ہے کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور کچھ شے اسلیے ہے کہ خالق اشیا نے شے بنا دیا اور اگر خود اپنے جی میں گمان کرے
کہ میں اپنی ذات کے باعث سے چیز ہوا ہوں تو محض ناچیز ہے لیکن اگر اس ذات کے اعتبار سے دیکھیں جسنے کہ اشیا کو شے ہونا
عنایت فرمایا ہے تب تو انسان شے ہے اسلیے کہ اسی نے شے بنایا ہے اور اگر اسکے بنانیکا لحاظ اٹھا دیا جاوے تو واقع میں لاشی ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ رضی نے پوچھا کہ جب سب چیزوں سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہے تو عمل سے کیا فائدہ ہے آپ نے
فرمایا کہ اعملوا فکل میسر لما خلق له اس حدیث سے بھی اشارہ مطلب مذکورہ بالا کیطرف ہے پس ظاہر ہوا کہ خلق اللہ تعالیٰ کی قدرت
کے جاری ہونیکی جگہ اور اس کے افعال کا محل ہے گو خلق خود بھی اسکے افعال ہی میں سے ہے لیکن خدا سے تعالیٰ کا بعض فعل
بعض کا محل ہوتا ہے مثلاً حدیث شریف میں لفظ اعملوا ہر چند زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا مگر افعال الٰہی میں سے ہے وہ بھی
ایک فعل ہے اور اس بات کا سبب ہے کہ خلق کو معلوم ہو جاوے کہ عمل کرنا مفید ہے اب لوگوں کا جاننا بھی ایک خدا کا فعل ہے
اور وہ بھی ایک اور بات کا سبب ہے یعنی علم ہی کے باعث ارادہ پختہ حرکت و طاعت کا پیدا ہوتا ہے پھر ارادہ و شوق بھی
فعل الٰہی ہے اور حرکت اعضا کا سبب ہے اور حرکت اعضا بھی خدا کے افعال میں سے ہے اسیطرح سب باتیں اسکے افعال میں ہیں مگر ایک
دوسرے کا سبب ہوتی ہیں یعنی فعل اول شرط ہوتا ہے دوسرے کی جیسے جسم کا پیدا ہونا عرض کیلیے شرط ہے یعنی عرض پہلے جسم کے
نہیں پیدا ہوتا اور زندگی کا پیدا ہونا علم کی پیدائش کے لیے شرط ہے اور علم کا پیدا ہونا ارادے کی پیدائش کیلیے شرط ہے یہ سب
افعال خدا تعالیٰ کے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے اسی اعتبار سے سبب ہیں انکے سبب ہونے سے یہ مقصود نہیں کہ وہ ایک

یہ حدیث ۱۲ بخاری و مسلم بروایت علی و نقلی عمران بن حصین

دوسرے کے موجد ہین بلکہ یہ غرض ہو کہ خیر کے حاصل ہونے کے لیے شرط ہین کہ اول یہ ہو چکے تو دوسرا امر ہو جیسے زندگی جب ہو جب اول جوہر ہو چکے اور علم کے قبول کی استعداد جب ہو جب پہلے حیات ہولے اور ارادہ اسوقت ہو جسوقت علم پیشتر آ چکے اسطرح اگر آدمی تحقیق کریگا تو جو کہ تتمہ توحید ہم اوپر لکھ آئے اس تک ترقی کر جائیگا۔ اب یہان یہ اعتراض ہو کہ جب ہمارے اختیار مین کچھ نہین سب کچھ خدا تعالیٰ ہی کو اختیار ہو تو ہمکو یون کیون حکم ہوا ہو کہ عمل کرو ورنہ نافرمانی پر عتاب و عقاب ہو گا پھر عتاب کی وجہ کیا ہو **شعر** ناحق ہم مجبورون پر یہ تہمت ہو مختاری کی ؛ چاہتے ہین سو آپ کرین ہین ہمین عبث بدنام کیا ؛ تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ حکم الٰہی ہم مین ایک اعتقاد کے آنے کا سبب ہوتا ہو اور اعتقاد سبب ہو ہیجان خوف کا اور جوش خوف باعث ہو ترک شہوات اور دنیا سے احتراز کا جس سے خدا تعالیٰ مسبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہو یہی ترتیب اسباب مین خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے پس جو شخص کہ ازل مین سعید لکھ گیا ہو اسکے لیے یہ اسباب اسی ترتیب سے میسر ہوتے ہین یہانتک کہ سلسلہ وار اسکو جنت مین پہونچا دیتے ہین اور اسی سے اشارہ ہو حدیث مذکورۂ بالا مین کہ کل میسر لما خلق لہ اور جسکے نام پر نیکی کا قلم ازل مین جاری نہین ہوا وہ کلام خدا اور حدیث مصطفےٰ اور نصائح علما سے دور بھاگتا ہو اور کان نہین دھرتا اور نہ سننے کی جہت سے جانتا نہین اور نہ جاننے کے باعث خوف نہین کرتا اور جب خوف نہین کرتا تو میل دنیا کیسے چھوڑیگا اور جبتک رغبت دنیا نچھوڑیگا تبتک زمرۂ شیطانون مین رہیگا جنکا قرارگاہ دوزخ ہو۔ اس تقریر گذشتہ کو اگر تامل سے دیکھو تو عجیب بات معلوم ہو کہ ایک قوم جنت مین زنجیرون سے کھینچی جاتی ہے اور ایک گروہ دوزخ مین زنجیرون سے کھینچا جاتا ہو یعنی جس شخص کو جنت ملیگی وہ بھی اسکے اسباب کی زنجیرون مین پابند ہو کہ علم اور خوف اسپر مسلط ہین اور جو دوزخی ہے وہ بھی زنجیرون مین پابند ہو کہ اسپر غفلت اور خدا کے عذاب سے نڈر رہنا اور اسی پر مغرور رہنا مسلط ہین غرضکہ متقی تو جنت مین بزور کھینچے جاتے ہین اور مجرم دوزخ مین زبردستی گھسیٹے جاتے ہین اور یہ زبردست سوائے اس ذات واحد قہار کے اور کوئی نہین نہ اسکے سوا کسی کو کچھ قدرت مگر غافلون کی آنکھ پر پردہ ہو جسروز یہ پردہ انکی آنکھ سے دور ہو گا اس روز اس کیفیت کو جو ان کی تون دیکھینگے اور اسوقت سرادقات جلال سے آواز ہو گی لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار ہر چند ملک و سلطنت ہر روز واحد قہار ہی کے لیے ہو کچھ تخصیص اس روز کی نہین لیکن غافلون کو یہ آواز اسی روز سنائی دیگی پس اس ذکر کی تخصیص اسی بات پر مبنی ہو کہ کشف احوال انکو ایسے وقت ہو گا کہ کچھ مفید نہو خدا تعالیٰ جہالت اور غفلت سے بچاوے کہ اصل اسباب ہلاک یہی ہین

چوتھا بیان اس بات کی تمیز مین کہ خدا تعالیٰ کی محبوب چیزین کونسی ہین اور اسکو بری کونسی معلوم ہوتی ہین واضح ہو کہ فعل شکر اور ترک ناشکری بدون پہچاننے خدائے تعالیٰ کی محبوب چیزون کے پورا نہین ہوتا اسلیے کہ شکر کے معنی یہ ہین کہ نعماء الٰہی کو ایسی چیزون مین استعمال کرے جو اسکو محبوب ہون اور کفر یعنی ناشکری کے معنی یہ ہین کہ اُن نعمتون کو یا تو بالکل استعمال ہی نہ کرے یا ایسی چیزون مین کرے جو اسکو بری معلوم ہوتی ہون پھر خدا تعالیٰ کی محبوب اور مکروہ چیزون کے دریافت کے لیے دو مدرک ہین ایک سننا جسکا مستند آیات و احادیث ہین اور دوسرے دل کی بصیرت یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اور یہ پچھلا امر دشوار ہو اور اسمین لحاظ نادر و کمتر پایا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے رسولون کو بھیجا اور انکے باعث خلق پر طریق

(۱) اے لوگو کس کا ملک ہے آج کے دن اسی اللہ کا ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا ۱۲

آسان کر دیا اور اس طریق کی پہچان تمام احکام شرع کے متعلق بافعال عباد جاننے پر موقوف ہے پس جو شخص ان سب افعال میں
احکام شرع سے مطلع نہوگا وہ ہرگز شکر کے عہدے سے بری الذمہ نہوگا۔ رہی دوسری بات یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اسکے معنی ہیں
کہ جو موجود خدا کی مخلوق ہے اسمیں حکمت معلوم کرے کیونکہ دنیا میں کوئی ایسی شئے نہیں جسمیں کچھ حکمت نہو اور اس حکمت سے کچھ مقصود
نہ ہو تو جو مقصود ہر شئے سے ہے وہی خدا تعالی کو محبوب ہے۔ اب اس حکمت کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ حکمت
ظاہر جیسے یہ جاننا کہ آفتاب کی پیدائش میں یہ حکمت ہے کہ اس سے دن اور رات پیدا ہوتے ہیں یعنی دن سے مقصود تحصیل معاش ہے
اور رات سے آرام و چین کا حاصل ہونا کیونکہ سوجھنے کیوقت حرکت ہوسکتی ہے اور اندھیرے کیوقت سکون پیدا ہوتا ہے غرضکہ
آفتاب کی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے جو مذکور ہوئی اور اسکے سوا اسمیں اور بہت سی حکمتیں دقیق ہیں اسیطرح بادل اور مینہ کی حکمت
کو معلوم کرنا ہے کہ اسسے زمین میں طرح طرح کا سبزہ اگتا ہے جو حیوانوں اور انسانوں کی غذا بنتا ہے اور ظاہری حکمتیں جو خلق کی سمجھ میں
آویں خدا تعالی نے بھی ابر و مینہ کی قرآن مجید میں ارشاد فرمادی ہیں وہ حکمتیں جیسے کہ خلق کی فہم قاصر ہو ارشاد نہیں
فرمائیں چنانچہ ارشاد ہے فلینظر الانسان الی طعامه انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فيها حبا وعنبا وقضبا وزيتونا
ونخلا وحدائق غلبا وفاكهة وابا متاعا لكم ولانعامكم اور ستاروں یعنی ثوابت اور سیاروں کی حکمت پوشیدہ ہے کہ اسکو عام
لوگ نہیں جانتے اور جسقدر کہ انکی سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ انسے آسمان کی زینت ہے تاکہ آنکھ انکو دیکھکر لذت پاے اور اسی کی
طرف خدا تعالی نے بھی ارشاد فرمایا ہے اس آیت میں انا زينا السماء الدنيا بزينة الكواكب حاصل یہ کہ تمام اجزا عالم کے خواہ
آسمان ہو یا ستارے یا ہوا یا سمندر یا پہاڑ یا کھان یا روئیدگی یا حیوانات یا اعضاء حیوانات سب کے ہر ایک ذرے میں بہت سی
حکمتیں موجود ہیں ایک سے لیکر ہزار اور دس ہزار تک حکمتیں ہر ذرے میں پائی جاتی ہیں اعضائے حیوانات کی حکمتیں بھی بعضی
ایسی ہیں کہ معروف ہیں جیسے یہ معلوم ہے کہ آنکھ دیکھنے کے لیے ہے پکڑنے کو نہیں ہاتھ گرفت کو ہے چلنے کو نہیں پانوں رفتار کیواسطے
ہے سونگھنے کو نہیں اور علی ہذا القیاس لیکن اعضائے باطنی مثلاً آنتیں اور پتا اور جگر اور گردہ اور رگیں اور پٹھے اور مچھلیاں وغیرہ اور
جو باتیں کہ ان اعضا میں ہیں مثلاً بعضوں میں خلو ہے اور بعضوں میں پیچ ہے بعضے ایک دوسرے میں جال کی طرح ہیں بعضوں کا
رخ اور طرف کو ہے بعضے پتلے ہیں مثلاً بعضے گاڑھے یا اور اسیطرح کے صفات تو انکی حکمتیں سب لوگوں کو معلوم نہیں اور جو لوگ
جانتے ہیں وہ بھی خدا کے علم کی نسبت کرکے کچھ تھوڑا ہی جانتے ہیں چنانچہ خود فرماتا ہے وما اوتيتم من العلم الا قليلا بیان مذکورۂ بالا
سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی چیز کو ایسی وجہ سے استعمال نکریگا جسکے لیے وہ مخلوق ہوئی ہے اور نہ اس طرح پر جو اس سے
مقصود ہے تو وہ اس چیز میں نعمت الٰہی کی ناشکری کریگا مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کو اپنے ہاتھ سے مارا تو اول شخص ہاتھ کی
نعمت کا ناشکر ہوگا اسواسطے کہ ہاتھ اسکو اسی لیے دیے گئے ہیں کہ مضر چیز کو اپنے پاس سے دفع کرے اور مفید چیز کو لیوے اسواسطے
مخلوق نہیں ہوے کہ دوسرے کو انسے ہلاک کرے اور جو شخص کسی غیر محرم کیطرف دیکھیگا وہ آنکھوں کی نعمت میں ناشکر ہوگا اور
نعمت آفتاب کا بھی ناشکر ہوگا کیونکہ سوجھنا انھیں دونوں چیزوں سے ہوتا ہے اور یہ دونوں اسواسطے پیدا ہوئی ہیں کہ اس

ایسی چیزیں دیکھئے جو دین و دنیا میں اسکو مفید ہیں اور جو چیزیں مضر دین و دنیا کی ہوں انسے بچے پس اس شخص نے ان دونوں کو ایسی جگہ استعمال کیا جو انسے مقصود نہ تھا اسوجہ سے کہ مقصود پیدائش خلق اور دنیا اور اسکے اسباب سے یہ ہے کہ تمام لوگ ان اسباب کی استعانت سے خدا تک پہونچیں اور بدون محبت الٰہی اور انس خداوندی کے دنیا میں اور دنیا کے مغالطے سے علیحدہ رہنے کے خدا تک پہونچ نہیں سکتے اور انس بدون ذکر دائمی کے اور محبت بدون ایسی معرفت کے جو دوام فکر سے حاصل ہوتی ہو حاصل نہیں ہوتی اور ذکر اور فکر پر دوام بغیر بدن کی پائداری کے ممکن نہیں اور بدن بے غذا کے باقی نہیں رہتا اور غذا زمین اور پانی اور ہوا کے سوا سے تیار نہیں ہو سکتی اور بدون پیدائش آسمانوں اور زمین اور پیدائش تمام خلق کے اعضا ے ظاہری اور باطنی کے تمام نہیں ہو سکتی اور سب چیزیں بدن کے لیے ہیں اور بدن نفس کی سواری ہے اور خدا کی طرف رجوع کرنیوالا وہی نفس ہے جسنے مدت تک عبادت اور معرفت کر کے اطمینان حاصل کیا ہو اور اسیواسطے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون غرضکہ جو شخص کسی کو ان اشیا میں سے سواے طاعت الٰہی کے اور کسی چیز میں استعمال کریگا تو وہ خدا تعالیٰ کی نعمت کا ان لوازم و اسباب میں ناشکر ہوگا جو ارتکاب معصیت کیلیے ضروری تھے۔ اب خفیہ حکمتوں کی ہم ایک مثال لکھے دیتے ہیں جسمیں بہت خفا نہیں تاکہ آدمی اس سے اور یا تو نیرقیاس کر کے طریق شکر اور ناشکری نعمتوں کا معلوم کر لے پس ہم کہتے ہیں کہ خداے تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ روپیہ اور اشرفی کو پیدا کیا کہ انسے انتظام دنیا قائم ہے اور ہر چند وہ دونوں پتھر ہیں کہ خود انسے کوئی نفع نہیں ہوتا نہ کھانے میں آویں نہ پینے اور پہننے میں مگر خلق کو انکی بدرجہ غایت احتیاج ہے اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو کھانے اور پینے اور لباس اور دوسری حاجات میں بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی حاجت کی چیز سے خود عاجز ہوتا ہے اور بدون حاجت کی چیز اپنے پاس رکھتا ہے مثلاً اسکے پاس زعفران ہے اور اسکو ضرورت سواری کے اونٹ کی ہے اور جسکے پاس اونٹ ہے شاید اسکو اسکی ضرورت نہو اور زعفران کی حاجت ہو تو ان دونوں میں مبادلہ بھی ہونا چاہیے اور مقدار عوض بھی معین ہونی ضرور ہے کیونکہ یہ تو ہوگا نہیں کہ اونٹ کا مالک ہر ایک مقدار زعفران کے بدلے اونٹ حوالہ کر دے اور اونٹ اور زعفران میں کچھ مناسبت بھی نہیں جس سے یہ کہہ سکیں کہ اونٹ کے برابر وزن میں یا صورت میں دینی چاہیے اسی طرح جو شخص کپڑے کے عوض میں گھر مول لیا چاہے یا گھوڑے کے عوض آٹا یا موزے کی عوض غلام لیا چاہے تو ان چیزوں میں کچھ تناسب نہیں اسیلیے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ مبادلے کے اسباب میں مساوات کس طرح ہوگی اور معاملات بند ہو نگے اس وقت کے دور کرنے کیلیے حاجت متوسط چیز کی ہوگی جو ایسی اشیاء غیر متناسب میں حکم مساوات کر سکے کہ اگر اسکی نسبت کر دونوں چیزوں کو دیکھا جاوے تو مساوی غیر مساوی معلوم ہو جاوے نظر برین خداوند کریم نے روپیہ اشرفی کو پیدا فرمایا تاکہ یہ دونوں سب مالوں میں متوسط ہو سکیں اور ان سے مال کا اندازہ ہو سکے مثلاً کہہ سکیں کہ یہ اونٹ سو روپیے کا ہے اور اتنی زعفران سو روپیے کی ہے اور دونوں چونکہ مساوی ایک ہی چیز معین کے ہیں اسلیے آپسمیں مساوی ہیں اور روپے اشرفی سے اسلیے مساوات ممکن ہوئی کہ انسے خود سے کوئی غرض متعلق نہیں اور اگر یہ بھی کسی کام خورد و نوش وغیرہ میں آتے تو جس مطلب کے ہوتے اسی مطلب والے کے حق میں انکو ترجیح ہوتی دوسرے کے

حق مین نہوتی اور انتظام نہوتا۔ پس جبکہ اللہ تعالی نے انکو اسواسطے پیدا کیا کہ یہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین جاوین اور اموال غیر تمنا سبہ کے درمیان مساوات پیدا کرین اور یہ حکمت بھی انمین رکھی کہ انسے تمام اشیا حاصل ہوسکین کیونکہ یہ دونون محبوب ہین اور انکی ذات سے کوئی غرض نہین نکلتی اور انکی نسبت سب مالون کیطرف ایکسی ہی ہے تو ان دونونکا مالک ہونا گویا تمام چیزون کا مالک ہونا ہے ایسا نہین جیسا کوئی کپڑے کا مالک ہو کیونکہ اسکے پاس صرف کپڑا ہی ہے اگر مثلاً اسکو حاجت کھانے کی ہو تو شاید کوئی کپڑے کی عوض نہ دے اسلیے کہ جس سے کھانا لیا چاہتا ہے شاید اسکو حاجت کپڑے کی نہو بلکہ سواری کی ضرورت ہو تو ایسی چیز کی حاجت ہوتی کہ ظاہر مین تو کچھ نہو اور باطن مین سب کچھ ہو اور جب کوئی ایسی چیز ہوتی ہے کہ ظاہر مین اس کی صورت خاص نہین ہوتی تو اسکی نسبت مختلف چیزون کی طرف یکسان ہوتی ہے مثلاً آئینہ مین کوئی خاص رنگ نہین ہوتا مگر ہر ایک رنگ اسمین آسکتا ہے اسیطرح نقد روپیہ اشرفی بھی بظاہر کسی مطلب کی نہین مگر ان کے ذریعہ سے ہر ایک مطلب نکل سکتا ہے جیسے حرف کہ بذات خود اسکے معنی مستقل نہین ہوتے مگر اسکے وسیلے سے اور کلمات مین معنی ظاہر ہوتے ہین بغرضکہ روپیہ اشرفی کا ذریعہ حصول اغراض ہونا دوسری حکمت ہے اور ان دونون مین اور بھی بہت سی حکمتین ہین جنکا ذکر طول چاہتا ہے اب جو کوئی روپیہ اشرفی مین وہ بات کرے جو انکے لائق نہو بلکہ جس مطلب کے لیے پیدا ہوے ہین اسکے مخالف ہو تو خدا تعالی کی نعمت کا ان دونون مین ناشکر ہوگا مثلاً جو کوئی انکو داب رکھے تو انکے ساتھ ناانصافی کریگا اور جس حکمت کے لیے یہ پیدا ہوے ہین اسکو بیکار کریگا اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسلمانون کے حاکم کو قید کرلے کہ قید کے مارے وہ حکم نہ کرسکے اسیطرح روپیہ اشرفی بھی مساوات اموال کیلیے حاکم ہین جو انکو گاڑ رکھیگا وہ انکا حکم تلف کریگا اور جو غرض و مقصود انسے تھی وہ حاصل نہوگی اور روپیہ اشرفی کسی خاص فرد بشر زید و عمر کیواسطے پیدا نہین ہوے کیونکہ خود انکی ذات سے کسی کی غرض کھانے پینے کی متعلق نہین وہ تو پتھر ہین اسی لیے مخلوق ہوے ہین کہ ایک ہاتھ سے دوسرے مین جاوین اور لوگون کے معاملات مین مساوات کے حاکم رہین یہ حکمتین صفحات موجودات پر قدرتی خط سے منقوش رہتی ہین انمین حرف و آواز نہین نہ آنکھ سے سوجھین بلکہ چشم بصیرت چاہیے جس سے یہ نوشتے معلوم ہون

سعدی — برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ؛ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ؛

اور جو لوگ ان نقوش کے پڑھنے سے عاجز ہین تو انکو حرف اور صورت کے ذریعے سے اپنے رسول مقبول کی زبان سے وہ بات خدا تعالی نے سنا دی جو انکی فہم مین نہ آئی تھی چنانچہ ارشاد فرمایا والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم اور جو شخص چاندی سونے کے برتن بنواوے وہ بھی کافر نعمت ہوگا اور داب رکھنے والے کی نسبت کر اسکا برا حال ہے اسلیے کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حاکم شہر سے نور بافی یا جاروب کشی یا کوئی اور نیچ ذات کا کام لیوے کہ اسکی نسبت قید ہی اسکے حق مین مفید ہے اور چاندی سونے کے برتن بنوانے اسلیے برے ہین کہ برتن صرف چیزون کی حفاظت کیلیے ہوتے ہین اور سیال چیزون کے روکنے مین مستعمل ہین پس اس مطلب کے لیے مٹی اور لوہا اور جست اور تانبا کام مین آسکتے ہین اور چاندی سونے کے قائم مقام ہوسکتے ہین مگر جس مقصود کے لیے چاندی سونا ہین انکے لیے لوہا اور جست وغیرہ کافی نہین اور جسکو یہ حکمت یون نہین معلوم ہوتی اسکو زبان جناب رسالتمآب صلعم سے سنوا دیا

راہ مین سوال کو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی ۱۲

کہ من شرب فی آنیۃ من ذہب او فضۃ فکانما یجرجر فی بطنہ نار جہنم اسیطرح جو شخص کہ روپیہ اشرفی میں معاملہ سود جاری کرے
وہ بھی کافر نعمت اور ظالم ہے اسواسطے کہ یہ دونوں چیزیں وسیلہ دوسری چیزوں کا بنی ہیں اپنی ذات خاص سے فائدے کیلئے
نہیں بنیں تو جو کوئی انھیں میں خود میں تجارت کریگا تو انکو خلاف وضع حکمت مقصود بنا دیگا کیونکہ نقد کو ایسی چیز کے واسطے
لینا جسکے واسطے وہ موضوع نہیں ظلم ہے اور جس شخص کے پاس کپڑا ہے اور نقد نہیں تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکی عوض غذا اور سواری
نہیں لے سکتا کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ غذا اور سواری کپڑے کی عوض نہ ملتی ہو تو خواہ مخواہ وہ کپڑے کو نقد کے عوض بیچیگا تاکہ نقد کے
باعث اپنے مقصود پر پہونچ سکے اسلیے کہ نقد حصول اغراض کا ذریعہ ہوتا ہے اسکی ذات سے کچھ غرض نہیں ہوتی اسکا حال ایسا
ہے جیسا حرف کا کلام میں جسکی تعریف نحو والے کہتے ہیں کہ حرف وہ ہے جو ایسے معنوں کیلیے آوے جو غیر میں ہوں یا نقد کو اموال
میں مثل آئینے کے رنگوں کے لیے سمجھنا چاہیے لیکن جسکے پاس نقد ہے اور اسکو اسکا بیچ ڈالنا دوسرے نقد کے عوض درست ہے
اور اپنا کاروبار اسی پر منحصر کرے تو نقد اسی کی قید میں رہیگا اور گویا اسنے کے برابر ہو جاویگا اور حاکم کا قید کرنا یا قاصد کا
محبوس رکھنا داخل ظلم ہے اور نقد کو بدلے نقد کے بیچنے کے یہی معنی ہیں کہ اسکے جمع کرنے کیلیے مقصود ٹھہرا لے اور یہ صاف
ناانصافی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ پھر اشرفی بھنانے اور روپیہ سے اشرفی مول لینی اور روپیہ کے عوض ویسا ہی اور لینا کیوں
درست ہوئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نقد سے جدا جدا مطلب نکلتا ہے ایک کا کام دوسرے سے نہیں نکلتا مثلاً
اشرفی کے اگر روپے کیے جاویں تو بہت سے اغراض کا وسیلہ ہو سکتے ہیں اور تھوڑا تھوڑا کرنے کے سب حاجات پوری ہو سکتی ہیں
ورنہ ایک ہی حاجت میں اشرفی رک جاویگی غرض جو کام اشرفی سے نکلتا ہے وہ روپیہ سے نہیں اور جو روپیہ سے مقصود ہے وہ اشرفی
سے نہیں پس اگر اسکے مبادلہ سے منع کیا جاوے تو مقصود خاطر میں خلل ہوگا یعنی باسانی بذریعہ دوسری چیز کے حاصل ہونیکا نہ رہیگا
اور ایک روپیہ کی بیع اسی جیسے روپیہ سے اسلیے درست ہے کہ اسمیں کسی عاقل کو رغبت نہیں ہوتی نہ کوئی تاجر اسمیں مشغول ہو اسلیے
کہ یہ حرکت لغو ہے اور ایسی ہے جیسے کوئی روپیہ زمین پر رکھکر پھر اٹھا لے اب ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اپنی اوقات اسمیں ضائع نکریگا کہ روپیہ
زمین پر رکھکر جوں کا توں اٹھا لیا کرے پس جس شے کیطرف نفسوں کو شوق نہیں اس سے ہم منع بھی نہیں کرتے مگر اس صورت میں کہ ایک
کھرا ہو اور ایک کھوٹا گو یہ بات بھی چلتی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ کھرے روپیہ والا اپنے اچھے روپے کو دیکر اسکے برابر لینے پر کیوں
راضی ہوگا اور ان میں معاملہ بننے کی کیا صورت ہے اور اگر وہ کچھ بٹا مانگیگا تو یہ مقصود چیز ہے اسمیں بیشک ہم منع کرینگے اور ممکن ہے
کہ روپیہ میں کھرا کھوٹا برابر ہے کیونکہ کھرا اور کھوٹا ان اشیا میں دیکھنا چاہیے جو بذات خود مقصود ہوتی ہیں اور جنمیں ذات سے کچھ غرض
نہو انمیں ایسے باریک تغیرات کا لحاظ نچاہیے اس جا ظلم اس شخص کا ہے جسنے روپیوں کو مختلف بنایا کسی کو کھرا کسی کو کھوٹا یہانتک کہ
وہ بذات خود مقصود ہو گئے حالانکہ چاہیے یوں تھا کہ مقصود نہوتے۔ اور روپیہ کی بیع روپیہ کی عوض نسیہ اسواسطے ناجائز ہے کہ
اسپر وہی شخص اقدام کریگا جسکو کچھ مسامحت احسان کرنے میں منظور ہو تو قرض دینے کی صورت میں اس بیع کی کچھ حاجت نہیں رہتی اور
قرض کی فضیلت بھی زیادہ ہے تو ایسی ہی بات نہ کرے جسمیں مقصود احسان بھی نکلے اور ثواب بھی ہو اور بیع کی صورت میں نہ حمد ہے نہ

۱۴۴ جو شخص چاندی سونے کے برتنوں میں پیتا ہے گویا وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ

تو اب اسلیے وہ داخل ظلم ہو کیونکہ اس مین مسامحت خاص کا معاوضہ کے پیرایہ مین برپا کرنا ہو اسیطرح غلے اسلیے پیدا ہوے کہ انسے
غذا بین اور دوائین ہو سکین تو انکو انکی جہت مقصود سے پھیرنا نچاہیے اگر ان مین باب تجارت مفتوح کیا جاوے تو انکا ہاتھون
مین قید کر دینا لازم آویگا اور رکھنا جو انسے مقصود ہو وہ موخر پڑ جاویگا اور چونکہ غلے کھانے ہی کیلیے پیدا ہوے ہین اور غذا کیطرف
حاجت سخت ہو اسلیے ضرور ہوا کہ جسکو غلے کی احتیاج نہو اسکے قبضے سے غلہ نکال لیا جاوے اور غلے کا کاروبار وہی کرے جسکو اسکی
حاجت ہو اسواسطے کہ جسکے پاس غلہ ہو وہ اسکو کھا کیون نہین لیتا اگر حاجتمند ہو اور سرمایۂ تجارت کیون کرتا ہو اور اگر سرمایہ تجارت
کرتا ہو تو جو شخص سواے غلے کے کسی اور چیز کے بدلے مین جسکی ضرورت اسکو ہو بیچڈالنا چاہیے لیکن جو شخص غلہ کا طالب ویسے
ہی غلے کے عوض مین ہو تو وہ غلے کا محتاج نہین بلکہ صرف روکنا غلہ کا چاہتا ہو اسیواسطے شرع مین محتکر یعنی غلے کے جمع کرنے
والے پر لعنت وارد ہو اور اس باب مین اور بھی سخت سخت وعیدین ہین جنکو ہمنے باب آداب کسب مین لکھا ہو ہان جو گیہون کے عوض
بیچے وہ معذور ہو کیونکہ جو غرض ایک سے نکلتی ہو وہ دوسرے سے نہین نکلتی اور جو شخص گیہون کا پیمانہ اسی کے پیمانہ کی عوض بیچے
تو وہ شخص معذور نہین بلکہ حرکت لغو کرنیوالا ہو اسی لیے اسکے منع کی ضرورت نہین کہ نفس ایسی باتون کو خود گوارا نہین کرتا جبتک
کہ اچھے ہونے مین فرق نہ ہو اور اگر اچھے اور برے کا مقابلہ ہوگا تو اچھے والا اتنے ہی برے لینے پر کیون راضی ہوگا
لیکن اچھے کا ایک پیمانہ دے کر برے کے دو پیمانے لینے کو مقصود بالذات ہو سکتے ہین لیکن از انجا کہ غذا ضروری چیز ہے
اور اصل فائدے مین اچھا برا غلہ برابر ہو صرف لذت کی راہ سے علیحدہ ہو اسی لیے شارع نے غرض لذت کو ایسی چیزین سے
جو باعث قوام انسان ہو اڑا دیا یہی حکمت شرعی سود کے حرام ہونے کی ہو اور یہ حکمت فن فقہ سے اعراض کرنے کے بعد
سوجھی تو اسکو بھی فقہیات مین شامل کیے دیتے ہین کیونکہ جتنی باتین ہمنے خلافیات مین لکھی ہین ان سب مین قوی تر ہو اور اسی سے
مذہب امام شافعیؒ کا غلبہ ربا کے باب مین پایا جاتا ہو کہ انھون نے تخصیص غلے کی کی ہے یہ نہین کہ جو چیز کیلی ہو
اسمین ربا ہو ورنہ اگر چونہ مثلاً ربائی چیزون مین داخل ہو تو کپڑے اور چارپا بطریق اولی داخل ہونگے اور اگر حدیث شریف مین نمک
مذکور ہی نہوتا تو مذہب امام مالکؒ کا سب مذاہب مین درست ہوتا کہ انھون نے ربا کے لیے تخصیص قوت کی لگائی ہے لیکن
جن معنون کی شرع رعایت کرتی ہو انکا کسی تعریف و حد سے منضبط ہونا ضرور ہو اور اسجگہ قوت سے حد مقرر کرنی ممکن ہے اور
طعام سے بھی تو شرع نے جنس مطعوم سے حد کرنی ایسی اشیا جنکے لیے لقا ضروری ہو مناسب سمجھی اور شرع کا حد مقرر کرنا کبھی
ایسے اطراف کو محیط ہوتا ہو جنمین اصل معنی جو باعث حکم ہوتے ہین قوی نہین ہوتے مگر ضرورت کے باعث اسیطرح حد کر دیجاتی ہو
ورنہ درصورت حد مقرر نہونے کے خلق کو اصل معنی کے اتباع مین بڑی حیرانی پڑتی کہ ایک ہی حکم احوال اور اشخاص کے
مختلف ہونیسے متعدد ہو جاتا ہو گو کیسا ہی قوی ہو اسلیے حد مقرر کرنی ضروری ہو اسی جہت سے خدا تعالی فرماتا ہے ومن یتعد
حدود اللہ فقد ظلم نفسہ اور یہ بھی وجہ ہو کہ اصل حکم مین تو اختلاف شریعتون کا ہوتا نہین بلکہ اختلاف حد مقرر کرنے کی صورتون
مین ہوتا ہو مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت مین شراب کی حرمت کی حد نشہ ہے اور تو جسقدر سے نشہ نہو وہ حد حرمت

مین داخل ہے اور ہماری شریعت نے اسکی حرکت کیوجہ جنس سکر ٹھہرائی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ تھوڑی سے بہت کی رغبت ہوتی ہے پس قطع مادہ فساد کے لیے تھوڑی بھی حرمت مین داخل ہو گی کہ حد مین داخل ہے یعنی جنس نشہ آور ہے جسطرح کہ اصل حرمت حکمت اصلی کے باعث تھی یہ حکمت خفیہ کی جو تقدیر مین ہے ایک مثال ہے اسی سے شکر نعمت اور ناشکری کو سمجھ لینا چاہیے یعنی جو چیز کہ کسی حکمت کیلیے بنی ہے اسکو اس حکمت سے پھیرنا نہ چاہیے اور یہ بات وہی جانیگا جو حکمت کو جانیگا جسکی شان مین یہ آیت ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور جن دلون مین کہ شہوات کے ڈھیر لگے اور شیطان کے کھیلنے کی جگہ ہین وہ ان حکمتون کے موتیون کے لیے صدف نہین بن سکتے انکے سمجھنے کے لیے اہل عقل ہی ہین اسیلیے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اگر بنی آدم کے دلون پر شیطان نہ گھومتے ہوتے تو وہ آسمان کے ملکوت یعنی اسرار غیب دیکھنے لگتے اور جب یہ مثال معلوم ہو چکی تو اسی پر اپنی حرکت اور سکون اور کلام و سکوت اور ہر فعل صادر کو خیال کر لینا چاہیے کہ وہ بھی یا شکر ہو گا یا ناشکری ان دونون سے سوا کوئی تیسری چیز نہو گی اور ناشکری مین سے بعض کو زبان فقہ جو عوام کی فہمایش کے لیے ہے مکروہ اور بعض کو حرام کہتی ہے حالانکہ اہل دل سب کو حرام جانتے ہین مثلاً اگر کوئی داہنے ہاتھ سے استنجا کرے تو دونون ہاتھون کی نعمت کا ناشکر ہو گا اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کے دو ہاتھ پیدا کیے اور ایک انمین سے زیادہ قوی دوسرے کی نسبت کر دیا تو جو قوی ہے وہ زیادہ تر فضیلت اور شرف کا مستحق ہے اور کمتر کو فضیلت دینی عدل کے خلاف ہے ان اللہ یامر بالعدل واقع ہے پھر جسنے دو ہاتھ دیے اسی نے انسان کو ایسے اعمال کا محتاج کیا جنمین سے بعض شریف ہین مثلاً کلام مجید کا لینا اور بعض کمتر ہین مثلاً نجاست کا دور کرنا پس اگر آدمی قرآن مجید بائین ہاتھ سے لے اور نجاست داہنے ہاتھ سے دھووے تو جو شریف چیز تھی اس سے خسیس کام لیگا اور جس بات کا وہ مستحق تھا اس سے اسکو کم رتبہ پر رکھیگا اور اس سے شریف پر ظلم اور عدل سے عدول پایا جاتا ہے اسیطرح اگر کوئی قبلہ کیطرف کو تھوکے یا پاخانہ پھرتے وقت اسکی طرف کو منہ کرے تو جو نعمت کہ اللہ تعالیٰ نے اطراف اور وسعت عالم مین پیدا کی ہے اسکا ناشکر ہو گا اسیلیے کہ اسنے سمتین جو بنائین تو اسی لیے کہ آدمی اپنی حرکات مین تنگ نہو جدھر چاہے حرکت کرے اور جہات کو ایسی طرح تقسیم کیا کہ بعض طرف مین کچھ شرف نہین رکھا اور بعض مین یہ شرف رکھا کہ اسطرف ایک مکان بنایا جسکو اپنے نفس کیطرف منسوب فرمایا تاکہ آدمی کا دل اسطرف مائل ہو اور جب اپنے پروردگار کی عبادت کرے تو قلب اسی کا مقید رہے اور قلب کے سبب سے تمام بدن سکون اور وقار کے ساتھ اسی طرف مقید رہے اسیطرح افعال کو بھی تقسیم فرمایا کہ بعض افعال شریف ہین جیسے عبادت اور بعض کمتر ہین جیسے قضائے حاجت اور تھوکنا پس جب آدمی قبلہ کیطرف تھوکیگا تو قبلہ پر ظلم ہو گا اور خدا تعالیٰ نے جو نعمت قبلہ کی عبادت کے پورا ہونے کے لیے بنائی ہے اسکا ناشکر ہو گا اسیطرح جب آدمی جوتا پہنے اور شروع بائین پانوں سے کرے تو ناانصافی ہے کیونکہ جوتا پانون کے بچاؤ کے لیے ہے پانون کو اس سے کچھ بہرہ اور حظ ہے اور جتنی چیزین حظ کی ہین انمین اشرف کا لحاظ ضرور ہے اگر لحاظ کریگا تو موافق عدل و حکمت کے ہو گا اور درصورت خلاف کے ظلم اور ناشکری جوتے اور پانون کی ہو گی اور فقہا اس مسئلہ کو اگرچہ مکروہ کہتے ہین مگر عارفین کے

اسے ابو داود ... صفحہ ۳۲ جلد اول باب الصوم ... ۱۲۱

نزدیک گناہ کبیرہ ہے چنانچہ منقول ہے کہ کسی عارف نے بہت سے پیمانے گیہوں کے جمع کیے اور پھر انکو صدقہ کیا کرتے کسی نے انسے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایکبار میں نے جوتا پہلنے میں سہواً بائین سے شروع کر لیا تھا اسلیے میں چاہتا ہوں کہ اسکا تدارک خیرات سے کروں۔ ہان فقیہ کا منصب نہین کہ وہ اسطرح کی باتین کبیرہ لکھ دے اسواسطے کہ اس بیچارے کے ذمے اصلاح عوام کی ہے جنکا درجہ چوپاؤن کے قریب ہے اور عوام ایسے گناہون مین مبتلا ہین کہ انکے سامنے ان ادنی باتون کی کچھ حقیقت ہی نہین مثلاً جو شخص بائین ہاتھ مین پیالہ لیکر شراب پیے اسکو یہ نہ کہینگے کہ اسنے دو وجہ سے حد شرعی سے تجاوز کیا ایک تو شراب پی دوسرے پیالہ بائین ہاتھ مین لیا یا کسی شخص نے اذان جمعہ کے وقت ایک آزاد کی بیع کی تو اسکو یہ کہنا اچھا نہین کہ اسنے مخالفت شرع دو وجہ سے کی اول تو آزاد کی بیع دوسرے اذان کیوقت فروخت کرنا یا جس شخص نے مسجد کی محراب مین قبلہ کیطرف پشت دیکر پاخانہ پھر دیا تو اس سے یہ کہنا برا ہے کہ اسنے پاخانہ پھرنے مین ادب کا لحاظ نہ کیا قبلہ کو دہنی طرف کیون نہ کر لیا غرضکہ گناہ سب کے سب اندھیرے ہین بعضے زیادہ ہین بعضے کم بڑے اندھیرے مین چھوٹا اندھیرا چھپ جاتا ہے مثلاً اگر کوئی غلام اپنے آقا کی چھری بدون اجازت استعمال کرے تو آقا اسکو تنبیہ کریگا لیکن اگر غلام مذکور اس چھری سے اسکے نہایت پیارے لڑکے کو ذبح کر ڈالے تو اس صورت مین آقا کو چھری کے بدون اذن لینے کا کچھ بھی خیال نہوگا نہ اسکے عوض کوئی حکم جداگانہ اور عذاب فرماویگا بلکہ اسی بڑے گناہ قتل کی پاداش اسکو پہونچاویگا حاصل یہ کہ جو آداب و مستحبات کہ اولیا اور انبیا نے انکی مراعات کی ہے اور ہمنے فقہ مین عوام کے حق مین انسے درگذر کی ہے تو اسکی وجہ یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی ورنہ جتنے مکروہات ہین کوئی ایسا ہے جسمین عدل سے عدول اور ناشکری نعمت کی اور نقصان درجہ قرب الٰہی کا نہین ہوا اتنی بات ہے کہ بعض باتین تو صرف نقصان درجہ اور انحطاط منزلت ہی کرتی ہین اور بعضی بالکل حدود قرب سے نکالکر عالم بعد مین جو مسکن و ماوای شیاطین ہے پہونچا دیتی ہین اسیطرح اگر کوئی شخص کسی درخت کی شاخ بدون حاجت کامل اور غرض صحیح کے توڑ لے تو وہ ہاتھ کی نعمت اور پیدائش اشجار کی نعمت کا ناشکر ہوگا ہاتھ کا تو اسوجہ سے کہ ہاتھ لغو کے واسطے نہین بنا بلکہ طاعت کیلیے اور ایسے اعمال کے لیے جو طاعت پر مددگار ہون بنا ہے اور درخت کا اسطرح کہ خدائے تعالی نے اسکو پیدا کیا اور اسکی رگین بنائین اور اسکو پانی پہونچایا اور اسمین قوت غذا لینے اور سبزی کی پیدا کی تاکہ جتنا نشو و نما اسکو ہوتا ہے اتنا بڑھے اور پھر اس سے لوگ منتفع ہون پس نشو و نما کامل کے پہلے توڑ ڈالنا اور کچھ غرض اور نفع لوگون کا اس سے نہونا صریح مخالف مقصود حکمت اور منافی عدل کے ہے البتہ اگر کوئی غرض صحیح ہو تو آدمی کو شاخ کا توڑنا جائز ہے اسلیے کہ درخت اور حیوان آدمی کی اغراض کے فدیہ ہین کیونکہ وہ دونون فانی اور ہلاک ہین پس کمتر کا فنا کرنا کچھ دنون اشرف کے باقی رہنے کیلیے عدل کے قریب ہے اور اس سے بہتر ہے کہ انکو منفعت بیفائدہ برباد کرے اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً منہ ہان اگر باوجود حاجت کے بغیر کے ملک سے توڑیگا تب بھی ظالم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک درخت تو سب بندون کی حاجات کو کافی نہین ہو سکتا تاکہ ایک درخت سے ایک ہی شخص کی حاجت پوری ہوگی اور اگر بے کسی ترجیح کے کسی شخص کی خصوصیت کسی خاص درخت پر کیجاوے تو ظلم ہوگا پس صاحب اختصاص وہ ہے جسنے تخم پیدا کرکے زمین مین بویا اور پانی دیا اور اسکی پرداخت کی تو غیر کی

اور کام میں لگایا تمھارے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں سب اس کی طرف سے ۱۲

نسبت یہ شخص ان افعال کے بجالانے سے زیادہ تر مستحق اس درخت سے فائدہ لینے کا ہے پھر اگر وہ درخت زمین غیر مملوک میں جما ہو اور کسی کے بونے سے نہ اُگا ہو بلکہ خودرو ہو گیا ہو تو اب کسی اور خصوصیت کی حاجت ہے یعنے جسنے اسکو اول لیا ہو وہ اسکا مستحق ہے کہ اول ہونا بھی خصوصیت ایسطرح کی ہے تو قرین عدل یہی ہے کہ وہی اسکا مستحق ہو اور اس ترجیح کو فقہا ملک سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ ملک کہنا صرف مجازی ہے اسلیے کہ شایان ملک وہ شاہنشاہ ہے جو مالک آسمان اور زمین کا ہے بندہ کس طرح مالک ہو سکتا ہے وہ اپنے نفس کا تو مالک ہی نہیں بلکہ خود ملک غیر ہے۔ ہان خلق اللہ کے بندے ہیں اور زمین اسکا دسترخوان ہے صحرا و بیم زمین سفرۂ عام او ست اسنے انکو اجازت دی ہے کہ اس دسترخوان پر سے بقدر حاجت کھاویں جیسے کوئی بادشاہ اپنے غلامون کی دعوت کرے پس اگر ایک شخص لقمہ اپنے ہاتھ میں لے اور اگر انگلیون میں دبا لے اتنے میں ایک اور غلام آوے اور اسکا چھیننا چاہے تو نہو سکیگا نہ اسلیے کہ لینے کے سبب لقمہ غلام اول کی ملک ہو گیا ہے کیونکہ قبضہ اور صاحب قبضہ دونون مملوک ہین بلکہ اسوجہ سے کہ ایک لقمہ سے سب غلامون کی حاجت کو کافی نہین تو عدل اسیکا مقتضی ہے کہ کسی نہ کسی ترجیح اور اختصاص ایک کو ہو جاوے تو وہ لقمہ اسی کے لیے خاص ہو اور قابض ہونا ایسی خصوصیت ہے کہ اول غلام سے متعلق ہو گئی اسی لیے جس غلام مین وہ خصوصیت نہو گی اس لقمے سے منع کیا جاویگا اور پہلے شخص کی مزاحمت نکرنے پاویگا اسی طور پر خدا کا امر بندون مین سمجھنا چاہیے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جو شخص مال دنیاوی زائد از حاجت لیکے گاڑ رکھے اور عباد اللہ کے نہ دے اور انکو اسکی حاجت ہو انکو نہ دیوے تو وہ شخص ظالم ہے اور ان لوگون مین سے ہے جنکی شان مین یہ آیت ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم اور اللہ کا رستہ اسکی طاعت ہے اور خدا کی طاعت مین خلق کا توشہ مال دنیاوی ہے کیونکہ انکے سبب ان کی ضرورت مندفع اور حاجات مرتفع ہوتی ہین ہان یہ بات حکم فقہ کی حد مین داخل نہین اسواسطے حاجات کی مقدار پوشیدہ ہین اور زمانہ آیندہ مین افلاس پر مطلع ہوتے ہین نفوس مختلف ہین اور عمرون کی انتہا معلوم نہین اس لحاظ سے عوام کو اس امر کی تکلیف دینی ایسی ہے جیسے لڑکون سے کہین کہ وقار کے ساتھ رہو کہ سوائے کلام ضروری کے اور کچھ مت بولو حالانکہ وہ اپنے نقصان عقل کے باعث اس حکم کی تعمیل نہین کر سکتے اسلیے ہمنے انپر کھیل کود کا اعتراض بھی چھوڑ دیا اور لڑکون کے لیے جو ہمنے کھیل کود کو مباح کیا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ کھیل کود جائز اور حق ہے اسیطرح عوام کو مال کی حفاظت اور خرچ مین میانہ روی اور دینے مین بقدر زکوٰۃ جو مباح کیا ہے بایں لحاظ کہ ان کی سرشت مین بخل ہے تو اس سے یہ نہ جاننا چاہیے کہ یہ امور نہایت حق ہین اس بخل سرشتی پر خدا تعالیٰ بھی اشارہ فرماتا ہے ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا بلکہ جو بات بے کدورت حق ہے اور اسمین عام کو ظلم نہین عدل ہی عدل ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے بندون مین مال خدا میں سے اسقدر لے جسقدر کہ توشہ سوار کا ہو یعنے ہر ایک بندۂ خدا اپنے بدن کی سواری کا سوار ہے تاکہ حضور مین بادشاہ حقیقی کے پہونچے پس جو شخص حاجت سے سوا مال لے لے اور دوسرے سوار محتاج کو نہ دے وہ ظالم ہوگا اور عدل کا تارک اور مقصود حکمت سے علیحدہ اور اللہ کی نعمت کا ناشکرا اور یہ امر قرآن اور حدیث اور عقل کی رو سے ثابت ہے کہ توشہ کے سوا جسقدر آدمی کے پاس ہوگا وہ دنیا و آخرت مین اسپر وبال ہوگا۔ پس جو شخص تمام اقسام موجودات مین خدا تعالیٰ کی حکمتون کو سمجھتا ہے وہ وظیفہ شکر کے

ادا پر قدرت رکھتا ہی اور اسکا پورا بیان اگر کیا جاوے تو بہت سے دفتر چاہیین اور پھر بھی تھوڑا ہی بیان ہوگا یہان اسقدر
ہمنے اسواسطے لکھدیا تاکہ وجہ صادق ہونے اس آیت کی معلوم ہوجاوے وقلیل من عبادی الشکور اور سبب ابلیس کی خوشی کا
اس اپنے قول سے مفہوم ہووے لا تجد اکثرہم شاکرین تو جو شخص ان سب باتون مذکورہ بالا کو سمجھیگا اسکو معنی اس آیت کے معلوم ہونگے
اور ان سب کے سوا بیان اور بھی امور ہین کہ ان کی انتہا کا تو کیا ذکر ہو مبادی ہی بیان کرنے کے لیے عمر نوح چاہیے اور تفسیر آیت کی
اور معنی لفظی تو ہر ایک شخص جو لغت سے واقف ہو جانتا ہی اور اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہی کہ معنی الفاظ اور تفسیر مین کیا فرق ہوا پس اگر
یہ کہو کہ حاصل تمہاری تقریر کا یہ ہوا کہ خدا تعالی نے ہر شے مین ایک حکمت رکھی ہی اور اسکے تمام ہونیکا باعث بندونکے تصرفات فعال کو
بنایا کہ غایت مراد حکمت انسے حاصل ہو اور بعض افعال کو مانع اس حکمت کے کمال کا بنایا تو جو فعل مقتضائے حکمت کے موافق ہو کہ
اس سے حکمت اپنی مراد و علت غائی کو پہنچ جاوے وہ تو شکر ہے اور جو فعل کہ مخالف ہو اور اسباب کو علت غائی تک پہونچنے
سے روکے وہ ناشکری کا ہی یہ تو سمجھ مین آیا مگر اعتراض ابھی تک باقی ہی وہ یہ ہی کہ بندہ کا فعل جو دو شق کا ہی ایک حکمت کا پورا کرنیوالا اور دوسرا
اسکا مخالف یہ بھی خدا تعالی کا فعل ہی تو بندہ بیچ مین کہان آگیا کہ کبھی شاکر کہلاتا ہی اور کبھی کافر اسکا جواب دینا چاہیے تو جواب
مین ہم کہتے ہین کہ اسکی تحقیق بوجہ کمال کے لیے ایک موج بحر ناپیدا کنار علوم مکاشفہ کی چاہیے اور پہلے ہم کچھ رموز و اشارات کے طور
پر اسکے مبادی لکھ چکے ہین اب بھی ایک عبارت مختصر مین اسکا سب حال اور مطالب لکھے دیتے ہین جو شخص کہ پرندون کی گفتگو سمجھتا ہی
وہ اسکو بھی سمجھیگا اور جو تیز نہین چل سکتا وہ اسکا منکر ہوگا اور یہ تو ممکن ہی نہین کہ ملکوت کی جو بین پرندون کی طرح اڑا پھرے
پس ہم کہتے ہین کہ خدا تعالی کے جلال اور کبریا مین ایک صفت ہی جس سے خلق اور اختراع نکلتا ہی اور یہ صفت ایسی نہین کہ وضع
لغت کی آنکھ اسکو دیکھ سکے اور کسی ایسے لفظ سے اسکو بیان کر دے جس سے کنہ اور حقیقت خاص اسکے جلال کی سمجھی جاوے
اور چونکہ اس صفت کی شان عالی ہی اور واضعین لغت کا رتبہ اس سے کمتر ہے کہ انکی آنکھ اسکے مبادی اشراق پر بھی پڑ سکے
اسی لیے عالم مین اسکے لیے کوئی لفظ نہین جس سے وہ بیان ہو سکے بہین لحاظ واضعین لغت کی آنکھ اسکے نیچے گر گئی جیسے
شپر کی آنکھ سورج کے نور سے پست ہو جاتی ہے کچھ اس جہت سے نہین کہ کوئی قصور نور مین ہوتا ہی بلکہ اس جہت سے کہ خود شپرہ
کی بینائی مین ضعف ہوتا ہی تو جن لوگون نے اس صفت کے جلال کے دیکھنے کے لیے آنکھین کھولین تھین وہ اس بات پر مضطر
ہوئے کہ ہر چند لفظ حقیقی اسکے واسطے ملنا معلوم مگر جو زبان کہ اہل لغت مین مروج ہی اسمین سے کوئی لفظ مجازا بطور استعارہ کے
ایسا مقرر کرنا چاہیے جس سے کچھ بہت ہی ضعیف حال اس حقیقت کی مبادی کا سمجھ مین آوے اسی لیے اسکے واسطے لفظ قدرت
استعارہ کرنے کے باعث ہمکو بھی جرات گفتگو ہوئی اور کہنے لگے کہ خدا تعالی کی ایک صفت قدرت ہی جس سے کہ پیدا کرنا اور
اختراع صادر ہوتا ہی پھر خلقت وجود مین آکر بہت سے اقسام اور صفات خاص مین منقسم ہوتی ہی اور جس صفت سے کہ خلقت
مین یہ انقسام اور اختصاص ہوتا ہی وہ دوسری صفت خدا تعالے کی ہی اور اسکا حال بھی ویسا ہی ہی جیسا پہلی صفت کا گذرا
اسکے لیے بھی حسب ضرورت مذکورہ بالا استعارہ کی حاجت ہوئی اور اسکے لیے لفظ مشیت مقرر کیا اس لفظ مین اس صفت آلہی کا حال ان

لوگون کو جو زبان یعنی حروف و اصوات سے گفتگو کرتے ہین مجملاً مفہوم ہوتا ہے اور مشیت اس صفت کی اصل حقیقت سے اتنا ہی قاصر ہے جیسا کہ لفظ قدرت صفت خلق و اختراع کی کنہ ماہیت سے قاصر تھا۔ پھر جو افعال کہ قدرت سے صادر ہوتے ہین وہ بھی دو قسمون مین منقسم ہوتے ہین ایک وہ کہ منتہی تک جو غایت حکمت ہے اس تک پہنچ جاوین اور ایک وہ کہ غایت کے اسی طرف رہجاوین اور انہین سے ہر ایک کو صفت مشیت کے ساتھ علاقہ ہے کیونکہ انجام تو انکا یہی ہے کہ اختصاصون کے باعث قسمت اور اختلافات کامل ہوجاوین پس جو فعل کہ غایت کو پہونچنے والا ہے اسکے علاقہ کیلیے لفظ محبت کو استعارہ کیا اور جو غایت کے اسطرف توقف کرنیوالا ہے اسکی نسبت کیواسطے لفظ کراہت ٹھہرالیا اور بعضونکا یہ قول ہے کہ یہ دونون وصف مشیت مین داخل ہین مگر نسبت کی روسے ہر ایک مین وہ خاصیت ہے جو مجملاً لفظ محبت اور کراہت سے ارباب لغت و الفاظ کی سمجھ مین آتی ہے پھر بندگان خدا اسی کی خلق و اختراع مین سے ہین انکی بھی دو قسمین ہین ایک وہ کہ مشیت ازلی انکے حق مین اسطور پر ہوئی ہے کہ وہ کام کرین جنسے حکمت اپنی غایت پر پہونچے اور یہ امر انکے حق مین قہراً ہوتا ہے کہ دواعی اور بواعث ویسے ہی انپر مسلط کردیے جاتے ہین اور ایک وہ کہ مشیت ازلی انکے باب مین یون ہوئی ہے کہ انسے ایسے کام لے جو حکمت کو بعض امور مین غایت تک پہونچاوین غرض دونون فریقون کو مشیت کیطرف ایک نسبت خاص ہے جو نسبت کہ فریق ثانی کو ہے اسکا نام رضا ٹھہرالیا ہے اور پہلے فریق کی نسبت کیلیے لفظ غضب استعارہ کیا ہے تو جس شخص پر کہ ازل مین غضب ہوا تھا اس سے وہ فعل ظاہر ہوا کہ اسکے باعث حکمت متوقف ہوئی اور اپنی غایت کو نہ پہونچے اسکو کفران کہنے لگے اور اسکے لیے لعن اور مذمت اضافہ کی گئی اور جس شخص پر کہ ازل مین رضا تھی اس سے وہ فعل سرزد ہوا کہ اس سے حکمت اپنے کمال غایت کو پہونچ گئی اسکو شکر کہنے لگے اور زیادتی رضا کے لیے اسپر خلعت مدح و ثنا کا عنایت ہوا۔ حاصل یہ ہوا کہ جمال بھی خداے تعالیٰ نے دیا اور اسپر ثنا کی اور بدبختی بھی اسی نے دی اور اسکو برا کہا اسکی مثال یہ ہوئی کہ کوئی بادشاہ اپنے غلام کو میل اور کدورت سے صاف کرے اور خلعت فاخرہ اسکے زیب بدن فرماوے اور جب سب طرح کی زینت کرچکے تو اس سے ارشاد کرے کہ او خوبصورت تو کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور تیری صورت کتنی صاف ہے تو حقیقت مین وہ آپ ہی زیبائش دینے والا ہے اور آپ ہی تعریف کرنیوالا ہے اگر واقع مین غور کرو تو وہ اپنی ہی تعریف کرتا ہے غلام صرف بحسب ظاہر ہدف مدح و ثنا ہے اسیطرح ازل مین سب امور کا حال ہے اور اسباب و مسببات کا تسلسل یون ہی چلا آیا ہے جسطرح کہ رب الارباب و مسبب الاسباب نے مقرر کردیا ہے اور یہ امور کچھ اتفاقی نہین بلکہ ارادہ اور حکمت اور حکم محکم اور امر یقینی سے ظہور مین آتے ہین جسکے لیے استعارہ لفظ قضا کا کیا ہے اور کہتے ہین کہ قضا کا حکم مثل پلک جھپکنے کے یا اس سے بھی کمتر مین ہوتا ہے اور اسکے باعث سب کارخانہ اور انتظام جیسے تقدیر مین ہوچکا ہے ہوتا جاتا ہے اور اس ترتیب واقعات کے لیے لفظ قدر ٹھہرالیا ہے پس گویا کہ قضا ایک امر واحد کلی کا نام ہے اور قدر اس تفصیل کے لیے ہوا ہے جو بے نہایت ہوتی چلی جاتی ہے اور بعض فرماتے ہین کہ ان امور مین سے کوئی سی چیز خارج قضا و قدر سے نہین اسی بنا پر بعض عابدین کو یہ وسوسہ ہوا کہ قسمت مقتضی اس تفصیل کی کیون ہوئی اور باوجود اسقدر تفاوت کے تفصیل عدل کیسے بنا ہا اور بعض اشخاص اپنے قصور کی جہت سے اس امر کی اصل ماہیت کے ملاحظے کی تاب نہ رکھتے تھے نہ اسکو بالتفصیل حیطۂ

خیال مین لا سکتے تھے تو جس لجہ مین گھسنے کی انکو طاقت نہ تھی اس سے انکو روک دیا گیا اور مہر خاموشی انکے منہ پر لگ گئی اور حکم ہوا
کہ چپ رہو تم اسواسطے نہین بنے ہو اس دربار کی شان یہ ہو لا یُسئل عما یفعل وہم یُسئلون اور بعضون کے دلون پر جو ایک لمعہ
انوار الٰہی سے پڑا اور پہلے سے انکی سرشت صاف تھی پھر اس پر تو خورشید حقیقت سے تجلی پائی تو انکا نور دوبالا ہو گیا اور اس
نور کبریائی سے اطراف عالم ملکوت کے ان کی نظرون مین چمکنے لگے اور سب چیزون کو انھون نے ویسا ہی جانا جیسے وہ واقع ہین
انکے لیے یہ حکم ہوا کہ خدا تعالی کے آداب سے متادب ہو اور چپ رہو اور جب ذکر تقدیر کا ہو تو زبان بند کرو کیونکہ دیوار کے
بھی کان ہین اور تمہارے پیچھے وہ لوگ ہین جن کو ضعف بصر ہے تم بھی ضعیفون کی سی چال چلو اور آفتاب کے اوپر سے شپرچشمون
کے لیے پردہ مت ہٹاؤ ورنہ وہ ہلاک ہو جاوینگے پس اللہ تعالی کے سے اخلاق اختیار کرو اور اپنے نتہائے اوج سے
آسمان دنیا پر اترو تاکہ تم سے ضعفا انس کرین اور تمہارا نور جو پردے کی آڑ مین ہو اسکی جھلک سے بہرہ یاب ہون جیسے شپرین
بقیہ نور آفتاب اور ستارون کے نور سے شب مین مقتبس ہوتے ہین اور جس زندگی کو انکے وجود اور احوال برداشت کر سکتے ہین
اس سے زیست کرتے ہین گو ویسی زیست انکو میسر نہین جو بھر پور نور آفتاب مین آمدورفت کرنیوالون کی ہوتی ہو اور ایسے
لوگون کے مانند ہو جاؤ جن کی شان مین یہ شعر ہو ؎ شراب پاک پئین تو گرادین اسمین سے بچی کے جام سے ہوتا ہی بہرہ زمین کو نصیبا
غرضکہ ابتدا اور انتہا اس خلق و اختراع کی یون ہوئی ہو جیسے اوپر مذکور ہوا اور اسکو وہی سمجھیگا جو اسکا اہل ہوگا اور جب کوئی اسکا اہل
ہوگا تو آنکھ کھولکر خود دیکھ لیگا اسکو حاجت کسی رہ چلنے والے کی نہین اور اندھا شخص بھی دوسرے کے پیچھے جاسکتا ہو مگر اسکے لیے
ایک حد معین ہو جب راستہ ایسا تنگ ہو کہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہو تو پرند اسپر اڑ سکتا ہو مگر اندھے کو اپنے پیچھے نہین
گھسیٹ سکتا اور جب گذرگاہ کم ہو اور پانی موج زن ہو جاوے کہ بدون شناوری کے اس سے گذرنا دشوار ہو تو ظاہر ہو کہ جو شخص فن
شناوری مین یکتا ہوگا وہ اپنے آپ پار ہو سکتا ہو مگر یہ ضرور نہین کہ ہمیشہ اندھے کو پار اتار سکے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اندھے کو اتار
کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ یہ ایسی باتین ہین کہ جو کوئی انپر سیر کرتا ہو اسکی سیر کو عامہ خلائق کی سیر سے وہ نسبت ہے جو پانی پر چلنے کو
زمین پر چلنے سے ہو اور تیرنا تو آدمی سیکھ بھی سکتا ہو مگر پانی پر چلنا سیکھنے سے نہین آتا بلکہ بزور یقین حاصل ہوتا ہو اور اسی وجہ سے
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین عرض کیا گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو مشہور کرتے ہین کہ پانی پر چلے تھے
آپ نے فرمایا کہ اگر یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ یہ رموز و اشارات ہین محبت اور کراہت اور رضا اور غضب اور شکر
اور کفران کے معنون مین علم معاملہ مین اس سے زیادہ لکھنا شایان نہین۔ خداوند کریم نے لوگون کے سمجھانے کے لیے ایک
مثال کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی لوگون کا عبادت کرنا ہی انکے حق مین غایت حکمت ہو پھر یہ
بتلایا کہ ہمارے دو بندے ہین ایک سے محبت رکھتے ہین اسکا نام جبرئیل و روح القدس اور امین ہو اور وہ اللہ تعالی کے
نزدیک محبوب اور مطاع اور امین اور مکین ہو اور دوسرے سے اسکو بغض ہو جسکا نام ابلیس ہو وہ رانڈہ درگاہ ہو اور قیامت
تک کی مہلت پائے ہوئے ہو پھر راہ راست دکھلانے کو جبرئیل پر حوالہ کرتا ہو قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق اور یلقی الروح

من امر علی من یشاء من عبادہ اور بہکانے کو ابلیس کیطرف منسوب فرماکر ارشاد فرماتا ہے لیضلھم عن سبیلہ اور بہکانا کیا ہے کہ بندون کو
غایت حکمت پر پہونچنے سے روک دینا ہے تو دیکھو کہ اس بہکانے کو کیسے اس بندے کیطرف منسوب کیا جس پر غضب کیا تھا اور راہ
دکھانے کے معنی ہین کہ بندون کو غایت حکمت تک پہونچادینا یہان بھی مقام غور ہے کہ اسکو منسوب اس بندے کیطرف کیا ہے جو اسکا
محبوب تھا۔ اور عادۃ بھی اسکی مثال ہوسکتی ہے فرض کرو کہ کسی بادشاہ کو دو آدمیون کی ضرورت ہے ایک پانی پلانیوالا اور ایک
سینگی لگانیوالا اور جھاڑو دینے والا اور اسکے پاس دو غلام ہین تو وہ جھاڑو اور سینگی کا کام ایسے کو دیگا جو ان دونون مین
بُرا اور کمتر ہوگا اور پانی پلانے کا کام اسکو دیگا جو نہین اچھا اور کامل اور اسکے نزدیک محبوب تر ہوگا۔ اب کوئی یہ نہ کہے کہ
مین جو فعل کرتا ہون وہ میرا ہی ہے اور فعل سے لذت یاب تو مین ہوتا ہون پھر خدا کا فعل کیسے ہوسکتا ہے اسلیے کہ کسی فعل کو اپنی طرف
منسوب کرنا خطا ہے بلکہ خدا تعالی ہی آدمی کا ارادہ پھیر دیتا ہے کہ بُرے فعل کو مخصوص بُرے شخص سے کرنے لگتا ہے اور اچھے فعل کو
اچھے شخص سے یہ بھی تتمہ اسکے عدل کا ہے اسلیے کہ اسکا عدل کبھی تو ایسی باتون سے پورا ہوتا ہے جنمین انسان کو کچھ دخل نہین اور
کبھی انسان ہی مین کامل ہوجاتا ہے کیونکہ وہ بھی منجملہ اسکے افعال کے ہے یعنی اسکا ارادہ اور قدرت اور علم وعمل اور تمام اسباب حرکات
تعیین مین سب اسی کے فعل ہین جنکو اسنے عدل کے ساتھ ایسی ترتیب پر رکھا ہے کہ اس سے افعال معتدلہ سرزد ہوتے ہین مگر چونکہ
آدمی کو اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہین سوجھتا اسلیے اسکو یہی گمان ہے کہ جو کچھ مجھسے دنیا مین ظاہر ہوتا ہے اسکا کوئی سبب عالم غیب وملکوت
سے نہین اور اسواسطے اسکو اپنے نفس کیطرف منسوب کرتا ہے حالانکہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے لڑکا رات کو کٹ پتلیون کا ناچ دیکھتا ہے
کہ وہ پردے کے پیچھے سے نکل نکل کر ناچتی اچھلتی ہین اور طرح طرح کے حرکات کرتی ہین حالانکہ وہ کپڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہین اپنے
آپ سے انکو کچھ حرکت نہین ہوتی بلکہ انمین حرکت تارون خواہ بالون سے ہوتی ہے جو رات کی تاریکی مین نہین سوجھتے اور انکے سرے بازیگر کے ہاتھ مین
ہوتے ہین اور وہ لڑکون کی آنکھ سے چھپا ہوا پردے کے پیچھے رہتا ہے لڑکے خوش ہوتے ہین اور تعجب کرتے ہین اور جانتے ہین کہ پتلیان ہی
ناچتی ہین اور یہی اٹھتی بیٹھتی ہین مگر عقلمند جانتے ہین کہ یہ خود متحرک نہین انکو کوئی اور حرکت دیتا ہے لیکن انکو مفصل معلوم نہین ہوتا کہ
کسطرح حرکت دیتا ہے اور اگر کسی کو تفصیل کچھ معلوم بھی ہوتی ہے تو جیسے بازیگر کو معلوم ہوتی ہے ویسی نہین جانتا اسیطرح دنیا کے لوگون کو
قیاس کرنا چاہیے یہ بھی سوائے علما کے سب لڑکے ہین جب اپنے آپ کو اور اشخاص کو دیکھتے ہین تو گمان کرتے ہین کہ یہی اشخاص حرکت
کرتے ہین اور اس حرکت کو منسوب متحرک کیطرف کرتے ہین اور علما جانتے ہین کہ انکا کوئی حرکت دینے والا ہے یہ خود متحرک نہین مگر کیفیت
حرکت دینے کی نہین جانتے اور اس سے اکثر علما ناواقف ہین مگر عارفین اور علمائے راسخ کو اس حرکت کی کیفیت بھی مشاہدہ ہوتی
ہے یعنی وہ لوگ اپنی تیزی نظر کے باعث دیکھتے ہین کہ مکڑی کے جالے کے سے تار بلکہ اس سے بھی نہایت باریک آسمان سے لٹکے
ہوئے ہین اور زمین والون کے اشخاص مین انکے سر سے لگے ہوئے ہین اور باریکی کے سبب چشم ظاہری سے نہین سوجھتے پھر دیکھتے
ہین کہ ان تارون کے دوسرے سرے دستگیرون مین بندھے ہوئے لٹک رہے ہین اور ان دستگیرون کے قبضے ان فرشتون
کے ہاتھ مین ہین جو آسمانون کو حرکت دیتے ہین اور یہ فرشتے حاملین عرش کی تاک مین مصروف ہین کہ حضرت ربوبیت سے کیا حکم

(ف) اگر اور دونون کو بہکا دے اس کی راہ سے ۱۲

حکم ہوتا ہو تاکہ جس بات کا حکم ہوا سکی نافرمانی ہونے پاوے اور جیسا ارشاد ہو ویسا بجالائین اور ان مشاہدات کو قرآن مجید مین
بھی خداے تعالیٰ نے بیان فرمایا ہو وفی السماء رزقکم وما توعدون اس سے اس کیفیت مرقومۂ بالا کی طرف اشارہ ہو اور آسمانون
کے فرشتون کا قدر اور امر کیواسطے منتظر رہنا بھی مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا ہی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن یتنزل الامر
بینہن لتعلموا ان اللہ علی کل شیئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیئ علما اور یہ وہ باتین ہین کہ انکی تاویل سوا خدا اور راسخین علما کے
اور کوئی نہین جانتا حضرت ابن عباس رض نے علم مین راسخون سے یہ مراد فرمائی ہو کہ ایسے علوم جانتا ہو جنکو خلق کی فہم برداشت نکر سکے
اور جب آپکے سامنے یتنزل الامر بینہن پڑھا گیا تو فرمایا کہ جو کچھ اس آیت کے معنی مجھے معلوم ہین اگر مین بیان کرون تو تم مجھکو
رجم یعنی سنگسار کرو اور ایک روایت مین ہو کہ تم مجھے کافر کہو۔ اللہ اللہ کیا پوچھنا ہی اب کیا تاختم چو عنان کلام قبضۂ اختیار سے
نکلکر مطلب سے بہت دور جا پڑا علم معاملہ مین وہ بات لگگئی جو اسمین شمار نہین ہوتی اسلیے اس بیان کو اسقدر پر تمام کرکے اصل
مقصد جو اول سے بیان کر رہے تھے اسکے درپے ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ جب حقیقت شکر یہ ٹھہری کہ بندہ ایسا عمل کرے جسمین
اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہوجاوے تو سب مین زیادہ جو بندہ شاکر ہوگا وہی اللہ کا محبوب اور اس سے زیادہ نزدیک ہوگا
اور سب سے زیادہ قریب اللہ سے اسکے فرشتے ہین اور انمین بھی ترتیب ہو ہر ایک کا درجہ جدا مقرر ہو اور رتبہ قرب مین سب سے
بڑھکر حضرت اسرافیل علیہ السلام ہین اور فرشتون کے درجے اسوجہ سے اعلیٰ ہین کہ وہ بذات خود کرام اور بررہ ہین اور انکے باعث سے
اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو صالح کیا جو زمین کے پردے پر سب مخلوق سے زیادہ اشرف ہین اور ملائکہ کے رتبے
قریب درجہ انبیا علیہم السلام کا ہو کہ وہ بھی اپنی ذات سے بہتر ہین اور انکے باعث اللہ تعالیٰ نے تمام خلق کو ہدایت کی اور اسنے
اپنی حکمت پوری کی اور انبیا علیہم السلام مین سب سے اعلیٰ رتبہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جنکی ذات پاک سے اللہ تعالیٰ نے
دین کو پورا کیا اور انبیا کو ختم فرمایا اور انبیا کے درجے کے متصل رتبہ علما کا ہو جو وارث انبیا ہین وہ بھی بذات خود اہل صلاح
ہین اور انکے ذریعے سے بھی خدا تعالیٰ ساری خلق کی اصلاح کرتا ہو اور عالمون مین سے ہر ایک کا درجہ اسقدر ہوگا جسقدر کہ
اسنے اپنے نفس اور غیر کی اصلاح کی ہوگی اور علما کے متصل درجہ سلاطین عادل کا ہو اسلیے کہ جیسے علما نے لوگون کے دین کی
اصلاح کی سلاطین نے لوگون کے دنیا کی اصلاح کی۔ اور چونکہ دین اور سلطنت دونون ہمارے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس جمع تھین اسلیے تمام انبیا سے آپ کا رتبہ زیادہ ہوا کیونکہ خداوند کریم نے آپ کے باعث دین و دنیا کی اصلاح کی
حالانکہ تلوار اور سیف پہلے کسی نبی کے لیے نہین ہوئی تھی اور یہونکو تمنا آپکے امتی ہونے کی تھی جیسا مولانا روم حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی مناجات نقل فرماتے ہین ۔ غوطہ دہ موسیٰ خود را در بحار ۔ در میان دورۂ احمد بیار ۔ پھر علما اور سلاطین کے رتبے
کے متصل وہ نیکبخت ہین جنھون نے اپنے ہی دین اور نفس کی اصلاح کی اور اپنے آپ ہی مین حکمت الٰہی کو پورا کیا اور جو انکے سوا ہین وہ کسی
شمار مین نہین بلکہ واضح ہو کہ سلطان سے دین کی تقویت اور بقا ہوتی ہو اسلیے حقیر نجاننا چاہیے گو ظالم و فاسق ہو کیا ہو حضرت عمرو بن عاص
فرماتے ہین کہ امام ظالم فتنہ و فساد دائم سے بہتر ہو اور حدیث شریف مین ہو کہ سیکون بعدی علیکم امراء تعرفون منہم وتنکرون ویفسدون

امیر ونکے لیے اگرچہ باعث صلاح
فرمادیگا وہ بہت ہوگا
پس اگر وہ بھلائی کرین
تو انکو ثواب ہو اور تمپر شکر
اور اگر برائی کرین تو انپر
گناہ ہے اور تمپر صبر ۱۲
ترمذی و بزار برواییت ابن
عمر بالفاظ جدا گانہ اور
با اصلح اللہ بہم اکثر اس
حدیث مین کچھ کو
نہین ملا ۱۲

وما یصلح اللہ بہم اکثر فان احسنوا فلہم الاجر وعلیکم الشکر وان اساؤا فعلیہم الوزر وعلیکم الصبر اور حضرت سہل رح فرماتے ہین کہ جو شخص سلطان کی امت کا منکر ہو وہ کافر ہے اور جسکو بادشاہ بلاوے اور وہ نجاوے وہ بدعتی ہے اور جو اسکے پاس بن بلائے جاوے وہ نادان ہے اور جب انسے کسی نے پوچھا کہ آدمیون مین کون شخص بہتر ہے انھون نے فرمایا کہ سلطان لوگون نے عرض کیا کہ ہم تو سلطان کو سب لوگون سے برا جانتے تھے انھون نے فرمایا کہ ایسا نکہو بیشک اللہ تعالی ہر روز دو باتین انکی دیکھتا ہے ایک تو یہ کہ اسکے باعث مسلمانون کا مال سلامت ہے دوسرے یہ کہ انکو کسی طرح کا فکر و تردد نہین پس یہ دونون باتین اسکے صحیفے مین پاتا ہے اور اسکے سبب گناہ بخشدیتا ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ سیاہ لکڑیان انکے دروازون پر لٹکی ہوئی ستر واعظون سے بہتر ہین جو وعظ کہین یعنے حاکمونکی سیاست وعظ کی نسبت کہین زیادہ مفید ہے۔

دوسرا رکن ارکان شکر مین سے اس چیز کے بیان مین ہے جس پر شکر ہوتا ہے یعنی نعمت کے ذکر مین اور اس رکن مین نعمت کی حقیقت اور اسکے اقسام و درجات کا ذکر ہے اور یہ کہ کس چیز مین نعمت خاص ہے اور کس مین عام اسلیے کہ شمار کرنا خدا کی نعمتون کا اسکے بندون پر انسان کی طاقت سے خارج ہے جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا اسیوجہ سے ہم اول چند امور کلی ذکر کرتے ہین تاکہ وہ قائم مقام قوانین معرفت نعمتون کے ہون پھر ذکر جدا جدا ہر ایک نعمت کا کرینگے واللہ الموفق للصواب اور اس رکن مین تین بیان ہین

بیان اول نعمت کی حقیقت اور اسکے اقسام کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ ہر ایک خیر اور لذت اور سعادت بلکہ ہر ایک مطلوب اور موثر کا نام نعمت کہ سکتے ہین مگر واقع مین نعمت سعادت اخروی ہی کا نام ہے اور اسکے سوا اور ون کو نعمت کہنا یا تو غلط ہے یا بطور مجاز کے ہے مثلاً سعادت دنیاوی جس سے آخرت پر کچھ مدد نہ ملے اسکو نعمت کہتے ہین محض غلط ہے اور کبھی کسی چیز کو نعمت کہنا درست ہوتا ہے مگر نعمت کا اطلاق سعادت اخروی پر درست و صادق تر ہے تو جو سبب کہ سعادت اخروی تک پہونچاوے اور اسپر اعانت کرے خواہ ایک واسطہ سے یا کئی واسطون سے اسکا نام نعمت رکھنا صحیح اور درست ہے اسلیے کہ اسکے باعث نعمت حقیقی ملتی ہے اور جو اسباب فی لذات کہ سعادت اخروی کی معین ہوتی ہین اور جنکا نام نعمت ہے انکی شرح ہم کئی تقسیمون سے کرتے ہین پہلی تقسیم جتنے امور ہین انکو ہم اگر اپنی طرف خیال کرکے دیکھین تو چار طرح کے ہین اول وہ کہ دنیا و آخرت دونون مین نافع ہون جیسے علم اور حسن خلق دوم وہ کہ دونون مین مضر ہون جیسے جہل اور بدخلقی سوم وہ کہ دنیا مین مفید ہون اور آخرت مین مضر جیسے اتباع شہوت سے لذت پانا چہارم وہ کہ دنیا مین مضر ہون اور آخرت مین مفید جیسے شہوات کا استیصال اور نفس کی مخالفت انمین سے اول جو حال و مآل مین نافع ہے وہ تو نعمت حقیقی ہے مثلاً علم اور حسن خلق اور جو دونون مین مضر ہے وہ اسکی ضد ہے اور مصیبت حقیقی ہے اور جو حال کی نافع اور مآل کی مضر ہے وہ ارباب بصیرت اور ذکا کے نزدیک نری مصیبت ہے مگر جاہل اسکو نعمت گمان کرتے ہین اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بھوکا شخص شہد پاوے جسمین زہر ملا ہو تو وہ اگر زہر سے ناواقف ہوگا تو اس شہد کو نعمت جانیگا اور جب واقف ہو جاویگا تو جانیگا کہ یہ میرے حق مین بلا ہے اور جو چیز حال مین مضر اور مآل مین مفید ہے وہ ارباب عقل کے نزدیک نعمت ہے اور جہال کے نزدیک بلا ہے

اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے کڑوی دوا کہ حال مین اسکا ذائقہ برا ہوتا ہی مگر انجام کو ہے کہ دارو ی تلخ دفع مرض کا مضمون ہوتا ہی اور صحت اور تندرستی کا مثمر ہوتا ہی پس لڑکے ناواقف کو اگر ایسی دوا پلائی جاتی ہی تو اسکو وبال جانتا ہی اور عاقل اسکو نعمت تصور کرتا ہی اور جو شخص اسکو وہ دوا تبلاتا ہی یا اسکا سامان مہیا کر دیتا ہی اسکا ممنون و مشکور ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ مادر مشفقہ پچھنے سے اپنے بچے کا خون نہین نکلوا سکنے دیتی اور باپ اسکا خواہان ہوتا ہی کیونکہ باپ اپنی عقل کے کمال سے انجام کو دیکھتا ہی اور مادر کو فرط محبت اور نقصان عقل کے باعث حال ہی پر نظر ہوتی ہی اور لڑکا ناواقفیت کے باعث مان کا ممنون ہوتا ہی اور اسی سے مانوس ہوتا ہی اسکو اپنا شفیق سمجھتا ہی اور باپ کو دشمن تصور کرتا ہی لیکن اگر اسکو عقل ہو تو معلوم کرے کہ مان باطن مین دشمن ہی اور ظاہر مین دوست اسلیے کہ پچھنے سے روک لینا انجام کو ایسے امراض پیدا کریگا جنکی تکلیف خون نکلوانے کی نسبت بہت زیادہ ہوگی علاوہ ازین جاہل دوست عاقل دشمن سے برا ہوتا ہی اور ہر ایک انسان اپنے نفس کا دوست ہی مگر دوست جاہل ہی وجہ ہی کہ اسکے ساتھ ایسا کام کرتا ہی جو دشمن بھی نکریگا یعنی نفس کی خواہشون کو پورا کرتا ہی جو انجام کو نہایت وبال ہوگا دوسری تقسیم واضح ہو کہ دنیا کے جتنے اسباب ہین وہ ایک دوسرے مین ملے جلے ہین بھلائی کے ساتھ برائی ہر ایک مین ملی ہوئی ہی ایسا کم ہی کہ جو اسباب بہتر ہین وہ صاف و پاک ہون مثلاً مال اور اہل اور اولاد اور اقارب اور جاہ اور دوسرے اسباب سب اسیطرح کے ہین مگر انکی تین نوع ہین اول وہ کہ جنکا نفع ضرر کی نسبت زیادہ ہی مثلاً مال اور جاہ اور دوسرے اسباب مین سے بقدر حاجت اور کفایت ہونا دوسرے یہ کہ اکثر لوگون کے حق مین اسکا ضرر نفع کی نسبت زیادہ ہو مثلاً مال کثیر اور بہت سا جاہ تیسرے یہ کہ ضرر و فائدہ دونون مساوی ہون اور یہ وہ باتین ہین کہ لوگون کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہین بہت سے آدمی نیکبخت اسطرح کے ہین کہ اچھے مال سے کہ بہت سا ہو فائدہ اٹھاتے ہین یعنی اللہ کے راستے مین اور خیرات مین اسکو خرچ کرتے ہین تو ایسا مال اگر اس توفیق کے ساتھ آدمی کے پاس ہو تو اسکے حق مین نعمت ہی اور بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہین کہ تھوڑے مال سے ضرر پاتے ہین یعنی ہمیشہ اسکو کم جانتے ہین اور خدا سے شکوہ اور طلب زیادتی کی کیا کرتے ہین تو اسطرح کا مال اس عدم توفیق کے ساتھ اسکے حق مین مصیبت ہی تیسری تقسیم جتنی خیرات یعنی نیک باتین ہین وہ ایک اور اعتبار سے تین قسم کی ہین اول وہ جو بذاتہ مقصود اور محبوب ہون دوسری وہ جو غیر چیز کیلیے محبوب ہون تیسری وہ کہ بذات خود بھی محبوب ہون اور غیر کے حاصل کرنے کی جہت سے بھی مقصود ہون اول کی مثال جیسے دیدار الٰہی کی لذت اور اسکے وصال کی سعادت یعنی سعادت اخروی کہ کبھی منقطع ہی نہوگی اس سعادت کی طلب اسلیے نہین ہوتی کہ یہ ذریعہ کسی دوسری سعادت کے حاصل ہونیکا ہو بلکہ اس کی طلب خود مقصود بالذات ہونے کی جہت سے ہی دوسری وہ کہ اسکو دوسری چیز کے پیدا کرنے کے لیے چاہتے ہین خود اس سے کچھ سروکار نہین جیسے روپیہ اشرفی کہ اگر حاجات اس سے پوری نہوا کرتین تو یہ دونون اور کنکر برابر تھے مگر چونکہ لذات کا ذریعہ ہین اور انکی طرف جلد آدمی کو پہونچا دیتی ہین اسی لیے جہال کے نزدیک روپیہ اشرفی خود ہی محبوب ہو گئے ہین یہانتک کہ انکو جمع کرکے گاڑتے ہین اور ربا کے ساتھ خرچ کرتے ہین اور گمان کرتے ہین کہ مقصود بالذات یہی دونون ہین اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے

(حاشیہ:) عــہ لیکن فی الاصل یکیف ہے ...
عــہ تفعی ...
ترجمہ یہ کہ بیاج کے طور پر اسکا لین دین کرتے ہین یعنی لفظ ربا بیاسے موحدہ بیاج کے معنے مین ہے اور تقدم فا کا صرا فنیہ ہے قتا مل ۱۲ امیر علی

کو چاہتا ہے اور اسکی محبت کے باعث اسکے قاصد کو بھی چاہتا ہے جسکے باعث پیام آپس کے ایک دوسرے کو پہونچتے ہین پھر ہوتے
ہوتے قاصد کے ساتھ اتنی محبت کرے کہ اصل محبوب کو بھول جاوے اور عمر بھر اس سے روگردان ہی رہے اور ہمیشہ قاصد کی
خبرگیری اور رعایت اور شفقت کیا کرے حالانکہ یہ نہایت جہالت اور گمراہی ہے تیسرے وہ کہ بذاتہ اور لغیرہ دونون ہو مثلاً صحت
اور سلامتی کہ انسان اسلیے چاہتا ہے کہ اسکے باعث مشغول بندگی و فکر ہو سکے جس سے دیدار الٰہی ملتا ہے یا کہ لذات دنیاوی تمام کمال
کے حاصل ہونیکا ذریعہ ہوتی ہے اسلیے چاہتا ہے لیکن بعض اوقات صحت فی نفسہٖ ہی مطلوب ہوتی ہے اس سے غرض نہین کہ وہ دوسری چیز
کے حاصل ہونیکا ذریعہ ہو یا نہو مثلاً جس شخص کو کہ پیادہ چلنے کی حاجت نہو وہ بھی اپنے پاؤن کی سلامتی چاہا کرتا ہے حالانکہ پاؤن
کی سلامتی اسلیے ہوتی ہے کہ چلنے کے لیے ذریعہ ہے مگر چونکہ سلامتی خود بھی ایک محبوب چیز ہے اسلیے بذاتہ بھی مقصود ہے اب تینون اقسام
مین سے خیر و نعمت حقیقی صورت اول ہے جو بذاتہ محبوب ہے اور جو چیز کہ لذاتہ اور لغیرہ مقصود ہے وہ بھی نعمت ہے مگر اول سے کمتر ہے لیکن جو چیز کہ
مطالب غیر ہی کیواسطے ہوتی ہے جیسے سونا چاندی تو انکو بذات خود معدنی ہونیکی جہت سے نعمت نہین کہتے بلکہ اس جہت سے
نعمت کہلاتے ہین کہ وہ وسیلے اور اغراض کے ہین تو اس صورت مین یہ ایسے ہی شخص کے حق مین نعمت ہونگے جو اپنی مراد کو بدون
انکے ذریعہ کے نہ پہونچ سکے پس اگر اسکی مراد علم اور عبادت ہے اور اسکے پاس مقدار ضرورت اسکی زندگی کی بسر اوقات کے لیے موجود
ہے تو اسکے نزدیک سونے اور ڈھیلے مین کچھ فرق نہوگا اور اسکا وجود و عدم یکسان معلوم ہوگا اور اگر سونے چاندی کے ہونے سے نوبت
پیش ہوتی ہے کہ فکر و عبادت نہونے دیتی ہو تو ایسے شخص کے حق مین یہ مال نعمت نہین زحمت ہے چوتھی تقسیم ایک اور طرح اعتبار سے خیرات
کی تین قسمین ہین اول لذید جسکا نفع اسیوقت معلوم ہو دوسرے نافع جو آخر کو مفید ہو تیسرے جمیل جو سب احوال مین اچھی معلوم ہو
اور برائی بھی تین قسم کی ہین ضار اور قبیح اور ایذا رسان پھر خیر و شر کی دو قسمین ہین مطلق اور مقید خیر مطلق اسکو کہتے ہین جسمین تینون اوصاف
خیر کے جمع ہون جو اوپر مذکور ہوے مثلاً علم و حکمت کہ ارباب علم و حکمت کے نزدیک یہ نافع بھی ہین اور جمیل اور لذید بھی اور
شر مطلق جیسے جہل کہ وہ مضر اور قبیح اور ایذا رسان سب کچھ ہے مگر جاہل کو اپنے جہل کی ایذا کی جب خبر ہو جب اسکو یہ معلوم ہو کہ مین
جاہل ہون اسطرح کہ دوسرے شخص اپنے ہم عمر ہم رتبہ کو عالم دیکھے اور اپنے نفس کو جاہل پس فوراً رنج نقصان کا پاویگا کہ مین کیون
کم ہون اور اس رنج سے شوق علم کا ابھریگا کیونکہ وہ مزہ دار ہوتا ہے پھر بعد شوق کے کبھی مانع تحصیل علم سے حسد اور
کبر اور شہوات ہوتے ہین اب چیزون کی کشاکش مین یہ شخص پڑ گیا اگر سیکھنا ترک کرتا ہے تو جہالت کا الم رہیگا اور اپنے آپ کو ناقص
جانکر جلے گا اور اگر سیکھنے مین مشغول ہوگا تو شہوات کے چھوڑنے یا کبر کے چھوڑنے اور تعلیم کی ذلت اٹھانیکا رنج سہیگا غرضکہ
یہ شخص ہمیشہ بےشک عذاب و الم مین رہیگا اور دوسری قسم مقید ہے کہ جسمین کچھ اوصاف خیر کے اور کچھ اوصاف شر کے ملے ہون
مثلاً بعض اوقات ایک نافع چیز سے ایذا ہوتی ہے جیسے کوئی انگلی بیکار[عہ] یا رسولی وغیرہ کٹوا دے اور کبھی نافع چیز قبیح ہوتی ہے جیسے
حمق کہ بعض احوال کے اعتبار سے نافع ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ استراح من لا عقل لہ یعنی بے عقل چین سے رہتا ہے کیونکہ
اسکو انجام کا اہتمام نہین ہوتا ہے اسیواسطے سر دست راحت مین رہتا ہے یہانتک کہ وقت وفات پہونچے اور کبھی جو چیز کہ من وجہ

عہ بیکار ہوئی یعنی جس انگلی میں آکلہ کی بیماری ہو گئی کہ وہ زخم بڑھتا چلا جاتا [illegible]

مضر ہوتی ہو من وجہ نافع ہوتی ہو جیسے ڈوبنے کے خوف کیوقت مال کو دریا میں پھینک دینا ہر چند کہ اس سے مال کو ضرر ہوتا ہو مگر نفس کو نفع ہو کہ اسکی نجات ہو جاتی ہو یعنی بوجہ کے اتار ڈالنے سے کشتی بچ جاتی ہو پھر نافع چیز دو قسم پر ہو ایک ضروری جیسے ایمان اور حسن خلق سعادت اخروی تک پہونچانے میں اور ایسے ہماری غرض علم اور عمل اور انکا ضروری ہونا اسوجہ سے ہو کہ کوئی دوسری چیز انکی قائم مقام نہیں اور دوسری غیر ضروری جیسے سکنجبین صفرا کی تسکین کے لیے کہ کبھی دوسری چیزیں بھی اسکو ساکن کر سکتی ہیں پانچویں تقسیم یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ نعمت نام لذت کا ہو اور لذتیں اس اعتبار سے کہ انسان سے مخصوص ہیں یا غیر میں بھی شریک ہیں تین طرح کی ہیں اول عقلی دوم بدنی کہ بعض حیوانات کے ساتھ مشترک ہیں سوم بدنی کہ سب حیوانات ان میں مشترک ہیں عقلی لذتوں کی مثال جیسے علم اور حکمت کی لذت کہ صرف قلب کو اس سے لذت ہوتی ہو کان اور آنکھ اور باقی حواس خمسہ کو اور پیٹ اور شرمگاہ کو کچھ بہرہ اس سے نہیں اور قلب کو جو لذت علم و حکمت سے ہوتی ہو اسوجہ سے کہ وہ صفت جسکا نام عقل ہو قلب کے ساتھ خاص ہو اور اس لذت کا وجود باوجودیکہ سب لذتوں میں اشرف ہو نہایت کم ہو اسکے کم ہونے کی وجہ یہ ہو کہ علم و حکمت سے سوائے عالم اور حکیم کے اور کوئی لذت نہیں پاتا اور اہل علم اور ارباب حکمت بہت ہی کم ہیں گو نام کو بہتیرے عالم و حکیم ہیں اور اسکے اشرف ہونے کی یہ وجہ ہو کہ وہ لذت آدمی کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہو نہ دنیا میں اسکو زوال نہ آخرت میں اور اس سے طبیعت پر ملال نہیں ہوتا کھانا اگر خوب شکم سیر کھاؤ تو سستی لاتا ہو اور صحبت سے فارغ ہونے کے بعد ثقالت اور تھکن پیدا ہوتی ہے مگر علم و حکمت سے تھکن و سستی کبھی نہیں ہوتی اور جو شخص ایسی دائمی شریف و باقی چیز کے حاصل کرنے پر قادر ہو کر ادنی چیز چند روز کے بعد فنا ہونیوالی پر راضی ہو جاوے تو وہ مجنون ہو اور اپنی بدبختی کے باعث محروم۔ ادنی بات علم کی یہ ہو کہ علم و عقل کیلیے حاجت مددگار اور چوکیداروں کی نہیں بخلاف مال کے علم آدمی کی حفاظت کرتا ہو اور مال کی حفاظت خود آدمی کو کرنی پڑتی ہو علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہو اور مال کم ہوتا ہو مال چوری جاتا ہو عہدہ موقوفی سے جاتا رہتا ہو مگر علم پر نہ چوروں کا داؤ چلے نہ سکیں نہ حاکم اسکو موقوف کر سکیں اسی لیے اہل علم ہمیشہ چین میں رہتا ہو اور مالدار کو مدام خوف لگا رہتا ہو پھر علم ہر حال لذیذ و نافع اور جمیل ہو اور مال کبھی تو نوبت ہلاک کی پہونچاتا ہو اور کبھی نجات کی اسیوجہ سے ہر چند جناب باری نے مال کو لفظ خیر سے چند جا ذکر فرمایا مگر اسکی برائی بھی چند جا مذکور فرمائی اب رہی یہ بات کہ اکثر لوگ لذت علم سے کیوں قاصر ہیں تو انکا قصور یا تو اسوجہ سے ہو کہ انکو ذوق نہیں اور جسکو ذوق نہو گا وہ کس طرح جانیگا اور کیسے مشتاق ہو گا کیونکہ اشتیاق تو ذائقہ کے بعد ہوا کرتا ہو یا اسوجہ سے کہ انکے مزاج خراب ہیں اور دل بباعث اتباع شہوات کے روگی ہو رہے ہیں تو جیسے بیمار کو شہد کا مزہ نہیں معلوم ہوتا اور اسکو کڑوا جانتا ہو ایسے یہ لوگ بھی علم کو اچھا نہیں سمجھتے یا یہ کہ انکی طبیعت و دانائی میں قصور ہو کہ ابھی تک وہ صفت جس سے علم کی لذت معلوم ہوتی انمیں پیدا نہیں ہوئی جیسے شیر خوار لڑکا شہد اور پیڑوں کا مزہ نہیں جانتا اسکو سوا دودھ کے اور کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی سب چیزوں سے منہ بناتا ہو اور اسکو اچھا نہ معلوم ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ چیزیں مزہ دار نہیں اور نہ اسکے دودھ کو اچھا جاننے سے یہ معلوم ہو کہ سب سے لذیذ تر وہی ہو غرضکہ جو لوگ لذت علم کے ادراک سے قاصر ہیں وہ تین طرح کے ہیں ایک وہ کہ انکی

تک انکا باطن زندہ ہی نہین ہوا جیسے لڑکے کا باطن ہوتا ہی دوسرے وہ کہ اتباع شہوات کے باعث زندگی کے بعد انکا دل مردہ ہو گیا ہو سوم
وہ کہ اتباع شہوات کے سبب دل مریض ہو رہا ہو اور ارشاد الٰہی فی قلوبہم مرض اشارہ ہی عقلون کی بیماری کی طرف اور سیہ
قول لتنذر من کان حیا اشارہ ہی اس شخص کیطرف جو زندگی باطنی سے زندہ ہو اور جو شخص کہ بدن کا زندہ اور دل کا مردہ ہو وہ خدا کے
نزدیک مردہ ہی گو جاہلون کے نزدیک زندہ ہو اور اسی بنا پر شہدا خداے تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہین اور کہاتے ہین خوش
ہوتے ہین اگرچہ بدن سے مردہ ہین دوسری لذت جسمین انسان بعض حیوانات کے شریک ہین جیسے ریاست اور غلبہ کی لذت
کہ شیر اور چیتے اور بعض حیوانات مین بھی پائی جاتی ہی تیسری لذت جسمین انسان سب حیوانات کا شریک ہے جیسے پیٹ
اور شرمگاہ کی لذت یہ لذت سب لذتون سے ادنیٰ اور خسیس ہی مگر وجود اسکا بہت ہی اور اسی وجہ سے جتنے حیوانات زمین پر
ہین سب اسمین شریک ہین یہانتک کہ کیڑے اور حشرات الارض بھی اسمین شریک ہین اور جو اس رتبے سے تجاوز کرتا ہی وہ
نتیجہ لذت غلبہ مین گرفتار ہوتا ہی اور یہ لذت غافلون سے بہت ہی چسپان ہی جب اس سے تجاوز کرتا ہی تو اول لذت پر پہونچتا ہی سو قت
آدمی پر سب لذتون سے زیادہ لذت علم و حکمت غالب ہوتی ہی خصوصاً معرفت الٰہی اور اسکی صفات و افعال کی معرفت کی لذت غالب تر
ہوتی ہی اور یہ رتبہ صدیقین کا ہی اور یہ رتبہ بوجہ کمال جب ملتا ہی جب دل مین سے غلبۂ حب ریاست نکلجاتا ہی چنانچہ مشہور ہی کہ جو چیز
صدیقین کے سر مین سے سب مین آخر کو نکلتی ہی وہ محبت ریاست ہے اور پیٹ اور شکم کی حرص کے توڑنے پر تو اور صلحا بھی قدرت رکھتے
ہین مگر خواہش ریاست کو دبا دینا صدیقون ہی کا کام ہی پھر بھی اس شہوت کا بالکل استیصال کر دینا کہ کبھی معلوم ہی نہ ہو اور
کسی حال مین اسکا احساس نہونے پاوے غالب ہی کہ انسان کے مقدور سے خارج ہی ہان یہ صورت ہو جاتی ہی کہ معرفت الٰہی کی
لذت اکثر حالات مین ایسی غالب ہو جاتی ہی کہ اسکے باعث لذت ریاست کچھ نہین سوجھتی لیکن یہ حالت دائمی نہین کہ عمر بھر ایسی
ہی رہے بلکہ اسمین کچھ کمی بھی ہو جاتی ہی اور ایسی صورت مین انسان کیطرف صفات بشریہ رجوع کر آتے ہین اس سے معلوم
ہوا کہ محبت غلبۂ ریاست رہتی ضرور ہی مگر دبی ہوئی رہتی ہی ایسی نہین ہوتی کہ نفس کو در غلا کر عدل سے منحرف کر دے پس اس
اعتبار سے دل کی چار قسمین ہین ایک دل وہ ہی کہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی سے محبت نہین کرتا اور نہ بدون زیادتی معرفت
الٰہی اور اسکی فکر کے آرام پاوے دوسرا وہ دل کہ اسکو خبر ہی نہین کہ لذت معرفت کسکو کہتے ہین اور خدائے تعالیٰ سے انس
ہونے کے کیا معنی ہین اسکی لذت صرف جاہ و ریاست اور مال اور تمامی شہوات بدنیہ سے ہی تیسرا وہ دل کہ اکثر تو خدا تعالیٰ
سے مانوس ہی رہتا ہی اور اسکی معرفت اور فکر سے لذت پاتا ہی مگر کبھی بعض اوقات اسکو اوصاف بشری پیش ہو جاتے ہین چوتھا
وہ دل کہ اکثر حالات مین تو اوصاف بشریہ سے لذت پاتا رہتا ہی الا کبھی کبھی علم و حکمت سے بھی لذت پاتا ہے ان مین سے اول قسم کا
دل تو غیر ممکن سا ہی اگر اسکا وجود ممکن ہو تو بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہی بشر کی طاقت سے باہر ہی کہ اس صفت سے متصف ہو اور
دوسرے دل سے دنیا پر ہی اور تیسرے اور چوتھے دل بھی موجود ہین مگر کم ہین اور یہ ہمیشہ شاذ و نادر ہی رہینگے اور باوجود
قدرت کے قلت و کثرت مین فرق ہر زمانہ مین ہوتا جاویگا یہانتک کہ اس قسم کے دل ان زمانون مین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

لہ ان کے دلون مین روگ ہے ۱۲ [illegible]

سکے عہد مبارک سے قریب تھے بہت پائے جاتے تھے اب جتنا وہ زمانہ دور ہوتا جاتا ہے اتنا ہی یہ دل کم ہوتے جاتے ہیں یہانتک
کہ قیامت آجاوے اور اللہ تعالیٰ لے کر جو امر کرنا ہے وہ کر دے۔ اور وجہ اس قسم کے دلوں کے کمتر ہونے کی یہ ہے کہ ایسا
دل ہونا آغاز سلطنت آخرت ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ بہت نہیں ہوا کرتے گو ملک سب کو اچھا معلوم ہوتا ہے تو جیسا دنیا میں ملک
اور جمال میں فائق ایک ہی دو ہوتے ہیں اور باقی لوگ انسے کم ہوتے ہیں اسیطرح ملک آخرت کے فائق بھی کم ہی ہوتے چاہییں اسلیے
کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے کیونکہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہے اور آخرت عالم غیب کا اور جس طرح کہ آئینے کے اندر کا عکس دیکھنے
والے کی صورت کے مطابق ہوتا ہے اسیطرح دنیا بھی آخرت کے مطابق ہی ہوتی ہے اور آئینے کے اندر کی تصویر اگرچہ
وجود میں مرتبہ ثانی رکھتی ہے کہ پہلے دیکھنے والا ہوتا ہے تب اسکی صورت بنتی ہے مگر دیکھنے کے اعتبار سے وہی اول ہے کیونکہ
دیکھنے والا اپنے نفس کو تو دیکھ ہی نہیں سکتا بلکہ اپنی صورت کو جو آئینے میں ہے اول دیکھتا ہے اور اس عکس سے اپنا چہرہ جو در حقیقت ہے
اسکو سمجھتا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ جو چیز وجود میں تابع تھی یعنی عکس وہ جاننے کے باب میں متبوع اور اول
ہو گئی اور جو چیز وجود میں پیچھے تھی وہ شناخت میں مقدم ہو گئی لیکن اسیطرح کا اختلاف اور تغیر ایسی دنیا میں ہو سکتا ہے اور دنیا
کے لیے ضروری بھی ہے اسیطرح عالم دنیا مشابہ عالم غیب کا ہے پس بعض لوگ جنکو چشم عبرت سے دیکھنا نصیب ہوا تو اس عالم کی کسی چیز
کو نہیں دیکھتے جس سے عالم ملکوت پر عبور نہ کر جاتے ہوں اسی گذر کا نام عبرت ہے جسکا خدا تعالیٰ نے خلق کو ارشاد فرمایا ہے فاعتبروا
یا اولی الابصار اور بعضے ایسے ہیں کہ انکی بینائی کی چھوٹی ہے اس جہت سے عبرت نہ کی اور دنیا ہی میں محبوس رہے انکے قید خانے
کیطرف عنقریب دروازے جہنم کے کھل جاوینگے اور یہ قید خانہ ایسی آگ سے لبریز ہے جو دلوں ہی پر جا لگتی ہے گو آدمی کو جو اسکی تکلیف
نہیں معلوم ہوتی اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے اور اس آگ کے درمیان میں حجاب ہے جب وہ حجاب موت سے دور ہوجاویگا تب اس کی
تکلیف معلوم ہوگی اور یہی بات خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی زبان سے نکلوادی جنکو امر حق ہی سے گویا کرتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ
جنت اور دوزخ دونوں مخلوق ہیں مگر دوزخ کبھی تو ایسے ادراک سے معلوم ہوتی ہے جسکو علم الیقین کہتے ہیں اور کبھی ایسے ادراک سے
جسکو عین الیقین کہتے ہیں اور عین الیقین صرف آخرت کے اندر ہی ہوگا اور علم الیقین دنیا میں بھی کبھی ہوتا ہے مگر انھیں لوگوں کو جو
نور یقین سے بہرہ کامل رکھتے ہیں اسیواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم یعنی دنیا میں ثم لترونہا عین الیقین
یعنی آخرت میں اس بیان سے اب معلوم ہوا کہ جو قلب صلاحیت سلطنت آخرت کی رکھتا ہو وہ کمتر ہی ہوگا جیسا کہ ملک دنیا
کے قابل کمتر ہوا کرتا ہے چھٹی تقسیم جو سب نعمتوں کو حاوی ہے یہ ہے کہ نعمتیں دو قسم کی ہیں یا تو غایت مطلوب بالذات یا وسیلے اس غایت
مقصود بالذات کے غایت سے سعادت آخرت مراد ہے جو چار باتوں کو شامل ہے اول وہ بقا جسکو فنا نہو دوم سرور جسمیں غم نہو سوم
علم جسمیں جہل نہو چہارم تونگری جسکے بعد افلاس نہو انھیں چار باتوں کو نعمت حقیقی جاننا چاہیے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا لا عیش الا عیش الآخرة یہ الفاظ ایکبار سختی کیوقت ارشاد فرمائے تا کہ نفس کو سختی ناگوار نہ گذرے یعنے جسوقت
غزوہ خندق میں خندق کی تیاری کیوقت شدت سے تکلیف تھی اسوقت آپ نے فرمایا تا کہ نفس کو تسلی ہو اور ایکبار یہی الفاظ

تم ذکر سے ۱۲ مہم
نہیں سکے عیش
مگر آخرت کی ۱۲
بخاری و مسلم
بروایت انس ۱۲

وقت سرور بھی فرمائے تاکہ نفس اہل سرور دنیا نہو یہ اسوقت فرمائے تھے جب حجۃ الوداع مین لوگ ہالے کیطرح اس ماہ سہر خوبی
کے گرد کھڑے ہوے تھے اور ایک شخص نے دعا مانگی کہ الٰہی مین تجھ سے کمال النعمت کی درخواست کرتا ہون آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو جانتا ہی کہ کمال نعمت کیا ہی اسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ کمال النعمت جنت مین داخل
ہونا ہی۔ اور وسائل کی چار قسمین ہین اول تو وہ جو سب سے زیادہ خاص ہون جیسے نفس کے فضائل دوسرے جو قرب مین
ان فضائل نفس کے قریب ہون جیسے بدن کے فضائل تیسرے وہ جو انکے قریب ہون مگر بدن مین نہون جیسے اسباب بدن
کے قریب مثل مال اور اہل اور اقربا کے چوتھے وہ کہ ان اسباب خارج از نفس اور موجود اور نفس کے جامع ہون جیسے توفیق
اور ہدایت مین پس ان چارون کو مفصل بیان کیا جاتا ہی اول قسم اخص وسائل یعنی فضائل نفسی ہین اور اگرچہ اسکے فروع
بہت ہین مگر حاصل انکا دو مین آجاتا ہی اول ایمان دوم حسن خلق پھر ایمان کی قسمین ہین اول علم مکاشفہ یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکی
صفات اور ملائکہ اور انبیا کا علم دوسرے علم معاملہ اور حسن خلق کی بھی دو قسمین ہین ایک چھوڑنا مقتضائے شہوات و غضب
کا جسکو عفت کہتے ہین دوسرے مقتضائے شہوت کے ارتکاب اور ترک کرنے مین عدل کا لحاظ رکھنا یعنی ایسا نہو کہ جہان دل چاہے
وہان اقدام کرے اور جہان سچا ہے وہان باز رہے یا یہ کہ جرأت کرنی اور تارک ہونا میزان عدل کے ساتھ جبکہ خداوند کریم نے
اپنے رسول مقبول کی زبان پہ اسطرح اتارا ہی الّا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان اس صورت مین اگر کوئی
شہوت کے دور کرنے کے لیے اپنے آپ کو خصی کرے یا باوجود قدرت نکاح کے سب آفتون سے محفوظ رہنے کے لیے نکاح نکرے یا غذا
چھوڑ دے یہانتک کہ عبادت اور ذکر و فکر مین ضعف آجاوے تو ایسا شخص میزان عدل کے خلاف گوئی کریگا اور جو شہوت پیٹ اور
پیٹھ مین ڈوبا رہے وہ زیادتی پر کہلادیگا اور صورت عدل یہ ہی کہ وزن کا خالی ہونا اور پھر زیادتی اور کمی کے ساتھ نہو بلکہ دونون
پلے میزان کے تلے رہین کوئی نہ نیچے جھکے نہ اوپر چڑھے اس سے معلوم ہوا کہ فضائل نفسی خاص جو خدا تعالیٰ سے قریب کرتے ہین وہ چار
چیزین ہین علم مکاشفہ اور علم معاملہ اور عفت اور عدالت اور یہ چارون باتین اکثر بدون فضائل بدنی یعنی دوسری قسم فضائل کے کامل نہین
ہوتین اور فضائل بدنی بھی چار ہین اول تندرستی دوسری قوت تیسری جمال چوتھی عمر کا زیادہ ہونا اور یہ فضائل بدنی تیسری قسم فضائل
یعنی فضائل خارج از بدن اور محیط بدن سے حاصل ہوتی ہین اور وہ بھی چار چیزین ہین اول مال دوم اہل سوم جاہ چہارم عمدہ ہونا نسب کا اور
ان فضائل مین سے کسی سے آدمی منتفع نہین ہوسکتا جبتک کہ چوتھی قسم کے فضائل یعنی وہ اسباب جو جامع فضائل بدنی اور خارجی و فضائل نفسی
کے ہون حاصل نہون اور وہ بھی چار ہین اول خدا تعالیٰ کی ہدایت دوم اسکا ارشاد سوم اسکی تسدید چہارم تائید اب چونکہ نعمتون کی
ہمنے چار قسمین لکھی تھین اور ہر ایک انمین سے چار چار چیزین ہوئین تو معلوم ہوا کہ نعمتین سب سولہ ہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انمین سے
بعض نعمتین بعض کی طرف محتاج ہین خواہ حاجت ضروری ہو خواہ بطور نافع ہونے کے ہو حاجت ضروری کی مثال یہ ہی کہ سعادت اخروی
ایک نعمت ہی اور اسکو ایمان و حسن خلق کی حاجت ہی تو یہ حاجت ضروری ہی کیونکہ اس تک رسائی انسان کی بدون ان دونون کے
نہین ہوسکتی اسلیے کہ انسان کو وہی ملیگا جو کما دیگا اور جو دنیا مین زاد کر لیگا آخرت مین وہی کام آویگا اسیطرح فضائل نفسی کو حاجت

۱ حاکم اور بیہقی نے باب کے شروع مین گذری ۱۲ ۲ ترمذی بروایت معاذ ۳ کرامت زیادتی ... نقصانات سے ...

کسب علوم کی ضرورت ہے اور تہذیب اخلاق کے لیے صحت بدن ضروری درکار ہے اور جس حاجت میں کہ فی الجملہ فائدہ ہوتا ہے ضروری
نہیں اسکی مثال یہ ہے کہ جتنی نعمتیں نفسی ہیں خواہ بدنی انکو خارجی نعمتوں کیطرف حاجت ہوتی ہے مگر یہ حاجت ضروری نہیں بلکہ نافع ہے
اور کام بہت نکلتا ہے مثلاً مال وجاہ اور اہل جو خارجی نعمتیں ہیں اگر بالفرض آدمی کو حاصل نہوں تو کیا عجب ہے بعض فضائل نفسی میں
خلل واقع ہو جاوے اور طریق آخرت کے لیے جو ان خارجی نعمتوں کی حاجت پڑتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ اسباب قائم مقام بازو
کے سمجھنے چاہییں کہ جنسے مقصود تک پہونچنا سہل ہو یا مثل آلہ کے تصور کرنا چاہیے مثلاً مال ہی ہے غور سے دیکھو کتنا بڑا فائدہ
اسکا ہے کہ کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے بیفکر رہتا ہے ورنہ محتاج آدمی اگر تحصیل علم یا کسب کمال کیا چاہے اور اسکے پاس قوت بشری
کی صورت کچھ نہو تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدون ہتھیاروں کے لڑائی کے لیے کوشش کرے یا کوئی باز بے شکار پکڑنا چاہے
اور اس سے اڑا نہ جاتا ہو ایسے ہی کیلیے کہا ہے شعر شب چو عقد نماز بر بندم ۞ چہ خورد بامداد فرزندم ۞ غرض اس سے
یہ ہے کہ مفلسی میں کوئی کام آدمی سے نہیں بن پڑتا ہر وقت تلاش معاش اور فکر لباس اور دوسرے تردداتمیں مبتلا رہتا ہے
ذکر و فکر نہیں کرنے پاتا فضیلت حج و زکوٰۃ اور دوسری خیرات و صدقات سے محروم رہتا ہے اور اگر مال اپنے پاس ہو تو یہ سب
قباحتیں دور ہو جاتی ہیں اور مقصود تک پہونچنا نہایت آسان ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح
اور فرمایا نعم العون علی تقوی اللہ المال اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ نعمت کیا شے ہے انھوں نے فرمایا کہ تونگری کیونکہ میرے
نزدیک فقیر کی کچھ زندگی نہیں سائل نے پوچھا کہ اور کہو حکیم نے جواب دیا کہ دوسری نعمت امن ہے خوف والے کو کچھ عیش نہیں
پھر سائل نے پوچھا کہ اور بیان کرو حکیم نے کہا کہ تیسری نعمت تندرستی ہے اسلیے کہ مریض کو زندگی کی کچھ حلاوت نہیں اسنے پوچھا کہ اور
فرمایئے کہا کہ اور نعمت جوانی ہے کہ بوڑھے کی زندگی بھی بے مزہ ہے پس اس قول میں حکیم نے دنیا کی نعمتوں کیطرف اشارہ کیا ہے گو یہی
اعتبار سے کہ آخرت پر معین ہوں نعمت کہلاتی ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے من اصبح معافی فی بدنہ امنا فی سربہ عندہ
قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا اب اہل اور اولاد صالح کو دیکھو تو انکی طرف حاجت ہونے کی وجہ مخفی نہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نعم العون علی الدین المرأۃ الصالحۃ اور لڑکے کے باب میں فرمایا اذا مات العبد انقطع عملہ الا من ثلث
ولد صالح یدعو لہ الحدیث اور اہل و ولد کے فوائد ہم باب النکاح میں لکھ آئے ہیں یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں حاصل یہ کہ
جب آدمی کی اولاد اور اقارب زیادہ ہوتے ہیں تو اسکے بازو اور آنکھ کی جگہ ہوتے ہیں انکے سبب سے اسکو وہ امور دنیاوی جو دین
میں ضروری ہوتے ہیں حاصل ہوتے ہیں اور اگر وہ اکیلا ان امور کی سعی اور ... میں مشغول ہو تو کر یہ شغل بھی جاتا رہیگا اور کبھی ضروریات
دنیا سے دلکو فراغت نہو گی جب اقارب و اہل دین پر معین و مددگار ٹھہرے تو انکے نعمت ہونے میں کیا شک ہے اور عزت و جاہ کے باعث
آدمی اپنے نفس پر سے ذلت اور ظلم دفع کرتا ہے اور اسکی حاجت سب اہل اسلام کو ہے اسواسطے کہ کوئی اہل اسلام ایسا نہیں ہے تا جسکا
کوئی دشمن موذی نہو یا ظالم کہ اسکو شغل نہ کرنے دے اور فراغبالی میں تشویش و پریشانی میں ڈالدے حالانکہ دل سا مدار کار اسمال
ہے جب دل ہی تشویش و تردد میں رہیگا تو پھر کیا کر سکتا ہے مگر یہ تشویش عزت و جاہ سے دفع ہو جاتی ہے اسیواسطے اکابر کا قول ہے کہ دین

۱ ابن ماجہ بروایت عبید بن محصن انصاری ۱۲
ع عمدہ مددگار دین کا نیک عورت ہے ۱۲
۲ مسلم نے بروایت عبد اللہ بن عمر نقل کیا ہے خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ ۱۲
۳ جب آدمی مر جاتا ہے تو اسکے سارے عمل منقطع ہو جاتے ہیں ... ۱۲ مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

اور سلطان دونون توام ہین یعنی ایک دوسرے کو لازم ہین اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض اور دلون کے مالک ہونے کو جاہ کہتے ہین جیسے کہ روپیون کے مالک ہونیکو تونگری کہتے ہین اور جو شخص دلونکا مالک ہوجاتا ہی تو ارباب قلوب اسکے اوپر سے ایذا دور کرنے کے لیے خود مستعد ہوجاتے ہین اور جسطرح کہ انسان کو ضرورت چھت کی بلیہ کے دفع کرنے کیواسطے ہوتی ہی اور بھیرئے کی ضرورت جانور کے دور کرنے کے لیے اور شکاری کتے کی ضرورت اپنے مال کی حفاظت کے لیے اسیطرح ہر شخص کی بھی احتیاج ہی جو شخص کو اسکے اوپر سے دفع کرے اور یہی وجہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام ملک و سلطنت رکھتے تھے وہ سلاطین کی رعایت کرتے تھے اور انکے دیوان مین اپنی جگہہ کر لیتے تھے اسیطرح علمائے دین بھی بادشاہون کے خزانون کیطامع نہین ہوتے نہ کچھ سلاطین کی متابعت سے طالب اپنی ترجیح یا دولت دنیا کے ہوتے ہین بلکہ انکی غرض یہی ہوتی ہی کہ کوئی شخص خلل انداز انکے شغل مین نہو اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ اللہ تعالی کی نعمت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر اسوقت زیادہ تھی کہ انکو فتح دی اور انکے دین کو کامل کیا اور تمام اعدا پر انکو غلبہ عنایت فرمایا اور لوگون کے دلون مین انکی محبت ڈالی یہانتک کہ انکی عزت و جاہ پھیلگئی اور اسوقت نعمت کم تھی جب لوگ انکو ایذا دیتے تھے اور مارتے تھے یہانتک کہ نوبت ہجرت کی پہونچی بلکہ نعمت دونون وقتون مین یکسان تھی مگر ان احوال مین کچھ حکمتین باریک تھین - اب باقی رہا عمدہ ہونا نسب کا اور شرف خاندان سو یہ بھی نعمت ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ الائمۃ من قریش[47] یعنی سردار قریش مین سے ہین اور یہین لحاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی آدم کے اشرف خاندان مین سے ہوے اور آپنے فرمایا ہے کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی جگہہ پسند کیا کرو[48] اور فرمایا کہ ایاکم وخضرا الدمن[49] یعنی اپنے آپکو گھورے کے سبزے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ نجاست کے سبزے سے کیا مراد ہی آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جسکا نسب اچھا نہو اس سے معلوم ہوا کہ شرف خاندان بھی ایک نعمت ہی اور ہماری غرض خاندانی ہونے سے یہ نہین کہ ایسے شخصون سے اسکا نسب ہو جو ظالم اور دنیادار ہون بلکہ اس سے یہ مراد ہی کہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ مین ملتا ہو یا ائمہ اور علما اولیا جو علم و عمل مین معروف تھے انسے ملتا ہو اب اگر یہ کہو کہ فضائل بدنی کی کیا حاجت پڑتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ انکی بھی بہت حاجت ہی مثلاً صحت اور قوت اور طول عمر کی نہایت ضرورت ہی کیونکہ علم و عمل انہین سے تمام ہوتا ہی اور اسیوجہ سے حدیث شریف مین ہی کہ افضل سعادت یہ ہی کہ آدمی طاعت الہی مین مدت تک زندہ رہے لیکن جمال مین البتہ ذرا وقت ہی کہ وہ بھی نعمت ہی یا نہین کیونکہ اسمین یہ کہ سکتے ہین کہ بدن کا سالم ہونا امراض سے کافی ہی کہ مرض کے باعث خیرات نہین کرنے پاتا الا اتنا معلوم ہوتا ہی کہ ہر چند جمال کیطرف حاجت چندان نہین مگر اسکے بہتر ہونے مین کچھ شک نہین دنیا مین تو اسکا نفع ظاہر ہی چنانچہ شیخ سعدی رحمہ فرماتے ہین شعر گفت خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد ؛؛ ہر کجا پاے نہد دست بدارندش پیش ؛؛ اور آخرت مین بھی دو وجہ سے نافع ہی اول تو یہ کہ بدصورت کو لوگ برا کہتے ہین اور طبیعتون کو اس سے نفرت ہوتی ہی بخلاف خوبصورت کے کہ اسکی حاجت جلد پوری کیجاتی ہی اور دلون مین اسکی جگہہ بھی زیادہ ہوتی ہی اس نظر سے گویا جمال بھی مال و جاہ کے مانند ایک آلہ اور ذریعہ مقصود تک پہونچنے کا ہی اسلیے کہ اسمین ایک طرح کی قدرت پائی جاتی ہی کہ خوبصورت اپنی حاجات پوری کرنے مین بہ نسبت بدصورت کے زیادہ قادر ہی اور جو چیز کہ حاجات دنیاوی کے لیے معین ہوتی ہی وہ آخرت کے لیے بھی معین ہوتی ہے یعنے

[حاشیہ:] اور اگر دفع نکرتا اللہ لوگون کو ایک کو ایک سے تو خراب ہوجاتی ملک ۱۲ - ۴۷ نسائی و حاکم بروایت انس رض ۱۲ - ۴۸ مسلم بروایت واثلہ بن الاسقع و ترمذی بروایت عباس وابن عباس ۱۲ - ۴۹ ابن ماجہ بروایت عائشہ رض - ۵۰ دارقطنی ... [illegible]

بذریعہ حاجات دنیا دین آخرت پر بھی مددگاری ممکن ہے دوسرے یہ کہ خوبصورتی سے اکثر نفس کی فضیلت پائی جاتی ہے کیونکہ جب نفس کا نور جوب
چمکتا ہے تو اسکا اثر بدن پر آجاتا ہے اکثر ظاہر و باطن ایک دوسرے کے موافق ہی ہوتے ہیں اسیواسطے اصحاب فراست نفس کی
بزرگیاں معلوم کرنے کیلئے بدن کی ہیئت کا اعتبار کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چہرہ اور آنکھ آدمی کے باطن کا آئینہ ہے کہ اس سے حال باطن
کا کھلتا ہے اسی لیے جو حال آدمی کے اندر ہوتا ہے اسکا اثر چہرہ اور آنکھ پر آجاتا ہے مثلاً غصہ اور سرور اور غم اگر جبین ہوتا ہے تو اسکا اثر آنکھ
اور چہرہ پر معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ طلاقت وجہ یعنی کشادہ پیشانی ہونے کو عنوان نفس کے اچھے ہونیکا کہا کرتے ہیں اور بعضوں کا
قول ہے کہ دنیا میں جتنے بدصورت ہیں انکے لیے یہی کافی ہے کہ صورتیں میں حالش مہربن۔ روایت ہے کہ ایکبار خلیفہ ہارون کچھ امیدوار فوج میں
بھرتی کرنے کو سامنے لائے گئے ایک بدصورت بھی انمین تھا اس سے جو خلیفہ نے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ زبان میں لکنت رکھتا ہے اسکا نام فہرست سے
خارج کیا اور کہا کہ اگر روح کی چمک آدمی کے ظاہر بدن پر ہوتی ہے تو خوبصورتی حاصل ہوتی ہے اور اگر باطن پر ہوتی ہے تو فصاحت
کا موجب ہوتی ہے اس شخص کا نہ ظاہر ہی کچھ ہے نہ باطن اور حدیث شریف میں ہے کہ اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ اور حضرت عمر فرماتے ہیں
کہ جب تم قاصد کہیں کو بھیجو تو خوبصورت اور اچھے نام کا تلاش کیا کرو۔ اور فقہا لکتب فقہیہ میں لکھتے ہیں کہ جب نمازیوں کے درجات
ہر ایک چیز میں مساوی ہوں تو امامت کیواسطے بہتر وہ ہے جو زیادہ خوبصورت ہو اور اللہ تعالی نے خوبصورتی پر احسان جتاکر ارشاد فرمایا
ہے کہ زادہ بسطۃ فی العلم والجسم اور یہ روایت خود مشہور ہے ان اللہ جمیل ویحب الجمال یعنی اللہ تعالی خود بھی اچھا ہے اور خوبی کو اسکی پسند ہے
لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری غرض جمال سے وہ جمال نہیں جو محرک شہوت ہو اسطرح کا جمال مونث کا ہوتا ہے بلکہ جمال سے غرض یہ ہے
کہ آدمی میانہ قدر راست قامت گوشت میں معتدل اعضا مناسب چہرہ کا اچھا ہو کہ لوگوں کو اسکی طرف دیکھنے سے نفرت نہ ہو
یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تقریر مذکورہ بالا سے مال اور جاہ اور نسب اور اہل و اولاد سب نعمتیں اور خیر معلوم ہوتے ہیں حالانکہ
خداتعالی نے مال و جاہ کی مذمت کی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم اور فرمایا انما اموالکم واولادکم فتنۃ اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دونوں کی مذمت فرمائی ہے اور علما بھی انکو برا کہتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نسب کی مذمت میں فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے اعمال نیک کی اولاد ہیں اور ہر ایک انسان کی قیمت وہی چیز ہے جو اسکو اچھا کرے اور
بعض اکابر کا قول ہے کہ آدمی اپنی ذات سے ہوتا ہے نہ اپنے باپ سے جب مال و جاہ و نسب کا یہ حال ہے تو یہ چیزیں نعمت کیسے ہو سکیں
جواب یہ ہے کہ جو شخص علوم کو الفاظ منقول اور دلیل سے اور روایات مخصوص النصوص سے حاصل کرتا ہے اسپر گمراہی غالب رہتی ہے جب تک
کہ نور الہی سے ہدایت پاکر ان علوم کو اصل ماہیت پر حاصل نہ کرلے اور جب انکی حقیقت معلوم ہو جاوے تو نقل کو اسکے مطابق خواہ
تاویل سے یا تخصیص سے اب یہاں جو ہم دیکھتے ہیں تو ان چیزوں کے نعمت ہونے اور آخرت پر معین ہونے میں کچھ انکار نہیں ہو سکتا
لیکن انمین فتنے اور خوف بہت ہیں مثلاً مال کو ایک سانپ تصور کرنا چاہیے جسمین تریاق نافع اور زہر ہلاہل دونوں ہیں اب اگر
اسکو کوئی منتر والا پکڑیگا جو زہر سے بچنے کی ترکیب اور تریاق نکالنے کی تدبیر سے ماہر ہے تو اسکے لیے سانپ پکڑنا نعمت ہے لیکن
اگر گنوار مغرور اسکو پکڑلیگا تو اسکے حق میں مصیبت ہے یا مال کو ایک سمندر فرض کرو جسکی تہ میں اقسام جواہرات اور موتی ہیں تو جو شخص فن

تیرنا دری اور غوطہ زنی مین یکتا ہوگا اور سمندر کی اور آفات سے بچنے کی گھاتین جانتا ہوگا اسکو سمندر کی نعمتین ملینگی اور اگر ہر ایک امر سے ناواقف ہو تو بیشک ہلاک ہوجاویگا جبکہ اسمین نعمتون کا وجود یقینًا ہو تو اسیوجہ سے اللہ تعالی نے مال کی تعریف کی اور اسکو خیر کے لفظ سے تعبیر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی تعریف کی چنانچہ حدیث مذکورہ بالامین گذرا کہ اللہ تعالے کے خوف کیواسطے مال بہت عمدہ مددگار ہو اسیطرح جاہ و عزت کی بھی خداوند تعالی نے مدح کی کہ انکے باعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا یعنی اسکو سب دنیو پر غلبہ دیا اور خلق کے دلون مین انکو محبوب فرمایا اور یہی غرض جاہ سے بھی ہوتی ہو ہان اتنی بات ہو کہ ان دونون کی مدح تھوڑی سی ہو اور مذمت بہت سی اور جہان برائی ریا کی ہو وہ بھی جاہ کی برائی ہو اسلیے کہ ریا کا مقصود دلونکا اپنی طرف کھینچنا ہو اور جاہ کا مقصود دلون کا مالک ہونا دونون ایک ہی سے ہین اور وجہ مدح کی کمی اور ذم کی کثرت کی یہ ہو کہ اکثر آدمی مال کے سانپ کا منتر نہین جانتے اور جاہ کے سمندر مین غوطہ لگانے سے ناواقف ہین اسلیے انکو انسے ڈرانا ضرور ہوا کیونکہ انکو تریاق ملنے سے پہلے ہی زہر مال کا چڑھ جاتا ہو اور جاہ کے مدوالیہ پر اطلاع ہی نہین ہونے پاتی کہ اسکی موج برباد کردیتی ہو اور اگر مال و جاہ بذات خود ہر ایک شخص کے حق مین برے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ جاہ عنایت نہوتا نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملتی بلکہ بات وہی ہو کہ لوگ مثل لڑکون کے ہین اور انبیاء علیہم السلام اور عارفین منتردان ہین جس چیز سے لڑکون کو ضرر ہوتا ہے منتر والون کو نہین ہوتا فرض کرو کہ ایک منتردان کا ایک لڑکا محبوب ہو جسکی صلاح اور زندگی اسکو منظور ہو اسنے ایک سانپ دیکھا اور جانا کہ اگر مین اس سانپ کو تریاق کے لیے پکڑونگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور جہان سانپ دیکھیگا کھیل کیواسطے پکڑلیگا اور ہلاک ہوجاویگا تو یہان اسکو دو غرضین پیش ہوتی ہین ایک سانپ مین سے تریاق نکالنا دوسرے لڑکے کی حفاظت تو اسکو چاہیے کہ ان دونون غرضون کو مقابلہ کرے اگر یہ سمجھے کہ تریاق نہ ملنے سے مجھے چندان ضرر نہوگا لیکن اگر سانپ کو پکڑونگا تو یہ لڑکا ضرور میری دیکھادیکھی پکڑیگا اور اسکے ہلاک ہونے سے میرا بڑا نقصان ہوگا تو اس صورت مین اسکو واجب ہو کہ جب سانپ نظر آوے اسکے پاس سے بھاگے اور لڑکے کو بھی اسکے پاس سے بھگادے اور اسکی برائی اسکے سامنے بیان کرے کہ خبردار اسکے گرد نہ پھرنا اسمین الیسا زہر ہوتا ہو کہ اس سے کوئی نہین بچتا اور اس سے ہرگز تریاق کا ذکر نہ کرے کہ اسمین تریاق نافع بھی نکلتا ہو کیونکہ مبادا وہ بدون واقفیت کامل اسپر جرات کر بیٹھے اور تباہ ہوجاوے اسیطرح غوطہ خور اگر سمندر مین غوطہ لگانا چاہے اور اسکا لڑکا موجود ہو اور تصور کرے کہ اگر مین غوطہ لگاونگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور ڈوب جاویگا تو اسکو چاہیے کہ لڑکے کو سمندر اور دریا کے کنارے سے ڈراوے کہ اسکے پاس آنا اچھا نہین یہان آدمی کا پتہ نہین لگتا اور اگر صرف کہنے سے لڑکا باز نرہے بلکہ اپنے باپ کو کنارے پر دیکھکر خود بھی اسی پر سیر کرے تو باپ پر واجب ہے کہ جب لڑکا ساتھ ہو کبھی کنارے پر نجاوے اسیطرح دور دور رہے اور چونکہ امت بھی انبیاء علیہم السلام کی کنار شفقت مین مثل ناواقف لڑکون کے ہوتی ہو چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہو انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اسلیے جوش شفقت پدری اسی بات کا مقتضی ہے کہ ہلاک ہونے کی جگہ سے ان ناواقفون کو بچائے جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہو انکم تتہافتون علی النار تہافت الفراش وانا اخذ بحجزکم یعنی تم آگ پر پروانون کی طرح گرتے ہو اور مین تمھاری کمرین پکڑتا ہون سے چشم بد ہیوا دہشت راکم باشد چون تو پشتیبان :: اور انا منجاکم

اور مین تو تمھارے لیے ایسا ہون جیسا باپ اپنے بیٹے کے لیے ۱۲ مسلم بروایت ابوہریرہ

انبیاء علیہم السلام کا بڑا مقصد یہی اولاد یعنی امت کا بچانا ہی تھا اور اسی لیے مبعوث بھی ہوے تھے اور مال میں انکو بجز قوت کے اور کوئی
غرض نہ تھی اسی لیے صرف بقدر قوت کے مال پر کفایت کی اور جو بچا اسکو اپنے پاس نرکھا بلکہ دیڈالا کیونکہ دیڈالنا ہی
اسکا تریاق ہے اور روکنا اسکا زہر قاتل ہے اگر لوگون کے واسطے کسب مال کی اجازت دیجاتی اور اسکے راغب کیے جاتے تو اسکے
زہر کیطرف متوجہ ہوتے اور خرچ کرنے کے زہر مہرے پر دھیان نہ دھرتے اسی لیے مال کی مذمت کی گئی اور اس مذمت سے
مقصود یہی ہے کہ اسکا روکنا اور اسکے زیادہ ہونے کی حرص کرنی بُری بات ہے کہ اس سے دنیا کی رغبت اور اسکے لذات کا میل
پایا جاتا ہے اور بقدر کفایت مال کا لینا اور باقی کو خیرات میں خرچ کرنا برا نہیں ہے مسافر پر ضرور ہے کہ سفر میں بقدر زاد ہی اپنے ساتھ
لے بلکہ اس امر کا ارادہ پختہ ہو کہ اسمین سے اور کسی کے صرف میں نہ آوے مگر جس صورت میں کہ اسکو دوسرون کا کھلانا اور
رفقا پر صرف کرنا منظور ہے تو زیادہ زاد سے لینا بھی کچھ مضائقہ نہیں اور یہ جو حدیث شریف میں مذکور ہے کہ لیکن بلاغ احدکم من الدنیا
کزاد الراکب اسکے یہ معنی ہین کہ صرف اپنے نفسون کے لیے اسقدر چاہیے ورنہ اسی حدیث کے راویون میں سے بعض ایسے بھی تھے
کہ حدیث مذکور پر عمل بھی کرتے تھے اور ایک جگہ میں لاکھ درم لیتے اور اسی جگہ دیڈالتے اور ایک کوڑی نہ بچاتے اور جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ تونگر آدمی جنت میں دشواری سے جاوینگے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آپ سے اجازت
چاہی کہ جو کچھ میرے پاس ہے سب دیے ڈالتا ہون آپ نے انکو اجازت دیدی اسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے
اور فرمایا کہ انکو حکم فرمائیے کہ کھانا کھلاوین اور ننگون کو کپڑا دین اور مہمان کی خدمت کرین حاصل یہ کہ دنیا کی نعمتون میں دوا کے ساتھ
مرض اور نفع کے ساتھ ضرر ملا ہوا ہے پس جس شخص کو اپنی بصیرت اور کمال معرفت پر اعتماد ہو اسکو چاہیے کہ دنیا کے پاس ایسی طرح جاوے
کہ دوا حاصل کرے اور اسکے مرض سے بچا رہے اور جسکو اعتماد نہو اسکو دنیا سے علیحدہ رہنا اور گریز کرنا ہی لازم ہے کہ نہایت بعید خوف
ہو سلامت رہنا بہت عمدہ بات ہے بموجب مثل مشہور تندرستی ہزار نعمت ہے ایسے لوگون کے حق میں سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں اور
تمام لوگ ایسے ہی ہین صرف وہ لوگ جنکو خدا تعالی بچاوے اور اپنے طریق کی راہ بتاوے وہ البتہ ارباب بصیرت میں اب تحقیق
کی نعمتون یعنی توفیقی نعمتون کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ انکی طرف حاجت کسطرح ہے یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی شخص ایسا نہین جسکو توفیق کی
حاجت نہو اور توفیق کے معنی یہ ہین کہ بندے کے ارادہ و قضا و قدر الہی مین تالیف اور ربط کا ہونا اور اس مین خیر و شر دونون
شامل ہین اور سعادت اور شقاوت دونون داخل مگر عادت یہ ہوگئی ہے کہ توفیق خاص اسکو کہتے ہین جو قضا اور قدر مین سے سعادت
کے موافق ہو جسطرح کہ الحاد کہ لغت مین میل کو کہتے ہین مگر اصطلاح مین خاص اس میلان کا نام ہے جو صدق کیطرف سے باطل کیطرف ہو اور
اسیطرح ارتداد کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اسکے معنی بھی لغۃً پھرنے کے ہین مگر عادۃً امر حق سے پھرجانیکو کہتے ہین بہرحال توفیق کیواسطے
ہونے مین کچھ شک نہین جیساکہ شیخ سعدی فرماتے ہین شعر گر از حق نہ توفیق خیرے رسد۔ کے از بندہ خیرے بغیرے رسد۔ اور سعادت
کا حال یہ ہے کہ اسکے بدون کوئی شخص سعادت کا طالب نہین ہوسکتا اسواسطے کہ انسان کا ارادہ کبھی ایسی چیز کیطرف ہوا کرتا ہے جسمین اسکی
آخرت کی بہتری ہو لیکن جب یہی جانتا ہو کہ بہتری صلاح و بہتری کس چیز مین ہے یہانتک کہ فساد کی شے کو بہتری کی چیز جان لے تو

بروایت سلمان ... عبدالرحمن بن عوف اور ... زید بن خالد ... بن ابی مالک ضعیف

صرف ارادے سے کیا نفع ہوگا غرضکہ ارادہ اور قدرت اور اسباب سے بدون ہدایت کے کچھ فائدہ نہیں اور اسیواسطے اللہ جلشانہ
نے فرمایا ربنا الذی اعطی کل شیء خلقه ثم ہدی اور فرمایا لولا فضل اللہ علیکم ورحمته ما زکی منکم من احد ابدا ولکن اللہ یزکی من یشاء اور حدیث
شریف میں ہے کہ لن یدخل احد الجنة الا برحمة اللہ تعالی یعنی کوئی شخص جنت میں بدون خدا تعالی کی رحمت کے داخل نہوگا اسمیں
رحمت سے مراد ہدایت ہے اس حدیث کو سنکر لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بھی بدون رحمت داخل جنت نہونگے آپ نے فرمایا کہ
میں بھی بدون رحمت نجات نہ پاؤنگا۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ ہدایت کے تین درجے ہیں پہلا درجہ طریق خیر و شر کا بتانا ہے جو اس آیت
میں مراد ہے وہدیناه النجدین یعنی ہمنے سوجھا دیں اسکو دو گھاٹیاں اور یہ انعام خدا نے بندوں پر اسکے سبب سے کیا ہے بعضوں کو اپنے عقل
ہی سے طریق خیر و شر بتا دیا اور بعضوں کو انبیا علیہم السلام کی زبان سے چنانچہ فرمایا واما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمی علی الہدی غرضکہ
اسباب اس ہدایت کے کتب الہی اور انبیا علیہم السلام اور بینائی عقول ہیں اور انسے کسیکو روک نہیں البتہ کسی شخص کو اپنا حسد اور
کبر اور دنیا کی محبت اور ایسے ہی لوازم جنسے دل اندھے ہوجاویں گو آنکھیں نہ اندھی ہوں موجود ہوں انہیں سے عادۃ اور کسی چیز سے مانوس
ہونا اور اسکو اچھا جاننا ہے جو اس آیت میں مراد ہے انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی آثارہم مقتدون اور کبر حسد کو ان آیتوں میں ارشاد فرمایا
وقالوا لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم اور ابشرا منا واحدا نتبعه یہ باتیں دلکو اندھا کر دیتی ہیں اور اسیوجہ سے راہ نہیں
آنے دیتیں دوسرا درجہ ہدایت کا جو اس ہدایت عام کے بعد ہے یہ ہے کہ خداوند کریم اسکے باعث بندہ کی مدد ہر حال میں کرتا رہتا ہے اور یہ
مجاہدہ کا ہی ہدایت ہوتی ہے جو اس آیت میں مذکور ہے والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا اور اسمیں بھی یہی مراد ہے والذین اہتدوا زادہم ہدی
تیسرا درجہ ہدایت کا دوسرے کے بعد ہے اور وہ ایک نور ہے جو کمال ہدایت کے بعد عالم نبوت اور ولایت میں چمکتا ہے اسکے باعث آدمی کو
وہ باتیں سوجھتی ہیں جو عقل سے نہیں معلوم ہوتیں جیسے اسرار و امور الہی اور انکا تحصیل علوم کا ہے اس ہدایت کا نام ہدایت مطلق
ہے اور اسکے سوا اور ہدایتیں اسکے مقدمات اور حجب ہیں یہی درجہ وہ ہے جسکو خدا تعالی نے اپنی طرف منسوب فرمایا اگرچہ سب اسکی طرف
سے ہیں چنانچہ فرمایا قل ان ہدی اللہ ہو الہدی اور اسی کا نام حیات ہے جو اس آیت میں مذکور ہے او من کان میتا فاحییناه وجعلنا له نورا یمشی
به فی الناس اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہے افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربه اور رشد سے ہماری غرض وہ عنایت الہی
ہے جو انسان کا اپنے مقصد کیطرف متوجہ ہونے کے وقت مدد کرتی ہے یعنی اگر مقصد مذکور میں اسکی بہتری ہوتی ہے تو اسکو قوت دیتی ہے اور
اگر اسکے حق میں برائی ہوتی ہے تو اسکو سست کر دیتی ہے اور یہ بات باطن سے ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولقد آتینا ابراہیم
رشدہ من قبل وکنا به عالمین حاصل یہ کہ رشد اس ہدایت کو کہتے ہیں جو سعادت کیطرف کو باعث اور محرک ہو مثلا کوئی لڑکا اگر ایسے
حال میں بالغ ہو کہ مال کی حفاظت اور تجارت کے طریقے اور مال کے زیادہ کرنے کی تدبیروں سے واقف ہو مگر باوجود اسکے اسراف
کرے اور قصد مال کے بڑھانے کا نکرے تو اسکو رشید نہ کہینگے حالانکہ وہ طریق خیر و شر جانتا ہے مگر چونکہ اسکی ہدایت ناقص ہے کہ اسکے
ارادے کو محرک نہوئی اس جہت سے رشید نہوا اسیطرح جو شخص کسی مضر چیز پر عمدا جرات کرے تو اسکو ہدایت تو عنایت ہوئی اور جاہل سے
تمیز بھی حاصل ہوئی جو مطلق اسکے ضرر کو نہ جانتا ہو لیکن رشد عنایت نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ صرف اعمال کے طریق پر ہدایت ہو

کی نسبت رشد مین زیادہ کمال ہے اور یہ نعمت بھی بڑی ہے اور تسدید سے یہ غرض ہے کہ بندے کے حرکات کو مطلوب کی طرف متوجہ
کرنا اور ان حرکات کا اسپر آسان کر دینا تاکہ بہت جلد صواب کیطرف نحیتہ ہو جاوے پس جیسے اکیلے ہدایت سے کام نہین چلتا اور حاجت
رشد کی جو محرک ارادہ ہے باقی رہتی ہے اسیطرح رشد بھی کافی نہین اسمین ضرور ہے کہ حرکات کی آسانی بذریعہ مساعدت اعضا اور آلات
کے ہوتی ہے یہانتک کہ مراد پوری ہو غرضکہ صرف بتلا دینا اور شناخت کرا دینا تو ہدایت ہے اور ارادے کو حرکت کیواسطے متنبہ اور بیدار
کرنا رشد ہے اور درستی کیطرف اعضا کی حرکت کو مدد دینی تسدید ہے رہی تائید اسکو گویا سب کی جامع سمجھنا چاہیے یعنی اسکے معنی یہ
ہین کہ بندے کے کام مین اندر سے تو بصیرت کے باعث قوت دینی اور باہر سے بباعث موافقت اسباب ولوازم کے اعانت کرنی اور اس
آیت مین یہی مراد ہے اذ ایدتک بروح القدس اور تائید کے قریب عصمت ہے جسکے یہ معنی ہین کہ آدمی کے دل مین وہ عنایت پروردگار
ہو جسکے باعث آدمی خیر پر جرأت اور شر سے احتراز کرنے پر قادر ہو گویا کوئی اندر روکنے والا موجود ہے کہ معلوم نہین ہوتا اور
اسی کو برہان کے لفظ سے خداتعالی نے مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد ہے ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ یہ ہین نعمتین
کلی طور پر اور یہ سب انسان مین جب جمع ہوتی ہین جب کہ اللہ تعالی فہم صاف اور تیز اور گوش حق نیوش اور دل بصیرت
منزل تواضع گزین مراعات آئین اور استاد خیرخواہ اور مال مین سے اسقدر کہ نہ کمی کے باعث مہمات وضروریات ہی سے
قاصر ہو نہ کثرت کی جہت سے مانع اشتغال دینی ہو اور وہ عزت جس سے کہ احمقون کی جہالت اور اعدا کے ظلم سے بچا رہے
عنایت فرماتا ہے اور ان سولہ اسباب مین سے ہر ایک چیز بہت سے اسباب چاہتی ہے پھر ان اسباب کے اور اسباب چاہئین
یہانتک کہ یہ سلسلہ مسبب الاسباب پر ختم ہو اور ازانجا کہ وہ اسباب بہت طول طویل ہین کہ اس جیسی کتاب مین اسکا پورا بیان
کرنا ممکن نہین اسلیے ہم نمونہ کے طور پر کچھ لکھے دیتے ہین تاکہ اس سے اس آیت کے معنی سمجھ مین آجاوین وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا

دوسرا بیان اس بات کے نمونہ مین کہ خداے تعالی کی نعمتین بہت اور مسلسل خارج حد شمار سے ہین واضح ہو کہ ہم نے
تمام نعمتون کو سولہ قسمون مین جمع کیا ہے اور تندرستی منجملہ ان کے ایک نعمت ہے جو پچھلے مرتبے مین واقع ہے اگر اسی کے اسباب
جن سے یہ نعمت پوری ہوتی ہے ہم بالکل لکھا چاہین تو یہ ممکن نہین مگر اسباب صحت مین سے ایک کھانا بھی ہے اسکے وہ لوازم جن سے
کھانے کی نعمت پوری ہوتی ہے کچھ تھوڑے سے لکھ دیتے ہین تاکہ مشتے نمونہ از خروارے ہو پس معلوم ہے کہ کھانا ایک فعل ہے اور جو
فعل اس قسم کا ہے وہ حرکت ہے اور ہر ایک حرکت کے لیے ایک جسم بھی ضرور ہے جو آلہ حرکت ہے اور اسکو حرکت پر قدرت اور ارادہ بھی شرط
ہے اور اپنی مراد کا علم و ادراک بھی چاہیے پھر کھانے کے لیے غذا ضروری ہے اور غذا کے لیے کوئی چیز ایسی چاہیے جس سے غذا حاصل
ہو اور اسکا کوئی بنانیوالا چاہیے جو غذا کو درست کر دے پہلے لحاظ اول ہم اسباب ادراک بیان کرینگے پھر اسباب ارادہ پھر
اسباب قدرت پھر اسباب غذا اور ان چارون کو اشارۃً اور مجملاً بیان کرتے ہین نہ مفصل طور پر اور چونکہ اس بیان مین چند
چیزونکا ذکر ہے لہذا اسکے آٹھ نکتے مقرر کیے گئے

نکتہ اول ان نعمتون کا ذکر جو اسباب ادراک کے پیدا کرنے مین خداتعالی نے رکھے ہین۔ جاننا چاہیے کہ خداتعالی نے

قدرت اپنے ... کی ۱۲ معنے ... اور اگر گو نعمتین اللہ کی تو پورا نہ کر سکو ۱۲

نباتات کو پتھر اور ڈھیلے اور لوہے اور تانبے اور تمام جواہر سے جو ٹرھتے اور کھاتے نہیں وجود میں کامل تر بنایا ہے بایں طور کہ نباتات میں ایک ایسی قوت رکھی ہے جس سے وہ غذا اپنی طرف کھینچتے ہیں اور یہ قوت انکی رگوں اور جڑ میں ہوتی ہے جو زمین میں رہتی ہیں اور انکے لیے یہ رگ و ریشہ آلات ہیں کہ انھیں کے ذریعہ سے غذا کو جذب کرتے ہیں اور یہ رگیں اول باریک ہوتی ہیں جو پتوں پر سوجھتی ہیں پھر انکی جڑیں موٹی ہو کر پھیلنے لگتی ہیں کہ موٹیوں میں سے اور پتلی رگیں متفرع ہوتی ہیں اور ان میں سے اور پتلی یہانتک کہ پتلی ہوتے ہوتے پتے کے اجزا میں نظر سے غائب ہو جاتی ہیں اور باوجودیکہ نباتات کو یہ کمال ہے مگر پھر بھی وہ ناقص ہے اسلیے کہ اسکی غذا اگر اسکی جڑ میں نہ پہونچیگی اور انکی رگوں سے متصل نہوگی تو سوکھ جاویگا اسکو یہ قدرت نہیں کہ غذا دوسری جگہ سے تلاش کرے کیونکہ تلاش کے لیے دو چیزیں چاہییں ایک مطلوب چیز کا جاننا دوسرا اس تک جانا اور نباتات ان دونوں باتوں سے عاجز ہے تو یہ بھی ایک خدا تعالیٰ کی نعمت ہے جو انسان کے لیے ذریعہ معلوم کرنیکا اور آلات حرکت واسطے تلاش غذا کے پیدا کیے پھر ترتیب حواس خمسہ میں بھی حکمت خدا نظر آتی ہے یہ سب حواس آلہ ادراک ہیں پہلا حاسہ یعنی چھونیکا ہے یہ اسواسطے پیدا کیا گیا ہے کہ جب آدمی پر آتش سوزان یا تیغ بران گرے تو اسکے لگتے ہی معلوم کر لے اور علیحدہ ہو جاوے اور یہ حس حیوان میں اول پیدا ہوتی ہے بدون اسکے حیوان نہوگا اور سب سے کمتر درجہ حس کا یہ ہے کہ جو چیز بدن سے چھو جاوے اسکو معلوم کرلے کیونکہ دور کی چیز کا معلوم کرنا حس کامل میں داخل ہے اور یہ حس ناقص ہر ایک حیوان میں ہوتی ہے یہانتک کہ کیچوے میں بھی ہے کہ جب سوئی اسکے بدن پر لگاؤ تو فوراً کھنچے کیواسطے سکڑ جاویگا اور نباتات میں یہ بات نہیں اسکو اگر کاٹنے لگو تب بھی نہیں سکڑتا اسواسطے کہ اسکو کاٹنے کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر اگر آدمی میں یہی قوت لامسہ ہوتی تو یہ بھی کیڑے کیطرح ناقص ہوتا کہ دور سے غذا کی تلاش نہ کر سکتا بلکہ جو چیز بدن کو لگتی آدمی کو اپنی طرف کھینچ لینا اسلیے چاہتا ایسے حس کی (کذا) ہوئی جس سے دور کی چیز معلوم ہو اسکے لیے خدا تعالیٰ نے قوت شامہ پیدا کی کہ اسکے ذریعے سے آدمی کو بو معلوم ہوتی ہے مگر بو سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کس طرف سے آئی اگر انسان بو ہی پر رہتا تو چاروں طرف پھرا کرتا جبتک بودار چیز کے پاس نہ پہونچ جاتا تب بھی ناقص ہی رہتا اسکے واسطے بینائی پیدا کی کہ دور کی چیز کی جہت بھی معلوم ہو جاوے تاکہ اسیطرف کو حرکت کرے اور اگر صرف آنکھ ہی ہوتی جب بھی نقصان تھا کیونکہ دیواروں اور پردے کے پیچھے کی چیز معلوم نہوتی وہ غذا کہ جسمیں کوئی آڑ حائل نہوتی وہی سوجھا کرتی ایسے ہی دشمن جو آنکھ کے سامنے ہوتا نظر آیا کرتا لیکن اگر اوجھل ہوتا تو نہ سوجھتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ دشمن کے نزدیک پہونچنے تک اطلاع نہوتی اور اسوقت بھاگ نہ سکتا اسکے لیے کان پیدا کیے اور قوت شنوائی عنایت کی جس سے دیواروں اور پردے کے پیچھے کی آواز سنے کیونکہ آنکھ سے تو سامنے کی چیز معلوم ہو سکتی ہے غائب کا حال بدون کلام و آواز حرکت کے جو قوت سامعہ معلوم ہوتی ہے ادراک نہیں ہو سکتا اسی لیے قوت سامعہ پیدا ہوئی اور کلام کے سمجھنے کی قوت بھی دی گئی جسکے باعث اور حیوانات سے تمیز ہو گئی اور یہ سب حواس بھی کافی نہوتے اگر قوت ذائقہ نہوتی کیونکہ غذا کے ملنے کے بعد آدمی کو کیا معلوم ہوتا کہ یہ موافق ہے یا ناموافق کہ کھاتے ہی مرجاویگا جیسے درخت کا حال ہوتا ہے کہ جو چیز سیال اسکی جڑ میں پہونچتی ہے اسکو کھینچ لیتا ہے حالانکہ بعض اشیاء

مضر ہوتی ہین اور انکے باعث سے سوکھ جاتا ہے پھر اگر یہی حواس ہوتے تب بھی نقصان رہتا اگر ایک اور ادراک دماغ کے اگلے
حصے مین پیدا نہوتا جسکو حس مشترک کہتے ہین جسکے وسیلے سے ان حواس کے محسوسات جمع رہتے ہین اگر حس مشترک نہوتا تو آدمی
اسی وقت مین ٹہرتا مثلا جب کوئی چیز زرد رنگ کی کڑوی کہاتا اور اسکو ناموافق اپنی طبیعت کے پاکر چھوڑ دیتا تو جب دوبارہ اُس
چیز کو دیکھتا تو نہ پہچانتا کہ یہ مضر ہے جب تک کہ دوبارہ نہ چکھتا کیونکہ آنکھ سے زردی سوجھتی ہے تلخی نہین معلوم ہوتی اور ذائقہ سے تلخی معلوم
ہوتی ہے زردی نہین سوجھتی تو ضرور ہوا کہ ایک ایسی قوت بھی ہو جس سے زردی اور تلخی دونون جمع رہین یہانتک کہ جب زرد چیز نظر
آوے تو وہ قوت حکم کردے کہ یہ کڑوی ہے اور دوسری دفعہ کھانے کی نوبت نہ آوے اور یہ سب حواس مع حس مشترک انسان مین
جیسے پائے جاتے ہین حیوانات مین بھی ہین مثلاً بکری مین یہ سب چیزین موجود ہین پس اگر انسان کے لیے یہی حواس ہوتے تب
بھی ناقص رہتا جیسے حیوانات ہین کہ حیلے سے گرفتار ہوسکتے ہین کیونکہ انکو اس حیلے کے دفع کی قوت نہین کہ کسی تدبیر سے قید
سے آزاد ہوجاوین اور بعضے اوقات کنوئین مین گر پڑتے ہین اور انکو یہ نہین معلوم کہ اسمین گرنے سے مرجاوینگے اور یہی وجہ ہے کہ بہائم
کبھی ایسی چیز کھا لیتا ہے جو اسکو بالفعل مزہ دار معلوم ہوا اور آیندہ کو مضر پڑے تو کھاتے ہی بیمار ہوکر مرجاتا ہے کیونکہ اسکو اسی وقت کا ادراک
ہے انجام کا سوچنا اسکو حاصل نہین۔ اور انسان کو خدا تعالی نے ایک اور صفت سے ممتاز کیا جسکے سبب سے اشرف و افضل ہوا اور جسکو عقل
کہتے ہین اس سے انسان غذاؤن کا نفع اور ضرر پہچانتا ہے اور انجام کو جو مضر پڑے وہ معلوم کرتا ہے غذا کا پکانا اور اسکو مرکب
کرنا اور اسکے سامان مہیا کرنے یہ سب باتین عقل سے ہوتی ہین تو صرف غذا کے باب مین جو سبب آدمی کی تندرستی کا ہے عقل اتنی کافی ہے
حالانکہ یہ فائدہ عقل کا نہایت ادنی ہے اور ایک ذرا سی حکمت ہے بڑی حکمت عقل مین خدا تعالی کی معرفت اور اسکے افعال کا
جاننا اور عالم مین اسکی حکمتون کو پہچاننا ہے اس صورت مین فائدہ حواس کا اور کا اور ہوجاتا ہے یعنی حواس خمسہ آدمی کے حق مین مثل
جاسوسون اور مخبرون کے ہوجاتے ہین جو سلطنت کے اطراف مین بادشاہون کیطرف سے مقرر رہتے ہین اور ان مین سے ہر ایک
ایک خاص کام سپرد ہوجاتا ہے مثلاً آنکھ کو رنگون کی خبر اور کان کو آوازون کی خبر اور ناک کو خوشبو کی خبر اور ذائقے کو غذا کی خبر اور
لامسہ کو سردی گرمی اور سختی و نرمی اور ہمواری و ناہمواری کی خبر متعین ہوجاتی ہے اور یہ جاسوس تمام مملکت مین سے خبرین لے کر
حس مشترک کو حوالہ کرتے ہین جو دماغ کے پہلے ناک پر بیٹھا ہوا ہے جیسے پرچہ نویس اور عرض بیگی بادشاہون کی ڈیوڑھی پر رہتے
ہین کہ جو کچھ اطراف سلطنت مین سے کاغذات یا اخبار آتے ہین انکو بجنسہ بادشاہ کے حضور مین پہونچا دیتے ہین زیادہ انکو اختیار نہین
فقط اتنے ہی واسطے ہین کہ جن کے تئین اخبار و کاغذات سربمہر جمع کرین اور حفاظت سے بادشاہ کے پاس پہونچا دین مگر انکے
اندر کی حقیقت انکو کچھ نہین معلوم ہوتی اسیطرح حس مشترک بھی تمام محسوسات حواس خمسہ کے دل کے پاس جو بمنزلہ امیر و بادشاہ
کے ہے پہونچا دیتا ہے اور وہ اگر عاقل ہوتا ہے تو ان اخبارات کی تفتیش کرتا ہے اور انہین سے اسرار مملکت پر واقف ہوکر احکام عجیبہ
نافذ کرتا ہے جنکا بیان کامل یہان نہین ہوسکتا اور جس حکم و مصلحت کو وہ مناسب جانتا ہے اسکے موافق اپنے لشکر یعنی اعضا کو جنبش
دیتا ہے کبھی تلاش کے لیے اور کبھی گریز کے لیے اور کبھی اتمام تدبیرات کے لیے جو اسکو پیش آتی رہتی ہین غرضکہ ادراک کی چیز نہین

خدائے تعالی کی نعمتون کا اس طرح انتظام ہے اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ ہمنے اسکا بیان پورا لکھا ہے اسلیے کہ اگر کامل بیان کیا جاوے
تو دفتر کے دفتر چاہئیں مثلاً حواس ظاہری انسان کے تھوڑے سے حواس ہین یعنی بالکل ہی نہین ہین انکے سوا اور بھی ہین جیسے
حواس باطنی مثلا اور ان حواس مین ایک حس بینائی ہے اور اسکے لیے آنکھ ایک آلہ ہے اور اسمین اگر تامل کیا جاوے تو دس طبقات
مختلف سے بنی ہوئی ہے کہ بعضے انمین سے رطوبات ہین اور بعض پردے ہین اور ان پردون مین بعضے مکڑی کے سے جالے
ہین اور بعضے رحم کی جھلی کی طرح کے ہین اور رطوبتون مین سے بعضے انڈے کی سفیدی کے مثل ہین اور بعض برف کے مانند اور
ان دسون طبقات مین سے ہر ایک کیلیے ایک صفت اور صورت اور عرض اور گولائی اور بناوٹ خاص ہے کہ اگر دس مین سے ایک
مین بھی خلل آجاوے یا کسی صفت ہی مین قصور ہو جاوے تو بینائی مین ایسا قصور ہو جاوے کہ اطبا اور کحال سب اسکے علاج
سے عاجز ہو جاوین جب ایک حس مین یہ حال ہے تو قوت شنوائی یا دوسرے حواس کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے بلکہ اصل یہ ہے
کہ اللہ تعالی نے جو حکمتین اور نعمتین آنکھ مین اور اسکے طبقات مین رکھی ہین انکا بیان بہت کتابون مین بھی نہین ہو سکتا حالانکہ
سب کے سب ملکر بدن کا ایک چھوٹا سا حصہ ہین پھر سارے بدن اور اعضا مین جو باتین ہین وہ کسطرح بیان ہو سکتی ہین حاصل
یہ کہ ادراکات کی پیدایش مین جو خدا تعالی نے نعمتین رکھی ہین انکے رموز یہ ہین جو بیان ہوئے

نکتہ دوم ان نعمتون کے اقسام مین جو ارادون کی پیدایش مین خدا تعالی نے رکھی ہین۔ واضح ہو کہ اگر آدمی مین بینائی ہوتی
جس سے دور کی غذا دیکھ لیا کرتا اور طبیعت مین میلان و رغبت اسکی طرف پیدا نہوتی جس سے کہ حرکت اسطرف کو ہوتی ہے تو بینائی
بیکار ہوتی دیکھو بہت مریض ایسے ہوتے ہین کہ غذا کو دیکھتے ہین اور سب سے زیادہ نافع چیز یہی ہے لیکن چونکہ رغبت اسکے دل مین
نہین رہتی تو نہین کہاتے انکی بینائی اس باب مین بیکار ہے اسی لیے انسان کیواسطے ضرور ہوا کہ موافق چیز کیطرف رغبت ہو جسکا
نام شہوت ہے اور مخالف چیز سے نفرت ہو جسکو کراہت کہتے ہین تاکہ شہوت کے باعث سرگرم طلب ہو اور کراہت کے سبب سے بھاگے پس اللہ
تعالی نے اسمین خواہش غذا پیدا کرکے اسکو اسپر مسلط کر دیا کہ اشتہا کے تقاضے سے خواہ مخواہ کھانے کیطرف مضطر ہو اور غذا کھا کر زندہ
رہے اور اس بات مین حیوانات کو بھی انسان سے شرکت ہے مگر نباتات کو نہین پھر مقدار ضرورت کے کھانے کے بعد اگر یہ شہوت
نہ ٹھہرا کرتی اور نوبت زیادتی کی ہوتی تو آدمی مرجاتا جیسے کھیتی کہ جتنا پانی ڈالو کھینچتی چلی جاتی ہے یہانتک کہ بگڑ جاوے اسکے
واسطے آدمی کی ضرورت ہے جو پانی کا اندازہ مقرر کرے اور حاجت کیوقت دیوے ورنہ روک دیوے اس وقت کے دور کرنے کے
لیے خدا تعالی نے آدمی مین نفرت پیدا کی کہ پیٹ بھرنے کے بعد دل بھر جاوے اور غذا ترک کرے اور جسطرح کہ انسان کے لیے کھانے
کی شہوت پیدا ہوئی کہ اسکے باعث کھاوے اور بدن سلامت رہے اسیطرح شہوت جماع بھی پیدا کی کہ اسکے باعث نسل قائم
رہے اور اگر ہم خدا تعالی کی صنعت بیان کرین کہ رحم کو کیسے بنایا اور پیدایش حیض کی اور مرکب ہونا بچے کا منی اور خون
حیض سے اور کیفیت پیدایش خصیتین کی اور جو رگین کہ انمین پشت کی ان ہڈیون سے گئی ہین جنمین نطفہ رہتا ہے اور کیفیت عورت
کی منی گرنے کی سینے کی رگون سے اور کیفیت رحم کے اندر کے سانچون کی جنمین سے بعض مین نطفہ جاکر مرد بنتا ہے اور بعض مین

عورت اور کیفیت نطفہ کے تبدیل کی بٹھکی اور لوتھڑے اور ہڈی اور گوشت اور خون مین اور کیفیت اسکے اجزا اسکے تقسیم کی یعنی سر اور ہاتھ اور پاؤن اور پیٹ اور پیٹھ اور تمام اعضا کی بیان کیجاوے تو ناظرین کو اپنی ابتدا سے پیدائش مین انواع و اقسام کے نعمائے الٰہی معلوم کرکے نہایت تعجب ہوگا نہ کہ بیٹھے کٹھے بنکر بھی تعجب نہ کرین لیکن چونکہ ہمکو صرف نعمتین کھانے کی بیان کرنی منظور ہین اسلیے طول کلام کو ترک کرکے اسی پر اکتفا کرتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ خواہش طعام انسان مین منجملہ امدادون کے ہے اور صرف یہی کافی نہین اسلیے کہ اسکے گرد چہار طرف سے مہلکات بھی تو آتے ہین پس اگر اسمین غضب نہ پیدا کیا جاوے جس سے کہ مخالف اور ناموافق کو اپنے اوپر سے دفع کر سکے تو بہیون آفات کا ہدف بنے گا اور جو غذا کہین سے پیدا کریگا چھین جاویگی کیونکہ ہر ایک اسکا خواہشمند ہے اسلیے ضرور ہوا کہ ارادہ دفع اور مقابلہ بھی آدمی مین ہو جسکا نام غضب ہے۔ پھر شہوت و غضب سے بھی کام نہین نکلتا اسلیے کہ ان دونون کا فائدہ و نقصان حال مین ہی ہے آل مین کچھ کام نہین آتے اس لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آدمی مین ایک اور ارادہ پیدا کیا جو عقل کے اشارے سے چلتا ہے جس سے کہ انجام سوچا جاتا ہے اور شہوت و غضب کو جسکے اور آگے کا خیال نہ آیا جس سے حالت موجود معلوم ہوتی ہے غرضکہ اس ارادے کے باعث آدمی کو عقل سے نفع کامل ہوا اسلیے کہ صرف یہ جان لینا کہ شہوت مثلاً مضر ہے اس سے بچنے کے لیے کافی نہین جبتک کہ اس معرفت کے موافق رغبت عمل نہو اور یہ ارادہ صرف انسان کو ملا ہے بہائم کو نہین ملا جیسے انجامون کا سوچنا بھی انسانون ہی کو عنایت ہوا ہے اسمین انسان کا شرف منظور تھا اسی ارادے کا نام ہمنے باعث دینی رکھا ہے اور صبر کے بیان مین یہان سے زیادہ اسکی تفصیل کی ہے

تنبیہ انکشم قدرت اور آلات حرکت کی پیدائش مین خدا تعالیٰ کی نعمتون کا بیان۔ جاننا چاہیے کہ جس سے صرف ادراک ہو جاتا ہے اور ارادے سے خواہش طلب یا گریز کی ہوتی ہے مگر جبتک آلۂ طلب یا گریز نہو تو ادراک و خواہش کو کیا کرے دیکھیے مریض درماندہ دور کی چیز دیکھکر اسکا مشتاق ہوتا ہے لیکن پاؤن مین قوت نہونے سے اس تک نہین جا سکتا یا بعض اوقات فالج وغیرہ مارتا ہے تو ہاتھ بیکار ہو جاتا ہے اگر چیز ملی بھی تو نہین کھا سکتا اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی کے لیے آلات حرکت بھی ہوان اور حرکت پر قدرت بھی ہو تاکہ مقتضائے شہوت کے بموجب حرکت کرنی طلب کہلاوے اور کراہت کے باعث گریز اسی حکمت کے لیے خدا تعالیٰ نے انسان و حیوان کو اعضا عنایت فرمائے کہ جو ظاہر مین نظر آتے ہین اور انکے اسرار معلوم نہین ان مین سے بعض اعضا ایسے ہین جو طلب اور گریز دونون کے لیے ہین جیسے انسان و چوپایون کے لیے پاؤن اور پرندون کے لیے پر اور بعض دفع کے لیے ہین جیسے انسان کے ہتھیار اور حیوان کے سینگ اور اسباب مین حیوانات بہت مختلف ہین بعض بہائم ایسے ہین کہ انکے دشمن بہت ہین اور غذا انکی دور ہوتی ہے اسی لیے انکو تیز حرکت کی حاجت ہوتی ہے تو انکے لیے پر عنایت ہوئے کہ جلد اڑ سکین اور بعض کو چار پاؤن عنایت ہوئے بعض ایسے ہین کہ انکے دو ٹانگین ہین بعض ہین ہی پیٹ سے رینگتے ہین اسی طرح اختلاف کا ذکر طول چاہتا ہے اسوجہ سے ہم ان اعضا کا ذکر کرتے ہین جنسے کھانا پورا ہوتا ہے تاکہ اور اعضا کو بھی انپر قیاس کر لیا جاوے پس ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی دور سے کھانا دیکھے اور اسکی طرف حرکت کرے تو صرف حرکت کافی نہوگی جبتک کہ اسکو لے نہ لے

اسی لیئے حاجت ایک پکڑنے کی چیز کی بھی ہوئی اسکے لیے خدا سے تعالیٰ نے دو ہاتھ پیدا کیے جو لمبے اور چیزون کیطرف پھیلتے ہوے ہین اور ان مین بہت سے جوڑ ہین تاکہ ہر طرف حرکت کر سکین اور پھیلکر سکڑ سکین گڑی ہوئی لکڑی کی طرح نہون پھر ہاتھ کے سرے پر ہتھیلی لگا کر اسکو چوڑا کر دیا اور ہتھیلی کا سر پانچ جگہ انگلیونمین پھانٹ کر دیا اور انگلیونکی دو طرف لکین ایک طرف کو انگوٹھا باقی کے چارون پر گھومتا ہوا بنایا اگر یہ سب انگلیاں ایک جانب کو یا جڑی ہوئی ہوتین تو پورا مطلب نہ نکلتا اسلیئے انکو ایسی طرح پر رکھا کہ آدمی پھیلا وے تو بیلچے کا کام دے اور اگر ملا کر خم دیدے تو چمچہ ہو جاتا ہے اور اگر خوب بند کر لے تو مارنے کا آلہ یعنی گھونسا بنجاتا ہے اور کسی چیز پر ڈالکر بند کرنے سلے پکڑنے کا آلہ ہے پھر ان انگلیون کے سرون پر ناخن پیدا کیے تاکہ ٹوٹنے نہ پاوین اور جو چیز باریک انگلیون سے نہ اٹھے وہ ناخنون سے لے سکین۔ اب فرض کرو کہ غذا ہاتھ مین بھی آجاوے تب بھی بکار آمد نہین جبتک کہ معدے مین نہ پہونچے اور معدہ اندر ہے تو ضرور ہے کہ باہر کیطرف اسمین پہونچنے کی کوئی راہ ہونی چاہیے تاکہ اس راہ سے غذا معدے مین جاوے اسکے واسطے خدا تعالیٰ نے منہ بنادیا جسکے راستہ معدے کیطرف ہے اور منہ مین کچھ ایک یہی فائدہ نہین کہ کھانے کو معدے تک پہونچا دیتا ہے بلکہ اسکے سوا اور بہت سی حکمتین ہین پھر اگر غذا کے لقمے کو منہ مین بھی رکھ لیا تو ثابت کا نگلنا دشوار ہے اسکے واسطے ایک چکی چاہیے جسمین غذا پیس جایا کرے پس خدا تعالیٰ نے دو جبڑے ہڈیون کے بنائے اور ان مین دانت لگائے اور اوپر کی ڈاڑھون کو نیچے کی ڈاڑھونپر مطابق کر دیا تاکہ اسمین غذا پیس جایا کرے پھر بعض غذا محتاج پیسنے کی ہوتی ہے اور بعض کاٹنے کے بعد اور بعض توڑنے کے بعد محتاج پیسنے کی ہوتی ہے اس غرض کیواسطے دانتون کی تقسیم بھی تین طرح کی ہوئی ایک ڈاڑھین جنکا کام پیسنے اور چبانے کا ہے دوسرے آگے کے دانت جو تیز ہین اور کاٹنے مین کام آتے ہین تیسرے کچلیان جو غذا کے توڑنے اور جدا کرنے مین مشغول ہوتی ہین پھر جبڑون کا جوڑ ایسا بنایا تاکہ نیچے کا جبڑا آگے پیچھے ہو سکے اور اوپر کے جبڑے پر چکی کی طرح پھر سکے اگر یہ بات نہوتی تو صرف دونون جبڑے کھڑا کھٹ ہوجایا کرتے چبانے کی غرض پوری نہوتی مگر خدا تعالیٰ کا انعام ہے کہ اسنے نیچے کے جبڑے مین تو حرکت دوری رکھی اور اوپر کے جبڑے کو ساکن بے حرکت رکھا یہ بھی ایک صنعت عجیب ہے تمام جہان کی بنائی ہوئی چکیون مین نیچے کا پاٹ جا رہتا ہے اور اوپر کا گردش کرتا ہے لیکن خدا کی بنائی ہوئی چکی مین نیچے کا گھومتا ہے اور اوپر والا پڑا رہتا ہے واقع مین اسکی شان اور بہ ہان اور اسکے لطف و احسان کا کیا کہنا ہے پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آدمی غذا کو منہ مین بھی رکھ لے تو کھانا دانتون کے تلے کیسے جاسکتا ہے دانت اسکو کھینچ نہین سکتے انگلی سے ادھر ادھر ہٹانے مین نہایت دقت ہے اسکے لیے دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیا عمدہ نعمت زبان کی پیدا کی کہ منہ مین سب طرف گھومتی ہے اور غذا کو بیچ مین سے حاجت کے موافق دانتون مین پہونچاتی رہتی ہے جیسا آٹا پیسنے مین تھوڑا تھوڑا مٹھی سے ڈالتے جاتے ہین اور یہ فائدہ زبان کا ایک ادنیٰ فائدہ ہے اور دوسرے فوائد مثلاً ذائقہ اور عجائب طاقت کلام اور دوسری حکمتین اتنی ہین کہ انکو ذکر کرنے سے ہم گفتگو نہین بڑھاتے پھر فرض کرو کہ آدمی نے غذا کو کتر کر چبا لیا اور وہ سوکھی ہے تو نگلنے پر قادر نہوگا جبتک کہ کوئی رطوبت ایسی نہو جسکے سے کہ غذا حلق مین پھسل جاوے اسکے لیے خدا تعالیٰ نے زبان کے نیچے ایک

چشمہ رکھا ہی جسمین سے لعاب بہتا ہی اور بقدر حاجت گرتا جاتا ہی یہانتک کہ غذا اس سے تر ہوجاتی ہی اور یہ بھی قابل غور ہی
کہ زبان کو اس کام کے لیے کیا مسخر کیا ہی کہ ابھی کھانا دور ہی ہوتا ہی مگر یہ بیچاری خدمت کیلیے اور لعاب گرانے کو تیار ہوجاتی
ہی حتی کہ بعض اوقات باچھون تک رال آجاتی ہی اور کھانا ابھی دور ہی ہوتا ہی پھر یہ غذا جو لعاب سے گوندا جاتی ہی معدہ مین
اسکو کون پہونچا دے ہاتھ سے دھکیلی نہین جاتی نہ معدہ مین ہاتھ ہی کہ معدہ مین سے غذا کو گھسیٹ لے اسی لیے خدا تعالی
نے نرخرہ اور مری بنائے اور نرخرہ کے منہ پر کئی درجے بنا دیے جو غذا کے لینے کیواسطے کھلجاتے ہین پھر بند ہوکر کھنچتے
ہین یہانتک کہ انکے دبنے کے باعث غذا لڑھکتی ہوئی معدے مین جا پڑتی ہی اور جب معدے مین پہونچتی ہی تو اتری ہوئی
روٹی یا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے میوہ وغیرہ کے ہوتے ہین انمین یہ لیاقت نہین ہوتی کہ بدن کا گوشت یا ہڈی اسطرح بنجاوین
بلکہ ضرور ہی کہ پکر غذا کے اجزا مثل ان اشیا کے ہوجاوین یہی وجہ خدا تعالی نے معدے کو ہنڈیا کی صورت بنایا
جب کھانا اسمین پہونچتا ہی تو چارون طرف سکے دروازے بند ہوجاتے ہین اور یہانتک معدہ مین ٹھہرتا ہی کہ ہضم اور پختگی
اسمین اچھی طرح ہوجاوے اور یہ پختگی کھانے کی اس گرمی سے ہوتی ہی جو معدے کے چارون طرف کے اعضا سے پہنچتا اسکو
پہونچتی ہی کیونکہ داہنی طرف اسکے جگر ہی اور بائین طرف تلی اور آگے کیطرف چربی کی چادر اور پیچھے پیٹھ کا گوشت ان اعضا
کی گرمی سے چارون طرف سے معدے مین حرارت پہونچتی ہے یہانتک کہ غذا پک کر ایک چیز ثقیل آشکو ہوجاتی ہی اور اس
قابل ہوتی ہی کہ رگون کے اندر جا سکے گو ابھی اس قابل نہین کہ غذاے بدن ہو اب معدے سے جگر تک چند راستے رگون کے
خدا تعالی نے بنائے ہین اور انمین بہت سے منہ رکھے ہین کہ غذا انمین ہوکر جگر تک پہونچ جاتی ہی جگر کا خمیر خون سے بنا ہی گویا کہ
خون ہی ہی اور اسمین بہت سی باریک رگین ہین کہ اسکے تمام اجزا مین پھیلی ہوئی ہین پس غذا جو جگر مین آتی ہی ان رگون کے ذریعہ
سے تمام جگر مین پھیل جاتی ہی یہانتک کہ جگر کی قوت اسپر غالب آکر خون کا رنگ کردیتی ہی اور یہ غذا جگر مین اتنی دیر ٹھہرتی ہی کہ اسکو
ایک پختگی اور ہوجاوے اور صاف خون کی صورت ہوجاوے جسکو لیاقت غذاے اعضا کی ہی پھر جب حرارت جگر اسکو پکاتی ہی تو اس
خون مین سے دو میل نکلتے ہین جیسے اور پکتی چیزون مین سے نکلا کرتے ہین ایک تو تیل کی گاد کی صورت ہوتا ہی جسکو خلط سوداوی
کہتے ہین اور ایک مسکہ کی صورت جسکو صفرا کہتے ہین اور اگر یہ دونون فضلے غذا مین سے علیحدہ نہون تو اعضا کا مزاج بگڑ جاوے
اسی لیے خدا تعالی نے پتا اور تلی بنائی اور ہر ایک کی ان دونون مین سے ایک گردن جگر تک لمبی کہ اسکے اندر گھسی رہتی ہی بنائی
پتے کا کام یہ ہی کہ فضلہ صفراوی کو کھینچ لیتا ہی اور تلی سوداوی فضلے کو جذب کرتی ہی اب یہ دونون فضلے نکلکر خون صاف رہجاتا
صرف اسمین رقت اور رطوبت رہتی ہی اگر یہ رقت اور رطوبت نہو تو خون نہ پتلی رگون مین جاسکے نہ اور اعضا مین چڑھ سکے اور
زیادتی رطوبت بھی ٹھیک نہین اسکے دور کرنے کے لیے خداوند حکیم نے دو گردے پیدا کیے اور انمین سے بھی ایک ایک گردن جگر تک
رکھدی اور عجیب حکمت یہ رکھی کہ انکی گردنون کو جگر کے اندر نہین کیا بلکہ ان رگون کے پاس رکھا جو جگر کے اوپر کو نکلی ہوئی ہین انمین
یہ حکمت ہی کہ گردے رطوبت خون اسوقت جذب کرین جب خون جگر کی باریک رگون مین سے نکل آوے کیونکہ اگر اس

جب اس سے نکلنے پاوے بہرحال جب خون میں سے رطوبت بھی جدا پہلے جذب کریں تو خون گاڑھا ہوجاوے اور رگوں سے نکلنے پاوے بہرحال جب خون میں سے رطوبت بھی جدا ہوجاتی ہے تو تینوں فضلوں سے خون صاف ہوکر ان اشیا سے جو غذا کی مفسد ہیں پاک و شستہ ہوجاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے جو جگر سے رگیں لگائی ہیں انکے بہت سے اقسام کیے ہیں اور ہر قسم میں سے بہت سے شعبے جدا کرکے تمام بدن میں سر سے پاؤں تک اندر اور باہر پھیلا دیے ہیں اور وہ خون صاف انہیں کی ہوکر تمام اعضا میں پہونچتا ہے اور ان رگوں کے شعبے پتلے ہوتے ہوتے ایسے ہوجاتے ہیں کہ آنکھ سے نہیں سوجھتے جیسے درخت اور پتیوں کی رگیں آخر کو ہوجاتی ہیں۔ غرضکہ انھیں کے ذریعے سے تمام اعضا میں غذا پہونچتی ہے اور اگر پتے پر کوئی آفت آتی ہے اور فضلہ صفراوی کو نہیں کھینچتا تو خون فاسد ہوجاتا ہے اور اس سے امراض صفراوی مثل یرقان اور پھپھولوں اور سرخ بادہ کے پیدا ہوتے ہیں اور اگر تلی پر کوئی آفت ہوتی ہے اور خلط سودا کو جذب نہیں کرتی تب سوداوی مرض مثل بہق اور جذام اور مالیخولیا وغیرہ کے پیدا ہوتے ہیں اور اگر گردوں کیطرف رطوبت نہیں جاتی تو اسوقت رطوبت کے امراض مثل جلندر وغیرہ کے ظاہر ہوتے ہیں اب حکیم مطلق کی حکمت کو دیکھنا چاہیے کہ ان ادنیٰ چیزوں سے کیسے فائدے رکھے ہیں پتا اپنی ایک گردن سے فضلہ کھینچتا ہے اور دوسری راہ سے اس فضلے کو آنتوں میں ڈال دیتا ہے تاکہ اسمین غذا کے آنے جانے کے لیے ایک چکناہٹ رہے اور آنتوں میں چلش پیدا ہو جس سے طبیعت قضائے حاجت کو چاہے اور پاخانے کے وقت چکنائی ہونے کے باعث فضلہ جلد نکلے اور زردی رنگ پاخانے کی اسیوجہ سے ہے کہ اسمیں خلط صفراوی کا میل ہوتا ہے۔ اور تلی اپنے فضلے کو ایسا کردیتی ہے کہ اسمیں ترشی اور بستگی آجاوے اور اسمیں سے کسقدر ہر روز معدہ پر پہونچا دیتی ہے تاکہ ترشی کے باعث اشتہا جنبش میں آوے اور معدے کو غذا پر برانگیختہ کرے اور باقی فضلے کو پاخانے کے ساتھ باہر نکال دیتی ہے اور گردہ اس رطوبت میں سے جسقدر خون ہوتا ہے اسقدر کو اپنی غذا کرتا ہے اور باقی کو مثانہ میں دفع کرتا ہے اب چاہیے کہ اسباب غذا کی نعمتوں کو ہم یہاں ہی تک چھوڑ دیں ورنہ اگر ذکر کریں کہ جگر کو حاجت دل اور دماغ کی اسطرح ہے اور اعضا رئیسہ میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی حاجت کیونکر ہے اور دل میں سے چلتی رگیں تمام بدن میں کیسے پھیلی ہیں جنکے ذریعے سے حس اعضا میں ہوتی ہے اور دوسری رگیں جنمیں سے ہوکر غذا تمام بدن میں پہونچتی ہے کیس طور متفرق ہوئی ہیں پھر اس سے اعضا کیونکر بنتے ہیں اور ہڈیاں اور پٹھے اور رگیں اور اوتار اور رباط اور کری ہڈیاں بدن میں کتنی ہیں تو کلام بہت بڑھ جاویگا حالانکہ کھانے کے واسطے ہر ایک کی احتیاج ہے اور دوسری غرضوں کیواسطے بھی ہیں بلکہ آدمی میں ہزاروں پٹھے اور رگیں اور نہچلیاں چھوٹی اور بڑی اور پتلی اور موٹی کہ بعضی بہت پھیلاؤ رکھتی ہیں اور بعضی کم یہ سب موجود ہیں اور انمیں سے ایسی کوئی نہیں جسمیں ایک یا دو یا تین یا چار یا دس یا زیادہ حکمتیں نہوں اور یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں جو انسان پر اسنے کی ہیں اگر ان سب میں سے کوئی چلتی رگ ٹھہر جاوے یا ساکن رگ حرکت کرے تو بیچارہ آدمی ہلاک ہوجاوے بس آدمی کو چاہیے کہ اول ان نعمائے الٰہی کو اپنے اوپر دیکھے تاکہ پھر شکر کرسکے۔ آدمی کو خدا تعالےٰ کی نعمتوں میں سے بجز ایک ادنیٰ نعمت کھانے کے اور کیا معلوم ہے اور اسمیں بھی یہی معلوم ہے کہ بھوک لگی تو کھا لیا اور اتنی بات گدھا بھی جانتا ہے کہ بھوکا ہوا تو کھا لیا اور تھک گیا تو سو رہا

اور شہوت ہوئی دفع شہوت کر لی اور آرام سے رہا تو ٹانپے اور لات مار یگا جب آدمی اپنے نفس مین اسیقدر جانتا ہو جتنا گدھا جانتا ہو تو اوسے شکر الٰہی اس سے کس طرح ہو۔ یہ مقدار جو ہمنے مختصر بطور اشارے نعماے الٰہی کے بیان کی ایک قطرہ بحر نعماے الٰہی سے ہو اسی پر پچھلا ان باتون کو بھی قیاس کر لینا چاہیے جنکو طول کلام کے خوف سے ہمنے چھوڑ دیا ہو اور نعمتون مین سے جسقدر ہمنے بیان کی ہین اور تمام خلق کو معلوم ہین اگر اس مقدار کو ان نعمتون کی نسبت کر دیکھین جنکو لوگ نہین جانتے تو سمندر کے ایک قطرے سے بھی کم قطرہ آوین مگر اتنی بات ہو کہ جو شخص انمین سے کچھ جانتا ہو اسکو شمہ معنی اس آیت کا معلوم ہو جاتا ہو وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالی نے قوام ان اعضا کا اور انکے منافع کا کیسے ایک بخار لطیف سے منتظم کر رکھا ہو جو اخلاط اربعہ سے نکلتا ہو اور دل مین اسکا قرارگاہ ہو وہان سے تمام بدن مین بذریعہ اچھلتی رگون کے پھیلتا ہو اسطرح کہ جس جزو بدن مین پہونچتا ہو اسکے پہونچتے ہی اس جز مین قوت حس اور ادراک اور قوت حرکت اور سب حاجت کی چیزین پیدا ہو جاتی ہین جیسے چراغ کو گھر مین پھراؤ تو جس کونے مین جاویگا وہی اسکی روشنی سے بحکم خدا اور اسکے اختراع سے روشن ہو جاویگا کہ اسنے ہی حکمت سے چراغ کو سبب روشنی کا بنایا ہو اور یہ بخار لطیف اصطلاح اطبا مین روح کہلاتا ہو اسکا محل دل ہو مثال مذکور میں جرم شعلہ کو بخار سمجھنا چاہیے اور قلب بمثل ظرف چراغ کے ہو اور خون سیاہ جو دل کے اندر ہو وہ بمثل بتی کے ہو اور غذا اسکے لیے مثل روغن کے ہو اور حیات ظاہری جو سب اعضا مین اسکے باعث ہو اسکو بمنزلہ روشنی چراغ کے تمام گھر مین تصور کرنا چاہیے اور جسطرح کہ چراغ روغن نرہنے سے گل ہو جاتا ہو اسیطرح چراغ روح بھی غذا نہ ملنے سے ٹھنڈا ہو جاتا ہو اور جسطرح کہ بتی کبھی جلکر خاک ہو جاتی ہو اور تیل نہین پیتی اور باوجود کثرت روغن کے چراغ سرد ہو جاتا ہو اسیطرح وہ خون جو دل مین ہو کبھی زیادتی حرارت دل سے جل جاتا ہو اور باوجود غذا روح تحلیل ہو جاتی ہو اسلیے کہ خون دل غذا کو قبول نہین کرتا جس سے کہ روح باقی رہے جیسے کہ راکھ تیل کو ایسی طرح نہین پیتی جس سے شعلہ پیدا ہو اور جیسے چراغ کبھی تو سبب داخل کے باعث بجھ جاتا ہو جیسا اوپر کا ذکر ہوا اور کبھی سبب خارجی سے گل ہوتا ہو مثلاً آندھی چلنے کے باعث اسیطرح روح کبھی تو اسباب داخلی مذکورہ بالا سے فنا ہوتی ہو اور کبھی سبب خارج سے مثل قتل وغیرہ کے کہ باعث اسکی فنا کا ہوتا ہو اور جیسے کہ تیل کے نرہنے یا بتی کے بگڑنے یا آندھی چلنے یا کسی آدمی کے گل کر دینے سے چراغ کے گل ہونے کے لیے اسباب خدا تعالی کے علم مین مقدر اور مرتب ہین اور سبب یا ہین بموجب تقدیر الٰہی کے سرزد ہوتی ہین اسیطرح روح کا فنا ہونا کسی علت سے بموجب حکم خدا کے ہوتا ہو اور جسطرح کہ چراغ کا گل ہونا اسکے وجود کی انتہا ہو تو یہی اسکی مدت ام الکتاب مین معین ہوئی ہوگی اسیطرح روح کی فنا کو تصور کرنا چاہیے اور جسطرح کہ چراغ کے گل ہوتے ہی تمام گھر مین اندھیرا ہو جاتا ہو ایسے ہی روح کے رخصت ہوتے ہی بدن مین تاریکی ہو جاتی ہو یعنی وہ نور کہ بدن کو روح سے پہونچتا تھا اور اسکے باعث حس اور قدرت اور ارادہ اور دوسرے لوازم حیات اسکو میسر تھے وہ کچھ نہین رہتا یہ بھی ایک رمز مختصر خدا تعالی کے نعمتون اور اسکی عجائب صنعت و حکمت کے اقسام مین سے ایک قسم کیطرف ہو اس سے مضمون اس آیت کا معلوم ہوتا ہو کہ لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی پس جو شخص اسپر بھی خداوند کریم کا منکر ہو اور اسکی نعمت کا ناشکر وہ خدا تعالی کی رحمت سے

[illegible]

دور ہو اور اسکے عذاب ولعنت مین مقہور۔ اب اگر کوئی کہے کہ تمنے روح کو بتلایا اور اسکی مثال بیان کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب روح کا حال پوچھا گیا تو اتنا ہی فرمایا کہ الروح من امر ربی یعنی یہ ایک امر ربانی ہے آپ نے اسکی تعریف کیون نہ فرمائی اور لوگون کو اسیطرح کیون نہ ارشاد کیا جیسے تمنے تقریر کی تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ روح جو بہت سے معنون مین مشترک بولا جاتا ہے اسکے اشتراک پر دہیان نہ کیا جاوے روح کے سب معنون کو ہم نہین ذکر کرتے یہان جو ہمنے معنی روح کے بیان کیے ہین تو ان سب معنون مین سے ایک معنی یہ بھی ہین کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جسکو اطبا روح کہتے ہین اور انھون نے اسکی صفت اور وجود اور اعضا مین جاری ہونے کی کیفیت اور اس سے حس اور قوت اعضا مین آنے کا حال سب بیان کیا ہے یہانتک کہ اگر کوئی عضو بے حس ہو جاتا ہے تو جان لیتے ہین کہ کوئی سدہ روح کے چلنے کی جگہ مین پڑ گیا ہے اور بے حس جگہ کا علاج نہین کرتے بلکہ پٹھون کے نکلنے کی جگہ کا علاج کرتے ہین جہان سدہ پڑا کرتا ہے اور علاج بھی ایسا کرتے ہین جس سے سدہ کھلجاوے اسلیے کہ یہ روح اپنی لطافت کے باعث پٹھون کے جال مین گھسکر اسکے ذریعے سے دل مین سے تمام بدن مین پھیلتی ہے پس یہی روح کے جو اطبا نے لکھے ہین یہ کچھ مشکل نہین مگر وہ روح اصلی کہ جسکے فساد سے تمام بدن فاسد ہو جاتا ہے وہ ایک سر ہے اسرار الٰہی سے ہمنے اسکی تعریف بیان نہین کی اور نہ اسکے بتلانے کی اجازت اسکے لیے اتنا ہی کہ سکتے ہین جتنا خدا تعالی نے فرمایا ہے قل الروح من امر ربی یعنی روح امر ربانی ہے اور جتنے امور ربانی ہین عقل کو تاب انکے وصف کی نہین اکثر خلق کی عقل نہین حیران ہے اور وہم وخیال تو کسی نہج انکو دریافت نہین کر سکتے انہین لیاقت ہی انکے ادراک کی نہین جیسے آنکھ سے آواز کا ادراک نہین ہو سکتا غرضکہ مبادی وصف امور ربانی کا عقل کی مجال سے باہر ہے اسلیے کہ عقل کے پانون مین جو ہر وعرض کی بیڑیان پڑی ہین وہ انھین مین محبوس رہتی ہے اس سے امور ربانی کسطرح دریافت ہون ہان انکے دریافت کے لیے ایک اور نور ہے جو عقل سے اعلی اور اشرف ہے اور عالم نبوت اور ولایت مین چمکا کرتا ہے اس نور کو عقل کیطرف وہ نسبت ہے جو عقل کو وہم وخیال کیطرف اور اللہ تعالی نے خلق کو کئی طرح کا بنایا ہے جسطرح کہ لڑکا سوا محسوسات کے معقولات کو نہین جانتا اسلیے کہ انکے جاننے کے طور پر ابھی اسکی عقل نہین پہونچی اسیطرح بالغ بھی سوا معقولات کے اور کچھ نہین جانتا کیونکہ ماورا معقولات کے جاننے کا وہ ڈھنگ ہے جو ابھی اسکو حاصل نہین ہوا اور وہ مقام بیشک شریف اور رتبہ عالی ہے دہا سے نور ایمان ویقین کے باعث بارگاہ حق سے ملتی ہے یہ رتبہ ایسا نہین کہ ہر کسی کو ملجاوے بلکہ ایک کے بعد ایک کو ملتا ہے

این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند ؛ اس بارگاہ حق کا ایک مقام صدر ہے اور صدر مقام کے اوپر ایک نہایت وسیع میدان ہے جسکے شروع پر ایک آستان ہے اور وہ امر ربانی اس آستان کا پاسبان تو جو شخص اس آستان تک نہ پہونچے اور نہ اسکے پاسبان کو دیکھے اسکا میدان ہی مین پہونچنا محال ہے اسکے بعد کے مشاہدات عالیہ تو کہان دیکھ سکتا ہے اسلیے اکابر ارشاد فرماتے ہین کہ جسنے اپنے نفس کو نہین پہچانا اسنے خدا کو نہین پہچانا بھلا طبیبون کی کتابون مین یہ بات کہان اور طبیب کا لحاظ ان معانی کیطرف کجا بلکہ جن معنی کو طبیب روح کہتے ہین اسکو اس امر ربانی کیطرف ایسی نسبت ہے جیسے بادشاہ کے گنبد کو بادشاہ کیطرف یعنی اگر بادشاہ ڈنڈے سے گنبد کو حرکت دے اور کوئی شخص گنبد کو دیکھکر خیال کرے کہ مین نے بادشاہ کو دیکھ لیا تو یہ اسکی خام خیالی اور غلطی

۱۔ بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲

فاش کہنی چاہیگی اسیطرح اگر کوئی روح طبی کو معلوم کرکے جانے کہ مین نے امر ربانی کو جان لیا وہ بھی بڑی غلطی پر ہوگا بلکہ شخص اول کی نسبت اسکی غلطی فاحش تر ہوگی اور از انجاکہ عقول انسانی کہ جن کے باعث احکام ربانی صادر ہوتے ہین اور مصالح دنیاوی معلوم ہوتے ہین ایسے نہین جو اس امر ربانی کو دیکھ سکین اسی لیے خدا تعالی نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ندی کہ اسکا حال کسی سے ارشاد فرماوین بلکہ انکو فرمایا کہ لوگون سے انکی عقل کے بموجب گفتگو کرو شعر با ہیچ نہ فہم لاف معنی چہ زنی طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد ۔ اور اپنی کتاب مجید مین بھی خدا تعالی نے اسکی حقیقت بیان نہ فرمائی صرف اسکی نسبت اور فعل کو ذکر فرمایا ذات کو مذکور نہ کیا نسبت تو ان الفاظ مین ارشاد فرمائی کہ الروح من امر ربی اور اسکا فعل اس آیت مین ذکر فرمایا یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اب کلام کہین کا کہین جا پڑا یہان سے غرض کیطرف رجوع کرتے ہین کہ مقصود ذکر نعماے الہی کا کھانے مین اور آلات غذا کی بعض نعمتین اوپر ذکر کر چکے

چوتھا تکملہ ان اصول کی نعمتون کے بیان مین جنسے غذا پیدا ہوکر اس قابل ہوتی ہے کہ آدمی اسکو اپنے فعل سے درست کرے واضح ہو کہ غذائین بہت ہین اور خلق خدا مین عجائب لاتعد ولاتحصی اور اسباب بیشمار و بے انتہا ہین اور ہر ایک غذا کے عجائب اور اسباب کا ذکر کرنا نہایت طول چاہتا ہے اسلیے کہ کھانے کی تین قسمین ہین یا دوائین ہین یا میوے یا غذا اور انکے اجناس بے انتہا ہین کہان تک کوئی لکھیگا اسلیے غذا جو کہ اصل ہے اسی کو ہم اختیار کرتے ہین اور منجملہ اسکے اجناس کے دانہ گندم کو لیتے ہین باقی غلات اور حبوب کو چھوڑے دیتے ہین اب ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی کو ایک دانہ یا چند دانے گیہون کے ملین اور انکو کھالے تو وہ ہو چکینگے اور بھوکا رہیگا تو ضرور ہوا کہ دانہ گندم مین یہ خاصیت ہو کہ وہ بڑھ سکے اور کثرت سے ہوا کرے تاکہ حاجت انسانی کے لیے کافی ووافی ہو اسلیے خدا تعالی نے دانہ گندم مین وہ قوت پیدا کی جس سے وہ بھی انسان کی طرح غذا حاصل کرسکے کیونکہ انسان اور روئیدگی مین فرق صرف حس و حرکت کا ہے غذا مین دونون مساوی ہین نبات بھی بذریعہ رگون باطنی کے اپنے اندر غذا کو کھینچتا ہے جس طرح انسان کھینچتا ہے اور ہم نبات کی غذا کے جذب کرنے کے آلات طول کلام کے خوف سے ترک کیے دیتے ہین مگر اسکی غذا کیطرف اشارہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جسطرح آدمی لکڑی اور مٹی سے پیٹ نہین بھرتا اور ایک غذا خاص کا محتاج ہے اسی طرح غلہ کا دانہ بھی ہر چیز سے غذا نہین پاتا اسکے لیے بھی غذا خاص ہے اسوجہ سے کہ اگر اسکو گھر مین رکھ چھوڑ دو تو نہین بڑھیگا کیونکہ اس صورت مین اسکے گرد صرف ہوا ہے اور تنہا ہوا اسکی غذا کو کافی نہین اور اگر پانی مین ڈالدو تو تب بھی نہین بڑھیگا یہ بھی اسکی غذا نہین اور اگر زمین مین بوؤ جسمین پانی نہو تب بھی نہ بڑھیگا بلکہ اسکے لیے ایسی زمین چاہیے جسمین پانی پہونچا ہو اور پانی مٹی مین ملکر گارا ہوگیا ہو اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین فلینظر الانسان الی طعامہ انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا اور پھر پانی اور مٹی بھی کافی نہین کیونکہ اگر بالفرض گیہون کو زمین نرم سخت اور ٹھوس مین بوؤ تو ہوا کے نہونے سے نہ جمے گا پس ضرور ہوا کہ اسکو نرم اور پلپلی زمین مین بویا جاوے جسمین ہوا کا گذر ہوسکے پھر ہوا اپنے آپ اندر نہین جاتی اسکے لیے ضرور ہوا کہ تیز آندھی سے اسکو حرکت دیجاوے اور آندھی اس ہوا کو ایسے زور سے زمین پر مارے کہ

ہوا اندر کو زبردستی اندر چلی جاوے اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وارسلنا الریاح لواقح کہ بار دار کرنے سے مراد یہی ہے
کہ ہوا اور پانی اور زمین تخم مین خلط ملط کر دیتی ہے پھر یہ سب باتین کافی نہین اگر شدت جاڑے مین واقع ہون اسی لیے حاجت
حرارت ربیع اور گرمی کی ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ گیہون کی غذا کے لیے چار چیزین ہوا اور پانی اور زمین اور گرمی چاہیین اور
انمین سے ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ کس کس چیز کی حاجت رکھتے ہین مثلاً پانی کے لیے ضرور ہے کہ دریاؤن اور چشمون اور نہرون
اور نالیون سے کھیت مین جاوے اسکے لیے دیکھنا چاہیے کہ خداوند کریم نے کیسے دریا اور چشمے بنائے اور انسے نہرین
نکالین پھر قطعات زمین جو اونچے ہین اور ان مین پانی نہین پہونچ سکتا انکے لیے دیکھو کہ کسطرح بادل پیدا کیے اور کیسے ان پر
ہواؤن کو مسلط کر دیا کہ خدا کے حکم سے تمام روے زمین پر انکو لیے پھرتی ہین حالانکہ بادل پانی مین بھرے ہوے بھاری ہوتے
ہین پھر دیکھو کہ زمین پر ربیع و خریف ہی کے دنون مین حاجت کے موافق برستے ہین اور پہاڑون کو دیکھو کہ پانی کے محافظ بنائے
کہ ان مین سے بتدریج پانی بہتا ہے اگر یکبارگی نکل پڑے تو تمام شہر غرقاب ہو جاوین اور زراعت اور مواشی آشنائے اجل ہون اور
پہاڑون اور ابر اور سمندر اور باران مین خدا تعالی کی اتنی نعمتین ہین کہ انکا شمار نہین ہو سکتا اور چونکہ پانی اور زمین دونون سرد ہین
انمین حرارت نہین ہو سکتی تھی اسلیے خدا تعالی نے آفتاب کو مسخر کیا اور اسکو باوجود بہت فاصلہ کے زمین سے ایسا بنایا کہ
جاڑے کیوقت جاڑا اور گرمی کیوقت گرمی ہو یعنی جیسے حاجت ہو اسی کے بموجب سردی و گرمی ہو سکے اور یہ آفتاب کی پیدائش
مین سے ایک حکمت ہے اور اسمین حکمتین لاانتہا ہین پھر جب نبات زمین سے اونچا ہوتا ہے تو میوون مین ایک طرح کی بستگی اور سختی ہوتی
ہے اور اسیوجہ سے حاجت ایک رطوبت کی ہے جس سے وہ پک جاوین اسکے واسطے خدا تعالی نے چاند کو پیدا فرمایا اور رطوبت
دینا اسکا خاصہ کر دیا جیسے کہ حرارت پہونچانا آفتاب کی خاصیت تھی پس چاند کے باعث میوون کو پختگی اور رنگ حاصل ہوتا ہے
اور یہ مین لحاظ اگر درخت سایہ کے اندر ہو کہ جسپر سورج کی دھوپ اور چاند اور ستارون کی روشنی نہ آ سکے تو وہ بگڑ جاتا ہے
جیسے کہ چھوٹا پیڑ اگر بڑے پیڑ کے سایہ مین ہو تو خراب اور ناقص رہیگا اور چاند کی رطوبت پہونچانی اسطرح معلوم ہو سکتی ہے کہ رات
کو چاند کی روشنی مین سر کھولکر بیٹھو تو سر مین رطوبت زیادہ ہو جاویگی جسکو زکام کہتے ہین پس جیسے آدمی کے سر مین رطوبت پہونچاتا
ہے ویسے ہی میوون کو بھی رطوبت دیتا ہے اور زیادہ گفتگو ایسے امور کی جو کبھی تمام ہون کیا ضرور ہے صرف اسیقدر کافی ہے کہ آسمان
مین کوئی ستارہ ایسا نہین جسمین کوئی فائدہ نہو جیسے آفتاب مین حرارت اور چاند مین رطوبت ہے کیونکہ ہر ایک ستارے مین حکمتین
اتنی زیادہ ہین کہ طاقت بشری اسکے شمار سے عاجز ہے اور اگر ایسا نہو تو انکا پیدا کرنا لغو اور بیکار ہے اور اس آیت کے معنی درست نہون
ربنا ما خلقت ہذا باطلا اور وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین اور جس طرح کہ آدمی کے بدن مین کوئی عضو خالی فائدے سے
نہین اسیطرح عالم کے جسم مین کوئی عضو خالی فائدے سے نہین اور تمام عالم مثل ایک جسم کے ہے اور اجسام مثل اسکے اعضا کے ہین
جسطرح آدمی کے بدن مین ایک عضو سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اسیطرح عالم کے اجسام مین ایک سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اور
اسکی شرح نہایت طویل ہے اب اس تقریر سے کوئی یہ گمان نکرے کہ آفتاب اور چاند اور ستارون کو جن آثار کے لیے خدا تعالی

نے اپنی حکمت سے مسخر کیا ہو انکے مسخر ہونے پر ایمان لانا مخالف شریعت ہو اسوجہ سے کہ شرع مین منجمین اور علم نجوم کی تصدیق سے
مخالفت ہو کیونکہ شرع مین جو علم نجوم کی مخالفت ہو تو اسمین دو باتین ممنوع ہین اول تو یہ کہ آدمی یہ جانے کہ نجوم اپنے آثار کے خود فاعل
مستقل ہین اپنے خالق مدبر کی تدبیر اور قہر کے مسخر نہین پس اسطرح جاننا کفر ہو دوسری صورت یہ ہو کہ منجم جو باتین مفصل ستارون کی ایسے
آثار مین سے بیان کرین جو سب خلق کو معلوم نہین ہوتے اسکو سچ جانے تو یہ بھی ممنوع ہو اسلیے کہ وہ لوگ یہ سب خبرین جانتے نہین
اور کہدیتے ہین اور وجہ انکے نجاننے کی یہ ہو کہ علم نجوم کے احکام کا بعض انبیاء علیہم السلام کیواسطے معجزہ تھا پھر وہ جاتا رہا اور جو
کچھ بچا ہو وہ مختلط ہو جسمین صواب اور خطا کی تمیز نہین ہوتی۔ حاصل یہ کہ کواکب کو ایسے آثار کا سبب اعتقاد کرنا جو خدا سے تعالیٰ
کے پیدا کرنے کے باعث زمین مین اور نباتات اور حیوانات مین ہوتے ہین دین کا مخل نہین بلکہ راست و درست ہو باوجودیکہ نہ جاننے کے
یہ دعویٰ کرنا کہ ہم سب آثار کو مفصل جانتے ہین یہ امر مخل دین ہو اور اسی کی تصدیق کی ممانعت ہو ورنہ اگر کوئی شخص نیا کپڑا دہوے
اور اسکا خشک کرنا چاہیے اور دوسرا شخص اسکو کہدے کہ اب دہوپ نکلی ہوتی ہو اور ہوا گرم ہو کپڑا انکالکے پھیلا دو تو اسبات قسم کو جھوٹا
نہ جاننا چاہیے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسنے آفتاب کے نکلنے سے ہوا کی گرمی کیسے کہدی یا کسی شخص کے رنگ پر کدورت آجاوے
اور اس سے اسکی وجہ پوچھا اور وہ بیان کرے کہ راستے مین سورج کی دہوپ کے باعث رنگ متغیر ہو گیا تو یہ ضرور نہین کہ اسکو
جھوٹا ٹھہراؤ کہ آفتاب کا اثر کیسے بیان کرتا ہو اسیطرح اور آثار کو قیاس کر لو مگر آثار مین بعضے معلوم ہوتے ہین اور بعضے نامعلوم
جو آثار کہ معلوم نہین ان مین دعویٰ علم ناجائز ہو اور جو معلوم ہین انکی بھی دو قسمین ہین ایک وہ کہ سب لوگون کو معلوم ہون جیسے
دہوپ اور گرمی کا ہونا آفتاب سے اور دوسرے وہ کہ بعض لوگون کو معلوم ہون جیسے چاندنی سے زکام کا ہونا غرضکہ ستارے
بیفائدہ نہین پیدا ہوئے بلکہ انمین بیشمار حکمتین ہین اور اسیواسطے تہجد کیوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کیطرف دیکھتے
اور یہ آیت پڑھتے ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار اور ایکبار اسکو پڑھکر فرمایا کہ ہلاکی ہو اس شخص کو جو اس آیت کو
پڑھے اور پھر مونچھون پر تاؤ دے اور اس سے غرض یہ ہو کہ آیت کو پڑھکر اسمین تامل نکرے اور اسرار سماوی سمجھنے کی جگہ
صرف آسمان کا رنگ اور ستارون کی روشنی ہی جان لے حالانکہ اتنی بات بہائم بھی سمجھتے ہین پس جو کوئی کہ آیت مذکورہ سے فقط ظاہری
رنگ و روشنی پر اکتفا کرے اور اسرار و عجائب کو نہ سوچے وہ ایسا ہی ہو کہ مونچھپر تاؤ دیدیا مگر خاک نہین سمجھا خداوند تعالیٰ
کے عجائب آسمانون کے ملکوت مین اور آفاق و نفوس و حیوانات و نباتات مین بہت سے ہین انکے طالب وہی لوگ ہوتے
ہین جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہین اسلیے کہ دنیا مین جس شخص کو کسی عالم کے ساتھ محبت ہوتی ہو وہ ہمیشہ اسکی تصانیف کا
طالب رہتا ہو تاکہ اسکی تصنیفات سے اسکے عجائب علمی پر زیادہ وقوف ہو اور اسکے باعث محبت اور زیادہ ہو اسیطرح عجائب
صنع الٰہی کو خیال کرنا چاہیے کہ تمام عالم اسکی تصنیف ہو بلکہ مصنفون کی تصنیف بھی اسی کی تصنیف ہو بذریعہ اپنے بندون کے
دلون کے بنائی ہو پس اگر آدمی کو کسی تصنیف پر تعجب آوے اور اچھی معلوم ہو تو اسکے مصنف پر تعجب کرنا چاہیے بلکہ اس ذات
پر تعجب کرنا چاہیے جسنے مصنف کو ایسی تصنیف کے لیے آمادہ اور مسخر کیا اور اپنے انعام و کرم سے اسکو تصنیف کی ہدایت کی اور اسکا

[illegible] ابن عباس اور اس [illegible]

کو پہونچا دیا جیسے کبھی کٹھ پتلیوں کو دیکھیں کہ ناچتی ہیں اور بہت عمدہ حرکات موزون کرتی ہیں تو ان کھلونوں پر تعجب نکرنا چاہیے وہ
تو کپڑے کی گڑیاں ہیں کہ اپنے آپ نہیں ہلتیں بلکہ تعجب بازیگر کی دستکاری پر چاہیے جو انمیں پتلے پتلے تار جو آنکھ سے کبھی نہیں
سوجھتے باندھکر ہلا رہا ہے۔ اسیطرح معیان خدا ہر ایک چیز دنیاوی کو دیکھکر صنعت خدا کو اسمیں تامل کرتے ہیں مطلب یہ کہ نبات
کی غذا پانی اور ہوا اور سورج اور چاند اور ستارون سے تمام ہوتی ہے اور ان اجرام کیلیے آسمان ہیں جنمیں کہ یہ گڑے ہوے ہیں اور
افلاک کیلیے حرکتیں ہیں اور حرکتون کی تمامی آسمان کے فرشتون سے ہے جو انکو حرکت دیتے ہیں اور اسیطرح ایک دوسرے کا سبب ہوتا چلا گیا ہے
پانچوان نکتہ ان اسباب کی نعمتون میں جیسے غذا آدمی تک پہونچتی ہے مخفی نرہے کہ سب غذائیں ہر جگہ نہیں ملتیں بلکہ انکے لیے
کچھ خاص شرطیں ہیں کہ بعض جگہون میں جہان وہ شرطیں پائی جاتی ہیں وہان وہ غذائیں ملتی ہیں نہیں تو نہیں اور آدمی تمام روے
زمین پر پھیلے ہوے ہیں کہ بعضون سے غذا دور پڑگئی اور انکے اور غذا کے درمیان جنگل اور سمندر حائل ہوگئے مگر دیکھنا چاہیے
کہ خدا تعالی نے اس غرض کیلیے کیسا تاجرون کو مسخر کردیا اور انپر مال کی حرص غالب کردی اور نفع کی توقع بڑہا دی کہ جسکے
سبب تری و خشکی کے سفر کے شدائد اٹھاتے ہیں اور جان پر کھیلتے ہیں اور غذا اور دوسرے حوائج انسانی شرق سے
غرب کے لوگون کے پاس اور غرب سے شرق والون کے پاس پہونچاتے ہیں انپر کبھی غفلت اور جہالت خدا نے تعالی نے
ڈالدی ہے ورنہ اگر واقع میں تامل کیا جاوے تو اکثر ان لوگون کی محنت رائیگان ہے کیونکہ جو کچھ یہ جوڑتے ہیں یا تو کشتیون میں
ڈوب جاتا ہے یا رہزنون کے ہاتھ آتا ہے یا کہیں سفر ہی میں مرجاتے ہیں تو لاوارثی کے صیغے میں حکام کے قبضے میں پڑتا ہے اور سب
میں عمدہ حال یہ ہے کہ مال وارثون کے ہاتھ لگے لیکن اگر وہ سمجھیں تو وارث ہی سب سے زیادہ انکے دشمن ہیں مگر اسمیں بھی حکمت
ہے کہ انپر جہل و غفلت مسلط ہے پھر دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالی نے انکو کشتی بنانے اور جہازرانی کا کام کیسے سکھایا اور حیوانات کو سواری
اور باربرداری کیلیے کس طرح مسخر کیا ہے پھر جانورون میں ایک وصف جدا گانہ عنایت فرمایا گھوڑے کو سرعت رفتار گدھے کو مشقت
پر صبر اونٹ کو کم خواری اور کثرت باربرداری مرحمت کی پھر دیکھیے کہ انسانون کو تری اور خشکی میں بذریعہ کشتیون اور حیوانات
کسطرح پھراتا ہے تاکہ غذا وغیرہ حوائج انسان کے پاس پہونچا دیں اور یہ بھی سوچو کہ حیوانات کے لیے اسباب اور سامان اور [illegible]
وغیرہ کی کیا کیا ضرورت ہوتی ہے اور کشتیون کیواسطے کون کون لوازم کی حاجت پڑتی ہے ان سب چیزون کو خدا تعالی نے بقدر
حاجت اور زائد از حاجت پیدا کیا ہے اور انکا شمار کرنا غیر ممکن ہے پھر اسکے اور امور بیشمار کی نوبت پہونچتی ہے جنکا چھوڑ دینا اختصار کے
لیے ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے

چھٹا نکتہ غذا کی اصلاح میں جاننا چاہیے کہ جو چیزیں زمین میں از قسم نباتات پیدا ہوتی ہیں اور جو حیوانات پیدا ہوتے ہیں انکا
اسیطرح پر کھا لینا ممکن نہیں بلکہ ہر ایک میں کچھ اصلاح اور پکانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ بعض کو پھینک دینا پڑتا ہے اور بعض کو باقی رکھنا
اور اسیطرح کی بیشمار باتیں کرنی پڑتی ہیں اور ہر غذا میں ان ترکیبون کا مفصل لکھنا دشوار ہے اسلیے ہم صرف ایک روٹی
کو خاص کرکے دیکھتے ہیں کہ بیج ڈالنے کے بعد اسکے گول ہونے اور غذا کے قابل ہونے کے لیے کیا کیا کرنا پڑتا ہے پس اول جو

حاجت ہوتی ہو وہ زمین کی درستی ہو جسکے لیے کسان کی حاجت ہو پھر بیلوں اور ہل کی ضرورت ہو مع جمیع لوازم کے پھر بعد
اسکے مدت تک اسکا پانی دینا پھر کھیت کو لونا پھر کاٹنا پھر گاہنا اور اناج علیحدہ کرنا پھر پیسنا پھر گوندھنا پھر پکانا۔ تو سوچنا چاہیے
کہ یہ کتنے کام ہوے اور جو ہم نے نہیں لکھے وہ علاوہ رہے اور جتنے لوگ ان کاموں کو کرتے ہیں اور جتنے اوزار سے کرتے ہیں
انکو بھی شامل کرنا چاہیے اور یہ آلات لوہے اور لکڑی اور پتھر کے ہوتے ہیں کھیتی کے آلات بنانے والوں کو لحاظ کرو اور
پیسنے اور پکانے والوں کو دیکھو پھر منجملہ ان کاریگروں کے لوہاروں کو دیکھو کہ لوہے اور تانبے اور سیسے کی حاجت پڑتی
ہو پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے پہاڑوں اور پتھروں اور کانوں کو کیسا جدا جدا بنایا ہو غرضکہ اگر تلاش کرو تو جانو کہ ایک
روٹی گول ہوکر جو اسکے قابل جب ہوتی ہو جب اسپر ہزار سے زیادہ کاریگروں نے کام کر لیا ہو یعنی اس فرشتے سے شروع
کرو جو ابر کے لیے ہو اور آخر تک اسکو دیکھتے چلے جاؤ یہاں تک کہ فرشتوں کی طرف کے کام ختم ہوکر نوبت انسان کے عمل کی
پہونچی اور گول ہونے پر اسکے طالب سات ہزار کاریگر ہوتے ہیں نتیجہ یہ ہوا ایک کاریگر ایسی اصل چیز بناتا ہے جس سے
خلق کی مصلحت پوری ہوتی ہو پھر انسان کی کثرت عمل کو لحاظ کرنا چاہیے کہ ان آلات میں کتنا کام کیا ہو مثلاً ایک چھوٹا سا
آلہ سوئی ہو کہ اسکا فائدہ لباس کا سینا ہو جو مانع سردی کا انسان سے ہو اسکو اگر دیکھو تو اسکی شکل لوہے سے جب بنتی ہو جب سوئی بنانے
والے کے ہاتھ میں پچیس دفعہ گذرتی ہو اور ہر دفعہ وہ ایک کام اسمیں کرتا جاتا ہو پس اگر خدا تعالیٰ شہروں کو جمع نکرتا اور بعض والوں کو
مسخر نکرتا اور آدمی کو مثلاً گیہوں کاٹنے کے لیے درانتی کی حاجت پڑتی تو تمام عمر اسمیں کٹ جاتی اور یہ نبنتی تو خدا تعالیٰ کی
شان ہو کہ آدم خاکی کو نطفہ ناپاک سے پیدا کرکے ایسے عجیب عجیب آلات بنانے کی ہدایت کی مقراض ہی کو دیکھو کہ
دو پلے ایک دوسرے پر منطبق رہتے ہیں اگر چیز کو لیتے ہی جلد جلد کاٹتی چلتی ہو اگر خدا تعالیٰ اسکے بنانیکا طریق پہلے لوگوں پر واضح
نہ فرماتا اور ہمکو اسکا طریق نکالنے کی حاجت اپنی فکر سے ہوتی اور طریق لوہے کے نکالنے کا تجربہ سے اور پیدا کرنا ان آلات
کا جیسے مقراض بنائی جاتی ہو سوچنا پڑتا اور ساری عمر بھی مثل حضرت نوح علیہ السلام کے ہوتی اور عقل بھی نہایت کامل و کافی
تو تمام عمر اس ایک آلہ کے ایجاد کرنے ہی سے قاصر رہتے دوسروں کا تو کیا ذکر ہو مگر خداوند کریم کا کثرت انعام و احسان ہو کہ اسنے سب
کچھ اپنے کرم سے بتلا دیا اب اگر فرض کرو کہ کسی شہر میں پیسنے والا نہ رہے یا لوہار یا حجام یا جولاہا یا کوئی اور ادنیٰ پیشہ ور نہ رہے تو لوگوں
کو کیسی ایذا پہونچے اور کیسی ابتری کاروبار میں پڑے خدا کی شان ہو کہ اسنے بعض بندوں کو بعض کا مسخر کر رکھا ہو تاکہ اسکی مشیت
پوری ہو اور حکمت کامل۔ اب اس قول کو ہم مختصر کرتے ہیں اس لیے کہ نظر سے مقصود ہمکو تنبیہ کرنی ہو نہ کہ انکو تمام بیان کرنا۔

ساتواں تکملہ غذا کے درست کرنے والوں کی اصلاح کی نعمت میں۔ واضح ہو کہ پیشہ ور جو اصلاح غذا کرتے ہیں اگر ان کی
رائیں مختلف ہوتیں اور طبیعتوں میں وحشیوں کی سی نفرت ہوتی تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر دور رہتے اور کوئی کسی سے نفع
نہ اٹھاتا بلکہ جیسے وحشی ایک جگہ میں نہیں رہتے نہ ایک غرض پر متفق ہوں ایسے ہی یہ لوگ بھی ہوتے لیکن لحاظ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ
نے کس طرح انکے دلوں میں الفت اور انس و محبت پیدا کی ہو چنانچہ خود فرماتا ہو لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین

ارشاد الٰہی نصف ... جیسا کہ ... الفت ... دل میں ایک اثر سے الفت ڈالی ان میں ۱۲

قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم یعنی الفت و محبت کا ڈالنا خود اسیکا کام ہے اسی الفت اور ازدواج کی شناسائی کے باعث لوگ اکٹھے ہوئے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ انس ہوا اور شہر و قصبات بنائے اپنے مکانون کو پاس پاس تعمیر کیا اور انکو آرائشون سے مزین کیا بازار اور دوکانین مرتب کین اور تمام اقسام کے کارخانے بنائے جنکا حصر طویل ہے پھر چونکہ انسان کی سرشت مین غصہ اور حسد اور حرص جاگزین ہے اس جہت سے یہ صحبت جاتی بھی رہتی ہے اور جہان دو آدمیون کی غرض ایک ہی مطلب پر جمع ہوئی وہان آپس کی بغض و نفرت بلکہ نوبت کشت و خون بھی پہونچتی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالی نے کیسے انپر سلاطین کو مسلط کر دیا اور قوت اور سامان سے انکی اعانت کی اور انکا رعب رعایا کے دلون مین ڈال دیا کہ جبراً قہراً فرمانبرداری کرتے ہین خواہ طبیعت چاہے یا نچاہے پھر سلاطین پر بھی لحاظ کرنا چاہیے کہ انکو اصلاح شہرون کا انتظام کیسے ہدایت کر دیا یہانتک کہ انھون نے شہرون کو ایسی وضع پر بنایا اور انکے حصے ایسے کیے جیسے ایک شخص کے اجزا ہوتے ہین کہ بعض کو بعض سے نفع ہوتا ہے اسلیے انھون نے ہر ایک شہر مین رئیس اور قاضی اور کوتوال اور چودھری مقرر کیے اور خلق کو بزور قاعدۂ عدل کا پابند کیا اور آپس کی موافقت اور معاونت سب پر ضروری کر دی یہانتک کہ لوہار مثلاً قصاب اور نان بائی اور تمام اہل شہر سے منتفع ہوتا ہے جیسے ان سب کو لوہار سے فائدہ پہونچتا ہے حجام کسان سے اور کسان حجام سے اور ہر ایک شخص ایک دوسرے سے منتفع ہوتے ہین اسی جہت سے کہ سلطان کی ترتیب و جمع کے موافق سب متفق اور مجتمع رہتے ہین جسطرح کہ تمام اعضاے بدن ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہین اور باہم منتفع ہوتے ہین پھر دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے سلاطین کی اصلاح کے لیے انبیا کو مبعوث فرمایا جنھون نے انکو علاوہ اصلاح دین کے ارشادات کے یہ قوانین شریعت بھی سکھلائے کہ مراعات عدل کی خلق مین رہنی چاہیے اور انتظام کے لیے آئین سیاست جاری رہے اسیطرح احکام سلطنت اور امامت اور احکام فقہ متعلق باصلاح دنیا سب بتلا دیے پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ انبیا علیہم السلام کی اصلاح خدا تعالی نے فرشتون سے کی اور فرشتون مین سے ایک کی اصلاح دوسرے سے ہوئی یہانتک کہ انتہا اس سلسلے کی اس فرشتۂ مقرب پر پہونچتی ہے کہ اس بیچ اور خدا تعالی مین کوئی واسطہ نہین رہتا مثلاً نان پز آٹے کی اصلاح پکانے سے کرتا ہے اور پیسنے والا دانہ کی اصلاح پیسنے سے اور کسان غلہ کی اصلاح کاٹنے سے اور آلات زراعت کی اصلاح لوہار کرتا ہے اور اسکے اوزار کی اصلاح بڑھئی کرتا ہے اسیطرح ہر ایک پیشہ والون کو جو آلات غذا کو درست کرتے ہین جاننا چاہیے اور ان سب پیشہ ورون کی اصلاح سلطان کرتا ہے اور سلطان کی اصلاح علما کرتے ہین جو وارث انبیا علیہم السلام ہین اور علما کی اصلاح انبیا کرتے ہین اور انکی اصلاح عالم قدس سے بترتیب ہوتی ہے یہانتک کہ سلسلہ بارگاہ احدیت پر پہونچتا ہے جو اصل ہر ایک انتظام کی اور منشا تمام ترتیب و تالیف کا ہے اور یہ سب باتین اسی رب الارباب اور مسبب الاسباب کی نعمتون سے ہین اور اگر وہ اپنے کرم و تفضل سے یہ نفرماتا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا[1] تو ہمکو یہ ذرا سی نعمتین بھی معلوم نہوتین اور اگر بحکم قہر و قدرت اس آیت کے باعث وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا[2] ہماری حرص و طمع کو اپنی نعمتون کے شمار سے معزول نہ فرماتا تو ہم بھی شوق انکی کنہ کو دریافت کا اور انکو شمار کرنے کا کرتے مگر کیا کرین بس کچھ نہین جو کچھ پہونچے وہ

[1] اور جنھون نے محنت کی ہمارے واسطے سجھا دینگے انکو اپنی راہین ۱۲ [2] اگر گنو نعمتین اللہ کی تو پورا نہ کر سکو انکو ۱۲

بھی اسی کے حکم سے پہلے اور جب ہوئے تب بھی اسی کے روکنے سے رکے کیونکہ جو چیز وہ عنایت کرتا ہے اسکا کوئی روکنے والا
نہین اور جس چیز کو وہ نہین دیتا اسکا کوئی دینے والا نہین اسلیے کہ زندگی کے ہر ہر لحظہ مین گوش دل مین یہ آواز اس بادشاہ
زبردست کی سنتے ہین لمن الملک الیوم لله الواحد القهار پس خدا کا شکر ہے کہ اسنے ہمکو کافرون سے متمیز کیا اور ہمکو پہلے یہ دلنشانی
آٹھوان نکتہ فرشتون کی پیدایش مین خدا تعالی کی نعمت کے بیان مین پہلے مذکور ہو چکا کہ فرشتونکی پیدایش مین خدا
تعالی نے یہ نعمت رکھی ہے کہ انسے انبیا علیہم السلام کی اصلاح فرماتا ہے اور ہدایت اور وحی کا پہونچانا انپر انھین کے ذریعے سے ہوتا
مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ فرشتون کے افعال صرف اسیقدر ہین بلکہ فرشتون کے طبقات باوجود کثرت اور ترتیب مراتب کے
تین طبقات مین منحصر ہین اول ملائک زمین کے دوم آسمان کے سوم عرش کے اٹھانے والے اب ان طبقات مین سے انکو
دیکھنا چاہیے جنکو خدا تعالی نے غذاے انسانی پر موکل کر رکھا ہے اورون سے کچھ غرض نہین جیسے ہدایت و ارشاد وغیرہ
متعلق ہے پس مخفی نرہے کہ ہر ایک جزو انسان کے بدن کا بلکہ نبات کے جسم کا غذا نہین پاتا جبتک کہ اسپر سات فرشتے جو اقل مرتبہ
ہے خواہ دس خواہ سو یا زیادہ موکل نہون توضیح اسکی یہ ہے کہ غذا کے معنی یہ ہین کہ ایک جزو غذا کا دوسرے جزو کا قائم مقام ہو
جو جاتا رہا ہو مثلاً غذا انجام کو خون ہوکر گوشت اور ہڈی بنجاتی ہے اور جب یہ حالت ہو چلتی ہے تو غذا کامل ہو جاتی ہے اور خون اور
گوشت اجسام ہین کہ انکو کچھ قدرت اور معرفت اور اختیار نہین نہ اپنے آپ حرکت کر سکین نہ اپنے آپ متغیر ہو سکین اور صرف
طبیعت اس بات کو کافی نہین کہ کبھی کوئی چیز بنادے کبھی کوئی جسطرح گیہون کہ خود بخود نہ پستا ہے نہ گندھتا ہے نہ روٹی ہوتا ہے جبتک
کہ کوئی کاریگر نہو اسیطرح خون بھی خود بخود نہ گوشت ہوتا ہے نہ ہڈی بنتا ہے نہ رگ و پے ہوتا ہے جبتک کہ کوئی بنانیوالا نہو اور
باطن مین بنانے والے فرشتے ہین جیسے ظاہر کے پیشہ ور اہل شہر ہین اور چونکہ خداوند کریم نے نعمتین اپنی ظاہر و باطن دونون عنایت
کی ہین تو باطن کی نعمتون سے غافل نہونا چاہیے پس ہم کہتے ہین کہ ایک فرشتہ تو ایسا چاہیے جو غذا کو گوشت اور ہڈی کے پاس
تک پہونچاوے اسلیے کہ غذا تو خود حرکت کرتی نہین اور دوسرا وہ ہو جو غذا کو وہان ٹھیرنے دے انھین کے پاس رکھے
اور تیسرا وہ جو غذا پر سے خون کی صورت دور کرے اور چوتھا وہ جو اسکو گوشت خواہ ہڈی یا رگ کی صورت بناوے اور
پانچوان وہ کہ جو زیادتی باقی رہجاوے اسکو دفع کرے اور چھٹا وہ جو ان چیزون کو جہان کی تہان ملادے یعنی جس جزو
غذا مین صفت گوشت کی آئی ہے اسکو گوشت مین ملادے اور جسمین ہڈی کی ہے اسکو ہڈی مین ملادے تاکہ علیحدہ نہ رہجاوے
اور ساتوان وہ کہ اس اتصال مین رعایت اصل مقدار کی رکھے کہ جو چیز گول ہے اسکی گولائی نہ جاتی رہے اور جو چوڑی ہے اسکی
چوڑائی قائم رہے اور مجوف کی گہرائی بنی رہے اور ہر عضو پر مقدار حاجت بھی ملحوظ رکھے مثلاً اگر لڑکے کی ناک پر غذا اسقدر
جمع کردے جسقدر ران پر چاہیے تو ناک بہت بڑی ہوجاوے اور سمٹتے جاتے رہین اور جسم دبلا ویران ہوجاوے بلکہ مناسب
یہ ہے کہ جو چیز جسکے لائق ہو وہی پہونچاوے مثلاً پلکون مین پتلا پن ہے اور ڈھیلے مین صفائی اور رانون مین موٹاپن اور ہڈی مین
سختی تو ہر ایک کیواسطے ایسی ہی غذا پہونچانی چاہیے جو مقدار و شکل مین انکے مناسب ہو ورنہ صورت بگڑ جاوے گی اور عجب

پیدا جاوینگی اور بعض کم زور ہین گی بلکہ یہ فرشتہ اگر عدل کا لحاظ قسمت و تفریق مین نہ کرے اور لڑکے کے سر اور تمام بدن مین
غذا پہونچا وے اور ایک پانون مثلاً چھوڑ دے تو سارا بدن تو بڑہیگا مگر ایک پانون ویسا ہی رہیگا جیسا لڑکپن مین تھا ایسا شخص
اپنے چلنے سے کیسے منتفع ہوگا جو سب اعضا بڑے آدمی کے سے رکھے اور ایک پانون لڑکے کا سا ہو غرض رعایت
مقدار بھی اس قسمت مین ایک فرشتے کو سپرد ہی اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ خون اپنی سرشت کے باعث اپنی شکل بدل لیتا ہی اسلیے
کہ جو شخص ایسے امور کا حوالہ طبیعت پر کرتا ہی وہ جاہل ہی اپنے قول کو نہین جانتا بلکہ یہ کام زمین کے فرشتون کے سپرد ہی کہ وہ
آدمی کے اندر سب اپنے اپنے کام مین مصروف ہین خواہ آدمی خواب استراحت مین ہو یا کسی غفلت مین متردد ہو وہ اپنا کام
کیے جاتے ہین اور اسکو انکی کچھ خبر نہین اور یہ بات اجزاے بدن (ن) کی ہر ایک چیز مین موجود ہی کیسا ہی چھوٹا جز و ہو یہانتک
کہ بعض اجزا مثل آنکھ اور دل مین سو سے زیادہ فرشتو نکی ضرورت ہی جنکی تفصیل بقصد اختصار ہم ترک کیے دیتے ہین
اب ان زمین کے فرشتون کو آسمان کے فرشتون سے مدد پہونچتی ہی اور ان مین وہ ترتیب معین ہے جس کی کنہ سوا خدا
تعالیٰ کے اور کوئی نہین جانتا اور آسمان کے فرشتون کو عرش کے اٹھانیوالون سے مدد پہونچتی ہی اور ان سب پر انعام تائید
اور ہدایت اور تسدید کا بارگاہ رفیع الشان قدوس مالک ملکوت و جبروت شاہنشاہ جلال عزت و لاہوت سے ہوتا رہتا ہی اور
فرشتے جو آسمانون اور زمین پر مقرر ہین اور اجزاے نبات و حیوانات پر موکل ہین یہانتک کہ ہر ایک قطرہ باران اور ہر بادل کے
قطعات پر جو ادھر ادھر پھرتے ہین مامور ہین انکے بابت احادیث بیشمار ہین اسواسطے کچھ حاجت دلیل لانے کی نہین
لیکن یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہی کہ یہ سب کام آدمی کے اندر کے ایک ہی فرشتے کو کیون نہ سپرد ہوے سات فرشتون کی ضرورت
کیون ہوئی گیہون مین بھی بہت سے افعال کیے جاتے ہین اول پیسے جاتے پھر آٹا چھانا جاتا ہی پھر پانی ڈالا جاتا ہی پھر
گوندھا جاتا ہی پھر پیڑے بنائے جاتے ہین پھر روٹی بنائی جاتی ہی پھر تنور مین پکائی جاتی ہی مگر بعض اوقات ایک ہی آدمی
یہ سب باتین کر لیتا ہی اسی طرح اعمال باطنی انسان کے اعمال ظاہری کی طرح کیون نہوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ فرشتونکی پیدایش
آدمی کی پیدایش کے مخالف ہی جو فرشتہ ہی اسکی صفت بھی ایک ہی ہی اسمین کسیطرح کا خلط یا ترکیب نہین جب یہ بات ہی تو ایک
فرشتے سے ایک ہی فعل ہوگا اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین وما منا الا له مقام معلوم اور یہین لحاظ ان مین آپس مین نہ
ایک دوسرے سے نفرت ہی نہ باہم مقابلہ بلکہ وہ اپنے کامونپر ایسے مامور ہین جیسے حواس خمسہ کہ بینائی مثلاً شنوائی کی مزاحم
نہین ہوتی کہ ادراک اصوات مین اس سے پرخاش کرے نہ قوت شامہ ان دونون کی مزاحم ہی نہ وہ دونون اسکے مانع حواس
خمسہ کا حال ویسا اعضا کا سا نہین دیکھو بعض اوقات آدمی پانون کی انگلیون سے گرفت کر لیتا ہی جو ہاتھ کا کام ہی اگرچہ اسکی گرفت
ضعیف ہوتی ہی مگر ہاتھ کا شریک و مزاحم تو ہو سکتا ہی اسیطرح کبھی ایک شخص دوسرے آدمی کو ٹکر مارتا ہی اور جو کام ہاتھ کا ہی وہ
سر سے لیتا ہی اور نہ حواس خمسہ کا حال انسان کا سا ہی کہ ایک ہی آدمی بیسیون کام کر لیتا ہی اور یہ بات انسان مین ایک طرح کی کجی اور
میلان عدل کی ہے اور وجہ اسکی یہی ہی کہ انسان کے صفات اور ارادات مین اختلاف ہی یہ ایک ہی صفت نہین رکھتا ہی اسی جہت سے

ایک ہی فعل کا پابند بھی نہین اور یہان لحاظ ہم دیکھتے ہین کہ آدمی کبھی خداے تعالی کی اطاعت کرتا ہے اور کبھی نافرمانی کرتا ہے
کیونکہ اسکے صفات و ارادات مین اختلاف ہے اور یہ بات فرشتون کی طبیعت مین ناممکن ہے انکی سرشت طاعت ہی ہے انکو معصیت
کی مجال نہین تو بالضرور انکا یہی حال ہے جو خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون اور یسبحون اللیل والنہار
لا یفترون جو انمین رکوع کرنیوالا ہے وہ ہمیشہ رکوع ہی کرتا ہے اور جو سجدہ کرنیوالا ہے وہ ہمیشہ سجدے ہی کرتا ہے جو کھڑا ہے وہ ہمیشہ کو
کھڑا ہے کچھ اختلاف انکے افعال مین نہین نہ کسی طرح کا فتور بجا آوری امور مین اور ہر ایک کے لیے ایک مقام اور رتبہ ہے کہ اس سے
تجاوز نہین کرتا انکا طاعت بجالانا اسطرح کہ اسمین مجال عدول حکمی کی نہو ایسا ہو سکتا ہے جیسے آدمی کے ہاتھ پاؤن وغیرہ آدمی
کی اطاعت کرتے ہین اور مخالفت کی مجال متصور نہین مثلاً جب آدمی پلکون کو کھولنی چاہتا ہے تو اگر وہ صحیح و سالم ہو تو انکو کچھ تردد کھلنے
مین نہوگا نہ یہ ہوگا کہ کبھی کھلنے مین اطاعت کرین اور کبھی کہنا نہ مانین بلکہ وہ گویا منتظر امر و نہی انسان کی ہین کہ اشارہ کے ساتھ ہی
کھل جاتی ہین اور اشارہ کے ساتھ ہی بند ہوجاتی ہین پس یہ تشبیہ اگرچہ عدول حکمی کے نہونے مین ہو سکتی ہے مگر من وجہ درست
نہین وہ یہ ہے کہ پلکون کو علم اپنے کھلنے اور بند ہونے اور بجا آوری حکم انسان کا نہین اور فرشتے زندہ ہین جو کرتے ہین اسکو جانتے
ہین اسوجہ سے تشبیہ انکی اعضا سے ناتمام ہے حاصل اس سب بیان کا یہ ہے کہ زمین اور آسمان کے فرشتون کی جو خدا تعالی نے
انسان پر صرف کرائے جیسے کہ اس باب مین نعمت رکھی ہے اسکا بیان یہانتک ہوا اور حرکات اور حاجات کا ذکر نہین کیونکہ انکے بیان کو طول
چاہیے پس فرشتون کی نعمت ایک درجہ جداگانہ ہے نعمت کے درجات مین سے اور مجموع طبقات نعمت کا بھی شمار کرنا غیر ممکن ہے انکے
اقرار کا تو کیا ذکر ہے پس جب ثابت ہوا کہ انسان پر خدا تعالی نے نعمت ظاہری اور باطنی دونون پوری کی ہین اور پھر فرمایا وذروا
ظاہر الاثم وباطنہ تو باطن کے گناہ کا چھوڑنا جسکو لوگ نہین جانتے یعنی حسد اور بدگمانی اور لوگون کی بدی دل مین رکھنی وغیرہ گناہان
قلبی سے مجتنب ہونا باطنی نعمتون کا شکر ہوگا اور ظاہری گناہون کا ترک کرنا نعمت ظاہری کا شکر ہوگا ہم کہتے ہین کہ جو شخص خدا
تعالی کی نافرمانی کرے اگر پلک جھپکنے ہی مین ہو مثلاً اپنی آنکھ ایسی جگہ کھولدے جہان بند کرنا واجب ہے تو ایسا شخص سب نعمتون
کی نعمتون کا جو آسمان و زمین اور انکے درمیان مین ہین منکر ہوگا کیونکہ جو چیز اللہ تعالی نے پیدا کی ہے یہانتک کہ فرشتے اور آسمان
اور زمین اور حیوانات اور نباتات اور سب کے سب ہر بندہ کے حق مین نعمت ہین کہ اسکا نفع اون سے پورا ہوتا ہے گو غیرون کا
بھی فائدہ ہوتا ہو اور مثال مذکور مین ہر پلک جھپکنے مین خدا تعالی کی دو نعمتین خود پلک مین ہین اسلیے کہ ہر پلک کے نیچے عضلات
پیدا کیے ہین اور انمین اوتار اور رباطات ہین جو دماغ کے پٹھون مین ملے ہین جنکے ذریعہ سے اوپر کی پلک نیچے کو دبتی ہے اور
نیچے کی اوپر کو اٹھتی ہے اور ہر پلک مین سیاہ بال ہین اور انکے سیاہ ہونے مین یہ نعمت ہے کہ آنکھ کی روشنی کو اکٹھا رکھین سفید چیز
روشنی کو متفرق کرتی ہے اور سیاہ مجتمع رکھتی ہے اور انکو ایک صف مین جو رکھا ہے اسمین یہ نعمت ہے کہ چھوٹے کیڑے آنکھ کے
اندر نہ جاسکین اور جو تنکے ہوا مین اڑتے ہین وہ آنکھ مین نہ پڑین بالون مین رک رہین اور خدا تعالی کی نعمتین ہر ہر بال مین
دو ہین کہ جب بالون کی نرمی بنائی اور با وجود اس کی نرمی کے پھر کھڑا رکھا اور دونون پلکون کے بال اوپر نیچے سے اگرچہ بالکل کھلا ہو

اور چھوڑ دو کھلا گناہ اور چھپا ۱۲

ہوجاتے ہیں اسمین سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ہوا کا غبار کبھی آنکھ کے کھلنے کا مانع ہوتا ہے اور آنکھ بند کر لی تو کچھ سوجھتا نہین
اسلیے ایسے وقت مین آدمی ایسی طرح آنکھ بند کر سکتا ہے کہ اوپر نیچے کی پلک کے بال بشکل جال ہوجاوین اور وہ غبار ہوا کو آنکھ مین
نہ جانے دے اور بالون کی آڑ مین سے پلکین نیچے اوپر کی ایسی ڈھیلے سے ملی پیدا ہوئی ہین اور کنارے انکے تیلے بنے ہین کہ
وہ ڈھیلے پر وہ اثر کرتی ہین جو صیقل آئینہ پر کرتی ہے یعنی جہان ایک دو دفعہ پلکین کھولین بند کین فوراً ڈھیلا غبار سے
صاف ہوجاتا ہے اور تنکا وغیرہ کونون اور پلکون مین نکل آتا ہے اور مکھی کے ڈھیلے ہین چونکہ پلکین مخلوق نہین ہوئین اسلیے
اسکے دو پانون ان کے عوض زیادہ ہین جنسے وہ ہمیشہ اپنی آنکھون کو ملتی رہتی ہے تاکہ ڈھیلے صاف رہین اور چونکہ
ہمکو مفصل بیان کرنا نعمائے الٰہی کا منظور نہین اسلیے کہ اسمین طول بہت ہے اور کتاب بہت بڑھ جاویگی اور شاید اگر زمانے نے فرصت
دی اور توفیق یاور ہوئی تو ہم ایک کتاب جداگانہ اس باب مین لکھکر عجائب صنع اللہ نام رکھینگے اسلیے اب اصل غرض کیطرف رجوع کر
ہین اور کہتے ہین کہ مثال مذکورۂ بالا مین جس شخص نے مثلاً غیر محرم کیطرف آنکھ کھولی تو اسنے آنکھ کھولنے مین خدا تعالٰی کی نعمت جو پلکون مین
تھی اسکی ناشکری کی اور چونکہ پلکین بدون آنکھ کے نہین ہوتین اور نہ آنکھ بدون سر کے اور نہ سر بدون دھڑ کے اور نہ دھڑ بدون غذا کے
اور نہ غذا بدون پانی اور زمین اور ہوا اور مینہ اور ابر اور آفتاب و ماہتاب کے اور نہ یہ چیزین بدون آسمانون کے اور نہ آسمان بدون
فرشتون کے کیونکہ یہ سب چیزین مثل ایک شے کے ہین جیسے اعضائے بدن ایک دوسرے سے مرتبط ہین ویسے ہی یہ اشیا بھی ایک
دوسرے سے مرتبط ہین تو معلوم ہوا کہ اس شخص نے ہر ایک نعمت کی ناشکری کی جو سمک سے سماک تک موجود ہین اور یہان لحاظ کوئی
آسمان یا فرشتہ یا حیوان یا نبات یا پتھر ایسا نہین رہتا جو اس شخص کو لعنت نہ کرے اور اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ جس
زمین پر آدمی جمع ہوتے ہین اور پھر علیحدہ ہوتے ہین تو وہ انکو یا لعنت کرتی ہے یا انکی طلب مغفرت کرتی ہے اسیطرح ایک اور حدیث
شریف مین وارد ہے کہ عالم کے واسطے تمام چیزین طلب مغفرت کرتی ہین یہانتک کہ سمندر مین مچھلی بھی اسلیے کہ بخشش کا سوال
کرتی ہے اور فرشتے نافرمانون کو لعنت کرتے ہین اسیطرح بہت سی روایتین اسباب مین ہین کہ ان سب کا لکھنا دشوار ہے اور ان روایات
سے سب سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک دفعہ کے پلک مارنے سے بھی گناہگار ہوگا وہ تمام ملک اور ملکوت کا قصوروار ٹھہریگا
اور اگر اس بدی کے پیچھے تدارک کے لیے نیکی نہ کریگا تو اپنے آپ کو ورطۂ ہلاکت مین ڈالیگا اور نیکی کرنے کی صورت مین سب چیزین
لعنت کی عوض اسکے لیے طلب مغفرت کرینگی تو کیا عجب ہے کہ خدا تعالٰی اسکی توبہ قبول فرماکر اسکی خطا سے درگذر فرماوے اور
اللہ تعالٰی نے حضرت ایوب علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ آدمیون مین سے میرے ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے ہین جب وہ
میرا شکر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ الٰہی اسکو نعمت پر نعمت زیادہ کر اسواسطے کہ تو لائق حمد و شکر کے ہے تو اے ایوب تو بھی جلد شاکرین
مین ہوجا کیونکہ انکا اتنا ہی علو مرتبہ میرے نزدیک کافی ہے کہ مین خود انکے شکر کا شکر گزار ہوتا ہون اور میرے فرشتے اسکے لیے
دعا مانگتے اور تمام جگہین انسے محبت رکھتی ہین اور آثار انپر روتے ہین اور جسطرح کہ یہ معلوم کیا کہ ہر پلک مارنے مین بہت سی
نعمتین ہین اسیطرح یہ بھی جان لو کہ جو سانس نیچے اور اوپر آتی جاتی ہے اسمین بھی دو نعمتین ہین یعنی سانس کے اوپر نیچے دونوان

١٢١ کی سند ضعیف ہے ١٢٢ ح جلد اول باب العلم مین گذر چکی ١٢٣ ... ١٢٥

جلا ہوا دل مین سے نکل جاتا ہے اگر وہ نہ نکلے تو آدمی ہلاک ہوجاوے اور سانس کے نیچے جانے سے باہر کی تازہ ہوا دل کو پہونچتی ہے
کہ اگر یہ نہ پہونچے تب بھی دل جل جاوے اسلیے کہ ہوا کی روح اور سردی سانس کے ساتھ جب نہ جاویگی تو حرارت کے باعث دل
تباہ و ہلاک ہوجاویگا۔ اب اگر رات دن کا حساب کرو تو دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہین اور ہر گھنٹے مین قریب ہزار سانس
کے ہوتے ہین اور ہر سانس مین دس لحظے کے قریب ہوتے ہین اس حساب سے ہر لحظہ مین آدمی کے ایک ایک جزو بدن پر ہزار ہا
نعمتین ہوتی ہین بلکہ ہر جزو عالم مین لاکھون کرورون نعمتین ہر لحظے مین ہوتی ہین بھلا کہین ان نعمتون کا شمار ممکن ہے اور
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حقیقت اس قول خداوندی کی کھلی وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا تو انھون نے عرض کیا کہ الٰہی
مین تیرا شکر کیسے کرون ہر ایک بال مین میرے جسم کے تیری دو نعمتین موجود ہین کہ اسکی جڑ تو نے ملائم بنائی اور اسکا سر اونچا بنایا اور
اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نعمت کو سواے اپنے کھانے اور پینے کے نہ جانے تو اسکا علم کم ہے
اور اسکو سخت عذاب ہوگا اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا کھانے اور پینے ہی کی نعمتون کا حال ہے اس سے اور نعمتون کا قیاس
کر لینا چاہیے کیونکہ ہوشیار دانا شخص کی آنکھ عالم مین جس چیز پر پڑتی ہے یا جو موجود چیز اسکے دلمین گذرتی ہے وہ اسمین سے اپنے اوپر
کسی نعمت متحقق کر لیتا ہے اب تفصیل کو ہم موقوف کرتے ہین کہ محال چیز کی طمع سے کچھ فائدہ نہین

تیسرا بیان اس سبب کا جس سے خلق شکر نہین کرتی۔ جاننا چاہیے کہ خلق شکر نعمت جہالت اور غفلت کے باعث نہین کرتی اسواسطے کہ
جہالت اور غفلت کے ہاتھ سے نعمت کو نہین جانتے اور جب تک نعمت معلوم نہو تب تک اسکا شکر کیسے ادا ہو علاوہ ازین جو
لوگ نعمت کو جانتے بھی ہین انکو یہ گمان ہے کہ شکر نعمت یہی ہے کہ زبان سے الحمد للہ اور خدا کا شکر ہی کہنا ہے اور یہ نہین جانتے کہ
شکر کے معنی یہ ہین کہ جو نعمت جس حکمت کیواسطے بنی ہے اسکو اسی حکمت کے کامل کرنے مین مستعمل کرے اور حکمت جو نعمت سے
مطلوب ہے وہ طاعت خداے عزوجل ہے اگر یہ دونون باتین لوگ جانتے ہوں تو پھر شکر کا مانع سوا غلبۂ شہوت اور تسلط شیطان
کے اور کچھ نہین رہتا۔ اب معرفت نعمت سے غافل رہنے کی سبب ہین جنمین سے ایک یہ ہے کہ آدمی جہالت کے باعث جو باتین
کہ سب لوگون مین پائی جاتی ہے اور ہر حال مین انکے پاس ہے اسکو نعمت نہین جانتے اسیواسطے کوئی اسکا شکر گزار نہین ہوتا مثلاً
جو نعمتین ہمنے اوپر ذکر کی ہین یعنی کھانے کے باب مین اور اعضاے متعلق غذا کے باب مین انپر کوئی شکر نہین کرتا اسلیے کہ یہ
نعمتین عام ہین سب کو ہر وقت حاصل ہین کسی کو اپنے ساتھ انکی خصوصیت معلوم نہین ہوتی نہین وجہ اسکو نعمت جانین نہ شکر ادا
کرین یا مثلاً روح ہوا پر شکر نہین کرتے حالانکہ اگر ایک لحظہ گلا پکڑ لیا جاوے کہ ہوا باہر کی اندر نہ جاسکے تو مر جاوینگے یا کسی ایسے
حمام مین بند کیے جاوین جسمین ہوا گرم ہو یا کسی کنوئین مین جسکی ہوا پانی کی تری سے بھاری پڑ گئی ہو تو گھٹکر مر جاوینگے ہان اگر کوئی
ایسی طرح بند ہوکر پھر نکالا جاوے تو البتہ روح ہوا کو نعمت جانیگا اور پھر اسپر شکر کریگا اسی لیے مثل مشہور ہے کہ قدر نعمت بعد
زوال ہے اور یہ بڑی جہالت ہے کیونکہ اس صورت مین شکر اسبات پر موقوف ہوا کہ نعمت انسے چھین جاوے اور پھر کسی وقت دیجاوے
جب یہ قدرت انکی جانکر شکر گزاری کرین حالانکہ نعمت کا ہر وقت شکر گزار ہی رہنا چاہیے مثلاً بینا آدمی کو ہم نہین دیکھتے کہ وہ آنکھ

آنکھون کی سلامتی کا شکر کرتا ہون یہانتک کہ اندھا ہوجاوے اندھا ہونے پر قدر آنکھون کی معلوم ہوتی ہے اور پھر اگر بینائی واپس
آتی ہے تو اسکو نعمت جانکر شکر کرتا ہے مگر چونکہ رحمت الٰہی سب پر عام ہے اور ہر حال مین ہر ایک پر مبذول تو اسکو یہ جاہل آدمی نعمت
نہین جانتا اس جاہل کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدذات غلام کہ ہمیشہ سزاوار زدوکوب ہو یہانتک کہ اگر ایک گھڑی اس کی مار پیٹ
موقوف کیجاوے تو بڑا احسان مانے اور اگر ہمیشہ کو موقوف کردی جاوے تو اکڑنے لگے اور شکر گزاری ترک کرے لوگون کا یہ
حال ہورہا ہے کہ شکر صرف مال ہی کا کرتے ہین جسپر کچھ اختصاص انکا ہوجاتا ہے خواہ بہت مال ہو یا تھوڑا اسکے سوا اور تمام
نعمتون کو بھول جاتے ہین کہ خدا تعالے نے بدن مین کیا کیا نعمتین دی ہین روایت ہے کہ بعض فقرا نے کسی اہل دل سے
شکایت اپنی مفلسی کی کی اور اسکے باعث اپنا شدت سے غمگین رہنا بیان کیا انھون نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہے کہ تم اندھے
ہوجاؤ اور دس ہزار درم لو اسنے انکار کیا پھر انھون نے فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درم لو اور گونگے ہوجاؤ اسنے عرض کیا
کہ نہین انھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے عوض تمکو لنجا اور لولا ہونا منظور ہے اسنے کہا کہ نہین انھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے
بدلے تم دیوانہ بننا پسند کرتے ہو اسنے کہا نہین انھون نے فرمایا کہ تمھین اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہین آتی کہ باوجودیکہ
پچاس ہزار درم کی مالیت اسنے تمکو دی پھر شکایت کرتے ہو اور حکایت ہے کہ کوئی قاری مفلسی کے باعث نہایت تنگدل اور مضطر
ہوا خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تم چاہو تو ہزار دینار لے لو ہم سورۂ انعام تمکو بھلا دینگے اسنے کہا کہ یہ مجھے منظور
نہین پھر منادی غیب نے کہا سورۂ ہود کو بھلا دین اُسنے کہا نہین کہا سورۂ یوسف کہا نہین اسیطرح دس سورتون کے نام لیے
اور سب پر انکار کرتا گیا تب اسنے کہا کہ تیرے پاس ایک لاکھ دینار کی چیز ہے اور تو شکایت کرتا ہے صبح کو اسکا غم افلاس جاتا رہا اور
حضرت ابن السماک رح کسی خلیفہ کے پاس تشریف لیگئے وہ اسوقت پانی کا پیالہ لیے پی رہا تھا اسنے عرض کیا کہ مجھکو کچھ نصیحت کیجیے
آپ نے فرمایا کہ فرض کرو یہ پیالہ پانی کا تمکو تمہارے تمام نقدی کے عوض ملتا نہین تو پیاسے رہتے تو تم نقدی سے دست بردار ہوتے
یا نہین اسنے عرض کیا بیشک سب نقدی دیڈالتا پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اسی کی عوض تمام ملک تمکو دینا پڑتا تب بھی دیتے اسنے کہا
بیشک آپ نے فرمایا کہ پھر ایسے ملک پر خوشی مت کرو جسکی قیمت ایک گھونٹ پانی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندے
پر پیاس کیوقت گھونٹ پانی مین ساری زمین کی سلطنت سے زیادہ ہے اور چونکہ طبیعتین اسی بات کیطرف مائل ہین کہ نعمت خاص
ہی کو نعمت جانتے ہین نہ عام کو اور ہمنے اب تک نعمت عام ہی کا ذکر کیا ہے اسلیے کچھ مختصر اشارہ نعمت خاص کیطرف بھی کرتے ہین اور کہتے
ہین کہ کوئی بشر ایسا نہین کہ اگر اپنے احوال کو غور دیکھے تو اپنے آپ مین ایک نعمت یا چند نعمتین ایسی نہ پاوے جو اسی مین خاص ہون
سب لوگ اسمین اسکے شریک نہون بلکہ یا تھوڑے لوگ شریک ہون یا کوئی بھی شریک نہو اور تین باتون مین ہر کوئی اسکا مقر ہے
اول عقل دوم خلق سوم علم عقل کا حال تو خود اس مثل مشہور سے واضح ہے کہ ہر کس را عقل خود بکمال نماید کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہین جو اپنی
عقل سے خوش نہو اور اپنے آپ کو عقیل تر نہ سمجھتا ہو اور یہین جہت خدا تعالیٰ سے عقل کا سوال کم کرتا ہے اور اسکے لیے دعا
نہین کرتا اور یہ بات بھی شرف عقل مین داخل ہے کہ جو اس سے خالی ہے وہ بھی اس سے خوش ہے اور جو اس سے متصف ہے وہ بھی

پس جب ہر کوئی اپنے اعتقاد کے موافق سب لوگون سے زیادہ عقل رکھتا ہو تو واقع مین اگر ایسا ہی ہے تو اسپر شکر اس نعمت کا
واجب ہو اور اگر ایسا نہین صرف اسکا اعتقاد عقیل تر ہونیکا ہے جب بھی شکر واجب ہو کہ اسکے حق مین تو نعمت موجود ہو جیسے
کوئی شخص زمین مین خزانہ گاڑ دے اور اسپر خوشی کا اظہار کرے اور شکر کرے پس اگر اس خزانے کو کوئی نکال لیجاوے اور اسکو
معلوم نہو تو اپنے اعتقاد کے موافق خوشی اسکی باقی رہے اور شکر بھی باقی رہیگا کیونکہ اسکے حق مین تو خزانہ گویا موجود ہو اور خلق
کا حال یہ ہو کہ کوئی بشر ایسا نہین جو دوسرے شخص مین کچھ عیب ناپسند نکرتا ہو اور بعض اخلاق دوسرون کے برے نجانتا ہو اور دوسرے
کی مذمت اسی لیے کرتا ہو کہ اپنے آپکو ان اخلاق سے بری جانتا ہو تو جب دوسرے کی برائی مین نہ مشغول ہو تو چاہیے کہ خدا کا
شکر کیا کرے کہ میری عادت اچھی بنائی اور بری عادت مین دوسرے کو مبتلا کیا اور علم کا حال یہ ہو کہ کوئی بشر ایسا نہین جو اپنے
نفس کے امور باطن اور افکار خفیہ ایسے نرکھتا ہو جو خاص اسی مین ہون اور اگر انپر ایک شخص بھی مطلع ہو جاوے تو وہ فضیحت
ہوجاوے اور اگر سب لوگ اسکی دلی باتون پر واقف ہوجاوین تو کیا مذکور ہو غرضکہ ہر ایک بشر کو علم ایک امر خاص کا ہوتا ہے
کہ اسمین کوئی بندہ خدا اسکا شریک نہین ہوتا پس ایسی صورت مین وہ شخص خدا تعالی کی پردہ پوشی کا شکر گزار کیون نہین ہوتا کہ
اللہ تعالی نے اسکے عیوب پوشیدہ رکھے اور لوگون کی نظرون سے غائب اور اچھی بات کو ظاہر کیا اور بری بات کا علم سوا اسکے
اور کسی کو نہ یا تو یہ نعمتین خاص ایسی ہین جنکا اقرار ہر ایک شخص کرتا ہو خواہ سب باتون مین یا بعض مین اب ہم اس طبقے سے
اتر کر اور طبقہ اختیار کرتے ہین جو کچھ اس طبقے کی نسبت عام ہو اور کہتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکو خدا تعالی نے صورت
یا وجود یا اخلاق یا صفات یا اہل یا اولاد یا مسکن یا شہر یا رفیق یا قریب و عزیز یا جاہ و عزت یا دوسری محبوب چیزون مین سے ایسے
امور نہ دیے ہون کہ اگر بالفرض اس سے وہ چھین جاوین اور جو دوسرون کو دیا گیا ہو وہ اسکو ملے تو ہرگز راضی نہو مثلاً کسی شخص
کو خدا تعالی نے ایماندار بنایا کافر نہین بنایا یا زندہ بنایا نہ پتھر اور انسان پیدا کیا نہ چوپایہ اور مرد بنایا نہ عورت اور تندرست پیدا
کیا نہ مریض بھلا چنگا بنایا نہ عیبی تو یہ سب خواص اگرچہ انمین بھی عموم ہین لیکن اگر انکے مقابل سے بدلے جاوین تو ہرگز کوئی انمین
نہوگا بلکہ بندے کے لیے بعض امور ایسے خاص ہوتے ہین کہ انکو آدمیون کے احوال سے بھی نہین بدلتا اور یہ دو طرح کے ہین
یا تو ایسے کہ کسی کے حال سے بدلنا منظور کرے یا یہ کہ اکثر کے احوال سے بدلنا منظور نہو بہرحال جب اپنا حال دوسرے کے حال سے
نہین بدلتا تو معلوم ہوا کہ اسکا حال بنسبت غیرون کے بہتر ہے اور جب یہ حال ہو کہ کوئی شخص اپنے حال کو غیر کے حال سے
فی الجملہ بدلنے پر راضی نہین یا کسی خاص بات مین بدلنا نہین چاہتا تو ضرور ہوا کہ خدا تعالے کی اسپر ایسی نعمت ہو جو اسکے
سوا دوسرے بندون پر نہین اور اگر اپنا حال بعض اشخاص کے حال سے بدلنا چاہتا ہو اور بعض سے نہین تو جن کے احوال
سے بدلنا چاہتا ہو تو انکے شمار کو دیکھنا چاہیے شمار کی رو سے ایسے لوگ بیشک کم نکلینگے جنکے حال سے یہ شخص اپنا حال بدلنا چاہتا ہو
اور اس سے یہ نکلتا ہو کہ جو لوگ اسکی بہ نسبت کم ہین وہ بہت زیادہ ہین ان لوگون کی نسبت جو اس سے بہتر ہین پس کس قدر
تعجب کی بات ہو کہ آدمی خدا تعالی کی نعمت حقیر جاننے کے لیے اپنے آپ سے بہتر کیطرف دیکھے اور کمتر کیطرف نہ دیکھے

اور دین کا معاملہ دنیا کی برابر بھی نہ کرے یعنی اگر کوئی خطا اس سے سرزد ہوتی ہے تو یہی عذر کرتا ہے کہ ایسے خطا وار بہت ہیں اگر مجھسے
بھی قصور ہوا تو کیا ہوا تو دین کے معاملات میں ہمیشہ نظر کمتر کیطرف کرتا ہے دنیا میں ایسا کیوں نہیں کرتا کہ جب اپنے پاس مال کم ہو تو کہے
کچھ مضائقہ نہیں مجھسے لوگ بہت ہیں حاصل یہ کہ جب حال اکثر خلق کا دین میں اس سے بہتر ہوا اور اسکا حال دنیا میں اکثر سے بہتر ہو
تو اسکو شکر کیسے نہ واجب ہوگا اور اسی حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور
دین کے باب میں اپنے آپ سے بہتر کو تو اللہ تعالیٰ اسکو صابر و شاکر لکھتا ہے اور جو شخص دنیا کے باب میں اپنے آپ سے زیادہ کو دیکھے
اور دین کے باب میں اپنے سے کمتر کو تو اللہ تعالیٰ اسکو نہ صابر لکھتا ہے نہ شاکر اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے حال کو بنظر عبرت
دیکھے اور جو اوصاف کہ خدا تعالیٰ نے اسکے لیے خاص کیے ہیں انکی تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں اپنے نفس
پر معلوم کریگا خصوصاً جس شخص کو کہ حدیث اور ایمان اور علم قرآن اور فارغ بالی اور تندرستی اور امن وغیرہ مرحمت ہوئی ہوں اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یستغن بآیات اللہ فلا اغناہ اللہ اسمیں اشارہ نعمت علم کا ہے اور فرمایا ان القرآن ہو الغنی
الذی لا غنی بعدہ ولا فقر معہ اور فرمایا من آتاہ اللہ القرآن فظن ان احدا اغنی منہ فقد استہزأ بآیات اللہ[75] اور فرمایا لیس منا من لم
یتغن بالقرآن اور فرمایا کفی بالیقین غنی[76] اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ بعض کتب آسمانی میں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں
کسی بندے کو تین باتوں سے بے پروا کر دوں تو اسپر میری نعمت کامل ہو جاتی ہے اول کسی سلطان کی اسکو حاجت نہ ہو دوم کسی معالج کی
سوم کسی کے مال کی اور یہی مضمون اس شعر سے مراد ہے شعر جبکہ حاصل ہو تمہیں صحت و امن اور غذا * رنج گر پھر تم کرو تو ہیں بجا و بیجا کہنی اور ان
معانی کو افصح العرب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح پر ارشاد فرمایا ہے کہ[77] من اصبح آمنا فی سربہ معافی فی بدنہ عندہ
قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا اور اگر لوگوں کے حال کو سوچو تو دیکھوگے کہ ان تینوں باتوں کے سوا اور ہی شکوہ کرتے
ہونگے حالانکہ وہ امور انکے اوپر وبال ہیں اور ان تینوں باتوں کا شکر نہ کرتے ہونگے نہ نعمت ایمان کا شکر کرتے ہیں جسکے باعث نعمت
دائم اور ملک باقی تک پہنچینگے اب ہوشیار صاحب بصیرت کو ضرور ہوا کہ سوائے نعمت معرفت و یقین اور ایمان کے اور کسی چیز
پر خوش نہ ہو بلکہ ہم بعض علما کو جانتے ہیں کہ اگر بالفرض تمام روئے زمین کے بادشاہوں کا مال و ملک پورب سے پچھم تک اور اتباع
اور انصار انکو دے دیا جاوے اور ان سے کہا جاوے کہ یہ سب مال و دولت وغیرہ اپنے علم کے بدلے میں بلکہ سوین حصہ علم کی
عوض میں لے لو تو وہ کبھی نہ لیویں اسلیے کہ انکو توقع ہے کہ نعمت علم آخرت میں قرب الٰہی پر پہنچا دیگی بلکہ اگر یوں کہا جاوے کہ تم کو
آخرت میں تمہارے آخرت کے موافق بلا کم و کاست ملیگا تو ان لذات دنیاوی کو کہ ان لذات کے بدلے میں لے لو جو تم علم سے دنیا میں
پاتے ہو تب بھی وہ ملک و مال کو لذات علمی کے عوض میں اختیار نکرینگے اسواسطے کہ انکو معلوم ہے کہ لذت علم دائمی ہے کبھی منقطع نہوگی
اور اپنے ساتھ رہیگی نہ چوری جاویگی نہ غضب ہوگی نہ اسپر کوئی حسد کریگا علاوہ ازیں یہ لذت صاف ہے کسیطرح کی کدورت اسمیں نہیں اور
دنیا کی لذات سب ناقص اور پر کدورت اور تشویش میں ڈالنے والی ہیں نہ انکی توقع خوف کے ہم پلہ ہو نہ لذت مساوی رنج کے نہ خوشی
مقابل غم کے اب تک ایسی ہی رہی اور آئندہ کو بھی ایسی ہی رہیگی اسلیے کہ لذات دنیا اسواسطے پیدا ہوئی ہیں کہ ناقص عقلیں انکے

[73] ترمذی بروایت عبد اللہ بن عمرو اور کہا ہے کہ غریب ہے اسکا راوی ضعیف ہے ۱۲ اور

[74] جو شخص خدا تعالیٰ کی آیتوں سے غنا نہ چاہے اسکو خدا تعالیٰ غنا نصیب نہ کرے ۱۲ یہ حدیث ان لفظوں سے مجھے نہیں ملی ۱۲

[75] قرآن وہ تونگری ہے جسکے بعد کوئی تونگری ہے نہ اسکے ساتھ کوئی مفلسی ۱۲ طبرانی بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

[76] [illegible]

[77] [illegible]

جال مین پھنس جاوین اور دم مین آجاوین جب وہ انکے فریب مین مقید و مبتلا ہو جاتے ہین تو پھر وہ لذتین انسے انکار کرتی ہین اور
پاس نہین پھٹکتین جیسے کوئی خوبصورت عورت ظاہر مین اپنے آپ کو کسی جوان رعنا مالدار کے لیے بناوے اور جب وہ اسی سے
دو چار ہو کر دل سے فریفتہ اور شیفتہ ہو تو پردے مین چلی جاوے اور اسکے لبون کی تریہ تو ظاہر ہو کر وہ شخص ہمیشہ اسکے عشق مین رنج
و مصیبت اور روز و روز حسرت سہیگا اور کہتا پھریگا سے دیار یگانگی وہم میکنی بایار خویش و آتش ما تیز میکنی اور یہ سب مصیبت
اسپر صرف اس حرکت سے ہوئی کہ نظر کے فریب مین آگیا اگر عقل کو کار فرما کر آنکھ بند کر لیتا اور اس لحظہ بھر کی لذت کو حقیر جانتا تو تمام
عمر بیچارگی کا ہی حال دنیا کے جال مین ارباب دنیا کا ہے اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ جو لوگ دنیا سے اعراض کرتے ہین انکو صبر اسپر کرنے
سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ ایذا تو ایسون کو بھی ہوتی ہے جو اسپر متوجہ ہین کہ کہین حفاظت کا دکھ کہین تحصیل کا رنج کہین چوری کا خوف
وغیرہ تکلیفات عائد حال رہتی ہین اور اکثر دنیا کے تارکون کو یہان تکلیف ہے تو آخرت مین تو لذت و راحت ہوگی بخلاف دنیا دارون کے
کہ یہان انکا تردد و جبال اور آخرت کا رنج جدا ہوگا پس جو لوگ اسکی طرف متوجہ نہین ان کو اپنے نفس پر یہ آیت پڑھنی چاہیے
ولاتہنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانہم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ مالا یرجون خلاصہ تقریر یہ ہے کہ خلق پر جو راہ
شکر مسدود ہوئی تو اسی جہت سے ہوئی کہ انکو نعمتون ظاہری اور باطنی اور خاص اور عام سے واقفیت نہوئی اب علاج غافل دلونکا
لکھا جاتا ہے اس توقع پر کہ شاید خواب غفلت سے بیدار ہون اور شکر بجا لاوین پس ہم کہتے ہین کہ جو دل دانا اور ہوشیار ہین ان کا
علاج تو یہ ہے کہ جو ہم نے عام نعمتون کی اشارۃً بیان کی ہین انکو تامل کرین اور جو دل غبی ہون کہ جب تک کوئی نعمت خاص انپر
نہو تو نعمت انکو نہ جانین یا مصیبت آنے کے بعد اسکو نعمت پہچانین تو انکا علاج یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے سے کمتر کو دیکھا کرین اور وہ
تدبیر کرین کہ بعض صوفی کیا کرتے تھے انکا دستور تھا کہ ہر روز شفاخانہ اور گورستان اور ایسی جگہ مین جہان مجرمون کو سزا ملتی
تھی جایا کرتے تھے شفاخانون مین اسلیے جاتے تھے کہ بیمارونکو انواع و اقسام کے امراض مین مبتلا دیکھکر اپنی صحت و سلامتی
کا دھیان کرین اور دل کو یہ لوگون کے مصائب دیکھکر شعور اپنی صحت کی نعمت ہونیکا ہو جاوے اور شکر نعمت بجا لاوے اور
مجرمون کو اسلیے دیکھتے تھے کہ انکو باعث قتل و چوری وغیرہ کے طرح طرح کے عذاب دیے جاتے تھے کوئی جان سے مارا
جاتا تھا کسی کا ہاتھ کٹتا تھا کسی کا پاؤن تو انکو دیکھکر خدا کا شکر کرتے کہ اسنے گناہون سے محفوظ رکھا اور ان سزاؤن کی نوبت
نہ آنے دی اور گورستان مین جانے کی وجہ یہ تھی کہ انکو دیکھکر یہ تصور آوے کہ مردون کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ دنیا
مین واپس ہون گو ایک ہی روز کے لیے آوین عاصی تو اسلیے رجوع پسند کرتا ہو کہ تدارک ایام گذشتہ کرے اور مطیع اسلیے کہ
طاعت زیادہ کرے اسلیے کہ قیامت کا روز خسارہ کا دن کہلاتا ہے مطیع کو خسارہ کی صورت یہ ہے کہ جب اپنی طاعات کا بدلہ دیکھیگا
تو کہیگا کہ مین تو اس سے زیادہ طاعات کر سکتا تھا مجھکو بڑا خسارہ رہا کہ اپنی عمر کے بعض اوقات مین نے مباحات مین کھو دیے اور
عاصی کا خسارہ صاف ظاہر ہے پس جب آدمی مقابر کو دیکھے اور تصور مذکورہ بالا بھی کرے تو جان لے کہ جس بات کیواسطے کہ یہ لوگ
آرزو لوٹنے کی کرتے ہین وہ مجھکو حاصل ہے یعنی تدارک ایام گذشتہ خواہ زیادتی طاعت مین اب کر سکتا ہون باقی ایام حیات کو

اسمین صرف کرون کہ بہلا اتنے ہی دنون خدا تعالی کی نعمت جان لون بلکہ ایک ایک سانس کی مہلت اور زندگی نعمت ہے پس جب اس نعمت کو جانیگا تو اسکا شکر بھی کریگا یعنی عمر کو ایسے کام مین صرف کریگا جسکے واسطے وہ بنائی گئی ہے یعنی دنیا سے آخرت کیواسطے توشہ لینے کیواسطے زندگی دیگئی ہے اسمین صرف کرے یہ ہے علاج ان غافل دلون کا اس علاج سے توقع پڑتی ہے کہ اللہ تعالے کی نعمتون سے واقف ہوکر انکا شکر کرین حضرت ربیع ابن خثیم باوجود کمال بصیرت کے اسی طریق سے مدد لیا کرتے تھے تاکہ معرفت نعمائے الٰہی پختہ ہوجاوے انھون نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی اپنے گلے مین ایک طوق ڈالکر لحد مین لیٹتے اور کہتے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا پھر کھڑے ہوجاتے اور کہتے کہ اے ربیع تیرا سوال پورا ہوا تو اسوقت سے پہلے کچھ کرلے جس وقت درخواست رجوع کرنے کی کریگا اور واپس نہ کیا جاویگا اور جو دل شکر سے دور رہتے ہین انکا علاج یہ بھی ہے کہ اسبات کو جان لین کہ نعمت کا شکر جب نہین ہوتا تو وہ نعمت جاتی رہتی ہے اور پھر دوبارہ نہین آتی اسیواسطے حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہین کہ لوگو نعمتون کا شکر ضرور کیا کرو ایسا کم ہوا ہے کہ نعمت کسی قوم کے پاس سے جاکر پھر آئی ہو اور بعض اکابر کا قول ہے کہ نعمتین وحشی ہین انکو شکر سے قید کرو اور حدیث مین ہے کہ جب کسی بندے پر خدا تعالی کی نعمت زیادہ ہوتی ہے تو اسکی طرف لوگون کی حاجتین بھی زیادہ ہوتی ہین پس اگر وہ انسے سستی برتتا ہے تو اس نعمت کے کھونے کا درپے ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

تیسرا رکن۔ باب صبر و شکر کا ایسے اشیا کے بیان مین جنمین صبر و شکر شریک ہین اور ایک دوسرے سے ارتباط رکھتے ہین اسمین تین بیان ہین۔

اول بیان ایک چیز پر صبر اور شکر کے جمع ہونے کی وجہ کے ذکر مین شاید کوئی یہ کہے کہ تمہاری تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود چیز مین خدا تعالی کی نعمت پائی جاتی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مصیبت کا وجود ہی سرے سے نہو اور جب مصیبت نہ ہے تو صبر کس چیز پر ہوگا اور اگر مصیبت ہے تو اسپر شکر کیسے بنے گا اور یہ جو بعضے مدعی کہتے ہین کہ ہم مصیبت پر شکر کرتے ہین نعمت کا تو کیا ذکر ہے تو مصیبت پر شکر کیسے خیال مین آوے یعنی جس چیز پر صبر کیا جاتا ہے اسپر شکر کیونکر ہوگا اسواسطے کہ مصیبت پر صبر کرتے ہین تو درد پایا جاتا ہے اور شکر خوشی کا مقتضی ہے اور یہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین اور یہ جو تمنے بیان کیا کہ اللہ تعالی نے جو چیز ایجاد کی ہے سب مین بندون پر نعمت ہے اسکے کیا معنی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح نعمت موجود ہے اسیطرح مصیبت بھی موجود ہے جب نعمت کے وجود کے قائل ہوگئے تو بلا کے وجود کا بھی قائل ہونا پڑیگا اس لیے کہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین مصیبت کا دور ہونا نعمت کہلاتا ہے اور نعمت کا جاتا رہنا مصیبت تو دونون کا وجود ضروری ہے لیکن یہ پہلے گذر چکا ہے کہ نعمت کی دو قسم ہین ایک مطلق کہ ہر وجہ سے نعمت ہو خواہ آخرت مین جیسے سعادت قرب الٰہی سے بندے کا مشرف ہونا خواہ دنیا مین جیسے ایمان اور حسن خلق اور جو ان دونو پر معین و مددگار ہون دوسرے مقید کہ ایک طرح سے نعمت ہو اور دوسری طرح سے مصیبت جیسے مال کہ اس سے من وجہ دین کی بہتری ہوتی ہے اس نظر سے نعمت ہے اور چونکہ اس سے فساد بھی دین مین ہو سکتا ہے اس اعتبار سے مصیبت ہے اسیطرح بلا بھی دو طرح پر ہے ایک مطلق دوسری مقید جو مصیبت کہ ہر طرح سے بلا ہے اسکی

مثال آخرت میں خدا سے کچھ مدت یا ہمیشہ کو دور رہنا ہو اور دنیا میں کفر اور معصیت اور بدخلقی ہو کہ انکا انجام ہر طرح سے مصیبت اور
بلا ہے مقید کی مثال جیسے فقر اور مرض اور خوف اور تمام انواع کے مصائب جو صرف دنیا میں ہوں اور دین میں نہ ہوں وہ سبب
مقید ہیں اور نعمت پر شکر کی تفریع اس طرح ہو کہ جو نعمت مطلق ہو اسپر شکر مطلق چاہیے اور جو مصیبت مطلق دنیاوی ہے اسپر
صبر کرنیکا حکم نہیں مثلاً کفر مصیبت مطلق دنیاوی ہو اسپر صبر کرنے کے کچھ معنی نہیں اسیطرح کسی معصیت پر صبر کرنے کو جاننا
چاہیے بلکہ کافر کو لازم ہو کہ اپنا کفر چھوڑ دے اور عاصی پر ضرور ہو کہ عصیان سے باز آوے ہاں اتنی بات ہو کہ کافر کو کبھی یہ معلوم نہیں
ہوتا کہ میں کافر ہوں جیسے کوئی شخص غشی اور بیہوشی کے عالم میں اپنا مرض نہیں جانتا اور نہ اسکی تکلیف سے ایذا پاوے تو ایسے
ذمے صبر نہیں اور گنہگار جانتا ہو کہ میں گناہ کرتا ہوں اسلیے اسپر معصیت کا چھوڑنا واجب ہو بلکہ جو مصیبت کہ آدمی اس کے
دور کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اسپر صبر کرنیکا مامور ہوگا مثلاً ایک آدمی نے پانی نہ پایا اور شدت پیاس کے چھوڑ دیا بہانتک کہ
موت کو آپہنچی تو اسکو صبر کی اجازت نہ تھی بلکہ پیاس کی تکلیف دور کرنیکا حکم ہوگا صبر کا موقع وہ رنج ہوتا ہو جسکا دور کرنا بندے
کے قابو میں نہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں صبر کا موقع مصیبت مطلق نہیں ہو بلکہ ہوسکتا ہو کہ وہ مصیبت جسپر صبر کیا جاوے
کسیوجہ سے نعمت بھی ہو جب یہ بات ہوئی تو خیال میں آسکتا ہو کہ ایک ہی موقع پر صبر اور شکر دونوں جمع ہوسکتے ہیں مثلاً تونگری گرچہ
نعمت ہو مگر مال کے باعث کبھی مالدار اور اسکی اولاد کی جان جاتی ہو اسیطرح تندرستی نعمت ہو مگر اسپر بھی کوئی حملہ کرے اور باعث
تو وبال ہوسکتی ہو تو جتنی نعمتیں دنیاوی ہیں وہ نعمت والے کے حق میں مصیبت ہوسکتی ہیں اور علی ہذا القیاس جتنے مصائب دنیا
میں ہیں وہ بھی اہل مصیبت کے حال کے اعتبار سے نعمت ہوسکتے ہیں مثلاً اکثر آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ فقر و مرض ہی ان کو
محبوب ہوتا ہو تو یہ دونوں چیزیں اگرچہ مصیبت ہیں مگر انکے حق میں نعمت ہیں اسوجہ سے کہ اگر مال ہوتا اور بدن درست رہتا
تو اگر سرکشی اختیار کرتے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہو ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض اور فرمایا کلا ان الانسان لیطغی ان راہ
استغنی اور حدیث شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندۂ ایماندار کو دنیا سے بچاتا ہو باوجودیکہ وہ
بندہ کو اچھا جانتا ہو جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہو اور یہی حال زوجہ اور اولاد اور قریب اور تمام ان اشیا کا ہو جو ہمنے
نعمت کے سولہ اقسام میں بیان کیا ہو سواے ایمان اور حسن خلق کے کہ بعضوں کے حق میں یہ بھی مصیبت ہوسکتے ہیں اسلیے
ضرور ہوا کہ انکے مقابل کی اشیا اسی صورت میں انکے حق میں نعمت ہوں مثلاً پہلے گذر چکا ہو کہ معرفت سب چیزوں کی ایک کمال ہو
ہو کیونکہ ایک صفت خدا کی صفات میں سے ہو مگر بعض صورتوں میں یہی نعمت وبال ہوجاتی ہو اسوقت نجاننا ہی نعمت ہوتا ہے مثلاً
آدمی اپنی موت کو نہیں جانتا کہ کب ہوگی تو ہر شے کا جاننا ہر ایک شے کا داخل نعمت کمال ہو مگر موت کا نجاننا ہی نعمت ہو اسلیے کہ اگر
وقت موت کو معلوم کرلے تو زندگی تلخ ہوجاوے اور بڑا تردد ہو اور کوئی کام نکرسکے اسیطرح لوگونکے دلونکا اعتقاد اپنی نسبت اور
اپنے اقارب کی نسبت نہ معلوم ہونا نعمت ہو کیونکہ اگر اعتقاد معلوم ہوجایا کرتا تو انسان کو بہت رنج اور کینہ اور حسد لوگوں سے پیدا ہوتا
اور عوض لینے کے لیے آمادہ ہونا پڑتا اسیطرح دوسرے شخص کی بری صفات کا نجاننا بھی نعمت ہو کیونکہ اگر انکو جان لیا کرتے تو اس

شخص سے بغض رکھتے اور اسکو ایذا دیتے اور یہی ایذا باعث خرابی دین و دنیا کی ہوتی بلکہ دوسرے شخص کی صفات عمدہ کبھی نہ جانتی
کبھی داخل نعمت ہیں کیونکہ بعض اوقات ایک شخص خواہ مخواہ دوسرے کو ایذا دیتا ہو اور اسکی اہانت کرنی چاہتا ہو اور فرض کرو کہ
وہ شخص ولی ہو تو نادانستگی میں اگر اسکو ایذا دیگا تو اتنا گناہ نہوگا جتنا جاننے کے بعد ایذا دینے سے ہوگا اسلیے کہ جو شخص نبی اور
ولی کو جان کر ستاوے وہ کچھ اور ہی ہے اور جو نادانستہ ستاوے وہ اور ہے علی ہذا القیاس خدا تعالے نے جو قیامت
کے امر اور لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مقبول کو خفیہ رکھا اور بعض کبائر گناہ کو مبہم رکھا تو یہ بھی نعمت ہے اسلیے کہ اسکے
خفیہ رہنے سے تلاش میں کوشش اور ارادہ زیادہ کرنا پڑتا ہے جب بچانے کی صورت میں نعمائے الٰہی کا یہ حال ہو تو علم اشیا
میں ایسے نعمت نہوگی اور ہم نے یہ جو کہا ہے کہ ہر ایک موجود چیز میں خدا تعالیٰ کی ایک نعمت ہے تو یہ امر درست ہے اور ہر شخص کے حق میں
عام ہے اور اس سے کوئی بات خارج نہیں رہتی مگر ایسے تکلیفات اس سے خارج ہیں جنکو خدا تعالیٰ نے بعض لوگوں میں پیدا
کیا ہے حالانکہ وہ بھی کبھی ایذا یاب کے حق میں نعمت ہوتی ہیں اگر اسکے حق میں نعمت نہوں مثلاً کسی کو مصیبت کے باعث سے
تکلیف ہو جیسے یعنی اپنا ہاتھ آپ ہی کاٹ لے اور اپنے چہرے کو آپ ہی گودے تو اس فعل سے مرتکب گناہ بھی ہوگا اور درد بھی پاویگا
اور کافروں کا رنج آتش دوزخ میں بھی نعمت ہے مگر انکے حق میں نعمت نہیں بلکہ انکے غیروں کے حق میں ہے کیونکہ ایک قوم کی مصیبت
سے دوسرے کے بہت فائدے ہوتے ہیں اگر بالفرض خدا تعالیٰ عذاب کو پیدا نفرماتا اور اس سے کسی فرقے کو عذاب نہ کرتا تو
جنکو نعمت عنایت ہوتی ہے وہ قدر نعمت خاک نجانتے اور نہ اسکی جنت سے خوش ہوتے اسلیے کہ انکی بہت سی خوشی اسیطرح سے ہوگی
کہ دوزخ والوں کا رنج سوچینگے دیکھیو دنیا دار آفتاب کی روشنی دیکھکر باوجود شدت حاجت کے اس سے خوش نہیں ہوتے کیونکہ
یہ نعمتیں سب پر عام ہیں اور کسی سے روک نہیں اسیطرح آسمان کے ستاروں کو دیکھکر خوش نہیں ہوتے حالانکہ کوئی باغ زمین کا
انکی نسبت کر اچھا نہیں جسکی تعمیر میں جان و مال کھپاتے ہیں لیکن چونکہ آسمان کی آرایش عام ہے اسلیے اس سے واقف نہیں اور
اسکے باعث خوش نہیں ہوتے جب یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی جسمیں کچھ حکمت نہو اور نہ ایسی کوئی
کچھ نعمت نہو خواہ سب بندوں پر یا بعض پر تو اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مصیبت کو پیدا کیا ہے اسمیں بھی نعمت ہے خواہ اہل
مصیبت پر ہو یا ان لوگوں پر جو اس مصیبت میں مبتلا نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس حالت کو بلائے مطلق کہ سکتے ہیں نعمت
مطلق اسیطرح کی حالت میں بندے کو صبر اور شکر دونوں کرنے پڑینگے اب اگر یہ کہو کہ صبر اور شکر اکٹھے کیسے ہونگے وہ دونوں تو ایک دوسرے
کی ضد ہیں اسلیے کہ صبر غم پر ہوتا ہے اور شکر خوشی پر تو اجتماع کی صورت کسطرح ہو سکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ آدمی ایک ہی
چیز سے بعض اوقات غم بھی کرتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے تو غم کے لیے صبر ہوگا اور خوشی کے لیے شکر مثلاً فقر اور مرض اور خوف اور
مصیبت دنیاوی میں اگرچہ رنج ہوتا ہے جو مقتضی صبر ہے مگر پانچ باتیں ایسی بھی ہیں کہ عاقل کو ان پر خوش ہونا چاہیے اور ان پر شکر
کرنا چاہیے اول تو یہ کہ جو مصیبت اور مرض ہے اس سے بڑھکر بھی کوئی دوسرا مرض اور مصیبت ممکن ہے اور از انجا کہ خدا تعالیٰ کی قدرت
میں کسی کو دخل نہیں تو اگر بالفرض اس مرض اور مصیبت کو دو چند کر دے تو کوئی کیا کر سکتا ہے اور کون مانع ہو سکتا ہے تو ہر مرض

مصیبت پر آدمی کو شکر کرنا چاہیے کہ اسیقدر پر خداے تعالی نے اکتفا کی اس سے زیادہ مصیبت نہ بھیجی۔ دوسرے یہ کہ مصیبت
دنیا کی ہوئی دین کی نہیں ہوئی یہ بات بھی سزاوار شکر ہو چنانچہ کسی شخص نے حضرت سہل تستری رح سے عرض کیا کہ میرے
گھر میں چور گھسکر تمام اسباب لے گیا آپ نے اسکو فرمایا کہ خدا کا شکر کر اگر شیطان تیرے دل میں گھسکر توحید کو بگاڑ دیتا تو تو کیا کرتا
اسی پر خیریت گذری اور اسی واسطے حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا کہ الٰہی مصیبت میرے اوپر میرے دین
میں مت ڈالنا اور حضرت عمر بن الخطاب رض فرماتے ہیں کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں آئی جس میں خدا تعالی کے چار انعام مجھپر نہوے
ہوں اول یہ کہ وہ مصیبت میرے دین پر نہ تھی دوم اس مقدار سے ہوئی زیادہ نہوئی سوم مجھکو اسپر راضی رہنے سے محروم
نہ فرمایا چہارم مجھکو اسپر توقع ثواب کی ہوئی اور روایت ہو کہ کسی اہل دل کا کوئی دوست تھا اسکو بادشاہ نے مقید کیا اسنے
یہ خبر ان بزرگ کو کہلا بھیجی اور شکوہ اپنے قید ہونیکا لکھا انھوں نے جواب میں فرمایا کہ خدا کا شکر کرو بادشاہ نے اس شخص
قیدی کو پٹوایا اسنے پھر پٹنیکا حال ان بزرگ کے پاس کہلا بھیجا انھوں نے پھر فرمایا کہ شکر خدا کر اتنے میں ایک مجوسی قید
ہوا جسکو دستوں کی بیماری تھی سلطان کے حکم سے ایک ہی بیڑی میں دونوں کو رکھا ایک کڑا اس شخص کے پاؤں
میں اور دوسرا مجوسی کے پاؤں میں اسنے یہ ماجرا بھی کہلا بھیجا انھوں نے فرمایا کہ شکر خدا کر پھر وہ مجوسی پاخانے کے واسطے
بہت دفعہ اٹھتا اور اس شخص کو بھی اسکے ساتھ اٹھنا پڑتا اور وقت فراغت تک اسکے سر پر کھڑا رہنا پڑتا غرضکہ یہ حکایت کو بھی
اپنے بزرگ کی خدمت میں لکھا انھوں نے فرمایا کہ شکر خدا کر تب اسنے دلتنگ ہو کر لکھا کہ کہاں تک شکر کیے جاؤں اس مصیبت سے
بڑھکر کونسی مصیبت ہوگی انھوں نے جواب دیا کہ جو زنار مجوسی کی کمر میں ہو اگر تیری کمر میں ڈالدیا جاتا تو کیا کرتا اس سے معلوم ہوا کہ
جو فرد بشر کہ مبتلاے مصیبت ہوتا ہو اگر وہ خوب غور سے جیسا کہ چاہیے ویسا تامل کرے کہ میں نے ظاہر و باطن میں اپنے آقا کے
حق میں کتنی بے ادبی کی ہو تو اسکو معلوم ہوگا کہ جسقدر مجھکو مصیبت پہنچی وہ کم ہو اور میں سزاوار اس سے زیادہ کا تھا یعنی جسقدر جرم
تھا اسقدر سزا نہیں دی مثلاً سو کوڑے لگنے کے قابل گستاخی تھی تو دس ہی لگے یا دونوں ہاتھ کاٹے جانے کے لائق بے ادبی
تھی مگر ایک ہی کٹا تو ظاہر ہو کہ مقام شکر ہو چنانچہ حضرت ابو یزید بسطامی رح کے حال میں لکھا ہو کہ کسی کوچہ میں تشریف لیے
جاتے تھے اوپر سے کسی نے راکھ کا طشت آپکے اوپر ڈالدیا آپ نے جناب الٰہی میں سجدہ شکر کیا لوگوں نے پوچھا کہ یہ سجدہ
کیسا ہو آپ نے فرمایا کہ مجھے انتظار تھا اوپر آگ گرنے کا تھا تو صرف راکھ کا گرنا میرے حق میں نعمت ہے اور بعضوں نے کسی بزرگ سے
درخواست کی کہ آپ دعاے استسقا کیلیے باہر نہیں نکلتے مینہ مدت سے بند ہوا انھوں نے فرمایا کہ تم مینہ کی بارش میں تاخیر جانتے
ہو اور میں پتھر کی بارش میں تاخیر سمجھتا ہوں یعنی اعمال خلق قابل پتھر برسنے کے ہیں پس اس میں تاخیر کا ہونا خدا کا انعام ہے
اسلیے میں طلب باران کو نہیں نکلتا کہ مقام شکر میں اظہار مصیبت کو گنجایش نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ [illegible]
ہوں کیونکہ دیکھتے ہیں کہ بعضے لوگوں نے ہمسے زیادہ گناہ کیے ہیں اور ہماری سی مصیبت انپر نہ آئی مہمان تو اسکا کہ کفر [illegible]
برابر کفر کرتے ہیں مگر ہماری طرح مبتلاے مصیبت نہیں ہوتے تو اسکا جواب یہ ہو کہ کافر کے لیے تو اسقدر زیادہ [illegible] ہوئے

آج نہ سہی بعد موت اسپر آوینگے اور دنیا میں اسکو مہلت اسلیے ہے کہ گناہ بہت سے کر لے اور عذاب بہت طویل دیا جاوے چنانچہ اللہ تعالی خود ارشاد فرماتا ہے انما نملی لہم لیزدادوا اثما باقی رہا گناہگار پس کہان سے معلوم ہوا کہ جہان میں کوئی مجسے بھی زیادہ خطاوار ہو ظاہر کی شراب خواری اور زنا سے کچھ نہین ہوتا بہت سے دل کے وسواس گستاخی کے خدا تعالی کے اور اس کی صفات کے باب میں ایسے برے ہوتے ہین کہ شراب خواری اور زنا کی کچھ اصل انکے سامنے نہین ہوتی نہ اور کسی گناہ اعضا کی حقیقت اور ایسے گناہون کے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہو وتحسبونہ ہینا وہو عنداللہ عظیم تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ دوسرا شخص مجسے زیادہ خطاوار ہو پھر اگر بالفرض واقع مین تقصیر کسی دوسرے کی زیادہ ہو تو ہوسکتا ہو کہ اسکی سزا آخرت مین ہو اور اسکی دنیا مین تو یہ بات بھی قابل شکر ہو کہ مواخذہ اخروی سے نجات دی اور یہ تیسری وجہ ہو شکر کی یعنی جو سزا جرم کی ہو ہوسکتا ہو کہ وہ آخرت تک ملتوی رہے اور دنیا کی مصیبت کے تو چند اسباب ایسے بھی ہوسکتے ہین جنسے وہ سہل و رخفیف ہو جاوے مگر آخرت کی مصیبت اول تو دائمی ہوتی ہو اور دائمی نہو تو اتنی بات ضرور ہو کہ اسمین کچھ تخفیف نہین ہوسکتی اسواسطے کہ اسباب تسلی کے عذاب والون سے آخرت مین بالکل جدا ہو جاتے ہین تو تخفیف کہان سے آوے اور یہ بھی ثابت ہو کہ جسکو عذاب دنیا مین ہولیگا اسکو دوبارہ عذاب نہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب بندہ گناہ کرتا ہو اور اسپر کوئی شدت یا مصیبت دنیا مین پہونچ جاتی ہو تو خدا تعالی اس بات سے غنی ہو کہ اسکو دوبارہ عذاب دے چوتھی وجہ یہ کہ یہ مصیبت و بلا لوح محفوظ مین لکھی ہوئی تھی کہ فلان شخص پر آویگی اور اسکا پہونچنا ضروری تھا اور جب وہ پہونچ گئی خواہ تھوڑی ہو یا سب تو جسقدر سے فراغت و راحت ہوگئی وہی نعمت ہو پانچوین بات یہ ہو کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر ہو اسلیے کہ دنیا کے مصائب دو وجہ سے آخرت کی راہ مین اول وجہ تو وہ ہو جس سے بدمزہ اور تلخ دوائین مریض کے حق مین نعمت ہین اور لوازم تحصیل سکو جسے روکدینا لڑکے کے حق مین نعمت ہو کیونکہ مثلا اگر لڑکے کو اسکی طبیعت پر چھوڑ دیا جاوے اور تحصیل مین مصروف رہنے دین تو علم و ادب کیسے سیکھیگا تمام عمر تلف ہوجاویگی اسیطرح مال و اہل و اقارب اور اعضا یہانتک کہ آنکھ بھی کہ سب اشیاسے عزیز ہو کبھی سبب ہلاک بعض احوال مین ہوجاتی ہو بلکہ عقل جو سب سے زیادہ عزیز ہے کبھی سبب ہلاک ہوتی ہو ملحد لوگ عقل ہی سے تباہ ہوتے ہین اسلیے قیامت کو تمنا کرینگے کہ مجنون اور لڑکے ہوتے تو خوب ہوتا ہمنے اپنی عقلون پر کیون کام کیا خدا تعالی کے دین مین اگر عقل کے موجب تصرف نکرتے تو اچھا تھا غرض کہ ان اسباب مین ہر ایک چیز مین آدمی کے لیے دینی بہتری بھی ہوسکتی ہو تو خدا تعالی کیساتھ حسن ظن کرکے ان اشیا مین دینی بہتری مان لے اور اسپر شکر بجا لاوے اسلیے کہ اسکی حکمت بہت وسیع ہے اور بندون کی مصلحت کو وہ انکی نسبت زیادہ جانتا ہو اور قیامت کے روز بندے جب دیکھینگے کہ مصیبت پر ثواب ملتا ہو تب شکر نعمت کرینگے جیسے لڑکا عقل کے بعد اپنے باپ اور استاد کا شکر مارنے اور ادب دینے پر کیا کرتا ہو کیونکہ ثمرہ تادیب اور تکلیف کا اسوقت پاتا ہو اور اللہ تعالی کیطرف سے مصیبت کا آنا بھی تادیب اور عنایت بندون کے حال پر ہو اور یہ عنایت الہی باپ کی عنایت سے زیادہ اور کامل ہو اسکو محض خیر و برکت جاننا چاہیے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہو کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجھکو

یعنی ہم تو مہلت دیتے ہیں انکو تاکہ بڑھتے جاویں گناہ مین ۱۲ [illegible] اور ہے اللہ کے یہان بہت بڑی ۱۲

کچھ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ جو حکم الٰہی تیرے واسطے ہو اسمین خدا تعالیٰ پر بدگمانی مت کر اور ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
آسمان کیطرف دیکھ کر ہنسے لوگون نے سبب ہنسنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات سے تعجب ہوا کہ ایماندار کے لیے
خدا تعالیٰ نے کیا حکم کیا اگر اسکی آسایش کا ہے تو راضی رہتا ہے اور اسکے حق مین بہتر ہوتا ہے اور اگر اسکی تکلیف کا ہے تب بھی راضی رہتا ہے
اور اسکے حق مین مفید ہوتا ہے شعر آنچہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست ؛ بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست ؛ دوسری وجہ
یہ ہے کہ سب خطاؤن مہلک کی جڑ محبت دنیا ہے اور سب اسباب نجات کی اصل دنیا سے دل سے علیحدہ رہنا اور ظاہر ہے کہ اگر نعمتین دنیاوی
مراد کے موافق بے بلا و مصیبت ملا کرین تو اس سے دل دنیا کیطرف میل اور اسکے اسباب کے ساتھ انس ہو جاتا ہے یہانتک
کہ آدمی کے حق مین دنیا مثل جنت ہو جاتی ہے تو مرنے کے وقت اسکے اسباب کی مفارقت بڑی مصیبت ہو جاتی ہے اور اگر
مصیبتین آتی رہین تو دل اسکی طرف سے کھٹا ہو جاتا ہے نہ اس سے الفت ہوتی ہے نہ رغبت بلکہ دنیا مثل زندان اسکے حق مین
ہو جاتی ہے کہ یہان سے چھوٹنا گویا قید سے چھوٹنا تصور کرتا ہے اور نہایت لذت دنیا سے خلاصی ہونے مین پاتا ہے اسی بنا پر حدیث شریف
مین ہے الدنیا سجن المومن وجنة الکافر اور کافر اسکو کہتے ہین جو خدا تعالیٰ سے روگردان ہو کر صرف دنیا کی زندگانی کا خواہان ہو
اور اسی پر اطمینان رکھے اور مومن وہ ہے جو دل سے دنیا سے پھرا ہوا ہو اور اس سے نکلنے کا نہایت مشتاق ہو اور کفر کچھ ظاہر ہوتا ہے
اور کچھ پوشیدہ اور جسقدر محبت دنیا کی دلمین ہوتی ہے اسیقدر شرک خفی بھی اسمین رہتا ہے موحد مطلق وہ شخص ہے جو واحد
مطلق ہی کو محبوب جانے ۔ حاصل یہ کہ مصیبتون مین ان پانچون وجہ سے نعمت بھی ہوتی ہے اسلیے اسپر خوش ہونا ضرور ہے اور رنج کرنا
تو ظاہر ہے کہ ہوتا ہی ہے اور رنج مین خوش ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو حاجت پچھنے لگوانے کی ہو اور دوسرا شخص مفت لگا دے
یا کسی مرض مین دوا مفت کڑوی پلا دے تو ظاہر ہے کہ پچھنے اور کڑوی دوا سے تکلیف ہوتی ہے مگر اسپر آدمی صبر کرکے دوسرے
شخص معالج کا شکرگزار ہوتا ہے اسلیے کہ مفت مین علاج ہونے کی خوشی ہوتی ہے اسیطرح جو مصیبت امور دنیاوی مین ہوتی ہے اسکو
کڑوی دوا کیطرح جاننا چاہیے جو سردست تکلیف دیتی ہے اور انجام کو راحت پہونچاتی ہے بلکہ اگر کوئی شخص سیر کے لیے کسی بادشاہ
کے محل مین جاوے اور جان لے کہ یہان سے بیشک نکلنا ہوگا اور وہان کوئی اچھی صورت دیکھے جو اسکے ساتھ وہان سے نکلنے والی نہین
ہے اور اسکے ساتھ انس کرے تو یہ بات اسپر وبال و مصیبت کی ہے کہ ایسی جگہ انس کرتا ہے جہان ٹھہرنیکا مقام نہین اور اگر اپنے ذہن مین یہ
خطرہ رکھے گا کہ ایسا نہو کہ بادشاہ کو اطلاع ہو تو وہ سزا دے اور اس خطرے کی وجہ سے اس مقام سے نفرت کریگا تو اسکے حق مین
نعمت ہوگی اسیطرح دنیا بھی ایک مکان ہے جسمین لوگ رحم کے دروازے سے گھستے ہین اور لحد کے دروازے سے نکلجاتے ہین تو جسقدر
کہ انکا انس اس مکان سے ثابت ہوگا اسیقدر انکے حق مین وبال و مصیبت ہے اور جسقدر دل اسکی طرف سے مائل رہیگا اور رغبت
نہوگی اسیقدر نعمت ہے پس جو شخص اس امر کو جانتا ہے وہ تو بلاؤن پر بھی شکر کریگا اور جو بلاؤن ان نعمتون سے ناواقف ہے اسکا
شکرگزار رہنا ناممکن ہے کیونکہ شکر بعد شناخت نعمت کے ہوتا ہے اور جسکو اس بات کا اعتقاد ہی نہین کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر
ہے وہ مصیبت پر شکر کیونکر کرنے لگا تھا ۔ اور روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت عبداللہ بن عباس کو انکے والد ماجد کی وفات

۲۳ دنیا قید خانہ ہے ایماندار کا اور جنت ہے کافر کی ۱۲ مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

ہیں ایک قطعہ تعزیت کا کہا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ ز صبر کوش تا صبوری نشیم دل ؛ صبر ہمہ کہان افر صبر مہتر ست ؛ اجر تو بہتر ست
عباس بعد از تو عباس را خدائے کریم از تو بہتر ست ؛ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس شخص کی تعزیت سے بہتر اور کسی
شخص نے تعزیت میری نہیں کی اور احادیث مصائب پر صبر کرنے کے بیان میں بہت ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے من یرد اللہ
بہ خیرا یصب منہ اور ایک حدیث قدسی میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے پر مصیبت بدن کی یا مال کی
یا اولاد کی بھیجتا ہوں اور وہ اسکو صبر جمیل کے ساتھ سہتا ہے تو قیامت کے روز مجکو شرم آتی ہے کہ ایسے شخص کے لیے عمل کی ترازو کھڑی
کروں یا دفتر اعمال کھولوں اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی بندے پر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ حکم الٰہی کے بموجب انا للہ
وانا الیہ راجعون کہکر اللہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا کہتا ہے تو خدا تعالیٰ ویسا ہی کرتا ہے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس
شخص کی میں دونوں آنکھیں لے لیتا ہوں تو اسکا بدلہ یہ ہے کہ وہ میرے گھر میں ہمیشہ رہیگا اور میری طرف کو تاکتا رہیگا اور روایت
ہے ایک شخص نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا مال جاتا رہا اور جسم بیمار ہے آپ نے فرمایا کہ جس بندے کا مال نہ جاوے
اور مریض نہ ہو اسمیں کچھ بہتری نہیں اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اسکو مبتلا کرتا ہے اور جب مبتلا کرتا ہے تو صبر عنایت فرماتا
ہے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کیواسطے خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہوا کرتا ہے مگر وہ عمل کے باعث نہیں
پہونچ سکتا ہے اسلیے خدا تعالیٰ اسکے جسم پر کوئی مصیبت بھیجتا ہے کہ اسکے باعث وہ درجہ اسکو ملجاتا ہے اور خباب بن ارت
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم حاضر ہوئے آپ اسوقت اپنی چادر مبارک کا تکیہ لگائے خانہ کعبہ
کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے ہمنے آپ سے شکایت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا سے ہمارے لیے دعا نہیں کرتے
کہ وہ ہماری نصرت کرے آپکے رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تمسے پہلے لوگوں میں بعض لوگ ایسے تھے
کہ زمین کھود کر انکو گاڑ دیتے تھے اور آرہ لا کر سر پر رکھکر چیر ڈالتے تھے مگر باوجود اسکے وہ لوگ اپنے دین سے نہیں پھرتے
تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو بادشاہ ظالم کی راہ سے قید کرے اور وہ مرجاوے تو شہید
مریگا اور اگر اسکو اتنا مارے کہ مرجاوے تب بھی شہید ہوگا اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اجلال
اللہ ومعرفۃ حقہ ان لا تشکو وجعک ولا تذکر مصیبتک اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ تم موت کے لیے پیدا ہوتے ہو اور
اجاڑ ہونے کے لیے عمارت بناتے ہو فانی چیز کے حریص ہو اور باقی کے تارک آگاہ رہو کہ تین مکروہات بہت عمدہ اشیا ہیں یعنی
فقر اور مرض اور موت۔ اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ کو کسی بندے کی
بہتری منظور ہوتی ہے اور اس سے دوستی کیا چاہتا ہے تو اسپر مصیبتوں کو ڈالدیتا ہے اور حوادث کی بوچھار اسپر کرتا ہے جب وہ
بندہ خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ آواز تو جانی بوجھی ہے اور اگر دوبارہ پکارتا ہے اور یا رب کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد
فرماتا ہے کہ اے بندے کہ کیا کہتا ہے میں حاضر ہوں جو کچھ تو مجھسے مانگے گا میں دونگا اگر یہاں تجھسے کوئی بہتر چیز ہٹا دونگا تو تیرے
لیے اس سے بہتر اپنے پاس رکھ چھوڑونگا جب قیامت کا دن ہوگا تو عمل والے حاضر ہونگے اور انکے اعمال نماز روزہ اور صدقہ

(۱) اور جسکی اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہے اسکو مصیبت دیتا ہے بروایت بخاری ابو ہریرہ ۱۲
(۲) اور جب بندہ کو مصیبت پہونچی اور ... ۱۲
(۳) ... ابن ابی الدنیا بروایت ... ۱۲

اور جو سب ترازو مین تولے جاوینگے اور پورا پورا ثواب عنایت ہوگا مگر جب مصیبت والے آوینگے تو انکے لیے نہ ترازو کھڑی ہوگی
نہ نامۂ اعمال کھولا جاویگا اور ثواب انپر ایسے ہی ڈالا جاویگا جیسے بلا ڈالی گئی تھی اسوقت جن لوگونکو دنیا مین عافیت رہی تھی
یہ تمنا کرینگے کہ کیا خوب ہوتا کہ جو ہمارے جسم مقراضون سے کاٹے جاتے اور ایسا ہی ثواب ہمکو عنایت ہوتا جیسا اہل مصائب کو ملا
اسی بنا پر یہ آیت قرآن مجید مین ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کسی پیغمبر نے جناب باری
مین شکایت کی کہ الٰہی بندہ مومن تیری اطاعت کرتا ہے اور گناہون سے اجتناب کرتا ہے مگر تو اس سے دنیا کو علیحدہ رکھتا ہے اور مصیبت
بھیجتا ہے اور بندۂ کافر تیری اطاعت نہین کرتا اور گناہون پر جرأت کرتا ہے اس سے تو بلا علیحدہ رکھتا ہے اور دنیا بہت سی دیتا ہے
یہ کیا بات ہے خداوند کریم نے انپر وحی بھیجی کہ بندے بھی میرے ہین اور بلا بھی میری اور ہر ایک میری حمد مین تر زبان ہے وجہ یہ ہے
کہ بندہ مومن پر گناہ ہوتے ہین اسواسطے مین اس سے دنیا کو علیحدہ رکھتا ہون اور بلا بھیج دیتا ہون کہ انکے گناہون کا کفارہ
ہوجاوے یہانتک کہ جب میرے پاس آوے تو اسکی نیکیون کا عوض اسکو عنایت کرون اور کافر کی کچھ نیکیان ہوتی ہین اسلیے مین
اسکو رزق زیادہ دیتا ہون اور بلا کو اس سے علیحدہ رکھتا ہون کہ اپنے حسنات کا بدلا دنیا مین حاصل کرے اور جب میرے پاس آوے
تو اسکو سزا اسکے سیئات کی دون اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری من یعمل سوءا یجز بہ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ
اس آیت کے بعد خوشی کس طرح ہوگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر خدا تجھکو معاف کرے کیا تو بیمار نہین ہوتا کیا تجھکو
کچھ ایذا نہین پہونچتی کہ جسپر غم ہوتا ہو یہی بدلہ ہے تمہارے اعمال کا یعنی جمیع مصائب کفارہ تمہارے گناہ کا ہوتے ہین اور عقبہ بن
عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اسکی مراد دیے جاتا ہے اور وہ اپنی
خطا پر مصر ہے تو جان لو کہ یہ امر اسکے مہلت دینے کے لیے ہے بعد اسکے یہ آیت پڑھی فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی
اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون یعنی جب انھون نے امر کے موجب کام کرنا چھوڑ دیا تو ہمنے انپر ہر طرح کی بہتری کے
دروازے کھول دیے یہانتک کہ جب وہ اس بہتری سے خوش ہوے تو ایک دفعہ ہی انکو ماخوذ کر لیا اور حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہین کہ ایک شخص نے صحابہؓ مین سے ایک عورت کو دیکھا جسکو جاہلیت مین جانتے تھے اس سے کچھ گفتگو کرکے چھوڑ دیا اور چلے
جاتے تھے اور اسکی طرف پھر پھر کر دیکھتے جاتے تھے اسی اثنا مین سامنے سے ایک دیوار کا دھکا جو انکو لگا تو منہ پر نشان ہوگیا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اسکی
سزا دنیا ہی مین دے دیتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین تمکو ایک آیت قرآن مجید کی ایسی بتائے دیتا ہون جو
سب آیات سے زیادہ توقع کی ہے لوگون نے عرض کیا کہ فرمائیے آپ نے یہ آیت پڑھی وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم
ویعفو عن کثیر غرضکہ دنیا کے مصائب گناہون کے باعث ہوا کرتے ہین جب اللہ تعالیٰ بندے کو دنیا مین سزا دے لیتا ہے تو پھر
دوبارہ عذاب دینے سے غنی ہے اور اگر دنیا مین معاف کر دیا تو پھر اسکا کرم اسبات کا مقتضی نہین کہ قیامت مین سزا دے اور
حضرت انسؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ خدا کے نزدیک دو گھونٹون سے زیادہ بندے کا

کوئی گھونٹ محبوب تر نہین اول غصے کا گھونٹ کہ حلم کے باعث پی جاوے دوم مصیبت کا گھونٹ جو صبر کے سبب پی جاوے اور
نہ کوئی قطرہ محبوب تر خدا تعالی کے نزدیک دو قطرون سے ٹپکتا ہو ایک قطرۂ خون جو اسکی راہ مین گرے دوم قطرۂ اشک جو شب
تاریک مین بندے کی آنکھ سے سجدے کی حالت مین گرے اور اسکو سوا خدا کے اور کوئی نہ دیکھتا ہو اور نہ کوئی قدم بندے کا
خدا تعالی کے نزدیک دو قدمون سے محبوب تر ہو ایک قدم فرض نماز کے لیے دوم قدم قرابتیون سے میل کرنے کے لیے۔ اور حضرت
ابو درداؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لڑکے نے وفات پائی آپکو نہایت قلق ہوا آپ کے پاس
دو فرشتے آئے اور سامنے دو زانو بیٹھ گئے جیسے دو مدعی مدعا علیہ ہون ایک نے ان مین سے عرض کیا کہ مین نے کھیت بویا تھا
وہ تیار ہوا تو اس شخص نے اسکو پامال کر دیا آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تو کیا جواب دیتا ہی اسنے عرض کیا کہ مین راستہ چلا جاتا تھا
ایک کھیت پر گذر ہوا دہنے بائین سب طرف دیکھکر معلوم کیا تو راہ کھیت ہی مین کو تھی وہان ہی کو گذرا آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے
راستے مین بیج کیون ڈالا تھا تجھے معلوم نہین کہ لوگون کے لیے راستہ ضرور ہی اسنے عرض کیا کہ پھر آپ اپنے لڑکے پر کیون غم
کرتے ہین آپ کو معلوم نہین کہ موت آخرت کی سڑک ہو حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پھر کبھی لڑکے پر رنج نہ کیا اور حضرت
عمر بن عبد العزیزؒ ایک اپنے بیمار لڑکے کے پاس گئے اور فرمایا کہ جان پدر اگر تو میری ترازو مین ہو تو میرے نزدیک اس سے
اچھا ہو کہ مین تیری ترازو مین ہون اسنے عرض کیا کہ آپ کی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہو کہ میری مرضی کے
موافق ہو خلاصہ حضرت عمرؒ کے قول کا یہ ہو کہ اگر تو وفات پاوے اور مین صبر کرون تو اس سے اچھا سمجھتا ہون کہ مین وفات پاؤن اور
تو صبر کرے یعنی جزاے صبر میرے نامۂ اعمال مین رہے اور حاصل لڑکے کے جواب کا ظاہر ہو کہ جو بات اللہ کو محبوب ہے دیکھی اسکو محبوب
جانا اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ کسی نے انکے دختر کی وفات کی خبر سنائی آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ
خدا تعالے نے ایک عورت کو چھپایا اور مشقت کو ٹالا اور ثواب پہونچایا پھر اتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ جو کچھ خداے تعالی
کا حکم ہمکو تھا وہ ہم کر چکے یعنی خداے تعالی ارشاد فرماتا ہو واستعینوا بالصبر والصلوة تو ہمنے دونون باتین ادا کین اور حضرت
ابن مبارکؒ کا ایک لڑکا گذر گیا تھا ایک مجوسی نے بطور تعزیت یہ جملہ انکی خدمت مین عرض کیا کہ عاقل کو چاہیے کہ آج وہ کام کرے
جو جاہل چند روز کے بعد کرتا ہو مراد اس سے صبر ہی آپ نے فرمایا کہ یہ جملہ اسکا لکھ لو اور بعض علما کا قول ہو کہ اللہ تعالی بندے پر
مصیبت ڈالے جاتا ہی حتی کہ وہ زمین پر چلتا ہو اور ایک گناہ بھی اسکے ذمہ نہین رہتا اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین کہ جیسے آدمی
اپنے گھر والون کے لیے خیر کا کفیل ہوتا ہو اللہ عز وجل اپنے بندۂ مومن کیواسطے بلا کا عہد کر لیتا ہو اور حاتم اصم سے مروی ہی
کہ اللہ تعالی مخلق کے چار طرح کے لوگون پر قیامت کے دن چار چیزون مین حجت فرماویگا تو انگرون پر حضرت سلیمان علیہ السلام
اور فقیرون پر عیسے علیہ السلام سے اور غلامون پر یوسف علیہ السلام سے اور مریضون پر ایوب علیہ السلام سے کہ ہم لوگ
ایسے کیون نہوے اور روایت ہو کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کفار بنی اسرائیل سے بھاگ کر درخت کے اندر چھپ گئے اور
شیطان مردود نے انکا حال انسے کہدیا تو وہ ایک آرہ لائے اور درخت کو چیرنا شروع کیا جب آپکے سر مبارک پر آرہ پہونچا تو

یعنی ہم اللہ کا مال ہین اور ہم کو اسی کیطرف پھرنا ۱۲

آپ نے ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی وحی آئی ہوئی کہ اسے ترک کر یا اگر دوبارہ آواز نکلی تو دفتر نبوت سے نام مٹا دونگا حضرت زکریا
نے دانتوں تلے زبان دے لی اور صبر کیا یہانتک کہ دو ٹکڑے ہوگئے شعر گر کشی ور جرم بخشی روی و سر بر آستانم بندہ را
فرمان نباشد ہر چہ فرمائی برانم ؛؛ اور حضرت ابن مسعود بلخی فرماتے ہیں کہ جسکو کوئی مصیبت آوے اور وہ اس میں کپڑے
پھاڑے یا چھاتی کوٹے تو ایسا ہے کہ نیزہ لیکر خدا تعالے سے لڑنے کو تیار ہوا اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا
کہ سونا آگ سے امتحان کیا جاتا ہے اور ایماندار بندہ کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہے پس جب اللہ تعالی کسی قوم کو محبوب جانتا ہے
تو انکو مبتلاے مصیبت کر کے امتحان لیتا ہے اس صورت میں جو شخص اس سے راضی رہتا ہے وہ بھی اس سے راضی ہوا اور جو ناراض
ہوا اس سے وہ ناراض ہوا اور احنف بن قیس کہتے ہیں کہ ایک روز میری ڈاڑھ میں بہت درد تھا میں نے اپنے چچا سے کہا کہ
ڈاڑھ کے درد کے مارے مجھے رات بھر نیند نہیں آئی اسیطرح تین بار میں نے کہا انھوں نے فرمایا کہ تو ایک ہی رات میں ڈاڑھ کی اتنی
شکایت کرتا ہے میری آنکھ تیس برس سے جاتی رہی ہے کسی کو معلوم بھی نہیں ہوا اور حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی
کہ جب تجھپر بلا نازل ہو تو میری شکایت میری مخلوق سے مت کر جو کہنا ہو مجھی سے کہ جیسے میں تیری شکایت اپنے فرشتوں سے نہیں کرتا
جسوقت کہ تیرے عیوب و خطائیں میرے پاس آتی ہیں سچ ہے شعر بس پردہ بینند عملہاے بد ؛ ہم او پردہ پوشد بالاے خود ؛؛

دوسرا بیان نعمت کی فضیلت مصیبت پر شاید کہ کوئی قائل مصائب شکر یہ کہے کہ ان اخبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں
نعمت کی نسبت مصیبت کا زیادہ ثواب ہے تو اب سب انسانوں کو چاہیے کہ مصیبت کا سوال کرنا خدا سے جائز ہو اسکے جواب میں ہم
کہتے ہیں کہ درخواست مصیبت ناجائز ہے اسکی کوئی وجہ نہیں جس سے درست ہو بلکہ مصائب سے پناہ مانگنا البتہ مشروع ہے
چنانچہ احادیث میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت دونوں کی مصیبت سے پناہ مانگا کرتے تھے اور آپ کا
اور دوسرے انبیا علیہم السلام کا یہی قول تھا ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة اور شماتت اعدا وغیرہ سے پناہ مانگتے
تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنی دعا میں فرمایا کہ الہی میں تجھسے صبر کی درخواست کرتا ہوں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مصیبت کا سوال کرتے ہو خدا تعالی سے عافیت کی درخواست کرو اور حضرت ابو بکر
صدیق آپ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ خدا تعالی سے عافیت مانگا کرو کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں جسکو عافیت سے عمدہ
تر چیز سواے یقین کے ملی ہو اور یقین سے دل کی عافیت اور صحت مراد ہے جسمیں شبہہ کا روگ اور مرض جہل نہو اسلیے کہ دل کا
اچھا رہنا بدن کی تندرستی سے اعلی تر ہے اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جو چیز کہ جسمیں شر ہی نہیں وہ تندرستی ہے شکر کے
ساتھ کیونکہ بعضے لوگ نعمت پاتے ہیں مگر اسکا شکر نہیں کرتے اور مطرف بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ مجھکو تندرستی ملے اور اسپر میں
شکر گذار رہوں تو اس سے بہتر ہے کہ مجھپر مصیبت آوے اور اسپر صبر کروں اور ایک دعا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا وعافیتک احب الی اور یہ امر ظاہر ہے اسمیں کچھ دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ مصیبت دو اعتبار سے نعمت ہو جاتی ہے ایک
تو اس مصیبت کی نسبت جو اس سے بڑی ہو خواہ دنیا میں یا دین میں اور دوسرے اس توقع ثواب کے اعتبار سے جو خدا تعالی

عنایت فرماویگا اسی لحاظ سے آدمی کو چاہیے کہ خدا تعالی سے دنیا مین نعمت کامل کی درخواست کرے اور اپنے اوپر سے بلا کے
دور ہونے کی دعا کرتا رہے اور نیز اسکی نعمت کی شکر گزاری پر ثواب اخروی کی استدعا کرے کیونکہ وہ اسباب پر قادر ہے کہ شکر
ہی کے عوض مین وہ بھی دیدالے جو صبر مین دنیا ہو اب اگر کوئی کہے کہ بعض لوگون نے ایسے مضمون لکھے ہین جنسے استدعا
مصیبت کی اپنے لیے پائی جاتی ہے مثلاً لکھا ہے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ دوزخ کا پل بنجاؤن کہ تمام خلق مجھپر سے اتر جاوے اور
نجات پاوے اور صرف مین دوزخ مین رہجاؤن یا سمنون کا قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر مجھے سوا اور سے کیا ہے مطلب ؛ جا بخ
لے جسطرح تو چاہے مجھے ؛ تو یہ انکے اقوال دلالت سوال مصیبت پر رکھتے ہین یہ کیا بات ہے اسکا جواب یہ ہے کہ سمنون محب کا تو یہ حال ہوا
کہ بعد اس شعر کے وہ قبض کی بیماری مین مبتلا ہوے اور مکتبون کے دروازے پر تکلیف کے مارے پھرنے اور لڑکون سے کہتے کہ اب
تم اپنے چچا سمنون کو لو اسنا کہا کرو یعنی امتحان مین پورا نہین نکلا باقی رہی انسان کی محبت کہ فقط اکیلا دوزخ مین رہے اور تمام خلق
بچ جاوے سو یہ ناممکن ہے لیکن آدمی کے دل پر غلبہ محبت کبھی اسقدر ہوتا ہے کہ اس جوش محبت مین اپنے نفس کو ایسی ہی باتو نکے
لائق سمجھ لیتا ہے کیونکہ شراب عشق مین نشہ ہوتا ہے جو شخص اسکو پیتا ہے مست ہو جاتا ہے اور عالم مستی مین بہت کچھ باتین اس قسم کی سرزد
ہو جاتی ہین کہ اگر بالفرض اسکا نشہ جاتا رہے تو خود اسکو معلوم ہو کہ یہ کلام واقعی نہین بلکہ ایک حالت تھی تو جو جملے اس قسم کے
سنو انکا کلام عاشقانہ پر حمل کرنا چاہیے جنکو افراط محبت ہوتی ہے اور عاشقونکا کلام سننے مین اچھا ہوتا ہے مگر انکی بات قابل اعتبار
نہین ہوتی چنانچہ حکایت ہے کہ ایک فاختہ کا نر اس سے جفتی چاہتا تھا وہ مانع ہوتی تھی اسنے کہا کہ تو مجھسے کیون رکتی ہے اگر مین
چاہون تو تیرے واسطے سلیمان کی سلطنت زیر و زبر کر دون یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنی اور اسکو بلا کر عتاب فرمایا اسنے
عرض کیا کہ اے نبی اللہ عاشقونکا کلام قابل کہنے کے نہین ہوتا اور واقع مین ایسا ہی ہے اور ایک شاعر کہتا ہے شعر مین تو ہون طالب
وصال اور وہ ہے طالب ہجر ؛ اسکی خواہش کے لیے اپنی مین خواہش چھوڑدی ؛ تو یہ مضمون بھی محال ہے اسلیے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو چیز
محبوب نہین اسکا مین طالب ہون کیونکہ وصل ہرگز محبوب کے خلاف ہے جسکا اپنے آپکو طالب قرار دیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اسکی خواہش کیلیے مین
نے اپنی خواہش چھوڑ دی اور ہجر کو چاہنے لگا تو جو شخص وصل کا خواہان ہے وہ ہجر کا خواہان کیسے ہوگا ان دونون مین تو ضد ہے لیکن اگر تاویل
کیا وے تو دوطرح سے اسکے معنی بن سکتے ہین اول تو یہ کہ یہ صورت بعض اوقات مین پیش آتی ہو تا کہ رضا سے محبوب حاصل ہو جو وسیلہ وصال
زمانہ مستقبل مین ہے تو اب یہ معنی ہوے کہ ہجر وسیلہ رضا ہے اور رضا وسیلہ وصال محبوب اور وسیلہ محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اسلیے ہجر کو پسند
کرتا ہے جسطرح کہ مال کا دینے والا ایک درہم دے اور بعد چند روز دو درہم دیکر وہ دو درہم کو چاہتا ہے مگر دو سمجھتا ایک درہم کا تارک ہے
اسیطرح یہ عاشق بھی خواہان وصال ہے مگر دوست اسکو ترک کرتا ہے تا کہ آئندہ کو اچھی طرح حاصل ہو دوسرے معنی یہ ہین کہ عاشق کو
صرف رضا مند دوست مطلوب ہے اگر اسکو علم ہو کہ دوست مجھسے راضی ہے تو اتنی لذت پاوے کہ اگر مشاہدہ اسکا میسر ہو اور وہ راضی نہو
تو اس مشاہدہ مین بھی وہ لذت نہو ایسی صورت مین ہوسکتا ہے کہ اسکی خواہش وہی ہو جو عین رضا ہو اسواسطے بعض عاشقان خدا کا
حال اس درجہ پر پہونچ گیا ہے کہ جب معلوم کر لیا کہ خدا تعالی ہم سے اس مصیبت مین راضی رہتا ہے اور عافیت مین رضا کا حال معلوم

لہ اصل مین ہے ولیس لی فی سواک حظ فکیفما شئت فامتحنی ۱۲

نہین ہوتا کہ راضی ہو یا نہین تو مصیبت مین عافیت کی نسبت زیادہ مزہ پاتے ہین اور بلا ہی کو زیادہ محبوب جانتے ہین اور غلبۂ عشق مین اس
حال کا واقع ہونا کچھ بعید نہین مگر یہ حالت قائم نہین رہتی اور اگر قیام کرتی ہے تو یہ معلوم کرنا کہ صحیح حالت ہے یا دوسری
کسی حالت کے باعث دلپر وارد ہو گئی ہے اور اسکے باعث دل طریقۂ استدلال سے مائل ہو گیا اسمین شک ہے اور اسکی تحقیق مناسب
اس مقام کے نہین غرضکہ تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ عافیت بلا کی نسبت بہتر ہے اللّٰہم انا نسألک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ

تیسرا بیان صبر اور شکر مین سے افضل کونسا ہے۔ اس باب مین لوگون کے اقوال مختلف ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ صبر شکر سے
افضل ہے اور کچھ یہ فرماتے ہین کہ شکر افضل ہے اور بعضونکا قول ہے کہ دونون برابر ہین اور بعض لوگون کی رای ہے کہ افضلیت احوال
کے اعتبار سے مختلف ہے یعنی بعض احوال مین صبر کو فضیلت ہے اور بعض مین شکر کو اور ان لوگون نے اپنے اپنے قول کی دلیل بھی بہت
ہی غیر منتظم سی بیان کی ہے جس سے مطلب کا حاصل ہونا بعید ہے اسلیے اسکی نقل سے کچھ فائدہ نہین بلکہ اظہار حق بہتر ہے پس ہم کہتے
ہین کہ اسباب مین دو تقریرین ہین ایک تقریر اول مساہلت کے طور پر یعنی صرف ظاہر امر کا لحاظ کرنا اور تفتیش اور تحقیق کے درپے نہونا
اسطرح کا بیان عوام کے سمجھانے کے لائق ہے کیونکہ انکا فہم باریک باتون کے سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے اور واعظین کے بھی حال کے
مناسب ایسا ہی کلام ہے اسلیے کہ انکا مقصود عوام سے گفتگو کرنیکا یہی ہے کہ انکی اصلاح ہو جاوے جیسے دایہ مشفقہ کہ لڑکے
کو موٹے اور تیار جانور اور اقسام اور انواع شیرینی کی نہین کھلاتی بلکہ لطیف دودھ سے اسکی پرورش کرتی ہے اور یہی اسکو مناسب ہے
کہ نفیس غذائین لڑکے کے پاس نہ لاوے جبتک کہ اسمین قوت انکے ہضم کی نہ آوے اور ضعف ہضم دور نہو جاوے اسیطرح یہ بیان بھی بہت تفصیل کے
لائق نہین بلکہ صرف ظاہری ادلہ سے ظاہر مفہوم جو عوام کے شایان ہے نکال لیتا ہے اور باعتبار ظاہر جو لحاظ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صبر افضل
ہے ہرچند فضائل شکر مین بھی بہت سے اخبار وارد ہین مگر جب فضائل صبر کی نسبت انکو دیکھتے ہین تو صبر ہی کے فضائل زیادہ پائے
جاتے ہین اور خود الفاظ مین بھی تصریح فضل صبر کی موجود ہے جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے من افضل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر
ایک حدیث مین ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص روے زمین سے زیادہ تر شاکر بلایا جاویگا اور اسکو شاکرین کا ثواب عطا ہوگا پھر جو کہ تمام
لوگون سے زیادہ صابر ہوگا وہ بلایا جاویگا اور اس سے ارشاد ہوگا کہ اگر ہم تجھکو اتنا ثواب دین جتنا اس شاکر کو دیا ہے تو تو راضی ہوگا
وہ عرض کریگا کہ بیشک راضی ہونگا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ایسا نہوگا مینے تجھے نعمت بھیجی تو تو نے شکر کیا اور تجھکو مبتلاے مصائب
کیا تو تو نے صبر کیا ہم تجھکو دونا ثواب عنایت فرماوینگے پھر اسکو شاکر سے دونا ثواب مرحمت کیا جاویگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے
انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اور یہ حدیث شریف مین وارد ہے الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر یعنی غذا کھانیوالا جو
شکر کرے وہ ایسا ہے جیسا روزہ دار صبر کرنیوالا اس سے بھی فضیلت صبر کی پائی جاتی ہے اسلیے کہ درجہ شکر کے بڑھانے کو اسکو صبر سے
تشبیہ دی اور تشبیہ دینے مین اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ مشبہ بہ رتبہ مین اعلی ہو دوسرے تو اگر صبر کو فضل نہوتا تو شکر کو اسکے ساتھ شریعت تشبیہ
نہ دیجاتی اور یہ تشبیہ ایسی ہے جیسے ان حدیثون مین ارشاد ہے کہ الجمعۃ حج المساکین وجہاد المرأۃ حسن التبعل وشارب الخمر کعابد الوثن اسی
طرح یہ حدیث الصبر نصف الایمان سے یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ شکر اسکے برابر ہے اور یہ فرمانا ایسا ہے جیسا یہ فرمایا ہے الصوم نصف الصبر بلکہ

اصل یہ ہے کہ جس چیز کی دو قسمیں ہوتی ہیں اُن میں سے ایک کو اس شے کا نصف کہدیا کرتے ہیں گو دونوں میں فرق ہو مثلاً کہتے ہیں کہ ایمان علم و عمل کا نام ہے اس سے معلوم ہوا کہ عمل نصف ایمان ہے اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ عمل برابر علم کے ہے علاوہ ازیں ایک حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں میں سے جنت میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت کے باعث سب سے پیچھے داخل ہونگے اور میرے اصحاب میں سے عبدالرحمٰن بن عوف اپنے غنا کے سبب سب سے پیچھے جنت میں جاوینگے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس برس پیچھے نبیوں سے جنت میں داخل ہوں گے یہ حال تو غنا کا فرمایا اور فقرا اور اہل مصائب کے باب میں ارشاد ہے کہ جنت کے سب دروازوں کے دو کواڑ ہیں مگر باب صبر کا ایک ہی کواڑ ہے اول جو شخص اس میں گھسیں گے وہ اہل مصائب ہوں گے ان کے پیشوا حضرت ایوب علیہ السلام ہونگے تو فضائل فقر سے بھی صبر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اس واسطے کہ صبر فقر کے حال کا نام ہے اور شکر غنی کے حال کا غرض یہ وہ تقریر ہے کہ عوام اس پر قانع ہوتے ہیں اور جو وعظ کہ اُن کے شایان حال ہو اس میں اس قدر بتلا دینا کافی ہے کہ اسی میں ان کے دین کی مصلحت ہے دوسری تقریر وہ ہے جس سے کہ اہل علم و بصیرت کو حقائق امور پر بطریق کشف اطلاع دینا مقصود ہے اسکے لیے ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک قسم کے دو مبہم امروں میں باوجود ابہام کے مقابلہ نہیں ہو سکتا جبتک کہ ہر ایک کی حقیقت نہ واضح ہو اور جن چیزوں کی حقیقت بھی کھل جاوے اور وہ چند اقسام پر مشتمل ہوں تو ان میں بھی بہیئت اجتماعی برابری نہیں ہو سکتی بلکہ ضرور ہے کہ ہر ایک چیز کی ایک ایک فرد کا مقابلہ کیا جاوے تاکہ زیادتی معلوم ہو اب صبر اور شکر کو جو دیکھتے ہیں تو انکے اقسام اور فروع بہت ہیں اسلیے کمی زیادتی مجملاً نہیں بیان ہو سکتی بلکہ دونوں کے ہر فرد کو مقابلہ کرنا چاہیے پھر یہ امر پہلے گذر چکا ہے کہ اس طرح کے مقامات خواہ صبر و شکر ہوں یا اور کوئی تین افراد سے مرکب ہوتے ہیں علوم اور احوال اور اعمال اور ان تینوں چیزوں میں سے اگر ایک دوسرے کی مساوات پر غور کرتے ہیں تو ظاہر کے دیکھنے والوں کو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ علوم سے مراد احوال ہیں اور احوال کی طلب اعمال کے لیے ہوتی ہے تو اس اعتبار سے اعمال افضل ٹھہرے مگر ارباب باطن کے نزدیک معاملہ برعکس ہے انکو اعمال سے غرض حصول احوال ہے اور احوال کی طلب علوم معرفت کے لیے کرتے ہیں تو انکے نزدیک علوم افضل ہیں اور پھر احوال ہیں پھر اعمال کیونکہ جو چیز ذریعہ کسی دوسری چیز کا پڑتی ہے تو دوسری چیز اس سے عمدہ ہوتی ہے اور ان تینوں چیزوں کے جدا جدا افراد کو اگر دیکھتے ہیں تو اعمال کے افراد اگر ایک دوسرے کی نسبت کر دیکھے جاویں تو بعضے مساوی ہیں اور بعضے کم و بیش اسیطرح احوال افراد کا حال ہے کہ اگر انہیں بھی ایک دوسرے کیطرف لحاظ کر کے دیکھیں تو برابر ہونگے یا کم و بیش ایسا ہی افراد علوم و معارف کو سمجھنا چاہیے اور سب معارف میں سے افضل علوم مکاشفہ ہیں اور یہ علوم معاملہ کے علوم سے اعلیٰ اور اشرف ہیں اور علوم معاملہ خود معاملہ کی نسبت کہیں کمتر ہیں اسلیے کہ ان کی طلب معاملہ ہی کے لیے ہوتی ہے یعنی انکا فائدہ اصلاح عمل ہے اور حدیث میں جو فضیلت عالم کی عابد پر آئی ہے اس سے مراد ہے کہ عالم ایسا ہو جسکا

۱؎ طبرانی در اوسط بروایت معاذ بن جبل بہلا حصہ اور بزار بروایت انس اور بزار کی سند میں اغلب بن تمیم ضعیف ہے۔ ۲؎ طبرانی بروایت [illegible]

نفع عام ہو پس عالم البتہ کسی خاص عبادت کرنیوالی کی نسبت افضل ہوگا ورنہ اگر علم اسکا عمل سے قاصر ہے تو یہ علم ترک عمل سے
افضل نہین ہوسکتا پھر ہم کہتے ہین کہ اصلاح عمل سے یہ فائدہ ہے کہ حال قلب کی اصلاح ہو اور حال قلب کی اصلاح کا یہ فائدہ ہے کہ اہل
دل پر جلال ذات وصفات وافعال الٰہی منکشف ہوں اس سے معلوم ہوا کہ علم مکاشفہ مین بڑا رتبہ معرفت الٰہی کا ہے اور یہی انتہائے مقصود
ہے کہ نفس نفیس مطلوب ہے اسلیے کہ سعادت اخروی اسی سے ملتی ہے بلکہ عین سعادت یہی ہے کہ دل کو کبھی اسبات کا علم دنیا مین نہین
بھی ہوتا کہ عین سعادت معرفت الٰہی ہے بلکہ آخرت مین اس سے واقف ہوتا ہے غرضکہ معرفت الٰہی سب مین عمدہ چیز ہے اسپر
کچھ روک نہین تو غیر کے مقید بھی نہین اور اسکے سوا جتنی معرفتین ہین سب اسکی تابع اور خادم ہین کیونکہ اور معارف اسلیے مطلوب
ہوتے ہین کہ معرفت الٰہی حاصل ہو اور جب یہ بات ٹھہری کہ سب معرفتین معرفت الٰہی کے حاصل ہونے کیلیے مطلوب ہوتی ہین تو
جسقدر جو معرفت اس مطلب مین بکار آمد ہوگی اسیقدر اسکا تفاوت بھی ایک دوسرے سے ہوگا مثلاً بعض معارف ایک ہی واسطے
سے معرفت الٰہی تک پہونچاتے ہین اور بعض کو بہت سے وسائل چاہییں جب معرفت مین اور معرفت الٰہی مین واسطہ کم ہوگا وہ
دوسرے کی نسبت کہ افضل ہوگی اور احوال قلب سے ہماری غرض اسکا صاف وپاک ہونا ہے دنیا کی آلودگی اور خلق کے اشتغال
سے یہانتک کہ پاک وصاف ہوکر اسپر حقیقت حق واضح ہوجاوے اس سے معلوم ہوا کہ احوال مین فضیلت اسیقدر ہوگی جسقدر
کہ انکو تاثیر قلب کی اصلاح اور صفائی مین ہوگی اور جسقدر کہ اسمین لیاقت علوم مکاشفہ کے حاصل ہونے کی پیدا کرسکینگے اور جسطرح
کہ آئینہ کی جلا سے کامل ہونے مین ایسے احوال کے مقدم کرنے کی حاجت ہوتی ہے جنمین سے بعض جلا دینے مین قریب تر ہوتے ہین
بعض سے اسیطرح احوال قلب کا حال ہے پس جو حالت کہ صفائے قلب کے قریب ہوگی وہ دوسری حالتون سے افضل ہوگی
اسلیے کہ وہ اوروں کی نسبت اصل مقصود کے قریب ہوگی اور اسی ترتیب کو اعمال مین بھی تصور کرنا چاہیے سو واسطے کہ اعمال کی
تاثیر ہی سے قلب کی صفائی کی تاکید ہوتی ہے اور انھین کے باعث دل پر حالات آتے ہین اور جو عمل ہے وہ دو صورت سے خالی نہین یا تو دل پر
ایسے حالات لاتا ہے جو مانع مکاشفہ کے ہو اور موجب تاریکی دل اور باعث کشش کروہات دنیاوی کیطرف ہو یا ایسی حالت دل پر
لاوے جس سے دل مکاشفہ کے لیے مستعد ہو اور صفائی پیدا کرے اور علائق دنیاوی برطرف ہوجاوین حالت اول کا نام معصیت
ہے اور دوسری کا نام طاعت اور معاصی باعتبار قلب کے تاریک اور سخت کرنیکے متفاوت ہین اسیطرح طاعات بھی دل کے
روشن وصاف کرنے مین مختلف ہین یعنی معاصی اور طاعت کے درجات انکی تاثیر پر منحصر ہین اور یہ امر احوال کے اختلاف سے
مختلف ہوتا ہے مثلاً ہم مطلقاً کہہ سکتے ہین کہ نماز نفل سب نفل عبادتون سے افضل ہے اور حج کرنا صدقہ سے بہتر ہے اور تہجد پڑھنا
اور نوافل سے بہتر ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ جو مالدار کہ اسپر بخل غالب ہو اور محبت مال کی زیادہ رکھتا ہو تو اسکے لیے ایک درم خیرات کرنا تمام
رات شب بیداریوں اور روزوں سے افضل ہے اسلیے کہ روزہ اس شخص کے شایان ہے جسپر شہوت شکم غالب ہو اور وہ اسکو توڑنا چاہتا ہے
یا شکم سیری اسکو مانع فکر وذکر سے ہوتی ہو اسکو دور کرنے کی تدبیر کیوجہ سے کرتا ہو مگر محبت بخل کا قبضہ جسکے دل پر نہین کہ پیٹ کی شہوت
سے کوئی گھبرایا یا شکم سیری سے فکر علوم مکاشفہ مین رکتا تھا پھر اسکا روزہ رکھنا اپنی حالت چھوڑ کر دوسری کی اختیار کرنا ہے اسکی مثال

ایسی ہے جیسے کسی بیمار کے پیٹ میں درد ہو اور وہ علاج درد سر کا کرے تو بھلا اس علاج سے اسکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اسکو تو یہ مناسب ہے
کہ جو بلا سے مہلک اپنے اوپر مسلط ہو اسکو دور کرے اور بخل ان مہلکات میں سے ہے کہ اگر سو برس تک روزے رکھا کرے اور ہزار رات
جاگے تو اسمیں سے ایک ذرہ بھی کم نہوگا اسکو دور کرنے کی تدبیر صرف مال کے خیرات کرنے کے اور کوئی نہیں اسکے اوپر واجب یہی
ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو اسکو خیرات کر دے اور اسکی تفصیل جلد سوم میں اس کتاب کی موجود ہے وہاں دیکھ لینی چاہیے غرضکہ باعتبار
حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہیں اہل دل کو معلوم ہوا ہوگا کہ اسباب میں مطلق جواب کہدینا غلط ہے مثلاً اگر کوئی سوچے
کہ روٹی افضل ہے یا پانی تو اسکا جواب ٹھیک ٹھیک یہی ہوگا جو بھوکا ہو اسکے لیے روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی اور اگر کسی کو دونوں چیزیں
موجود ہوں تو جوان دونوں میں سے غالب ہوگی اسکے اعتبار سے حکم فضیلت کا دیا جاویگا یعنی پیاس غالب ہوگی تو پانی کو افضل
کہینگے اور بھوک غالب ہوگی تو روٹی کو اور اگر یہ دونوں مساوی ہونگے تو یہ دونوں بھی مساوی ہونگے اسیطرح اگر یہ پوچھا جاوے کہ سکنجبین
اچھی ہے یا خیرات تو مطلق جواب ہرگز درست نہوگا ہاں اگر کوئی یہ پوچھے کہ سکنجبین افضل ہے یا صفرا کا نہونا تب ہم صفرا کے نہونے
کو عمدہ بتاویں اسواسطے کہ سکنجبین کی ضرورت اسکے لیے ہوتی ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شے غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو غیر اس
سے اچھی ہوتی ہے حاصل یہ کہ شخص مذکور کے لیے بہتر مال کا دینا ہے اسلیے کہ مال کا دینا البتہ ایک عمل ہے جس سے ایک حالت یعنے
زوال بخل اور محبت دنیا کا دل سے نکلنا حاصل ہوتی ہے اور جب دل سے محبت دنیا نکل جاتی ہے تو اس کو معرفت الٰہی کی حاصل
ہوتی ہے پس افضل تر معرفت ہے اور اس سے کمتر حال اور اس سے کمتر عمل اب یہاں کوئی اگر اعتراض کرے کہ تم عمل کو
افضل نہیں بتلاتے حالانکہ شرع میں ترغیب اعمال کی موجود ہے اور انکے فضل کے ذکر میں بہت مبالغہ پایا جاتا ہے یہانتک کہ شارع
نے خود صدقات کو طلب فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا اور فرمایا و یاخذ الصدقات پس کیا وجہ ہے کہ
عمل افضل نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ طبیب اگر کسی دوا کی تعریف کرے تو اسکی تعریف کرنے سے یہ نسمجھنا چاہیے کہ وہی دوا بذات خود
مقصود ہے اور شفا سے بڑھکر ہے جو اس سے حاصل ہوتی ہے بلکہ اسکی تعریف میں ایک حکمت ہوتی ہے کہ اگر مریض اسکا استعمال کریگا
تو شفا سے مطلوب حاصل ہو جاویگی اسیطرح اعمال بھی دل کے امراض کی دوا ہیں اور بیماری دل اکثر معلوم نہیں ہوا کرتی جیسے
کسی کے منہ پر برص کے داغ ہوں اور اسکے پاس آئینہ نہو تو اسکو کبھی خبر نہوگی کہ مجھ میں یہ عیب ہے اور اگر کوئی اس سے کہیگا تو اسکی
بات نہ مانیگا تو ایسے شخص کا علاج یہی ہے کہ اسکے سامنے بہت مبالغہ سے تعریف مثلاً گلاب سے منہ دہونیکی کیجاوے اگر گلاب
سے داغ برص دور ہوتے ہیں یا دوسری کسی ایسی ہی چیز سے جو برص کو زائل کرتی ہے اس سے منہ دہونیکا مبالغہ کیا جاوے
تاکہ بہت سی تعریف سے شخص مذکور مداومت اس شے کی کرلے اور مرض اسکا دور ہو جاوے کیونکہ اگر اس سے اول ہی
کہدیگا کہ مقصود یہ ہے کہ تیرے منہ پر برص زائل ہو جاوے تو وہ علاج چھوڑ دیگا اور کہیگا کہ میرے منہ پر تو کوئی عیب نہیں
ایک اور مثال اس سے بھی قریب تر سننی چاہیے کہ ایک شخص کے ایک لڑکا ہے جسکو اسنے قرآن پڑھایا اور علم سکھایا اور اسکی
یہ منظور ہے کہ یہ دونوں چیزیں اسکو یاد رہیں اور کبھی فراموش نہوں اور یہ جانتا ہے کہ اگر میں اسکو تکرار پڑھنے کی اور مطالعہ کی تاکید کرونگا

تو وہ جواب مین کہدیگا کہ مجھے یاد ہین کچھ حاجت دور دو تکرار کی نہین کیونکہ اسکو یہ گمان ہو کہ جو چیز مجھے اب یاد ہے وہ ہمیشہ کو ایسی ہی رہیگی اور فرض کرو کہ اُس شخص کے یہان کچھ غلام بھی ہین اسنے اپنے لڑکے کو حکم کیا کہ تو ان غلامون کو پڑھایا کر ہم تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آوینگے اور اور عمدہ و عہدے اسکو سنا دیے تاکہ اسکا ارادہ تعلیم کے لیے خوب مستحکم ہو جاوے تو ایسی صورت مین لڑکا سادہ لوح یہی گمان کرتا ہو کہ مقصود صرف غلامون کی تعلیم ہو کہ انکو قرآن آجاوے اور اس خیال سے بڑا پریشان ہوتا ہے کہ عجب طرح کا حال ہو کہ باوجودیکہ باپ کے نزدیک میرا رتبہ ان غلامون سے بڑھکر ہے مگر پھر بھی مجھسے انکی خدمت کرائی جاتی ہو کہان مین کہان یہ لوگ اور مجھے معلوم ہو کہ اگر میرا باپ انکو پڑھانا چاہتا اور مجھکو تکلیف نہ دیتا تب بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی جانتا ہون اگر یہ سب غلام میرے باپ کے یہان نرہین تو اسکا کچھ نقصان نہین تو اگر عالم قرآن نہونگے تو کونسی خرابی پیش آویگی ایسے ایسے خیالات سے وہ بیچارہ کبھی کسل کرنے لگتا ہو کہ انکو پڑھا کر کیا ہوگا ہمارے باپ کو انکی کیا پروا ہو اور اگر یہ کام مین نہ کرونگا تو وہ مجھے انکی عوض مین تھوڑا ہی کچھ کہیگا بلکہ معاف کر دیگا پس علم و قرآن کی مذاولت نرہنے سے دونون کھو لیجاتا ہو اور بدبخت و محروم رہتا ہو اور اسکو خبر بھی نہین ہوتی بعض لوگ ایسا طرح کے خیال خام مین دھوکا کھا گئے اور طریق اباحت کو اختیار کر لیا انکی تقریر یہ ہو کہ اللہ تعالی کو نہ ہماری عبادت کی پروا نہ ہمسے قرض لینے کی ضرورت پھر اسکے کیا معنی ہین من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً اور اگر خدا تعالی کو مسکین کا کھلانا منظور ہو تو کھلا سکتا ہو اسکی کیا حاجت ہو کہ ہم ہی اپنا روپیہ انکو دین تو انکو غذا ملے چنانچہ کفار کا اسیطرح کا قول خداوند کریم بھی نقل فرماتا ہو واذا قیل لہم انفقوا مما رزقکم اللہ قال الذین کفروا للذین آمنوا انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ اور دوسری جگہ یہ قول لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا آباؤنا تو اب دیکھنا چاہیے کہ ان کفار کا قول کیسا سچا تھا مگر اپنے سچ ہی سے کیسے تباہ ہو گئے سبحان اللہ کیا شان ہے جب چاہے سچ سے ہلاک کر دے اور جب چاہے جہل سے سعادت کو پہونچا دے یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا خود فرماتا ہو ان لوگون نے جب یہ خیال کیا کہ ہمسے مساکین کی خدمت کرائی جاتی ہو کہ خدا کے واسطے انکو خیرات دو اور ہمکو نہ مساکین سے کچھ ملتا ہو نہ خدا کو ہمسے اور ہمارے مال سے کچھ فائدہ تو پھر دینا اور نہ دینا برابر ہے تو یہ لوگ بھی ہلاک ہو گئے جیسا کہ اوپر کی مثال مین وہ لڑکا ہلاک ہوا تھا جسنے یہ خیال کر لیا کہ باپ نے مجھکو انکی خدمت کرنے پر مقرر کر دیا اسنے یہ نہ جانا کہ باپ کا مقصود یہ تھا کہ صفت علم لڑکے نفس مین خوب پختہ اور مستحکم ہو جاوے اور دل پر نقش کالحجر جم جاوے تاکہ موجب سعادت دنیاوی ہو اور یہ بات والد کو بیٹے سے کمال شفقت کی تھی کہ ایسے دہیان مین لگایا تھا جسمین سعادت میسر کی تھی اس مثال سے ان لوگون کی گمراہی جنھون نے اس طریق کو چھوڑ دیا ناظرین پر واضح ہو اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ جو مسکین سے کچھ لیجاتا ہو وہ بواسطہ اس ادنی مال کے بخل کی خباثت اور دنیا کی محبت دینے والے کے دل مین سے نکالتا ہو اور یہ دونون مہلک چیزین ہین تو سائل کی مثال ایسی ہو جیسے پچھنے لگانے والا کہ وہ آدمی کا خون اسلیے نکالتا ہو کہ خون کے ساتھ مرض مہلک بھی جاتا رہے پس واقع مین پچھنے لگانے والا مریض کا خادم ہو نہ مریض اسکا خادم اور اگر بالفرض حجام کو بھی کوئی غرض خون نکالنے سے مثلاً خون مین کپڑا رنگنا ہو تب بھی وہ خادم ہونے سے نہ نکل جاویگا اور چونکہ صدقات باطن کو پاک کرتے ہین اور اندر سے بری صفات کو دور کرتے ہین اسی جہت سے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقات کو رد کیا اور اپنے لیے ناجائز سمجھا اور اپنے اہلبیت کو بھی انسے شرف ضیافت عنایت فرمایا
اور میل کچیل لگانے والے کی مزدوری کو بھی یہین وجہ منع فرمایا اور اسکا نام سب مالونکا میل رکھا حاصل یہ کہ اعمال دلون پر اثر کرتے
ہین جیسا کہ جلد سوم مین گذرا اور جسقدر عمل سے تاثیر دل مین ہوتی ہے اسیقدر دلکو استعداد قبول ہدایت اور نور معرفت کی حاصل
ہوتی ہے پس یہ قول کلی اور قاعدۂ اصلی جسکی طرف فضائل اعمال اور احوال اور معارف کے پہچاننے مین رجوع کرنا چاہیے اب ہم
خاص ان دونون اشیا یعنی صبر اور شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہین اور کہتے ہین ان دونون مین سے ہر ایک مین معرفت اور حال اور عمل
ہے اور یہ ہو نہین سکتا کہ ایک کی معرفت کو دوسرے کے حال اور عمل سے مقابلہ کیا جاوے بلکہ مقابلہ نظیر کا نظیر سے چاہیے
تاکہ مناسبت ظاہر ہو اور تناسب کے باعث ایک کا فضل دوسرے پر ثابت ہو اب معرفت شاکر اور معرفت صابر کو جو مقابلہ
کیا جاتا ہے تو دونون کا مآل ایک ہی معرفت پر آرہتا ہے مثلاً معرفت شاکر کی آنکھ کے باب مین یہ ہے کہ آنکھونکی نعمت کو خدا تعالی کیطرف
سے جانے اور معرفت صابر کی انمین یہ ہے کہ نابینائی کو خدا کیطرف سے جانے اور یہ دونون معرفتین ایک دوسرے کو لازم اور مساوی ہین
اور یہ اس صورت مین ہے کہ صبر کو بلا اور مصائب مین لیا جاوے اور از انجا کہ موافق بیان گذشتہ کے صبر کبھی طاعت پر بھی
ہوتا ہے اور کبھی صبر معصیت سے ہوتا ہے تو ایسے مقامات مین صبر اور شکر ایک ہی ہین سکتے بایں وجہ کہ طاعت پر صبر کرنا عین
شکر گزاری طاعت کی ہوگی کیونکہ شکر کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی کی نعمت کو اس حکمت کی طرف پھیرنا جو اسکی مقصود ہے اور صبر
کے یہ معنی ہین کہ باعث ہوا کے مقابلہ مین باعث دینی کا قائم اور مستقل رہنا تو یہان صبر اور شکر دو الفاظ مختلف ایک معنی خاص کے
ہین دونون مین فرق اعتباری ہے دیکھو اگر باعث دین کا ثابت رہنا مقابلہ مین باعث ہوا کے باعتبار باعث ہوا کے لحاظ
کرو تو اسکا نام صبر ہوگا اور اگر باعث دین کے نسبت کر دیکھو تو شکر کہلاویگا کیونکہ باعث دین ایسی حکمت کیلیے پیدا ہوا ہے کہ
اس سے باعث ہوا کو پچھاڑا جاوے تو صبر کی صورت مین باعث دین اپنی حکمت مقصود تک پہونچ جاتا ہے غرض جب دونون
مدلول ایک ہی ہوا تو ایک ہی چیز اپنے نفس سے کیسے کم زیادہ ہوگی اور از انجا کہ صبر تین جگہ مین ہوا کرتا ہے طاعت اور معصیت
اور بلا اور طاعت اور معصیت مین اسکا حکم معلوم ہو چکا تو اب بلا کا حکم سننا چاہیے کہ بلا نعمت کے جاتے رہنے کو کہتے ہین اور
نعمت یا تو ضروری ہے جیسے آنکھین ہین اور یا حاجت کے محل مین واقع ہو یعنی اسکی طرف حاجت پڑتی ہو جیسے مال مقدار کفایت
سے زیادہ ہے پس آنکھون کے باب مین اندھے کے صبر سے یہ غرض ہے کہ شکایت ظاہر نہ کرے اور حکم خدا پر رضامندی ظاہر کرے
اور اپنی نابینائی کے باعث بعض گناہون کی اجازت نہ مانگے اور بینا آدمی کا شکر ان عمل کے اعتبار سے دو طرح پر ہے اول تو انکو
معصیت مین استعمال نہ کرے دوسرے یہ کہ طاعت مین استعمال کرے اور یہ دونون باتین صبر سے خالی نہین مثلاً اندھے کو خوبصورتونکے
سے صبر کرنے کی ضرورت ہی نہین اسواسطے کہ وہ انکو دیکھتا ہی نہین اور بینا آدمی کی آنکھ جو خوبصورتون پر پڑے گی اور صبر کریگا تو
آنکھون کی نعمت کا شکر گزار ہوگا اور اگر دوبارہ پھر دیکھے گا تو اس نعمت چشم کا ناشکر ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ شکر کی حالت مین صبر
داخل ہے اسیطرح جب آنکھون سے طاعت پر مدد لیگا تب بھی صبر طاعت پر کرنا پڑیگا پھر کبھی آنکھونکی نعمت کا شکر اسطرح ادا

کرتا ہو کہ خدا تعالے کی صنعت کے عجائبات دیکھتا ہے تاکہ اس سے معرفت خدا تک پہنچ جاوے تو اس طرح کا شکر صبر سے
افضل ہو اور اگر یہ بات نہو تو چاہیے یوں کہ رتبہ حضرت شعیب علیہ السلام کا جو انبیا علیہم السلام میں سے پیغمبر تھے حضرت موسیٰ
علیہ السلام اور دوسرے انبیا کے رتبہ سے بڑھکر ہو اسلیے کہ انھوں نے نابینائی کے جاتے رہنے پر صبر کیا اور حضرت موسےٰ اور
دوسرے انبیا نے نہیں کیا اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہو کہ کمال اسی میں ہو کہ آدمی کے سب اعضا جاتے رہیں اور ایک مضغہ
گوشت ہوکر پڑا رہے حالانکہ یہ بات نہیں اسلیے کہ اعضا میں سے ہر ایک عضو ایک آلہ دین کا ہو جب وہ عضو جاتا رہیگا تو وہی
رکن دین جسکا یہ عضو آلہ تھا جاتا رہیگا اور شکر ہر ایک عضو کا یہ ہو کہ جس بات دینی کیواسطے وہ بنا ہے اسکو اسمیں صرف کرے اور یہ
استعمال بھی بدون صبر نہوگا اور جو نعمت کہ محل حاجت میں واقع ہوتی ہو مثلاً مال میں سے قدر کفایت پر زیادہ ہونا اسکا
یہ حال ہو کہ اگر آدمی کو قدر ضرورت ہی مال ملا ہو اور اسکو حاجت زیادہ کی بھی ہو تو اس زیادتی سے صبر کرنا مجاہدہ ہو اور یہ جہاد فقرا
کا ہوتا ہو اور اگر قدر ضرورت سے زیادہ ملا تو زیادتی نعمت کہلاتی ہو اور اسکا شکر یہ ہو کہ خیرات میں صرف کیا جاوے معصیت میں خرچ
نہو پس اگر صبر کو اس شکر کی نسبت کرو کہ جس سے غرض صرف کرنا مال کا طاعت میں ہو تو شاکر وہ چیز ہی افضل ہو کیونکہ اس شکر
متضمن صبر کو بھی ہو اسلیے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی نعمت پر خوش ہوکر فقرا پر صرف کرنیکی تکلیف گوارا کی اور غنا میں بہت سا
صرف نہ کیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے شکر میں دو باتیں موجود ہیں جن میں سے ایک صبر ہو اور اس صورت میں شکر کل ہوا اور صبر جزو اور یہ
ظاہر ہو کہ کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہو اور اس دلیل میں اتنا خدشہ ہو کہ مقابلہ کل کا جزو سے درست نہیں لیکن جس صورت میں
کہ شکر اس طور پر ہوگا کہ اس نعمت کو معصیت میں صرف نکرے بلکہ عیش مباح میں صرف کرے تو یہاں صبر شکر کی نسبت افضل
ہوگا اور فقیر صابر اس مالدار کی نسبت افضل ہوگا جو اپنا مال روک کر مباحات میں صرف کرتا ہو مگر اس مالدار کی نسبت افضل
نہوگا جو اپنے مال کو خیرات میں صرف کرتا ہو اسواسطے کہ فقیر نے اپنے نفس پر مجاہدہ کیا اور اسکی حرص کو توڑا اور خدا تعالی کے امتحان
پر اچھی طرح راضی رہا اور اسکے لیے ایک قوت چاہیے بخلاف اول قسم کے غنی کے کہ اسنے اپنی حرص کا اتباع کیا اور شہوت کی اطاعت
کی مگر صرف مباح ہی پر اکتفا کیا اور مباح میں حرام سے بچاؤ ہو ہرچند حرام سے بچنے کے لیے بھی صبر میں قوت چاہیے مگر جو قوت
کہ اس سے فقیر کا صبر صادر ہوتا ہو وہ اس غنی کی قوت سے بہت اعلے اور کامل ہو جو صرف مباحات پر اکتفا کرتا ہو علاوہ ازین
شرف اسی قوت کو ہوتا ہے جسپر عمل دلالت کرے اسلیے کہ اعمال صرف اسلیے مطلوب ہوتے ہیں کہ انسے قلب کے حالات حاصل
ہوں اور یہ قوت فقیر کے قلب کی ایک حالت ہو کہ جسقدر قوت یقین و ایمان میں ہوگی اسیقدر اسمیں بھی ہوگی پس جو چیز کہ
قوت ایمان کی زیادتی پر دلالت کرے وہ بیشک اوروں سے افضل ہوگی اس سے ثابت ہوا کہ قوت صبر فقیر کی افضل ہے
غنی کی قوت سے اور جسقدر کہ آیات و اخبار میں فضیلت صبر کے ثواب کی شکر کے ثواب پر وارد ہو اس سے یہی خاص مرتبہ
مراد ہو کیونکہ لوگ نعمت سے ابتدا ئے یہی معنی سمجھتے ہیں کہ اموال اور ان سے متمتع ہونیکا نام ہو اور شکر سے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ آدمی
اپنی زبان سے الحمد للہ کہے اور نعمت سے مدد معصیت پر نہ لے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ نعمت کو طاعت ہی میں صرف کرے پس اسی

لحاظ سے صبر شکر کی نسبت افضل ہے خلاصہ یہ ہوا کہ صبر جسکو عام لوگ سمجھتے ہین وہ اس شکر سے افضل ہے جسکو عوام جانتے ہین اور
اسی بات کیطرف جنید رح نے اشارہ کیا تھا جب انسے کسی نے پوچھا کہ صبر اور شکر مین سے کونسا افضل ہے تو انھون نے ارشاد فرمایا کہ
غنی کی مدح مال ہونیسے نہین نہ فقیر کی تعریف مال کے نہونیسے بلکہ دونو کی مدح اس صورت مین ہے کہ جس حالت مین وہ دونون ہین
اسکے شرائط لحاظ رکھین مگر حالت غنا کے شروط ایسے ہین کہ نفس کے مناسب پڑتے ہین اور تمتع اور لذت یا نفس کا اسمین موجود ہے
اور فقیر کیحالت کی شرطین ایسی چیزین ہین جو نفس کو ایذا دین اور اسکو رکا ہوا اور منکسر رکھین اب ظاہر ہے کہ جب دونون خدا
کیواسطے اپنی اپنی حالت کی شرطین ادا کرتے ہون تو جو شخص اپنے نفس پر مشقت ڈالیگا اور منکسر رکھیگا وہ اس سے اچھا ہوگا جو
اسکو تمتع اور عیش مین رکھیگا انتہی اور واقع مین بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ انھون نے فرمایا مگر یہ بات صبر و شکر کے اقسام مین سے صرف
قسم اخیر مین صادق آتی ہے جو ابھی اوپر گذری اور حضرت جنید رح کا بھی مقصود اس قول سے یہی قسم ہے اور مشہور یون ہے
کہ ابو العباس بن عطا اس مسئلہ مین انکے خلاف کہتے تھے انکا قول یہ تھا کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے انکے حق مین حضرت
جنید رح نے بد دعا کی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی خرابیون مین مبتلا ہوے مال جدا جاتا رہا اولاد جدا قتل ہوئی چودہ برس تک عقل
جاتی رہی تھا خود کہا کرتے کہ جنید رح کی بد دعا مجھکو لگ گئی پھر اپنے قول سے باز آئے اور فقیر صابر کو غنی شاکر پر ترجیح دینے لگے
اور جو باتین ہمنے لکھی ہین اگر انکو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جائے کہ ان دونون قول کیلیے بعض احوال مین ایک وجہ ہے یعنی بہت
سے فقیر صابر غنی شاکر کی نسبت افضل ہوتے ہین جیسا اوپر گذرا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غنی شاکر فقیر صابر کی نسبت افضل ہوتا ہے اور
یہ وہ غنی ہے جو اپنے نفس کو فقیر کے مانند جانتا ہے اور مال اپنے نفس کے لیے قدر ضرورت کے سوا نہین رکھتا باقی کو یا خیرات مین
خرچ کر دیتا ہے یا اسلیے رکھتا ہے کہ محتاجون اور مساکین کے کام آوے اور انکی حاجت کو تاکتا رہتا ہے کہ جب موقع ملے تبھی صرف
کر دے کہ صرف کرتے مین بھی طلب جاہ شہرت یا استدعا قبول منت نہین ہوتی بلکہ صرف ادائے حقوق خداوندی اور بندون
کے اوپر رحم کرنے مین ملحوظ رکھتا ہے تو ایسا غنی بیشک فقیر صابر کی نسبت کر افضل ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ دنیا تو نفس پر گران نہین معلوم
ہوتا اور فقیر پر فقر بھاری پڑتا ہے اسلیے کہ غنی لذت قدرت سے واقف ہے اور فقیر صبر کی تکلیف کو جانتا ہے اگر غنی کو مال کے جانے کا
کچھ الم ہوتا بھی ہے تو دینے مین جو لذت قدرت ہے اس سے یہ رنج مٹ جاتا ہے پس غنی کسطرح افضل ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری
دانست مین وہی غنی افضل ہے جو اپنا مال رغبت اور خوشی خاطر سے دے ایسا شخص جو مال کا بخیل ہو اور اپنے نفس سے اسکو
بتکلف جدا کرتا ہو اسکا حال خوب نہین چنانچہ اسکی تفصیل باب توبہ مین ہم لکھ آئے ہین حاصل یہ ہے کہ صرف نفس کا الم پہونچنا بذات خود
مطلوب نہین بلکہ تادیب کیواسطے تکلیف دینی ہوتی ہے اور یہ بات ایسی ہے جیسے شکاری کتے کو مارنے مین تو جو کتا کہ ادب سیکھا ہوا ہے وہ
اس سے اچھا ہے جسکو مار کی حاجت ہو گو مار پر صبر کرتا ہو اور اسی جہت سے اول اول حاجت رنج دینے اور مجاہدے کی ہوا کرتی ہے
اور آخر کو ضرورت نہین ہوتی بلکہ انتہا مین یہ حال ہوتا ہے کہ جو چیز اول مین ناگوار گذرتی تھی وہی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسے ہوشیار
لڑکے کو پڑھنا لذیذ معلوم ہوتا ہے مگر ابتدا مین ناگوار تھا اور انجالہ آدمی سب کے سب الا ماشاء اللہ ابتدا مین بلکہ اس سے بھی بہت

پہلے سے لڑکون کی طرح ہین اسلیے حضرت جنیدؒ نے مطلق بیان فرمادیا کہ وہ شخص کہ اپنے نفس کو تکلیف دے افضل ہے اور عوام
مین آپ کا فرمانا بہت درست ہو اسی صورت مین اگر کسی کو جواب مفصل کہنا منظور ہو اور باعتبار اکثر خلق کے مطلق بیان کرنا منظور
ہو تو یہی کہنا چاہیے کہ صبر افضل ہو شکر سے اسلیے کہ جو معنی صبر و شکر کے عوام سمجھتے ہین انکے اعتبار سے یہ قول ٹھیک ہے لیکن اگر
تحقیق منظور ہو تو جواب مذکور کافی نہو گا تفصیل کرنی چاہیے اسلیے کہ صبر کے بھی بہت درجات ہین کمتر یہ ہے کہ مصیبت کو برا جانکر شکایت
نکرے اور ان درجات کے بعد مقام رضا ہو جو بہتر ہے اور یہ ہو اور رضا کے اوپر یہ درجہ ہو کہ مصیبت مین شکر کرے اور وجہ اس شکر کے
اوپر ہونے کی رضا سے یہ ہو کہ صبر تکلیف پہونچتا ہو اور رضا ایسی چیز مین بھی ہوسکتی ہو جسمین نہ رنج ہو نہ خوشی اور شکر ایسی ہی چیز پر ہو سکتا ہے
جو محبوب اور خوشی کی چیز ہو تو ظاہر ہو کہ بلا پر راضی ہونا اور بات ہوئی اور اسکو خوشی کی چیز اور محبوب سمجھکر اسپر شکر گزار ہونا
اور بات ۔ اور اسیطرح شکر کے بھی بہت درجات ہین جن مین سے ہمنے سب سے اعلے لکھے ہین مگر انہین کچھ باتین ایسی بھی ہین جو
مراتب سابق کی نسبت کم ہین مثلاً اپنے اوپر خدا تعالے کی نعمتون کے پے در پے آنے نیز اسکا شکر ماننا اور اپنے آپکو شکر
سے قاصر جاننا اور قلت شکر کا عذر کرنا اور خدا تعالے کے حلم اور اسکی پردہ پوشی کو سمجھنا اور اس بات کا اقرار کرنا کہ نعمتین
خدا تعالی کی جانب سے بدون استحقاق آپ ہی آپ آتی ہین اور یہ جاننا کہ اوسے شکر بھی ایک نعمت خدا کی طرف سے
اور اسکا کرم ہو اور نعمتون مین اچھی طرح تواضع اور انکسار کرنا اور انکے لیے خشوع کے ساتھ رہنا یہ سب باتین جانا گانہ شکر ہین
اور جو شخص واسطہ نعمت ہو اسکا شکر گزار ہونا بھی شکر ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ
اور اسکی حقیقت ہمنے باب اسرار زکوۃ مین لکھی ہو اور اعتراض کم کرنا اور منعم کے سامنے مودب رہنا بھی شکر ہو اور نعمتون کا اچھی طرح
قبول کرنا اور چھوٹی سی نعمت کو بڑا جاننا بھی داخل شکر ہے غرضکہ جتنے اعمال اور احوال کہ لفظ شکر اور صبر کے اندر داخل ہین وہ
بیحد و شمار ہین اور ہر ایک کا درجہ مختلف ہے تو کیسے کوئی مجملاً ایک دوسرے پر ترجیح دیسکتا ہو جبتک کہ لفظ عام سے کوئی خاص
قسم کا صبر اور شکر مراد نہ کرے جیسا کہ اخبار و آثار مین وارد ہو اور بعض اکابر سے مروی ہو کہ مین نے ایک سفر مین ایک بوڑھا نہایت سالخوردہ
دیکھا مین نے اسکا حال پوچھا اسنے کہا کہ ابتداے جوانی مین مین اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور وہ مجھکو ایسا ہی چاہتی تھی اتفاق
سے اسکا نکاح بھی مجھسے ہی ہوا شب زفاف کو مین نے اس سے کہا آؤ اس رات کو نوافل شکر مین کاٹین کہ خدا کا شکر ہے
کہ ہمکو ملایا غرض وہ رات ہم دونون نے نماز مین کاٹی اور کسی کو فرصت ایک دوسرے کے پاس رہنے کی نہوئی ہر ایک کی زبان
حال گویا کہ رہی تھی مصرع چلو بس ہو چکا ملنا نہ ہم خالی نہ تم خالی ۔ جب دوسری رات ہوئی تب بھی ہم دونون نے وہی گفتگو کی اور
رات بھر شکر گزاری مین کاٹ دی اسیطرح ستر یا اسّی برس سے اسی حال پر ہم دونون ہین پھر اسنے بڑھیا سے پوچھا کہ یون
ہی ہے اسنے کہا کہ واقع مین جیسا کہتا ہو ویسا ہی ہوا ہے اب دیکھنا چاہیے کہ اگر بالفرض خدا تعالی ان دونون کو نہ ملاتا اور
انکو فراق مین صبر کرنا پڑتا تو اس صبر کو اس شکر وصال کیطرف جیسے انھون نے ادا کیا نسبت کرو تو واضح ہوگا کہ بیشک یہ شکر
اس صبر سے افضل ہے بہرحال مشکل امور کے حقائق بدون تفصیل معلوم نہین ہوسکتے فقط

تیسرا باب خوف ورجا کے بیان میں مشتمل دو فصلوں پر

رباعی

ہیں جو کہ معارف سے ذرا بھی آگاہ | سینے میں ہیں سدا خوف ورجا کے ہمراہ
حق میں وہی عالم ہیں جو رکھتے ہیں خوف | قرآن میں دیکھا انما یخشی اللہ

واضح ہو کہ خوف ورجا دو بازو ہیں جن سے مقرب آدمی عمدہ مقامات تک اڑتے ہیں یا انکو سواری کہنا زیبا ہے کہ جن پر سوار ہونے سے راہ آخرت کی ہر ایک گھاٹی طے ہو جاتی ہے غرض کہ قرب رحمٰن اور راحت جاودان روضہ رضوان جو بہت دور دراز فاصلے پر اور گرد آگرد قلبی اور اعضا کی محنتوں سے چھپا ہوتی ہے ممکن نہیں کہ بدون ذریعہ شدید رجا کے اس تک کوئی پہونچ سکے یا نار جحیم اور عذاب الیم جو شہوات لطیفہ اور لذات عجیبہ کے اندر مخفی ہے اس سے بدون تازیانہ خوف کے کوئی بچ سکے تو معلوم ہوا کہ ان کی حقیقت اور خوبی اور باوجود ایک دوسرے کے ضد ہونیکے تو سیل انکے جمع کی بیان کرنی بہت ضرور ہے لہذا اس باب کو دو فصلوں میں منقسم کرتے ہیں اول فصل میں رجا کا حال دوسری میں خوف کا حال لکھتے ہیں

فصل اول رجا کے ذکر میں اور اسمیں تین بیان ہیں

بیان اول رجا کی حقیقت میں۔ واضح ہو کہ رجا منجملہ مقامات سالکین اور احوال طالبین کے ہے اور فرق مقام اور حال میں یہ ہے کہ جب کوئی وصف سالک میں ثابت اور قائم ہو جاتا ہے اسکو مقام کہتے ہیں اور اگر عارض اور جلد زائل ہونیوالا ہو تو اسکو حال کہتے ہیں اور جیسے زردی تین طرح کی ہوتی ہے ایک پائدار جیسے سونے کی اور ایک جلد جانے والی جیسے زردی خوف اور ایک بین بین کہ نہ بہت جلد جاوے نہ ہمیشہ رہے جیسے زردی بیمار کے رنگ کی اسیطرح صفات قلبی کی بھی یہی قسمیں ہیں ان میں سے جو صفت کہ ثابت نہیں رہتی اسکو حال کہتے ہیں باینوجہ کہ جلد متغیر ہو جاتی ہے اور یہ بات اوصاف قلب میں سے ہر ایک میں جاری ہے اور ہماری غرض اب رجا کی حقیقت سے ہے تو اسیکو بیان کرتے ہیں کہ رجا میں ہر چند علم اور حال اور عمل تینوں باتیں ہوتی ہیں اور علم باعث حال ہوتا ہے اور حال موجب عمل مگر گویا ان تینوں میں سے رجا صرف حال ہی کا نام ہے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ جو چیز آدمی کو محبوب یا مکروہ معلوم ہوتی ہے تو تین حال سے خالی نہیں یا وہ زمانہ ماضی میں موجود ہے یا حال میں یا استقبال میں پس جب اسکا دھیان دل میں آتا ہے اور اسکا وجود زمانہ ماضی میں ہو چکا تو اس دھیان کو ذکر اور تذکر کہتے ہیں اور اگر وہ چیز جو دل میں آئی ہے اسوقت موجود ہے تو اسکا نام وجد اور ذوق ہے اور ہمیں وجہ وجد کہتے ہیں کہ یہ ایک حالت ہے جسکو آدمی اپنے نفس کی طرف سے پاتا ہے اور اگر دل میں کسی چیز کے وجود کا خطرہ زمانہ آئندہ میں ہو اور یہی خطرہ دل پر چھا گیا ہو تو اسکا نام انتظار اور توقع ہے پھر اگر جس چیز کا انتظار ہے وہ بری ہو کہ اس سے دل پر صدمہ ہو تو اس انتظار کو خوف کہتے ہیں اور اگر وہ شے محبوب ہو کہ اسکے ساتھ دل کے لگاؤ رہنے اور اسکو سوچنے سے دلکو راحت اور لذت معلوم ہوتی ہو تو اس راحت حاصل کرنیکا نام رجا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رجا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز دل کو محبوب ہو اسکے انتظار میں دلکا خوش ہونا اور ظاہر ہے کہ جو چیز محبوب ہو گی

لیکے توقع کرنیکا کچھ سبب بھی ہوگا پس اگر اس جہت سے اسکا متوقع ہو کہ اسکا اکثر سامان اپنے پاس موجود ہو تو ایسی توقع پر رجا کا کہنا درست ہو اور اگر اسباب بالکل نہون یا ابتر اور بے کینڈے ہون تو اس صورت کی توقع کا غرور اور بیوقوفی نام رکھنا چاہیے رجا کی نسبت اسپر بھی خوب چسپان ہو اور اگر اسباب کا وجود معلوم نہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ کوئی سبب نہین ہو تو ایسے انتظار کو تمنی کہتے ہین اسوجہ سے کہ انتظار بے سبب ہو بہرحال رجا اور خوف ایسی اشیا پر بولتے ہین جنکے ہونے مین تردد ہو اور جنکا وجود یقینی ہو وہان رجا نہین بولتے مثلاً طلوع کیوقت یون نہین کہتے کہ ہم کو آفتاب کے نکلنے کی رجا ہے اور غروب کیوقت یون نہین بولتے کہ مجھے خوف آفتاب کے چھپ جانے کا ہو کیونکہ طلوع وغروب یقینی چیزین ہین ہان یہ کہا کرتے ہین کہ مینہ برسنے کی رجا ہے اور خشکی کا خوف ہو اور ارباب دل پر یہ واضح ہو چکا ہو کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہو اور دل مثل زمین کے ہو اور ایمان گویا تخم ہے اور طاعات ایسے ہین جیسے زمین جوتنا اور صاف کرنا اور نہرین کھودنی اور اسمین پانی پہونچانا ہو اور جو دل کہ دنیا کا حریص اور اس مین ڈوبا ہوا ہے وہ ایسا ہو جیسے زمین شور کہ جسمین بیج نہ جمے اور چونکہ آخرت کا روز کھیت کاٹنے کا ہے تو جو کچھ کوئی بود یگا وہی کاٹیگا اور وہان کی کھیتی بدون تخم ایمان کے نہین ہوتی اور ایمان خبث قلبی اور بدخلقی کے ہوتے فائدہ کم کرتا ہے جیسے شور زمین مین بیج کچھ فائدہ نہین دیتا تو جو بندہ توقع مغفرت کی رکھتا ہو اسکا حال کھیت والے ہی کا سا سمجھنا چاہیے جیسے اگر کسی کسان نے زمین عمدہ تلاش کر لی اور اسمین بیج بھی قسم اول ڈالا جو نہ بگڑا تھا نہ بودار تھا پھر اور جتنی چیزین کہ کھیتی کے لیے چاہیے ہین وہ بھی وائین کہ وقت پر پانی دیا اور کانٹون اور گھاس سے اسکو تولایا اور جو چیز مانع بیج کے جمنے اور بڑھنے کی نظر آئی اسکو دفع کیا پھر اللہ کے فضل سے توقع کی کہ کھیتی کے تیار ہونے تک وہ آفات ارضی وسماوی سے اسکو محفوظ رکھکر ہو غلہ عنایت فرمادیگا تو اسکی توقع کو رجا کہینگے اور اگر تخم کسی اونچی شور زمین مین ڈالا کہ جہان پانی نہین پہونچ سکتا اور نہ بیج کی خبر لی پھر منتظر کھیت کاٹنے کا ہو تو اسکے انتظار کو رجا نہ کہینگے بلکہ بیوقوفی اور حمق لینگے اور اگر تخم اچھی زمین مین بویا لیکن اسمین پانی نہ تھا اور منتظر مینہ کا ایسے وقت مین ہوا کہ جسمین اکثر پانی نہین برستا لیکن برسنا منع بھی نہین ہو تو ایسے انتظار کا نام بھی رجا نہین اسکو تمنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ رجا صرف اسی صورت مین ہوتی ہو کہ محبوب چیز کا انتظار ہو اور جتنے اسباب کہ بندے کے اختیار مین ہون وہ سب ہو چکین فقط وہی باقی رہ جاوین جو اسکے اختیار مین نہون اور وہ فضل الہی شامل حال ہوتا ہو کہ جسکے موانع اور آفات دور رہین اسیطرح بندہ اگر تخم ایمان فریعہ دل مین بودے اور اسکو طاعت کے پانی سے سینچے اور اخلاق بد کے کانٹون سے زمین دل کو صاف کرے اور اللہ تعالی کے فضل سے منتظر ثبوت ایمان کا وقت موت تک اور متوقع حسن خاتمہ کا جو موجب مغفرت ہے رہے تو اسکا انتظار رجاء حقیقی اور بذات خود عمدہ کہلاویگا اور یہ رجا اسباب کی باعث ہوگی کہ جن اسباب ایمان سے لوازم مغفرت کامل ہوتے ہین انکی مرتے دم تک مواظبت کرے اور اگر تخم ایمان کی تو خبر نہ لی اور طاعات کا پانی بھی نہ دیا یا دل کو اخلاق رذیلہ سے بھر رکھا اور لذات دنیا کی طلب مین ڈوب رہا اور پھر منتظر مغفرت ہو تو یہ انتظار حمق اور غرور ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین الاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علے اللہ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا اور

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین ہوئے جنہون نے نماز کو کھو دیا اور خواہشون کے پیچھے پڑ گئے سو عنقریب ان کو ملیگی گمراہی ۱۲

فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی ویقولون سیغفر لنا اور باغ والے کی مذمت مین فرمایا کہ جب باغ مین گیا تو یون کہا ما اظن ان تبید ہذہ ابدا و ما اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرا منہا منقلبا غرضکہ جو بندہ طاعات مین کوشش کرے اور گناہون سے بچا رہے وہ سزاوار اسکا ہے کہ خدا کے فضل سے توقع نعمت کے پورا ہونیکی کرے اور کمال نعمت بجز دخول جنت کے نہوگی مگر گناہگار جب توبہ کرے اور جو کچھ خطا ہوئی ہو اسکا تدارک کرے تو توبہ کے قبول ہونے کی رجا اسکو زیبا ہے اور اگر توبہ سے پہلے گناہ کو برا جانتا ہو اور نیکی سے خوش ہوتا ہو اور اپنے نفس کو برا بھلا کہتا ہو اور توبہ کا خواہشمند و مشتاق ہو تو ایسے شخص کو رجا توبہ کی توفیق کی کرنی لائق ہے کیونکہ گناہ کا برا جاننا اور توبہ کی حرص کرنی قائم مقام اس سبب کے ہے جو توبہ تک پہونچا دیتا ہے اور رجا جبھی ہوتی ہے جب اسباب پختہ ہو جاتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے ان الذین آمنوا والذین ہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ اسکے یہ معنی ہین کہ یہی لوگ مستحق رجائے رحمت الہی ہین یہ معنی نہین کہ رجا کا وجود صرف انھین لوگون مین ہے کیونکہ رجا تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہین جنمین یہ صفات نہون مگر انکو استحقاق رجا نہین استحقاق انھین کو ہے جو اوصاف مذکورہ رکھتے ہون اور جو شخص کہ ایسی چیزون مین ڈوبا ہوا ہو جو خدا تعالی کو ناپسند ہون اور اپنے نفس کی مذمت بھی نکرتا ہو نہ قصد توبہ اور رجوع کا رکھتا ہو تو ایسے شخص کو رجائے مغفرت کرنی بیوقوفی ہے جسطرح کہ اس شخص کو رجا سے غلہ تھی جسنے زمین شورہ مین تخم ڈالا اور اسکی خبرگیری پانی دینے اور فولانے سے نہ کی حضرت یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ بڑی غلطی میرے نزدیک یہ ہے کہ معاف ہونے کی توقع پر بدون ندامت گناہ کیے جائے اور بدون طاعت توقع قرب الہی کی رکھے اور آگ کا بیج بوکر منتظر جنت کا رہے اور گناہون کی عوض طالب مطیعون کے مقام کا ہو اور بدون عمل آرزو و ثواب کی کرے اور باوجود زیادتی کے خدا سے تعالی سے کسی امر کا متمنی ہو بیچ ہے شعر ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت ؛ دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست ؛ پس جب حقیقت رجا کی معلوم ہوگی تو جان لیا ہوگا کہ وہ ایک حالت ہے جو علم سے بسبب واقع ہونے اکثر اسباب کے پیدا ہوتی ہے اور یہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ جو اسباب باقی رہ گئے ہون انکی سعی آوری مین بقدر امکان کوشش کیجاوے مثلا امثال مذکور مین جب شخص کا بیج اچھا ہوگا اور زمین عمدہ ہوگی پانی بھی بہت ہوگا اس شخص کی رجا سچی ہوگی اور یہ رجا اس شخص کو اس بات پر آمادہ کریگی کہ زمین کا خبرگیران رہے جو گھاس اسمین جمے اسکو صاف کرے اور خبرگیری مین کچھ کاہلی نہ کرے کاٹنے کیوقت تک دیکھتا بھالتا رہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ رجا کی ضد یاس یعنی ناامیدی ہے ناامیدی مین خبرگیری نہین ہوسکتی مثلا جو شخص جانتا ہے کہ زمین شورہ ہے اور پانی بھی پہونچنا دشوار ہے اور بیج جمنے کا نہین وہ ہرگز زمین کے تردد مین نہ پڑیگا اور خبرگیری کی مشقت کا متحمل نہوگا اور رجا عمدہ چیز ہے کیونکہ اس سے ترغیب ہوتی ہے اور ناامیدی بری ہے اور رجا کی ضد کیونکہ عمل سے باز رکھتی ہے اور خوف ضد رجا نہین بلکہ اسکا رفیق ہے چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا بلکہ وہ ایک جداگانہ باعث عمل ترہیب کے طور پر ہے جیسے کہ رجا باعث عمل ترغیب کے طور پر ہے غرضکہ رجا کی حالت موجب اس امر کی ہے کہ اعمال مین خوب مجاہدہ کیا جاوے اور احوال کچھ ہی ہوسکتے ہین طاعتون پر مواظبت کیجانے پاوے اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ خدا تعالی کیطرف متوجہ ہو مناجات الہی مین لذت ملے اور چین آوے اور اسکی خوشامد نرمی سے کرتا رہے اور یہ امور تو اس شخص پر بھی ظاہر ہوتے ہین جو کسی بادشاہ وغیرہ سے رجا رکھتا ہے

ہو تو بادشاہ حقیقی سے رجا رکھنے مین کیسے نہ ظاہر ہونگے اور اگر ظاہر نہون تو دلیل اسبات کی ہو کہ وہ شخص مقام رجا سے ابھی محروم ہو اور پستی غرور وتمنا مین گرا ہوا ہو یہ بیان حالت رجا کا اور جس سے پیدا ہوتی ہو یعنی علم اور جو عمل اس سے پیدا ہوتے ہین اور رجا سے ان اعمال کا پیدا ہونا اس حدیث سے پایا جاتا ہو جو زید خیل سے مروی ہو کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین اسواسطے حاضر ہوا ہون کہ آپ سے یہ پوچھون کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی بہتری چاہتا ہو اسمین کیا پہچان رکھتا ہو اور جو شخص ایسا نہین اسمین کیا علامت ہو آپ نے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہو اسنے عرض کیا کہ میرا یہ حال ہو کہ خیر اور اہل خیر کو دوست رکھتا ہون اور جب کسی خیر کی بات پر قادر ہوتا ہون تو اسکی بجا آوری مین جلدی کرتا ہون اور اسکے ثواب کا یقین کرتا ہون اور اگر کوئی خیر مجھسے جاتی رہتی ہو تو اسپر غم کرتا ہون اور اسکا اشتیاق کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ یہی پہچان ہو اس شخص کی جسکے ساتھ خدا تعالی بہتری چاہتا ہو اور اگر تمھارے لیے کوئی اور چیز چاہتا تو اسی کے لیے تمکو آمادہ کر دیتا اور پھر پروا نہ فرماتا کہ اسکو نسے جنگل مین تم ہلاک ہوئے اس حدیث مین آپ نے پہچان اہل خیر کی مذکور فرمائی اب جو شخص رجا کرے کہ مین اہل خیر مین سے ہون اور یہ علامات نہون تو وہ مغرور ہے

دوسرا بیان رجا کی فضیلت اور اسمین رغبت دلانے کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ رجا کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے اعلے اور عمدہ ہے اسلیے کہ خدا تعالی سے زیادہ قریب وہی بندہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ محبت الہی رکھتا ہو اور محبت رجا سے زیادہ ہوا کرتی ہو اور اسکو ایسا سمجھو کہ دو بادشاہون مین سے ایک کی خدمت تو لوگ اسکے ڈر سے کیا کرین اور دوسرے کی خدمت اسکے احسان کی امید مین کرین تو ظاہر ہے کہ محبت دوسرے ہی کے ساتھ زیادہ ہوگی اور اسی بنا پر رجا اور حسن ظن کے باب مین خصوص موت کے وقت بہت سی ترغیبین شرع مین وارد ہین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اس آیت مین سرے سے نا امیدی کو ممنوع وحرام فرمایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حالات مین ہو کہ خدا تعالی نے انپر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہو کہ مین نے تم مین اور یوسف مین کیون جدائی کر دی اسکی وجہ یہ ہو کہ تمنے کہا تھا واخاف ان یاکلہ الذئب وانتم عنہ غافلون تمنے بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھسے رجا کیون نہ کی اور یوسف کے بھائیون کی غفلت کا لحاظ کیون کیا میری حفاظت کا کیون نہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا یموتن احدکم الا وہو یحسن الظن باللہ تعالی اور ایک حدیث قدسی مین فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہو انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس حالت نزع مین تشریف لیگئے اور فرمایا کیا حال ہو اسنے عرض کیا کہ اپنے گناہون سے ڈرتا ہون اور رحمت الہی کا متوقع ہون آپ نے فرمایا کہ اسوقت مین جس بندہ کے دل مین یہ دونون چیزین اکٹھا ہوتی ہین اسکو خدا تعالی اسکی توقع عنایت فرماتا ہو اور جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اس سے مامون کر دیتا ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے ارشاد فرمایا جو اپنے گناہون کی کثرت کے خوف سے نا امید ہو گیا تھا کہ اے شخص تیرے سب گناہون سے بڑھکر یہ ہو کہ خدا تعالی کی رحمت سے نا امید ہوتا ہو اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور یہ سمجھے کہ خدا تعالی نے مجھکو اسپر قدرت دی اور بخشش کی رجا رکھے تو اللہ تعالی اسکو بخشدیتا ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک قوم کا عیب یون ارشاد فرمایا وذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم اور فرمایا وظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا اور حدیث

واثلہ بن الاسقع
۲۲ رواہ ابن ماجہ بروایت انس ۱۲

شریف مین ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندہ کو ارشاد فرماویگا کہ اسکی کیا وجہ تھی کہ جب تو نے برائی دیکھی منع کیون نہ کیا پس اگر خدا تعالیٰ اسوقت جواب سوجھا ویگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مین نے تجھسے رجا کی اور لوگون سے خوف خداوند کریم ارشاد فرماویگا کہ ہم نے تیرا قصور معاف کیا اور ایک حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایک شخص لوگون کو قرض دیا کرتا تھا پھر تو انگرون سے سہولت برتتا اور مفلس کو معاف کر دیتا جب خدا تعالیٰ کے یہان حاضر ہوا تو کوئی عمل خیر کبھی نہ کیا تھا یعنی کوئی طاعت نہ کی تھی مگر خدا کے ساتھ حسن ظن اور رجا رکھتا تھا کہ مین طاعت سے مفلس ہون الا وہ معاف کر دیگا اسکو حکم ہوا کہ اسکے لیے تجھسے زیادہ کون مستحق ہوگا اور معاف کر دیا گیا اور قرآن مجید مین ارشاد ہے ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنٰہم سرًّا وعلانیۃً یرجون تجارۃً لن تبور اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو اسبات کا علم ہو جسکو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا گریہ کرو اور جنگلون مین چھاتی پیٹو اور اپنے رب کیطرف چلاتے پھرو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندون کو ناامید کیون کرتے ہو آپ لوگون کے پاس تشریف لائے اور انکو رجا اور شوق کے کلمات تعلیم فرمائے اور حدیث مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ مجھسے دوستی کر اور جو مجھسے محبت کرے اس سے بھی محبت کر اور مجھکو خلق کے دلون مین محبوب کر انھون نے عرض کیا کہ خلق کے نزدیک تجھکو کیسے محبوب کرون ارشاد ہوا کہ میرا ذکر نہایت خوبی سے کیا کر اور میری نعمتین اور احسان بیان کر اور انکو یاد دلایا کہ اسواسطے احسان کے وہ اور کچھ نہین جانتے اور ابان بن ابی عیاش جو اکثر رجا کے کلمات لوگون سے کہا کرتے تھے انکو مرنے کے بعد لوگون نے خواب مین دیکھا کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا کہ اسطرح تو کیون کہا کرتا تھا مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا تھا کہ تجھکو خلق کے نزدیک محبوب کر دون حکم ہوا کہ ہمنے تجھکو بخشدیا اور یحییٰ بن اکثم رحمہ کو بعد موت کے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تمسے کیا معاملہ کیا انھون نے کہا کہ مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا کہ او پیر مرد تو نے یہ یہ کام کیے مین اسکو سنکر مجھپر اسقدر خوف غالب ہوا کہ خدا ہی جانتا ہے پھر مین نے عرض کیا کہ الٰہی حدیث مین تو مجھکو تیرا اسطرح حال نہین پہونچا حکم ہوا کہ پھر کیا حال پہونچا ہے مین نے عرض کیا کہ مجھکو حدیث پہونچی عبد الرزاق سے اور اسکو معمر سے اور اسکو زہری سے اور اسکو انس سے اور اسکو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور انکو جبرئیل علیہ السلام سے کہ تو نے ارشاد فرمایا کہ انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء مجھکو تیری طرف یہ گمان تھا کہ تو مجھکو عذاب نہ دیگا اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہا جبرئیل نے اور سچ کہا میرے نبی نے اور راست کہا انس نے اور راست کہا زہری نے اور ٹھیک بیان کیا معمر نے اور سچ بیان کیا عبد الرزاق نے اور واقعی بیان کیا تو نے پھر مجھپر خلعت ہوا اور جنت تک غلام میرے آگے آگے چلے اسوقت مین نے کہا کہ خوشی اسکو کہتے ہین اور ایک خبر مین ہے کہ ایک آدمی بنی اسرائیل مین سے لوگون کو ناامید کیا کرتا تھا اور انپر سختی کرتا تھا قیامت کے روز خدا تعالیٰ اسکو فرماویگا کہ جیسا تو نے میرے بندون کو ناامید کیا مین آج تجھکو اپنی رحمت سے ناامید کرونگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص دوزخ مین داخل ہوگا اور ہزار برس رہیگا اور یا حنان یا منان پکاریگا اللہ تعالیٰ

ابن ماجہ بروایت ابو سعید خدری ۲۲ مسلم بروایت ابی مسعود ۱۲ ... ابن حبان بروایت ...

جبریل علیہ السلام کو ارشاد فرماویگا کہ جا اور میرے بندے کو یہان لے آ حضرت جبرئیل تعمیل حکم فرماوینگے اور اسکو پاس لاکر کھڑا
کرونگے اللہ تعالی پوچھیگا کہ اپنی جگہ کا حال بیان کر کہ کیسی ہے وہ عرض کریگا کہ نہایت بری ہے حکم ہوگا کہ اسکو اسی جگہ لیجاؤ وہ اسطرف
جاویگا اور پھر پھر کر پیچھے کو دیکھتا جاویگا حکم ہوگا کہ کیا چیز تاکتا جاتا ہے عرض کریگا کہ مین نے یہ توقع کی تھی کہ اس مکان سے نکلنے کے
بعد پھر تو اسمین مجھے نہین ڈالیگا حکم ہوگا کہ اسکو جنت مین لیجاؤ اس سے معلوم ہوا کہ اسکی نجات کا سبب صرف رجا ہی ہوگی

تیسرا بیان رجا کی تدبیر اور جس سے حالت رجا حاصل ہوکر غالب ہوجاوے. جاننا چاہیے کہ رجا کی ضرورت دو آدمیون کو
ہوتی ہے یا تو وہ شخص جسپر نا امیدی غالب ہوا اور عبادت ترک کرے یا وہ شخص جسپر خوف غالب ہوا اور مواظبت عبادت مین اتنی زیادتی
کرے کہ اپنے نفس اور اپنے گھر والون کو ضرر پہونچاوے ایسے شخص دونون اعتدال سے تجاوز کرکے افراط و تفریط کیطرف مائل ہوتے
ہین اور ایسے علاج کے محتاج ہین جس سے وہ اعتدال پر آجاوین لیکن جو آدمی گناہ پر مغرور ہوکر خدا تعالی پر تمنا کرے اور عبادت
ذکر دان رہے اور گناہون مین گرفتار رہے تو اسکے حق مین رجا کی دوا زہر مہلک ہو جاتی ہے جیسے شہد کہ جسپر غلبہ برودت ہو اسکے حق مین
شفا ہے اور جسپر غلبہ حرارت ہو اسکے حق مین زہر ہے اسلیے مغرور کے لیے تجویز دوا سے خوف اور ان اسباب کے جنسے خوف پیدا ہو اور کچھ کار آمد
نہین نظر ہے جو شخص لوگون مین وعظ کہتا ہو اسکو واجب ہے کہ موقع علت کو دیکھتا رہے اور ہر علت کا اسکی ضد سے علاج کرے ایسی چیز سے علاج
نہ کرے جس سے بیماری زیادہ ہو جاوے اسلیے کہ مطلوب یہی ہے کہ ہر ایک صفت اور خلق مین اعتدال اور درجہ اوسط جو سب سے
عمدہ ہوتا ہے حاصل ہو جاوے اور جب اس سے تجاوز ہو جاوے جب ہی علاج اسکا درجہ اوسط پر لانا کرنا چاہیے نہ ایسی طرح
کہ اوسط سے اور زیادہ دوری ہو جاوے اور یہ وقت ایسا ہے کہ جسمین اسباب رجا کے لوگون مین بیان نہین کرنے چاہئین بلکہ خوف
دلانے مین بھی اگر مبالغہ کیا جاوے تب بھی راہ راست پر آنا دشوار ہے اور اسباب رجا کا ذکر کرنا بالکل ہی تباہ و برباد کر دیتا ہے بلکہ چونکہ
ذکر رجا لوگون پر ہلکا معلوم ہوتا ہے اور نفسونکو لذیذ تر اور واعظون کی غرض بھی دلون کا پھیرنا اور ہر حال مین اپنے لیے انکا ثنا خوان
رہنا ہوتی ہے اسلیے وہ رجا کے بیان پر جھک پڑے ہین یہانتک کہ خرابی بڑھ گئی اور سرکشونکو وہ نئی سرکشی حد سے بڑھ گئی حضرت علی کرم
اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عالم وہ شخص ہے جو لوگون کو نہ خدا کی رحمت سے نا امید کرے نہ اسکے عذاب سے بیخوف اور ہم اسباب رجا کو جو
ذکر کرتے ہین تو نا امید کے باب مین استعمال کرنیکے لیے ذکر کرتے ہین یا اس شخص کے حق مین جسپر خوف غالب ہو کتاب اللہ اور
حدیث شریف کا مقتضا یہی ہے کیونکہ دونون مین خوف و رجا ساتھ ہی پائے جاتے ہین یعنی قرآن شریف اور حدیث مین سب اقسام کے
مریضون کے اسباب شفا مذکور ہین تاکہ علما جو وارث انبیا ہین حاجت کے موجب انکو استعمال کرین جیسے کوئی طبیب حاذق علاج کیا
کرتا ہے بیوقوف کا سا علاج نکرین جنکو یہ وہم ہوتا ہے کہ ہر ایک دوا ہر مریض کے لیے مناسب ہے کیسا ہی مرض کیون نہ رکھتا ہو اب معلوم کرنا
چاہیے کہ حالت رجا کے غالب ہونے کی دو صورتین ہین اول صورت یہ ہے کہ جو کچھ ہم اقسام نعمتون مین لکھ آئے ہین شکر کے باب مین
اسکو خوب تامل سے دیکھے یہانتک کہ اسکو اللہ تعالی کی نعمتون کے لطیفے دنیا مین بندون پر معلوم ہو جاوین اور جو حکمتین عجیب کہ
انسان کی پیدایش مین ملحوظ رکھی ہین انکا علم ہو جاوے کہ دنیا مین جو چیز انسان کے واسطے موجود رہنے مین ضروری تھی وہ

سب اسکے لیے مہیا کر دی جیسے غذا کے آلات اور جو چیز کام کرنے میں کام کی تھی وہ بھی مثلاً انگلیاں اور ناخن اور اشیائے زینت بھی عنایت فرمائیں جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور آنکھ میں کئی طرح کا رنگ ہونا اور لبوں کا سرخ ہونا وغیرہ کہ اگر یہ چیزیں مثلاً نہوتیں تو کسی غرض انسانی میں خلل نہوتا صرف خوبصورتی جاتی رہتی عنایت الٰہی سے وہ بھی موجود ہیں پس مقام غور ہے کہ جب اسنے اپنے بندوں سے ان جیسے دقائق میں قصور و کوتاہی نہیں کی اور زیادتی زینت اور حاجت اور بقا کی چیزیں بندوں سے جانے نہیں دیں تو وہ کیسے راضی ہوگا کہ اپنے بندوں کو ہلاک ابدی میں پہونچادے علاوہ ازیں اگر دنیا ہی میں خوب تامل کرو تو معلوم ہو کہ اکثر لوگوں کے لیے دنیا میں اسباب سعادت موجود ہیں یہانتک کہ انکو دنیا سے جدا ہونا برا معلوم ہوتا ہے اگرچہ انسے یہ بھی کہدیا جاوے کہ بعد موت تمکو نہ کبھی عذاب ہوگا نہ کچھ حساب کتاب پس وہ لوگ جو نسبت ہونیکو برا جانتے ہیں یہی وجہ ہے اسباب نعمت کے اکثر زیادہ رہتے ہیں موت کی تمنا کرنے والے بہت کم ہیں اور اگر تمنا بھی کرتے ہیں تو کسی حالت شاذونادر و حادثہ عجیب میں کرتے ہیں تو جب اکثر خلق پر دنیا میں غالب حال خیر و سلامتی ہی ہے تو خدا تعالیٰ کا طریق بدلتا نہیں ایک سا رہتا ہے اسی طرح غالب ہوتا ہے کہ آخرت کا امر بھی ایسا ہی ہو کیونکہ مدبر دنیا و آخرت کا ایک ہے جسکا نام غفور و رحیم و لطیف ہے جیسے یہاں بندوں پر لطف و کرم کی نگاہ رکھتا ہے وہاں بھی ایسا ہی سلوک کریگا جب آدمی اسطرح سوچےگا تو اسپر اسباب رجا غالب ہوجاوینگے اور کہیگا فقطر تو تکو ابر از بدین شمہ بازنیست بزکریمان کارہا دشوار نیست اور اسی صورت میں یہ بھی ہے کہ شریعت کی حکمت میں تامل کرے اور دنیا میں جو مصالح اسکی ہر دم سے کار آتے ہیں انکو دیکھے کہ بندوں کے لیے کیسی کیسی رحمت کی ہے بعض عارفین سورۂ بقر کی آیت مداینت کو اسباب رجا میں سے زیادہ قوی سمجھتے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ اسمیں رجا کیا ہے فرمایا کہ دنیا سب کی سب تھوڑی ہے اور آدمی کا رزق اسمیں سے تھوڑا ہے اور رزق کی نسبت قرض تھوڑا ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے اسکے باب میں سب سے بڑی آیت اتاری تاکہ بندے دین کی یادداشت میں احتیاط کریں جب ایسی قلیل چیز کی احتیاط کا اتنا پاس کیا تو دین کی احتیاط کیسے نہیں فرماویگا یہ تو ایسی چیز ہے کہ اسکا کوئی عوض ہی نہیں دوسری صورت تلاش کرنا آیات و اخبار و آثار کا جو رجا کے باب میں وارد ہیں اور بیشمار ہیں آیات یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قل یا عبادی الذی اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم اور قرأت نبوی میں ولا یبالی انہ ہو الغفور الرحیم ہے اور فرمایا والملائکۃ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون لمن فی الارض اور یہ ارشاد فرمایا کہ دوزخ کو دشمنوں کے لیے تیار کیا ہے اور اس سے اپنے دوستوں کو ڈرایا چنانچہ فرمایا لہم من فوقہم ظلل من النار ومن تحتہم ظلل ذلک یخوف اللہ بہ عبادہ اور فرمایا واتقوا النار التی اعدت للکافرین اور فرمایا فانذرتکم نارا تلظی لا یصلہا الا الاشقی الذی کذب وتولی اور فرمایا فان ربک لذو مغفرۃ للناس علی ظلمہم روایت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے باب میں سوال کیا کرتے تھے یہانتک کہ آپ پر یہ آیت فان ربک لغ اتری اور حکم ہوا کہ اب بھی تم راضی نہیں ہوتے اور ولسوف یعطیک ربک فترضی کی تفسیر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک بھی امت محمد میں سے دوزخ میں رہیگا تو محمد راضی نہوگا صلے اللہ علیہ وآلہ وجزاہ اللہ عنا خیر الجزا اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے کہ تم عراق والے کہتے ہو کہ کلام مجید میں سب سے زیادہ توقع کی آیت یہ ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اور ہم اہلبیت کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ توقع کی آیت ولسوف یعطیک ربک فترضی ہے اور اخبار رجا

کہتے ہین کہ حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت مرحوم ہے اسپر آخرت مین عذاب نہوگا
اسکی سزا خدا تعالی دنیا ہی مین زلزلے اور آفات سے دیتا ہے قیامت کے روز ہر ایک شخص کو میری امت مین سے ایک
شخص اہل کتاب سے ملیگا اور کہا جاویگا کہ دوزخ کی آگ کا فدیہ تیرے لیے یہ شخص ہے اور ایک روایت مین اسطرح ہے کہ ہر ایک آدمی
اس امت کا ایک یہودی یا نصرانی لاویگا اور یہ کہیگا کہ میرا عوض آگ دوزخ کے لیے یہ ہے اور اسکو اٹھاکر دوزخ مین ڈال دیگا اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمی من فیح جہنم وہی حظ المومن من النار اور خداوند کریم کے اس قول یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا
معہ کی تفسیر مین ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی کہ مین حساب تمہاری امت کا تمہارے سپرد کیے دیتا ہون آپ نے
فرمایا کہ الٰہی ایسا نہ کر میری نسبت انکے لیے تو بہتر ہے حکم ہوا کہ اب ہم انکے باب مین تمکو رسوا نکرینگے اور حضرت انس سے اسطرح مروی ہے کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب باری مین استدعا کی کہ میری امت کے گناہون کا حساب میرے سپرد فرماوے تاکہ انکی خطاؤن
پر میرے سوا اور کوئی مطلع نہو حکم ہوا کہ یہ لوگ تمہاری تو صرف امت ہین اور میرے بندے ہین تمہاری نسبت مین انپر زیادہ رحیم ہون
انکا حساب اپنے سوا اور کسیکو نہ دونگا تاکہ انکی خطائین نہ تمکو معلوم ہون نہ کسی دوسرے کو سبحان اللہ بلکہ یہ سراپا سچی ثنا تو کریمے
در رسول تو کریم ؛ صد شکر رسیدہ ہیم میان دو کریم ؛ ما را چہ غم از جفا سے تخفیر باشد ؛ سلطان چو کریم ست و دیوان چو کریم ؛ اور ایک حدیث مین ارشاد
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری زندگی اور موت دونون تمہارے حق مین بہتر ہین زندگی مین تو تمہارے لیے طریق شریعت مسنون
اور مشروع کرتا ہون اور مرنے پر تمہارے عمل مجھپر پیش ہونگے جو انمین سے عمدہ ہوگا اسپر مین خدا کا شکر کرونگا اور اگر کوئی برا ہوگا تو تمہارے
لیے مغفرت کی دعا کرونگا قطعہ جانم فدای تو کہ ترا ہست ہلیمان ؛ از عہد تا بلحد ہمین فکر امتان ؛ اور ایک روز آپ نے یا کریم العفو فرمایا حضرت
جبریل نے پوچھا کہ آپ کو اس لفظ کی تفسیر معلوم ہے اسکے یہ معنی ہین کہ اول سیات کو اپنی رحمت سے معاف کیا پھر اپنے کرم سے انکو نیکیوں سے بدلا دیا
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے کہ الٰہی مین تجھسے تمام نعمت کی التجا رکھتا ہون آپنے پوچھا کہ تجھکو معلوم ہے کہ نعمت کا تمام
ہونا کیا ہے اسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ نعمت کا کمال جنت مین داخل ہونا ہے علما فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے ہمارے اوپر اپنی نعمت
پوری کی کہ ہمارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اور حدیث شریف مین ہے کہ جب
بندہ کوئی گناہ کرکے طلب آمرزش اور عفو کی کرتا ہے تو اللہ تعالی اپنے فرشتون سے ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندہ کو اسنے گناہ کیا اور پھر
یہ جانا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہون کے عوض پکڑتا بھی ہے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اسکو معاف کردیا اور ایک حدیث
قدسی مین مذکور ہے کہ اگر بندہ اتنے گناہ کرے کہ اسکے گناہ بلندی آسمان تک پہونچ جاوین تو جبتک مجھسے بخشوا تا رہیگا اور مجھسے رجا رکھیگا
مین بخشدونگا اور ایک اور حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اگر بندہ زمین کی مقدار میرے پاس گناہ لیکر آویگا مین بھی اسکے اسیقدر مغفرت سے
ملاقات کرونگا اور ایک حدیث مین ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو چھ گھڑی تک فرشتہ نامۂ اعمال مین نہین لکھتا اس عرصہ مین اگر توبہ و استغفار کرلیتا ہے

ہمارے واسطے دین مسلمانی ۱۲ ح
بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ ح
ترمذی بروایت انس بالفاظ دیگر ۱۲ ح
مسلم بروایت ابوذر باذکر اختلاف الفاظ ۱۲ ح
بیہقی در شعب بروایت ابو امامہ بسند ضعیف ۱۲

تو اس گناہ کو نہیں لکھتا ورنہ ایک برائی لکھتا ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب اسکی برائی لکھ لیتا ہے اور وہ کچھ عمل خیر پھر کرتا ہے تو دہنی طرف کا فرشتہ جو حاکم ہے بائیں طرف والے اپنے تابع سے کہتا ہے کہ تو یہ برائی جو ابھی لکھی ہے اپنے یہاں سے دور کر دے میں اپنے یہاں سے ایک نیکی اسکی دور کر دونگا یعنی جو عمل نیک اسنے اب کیا ہے اسکو دس کی جگہ نو لکھونگا اسطرح وہ برائی بندہ کی دور کردیجاتی ہے اور حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اسکے ذمہ لکھا جاتا ہے ایک اعرابی نے پوچھا کہ اگر وہ توبہ کرلے آپ نے فرمایا کہ مٹا دیا جاتا ہے اسنے پوچھا کہ اگر دوبارہ پھر خطا کرے آپ نے فرمایا کہ اسکے اوپر لکھی جاویگی پھر اسنے عرض کیا کہ اگر وہ توبہ کرلے آپ نے فرمایا کہ نامہ اعمال سے محو کردیجاویگی اسنے عرض کیا کہ یہ معاملہ کبتک رہیگا آپ نے فرمایا کہ جبتک وہ شخص توبہ و استغفار کرتا رہیگا خدا تعالی مغفرت سے نہیں گھبراتا یہانتک کہ بندہ استغفار سے گھبرا جاوے پھر جب کوئی بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو دہنا فرشتہ عمل سے پہلے ہی ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ شخص قصد کے بعد اسکام کو کرتا بھی ہے تو فرشتہ مذکور دس نیکیاں لکھتا ہے پھر اسکو خدا تعالی سات سوگنی تک بڑھا دیتا ہے اور جب کوئی قصد خطا کرتا ہے تو اسپر لکھی نہیں جاتی اور جب کر گزرتا ہے تو ایک ہی قصور ذمہ لکھا جاتا ہے اور حسن عفو الہی اسکے بعد ہے یعنی عجب نہیں کہ معاف بھی ہوجاوے اور ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مبارک میں حاضر ہوکر کہنے لگا کہ میں ایک مہینے سے زیادہ کے تو روزے نہیں رکھتا اور پانچ نماز دن سے زیادہ نماز نہیں پڑھتا اور میرے مال میں صدقہ اور حج و زکوۃ اور خیرات کچھ نہیں تو ایسے حال میں اگر میں مرونگا تو کہاں رہونگا آپ نے فرمایا کہ جنت میں اسنے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ یا رسول اللہ آپ نے تبسم فرماکر کہا کہ ہاں میرے ساتھ بشرطیکہ تو دل کو دو باتوں سے محفوظ رکھے یعنی کینہ اور حسد سے اور زبان کو دو چیزوں غیبت اور جھوٹ سے بچاوے اور اپنی آنکھوں کو بھی دو ہی چیزوں سے روکے ایک تو دیکھنا خدا تعالی کی حرام کی ہوئی چیزوں کو دوسرے حقارت کرنی اور چشمک بازی کسی مسلمان پر اگر ان سب باتوں سے اپنے آپ کو بچاویگا تو میرے ساتھ بلکہ میری ان دونوں کف دست پر تو جنت میں جاویگا اور ایک تیسری حدیث میں حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خلق کے حساب کا متکفل کون ہوگا آپ نے فرمایا کہ خداے تعالی جلشانہ ہوگا اسنے عرض کیا کہ آیا وہ خود حساب لیگا آپ نے فرمایا کہ ہاں اعرابی نے تبسم کیا آپ نے پوچھا کہ کس بات سے تبسم کرتے ہو اسنے عرض کیا کہ اسوجہ سے خوشی ہے کہ کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کردیا کرتا ہے اور اگر حساب لیتا ہے تو چشم پوشی کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اعرابی سچ کہتا ہے جان لو کہ کوئی کریم خدا تعالی سے زیادہ کریم نہیں وہ سب سے اکرم ہی ہے پھر فرمایا کہ اعرابی بات سمجھ گیا اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ خداوند تعالی نے کعبہ کو شرف اور عظمت عنایت فرمائی ہے اور اگر بالفرض اسکو کوئی بندہ ایک ایک پتھر کرکے گرادے اور پھر پھونک دے تو اتنا گناہ نہوگا جتنا کسی ولی اللہ کی حقارت کرنے سے ہوتا ہے اعرابی نے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ ایماندار سب کے سب اولیاء اللہ ہیں کیا تونے قول خدا تعالی کا نہیں سنا اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور اور بعض احادیث میں ہے المومن افضل من الکعبۃ والمومن طیب طاہر والمومن اکرم علی اللہ تعالی من الملائکۃ اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت کے بقیہ سے دوزخ کو ایک کوڑا بنایا کہ جس سے بندوں کو جنت کیطرف ہنکاتا ہے اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے خلق کو اسلیے پیدا کیا کہ وہ مجھسے کچھ نفع لیں

اسلیے کہ مین انسے کچھ نفع لون اسی مضمون کے قریب مولانا روم فرماتے ہین شعر مین نکردم امر تا سودی کنم ۔ بلکہ تا بر بندگان جودی کنم ؁
اور حضرت ابو سعید خدری سے حدیث روایت کرتے ہین کہ خداے تعالے نے کوئی چیز ایسی نہین پیدا کی کہ جس سے بڑھکر دوسری
چیز بنائی ہو اور اپنی رحمت کو غضب سے غالب پیدا کیا ہی اور حدیث مشہور مین مروی ہی کہ خداے تعالی نے قبل پیدائش خلق کے
اپنے نفس پر یہ جملہ لکھ لیا ہی کہ ان رحمتی تغلب غضبی اور معاذ بن جبل و انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ و من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ لم تمسہ النار و من لقی اللہ لا یشرک بہ شیئا حرمت علیہ النار و لا
یدخلہا من فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان اور ایک اور حدیث مین ہی کہ اگر کافر کو وسعت رحمت الٰہی معلوم ہوجاوے تو خدا تعالی کی بہشت سے
نا امید نہو اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم تو صحابہ سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہی کہ کونسا
دن ہی یہ وہ دن ہی کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ کھڑے ہوکر اپنی اولاد مین سے دوزخ کی رسد نکالو وہ عرض کرینگے کہ کتنے حکم ہوگا
کہ ہزار مین سے نو سو ننانوے دوزخ کے لیے رکھو اور ایک شخص جنت کے لیے رہنے دو یہ سنکر سب لوگ حیران رہ گئے اور رونا شروع
کیا اور اس روز کچھ شغل اور کام نہ کیا اس اثنا مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس آئے اور فرمایا کہ تم لوگ کام کیون نہین کرتے
انھون نے عرض کیا کہ آپ سے وہ حدیث سنکر اب کس کو تاب ہی کہ کام مین مشغول ہو آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بھی معلوم ہوا اور قومون کی بہت
گنتی مین کتنے ہو تاویل اور تاریس اور منسک اور یاجوج اور ماجوج کی قومین کہان گئین اتنی قومین ہین کہ انکی شمار خدا تعالی کے سوا اور کوئی
نہین جانتا تمھاری انکے سامنے کچھ بھی شمار نہین تم تو سب کی نسبت ایسے ہو جیسے سیاہ بیل کے چمڑے مین ایک سفید بال ہوتا ہو یا گدھے
کے پانون مین اور رنگ کا داغ ہوتا ہی اس حدیث سے معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لوگون کو خوف کے تازیانے سے
کیسا ہانکتے تھے اور پھر رجا کی باگ سے کیسے اللہ تعالی کی طرف کھینچتے تھے چنانچہ اول خوف کے تازیانے سے سب کو ہانکا اور جب
معلوم کیا کہ شدت خوف نے انکو حد اعتدال سے باہر کردیا اور نا امیدی مین جا پڑے تو اس وقت دواے رجا سے انکا علاج کیا
اور انکو پھر اعتدال کی صورت پر کردیا اور دوسرا قول مخالف اول قول کے نہ تھا بلکہ اول جس چیز کو سبب شفا جانا اسکو بیان کردیا
اور اسی پر اکتفا فرمائی مگر جب حاجت معالجے کی رجا سے دیکھی تو اصل بات پوری ذکر فرمادی پس واعظین کو بھی چاہیے کہ پیروی
جناب مقدس کی وعظ کے باب مین ہاتھ سے نہ دین اور استعمال اخبار خوف و رجا مین حاجت کے موافق رعایت کرین یعنی جیسی علتین
باطنی دیکھین ویسی ہی تدبیر اسکے دور کرنے کی کرین اور اگر کوئی واعظ اس بات کا لحاظ نہ کریگا تو جسقدر اسکی وعظ سے درستی اور
صلاح کی توقع ہی اس سے زیادہ بگاڑ ہو رہیگا اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ اگر تم گناہ نکرو تو خدا تعالی اور خلقت پیدا کرے جو
گناہ کرین اور انکے قصور بخشدیے جاوین اور ایک روایت مین یون ہی کہ خدا تمکو لیجاوے اور دوسری خلقت لاوے جو گناہ کرین اور
بخشے جاوین کیونکہ اسکی ذات غفور و رحیم ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ اگر تم گناہ نکرو تو مجھکو تمپر ایسی چیز کا خوف ہی کہ وہ گناہ سے بھی بڑی

---

۱ ابن حبان در ثواب ۱۲ ۲ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوتی ہی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲ ۳ جو لا الٰہ الا اللہ کہے وہ جنت مین داخل ہوگا ۱۲
جلد اول باب پنجم مین گذری ہی ۴ جس شخص کا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو اسکو آگ نہ لگیگی ابو داؤد و حاکم بروایت معاذ مگر اسمین دخل الجنۃ ہی ۱۲ ۵ اور جو شخص خدا تعالی سے

سے لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عجیب ہے اور ایک[2] حدیث شریف میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن پر زیادہ رحم کرتا ہے بہ نسبت مادر مشفقہ کے جو اپنی اولاد پر ہو اور حدیث[3] میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسی مغفرت کریگا کہ کبھی کسی کے دل پر نہ گذری ہو یہانتک کہ ابلیس بھی اسکا منتظر ہوگا کہ شاید مجھکو بھی یہ مغفرت پہونچ جائے اسی مضمون کو سعدیؒ نے نظم کیا ہے شعر اگر در دہد یک صلای کرم ۞ عزازیل گوید نصیبے برم ۞ اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں جنمیں سے ننانوے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہیں اور ایک دنیا میں ظاہر کی ہے اسی ایک کے باعث تمام خلائق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور والدہ اپنے لڑکے پر اور جانور اپنے بچہ پر شفقت کرتے ہیں جب قیامت کا روز ہوگا تو خداوند کریم اس ایک رحمت کو ان ننانوے میں ملاکر خلق پر پھیلا دیگا ان میں سے ہر ایک رحمت مقدار طبقات آسمان و زمین کے ہوگی بھلا ایسی رحمتیں ہوتے اس روز بجز تباہ کار کے اور کون ہلاک ہوگا اور ایک[4] حدیث میں ہے کہ تم میں سے ایسا کوئی نہیں جسکو اسکا عمل جنت میں پہونچا دے یا دوزخ سے بچا دے (یعنی بدون رحمت الٰہی عمل بکار آمد نہیں) لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بھی ایسے نہیں آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایسا نہیں الا اس صورت میں کہ مجھکو رحمت میرے پروردگار کی ڈھانپ لے اور ایک[5] حدیث میں ارشاد فرمایا اعملوا وابشروا واعلموا ان احدا لن ینجیہ عملہ[6] اور فرمایا[7] کہ میں نے اپنی شفاعت اپنی امت کے بڑے گناہ کرنیوالوں کے لیے چھپا رکھی ہے کیا تم یہ جانتے ہو کہ شفاعت اہل تقویٰ و طاعت کے ہی لیے ہے نہیں بلکہ آلودگان عصیان کیلیے ہے شعر دلا خوش باش کان محبوب جانان ۞ بود پشتیبان مسکینان ہر سے بہست ۞ اور فرمایا[8] بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ السھلۃ اور فرمایا[9] مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ یہ جانیں کہ ہمارے دین میں وسعت ہے اور اسی معنی کیطرف یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مومنین کی دعا قبول فرمائی کہ انکی استدعا کے جواب میں لا تحمل علینا اصرا ارشاد فرمایا و یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم اور محمد بن حنفیہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ قول الٰہی نازل ہوا فاصفح الصفح الجمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ صفح جمیل کیسا کہتے ہیں حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ جس شخص نے تم پر ظلم کیا ہو اگر تم اسکو معاف کرو تو پھر عتاب نکرو آپ نے فرمایا کہ اے جبریل اس سے معلوم ہوا کہ اگر خداتعالیٰ کسیکو معاف فرماویگا تو اس پر بھی عتاب نکریگا پس حضرت جبریل علیہ السلام روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے خداوند کریم نے ان دونوں کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا انھوں نے آکر کہا کہ تمہارا پروردگار تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے جسکو میں معاف کردونگا اس پر کیسے عتاب کرونگا یہ امر میرے کرم کے لائق نہیں غرضکہ اخبار اسباب رجا میں بیشمار ہیں اب آثار کو سننا چاہیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور دنیا میں اسکو خداتعالیٰ پوشیدہ رکھے اسکا کرم اس بات کو نہیں چاہتا کہ اسکا پردہ آخرت میں کھولے اور جو کوئی گناہ کرے اور اسکو دنیا ہی میں سزا ملجاوے تو عدل الٰہی اسبات کا مقتضی نہیں کہ اپنے بندہ کو دوبارہ آخرت میں سزا دے اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میرا حساب اگر میرے ماں باپ

۱ح بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق ۱۲ ۲ح ابن ابی الدنیا بروایت حذیفہ بسند ضعیف ۱۲ ۳ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۴ح بخاری و مسلم ۱۲ اور یہ حدیث اوپر گذری ۵ح یہ حدیث اوپر گذری ۱۲ ۶ح عمل کرو اور بشارت لو اور جان لو کہ کسی کو اسکا عمل ہرگز نجات نہ دیگا یعنی بدون اسکی رحمت کے ۱۲ ۷ح بخاری و مسلم بروایت ام

ہی کے حوالہ کیا جاوے تب بھی مین اچھا نہین جانتا اسلیے کہ مجھکو یقین ہے کہ خدا تعالے میرے اوپر ماں باپ کی نسبت کر زیادہ رحیم ہو اور
بعض اکابر کا قول ہے کہ ایماندار جب نافرمانی کرتا ہے تو خداے تعالی اسکی تقصیر فرشتون کی آنکھ سے چھپا دیتا ہے کہ ایسا نہو کہ خطا دیکھکر گواہ
بنجاوین اور محمد بن مصعب نے اپنے ہاتھ سے اسود بن سالم کو لکھا کہ جب بندہ اپنے نفس پر زیادتی کرتا ہے اور پھر ہاتھ اٹھاکر یا رب کہتا ہے تو
فرشتے اسکی آواز روک دیتے ہین اسیطرح دوسری بار اور تیسری بار اتفاق ہوتا ہے یہانتک کہ چوتھی دفعہ جب یا رب کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا
ہے کہ اے فرشتو تم میرے بندہ کی آواز کبتک چھپا دیگے میرے بندہ نے جان لیا ہے کہ اسکے لیے سوا میرے اور کوئی پروردگار ایسا
نہین جو گناہ بخشدے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اسکو بخشدیا اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ ایک رات خانہ کعبہ کا طواف
مجھکو تنہا نصیب ہوا اور وہ رات بہت اندھیری تھی مین نے ملتزم مین دروازہ کعبہ کے پاس کھڑے ہوکر التجا کی کہ الٰہی مجھکو گناہ سے محفوظ
رکھ کہ کبھی تیری نافرمانی نکرون اسیوقت ہاتف غیبی نے خانہ کعبہ کے اندر سے آواز دی کہ اے ابراہیم تو مجھسے سوال عصمت کرتا ہے اور
سب ایماندار ایسا ہی چاہتے ہین پس اگر مین سب کو معصوم کرون تو اپنا فضل و مغفرت کس پر کرون اسی کے قریب ابونواس نحوی فرما
تا ہین شعر گنہ من ار نامدے در شمار ؛ ترا نام کے بودے آمرزگار ؛ اور حضرت حسن بصری فرمایا کرتے کہ اگر ایماندار گناہ نکرے تو عالم
غیب و اسرار آسمانی مین اڑتا پھرے مگر خدا تعالے نے گناہون کے باعث اسکو منقبض کر دیا ہے اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ اگر کرم
کی نظر ہوگی تو بدون کو نیکون مین ملادیگی اور حضرت مالک بن دینار آبان سے ملے اور انسے فرمایا کہ کبتک لوگون کو تم رخصتون کی
حدیثین سناؤگے انھون نے جواب دیا کہ میاں صاحب مجھکو توقع ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالی کا عفو تمکو اتنا نظر آویگا کہ خوشی کے مارے
جامہ مین نسماؤگے اور ربعی بن حراش تابعی اپنے بھائی کا حال جو منجملہ تابعین کے تھے اور موت کے بعد گفتگو انھون ہی کی تھی
اسطرح بیان کرتے ہین کہ جب میرے بھائی کی وفات ہوئی تو انکو کفن دیکر جنازہ تیار کیا انھون نے کفن اپنے منھ پر سے ہٹایا اور بیٹھکر
کہا کہ مین نے اپنے رب سے ملاقات کی اسنے میری خاطرداری راحت اور روزی سے فرمائی اور خداوند کریم مجھپر ناراض نتھا
اور جیسا گمان تھا اس سے مین نے بہتر آسان پایا آپ سستی نکرو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب سب میری راہ دیکھ رہے ہین
کہ مین انکے پاس پھر کر جاؤن یہ کہکر پھر گر پڑے جیسے کنکر کسی طشت مین گرتی ہے ہمنے انکو اٹھاکر دفن کیا اور حدیث مین یہ قصہ مذکور ہے کہ
بنی اسرائیل مین دو شخصون نے آپس مین خدا کیواسطے بھائی چارہ کیا تھا ایک ان دونون مین سے اپنے نفس پر زیادتی کرتا تھا اور دوسرا
عابد تھا اور ہمیشہ اول کو وعظ و ملامت کیا کرتا وہ اسکے جواب مین کہدیتا کہ مین جانون اور میرا پروردگار تم میرے اوپر ناظر مقرر نہین ہوا تیک
ایک روز اس عابد نے اس دوسرے کو گناہ کبیرہ کرتے دیکھ لیا اور غصے مین آکر کہا کہ خدا تجھکو نہ بخشیگا خدا تعالی اس عابد سے قیامت
کے روز فرماویگا کہ کیا کسی کو یہ تاب و طاقت ہے کہ میری رحمت میرے بندون سے روک لے جا مین نے تجھکو بخشدیا اور عابد سے ارشاد فرماویگا کہ
تیرے لیے دوزخ کو لازم کر دیا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عابد نے ایسی ایک بات کہی جس نے اپنی دنیا و دین خراب کردی
اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک چور چالیس برس تک راہزنی کیا کرتا تھا اسکے پاس حضرت عیسی علیہ السلام کا گذر ہوا اور آپکے پیچھے
ایک عابد حواریین مین سے تھا چور نے اپنے دلمین کہا کہ یہ پیغمبر خدا یہان کو گزرتے ہین اور انکے پہلو مین ایک حواری بھی ہے اگر مین بھی اتر کر انکے

ساتھ ہولون تو بہتر ہے یہ ارادہ کرکے اترا اور چاہتا تھا کہ عابد کے قریب جاوے مگر اسکی تعظیم اور اپنے نفس کی تحقیر کرکے کہتا تھا کہ مجھ جیسے شخص
کو اس عابد کے برابر چلنا نہین چاہیے ادھر عابد نے جو معلوم کیا کہ میرے ساتھ چور آتا ہی تو اپنے دلمین کہا کہ یہ شخص میری برابری
کرتا ہی اس خیال سے اس سے کنارہ کرکے آگے بڑھ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر چلنے لگا صرف چور پیچھے رہ گیا راوی
کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ان دونون سے کہدو کہ تمہارے پہلے عمل ہمنے باطل کر دیے اب نئے سرے
عمل کرو حواری کی حسنات باقی رہین اسوجہ سے کہ اسنے اپنے نفس پر عجب کیا اور اس دوسرے شخص کی برائیان مٹا دین اسلیے
کہ اسنے اپنے نفس کو حقیر جانا حضرت نے بموجب حکم کے ان دونون کو اطلاع کر دی اور چور کو اپنے ساتھ لیا اور اسکو حواری کیا
اور مسروق سے روایت ہی کہ ایک نبی انبیاء علیہم السلام مین سے سجدے مین تھے کہ کسی سرکش نے انکی گردن پر پاؤن ایسے زور سے
رکھا کہ کنکر انکی پیشانی مین گھس گیا انھون نے سر اٹھا کر غصے مین اسکو فرمایا کہ جا تجھکو خدا ہرگز نہ بخشیگا اسوقت انپر وحی آئی کہ میرے
بندون کے باب مین مجھپر قسم کھاتے ہو مین نے اسکو بخشدیا اور اسی کے قریب وہ روایت ہی جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین کے لیے بد دعا نماز مین کیا کرتے تھے تو یہ آیت اتری لیس لک من الامر شئی او یتوب علیہم او یعذبہم
آپ نے بد دعا چھوڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے انہین سے اکثر لوگون کو مشرف باسلام فرمایا اور روایت ہی کہ دو شخص عابد دین مین عبادت
مین برابر تھے جب وہ جنت مین گئے تو ایک کو بہ نسبت دوسرے کے اونچا درجہ ملا اس کم رتبہ والے نے عرض کیا کہ الٰہی دنیا مین اس
شخص نے مجھسے زیادہ عبادت نہین کی مگر تو نے اسکو بڑا رتبہ عنایت فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ شخص مجھسے دنیا مین بڑے درجون کی درخواست
کیا کرتا اور تو صرف آتش دوزخ سے نجات کی دعا مانگا کرتا تھا مین نے ہر ایک بندہ کو اسکی درخواست کے بموجب عنایت کیا اس سے
معلوم ہوتا ہی کہ عبادت رجا کے ساتھ کرنی افضل ہی اسواسطے کہ رجا والے پر محبت غالب ہوا کرتی ہی بہ نسبت خائف کے دیکھو جو بادشاہ
کہ اسکی خدمت عقاب کے خوف سے کرین اور دوسرے اسکی خدمت انعام کی توقع سے کرین تو ان دونون مین بہت فرق ہوگا اسی سبب
خدا تعالیٰ نے حکم حسن ظن کا فرمایا ہی اور بہین لحاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑے
بڑے درجات طلب کرو کیونکہ تم سخی سے مانگتے ہو اسکے نزدیک دیدینا کیا بڑی بات ہی اور فرمایا کہ جب تم خدا تعالیٰ
سے کچھ سوال کرو تو نہایت رغبت سے مانگا کرو فردوس اعلیٰ کی درخواست کرو اسلیے کہ اسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین جسکو وہ
نہ دے سکے بکر بن سلیم صواف فرماتے ہین کہ ہم مالک بن انس کے پاس اس شام کو گئے جسمین انکا انتقال ہوا ہمنے پوچھا آپ کا
کیا حال ہی انھون نے فرمایا کہ مجھے نہین معلوم کہ تمکو کیا جواب دون مگر عنقریب تم خدا تعالیٰ کا عفو ایسا دیکھو گے جسکا کچھ تمکو
گمان بھی نہو گا پھر ہم وہان سے اٹھے یہانتک کہ آپکی آنکھین ہم ہی نے بند کین اور یحییٰ بن معاذ اپنی مناجات مین کہتے کہ جو
توقع مجھکو گناہون کے ساتھ تجھسے ہی وہ اس توقع کے ساتھ بڑی ہو جاتی ہی جو مجھکو اعمال کے ساتھ تجھسے ہی اسواسطے کہ اعمال
مین بڑا اخلاص ہی اور وہ مجھ مین کہان سے آیا تھا مین تو آفت مین معروف ہون اور گناہون کے ساتھ مجھکو تیرے عفو پر بھروسا
ہوتا ہی تو پھر تو کیسے گناہ نہ بخشیگا تو تو جود مین موصوف ہی روایت ہی کہ ایک مجوسی نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے یہان مہمان

یعنی تیرا کچھ اختیار نہین انکو توبہ دیوے یا انکو عذاب کرے ۱۲
بخاری بروایت ابن عمر و ترمذی ۱۲
یہ روایت احیاء کے الفاظ سے یعنی ملی ترمذی

ہونا چاہا آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہوجاوے تو مین کھانا کھلاؤنگا وہ مجوسی چلا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ تمنے
اسکے دین کے اختلاف کے باعث اسکو کھانا نہ کھلایا ہم اسکو ستر برس سے باوجود کفر کے کھانا دیے جاتے ہین اگر تم ایک رات
کھلادیتے تو کیا تھا حضرت ابراہیم اسیوقت اس مجوسی کے پیچھے دوڑتے گئے اور اسکو لوٹا لائے اور ضیافت کی مجوسی نے پوچھا
کہ اب سبب ضیافت کیا ہوا اول تو آپ نے انکار ہی کردیا تھا آپ نے سارا قصہ اس سے ذکر فرمایا مجوسی نے عرض کیا کہ
خدائے تعالیٰ مجھسے یہ معاملہ کرتا ہے پھر آپ سے عرض کرکے مسلمان ہوگیا اور استاد ابوسہل صعلوکی جو ہمیشہ ڈرانے مین
معروف تھے انھون نے ابوسہل زجاجی کو خواب مین دیکھا اور حال پوچھا انھون نے جواب دیا کہ جسقدر تم ڈرایا کرتے تھے
اس سے ہمنے معاملہ سہل دیکھا اور کسی نے استاد ابوسہل کو بہت عمدہ صورت مین خواب مین دیکھا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا اور
پوچھا کہ یہ درجہ تم کو کیسے ملا انھون نے کہا کہ میرے حسن ظن کے باعث یعنی خدا تعالیٰ کے ساتھ مجھکو گمان تھا ویسا ہی ہوا
اور ابوالعباس ابن شریح نے اپنے مرض موت مین خواب مین دیکھا کہ گویا قیامت بپا ہے اور خداوند جبار ارشاد فرماتا ہے
کہ علما کہان ہین جب وہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ تمنے اپنے علم سے کیا عمل کیا سب علما نے جواب دیا کہ الٰہی ہمسے تقصیر ہوئی
اور ہمنے برا کیا۔ راوی کہتے ہین کہ گویا یہ جواب جناب باری مین پسند نہوا اور پھر وہی سوال ہوا تاکہ کوئی اور جواب دیوین ابن شریح
کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ میرے نامۂ اعمال مین شرک نہین اور تو نے وعدہ کرلیا ہے کہ شرک سے کمتر گناہ کو معاف کردیگا حکم ہوا
کہ اسکو لیجاؤ ہمنے سب کو بخشدیا اور یہ بزرگ اس خواب سے تین دن کے بعد رحلت کرگئے اور روایت ہے کہ ایک آدمی بہت شرابخوار
تھا ایکبار اپنے ہم مشربون کو جمع کرکے چار درہم غلام کو دئیے کہ اہل مجلس کیواسطے کچھ میوہ خرید لاوے غلام منصور بن عمار کے دروازے
پر ہو نکلا وہ اسوقت کسی فقیر کے لیے کچھ مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی اس فقیر کو چار درہم دیگا مین اسکے لیے چار دعا
مانگونگا غلام نے یہ سنکر چارون درہم اس فقیر کو دیدیے منصور نے غلام سے پوچھا کہ تیرا مطلب کیا ہے کس چیز کیواسطے دعا مانگون
اسنے کہا کہ میرا ایک آقا ہے مین یہ چاہتا ہون کہ اس سے مجھکو نجات ملے منصور نے دعا کی اور پوچھا کہ دوسرا مطلب بیان کر اسنے کہا
کہ ان درمونکا عوض خدا تعالیٰ مجھکو عنایت کرے انھون نے یہ بھی دعا کی اور پوچھا تیسری غرض کیا ہے اسنے کہا کہ خدا تعالیٰ
میرے آقا کو توبہ نصیب کرے اور اسکی توبہ قبول ہو انھون نے دعا کرکے چوتھی بات پوچھی اسنے کہا کہ خدا تعالیٰ میری اور
تیری اور میرے آقا کی اور قوم کی سب کی مغفرت کرے منصور نے یہ دعا بھی کی پھر وہ غلام واپس آیا اسکے آقا نے پوچھا کہ تو نے
دیر کیون کی اسنے تمام قصہ کہا اسنے پوچھا کہ پھر ان چارون دعا کی تشریح کر اسنے کہا کہ اول دعا تو یہ مانگی کہ مین آزاد ہوجاؤن
آقا نے جواب دیا کہ جا تو آزاد ہے دوسری دعا کیا تھی اسنے کہا کہ خدا تعالیٰ کے بہتر درمونکا عوض مجھکو دے آقا نے کہا کہ تجھکو
چار ہزار درم بخشے دیئے تیسری دعا بتلا اسنے کہا کہ آپ کو خدا تعالیٰ توبۂ نصوح نصیب کرے آقا نے کہا کہ مین نے توبہ کی اب
چوتھی دعا بتلا اسنے کہا کہ چوتھی یہ تھی کہ خدا تعالیٰ مجھکو اور تجھکو اور قوم کو اور منصور کو بخشدے آقا نے کہا کہ یہ بات میرے اختیار کی
نہین جب اسی رات سویا تو خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ جو بات تیرے اختیار مین تھی وہ تو کر چکا کیا تو سمجھتا ہے کہ جو ہمارے

اختیار مین ہی ہم نہ کرینگے بیٹے تجھکو اور غلام اور منصور مین سمارا اور سب حاضرین وقت کو بخشدیا اور عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی سے روایت ہے کہ مین نے دیکھا کہ تین مرد اور ایک عورت ایک جنازہ لیے جاتے ہین مین نے عورت کی طرف کا پایہ لے لیا اور قبرستان مین جاکر بعد نماز اس میت کو دفن کیا پھر مین نے اس عورت سے پوچھا کہ یہ مردہ تیرا کون تھا اسنے کہا کہ میرا بیٹا تھا مین نے پوچھا کہ تمہارے کوئی پڑوسی نہ تھا اسنے کہا کہ پڑوسی کیون نہین ہین مگر اس مردے کو حقیر سمجھتے تھے مین نے پوچھا کہ اسمین کیا برائی تھی اسنے کہا کہ یہ لڑکا مخنث تھا مجھے اس عورت پر رحم آیا اور اسکو اپنے گھر لیگیا کچھ نقد اور جنس اور کپڑا دیا اور اسی رات مین نے خواب مین دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا گویا چودھوین رات کا چاند ہے اور سفید کپڑے پہنے ہے اور میرا شکر گزار ہے مین نے پوچھا کہ تو کون ہی اسنے کہا کہ مین وہی مخنث ہون جسکو تمنے آج دفن کیا تھا لوگون نے مجھکو حقیر سمجھا اسلئے خدا تعالی نے مجھپر رحم کیا اور ابراہیم اطروش سے روایت ہے کہ ہم بغداد مین دجلہ کے کنارے پر حضرت معروف کرخی کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس درمیان مین ایک چھوٹی سی ڈونگی پر کچھ جوان لوگ ڈھول بجاتے اور شراب پیتے اور کھیلتے نکلے لوگون نے حضرت معروف کرخی کی خدمت مین عرض کیا کہ دیکھئے یہ لوگ علانیہ خدا کی نافرمانی کرتے ہین انپر بددعا کیجیے آپ نے ہاتھ اٹھاکر دعا کی کہ الٰہی جیسا تو نے انکو دنیا مین خوش کیا آخرت مین بھی خوش کر لوگون نے عرض کیا کہ ہماری غرض تو یہ تھی کہ آپ انپر بددعا کرین آپنے فرمایا کہ اگر خدا تعالی انکو آخرت مین خوش کریگا تو اول دنیا مین تائب کردیگا یعنی خلاصہ میری دعا کا یہ ہے کہ انکو ان حرکات سے توبہ نصیب کر اور بعض اکابر دعا مین یون کہتے کہ الٰہی دنیا مین کون ایسا ہے جو تیری نافرمانی نہ کرتا ہو مگر تیری نعمت سب کے اوپر کامل اور رزق جاری ہے تیری شان بہت بڑی ہے اور حلم نہایت افزون کہ تیری نافرمانی بھی ہوتی ہے مگر تو رزق دیے چلا جاتا ہے اور نعمت پوری عنایت فرماتا ہے گویا کہ پروردگار کو غصہ ہی نہین ہوتا حاصل یہ کہ یہ اسباب ایسے ہین جنسے رجا کی روح خوف والون اور نا امید ہونیوالون مین پڑتی ہے مگر احمق و مغرورون کو ہرگز ان باتون مین سے کچھ سننا نہین چاہیے انکے لیے وہ ہے جو ہم اس باب خوف مین عنقریب لکھتے ہین اسواسطے کہ اکثر لوگ صرف خوف ہی سے صلاح پر آتے ہین جیسے کہ شریر غلام اور لڑکا بدون کوڑے اور چھڑی اور سخت کلامی کے درست نہین ہوتا اگر انکے خلاف انسے برتا جاوے تو انکی دین و دنیا کی بہتری مین خلل واقع ہو

دوسری فصل خوف کے بیان مین اور اسمین نو بیان ہین **اول بیان** خوف کی حقیقت مین واضح ہو کہ خوف درد دل اور سوزش درونی کا نام ہے جو زمان آئندہ کی کسی بری توقع کے سبب ہوتا ہے اور رجا کی حقیقت کے بیان مین یہ بات خوب معلوم ہو چکی ہے اور جو شخص کہ خدا تعالی کے ساتھ انس ہو اور حق اسکے دل پر محیط ہو جاوے کہ ہمیشہ جمال حق کا مشاہدہ کرتا رہے اور اپنے زمانہ کا یابنا ہو تو ایسے شخص کو کچھ زمانہ مستقبل پر نہین ہے اسی اس ہیبت اسکو نہ خوف ہوتا ہے نہ رجا بلکہ اسکا حال ان دونون سے اعلی ہوتا ہے اسلیے کہ یہ دونون چیزین تو دو باگین ہین کہ نفس کو اسکی رعونتون پر نہین جانے دیتین اور اسی کیطرف اشارہ کیا ہے واسطی نے اپنے قول مین کہ خوف حجاب ہے درمیان خدا تعالی اور بندے کے اور یہ بھی انہین کا قول ہے کہ جب باطن پر حق غالب ہوتا ہے تو دل مین گنجائش رجا اور خوف کی نہین رہتی خلاصہ یہ کہ محب کا دل اگر مشاہدۂ محبوب مین خوف فراق سے مشغول ہوگا تو مشاہدے مین

نقصان ہوگا بلکہ مشاہدے کا دام رہنا انتہا سے مقامات ہو لیکن اب ہم شروع مقامات مین گفتگو کرتے ہین جہان خوف کبھی ہوتا ہو
پس کہتے ہین کہ حالت خوف بھی تین چیزون سے مرکب ہوتی ہو اول علم دوم حال سوم عمل علم سے وہ علم مقصود ہو جس سے اوراک
اس سبب کا ہو جو برائی کیطرف پہونچاوے مثلاً کسی شخص نے کسی بادشاہ کا قصور کیا اور پھر اسکے ہاتھ مین اسیر ہوا تو اسکو ڈر اپنے مارے
جانیکا ہوگا ہر چند یہ معاف ہوجانا اور بھاگ جانا بھی ممکن ہو الا اسکے دل کو صدمہ خوف کا اسیقدر ہوگا جسقدر علم اسباب موجب قتل کا قوی ہوگا
اور وہ اسباب یہ ہین کہ اپنے قصور کا بڑا ہونا اور بادشاہ کا بذات خاص کینہ ور اور غضبناک اور انتقام کش ہونا اور اسپر ایسے لوگون کا محیط
ہونا جو انتقام پر آمادہ کرین اور کسی سفارشی کا اسکے باب مین وہان نہونا اور خود خائف کا تمام وسائل اور حسنات سے عاری ہونا جیسے
اپنے قصور کا نشان صفحہ خاطر بادشاہ سے مٹا سکے پس ان اسباب کا جمع ہونا اور انکا علم مجرم کو ہونا سبب قوت خوف اور شدت صدمہ
دل کا ہو اور جسقدر یہ اسباب ضعیف ہونگے اسیقدر خوف بھی کم ہوگا اور کبھی خوف کسی قصور کے سبب سے نہین ہوتا بلکہ خوف کی چیز کی
خاصیت کے جاننے سے ہوتا ہو مثلاً کوئی درندے کے پنجے مین گرفتار ہو تو اسکو درندے کا خوف اسی جہت سے ہو کہ اسکا وصف
چیر پھاڑ کا معلوم ہو گو یہ وصف درندے کا اختیاری ہو اور کبھی خوف ایسے وصف سے ہوتا ہو جو ڈر کی چیز مین اختیاری نہین
ہوتا بلکہ سرشت مین ہوتا ہو جیسے کوئی رو کی دھار مین جا پڑے یا جہان آگ لگی ہو اسکے پاس رہتا ہو تو پانی اور آگ کا خوف
اسی جہت سے ہو کہ یہ چیزین اپنی طبیعت کی رو سے ڈبونے اور جلانے پر مجبول ہین غرضکہ علم برے اسباب کا اسباب کا سبب
ہوتا ہو کہ اس سے سوزش دل اور درد دروفی اٹھے اور اسی سوزش کا نام خوف ہو اسیطرح خدا سے خوف کرنا کبھی تو خدا
تعالیٰ کی معرفت اور اسکے صفات کے جاننے سے ہوتا ہو کہ اگر وہ تمام عالم کو ہلاک کر دے تو اسکو کچھ پروا نہ ہو اور نہ اسکو کوئی
روک سکے اور کبھی بندہ اپنے گناہون کی کثرت کے باعث خوف کرتا ہو اور کبھی ان دونون باتون کے جمع ہونے سے ہوتا ہو اور جسقدر
کہ اپنی برائیان اور خدا تعالیٰ کی بزرگی اور اسکا استغنا معلوم ہوگا اور یہ کہ جو کچھ وہ کرتا ہو اس سے کوئی پوچھنے والا نہین اور
بندون سے ہر ایک بات کی پرسش ہوگی اسیقدر خوف کو بھی قوت ہوگی اس سے یہ لازم آیا کہ سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے وہی
شخص ڈریگا جو اپنے نفس کو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ جانتا ہوگا اور اسی جہت سے حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ بخدا مین
تمہاری نسبت خدا تعالیٰ کا خوف زیادہ کرتا ہون اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء پھر جب یہ معرفت پوری
ہوتی ہو تو مورث حالت خوف اور سوزش دل کی ہوتی ہو پھر اثر اس سوزش کا دل سے بدن اور اعضا اور صفات پر پہونچتا ہو
بدن مین اسکی تاثیر لاغری اور زردی اور بیہوشی اور رونا اور چیخنا ہو اور کبھی اس سوزش کے باعث پتا پھٹ جاتا ہو اور جس سے
موت ہوتا ہو یا اگر حرارت مذکور دماغ مین چڑھ جاتی ہو تو عقل فاسد ہو جاتی ہو اور اگر یہ حرارت قوی ہوتی ہو تو مورث نا امیدی
اور یاس کی ہوتی ہو اور اعضا مین اسکی تاثیر یہ ہو کہ انکو گناہون سے روکتی ہو اور طاعات کا مقید کر دیتی ہو تا کہ تلافی تقصیر گذشتہ
اور استعداد آئندہ حاصل ہو اور اسیواسطے کہتے ہین کہ خائف اسکو نہین کہتے جو رو کر اپنی آنکھین پونچھ ڈالے بلکہ خائف وہ ہو کہ جس
چیز سے خوف سزا جانے اسکو چھوڑ دے اور ابو القاسم حکیم کہتے ہین کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہو اس سے دور بھاگتا ہو مگر جو خدا

ڈرتا ہو وہ اسی کیطرف بھاگتا ہو اور ذوالنون سے کسی نے پوچھا کہ بندہ خائف کب ہوتا ہو انھون نے فرمایا کہ جب اپنے آپ کو مریض کی طرح
بنالے جو زیادتی مرض کے خوف سے پرہیز کیا کرتا ہو۔ اور صفات مین اثر خوف سے شہوات کی بیخ کنی ہوجاتی ہے اور لذات سب
مکروہ معلوم ہوتے ہین یہانتک کہ جو گناہ محبوب تھے وہ برے معلوم ہوتے ہین جیسے کسی کو شہد کی رغبت ہو مگر جب سنے کہ اس مین
زہر ہی تو خوف کے مارے رغبت اسکی نہین رہتی اسیطرح اور شہوات کا حال ہوتا ہی کہ خوف سے جلجاتے ہین اور اعضا ادب کے پابند
ہوجاتے ہین و دل مین انکسار اور خشوع اور سکنت آتی ہی اور کبر اور حقد اور حسد دور ہوتی ہی بلکہ تمام ہمت اپنے خوف ہی مین آدمی
لگجاتا ہی اور اپنے انجام کار کا خطرہ مدنظر رکھتا ہی اور چیز کیطرف مشغول ہونے کی فرصت ہی نہین رہتی بجز مراقبہ اور محاسبہ اور مجاہدہ کے
اور کام نہین کرتا ایک ایک سانس اور ایک ایک لحظہ اور قدم اور لفظ کے ضائع کرنیکا بخل ہوجاتا ہی اور اسکا حال ایسا ہوتا ہی جیسے
کوئی موذی درندے کے پنجے مین پڑجاوے اور اسکو یہ نہ معلوم ہو کہ اسکی غفلت مین ہین بھاگ جاؤنگا یا اسکے حملے مین لقمۂ اجل
ہونگا تو ایسی صورت مین اس شخص کا ظاہر و باطن اسی درندے کیطرف لگا رہیگا غیر چیز کو مجال اسمین آنے کی نہوگی یہی حال اس
شخص کا ہوتا ہی جسپر غلبہ خوف زیادہ ہو اور کچھ لوگونکا صحابہ و تابعین مین سے یہی حال تھا اور مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ اسقدر
قوی ہوتا ہی جتنا قوی خوف ہوتا ہی جو درد دل اور اسکی سوزش کا نام ہی اور خوف کو اسیقدر قوت ہوتی ہے جسقدر کہ معرفت
خدا تعالی کے جلال اور صفات اور افعال کے اور اپنے نفس کے عیوب کی اور ان خطرون اور دہشتون کی جو نفس کو پیش آنیوالی
ہین قوی ہوتی ہی اور تاثیر خوف کے ظاہر ہونیکا عمل مین ادنی درجہ یہ ہی کہ آدمی محرمات اور ممنوعات شرعی سے باز رہے اور حرام
چیزون سے باز رہنے کو ورع کہتے ہین اگر خوف کو اور قوت زیادہ ہوگی تو ایسے اشیا سے بھی باز رہیگا جنمین امکان حرمت کا اسلئے
ہو یعنی جو اشیا یقینی حرام نہین کچھ شبہہ انکی حرمت کا ہی انسے بھی ہاتھ کھینچیگا اس رتبے کا نام تقوی ہی کیونکہ تقوی اسکو کہتے ہین کہ
شبہے کی چیز کو ترک کردے اور یقینی پر عمل کرے اور کبھی یہ حال ہوتا ہی کہ ایسی چیزون کو جنمین کچھ مضائقہ نہین ہوتا شبہات کے خوف
کے باعث ترک کردیتا ہی اس رتبے کا نام صدق فی التقوی ہی اور اگر اسپر اتنی بات اور زیادہ ہو کہ تجرد بھی ہو یعنی بجز خدا نہین ایسا کہ
استعمال کرے جو اسکے کام کی ہین مثلا جس گھر مین رہتا ہی اسکی تعمیر نہ کرے اور جو کھانے کی چیز نہو اسکو جمع نکرے اور دنیا کیطرف
التفات نکرے اور جانے کہ یہ علیحدہ ہوجاویگی اور کوئی سانس بجز خدا تعالی مین صرف نکرے تو اسکا نام صدق ہی اور ایسے شخص
کو صدیق کہنا زیبا ہی اور یہ درجات ایسی طرح ہین کہ اوپر کا درجہ نیچے والے سے عام ہی اور اسمین نیچے کا درجہ داخل ہی مثلا صدق
مین تقوی داخل ہی اور تقوی مین ورع اور ورع مین عفت کیونکہ عفت نام اسی ورع کا ہی جو صرف مقتضائے شہوت سے باز
رہنے کے لیے ہو غرضکہ تاثیر خوف کی اعضا مین رکنے سے بھی ہی اور استعمال پر مبادرت کرنے سے بھی مگر اعضا جو اعمال سے باز
رہتے ہین تو ہر ایک چیز سے باز رہنے سے ایک نیا نام چاہتا ہی مثلا اگر شہوت سے باز رہین تو اس رکنے کو عفت کہتے ہین اور اس
سے اوپر مرتبہ ورع کا ہی جو اسکی نسبت عام ہی کیونکہ ورع ہر ممنوع چیز سے رکنے کو کہتے ہین بتخصیص شہوت کی نہین اور ورع سے
بڑھکر تقوی ہی اسواسطے کہ تقوی ممنوع اور شبہے کی چیز دونون سے باز رہنے کا نام ہی اور اس سے بڑھکر صدق اور قرب

ہے کہ شبہے کے خوف سے مباح چیز سے باز رہنے کا نام ہے اور چونکہ ان درجات مین سے ہر ایک درجہ اپنے پہلے درجہ سے بڑھکر ہے تو اگر سب سے آخر کا درجہ بولا جاویگا تو اسمین گویا سب درجے آجاوینگے مثلاً اگر یون کہو کہ انسان عربی ہے یا عجمی اور عربی یا قریشی ہے یا نہین اور قریشی ہاشمی ہے یا نہین اور ہاشمی یا اولاد علی ہے یا نہین اولاد حضرت علیؓ کی یا حسنی ہے یا حسینی تو سب سے بڑھکر درجہ انسان مین حسنی اور حسینی ہوگا پس اگر کسی شخص کو مثلاً حسینی کہوگے تو اسمین سب نیچے کے اوصاف ضرور ہونگے مثلاً وہ حضرت علیؓ کی اولاد اور ہاشمی اور قریشی اور عربی ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص کو صدیق کہین تو اس مرتبے کے نیچے جتنے اوصاف ہین وہ سب اسمین ہونگے یعنے صدیق کہنا ایسا ہے کہ وہ شخص متقی اور صاحب ورع اور عفت والا ہے تو یہ نہ گمان چاہیے کہ ان درجات کے جو الفاظ جدا جدا ہین انکے معانی بھی ایک دوسرے سے تباین اور علیحدہ ہونگے اگر ایسا سمجھا جاویگا تو امر حق مشتبہ ہو جاویگا چنانچہ جو لوگ الفاظ سے معانی کی طلب کیا کرتے ہین انکا یہی حال ہوتا ہے اگر الفاظ کو تابع معانی کرین تو ہرگز مشتبہ نہ پڑین یہ ہے اشارہ خوف کے معنی کلی کا اور اس چیز کا جسکو اوپر کی طرف سے متضمن ہے یعنی وہ معرفت جو موجب خوف ہوتی ہے اور جسکو نیچے کی طرف سے شامل ہے یعنی وہ اعمال جو خوف سے صادر ہوتے ہین یا ترک

دوسرا بیان خوف کے درجات کا اور قوت وضعف مین اسکے مختلف ہونیکا یہ تو پہلے گزر چکا کہ خوف اچھی چیز ہے الا بعض خیال اسبات کا مقتضی ہوتا ہے کہ اچھی چیز جتنی قوی اور زیادہ ہوگی اتنی ہی خوبی کی بات ہے اس اعتبار سے خوف کی قوت و شدت جسقدر ہو بہتر ہو حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ خوف ایک تازیانہ ہے کہ جس سے خدا تعالی اپنے بندون کو علم و عمل کی مواظبت کیلیے ہنکاتا ہے تاکہ ان دونون سے مرتبہ قرب الہی حاصل ہو اور چوپایہ اور لڑکے کیلیے کسی قسم کوڑے کو علیحدہ نہین کرنا چاہیے مگر اس سے یہ جاننا چاہیے کہ بہت ملنا اچھا ہے بلکہ اسکی ایک حد معین ہے اسیطرح خوف کیلیے بھی کمی اور بیشی ہے اور عمدہ بات اعتدال ہے جو خوف کہ کم ہو اسکو مثل عورتون کے رونے کے جاننا چاہیے کہ جب کوئی آیت قرآنی سنتی ہین یا اور کوئی سبب خوفناک پیش آتا ہے تو زور کر رونے اور آنسو بہانے لگتی ہین جب وہ سبب آنکھون سے غائب ہوا تو دل غفلت کیطرف رجوع کرتا ہے تو اسطرح کا خوف حد اعتدال سے کم ہے اور اسمین فائدہ بھی قلیل ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ بڑے قوی جانور کے ایک نرم و کم زور ٹہنی درخت کی مارو کہ اس سے نہ اسکو رنج پہونچیگا اور نہ راہ پر ہوگا اور نہ کام خاطر خواہ دیگا اور لوگونکا خوف سب کا اسی قسم کا ہے عارف اور علما البتہ اس سے مستثنے ہین اور ہماری غرض علما سے وہ عالم نہین کہ لباس عالمون کا پہن لیا اور نام کے فاضل بنگئے ایسے لوگ تو سب لوگون سے زیادہ بیخوف ہین بلکہ ہماری غرض عالمون سے وہ لوگ ہین جو خدا تعالی اور اسکی نعمتون اور افعال کو جانتے ہون اور ایسے لوگون کا وجود اب کم ہے اور اسی سبب سے حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہین کہ جب تم سے کوئی سوال کرے کہ خدا تعالی سے ڈرتے ہو تو اسکے جواب مین چپ ہورہو کیونکہ اگر کہوگے نہین ڈرتے تو کافر ہو جاؤگے اور اگر کہوگے کہ ڈرتے ہین تو جھوٹے ہوگے اور اس مین یہ اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہے جو اعضا کو گناہون سے روکدے اور طاعت کا پابند کردے اور جبتک تاثیر خوف کی اعضا مین

ہوگی تو اُسکا نام وسوسہ اور جنبش خاطر کہنا چاہیے اسکو خوف کہنا زیبا نہین اور حد اعتدال سے زیادہ خوف یہ ہی کہ آدمی ناامیدی اور یاس مین جا پڑے اور یہ بھی ممنوع ہی اسلیے کہ عمل کی مانع ہی حالانکہ غرض خوف سے وہی ہی جو کوڑے سے ہوتی ہے کہ کام پر آمادہ کرنا اور اگر خوف مین عمل ہی نہوا تو خوبی کی بات نہوگی کیونکہ حقیقت مین تو نقصان ہی اور وجہ نقصان کی یہ ہی کہ منشا اس خوف کا جہل اور عاجزی ہی جہل تو یہ ہی کہ اپنے انجام کار کو نہین جانتا اور اگر جانتا تو خائف نہوتا کیونکہ خائف ہی کو انجام مین تردد رہا کرتا ہی اور عاجزی یہ ہی کہ اس امر سے ایسے ایک بیچ مین پڑا جاتا ہی کہ جسکے دور کرنے کی قدرت اسکو نہین غرضکہ اگر باعتبار نقص آدمی کے دیکھین تب تو اس قسم کے خوف کو اچھا کہہ سکتے ہین کہ نہونے سے ہونا اچھا ہی اگرچہ واقع مین عمدہ بذات خود علم و قدرت اور ایسی چیزین ہین جن سے خدا تعالی کا وصف ہو سکتا ہی اور جسکے کہ نہین ہو سکتا وہ بذات خود کچھ کمال کی اشیا نہین بلکہ باعتبار ایسے نقصان کے جو اس وصف سے زیادہ ہی اچھے متصور ہوتے ہین مثلاً مشقت دوا کی اٹھانی خود اچھی نہین بلکہ باعتبار اسکے کہ وہ مرض اور موت کی نسبت آسان ہی اسلیے اچھی ہی بہرحال جو خوف کہ موجب ناامیدی ہو مذموم ہی اور کبھی خوف موجب مرض و ضعف اور حیرانی اور بیہوشی اور دیوانگی اور موت کا ہو جاتا ہی اور یہ قسم بھی مذموم ہے جیسے کہ وہ مار جس سے لڑکے کی جان جاتی رہے اور کوڑا جس سے جانور ہلاک ہو جاوے یا بیمار پڑ جاوے یا کوئی عضو ٹوٹ جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اسباب رجا کے مذکور فرمائے اور انکی کثرت بیان فرمائی اسی غرض سے کہ خوف مفرط کے صدمہ کا علاج اُس سے کیا جاوے جو باعث ناامیدی یا مرض وغیرہ اشیا کا ہو اسلیے کہ جو چیز کسی دوسری شے کے لیے مطلوب ہوتی ہی تو اسمین سے عمدہ وہی ہوتی ہی جس سے مقصود حاصل ہو اور جو مقصود تک نہ پہونچے یا اُس سے بڑھ جاوے تو وہ مذموم ہوتی ہی اور از انجا کہ خوف کا فائدہ بچنا اور پرہیز و تقوے کرنا اور مجاہدہ و عبادت و فکر و ذکر مین مشغول ہونا اور تمام اسباب خدا تعالی تک پہونچانے والون کا حاصل ہونا ہی اور انمین سے ہر ایک مر زندگی اور تندرستی اور سلامتی عقل پر موقوف ہی اسلیے کہ جو خوف کہ ان اسباب مین خلل انداز ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا اب اگر یہ کہو کہ جو شخص خوف خدا کرے اور خوف کے مارے مر جاوے تو وہ شہید ہوتا ہی تو ایسے شخص کا حال مذموم کیسے کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس شخص کے شہید ہونیکے معنی ہین کہ خوف کے باعث مرنے سے اسکو ایسا رتبہ ملیگا کہ اگر اسوقت مین خوف کے باعث نہ مرتا تو ویسا رتبہ نہ پاتا اسی نظر سے اسکو فضیلت ہی لیکن اگر فرض کرو کہ وہ زندہ رہتا اور بہت عمر پاتا اور خدا کی اطاعت اور سلوک راہ معرفت مین سرگرم رہتا تو اس حالت پر اسکی موت کو کسی طرح فضیلت نہین بلکہ یہان معاملہ اور ہی ہی کہ جو شخص فکر و مجاہدہ سے اللہ تعالی کی معرفت مین قدم مارتا ہی اور معارف کے درجات مین ترقی کرتا ہی اسکو ہر لحظہ رتبہ ایک شہید کا کیا بہت سے شہدا کا ملتا ہی اور اگر ایسا نہو تو لازم آویگا کہ جو لڑکا قتل ہو جاوے یا دیوانہ کہ اسکو کوئی درندہ چیر ڈالے اسکا رتبہ نبی اور ولی سے جو اپنی موت سے وفات پاوین افضل ہو حالانکہ یہ امر محال ہی پس ہرگز گمان نکرنا چاہیے کہ خوف سے مر جانا افضل ہی بلکہ افضل سعادت یہی ہی کہ طاعت الٰہی مین عمر زیادہ ہو تو جس خوف سے کہ عمر جاتی رہے یا عقل یا صحت مین فتور پڑے کہ اس سے زندگی بیکار ہو جاوے تو اسکو چند امور کی نسبت نقصان جاننا چاہیے گو اسکے بعض اقسام کو بعض امور کے اعتبار سے فضیلت ہو جیسے شہادت کو مثلاً فضیلت ایسی بات تو نہیں ہو جو اس سے کمتر ہین نہ انبیا اور صدیقین کے درجہ کی نسبت

بہرحال خوف اگر عمل میں کچھ اثر نکرے تو اسکا وجود و عدم مساوی ہے جیسا وہ کوڑا جس سے جانور اپنی چال نہ بڑھاوے اور اگر تاثیر کرے تو جسقدر اسکی تاثیر ظاہر ہوگی ویسا ہی اسکا درجہ ہوگا مثلاً اگر صرف خوف کے باعث مقتضائے شہوت ہی سے باز رہے تو صرف عفت کا درجہ ملیگا اور اگر خوف موجب ورع ہوگا تو پہلے کی نسبت زیادہ درجہ ہوگا اور سب سے بڑا درجہ یہ ہے کہ اسکا ثمرہ صدیقین کا درجہ ہو جاوے یعنی اپنے ظاہر و باطن کو خدا تعالیٰ کے غیر سے ہٹا دے یہانتک کہ غیر اللہ کی اسمیں گنجائش ہی نرہے یہ درجہ خوف کا نہایت محمود ہے اور یہ تندرستی اور عقل کی سلامتی کے ساتھ میسر ہوتا ہے پس اگر خوف اس درجہ سے بڑھ جاوے اور عقل خواہ صحت کو دور کردے تو اسکو مرض جاننا چاہیے اور اسکا علاج ضروری ہے اگر ہو سکے اور اگر یہ درجہ اچھا ہوتا تو اسباب رجا وغیرہ سے اسکا علاج کیا ضرور تھا کہ خوف نرہے اسی جہت سے حضرت سہل تستری آپنے ان مریدوں سے جو بہت دنوں فاقہ کرتے تھے فرمایا کرتے کہ اپنی عقلوں کی حفاظت کرتے رہنا اسلیے کہ خدا تعالیٰ کے اولیا میں سے کوئی شخص کم عقل نہیں ہوا

تیسرا بیان خوف کے اقسام بہ نسبت اس چیز کے جس سے خوف کیا جاتا ہے پہلے معلوم ہو چکا کہ خوف کسی بری بات کی توقع سے ہوتا ہے اور بری چیز دو طرح کی ہوتی ہے یا تو یہ کہ خود اپنی ذات سے بری ہو جیسے آتش دوزخ یا یہ کہ اسمیں یہ برائی ہو کہ ذریعہ دوسری بری چیز کا پڑتی ہو مثلاً گناہوں کو اس وجہ سے برا جانتے ہیں کہ آخرت میں انکے ذریعہ سے تکلیف ہوگی جیسے بیمار آدمی مضر میووں کو برا سمجھتا ہے اسلیے کہ وہ موت کا باعث ہوتے ہیں پس ہر خوف کرنیوالے کو ضرور ہے کہ اپنے نفس میں کوئی بات تکلیف دہ ان دونوں قسموں میں سے ٹھہرا لے اور اسکی توقع دل میں اتنی بڑھے کہ دل اسکی تکلیف کو سوچکر جلنے لگے اور خائفین کا حال باعتبار مکروہ کے بہر جہا جانے کے جدا جدا ہے اول فرقہ وہ لوگ ہیں جنکے دل پر ایسی چیز غالب ہوجاتی ہے جو بذات خود مکروہ نہیں ہوتی بلکہ کسی دوسری چیز کا مکروہ ہوتی ہے مثلاً بعضوں پر توبہ سے پیشتر مر جانے کا خوف ہوتا ہے اور بعضوں کو توبہ شکنی اور عہد شکنی کا اسی قسم کے خوف ہیں یہ خوف بھی داخل ہے کہ اس بات سے ڈرنا کہ حقوق الٰہی کے پورا کرنے کے لیے ہماری قوت ضعیف ہو یا دل کی نرمی کے جاتے رہنے اور سختی سے مبدل ہونیکا خوف یا استقامت سے ٹل جانے کا خوف یا اتباع شہوات میں عادات کے مستولی ہونے کا خوف یا اس بات سے ڈرنا کہ کہیں خدا تعالیٰ ہم کو ہمارے حسنات کے حوالہ کردے جن پر ہم کو بھروسا ہے اور بندوں میں انکے باعث ہماری عزت ہو یا کثرت نعمائے الٰہی سے اترانے کا ڈر یا اللہ کیطرف سے اعراض کرکے غیر اللہ کیطرف مشغول ہونیکا ڈر یا پے در پے نعمتوں کے آنے سے مہلت ملنے کا خوف یا طاعات کے مکر و فریب خدا کے حضور میں منکشف ہونے کا ڈر یا لوگوں کے باب میں جو کچھ غیبت اور خیانت اور کینہ اور بدمعاملگی کی ہے اسکی جزا کا خوف یا یہ ڈر کہ نہ معلوم بقیہ زندگی میں کیا کیا قصور پیش ہونگے یا گناہوں کی سزا دنیا میں ہونے اور موت سے پہلے رسوا ہونے کا خوف یا دنیا کی زیبایش سے دھوکے میں پڑ جانیکا خوف یا اپنے باطن پر غفلت کی حالت میں خدا تعالیٰ کے واقف ہونیکا ڈر یا موت کیوقت برا خاتمہ ہونیکا خوف یا اپنی تقدیر سابق ازلی کا خوف غرض اسطرح کے خوف عارفین کو ہوا کرتے ہیں اور ہر ایک خوف سے ایک فائدہ خاص ہے یعنے جس شے سے خوف ہوا اس سے آدمی بچا رہتا ہے مثلاً جو شخص اپنے اوپر کسی عادت کے پڑ جانے کا خوف کرتا ہوگا وہ اس عادت

مین اسکی درندگی اور قدرت اور حملے مین کچھ فرق نہین آتا پس حاصل مطلب حدیث کا یہ ہوا باقی رہا خوف خدا سو اسکی مثال اس سے
اعلے ہے وہ خود فرماتا ہے وللہ المثل الاعلی لیکن جس شخص نے کہ خدا تعالے کو جانا ہے اسنے مشاہدۂ باطنی سے جو کہ بہ نسبت مشاہدۂ ظاہری
کے قوی تر اور معتبر اور اظہر ہے جان لیا ہے کہ خداوند کریم نے حدیث قدسی مین درست فرمایا ہے ہولاء فی الجنة ولا ابالی وہولاء فی النار
ولا ابالی اس استغنا اور لاپروائی ہی مین ہیبت اور خوف کے موجبات کافی ہین دوسرا فرقہ خائفین کا ہے وہ ہے جنکے دلون مین
وہ باتین جم جاوین جو خود بری ہین مثلاً سکرات موت کا خوف یا سوال منکر نکیر کا یا عذاب قبر کا یا دہشت قبرون سے اٹھنے کی یا
ہیبت خدا تعالے کے سامنے کھڑے ہونے کی اور شرم پردہ فاش ہونے کی اور تنکے تنکے سے سوال ہونے کی یا خوف پل صراط
اور اسکی تیزی اور اسپر سے اترنے کا یا دوزخ کی آگ اور اسکے طوقون اور اہوال کا یا خوف جنت سے محروم ہونے کا جو
خانۂ عشرت اور سلطنت جاوید ہے یا خوف درجات کے کم ہونیکا یا خوف خدا تعالی سے حجاب ہونیکا اور یہ سب چیزین بذات خود
بری ہین تو بالضرور خوف کی چیزین ہین انمین بھی خوف کرنیوالونکا حال جدا ہے سب سے اعلے مرتبہ وہ لوگ ہین جنکو خوف
فراق یعنی خدا تعالے سے محجوب رہنے کا ہے یہ خوف عارفین کو ہوتا ہے اور جو خوف اس سے پہلے ہین وہ عابدین اور صلحا
اور زاہدین کو اور تمام عالمون کو ہوتے ہین اور جسکی معرفت کامل نہین ہوتی اور اسکی چشم بصیرت نہین کھلتی وہ لذت وصال سے
اور رنج فراق سے آگاہ نہین ہوتا اور جب اسکے سامنے کہا جاوے کہ عارف دوزخ سے نہین ڈرتا بلکہ حجاب سے ڈرتا ہے تو
واہین اسبات کو برا جانتا ہے اور تعجب سمجھتا ہے اور کبھی لذت دیدار الہی کا منکر ہی ہو جاتا ہے اگرچہ بوجہ شرع سے انکار جائز نہین اور سبب
زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر اسکا دل نہین مانتا کیونکہ اسکو تو صرف لذت شکم اور شرمگاہ اور آنکھ کی معلوم ہے کہ رنگ اچھے دیکھ لیے خوبصورت
لوگ دیکھ لیے غرض جو لذت کہ اس مین بہائم بھی شریک ہیون اسکو لذت جانتا ہے لذت عارفین کو نہین جانتا
جسکے واسطے مولانا روم فرماتے ہین شعر آدمی دید است باقی پوست است ؛ دید آن دیدہ کہ دید دوست است ؛
اور اس لذت کی تفصیل و شرح ان لوگون سے بیان کرنی جو اسکے اہل نہین حرام ہے اور جو لوگ اسکے اہل ہین انکو خود معلوم
ہو جاتا ہے اسبات کی حاجت نہین کہ کوئی دوسرا شخص انسے بیان کرے

چوتھا بیان خوف کی فضیلت اور اسکی رغبت دلانے مین جاننا چاہیے کہ خوف کی فضیلت ایک تو تامل اور قیاس سے
معلوم ہوتی ہے اور ایک آیات و احادیث سے تامل اور قیاس سے اسطرح کہ ہر ایک چیز کی فضیلت اسیقدر ہے جسقدر کہ وہ آخر
مین سعادت دیدار الہی تک پہونچانے مین مدد کرے کیونکہ سعادت کے سوا اور کچھ مطلب نہین اور بندے کی سعادت بجز دیدار
اپنے مولی اور اس سے قریب ہونے کے اور کیا ہوگی پس جو چیز کہ بندے کو اس سعادت پر اعانت دیگی تو جسقدر اعانت
کریگی اسیقدر اسکی فضیلت ہوگی اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سعادت دیدار سے آخرت مین بہرہ ور ہونا بدون حاصل کرنے اسکی
محبت اور انس کے دنیا مین ممکن نہین اور محبت بدون معرفت نہین ہوتی اور معرفت بے فکر نہین ملتی اور انس بدون محبت
اور ذکر دائمی کے نہین حاصل ہوتا اور ذکر کا مدام کرنا اور ہمیشہ فکر کرتے رہنا بدون دنیا کی محبت دل سے علیحدہ کرنے کے

نہین بنتا اور محبت دنیا دل سے بدون لذات وشہوات دنیاوی کے چھوڑے علیحدہ نہین ہوسکتی اور چھوڑنا شہوات کا بدون
انکی بیخ کنی کے ممکن نہین اور انکی بیخ کنی جیسے آتش خوف سے ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہین ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ
خوف وہ آگ ہے جس سے شہوتین جلجاتی ہین تو ضرور ہوا کہ اسکی فضیلت اسیقدر ہو جسقدر کہ یہ شہوت کو جلاتا اور گناہون سے
بچاتا اور طاعات کی ترغیب دیتا ہے اور یہ بات موافق اختلاف درجات خوف کے مختلف ہے چنانچہ پہلے گذرا اور خوف مین فضیلت
کیون نہوگی اسکے باعث تو عفت وورع اور تقوی اور مجاہدہ حاصل ہوتے ہین یہ سب کام فضیلت کے ہین اور عمدہ اور
خدا تعالی سے قریب کرنیوالے لیس جو چیز باعث ایسی عمدہ اور افضل باتون کی ہو تو قیاس سے یہی چاہتا ہے کہ وہ بھی
عمدہ اور افضل ہو اور احادیث اور آیات سے جسقدر خوف کے باب مین وارد ہین وہ زائد از حد ہین اسکی فضیلت اسیقدر بس ہے
کہ خدا تعالی نے ہدایت اور رحمت اور علم اور رضا جو اہل جنت کے کل مقام ہین ان چارونکو خائفین کے لیے تین آیتون مین
ارشاد فرمایا ہے چنانچہ ہدایت ورحمت کو اس آیت مین فرمایا وہدی ورحمة للذین ہم لربہم یرہبون اور علم کو اس آیت مین انما یخشی
اللہ من عبادہ العلماء اور رضا کو اس آیت مین رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ علاوہ ازین جو کچھ فضیلت علم مین وارد ہے اس سے
فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہے اسلیے کہ خوف ثمرہ علم کا ہے اسیواسطے حضرت موسی علیہ السلام کی حدیث مین مذکور ہے کہ جو خائفون
کا یہ حال ہوگا کہ انکو رفیق اعلے کا ساتھ ہوگا اور اس امر مین انکا شریک اور کوئی نہوگا تو اب دیکھنا چاہیے کہ رفیق اعلی کی ہمراہی
خاص انکے لیے کیسے فرمائی اسکی وجہ یہی ہے کہ خوف والے علما ہوتے ہین اور علما کو درجہ انبیا کی رفاقت کا ہے اسلیے کہ وہ وارث
انبیا ہین اور رفیق اعلی کی ہمراہی نبیون کو اور جو لوگ اسکے لواحق ہین سب ہی کو ہوگی اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کو آپکے مرض موت مین اختیار دیا گیا کہ خواہ آپ دنیا مین رہین خواہ خدا تعالے کے پاس چلے آوین تو آپ یہی
فرماتے ہین کہ اسئلک الرفیق الاعلے بہرحال اگر خوف کی اصل کیطرف نظر کرو تو علم ہے اور اگر اسکے ثمرہ کیطرف دیکھو تو ورع
وتقوی ہے اور جو کچھ ورع اور تقوی کے فضائل مین وارد ہوا ہے وہ ظاہر ہے یہانتک کہ خود عاقبت تقوی کے ساتھ مخصوص
ہوگئی ہے جیسے حمد مخصوص خدا تعالی سے ہے اور درود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح عاقبت کو خصوصیت تقوی کی
سے ہے یہانتک کہ یون لکھتے ہین الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة علی محمد وآلہ اجمعین اور تقوی کو خدا
تعالی نے اپنی ذات پاک کیواسطے خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی منکم اور تقوی
معنے اور پرہیز کے ہین کہ مقتضاے خوف کے باعث رکنے اور باز رہنے کا نام ہے اور اسیواسطے اسکی بزرگی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور اسی جہت سے خدا تعالی نے اولین اور آخرین سب کو وصیت تقوی کی فرمائی جیسا کہ فرمایا ولقد
وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ اور فرمایا وخافون ان کنتم مومنین اس آیت مین خوف کا ارشاد فرمایا اور اسکو ذکر
کیا یعنی صیغہ امر سے بیان فرمایا اور ایمان مین اسکی شرط لگادی اسی لحاظ کوئی مومن خوف سے علیحدہ نہین متصور ہوسکتا اگرچہ ایمان
مین خوف ضرور ہوگا کچھ تھوڑا یا کمزور ہوا اور خوف مین کمزوری اسیقدر ہوگی جسقدر معرفت اور ایمان مین کمزوری ہوگی اور آنحضرت

ان کی سب اور اوپر نکی اتقاکم نہین پہونچے انکا گوشت اور خون لیکن انکو پہونچتا ہے تمہارے دل کا تقوی ۱۲ م ۵ مقرر عزت اللہ کے یہان اسی کی بڑی ہے جسکو ادب بڑا ۱۲ ... کر رکھا ہے ہم نے پہلے کتاب والون کو اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے ۱۲ ... ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت تقویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ اولین و آخرین کو روز معلوم کے وعدے پر اکٹھا فرماویگا تو یکایک انکو ایک آواز آویگی جسکو دور والے اور پاس والے یکسان سنینگے اور وہ آواز یہ ہوگی کہ اے لوگو جب سے مین نے تمکو پیدا کیا اس روز سے آجتک مین چپکا رہا اب آج تم خاموش رہو تمہارے عمل تمہارے سامنے آتے ہین اے لوگو مین نے ایک نسب مقرر کیا تھا تمنے اور نسب بنایا میرے نسب کو پست جانا اور اپنے نسب کو عالی سمجھا مین تو کہا تھا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تمنے نہ مانا اور یہی کہا کہ فلان بن فلان زیادہ غنی ہے فلان سے تو آج مین تمہارے نسب کو نیچا کرونگا اور اپنے نسب کو اونچا متقی لوگ کہان ہین اسیوقت انکے جھنڈے اونچے ہونگے اور سب اسکے ساتھ ساتھ اپنے مکانون کے اندر جنت مین بحساب چلے جاوینگے اور ایک حدیث شریف مین ہے راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنے حکمت کی اصل خوف الٰہی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو ارشاد فرمایا کہ اگر تم کو منظور ہو کہ مجھسے ملو تو بعد میرے خوف بہت کیا کرنا اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے خوف اسکو ہر طرح کی بہتری سوجھا دیتا ہے۔ اور حضرت شبلی فرماتے ہین کہ جب مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون تو میرے سامنے ایک دروازہ حکمت و عبرت کا ایسا کھلجاتا ہے جو مین نے کبھی نہ دیکھا ہوا اور یحییٰ بن معاذ رح کا قول ہے کہ جو مومن کچھ خطا کرتا ہے اسکے پیچھے دو نیکیاں ہوتی ہین اول عذاب کا خوف دوم معاف ہونے کی توقع تو وہ برائی ان دونون خوف و رجا کے درمیان ایسی ہوجاتی ہے جیسے دو شیرون مین لومڑی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیث مین ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے روز ارشاد فرماویگا کہ کوئی شخص ایسا نہین رہیگا جسکا حساب مین نکرون اور اسکے عمل کی تفتیش نہ بجالاؤن بجز اہل ورع کے کہ انسے مجھکو شرم آتی ہے اور انکی قدر اسبات سے زیادہ ہے کہ انکو حساب لینے کیواسطے کھڑا کرون اور یہ دونون چیزین یعنی ورع اور تقویٰ الفاظ ہین کہ ایسے معانی سے مشتق ہین جنمین خوف کی شرط ہے اگر خوف سے یہ دونون خالی ہون تو انکا نام ورع اور تقویٰ نہوگا اور اسیطرح جو اخبار کہ فضیلت ذکر مین وارد ہین ظاہر ہین انکو بھی اللہ تعالیٰ نے مخصوص خائفین سے کیا ہے چنانچہ فرمایا سیذکر من یخشی اور فرمایا و لمن خاف مقام ربہ جنتان اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ مین اپنے بندے پر دو خوف جمع نکرونگا نہ دو امن اگر دنیا مین مجھسے امون اور نڈر رہیگا تو قیامت مین اسکو ڈراؤنگا اور اگر دنیا مین مجھسے خوف کریگا تو قیامت مین امن اور بیخوفی دونگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ من خاف اللہ تعالیٰ خافہ کل شیٔ و من خاف غیر اللہ خوفہ اللہ من کل شیٔ اور دوسری حدیث شریف مین فرمایا اتمکم عقلا اشدکم خوفا للہ تعالیٰ و احسنکم فیما امر اللہ تعالیٰ و نہی عنہ نظرا اور حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ بیچارہ انسان اگر آتش دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا افلاس سے ڈرتا ہے تو جنت مین داخل ہوتا اور حضرت ذوالنون فرماتے ہین کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اسکا دل نرم ہوجاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے محبت پختہ ہوجاتی ہے اور عقل درست ہوجاتی ہے اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ خوف رجا کی نسبت زیادہ چاہیے اسلیئے کہ جب رجا غالب ہوتی ہے تو دل پریشان ہوجاتا ہے اور ابو الحسین

لہ طبرانی در اوسط و حاکم در مستدرک بروایت ابو ہریرہ بسند ضعیف ۱۲ ۳ ح بیہقی در شعب بروایت ابن مسعود اور اسکو ضعیف کہا ہے ۱۲ ۳ ح اسکی اصل مجھے نہین ملی ۱۲ انکا سمجھ جاویگا جسکو ڈر ہوگا ۱۲ اور جو کوئی ڈرا کھڑا ہونے سے اپنے رب کے آگے اسکو ہین دو باغ ۱۲ ۶ ح ابن حبان و بیہقی در شعب بروایت ابو ہریرہ ۱۲ ۷ ح جو شخص

تابیا کہا کرتے کہ سعادت کی پہچان یہ ہو کہ بدبختی کا خوف آدمی کو ہو اسلیے کہ خوف بندے کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک باگ ہے
جب وہ جاتی رہتی ہو تو بندہ تباہ ہو جاتا ہو اور کسی نے حضرت یحییٰ بن معاذؒ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ قیامت مین بیخوف
کون ہوگا انھون نے فرمایا کہ جو دنیا مین سب سے زیادہ خوف رکھتا ہو اور حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ جبتک آدمی حلال نہ
کھاویگا خوف اسکو حاصل نہوگا اور حضرت حسنؒ سے بعض لوگون نے کہا کہ ہم کیا علاج کرین ہم ایسے لوگون مین بیٹھتے ہین کہ
وہ ہمکو اتنا ڈراتے ہین کہ ہمارے دل گویا اوڑنے لگتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکو خوب جان لو کہ ایسے لوگون مین بیٹھنا کہ وہ تم کو
ڈراوین یہانتک کہ تمکو امن پہونچ جاوے اس سے بہتر ہو کہ تم ایسون کے ساتھ بیٹھو کہ وہ تمکو بیخوف کرتے رہین اور تمکو ایکدفعہ ہی خوف
آدباوے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جس دل سے خوف علیحدہ ہوتا ہو وہ خراب ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہ رضی
فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس آیت مین والذین یؤتون ما آتوا وقلوبہم
وجلۃ سے وہ آدمی مراد ہین جو چوری کرتے ہین یا زنا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ وہ لوگ مراد ہین کہ نماز و روزہ ادا کرتے
ہین اور صدقہ دیتے ہین اور اس بات سے ڈرتے ہین کہ کہین غیر مقبول نہو اور جو سختیان اور مذمت کہ خدا تعالیٰ کے
عذاب و مکر سے بیخوف رہنے کے باب مین وارد ہین وہ بھی سب خوف کی خوبی پر دال ہین اسواسطے کہ کسی چیز کی مذمت کرنے سے
خوبی اسکی ضد کی ہوا کرتی ہو اور امن ضد ہو خوف کی جیسے کہ رجا ضد ہو یاس کی تو جیسے ناامیدی کی برائی سے رجا کی فضیلت معلوم
ہوتی تھی ایسی ہی امن کی مذمت سے خوف کی فضیلت معلوم ہوتی ہو بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو کچھ رجا کی فضیلت مین آیا ہو وہ بھی خوف
کی فضیلت پر دال ہو کیونکہ رجا اور خوف ایک دوسرے کے ساتھ ہی ہوتی ہین اسلیے کہ جو شخص کسی محبوب کا متوقع ہوگا تو ضرور ہو
کہ اسکے نہ ملنے کا خوف بھی اسکو ہو اور اگر نہ ملنے کا خوف نہوگا تو اس شے سے محبت نہین رکھتا ہوگا تو ہمکا انتظار کا توقع کے
طور پر نکریگا بہر حال خوف اور رجا لازم و ملزوم ہین کہ ایک کا جدا ہونا دوسرے سے محال ہو ہان یہ ہوسکتا ہو کہ دونون اکٹھے ہون
اور ایک کو دوسرے پر غلبہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلب انمین سے ایک ہی کے ساتھ مشغول ہو اور اسوقت دوسرے
کیطرف غفلت کے باعث التفات نکرے اور ان دونون کے لزوم کیوجہ یہ ہو کہ رجا اور خوف دونون کی شرط یہ ہو کہ جس چیز مین
شک ہو اس سے متعلق ہون اسلیے کہ معلوم چیز کی نہ رجا کیجاتی ہو نہ خوف اب اگر محبوب چیز کو خیال کرو تو جس چیز کا وجود ہوسکتا ہو اسکا
عدم بھی ممکن ہو پس اگر محبوب کا وجود فرض کیا جاوے تو اس سے دل کو راحت ہوگی اور اسیکا نام رجا ہو اور اگر اسکا عدم فرض کریگا
تو دل کو صدمہ ہوگا اور اسیکا نام خوف ہو اور ظاہر ہو کہ یہ دونون صورتین ایک دوسرے کی ضد ہین بشرطیکہ وہ امر جسکی تاک ہو
مشکوک ہو ہان یہ ہوتا ہو کہ شک کی دونون طرفون مین سے بعض اوقات ایک کو بعض اسباب کے موجود ہونے سے دوسری پر
ترجیح ہو جاتی ہو اور اسکا نام ظن ہو اور اسی ظن کے باعث رجا و خوف کو ایک دوسرے پر غلبہ ہو جاتا ہو یعنی جب ظن پر وجود محبوب کا غالب
ہوتا ہو تو رجا کو غلبہ اور قوت ہوتی ہو اور خوف چھپ جاتا ہو اور اسکی نسبت کر گویا نہین رہتا اسیطرح اگر ظن پر عدم محبوب کا غلبہ
ہوتا ہو تو خوف کی قوت کے سامنے رجا دب جاتی ہو بہر حال نہین لزوم پایا جاتا ہو اسلیے خدا تعالیٰ نے دونون کو ایسے ساتھ

ارشاد فرمایا ویدعوننا رغبا و رہبا اور فرمایا یدعون ربہم خوفا و طمعا اور یہین لحاظ عرب بھی خوف کو رجا سے تعبیر کرتے ہین جیسے آیت مین مالکم لا ترجون للہ وقارا کہ لا ترجون کے معنی لا تخافون ہین اور قرآن مجید مین اکثر جا رجا معنی خوف آیا ہے اور وجہ یہی ہے کہ دونون لازم اور ملزوم ہین اور عادت اہل عرب کی ہے کہ ایک لفظ بولین اور اس سے اسکا لازم خواہ ملزوم مراد لین ایسا ہی رجا کے لفظ سے خوف مراد لینا ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ جو خوبی خوف کے باعث رونے مین ہے تو اس سے بھی خوبی خوف ہی کی معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ رونا خوف کا نتیجہ ہے اللہ تعالی فرماتا ہے فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا اور فرمایا یبکون ویزیدہم خشوعا افمن ہذا الحدیث تعجبون وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون اور رونے کے فضائل سے احادیث مملو ہین چنانچہ ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایماندار ایسا نہین کہ اسکی آنکھ سے کوئی آنسو گرچہ مکھی کے سر کی برابر ہی کیون نہو خدا کے خوف سے بہکر رخسار پر کچھ روان ہو اور پھر اسکو خداے تعالی آتش جہنم حرام نکرے اور خنک آنکو نکو کاری گرفت ؛ زدر را گذاشتن زاری گرفت ؛ اور دوسری حدیث مین فرمایا جب ایماندار کے دل پر خدا تعالی کے خوف سے لرزہ پڑ جاتا ہے تو اسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہین اور ایک حدیث مین فرمایا لا یلج النار احد بکی من خشیۃ اللہ حتی یعود اللبن فی الضرع اور حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہین کہ انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ اور گھر سے باہر مت نکل اور اپنی خطا پر رویا کر ؎ گر نباشد برق دل ندا برد و چشم کے نشنید آتش تہدید و خشم ؛ اور حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت مین سے کوئی شخص بے حساب بھی جنت مین داخل ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہان جو شخص اپنے گناہون کو یاد کرکے روئیگا وہ بے حساب جنت مین جاویگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ خدا تعالی کے نزدیک دو قطرون سے زیادہ اچھا کوئی قطرہ نہین ایک قطرہ آنسو کا جو خدا تعالی کے خوف سے نکلے اور ایک قطرہ خون کا جو خدا کی راہ مین بدن سے گرے ؎ اشک کان از بہر او بارند خلق ؛ گوہر است و اشک پندارند خلق ؛ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے اللہم ارزقنی عینین ہطالتین تشفیان بذروف الدمع قبل ان تصیر الدموع دما والاضراس جمرا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہین جنکو خدا تعالی اس روز سایہ مین رکھے گا جس روز سوا اسکے سایہ کے اور کوئی سایہ نہوگا اور انمین سے ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ ایک وہ ہوگا جو خدا تعالی کو تنہائی مین یاد کرکے روئے اور حضرت ابو بکر صدیق کا قول ہے کہ جو شخص روسکے وہ روئے اور جس سے نہوسکے وہ رونی صورت بناوے اور حضرت محمد بن منکدر جب روتے تو اپنے چہرے اور ریش پر آنسو مل لیتے اور فرماتے کہ مجھکو خبر پہونچی ہے کہ جسجگہ آنسو لگجاوینگے وہان آتش دوزخ نہ پہونچیگی اور حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہین کہ گریہ کرو اور اگر گریہ نکرو تو رونے کی سی صورت بناؤ اسلیے کہ اگر تم

۱۰ ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ ۱۲ ۱۱ ابو نعیم بروایت ... ۱۲ ... ۱۳ ترمذی بروایت ابو امامہ اور کہا ہے کہ غریب ہے ۱۲ ... الہی مجھکو دو آنکھین کثرت سے پانی بہانے والی روزی کر ... [illegible]

مین سے کوئی حقیقت امر جان لے تو اتنا چیخے کہ دم بند ہوجاوے اور اتنی نماز پڑھے کہ کمر ٹوٹ جاوے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح
فرماتے ہین کہ جس کسی کی آنکھ آنسوؤن سے ڈبڈباوے گی اسکے چہرے پر غبار اور ذلت قیامت کو نہ آوے گی اور اگر اسکے آنسو بہینگے
تو اول ہی قطرے سے بہت سی آگ کے سمندر سرد ہوجاوینگے اور اگر کوئی شخص کسی جماعت مین روویگا تو اس جماعت کو عذاب
نہوگا اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ رونا خوف سے ہوتا ہے اور رجا طرب شوق سے اور حضرت کعب احبار رض فرماتے ہین کہ بخدا مجھکو
خدا کے خوف سے اسقدر رونا کہ آنسو میرے رخسار پر بہ نکلین اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ خیرات
کرون اور حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ میرے نزدیک میری آنکھ سے ایک آنسو کا نکلنا ہزار دینار کی خیرات دینے
سے اچھا ہے اور حضرت حنظلہ رض سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ ہم ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھے
آپ نے ہمکو ایسی نصیحت کی کہ اس سے دل نرم ہوگئے اور آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور اپنے نفسون کو ہمنے جان لیا پھر جب
مین اپنے گھر آیا تو گھر والے میرے پاس آے اور دنیا کی باتین ہم دونون مین جاری ہوئین یہانتک کہ وہ حال جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا وہ مجھ کو یاد نرہا اور دنیا مین جا پڑا پھر مجھکو یاد ہوا تو اپنے دل مین مین نے کہا کہ مین منافق ہوگیا
اس جہت سے کہ جو خوف و رقت مجھکو تھی وہ حال نرہا اس خیال مین مین گھر سے باہر نکلا اور پکار کر کہنے لگا کہ حنظلہ منافق ہوگیا
اتنے مین حضرت ابو بکر صدیق مجھکو سامنے سے ملے اور انھون نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہین ہوا مین آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور زبان سے یہی کہتا تھا کہ حنظلہ منافق ہوگیا آپ نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہین ہوا مین نے
عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم آپکے پاس تھے آپ نے ہمکو ایسا وعظ سنایا جس سے دلون پر ترس چھا گیا اور آنکھون سے آنسو
روان ہوے اور اپنے نفسون کی ہمکو اطلاع ہوگئی مگر جب مین اپنے گھر گیا اور دنیا کی باتین شروع کین تو وہ سب کیفیت بھول
گیا جو آپ کے سامنے تھی آپ نے فرمایا کہ اے حنظلہ اگر تم ہمیشہ اسی حال پر رہو تو تم سے فرشتے راستون مین اور تمہارے بسترون
پر مصافحہ کرین مگر ہر ایک بات کے لیے ایک وقت ہے خلاصہ یہ کہ جو باتین کہ رجا اور گریہ کی خوبی مین اور تقوی اور ورع کی فضیلت
مین اور علم کی بہتری اور امن کی برائی مین وارد ہین وہ سب خوف کی خوبی پر دلالت کرتی ہین اسلیے کہ ان سب اشیا کو تعلق خوف
سے ہے بعضے تو خوف کا سبب ہین اور بعض کا سبب خود خوف ہے

پانچوان بیان اس امر کا کہ غلبہ خوف افضل ہے یا غلبہ رجا یا دونون کا اعتدال جاننا چاہیے کہ خوف و رجا کی فضیلت مین اخبار
بہت وارد ہین اور بہین لحاظ ناظر کو شک ہوتا ہے کہ ان دونون مین سے افضل کونسا ہے اور مطلق پوچھنا کہ خوف افضل ہے یا
رجا قول فاسد ہے اور ایسا ہے جیسے کوئی پوچھے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی اور اسکا جواب یہی ہوگا کہ بھوکے کے لیے روٹی افضل ہے
اور پیاسے کو پانی اور اگر بھوک اور پیاس دونون کسی شخص کو ہون تو ان دونون مین سے جونسی غالب ہوگی اسیکا اعتبار ہوگا یعنی اگر
بھوک غالب ہوگی تو روٹی افضل ہوگی اور اگر پیاس زیادہ ہوگی تو پانی اور اگر دونون مساوی ہون تو روٹی اور پانی بھی مساوی
ہونگے اسلیے کہ جو چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اسکی خوبی اسی مقصود کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ خود اپنی ذات کے لحاظ

سے اندازا نجا کہ خوف ورجا دو دوا ہین جنسے دلون کا علاج ہوتا ہے تو انکی خوبی اسیقدر ہوگی جسقدر روگ موجود ہوگا پس اگر دل پر
مرض بیخوف ہونیکا خدا کے عذاب سے اور مغرور ہونے کا اشد ہوگا تو اس صورت مین خوف افضل ہوگا اور اگر دل پر یاس اور
قنوط غالب ہوگا تو رجا افضل ہوگی اسیطرح اگر بندے پر گناہ کا غلبہ ہو تو بھی خوف افضل ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ یون کہین کہ
خوف مطلقاً افضل ہے جیسے کہ سکتے ہین کہ روٹی سکنجبین سے بہتر ہے اسواسطے کہ روٹی سے بھوک کا علاج ہوتا ہے اور سکنجبین سے صفرا
کا مگر بھوک کا مرض بہت ہے اسلیے روٹی کی حاجت بہت ہے تو وہی افضل ہے اسی اعتبار سے غلبۂ خوف بھی افضل ہے کیونکہ گناہ اور مغالطہ
کھانا خلق مین بہت پایا جاتا ہے اور اگر خوف ورجا کے مطلع کو دیکھین تو رجا افضل ہے اسواسطے کہ رجا کا منبع بحر رحمت ہے اور خوف کا
بحر غضب اور جو شخص کہ صفات الٰہی مین سے ایسے صفات پر لحاظ رکھیگا جو مقتضی لطف ورحمت کے ہون اسپر محبت غالب
ہوگی جسکے بعد کوئی اور مقام نہین اور خوف کا موجب یہ ہوتا ہے کہ توجہ ایسے صفات الٰہی کیطرف ہوتی ہے جو مقتضی درشتی کی ہون
تو اس التفات مین محبت کا میل اتنا نہین ہوتا جتنا رجا مین ہوتا ہے بہر حال جو شے غیر کیلیے مطلوب ہوتی ہے اسمین مناسب یہ ہے کہ
لفظ اصلح مستعمل ہو نہ لفظ افضل اس بنا پر ہم کہتے ہین کہ اکثر خلق کے حق مین رجا کی نسبت خوف اصلح ہے اسوجہ سے کہ معاصی اکثر پر غالب
ہین مگر متقی شخص جسنے گناہ ظاہری و باطنی چھوڑ دیے ہون تو اسکے حق مین اصلح یہ ہے کہ خوف ورجا اعتدال کے ساتھ ہم پلہ
رہین اور اسیواسطے یہ قول مشہور ہے کہ اگر مومن کے خوف ورجا تولے جاوین تو دونون برابر اترین اور روایت ہے حضرت
علی رضؓ نے اپنے کسی بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا خدا سے اتنا ڈر کہ اگر بالفرض تو اسکے پاس تمام روے زمین کے باشندون کی حسنات
لیجاوے تو تجھسے پذیرا نکرے اور رجا بھی ایسی کر کہ اگر تمام لوگون کی برائیان تو اسکے پاس لیکر جاوے تو وہ تجھکو بخشدے اور
اسیواسطے حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض یون ندا ہو کہ ایک آدمی کے سوا سب لوگ دوزخ مین جاوینگے تو مین یہی رجا
کرون کہ وہ اکیلا مین ہی ہون اور اگر بہ تقدیر یون پکارا جاوے کہ سب لوگ جنت مین جاوینگے صرف ایک آدمی نجاویگا تو مجھکو
یہ خوف ہو کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور یہ نہایت خوف ورجا کا درجہ ہے کہ دونون اعتدال پر بھی ہین اور غلبہ اور استیلا بھی برابر
برابر ہے لیکن حضرت عمرؓ ہی کے خوف ورجا برابر ہین گناہگار آدمی کو جب یہ گمان ہو کہ دوزخ سے مستثنیٰ لوگون مین مین ہی ہونگا تو یہ
صورت اسکے مغالطہ کھانے کی ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمرؓ جیسے شخص کے لیے خوف ورجا کا برابر ہونا نہین چاہیے بلکہ رجا
کا غلبہ چاہیے جیسا کہ شروع باب رجا مین گذرا کہ قوت رجا بقدر قوت اسباب کے ہوا کرتی ہے چنانچہ اسکی مثال تخم اور زراعت مین بیان
ہوئی اور ظاہر ہے کہ جو شخص عمدہ بیج کو صاف زمین مین ڈالے اور ہمیشہ خبرگیری کرے اور جو شرطین زراعت کی ہین سب کو ادا کرے
تو ایسے شخص کے دل پر رجا ہی کا غلبہ ہوگا اسکا خوف رجا کے برابر ہرگز نہوگا پس اسیطرح حال متقیون کا ہونا چاہیے تو اسکا
جواب یہ ہے کہ جو شخص الفاظ اور مثالون سے کسی چیز کی معرفت حاصل کرتا ہے اسکو اکثر لغزش ہوتی ہے تو جو مثال ہم اوپر لکھ آئے
ہین وہ ہر وجہ سے مطابق اس امر خاص کے نہین جسکو ہم لکھ رہے ہین کیونکہ سبب غلبۂ رجا کا علم ہوتا ہے جو تجربہ سے حاصل ہوتا
ہے پس مثال زراعت مین تجربہ سے زمین کا اچھا اور صاف ہونا اور بیج کا عمدہ ہونا اور ہوا کی درستی اور صواعق مہلکہ کی قلت اسے

سرزمین مین معلوم ہوسکتی ہی بخلاف مسلۂ مذکورہ کے کہ وہان بیج کا امتحان نہین ہوا اور ایک اجنبی زمین مین ڈالدیا اور ڈالنے والے نے اسکی نہ خبر لی نہ جانچا اور نہ اسکو یہ معلوم کہ اس سرزمین مین صواعق زیادہ ہوتی ہین یا کم تو ایسے کسان کی رجا خوف پر زیادہ نہین ہوسکتی گو اپنی تمام کوشش اور تدبیر کر چکے مسئلہ سابق مین تخم ایمان ہی اور اسکے عمدہ اور سالم ہونے کی شرطین باریک ہین اور زمین اس تخم کے لیے دل ہی جسکی پوشیدہ خباثتین اور صفات یعنی شرک خفی اور نفاق اور ریا اور پوشیدہ عادتین بہت ہی دقیق ہین اور آفات اس زمین کی شہوات ہین اور دنیا کی زیبایش اور دلکا آئندہ کو اسکی طرف ملتفت ہوجانا گو سردست نہو اور انمین سے بھی کوئی ایسی بات نہین جسکو تجربہ سے معلوم کیا جاوے اسلیے کہ کبھی ایسے اسباب پیش آتے ہین کہ جنکی مخالفت تاب بشر سے خارج ہوتی ہی اور اس سے جیسے امر کا امتحان کبھی نہین ہوا ہوتا اور صواعق مزرعۂ دل کے لیے سکرات موت کے اہوال اور اسوقت اعتقاد کا متزلزل ہونا ہی اور یہ بھی ایسی ہی چیز ہی کہ جسکا تجربہ نہین ہوا پھر اس کھیت کے کٹنے اور کٹنے کا وقت وہ ہی کہ قیامت سے پھر کر جنت مین جاوے اسکا بھی تجربہ نہین ہی پس جو شخص کہ ان امور کے حقائق کو جانتا ہی تو وہ اگر دلکا ضعیف اور کچا ہوتا ہی تو اسپر خوف بہ نسبت رجا کے زیادہ ہوجاتا ہی چنانچہ اسیطرح بعض کا حال صحابہ و تابعین سے عنقریب مذکور ہوگا اور اگر دل کا قوی اور پکا اور معرفت مین کامل ہوتا ہی تو اسکا خوف ورجا دونون برابر ہوتے ہین یہ نہین کہ رجا کو غلبہ ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دل کی تفتیش مین بہت مبالغہ کرتے تھے یہانتک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کرتے کہ تم کو کچھ مجھ مین آثار نفاق کے معلوم ہوتے ہین یا نہین اور وجہ انسے پوچھنے کی یہ تھی کہ انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے پہچاننے کے لیے مخصوص فرمادیا تھا اب کون ایسا ہی کہ اپنے دلکو پوشیدہ نفاق اور شرک خفی سے بچاوے اور اگر اپنے زعم مین سمجھ لے کہ میرا دل صاف ہی تو خدا تعالی کے مکر سے کہان سے بچیگا ہوسکتا ہی کہ اسکے حال کو مشتبہ کردیا ہو اور واقع مین حال کچھ اور ہو اور اسکو کچھ اور طرح پر اعتقاد ہوا اپنے عیب نہ سوجھتے ہون اور اگر بالفرض صفائی دلی قطعاً حاصل ہو اور شبہ کو اعتقاد بھی اسی کے بموجب ہو تو یہ کہان سے جان لیا کہ اسیطرح کا حال حسن خاتمہ تک رہیگا حالانکہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آدمی اہل جنت کے سے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہی یہانتک کہ اسمین اور دوزخ مین صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہجاتا ہی اور بعض روایات مین مقدار فواق آیا ہی یعنی دودھ نکالنے کے وقت دو دفعہ دوہنے کے بیچ مین جتنا وقت ہوتا ہی اسیقدر زمانہ جنت اور اس شخص مین رہجاتا ہی مگر نوشتۂ ازلی سبقت کرتا ہی اور خاتمہ اسکا دوزخیون کے عمل پر ہوتا ہی اب ظاہر ہی کہ ایسے تھوڑے زمانہ مین آدمی کوئی عمل اعضا سے تو کر ہی نہین سکتا ہی البتہ دل مین خلجان وسوسہ کا اتنی دیر مین ہوسکتا ہی پس اگر موت کیوقت ایسا ہی وسوسہ آجاوے تو سب کمائی برباد ہوجاویگی اور خاتمہ برا ہوگا اس سے بیخوف ہونا کسطرح ہوسکتا ہی حاصل یہ کہ انتہا غایت ایماندار کی یہ ہی کہ خوف ورجا دونون مساوی ہون اور اکثر لوگون مین رجا کا غالب ہونا دلیل مغالطے مین پڑنے اور معرفت کم ہونے کی ہی اور اسیواسطے خدا تعالی نے جو اپنے اچھے بندون کے اوصاف ذکر فرمائے انمین ان دونون کو ایک ساتھ ذکر کیا اور فرمایا یدعون ربہم خوفاً وطمعاً اور فرمایا ویدعوننا رغباً ورہباً مگر حضرت عمر جیسے آدمی کہان جنکے لیے خوف ورجا برابر ہو

اسلیے جو لوگ اب موجود ہین انکے حق مین مناسب اور اصلح خوف کا غلبہ ہے بشرطیکہ خوف کے مارے پاس نہ چھا جاوے کہ مغفرت
تو ہونے کی نہین عمل کرنا بھی فضول ہے اور اس خیال سے تارک عمل ہو جاوے اور گناہون مین ڈوبا رہے ایسی صورت
کو قنوط کہتے ہین اسکا نام خوف نہین کیونکہ خوف وہی ہے جس سے ترغیب عمل کی ہو اور تمام شہوات کدورت آمیز معلوم ہون
اور میل جانب دنیا نہ رہے یہ نہین کہ دل مین تو خوف وسوسہ کیطرح گذر گیا مگر اثر اسکا برائی سے روکنا یا بھلائی پر ترغیب دینا
کچھ بھی نہوا اور نہ یاس کا نام خوف ہے جو موجب آس ٹوٹنے کی ہے حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالیٰ کی عبادت
صرف خوف سے کریگا وہ فکر کے سمندرون مین ڈوب جاویگا اور جو کوئی اسکی عبادت محض رجا سے کریگا تو وادی مغالطہ
مین سرگشتہ رہیگا اور اگر خوف ورجا دونون کے ساتھ عبادت کریگا تو طریق ذکر مین مستقیم رہیگا اور مکحول دمشقی رح فرماتے ہین کہ
جو شخص عبادت آلہی خوف سے کرتا ہے وہ خارجی ہے اور جو شخص رجا کے ساتھ عبادت کرے وہ مرجیہ ہے اور جو صرف محبت کے باعث عبادت
کرے وہ زندیق ہے مگر جو شخص خوف اور رجا اور محبت تینون سے عبادت کریگا وہ موحد ہے اس سے معلوم ہوا کہ جمع رہنا تو ان سب کا ضروری
ہے مگر اصلح اور مناسب خوف کا غلبہ ہے جبتک کہ موت سامنے نہ آوے اور مرنے کے وقت غلبہ رجا کا مناسب تر ہے اور توقع حسن ظن
زیبا اسلیے کہ خوف تو قائم مقام کوڑے کے ہے جو عمل پر آمادہ کیا کرتا ہے اور نزع کی صورت مین وقت عمل تو گذر گیا سکرات موت مین
بستر سے کچھ عمل نہین ہو سکتا نہ لوازم خوف کی برداشت کر سکتا ہے اسلیے کہ اس سے تو اور زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور رگ کا قرنا آج
مرجاتا ہے ہان رجا کی صورت مین دلکو تقویت ہوتی ہے اور جس ذات پاک سے رجا ہوتی ہے اسکی محبت دلمین سماتی ہے اور آدمی کو یہی
مناسب بھی ہے کہ جب دنیا سے کوچ کرے تو محبت آلہی مین ہی سفر کرے تاکہ خدا کی ملاقات بھی اچھی معلوم ہو کیونکہ جو شخص خدا سے ملنا
اچھا جانتا ہے خداے تعالےٰ اس سے ملنا اچھا جانتا ہے اور یہ صورت رجا مین بن سکتی ہے اسلیے کہ محبت رجا سے ملی ہوئی ہے غرضکہ جو
شخص اسکے کرم کا راجی ہوگا وہ محبوب ہوگا اور تمام علوم اور اعمال سے غرض معرفت آلہی ہے یہانتک کہ معرفت سے محبت
پیدا ہوجاوے کیونکہ انجام کو اسی کیطرف جانا ہے اور مرنے کے بعد اسی تک آنا اور جو شخص اپنے محبوب کے پاس آتا ہے تو بمقدار
محبت اسکی خوشی ہوتی ہے اور اگر جدا ہوتا ہے تو اسیقدر رنج و عذاب بھی ہوتا ہے پس اگر مرنے کے وقت دلپر محبت زن و فرزند
اور مال اور مسکن اور اراضی اور رفقا و احباب کی غالب ہوگی تو یہ شخص ایسا ہوگا کہ اسکی سب محبوب چیزین دنیا ہی مین تھین تو دنیا
مین اسکی جنت تھی اسواسطے کہ جنت اسی مقام کا نام ہے جسمین سب خاطر خواہ چیزین موجود ہون تو ایسے شخص کا مرنا گویا جنت
مین سے نکلنا اور اسکی خواہش کی چیزون مین اور اسمین حجاب پڑجانا ہے اور ظاہر ہے کہ آدمی کی خواہش کی اشیا مین حجاب پڑجانا
بڑا سخت ہوتا ہے اسلیے ایسے شخص کو مرنا بڑی مصیبت ہے مگر جس شخص کا محبوب سوا خداے تعالےٰ اور اسکے ذکر اور معرفت اور فکر
کے اور کچھ نہین اور دنیا اور اسکے علائق ہارج اوقات ہین تو ایسے کے حق مین دنیا قیدخانہ ہے اسواسطے قیدخانہ ہی کو کہتے ہین جس مین
قیدی اپنی دل چاہتی بات سے راحت نہ لینے پاوے پس ایسے کے لیے مرنا گویا قید سے چھوٹنا ہے اور اپنے محبوب کے
پاس آنا ہے اور قید سے چھٹنے مین جو حال قیدی کا ہوتا ہے اور جس شخص کو اپنے محبوب کا وصال بلا مزاحم میسر آتا ہے اسکی کیفیت معلوم

ہے اسی سے قیاس کرنا چاہیے کہ اس شخص کو کیسی خوشی ہوتی ہوگی اور یہ ثواب وعقاب وہ ہے جو بعد موت کے آدمی کو پہلے پہل ملتا ہے اسمین نہ اس ثواب کا ذکر ہے جو خداے تعالی نے اپنے نیک بندون کے لیے رکھ چھوڑا ہے جو نہ آنکھون نے دیکھا نہ کانون سنا نہ کسی بشر کے دل پر گذرا اور نہ اسمین وہ عذاب شامل ہے جو اللہ تعالی نے ان لوگون کیواسطے تیار کر رکھا ہے جو زندگی دنیا کو آخرت کی نسبت اچھا جانتے ہین اور اسی پر راضی اور تسلی سے بیٹھے ہین اور وہ عذاب طرح طرح کا وبال اور زنجیرین اور طوق اور انواع واقسام کی ذلت ورسوائی ہے ہم خداے تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ اللہ تعالی ہمکو مسلمان اٹھاوے اور صلحا مین ملا دیوے اور اس دعا کے قبول ہونے کی طمع بجز حاصل کرنے محبت الہی کے نہین اور حصول محبت الہی کی سبیل بدون نکالنے غیر اللہ کی محبت کے دل سے اور جتنے علاقے سوا خداے تعالی کے ہین مال وجاہ اور وطن وغیرہ انکے قطع کرنے کے نہین ہے پس ہوتی تو بہتر ہے کہ ہم وہ دعا مانگین جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے چنانچہ آپنے فرمایا اللہم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب ما یقربنی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد خلاصہ یہ کہ موت کیوقت غلبہ رجا کا مناسب ہے اسواسطے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور موت سے پیشتر غلبہ خوف کا مناسب ہے کیونکہ اس سے خوبی شہوات کی آگ بجھ جاتی ہے اور دل سے محبت دنیا کا استیصال اچھی طرح ہو جاتا ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یموتن احدکم الا وہو یحسن الظن بربہ اور حدیث قدسی مین ہے کہ انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء اور جب کہ حضرت سلیمان تیمی کی وفات قریب ہوئی تو اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ مجھسے رجاؤن کا ذکر کرو اور جبتک میرا وصال ہو رجا کا بیان کرتے رہو کہ مین خدا سے حسن ظن کے ساتھ ملون اور جب حضرت سفیان ثوری کو نزع کا عالم ہوا اور خوف بہت معلوم ہوا تو اپنے گرد علما کو جمع کیا کہ وہ توقع دلاتے ہین اور حضرت امام احمد حنبل نے اپنے لڑکے کو نزع کیوقت ارشاد فرمایا کہ مجھسے وہ احادیث بیان کرو جنمین رجا اور حسن ظن کا ذکر ہے اور مقصود ان سب سے یہی ہے کہ اسوقت اللہ تعالی اپنا محبوب بنجاوے اور اسی بنا پر حضرت داؤد علے نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر وحی آئی کہ مجھکو میرے بندون کے نزدیک محبوب کر دے انھون نے عرض کیا کہ الہی کس طرح ارشاد ہوا کہ میرے انعام واحسان کو بیان کر کے غرضکہ نہایت سعادت آدمی کی اسی مین ہے کہ اسکی محبت الہی مرے اور محبت الہی دو چیزون سے حاصل ہوتی ہے اول معرفت سے دوم محبت دنیا کو دل مین سے نکالنے سے یہانتک کہ دنیا ایسی معلوم ہو گویا قید خانہ ہے کہ محبوب سے نہین ملنے دیتا چنانچہ بعض صلحا نے حضرت ابو سلیمان دارانی کو خواب مین دیکھا کہ وہ اڑتے ہین انھون نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے آپنے فرمایا کہ مین ابھی قید سے چھٹا ہون صبح کو جب جاگے تو لوگون سے ابو سلیمان کا حال پوچھا لوگون نے کہا کہ شب گذشتہ انکا وصال ہوا

چھٹا بیان اس تدبیر کا جس سے حالت خوف کی حاصل ہو جانا چاہیے کہ جو علاج ہمنے صبر کے حال مین لکھا ہے اور باب صبر وشکر مین اسکی تشریح کی وہ اس غرض مین کافی ہے اسلیے کہ صبر [illegible] ہو سکتا ہے جب اول خوف ورجا ہو لیکن یہ کہ اول مقام دین کے مقامات سے یقین ہے یعنی اعتقاد قوی اور ایمان بکمال اللہ تعالی اور روز جزا و جنت ودوزخ پر ہونا اور ظاہر ہے کہ اس اعتقاد سے خوف دوزخ کا اور رجا جنت کی ضرور ہیجان مین آوے گی اور رجا اور خوف صبر پر [illegible]

کیونکہ جنت مکروہات سے ڈھانپی ہوئی ہی انکے تحمل پر صبر کرنا بدون قوت رجا کے نہین ہوسکتا اسی طرح دوزخ شہوات سے
چھپی ہوئی ہی انکے استیصال پر صبر کرنا بدون قوت خوف کے ممکن نہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو
شخص مشتاق جنت کا ہوتا ہی وہ شہوات کی چیزون کو بھولجاتا ہی اور جو شخص کہ دوزخ کی آگ سے ڈرتا ہے وہ حرام چیزون
سے باز رہتا ہی پھر یہ مقام صبر جو خوف ورجا سے حاصل ہوتا ہی اس سے مقام مجاہدہ اور ذکر آلہی اور فکر دائمی کے لیے تنہا
رہنا حاصل ہوتا ہی اور دوام ذکر سے نوبت انس کی اور دوام فکر سے کمال معرفت اور کمال معرفت و انس سے محبت کا
مقام ملتا ہی اور محبت کے بعد رضا اور توکل وغیرہ مقامات ملتے ہین پس منازل دین کے سلوک مین یہ ترتیب ہے اول
اصل یقین ہی اسکے بعد کوئی مقام بجز خوف ورجا کے نہین نہ ان کے بعد سوا صبر کے کوئی مقام ہی اور مجاہدہ اور خدا کے
لیے ظاہر و باطن مین مجرد ہوجانا صبر ہی سے حاصل ہوتا ہی اور بعد مجاہدہ کے اگر کسی کو راہ کھلتی ہے تو سوا ہدایت اور
معرفت کے اور کوئی مقام نہین اور معرفت کے بعد انس محبت کے سوا اور کوئی مقام نہین اور محبت کے لیے ضروری ہے
کہ محبوب کے فعل پر راضی رہے اور اسکی عنایت پر اعتماد رکھے جس سے رضا اور توکل کے مقامات حاصل ہون خلاصہ
یہ کہ ہرچند جو کچھ ہم صبر کے علاج مین لکھ آئے ہین اسیقدر بیان کافی ہی الا تاہم خوف کو ہم علیحدہ ایک مختصر کلام مین بیان
کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خوف دو صورتون مختلفہ سے پیدا ہوتا ہی جن مین سے ایک صورت دوسری کی نسبت اعلی ہی
اور ان دونون صورتون کی مثال یہ ہی کہ فرض کرو کہ ایک لڑکا ایک گھر مین موجود ہی اور یکایک اسمین کوئی درندہ یا سانپ
چلا آوے تو کیا عجب ہی کہ لڑکا اس سے نہ ڈرے بلکہ سانپ کے پکڑنے کو ہاتھ بڑھاوے اور اس سے کھیلنا چاہے لیکن
اگر اسکے ساتھ اسکا باپ بھی ہو اور اسکو کچھ سمجھ بھی ہو اور اسکا باپ سانپ یا درندے کو دیکھکر ڈرجاوے اور بھاگ کھڑا ہو تو
لڑکا بھی جب باپ کو کانپتے اور بھاگتے دیکھیگا اسکے ساتھ ہی بھاگیگا اور خوف اسپر چھا جاویگا پس یہان ایک خوف تو باپ
کا ہی جو سانپ کی خاصیت اور اسکا زہر جانتا ہو جہتا ہی اور درندے کی پکڑ اور جھپٹ اور بیدردی کو سمجھتا ہے اور ایک خوف
لڑکے کا ہی جو صرف باپ کی تقلید سے ہی اسوجہ سے کہ جانتا ہی کہ باپ کا ڈرنا کسی خوفناک چیز ہی سے ہی پس اسکی دیکھا دیکھی جانتا
ہی کہ درندہ اور سانپ خوفناک چیز ہے اور اسکی وجہ نہین جانتا جب اس مثال کو جان چکے تو جان تو کہ خدا تعالے سے
ڈرنے کے بھی دو مقام ہین اول خوف اسکے عذاب سے دوم خوف اسکی ذات سے دوسری قسم کا خوف ان لوگون کو ہوتا ہی
جو اہل علم اور ارباب کشف ہین اور اسکے صفات مین سے وہ امور جانتے ہین جو مقتضی ہیبت اور رعب اور خوف کے ہین اور نیز
بھید سے اس قول خداوندی کے ویحذرکم اللہ نفسہ اور اس قول کے اتقوا اللہ حق تقاتہ خوب واقف ہین اور قسم اول خوف
عام خلق کا ہی جو محض جنت اور دوزخ پر ایمان لانے اور انکو پاداش طاعت ومعصیت اعتقاد کرنے سے ہوتا ہی اور یہ خوف
غفلت کے باعث اور ضعف ایمان کے سبب کم زور ہوجاتا ہی اور یہ غفلت وعظ ونصیحت کے سننے اور قیامت کی دہشتون کے
ہمیشہ سوچنے اور اقسام عذاب آخرت کے یاد کرنے سے جاتی رہتی ہی اور نیز خائفین کو دیکھنے اور انکے پاس بیٹھنے

[illegible]

اور انکے احوال کے مشاہدہ کرنے سے زائل ہوجاتی ہے اگر مشاہدہ نہو تب بھی سننا خالی تاثیر سے نہین اور دوسری قسم خوف کی جو بڑھکر ہے وہ یہ ہے کہ خود خداے تعالے سے خوف کیا جاوے یعنی اسکی دوری اور حجاب سے خوف ہو اور قرب کی رجا حضرت ذوالنون رح فرماتے ہین کہ خوف دوزخ کا بمقابلہ خوف فراق کے ایسا ہے جیسا ایک قطرہ سامنے سمندر کے اور یہ خوف علما کو ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور عام مومنین کو بھی اس خوف سے بہرہ ہے مگر انکا خوف صرف تقلیدی ہے جیسے لڑکے کا خوف سانپ سے اپنے باپ کی تقلید سے تھا اور چونکہ اس خوف تقلیدی مین بصیرت نہین ہوتی اسواسطے ضعیف ہوتا ہے اور جلد جاتا رہتا ہے یہانتک کہ لڑکا اگر کبھی کسی منتر والے کو سانپ پکڑتے دیکھتا ہے تو خود مغالطہ کھاکر اسکی دیکھا دیکھی آپ بھی جرائت اسکے پکڑنے کی کرتا ہے جیسے باپ کی دیکھا دیکھی خوف کرتا تھا بہر حال عقائد تقلیدی اکثر ضعیف ہوتے ہین الا اس صورت مین کہ انکے اسباب کو ہمیشہ دیکھا جاوے جس سے کہ انکی تاکید ہوتی ہے اور پھر مقتضاے اسباب کے موجب طاعت کی کثرت اور معاصی سے اجتناب بمدت دراز تک مواظبت کیجاوے تو البتہ عقائد قوی ہوجاتے ہین حاصل یہ کہ جو شخص درجہ معرفت پر پہونچکر خدا تعالی کو پہچانتا ہے وہ خواہ مخواہ خوف کرتا ہے اسکے لیے کسی علاج کی ضرورت نہین جس سے کہ خوف اسکو حاصل ہو جیسے کوئی شخص درندے کو جان لے اور اپنے آپ کو اسکے پنجون مین مبتلا دیکھے تو اسکے لیے اسباب کی حاجت نہین کہ درندے سے ڈرنے کے لیے اسکے واسطے کوئی تدبیر کیجاوے بلکہ وہ تو درندے سے خواہ مخواہ ڈریگا اور اسیواسطے خداے تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مجھ سے ایسا ڈر جیسے درندہ ایذا رسان سے ڈرتا ہے اور درندہ ایذا رسان سے ڈرنے کے لیے بجز درندے کی معرفت اور اسکے پنجون مین واقع ہونے کی کیفیت معلوم کرنے کے اور کچھ تدبیر نہین چاہیے پس جو شخص کہ خداے تعالی کو جانیگا وہ یہ جان لیگا کہ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے کچھ پروا نہین رکھتا جو چاہتا ہے سو حکم دیتا ہے کسی سے نہین ڈرتا فرشتون کو بدون کسی ذریعہ سابقہ کے قرب عنایت فرمایا اور ابلیس کو بغیر کسی جرم گذشتہ کے راندۂ درگاہ کیا اسکی صفت وہی ہے جو حدیث قدسی مین مذکور ہے ہؤلاء فی الجنۃ ولا ابالی وہؤلاء فی النار ولا ابالی اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ عذاب بدون معصیت کے نہین دیتا اور نہ ثواب بدون طاعت کے تو اسکو یہ تامل کرنا چاہیے کہ پھر مطیع کے لیے اسباب طاعت سے کیون اعانت کرتا ہے کہ اسکو خواہ مخواہ طاعت ہی کرنی پڑتی ہے اور عاصی کو لوازم معصیت کیون مہیا فرماتا ہے جس سے کہ وہ طوعا وکرہا گناہ کرتا ہے یعنی جب خدا تعالی نے غفلت اور شہوات اور قدرت شہوت کے ادا کی پیدا کردی تو فعل تو اس سے ضروری ہوگا اب جو اسکو اپنی درگاہ سے دور کیا تو اسلیے کیا کہ وہ مرتکب جرم ہوا اگر ہم یہ کہتے ہین کہ اسکو جو قدرت گناہ دی اور اس سے گناہ کرایا کس سبب سے ہوا کیا پہلے اس سے کوئی اور خطا اس سے تھی جسکی سزا مین یہ گناہ اس سے سرزد ہوا پھر اس خطا کو پوچھینگے کہ وہ کس لیے ہوئی تھی یہانتک کہ آخر لا انتہا سلسلہ ہوجاوے یا اول ہی قصور پر یون کہا جاوے کہ پہلے سے بندے کا قصور کوئی نہین تھا بلکہ ازل مین اسپر یونہی لکھا گیا تھا اور اسی بات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس حدیث مین کہ قصہ گفتگو حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا خدا تعالی کے

اسکے سامنے مذکور فرمایا کہ دونون مین گفتگو ہوئی اور حضرت آدمؑ غالب رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام
سے کہا کہ تم وہی آدم ہو جنکو خداے تعالی نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ڈالی اور اپنے فرشتون سے سجدہ کرایا
اور اپنی جنت مین رکھا پھر تمنے اپنی خطا کے باعث لوگون کو زمین پر اتارا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم وہی موسیٰ ہو
جنکو خدا تعالی نے اپنی رسالت اور کلام سے مخصوص فرمایا اور تختیان عنایت فرمائین جنمین ہر ایک چیز کا بیان تھا اور تمکو اپنی
سرگوشی مین سرفراز فرمایا تو بھلا یہ تو بتاؤ کہ خداے تعالی نے میری پیدایش سے کتنا پہلے توریت کو لکھا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے فرمایا کہ چالیس برس پیشتر حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ توریت مین یہ بھی ہے کہ نہین وعصیٰ آدم ربہ فغوی انھون نے
فرمایا کہ ہے حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ کیا تم مجھکو ایسے عمل کرنے پر ملامت کرتے ہو جو چالیس برس پیشتر میرے عمل کرنے اور پیدا
ہونے سے اللہ تعالے نے مجھپر لکھ دیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تقریر سے حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ
علیہ السلام پر غالب رہے پس جو شخص اس امر مین سبب کو معلوم کریگا اور معلوم کرنا بھی نور ہدایت سے ہوگا تو وہ شخص خاص عارفون
مین سے ہوگا جو تقدیر کے بھید سے واقف ہین اور جو شخص سنکر ایمان لاویگا اور سنتے ہی یقین کریگا وہ عام مومنین سے ہوگا اور انمین
سے ہر ایک فریق کو ایک طرح کا خوف ہوگا کیونکہ ہر ایک بشر قبضۂ قدرت مین ایسی طرح ہے جیسے ضعیف لڑکا درندے کے جنگل مین
اور درندہ کبھی تو بھول جاتا ہے اور لڑکے کو چھوڑ دیتا ہے اور کبھی غور کر کے پھاڑ ڈالتا ہے اور یہ صورتین حسب اتفاق ہوا کرتی ہین اور اس
اتفاق کے لیے بھی اسباب تقدیری معین ہوا کرتے ہین لیکن اگر اس امر کو لحاظ نہ جاننے والے کے دیکھین تو اتفاق کہینگے اور
اگر خداے تعالی کے علم کے اعتبار سے دیکھین تو اتفاق نہ کہینگے۔ اور جو شخص کہ درندہ کے جنگل مین پڑا ہے اگر اسکی معرفت کامل ہو تو
وہ اس سے خوف نہیں کریگا اس واسطے کہ وہ بھی مسخر ہے اگر اسپر بھوک مسلط کیجاوے تو شکار کریگا اور اگر غفلت حاوی کر دیجاویگی
تو چھوڑ دیگا تو مسخر سے کیا ڈرنا چاہیے خوف اس سے چاہیے جسنے درندہ کو اور اسکی صفات کو پیدا کیا اسی لیے ہم یہ بھی نہین
کہ سکتے کہ اللہ تعالے سے ڈرنے کی مثال درندہ سے ڈرتا ہے بلکہ اگر پردہ اٹھا لیا جاوے تو معلوم ہو کہ درندہ سے ڈرنا بعینہ خدا
سے ڈرنا ہے اسواسطے کہ درندہ کے ذریعے سے ہلاک کرنیوالا تو وہی ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ آخرت کے درندے مثل دنیا کے
درندون کے ہین اور اللہ تعالے نے اسباب عذاب اور اسباب ثواب دونون کو پیدا کیا اور دونون کے واسطے انکے اہل
بھی پیدا کیے جنکو تقدیر الٰہی بحکم تقضاے ازلی کے اسطرف ہنکائے لیے جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا ہوئے ہین مثلاً جنت
کو خدا تعالے نے پیدا کیا اور اسکے لیے کچھ لوگ بنائے کہ وہ جنت کے سامان کے لیے مسخر کر دیے ہین وہ چاہین یا نہ چاہین
اور دوزخ کو پیدا کیا اور اسکے لیے کچھ لوگ پیدا کیے اور انکو دوزخ ہی کے اسباب کا مسخر کر دیا انکو منظور ہو یا نہو پس
جو کوئی اپنے نفس کو گرداب تقدیر اور جار موجہ قضا مین دیکھے گا اسپر بیتابی خوف غالب ہوگا۔ یہ خوف ان لوگون کا
ہے جو راز تقدیر کو جانتے ہین مگر جسکو یہ دیکھنا کنگرہ استبصار تک دشوار ہو اسکا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کی دوا اخبار و آثار
کے سننے سے کرے یعنی خائفین اور عارفین کے احوال و اقوال کا مطالعہ کرے اور پھر انکے عقول اور مناصب کو مغرور پر جا

(اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا ۱۲)

والون کے منصب کے ساتھ نسبت دے تو کچھ شک نہ کریگا اس بات مین کہ پیروی کرنی اول فرقہ کی اولی ہے کیونکہ وہ لوگ انبیاء اور
علما ہین اور فریق ثانی یعنی بیخوف لوگ فرعون اور جاہل اور غبی ہین زیادہ اس سے کیا ہوگا کہ ہمارے رسول کریم صلے اللہ
علیہ وسلم جو سید الاولین والآخرین ہین وہ سب سے زیادہ خائف رہتے تھے یہانتک کہ روایت ہے کہ ایک لڑکے کی نماز جنازہ
آپ پڑھتے تھے آپ نے کسی کو پڑھتے سنا اللھم قہ عذاب القبر وعذاب النار اور ایک روایت مین یہ ہے کہ کسی کو یون کہتے سنا
ہنیا لک عصفور من عصافیر الجنۃ آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ تو نے کیسے جانا کہ یہ ایسا ہی ہے خدا کی قسم مین رسول خدا ہون مگر
مجھ کو معلوم نہین کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جاویگا اللہ تعالی نے جنت کو پیدا کیا اور اسکے واسطے کچھ لوگ بنائے کہ ان مین نہ زیادہ
ہون نہ کم اور ایک روایت یون ہے کہ یہی ارشاد آپ نے حضرت عثمان بن مظعون کے جنازہ پر جو اول مہاجرین مین سے تھے
اس وقت فرمایا تھا کہ جب حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انکو کہا تھا ہنیا لک الجنۃ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اب مین کہ عثمان
کے بعد مین کسی کو پاک نہ کہون گی اور محمد بن خولۃ الحنفیہ یعنی بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرماتے ہین کہ بخدا مین
سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو پاک نہین کہتا نہ اپنے باپ کو کہ ان سے مین تخم ہون راوی کہتے ہین
کہ اس بات سے فرقہ شیعہ نے انہیں تحمیم کیا تو آپ نے فضائل اور مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان کرنے شروع
کردیے اور ایک دوسری حدیث مین ایک شخص اہل صفہ کا حال مروی ہے کہ جب وہ شہید ہوئے تو انکی ماں نے کہا ہنیا لک جنت مبارک
ہو تو جنت کی چڑیون مین سے ہے تو نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور راہ خدا مین مارا گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے انکی ماں سے کہا کہ تم کو کیسے اسکا جنتی ہونا معلوم ہوا شاید وہ اپنی باتوں مین کلام غیر نافع کیا کرتا ہو یا ایسی چیز کو نہ دیا کرتا ہو
جو اسکو مضر نہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لیگئے وہان سنا کوئی
عورت کہہ رہی ہے کہ تجھکو جنت مبارک ہو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو خدا پر حکم کرتی ہے مریض نے عرض کیا کہ یہ میری ماں ہے آپ نے اس
عورت کو ارشاد فرمایا کہ تجھکو کیسے معلوم ہوا شاید تمہارا لڑکا کلام بیفائدہ کیا کرتا ہو اور ایسی چیز مین بخل کیا کرتا ہو جسکے پاس ہونے
سے تو انگر نہوتا ہو۔ علاوہ ازین سب مسلمان کسطرح خوف نہ کرین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مجھکو بوڑھا کر دیا
ہود اور اسکی بہنون سورۂ واقعہ اور کورت اور عم یتساءلون نے علما اسکی وجہ یہ فرماتے ہین کہ شاید یہ قول آپکا اسلیے ہے کہ سورۂ ہود
مین دور کرنے کا مضمون ہے جیسے الا بعدا لعاد قوم ہود اور الا بعدا لثمود اور الا بعدا لمدین کما بعدت ثمود باوجودیکہ آپکو معلوم تھا
کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو یہ قوم شرک نہ کرتی کیونکہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کردیتا اور سورۂ واقعہ مین یہ مضمون ہے کہ لیس لوقعتہا
کاذبۃ خافضۃ رافعۃ یعنی جو شدنی ہے اسمین کچھ شک نہین ہوگا تو پہلا لکھا پورا ہوگا جبتک کہ واقعہ آوے اور وہ یا تو خافضہ یعنی پست
کرنیوالی ہوگی ان لوگون کی جو دنیا مین اونچے تھے یا رافعہ ہوگی یعنی اونچا کرنیوالی ان لوگون کی جو دنیا مین پست تھے اور سورۂ
کورت مین قیامت کے احوال ہین اور خاتمے کا ظاہر ہونا چنانچہ ارشاد ہے واذا الجحیم سعرت واذا الجنۃ ازلفت علمت نفس ما احضرت اور

[illegible]

عم یتساءلون مین بھی کچھ ایسا ہی مضمون ہی یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ اور لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا اور قرآن مجید اول سے آخر تک خوف ہی ہی اگر کوئی سمجھ کر پڑہے اور اگر تمام قرآن مین صرف ایک یہی آیت ہوتی کہ انی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اہتدی تو کافی ہوتی اسلیے کہ اسمین مغفرت کو چار شرطون پر معلق کیا ہی کہ بندہ ان مین سے ایک کو ادا کر سکے بھی عاجز ہی کہ اس سے زیادہ سخت یہ قول خداوندی ہی فاما من تاب وآمن وعمل صالحا فعسی ان یکون من المفلحین یعنی باوجود سچا اور ہی شروط کے بھی یقین فلاح نہین اور یہ قول لیسئل الصادقین عن صدقہم اور سنفرغ لکم ایہا الثقلان اور افامنوا مکر اللہ اور وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وہی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید اور یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا اور وان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا اور اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر اور من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب اور فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباء منثورا اور والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر اس صورت مین نقصان اور خسران سے بچنے کی چار شرطین کی ہین اور انبیا علیہم السلام جو باوجود انعام واحسان الٰہی کے ڈرتے تھے تو یہی وجہ تھی کہ وہ خدا سے تعالےٰ کے مکر سے بیخوف نہ تھے فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون خود خدا تعالےٰ فرماتا ہی یہانتک کہ روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام خدا تعالےٰ کے خوف سے روئے اللہ تعالیٰ نے دونون کو وحی کی کہ تم کیون روتے ہو مین نے تمکو مامون کر دیا عرض کیا کہ الٰہی تیرے مکر سے بیخوف کون ہو سکتا ہی گویا کہ حبیب دونون جانتے کہ اللہ تعالےٰ عالم غیب ہی اور ہمکو اطلاع کامون کے انجام کی نہین تو سیات سے مامون رہنے کہ خدا تعالیٰ کا فرمانا کہین براہ امتحان اور ابتلا اور مکر کے نہو یعنی اگر ارشاد خداوندی کے بعد خوف ساکن ہو جاتا تو معلوم ہوتا کہ مکر سے مامون ہین اور اپنا قول سابق کی وفا نہوتی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کہ گوپہن مین رکھے گئے تو فرمایا کہ حسبی اللہ یعنی مجھکو بس ہی اور یہ ایک بڑا دعوی تھا اسی لیے آپ کا امتحان لیا گیا اور ہوا مین حضرت جبریل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپکو کچھ حاجت ہی آپ نے فرمایا کہ تمسے کچھ مطلب نہین تو یہ فرمانا آپ کا واقع مین اس قول حسبی اللہ کا پورا کرنا تھا اسی قصے کو خدا سے تعالےٰ نے بیان فرمایا ہی وابراہیم الذی وفی یعنی اول حسبی اللہ جیسا کہا تھا ویسا ہی نباہ دیا اور اسی طرح حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان فرمایا کہ چنانچہ ارشاد فرمایا انا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی قال لا تخافا اننی معکما اسمع واری اور باوجود اسکے جب جادوگرون نے اپنا جادو پھیلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دلمین خوف ہوا اسلیے کہ آپ خدا

ست حیدن دکیہ لے آدمی جو آگے بھیجا اسکے ہاتھون نے ۱۲ ست کوئی نہین بولتا مگر جسکو حکم دیا رحمن نے اور بولا بات ٹھیک ۱۲ اسکا اور میری بخشش ہی اسپر جو توبہ کرے اور یقین لاوے اور کرے بھلا کام پھر راہ پر ہو رہے ۱۲ ک سو جسنے توبہ کی ہی اور یقین لایا اور کی بھلائی سو امید ہی کہ ہو چھوٹنے والون مین ۱۲ ش تا پوچھے سچون سے انکا سچ ۱۲ ت ہم فارغ ہوتے ہین تمہاری طرف اے بوجھل قافلو ۱۲ ک کیا نڈر ہو اللہ کی داؤ سے ۱۲ ش اور ایسی ہی پکڑ تیرے رب کی جب پکڑتا ہی بستیون کو اور وہ ظلم کر رہی ہین بیشک اسکی پکڑ دکھ دیتی ہی زور کی ۱۲ ف جس دن ہم اکٹھا کر لاوینگے پرہیزگارون کو رحمن کے پاس مہمان بلائے اور ہانک لیجاوینگے گنہگارون کو دوزخ کی طرف پیاسے ۱۲ ت اور کوئی نہین تم مین جو نہ پہونچیگا اسپر

تعالیٰ کے مکر سے بےخوف نہ تھے اور امر مشتبہ ہو گیا تھا یہانتک کہ نئے سر سے انکے لیے امن کا ارشاد کیا گیا کہ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ
الْاَعْلٰی اور جب شوکت مسلمانون کی بدر کے روز کم ہو گئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی اگر
اس جماعت کو تو ہلاک کر دیگا تو روے زمین پر کوئی ایسا نہین رہیگا جو تیری عبادت کرے تو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے عرض کیا
کہ آپ یہ الفاظ جانے دیجیے آپ کے لیے جو وعدہ خدا تعالیٰ نے کیا ہے وہ اسکو پورا فرماویگا یہان حضرت صدیق رضؓ کو تو
اعتماد اللہ تعالیٰ کے وعدے پر تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام خوف خدا کے مکر سے حاصل تھا اور یہ مقام بڑا
کامل ہے اسواسطے کہ یہ جب ہی صادر ہوتا ہے جب اسرار الٰہی اور افعال خفیہ اور معانی صفات خداوندی کی معرفت کامل ہو اور یہ صفتین
ہے جو مزید ہوتا ہے ان مین سے بعض کو مکر کہتے ہین اور بشر مین سے کسی کو طاقت نہین کہ کنہ صفات الٰہی کو معلوم کر لے اور جو شخص حقیقت
کی حقیقت کو جان لے اور یہ بھی سمجھ لے کہ میری معرفت کنہ امور کے احاطے سے قاصر ہے اسکا خوف بیشک بہت زیادہ ہوگا
اور اسیواسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب سوال ہوا کہ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تو انہون نے
جواب مین عرض کیا کہ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اور آخر کو فرمایا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ آپ نے سارا کام مشیت پر سونپ دیا اور اپنے آپکو بالکل درمیان سے علیحدہ کر دیا اسلیے کہ معلوم تھا کہ کچھ اختیار
نہین سب کام مشیت ایزدی سے ایسے وابستہ ہین کہ عقل و عادت کے علاقے سے خارج ہین انپر حکم قیاس اور گمان اور وہم سے کبھی نہین
ہو سکتا چہ جائیکہ تحقیق اور یقین کسی امر کا ہو سکے اور یہی بات وہ ہے جس سے عارفون کے دل ٹکڑے ہوتے ہین یعنی قیامت
کبرے وہ ہے جسمین آدمی کو کام ایسی ایک ذات سے پڑیگا جسکو کچھ پروا نہین اگر وہ ہلاک کرے تو اس جیسے بےشمار کو ہلاک کر دیا ہے اور
ہمیشہ دنیا مین انکو انواع و اقسام کی تکلیفات و امراض سے عذاب دیتا ہے اور باوجود اسکے انکے دلون کو کفر اور نفاق کا روگ لگا کر
ابدالآباد کو انپر عذاب مقرر فرماتا ہے پھر آپ ہی فرماتا ہے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اور
دوسری جگہ فرماتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اب سوچنے کی بات ہے کہ جب ازل مین یہ قول ہو چکا اور اسکے
تدارک کی کچھ طمع نہین تو کسطرح خوف نہو گا اگر بالفرض تقدیر نہوتی معاملہ حال ہی کی پیداوار پر منحصر ہوتا تب بھی طمع کسی حیلے اور
تدبیر کی ہوتی مگر اب تو بجز تسلیم کے اور کیا ہو سکتا ہے یا یہ ہو سکتا ہے کہ جو اسباب اعمال اور اعضا پر کھلا کھلی معلوم ہوتے ہین انسے قرینہ سابقہ
ازلی کا معلوم ہو جاوے مثلاً جس شخص کے لیے اسباب شر مہیا ہون اور اسباب خیر اور اعمال حجاب واقع ہوا اور اسکا علاقہ دنیا سے
خوب پکا ہو تو گویا اسکو واقع مین راز تقدیر کا کھل گیا ہے کہ میرے نصیب مین بدبختی لکھی ہے کیونکہ جو شخص جس واسطے پیدا ہوا ہے اسکے
واسطے ویسے ہی سامان مہیا ہوتے ہین اور اگر کسی کے واسطے خیرات میسر ہون اور دل بالکل دنیا سے علیحدہ اور ظاہر و باطن دونون
متوجہ الی اللہ ہو تو یہ باتین اس امر کو چاہتی ہین کہ خوف تھوڑا ہو بشرطیکہ اسی حال پر ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہو لیکن ایک حال پر جاری رہنا

ت تو نہ ڈر مقرر تو ہی رہیگا اوپر ۱۲ ح بخاری بروایت ابن عباس بالفاظ مختلفہ ۱۲ ت کیا تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہرا
لو مجھکو اور میری مان کو دو معبود سوا اللہ کے ۱۲ ت اگر مین نے یہ کہا ہوگا تو تجھکو معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی مین ہے اور مین نہین جانتا جو تیرے جی مین ہے

دشوار ہے شعر اگر درویش بر حالے بماندے ٭ سر دست از دو عالم بر فشاندے ٭ علاوہ ازین خاتمے کا خطرہ آتش خوف کو دو بالا کرتا ہے
اور اس شعلے کے بجھنے کی کوئی تدبیر نہیں حال کے بدلنے کا خوف ناخن رگ جان پر مارتا ہے اور کیون نہو کہ حدیث شریف میں وارد ہے
مومن کا دل خدا تعالی کی دو انگلیوں میں ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ دل بدلنے میں ہنڈیا کے ابال سے بھی زیادہ ہے اور خدا
فرماتا ہے ان عذاب ربہم غیر مامون ان اقوال کو سنکر کوئی بڑا ہی جاہل ہوگا جو بیخوف ہو جاویگا لیکن جس صورت میں کہ خدا تعالے
علانیہ امن سے ڈراتا ہے تو پھر گنجایش بیخوفی کی کہان ہے اور خدا تعالی کا بڑا احسان ہے عارفون پر کہ انکے دلون کو رجا کی روح سے
تازہ رکھتا ہے ورنہ آتش خوف سے جلکر انکے دل کباب ہو جاتے اور جسطرح کہ رجا کے اسباب خواص الہی کے لیے رحمت ہیں اسیطرح لوازم
غفلت عام لوگون کے حق میں من وجہ رحمت ہیں اگر غفلت دور کر دیجاوے اور اصل حال لوگون کو معلوم ہو جاوے تو جان
بدنون سے نکلجاوے اور مقلب القلوب کے خوف سے دل ٹکڑے ہو جاوین بعض عارفین کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص میرے
ساتھ پچاس برس تک موحد رہے اور فقط ایک ستون کی آڑ میں ہو کر مر جاوے تو میں اسکی توحید کو یقینا نہیں کہسکتا ہوں اسواسطے
کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ اتنے عرصے میں کہ وہ ستون کی آڑ میں گیا اسکے دل پر کیا کیا تغیر ہوا اور بعض عارف فرماتے ہیں کہ اگر گھر کے
دروازے پر مرنے سے شہادت ملتی ہو اور کوٹھری کے دروازے پر مرنے سے مسلمانی پر خاتمہ ہوتا ہو تو مجھکو یہی منظور ہو کہ اسلام پر
مرون اور حجرے کے باہر نہ نکلون اسواسطے کہ حجرے کے دروازے سے گھر کے دروازے تک جانے میں مجھے کیا معلوم ہے کہ
میرے دل پر کیا تبدل ہو جاویگا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ قسم سے یہ بات فرماتے کہ جو شخص موت کے وقت اپنے ایمان کے چھن جانے سے
بیخوف ہو جاتا ہے اسکا ایمان ضرور ہی چھن جاتا ہے اور حضرت سہل تستری فرماتے ہیں کہ صدیقون کو خوف ہر قدم اور ہر حرکت سے
برے خاتمے کے برا ہونے سے رہتا ہے اور انکا وصف بھی خدا تعالی اسی خوف سے فرماتا ہے وقلوبہم وجلۃ اور جب حضرت سفیان ثوری کی
کا وقت مرگ قریب پہونچا تو رونے لگے اور نہایت خائف تھے لوگون نے کہا کہ آپ کو رجا کرنی چاہیے خدا تعالے کا عفو
تمہارے گناہون سے بڑا ہے شعر گر عظیم ست از فرو دستان گناہ ٭ از جناب عفو کردن اعظم ست ٭ آپ نے فرمایا کہ میں
گناہون کے واسطے نہیں روتا اگر مجھے یہ معلوم ہو جاوے کہ خاتمہ توحید پر ہوگا تو مجھے کچھ پروا نہیں گو میرے ساتھ پہاڑون
کے برابر گناہ جاوین حکایت ہے کہ بعض خائفین میں سے ایک شخص نے اپنے کسی بھائی کو وصیت کی کہ جب میں مرنے لگون تم میرے
سرہانے بیٹھنا اگر دیکھو کہ میرا خاتمہ توحید پر ہوا تو تمام میرا مال لیکر اسکے بادام اور شکر خرید کر شہر کے لڑکون کو تقسیم کرنا اور کہنا
کہ ایک شخص قید میں سے چھوٹا ہے اسکی شیرینی ہے اور اگر میرا خاتمہ توحید پر نہو تو لوگون کو خبر کر دینا کہ یہ شخص توحید پر نہیں مرا ایسا نہو کہ
لوگ دہوکے میں آکر میرے جنازے پر آویں اور مرنے کے بعد مجھکو ریا لاحق ہو اگر تم سب سے کہدوگے تو جسکا دل چاہیگا آویگا
ریا کے باعث کوئی نہ آویگا انکے بھائی نے پوچھا کہ میں کیسے جانون کہ آپ کا خاتمہ توحید پر ہوا یا نہیں انھون نے کچھ علامت بتادی
کہ توحید کی پہچان یہ ہوگی جب انکی وفات ہوئی تو انکے بھائی نے علامت توحید پائی اور بموجب وصیت بادام و شکر لیکر تقسیم کردی
اور حضرت سہل کا قول ہے کہ مرید کو خوف گناہ میں مبتلا ہونیکا ہوتا ہے اور عارف کو کفر میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے اور حضرت ابو یزید

(۱) بیشک انکے رب کے عذاب سے کوئی بیخوف نہیں ہوسکتا ۱۲

بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ جب مین مسجد کو جاتا ہون تو یہ معلوم ہوتا ہو گویا میری کمر مین زنار ہو مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہین گرجا یا آتشخانے مین نہ لیجاوے اور مسجد مین گھسنے تک وہ زنار رہتا ہو مسجد مین جانے سے علیحدہ ہو جاتا ہو یہ بات ہر روز پانچ بار ہوا کرتی ہو اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حواریان تم گناہون سے ڈرتے ہو اور ہم پیغمبرون کی جماعت کفر سے ڈرتے ہین اور انبیا کے حالات مین کہین مذکور ہو کہ ایک پیغمبر نے خدا تعالے سے برسون تک شکایت بھوک اور برہنگی اور جوؤن کی کی اور انکا لباس اون کا تھا انپر وحی ہوئی کہ ہمنے تجھکو کفر سے بچائے رکھا اس بات سے راضی نہین ہو کہ دنیا مانگتے ہو انھون نے خاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا کہ الٰہی مین راضی ہون مجھکو کفر سے محفوظ رکھ اب غور کا مقام ہو کہ جب خاتمہ کی برائی سے ایسے عارف ڈرتے ہون جنکے قدم راسخ اور ایمان قوی ہین تو ضعیف بیچارے کیسے نہین ڈرینگے اور خاتمہ کے برہونے کے چند اسباب ہین جو موت سے پیشتر ہو جایا کرتے ہین مثلاً بدعت اور نفاق اور کبر اور کچھ اور صفات مذمومہ اور چونکہ نفاق ایسی بلا ہو جس سے خاتمہ بگڑتا ہو اسی جہت سے صحابہ رضی نفاق سے نہایت ڈرتے تھے حتی کہ حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ اگر مجھکو یہ معلوم ہو جاوے کہ مین نفاق سے بری اور صاف ہون تو یہ بات مجھکو دنیا و ما فیہا سے اچھی معلوم ہوتی ہو اور ان لوگون کے نزدیک نفاق سے وہ نفاق مراد نہین جو اصل ایمان کی ضد ہو بلکہ اس سے وہ نفاق مراد ہو جو ایمان کے ساتھ اکٹھا ہو سکتا ہو یعنی ہو سکتا ہو کہ آدمی مسلمان بھی ہو اور منافق بھی اور اس نفاق کی علامات بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱] اربع من کن فیہ فھو منافق خالص وان صلی وصام وزعم انہ مسلم وان کانت فیہ خصلۃ منھن ففیہ شعبۃ من النفاق حتی یدعھا من اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان[۲] واذا خاصم فجر اور ایک روایت مین واذا عاہد غدر وارد ہوا ہو اور صحابہ اور تابعینؒ نے نفاق کی ایسی تفسیر کی ہے جس سے بجز صدیق کے اور کوئی خالی نہین چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ نفاق مین سے ظاہر و باطن کا مختلف ہونا اور دل و زبان کا مختلف ہونا اور اندر اور باہر دو طرح پر ہونا اب ہم پوچھتے ہین کہ ان باتون سے کون خالی ہو بلکہ یہ باتین لوگون مین ایسی مانوس اور معتاد ہوگئین ہین کہ کوئی انکو برا ہی نہین جانتا علاوہ ازین یہ امور قریب زمانہ فیض کا شانہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے جاری تھے اس زمانے کو تو کون پوچھتا ہو حضرت حذیفہ[۳] فرماتے ہین کہ عہد مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین آدمی ایسا لفظ کہا کرتا تھا کہ جس سے منافق ہو جاتا تھا اور وہی لفظ مین تم سے دن مین کوئی دس دفعہ سنتا ہون اور اصحاب رضی فرماتے تھے کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو کہ تمہاری نظرون مین وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہین مگر ہم انکو[۴] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مین کبیرہ جانتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ نفاق کی علامت یہ ہو کہ جیسا کام آدمی خود کرے ویسا لوگون سے اگر ہو جاوے تو برا جانے اور کسی سے جور کرنے کے باعث محبت رکھے اور حق بات کے باعث بغض۔ اور بعضون کا یہ قول ہو کہ نفاق اسکا نام ہو کہ جب کوئی تعریف ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو اسکو یہ تعریف کرنا اچھا معلوم ہو اور ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی سے پوچھا کہ ہم جب امرا کے پاس جاتے ہین تو جو کچھ وے کہتے ہین اسکو درست و بجا کہے جاتے ہین اور جب انکے پاس سے اٹھ آتے ہین تو انکی حقارت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہم نفاق

[۱] خیانت کرے اور جب خصومت کرے تو برا کہے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲
[۲] احمد بروایت حذیفہ ۱۲
[۳] بخاری بروایت انس ۱۲
[۴] باب نوادر ... ۱۲

جانا کرتے تھے اور روایت ہے کہ آپ نے کسی کو سنا کہ حجاج کو برا کہہ رہا ہے آپ نے اسکو فرمایا کہ اگر حجاج موجود ہوتا تب بھی یہ کہتا کہ نہیں اسنے عرض کیا کہ اسکے سامنے تو نہ کہتا آپ نے فرمایا کہ ایسی بات کو ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نفاق جانا کرتے تھے اور اس سے بھی زیادہ سخت یہ روایت ہے کہ چند لوگ حضرت حذیفہؓ کے دروازے پر بیٹھے انکا انتظار کر رہے تھے اور آپ کا حال کچھ آپس میں بیان کرتے تھے جب آپ گھر میں سے نکلے تو سب لوگ آپ سے حیا کر کے چپ ہو رہے آپ نے فرمایا تم جو باتیں کرتے تھے وہی کرو سب خاموش رہے آپ نے فرمایا کہ اس کو ہم عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نفاق جانتے تھے اور یہ حضرت حذیفہ وہ ہیں جو منافقین کے جاننے میں اور اسباب نفاق کے پہچاننے میں مخصوص تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ دل پر ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ ایمان سے بھر جاتا ہے یہاں تک کہ اسمیں نفاق کو ایک سوئی کے برابر بھی گنجائش نہیں ہوتی اور اسپر ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ نفاق سے بھر جاتا ہے حتے کہ ایمان کو گنجائش سوئی چھپانے کی نہیں ہوتی۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ عارفوں کو خوف خاتمے کی برائی کا لگا رہتا ہے اور اسکے اسباب چند امور ہوتے ہیں جو خاتمے سے پہلے واقع ہوتے ہیں ان میں سے بدعتیں اور گناہ اور نفاق بھی ہیں اور بندہ انمیں سے کسی سے کب خالی ہوتا ہے اور اگر گمان کرے کہ میں نفاق سے خالی ہوں تو یہ بھی نفاق ہے کیونکہ یہ قول مشہور ہے کہ جو شخص نفاق سے بیخوف ہو وہ منافق ہے اور بعض اکابر نے کسی عارف سے کہا کہ میں اپنے نفس پر نفاق سے ڈرتا ہوں انھوں نے فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا غرضکہ عارف کو ہمیشہ التفات سابقۂ ازلی و خاتمے کیطرف رہتا ہے اور دونوں سے خائف رہتا ہے اسیواسطے حدیث شریف میں ہے العبد المومن بین مخافتین بین اجل قد مضی لا یدری ما اللہ صانع فیہ وبین اجل قد بقی لا یدری ما اللہ قاض فیہ فوالذی نفسی بیدہ ما بعد الموت من مستعتب و لا بعد الدنیا دار الا الجنۃ او النار

ساتواں بیان برے خاتمے کے معنی کے ذکر میں چونکہ بیان گذشتہ سے اکثر خوف عارفین کا سوء خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے اسلیے اسکے معنی لکھنے ضروری ہیں پس جاننا چاہیے کہ خاتمے کا برا ہونا دو طرح پر ہے جنمیں سے ایک طرح دوسری کی نسبت زیادہ خوفناک ہے وہ یہ ہے کہ دلپر سکرات موت کے وقت اور شدت احوال کے ظاہر ہونے کیوقت یا تو شک یا انکار ذات الٰہی میں غالب ہو جاوے اور اسی انکار اور شک کی صورت میں جان نکلجاوے تو یہ گرہ انکار کی جو بندہ میں اور خدا تعالی میں حجاب ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کی دوری اور حجاب دائمی کا مستحق کرتی ہے اور دوسری طرح خاتمے کی جو اسکی نسبت کم ہے وہ یہ ہے کہ بندے کے دلپر مرنے کیوقت محبت کسی چیز کی دنیا کی چیزوں میں سے غالب ہو جاوے یا کوئی شہوت دنیاوی دلپر چھا جاوے اور دل اسمیں ایسا ڈوبے کہ اس حال میں اور کسی کی گنجائش اسمیں نہ رہے اور اتفاق سے ایسے ہی وقت جان نکلجاوے تو ایسی صورت میں دل کے ڈوبا رہنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندے کا منہ اور سر دنیا کی طرف کو پھرا ہوا ہوگا اور جب منہ خدا تعالی سے پھر گیا تو حجاب ہو گیا اور جہاں حجاب ہوا عذاب نازل ہوا اسواسطے کہ جو آگ خدائے تعالی نے سلگائی ہے وہ صرف محجوب لوگوں ہی کو لگتی ہے جو ایماندار کہ انکے دل محبت دنیا سے سالم ہیں اور ہمہ تن ان کی ہمت مصروف الی اللہ ہے انکو آگ یوں کہیگی کہ اے مومن گذر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے کو گل کر دیا غرضکہ اگر غلبہ محبت دنیا کی صورت میں اتفاق جان نکلنے کا ہوگا تو اندیشے کی بات ہے اسواسطے کہ آدمی اسی صورت پر مرتا ہے

جیسے زندہ تھا مرنے کے بعد کوئی صفت حاصل نہین ہوسکتی جو دل کے اوپر چھائی ہوئی صفت کے مخالف ہو کیونکہ دلون مین تصرف بدون اعمال جوارح کے نہین ہوتا اور مرنے سے جوارح سب بیکار ہوگئے انکے عمل بھی بند ہوگئے تو نہ طمع کسی عمل کی ہے نہ اسباب کی توقع کہ دنیا مین پلٹکر تدارک مافات کیا جاوے اس صورت مین حسرت بہت بڑی ہوگی مگر چونکہ اصل ایمان اور محبت الٰہی دل مین مدت مدید تک جمی رہی تھی اور اعمال صالحہ سے مستحکم ہوئی تھی تو ان دونون سے وہ حالت جو آدمی کو موت کے وقت عارض ہوگئی تھی مٹ جاویگی پس اگر ایمان قوت مین مثقال کے برابر ہوگا تب تو آدمی کو جلد دوزخ سے نکالیگا اور اگر اس سے کم ہوگا تو بہت دنون دوزخ مین رہنا پڑیگا یہانتک کہ اگر صرف ایک رتی کے برابر ہوگا تب بھی دوزخ سے نکلیگا گو ہزارون برس کے بعد نکلے - اب اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آتش دوزخ مجرم پر موت کے بعد ہی آجاوے پھر قیامت تک کی تاخیر اور اتنی مدت کی مہلت کیون ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص عذاب قبر کا منکر ہو وہ بدعتی ہے اور نور خدا اور نور قرآن اور نور ایمان سے محجوب ہے صاحبان بصیرت کے نزدیک صحیح اور درست یہی ہے کہ قبر یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے غارون سے یا ایک چمن ہے جنت کے باغون سے اور یہی امر احادیث صحیح سے بھی معلوم ہوتا ہے پس اگر آدمی کا خاتمہ اچھا نہین ہوا اور بدبخت جہان سے اٹھا تو فوراً روح کے جدا ہوتے ہی مورد بلا ہوتا ہے اور قبر ہی سے عذاب شروع ہوجاتا ہے بعض اوقات اسکی قبر پر ستر دروازے دوزخ کے کھل جاتے ہین اور اقسام عذاب کے بھی بحسب اختلاف اوقات کے مختلف ہوتے ہین مثلاً قبر مین رکھنے کے بعد سوال منکر نکیر کا ہوتا ہے پھر اسکے بعد سزا ہوتی ہے پھر حساب کا الجھاؤ اور سبکے سامنے قیامت مین فضیحت ہونا پھر اسکے بعد پلصراط کا خوف اور دوزخ کے فرشتون کی ہیبت وغیرہ جو جو امور احادیث مین مذکور ہین تو بدبخت آدمی پر سب احوال اور اقسام عذاب مین پھرتا رہتا ہے اور اپنے کیے کو بھگتتا ہے مگر اس صورت مین کہ اللہ تعالیٰ اسکو اپنی رحمت مین چھپاوے اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ایمان کی جگہ کو مٹی کھا لیتی ہے بلکہ مٹی تمام اعضائے ظاہری کو کھا کر متفرق کرتی ہے یہانتک کہ وہ وقت مقرری آپہونچے جو موقت سب اجزائے متفرق جمع ہونگے اور اسمین روح دوبارہ آدیگی جو کہ محل ایمان ہے اور یہ روح مرنے کے بعد سے لیکر اس دم تک یا تو ان جانورون سبز کے پوٹون مین رہی ہوگی جو عرش کے نیچے لٹکے ہوئے ہین بشرطیکہ سعید ہوا اور یا اگر خدانخواستہ بدبخت ہوگی تو کسی حالت بد مین جو خلاف پہلی حالت کے ہو رہیگی - اب ان سببونکا ذکر کیا جاتا ہے جو موجب سوء خاتمہ کے ہوتے ہین اگرچہ ایسی باتون کے اسباب بیحد وشمار ہین کہ انکا مفصل حیطۂ بیان مین آنا غیر ممکن ہے مگر کلیۃً اشارہ ہوسکتا ہے تو جاننا چاہیے کہ جو خاتمہ اتنک اور انکار پر ہوتا ہے اسکا سبب دو صورتون مین منحصر ہوتا ہے صورت اول کہ باوجود ورع اور زہد کامل ور اعمال صالح تام کے مقصود ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ زاہد بدعتی ہو کیونکہ بدعتی کا انجام خطرناک ہے گو عمل اچھے ہون اور ہماری غرض بدعت سے وہ بدعتین نہین کہ ہم اسکو بدعت قرار دین اسلیے اسکے بیان کے واسطے ایک قول طول طویل چاہیے بلکہ بدعت سے یہ مراد ہے کہ آدمی خدا تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال مین کوئی بات غیر واقع اعتقاد کرلے اور یہ اعتقاد ناحق یا تو اپنی تجویز اور قیاس و عقل ہی سے ہو کہ جب اپنی تجویز و قیاس سے حریف کو زک دے تو عقل پر اعتماد اور غرہ کیا اور کسی امر ناحق کا عقل ہی کے اعتماد سے اعتقاد کرلیا اور یا کسی

قبر جنت کے باغون مین سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا ... ابو سعید خدری ... احادیث ... عذاب القبر ... دوزخ کے دروازے کھلنا ...

سب کے سامنے رسوا ہونا احمد و طبرانی نے بروایت ابن عمرؓ نقل کیا ہے ۱۲

دوسرا ایسے ہی شخص کی پیروی سے یہ اعتقاد اپنے آپ مین آ گیا بہرحال جب ایسے شخص کو موت نزدیک ہوتی ہے اور ملک الموت کا چہرہ نظر آتا ہے اور دلکو اپنے اندر کی چیز سے گھبراہٹ ہوتی ہے تو بعض اوقات سکرات موت کیحالت مین اسپر یہ کھلتا ہے کہ جو کچھ پہلے سے اعتقاد کر رکھا تھا وہ جہالت سے تھا اور باطل محض ہے اور سکرات موت مین معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موت کا حال پردہ اٹھ جانیکا وقت ہے یعنی چیزین جیسی حقیقت مین ہین ویسی لعد موت کے معلوم ہوتی ہین اور سکرات موت موت ہی مین شامل ہین اسی جہت سے بعض باتین واقعی سکرات موت مین کھل جاتی ہین پس جب آدمی کو معلوم ہوا کہ یہ میرا پہلا اعتقاد جسپر میرا یقین کلی اور اعتماد قوی تھا باطل ہو گیا تو وہ صرف اسی ایک اعتقاد کو جھوٹا نہین سمجھتا جسمین اپنی رائے ناقص کو دخل دیا تھا بلکہ یہ گمان کر لیتا ہے کہ جو چیزین کہ سمجھ رکھی تھی سب کی کچھ اصل نہین یعنی پہلے سے اللہ و رسول پر ایمان رکھنا اور اپنے اعتقاد فاسد کو صحیح جاننے مین کچھ فرق نکرتا تھا مرنے کے وقت جو بعض اعتقادات کا حال جہالت کے نشا سے معلوم ہوگا اس سے اور اعتقادات جو واقع مین صحیح تھے انکو بھی باطل سمجھیگا یا انمین شک کریگا اب اگر اس حالت مین اسکی روح اتفاق سے نکلجاوے اور اصل ایمان اور حالت اصلی پر رجوع نکرنے پاوے تو ظاہر ہے کہ اسکا خاتمہ برا ہوگا اور اسکی روح معاذاللہ منہا شرک پر نکلیگی پس ایسے ہی لوگ مراد ہین اس آیت مین و بدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون اور اس آیت مین قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوٰۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اور جسطرح پر کہ خواب مین کبھی حال آئندہ کا معلوم ہو جاتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دل پر سونے کیوقت اشغال دنیا کے کم ہوتے ہین اسیطرح سکرات موت مین بھی بعض امور منکشف ہو جاتے ہین کیونکہ کاروبار دنیاوی اور شہوات بدن قلب کو اسبات سے مانع ہین کہ ملکوت کیطرف دیکھکر لوح محفوظ مین سے اشیا کا مطالعہ کرے اور جسطرح پر وہ واقع مین ہین اسکو معلوم ہو جاوے تو ایسی حالت دلکو سبب کشف ہوا کرتی ہے اور کشف کے باعث باقی اعتقادات مین شک آجاتا ہے اور جو شخص کہ خدائے تعالی مین اور اسکے صفات و افعال مین کسی امر غیر واقعی کا معتقد ہو خواہ براہ تقلید یا اپنی عقل و تجویز سے تو اسکے لیے یہ خطرہ مذکورہ بالا ہے اور زہد و صلاح اس خطرے کے دور کرنے کو کافی نہین اس خطرے سے بجز اعتقاد حق کے اور کوئی صورت نجات نہین اور بھولے آدمی اس خطرے سے کنارے پر ہین یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالی اور اسکے رسول اور آخرت پر ایمان مجمل لائے اور اسی پر پختہ رہے جیسے بدو اور دیہاتی اور عوام جو بحث و اعتراض مین نہین پڑتے اور نہ کلام کو مقصود بالذات جانکر شروع کرتے ہین اور فرق متکلمین جو اقوال مختلفہ کی تقلید بیان کرتے ہین انمین سے کسی کی سنتین اسیواسطے ایسے لوگون کے حق مین حدیث شریف مین آیا ہے اکثر اہل الجنۃ البلہ اور یہی وجہ تھی کہ بزرگان سلف بحث اور تقریر اور کلام اور ان امور کی تفتیش سے منع کرتے تھے اور خلق کو یہی کہتے تھے کہ خدائے تعالے نے جو کچھ اتارا اور اس سب پر ایمان لاؤ اور جو کچھ ظاہر الفاظ سے سمجھ مین آتا ہو اسکو درست جانو اور تشبیہ کا اعتقاد نرکھو اور تاویلات مین نہ پڑو کیونکہ صفات مین گفتگو کرنی بہت بڑی بات ہے اور اسکی گھاٹیان سخت ہین اور راستے دشوار گزار اور عقلین ادراک جلال الہی سے قاصر ہین اور چونکہ دل محبت دنیا پر بھول ہین اسلیے نور یقین سے جو ہدایت الہی انپر ہوتی ہے وہ رکی ہوئی ہے اور بحث کرنے والے جو کچھ اپنی بساط عقل کے موافق کہتے ہین وہ ابتر اور باہم ایک دوسرے کے خلاف ہے اور دل انھین باتون کے ساتھ مانوس

ت اور نظر آیا انکو اللہ کیطرف سے جو خیال نہ رکھتے تھے ۱۲ منہ کہہ ہم بتادین تمکو کون سے لوگ بہت ہارت مین جنکی دوڑ بھٹک رہی ہے دنیا کی زندگی مین اور وہ سمجھتے ہین کہ خوب بناتے ہین کام ۱۲

اور متعلق ہوتے ہین جو اتباع اسے نشوونما مین انمین پڑتے ہین اور تعصبات جو خلق مین پھیلے ہوئے ہین وہ عقائد موروثی کی جڑ ہین
اور نیز اُن عقائد کے جو معلمون سے اول اول حسن ظن کے باعث حاصل ہوتے ہین۔ پھر طبیعتون کا یہ حال ہو کہ دنیا کی
محبت مین مشغول اور اسیکی طرف متوجہ ہین اور شہوات دنیاوی اُنکا گلا دبائے ہین اور فکر کامل سے پھرے ہوئے
پڑے ہیں ایسے حال مین جب خدا تعالےٰ کے باب مین اور اسکے صفات مین اپنی اپنی رائے کے موافق گفتگو کرنے کا دروازہ
کھلا ہے تو لوگون کی طبیعت مین اختلاف اور ذہنون مین تفاوت تو ہوا ہی کرتا ہے اور ہر جاہل کو یہی حرص ہے کہ
مدعی کمال ہو اور کنہ حق کا محیط نظر بن جو جسکو سوجھے گا کہنے لگیگا اور جو کوئی انسے سنے گا اسکا دل اسی بات کا معتقد
ہو جاویگا اور رفتہ رفتہ اس عقیدے کے ساتھ مالوف ہونے سے اسکو ایک اُنسکا م ہو جائیگا غرضکہ دل کی خلاصی کی اُسکے
لیے کوئی صورت نہ ہوگی پس خلق کی سلامتی اور خیریت اسی مین ہو کہ نیک کام کرین اور جو بات کہ انکی حد طاقت سے خارج ہو اسکے
دَرپے نہون مگر کیا کیجیے اب معاملہ بہت سست ہو گیا بیہودگی پھیل گئی ہر جاہل کے گمان مین ہو گیا سمجھتا ہو ہر ایک وہ اپنے اعتقاد
مین اسی امر کو علم اور استیقان جانتا ہو اور اپنا ایکو مقصد لیے صفات ایمان اور سمجھتا ہو کہ جس بات پر بن سنے اپنی رائے سے
قناعت کی ہو علم یقین اور عین یقین یہی ہے حالانکہ چند روز بعد اسکا مقدمہ معلوم ہوگا جب سوچیگا کہ اس عمر عزیز خود غلط اور پانچ
من سند آتشم ؎ اور اسبات کو یقینًا جان لینا چاہیے کہ جو شخص خدا تعالیٰ اور اسکے رسولون اور کتابون پر ایمان خالص کو
چھوڑکر اس بحث مین پڑتا ہو وہ خطرہ مذکورہ مین اپنے آپکو ڈالتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی کشتی
ٹوٹ گئی ہو اور وہ حسب لائق امواج مین پڑا ہوا ہو کہ موجین اسکو ادھر سے ادھر پھینک رہی ہون تو اس حال مین ایسا کم
اتفاق ہوتا ہے کہ آدمی سلامت کنارے پر چلا آوے بلکہ غالب صورت ہلاک ہی ہو چنانچہ سعدی فرماتے ہین شعر دربن ورطہ کشتی
فروشد ہزار ؎ کہ پیدا نشد تختہ بر کنار ؎ پس کہ حقیقت یا اوصاف مین پڑنا سراسر جہالت ہو علاوہ ازین جو لوگ اپنی عقل کے بھروسے
بحث کرتے ہین اور دوسرے لوگ انسے یہ عقیدہ سیکھتے ہین تو وہ حال سے خالی نہین یا تو اسکی کوئی دلیل بھی ہوگی یا یہ دلیل اپنے
عقیدے کو مانا ہو اب اگر اس فرقۂ دوم کو اسمین شک ہوگا تو انکا دین فاسد ہو اور اگر فرقۂ اول کے قول کا اعتماد ہوگا تو خدا تعالیٰ کی
مکر سے مامون ہونا اور اپنی عقل ناقص پر مغرور ہونا لازم آتا ہو اسیطرح جو کوئی اس بحث مین مبتلا ہوگا اسکی بھی وہ حالتین ہو سکتی
ہین مگر یہ اس صورت مین کہ عقل کی حدود سے نکلی دے اور نور مکاشفہ جو عالم ولایت و نبوت مین چلتا ہو اس تک جا پہنچے
یہ بات ہر چند کبریت احمر ہو مگر کہان حاصل ہو سکتی ہو۔ اور اس خطرے سے بھولے آدمی اور عوام آزاد ہین۔ جو آگ کے خوف سے طاعت
الٰہی مین مصروف ہین اور اس امر فضول مین خوض نہین کرتے حاصل یہ کہ خاتمے کی برائی مین ایک سبب اندیشہ ناک
یہ بھی ہو۔ صورت دوم شک و انکار پر خاتمہ ہونے کے سبب کی یہ ہو کہ اصل مین ایمان ضعیف ہوتا ہو پھر محبت دنیا دل پر غالب
ہو جاتی ہو اور جب ایمان ضعیف ہوتا ہو تو محبت الٰہی بھی ضعیف ہوتی ہو اور محبت دنیا قوی ہوتی ہو اور اسکی قوت اس درجے
کو ہوتی ہے کہ دل مین جگہ محبت الٰہی کی نہین رہتی صرف ایسی رہجاتی ہو جیسے دل کا وسوسہ اور خطرہ یعنی محبت الٰہی ایسی نہین

ہوتی کہ نفس کی مخالفت کرنے اور شیطان کی راہ سے پھرنے مین کچھ اسکا اثر دل پر ہو جب یہ حال ہوتا ہے تو آدمی اتباع شہوات مین ڈوب جاتا ہے یہانتک کہ دل سیاہ اور سخت ہوجاتا ہے اور گناہون کے پے درپے ہونے سے سیاہی کی تہ دل پر جم جاتی ہے اور وہ نور ایمان جو ذرا سا تھا اسمین سے ہمیشہ کچھ کم ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ نوبت مہر اور زنگ کی دل پر پہونچ جاتی ہے اور جب سکرات موت شروع ہوتے ہین تو محبت الٰہی اور بھی ضعیف ہوجاتی ہے کیونکہ اسوقت معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اسکی جدائی کا وقت آپہونچا اور اس جدائی سے دل پر شدت کا صدمہ ہوتا ہے اور وجہ جدائی کی خداے تعالے ہی کو جانتا ہے تو دل مین یہ بات آتی ہے کہ خداے تعالی نے میرے اوپر موت کو کیون بھیجا یہ تو ایک بری چیز ہے اور موت کا آنا اور اپنے محبوب کا جدا ہونا خدا کی طرف سے برا معلوم ہوتا ہے تو اسوقت یہ خوف ہوتا ہے کہ خداے تعالی کی محبت کے بدلے مین کہین اسکے دل سے بغض نہ جوش کرے جیسے کوئی شخص بیٹے کو تھوڑا سا چاہتا ہو اور مال کو بہت سا اور اسکا لڑکا اسکا مال لیکر اڑادے یا پھونک دے تو وہ ذرا سی محبت جو اسکے بیٹے سے تھی بغض سے بدلجاتی ہے اسیطرح یہان تصور کرنا چاہیے پس اگر اتفاق سے آدمی کی روح اسیدم نکلے جس وقت کہ خدا کیطرف سے اسکے دل مین بغض ہو تو ظاہر ہے کہ خاتمہ برا ہوگا اور ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگا اور جو سبب کہ اس سے ایسا خاتمہ ہوا وہ غلبہ محبت دنیا اور اسکی طرف میل کرنا اور اسکے اسباب سے خوش ہونا ہے اس حال مین کہ ایمان ضعیف ہو جو موجب ضعف محبت الٰہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے دل مین محبت الٰہی کو بہ نسبت محبت دنیا کے غالب دیکھے اگرچہ دنیا سے بھی محبت رکھتا ہو تو وہ اس خطرے سے بر کنار ہے کہ دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی جڑ ہے یہی مرض لاعلاج ہے اور بہت خلقت اسمین مبتلا ہے اور وجہ یہی ہے کہ خدا کو کم پہچانتے ہین اگر پہچانتے ہوتے تو محبت ضرور کرتے جو کوئی اسکو پہچانتا ہے بیشک اس سے محبت کرتا ہے اور اسی محبت سے اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَاَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهِ خلاصہ یہ کہ جس شخص کی روح ایسے وقت مین نکلے کہ اسکے دل مین خداے تعالی پر انکار ہو اور اللہ تعالی کا یہ فعل کہ اسمین اور اسکے زن و فرزند و مال و سب محبوب چیزون مین جدائی ڈالدے اسکو دل سے برا معلوم ہوتا ہو تو ایسے شخص کا مرنا اسی بغض کے ساتھ جانا اور اپنی محبوب چیز کو چھوڑنا ہوگا اور خداے تعالی کے سامنے ایسی طرح آویگا جیسا غلام جو آقا سے بغض رکھتا ہو اور بھاگا ہوا اور زبردستی گرفتار ہوکر سامنے لایا گیا ہو اب جو کچھ آقا کی طرف سے سزائی اور ذلت ایسے شخص کی ہوگی وہ صاف ظاہر ہے اور جس شخص کی وفات محبت الٰہی پر ہوگی وہ خدا تعالی کے پاس ایسا آویگا جیسا اچھا غلام خدمتگار مشتاق اپنے آقا کا ہو اور کار خدمت مین جانکاہی اور محنت شاقہ اٹھاوے اور اسکے دیدار کے لیے سختیان سفر کی سہے پھر ایسا شخص دربار مین پہونچتے ہی جیسا خوش ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے اکرام و انعام انواع و اقسام کے اس خوشی سے علاوہ ہونگے اب دوسرے خاتمے کا حال سننا چاہیے جو شک و انکار پر مرنے کی نسبت کم ہے اور مقتضی ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا نہین ایسے خاتمے کے بھی دو سبب ہین اول گناہون کی کثرت گو ایمان قوی ہو دوم ضعف

کہہ دے تو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتین اور برادری اور مال جو کمائے ہین اور سوداگری جسکے بند ہونے سے ڈرتے اور حویلیان جنکو پسند کرتے ہو تمکو زیادہ پیاری ہین اللہ سے اور اسکے رسول سے اور لڑنے سے اسکی راہ مین تو راہ دیکھو جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم

ایمان اگرچہ گناہ کم ہوں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ گناہوں کا مرتکب ہونا اس سبب سے ہوتا ہے کہ شہوات غالب ہوتے ہیں اور
الفت و عادت کی کثرت سے دل میں جم جاتے ہیں اور جن چیزوں سے کہ آدمی عمر بھر مالوف رہتا ہے موت کے وقت ان سب
کی یاد دل میں چلی آتی ہے مثلاً اگر اکثر میل طاعتوں کیطرف ہوتا ہے تو نزع میں یاد طاعت الٰہی ہی اکثر ہوتی ہے اور اگر میل گناہوں
کیطرف زیادہ ہوتا ہے تو انھیں کا ذکر دل پر موت کی حالت میں غالب ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شہوت دنیا
کی شہوتوں میں سے یا کوئی گناہ دل پر غالب ہوتا ہے تو اسی حال میں اسکی روح نکلتی ہے اور دل اسیکا مقید ہو کر خدا تعالیٰ سے
محجوب ہوجاتا ہے پس جو شخص کہ ارتکاب گناہ کا کبھی کبھی کرتا ہے تو وہ اس خطرے سے بری ہے اور جو کبھی نہیں کرتا وہ یقیناً اس
سے مامون ہے بلکہ جسپر معاصی غالب ہیں اور طاعات کی نسبت زیادہ ہیں اور اسکا دل انھیں سے زیادہ خوش ہے بہ نسبت طاعات
کے تو ایسے شخص کے حق میں یہ خطر بیشک بہت زیادہ ہے اور اسکو ایک مثال سے سمجھ لینا چاہیے وہ یہ ہے کہ ایک امر بدیہی ہے
کہ آدمی خواب میں انھیں باتوں میں سے اکثر دیکھا کرتا ہے جنکو زندگی بھر کرتا رہتا ہے یہانتک کہ جو بات جاگنے کی حالت میں اسکو
پیش آتی ہو اسکے مشابہ خواب میں دیکھتا ہے حتیٰ کہ مراہق یعنی مرد قریب بلوغ جسکو احتلام ہوتا ہو وہ خواب میں صورت جماع کی نہ دیکھیگا اگر
جاگنے میں اسنے جماع نہ کیا ہو اور اگر مدت تک ایسا ہی رہے تو احتلام کے وقت کبھی صورت جماع نظر نہ آوے اسی طرح اگر کوئی شخص
اپنی عمر فقہ سیکھنے میں صرف کرے تو ایسے حالات دیکھیگا جو متعلق علم اور علماء کے ہوں اور اس قسم کے خواب تاجر سے زیادہ اسکو
معلوم ہونگے جو اپنی عمر تجارت میں بسر کرتا ہے اور تاجر کو احوال متعلق تجارت اور اسکے لوازم کے بہ نسبت فقیہ کے زیادہ نظر آئینگے کیونکہ
نیند کی حالت میں دل پر وہی بات ظاہر ہوتی ہے جسکو دل کے ساتھ کثرت عادت والفت سے مناسبت ہوگئی ہو اور موت
بھی مثل نیند کے ہے مگر اس سے بڑھکر ہے الا سکرات موت اور موت سے پہلے جو بیہوشی سی آجاتی ہے وہ نیند کے قریب ہی
قریب ہے جب یہ ٹھہرا تو لازم آیا کہ نیند کی طرح اسمیں بھی یاد کرنا الفت کی چیزوں کا ہو اور دل میں ان چیزوں کا آنا متعلق ہے
اسوجہ سے کہ دل کو انکے ساتھ بہت الفت اور عادت رہی ہو یہی ترجیح اسوقت یاد ہونے کے لیے کافی ہے اور یہ معاصی اور طاعات
کے ساتھ مالوف ہونا بھی ایک ایسی وجہ ہے کہ جس سے ان کی یاد کو مرنے کے وقت ترجیح ہو اور اسی وجہ سے نیکوں کے خواب
اور بدکاروں کے خواب میں مخالفت ہوتی ہے غرضکہ زیادہ مالوف ہونا بھی ایک سبب ہے جس سے کہ بعض کی صورتیں دل میں
منقش ہوتی ہیں اور نفس کو اسکی طرف رغبت ہوتی ہے اب اگر اتفاقاً اسی حال میں روح بدن سے پرواز کر جاوے
تو خاتمہ اچھا نہ ہوگا گو اصل ایمان باقی ہو جس سے کہ امید نجات و خلاص ہو اور جیسے جاگنے کی حالت میں جو بات دل پر
گذرتی ہے اسکا کوئی سبب خاص ہوتا ہے اسیطرح جتنی خواب میں ہوتی ہیں سب کے اللہ تعالیٰ نے کچھ اسباب رکھے ہیں کہ ان
بعض کو ہم پہچانتے ہیں اور بعض کو نہیں جانتے اور ہمکو معلوم ہے کہ خیالات دل ایک چیز سے دوسری کیطرف جو اول کے مناسب
ہو منتقل ہوجاتے ہیں خواہ دونوں چیزوں میں مشابہت کے باعث مناسبت ہو جیسے کسی خوبصورت کو دیکھکر دوسرا خوبصورت
یاد آوے یا دونوں میں بوجہ ضد ہونے کے علاقہ ہو مثلاً خوبصورت کو دیکھکر کسی بدصورت کا دھیان ہو اور دونوں کے تفاوت

مین تامل کیا جاوے یا ان دونون چیزون مین صرف ایک ساتھ ہونیکا علاقہ ہو جیسے کوئی گھوڑا نظر پڑے کہ اسکو پہلے کبھی کسی
آدمی کے پاس دیکھا ہو اور باب اسکو دیکھکر اس آدمی کا خیال آوے۔ اور کبھی خیال ایک چیز سے دوسری چیز کیطرف جاتا ہے
مگر مناسبت کی وجہ دونون مین کچھ نہین معلوم ہوتی اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ پہلے ایک چیز سے دوسری کا خیال ہوا اور دوسری
سے تیسری کا پھر دوسری چیز کو بھول گیا اور اول و تیسری چیز مین کچھ نسبت نہین ہے مگر اول مین اور دوسری مین تھی اور
دوسری اور تیسری مین تھی جب دوسری ذہن مین نہ رہی تو اول اور تیسری مین کچھ نسبت معلوم نہین ہوتی اسیطرح خواب
مین بھی خیالات دل کے انتقال کے لیے کچھ اسی قسم کے اسباب ہوتے ہین اور سکرات موت کیوقت بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے
کہ جو چیز دماغ مین جمی ہوئی ہے اسیکا خیال اسوقت رہتا ہے مثلاً سلائی والا ایسے وقت کسیطرف ہاتھ کو اٹھاتا ہے گویا سوئی
لینا چاہتا ہے پھر اپنے اوپر کی چادر پر بالشت رکھتا ہے گویا سینے کے لیے ناپتا ہے اسیطرح اور کام والون کے خیالات کو قیاس
کرنا چاہیے پس جس شخص کو منظور ہو کہ خیال گناہون اور شہوات کیطرف نہ جاوے اسکا طریق بجز اسکے نہین کہ تمام عمر نفس
کو شہوات سے علیحدہ رکھنے مین مجاہدہ کرے اور دل سے شہوات کی بیخ کنی مین جہد بلیغ کو کام مین لاوے اسلیے کہ اتنی ہی بات
اختیار مین ہے اگر ہمیشہ خیر پر مداومت رہیگی اور فکر شر سے پاک و صاف ہوگا تو سکرات موت کے حالت کے لیے یہ ایک ذخیرہ
اور سامان ہو چکا ہوگا کیونکہ آدمی اسی حالت پر مرتا ہے جس حالت پر کہ جیتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے اسی حالت پر قیامت کو اٹھیگا
کسی بقال کی نقل ہے کہ اسکو مرنے کیوقت کلمہ شہادت لوگ سکھلانے لگے تو وہ چار پانچ چھ کہنے لگا اسلیے کہ موت سے پہلے بہت
دنون حساب مین مصروف تھا۔ اور بعض عارفین کا قول ہے کہ عرش ایک جوہر ہے کہ نور سے چمکتا ہے جو بندہ کسی حال پر ہوتا ہے
اسکی صورت اسی حال پر عرش مین منقش ہو جاتی ہے پس جب سکرات موت مین ہوتا ہے تو اسکو وہی صورت عرش سے سوجھتی
ہے تو کہین ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو گناہ کی صورت پر دیکھتا ہے اور اسیطرح قیامت کو بھی اسکو اپنی صورت سوجھیگی وہ
اپنے سارے احوال دیکھیگا تو اسوقت جسقدر حیا اور خوف اسکو ہوگا اسکا بیان نہین ہوسکتا اور واقع مین قول ان صاحب
کا درست ہے اور خواب صحیح کا سبب بھی اسیکے قریب ہے یعنی سونیوالا معلوم کر لیتا ہے لوح محفوظ کے مطالعہ سے کہ آئندہ
کو کیا ہوگا اور خواب صحیح کا معلوم ہونا بھی ایک جزو ہے اجزاے نبوت سے کہ کسیکو بغیر نہین ہوا کرتا۔ بہرحال یہ معلوم ہوا کہ سوء
خاتمہ کا مآل راجع ہے قلب کے احوال اور خلجان خواطر کیطرف اور انکا دلون کا بدلنے والا خداے تعالی ہے اور اتفاقات جو مقتضی
انہی خواطر کے ہین وہ بالکلیہ داخل بندہ کے اختیار مین نہین گو بہت دنون کی عادت سے ان مین کچھ تاثیر ہوتی ہے مگر اسی لحاظ
عارفین کو سوء خاتمہ سے بڑا خوف رہتا ہے کہ خاتمہ کا اچھا ہونا اختیاری نہین کیونکہ اگر کوئی شخص چاہے کہ خواب مین بجز احوال
صالحین اور صادقین کے یعنی انکی طاعات و عبادات کے اور کچھ نہ دیکھون تو یہ امر اسپر دشوار ہوگا گو خود کثرت نیکبختی اور اسپر
مواظبت کرنے کو اسباب مین تاثیر ہے مگر خیال کا رکنا اپنے قابو مین نہین اگرچہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ جو چیز خواب مین نظر آتی ہے
وہ اسیکے مشابہ اور مناسب ہوتی ہے جو جاگتے مین آدمی پر غالب ہوتی ہے یہانتک کہ مین نے اپنے استاد ابو علی فارمدی سے

سنا ہے کہ مجھسے یہ بیان فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے مرشد کا اچھی طرح ادب کرے اور جو کچھ مرشد کہے اسکا انکار و
مجادلہ نہ زبان پر آوے نہ دل مین ہو اسی ذکر مین انھون نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایکبار مین نے اپنے مرشد ابوالقاسم گرگانی سے ایک
خواب بیان کیا اور عرض کیا کہ مین نے یہ دیکھا کہ آپ نے مجھسے فلان بات کہی اور مین نے خواب ہی مین کہا کہ یون کیون ہے انھون
نے مجھکو مہینا بھر چھوڑ دیا اور کچھ کلام نہ کیا اور فرمایا کہ اگر تیرے دل مین میرے قول کا انکار اور اعتراض نہوتا تو خواب مین ہرگز تیری
زبان پر یہ کلمہ جاری نہوتا اور واقع مین انکا قول درست ہے اسواسطے کہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ حالت بیداری مین جو چیز آدمی کے
دل پر غالب ہے خواب مین اسکے خلاف دیکھے اب اسرار خاتمہ کو اس سے زیادہ ہم نہین لکھ سکتے علم معاملہ مین اسیقدر مناسب ہے
اسکے سوا علم مکاشفہ مین داخل ہے اور اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ سوء خاتمہ سے آدمی کو امن اسطرح ہو سکتا ہے کہ جتنی چیزین ہین انکا
علم جیسی وہ واقع مین ہین بدون جہالت کے آجاوے اور تمام عمر خدا کی طاعت مین بدون معصیت کے گذرے لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ یقین
ہے کہ یہ دونون باتین محال یا دشوار ہین تو پھر وہ خوف غالب ہونا چاہیے جو عارفین پر غالب تھا تاکہ اسکے باعث ہر دم چشم گریان
اور دل بریان رہے اور ہمیشہ حزن و قلق دامنگیر خاطر رہے چنانچہ کچھ احوال انبیا اور اولیا اور سلف صلحا کے خوف کا آگے لکھا جاویگا
شعر اے خنک چشمے کہ آن گریان اوست ٭ وے ہمایون دل کہ آن بریان اوست ٭ اس گریہ و قلق دائمی سے توقع ہے کہ تمہارے
دلون مین خوف کی آگ مشتعل ہو اور اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال تمام عمر کے ضائع ہین اگر وقت جان کندنی اور
دم واپسین مین جسمین جان نکلتی ہے آدمی سلامت نرہے اور یہ ظاہر ہے کہ آدمی کی سلامتی باوجود ان وسوسون کی موجون
کے نہایت دشوار ہے چنانچہ مطرف بن عبداللہ کہا کرتے کہ مین اسبات سے نہین تعجب کرتا ہون کہ ہلاک ہونے والا کیسے
ہلاک ہوا بلکہ مجھکو یہ تعجب ہوتا ہے کہ نجات پانے والا کیسے نجات پاگیا اور حامد لفاف کہتے ہین کہ جب بندہ مومن کی روح
لیکر فرشتے چڑھتے ہین اور خیر اور اسلام پر اسکا خاتمہ ہوتا ہے تو فرشتے تعجب کی راہ سے کہتے ہین کہ یہ شخص دنیا سے کیسے بچا جسمین ہم مین کے
بہتر بگڑ گئے ہین اور ایک روز حضرت سفیان ثوری روتے تھے ایسے لوگون نے پوچھا کہ آپ کس چیز پر روتے ہین آپ نے
فرمایا کہ کچھ دنون ہم گناہ پر روتے اب اسلام پر روتے ہین یعنی اندیشہ ہے کہ ساتھ دیگا یا نہین حاصل یہ کہ جسکی کشتی گرداب مین
پھنس گئی ہو اور طوفان کے باعث موجون کا بھی کچھ ٹھکانا نہو اس شخص کے حق مین بچنا بہ نسبت تباہ ہونے کے بعید معلوم ہوتا ہے
اور مومن کا دل کشتی کی نسبت زیادہ مضطرب ہے اور وسوسون کی موجین سمندر کی موجون سے زیادہ صدمہ پہونچاتی ہین اور
ڈرنے کی چیز صرف یہی ہے کہ مرتے وقت اندیشہ بد دل مین نہ گذرے اور یہ وہی ہے جسکے باب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ آدمی جنت والون کے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اسمین اور جنت مین صرف اتنا وقت رہجاتا ہے جتنا دودھ نکالنے
کی دو دھارون مین مگر اسکا خاتمہ اس حال پر ہوتا ہے جو پہلے لکھا گیا ہے انتہی - اور دو دھارون کے بیچ کا وقت اتنا نہین کہ اسمین کوئی
عمل موجب شقاوت ہو سکے بلکہ اسوقت وساوس اور خواطر ہی ہو سکتے ہین کہ بجلی کیطرح گذر جاتے ہین حضرت سہل تستری
فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین یہ دیکھا کہ گویا جنت مین گیا ہون اور تین سو پیغمبرون سے ملاقات ہوئی ان سبسے مین نے

پوچھا کہ دنیا مین آپ سب سے زیادہ کونسی چیز سے ڈرتے تھے سہیل نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے اور اسی خوف عظیم کے باعث شہادت
عمدہ اور غبطہ کی چیز ہے اور مرگ ناگہانی مکروہ اسلیے کہ ناگہانی موت کبھی ایسے وقت ہوجاتی ہے کہ اندیشہ بد دلپر غالب ہوا اور دل
ایسے اندیشون سے خالی نہین رہتا مگر یہ کہ برا جانکر خواہ نور معرفت سے انکو ٹال دیوے اور شہادت کا حال یہ ہے کہ اسکے معنی یہی
ہین کہ قبض روح ایسے حال مین ہو کہ دل مین سوائے محبت الٰہی کے کچھ نرہا ہو دنیا کی محبت اور گھر والون اور مال وا ولاد اور تمام
شہوات کی محبت دلمین سے نکل گئی ہو کیونکہ صف قتال مین لقمۂ نہنگ اجل ہونے کو وہی جاتا ہے جو اللہ کی محبت رکھتا ہو اور اسکی رضا
کا طالب اور دنیا کو آخرت کے بدلے مین بیچنا منظور رکھتا ہو اور جو معاملہ کہ خدائے تعالیٰ نے اس سے بیع وشرا کا کیا اسپر راضی ہو جیسکا
ذکر اس آیت مین ہے ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کو بیچتا ہے اس سے اپنا
دل اٹھا لیتا ہے اور اسکے عوض کی چیز کی محبت دلمین سماتی ہے اور ہر چند ایسی حالت دلپر کبھی کبھی ویسے بھی آجاتی ہے مگر اسمین جان
نکلنا اختیاری نہین اور صف قتال مین اسی حال پر جان جانا اغلب ہے اسوجہ سے شہادت محبوب ہے لیکن یہ ایسے شخص کا حال ہے
جو غلبہ اور غنیمت اور شہرت شجاعت کا خواہان نہو ورنہ جسکا ارادہ ان باتون مین سے کوئی ہوگا وہ اگرچہ میدان جنگ ہی مین مارا جاے
اسکو رتبۂ شہادت ملنا بعید ہے چنانچہ احادیث سے ایسا ہی پایا جاتا ہے۔ اور جب برادر تجھکو سوء خاتمہ کی حقیقت اور جو چیز اسمین
خوفناک ہے معلوم ہو چکی تو اسکی تیاری کے لیے مشغول ہو اور ذکر الٰہی کی مداومت کر اور اپنے دل سے محبت دنیا نکال دے اور
اپنے اعضا کو گناہ کے ارتکاب سے اور دل کو اسکی فکر سے محفوظ رکھ اور معاصی کے دیکھنے اور گنہگارون کی ملاقات سے حتی الوسع
احتراز کر کہ یہ تدبیر بھی تیرے دلپر موثر ہوگی اور تیری فکر و خواطر کو خدا کی طرف پھیر یگی اور ایسا نکرنا کہ کہین اسباب مین لیت و لعل
کرے اور یون کہے کہ جب خاتمہ آویگا تو اسکی تیاری کرونگا کیونکہ ہر ایک تیرے نفس دن مین سے تیرا خاتمہ ہے یعنی ہو سکتا ہے
کہ اس مین تیری جان نکلجاوے اسلیے ضرور ہوا کہ ہر لحظہ دل کی نگرانی کرے اور کسی دم اسکو بیکار نچھوڑے شاید وہی دم آخرین
ہو اور روح پرواز کر جاوے یہ حال تو جاگنے کا ہے اور سونے کیوقت یہ چاہیے کہ ظاہر و باطن کی طہارت پر سووے اور نیند
کا غلبہ جبھی ہو جب دل پر غلبہ ذکر الٰہی کا ہو چکے ہماری غرض ذکر لسانی سے نہین کیونکہ صرف زبان کی حرکت بہت کم تاثیر کرتی
ہے اور اسبات کو قطعاً جان لے کہ نیند کیوقت دل پر وہی بات غالب ہوتی ہے جو نیند سے پہلے اسپر غالب تھی اور خواب
مین بھی وہی غالب رہیگی جو جاگنے مین غالب تھی اور خواب سے اٹھنے مین بھی وہی غالب رہے گی جو سوتے مین غالب رہی اور
یاد رہے کہ موت اور سونا ایک دوسرے کے مشابہ ہین اور جاگنا اور قیامت کو اٹھنا بھی ایک دوسرے کے مانند ہین تو جیسے آدمی
نہین سوتا ہے مگر ان خیالات پر جو بیداری مین اسپر غالب رہتے ہین اور نہین جاگتا مگر انھین باتون پر جو خواب مین غالب تھین اسیطرح
نہین مرتا مگر اسی حال پر جو زندگی مین غالب رہا اور نہین اٹھیگا مگر اسی پر جسپر مرا مصرعہ چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد اور موت
اور اسکے بعد اٹھنے کو اپنی دو حالتین جاننی چاہئین جیسے کہ خواب و بیداری دو حالتین ہین اور اسبات کو نہ دل سے سچ جاننا اور اسپر
ایمان لانا چاہیے اگر تجھکو عین الیقین اور نور بصیرت سے اسکا مشاہدہ نہو سکے اور اپنی سانسون اور لحظون کی حفاظت کرنی چاہیے اور خبردار

[illegible]

خدا سے ایک پل بھی غافل ہونا کیونکہ باوجود ان سب باتون گذشتہ کے کرنے کے پھر بھی بڑے خوف کی جگہ ہے جب نکریگا تیرا کیا حال ہوگا شعر چونکہ بدکردی بترس امین مباش :: زانکہ تخم است و بود یابد خداش :: سچ ہے کہ آدمی سب ہلاک ہین مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہین مگر عامل اور عامل سب ہلاک ہین مگر اخلاص والے اور اخلاص والے بڑے خوف پر ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ یہ بات تجھکو میسر نہوگی بجز اس صورت کے کہ دنیا سے مقدار ضرورت پر قانع ہو اور دنیا کی ضرورت تین چیزین ہین کھانا اور پوشاک اور مکان اور باقی سب فضول ہے اور کھانے مین سے اسقدر ضروری ہے کہ جس سے تو سید ھار ہے اور جان بچی رہے تو تجھکو چاہیے کہ غذا ایسی طرح کھاوے جیسے کوئی مجبوری اور نفرت کی صورت مین کھاتا ہے اور کھانے کی خواہش پاخانہ پھرنے کی خواہش سے زیادہ نہو کیونکہ کھانے کا پیٹ مین ڈالنا اور اسکو پیٹ مین سے نکالنا دونون یکسان ہین اور دونون ضروری داخل بشریت انسانی ہین تو جیسے پاخانہ پھرنے مین ایسی ہمت نہین کرتا جس سے تیرا دل بھی مصروف ہوجاوے اسیطرح کھانا کھانے مین بھی مشغولی دل نہین چاہیے اور جان لینا چاہیے کہ اگر آدمی کی ہمت اسی چیز مین لگی رہے جو اسکے پیٹ کو بھرتی تو اسکی قیمت وہ ہوگی جو پیٹ سے نکلے یعنی اسمین اور نجاست مین کچھ فرق نہین اور جب کھانے سے غرض بجز قوت عبادت الہی اور کچھ نہو اور کھانے اور پاخانہ پھرنے کو داخل ضرورت یکسان جانے تو اسکی پہچان تین باتون مین معلوم ہوتی ہے اول وقت غذا دوم مقدار غذا سوم جنس غذا وقت مین تو یہ پہچان کہ رات دن ایکبار پر کفایت کرے اور روزے پر مواظبت کرے اور مقدار کی علامت یہ ہے کہ تہائی پیٹ سے زیادہ نہ کھاوے اور جنس کی صورت یہ ہے کہ یا خند لذیذ کھانون کا نرہے بلکہ جو میسر ہوا سپر قانع ہو ایسا بھائی جان اگر تو ان تینون باتون پر قادر ہوجاویگا اور شہوات ولذتون کی فکر تجھسے دور ہوجاویگی تو بعد اسکے تو شبہات کے ترک پر قادر ہوگا اور ہوسکیگا کہ بجز حلال اور کچھ نہ کھاوے کیونکہ حلال ول تو کم ملتا ہے دوسرے جمیع شہوات کو وافی نہین ہوتا اسواسطے اسکے اوپر قانع ہونا اور اوقت رکھتا ہے مگر بقدر ضرورت کھانا اختیار کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے اور لباس مین یہ چاہیے کہ غرض اس سے دور کرنا گرمی اور سردی کا ہو اور ستر عورت منظور ہو تکلف منظور نہو مثلاً اگر ایک ٹڑی کی ٹوپی سے سر کا جاڑا موقوف ہوجاوے تو اسکے سوا اور کی تلاش کرنی فضول اور تضیع اوقات ہے جسمین ہمیشہ کا شغل اور مصیبت کہین کمائی سے کہین حرص کے مال حرام مشتبہ سے قائم ہے اسی قیاس پر سردی اور گرمی تمام بدن کو لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر کسی پوشاک سے باوجود کم حیثیت ہونے کے مقصود لباس حاصل ہو کہ مقدار ستر عورت کے بھی ہو اور حرارت و برودت کو بھی جسم مین اثر نہ کرنے دے تو تیرا اسپر بس نہ کرنا خیال خام ہے بلکہ اس صورت مین تو ایسے لوگون مین سے ہے جنکے شکم بجز خاک کے اور کوئی چیز نہ بھرے گی یہی حال مکان کا ہے کہ اگر اسکے مقصود پر لحاظ کیجیے تو صرف آسمان کی چھت اور زمین رہنے کو کافی ہے اگر گرمی یا سردی غالب ہو تو مسجد مین جا بیٹھنا چاہیے ورنہ اگر اپنا مکان خاص چاہو تو بہت دشوار ہوگا اور اکثر عمر اسی مین لگ جاویگی اور وہی تیرا سرمایہ ہے پھر اگر تیرے لیے سامان مکان بہم پہونچ گیا اور دیوار سے تو نے سوا آڑ ہونے کے تجھ مین اور لوگون مین کوئی اور غرض سوچی یا چھت سے تو نے سوا دور کرنے مینہ کے اور کوئی مطلب سمجھا اور اس خیال سے دیوارون کو اونچا کرنا شروع کیا اور چھتون کو مزین کرنے لگا تو پھر

ایسے گڑھے میں گر پڑیگا کہ اسمیں سے نکلنا دشوار ہو اور یہی حال تمام اپنے ضروری مطلبوں کا جاننا چاہیے کہ اگر انپر کوتاہی کریگا تو خدا تعالیٰ کیواسطے فارغ ہوجاویگا اور اپنے خاتمے کی تیاری اور آخرت کی زاد کے لیے مستعد رہیگا اور اگر بالفرض حد ضرورت سے بڑھیگا اور آرزوؤں میں مبتلا ہوگا تو سب قصد پراگندہ ہوجاوینگے اور خدا تعالیٰ پروا نکریگا کہ کون سے جنگل میں تجھکو ہلاک کرے اے عزیز اس نصیحت کو قبول کر کہ نصیحت کرنے والا تیری نسبت کر زیادہ تر محتاج نصیحت کا ہے اور جاننا چاہیے کہ جتنا وقت تدبیر اور زاد راہ لینے کا اور احتیاط کا ہے وہ یہی چھوٹی سی زندگی ہے پس اگر اسکو ایک ایک روز غفلت میں ٹالتا ہوگا تو کیا عجب ہے کہ ایسے وقت میں موت تیری آوے جسمیں تیرا دل مرنے کیلیے نہ چاہتا ہو پھر تو حسرت اور ندامت کبھی نجاویگی اب اگر جو بات تجھسے کہی گئی ہے اگر خوف کی کمی کے باعث تجھسے اسکی پیروی نہوسکے اور جسقدر ہمنے خاتمے کا حال لکھا ہے وہ تیرے ڈرانے کیلیے کافی نہو تو ہم کسیقدر احوال خائفین کا لکھتے ہیں جس سے ہمکو توقع ہے کہ کچھ سختی تیرے دل کی موقوف ہوجاوے کیونکہ یہ تو تجھے بھی خوب معلوم ہے کہ انبیا اور اولیا اور علما کی عقل اور انکے عمل اور رتبے خدا تعالیٰ کے یہاں تیری عقل اور رتبہ سے بڑھکر تھے تو یہ سوچنا چاہیے کہ انپر خوف کیوں زیادہ تھا اور اسکے غم و گریہ کی کیا وجہ تھی کہ انمیں سے بعض چیخیں مارتے تھے اور بعض بیہوش ہوجاتے تھے بعض غش کھا کر گرتے تھے بعض مردہ ہوکر زمین پر جا پڑتے تھے اور اگر ان کے احوال سے بھی تیرے دلمیں خوف نہ پیدا ہو تو بھی کچھ تعجب نہیں اسلیے کہ غفلت والوں کے دل پتھر جیسے یا انسے بھی سخت ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ وما اللہ بغافل عما تعملون

آٹھواں بیان انبیا اور فرشتوں علیہم السلام کے حالات خوف خدا میں حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا تھا اور کھڑے ہوکر حجرے میں پھرنے لگتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے یہ سب باتیں خدا تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ہوتی تھیں اور ایکبار آپ ایک آیت سورہ حاقہ کی پڑھکر بیہوش ہوگئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وخر موسیٰ صعقا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صورت جبرئیل علیہ السلام کی زمین بطحا میں دیکھی اور بیہوش ہوگئے۔ اور روایت ہے کہ آپ جب نماز میں ہوتے تھے تو آپکے سینے کا جوش ہنڈیا کے جوش کیطرح سنائی دیتا تھا اور آپنے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل کبھی نہیں آئے مگر اس صورت سے کہ خوف خدائے جبار سے کانپتے تھے اور روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا تو حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام نے رونا شروع کیا انکو وحی آئی ہوئی کہ تم اتنا کیوں روتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ الٰہی ہم تیرے داؤ سے بیخوف نہیں حکم ہوا کہ تم ایسے ہی رہو میرے مکر سے بیخوف نرہنا اور محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ جب دوزخ پیدا ہوئی تو فرشتوں کے دل اپنی جگہوں سے اتر گئے مگر جب بنی آدم پیدا ہوے تو پھر دل اپنی جگہ آگئے اور حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہیں دیکھتا انھوں نے کہا کہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے وہ کبھی نہیں ہنستے اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

کچھ فرشتے ہین کہ جب سے آگ پیدا ہوئی ہے وہ نہین ہنستے اس خوف سے کہ کہین خدا تعالی ہمپر غصہ ہوکر اسی سے ہمکو عذاب نہ دیوے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ ایکبار مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب باہر نکلا یہانتک کہ آپ کسی باغ مین انصار کے تشریف لائے اور خرما اٹھا کر کھانا شروع کیا اور مجھکو فرمایا کہ تم کیون نہین کھاتے مین نے عرض کیا کہ مجھے اسکی بھوک نہین آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسکی اشتہا ہے اور یہ چوتھا روز ہے کہ مین نے غذا نہین چکھی اور نہ مجھکو ملی اور اگر مین اپنے پروردگار سے مانگتا تو وہ مجھکو روم اور فارس کی سلطنت عنایت فرما دیتا اے ابن عمرؓ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگون مین رہوگے جو اپنی خوراک برس دن کی ذخیرہ کرکر رکھینگے اور انکے دل مین یقین کم زور ہوگا حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ ہم وہان سے نہ ٹلے تھے کہ اتنے مین یہ آیت اتری وکاین من دابۃ لاتحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم وہو السمیع العلیم آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمکو مال کے دابنے اور شہوات کے اتباع کا حکم نہین دیا جو شخص دنیا اسلیے داتبا ہے کہ اس سے اسکی غرض حیات ناپائدار ہو تو زندگی اللہ کے قبضے مین ہے خبردار ہو کہ مین نہ دینار جمع کرتا ہون نہ درم نہ کل کے لیے رزق کا ذخیرہ کرتا ہون۔ اور حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز مین کھڑے ہوتے تھے تو انکے دل کا جوش خدا کے خوف سے ایک کوس کے فاصلے سے سنائی دیتا تھا اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس روز سجدے مین رہا کیے اور اپنا سر نہ اٹھاتے تھے یہانتک کہ انکے آنسوؤن سے سبزہ جم آیا اور اسمین انکا سر چھپ گیا آواز آئی کہ اے داؤد اگر تو بھوکا ہے تو کھانا ملے اور پیاسا ہے تو پانی پلایا جاوے ننگا ہے تو کپڑا دیا جاوے آپ نے ایسی ڈاڈھ ماری کہ آپکے خوف کی حرارت سے لکڑی جل گئی پھر اللہ تعالے نے انپر توبہ اور مغفرت اتاری عرض کیا کہ الٰہی میرا گناہ میرے ہاتھ مین کردے فوراً انکا گناہ انکی ہتھیلی مین لکھ گیا تو جب کھاتے یا پیتے یا اور کسی مطلب کیواسطے ہاتھ بڑھاتے تھے اس خطا کو دیکھکر روتے تھے راوی کہتے ہین کہ پانی کا پیالہ جو انکے سامنے آتا تھا تو تہائی خالی ہوتا تھا جب اپنی خطا آپ کھینچتے تو ہونٹون سے ملانے تک آنسوؤن سے لبریز ہوجاتا۔ اور یہ بھی آپکے احوال مین مروی ہے کہ کبھی اپنا سر مارے حیا کے آسمان کیطرف نہین اٹھایا یہانتک کہ وفات پائی اور دعا مین یون عرض کیا کرتے کہ الٰہی اگر مین اپنی خطا یاد کرتا ہون تو زمین باوجود وسعت کے مجھپر تنگ ہوتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہون تو جان مین جان آتی ہے تو پاک ہے بار خدایا مین تیرے بندون مین سے طبیبون کے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کرین وہ سب کے سب تجھے ہی بتلاتے ہین تو خرابی ہے اسکی جو تیری رحمت سے آس توڑے اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اسوقت چیخ کے اپنا ہاتھ سر پر رکھے اٹھے یہانتک کہ پہاڑون مین چلے گئے آپکے پاس درندے اکٹھے ہوئے آپ نے فرمایا کہ تم چلے جاؤ مجھے تم سے کچھ مطلب نہین مجھکو وہی چاہیے جو اپنی خطا پر رووے تو میرے سامنے روتا ہی آوے اور جو خطاوار نہین اسکا داؤد خطاوار کے پاس کیا کام ہے اور جب کوئی آپکو کثرت گریہ سے منع کرتا تو فرماتے کہ مجھکو رونے دو پہلے اس سے کہ رونے کا دن ہاتھ سے جاتا رہے اور ہڈیان جلجاوین اور آنتین بھڑک اٹھین اور پیشتر اس سے کہ مین حوالہ ایسے فرشتون کے ہون جنکی شان یہ ہے ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون اور عبد العزیز بن عمیر فرماتے ہین کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہوئی تو آپ کی آواز کی

آپ نے عرض کیا کہ الٰہی صدیقین کی آواز صاف ہو اور میرا گلا پڑ گیا اور روایت ہے کہ جب آپ بہت روئے اور کچھ فائدہ نہوا تو آپکا دل
تھک گیا اور بہت رنج ہوا جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تو میرے رونے پر رحم نہین کرتا حکم ہوا کہ اے داؤد اپنا گناہ بھول گیا رونا یاد ہے
عرض کیا اے اللہ اے میرے آقا اپنے گناہ کو کیسے بھولونگا میرا تو یہ حال تھا کہ جب زبور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلنے سے ہچلتے
تھے اور پرند میرے سر پر سایہ کرتے تھے وحشی میری محراب مین مانوس ہوتے تھے اے اللہ اب یہ کونسی وحشت ہے جو مجھہ مین اور تجھہ
مین ہے حکم ہوا کہ اے داؤد وہ انس طاعت تھا اور یہ وحشت گناہ کی ہے اے داؤد آدم ایک میری مخلوق ہے جسکو مین نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا
اور اپنی روح اسمین پھونکی اور اپنے فرشتون سے اسکو سجدہ کرایا اور اپنے اکرام کا خلعت اسکو پہنایا اور تاج اپنے وقار کا اسکے سر پر
رکھا اور جب مجھسے شکایت تنہائی کی کی تو اسکا جوڑا اپنی لونڈی حوا کو بنایا اور اپنی جنت مین اسکو رہنے دیا مگر جب اسنے نافرمانی کی اسکو
اپنے پاس سے ننگا اور ذلیل نکالدیا اے داؤد میرا قول سن اور مین سچ ہی کہتا ہون کہ تونے ہماری طاعت کی تو ہمنے تیرا کہنا کیا
اور جو مانگا سو دیا اور نافرمانی کی تو ہمنے چھوڑ دیا اور باوجود اسکے اگر تو ہماری طرف رجوع کریگا ہم تجھکو قبول کرینگے اور یحییٰ بن ابی کثیر
فرماتے ہین کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب نوحہ کرنا چاہتے تھے تو سات روز پیشتر نہ کچھ کھاتے تھے
نہ پیتے تھے نہ عورتون کے پاس جاتے تھے جب ایک روز رہتا تھا تو انکے لیے ایک منبر جنگل مین نکالا جاتا تھا اور حضرت سلیمان
علیہ السلام کو حکم کرتے تھے کہ شہرون اور حوالی شہرون مین جنگلون اور پہاڑون اور ٹیلون اور ہجانون اور کنیسون سے پکار
پھرین کہ لوگو جسکو حضرت داؤد کا نوحہ اپنے نفس پر سننا منظور ہو وہ آوے تو جنگلون اور ٹیلون سے وحشی اور بیابانون سے درندے
اور پہاڑون سے جانور اور گھونسلون سے پرند اور باکرہ عورتین اپنے پردون سے آتی تھین اور لوگ وہان جمع ہوتے تھے
اور حضرت داؤد علیہ السلام آکر منبر پر چڑھتے تھے اور آپکے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم علیحدہ آپکے گرد ہوتی تھی اور حضرت
سلیمان علیہ السلام آپکے سر پر کھڑے ہوتے تھے اول آپ خدا کی ثنا شروع کرتے تھے اور لوگ رونے مین چیخین اور ڈہارین
مارنے لگتے تھے پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر کے رہنے والے جانور اور کچھ وحشی اور درندے
آدمی مرجاتے تھے پھر قیامت کی دہشتون اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان فرماتے تھے تو ہر قسم کے جاندارون مین سے پرے
کے پرے الٹ جاتے تھے جب حضرت سلیمان علیہ السلام مردون کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگوار کی خدمت مین
عرض کرتے تھے کہ آپ نے سننے والون کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اور بنی اسرائیل مین سے بہت سے گروہ مرگئے اور وحوش و حشرات
زمین سے بہت سے فنا ہوے تب آپ دعا مانگنی شروع کرتے وہ دعا ہی مین ہوتے تھے کہ کوئی بنی اسرائیل کا عابد انکو پکارتا تھا
کہ اے داؤد جزا کے مانگنے مین آپ نے جلدی فرمائی یہ سنکر آپ بیہوش ہوکر پڑتے تھے جب حضرت سلیمان آپکا یہ حال دیکھتے تھے
تو ایک چارپائی لاتے اور انکو اسپر اٹھاتے پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے کہ یون پکار دے کہ اگر کسیکا دوست و آشنا یا قریب
داؤد کے ساتھ مین تھا تو وہ چارپائی لیکر اسے اٹھا لاوے کیونکہ جو لوگ انکے ساتھ تھے انکو جنت اور دوزخ کے بیان نے مار ڈالا
تو عورت چارپائی لاتی اور اپنے رشتہ دار کو اسپر اٹھاتی اور کہتی کہ اے وہ شخص جسکو ذکر دوزخ نے مار ڈالا ہے اے وہ شخص جسکو خوف خدا نے

فنا کیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو جب افاقہ ہوتا تو کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اپنے عبادت خانے مین جاکر
دروازہ بند کر لیتے اور کہتے کہ اے داؤد کے مالک کیا تو داؤد سے ناراض ہے اور اسی طرح مناجات مین رہتے پھر حضرت
سلیمان علیہ السلام دروازے پر آکر اندر آنے کا اذن چاہتے اور ایک ٹکیا جو کی لیکر اندر جاتے اور عرض کرتے کہ باباجان اسکو
کھاکر جو بات چاہتے ہو اسکی قوت پیدا کرو آپ اسمین سے کسیقدر کھاتے پھر بنی اسرائیل مین نکلکر رہتے اور یزید رقاشی راوی ہین
کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیون سے نکلے کہ انکو وعظ سناتے تھے اور ڈراتے تھے ان مین سے تیس ہزار
مر گئے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس آئے اور آپ کی دو لونڈیان تھین کہ انکو یہ کام سپرد تھا کہ جب آپ پر خوف آتا اور گر کر
تڑپتے تو وہ دونون سینے اور پاؤن پر بیٹھ جاتین کہ کہین جوڑ علیحدہ ہو کر منتشر نہو جاوین۔ اور حضرت ابن عمر فرماتے ہین کہ حضرت یحییٰ بن زکریا
علیہما السلام بیت المقدس کے اندر آٹھ برس کی عمر مین گئے عابدین کو دیکھا کہ بال اور اون کے کپڑے پہنے ہین اور ان مین سے جو
نہایت کوشش کرنے والے ہین انکو دیکھا کہ اپنے گلے کی ہڈیون کو چیر کر ان مین زنجیرین ڈال رکھی ہین اور اپنے آپ کو
بیت المقدس کے کونے مین باندھ رکھا ہے انکو دیکھکر آپ کو ہول ہوئی اور اپنے ماں باپ کیطرف رجوع کیا کچھ لڑکون پر آپ کا
گذر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے انھون نے آپ کی خدمت مین بھی عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو آپ نے فرمایا کہ مین ہمواسطے نہین
پیدا ہوا کہ کھیلون گھر پر آکر ماں باپ سے عرض کیا کہ مجھکو کرتہ بالون کا بنادو انھون نے بنادیا آپ بیت المقدس کو چلے آئے دن کو
اسکی خدمت کرتے اور رات کو وہان ہی کاٹ کر صبح کر دیتے یہانتک کہ پندرہ برس گذرے تب آپ بیت المقدس سے نکلکر
پہاڑون اور گھاٹیون کے غارون مین جا رہے آپ کے ماں باپ ڈھونڈھنے نکلے انکو بحیرہ اردن پر پایا کہ پانی مین پاؤن
تر کر رکھے ہین اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور یہ کہہ رہے ہین کہ قسم ہے تیری عزت اور بزرگی کی ٹھنڈا پانی نہ پیونگا جبتک
مجھکو یہ معلوم نہو کہ تیرے نزدیک میرا ٹھکانا کہان ہے آپ کے ماں باپ ایک جو کی ٹکیا ساتھ لیگئے تھے اسنے کہا کہ اسمین سے کھاکر پانی پینا
چاہیے انھون نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا اسلیے اللہ تعالیٰ نے انکی تعریف مین وبراً بوالدیہ فرمایا غرضکہ انکو
ماں باپ بیت المقدس کو ہٹا لائے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت اور پتھر رونے
لگتے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی آپ کے رونے سے اسقدر روتے کہ بیہوش ہو جاتے تو ہمیشہ اسیطرح رویا کرتے حتی کہ انکے
آنسوؤن سے انکے رخسارون کا گوشت جاتا رہا اور دیکھنے والون کو آپ کی ڈاڑھین معلوم ہونے لگین انکی ماں نے انسے فرمایا
کہ بیٹا اگر تم کہو تو کوئی ایسی چیز تمہارے لیے بنادون جس سے تم اپنی ڈاڑھین لوگون کی نظر سے چھپاؤ آپ نے عرض کیا کہ
بہتر انھون نے دو پھل نمدے کے لیکر آپ کے گالون کو چھپادیے پس جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب وہ پھل
آنسوؤن سے بھیگ جاتے ان کی مادر مشفقہ انکو نچوڑ ڈالتین جب اپنے آنسو اپنی ماں کے ہاتھ پر بہتے دیکھتے تو فرماتے کہ الٰہی
یہ میرے آنسو ہین اور یہ میری ماں ہے اور مین تیرا بندہ ہون اور تو ارحم الراحمین ہے پس ایک روز انکو حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد
فرمایا کہ جان پدر مین نے تو خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ تجھکو میری آنکھون کی ٹھنڈک بنادے اور تو رویا ہی کرتا ہے تیرے حال زار سے ہمکو

کیسے چین ہوا انھون نے فرمایا کہ بابا جان حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھسے کہا ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیچ مین ایک جنگل ہے جسکو بجز رونے والون کے اور کوئی طے نکریگا حضرت زکریا نے فرمایا کہ تو بیٹا اب رویا کر وہ میرا اطمینان ہوا - اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حواریین خدا کا خوف اور جنت کی محبت اسباب کے باعث ہین کہ مشقت پر صبر کیا جاوے اور دنیا سے دور کرتے ہین مین تمسے سچ کہتا ہون کہ جو کا کھانا اور جس وخاشاک پر کتون کے ساتھ سو رہنا جنت کی تلاش مین ایک ادنی بات ہے اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام جب اپنی خطا یاد کرتے تھے بیہوش ہوجاتے تھے اور آپ کے دل کی تڑپ ایک کوس تک سنی جاتی تھی اسوقت آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے کہ خدا تعالی آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ تمنے کبھی دیکھا کہ کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو آپ فرماتے کہ اے جبرئیل ؑ جب مین اپنا قصور یاد کرتا ہون تو اپنی خلت بھول جاتا ہون - حاصل یہ کہ انبیا کا یہ حال تھا جو تونے سنا اسمین خوب سوچنا چاہیے کہ جب یہ لوگ تمام خلق سے زیادہ خداے تعالی کے عارف اور اسکی صفات کے عالم تھے انکا یہ حال تھا تو ہمکو کس طرح رہنا چاہیے سعدی فرماتے ہین **شعر** بجاییکہ وہشت خورند انبیا؛ تو عذر گناہان چہ داری بیا؛ **فوائد بیان** صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کے شدت خوف کا ذکر روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک پرند کو دیکھکر اس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو مین تجھ جیسا پرند ہوتا اور آدمی نہوتا - اور حضرت ابوذر رضہ نے فرمایا کہ مین یہ بات چاہتا ہون کہ کاش مین درخت ہوتا اور کوئی کاٹ ڈالتا اور ایسا ہی حضرت طلحہ رضہ نے فرمایا ہے - اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہین کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھایا نجاؤن اور حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہین کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین نسیا منسیا ہوجاؤن - اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ جب کوئی آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بیہوش ہوکر گر پڑتے اور پھر چند روز انکی عیادت ہوا کرتی اور ایک روز آپ نے ایک تنکا زمین پر سے اٹھایا اور کہا کہ کیا خوب ہوتا جو مین یہ تنکا ہوتا کاش مین کوئی چیز مذکور نہوتا کاش مین نسیا منسیا ہوتا کاش میری مان مجھکو نہ جنتی **شعر** مرا اے کاشکے مادر نمیزاد؛ دگر میزاد کس شیرم نمیداد؛ آپ کے منہ پر آنسوؤن کے دو کالے خط تھے اور فرماتے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنا غصہ نہین نکالتا اور جو کوئی اس سے تقوے کرتا ہے وہ اپنی جی چاہتی بات نہین کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو ہم کچھ اور ہی ڈھنگ دیکھتے اور جب آپ نے سورہ کورت پڑھی اور اس آیت پر پہونچے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ بیہوش ہوکر گر پڑے اور ایک روز ایک شخص کے مکان کے پاس کو گذرے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور سورہ طور پڑھتا تھا آپ کھڑے ہوکر سننے لگے جب اسنے پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ تو اپنی سواری سے اترے اور ایک دیوار سے تکیہ لگاکر تھوڑی دیر ٹھہرے پھر مکان کو چلے آئے اور مہینا بھر بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے مگر کسیکو نہ معلوم تھا کہ آپ کو کیا مرض ہے؛ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فجر کے سلام کے بعد فرمایا اسوقت کہ آپ کو کچھ رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ مین نے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے لیکن آج کوئی چیز ایسی نہین دیکھتا جو انکی سی ہو انکا دستور تھا کہ پراگندہ مو زرد رنگ غبار آلودہ رہتے انکی آنکھون کے بیچ مین بکریون کے زانو کا سا گھٹا تھا رات کو اللہ کیواسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے خدا کی کتاب پڑھتے عبادت مین پیشانی اور

اور جب اعمال نامے کھولے جاوین ۱۲
بیشک عذاب تیرے رب کا ہونے والا ہے اسکو کوئی نہین ٹالنے والا ۱۲
شعر ۲۶

اور پاؤن پر نوبت نہ پہونچتی اور دیتے اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہے اسطرح کانپتے آنکھون مین سے اتنے
آنسو بہاتے کہ انکے کپڑے تر ہوجاتے اور اب تو بخدا گویا مین ایسے لوگون مین ہون جو رات کو خواب خرگوش مین رہتے
ہین پھر آپ اٹھکر کھڑے ہوے اور جب تک آپکو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا کبھی کسی نے اس تقریر کے بعد ہنستے نہ دیکھا
اور عمران بن حصین رضی فرماتے ہین کہ مین اچھا سمجھتا ہون کہ راکھ ہوجاؤن اور میرے اجزا ہوائین آندھی کے دن مین متفرق کردین
اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی کا قول ہے کہ مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین مینڈھا ہوتا اور میرے گھر والے مجھکو ذبح کرین اور کھالین
اور میرا شوربا پی لین۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہوجاتا انکے گھر والے پوچھتے کہ وضو
کے وقت آپ کا یہ کیا حال ہوتا ہے آپ فرماتے کہ تمکو معلوم ہے کہ کسکے سامنے مین کھڑا ہوا چاہتا ہون اور موسیٰ بن مسعود رضی کہتے
ہین کہ جب ہم حضرت سفیان ثوری کے پاس بیٹھتے تو ان کے خوف کو دیکھکر یہ جانتے کہ گویا آگ ہمارے چارطرف
محیط ہے۔ اور ایک روز مضر قاری نے پڑھا ہذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون یہ سنکر عبدالواحد بن زید اتنا روئے
کہ غش آگیا جب افاقہ ہوا تو کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی اپنے مقدور بھر کبھی تیری نافرمانی نکرونگا تو اپنی توفیق سے مجھکو
اپنی طاعت پر مدد کر۔ اور مسور بن مخرمہ شدت خوف کے باعث کلام مجید کچھ نہین سن سکتے تھے جب کوئی ایک حرف
یا ایک آیت پڑھتا تھا تو ایک چیخ مارتے تھے اور کئی دن تک ہوش نہ آتا تھا ایک روز ایک شخص قبیلہ خثعم سے آیا اور انکے
پاس یہ آیت پڑھی یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا تو انھون نے فرمایا کہ مین تو مجرمین مین ہون
متقی نہین ہون ذرا قاری صاحب پھر سے تو پڑھیے سننے پھر پڑھا وہ ایک نعرہ مارکر سفر آخرت کر گئے۔ اور یحییٰ رونے
والے کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی ولو تریٰ اذ وقفوا علیٰ ربہم انھون نے ایک چیخ ماری کہ اس سے چار مہینے بیمار رہے
بصرہ کے نواح تک کے لوگ انکی بیمار پرسی کو آئے اور حضرت مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مین طواف خانہ کعبہ کر رہا تھا
کہ کیا دیکھتا ہون کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبے کا پردہ پکڑے کہ رہی ہے کہ الٰہی بہت سی شہوتون کی لذت تو جاتی رہی عذاب
انکا باقی رہا الٰہی تیرے پاس سوائے دوزخ کے کیا اور کوئی سزا اور ادب کی چیز نہین اور یہ کہکر روتی تھی اسیطرح روتے
روتے صبح کر دی مین نے یہ حال دیکھکر اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخ ماری کہ واے ہمارے حال پر اور روایت ہے کہ حضرت فضیل
عرفہ کے روز خوب پھوٹ پھوٹ روتے تھے اور لوگ دعا مانگ رہے تھے کہ جب آفتاب قریب بغروب ہوا تو اپنی داڑھی مٹھی مین پکڑکر
آسمان کیطرف سر اٹھایا اور کہا کہ اگر تو بخشش بھی دیگا تب بھی مجھکو تجھسے بڑی حیا ہے پھر لوگون کے ساتھ وہان سے چلے آئے اور کسی نے
حضرت ابن عباس رضی سے حقیقت خائفین کی پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خائف وہ ہین جنکے دل خوف سے مغموم ہین اور آنکھین روتی
ہین اور کہتے ہین کہ ہم کیسے خوش ہون اس صورت مین کہ موت پیچھے لگی ہے اور قبر سامنے ہے اور قیامت ہمارا وعدہ گاہ ہے اور دوزخ
پر کو ہمارا راستہ ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے ہمکو کھڑا ہونا ہے۔ اور حضرت حسن بصری ایک جوان پر گذرے کہ اپنی ہنسی مین
ڈوبا ہوا تھا اور ایک مجلس مین لوگون کے ساتھ بیٹھا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ تو پل صراط پر گذر گیا ہے اس نے عرض کیا کہ نہین

نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہو کہ تو جنت مین جاویگا یا دوزخ مین اسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہو راوی کہتا ہو
کہ پھر اس شخص کو کسی نے ہنستے نہ دیکھا اور حماد بن عبد ربہ جب بیٹھتے تو ایسی طرح بیٹھتے گویا نصف کھڑے ہین اگر کوئی اُنسے
کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھین تو فرماتے کہ اطمینان کا بیٹھنا نڈر شخص کا ہوتا ہو مین تو بیخوف نہین اسلیے کہ خدا تعالی کی
نافرمانی کی ہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے جو اپنے بندون کے دلون پر غفلت ڈالدی ہو یہ بھی
رحمت ہو تاکہ خوف خدا سے مر نجاوین اور حضرت مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مین نے ارادہ کیا ہو کہ جب مرونگا لوگون سے
کہدونگا کہ میرے بیڑیان اور طوق ڈالکر مجھکو خدا کے پاس ایسی طرح لیجاوین جیسے کسی بھاگے ہوئے غلام کو آقا کے سامنے لیجاتے
ہین اور حاتم اصم فرماتے ہین کہ کسی مکان اصلح پر فریفتہ مت ہو کہ جنت سے زیادہ اصلح کوئی جگہ نہین مگر آدم کا حال اسمین جو ہوا
سو ہوا اور نہ کثرت عبادت پر فریفتہ ہو کہ ابلیس کا حال بعد کثرت عبادت کے خود ظاہر ہو اور نہ کثرت علم سے مغرور ہو کہ بلعام اسم اعظم اچھی
طرح جانتا تھا مگر انجام اسکا کیا ہوا اور نہ صلحاء کی زیارت پر فریفتہ ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر کسی کا زمانہ نہین مگر بعض اقارب
اور اعدا کو آپ کی زیارت کام نہ آئی اور سری فرماتے ہین کہ مین اپنی ناک کو دن مین کئی بار دیکھ لیتا ہون اس خوف سے کہ کہین میرا
منھ تو کالا نہین ہوگیا۔ اور ابو حفص کہتے ہین کہ چالیس برس سے میرا اعتقاد یہ ہو کہ اللہ تعالی مجھکو نگاہ غضب سے دیکھتا ہو اور میرے اعمال
اسپر دلالت کرتے ہین اور حضرت عبد اللہ بن مبارک ایک روز اپنے یارون مین نکلے اور فرمایا کہ رات تو مین نے اللہ پر بڑی جرأت
کی کہ اس سے جنت کا سوال کیا۔ اور محمد بن کعب القرظی کی مان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا مین تجھکو جانتی ہون کہ لڑکپن مین بھی پاک
تھا اور بڑا ہوکر بھی اچھا رہا اور چونکہ رات دن تو عبادت ہی کرتا ہو تو یہ ایک شغل گویا اپنے اوپر مہلک تو نے رکھ لیا ہو اتنی مشقت کیون
کرتا ہو انھون نے کہا کہ اے مادر مشفقہ مین کون سی بات سے اس امر سے نڈر ہوجاؤن کہ اگر خدا تعالی نے مجھکو کوئی گناہ کرتے دیکھ
لیا ہو اور ناراض ہوگیا ہو اور یہ فرماوے کہ اپنی عزت و جلال کی قسم مین تجھکو نہین بخشونگا اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ مجھے
کسی نبی مرسل کا غبطہ ہوتا ہو نہ فرشتہ مقرب کا نہ کسی بندہ نیک کا کیونکہ ان لوگون پر کیا قیامت کو عتاب نہوگا مجھے تو غبطہ
صرف اس شخص کی ہو جو پیدا ہی نہین ہوا اور روایت ہو کہ ایک جوان کو انصار مین سے خوف دوزخ ہوا تو ہمیشہ رویا کرتے
یہان تک کہ رونے کے باعث گھر سے باہر بھی نہ نکلتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے یہان تشریف لائے اور اسکو گلے لگایا وہ اُسی وقت
مردہ ہوکر گر پڑا آپ نے لوگون کو فرمایا کہ اپنے ساتھی کو تجہیز و تکفین کرو کہ خوف آتش نے اسکے جگر کو ٹکڑے کردیا ہو۔ اور ابن ابی
میسرہ کے حال مین کہتے ہین کہ جب اپنے بستر پر آتے تو کہتے کہ کاش میری مان مجھکو نہ جنتی انکی مان نے کہا کہ اے میسرہ اللہ نے
تو تیرے اوپر احسان کیا کہ تجھکو مسلمان کیا پھر تو کیون خائف ہو انھون نے کہا کہ اسکے احسان مین شک نہین مگر اسنے ہمسے
کہا ہو کہ ہم سب دوزخ مین جاوینگے اور یہ نہین بیان کیا کہ اسمین سے نکل آوینگے اور فرقد سنجی کو کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل کی کوئی
بڑی عجیب خبر جو تمھین پہونچی ہو ہم سے کہو جواب دیا کہ مجھے یون خبر پہونچی ہو کہ بیت المقدس مین پانسو باکرہ عورتین جنکا
لباس کمل اور ٹاٹ تھا آئین اور خدا کے ثواب و عذاب کا آپسمین ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز مین مرگئین اور حضرت

۱؎ رواہ ابن ابی الدنیا ... والبیہقی فی الشعب من روایت سہل بن سعد باسناد ضعیف

عطا سُلَمی بھی خائفین مین سے تھے اللہ تعالیٰ سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے صرف معاف کرنے کی درخواست کیا
کرتے اور مرض مین انسے لوگون نے کہا کہ آپ کا دل کسی چیز کو چاہتا ہے انھون نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل مین
کسی چیز کی خواہش کے لیے جگہ نہین چھوڑی کہتے ہین کہ چالیس برس تک انھون نے اپنا سر آسمان کیطرف نہین اٹھایا تھا نہ کبھی
اس عرصہ مین ہنسے تھے اور ایک روز جو سر آسمان کیطرف کیا تو اتنا ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی آپ کا دستور تھا
کہ رات کو کسیوقت اپنا جسم ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہین مسخ تو نہین ہو گیا اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی گرتی یا غلہ گران
ہوتا تو فرماتے کہ یہ سب آفتین میرے ہی باعث ہین اگر مین مر جاؤن تو لوگ راحت پاوین اور خود فرماتے ہین کہ ایک روز ہم عتبہ
غلام کے ساتھ نکلے اور ہم مین ایسے جوان اور ادھیڑ لوگ تھے کہ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے کثرت قیام سے انکے پاؤن سوج
گئے تھے اور آنکھین اندر کو دھنس گئی تھین اور پوست استخوان پر چپکا لگا تھا اور رگین تار تار کیطرح معلوم ہوتی تھین ایسے معلوم ہوتے
تھے جیسے تربوز کے چھلکے کہ اندر کچھ نہین ہوتا گویا قبرون سے نکلے ہین یہ کہتے تھے کہ اللہ تو نے اطاعت کرنیوالون کو کیسی
بزرگی دی اور نافرمانون کو کیسے ذلیل کیا اسی حال مین چلے جاتے تھے کہ ایک جگہ انمین سے ایک شخص گر پڑا اور بیہوش ہوا وہ
بیہوش ہوکر گر پڑا اسکے ساتھی گرد بیٹھکر رونے لگے جاڑا سخت شدت سے تھا مگر اسکی پیشانی سے پسینا ٹپکتا تھا جب منھ پر
پانی کا چھینٹا دیا تو اسکو ہوش آیا اس سے ماجرا پوچھا اسنے کہا کہ مین نے اسجگہ خدا کی نافرمانی کی تھی جگہ دیکھکے مجھے یاد آگئی اور ڈر
سے یہ پچھاڑ کھائی۔ اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے ایک زاہد کے پاس یہ آیت پڑھی یوم تقلب وجوہھم فی النار یقولون
یالیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسول وہ شخص بیہوش ہو گیا اور پھر جو ہوش آیا تو کہا کہ اے صالح کچھ اور پڑھ کہ مجھے رنج معلوم ہوتا ہے مین نے
پڑھا کلما ارادوا ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا وہ شخص مردہ ہو کر گر پڑا۔ اور روایت ہے کہ زرارہ بن ابی اوفیٰ نے لوگون کو صبح کی نماز
پڑھائی جب پڑھا فاذا نقر فی الناقور بیہوش ہوکر گر پڑے اور مر گئے اور یزید رقاشی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے آپ نے
فرمایا کہ اے یزید مجھکو نصیحت کرو انھون نے کہا کہ اے امیر المومنین تمھین اول خلیفہ نہین ہو کہ مرو گے یعنی تمسے پہلے بھی بہت خلیفہ مرچکے
ہین آپ روئے اور فرمایا کہ کچھ اور نصیحت کیجیے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمہارے اور حضرت آدم کے درمیان تمہارا کوئی بزرگ ایسا
نہین جو مرا نہو آپ روئے اور فرمایا کہ اور کچھ فرمائیے انھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمہارے اور جنت اور دوزخ کے درمیان
مین کوئی منزل نہین یہ سنکر آپ بیہوش ہوگئے۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ جب یہ آیت اتری وان جہنم لموعدہم اجمعین حضرت
سلمان فارسی نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھ سر پر رکھکر باہر نکل گئے تین دن تک پتا نہ ملا اور حضرت داؤد طائی نے ایک عورت کو اپنے
لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا کہ یہ کہ رہی ہے بیٹا نہ معلوم تیرے کونسے گال کو پہلے کیڑے نے کھایا وہ سنتے ہی اسی جگہ بیہوش ہوکر
گر پڑے اور روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوری بیمار پڑے انکا قارورہ ایک ذمی طبیب کو دکھلایا گیا اسنے کہا کہ اس شخص
کے جگر کو خوف نے ٹکڑے کر دیا ہے پھر آکر نبض دیکھی تو کہا کہ ملت اسلام مین اس جیسا آدمی مجھکو نہین معلوم ہوا اور حضرت امام احمد
بن حنبل فرماتے ہین کہ مین نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی کہ میرے واسطے ایک دروازہ خوف کا کھولدے دعا مقبول ہوئی اور خوف کا

دروازہ مفتوح ہوا کہ میں اپنی عقل پر ڈرا اور التماس کیا کہ الٰہی میری طاقت کے مقدار رہے تب میرا دل ساکن ہوا اور حضرت عبداللہ
بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ گریہ کرو اور اگر نہ روؤ تو رونی صورت بناؤ کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میرا دم ہے اگر تم کو
علم ہو جاوے تو اتنا چیخو کہ گلا بیٹھ جاوے اور نماز اتنی پڑھو کہ پیٹھ ٹوٹ جاوے اس قول میں گویا آپنے اس حدیث شریف کے مضمون
کیطرف اشارہ فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیراً اور عنبری روایت کرتے ہیں کہ ارباب حدیث حضرت فضیل بن عیاض کے
دروازے پر جمع ہوئے آپ نے ایک روشندان سے انکی طرف سر نکالا ڈاڑھی آپکی ہلتی تھی اور روتے تھے فرمایا کہ لوگو قرآن
پر مواظبت کرو اور نماز کو ہمیشہ پڑھو یہ وقت حدیث کا نہیں بلکہ یہ وقت رونے اور تضرع اور مسکنت اور ڈوبنے والے
کیطرح دعا مانگنے کا ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنی جگہ کسی کو نہ بتاوے اور اپنے دلکا علاج کرے
جو معلوم ہو اسکو دستور العمل کرے جو نہ جانتا ہو اسکو ترک کرے۔ اور ایکبار آپ خوف کے مارے حیران چلے جاتے تھے انسے کسی نے
پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا کہ میں نہیں جانتا اور ذر بن عمر نے اپنے باپ عمر بن ذر سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اور کہنے والے
کچھ کہتے ہیں تو کوئی نہیں روتا مگر جب تم کچھ کہتے ہو تو سب طرف سے آواز رونے کی سنتا ہوں آپ نے فرمایا کہ جس عورت کا بچہ جاتا
اسکا رونا اور جو اجرت لیکر روے اسکا رونا برابر نہیں ہوتا غرض یہ کہ گریہ خوف کو دل میں تاثیر زیادہ ہے اور حکایت ہے کہ کچھ
لوگ ایک عابد کے پاس کھڑے ہوئے جو رو رہا تھا اس سے پوچھا کہ خدا تمپر رحم کرے اس رونے کا باعث کیا ہے اسنے کہا کہ ایسا
ڈر ہے جسکو ڈرنے والے اپنے دلوں میں پاتے ہیں انھوں نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے
کے واسطے جو ندا ہوگی اسکا خوف ہے اور خواص روتے اور مناجات میں کہتے کہ الٰہی میں بوڑھا ہوا اور میرا بدن تیری خدمت
سے کمزور ہوگیا تو مجھکو آزاد کر دے اور صالح مری کہتے ہیں کہ ایکبار ابن السماک میرے پاس آئے اور کہا کہ
مجھکو اپنی قوم کے عابدوں کی کچھ عجیب بات دکھلاؤ میں انکو ایک محلے میں ایک شخص کے پاس لیگیا جو ایک جھونپڑے میں تھا
ہمنے اسسے اجازت پاس آنے کی چاہی اور چلے گئے دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا میں نے اسکے سامنے یہ آیت پڑھی اذا
الاغلال فی اعناقہم والسلاسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون وہ شخص ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گیا ہم اسکو ویسا ہی چھوڑ کر نکل گئے
اور دوسرے کے گھر گئے اسکے پاس بھی میں نے وہی آیت پڑھی وہ بھی چیخا اور بیہوش ہو کر گر گیا وہاں سے ہم تیسرے کے
پاس گئے اور اس سے اجازت چاہی اسنے کہا کہ اگر ہمکو ہمارے پروردگار سے نہ روکو تو چلے آؤ اسکے پاس میں نے پڑھا
ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید اسنے ایک نعرہ مارا اور اسکے نتھنوں سے خون نکلنے لگا اور اسی خون میں تڑپنے لگا یہاں
تک کہ خون خشک ہوگیا اسکو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آئے غرضکہ میں نے ابن السماک کو چھ شخصوں کے پاس پہنچایا کہ ہر ایک کو
بیہوش چھوڑ کر اسکے پاس سے چلے آئے پھر میں انکو ساتویں کے پاس لایا اور اجازت چاہی تو ایک عورت نے جھونپڑے کے
اندر سے کہا کہ چلے آؤ دیکھا تو ایک پیر فرتوت اپنے مصلے پر بیٹھا ہوا ہے اسکو ہمنے سلام کیا وہ خبر نہوا میں نے بڑی آواز سے کہا کہ
خبردار لوگوں کو کل کو کھڑا ہونا ہے بوڑھے نے کہا کہ کمبخت کسکے سامنے اتنا کہکر حیران منہ کھولا ہوا آنکھیں اوپر کو کیا اور ایک آواز پست

سے اوہ اوہ کرنے لگا یہانتک کہ آواز بند ہوگئی اسکی عورت نے کہد حم کر حالانکہ جس ذات کیطرف توقع ہی اور جسکے نام سے جھوکا
نفع نہوگا اسکی حالت کچھ اور ہوگئی ہی پھر کچھ دنون بعد مین نے وہان اور ولا یغرنکم باللہ الغرور اور یاایہا الانسان ما غرک بربک الکریم
کہا کہ ان مین سے تین تو اچھے ہوگئے اور تین جان بحق ہوے اور بوڑھے کبھی ہمکو ہمارے مغالطون اور جھوٹی آرزو لیسے نکالتی
رہا کہ فرض بھی نہین پڑھتا تھا مگر بعد تین دن کے ہوش آیا اور روایت ہی کہ نبی نے اس سے توبۂ نصوح رحمت فرماوے اور اسکے باعث
انھون نے قسم کھائی تھی کہ کبھی نہ ہنسونگا نہ کبھی لیٹ کر سوؤنگا نہ کبھی گھی کی چیز کھا تو یہ ہمارے دلون کے اندر ڈالدے
قائم رہے۔ اور حجاج نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے پوچھا کہ مین نے سنا ہی کہ تم کبھی نہین ہنسے ہو جاونگے جو کہتے ہین
صورت ہی دوزخ دھونکا دی گئی ہی اور طوق تیار ہین اور فرشتے دوزخ کے مستعد و آمادہ کھڑے ہین تو پہلو تہی کہ گئے اس سے زیادہ
حسن بصری سے پوچھا کہ اے ابوسعید آپکو صبح کیسے ہوئی آپ نے فرمایا کہ خیریت کے ساتھ اسنے بیت کہہ اب ہم احوال خائفین
فرمایا کہ تو میرا حال پوچھتا ہی یہ بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کشتی مین سوار ہوکر بیچ مین سمندر کے پہونچین اور کشتی ٹوٹ جاوے ہر شخص الگ صد باب حکمت
ایک ایک تختے سے لگا رہجاوے تو انکا حال تمہارے ذہن مین کیسا ہی اسنے کہا کہ بہت سخت مصیبت کا ہی مین ایسا ہی صاحب کا
حال سے بھی زیادہ سخت ہی۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ایک لونڈی انکی خدمت مین حاضر ہوئی اور سلام کیا ان تھا اور کثرت گریہ سے
جو مسجد تھی اسمین دو رکعتین نماز کی پڑھین اور پھر اسکو نیند آگئی اور سو رہی اور خواب ہی مین روئی جب جاگی تو آپ سے کچھ وصیت
مین عرض کیا کہ یا امیر المومنین مین نے اسوقت عجیب معاملہ دیکھا آپ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے اسنے کہا کہ مین نے دیکھا کیسی طرح سے
دوزخیون کے واسطے دھڑ دھڑ جل رہی ہی پھر پل صراط لاکر اسکی پشت پر رکھا گیا آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا اسنے کہا کہ پھر خلیفہ اسی
ابن مروان کو لائے اور اس پل پر اسکو چڑھایا وہ تھوڑا ہی جانے پایا تھا کہ پل الٹ گیا اور وہ دوزخ مین جا پڑا آپ نے فرمایا اس
پھر اسنے کہا کہ پھر عبدالملک کے بیٹے ولید کو لائے اور اسکو پل پر سوار کیا وہ بھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پل نے کروٹ لی اور
دوزخ مین جا پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر اسنے کہا کہ پھر سلیمان بن عبدالملک کو لائے اور پل پر چڑھایا وہ بھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ
پل ترچھا ہوگیا اور وہ دوزخ مین گر پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر اسنے کہا کہ پھر مین نے یہ دیکھا کہ آپ کو لائے یہ اسکا کہنا تھا کہ آپ نے
ایک دفعہ ایسی ایک چیخ ماری کہ بیہوش ہوکر گر پڑے اور وہ لونڈی تھی اور ان کے کان مین پکار پکار کہنے لگی کہ اے
امیر المومنین بخدا مین نے یہ دیکھا کہ آپ بچ گئے آپ نے نجات پائی ہر چند وہ کان مین چیختی رہی مگر آپ برابر نعرے مارتے تھے اور پانون
ایڑیے مارتے تھے۔ اور روایت ہی کہ حضرت اویس قرنی قاص کے پاس آتے اور انکے کلام سے روتے جب وہ دوزخ کا ذکر کرتے
تو آپ چیخ مارتے پھر بھاگے چلے جاتے تو لوگ انکو دیوانہ کہتے اور حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہین کہ مومن کا خوف چین
نہین ٹھہرتا جب تک کہ دوزخ کے پل کو اپنے پیچھے نہ چھوڑے۔ اور حضرت طاؤس رحمہ اللہ کے لیے بستر کیا جاتا تو
لیٹتے اور گرم کڑاہی کے دانے کی طرح اسپر ادھر ادھر لوٹتے پھر اسپر سے اچھلکر اسکو لپیٹ دھرتے اور قبلہ کیطرف صبح تک
متوجہ ہوتے اور کہتے رہتے کہ دوزخ کے بیان نے خوف والون کی نیند اڑا دی اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دوزخ مین

سے ایک شخص ہزار برس کے بعد نکلیگا کیا اچھا ہو کہ وہ شخص مین ہون اور یہ اسی لیے فرمایا کہ خوف دوزخ مین ہمیشہ رہنے اور سوء خاتمہ
کا تھا کہتے ہین کہ آپ چالیس برس نہین ہنسے اور راوی کہتے ہین کہ جب مین انکو بیٹھا دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا قیدی
ہے کہ گردن مارنے کے لیے بٹھا ہوا آیا ہے اور اگر آپ باتین کرتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو سامنے دیکھتے ہین اور
چپ ہوتے تو گویا آنکھون کے سامنے آگ بھڑک رہی ہے اور جب ان پر
اسکا حال آنکھون دیکھا بیان کرتے ہین اور عتاب ہوتا کہ ایسے کیسے مخوف ہو گئے کہا کہ اس سے کہ خدا تعالی نے اگر کوئی مجھ سے
اسی شدت خوف کی وجہ سے لوگون نے ایسا کام دیکھ لیا ہو اور مجھ سے کہا ہو کہ جا مین تجھکو نہین بخشونگا تو پھر عمل کرنا میرا بیفائدہ ہے اور حضرت ابن السماک
ناراضی دیکھ لی ہو اور مجھکو برا جانکر فرمایا ہو
سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ مین نے ایک مجلس مین وعظ کہا ایک جوان انمین سے اٹھا اور کہا کہ تم نے آج ایک ایسا جملہ کہا
کہ اگر ہم اسکے سوا اور کچھ نہ سنتے تو بس تھا مین نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہے اسنے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ خائفین کے دل کے
ٹکڑے ٹکڑے کیے ہین اور وہ یہ ہین کہ یا جنت مین ہمیشہ رہنا ہے یا دوزخ مین حضرت ابن السماک فرماتے
ہین کہ پھر دوسرے وعظ مین مین نے اسکو نہ پایا لوگون سے اسکا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے مین اسکی عیادت
کو گیا اور پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے اسنے جواب دیا کہ اے ابو العباس یہ نوبت اسی تمہارے جملے سے ہوئی ہے کہ دو خلود یعنی خلود
جنت اور خلود دوزخ نے خائفین کے دل کے ٹکڑے کر ڈالے ہین پھر وہ شخص اسی مرض مین مر گیا مین نے اسکو خواب مین دیکھا
پوچھا کہ خدا تعالی نے تجھسے کیا معاملہ کیا اسنے کہا کہ مجھکو بخش دیا اور رحم کیا اور جنت مین داخل کیا مین نے پوچھا کہ کس
سبب سے کہا کہ اسی جملے کی بدولت۔ حاصل یہ کہ انبیاء اور اولیاء اور علماء اور صلحاء سب کے خوف کا حال تمنے سنا جب
ان لوگون کا یہ حال ہو تو ہمکو خوف کرنا لائق تر ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جب بہت گناہ ہون تبھی خوف ہو بلکہ اگر قلب صاف
اور معرفت کامل ہو تب بھی خوف ہی چاہیے ورنہ کثرت طاعت اور کمی گناہون کی بیخوف ہوجانے کی مقتضی نہین بلکہ بیخوف
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس شہوات کے مطیع ہین اور بدبختی غالب اور غفلت اور سختی دل کے مارے اپنے احوال کو نہ دیکھ سکتے
ہین نہ موت کے پاس آنے سے جاگین اور نہ کثرت گناہون سے باز آئین نہ خائفین کا احوال دیکھکر عبرت پکڑین نہ اندیشہ خاتمہ
کو دل مین جگہ دین اس صورت مین اگر خدا ہی اپنے فضل سے ہمارے احوال کا تدارک فرماوے تو اصلاح ممکن ہے اسلیے اسی کی
دعا مانگتے ہین بشرطیکہ صرف زبانی دعا بدون استعداد کے مقبول ہو اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جب ہم دنیا مین مال کا ارادہ کرتے ہین
تو اسکے لیے کتنے لوازم جمع کرتے ہین جوتتے ہین اور بوتے ہین اور تجارت کرتے ہین اور خشکی و تری مین کیسی کیسی اندیشہ ناک
باتین اختیار کرتے ہین اور اگر علم مین کوئی مرتبہ حاصل کیا چاہتے ہین تو اسکے واسطے کتنی مشقتین اٹھاتے ہین اور کتابون کی بحث و
تکرار اور یاد کرنے مین راتون کو جاگتے اور گوشہ نشینی کرتے ہین رزق کی تلاش مین کیا کیا محنتین کرتے ہین اور اللہ تعالی نے
جو کفالت اور ضمانت رزق کی فرمائی ہے اسپر یقین واثق کرکے گھر مین نہین بیٹھتے اور بیٹھے بیٹھے خدا تعالی سے نہین
عرض کرتے کہ الہی ہمکو روزی دے مگر جب ملک دائم اور سلطنت پایدار آخرت پر نظر کرتے ہین تو اسکے واسطے صرف اسی پر

شکایت کرتے ہین کہ زبان سے کہ لیا کہ الٰہی تو معاف کر الٰہی تو رحم کر حالانکہ جس ذات کیطرف توقع ہو اور جسکے نام سے جھوٹا کہا ہے ہوئے ہین وہ یون ارشاد فرماتا ہی وان لیس للانسان الا ما سعی اور ولا یغرنکم باللہ الغرور اور یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم مقام غور ہی کہ ان اقوال مین سے کسی سے بھی ہمکو تنبہ ہوتا ہی کوئی بات کبھی ہمکو ہمارے مغالطون اور جھوٹی آرزوؤن سے نکالتی ہی اگر خوب تامل کرو تو یہ کٹ رہنے کی بات ہی بشرطیکہ خداے تعالے اپنے فضل سے توبۂ نصوح عنایت فرماوے اور اسکے باعث ہمکو پناہ دے ہم خدا سے دعا مانگتے ہین کہ ہماری توبہ قبول کرے بلکہ یہ التجا ہی کہ شوق توبہ ہمارے دلون کے اندر ڈالدے صرف زبانی حرکت توبہ کی دعا کیلیے ہمارے واسطے کافی نہ فرماوے ورنہ ہم ان لوگون مین سے ہوجاوینگے جو کہتے ہین اور نہین کرتے اور سنتے ہین اور نہین مانتے جب وعظ سنا تو رو پڑے اور جب کام کا وقت آیا تو پہلو تہی کر گئے اس سے زیادہ رسوائی کی نشانی اور کیا ہوگی خداے تعالیٰ ہمکو توفیق اور رشد اپنے کرم اور فضل سے عنایت کرے اب ہم احوال خائفین کی حکایت کو اسیقدر پر کفایت کرتے ہین بموجب مثل مشہور درخانہ اگر کس است حرفے بس است ورنہ شعر اگر صد باب حکمت پیش نادان ۔ بخوانی آیدش بازیچہ در گوش ۔ اور علی بن مالک خولانی جو بڑے عابدون مین سے ہین ایک راہب کا حال لکھتے ہین کہ انھون نے اسکو بیت المقدس کے دروازے پر ایک صورت بناکے کھڑا دیکھا سخت حیران تھا اور کثرت گریہ سے آنسو نہین رکتا تھا راوی کہتے ہین کہ جب مین نے اسکو دیکھا تو اسکی صورت سے ڈر گیا اور اس سے کہا کہ اے راہب مجھے وصیت کرکہ مجھے یادگار رکھون اسنے جواب دیا کہ اے عزیز کیا نصیحت تجھکو کرون سوای اسکے کہ اگر تجھ سے ہوسکے تو ایسی طرح رہو جیسے کسی کو چار طرف سے درندون اور کیڑون نے گھیر لیا ہو اور وہ ہراسان اور خائف رہتا ہی کہ کہین ایسا نہو کہ ذرا سی غفلت ہوجاوے تو درندے چیر ڈالین یا جست کرجاوے تو سانپ اور کیڑے کاٹ لین غرضکہ رات بھر اسکا دل خوف وہراس ہی مین رہتا ہی گو مغالطہ کھانے والے بیخوف ہوا کرین اور دن بھر رنج مین گذرتا ہی گو لوگ خوش ہوا کرین پھر وہ راہب مجھے چھوڑ کر چلا مین نے کہا کہ کچھ اور بھی کہتے تو شاید مجھکو زیادہ نفع ہوتا اسنے کہا کہ پیاسے کو جتنا پانی ملجاتا ہی وہی کافی ہوتا ہی اور اسنے درست کہا اسواسطے کہ صاف دل کو تو ادنےٰ سا خوف ہلا دیتا ہے اور سنگدل دل سے وعظ و نصیحت بھی الگ دور رہتی ہی اور اسنے جو مثال بیان کی کہ ایسی طرح رہو جیسے وہ شخص جسکے چار طرف درندے اور زہریلے جانور ہون تو اسکو یون نہ جاننا چاہیے کہ یہ مثال فرضی ہی بلکہ یہ صورت واقعی ہی کیونکہ اگر آدمی نور عقل سے اپنے باطن کو دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انواع و اقسام کے درندون اور زہریلے جانورون سے پر ہے مثلاً غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب اور ریا وغیرہ جو ہمیشہ اسکو چیرتے اور نیش زنی کرتے رہتے ہین بشرطیکہ ایک لحظہ بھی انسے غافل رہے مگر یہ کہ آدمی کو انکا گزند اور ایذا دینا نہین سوجھتا جب پردہ اٹھالیا جاویگا اور آدمی قبر مین رکھا جاویگا اسوقت دیکھیگا کہ یہ سب صفات اپنے اپنے معانی کیصورت بنکر آوینگے اسوقت یہ نظر آویگا کہ سانپ اور بچھوؤن نے قبر مین آکر بدن کو گھیر لیا حالانکہ نہ سانپ ہوگا نہ بچھو بلکہ یہی صفات جو زندگی مین ہین یہی ہوینگے انکی صورت اسدن سوجھ پڑیگی پس اگر یہ منظور ہو کہ انکو مار ڈالنا چاہیے اور نیز

غالب ہونا چاہیئے حالانکہ مرنے سے پیشتر یہ بات آدمی کے اختیار مین ہے تو اس سے ہرگز چوکنا نہ چاہیئے ورنہ انکا کاٹنا اور
نوچنا خوب اچھی طرح دلمین ٹھان لینا چاہیے

باب چہارم فقر اور زہد کے بیان مین

رباعی

گر چاہے تو دلسے ہو دے سچا عابد | گر فقر تو اختیار اور ہو زاہد
کہتے ہین رسول فقر کو اپنا فخر | تیرے لیے بس یہی ہے کافی شاہد

واضح ہو کہ دنیا اللہ جل شانہ کی دشمن ہے اسکے فریب مین بہت لوگ گمراہ ہوے اور اسکے مکر سے بہتون کو لغزش ہوئی تو اسکی دوستی خطایا اور سیات کی جڑ ہوئی اور اسکی دشمنی طاعات و قربات کی اصل اور ہمنے اسکا حال اور اسکی دوستی کی مذمت کو باب ذم دنیا مین جلد سوم کے مفصل لکھا ہے یہان جو فضیلت اس سے باز رکھنے مین اور اسمین زہد کرنے مین ہے اسکو ذکر کرتے ہین کہ منجیات مین اصل وہی ہے کیونکہ نجات کی طمع بدون دنیا سے علیحدگی اور دوری کے نہین ہوسکتی لیکن اس سے علیحدگی کی دو صورتین ہین یا تو وہ خود آدمی سے الگ رہے اسکو فقر کہتے ہین یا آدمی اس سے کنارہ کش رہے اسکو زہد کہتے ہین اور ان دونون چیزون کو سعادات کے حاصل ہونے کے باب مین دخل ہے اور فوز و نجات پیدا کرنے مین اثر اسلیے ہم ان دونون کی حقیقت اور درجات و اقسام اور شرطین اور احکام ذکر کرتے ہین اور اس باب کی دو فصل کرتے ہین اول مین فقر اور دوسری مین زہد کو لکھتے ہین

فصل اول فقر کی حقیقت اور فضیلت اور فقرا کی فضیلت اور آداب کے ذکر مین اور اسمین نو بیان ہین -

بیان اول فقر کی حقیقت اور فقیر کے احوال و اسما کے اختلاف مین جاننا چاہیے کہ فقر حاجت کی چیز کے نہونے کا نام ہے اور بے حاجت چیز کے نہونے کو فقر نہین کہتے اور اگر حاجت کی چیز موجود ہو اور اسپر آدمی قادر ہو تو اس شخص کو فقیر نہ کہینگے اور جب یہ معلوم ہوچکا تو اب ظاہر ہے کہ جو شے سوا خداے تعالی کے موجود ہے وہ فقیر ہے اسواسطے کہ ہر ایک موجود چیز کو اپنے دوسرے وقت موجود ہونے کی حاجت ہے اور وجود کا ہمیشہ رہنا خدا کے فضل و احسان سے ہے پس اگر ہستی کے پردے پر کوئی موجود ایسا ہو جسکا وجود دوسرے سے مستفاد نہو تو وہ غنی مطلق ہے اور ایسا موجود سوا ایک ذات کے ہو نہین سکتا اس سے معلوم ہوا کہ وجود مین غنی ایک ہی ہے اور اسکے سوا جتنے ہین وہ اسکی طرف محتاج ہین تاکہ انکو دوام وجود کی مدد دیوے اور یہی حصر کیطرف اشارہ ہے اس قول خداوندی مین واللہ الغنی و انتم الفقراء لیکن یہ معنی فقر مطلق کے ہین اور ہمکو غرض فقر مطلق کے بیان سے نہین بلکہ خاص فقر مال کا بیان کرنا منظور ہے ورنہ بندے کی حاجت کو اگر باعتبار اسکی ضروریات کے دیکھیے تو کچھ بھی شمار نہین ہوسکتی اسلیے کہ ضروریات و حاجات آدمی کی بیشمار ہین اور منجملہ اسکے حاجتون کے وہ ہین جو مال سے ملسکتی ہین پس انھین کا ہمکو بیان بھی اسوقت مدنظر ہے اسی لیے کہتے ہین کہ جو شخص مال نہین رکھتا اسکو ہم اس مال کے لحاظ سے فقیر کہتے ہین جو اسکے پاس نہین بشرطیکہ اس شخص کو

[illegible] ۱۲

اس مال مفقود کیطرف حاجت بھی ہو پھر یہ خیال مین آتا ہے کہ فقر مین آدمی کے پانچ احوال ہین اور ہم اُن سب کو تمیز کے
واسطے جدا جدا نام رکھے دیتے ہین تاکہ انکے احکام بھی علیحدہ بیان کر سکین **پہلی حالت** جو سب سے عمدہ ہے یہ کہ آدمی ایسی
طرح ہو کہ اگر اسکے پاس مال آوے تو اسکو برا معلوم ہو اور رنج پاوے اور اسکے قبول سے بھاگے اور اسمین مشغول ہونے
سے اجتناب کرے اور اسکے شر سے محترز رہے ایسے شخص کو زاہد کہتے ہین **دوسری حالت** یہ ہے کہ مال کی رغبت اتنی نہو کہ
جسکے حاصل ہونے سے خوش ہو اور نہ اتنی نفرت ہو کہ اس سے ایذا پاتا ہو یا اگر رکھے تو چھوڑ دے ایسے شخص کا نام ہم راضی کہتے ہین
تیسری حالت یہ ہے کہ مال کا ہونا اسکے نزدیک نہونے کی نسبت محبوب ہو اسوجہ سے کہ کچھ مال کی رغبت رکھتا ہے مگر رغبت
اتنی نہین کہ اسکی طلب مین سرگرم ہو بلکہ اس قسم کی ہے کہ اگر بلا محنت و کدورت ملے تو لیکر خوش ہو جاوے اور اگر طلب مین کچھ مشقت کا
محتاج ہو اسمین مشغول نہو ایسی حالت والے کا نام ہم قانع رکھتے ہین کیونکہ اسنے موجودہ چیز پر قناعت کر کے طلب کو موقوف کیا
باوجودیکہ کسیقدر رغبت بھی تھی **چوتھی حالت** یہ کہ طلب مال کو موقوف کرنا عاجزی کے باعث ہو ورنہ رغبت اتنی ہے کہ اگر کوئی سبیل
اسکی تلاش کی ملے گو محنت ہی سے ہو تو اسکو ضرور طلب کرے یا طلب مین مشغول ہی ہو ایسی حالت والیکو ہم حریص کہتے ہین
پانچوین حالت یہ ہے کہ جو مال اسکے پاس نہین اسکی ضرورت مین مضطر ہو مثلاً بھوکے کے پاس روٹی نہو اور ننگے کے پاس لباس
نہو ایسی حالت والے کو ہم مضطر کہتے ہین اسکی رغبت طلب کے باب مین کسی طرح کی ہو ضعیف ہو یا قوی اور یہ حالت رغبت سے بہت کم جدا
ہوتی ہے پس یہ پانچ احوال ہین جنمین سے اعلے زہد ہے اور اضطرار کے ساتھ مین اگر زہد ملا لیا جاوے اور یہ صورت ممکن ہو تو ایسا حال زہد
کے اقصی درجات مین ہے اور ان پانچون حالتون سے بڑھکر ایک اور حالت ہے جو زہد سے بھی عالی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک ہونا اور
نہونا مال کا برابر ہو کہ آنے کی خوشی نہ گئے کا غم اور اسکا حال ایسا ہو جیسا حضرت عائشہؓ کا تھا کہ جب انکے پاس ایک لاکھ درم کی
جو ہشین مین سے آئے تو لے لیے اور اسی روز تقسیم کر دیے اور جب آنکی خادمہ نے عرض کیا کہ اگر آج کے درمون مین سے آپ ایک
درم کا گوشت لے دیتین تو اسی سے افطار کرتے آپ نے فرمایا کہ اگر پہلے سے یاد دلاتی تو ایسا ہی کرتی پس جس شخص کا حال ایسا ہو اگر
تمام دنیا اسکے قبضے اور خزانے مین ہو تو تب بھی اسکو ضرر نکریگی اسلیے کہ وہ شخص تمام مال کو خدا تعالی کے خزانے مین جانتا ہے نہ اپنے
قبضے مین اور اسلیے جبکہ مال خواہ اسکے قبضے مین ہو یا کسی دوسرے کے اسکے نزدیک دونون یکسان ہین اور مناسب ہے کہ ایسی حالت والے
کو مستغنی کہین اسلیے کہ وہ مال کے وجود اور عدم دونون سے غنی ہے اور مستغنی کے معنی لفظ غنی سے علیحدہ سمجھنے چاہئین جو خدا تعالی
کا ہے اور اسکے بندون مین سے بہت سامان رکھنے والون پر بولا جاتا ہے کیونکہ بندون مین سے جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہے اور وہ اُس
سے خوش ہوتا ہے تو وہ محتاج اسباب کا ہے کہ مال مذکور اسکے پاس رہے ہر چند وہ مال کے قبضے مین آنے سے غنی ہے تاہم اسکے باقی
رہنے کا محتاج ہے اسی لیے وہ من وجہ فقیر ہے مگر مستغنی مال کے قبضے مین آنے اور اسکے باقی رہنے اور اسکے قبضے مین سے نکل جانے
سے سب سے غنی ہے کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اسکو مال سے ایذا نہین ہوتی اور نہ خوشی ہوتی ہے پس احتیاج قبضے سے نکالنے
اور قبضے مین رکھنے کی دونون نہ رہی اور یہ بھی نہین کہ اسکے پاس نہو تاکہ محتاج قبضے مین آنے کا ہو بہرحال مستغنی کی غنا عام

ہو اور اسی جہت سے ایسا شخص اس غنی سے جو وصف خداوندی ہے قریب تر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بندے کا قرب خدا تعالی سے اسطرح
ہے کہ صفات الہی مین قریب ہو قرب مکانی تو ہوتا ہی نہین لیکن ہم ایسی حالت والیکو مستغنی ہی کہتے ہین تا کہ لفظ غنی اس ذات پر
بول سکین جسکو غناء مطلق ہر چیز سے ہو اور اس قسم کا بندہ اگرچہ مال کے وجود اور عدم سے مستغنی ہے مگر سوا اسکے اور چیزون سے مستغنی نہین
نہ مدد توفیق الہی سے مستغنی ہے جس سے اسکا استغنا باقی ہے یہ استغنا بڑی نعمت ہے کہ خدا تعالی نے اس سے اسکے دل کو زینت دی ہے
جو دل کہ مال کی محبت مین مقید رہتا ہے وہ غلام ہے اور جو اس سے مستغنی ہے وہ آزاد ہے اور اللہ تعالی نے ہی اسکو اس غلامی سے آزاد کیا ہے
تو اس آزادی کے ہمیشہ رہنے کی حاجت اسکو البتہ ہے اور دل غلامی اور آزادی مین دم بدم اولتے بدلتے رہتے ہین کیونکہ سب دل
درمیان خدا تعالی کی انگلیون کے ہین اسی لیے ایسے شخص کو مطلقاً غنی کہدینا درحقیقت نہین زیبا ہے اگر کہا جاوے تو مجازاً ہوگا
اب جاننا چاہیے کہ زہد ابرار کے درجے کا کمال ہے اور اس حالت والا بھی مستغنی مقربین مین سے ہے تو ضرور ہوا کہ زہد اسکے حق مین درجہ
نقصان ہو اسلیے کہ ابرار کی نیکیان مقربین کی برائیان ہوتی ہین اور نیز دنیا کا برا جاننے والا بھی دنیا مین مشغول ہے جیسا اسکا رغبت
کرنیوالا ہے اور شغل ماسوائے خدا تعالی کا خدا تعالی سے حجاب ہوتا ہے کیونکہ خدا سے تعالی کچھ فاصلے پر تو نہین ہے کہ دوری
اسکا حجاب ہو جاوے بلکہ وہ تو آدمی کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہے اور نہ خدا سے تعالی کسی مکان مین ہے تاکہ آسمان و زمین اسمین
اور آدمی مین حجاب ہو جاوین تو اب ضرور ہے کہ حجاب اسمین اور آدمی مین بجز غیر اللہ کے ساتھ مشغول ہونیکے اور کوئی نہو اور اپنے
نفس اور شہوات مین مشغول ہونا بھی غیر اللہ کے ساتھ مشغول ہونے مین داخل ہے اور چونکہ آدمی ہمیشہ اپنے نفس اور شہوات مین
مشغول رہتا ہے اسی لیے ہمیشہ خدائے تعالی سے محجوب رہتا ہے حاصل یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی محبت مین مشغول ہے وہ خدا تعالی سے منحرف ہے
اور جو شخص اپنے نفس کے بغض مین لگا ہے وہ بھی خدا کے ساتھ مشغول نہین اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ جس مجلس مین عاشق و معشوق
ہون اگر رقیب بھی آجاوے تو اگر عاشق کا دل رقیب کیطرف ہو اور اس سے بغض رکھنے کیطرف اور اسکے آنے کو برا جاننے کیطرف
متوجہ ہوگا تو چونکہ وہ ان واہیات مین مصروف ہے لذت مشاہدہ معشوق سے محروم رہیگا اور اگر عشق مین مستغرق ہوگا تو غیر سے غافل
ہوگا اور اسکی طرف توجہ نکریگا غرضکہ جسطرح معشوق کے ہوتے ہوئے دوسرے کو محبت کی راہ سے دیکھنا عشق مین شرک ہے اور موجب
نقصان اسیطرح بغض کی راہ سے بھی دوسرے کو تاکنا معشوق کے ہوتے ہوئے عشق مین شرک و نقصان ہے گو یہ نقصان بہ نسبت اول
کے خفیف تر ہے تاہم پورا کمال نہین اور کمال پورا یہ ہے کہ قلب محبوب کے سوا اور کسی کیطرف نہ دوستی کی راہ سے نظر کرے نہ دشمنی کی
راہ سے کیونکہ جیسے ایک دل مین دو محبت ایک حالت مین نہین جمع ہوتین ایسے ہی ایک حالت مین دوستی اور دشمنی بھی نہین جمع
ہوتی پس جو شخص دنیا کی دشمنی مین مشغول ہے وہ بھی خدا سے غافل ہے جیسے وہ شخص کہ اسکی دوستی مین مشغول ہے مگر اتنا فرق ہے کہ جو دنیا کی
دوستی مین مشغول ہے وہ غافل ہے اور اپنی غفلت مین راہ بعد طے کرتا ہے اور جو اسکی دشمنی مین مصروف ہے وہ بھی غافل ہے مگر غفلت مین طریق قرب
پر راہ چلتا ہے اسواسطے کہ ایسے شخص کیلیے توقع پڑتی ہے کہ اسکا حال انجام کو ایسا ہو جاوے کہ اتنی سی غفلت جاتی رہے اور صرف حضوری
اور مشاہدہ میسر ہو جائے غرضکہ درجہ کمال ایسے شخص کیواسطے متوقع ہے بانیوجہ کہ بغض دنیا ایک سواری ہے جو خدا تعالی کیطرف پہونچاتی

ہو تو دنیا سے محبت اور بغض والون کی ایسی مثال ہے جیسے دو شخص راہ حج مین سواری پر چڑھے اور اسکے گھاس دانے کی خبرگیری اور ہانکنے مین مشغول ہون لیکن ایک تو کعبے کیطرف کو منھ کرکے جاتا ہو اور دوسرا الٹے پھر کر ایک طرف مقابل مین جاتا ہو تو یہ دونون شخص اسبات مین برابر ہین کہ کعبے سے محجوب اور اس سے غافل اور اپنی سواری کی فکر مین شاغل ہین لیکن جو کعبہ رو جاتا ہے اسکا حال دوسرے کی نسبت کہ اچھا ہو جو پشت بکعبہ چلتا ہو کیونکہ اسکو کبھی پہونچنا نصیب نہوگا مگر شخص اول کا حال اگر بلحاظ اس شخص کے دیکھو جو کعبے مین معتکف ہو اور اسمین سے باہر ہی نہین جاتا کہ حاجت سواری کی فکر کی پہونچنے کیواسطے پڑے تو اسکی نسبت البتہ اچھا نہین اس سے معلوم ہوا کہ یہ تصور کرنا نہ چاہیے کہ دنیا کا بغض کرنا مقصود بالذات چیز ہو بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ دنیا خدا سے روکنے والی چیز ہو اس تک پہونچنا بدون اس روک کے دفع کرنے کے ممکن نہین اسیواسطے حضرت ابو سلیمان دارانی کا قول ہو کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اور اسی پر کفایت کرسکے تو جلدی راحت چاہتا ہو بلکہ اسکو چاہیے کہ آخرت مین مشغول ہو اس قول مین بتلا دیا کہ راہ آخرت کا چلنا زہد کے سوا ہو جیسے طریق حج کا چلنا اور ہو اور قرض خواہ مانع حج کا دفع کرنا اور اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ دنیا مین زہد کیسے اگر مقصود یہ ہو کہ اسکے وجود اور عدم دونون مین رغبت نہو تب تو یہ نہایت درجہ کا کمال ہو اور اگر صرف اسکے نہونے کی رغبت منظور ہو تو البتہ یہ درجہ بہ نسبت درجۂ راضی اور قانع اور حریص کے تو کمال گنا جاویگا مگر مستغنی کے درجے کی نسبت کمتر ناقص رہیگا بلکہ مال کے حق مین کمال یہی ہو کہ آدمی کے نزدیک مال اور پانی ایک سا ہو اور پانی کی کثرت ہمسایہ مین ہو جیسے اسکو کچھ ایذا نہین ہوتی مثلاً جیسے کوئی دریا کنارے ہو اور نہ پانی کی قلت سے ایذا ہو بشرطیکہ مقدار ضروری سے کم نہو باوجودیکہ پانی اور مال دونون حاجت کی چیزین ہین تو جیسے بہت سا پانی دیکھکر اسکے پڑوس سے بھاگنے کی تجویز مین مشغول نہین ہوتا نہ اسکو برا سمجھتا ہو بلکہ دل مین یہ کہتا ہو کہ اسمین سے بقدر حاجت مین بھی پیونگا اور خدا کے بندون کو پلاؤنگا اور کسی پر بخل نکرونگا اسیطرح مال کا حال بھی ہونا چاہیئے اسلیے کہ روٹی اور پانی حاجت بابت مین ایک ہین فرق صرف ایک کی قلت اور دوسرے کی کثرت کا ہو۔ اور جب آدمی خدا تعالی کو پہچانے اور جس تدبیر سے اسنے انتظام عالم کیا ہو اسکو جانے تو معلوم ہو جاوے کہ جبتک وہ زندہ رہیگا اسکو بقدر حاجت روٹی ضرور پہونچیگی جیسے پانی بقدر حاجت آتا ہو چنانچہ اسکا بیان عنقریب باب توکل مین انشاء اللہ آویگا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے ابو سلیمان دارانی سے کہا کہ حضرت مالک بن دینار نے مغیرہ سے فرمایا کہ گھر مین جاکر وہ کوزہ جو تو نے مجھکو تحفۃً دیا ہو لے لے اسلیے کہ شیطان مجھے وسوسہ ڈالتا ہو کہ اسکو چور لیگیا حضرت ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہ بات صوفیہ کے دلون کے ضعف کی ہو مالک نے دنیا مین زہد کیا اگر کوئی کوزہ لیجاتا تو انکو کیا تھا۔ اس سے غرض یہ ہوئی کہ کوزہ کے گھر مین رہنے کی کراہت مین بھی اسکی طرف التفات پایا جاتا ہو جسکا سبب ضعف اور نقصان ہو۔ اب اگر کوئی کہے کہ جب نفرت دنیا داخل کمال نہین تو انبیا اور اولیا کیون دنیا سے بشدت تنفر اور بھاگتے رہے تو اسکا جواب یہ ہو کہ انکا بھاگنا ایسا ہے جیسے پانی سے بھاگنا یعنی پانی کو مقدار حاجت پی لیا اور جسقدر بچا اسکو مشکون اور گھڑون مین بھر کر اپنے ساتھ لینے کو چھوڑ بلکہ نہرون اور جنگلون اور چشمون ہی مین ان لوگون کیواسطے چھوڑ دیا جنکو اسکی ضرورت ہو نہ اس جہت سے کہ انکے دل اسکی دوستی یا دشمنی مین مصروف تھے دیکھو زمین کے خزانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے پاس آئے اور انھون نے لیکر انکے محل اور موقع مین خرچ

کر دیے انسے بھاگے نہین کیونکہ انکے نزدیک مال اور پانی اور سونا اور پتھر برابر تھے اور اگر کسی سے مال کے لینے سے انکار منقول ہے تو وہ ایسے شخص سے منقول ہے کہ اسکو خوف ہوا کہ اگر لونگا تو شاید مال کے فریب مین آکر دل مقید ہو جاویگا اور شہوات کیطرف بلاویگا اور یہ حال ضعیفونکا ہے پس انکے حق مین مال کی دشمنی اور اس سے بھاگنا ہی کمال ہے اور سب خلق کیلیے ایسا ہی حکم ہے اسلیے کہ سوائے انبیا اور اولیا اور علما کے سب ضعیف ہین اور یا کسی شخص قوی سے منقول ہے جو درجہ کمال کو پہونچا ہوا اسکے انکار کی وجہ یہ تھی کہ نفرت اور انکار اسواسطے ظاہر کیا کہ ضعفا دیکھکر پیروی کرین اور مال نہ لین ورنہ لینے کی پیروی مین انکی بربادی متصور ہے جیسا کہ سانپ کا منتر والا اپنی اولاد کے سامنے سانپ سے بھاگتا ہے اسکا بھاگنا کچھ اسوجہ سے نہین ہوتا کہ وہ سانپ پکڑنے سے عاجز ہے بلکہ اس جہت سے ہوتا ہے کہ اگر مجھکو سانپ پکڑتے میری اولاد دیکھے گی تو وہ بھی پکڑینگے اور ہلاک ہونگے اسیطرح انبیا اور اولیا اور علما بھی ضعیفون مین ضعیفون کا سا حال بنا لیتے ہین تاکہ ان کی اقتدا کیجاوے۔ خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہے کہ مراتب چھ ہین جنمین سب سے اعلی رتبہ مستغنی کا ہے پھر زاہد اسکے بعد راضی اسکے بعد قانع پھر حریص کا باقی رہا مضطر تو اسکے باب مین زہد اور رضا اور قناعت کا تصور ہو سکتا ہے اور ان احوال کے اختلاف کے سبب سے اسکا رتبہ مختلف ہوتا ہے مگر فقیران پانچون شخصون زاہد اور راضی و قانع و حریص و مضطر کو کہہ سکتے ہین لیکن مستغنی کو اس معنی کر فقیر نہین کہہ سکتے اگر اسکو فقیر کہینگے تو اس اعتبار سے کہینگے کہ وہ خدا تعالے کیطرف ہر ایک چیز مین محتاج ہے خاصکر اپنے استغنا مین مال سے اس مستغنی کو فقیر کہنا ایسا ہے جیسا وہ شخص کہ اپنے نفس کو پہچانے کہ خدا کا بندہ ہے اور اقرار بھی عبودیت کا کرے تو ایسے شخص پر بندے کا اطلاق غافلین کی نسبت زیادہ شایان ہے گو بندہ کا لفظ تمام خلق کے لیے عام ہے اسیطرح لفظ فقیر بھی عام ہے اور جو شخص اپنے نفس کو جانے کہ اللہ تعالے کا فقیر یعنی محتاج ہے تو اسکو فقیر کہنا زیادہ اچھا ہے غرضکہ لفظ فقیر دونون معنی مین مشترک ہے اور جب یہ بات معلوم ہوئی تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فقر کے باب مین یہ فرمایا ہے کہ اعوذ بک من الفقر اور کاد الفقر ان یکون کفرا مخالف اس دعاے نبوی کے نہین اللہم احینی مسکینا وامتنی مسکینا کیونکہ اول مین مضطر کا فقر مراد ہے جس سے کہ آپنے پناہ مانگی ہے اور جس فقر کی دعا مانگی ہے وہ یہ ہے کہ اقرار مسکنت اور ذلت اور احتیاج کا خدا کیطرف ہو اب دونون حدیثون مین مخالفت نرہی

دوسرا بیان فقر کی مطلق فضیلت مین۔ آیات قرآنی سے فضیلت فقر ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہے للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اور فرمایا للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض اول سیاق کلام مدح کے طور پر فرمایا پھر فقر کی صفت کو ہجرت اور گھر چھٹنے کی صفت سے مقدم فرمایا اور اس تقدیم سے ظاہر ظہور فقر کی مدح پائی جاتی ہے اور احادیث مین بھی فقر کی مدح بہت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض سے پوچھا کہ لوگون مین سے کون بہتر ہے عرض کیا کہ جو مالدار ہو اور اللہ کا حق اپنے نفس و مال مین ادا کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اچھا ہے مگر جسکو مین نے پوچھا ہے وہ نہین پھر اصحاب نے عرض کیا کہ پھر کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ فقیر کہ تعطی جہدہ اور حضرت بلال کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الق اللہ فقیرا ولا تلقہ غنیا اور ایک حدیث مین فرمایا ان اللہ

۱۲ پناہ مانگتا ہون تیری طرف مفلسی سے ۱۲ جلد اول باب نہم مین گذری ۲۳ قریب ہے کہ فقر کفر ہو جاوے ۱۲ جلد سوم باب غضب کی برائی مین گذری ۱۲ ۲۴ الٰہی زندہ رکھ مجھکو مسکین اور مار مجھکو مسکین ۱۲ ترمذی بروایت انس وحاکم بروایت ابو سعید ۱۲

یحب الفقیر المتعفف ابا العیال اور حدیث مشہور مین ہے یدخل فقراء امتی الجنۃ قبل اغنیاءہم بخمسمأۃ عام اور ایک حدیث مین چالیس خریف یعنی چالیس برس آئے ہین تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقیر حریص غنی حریص کی نسبت چالیس برس پیشتر جاویگا اور فقیر زاہد غنی راغب کی نسبت کہ پانسو برس پیشتر جنت مین داخل ہوگا اور ہمنے جو درجات فقر کا اختلاف ذکر کیا ہے اس سے تمکو قطعاً فرق فقرا کے درجات کا ذہن مین آیا ہوگا اور اس تحریر بالا سے معلوم کر لوگے کہ فقیر حریص کا درجہ فقیر زاہد کی نسبت ساڑھے بارھوان ہے جو کہ نسبت چالیس کو ہے پانسو کیطرف اور یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ مقدار معین فرمائی تو عجب اتفاق بالغو کیطرح زبان سے نکل گئی ہے بلکہ آپ تو ہر بات مین حقیقت بیان فرماتے تھے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی اور ان درجات فقر کے باب مین جو تعین ہے وہ ایسی ہے جیسے آپنے فرمایا ہے الرویا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءً من النبوۃ اس مین جو سچے خواب کو چھیالیسوان حصہ نبوت کا فرمایا ہے تو یہ اندازہ درحقیقت ایسا ہی ہے لیکن آپ کے سوا کی مجال نہین کہ اس نسبت کو بجز اسکے تخمین کے جان لے واقعی علت کسیکو معلوم نہین ہو سکتی اسواسطے کہ یہ بات معلوم ہے کہ نبوت اسکو کہتے ہین جو نبی سے خاص ہو اور اسی کے باعث نبی اور لوگون سے علیحدہ بھی ہو اور نبی مین بہت سے خواص ہوتے ہین اول تو یہ کہ جو امور خدا تعالے سے اور اسکی صفات اور فرشتون اور دار آخرت سے متعلق ہین انکا احوال واقعی جانتا ہو نہ اسطرح کہ جیسے اور لوگ سمجھتے ہین بلکہ کثرت معلومات اور زیادتی یقین اور تحقیق اور کشف مین عوام کے مخالف ہو دوسرے یہ کہ نبی کے نفس مین وہ صفت ہوتی ہے کہ جس سے افعال عادات کے خلاف پورے ہوتے ہین جس طرح ہم مین ایک صفت ہے کہ اسکے باعث ہمارے حرکات ہمارے ارادے اور اختیار یعنی قدرت سے پورے ہوتے ہین گو قدرت اور مقدور سب اللہ تعالے کے افعال سے ہین تیسرے یہ کہ نبی مین ایک ایسی صفت ہوتی ہے جسکے باعث فرشتون کو دیکھ لیتا ہے جیسے بینا آدمی مین مثلاً ایک صفت ایسی ہے جو اندھون مین نہین وہ یہ ہے کہ محسوسات کو دیکھ لیتا ہے چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی مین وہ خاصیت ہوتی ہے جس سے غیب کا حال اسکو بیداری یا خواب مین معلوم ہو جاتا ہے یعنی اسی خاصیت کے باعث لوح محفوظ کا مطالعہ کر لیتا ہے اور جو کچھ اسمین غیب کا حال لکھا ہوتا ہے اسکو معلوم کر لیتا ہے پس یہ کمالات وصفات ایسے ہین کہ انکا ثبوت انبیا کے لیے ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انمین سے ہر ایک خاصیت کئی اقسام مین منقسم ہو سکتی ہے اور ہم بھی اسکی تقسیم اگر چالیس یا پچاس یا ساٹھ وغیرہ تک کرنا چاہین تو کر سکتے ہین بلکہ اگر تکلف کرین تو ہو سکتا ہے کہ تمام صفات متعلقہ نبی کو چھیالیس ہی ثابت کر دین تاکہ سچے خواب چھیالیسوان حصہ نبوت کا ہو مگر تقسیمات کے طریقون کا معین کرنا بدون ظن اور تخمین کے نہوگا تو ٹھیک ٹھیک معلوم نہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی چھیالیسوان حصہ اسی تقسیم کی رو سے مراد لیا ہے یا نہین ہان صفات کلی جنسے نبوت کامل ہوتی ہے وہ معلوم ہین اور انکے منقسم ہونیکی اصل معلوم ہے مگر اس سے مقدار خاص مقرر کرنے کیوجہ معلوم نہین ہو سکتی اسیطرح حدیث مذکور مین ہم جانتے ہین کہ فقرا کے بہت سے درجات ہین جیسا پہلے معلوم ہوا مگر یہ فقیر حریص کا درجہ فقیر زاہد کی نسبت کہ ساڑھے بارھوان حصہ کیون ہوا جسکی سبب اول تو صرف چالیس برس ہی پیشتر غنی سے رہیگا اور دوسرا پانسو برس کے تقدم کا سزاوار ہوگا تو اسکا جاننا سوا انبیا علیہم السلام کے طاقت بشری سے

۵ اصل مین جزاً اندسہ جس کے معنے اٹکل و تخمینہ کے ہین ۱۲ منہ

۵ اصل مین ہے کہ مگر تقسیمات ممکنہ کے طریقون مین سے ایک ہی طریق کا ۱۲

خارج ہو البتہ اگر کوئی کچھ کہیگا تو اٹکل سے کہیگا جسپر اعتماد واثق نہو غرضکہ ہماری غرض یہ تھی کہ کوئی ضعیف الایمان یہ نہ سمجھ لے کہ آپ نے جو مقادیر مقرر فرمائے ہیں یہ قیود اتفاقی ہیں کیونکہ منصب نبوت ایسی باتوں سے مبّرا ہو تو یہی جان لینا چاہیئے کہ اندازہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہو وہ بجا اور درست ہو۔ اب اصل غرض کیطرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی احادیث فقر کے بیچ کی لکھتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خیر ہذہ الامۃ فقراءہا واسرعہا تضجعا فی الجنۃ ضعفاءہا اور فرمایا ان لی حرفتین اثنتین فمن احبہما فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی الفقر والجہاد اور روایت ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے محمد اللہ عز وجل تمکو سلام کہتا ہو اور فرماتا ہو کہ کیا تمکو پسند ہو کہ میں ان پہاڑوں کو سونیکا کر دوں جہاں تم رہو تمہارے ساتھ رہا کریں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ اے جبرئیل ان الدنیا دار من لا دار لہ ومال من لا مال لہ ولہا یجمع من لا عقل لہ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ اے محمد بیشک اللہ بالقول الثابت اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سفر میں ایک سوتے آدمی کے پاس کو گذرے جو ایک کملی میں لپٹا ہوا تھا آپ نے اسکو جگایا اور فرمایا کہ اے سونیوالے اٹھ اور خدا کا ذکر کر اُسنے کہا کہ آپ مجھسے کیا چاہتے ہیں میں نے دنیا کو اسکے اہل کے لیے چھوڑ دیا ہو آپ نے فرمایا کہ اے حبیب اب تو سو رہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شخص پر گذرے جو مٹی پر سوتا تھا اور سر کے تلے اینٹ تھی اور چہرے اور ڈاڑھی پر خاک تھی اور ایک کملی کا تہمد باندھے تھا آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تیرا یہ بندہ دنیا میں ضائع ہو حکم ہوا کہ اے موسیٰ تجھکو معلوم نہیں کہ جب میں اپنے کسی بندے کیطرف سارے منہہ سے توجہ کرتا ہوں تو اس سے تمام دنیا کو علیحدہ کر دیتا ہوں اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک مہمان وارد ہوا آپکے پاس اسوقت اسکی خاطر داری کی کوئی چیز نہ تھی آپ نے مجھکو ایک خیبر کے یہود کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس سے کہنا کہ رجب کے مہینے کے وعدے پر ہمکو آٹا خواہ قرض دے یا فروخت کر کے اسکے دام وعدے پر لے میں نے اس یہودی کے پاس آکر پیام حضرت کا ادا کیا اسنے کہا کہ میں بدون رہن کے نہیں دونگا میں نے آپ کی خدمت میں ماجرا عرض کیا کہ آپ نے فرمایا کہ آگاہ رہو بخدا کہ میں آسمان والوں میں امین ہوں اور زمین والوں میں امین ہوں اگر وہ شخص میرے ہاتھ بیچتا یا قرض دیتا تو میں ادا کر دیتا جا میری زرہ لیجا اور گرو کر دے پس جب میں نکلا تو یہ آیت اتری ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ ورزق ربک خیر وابقی اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کو دنیا سے تسلی دینی خدا تعالےٰ کو منظور ہو اور ایک حدیث میں آپنے فرمایا الفقر ازین بالمومن من العذار الحسن علے خد الفرس اور فرمایا من اصبح منکم معافی فی جسمہ امنا فی سربہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا اور حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ جب تو فقر کو آتے دیکھے تو یوں کہہ کہ خوب ہوا کہ صلحا کا شعار آیا۔ اور عطا خراسانی کہتے ہیں کہ

ا ح مہتر اس امت کے فقیر اسکے ہیں اور جنت میں جلد تر لوٹ لگانے والے امت کے ضعیف لوگ ہیں ۱۲ اسکی اصل مجھے نہیں ملی ۱۲ ۳ ح میرے دو پیشے ہیں جسنے انکو پسند کیا اسنے مجھکو محبوب رکھا اور جسنے انسے بغض رکھا اسنے مجھسے بغض رکھا ایک فقیری ہو دوسرا جہاد ۱۲ اسکی سند مجھے نہیں ملی ۱۲ ۳ ح دنیا اس شخص کا گھر ہو جسکا گھر نہو اور اسکا مال ہو جسکے پاس مال نہو اور اسکو وہ جوڑتا ہو جسکو عقل نہو ۱۲ یہ حدیث اور حدیثوں سے مرکب کر دی ہو پہلا ٹکڑا ترمذی کی حدیث کا ہو جو بروایت ابو امامہ نقل کیا ہو اور الزیادہ من لا دار لہ آخر تک احمد نے

ایک نبی انبیا علیہم السلام میں سے کنارہ دریا پر تشریف لیگئے دیکھا تو ایک شخص شکار کھیلتا تھا اسنے بسم اللہ کہکر جال ڈالا مگر کچھہ نہ نکلا پھر ایک دوسرے
شخص کے پاس کو گذر ہوا اسنے جال بسم الشیطان کہکر پھینکا تو اس میں اسقدر مچھلیاں آئیں کہ کثرت کی جہت سے انکے پکڑنے سے پہلو تہی کرتا
تھا آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی یہ کیا بات ہے یہ تو میں جانتا ہوں کہ سب تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے خدا
تعالی نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ میرے بندے کیواسطے ان دونوں کا مرتبہ دکھلا دو جب آپ نے اول شخص کی بزرگی اور دوسرے
کی اہانت اور ذلت کو مشاہدہ کیا تو فرمایا کہ الٰہی میرا اطمینان ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جنت میں جھانکا تو
اکثر اسکے لوگوں کو فقیر دیکھا اور دوزخ میں جو جھانکا تو اسکے لوگ اکثر غنی اور عورتیں نظر آئیں اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے پوچھا
غنی کہاں ہیں حکم ہوا کہ انکو غنا نے روک دیا اور مقید کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اکثر دوزخ والوں کو میں نے عورتیں دیکھیں میں نے پوچھا
کہ انکا کیا حال ہے یعنی یہ سب دوزخ میں کیوں گئیں حکم ہوا کہ دو سرخ چیزوں میں لگے رہنے سے یعنی سونا اور زعفران کے شغل کے
باعث اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا میں فقر ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ انبیا علیہم السلام میں سب سے پیچھے جنت میں حضرت
سلیمان علیہ السلام جاوینگے اپنی سلطنت کے باعث اور اصحاب میں سے حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنی غنا کی وجہ سے سب کے بعد
جنت میں جاوینگے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عبدالرحمن کو دیکھا کہ جنت میں آہستہ آہستہ جاکر داخل ہوا اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے
ہیں کہ غنی جنت میں بشدت یعنی بڑی محنت سے داخل ہوگا اور ایک حدیث میں جو اہل بیت سے مروی ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فاذا احبہ الحب البالغ اقتناہ لوگوں نے اقتناہ کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ اسکے لیے
نہ اہل چھوڑا نہ مال اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تو فقر کو آتے دیکھے تو کہہ مرحبا بشعار الصالحین اور جب غنا کو آتے دیکھے تو کہہ کسی گناہ کا
عذاب جلد آگیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تیری مخلوق میں سے تیرے دوست کون لوگ ہیں
مجھے معلوم ہوں تو میں بھی انکو تیری خاطر دوست رکھوں حکم ہوا کہ کل فقیر فقیر یعنی میرے دوست ہیں ایک فقیر محتاج ہیں دو بار فرمانا فقر
کا بالغرض تاکید ہے یا دوسرے فقیر سے سخت مصیبت والا مراد ہے اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مسکنت کو پسند کرتا ہوں
اور دولت کو برا جانتا ہوں اور اگر کوئی آپ کو یا مسکین کہکر پکارتا تو اس نام کو سب ناموں سے اچھا جانتے اور جب سرداران
عرب کے تونگروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک روز ہمارے لیے مقرر کر دیجیے اور ایک روز
فقرا یعنی حضرت بلال جیسے اور سلمان فارسی اور صہیب رومی اور ابوذر غفاری اور خباب بن ارت اور عمار بن یاسر اور ابوہریرہ اور فقرا
اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ٹھہرا دیجیے کہ جس روز وہ آپ کے پاس آویں تو ہم نہ آویں اور ہم آویں تو وہ نہ آویں اور
اسکی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کا لباس اون کا ہوتا تھا گرمی کی شدت میں عرق جو نکلتا تو کپڑوں میں بو پیدا ہوتی اور تونگروں کو
مثل اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن بدر فزاری اور عباس بن مرداس وغیرہ کے انکی بو سے ایذا ہوتی تھی اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم سے یہ درخواست کی آپ نے انکی درخواست پذیرا فرمائی کہ اچھا ایک مجلس میں دونوں فریق کو جمع نہ کرینگے پس یہ آیت اتری

۱ حم احمد بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲ ۲ حم جلد دوم باب النکاح میں گذری ۱۲ ۳ حم ابو منصور در مسند فردوس بروایت معاذ بن جبل ۱۲ ۴ حم اوپر گذری ۱۲

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عیناک عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا
یعنی فقرا کے ساتھ رہو اور اغنیا کی اطاعت نکرو اور دوسری جگہ ارشاد ہے وقل الحق من ربکم یعنے فقرا کے ساتھ ہی فمن شاء فلیؤمن ومن شاء
فلیکفر اور حضرت ابن ام مکتوم نابینا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کے لیے اجازت چاہی اسوقت کہ آپ کی خدمت
اقدس میں ایک شخص قریش کے روسا میں سے حاضر تھا آپ کو انکا حاضر ہونا ناگوار ہوا اللہ تعالے نے یہ آیت وارد فرمائی عبس وتولی
ان جاءہ الاعمی وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری یعنی ابن ام مکتوم کو اما من استغنی فانت لہ تصدی اس سے مراد وہ
رئیس ہے اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقیر کو اللہ تعالی بلا کر ایسی طرح معذرت فرماویگا جیسے آدمی آپس میں
ایک دوسرے سے عذر کرتے ہیں ارشاد فرماویگا کہ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی میں نے دنیا تجھسے اسوجہ سے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے
نزدیک ذلیل تھا بلکہ اس جہت سے کہ تجھکو یہاں کرامت اور فضیلت موجود کر رکھی تھی میرے بندے اب تو ان صفوں میں جا اور یہاں کہ جسنے تجھکو
دنیا میں میرے واسطے کھلایا ہو یا پہنایا ہو اور اسکی غرض سوا میری رضا کے اور کچھ نہو تو اسکا ہاتھ پکڑ لے اسکا میں نے تجھکو اختیار دیا اور
اسوقت لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ عرق منہ تک آیا ہوا ہوگا یہ شخص صفوں کو چیریگا اور دیکھیگا کہ کسنے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تھا جسکو ایسا
دیکھیگا اسکا ہاتھ پکڑ کے جنت میں لیجاویگا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ فقیروں کی شناخت بہت کیا کرو اور انکے پاس نعمت حاصل کرو اسلیے
کہ انکے پاس دولت ہے لوگوں نے عرض کیا کہ انکے پاس کیا دولت ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انسے یہ کہا جاویگا کہ دیکھو جسنے تمکو ایک ٹکڑا کھلایا
ہو یا ایک گھونٹ پانی دیا ہو یا کوئی کپڑا پہنایا ہو تو اسکا ہاتھ پکڑو اور جنت میں پہونچادو اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو
آگے ایک چال سنی پھر جو دیکھا تو بلال تھا اور جنت کے اوپر کے طبقات جو دیکھے تو انمیں میری امت کے فقرا اور اولاد نظر آئی اور نیچے کو دیکھا تو اسمیں
توانگر اور عورتیں دکھائی دیں اور انکی بھی تعداد کم تھی میں نے پوچھا کہ انکی قلت کیوجہ کیا ہے حکم ہوا کہ عورتوں کو تو دو سرخ چیزوں یعنی سونے اور حریر نے
نقصان میں ڈالا اور توانگر بڑے حساب میں پھنس گئے اور میں نے اپنے اصحاب کو جو وہاں تلاش کیا تو عبدالرحمن بن عوف کو نہ دیکھا پھر
وہ میرے پاس روتے ہوئے آئے میں نے پوچھا کہ تم مجھسے پیچھے کیوں رہے تھے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو آپ تک آنا
میسر نہوا یہانتک کہ مشتبہات کو طے کر گیا اور مجھے یہ شک تھا کہ دیکھیے آپ سے ملتا ہوں یا نہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ
کیوں انھوں نے عرض کیا کہ مجھسے میرے مال کا حساب لیا جاتا تھا اسبات کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ بڑے سابقہ والے ہیں اور ان دس آدمیوں میں سے ہیں جو مخصوص جنت کی قطعی خبر رکھتے ہیں اور نیز ایسے توانگروں میں ہیں جنکی شان میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا من قال ہکذا وہکذا یعنی داد و دہش ہو جب نحو اسی حدیث کے آپ بہت کرتے تھے مگر یہ سب
کچھ تھا اور باوجود اسکے توانگری سے اسدرجہ کا ضرر پایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف لیگئے اور اسکے پاس کچھ نہ دیکھا
فرمایا کہ اگر اسکا نور تمام زمین والوں کو تقسیم کیا جاوے تو سب کو پہونچے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کیا نہ بتاؤں میں تمکو جنت والوں کے بادشاہ

ل اور تھام رکھ آپ کو انکے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں اسکے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں انکو چھوڑ کر تلاش میں رونق دنیا کی زندگی
کی اور نہ کہا مان اسکا جسکا دل غافل کیا ہمنے اپنی یاد سے ۱۲ ستے اور کہہ سچی بات ہے تمہارے رب کیطرف سے ۱۲ سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے
نہ مانے ۱۲ ۴۳ ح ترمذی بروایت عائشہ اور کہا ہے کہ غریب ہے ۱۲ ۵ تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس سے کہ آیا اسکے پاس اندھا اور تجھکو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا یا سوچتا
یا کام آتا اسکو سمجھانا ۱۲ وہ جو پروا نہیں کرتا سو تو اسکی فکر میں ہے ۱۲ ۴۶ ابن حبان در ضعفا بروایت انس مختصر ۱۲ ۴۷ ابو نعیم در حلیہ بروایت انس ۱۲ ۴۸ طبرانی بروایت ابو امامہ بسند ضعیف

لوگون نے عرض کیا کہ تبلا دیجیے آپ نے فرمایا کل ضعیف مستضعف اغبر اشعث ذی طمرین لا یؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ اور حضرت عمران بن حصین فرماتے ہین کہ مجھکو
جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عزت اور منزلت تھی آپ نے فرمایا کہ تمہاری ہم عزت و منزلت کرتے ہین اگر کہو تو اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کی
بیمار پرسی کو چلین مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ کھڑے ہوے اور مین بھی ساتھ چلا یہانتک کہ حضرت فاطمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر دستک دی اور
فرمایا السلام علیکم مین اندر آؤن حضرت فاطمہ زہرا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تشریف لادین آپ نے فرمایا کہ مین اور میرے ساتھ والا دونون
آتے ہین انھون نے پوچھا کہ آپ کے ہمراہ کون ہین آپ نے فرمایا عمران حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جسنے تمکو نبی برحق کرکے بھیجا ہے
میرے بدن پر سوا ایک کملی کے اور کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ اسکو یون لپیٹ لو اور ہاتھ سے اشارہ کردیا انھون نے عرض کیا کہ مین اپنا بدن تو چھپا لیا
مگر سر کو کیا کرون آپ کے پاس ایک پرانی چادر بدن پر تھی وہ انکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس سے سر باندھ لو غرض جب انھون نے بدن
اور سر چھپا لیا تو اجازت اندر آنے کی دی اور السلام علیکم کہکر پوچھا کہ بیٹا صبح کو تمہارا کیا حال رہا انھون نے عرض کیا کہ مین مبتلا درد رہی اور
دکھ پر زیادہ دکھ یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کیلیے کچھ نہین بھوک نے مجھکو ستایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا کہ اے جان پدر
گھبراؤ مت کہ بخدا مین نے بھی تین دن سے کھانا نہین چکھا اور میری عزت خدا کے نزدیک تجھسے زیادہ ہے اور اگر مین اپنے پروردگار سے
درخواست کرتا تو وہ مجھکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا پھر اپنا دست مبارک انکے شانے پر مارا اور فرمایا کہ تجھکو مژدہ ہو کہ تو جنت
والی عورتون کی سردار ہے انھون نے عرض کیا کہ آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی کا درجہ کہان ہے آپ نے فرمایا کہ آسیہ اپنے وقت
کی عورتون کی سردار ہے اور مریم علیہا السلام اپنے وقت کی عورتون کی اور خدیجہ اپنے وقت کی اور تو اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہے
تم سب کی سب جنت کے ایسے مکان مین رہوگی جو زبرجد کے بنے یا قوت سے جڑے ہونگے کہ انمین نہ کسی طرح کی ایذا ہوگی نہ شور
نہ غل نہ تعب و مشقت پھر فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے پر یعنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر قانع رہ کہ مین نے تیرا نکاح ایسے سے کیا ہے جو دنیا
مین سردار ہے اور آخرت مین سردار ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ
اپنے فقیرون کو برا جاننے لگینگے اور دنیا کی امارت ظاہر کرینگے اور روپیہ جمع کرنے مین حصومت باہم کرینگے تو اللہ تعالیٰ انکو چار خصلتون کا
نشانہ بنا دیگا اول قحط دوسرے ظلم بادشاہ سوم والیان حکام یعنی قاضی و مفتی وغیرہ کی خیانت چہارم دشمنو کا زور۔ اور فضل فقر مین آثار بھی
بہت ہین چنانچہ حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ دو درہم والا ایک درہم والے کی نسبت کسقدر سخت روکا جاویگا یا کہا حساب لیا جاویگا اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعید بن عامر کے پاس ہزار دینار بھیجے تو بہت رنجیدہ اور دردمند گھر مین آئے انکی بی بی نے پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات
پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ اس سے بھی بڑھکر ہے پھر فرمایا کہ ذرا اپنا پرانا دوپٹہ مجھے دو جب دوپٹہ آیا تو اسکو پھاڑ کر تھیلیان بنائین اور
انمین وہ دینار تقسیم کردیے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور صبح تک روتے رہے پھر فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ فرماتے تھے کہ میری امت کے فقیر جنت مین تونگرون کی نسبت پانسو برس پیشتر داخل ہونگے یہانتک کہ اگر کوئی غنی انکی جماعت مین گھس
جاویگا تو اسکا ہاتھ پکڑ کر نکالدیا جاویگا اور حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہین کہ تین آدمی جنت مین بیحساب داخل ہونگے ایک وہ شخص کہ اپنا
کپڑا دھونا چاہے تو پرانا اسکے پاس نہو کہ اسکو پہن لے دوسرے وہ کہ اپنے چولھے پر دو ہنڈیان نہ چڑھائی ہون تیسرے وہ کہ پانی

مانگے تو اس سے یہ نہ کہا جاوے گا کہ کونسا پانی منظور ہے یعنی تکلف اور کثرت کھانے اور پینے اور لباس مین نہو اور روایت ہے کہ ایک فقیر حضرت سفیان ثوری کی مجلس مین آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ نزدیک آؤ اگر تو غنی ہوتا تو کبھی پاس نہ بلاتا اور جو لوگ انکے یارون مین تونگر تھے وہ یہ تمنا کرتے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے کیونکہ فقرا کو آپ بہت پاس بٹھلاتے تھے اور تونگرون کیطرف توجہ نکرتے تھے اور مومل کہتے ہین کہ غنی کو جیسا ذلیل مین نے انکی مجلس مین دیکھا ہے ایسا کہین نہین دیکھا اسیطرح فقیر کی عزت جیسی انکے یہان ہوتی تھی اور کسی جگہ نہین ہوتی تھی اور بعض حکما کا قول ہے کہ اگر بیچارہ آدمی دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا درویشی سے ڈرتا ہے تو دونون سے نجات پاتا اور اگر جنت کی رغبت ایسی کرتا جیسے مالداری کی تو دونون باتین حاصل ہوتین اور اگر دلمین خدا تعالی سے اتنا ڈرتا جتنا ظاہر مین اسکی مخلوق سے ڈرتا ہے تو دونون جہان مین سعادت پاتا اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ جو شخص مالداری کی جہت سے تعظیم کرے اور فقیری کی جہت سے اہانت وہ ملعون ہے اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ کسی کو پرانے کپڑے ہونے کی جہت سے حقیر مت جاننا کیونکہ تیرا اور اسکا پروردگار ایک ہی ہے شعر خاکساران جہان را بحقارت منگر * تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد * اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ فقرا کی محبت پیغمبرون کی عادات مین سے ہے اور انکی ہمنشینی اختیار کرنی صلحا کی شناخت ہے اور انکی صحبت سے بھاگنا منافقون کی علامات مین سے ہے شعر گر تو خواہی ہمنشینی با خدا * گو نشین اندر حضور اولیا * اور پہلی کتابون سے یہ خبر منقول ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض انبیا علیہم السلام پر وحی بھیجی کہ اسباب سے ڈرتا رہ کہ مین تجھپر غصہ ہون پھر تو میری نظر سے گر جاوے پھر مین دنیا تیرے اوپر یکبارگی انڈیل دون اور حضرت عائشہ کا دستور تھا کہ ایک روز مین لاکھ لاکھ درہم بانٹ دیتین اور یہ درہم آپ کے پاس حضرت معاویہ اور ابن عامر وغیرہما بھیج دیا کرتے تھے اور باوجود اس کثرت مال کے دوپٹہ آپ کا پیوند لگا رہتا تھا اور اگر آپ کی خادمہ کہتی کہ ایک درہم کا گوشت اگر آپ خرید دیتین تو روزہ اسی سے افطار کرتین آپ فرماتین کہ اگر تو یاد دلا دیتی تو مین ایسا ہی کرتی اور یہ سب اسلیے تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہتی ہے تو فقرا کی سی زندگی اختیار کرنا اور تونگرون کے پاس مت بیٹھنا اور اپنا دوپٹہ جبتک مت اتارنا جبتک اسمین پیوند لگانے اور ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم کے پاس دس ہزار درہم لایا آپ نے اسکے قبول کرنے سے انکار فرمایا اس شخص نے بہت منت کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے منظور ہے کہ دس ہزار درہم کے عوض مین میرا نام فقیرون کے دفتر مین سے مٹا دے سو ایسا مین کبھی نہ کرون گا۔

تیسرا بیان فضیلت فقرا سے خاص یعنی راضیون اور قانعون اور صادقون کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طوبی لمن ہدی الی الاسلام وکان عیشہ کفافا وقنع بہ اور دوسری حدیث مین ارشاد ہے یا معشر الفقراء اعطوا اللہ الرضی من قلوبکم تظفروا بثواب فقرکم والا فلا اول حدیث مین قانع کی فضیلت ہے اور دوسری مین راضی کی اور دوسری حدیث کے معانی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو فقر کا ثواب نہین ہوتا مگر عام احادیث جو فقر کی فضیلت مین وارد ہین انسے معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو بھی ثواب ملیگا چنانچہ عنقریب اسکی تحقیق آویگی تو شاید یہان مراد عدم رضا سے یہ ہوگی کہ خدا تعالی کے اس فعل کو کہ دنیا اس سے روک لی برا جانے اسی برا جاننے سے فقر کا ثواب جاتا رہتا ہے اور بہت سے حریص ایسے ہوتے ہین کہ انکے دلمین انکار خدا تعالی کے فعل پر یا اسکو برا جاننا نہین گذرتا

تو انکو ثواب بھی ہوگا۔ اور حضرت عمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک شی کی ایک کنجی ہی اور جنت کی کلید مساکین کی محبت ہی اور صابر فقیر قیامت کے دن خداے تعالی کے جلیس ہونگے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حدیث مروی ہی کہ بندون مین سے محبوب تر خداے تعالی کے نزدیک وہ ہی جو اسکے رزق پر قانع ہی اور خداے تعالی سے خوش ہے اور ایک حدیث مین فرمایا اللھم اجعل قوت آل محمد کفافا اور فرمایا مامن احد غنی ولا فقیر الا ود یوم القیامۃ انہ کان اوتی قوتا فی الدنیا اور خداے تعالی نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مجھکو ان لوگون کے پاس تلاش کرو جنکے دل شکستہ ہون انھون نے عرض کیا کہ الٰہی وہ کون لوگ ہین حکم ہوا کہ فقراے صادق۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ کوئی فقر کی نسبت افضل نہین ہی جبکہ وہ راضی ہو۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ خداے تعالی قیامت کے روز فرماویگا کہ میری خلق مین سے برگزیدہ لوگ کہان ہین فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی وہ کون ہین فرماویگا کہ مسلمان فقیر جو قانع رہے میری دہش پر اور راضی رہے میرے حکم پر انکو جنت مین داخل کرو پس وہ لوگ جنت مین جا کر کھاوین پیوینگے اور لوگ حساب مین پڑے ہونگے یہ فضیلت قانع اور راضی کی ہی اور زاہد کی بزرگی ہم اسباب کی فصل دوم مین لکھینگے اور قناعت اور رضا کے باب مین آثار بھی بہت ہین اور ظاہر ہی کہ قناعت کی ضد طمع ہی اور حضرت عمر فرماتے ہین کہ طمع محتاجی ہی اور ناامید ہونا لوگون سے توانگری ہی اور جو شخص کہ لوگون کے مال سے توقع منقطع کرتا ہی اور قانع ہوتا ہی وہ اُن سے غنی ہو جاتا ہی

شعر۔ قناعت توانگر کند مرد را ؛ خبر کن حریص جہانگرد را ؛ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ کوئی روز ایسا نہین کہ جو ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے یہ نہ پکارتا ہو قلیل یکفیک خیر من کثیر یطغیک یعنی تھوڑا مال جو تجھے کافی ہو بہت مال سے بہتر ہی جو تجھکو سرکش کرے اور حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکی عقل مین کچھ نقصان نہو اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جب دنیا بڑھتی ہی تو آدمی خوش ہوتا ہی حالانکہ رات اور دن اسکی عمر سے پارہ کھیرتے جاتے ہین اور اسکا غم اسکو نہین ہوتا ارے کمبخت مال کی زیادتی کیا کام آویگی اگر عمر کم ہوتی جاتی ہی اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ غنا کیا چیز ہی کہا کہ تھوڑی تمنا کرنی اور قدر کفایت پر راضی رہنا اور روایت ہی کہ حضرت ابراہیم بن ادہم خراسان کے امرا مین سے تھے ایک روز اپنے ایک محل کی کھڑکی سے جھانک رہے تھے دیکھا کہ اس مکان کے صحن مین ایک شخص ہی اور اسکے ہاتھ مین ایک روٹی ہی کہ اسکو کھا رہا ہی جب کھا چکا تو سو رہا آپ نے اپنے کسی خادم سے کہا کہ جب یہ شخص اٹھے میرے پاس لے آنا جب وہ اٹھا تو سامنے گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے وہ روٹی کھائی تھی تو بھوکا تھا اسنے کہا کہ ہان آپ نے پوچھا کہ اس سے شکم سیر ہو گیا کہا کہ ہان آپ نے کہا کہ پھر تو سو رہا اسنے کہا ہان آپ نے اپنے دل مین کہا کہ پھر مین دنیا لیکر کیا کرونگا نفس تو اتنے پر قناعت کرتا ہی۔ اور ایک شخص کا گذر عامر بن عبد القیس کے پاس ہوا اور وہ نمک اور ساگ کھا رہے تھے اسنے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ دنیا سے اسقدر پر راضی ہو گئے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو وہ شخص بتا دون جو اس سے بری چیز پر راضی ہوا اسنے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہی جو آخرت کے بدلے دنیا پر راضی ہوا۔ اور محمد بن واسع سوکھی روٹی نکالتے اور اسکو پانی مین تر کرتے اور نمک سے کھا لیتے اور فرماتے کہ جو دنیا سے اسقدر پر راضی ہو وہ کسی کا محتاج نہوگا اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ خدا لعنت کرے ان لوگون پر جنکے لیے خدا نے تو قسم کھائی اور انھون نے اسکو سچا نہ جانا پھر آپ نے پڑھا وفی السماء رزقکم وما توعدون فورب السماء والارض انہ لحق اور حضرت

رواہ ابن عدی من حدیث ابن عمر ۱۲
بروایت ابن عباس
یہ حدیث الفاظ ... نہین ملی ۱۲
احیاء کے ... آل محمد
رواہ ... ۱۲
...
ہی مل تو اچھا تھا ۱۲
ابن ماجہ بروایت انس ۱۲
حدیث الفاظ احیاء کے نہین ملی ۱۲
دیلمی اور مسند فردوس ۱۲
اور آسمان مین ہی روزی تمھاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا گیا ہی سو قسم ہی پروردگار آسمان اور زمین کی یہ بات تحقیق ہی ۱۲

ابو ذر رضی اللہ عنہ ایک روز لوگون مین بیٹھے ہوئے تھے انکی بی بی آئین اور کہا کہ آپ یہان انمین بیٹھے ہین اور گھر مین نہ سالن کا ریزہ نہ ستو کی مٹھی آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہین ہمارے سامنے ایک بڑی سخت گھاٹی دشوار گذار ہے اس سے وہی بچیگا جو ہلکا ہوگا انکی بی بی راضی ہوکر چلی گئین اور حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ لوگون مین سے کفر کے قریب تر وہ شخص ہے کہ فاقے مین صبر نہ کرے۔ اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا مال کیا ہے اسنے کہا کہ ظاہر کی زینت اور باطن کی میانہ روی اور لوگون کے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہے کہ خداوند کریم نے بعض کتب سابقہ مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ابن آدم اگر تمام دنیا تیری ہوجاوے تب بھی تجھکو دنیا مین سے بجز غذا کے اور کچھ نہ ملیگا پس اگر مین تجھکو دنیا مین سے روزی دیئے جاؤن اور اسکا حساب اور پر رکھون تو میرا احسان ہے اور قناعت اور لوگون سے آس نہ رکھنے کے باب مین یہ اشعار ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

زاری بہ بارگاہِ خدا کن نہ پیش خلق
آنکس غنی بود کہ شد از خلق بے نیاز
رائے ہمی زند کہ ترا مرگ چون رسد
ایام صرف نیز کنی جمع بس دراز
خرم دل آن کسی کہ یقین کرد بر خدا
روشن ہمیشہ تازہ بر آید ز ترک آز

قانع بیاس باش کہ این ہست عز و ناز
اے محو منع و جمع ترا دھر در کمین
روزانہ یا شبانہ کند بر تو تیر کتاز
محزون بر اے وارثِ تست آنچہ جمع گشت
کو روز کیش دہر کہ کریم ست و کارساز
در ساحت قناعت خوش سایہ بر خفت

استغنیا نہ کن بسر از خویش و ذی رحم
اندازہ مے کنند کہ نماید ورے فراز
مال و منال جمع نمودی و لے بگو
از آن تست صرف تو نے آنچہ ماند باز
پس ہیچ ذلتے نبرد آبروے او
فکر معاشتش نہ کند گاہ دیدہ باز

چوتھا بیان فقر کی فضیلت مین تو انگری پر جاننا چاہیے کہ لوگ اسباب مین مختلف ہین حضرت جنید اور خواص اور اکثر لوگ تو فقر کو فضیلت دیتے ہین اور ابن عطا کہتے ہین کہ غنی شاکر جو اپنے حق ادا کرتا رہے وہ فقیر صابر سے افضل ہے اور کہتے ہین کہ حضرت جنید نے اس مخالفت کی جہت سے ابن عطا پر بددعا کی تھی اور اسکی جہت انکو رنج و تکلیف پہونچی اور اسکا حال ہم باب الصبر مین لکھ آئے ہین اور صبر اور شکر مین فرق کیوجہ بھی لکھ آئے ہین اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اعمال و احوال مین فضیلت بدون تفصیل معلوم نہین ہوسکتی اب فقر اور غنا کو اگر مطلق دیکھین تو جس شخص نے اخبار و آثار کا مطالعہ کیا ہوگا اسکو فقر کی فضیلت مین کچھ تردد نہوگا مگر اسمین تفصیل ضرور ہے اسلیے کہ دو مقامو نمین شک پڑتا ہے ایک تو یہ کہ فقیر صابر جو طلب کا حریص نہین بلکہ قانع ہے یا راضی اسکو مقابلہ ایسے غنی کے دیکھین جو اپنا مال خیرات مین دیتا ہو اور مال کے امساک کا حریص نہو دوسرے یہ کہ فقیر حریص کو غنی حریص کی نسبت خیال کرین کیونکہ فقیر قانع تو بلاشبہ غنی حریص ممسک کی نسبت افضل ہے اور غنی خیرات کرنیوالا بھی فقیر حریص کی نسبت افضل ہے تو صرف دو ہی صورتین شک کی رہین پہلی صورت مین کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ غنی بہ نسبت فقر کے افضل ہے اسلیے کہ مال کی حرص تو دونون مین کم ہے اسمین تو برابر ہی رہے مگر غنی صدقات اور خیرات سے تقرب کرتا ہے جو فقیر سے نہین ہوسکتا کہ عاجز ہے اور ہماری دانست مین ابن عطا کے قول کا منشا یہی ہے لیکن جو غنی کہ مال سے متمتع ہو گو مباح ہی مین ہو وہ فقیر قانع پر افضل نہین ہوسکتا اور انکی شاہد وہ روایت ہے جو حدیث مین وارد ہے کہ فقرا نے شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی کہ غنی خیرات

اور صدقات اور حج اور جہاد مین ہمسے بڑھکر ہین آپ نے انکو چند کلمات تسبیح مین ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ تم کو ان کلمات سے
غنیون کی نسبت زیادہ ثواب ملیگا پھر غنیون نے بھی وہ کلمات سیکھ لیے اور پڑہنا شروع کیے فقرا دوبارہ آپ کیخدمت مین حاضر
ہوے اور عرض کیا کہ اب تو غنی بھی یہ کلمات پڑہنے لگے آپ نے فرمایا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء یعنی خدائے تعالی کا فضل ہے
جسکو چاہے عنایت فرماوے اس سے ظاہرا غنی کی فضیلت معلوم ہوئی یعنی اغنیا کو جو دونون باتون کا ثواب ملگیا تو خدا کی عنایت
انکے شامل حال ہے اور ابن عطا نے اپنے قول کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے یعنی جب انسے غنی اور فقیر کی فضیلت کا سوال کیا گیا تو کہا کہ
غنی افضل ہے اسلیے کہ غنی خدائے تعالی کی صفت ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو وصف حق ہے وہی افضل ہے ان دونون دلیلون سے
انھون نے غنی کا افضل ہونا ثابت کیا ہے مگر دونون دلیلین ٹھیک نہین دلیل اول مین تو یہ بات ہے کہ حدیث مین التفصیل پائی جاتی ہے جو
دلالت انکے مقصود کے خلاف ہے کرے وہ یہ کہ تسبیح مین فقیر کا ثواب غنی کے ثواب سے زیادہ ہے اور فقرا کا اس مرتبے پر پہونچنا
خدا کے فضل سے ہے جسکو وہ چاہے فضل عنایت کرے یعنی ذلک فضل اللہ کا مشار الیہ ثواب فقیر کو کرنا چاہیے نہ حال غنی کو
اسلیے کہ دوسری حدیث مین جو زید بن اسلم حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہین یہ مضمون ہے کہ فقرا نے ایک شخص کو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین پیام لیکر بھیجا اسنے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین فقرا کا قاصد ہون آپ نے فرمایا کہ تجھکو بھی مرحبا
اور جنکے پاس سے تو آیا ہے انکو بھی مرحبا وہ ایسی قوم ہے کہ جنکو مین چاہتا ہون اسنے عرض کیا کہ فقرا نے عرض کیا ہے کہ تونگر
خیر لیگئے کہ حج کرتے ہین اور ہم حج پر قادر نہین اور عمرہ کرتے ہین اور ہمکو قدرت نہین اور جب وہ مریض ہوتے ہین تو جو مال انکے
پاس زیادہ ہے اسکو ذخیرہ بنانے کے لیے دے ڈالتے ہین آپ نے فرمایا کہ انکو میری طرف سے یہ کہدینا کہ جو کوئی تم مین سے
صبر کریگا اور طالب ثواب ہوگا اس مین تین باتین ہونگی جو اغنیا مین نہونگی ایک تو یہ کہ جنت مین بہت کھڑکیان ہین
کہ انکو جنت والے ایسی طرح دیکھینگے جیسے زمین کے لوگ آسمان کے ستارون کو دیکھتے ہین اس مین بجز پیغمبر فقیر اور شہید
فقیر اور ایماندار فقیر کے اور کوئی نہین جاویگا دوسری بات یہ کہ فقرا تونگرون کی نسبت کہ جنت مین پانسو برس پیشتر جاوینگے
تیسرے یہ کہ غنی جب کہتا ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور فقیر بھی یہی کلمات کہتا ہے تو غنی فقیر کے
ثواب کو نہین پہونچ سکتا اگرچہ دس ہزار درہم اس کے لیے خرچ کرے اور سب اعمال نیک کو ایسا ہی خیال
کرنا چاہیے وہ قاصد یہ سنکر واپس آیا اور فقرا سے ماجرا بیان کیا سبھون نے کہا کہ ہم راضی ہوے ہمارا اطمینان ہوا انتہی تو اس حدیث سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء سے آپ کی مراد ثواب فقرا کی زیادتی ہے اغنیا کے ذکر سے رہی دوسری دلیل کہ غنی وصف
حق ہے پس اسکا جواب بعض اکابر نے انکو یہ دیا کہ خدائے تعالے کچھ اسباب واعراض کے باعث غنی نہین جو غنی کو وصف حق کہتے ہو
چہ نسبت خاک را با عالم پاک آدمی کے غنا کو خدا کے غنا سے کیا علاقہ اسبات کا جواب ابن عطا نے کچھ نہ دیا اور بعض اکابر نے
یہ بھی جواب دیا کہ جیسے غنی وصف حق ہے ویسے ہی تکبر بھی تو خدا کا وصف ہے تو چاہیے کہ تواضع کی نسبت افضل ہو پھر اس جواب
دینے والون نے یہ فرمایا کہ نہین یون کہنا چاہیے کہ فقر افضل ہے اسواسطے کہ بندے کی صفت ہے اور بندے کے حق مین صفات

بندگی ہی افضل ہین جیسے خوف ورجا وغیرہ اور صفات ربوبیت مین تو نزاع ہی نہ چاہیے اسلیے حدیث قدسی مین وارد ہو کہ کبریا میری چادر ہو اور عظمت میرا تہ بند ہو جو کوئی ان دونون مین مجھسے نزاع کریگا اسکو مین توڑ دونگا اور حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ عزت اور باقی رہنے کی محبت سے ربوبیت مین شرک اور نزاع پایا جاتا ہو کیونکہ یہ دونون صفات رب مین سے ہین غرضکہ تفضیل غنا اور فقر مین اسیطرح کی گفتگوئین ہین اور سب کا حال متعلق عام روایت سے ہو جن مین تاویل کی گنجایش ہے اور ہر ایک کا دل ایسے کلمات پر ہو کہ انسے خلاف ثابت ہونا کچھ بعید نہین مثلاً جسطرح ابن عطا کا قول غنا کی فضیلت مین بانیوجہ کہ وصف حق ہو نکر سے قدح کر دیا گیا اسیطرح جو لوگ فقر کو بندے کا وصف کہکر افضل کہتے ہین ان کا قول بھی مردود ہو سکتا ہے کہ جہل وغفلت بندے کے اوصاف ہین اور علم ومعرفت صفات ربوبیت مین سے ہین تو چاہیے کہ جہل وغفلت افضل ہون علم ومعرفت سے حالانکہ اسکا کوئی بھی قائل نہوگا کہ جہل بہ نسبت علم کے افضل ہو پس امر واقعی وہی ہو جو ہمنے باب صبر مین ذکر کیا ہو یعنی جو چیز خود اپنی ذات سے مقصود نہین بلکہ اسکی طلب کسی دوسری چیز کے لیے ہو تو چاہیے کہ اسکو مقصود چیز ہی کے لحاظ سے دیکھین کہ اسی سے اسکا فضل ظاہر ہوا کرتا ہو اور دنیا کا مال صرف اسی جہت سے ممنوع ہو کہ وہ خدا تک پہونچنے سے مانع ہو اسیطرح فقر بھی خود مطلوب نہین بلکہ اس جہت سے مطلوب ہو کہ اسکے سبب خدا تعالیٰ سے جو چیز مانع ہے وہ دور ہو جاتی ہو اور بہت سے غنی ایسے ہین کہ انکو غنا نے خدا سے تعالےٰ سے نہین روکا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان وعبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اسیطرح بہت سے فقیر ایسے ہوتے ہین کہ فقیری کے شغل مین مقصود سے پھر جاتے ہین اور دنیا مین غایت مقصد اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکے ساتھ انس کرنا ہو اور محبت وانس بدون معرفت ممکن نہین اور معرفت کی راہ کا چلنا اور اشتغال کے ہوتے ہوے ممکن نہین اور فقر ہی کبھی مانع اس سلوک کا ہوتا ہو جیسے غنا کبھی عائق ہوتی ہو اور واقع مین مانع محبت دنیا ہو کہ اسکے ساتھ محبت آلہی دل مین جمع نہین ہوتی اور کسی چیز کا محبت رکھنے والا اسمین مشغول رہتا ہو خواہ اسکی جدائی مین ہو یا وصال مین اور بعض اوقات تو فراق مین شغل زیادہ ہوتا ہو اور بعض اوقات وصال مین اور دنیا غافل شخصون کی معشوقہ ہو جو اس سے محروم ہو وہ اسکی طلب مین پھنسا ہو اور جو اسپر قادر ہو وہ اسکی حفاظت اور اسسے متمتع ہونے مین لگا ہوا ہو اس صورت مین اگر دو شخص ایسے فرض کرو جو مال کی محبت سے خالی ہون اسی طرح کہ مال انکے نزدیک پانی جیسا ہو کہ ہوا تو واہ واہ اور نہوا تو واہ واہ یعنی ہر ایک مال سے اسیقدر تمتع لیتا ہو جسقدر کی اسکو حاجت ہو اور مقدار حاجت کا وجود اسکے عدم کی نسبت افضل ہو اسلیے کہ فاقے والا موت کی راہ طے کرتا ہو نہ معرفت کی اور اگر بلحاظ اکثر کے دیکھو تو فقیر خطر سے دور تر ہو اسواسطے کہ غنا کا فتنہ مفلسی کے فتنے سے سخت تر ہے اور اس سے بچاؤ کی صورت بھی ہو کہ آدمی کو مقدور نہو اور اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ مفلسی کے فتنے مین جو ہم مبتلا ہوے تو ہمنے صبر کیا اور توانگری کے فتنے سے جو امتحان لیے گئے تو صبر نہ کیا اور یہ بات ہر ایک آدمی کی سرشت مین ہو کوئی شاذ و نادر ایسا ہوگا جو اسطرح کا نہو اسکا وجود بہت سے زمانون مین کم ہوا کرتا ہو اور اسکا نا خطاب شرع ایک شخص نادر و کمیاب کے لیے نہین بلکہ کل شخصون کیلیے ہو اور مفلسی سب کے لیے مناسب

ہے گو کسی نادر کے لیے نہو اسی لیے شرع نے غنا سے منع فرمایا اور اسکی مذمت کی اور فقر کی فضیلت و مدح بیان فرمائی یہان تک
کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ دنیا دارون کے مال کیطرف مت تاکو کیونکہ انکے مال کی چمک تمہارے ایمان کے نور
کو کھو دیگی اور بعض علما کا قول ہے کہ مالدارون کا لوٹ پھیر کرنا ایمان کی حلاوت چوس لیتا ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ ہر امت کیلیے ایک بچھڑا ہے
اور میری امت کا بچھڑا دینار و درم ہین اور اصل گوسالہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا بھی سونے اور چاندی کے زیور کا بنا تھا حاصل
یہ کہ مال اور پانی اور سونے اور پتھر کا آدمی کے نزدیک مساوی ہونا اولیا اور انبیا علیہم السلام کے لیے متصور ہو سکتا ہے پھر انکو بھی یہ بات
جب کامل ہوتی ہے جب خدا کے فضل سے بہت سا مجاہدہ کرین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے فرماتے کہ مجھسے علیحدہ رہ جبکہ وہ آپ
کے سامنے اپنی زینت کے ساتھ مجسم ہوکر ہوتی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ اے زرد رنگ والی میرے سوا کسی اور کو فریب
دے اور اے سفید رنگ والی کسی اور کو دھوکا دے یعنی جب دنیا سے مغالطہ کھانے کے آثار اپنے جیمین ظاہر پاتے تو یہ کلمات ارشاد
فرماتے باین لحاظ کہ حجت اپنے پروردگار کی پیش نظر رکھتے تھے۔ اور مال و پانی برابر ہونے کو غناء مطلق کہتے ہین چنانچہ حدیث شریف
مین ہے کہ غنا کثرت مال سے نہین ہے بلکہ نفس کی غنا سے ہے سعدیؒ اسکا ترجمہ یون کرتے ہین توانگری بدل ست نہ بمال اور
چونکہ یہ بات بہت دشوار ہے تو ضرور ہوا کہ عام خلق کے حق مین صلاح اور بہتری مال کے نہونے مین ہے گو مال کے ہونے پر وہ اسکو
صدقے اور خیرات ہی مین صرف کیا کرین کیونکہ جب مال پر قادر ہوتے ہین تو یہ امور ضروری ہوتے ہین کہ مال سے انس ہو اور
اسکے اوپر قدرت سے متمتع ہون اور اسکے خرچ کرنیسے راحت پاوین اور ان سب باتونسے اس عالم کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے
اور جسقدر آدمی دنیا سے انس کرتا ہے اسیقدر آخرت سے وحشت کرتا ہے اور جسقدر کہ اپنی کسی صفت سے سوائے صفت معرفت کے مانوس
ہوتا ہے اسیقدر خداے تعالےٰ اور اسکی دوستی سے وحشت کرتا ہے اور جب اسباب انس دنیا کے جاتے رہتے ہین تو دل بھی دنیا اور
اسکی زینت سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ اور جب دل ماسوا اللہ سے علیحدہ ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان رکھتا ہے تو بالضرور خدا تعالےٰ کیطرف
متوجہ ہوتا ہے اسلیے کہ دل خالی تو رہتا نہین اور موجود دو ہی چیزین ہین یا خدا تعالیٰ یا اسکا غیر تو جس دل کو توجہ غیر کیطرف ہوگی
وہ خدائے تعالیٰ سے علیحدہ ہوگا اور جو خدائے تعالیٰ کیطرف متوجہ ہوگا وہ غیر سے علیحدہ ہوگا اور جسقدر ایک کیطرف متوجہ ہوگا اسیقدر
دوسرے سے منحرف ہوگا اور جتنا ایک کیطرف نزدیک ہوگا اتنی ہی دوسرے سے دوری ہوگی اور ان دونون کی مثال مشرق اور مغرب
سمجھنی چاہیے کہ یہ دونون طرفین مختلف اور متقابل ہین جو انکے بیچ مین پھریگا تو وہ جسقدر ایک سے قریب ہوگا دوسرے سے دور ہوگا
بلکہ دونون مین سے کسیکا قرب بعینہ دوسرے کا بعینہ بعد ہے اسیطرح عین محبت دنیا عین بغض الٰہی ہے پس نظر عارف اپنے دل ہی پر
ہونی چاہیے کہ دنیا سے زہد کرتا ہے یا نہین اور اس سے مانوس ہے یا نہین غرضکہ فقر اور غنی کا فضل بلحاظ انکے دلون کے تعلق کے ہے
مال سے پس اگر تعلق دلی مال سے دونون مین یکسان ہوگا تو انکا درجہ مساوی ہے مگر یہ کہ دھوکے کی جگہ اور لغزشگاہ ہے اسلیے کہ غنی اکثر خیال
کرتا ہے کہ مین مال سے دل برداشتہ ہون حالانکہ اسکی محبت دل مین گڑی رہتی ہے اور اسکو خبر نہین ہوتی اور خبر جب ہوتی ہے جب
مال جاتا رہتا ہے اسلیے چاہیے کہ اپنے نفس کا امتحان کرے خواہ تو مال کو ڈال لینے سے خواہ جب چوری ہوجاوے پس اگر دل

۲ح ابن منصور و بیہقی بروایت ضعیف ... حدیث ... ۳ح ... ۴ح متفق علیہ ... بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ

کو التفات پاوے تو جان لے کہ سحر خود غلط بود آنچہ من پنداشتم پس دل برداشتہ ہونے کا خیال صرف وہم اور مغالطہ تھا بعض آدمیوں نے اس گمان سے کہ ہمکو لونڈی کیطرف میل نہین اپنی لونڈی بیچ دی مگر جب بیع ہو چکی اور لونڈی دے دی تب اسکے دل سے ایک آگ شعلہ زن ہوئی جو دلمین پوشیدہ تھی پھر معلوم ہوا کہ اس شخص کو مغالطہ ہوا اور عشق اسکے دلمین ایسا چھپا تھا جیسے راکھ مین چنگاری۔ اور یہ حال سب اغنیا کا ہے بجز انبیا اور اولیا کے پس جب غنائے مطلق کا حاصل ہونا محال یا نہایت دشوار ہے تو ضرور ہوا کہ یہی کہا جاوے کہ عام لوگون کے لیئے فقیری ہی اصلح ہے کیونکہ فقیر کا انس و علاقہ دنیا سے کم ہوتا ہے اور جسقدر علاقہ ضعیف ہوتا ہے اسیقدر ثواب تسبیحات کا اور عبادات کا زیادہ ہوتا ہے اسواسطے کہ تسبیحات سے زبان کی حرکت تو منظور ہی نہین بلکہ یہ مراد ہے کہ جس چیز کا ذکر زبان پر ہے اس سے انس پختہ ہو جاوے اور زبان ہلانے کی تاثیر خالی دلمین وارد ہوتی ہے اور غیر چیزون سے بھرے ہوئے مین اور اسیواسطے بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص دنیا کی طلب مین ہو کر زہد و عبادت کرے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گھانس سے آگ بجھانی چاہے یا چربی دور کرنے کے لیئے مکھی سے ہاتھ دھووے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ فقیر کا سانس لینا بدون شہوت کے جسپر اسکو قدرت نہو غنی کی ہزار برس کی عبادت سے افضل ہے اور ضحاک فرماتے ہین کہ جو شخص بازار مین جاوے اور اپنی جی چاہتی چیز دیکھے پس صبر کرے اور طالب ثواب ہو تو اسکے لیئے ہزار دینار سے بہتر ہوگا جسکو خدا کی راہ مین دیوے اور ایک شخص نے بشر بن حارث سے کہا کہ آپ خدا سے میرے لیئے دعا مانگیے کہ مجھکو عیال نے تنگ کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ جب تیرا کنبہ تجھسے کہے کہ ہمارے پاس آٹا روٹی وغیرہ نہین تو تو اسوقت میرے لیئے دعا مانگنا کہ تیری اسوقت کی دعا میری دعا سے افضل ہے اور آپ فرمایا کرتے کہ جو غنی آدمی زاہد بننا چاہے وہ ایسا ہے جیسے باغ گھورے پر ہو اور فقیر اگر زاہد بنے وہ ایسا ہے جیسے موتیون کا ہار کسی خوبصورت کے گلے مین پڑا ہو اور اکابر سلف کا دستور تھا کہ علم معرفت کو اغنیا سے سننا برا جانتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رض دعا مانگتے اللھم انی اسألک الذل عند النصف من نفسی والزہد فیما جاوز الکفاف[1] اور جب صدیق اپنے حال کے کامل ہونے پر دنیا اور اسکے وجود سے خوف فرماتے تھے تو اب کیسے شک کیا جاوے کہ مال کا نہونا بہ نسبت وجود کے اصلح ہے علاوہ ازین غنی کے احوال مین سے عمدہ تر یہ ہے کہ حلال حاصل کرے اور اچھی جگہ مین صرف کرے اور باوجود اسکے پھر اسکا حساب میدان قیامت مین لینا چوڑا ہوگا اور بہت سارا کا رہنا پڑیگا اور جسکو حساب مین الجھایا ہوگا وہ عذاب دیا جاویگا اور اسیواسطے حضرت عبدالرحمن بن عوف جنت مین دیر کر داخل ہوے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکا حال ملاحظہ فرمایا کیونکہ حساب دینے مین مبتلا رہے اور یہین جہت حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ مجھے نہین پسند ہوتا کہ میری دوکان مسجد کے دروازے پر ہو اس طرح کہ کوئی نماز اور ذکر مجھسے فوت نہو اور ہر روز مجھکو نفع پچاس دینار حاصل ہون اور انکو مین اللہ کی راہ مین صرف کر ڈالا کرون لوگون نے پوچھا کہ اسمین خرابی کیا ہے آپ کو کیا خوف ہے آپ نے فرمایا کہ حساب کی برائی اچھی نہین معلوم ہوتی اور اسیواسطے حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ فقرا نے تین چیزین اختیار کی ہین اور اغنیا نے تین چیزین پسند کی ہین فقیرون کی اختیار کی ہوئی چیزین یہ ہین نفس کا چین سے رہنا اور

[1] لہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہون عین ذلت کے وقت بعض انصاف اپنے نفس پر اور سوال کرتا ہون زہد کا اس مقدار سے کہ بڑھ جاوے مقدار کفاف سے ۱۲

دل کا فارغ رہنا اور حساب کا ہلکا ہونا اور اغنیا نے یہ باتین اختیار کی ہین نفس پر مشقت اور دل کا مشغول رہنا اور
حساب کی شدت اور ابن عطار ح نے جو کہا ہے کہ غنی وصف حق ہے اور اسی نظر سے افضل ہو تو یہ اس صورت مین درست
ہو سکتا ہو کہ جب بندہ وجود اور عدم مال دونون سے غنی ہو یعنے اسکے نزدیک وجود و عدم یکسان ہو لیکن اگر مال کے
ہونے سے غنی ہو اور اسکے باقی رہنے کا محتاج ہو تو اس کی غنا مشابہ خداتعالیٰ کی غنا کے نہو گی کیونکہ اللہ تعالےٰ
بذات خود غنی ہے ایسی چیز کے سبب نہین جسکو زوال ہو سکے اور مال ان اشیا مین سے ہو کہ جاتا رہتا ہو مثلاً چوری
جاوے یا کوئی اور آفت آوے۔ اور کسی نے جو ابن عطا کے قول پر اعتراض کیا تھا کہ خدائے تعالےٰ اعراض
یعنے اموال اور اسباب کے باعث غنی نہین وہ ایسی غنا کی مذمت مین درست ہو جسکا مطلب بقائے مال ہو اور یہ جو ایک صاحب
فرماتے ہین کہ صفات حق بندے کے شایان نہین صفات بندگی ہی اسکے شایان ہین یہ درست نہین اسلیے کہ علم بھی تو صفات حق سے
ہو جو بندے کے حق مین سب سے عمدہ چیز ہو بلکہ منتہی بندے کا یہ ہو کہ خداتعالیٰ کے اخلاق سے عادی ہو اور مین نے بعض مشائخ
سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کا طریق یعنے راہ معرفت طے کرتا ہو ابھی راستہ قطع نہین کرلیتا کہ ننانوے نام خدائے تعالےٰ
کے اسکے اوصاف ہو جاتے ہین یعنی اسکو ہر ایک نام مین سے ایک بہرہ ملتا ہو مگر تکبر بندے کے لائق نہین اسواسطے کہ تکبر ایسے شخص
پر کرنا جسپر استحقاق تکبر کا نہو وہ تو صفات الٰہی مین سے نہین اور تکبر ایسے شخص پر کہ اسکا مستحق ہو مثلاً مومن کا تکبر کافر پر اور عالم کا تکبر
جاہل پر اور مطیع کا تکبر عاصی پر بندے کے شایان ہو ہان بعض اوقات تکبر سے فخر اور بڑھکر دعوی کرنا اور ایذا دہی مقصود ہوتی ہو وہ تو
تکبر بصفت خدا سے نہو گا نہین اسکا وصف یہی تکبر ہو جسکے یہ معنی ہین کہ وہ ہر چیز سے بڑا ہو اور اسکو خود کو معلوم ہو کہ مین ایسا ہی
ہون اور بندے کو حکم ہو کہ اگر ہو سکے تو سب سے اعلی مرتبے کی طلب کرے بشرطیکہ استحقاق کا حقہ ہو جھپٹ اور فریب اور دغا بازی
سے نہو اس سے یہ نکلا کہ بندے کو جائز ہو کہ جانے کہ مومن بہ نسبت کافر کے اکبر ہو اور مطیع بہ نسبت عاصی کے اور عالم بہ نسبت
جاہل کے اور انسان بہ نسبت چوپایہ اور پتھر اور نباتات کے بڑا ہو اور ان سب چیزون کی نسبت قرب الٰہی زیادہ تر اسی انسان کو ہے
پس اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اس صفت کے ساتھ حقیقت مین دیکھنے لگا تو اسمین شک نہین کہ صفت تکبر کی اسکو حاصل ہو گی
اور اس صفت کے لائق بھی ہو گا اور اسکے حق مین یہ صفت فضیلت ہو گی مگر مشکل یہ ہو کہ اسکو اپنی شناخت کی کوئی تدبیر نہین اسلیے
کہ یہ امر خاتمے پر موقوف ہو اور آدمی کو اپنا خاتمہ معلوم نہین کہ کیسے ہو گا اور کیا اتفاق پڑیگا پس جب خاتمے کا حال معلوم نہین تو ضرور
ہوا کہ اپنے نفس کے لیے کوئی رتبہ کافر کے رتبے سے بڑھکر اعتقاد نکرے کیونکہ ایسا ممکن ہو کہ کافر کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اسکا خاتمہ
کفر پر ایسی صورت مین شخص مذکور تکبر کے لائق نہو گا کیونکہ اسکو اپنے انجام کی شناخت تو معلوم ہی نہین اور جب یہ ممکن ہوا کہ چیزون کو اول
حقیقت و ماہیت پر معلوم کرتے تو ایسے شخص کے باب مین وہ علم کمال ہو گا اسلیے کہ وہ صفات الٰہی مین سے ہو اور چونکہ بعض اور
چیزون کو پہچاننے سے آدمی کا ضرر بھی ہوتا ہو تو ایسا علم اسکے حق مین نقصان ہو گا کیونکہ اوصاف الٰہی مین سے ایسا
علم کوئی نہین جو اسکو ضرر پہونچاوے غرض کہ ایسی باتون کا پہچاننا کہ جن مین ضرر نہو نہایت صفات اللہ تعالیٰ مین سے

ہوسکتا ہو تو ضرور ہو کہ منتہائے فضیلت یہی ہو اور اسی سے انبیاء اور اولیاء اور علماء کو فضیلت ہو تو ثابت ہوا کہ اگر آدمی کے نزدیک
مال کا وجود اور عدم یکسان ہوگا تو یہ وہ غنا ہو کہ ایک وجہ سے مشابہ اس غنا کے ہو جس سے خدا تعالی کی صفت کی جاتی ہے
اور یہی غنا داخل فضیلت ہو اور صرف وجود مال سے جو غنا ہو اسمین کسی طرح کی فضیلت نہین یہانتک بیان صورت اول یعنے فقیر
قانع اور غنی شاکر کی نسبت کا ہوا اب صورت دوم یعنے فقیر حریص اور غنی حریص کی نسبت کا ذکر ہوتا ہو کہ ان دونون مین سے کون
افضل ہو اور اسکے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک ہی شخص طالب مال ہو اور اسکے لیے سعی کرتا ہو مگر نہین پاتا پھر اسکے پاس مال آگیا
تو اسکے لیے دونون حالتین ہوئین مال کے نہونے کی اور ہونے کی ان دونون حالتون مین سے کونسی حالت افضل ہے پس ہم
کہتے ہین کہ دیکھنا چاہیے اگر اس شخص کو مال اسقدر مطلوب ہو جو معیشت اور زندگی کے لیے ضروری ہے اور اس کی
غرض اس سے یہ ہو کہ دین کی راہ طے کرے اور اسپر مدد چاہے تو اس صورت مین حالت وجود مال افضل ہے
اسلیے کہ فقر تلاش مین مشغول رکھتا ہے اور جو شخص روزی کی طلب مین رہیگا اسکو قدرت فکر اور ذکر کی نہین ہوگی اور
اگر ہوگی تو اس مین دوسرا شغل گھسا ہوا ہوگا **شعر** شب چو عقد نماز بر بندم ؛ چہ خورد بامداد فرزندم ؛ کا نقشہ
ہوگا حالانکہ فکر و ذکر کے لیے مقدار کافی قوت کی چاہیے اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللھم اجعل قوت آل محمد
کفافا اور فرمایا کاد الفقر ان یکون کفرا اسمین فقر سے وہی فقر مراد ہو جسمین آدمی ضروری چیز کے لیے مضطر ہو اور اگر مال مطلوب حاجت
سے زیادہ ہو یا بقدر حاجت ہی ہو مگر غرض طالب کی یہ نہین کہ اس سے سلوک راہ دین پر مدد لے تو اس صورت مین حالت فقر کی
افضل و اصلح ہو اسواسطے کہ حرص مال اور اسکی محبت مین تو غنی اور فقیر دونون مساوی ہین اور اسمین بھی کہ دونون کی غرض
دین پر استعانت لینے کی نہین اور نہ انمین سے کوئی متعرض کسی گناہ کا ہو مگر اتنا فرق رہا کہ جسکے پاس ہوگا اسکو اسکے انس
ہوگا اور اسکی محبت دلمین پختہ ہوگی اور دنیا پر اطمینان کریگا اور جسکے پاس نہوگا اسکا دل بمجبوری دنیا سے کنارہ کریگا اور دنیا
اسکے نزدیک بمنزلہ زندان ہوگی کہ جس سے چھوٹنا چاہیگا اور جب دو شخص سب باتون مین برابر ہوے اور دنیا سے سفر کیوقت
ایک کو میل دنیا زیادہ ہوا تو ظاہر ہو کہ اسکا حال بنسبت دوسرے کے سخت ہوگا کیونکہ جسقدر اسکو انس اور التفات دنیا سے ہوگا اسیقدر
آخرت سے وحشت ہوگی اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ روح القدس نے میرے نفس مین یہ بات پھونکدی ہو کہ احبب من احببت
فانک مفارقہ اور یہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ محبوب کی جدائی بڑی شاق ہوتی ہو تو چاہیے کہ ایسی چیز سے دوستی کرے جو کبھی جدا نہو اور
وہ ذات پاک اللہ جل شانہ کی ہو اور جو جدا ہو جائے اس سے محبت نکرے اور جدا ہونے والی دنیا ہو اگر آدمی دنیا سے محبت
کریگا تو خدا سے ملنے کو برا جانیگا اور اسکی موت اسی حال پر ہوگی جسکو وہ برا جانتا ہو اور محبوب چیز سے جدا ہوجاویگا اور جو کوئی
محبوب سے جدا ہوتا ہو تو اسکو درد فراق بقدر محبت اور انس کے ہوا کرتا ہو اور جسکے پاس دنیا ہو اور وہ اسپر قادر ہو اسکو دنیا سے
انس بہ نسبت نادار کے زیادہ ہوا کرتا ہو اگرچہ نادار حریص ہو پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فقر تمام خلق کے حق مین اشرف اور
افضل ہو مگر دو جگہ ہو ان مین غنی افضل ہو اور اصلح ہو اول تو غنا حضرت عائشہؓ کی سی کہ وجود اور عدم مال کا برابر ہو کیونکہ ایسی

غنا موجب زیادتی کی ہوتی ہے یعنی اس سے یہ فائدہ ہے کہ دعا فقرا اور مساکین کی حاصل ہوتی ہے دوسرے یہ کہ فقر مقدار ضروری سے ہو یعنی مقدار ضروری کا بھی آدمی محتاج ہو تو اس حال میں بھی غنا اشرف ہے اسلیے کہ ایسے ہی فقر کے باب میں ہے کہ کیا دان یکون کفرا اور اس فقر میں کچھ خیر نہیں مگر ایسی صورت میں کہ وجود مقدار ضروری کا اسکی حیات کو باقی رکھے اور یہ شخص اس با حیات سے خدا تعالی کی معصیت اور کفر پر مدد چاہے اور اگر بالفرض بھوکا مر جاوے تو اسکے گناہ کم ہوں تو اسکے مناسب حال یہی ہے کہ بھوکا مر رہے اور جس چیز کیطرف مضطر ہو وہ بھی نہ ملے یہ ہے تفصیل غنی اور فقیر کے باب میں گفتگو کی مگر ایک صورت ہے کہ اگر کوئی فقیر حریص ہو کہ مال کی طلب میں ہمہ تن مصروف ہو اور اسکو کوئی کام سوا اسکے نہو اور دوسرا شخص غنی ہو کہ اسکو مال کی حفاظت میں اس فقیر کی نسبت حرص کم ہو اور اگر مال اسکے پاس سے جاتا رہے تو اسکو اتنا درد نہو جتنا فقیر کو فقر سے ہے تو ان دونوں کے حال میں اختلاف ہے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو خدا تعالی سے دوری اسیقدر ہوگی جسقدر کہ مال کے نہونے سے انکو درد ہوتا ہوگا اور جسقدر یہ درد کم ہوتا ہوگا اسیقدر قرب الٰہی ہوگا واللہ اعلم

پانچواں بیان فقر کے آداب حالت فقر میں۔ جاننا چاہیے کہ فقیر کیلیے مراعات چند آداب کی باطن میں اور ظاہر میں اور لوگوں سے ملنے میں اور اپنے افعال میں ضرور ہے باطن کا ادب تو یہ ہے کہ جسمیں کراہت اس امر کی نہو جسمیں خدا تعالی نے اسکو مبتلا کیا ہے یعنے فقر کو دل میں برا نہ جانے اور یہ نہ سمجھے کہ خدا تعالی نے جو میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اسکا کام اچھا نہیں گو نفس فقر کو برا سمجھے جیسے پچھنے لگوانے والا کہ ہر چند پچھنوں کو ایذا کی جہت سے برا جانتا ہے مگر پچھنے لگانے والے کے فعل کو کہ خود اسکو برا نہیں جانتا بلکہ اسکا احسان مند ہوتا ہے تو یہ درجہ ہونا اقل مرتبہ ہے فقیر کو اتنا ہونا واجب ہے اور اسکے خلاف حرام ہے اور فقر کے ثواب کو کھو دیتا ہے اور یہی مراد ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ہے کہ اے گروہ فقرا اللہ تعالی کو رضا اپنے دلوں سے دو کہ تمکو ثواب تمہارے فقر کا ملے ورنہ نہیں ملیگا اور اس سے اونچا درجہ یہ ہے کہ فقر کو بھی برا نجانے بلکہ اس سے راضی رہے اور اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ فقر کا طالب ہو اور اس سے خوش ہو اس لحاظ سے کہ غنا کے آفات جانتا ہو اور اپنے دل سے خدا تعالی پر متوکل ہو اور اعتماد رکھتا ہو کہ مقدار ضروری بیشک مجھکو ملے ہی گی اور قدر ضرورت سے زیادہ کو برا سمجھتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ فقر سے اللہ تعالی عذاب بھی کرتا ہے اور ثواب بھی دیتا ہے جب فقر سے ثواب دینا منظور ہوتا ہے تو اسکی پہچان یہ ہے کہ بندے کی عادت اچھی کر دے کہ وہ اس سے اطاعت اپنے پروردگار کی کرے اور اپنے حال کا شکوہ کسی سے نہ کرے اور فقر پر شکر خدا کرے اور جب عذاب کرنا فقر سے منظور ہوتا ہے تو اسکی علامات یہ ہیں کہ آدمی بدخلق ہو وے خدا کی نافرمانی کرے اور کثرت سے شکایت کرتا رہے اور حکم الٰہی پر غصہ ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک فقر اچھا نہیں ہوتا بلکہ یہی فقر عمدہ ہے کہ جسمیں آدمی غصہ نہو یا فقر پر راضی رہے یا اس سے خوش ہو بانیچہ کہ اسکا ثمرہ جانتا ہو چنانچہ یہ قول مشہور ہے کہ بندے کو جو چیز دنیا سے ملتی ہے تو اس سے یہ کہدیا جاتا ہے کہ اسکو تین حصوں پر لے یعنی تین باتیں اسکے ساتھ ہیں بلکہ آدمیکی اول مصروف رہنا دوم فکر و تردد سوم زیادہ ہونا حساب کا اور فقیر کے ظاہر کا ادب یہ ہے کہ نہ مانگنا اور اچھی طرح رہنا ظاہر

کرے اور کسی سے شکایت اور فقر ظاہر نکرے بلکہ اپنے فقر کو چھپاوے اور اس بات کو بھی چھپاوے کہ میں اپنا فقر پوشیدہ رکھتا ہوں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے ان اللہ یحب الفقیر المتعفف ابا العیال[۱] اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ افضل اعمال تحمل ہے احتیاج کی حالت میں اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ فقر کو چھپانا نیکی کے خزانوں میں سے ہے اور اعمال میں ادب یہ ہے کہ کسی غنی کے لیے اسکی تونگری کے باعث انکسار نکرے بلکہ اس پر تکبر کرے چنانچہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ کیا عمدہ ہے غنی کا تواضع کرنا فقیر کیواسطے ازراہ رغبت ثواب کے اور اس سے بھی عمدہ فقیر کا تکبر ہے یعنی بیپروائی ہے خدا تعالے پر اعتماد کی رو سے تو ایسا حال فقیر کا ہونا تو ایک رتبہ عالی ہے مگر کمتر درجہ یہ ہے کہ اغنیا کے پاس نہ بیٹھے نہ انکو پاس بٹھلانے کی رغبت کرے اسلیے کہ مبادی طمع یہی باتیں ہوتی ہیں حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جب فقیر تونگروں سے ملنے لگے تو جانو کہ ریاکار ہے اور جب بادشاہ سے ملے تو جانو کہ چور ہے اور بعض عارفین کا قول ہے کہ جب فقیر تونگروں سے ملتا ہے تو اسکا اعتماد ڈھیلا ہوجاتا ہے اور جب انسے طمع کرتا ہے تو عصمت جاتی رہتی ہے اور جب انھیں میں رہنے لگتا ہے تو گمراہ ہوجاتا ہے اور چاہیے کہ اغنیا کی خاطر سے اور ان کی عطا کی طمع سے ذکر حق سے خاموش نرہے جو بات حق ہو وہ بیان کرے اور افعال کا ادب یہ ہے کہ فقر کے باعث کسی عبادت سے سستی نکرے اور اگر کسی قدر مال بچ رہے تو اسکے خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے کیونکہ کم مایہ کی کوشش و جہد یہی ہے اور اسکا ثواب بہت سے مالوں کے ثواب سے زیادہ ہے جو غنی کیطرف سے دیا جاوے چنانچہ زید بن اسلم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ صدقے کا ایک درم خدا تعالے کے نزدیک لاکھ درم سے افضل ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے بہت سے مال سے لاکھ درم نکالے اور خیرات کیے اور ایک آدمی کے پاس صرف دو ہی درم ہیں اور کچھ نہیں اسنے اپنے جی کی خوشی سے ایکدرم دے دیا تو یہ ایک درم والا اس لاکھ والے سے اچھا ہوگا انتہی۔ اور چاہیے کہ مال جمع نہ کرے بلکہ قدر حاجت لے اور باقی خرچ کر ڈالے اور جمع کرنے میں تین درجے ہیں ایک یہ ہے کہ صرف ایک دن اور ایک رات کا سامان رکھے یہ درجہ صدیقین کا ہے اور دوسرا یہ کہ چالیس روز کا ذخیرہ کرے اور جو اسقدر سے زیادہ ہو وہ طول امل میں داخل ہے اور علما نے یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی میعاد سے نکالی ہے جو خدا تعالے نے انکے لیے مقرر فرمائی تھی اس سے یہ سمجھا گیا کہ زندگی کی توقع چالیس روز کرنی جائز ہے اور یہ درجہ متقین کا ہے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ برس روز کا ذخیرہ کرے یہ سب سے ادنی مرتبہ ہے اور یہ صالحین کا درجہ ہے اور جو اس سے بھی زیادہ کیلیے ذخیرہ کرے وہ عوام میں داخل ہے خواص سے اسکو کچھ تعلق نہیں پس مرد صالح جو اطمینان قلبی میں کم زور ہو اسکی غنا برس روز کی غذا میں ہے اور خواص کی غنا چالیس روز کی خوراک میں اور خواص سے بھی خواص کی غنا ایک دن اور ایک رات کی قوت میں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کی غذا اسیطرح تقسیم فرماتے تھے یعنی جب کچھ آپ کے پاس آتا تو انمیں سے بعض کو سال بھر کی اور بعض کو چلے بھر کی اور بعض کو ایک دن رات کی غذا عنایت فرمادیتے اور ایک دن رات کی غذا حضرت عائشہ اور حفصہ کو دیا کرتے تھے

[۱] اللہ تعالے دوست رکھتا ہے فقیر سوال سے پرہیز کرنے والے عیال دار کو ۱۲ ابن ماجہ بروایت عمران بن حصین ۱۲ سلامت

چھٹا بیان اس امر میں کہ اگر فقیر کے پاس بے مانگے کوئی کچھ بھیجے تو اسکے قبول کرنے میں کیا کرنا چاہیے واضح ہو کہ جب فقیر کے پاس
کچھ آوے تو اسکو تین باتوں کا لحاظ چاہیے اول نفس مال کا دوسرے دینے والے کی غرض کا سوم لینے میں اپنی غرض کا نفس مال کا لحاظ
یہ ہے کہ اگر مال حلال تمام شبہات سے خالی ہو تو لے ورنہ اگر اسمین شبہہ ہو تو لینے سے احتراز کرے اور باب حلال و حرام میں ہم درجات شبہہ
کو لکھ آئے ہیں اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ کس چیز سے اجتناب واجب ہے اور کس سے مستحب اسکو وہان دیکھنا چاہیے اور دینے والے
کی غرض تین صورتوں سے خالی نہین یا تو دل کا خوش کرنا اور طلب محبت منظور ہے اسکو ہدیہ کہتے ہیں یا غرض ثواب ہے اسکو صدقہ
اور زکوۃ کہتے ہیں یا شہرت اور ریا مراد ہے اور یہ بھی تنہا ہے یا پہلی غرضون سے ملی ہوئی ہے صورت اول یعنی ہدیہ کے قبول کرنیکا مضائقہ
نہین کہ سنت ہے لیکن چاہیے کہ اسمین منت نہو ورنہ ایسے ہدیہ کا ترک اولی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ بعض مین منت زیادہ ہے تو اسیقدر
کو واپس کر دے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی اور پنیر اور ایک دنبہ ہدیہ آیا تو آپ نے گھی اور پنیر رکھ لیا اور دنبہ
کو پھیر دیا اور دستور آپ کا یہ بھی تھا کہ بعض لوگون کا ہدیہ قبول کرتے تھے اور بعضون کا پھیر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے قصد
کیا ہے کہ ہدیہ نہ لون مگر قریشی اور انصاری اور ثقفی اور دوسی سے اور یہ بات بعض تابعین نے بھی کی ہے چنانچہ فتح موصلی کے
پاس ایک تھیلی آئی جسمین پچاس درم تھے آپ نے فرمایا کہ مجھ سے عطاء نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث
روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اسکی روزی بدون مانگے آوے اور اسکو پھیر دے تو وہ خدا سے تعالے اسپر
واپس کرتا ہے پھر انھون نے تھیلی کھولی اور ایک درم لے لیا اور باقی سب کو واپس کر دیا اور حضرت حسن بصری بھی اس حدیث
کو روایت کیا کرتے تھے مگر جب انکے پاس ایک شخص نے ایک تھیلی اور خراسان کے باریک کپڑون کی گٹھری بھیجی تو آپ
نے پھیر دیا اور فرمایا کہ جو شخص میری جگہ بیٹھے اور لوگون سے اس قسم کی چیزیں لیوے وہ قیامت کے روز خدا سے ایسے
حال میں ملیگا کہ اسکو کچھ بہرہ ثواب سے نہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اور واعظ کا دہش کو قبول کرنا سخت تر ہے اور حضرت
حسن اپنے یارون کا ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم تیمی اپنے یارون سے درم دو درم تک مانگ لیتے اور کوئی دوسرا
اگر سیکڑون پیش کرتا تو نہ لیتے اور بعض کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی دوست انکو کچھ دیتا تو کہتے کہ اسکو اپنے پاس رہنے دو اور دیکھو کہ اگر اسکے
لینے کے بعد میں تمہارے دل میں لینے سے پیشتر کی نسبت افضل ہون تو مجھسے کہدینا میں لے لونگا ورنہ نہ لونگا اور اس حال کی
پہچان یہ ہے کہ اگر لینے والا اٹھا دے تو دینے والے پر ناگوار گذرے اور اگر قبول کر لے تو خوش ہو اور اسکے قبول کرنے کو اپنے
اوپر احسان سمجھے پس اگر لینے والے کو معلوم ہو کہ اس ہدیہ میں کسیقدر احسان بھی مخلوط ہے تو ہدیہ کا لینا مباح ہے مگر فقرا صادقین کے
نزدیک مکروہ ہے اور بشر فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی سوا سری سقطی کے اسلیے کہ میرے نزدیک انکا زہد دنیا میں ثابت ہو
چکا ہے انکے قبضے سے کوئی چیز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں اور باقی رہتی ہے تو ناخوش ہوتے ہیں پس میں انکی خاطر خواہ چیز میں انکا
مددگار ہوتا ہوں اور ایک خراسانی حضرت جنید بغدادی کے پاس آیا اور کچھ مال لایا اور کہا کہ آپ اسکو کھاوین آپ نے فرمایا کہ اسکو فقرا پر
بانٹ دو اسنے کہا کہ مجھکو یہ غرض نہین آپ نے فرمایا کہ پھر میں اتنا کہاں جیونگا جو اسقدر کھاؤں اسنے کہا کہ میری غرض یہ نہیں کہ آپ

۲؎ ترمذی بروایت ابو ہریرہ ۱۲ ... روایت ... نہین ملی مگر صحیحین مین یہ مضمون وارد ہے کہ جس شخص کے پاس مال بدون مانگے اور بے طمع آوے اسکو لے لیوے ۱۲

اسکو چٹنی اور سالن مین خرچ کرین بلکہ یہ چاہتا ہون کہ شیرینی اور میوون وغیرہ مین صرف کر ڈالیے آپ نے قبول کر لیا خراسانی نے عرض کیا کہ بغداد مین کوئی ایسا نہین جسکا احسان مجھپر آپ سے زیادہ ہو حضرت جنید نے فرمایا کہ تم جیسے کے سوا اور کسیکا ہو یہ قبول بھی نہین کرنا چاہیے۔ دوسری صورت یعنی اگر دینے والا صرف ثواب کے لیے دیتا ہوا ور یہ یا صدقہ ہوگا یا زکوۃ تو اس صورت مین فقیر کو اپنے حال پر نظر کرنا چاہیے کہ مستحق زکوۃ کا ہون یا نہین اگر یہ صفت مشتبہ ہو تو قبول کرنا محل شبہہ ہے اور ہمنے اسکی تفصیل باب اسرار زکوۃ مین بیان کی ہے اور اگر فقیر کو صدقہ دین کے باعث کوئی دیتا ہو تو چاہیے کہ اپنے دلمین سوچے اور باطن مین اگر کسی گناہ کا مرتکب ہوا ور جانے کہ دینے والے کو اگر اس گناہ کی اطلاع ہوگی تو اسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اور مجھے صدقہ نہ دیگا تو ایسی صورتمین لینا حرام ہے مثلاً اگر کسی نے اس گمان سے دیا کہ فلان شخص عالم ہے یا حضرت علیؓ کی اولاد ہے اور لینے والا اس صفت سے موصوف نہین تو اسکو لینا حرام محض ہے کہ اسمین کچھ شک نہین تیسرے یہ کہ دینے والے کی غرض دینے سے ریا اور شہرت ہو تو لینے والے کو چاہیے کہ اسکی چیز واپس کر دے اور اسکی غرض فاسد مین اسکا مددگار نہو حضرت سفیان ثوریؒ کو جو کوئی شخص کچھ دیتا آپ واپس کر دیتے اور فرماتے کہ اگر مین جانتا کہ اسکا دینے کو یہ لوگ فخر کی راہ سے ذکر نہین کرتے تو لے لیتا۔ اور بعض اکابر پر جو لوگون نے عتاب کیا کہ جو بقصد صلہ آپ کے پاس لوگ بھیجتے ہین آپ اسکو کیون ہٹا دیتے ہین انھون نے فرمایا کہ مین انپر شفقت اور نصیحت کی راہ سے واپس کرتا ہون اسلیے کہ وہ اپنی دی ہوئی چیز کو کہدیا کرتے ہین اور انکو اسکا لوگون مین ظاہر ہونا اچھا معلوم ہوتا ہے تو انکا مال کا مال جاتا ہے اور ثواب نہین ہوتا اسلیے ہٹا دیتا ہون اور لینے مین اپنی غرض کا لحاظ ایسے کرے کہ یہ دیکھے کہ لابدی چیزون کی مجھکو حاجت ہے یا نہین اگر مقدار ضرورت کا محتاج ہوا ور پہلی آفتون سے بھی کوئی آفت نہو تو بہتر ہے کہ لے لے حدیث شریف مین وارد ہے کہ ما المعطی من سعة باعظم اجرًا من الآخذ اذا کان محتاجًا[۲۲] اور دوسری حدیث مین ہے کہ من اتاہ شئی من ہذا المال من غیر مسئلة ولا استشراف فانما ہو رزق ساقہ اللہ الیہ اور ایک روایت مین ہے کہ فلا یردہ[۲۳] اور بعض علما کا قول ہے کہ جس شخص کو کچھ ملے اور نہ لے وہ سوال کریگا اور نہین دیا جائیگا۔ اور سری سقطیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس کچھ بھیجا کرتے تھے ایک بار انھون نے واپس کر دیا انکو سریؒ نے کہا اے احمد واپس کرنے کی آفت سے خوف کرو کہ پھیرنے کی آفت لینے کی آفت سے سخت تر ہے امام احمد صاحب نے فرمایا کہ ذرا پھر ارشاد فرمائیے انھون نے دوبارہ بھی یہی فرمایا آپ نے فرمایا کہ مین نے اسوجہ سے پھیرا کہ میرے پاس غذا ایک مہینے کی موجود ہے تو اس چیز کو اپنے پاس رہنے دو بعد ایک مہینے کے میرے پاس بھیجدینا ابھی ضرورت نہین اور بعض علما کا قول ہے کہ باوجود حاجت کے پھیر دینے سے یہ خوف ہے کہ کہین خدا تعالی اسکی سزا مین مبتلا سے طمع کر کے کسی شبہہ وغیرہ مین نہ ڈال دے۔ پھر اگر جو مال آیا ہے وہ حاجت سے زیادہ ہو تو دو حال سے خالی نہین یا تو آدمی اپنے ہی حال مین مشغول ہے یا فقرا کے امور کا متکفل ہے کہ اپنی طبیعت مین رفق و سخاوت کی جہت سے انکو دیا کرتا ہو پس اگر اپنے ہی حال مین مصروف ہو تو کوئی وجہ لینے کی نہین بشرطیکہ سالک طریق آخرت ہو اسلیے کہ قدر حاجت سے زائد کو لیکر رکھنا محض اتباع خواہش نفس ہے اور جو عمل کہ خدا کے واسطے نہین ہوتا وہ راہ شیطان مین ہے یا اسکی طرف طالب ورکا جل کی کوٹھری مین گھسنے سے داغ لگتا ہی ہے پھر اس

[۲۲] دینے والا صدقہ بہ وسعت کا ہو سکے بڑا اس سے ثواب میں زیادہ نہیں ہے لینے والے سے جب وہ محتاج ہو طبرانی بروایت ابن عمرؓ ۱۲

[۲۳] جس شخص کے پاس اس مال میں سے کچھ بے سوال اور بے [illegible] آئے [illegible] رزق ہے [illegible] خالد بن عدی جہنی [illegible] سو اس کو رد نہ کرے ۱۲

لینے کی بھی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ ظاہر مین لے اور پوشیدہ ہٹا دے یا فقراء پر تقسیم کردے یہ مقام تو صدیقین کا ہے اور وہ نفس پر بہت ناگوار ہے اسکی تاب اسکو ہے جسکی طبیعت ریاضت پر مطمئن ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ نہ لیوے تاکہ مالک اس چیز کا کسی اور کو جو اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دے ڈالے یا خود لیکر ایسے شخص کو دے ڈالے جو اپنے آپ سے زیادہ حاجت رکھتا ہو اور یہ دونون باتین پوشیدہ کرے یا ظاہر مین اور باب اسرار زکوٰۃ مین ہمنے لکھا ہے کہ لینے کا اظہار بہتر ہے یا اخفا اور کچھ احکام فقر بھی وہان لکھے ہین دیکھ لینے چاہئین کہ حضرت امام احمدؒ کا قبول نکرنا سری سقطیؒ کے ہدیہ کو صرف اس جہت سے تھا کہ انکو حاجت نہ تھی اس نظر سے کہ انکے پاس مہینہ بھر کی خوراک موجود تھی اور طبیعت نچاہی کہ اسکو لیکر اپنے آپ کسی اور کو دے دین کیونکہ اسمین بہت سی آفات اور خطرے ہین اور ورع اسیکا نام ہے کہ آفتون کی جگہ سے بچے کیونکہ شیطان کے فریب سے امن دشوار ہے اور بعض مجاور مکہ فرماتے ہین کہ میرے پاس کچھ درم تھے جنکو مین نے خدا کی راہ مین صرف کرنے کو رکھے تھے مین نے ایک فقیر کو سنا کہ اپنے طواف سے فارغ ہوکر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا رباعی

یارب تجھے معلوم ہے مین ہون بھوکا	تن پر میرے باقی نہین ثابت کپڑا	اس بھوک برہنگی مین کیا ہے منظور	ہر حال کا ہے تو ہے دانا بینا

مین نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسکے پاس دو کپڑے ایسے پھٹے ہوئے ہین کہ اسکا بدن بھی نہین چھپتا مین نے اپنے دل مین کہا کہ اپنے درمون کے لیے اس سے عمدہ تر مصرف مجھکو اور کوئی نہ ملیگا مین ان درمون کو اسکے پاس لے آیا اسنے دیکھکر اسمین سے پانچ درم لے لیے اور کہا کہ چار درم کی دو چادرین آجاوینگی اور ایک درم کو مین تین دن خرچ کرونگا باقی کی مجھکو حاجت نہین لیجاؤ جب دوسری رات ہوئی تو مین نے اسکو نئی دو چادرین پہنے دیکھا اور اسوقت میرے دل مین اسکی طرف سے کچھ وسوسہ شیطانی گذرا اسنے میری طرف دیکھکر میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ سات بار طواف کرایا ہر ایک پھیرے مین ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کھانون مین سے ہمارے پاؤن کے نیچے ٹخنون تک ہوجاتا تھا مثلاً ایک دفعہ سونا ایک دفعہ چاندی پھر یاقوت اور موتی اور گوہر اور یہ چیزین لوگون کو نہ سوجھتی تھین اسنے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے یہ سب کچھ دیا مگر مین نے زہد کیا لوگون کے ہاتھ سے لے لیتا ہون اسلیے کہ یہ سب چیزین بوجھ اور وبال ہین اور اورون سے کسقدر لے لینے مین بندون کے لیے رحمت ونعمت ہے انتہی اس سے غرض یہ ہوئی کہ مقدار حاجت سے زیادہ جو آدمی کے پاس آتا ہے وہ امتحان اور ابتلا کے لیے ہوتا ہے تاکہ اللہ دیکھے کہ وہ اسمین کیا کرتا ہے اور مقدار حاجت جو عنایت ہوتا ہے وہ رفق کے طور پر عنایت ہوتا ہے تو رفق اور ابتلا کے معنون مین فرق کو نہ بھولنا چاہیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا حق لابن آدم الا فی ثلث طعام یقیم صلبہ وثوب یواری عورتہ وبیت یکنہ فما زاد فہو حساب یعنی اگر آدمی مقدار حاجت ان تین چیزون مین لیگا تو ثواب پاویگا اور زیادتی کی صورت مین اگر خدائے تعالیٰ کی نافرمانی نکریگا تو حساب کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور اگر نافرمانی کریگا تو عذاب کا مستحق ہوگا اور ایک صورت امتحان کی یہ ہے کہ آدمی کسی لذت کو خدائے تعالیٰ کی نفرت کے لیے اور اپنے نفس کی شکستگی کے لیے چھوڑنیکا عہد وعزم کر پھر وہ لذت صاف وبے کدورت اسکے پاس آ وے تاکہ اسکی عقل کی قوت کا امتحان کیا جاوے تو ایسی صورت مین اولیٰ یہی ہے کہ اس سے باز رہے اسلیے کہ نفس کو اگر اجازت عہد شکنی کی دیگا تو انکو اسکی چاٹ پڑ جاویگی اور ہمیشہ اپنی عادت پر رجوع کیا کریگا

اور اسکا دبانا بھی نہو سکیگا اسلیے ایسی لذت کا مٹا دینا بہت ضروری ہے اگر دینے والے ہی کو واپس کر دے تو تو زیادہ ہوگا اور اگر اُس سے لیکر کسی محتاج کو دیدے تو نہایت درجہ کا زہد ہے اور اسپر بجز صدیقین کے اور کوئی قادر نہیں اور اگر آدمی کا حال سخاوت اور خرچ کرنا اور فقرا کا تکفل اور کچھ صلحا کی خبر گیری ہو تو مقدار حاجت سے زیادہ لینے کا مضائقہ نہیں اسلیے کہ فقرا کی حاجت تو زائد نہیں مگر ایسے مال کو بہت جلد فقرا میں صرف کر دینا چاہیے اسکو رکھنا نہ چاہیے اسلیے کہ اسکے ایک رات رکھنے میں بھی فتنہ اور امتحان ہے شاید رکھ چھوڑنے سے دل کو اچھا معلوم ہو اور پھیر دینے کو دل نہ چاہے اور وبال جان ہو جاوے بعض لوگوں نے تکفل فقرا کی نیت سے کیا اور اس پیرایہ میں مال و دولت کی کثرت اور کھانے اور پینے کی بہتات میں پڑ گئے اسیکا نام تباہی ہے اور جس شخص کی غرض رفق اور طلب ثواب ہو اسکو جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حسن ظن کر کے قرض لے لے مگر ظالم بادشاہوں کے اعتماد پر نہ لے پھر اگر اسکو اللہ تعالیٰ وجہ حلال سے بھیجدے تو ادا کر دے اور اگر ادا سے پہلے مر جاویگا تو خداوند کریم اسکی طرف سے ادا کر دیگا اور اسکے قرض خواہوں کو راضی کر دیگا لیکن اسمین شرط یہ ہے کہ قرضخواہ اسکا حال خوب جانتا ہو تو چاہیے کہ قرض دینے والے سے وعدہ وغیرہ کر کے فریب نہ دے بلکہ اپنا حال صاف صاف کہدے تاکہ وہ قرض جان بوجھکر دیوے اور ایسے شخص کا قرض چاہیے کہ بیت المال خواہ مال زکوٰۃ سے ادا ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ اسکے معنے بعض یہ کہتے ہیں کہ اپنے دونوں کپڑوں میں سے ایک بیچڈالے اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ اپنی وجاہت پر قرض لے لے کہ یہ بھی خدا کی دی ہوئی ہے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اپنے سرمایہ کے موافق خرچ کرتے ہیں اور کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ جتنا انکو حسن ظن خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اتنا خرچ کرتے ہیں اور کسی بزرگ نے مرنے کے وقت وصیت کی کہ میرا مال تین جماعتوں کو دینا اول قوی دوم سخی سوم غنی انسے پوچھا گیا کہ انسے آپ کی کیا غرض ہے انھوں نے کہا کہ قوی سے غرض اہل توکل ہیں اور سخی سے مراد وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھتے ہیں اور غنی سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ ہی کے ہو رہے ہیں حاصل اس بیان کا یہ کہ جب فقیر اور مال ور دینے والے میں شروط مذکورہ بالا پائے جاویں تو فقیر اسکی عطا لے لے مگر چاہیے کہ یہ جانے کہ جو کچھ میں نے لیا وہ خدا کے پاس سے لیا دینے والے کے پاس سے نہیں لیا اسلیے کہ دینے والا شخص ایک واسطہ ہے کہ دینے کے واسطے مسخر کر دیا گیا اور وہ دینے کے لیے مجبور ہے کیونکہ اسپر ارادہ اور اعتقاد اور لوازم مسلط ہیں بدون دیے نہیں بن سکتی حکایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت شقیق بلخی کو پچاس آدمیوں کے ساتھ انکے مریدوں میں سے دعوت کی اور بہت عمدہ کھانا تیار کرایا جب آپ بیٹھے تو اپنے مریدوں سے کہا کہ یہ شخص دعوت کرنے والا یوں کہتا ہے کہ جو شخص یہ نہ سمجھے کہ یہ کھانا میں نے تیار کیا ہے اور کھانیوالے کے سامنے میں نے رکھا ہے تو اس شخص پر میرا کھانا حرام ہے یہ سنکر سب کے سب ساتھی اٹھکر چلے گئے صرف ایک شخص جوان جو انکے مرتبے سے کم تھا رہ گیا صاحب دعوت نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس سے آپکو کیا مقصود تھا آپنے فرمایا کہ مجھکو ان سب کی توحید کا امتحان منظور تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تو نے میرا رزق بنی اسرائیل کے ہاتھوں پر ڈالا ہے کہ صبح کو کوئی کھلاتا ہے شام کو کوئی حکم ہوا کہ میں اپنے دوستوں سے ایسا ہی کرتا ہوں انکا رزق اپنے بندوں میں سے

یعنی اور جسکی روزی تنگ ہو وہ خرچ کرے اس میں سے جو دیا اسکو اللہ نے ۱۲

بڑھون کے ہاتھ سے دلاتا ہون تاانکے باعث انکو ثواب دیا جاوے بہرحال بندے کو چاہیے کہ اگر اسکو کوئی کچھ دے تو جان لے
کہ خدائے تعالیٰ نے اسکو مسخر کردیا ہے تو دیتا ہے

ساتوان بیان بدون ضرورت کے سوال کی حرمت اور فقیر مضطر کے آداب سوال کے باب مین جاننا چاہیے کہ سوال کے باب مین
بہت سی مناہی اور تشدد واقع ہین اور بعض روایات ایسے بھی وارد ہین جنسے سوال کی اجازت پائی جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف
مین ہے کہ آپ نے فرمایا للسائل حق ولو جاء علی فرس اور فرمایا ردوا السائل ولو بظلف محترق ان حدیثون سے اجازت سمجھی جاتی
ہے اسلیے کہ اگر سوال حرام مطلق ہوتا تو اسکو دینے مین اعانت برائی کرنے والے کے پیشہ کام کے واسطے ہوتی پس امر تحقیق اس مین
یہ ہے کہ سوال اصل مین حرام ہے اور کسی ضرورت یا حاجت مہم کے لیے جو ضرورت کے قریب ہو مباح ہوجاتا ہے پس اگر
اس سے مفر موجود ہو تو حرام ہی رہیگا۔ اور اصل مین جو ہمنے سوال کو حرام کہا تو اسوجہ سے کہ اس مین تین باتین حرام
ضروری ہوتی ہین اول خدا کے ساتھ اسکی شکایت کا ظاہر کرنا اسلیے کہ سوال یہی ہے کہ اپنی احتیاج ظاہر کرے
اور اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر کم بیان کرے اور یہی عین شکایت ہے اور اسطرح کہ کسیکا غلام دوسرے سے سوال کرے تو اسکا مانگنا
آقا کی ہتک اور شکایت ہوتی ہے اسیطرح بندونکا سوال موجب بے ادبی و شکایت مالک کا ہوتا ہے اسلیے حرام ہونا چاہیے اور بلا
ضرورت حلال نہونا چاہیے اور ضرورت کیوقت تو مردار بھی درست ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ سوال مین سائل اپنے نفس کو خدا کے
سوا اور کسی کے سامنے ذلیل کرتا ہے اور ایماندار کو جائز نہین کہ خدا کے سوا دوسرے کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرے بلکہ اسکو
چاہیے کہ صرف اپنے مولیٰ کیواسطے اپنے آپ کو ذلیل کرے کہ اسی مین اسکی عزت ہے اور تمام خلق تو ایسے ہی بندے ہین جیسا وہ خود ہے اسکے
سامنے ذلیل ہونا بے ضرورت نہ چاہیے اور سوال مین ظاہر ہے کہ سائل بہ نسبت اس شخص کے جس سے سوال کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے
تیسرے یہ کہ سوال مین اکثر ایذا دوسرے شخص کی ہوتی ہے جس سے کہ مانگتا ہے کیونکہ بسا اوقات اسکا جی دینے پر خوشی خاطر
راضی نہین ہوتا پس اگر اسنے سائل کی شرم سے یا ریا کے طور پر دیا تو وہ لینے والے پر حرام ہے اور اگر نہ دیا تو بعض اوقات شرمندہ ہوتا
اور اپنے دلمین ایذا پاتا ہے اس سبب سے کہ بخیل کی سی صورت مفت مین بنا جاتا ہے تو دینے مین تو نقصان مال ہے اور
نہ دینے مین نقصان جاہ اور دونون صورتین ایذا دہندہ ہین اور سبب اس ایذا کا وہی سائل ہے اور ایذا بھی بدون ضرورت
حرام ہے اور جب ان تین خرابیون کو جان چکے جو سوال مین ہوتی ہین تو یہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معلوم ہو گیا
مسالۃ الناس من الفواحش ما احل من الفواحش غیرہ دیکھنا چاہیے کہ آپ نے اسکا نام فاحشہ رکھا یعنی بری خصلت اور ظاہر ہے کہ گناہ کبیرہ
بدون ضرورت مباح نہین ہوتا جیسے شراب کا پینا کہ اگر کسی کے گلے مین لقمہ پھنس جاوے اور اسکے پاس شراب ہی اسوقت
موجود ہو اور چیز نہو تو لقمہ اتارنے کی مقدار پینا درست ہوجاتا ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو باوجود غنا کے مانگے تو
وہ دوزخ کی چنگاریان اپنے لیے زیادہ کرتا ہے اور جو شخص سوال کرے حالانکہ اسکے پاس اسقدر ہے کہ اسکو کافی ہے تو
قیامت کے روز ایسی طرح آویگا کہ اسکا منہ ایسا ہوگا کہ ہڈی ہوگی جسپر گوشت نہوگا اور دوسری روایت مین

یہ ہے کہ اسکا سوال اسکے منہ پر داغ اور نشان ہونگے ان الفاظ سے صریح حرمت اور تشدد ثابت ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگون سے بیعت مسلمان ہونے کی لی اور اسپر سننے اور ماننے کی شرط کر لی پھر ایک بہت چھوٹا جملہ فرمایا کہ لاتسالوا الناس شیئا یعنے آدمیون سے کچھ مت مانگنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اکثر سوال سے باز رہنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ جو ہمسے مانگیگا تو اسکو ہم دینگے اور جو بے پروائی کریگا ہے اللہ تعالیٰ اسکو بے پروا کر دیگا اور فرمایا کہ جو ہم سے سوال نہ کرے وہ ہمارا زیادہ محبوب ہے اور فرمایا استغنوا عن الناس وماقل من السوال فهو خیر لوگون نے عرض کیا اور آپ سے سوال کرنا آپنے فرمایا کہ تمہیں بھی کم سوال کرنا بہتر ہے حضرت عمر رض نے ایک سائل کو سنا کہ بعد مغرب کے سوال کرتا تھا آپنے ایک کو اسکی قوم مین سے فرمایا کہ اسکو کھانا دے دو اسنے دے دیا پھر آپ نے دوبارہ اسکو مانگتے سنا آپنے فرمایا کہ ہم نے کہا نہیں تھا کہ اسکو کھانا دیدو اسنے عرض کیا کہ مین نے اسکو کھلا دیا ہے آپنے سائل کی جھولی جو دیکھی تو روٹیون سے بھری تھی فرمایا کہ تو سائل نہیں ہے بلکہ تاجر ہے پھر جھولی لیکر زکوۃ کے اونٹون کے سامنے ڈالدی اور سائل کو درے لگا کے اور فرمایا پھر ایسا مت کرنا پس اگر سوال حرام نہوتا تو آپ اسکے درے کیون مارتے اور اسکی جھولی کیون لیتے۔ یہان بعض فقیہ ضعیف العقل تنگ حوصلہ حضرت عمر کے اس فعل کو بعید جانتے ہین اور کہتے ہین کہ آپ کا سائل کو مارنا تو ادب کے واسطے تھا شریعت مین سیاست کا حکم بھی ہے مگر اسکا مال لے لینا ڈانڈ ہے اور شریعت مین سزا مال لے لینے کی نہین تو کس وجہ سے حضرت عمر نے اسکا مال لے لیا اور یہ اشکال ان لوگون کو اس وجہ سے ہوا کہ فقہ کم جانتے ہین بلکہ تمام فقہا کی سمجھ حضرت عمر کی سمجھ کے سامنے گرد ہے آپ کو جسقدر اسرار دین الٰہی اور مصلحت اسکے بندون کی معلوم تھی انکو کہان میسر ہو سکتی ہے کیا حضرت کو یہ معلوم نہ تھا کہ مال کا مصادرہ اور ڈانڈ جائز نہین یا یہ سمجھ مین آسکتا ہے آپ کو معلوم تو تھا مگر غصہ مین خدا کی نافرمانی کی یا صرف براہ مصلحت زجر کے واسطے ایسی سزا دی جو شریعت سے ہوئی صلے اللہ علیہ وسلم مین نہو حاشا وکلا یہ بات نہ تھی بلکہ جس منشا سے کہ آپنے یہ فعل کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپنے اسکو سوال سے مستغنی پایا اور قطعا معلوم کیا کہ جن لوگون نے اسکو کچھ دیا ہے تو اس اعتقاد پر دیا ہے کہ وہ محتاج ہے حالانکہ وہ جھوٹا تھا تو لوگون کا دیا ہوا اسکی ملک مین نہ آیا اسلیے کہ فریب سے لیا اب ان روٹیون کو ان کے مالکون کو پہنچانا مشکل تھا اس نظر سے کہ کیا معلوم تھا کہ کونسی روٹی کسنے دی ہے پس یہ مال لاوارث رہا اسی نظر سے اسکا خرچ کرنا مصالح اہل اسلام مین واجب ہے اور زکوۃ کے اونٹون کا گھاس دانہ بھی داخل مصالح ہے اور سائل نے جو اظہار حاجت کے ساتھ بہراہ کذب لیا اسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی جھوٹ موٹ کہکر کہ مین حضرت علی کی اولاد مین ہون سے لے اس صورت مین وہ مال اسکا مالک نہین ہوتا یا کوئی صوفی اور نیک بخت اسوجہ سے دیا جاوے کہ یہ نیک ہے حالانکہ باطن مین وہ ایسا گناہ کرتا ہے کہ اگر دینے والے کو معلوم ہو تو نہ دے اور ہم چند جاگہ لکھ چکے ہین کہ یہ مال اسطرح لوگ لیتے ہین وہ

اخرجہ مسلم بروایت عوف بن مالک اشجعی ۱۲
۲ احمد ابن ابی الدنیا و حارث بن ابی اسامہ بروایت ابو سعید خدری ۱۲
۳ احمد لوگون سے سوال نکرنا اور سوال جتنا ہی کم ہو اتنا ہی

[illegible]

مالک نہیں ہوتے اور وہ انپر حرام ہے اور واجب ہے کہ مالک کو واپس کر دین اب اس امر کی تصدیق حضرت عمر رض کے
فعل سے ہوگئی اور اس سے بہتیرے فقہا غافل ہیں اور یہ نہیں چاہیے کہ اس کلیہ کو بھول کر حضرت عمر رض کے
فعل کو لغو سمجھا جاوے۔ غرضکہ جب معلوم ہوا کہ سوال ضرورت کے لیے مباح ہوتا ہے تو اب یہ جاننا چاہیے کہ کسی
چیز کیطرف یا تو آدمی کو اضطرار ہوتا ہے یا حاجت اہم ہوتی ہے یا حاجت خفیف ہوتی ہے یا اس سے بالکل استغنا ہوتی ہے
یہ چار صورتیں ہیں مضطر تو اسطرح کہ بھوکا آدمی اپنے اوپر خوف موت یا مرض کا کرکے مانگے یا ننگا شخص جب اسکے
پاس ستر کی چیز نہ پاوے تو سوال کرے اس حالت اضطرار کا سوال مباح ہے بشرطیکہ باقی شرطین سوال کی جو بیان ہو چکی ہیں موجود
ہوں کہ مباح ہو اور جس سے سوال کرتا ہے اسمین بھی کہ دلمین راضی ہو اور سائل میں بھی کہ کسب سے عاجز ہو اسلیے
کہ کسب پر قادر ہو اور نکما بیٹھا رہے تو اسکو سوال جائز نہیں ہاں جب کہ علم کی طلب نے اسکے تمام اوقات گھیر لیے ہوں تو
جو شخص لکھنا جانتا ہے وہ کتابت سے پیدا کر سکتا ہے اور مستغنی وہ ہے کہ ایسی چیز مانگے جسکا آپ مثل یا اسکی مثل اسکے
پاس ہوں مثلاً ایک روپیہ کا سوال کرے حالانکہ اسکے پاس ایک یا اتنی موجود ہوں تو ایسے شخص کا سوال حرام ہے اور
یہ دونوں قسمیں واضح ہیں اور جسکو حاجت اہم ہو اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی مریض محتاج دوا کا ہو اس طرح کہ اگر نہ
استعمال کرے تو زیادہ خوف نہیں مگر پھر بھی کچھ اندیشہ ہے یا کوئی شخص ایسا کہ جاڑا لگتا ہے مگر کرتہ نیچے پہننے
کے لیے جاڑوں میں اسکے پاس نہیں اور اسکو جاڑا ستاتا ہے اسقدر کہ ضرورت کی حد کو نہیں پہونچتا اسی طرح وہ
شخص جو کہ کرایہ کے واسطے سوال کرے حالانکہ مشکل سے پیادہ بھی چل سکتا ہے تو ایسے کے لیے بھی سوال وجہ مباح
ہیں ہے کیونکہ بلاشک حاجت تو ہے مگر صبر کرنا ایسے سوال سے بھی بہتر ہے اگر سوال کریگا تو تارک اولے ہوگا لیکن اسکا
سوال مکروہ نہ کہلاویگا بشرطیکہ سوال میں سچ بولیگا اور یون کہیگا کہ میرے پاس نیچے کرتہ نہیں اور جاڑا
مجھکو ستاتا ہے کہ جسکی میں برداشت کرسکتا ہوں مگر مجھکو تکلیف ہوتی ہے پس اگر سچ سچ کہیگا تو انشاء اللہ
اسکا سچ کہنا اسکے سوال کا کفارہ ہو جاویگا اور حاجت خفیف کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کرتہ اس غرض سے مانگے کہ بازار
جانے کیوقت اوپر پہن لیا کرے تاکہ اپنے کپڑوں کی پھٹن یا پیوند لوگوں کی نظر سے چھپے رہیں یا کسی کے پاس روٹی
موجود ہے مگر سالن کے واسطے سوال کرے یا اسقدر ہے کہ گدھا کرایہ کر لے لیکن گھوڑے کے کرایہ کے لیے
سوال کرے یا سواری کرایہ کر سکتا ہے مگر محمل کا کرایہ چاہیے تو ان جیسی حاجتوں میں اگر کچھ فریب ہوگا یعنی حاجت
تو کچھ ہے اور ظاہر کچھ کریگا سوال حرام ہے اور اگر فریب نہوگا اور کوئی اور خرابی ان تینوں خرابیوں مذکورہ بالا یعنی شکایت
خدا سے تعالے یا اپنی ذلت یا دوسرے کی ایذا سے پائی جاویگی تب بھی حرام ہے کیونکہ ایسی خفیف حاجت کے لیے یہ امور
مباح نہیں ہو سکتے اور اگر نہ فریب ہو نہ ان خرابیوں میں سے کچھ ہو تو البتہ سوال کراہت کے ساتھ مباح ہے اب
اگر کوئی کہے کہ پھر سوال کو ان خرابیوں سے کیسے خالی کیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ شکایت تو اسطرح دفع ہو سکتی ہے

کہ خداے تعالی کے شکر کا اظہار کرے اور خلق سے استغنا ظاہر کرے اور بھیک مانگنے والون کی طرح سوال نہ کرے بلکہ یون
کہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے اسکی جہت سے مین حاجت نہین رکھتا ہون مگر نفس کی طمع اور ہوس تو قی مجھ سے ایک
کپڑا اور پیسے کے واسطے چاہتی ہے اور وہ زائد از حاجت اور نفس کی فضول باتون مین سے ہے پس اس کہنے سے شکایت کی
حد سے نکل جاویگا اور ذلت کا دور کرنا اس طرح ہے کہ اپنے باپ سے یا رشتہ دار سے یا کسی ایسے دوست سے مانگے جسکو
جانتا ہو کہ سوال کے باعث اسکی نظرون مین حقیر نہو نگا یا کسی فرد سخی سے سوال کرے جسنے اپنا مال ایسی باتون کے لیے تیار
کر رکھا ہو اور سائل جیسے آدمیون کے آنے سے خوش ہوتا ہو بلکہ کسی کے قبول کرنے سے اپنے اوپر احسان سمجھتا ہو تو ان
لوگون سے سوال کرنے مین ذلت نہین رہنے کی اسلیے کہ ذلت احسان کے ساتھ ضرور رہتی ہے جہان احسان سائل پر نہ ہوگا
وہان ذلت بھی نہوگی اور ایذا سے بچنے کا طور یہ ہے کہ سوال مین کسی شخص معین سے سوال نکرے بلکہ بیان حال کی طرح
سبب کو سنا دے تاکہ جسکو کچھ رغبت دینے کی ہو وہ کچھ دے اور اگر اس جلسے مین کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکی
طرف آنکھ اٹھتی ہو اور اگر وہ نہ دیگا تو بدوں ملامت ہوگا تو ایسے جلسے مین سوال کرنا داخل ایذا ہے اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ جو کچھ دے
بخوشی خاطر نہ دے بلکہ زبردستی ملامت کے خوف سے دیوے اور دل مین یہی چاہتا ہو کہ اگر ملامت بھی نہو اور دینا
بھی نہ پڑے تو خوب ہو۔ اور اگر کسی شخص معین ہی سے مانگے تب بھی تصریح اسکے نام کی نہ کرے بلکہ کنایۃً کہدے
تاکہ وہ اگر غفلت کرنی چاہے تو بلا تردد کر سکے اور جب غفلت نہ کریگا حالانکہ قدرت اسپر حاصل تھی تو اسکا دینا اسبات
کی دلیل ہوگی کہ بخوشی خاطر دیتا ہے اور سوال سے کچھ ایذا اسکو نہین ہوئی اور چاہیے کہ ایسے شخص سے سوال کرے
کہ اگر وہ جواب صاف دے تو سائل سے شرمندہ نہو اسواسطے کہ سائل سے شرمندہ ہونا جیسے کبھی ایذا ہوتی ہے
جیسے غیر سائل کے ساتھ ریا موذی ہے۔ ایسے ہی یہ بات کہ اگر سائل جان لے کہ دینے والے کی وجہ یہی ہوئی کہ مجھ سے
یا حاضرین جلسہ سے شرما گیا اور اگر حیا نہوتی تو کبھی ہاتھ نہ بڑھاتا تو ایسے مال کا لینا اسکو نہ حلال ہے نہ شبہہ حلال
بلکہ حرام محض ہے کہ اسمین تمام امت مین سے کسیکو خلاف ہی نہین اور اسکا حکم ایسا ہے جیسے کوئی دوسرے کا مال مار پیٹ کر
یا ڈانڈ کی رو سے لے لیوے اسلیے کہ اسمین کچھ فرق نہین کہ ظاہر بدن پر کوڑے مارے یا باطن دل کو حیا
اور خوف ملامت کے تازیانہ سے ادھیڑے بلکہ عاقلون کے دل مین باطن کی ضرب کا بڑا صدمہ ہوتا ہے اور اگر کوئی
یون کہے کہ ظاہر مین تو وہ شخص دینے پر راضی ہو چکا ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ انما احکم بالظاہر واللہ یتولی السرائر
تو ظاہر ہی کا اعتبار کرنا چاہیے پس اسکا جواب یہ ہے کہ ظاہر حال خصومات کے فیصلے کے لیے حکام ظاہری کیواسطے ضروری
ہوتا ہے اسوجہ سے باطن کا احوال انکو معلوم نہین ہوسکتا تو مجبوری ظاہر کے زبانی قول پر حکم کر دیتے ہین حالانکہ زبان
اکثر جھوٹ دل کیطرف سے بولا کرتی ہے مگر ضرورت کو کیا کیا جاوے اسیکا اعتبار کیا جاتا ہے اور یہ سوال اس
حال کا ہے جو بندہ اور خداے تعالی کے درمیان ہے اور اسمین حاکم احکم الحاکمین ہے دلون کا حال اسکے نزدیک ایسا ہے

ہمین ظاہر کا اعتبار ہے حکم کرتا ہون باطن خداے تعالی کے لیے ہے اسکی اصل مجھے نہین ملی ۱۲

جیسا ظاہر باتون کا اور حکام کے نزدیک ہوتا ہو تو آدمی کو چاہیئے کہ اس معاملے مین اپنے دل ہی کیطرف دیکھے گو مفتی فتوے
دیا کرین کیونکہ مفتی قاضی اور بادشاہ کو سکھلاتے ہین کہ ظاہر کے لوگون پر حکم کرین اور دلون کے مفتی علماے آخرت
ہین کہ انکے فتوے سے سلطان آخرت کی سطوت سے نجات ہوتی ہو جیسے فقیہ کے فتوے سے دنیا کے حاکم سے
نجات ملتی ہو- اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سائل جو مال بے دوسرے کی رضا کے لیگا اپنے اور خداے تعالے
کے درمیان کے معاملے مین اسکا مالک نہوگا اور اس مال کو اسکے مالک کو پھیر دینا اسپر واجب ہو پس اگر مالک
اسکے واپس لینے سے شرماوے اور واپس نہ لے تو اسکو چاہیئے کہ مالک کے پاس اس چیز کے برابر کی کوئی شئے
ہدیہ کے طور پر بھیجدے تاکہ اسکے ذمے سے باہر ہو اور اگر مالک ہدیہ قبول نکرے تو اسکے وارثون کے پاس
اصل چیز بھیجدے اگر اسکے پاس تلف ہوگئی ہو تو خدا کے نزدیک اسکا ضمان اسپر ہو اور تصرف کرنے کے باعث
اور ایسے سوال سے بھی جس سے کہ ایذا ہووے گنہگار ہے اور اسکا کہ رضا کا حال امر باطن ہے اور اسپر واقف ہونا
دشوار اور نجات کی صورت اس سے مشکل بایں وجہ کہ سائل کو گمان ہو کہ دینے والا راضی ہو اور وہ باطن مین راضی نہو تو ان
باتون کے سبب سے متقی لوگون نے سرے سے سوال ہی ترک کردیا کسی سے کچھ لیتے ہی نہ تھے - بشر حافی کسی سے
سواے سری کے نہ لیتے اور فرماتے کہ مجھے معلوم ہوگیا ہو کہ سری اپنے ہاتھ سے مال نکلنے سے خوش ہوتے ہین
اسواسطے جو بات انکو پسند ہو اسپر مین انکی مدد کرتا ہون اور سوال مین زیادہ تر انکار کیوجہ اور اس سے باز رہنے کا
امر موکد اسی لیے ہو کہ یہ ایذا صرف ضرورت کے لیے حلال ہوتی ہو اور ضرورت یہ ہو کہ سائل مرنے پر لگا ہو اور اس سے
بچنے کی کوئی سبیل نہ ہو اور جو شخص بدون برا ماننے اور ایذا پانے کے کچھ دیدے بشرطیکہ سیر نہو اسوقت البتہ مانگنا مباح
ہو جیسے کھانا سور اور مردار کا مباح ہوجاتا ہو لیکن اس سے باز رہنا ہی اہل ورع کا طریق ہو اور بعض اہل دل اپنی بصیرت
سے قرائن احوال کے جاننے پر خوب اعتماد رکھتے تھے اسی لیے بعض لوگون سے لے لیتے تھے اور بعض سے نہین لیتے تھے
اور کچھ شخص ایسے تھے کہ وہ صرف اپنے دوستون سے لیتے تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جو چیز انکو کوئی دیتا اسمین سے
کچھ رکھتے اور کچھ پھیر دیتے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے اور گھی اور پنیر مین سے مینڈھے کو پھیر دیا تھا - اور یہ حال
ان اکابر کا جب تھا کہ جب کوئی بدون مانگے دیتا تھا اسلیے کہ بدون مانگے دینا صرف رغبت ہی سے ہوتا ہو لیکن کبھی آدمی کی
رغبت اس طمع سے بھی ہوتی ہو کہ جاہ حاصل ہو یا ریا و شہرت ہو تو اس جہت سے ایسی عطا کے لینے سے بھی احتراز
کرتے تھے اور سوال سے تو باز ہی رہتے تھے فقط دو حالت مین سوال کرتے تھے ایک تو ضرورت کیوقت جیسے کہ حضرت
سلیمان اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام نے کیا تھا اور اسمین بھی شک نہین کہ سوال ایسے شخص سے کیا جسکو جانا
کہ ہمارے دینے کو دل سے چاہیگا دوسرے سوال دوستون اور بھائیون سے اور بھائیون کیواسطے پہلے اکابر اپنے
دوستون اور بھائیون کا مال بدون سوال اور استفسار کے لیتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ دل کی

رضا مقصود ہے گفتگو سے زبانی گو نہو اور اپنے بھائیون سے اسبات کا یقین تھا کہ اگر ہم انکی چیز لینگے اور تکلف نکرینگے تو وہ ہم سے
خوش ہونگے اور جب بھائیون کیطرف شک ہوتا تھا کہ جو ہم چاہتے ہین آیا وہ راضی ہونگے یا نہین تو نوبت سوال کی اسلئے
پہونچتی تھی ورنہ سوال سے غنی تھے اور سوال کے مباح ہونے کی حد یہ ہے کہ سائل کو معلوم ہو جاوے کہ جس سے مین مانگتا
ہون وہ اس صفت پر ہے کہ اگر میری حاجت اسکو معلوم ہو جاوے تو نوبت سوال کی نہ پہونچے بے سوال ہی دیدے گا
پس ایسے شخص مین سوال کا اسیقدر اثر ہوگا کہ اسکو حاجت معلوم ہو جاوے اور کسی طرح کی تحریک حیا سے یا ضرورت
حیلے کی نہوگی پھر سائل کے تین حال اسکے بعد ہوتے ہین ایک تو یہ کہ اسکو یقین ہوتا ہے کہ دینے والا دل سے راضی
ہے دوسرے یہ کہ اسکی ناراضی باطن کی یقینًا معلوم ہو جاوے اور یہ دونون امر احوال کے قرائن سے معلوم ہو جایا کرتے
ہین تو اول صورت مین لینا حلال ہے اور دوسری مین قطعًا حرام تیسری حالت سائل کی یہ ہے کہ اسمین اسکو تردد رہے
اور شک ہو کہ دینے والے نے رضا سے باطن سے دیا یا کراہت سے تو ایسی صورت مین اپنے دل سے فتوے لے اور
شک کو دور کرے کہ وہ گناہ ہے پس دلمین جو بات بلا تردد و شک سمجھ مین آوے اسکو اختیار کرے شک والی کو ترک
کرے۔ اور اسکا معلوم کرنا قرائن احوال سے ایسے شخص کو جسکی عقل قوی اور حرص ضعیف اور شہوت کم زور ہو آسان
ہے اور اگر حرص قوی ہوگی اور عقل ضعیف تب تو وہی صورت نظر پڑیگی جو اسکی غرض کے موافق ہو اور قرائن دینے
والے کی ناراضمندی کے ہرگز سمجھ مین نہ آوینگے۔ اور ان باریک نکتون سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا
بھید سمجھ مین آتا ہے کہ آپ نے فرمایا ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ چونکہ آپ کو کلمات جامع عنایت ہوئے ہین
ہر ہر لفظ مین حکمت کوٹ کوٹ بھری ہے اسی حدیث مین تامل کرو کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کو عمدہ غذا فرمایا اسوجہ سے
کہ جس شخص کے پاس مال نہ ہاتھ کی کمائی کا ہو نہ اسکو اسکے باپ یا اور کسی رشتہ دار کے ترکہ سے پہونچا ہے تو وہ لوگون کے
پاس سے کھاویگا اور اگر بے سوال اسکو ملیگا تو کوئی اسیوجہ سے دیگا کہ دیندار ہے اور جب اسکا باطن ایسی طرح
ہوگا کہ اگر لوگون کو معلوم ہو جاوے تو کوئی دینداری کیوجہ سے کچھ نہ دے تو پھر جو کچھ لیگا وہ سب حرام ہوگا۔ اور اگر
سوال کرنے سے کوئی کچھ دے تو ایسا شخص کہان ہے کہ سوال کرنے پر خوش ہو کر دے نہ ایسا سائل کہ مقدار ضرورت ہی پر
سوال کرے پس جب ان لوگون کا حال تفتیش کرو جو پرائے ہاتھ سے کھاتے ہین تو معلوم ہوگا کہ انکا سب کھانا خواہ
اکثر حرام ہے اور حلال صرف اسیقدر ہے کہ جو وجہ حلال سے خود پیدا کیا ہو یا مورث کے ترکہ مین سے پہونچا ہو اور اسنے بھی
حلال ہی سے پیدا کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگون کے پاس سے کھانے مین احتیاط اور ورع کا رہنا بہت دشوار
ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہماری طمع اپنے غیر سے منقطع کرے اور حلال رزق کے باعث
حرام سے بے پروا کرے

آٹھوان بیان اسقدر غنا کا ذکر جس سے سوال حرام ہوتا ہے جاننا چاہیے کہ یہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا

حرمت سوال کے باب مین صریح ہو من سال عن ظہر غنی فانما یسال جمرا فلیستقل منہ او لیستکثر مگر توانگری کی حد مشکل ہے
اور اسکا مقرر کرنا دشوار اور مقدارون کا مقرر کرنا ہمارے اختیار مین نہین بلکہ شارع کے تبلا دینے سے معلوم ہوتی
ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے استغنوا یعنی اللہ تعالے لا عن غیرہ قالوا و ما ہو قال غداء یوم و عشاء لیلۃ اور دوسری
حدیث مین ہے من سال و لہ خمسون درہما او عدلہا من الذہب فقد سال الحافا اور ایک روایت مین اربعون درہما کے
بجائے خمسون درہما کے غرضکہ احادیث سب صحیح ہین اور مقدار توانگری کی مختلف تو چاہیے کہ یون سمجھا جاوے کہ حالات مختلفہ
کے اعتبار سے مقدارین بھی مختلف ہین کیونکہ واقع مین تو امر حق ایسا ہی ہوگا اور مقرر کرنا غیر ممکن ہے اور جسقدر امکان ہے
وہ یہ ہے کہ تخمینا کہا جاوے اور تخمین اسوقت صحیح ہوکہ جب تقسیم ایسی کیجاوے کہ حاوی تمام احوال محتاجون کی ہو بس ہم
کہتے ہین کہ حدیث شریف مین وارد ہے لا حق لابن آدم الا فی ثلث طعام یقیم صلبہ و ثوب یواری بہ عورتہ و بیت یکنہ فما زاد فہو
حساب اب ان تینون چیزون یعنی غذا اور لباس و مسکن جنکا بیان اس حدیث شریف مین ہے سب حاجتون کی اصل کیے لیتے
ہین تاکہ حاجات کی اجناس بیان کرین اور پھر اجناس اور مقادیر اور اوقات کا ذکر کرین - اجناس حاجات تو یہی تین چیزین
ہین یا جو ایسی ہی ہون مثلا مسافر کے لیے کرایہ بشرطیکہ پیادہ نہ چل سکے وہ بھی انھین تینون مین ملا لیا جاویگا اور کوئی ایسی ہی
ضروری چیز ہو وہ بھی داخل ان اجناس مین ہوگی اور آدمی مین اسکا کنبہ یعنی زن و فرزند اور جس چیز کی کفالت اسپر ہے مثلا
سواری کا جانور وغیرہ سب داخل ہین اور ان اجناس کی مقادیر کا حال یہ ہے کہ کپڑے مین رعایت اس مقدار کی ہوگی جو
دینداروں کے لائق ہے یعنی ایک جوڑا جس مین کرتہ دوپٹہ پاجامہ جوتا ہو اور دوسرا جوڑا ہونا ضروری نہین بلکہ ہر جنس
مین دوسرے کی حاجت نہین اور اسی پر سب گھر کے لوازم کو قیاس کرنا چاہیے اور یہ نچاہیے کہ باریک کپڑے کی تلاش
کیجاوے یا جہان مٹی کا برتن کافی ہو تو وہان تانبے اور پیتل کے ڈھونڈھے جاوین کیونکہ یہ بے حاجت ہے غرضکہ
شمار مین تو ایک پر کفایت کرنی چاہیے اور قسم مین سب سے ادنی پر کفایت چاہیے بشرطیکہ عادت سے نہایت دور نہ جا
اور غذا کی مقدارون سات مین ایک مد یعنی قریب ڈیڑھ پاؤ چاہیے اور یہ وہ مقدار ہے کہ شرع مین مقدر ہوئی
ہے اور نوع غذا وہ ہونی چاہیے جسکو کھاتے ہین اگرچہ جو ہی کی ہو اور سالن کا ہمیشہ ہونا زائد حاجت ہے اور بالکل ترک
کردینا بھی تکلیف ہے اسلیے کبھی کبھی اسکے طلب کی اجازت ہے باقی رہا مسکن اسکی مقدار کم سے کم اسقدر چاہیے کہ کافی ہو اسمین
کچھ زینت کی قید نہین پس زینت یا مکان کے چوڑا کرنے کے لیے مانگنا بلا حاجت سوال مین داخل ہے جسکی حرمت حدیث
مذکورہ بالا مین گذری - اور اوقات کے لحاظ سے اگر دیکھا جاوے تو جس چیز کیطرف کہ سردست آدمی محتاج ہے وہ ایک دن اور
رات کی غذا اور کپڑا جسکو پہنے اور پڑ رہنے کی جگہ ہے اسکے ضروری ہونے مین تو کچھ شک نہین مگر آئندہ کے لیے اگر
سوال کرے تو اسکے تین درجے ہین ایک تو یہ کہ ایسی چیز ہو جسکی احتیاج دوسرے دن ہوگی دوم یہ کہ اسکی احتیاج
چالیس یا پچاس دن مین ہوگی سوم یہ کہ برس مین اسکی حاجت ہوگی - اب اسباب مین تو ہم حکم قطعی کرتے ہین کہ جسکے

دیلمی در مسند فردوس
بروایت ابوہریرہ ۱۲
۳ ح یعنی نفس سوال کی
اور اسکے پاس پچاس درم
ہون یا اسکے مساوی
سونا ہو تو وہ سوال
کرتا ہے لپٹ کر یعنی الحاف
باب الزکوۃ مین گذر چکا ۱۲
۴ ح آدمی کا حق صرف
تین چیزون مین ہے اول کھانا
جو اسکی پیٹھ سیدھی
رکھے دوم کپڑا کہ جسکی
چھپا دے

پاس اسقدر ہو کہ اسکو اور اگر عیالدار ہو تو اسکے کنبے کو برس روز کے لیے کافی ہو تو اسکو سوال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ نہایت درجے کی توانگری ہے اور حدیث شریف مین جو پچاس درہم مذکور ہین وہ مقدار اسی توانگری کی ہے کیونکہ اکیلے آدمی کے لیے میانہ روی اگر کرے تو پانچ دینار سال بھر کو کافی ہین عیالدار کو غالبًا کافی ہونگے اور اگر اس شے کی حاجت برس کے اندر ہی ہوگی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر سائل ایسا ہو کہ حاجت کیوقت بھی موقع سوال جاتا رہیگا اور سوال پر قادر اسوقت بھی ہوگا تب تو سوال حلال نہوگا کیونکہ سردست اسکو اس شئی سے استغنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حاجت کے وقت سے پیشتر ہی مرجاوے تو ایسی چیز کا سوال جسکی حاجت نہو کیا فائدہ اس صورت مین ایک دن رات کا کھانا مقدار غنا ہے اور اسی حالت کا بیان ہے اس حدیث مین جس مین مقدار توانگری اسقدر مذکور ہے اور اگر سائل ایسا ہو کہ پھر موقع سوال اسکو نہ ملیگا اور نہ کوئی دینے والا میسر ہوگا اگر اب نہ مانگیگا تو سوال مباح ہے اسلیے کہ توقع زیست کی برس روز تک کرنی کچھ محال نہین اور سوال کی تاخیر سے اسباب کا خوف ہے کہ عاجز اور مضطر رہجاویگا اور کوئی اعانت کرنے والا نہوگا پس اگر خوف سوال سے عاجز ہونے کا آئندہ کو ضعیف ہو اور جس چیز کا سوال کرتا ہے وہ بھی محل ضرورت سے خارج ہو تو سوال کرنا خالی کراہت سے نہوگا اور کراہت اسیقدر مختلف ہوگی جسقدر اضطرار کی کمی اور موقع کے جاتے رہنے کے خوف اور جس زمانے مین حاجت سوال کی ہوگی اسکی تاخیر مین اختلاف ہوگا اور ان باتون مین سے ہر ایک کا ضبط نہین ہو سکتا بلکہ یہ امور بندے کے قیاس پر متعلق ہین کہ اپنے نفس کو دیکھے اور جو معاملہ اسکے اور خداے تعالے کے درمیان مین ہے اسکو تامل کرے اور دل سے فتوی لیکر اسکے بموجب عمل کرے اگر راہ آخرت طے کیا چاہتا ہے اور جس شخص کا یقین قوی ہو اور اعتماد رزق کے آنے کا آئندہ کو کامل رکھے اور سردست کی قوت پر قناعت کرے تو اسکا درجہ خداے تعالی کے نزدیک بہت بڑا ہے پس جب خداے تعالی نے آدمی کو آج کا رزق اسکے اور اسکے عیال کے لیے عنایت فرمایا ہو تو پھر کل کا خوف کرنا بجز ضعف یقین اور شیطان کے ڈرانے کے اور کسی چیز سے نہوگا حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہے فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین اور فرمایا الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا اور سوال بھی وہ بُری چیز ہے جو ضرورت کیواسطے مباح کیا گیا ہے اور جو شخص ایسی حاجت کیواسطے مانگے جو اس روز نہ رکھتا ہو گو سال مین اسکی ضرورت لاحق ہو اسکا حال اس شخص کی نسبت سخت تر ہے جسکو مال موروثی ملے اور اسکو برس روز کی بعد کی حاجت کے واسطے رکھ چھوڑے اور یہ دونون ظاہر شریعت کے فتوے کی رو سے مباح ہین مگر ان دونون کا منشا محبت دنیا اور طول امل ہے اور نہ اعتماد کرنا خداے تعالے کے فضل پر ہے جو اصل مہلک چیز ہے خداے تعالی ہمکو اور سب اہل اسلام کو توفیق نیک عنایت فرماوے آمین

نوان بیان سالکین کے احوال مین حضرت بشر فرمایا کرتے تھے کہ فقرا تین ہین ایک وہ کہ سوال نکرے اور کوئی دے تو نہ لے ایسا شخص علیین مین روحانیون کے ساتھ ہوگا دوسرا وہ کہ سوال نکرے اور اگر کوئی کچھ دے تو لیلے تو یہ شخص

مقربین کے ساتھ جنات فردوس میں رہیگا تیسرا وہ کہ حاجت کیوقت سوال کرے ایسا شخص اصحاب یمین میں سے سچون کے
ساتھ ہوگا غرضکہ سب کا اتفاق سوال کی مذمت پر ہے علاوہ ازین فاقہ کے ساتھ مرتبہ اور درجہ بھی کم ہوجاتا ہے حضرت ابراہیم
بن ادہمؒ نے حضرت شقیق بلخی سے جبکہ آپ خراسان سے انکے پاس تشریف لائے پوچھا کہ آپ نے اپنے یارو کہاں سے فقرا کو
کیسے چھوڑا حضرت شقیقؒ نے فرمایا کہ میں نے اس حال میں چھوڑا کہ اگر انکو کوئی کچھ دے تو شکر کریں اور نہ دے تو صبر کریں
اور اپنی دانست میں چونکہ سوال نکرنے کا وصف بیان کیا تھا تو نہایت درجہ کی گویا تعریف کی تھی حضرت ابراہیم بن ادہمؒ
نے فرمایا کہ بلخ کے کتون کو میں نے ہمارے لیے ایسا چھوڑا ہے انھون نے پوچھا کہ پھر آپ کے پاس فقیر کیسے ہیں آپ نے فرمایا
کہ ہمارے پاس فقیر ایسے ہیں کہ اگر انھیں کوئی کچھ نہ دے تو شکر کریں اور اگر دے تو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دین اور
وہ مال اسے حوالہ کریں حضرت شقیقؒ نے انکا سر چوم لیا اور کہا کہ استاد سچ فرماتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ ارباب
احوال کے درجات رضا اور صبر اور شکر اور سوال کے باب میں بہت ہیں سالک طریق آخرت کو ان کا سمجھنا اور
انکی تقسیم کا جاننا اور درجات کے اختلاف کو معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر نہ جانیگا تو ایسی درجات سے اوج
کمال پر نہ پہنچ سکیگا اور اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین تک رسائی نہو گی اور انسان احسن تقویم میں پیدا کیا گیا
پھر اسفل السافلین میں اتارا گیا پھر حکم کیا گیا کہ اعلیٰ علیین کی طرف ترقی کرے اور جو شخص ایسی اوج
میں تمیز نہ کریگا وہ یقینا ترقی نہ کر سکیگا بلکہ اسمین شک ہے اگر جان بھی لے اور پھر کس طرح ترقی ہے واضح ہو کہ ارباب احوال پر
کبھی ایسی حالت غالب ہوتی ہے کہ وہ مقتضی اسباب کی ہوتی ہے کہ سوال کے باعث انکے درجات کی ترقی ہو کیونکہ ان کے حال
کی نسبت ہے کہ مدار اعمال کا نیت پر ہے مثلا روایت ہے کہ کسی بزرگ نے حضرت ابو الحسن نوری کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ پھیلا کر بعض
موقع پر لوگون سے سوال کر لیتے وہ بزرگ کہتے ہیں کہ مجھکو انکی یہ بات ناپسند ہوئی اس شخص کو سوال بڑا معلوم ہوا پھر حضرت
جنید بغدادیؒ کے پاس آیا اور انکی خدمت میں انکا ماجرا ذکر کیا حضرت نے فرمایا کہ نوری کے اس فعل کو برا نہ جاننا چاہیے کہ
وہ لوگون سے اسی لیے لیتے ہیں کہ انھیں کو دین لینے انسے سوال اسلیے کیا کہ آخرت میں انکو ثواب ملے اور انکا کچھ ضرر
نہو اور گویا کہ اس قول میں اشارہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کیطرف کہ آپ نے فرمایا ید المعطی ہی العلیا یعنی دینے والے
کا ہاتھ اونچا ہے اسکے معنی بعضون نے یہ فرمائے ہیں کہ معطی کے ہاتھ سے غرض مال کے لینے والے کا ہاتھ ہے اسواسطے کہ ثواب
وہی دیتا ہے اور اعتبار ثواب ہی کا ہے مال کا نہیں پھر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ ترازو لے آؤ جب ترازو آئی تو سو درم تولے
اور ایک مٹھی بھر ان میں ملا دیے اور کہا کہ نوری کے پاس لیجاؤ اور انکو دے دو راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل
میں کہا کہ وزن تو اسلیے کیا کرتے ہیں تا کہ مقدار معین ہوجاوے مگر انھون نے ایک سو تو تولکر اسمین بے گنتی پھر کیسے ملا دیے
یہ تو آدمی حکیم ہیں اور پوچھتے ہوئے مجھے حیا آئی آخر تھیلی کو میں حضرت نوری کے پاس لایا انھون نے فرمایا کہ ترازو لاؤ ترازو سے
سو درم تولکر فرمایا کہ انکو جنیدؒ کے پاس واپس لیجاؤ اور کہنا کہ میں تمسے کچھ نہیں لیا کرتا اور سو سے جسقدر زیادہ ہون وہ

مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

لیتا ہون انکی اسبابت سے مجھے اور زیادہ تعجب ہوا اور مین نے انسے پوچھا انھون نے فرمایا کہ جنید حکمتی آدمی ہو وہ چاہتا ہو کہ رسی کے دونون سرے آپ ہی پکڑے رہنے سو جو تولے تھے تو خود اپنے سمجھکر ثواب آخرت کے لینے کے لیے تولے تھے اور اپنی مٹھی بھر بے تولے جو ڈالے وہ اللہ کی نسبت سے ڈالے تو مین نے جو خدا کیواسطے تھے انکو لے لیا اور جو ان کے خود کے تھے انکو واپس کردیا۔ راوی ان روپیون کو حضرت جنیدؒ کی خدمت مین لائے وہ رونے لگے اور فرمایا کہ نوری نے اپنا مال لے لیا اور ہمارا پھیر دیا خیر خدا ے تعالےٰ مالک ہو انتہی۔ دیکھنا چاہیے کہ ان لوگون کے دل کیسے صاف تھے اور حالات کیسے خالص اللہ تعالےٰ کے لیے تھے کہ ہر ایک کو ایک دوسرے دل کا حال بدون گفتگو سے زبانی دلون کے مشاہدے اور کشف راز سے معلوم ہوجاتا تھا اور یہ ثمرہ غذاے حلال اور محبت دنیا سے دل کے فارغ ہونے اور بہ تمام ہمت خدا کی طرف متوجہ ہونیکا ہو پس جو کوئی اسبابت کو بدون تجربہ کے انکار کرے وہ جاہل ہے جیسے کوئی بدون دوا پیے اسکے دست آور ہونے کا انکار کرے۔ اور اگر کوئی شخص بہت دنون محنت کرے اور یہ بات حاصل نہو وہ دوسرے کے حق مین اسکا انکار کرنے لگے تو اسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی دوا ے دست آور پیے اور اسکو کسی اندر کے روگ سے دست نہ آوین تو وہ اسکے دست آور ہونے سے ہی انکار کرنے لگے اور یہ مرتبہ جہالت مین اگرچہ اول کی نسبت کمتر ہو مگر پھر بھی جہالت مین ایسا شخص کچھ کامل ہی ہو اہل بصیرت دو شخصون مین سے ایک کہلاویگا یا تو وہ شخص کہ راستہ چلے اور جو کچھ اہل اللہ کو معلوم ہوا ہو اسکو بھی معلوم ہو تو وہ صاحب ذوق و معرفت ہوگا اور عین الیقین کے درجے کو پہونچ جاویگا یا وہ شخص کہ راستہ نہین چلا یا چلا ہے اور اس مرتبہ تک نہین پہونچا مگر اسپر ایمان و تصدیق رکھتا ہو اس شخص کو درجہ علم یقین کا ہو عین الیقین تک نہین پہونچا اور یہ بھی ایک رتبے مین داخل ہے اور جو نہ علم الیقین رکھتا ہو نہ عین الیقین تو وہ ایمان دارون کے زمرے سے خارج ہو قیامت کے روز منکرون اور تکبر والون کی جماعت مین اٹھیگا جن کے دل مردہ اور شیطان کے تابع ہین خدا ے تعالےٰ سے ہم دعا مانگتے ہین کہ ہمکو علم مین پکے لوگون مین سے کرے جنکا قول یہ نقل فرمایا ہو آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب

دوسری فصل زہد کے حال مین اور اسمین پانچ بیان ہین

اول بیان زہد کی حقیقت مین۔ جاننا چاہیے کہ دنیا مین زہد کرنا سالکون کے مقامات مین سے ایک مقام عمدہ ہے اور یہ مقام بھی اور مقامات کیطرح علم اور حال و عمل سے بنتا ہو اسواسطے کہ ایمان کے سب اقسام بموجب قول بزرگان سلف کے رجوع کرتے ہین طرف عقد اور قول اور عمل کے انہین سے قول کی جگہ حال رکھا گیا کیونکہ قول ظاہر ہو اور اس سے باطن کا حال کھلجاتا ہو ورنہ خود قول مقصود بالذات نہین اور اگر قول ایسی طرح پر صادر نہو کہ باطن سے ہو تو اسکو اسلام کہتے ہین ایمان نہین کہتے۔ اور علم سبب حال کا ہوتا ہو گویا حال اسکا ثمرہ ہو اور حال کا ثمرہ عمل ہو تو اب ہم حال کو اسکے دونون طرفون یعنی

علم وعمل کے ساتھ بیان کرتے ہین کہ زہد کس حال کا نام ہو پس زہد سے ہماری یہ مراد ہو کہ ایک چیز سے دوسری چیز بہتر کیطرف
رغبت کرنی توجو کوئی ایک شئے سے دوسری کیطرف توجہ کرتا ہو خواہ معاوضہ سے یا بیع وغیرہ سے تو ظاہر ہو کہ جس سے
رغبت دور کرتا ہو اس سے منہ پھیرتا ہو اور جسکی خواہش ہوتی ہو اسکا راغب ہوتا ہو تو اول شئی کے لحاظ سے اگر اس شخص کا حال دیکھا
جاوے تو اسکو زاہد کہینگے اور دوسری چیز کی نسبت کر رغبت اور محبت بولینگے اس سے معلوم ہوا کہ زہد کے لیے دو چیزین چاہئین
ایک وہ جسکی طرف سے رغبت ہٹائی جاوے دوسری وہ کہ جسکی طرف رغبت کیجاوے اور یہ دوسری پہلی شئی کی نسبت اچھی ہو
اور اول شئی مین بھی یہ شرط ہو کہ کسی نہ کسی وجہ سے اسکی طرف رغبت ہوا کرتی ہو پس جو شخص اپنی رغبت ایسی چیز سے ہٹاوے جو خود
مطلوب نہو وہ زاہد نہ کہلاویگا مثلاً پتھر اور مٹی کا چھوڑ دینے والا زاہد نہوگا زاہد وہی ہوگا جو روپیہ پیسا چھوڑ دے کیونکہ
مٹی پتھر کیطرف رغبت نہین ہوتی اور شرط دوسری چیز کی یہ ہو کہ زاہد کے نزدیک اول چیز سے بہتر ہو تاکہ اسکی رغبت
غالب ہو مثلاً بائع اپنی چیز کو جبتک نہین بیچتا جبتک کہ اسکے نزدیک مبیع سے اسکا عوض بہتر نہین ہوتا تو بائع کا حال مبیع
کی نسبت کر زہد مین داخل ہو اور عوض کے لحاظ سے رغبت اور محبت مین شامل اور اسی بنا پر قرآن مجید مین ارشاد ہے
وشروہ بثمن بخس دراہم معدودۃ وکانوا فیہ من الزاہدین اس آیت مین شرا کے معنی بیع کے ہین اور برادران یوسف علیہ السلام
کا وصف بیان کیا کہ انھون نے یوسف مین زہد کیا یعنی انھون نے طمع کی کہ باپ کی توجہ صرف ہماری طرف رہجاوے اور
یہ امر انکے نزدیک یوسف علیہ السلام کی نسبت محبوب تھا اسی عوض کی طمع مین انکو فروخت کر ڈالا۔ اس بیان سے ثابت ہوا
کہ دنیا مین زاہد وہ کہلاویگا جو اسکو آخرت کی عوض بیچ ڈالے جو شخص اسکا عکس کرے یعنی آخرت کو دنیا کی عوض دیدے
وہ آخرت کے حق مین زاہد ہوگا مگر عادت یہ ہورہی ہو کہ جو خاص دنیا ہی مین زہد کرے اسکو زاہد کہتے ہین جیسے الحاد اسی
میل کو کہتے ہین جو باطل کیطرف ہو حالانکہ لغت مین صرف میل کا نام الحاد ہو حق کیطرف ہو یا باطل کی اور اسلیے کہ زہد مین یہ
قید ہو کہ فی الجملہ محبوب چیز کیطرف سے بے رغبت ہو تو ظاہر ہو کہ یہ جبھی متصور ہوگی جب اس شئی کی نسبت کر دوسری چیز
محبوب تر کیطرف میل پایا جاویگا ورنہ چھوڑنا محبوب چیز کا بدون اس سے زیادہ محبوب کے محال ہو۔ اور جو شخص کہ خدا تعالیٰ کے
سوا ہر ایک چیز کیطرف سے دل اٹھالے یہانتک کہ بہشتون سے بھی غرض نہ رکھے صرف محبت الٰہی ہی کی
ہو تو وہ زاہد مطلق ہو اور جو کہ حظوظ دنیاوی سے تو دل اٹھاوے اور حظوظ آخرت مین زہد نکرے بلکہ
حور و قصور اور نہرون اور میوون کی طمع رکھے تو وہ بھی زاہد ہوگا مگر اول شخص کی نسبت کم ہوگا اور جو شخص دنیا کی بعض لذت کو چھوڑ دے
اور بعض کو نہ چھوڑے مثلاً مال کو چھوڑ دے اور جاہ کو نہ چھوڑے یا غذا کے تکلفات کو ترک کرے اور زینت کا تجمل نہ چھوڑے تو
ایسے شخص کو زاہد مطلق نہ کہینگے اور درجہ اسکا زاہدون مین ایسا ہوگا جیسا توبہ کرنیوالون مین اس شخص کا ہو جو بعض گناہون سے
توبہ کرے مگر یہ زہد اسکا درست ہو جیسے توبہ بعض گناہون سے صحیح ہو کیونکہ توبہ ممنوعات کے چھوڑنے کا نام ہو اور زہد مباحات
کے ترک کرنیکا جو نفس کی لذت مین سے ہون اور یہ کچھ دشوار نہین کہ آدمی بعض مباحات چھوڑنے پر قادر ہو اور بعض کے ترک

یہ نہو چاہیے کہ ممنوعات کے ترک مین بھی یہ امر بعید نہین اور جو شخص کہ صرف ممنوعات کو ترک کردے وہ زاہد نہ کہلاوے بیگا مگر جنہون
اسنے ممنوعات مین زہد کیا اور انسے دل اٹھا لیا لیکن اصطلاح مین زہد مباحات کے چھوڑنے ہی کا نام ہے پس اب معلوم ہوا کہ
زہد یا اسکو کہینگے کہ دنیا سے رغبت ہٹا کر آخرت کیطرف میل کرے یا غیر اللہ سے محبت دور کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف رغبت کرے
اور یہ درجہ بہت اونچا ہے اور جسطرح کہ دوسری چیز مین یہ شرط ہے کہ اسکے نزدیک بہتر ہو اسیطرح اول چیز مین یہ قید ہے کہ وہ زاہد کی قدرت
مین ہو کیونکہ جس چیز پر قدرت ہی نہو اسکا چھوڑنا محال ہے اور رغبت کا دور ہونا چھوڑنے ہی سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی جہت سے
جب حضرت ابن مبارکؒ سے کسی نے کہا کہ اے زاہد انھون نے فرمایا کہ زاہد عمر بن عبد العزیز ہین کہ انکے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئی
اور انھون نے اسکو چھوڑ دیا اور مین کونسی چیز مین زہد کیا ہے اب علم کا بیان سننا چاہیے جو زہد مین درکار ہے اور جسکا ثمرہ
حال ہوتا ہے وہ اسبات سے واقف ہوتا ہے کہ متروک چیز بہ نسبت مرغوب کے حقیر ہے جیسے تاجر جان لیتا ہے کہ عوض مبیع کی نسبت کہ
بہتر ہے اسلیے اسکی رغبت کرتا ہے اور جبتک یہ علم نہین ہو لیتا تب تک خیال مین نہین آتا کہ رغبت مبیع کی دل سے جاوے تو اسیطرح
جو شخص یہ بات جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کی چیز پایدار ہے اور آخرت بہتر ہے اور دنیا کی ہر ایک اسکی لذتین بالذات اچھی اور
باقی ہین تو اسکو ذوق آخرت اور رغبت الی اللہ ہوتی ہے اور اسیطرح جو اہر برف کی نسبت کر سمجھے اور پایدار ہوتے ہین اور
برف کے مالک کو اسکا جواہر کے بدلے مین دینا مشکل نہین معلوم ہوتا اسیطرح دنیا اور آخرت کی مثال جاننی چاہیے دنیا کو
سمجھنا چاہیے کہ برف آفتاب کے سامنے رکھی ہوئی ہے اور پگھلتی جاتی ہے یہانتک کہ کچھ نہ رہے اور آخرت مثل جواہر کے ہے کہ کبھی فنا
نہین تو جسقدر دنیا اور آخرت مین فرق ہونے کی معرفت زیادہ ہوگی اسیقدر بیع اور معاملہ کی رغبت زیادہ ہوگی یہانتک کہ
اپنے نفس اور مال کے فروخت کرنیکا یقین کامل ہوگا بموجب مضمون اس آیت کے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ
بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ تو اسکا حال خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکا معاملہ مفید ہے فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ زہد مین علم سے صرف اسقدر حاجت
ہوتی ہے کہ آخرت کو بہتر اور باقی جانے اور بعض اوقات یہ اکثر شخص کو معلوم ہوتا ہے مگر وہ دنیا کے چھوڑنے پر قدرت نہین رکھتا
اور یہ امر علم و یقین کے کم ہونے یا اسوقت غلبۂ شہوت مین دبے ہونے یا شیطان کے ہاتھ مین گرفتار ہونے یا شیطان کے وعدہ
اور فریب کے دھوکا کھا جانے سے ہوا کرتا ہے یہ اسی مغالطے مین رہتا ہے کہ موت آ دباتی ہے اور اسوقت بجز حسرت و ندامت
اور کچھ ساتھ نہین جاتا دنیا کی حقارت اس قول خداوندی سے ثابت ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ اور آخرت کی نفاست پر اس
آیت مین اشارہ ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ اسمین بتلا دیا کہ علم جوہر کی نفاست کا اسکی عوض
سے دل ہٹا دیا کرتا ہے اور چونکہ زہد بدون کم معاوضہ اور رغبت محبوب تر چیز کے متصور نہین ہوسکتا اسلیے ایک شخص نے اپنی
دعا مین یہ التجا کی کہ الٰہی میرے نزدیک دنیا ایسی کردے جیسی تیرے نزدیک ہے پس اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ اسطرح مت کہہ یون دعا کر کہ الٰہی دنیا میری سمجھ مین ایسی کر جیسے تو نے اپنے نیک بندونکے نزدیک اسکو
کیا ہے اور اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا کو ایسی حقیر سمجھتا ہے جیسی وہ واقع مین ہے اور ہر ایک مخلوق اسکے جلال کی نسبت حقیر ہے

اور بندہ جو دنیا کو حقیر اپنے لیے جانتا ہی تو اس شے کی نسبت کر ہی جو بندے کیلیے بہتر ہی اور یہ ہو نہیں سکتا کہ گھوڑے کا بیچنے والا گو اس سے
دل برداشتہ ہو وہ گھوڑے کو ایسا سمجھے جیسا مثلاً حشرات الارض کو جانتا ہی کیونکہ ان چیزون کی تو اسکو حاجت نہین ہوگی مگر گھوڑے
سے مستغنی نہین ہی اور اللہ تعالی بذات خود ہر ایک ماسوا سے غنی ہی وہ ہر ایک چیزون کو اپنے جلال کے سامنے ایک ہی درجے مین سمجھتا ہی
اور فرق صرف ایک دوسرے کی نسبت سے جانتا ہی نہ اپنے جلال کے لحاظ سے اور زاہد وہ ہی جو فرق اشیا کا اپنے نفس کے
لحاظ سے جانتا ہی نہ دوسرے کے اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا کہ خداے تعالی جسطرح کسی چیز کو حقیر سمجھتا ہی
اسطرح کی حقارت اور شخص کے نزدیک ہونی متصور نہین اسکی دعا بھی نہ چاہیے باقی رہا عمل جو حال زہد سے صادر ہوتا ہی
وہ چھوڑنا اور اختیار کرنا ہی کیونکہ زہد معاملہ داد و ستد اور معاوضہ بہتر چیز سے ادنی کا ہی تو جیسے بیع و شرا مین یہ مقصود
ہوتا ہی کہ بیع کو ترک کرکے اپنے قبضے سے نکالے اور اسکے عوض کو لے لیجیے اسیطرح زہد مین بھی یہ غرض ہی کہ جس چیز مین زہد
کیا اسکو یعنی دنیا کو مع تمامی اسباب ولوازم و علائق کے ترک کرے یہانتک کہ اسکی محبت دل سے جاتی رہے اور محبت طاعات
دل مین آجاوے اور جو چیز دل مین سے نکلے وہ آنکھ اور ہاتھ اور تمام اعضا سے نکلجاوے اور آنکھ وغیرہ اعضا وظائف
طاعات پر مداومت کرین ورنہ صرف دنیا ترک کرنے سے ایسا ہوگا جیسا کوئی بیع تو مشتری کو دیدے اور اسکے پاس سے
زر ثمن نہ لے اور جب جانبین کی شرائط داد و ستد حسب مذکورہ بالا ہو جائین تو اسکو مژدہ ہو کہ یہ معاملہ نفع کا ہی کیونکہ جس شخص سے
معاملہ ہوا ہی وہ اپنے عہد کو پورا کریگا مثلاً اگر کوئی شخص بیع سلم کرے اور موجود چیز غائب کیلیے دیڈالے اور اسکی تلاش مین
سرگرم ہو تو اگر عاقد یعنی معاملہ کرنیوالا معتبر اور وعدے کا سچا اور دینے پر قادر ہی تو بیشک اسکو مال مطلوب ملیگا اسیطرح معاملہ
خداے تعالے کے ساتھ ہی جسمین سب صفات مذکور بدرجہ کمال موجود ہین پس اس معاملے کے نافع ہونے مین کیا شک ہی اور
جو شخص کہ دنیا کو اپنے پاس رکھے اسکا زہد کبھی نہین درست ہوگا شعر آنکس کہ درم گرفت و دینار نہ زاہد بزار زدو گر ہست آرہ
دیکھو اللہ تعالے نے برادران یوسف علیہ السلام کی صفت زہد بنیامین کے باب مین ذکر نہین فرمائی ہر چند دونون کے لیے
کہتے تھے کہ یوسف اور اسکا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہمسے بہتر ہین اور انکو بھی مثل یوسف علیہ السلام کے جدا کرنا چاہتے
تھے حتی کہ ایک کی سفارش کے باعث رہنے دیا اسی جہت سے انکے باب مین زاہد نہ کہلائے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے
نکالنے کا قصد کیا تھا جب ہی وصف زہد سے خداے تعالی نے انکو موصوف نہ کیا تاآنکہ جب بیچ چکے اور بیچڈالا تو زاہد فرمایا
اس سے معلوم ہوا کہ رہنے دینا علامت رغبت کی ہی اور پاس سے نکال دینا علامت زہد کی پھر اگر تم اپنے قبضے مین دنیا
کچھ تو نکال دو اور کچھ باقی رکھو تو زاہد اسیقدر مین ہوگے جسکو قبضے مین سے نکال دیا زاہد مطلق نہین کہلاؤگے اور اگر تمہارے پاس
کچھ مال ہی نہو اور دنیا موافق نہو تو پھر تمسے زہد ہونا ممکن نہین کیونکہ جس چیز پر تمکو قدرت ہی نہین اسکے چھوڑنے کے کیا معنے
اور اگر شیطان تمکو فریب دے اور سوجھاوے کہ دنیا گو تمہارے پاس نہین آتی تم اسمین زاہد ہو تو تمکو نہین چاہیے کہ
اسکے جال مین آؤ اور اپنے آپ کو زاہد سمجھو بدون اسکے کہ اعتماد قوی اور عہد مضبوط خداے تعالی کی طرف سے

رکھتے ہوا سلیے کہ جبتک تم قدرت کے وقت کو امتحان نہ کروگے تبتک کیسے اعتبار کروگے کہ ہم ترک پہ قادر ہین بہت آدمی ایسے ہین کہ اپنے گمان مین گناہ کو برا جانتے ہین جبتک کہ اسپر دسترس نہین ہوتا مگر جب اس گناہ کے لوازم انکو میسر ہوجاتے ہین اور کوئی روک ٹوک یا خوف لوگون کا نہین ہوتا تو اسمین مبتلا ہوجاتے ہین پس جب نفس کے مغالطے کا حال گناہون مین یہ ہو تو اگر مباحات مین یہ وعدہ کرے اسپر کیسے اعتبار کروگے اور نفس کا عہد غلیظ اسطرح ہو کہ تم اسکا امتحان چندبار قدرت کیوقت کرو اور جب اپنے وعدے کو ہمیشہ پورا کرے حالانکہ کوئی مزاحم اور عذر ظاہری اور باطنی بھی نہو تب کچھ مضائقہ نہین کہ تم نفس پر کسیقدر اعتماد کرو لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ اسکے بدلجانے سے بھی ڈرتے رہو اسلیے کہ وہ جلدی سے عہد توڑ کر اپنی خواہش طبعی کی طرف رجوع کرجاتا ہو حاصل یہ کہ نفس سے امن جبہی ہو جبکہ وہ کسی چیز کو ترک کردے اور اس صورت مین بھی امن صرف اسی متروک چیز کی نسبت کہ ہوگا بشرطیکہ باوجود قدرت ترک کیا ہو۔ ابن ابی لیلے نے ابن شبرمہ سے کہا کہ تم اس نورباف زادہ یعنی امام ابوحنیفہ کو فی کو دیکھتے ہو کہ جس مسلہ مین ہم فتوی دیتے ہین اسکو رد کردیتے ہین انھون نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہین کہ وہ نورباف کے بیٹے ہین یا کیا ہین اتنا جانتا ہون کہ دنیا انکے پاس آئی تو وہ اس سے بھاگے اور ہمسے دنیا بھاگی تو ہمنے اسکی طلب کی یعنے انہے باوجود قدرت کے دنیا مین زہد کیا یہ کتنا فضل ہو اسیطرح زمانہ فیض نشانہ جناب رسالت مآب مین مسلمانون نے کہا کہ ہم خدا تعالی سے محبت رکھتے ہین اور اگر ہمکو معلوم ہوتا کہ اسکی محبت کونسی چیز کرنے سے ہو تو ہم وہی کرتے اسوقت یہ آیت اتری ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فرمایا کہ تو ان تھوڑون مین سے ہو اور وہ فرماتے ہین کہ مجھکو معلوم نہ تھا کہ ہم مین سے کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو دنیا سے محبت رکھتے ہین مگر اس آیت کے اترنے سے معلوم ہوا منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ اب جاننا چاہیے کہ زہد اسکا نام نہین کہ مال کو ترک کرے اور اسکو سخاوت اور جوانمردی کی راہ خرچ کرڈالے یا بطور دلون کے مائل کرنے کے یا اور کسی طمع سے دیدے کیونکہ یہ باتین اخلاق عمدہ مین سے ہین انکو عبادت مین کچھ دخل نہین زہد اسیکا نام ہو کہ آخرت کی نفاست کے مقابل دنیا کو حقیر جانکر ترک کردے ورنہ ہر ایک قسم ترک کی ایسے شخص سے ممکن ہو جو آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو مگر اسکا ترک یا براہ مروت یا سخاوت یا خوش خلقی کے ہوتا ہو زہد نہین ہوتا کیونکہ نام کا ہونا اور دلونکا مائل ہونا یہ لذات دنیاوی ہین اور مال سے زیادہ لذیذ ہین اور جسطرح کہ مال کو سلم کے طور پر دنیا اور عوض کی طمع رکھنی زہد نہین ہو اسیطرح مال کا اس طمع سے دینا کہ نام ہوگا یا لوگ تعریف کرینگے یا سخاوت مین شہرت ہوگی یا اس خوف سے دینا کہ پاس رکھنے سے اسکی حفاظت مین محنت مشقت اٹھانی پڑیگی یا اسکے حاصل کرنے کے لیے بادشاہون کے یہان یا امرا کے سامنے ذلیل ہونا پڑیگا یہ بھی داخل زہد نہین بلکہ ایک لذت دنیاوی کو چھوڑکر دوسری کا حاصل کرنا ہو زاہد وہی ہو جسکے پاس دنیا بے غل وغش ذلیل ہوکر آوے اور وہ اس سے لذت لینے پر قادر ہو اسطرح کہ

۱۷؎ یعنی اگر ہم ان پر لکھ دیتے اور حکم کرتے کہ ہلاک کرو اپنی جان یا نکل جاؤ اپنے گھرون سے تو کوئی نہ کرتے مگر تھوڑے ان مین سے ۱۲

نہ نقصان جاہ کا ہوتا ہو نہ بدنامی ہوتی ہو نہ اور کسیطرح کا حظ نفسانی فوت ہوتا ہو اور نہ وہ ایسی صورت مین دنیا کو اس خوف
سے چھوڑ دے کہ اسکے ساتھ انس کرنے سے غیر اللہ سے مانوس اور ماسوا کا محب ہوجاؤنگا اور خداے تعالے کی محبت
مین مشرک ہونگا اس طمع سے چھوڑ دے کہ آخرت کا ثواب اسکے چھوڑنے سے ملیگا مثلاً دنیا کے شربت اس طمع سے
چھوڑ دے کہ جنت کے شربت ملینگے اور عورتون اور لونڈیون سے ہم بستر اسوجہ سے نہو کہ جنت مین حور عین کی صحبت رہیگی
اور باغون کی سیر جنت کے باغون اور گلزارون کی توقع پر ترک کرے اور زینت و کلفت جنت کی آرائش و تجمل کی
طمع سے چھوڑ دے یہان کے لذیذ کھانون پر اسوجہ سے لات مارے کہ جنت کے میوون پر ہاتھ مارے اور اس
بات کا منتظر رہے کہ وہان کوئی یہ کہیگا اذہبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا غرضکہ جمیع ان باتون کو جو جنت مین وعدہ ہے
دنیا کی بے غل و غش چیزون پر ترجیح دے یہ سمجھکر کہ جو کچھ آخرت مین ہو وہی بہتر و پایدار ہے اور اسکے سوا جتنے ہین سب
معاملات دنیوی فانی اور بیفائدہ ہین

دوسرا بیان زہد کی فضیلت مین ۔ اللہ تعالی فرماتا ہو فخرج علی قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا یالیت لنا
مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم و قال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن امن اس آیت مین زہد کو علما کیطرف منسوب کیا
اور اہل زہد کو علم سے موصوف فرمایا یہ نہایت درجے کی تعریف ہو اور فرمایا اولئک یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا اسکی تفسیر مین
فرمایا کہ جنہون نے دنیا مین زہد کرنے پر صبر کیا وہ مراد ہین اور فرمایا انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملاً احسن
عملاً کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ کونسا زیادہ زاہد ہو دنیا مین اسی سے معلوم ہوا کہ زہد کو احسن اعمال فرمایا اور فرمایا من کان یرید
حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ و من کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب اور فرمایا ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ
ازواجا منہم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ و رزق ربک خیر و ابقی اور فرمایا الذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علی الآخرۃ یہ وصف کفار کا ہو اس سے معلوم ہوا
کہ مومن وہ ہو جو موصوف اس صفت کی ضد سے ہو یعنے آخرت کی محبت دنیا پر چاہتا ہو اور احادیث مین سے جو دنیا کی مذمت مین وارد
ہین وہ بہت ہین چنانچہ انمین سے کسیقدر ہم جلد ثالث مین لکھ آئے ہین کیونکہ محبت دنیا مہلکات مین سے ہو جو اس جلد مین مذکور
ہین اور اب ہم بعض دنیا کی فضیلت لکھتے ہین جو منجیات مین سے ہو اور وہی مراد زہد سے ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۸]
کہ جس شخص کو دنیا ہی کا تردد ہو اللہ تعالے اسکا کام ابتر اور روزی پریشان کردیتا ہو اور افلاس اسکے پیش نظر کرتا ہو اور اسکو دنیا
سے اسیقدر آتا ہو جتنا اسکے لیے لکھا ہوا ہو اور جس شخص کو صرف آخرت کی فکر ہو اللہ تعالے اسکی ہمت مجتمع رکھتا ہو اور اس کی
معیشت کو محفوظ رکھتا ہو اور تونگری اسکے دل مین ڈالتا ہو اور اسکے پاس دنیا ذلیل و خوار آتی ہو اور ایک حدیث شریف
مین فرمایا[۹] کہ جب تم کسی بندہ کو دیکھو کہ اسکو سکوت اور دنیا مین زہد ملا ہو تو اسکے قریب ہوا کرو اسلیے کہ وہ سکھلایا جاتا ہو حکمت

پس نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنی تیاری سے کہنے لگے جو طالب ہین دنیا کی زندگی کے اے کسیطرح ہمکو ملے جیسا کچھ ملا ہو قارون کو بیشک اسکی بڑی قسمت ہو اور بولے جنکو ملی تھی سمجھ اے خرابی تمہاری اللہ کا دیا ثواب بہتر ہو انکو جو یقین لائے ۱۲ ف ۔ وہ لوگ پاوینگے اپنا حق دوہرا اسپر کہ ٹھہرے رہے ۱۲ ف ۔ ہمنے بنایا ہو جو کچھ زمین پر ہو اسکی رونق تا جانچین لوگون کو کون انمین کرتا ہو اچھا کام ۱۲ ف ۔ جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی

جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی بڑھا دین ہم اسکے واسطے اسکی کھیتی اور جو کوئی چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اسکو دیوین ہم اس مین سے اور اسکا نہین آخرت مین کچھ حصہ ۱۲ ف ۔ اور مت پسار اپنی آنکھین اس چیز پر جو برتنے کو دی ہم نے طرح طرح کے لوگون کو رونق دنیا کی زندگی کی ۔ ۔ ۔

۸ ۔ ابن ماجہ بروایت زید بن ثابت ۱۲
۹ ۔ ابن ماجہ بروایت ابی خلاد بسند ضعیف ۱۲

کو اور اللہ تعالی فرماتا ہی ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور اسیواسطے کہا گیا ہی کہ جو شخص چالیس روز دنیا مین زہد کرے خدا تعالی اسکے دلمین چشمے حکمت کے جاری فرماتا ہی اور وہی اسکی زبان سے نکلواتا ہی اور بعض صحابؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کونسا آدمی بہتر ہے آپ نے فرمایا کل مومن مخموم القلب صدوق اللسان ہمنے عرض کیا کہ مخموم القلب کسکو کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ پرہیزگار اور صاف آدمی ہی جسمین نہ خیانت ہو نہ ظلم ہو نہ سرکشی ہو نہ حسد ہمنے عرض کیا کہ اسکے بعد کون بہتر ہی آپ نے فرمایا کہ الذی یشنا الدنیا ویحب الاخرۃ اس سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ برا آدمی وہ ہی جو دنیا کو دوست رکھے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ان اردت ان یحبک اللہ فازہد فی الدنیا اسمین زہد کو سبب محبت فرمایا اور جسکو خدا تعالی دوست رکھتا ہی وہ اعلی درجات مین پہونچتا ہی اسلیے ضرور ہوا کہ دنیا مین زہد کرنا افضل مقامات مین سے ہوا اور اسکا مفہوم بھی یہی ہی کہ دنیا سے دوستی کرنیوالا خدا کے بغض مین مبتلا ہوتا ہی اور ایک حدیث مین جو اہل بیت سے مروی ہی یہ ارشاد ہی کہ الزہد والورع یجولان فی القلوب کل لیلۃ فان صادفا قلبا فیہ الایمان والحیاء اقاما فیہ والا ارتحلا اور جب کہ حضرت حارثہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین یقینا ایماندار ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہی انھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا اسکے ڈھیلے اور پتھر اور سونا میرے نزدیک برابر ہین گویا مین جنت اور دوزخ مین ہون اور گویا مین اپنے رب کے عرش کے پاس کھڑا ہوا ہون آپ نے فرمایا کہ تونے پہچانا اسی پر رہنا پھر فرمایا کہ یہ ایک بندہ ہی کہ اللہ تعالے نے اسکا دل ایمان سے روشن کیا ہی پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت حارثہؓ نے اظہار حقیقت ایمان کو زہد ہی سے شروع کیا اور پھر اسکو یقین سے متصل کیا اور اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو صاف بتلایا اور ارشاد کیا کہ یہ ایک بندہ ہی کہ اللہ تعالی نے اسکا دل ایمان سے منور کیا اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت مین فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام پوچھا کہ یہ شرح کیسی ہی آپنے فرمایا کہ نور جب داخل ہوتا ہے تو اسکے لیے سینہ کھلجاتا ہی تو لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کوئی پہچان ہی آپنے فرمایا کہ ہان پہچان یہ ہی کہ دار ناپائدار سے علیحدہ رہنا اور دار خلود کیطرف رجوع کرنا اور موت سے پیشتر اسکی تیاری کرنی۔ تو دیکھو کیسے آپنے زہد کو شرط اسلام فرمایا یعنے علامت اسکی دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی رغبت کو ارشاد فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالے سے جتنا حق شرما نیکا ہی شرماؤ لوگون نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالے سے شرماتے تو ہین آپنے فرمایا کہ ایسا نہین اسلیے کہ مکان بناتے ہو جسمین نہین رہنے اور جمع کرتے ہو وہ چیز کہ نہین کھاتے اس حدیث شریف مین بیان فرمایا کہ یہ دونون باتین خدائے تعالے سے حیا کرنے کے خلاف ہین اور جب کسی جگہ کے لوگ قاصد آپکی خدمت مین آئے تو عرض کیا کہ ہم مومن ہین آپنے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی پہچان کیا ہی انھونے عرض کیا کہ صبر کرنا مصیبت کیوقت اور شکر کرنا فراخی عیش کی حالت مین اور حکم الٰہی پر راضی رہنا اور دشمنون پر جب مصیبت آوے تو اسپر شماتت نہ کرنا آپنے فرمایا کہ اگر تم واقع مین ایسے ہی ہو تو جو کھاتے نہین اسکو مت اکٹھا کرنا اور جسمین نہ رہنا ہو اسکو مت بنانا اور جس چیز کو چھوڑ جاؤ اسکی رغبت مت کرنا انتہی اس حدیث مین زہد کو

اور جسکو سمجھ ملی بہت خوبی ملی ۱۲ منہ۔ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے عبد اللہ بن عمرو سے اور طبرانی وغیرہ نے مکارم اخلاق ۱۲۔ جسکا دل صاف اور زبان کا سچا ۱۲۔ جو دنیا کو برا جانے اور آخرت کو پسند کرے ۱۲۔ اگر تو یہ چاہے کہ خدا تعالی تجھسے محبت کرے

انکے ایمان کا تتمہ فرمایا اور حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اثنائے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی لا آلہ الا اللہ کہیگا اسطرح کہ اسمین دوسری چیز نہ ملاوے تو اسکے لیے جنت واجب ہے حضرت علیؓ نے اٹھکر عرض کیا کہ میرے پدر و مادر آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ دوسری چیز نہ ملانے سے کیا غرض ہے اسکی صفت یا تفسیر فرمادیجئے آپنے فرمایا کہ دنیا کی طلب اور اسکی پیروی کے لیے اسکو دوست رکھنا اور بعض لوگ ایسے ہین کہ قول تو رسولون کے سے کہتے ہین اور کام حکام ظالم کے سے کرتے ہین تو جو کوئی لا آلہ الا اللہ کہے اور ان امور مین سے اسمین کچھ نہو تو اسکے لیے جنت واجب ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ سخاوت یقین مین سے ہے اور یقین والا دوزخ مین نہ جاویگا اور بخل شک مین سے ہے اور جسنے شک کیا وہ جنت مین نہ جاویگا اور یہ بھی ایک حدیث مین وارد ہے کہ سخی اللہ تعالے سے قریب ہے لوگون سے قریب ہے جنت سے قریب ہے اور بخیل اللہ تعالے اور مخلوق سے دور ہے دوزخ سے قریب ہے اور چونکہ بخل ثمرہ رغبت دنیا کا ہے اور سخاوت زہد کا ثمرہ تو ظاہر ہے کہ ثمرہ کی صفت کرنی بعینہ مثمر کی صفت کرنی ہے اور حضرت ابن مسیبؒ حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اللہ تعالے اسکے دل مین حکمت داخل کرتا ہے پھر اسکی زبان سے حکمت ہی بلواتا ہے اور اسکو دنیا کا مرض اور اسکی دوا دونون بتلادیتا ہے اور اسکو دنیا مین سے دار السلام کیطرف سلامت نکالتا ہے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ ایسی اونٹنیون پر گذرے کہ وہ بہت دودھ دیتی تھین اور حاملہ تھین اور ایسی اونٹنیون کو عرب کے لوگ بہت محبوب اور نفیس مال جانتے تھے کیونکہ انمین سب طرح کے فائدے تھے کہ باربرداری اور گوشت اور دودھ اور اون کے لیے مفید تھین اور یہ وجہ ہے کہ اس مال کی عظمت انکے دلون مین تھی کلام مجید مین ارشاد فرمایا و اذا العشار عطلت غرض کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹنیون کیطرف سے منہ پھیر لیا اور اپنی آنکھین بند کرلین لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم لوگون کا بڑا عمدہ مال ہے اسکو آپ کیون نہین دیکھتے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھکو منع فرمایا ہے پھر یہ آیت پڑھی ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ اور مسروقؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہین کہ وہ فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ خدائے تعالی سے غذا طلب کیون نہین فرماتے کہ آپ کو کھانا کھلاوے اور آپ کی بھوک کیحالت دیکھکر مین روپڑی آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہے اگر مین اپنے پروردگار سے دعا کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلین تو اللہ تعالے انکو جہان مین چاہتا مین میرے ساتھ کردیتا لیکن مین نے دنیا کی بھوک کو سیری پر اور دنیا کے فقر کو غنا پر اور یہان کے رنج کو خوشی پر اختیار کرلیا اے عائشہؓ دنیا محمد اور آل محمد کو مناسب نہین ہے اے عائشہ اللہ تعالے نے رسولون مین سے اولوالعزمون کیلیے یہی پسند کیا ہے کہ دنیا کی برائی پر صبر کرین اور اسکی محبوب چیز سے رکے رہین بلکہ میرے لیے پسند کیا کہ جس بات کا انکو حکم کیا وہی میرے لیے پسند فرمایا جیسا کہ کلام مجید مین ارشاد ہے فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل قسم بخدا مین اسکی فرمانبرداری سے مفر نہین دیکھتا اور جیسا انھون نے صبر کیا ویسا ہی مین بھی اپنے جتنی کوشش کرونگا اور بدون خدا کی توفیق کے قوت بھی اس کام کی نہین اور حضرت عمرؓ کے حال مین کہتے ہین کہ جب آپ کیوقت مین بہت سی فتحین ہوئین تو آپ کی بیٹی حضرت حفصہ ام المومنین نے آپ کی

خدمت مین عرض کیا کہ جب اور جگہ کے لوگ اطراف سے آپکے پاس آیا کرین تو آپ نرم و باریک کپڑے پہنا کیجیے اور کچھ کھانا کیواسطے
فرما دیا کیجیے کہ آپ بھی کھاوین اور دوسرون کو بھی کھلاوین حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ اے حفصہ تمکو معلوم ہے کہ مرد کا حال اسکی بی بی کو
زیادہ معلوم ہوتا ہے انھون نے عرض کیا کہ درست و بجا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تمکو بقسم پوچھتا ہون کہ بھلا تمکو معلوم ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم اتنے برس نبی رہے اور کبھی آپ نے اور آپکے گھر والون نے دن کا کھانا شکم سیر ہو کر نہ کھایا اگر رات کو بھوکے رہے اور رات کو
کھایا تو دن کو بھوکے رہے اور تمھین معلوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اتنے برسون بہت بھوکے رہے کہ خرما سے بھی کبھی انھون یا انکے گھر والون نے
شکم سیر نہ کیا یہانتک کہ اللہ نے خیبر کو مفتوح فرمایا اور تم جانتی ہو کہ ایک روز تمنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان بچھایا
کہ وہ کچھ اونچا تھا یہ امر آپ کو ناگوار ہوا حتی کہ چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا پھر آپ نے اس دسترخوان کو اٹھوا دیا اور کھانا اس سے نیچے
نیچے خواہ زمین پر رکھا گیا اور تم جانتی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک کمل کو دو تہ کر کے اسپر سویا کرتے تھے ایک رات کسی نے
اسکو چار تہ کر دیا کہ آپ نے اسپر خواب استراحت فرمائی جب آپ جاگے تو ارشاد فرمایا کہ تمنے مجھے رات کے جاگنے سے روکدیا اس سے کمل کی
بدستور دو تہ کر کے بچھایا کرو اور تمھین معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کے واسطے اتارتے اور دھو کر پھیلاتے
اتنے مین حضرت بلال آکر نماز کی اطلاع کرتے تو آپکے پاس دوسرا کپڑا نہین ہوتا تھا کہ اسکو پہنکر نماز کیواسطے نکلتے جب وہی
کپڑے سوکھتے تو انکو پہنکر نکلتے اور تمکو معلوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلیے ایک عورت نے بنی ظفر مین سے دو چادرین ایک
تہبند اور ایک دوپٹہ بنایا تھا اور ان دونون مین سے ایک اول بھیجدی تھی کہ دوسری جبتک تیار نہ تھی آپ ایسی ایک چادر کو بدن پر
لپیٹے ہوئے نماز کو نکلے اور دوسرا کپڑا بدن پر کوئی نہ تھا اسی کے دونون کنارون کی گردن کے پاس گرہ لگا لی تھی اور اسیطرح
نماز پڑھی غرض حضرت عمر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اتنا حال بیان کیا کہ حضرت ام المومنین حفصہ رضؓ رونے لگین اور خود بھی روئے
اور ایسی ڈھاڑ ماری کہ لوگون کو معلوم ہوا کہ آپکی جان نکلجاویگی اور بعض روایات مین حضرت عمر کا قول اتنا اور زیادہ آیا ہے کہ آپ نے
فرمایا کہ میرے دو ساتھی تھے جو ایک راہ پر چلے اب مین اگر انکے طریق کے سوا چلونگا تو مجھے دوسری راہ طے کرایا جاویگا اور مین
بخدا اگر انھین کی زندگی پر صبر کرونگا تا کہ ان دونون کے ساتھ ویسا ہی عیش واسع پاؤن اور حضرت ابو سعید خدری آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مجھسے پہلے انبیا فقر مین مبتلا کیے جاتے وہ کمل کے سوا اور کچھ نہ پہنتے اور بعض
جوؤن سے انکا امتحان ہوتا تھا کہ اتنی جوئین ہو جاتی تھین کہ قریب تھا کہ انکو مار ڈالین مگر یہ حالت ان لوگونکو زیادہ محبوب تھی
بہ نسبت اسکے کہ تم عطا کو پسند کرتے ہو۔ اور حضرت ابن عباس روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
حضرت موسی علیہ السلام مدین کے پانی پر پہونچے تو ساگ کی سبزی انکی لاغری کی جہت سے پیٹ سے معلوم ہوتی تھی غرضکہ
اللہ تعالے کے انبیا اور رسول جو خلق کی نسبت خداے تعالے کو زیادہ جانتے تھے اور آخرت کی فلاح سے زیادہ واقف تھے
انکا زہد مین یہ حال تھا۔ اور حضرت عمر سے ایک حدیث مین وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا
فی سبیل اللہ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے دنیا کی اور خرابی ہے دینار و درم یعنی روپیہ اشرفی کی حضرت عمر فرماتے ہین کہ

۱ ترمذی بروایت عایشہ رضؓ ۱۲
۲ بخاری بروایت انس لا یاکل علی خوان ۱۲
۳ ترمذی در شمائل بروایت حفصہ رضؓ ۱۲
۴ بزار بروایت ابو درداء ۱۲
۵ ابن ماجہ بروایت عبادہ بن صامت ضعیف ۱۲
۶ ابن ماجہ مگر اسمین ذکر جوؤن کا ہے

ہم سب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمکو خدائے تعالیٰ نے سونے اور چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا اب ہم کونسی چیز جوڑیں
آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ باتیں حاصل کرنی چاہئیں زبان ذاکر اور دل شاکر اور بی بی نیکبخت کہ خاوند کو امر آخرت پر اسکی مدد کرے
اور حضرت حذیفہؓ سے یہ حدیث مروی ہے من اثر الدنیا علی الآخرۃ ابتلاہ اللہ بثلاث ہما لایفارق قلبہ ابدا وفقرا لا یستغنی ابدا وحرصا
لا یشبع ابدا اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایمان کامل نہیں ہوتا جبتک کہ نہ مشہور ہونا مشہور ہونے کی نسبت کہ محبوب
ہو اور جبتک کہ شے کی قلت کثرت کی نسبت کہ پسند ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک پل ہے اس پر سے اتر جاؤ اور اس پر
عمارت مت بناؤ انسے لوگوں نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک گھر بنادیں جسمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں
آپنے فرمایا کہ جاؤ پانی پر گھر بناؤ انھوں نے عرض کیا کہ پانی پر عمارت کیسے ٹھہرے گی آپ نے فرمایا کہ عبادت دنیا کی محبت کے
ساتھ کیسے ٹھہرے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھپر یہ معاملہ پیش کیا کہ اگر تم چاہو تو سارے
سنگستان مکہ کو تمہارے لیے سونا کر دیا جاوے میں نے عرض کیا کہ الٰہی مجھکو منظور نہیں بلکہ میں ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز
شکم سیر ہوں تاکہ جس روز میں بھوکا رہوں تو تیری درگاہ میں تضرع اور دعا کروں اور جسدن میں شکم سیر ہوں اسمیں تیری حمد و ثنا
کروں اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر جاتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام
آپ کے ساتھ تھے آپ صفا پر چڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل قسم ہے اس ذات کی جسنے تمکو حق کے ساتھ
بھیجا ہے کہ شام کو آل محمد کے نہ مٹھی ستو کی ہوتی ہے نہ آٹے کی یہ کلام آپ کہنے نہ پائے تھے کہ یکدفعہ ہی آسمان ایک کڑک
کی آواز سنی جس سے آپ کو خوف معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ کیا قیامت کو حکم برپا ہونیکا ہوا حضرت جبرئیلؑ نے عرض
کیا کہ نہیں بلکہ یہ اسرافیل علیہ السلام ہیں کہ جب آپکے کلام سنے تو نیچے اترے ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام نے خدمت اقدس
میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپنے کہا تھا وہ سنا اب مجھکو زمین کی کنجیاں لیکر بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ آپ پر پیش کروں
کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد اور یاقوت اور سونے چاندی کا کرکے تمہارے ساتھ چلاؤں اور اگر چاہو تو نبی
اور بادشاہ ہو جاؤ چاہو نبی اور بندہ ہو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کیطرف اشارہ کیا کہ اللہ کیواسطے تواضع کیجئے تو آپ نے
تین بار فرمایا کہ میں رسول اور بندہ رہونگا اور ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اسکو
دنیا میں زاہد کر دیتا ہے اور آخرت کا راغب اور اپنے عیبوں کا بینا بنادیتا ہے اور ایک شخص کو آپنے فرمایا کہ دنیا میں زہد کر
خدائے تعالیٰ تجھکو محبوب جانیگا اور لوگوں کے ہاتھ کی چیز میں زہد کر کہ لوگ تجھکو محبوب جانینگے اور ایک حدیث شریف میں
ہے کہ من اراد ان یوتیہ اللہ علما بغیر تعلم وہدی بغیر ہدایۃ فلیزہد فی الدنیا اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا
کہ من اشتاق الی الجنۃ سارع الی الخیرات ومن خاف من النار لہا عن الشہوات ومن ترقب الموت ترک اللذات ومن زہد فی الدنیا
ہانت علیہ المصیبات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ بدون مشقت

حم جو شخص آخرت پر دنیا کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو تین باتوں میں مبتلا کرتا ہے اول فکر کہ اسکے دل سے جدا نہو دوم مفلسی کہ کبھی تونگر نہو سوم حرص

نہین ملتین اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہے دوم تواضع سوم کثرت ذکر چہارم شئے کی قلت اور ازانجا کہ انبیاء علیہم السلام خلق کو دنیا
سے پھیرنے کے ہی لیے مبعوث ہوے تھے کہ اس سے پھیر کر متوجہ آخرت کردین اور انھون نے جو خلق سے کلام کیے تو اکثر کلام
متضمن دنیا کی برائی اور اسکی محبت کی مذمت پر تھے اس جہت سے بعض دنیا کے سبب احادیث کا بیان کرنا غیر ممکن ہے مگر جو کچھ
بیان کیا گیا اسیقدر کافی ہے۔ اور آثار بھی اسباب مین بہت ہین چنانچہ روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ ہمیشہ بندون کیطرف سے
خداے تعالے کے غصے کو ٹالتا رہتا ہے جبتک کہ بندے وہ چیز نہ مانگین جو انکی دنیا مین سے کم ہو گئی ہو اور ایک روایت مین
یہ ہے کہ جبتک دنیا کے معاملے کو دین کے معاملے پر ترجیح نہ دین اور اگر ایسا کرینگے اور پھر کہینگے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالی فرمادیگا کہ تم
جھوٹے ہو اس کلمہ کے کہنے مین سچے نہین ہو۔ اور بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ انھون نے فرمایا کہ ہم نے سب اعمال کو کیا مگر امر آخرت
کے باب مین دنیا کے زہد سے بڑھکر کوئی عمل نہ پایا اور بعض صحابہؓ نے ایک تابعی سے فرمایا کہ تم عمل اور کوشش اصحاب رضکی
نسبت زیادہ کرتے ہو حالانکہ وہ تمسے بہتر تھے کسی نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے انھون نے فرمایا کہ وہ تمہاری نسبت دنیا مین زہد
بہت کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ دنیا مین زہد کرنا دل اور بدن کی راحت ہے اور بلال بن سعدؒ فرماتے ہین کہ ہمارا
گناہ یہی کافی ہے کہ خداے تعالے ہمکو دنیا مین زہد کرنے کو فرماتا ہے اور ہم اسمین رغبت کرتے ہین اور ایک شخص نے حضرت سفیان
ثوریؒ سے عرض کیا کہ میری تمنا یہ ہے کہ کسی عالم زاہد کو دیکھون آپ نے فرمایا کہ کمبخت یہ تو کھوئی ہوئی چیز ہے جو ملتی نہین اور وہب
بن منبہؒ فرماتے ہین کہ جنت کے آٹھ دروازے ہین جب جنت والے ان کی طرف جاوینگے تو انکے دربان انسے کہینگے کہ قسم ہے
اپنے رب کے عزت کی کہ ان دروازون مین زاہدون سے پہلے کوئی نہ جاویگا جو جنت کے عاشق اور دنیا کے تارک تھے اور
یوسف بن اسباطؒ نے فرمایا کہ مین اللہ تعالے سے تین باتین چاہتا ہون اول یہ کہ جب مین مرون تو میرے پاس
ایک درم بھی نہو دوم یہ کہ مجھپر کسی کا قرض نہو سوم یہ کہ میری ہڈی پر گوشت نہو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے
یہ تینون باتین انکو عطا فرمائین۔ روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے فقہا کے پاس کچھ انعام بھیجا انھون نے اسکو قبول کرلیا اور حضرت
فضیل بن عیاضؒ کے پاس جو دس ہزار درم بھیجے تو انھون نے قبول نہ کیے انکے بیٹون نے انسے عرض کیا اور فقہا نے تو
قبول کرلیے اور آپ باوجود افلاس کے پھیر دیتے ہین حضرت فضیلؒ رو پڑے اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ میری مثال اور
تمہاری ایسی ہے جیسے کچھ لوگون کے پاس ایک بیل تھا اس سے کھیتی کرتے تھے جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اسکو ذبح کر ڈالا تاکہ اسکے
چمڑے سے منتفع ہون ایسے ہی تم بھی میرا ذبح کرنا چاہتے ہو کہ مین بوڑھا ہوگیا بیٹو تمکو بھوک سے مرجانا اس بات سے
بہتر ہے کہ تم اپنے پدر پیر کو ذبح کردو۔ اور حضرت عبید بن عمیرؒ کہتے ہین کہ حضرت عیسی علیہ السلام اون پہنتے اور درختون کے پتے
کھاتے نہ انکے کوئی لڑکا جو مرے نہ گھر جو خراب ہو کل کے واسطے کچھ نہ رکھتے تھے جہان شام ہوتی وہان ہی سو رہتے اور انکی حرم کی
بی بی نے انسے کہا کہ اب موسم سرما سر پر آگیا ہمکو غلہ اور کپڑے اور لکڑی کی ضرورت ہے کہ اسکے بدون چارہ نہین انھون نے فرمایا
کہ ان سب چیزون سے چارہ ہے چارہ اس سے نہین کہ مرینگے اور اسکے بعد اٹھائے جاوینگے اور خداے تعالے کے سامنے کھڑے ہونگے

پھر جنت ملیگی یا دوزخ اور حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیون نہین دھوتے آپ نے فرمایا کہ مرگ اس سے بھی جلد تر ہے یعنی موت بہت قریب ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہین کہ ہمارے دلون پر تین پردے ہین جبتک وہ دور نہین ہوتے تب تک بندے پر یقین ظاہر نہین ہوتا ایک موجود چیز سے خوش ہونا دوسرے مفقود پر رنج کرنا سوم تعریف سے خوش ہونا پس جب کوئی موجود چیز سے خوش ہوتا ہے تو وہ حریص ہے اور جب مفقود پر غم کرتا ہے تو غصہ کرنیوالا ہے اور غصے والے کو عذاب ہوتا ہے اور جب تعریف سے خوش ہوتا ہے تو تعجب کرتا ہے اور عجب عمل کو باطل کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جس شخص کا دل زاہد ہے اسکی دو رکعتین اللہ تعالے کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت کرنے والون کی تمام عمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہین اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جو چیزین خدا تعالے نے ہم سے پھیر دین اور ہمکو نہین دین ان مین اسکا انعام ہمارے اوپر زیادہ ہے بہ نسبت ان اشیا کے جو ہمکو دی ہین اور گویا اسمین اس حدیث شریف کیطرف اشارہ ہے کہ ان اللہ یحمی عبدہ المومن من الدنیا و ھو یحبہ کما تحمون مریضکم الطعام والشراب تخافون علیہ یعنی اگر مریض اس بات کو سمجھے تو جانے کہ لوگون کا سلوک کھانے کے نہ دینے مین جسکا انجام تندرست ہو دینے کی نسبت کہ زیادہ ہے جسکا ثمرہ مرض ہے اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ دنیا دار فانی ہے نہ باقی اور خانۂ مصیبت ہے نہ خانۂ راحت جو اسکو پہچان لیتا ہے وہ اسکی وسعت پر خوش نہین ہوتا ہے نہ تنگی پر رنج کرے اور حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہین کہ کسی عابد کا عمل خالص نہین ہوتا جبتک چار چیزون سے فارغ نہو بھوک اور برہنگی اور فقر اور ذلت اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ مین نے ایسے لوگون کو دیکھا ہے اور ایسون کے ساتھ رہا ہون کہ دنیا کی کسی بات سے خوش نہوتے تھے کوئی شے ادبار اور کسی چیز پر رنج نہ کرتے تھے جو چلی جاوے اور دنیا انکے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہے بعض پچاس برس اور ساٹھ برس زندگی بسر کرتے تھے اسطرح کہ کبھی انکا کپڑا نہ تہ ہوا نہ انکے لیے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھ بچھایا اور نہ اپنے گھر مین کبھی کھانے کو کہا جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے سجدے کرتے آنسو رخسار ون پر بہاتے اللہ تعالے سے اپنی آزادی کے لیے سرگوشی کرتے رہتے جب بھلائی کرتے تو اسکے شکر مین مشغول ہو جاتے اور اللہ سے اسکے قبول کی درخواست کرتے اور جب بدی کرتے تو رنج کرتے اور درخواست مغفرت کرتے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے مگر بخدا گناہون سے نہین بچے اور نہ بدون مغفرت اور رحمت الٰہی کے ساحل نجات پر پہونچے

تیسرا بیان درجات زہد کے ذکر مین اسمین چار تقسیمین ہین ایک خود زہد کی دوسری جس چیز کی رغبت سے زہد ہوتا ہے تیسری جس چیز سے زہد کرتے ہین چوتھی احکام زہد کی پس تقسیم اول تو یہ ہے کہ زہد فی نفسہ بسبب تفاوت اپنی قوت کے تین درجے رکھتا ہے اول درجہ جو سب مین نیچے ہے یہ ہے کہ زہد دنیا مین کرے مگر دنیا کی خواہش بھی ہے اور دل کو میل اور نفس کو التفات دنیا کیطرف ہو مگر زاہد بہ تکلف اور مجاہدہ سے اسکو روکتا ہے ایسے شخص کو متزہد کہتے ہین اور یہ آغاز زہد کا ہوتا ہے ایسے شخص کے حق مین جو درجہ زہد پر پہونچے اپنی کوشش اور عمل سے پہونچے ایسا شخص اول اپنے نفس کو گلاتا ہے پھر تھیلی کو اور زاہد اول تھیلی کو گلاتا ہے پھر نفس کو طاعات مین پگھلاتا ہے نہ یہ کہ جو چیز جدا ہو گئی اسکے فراق کے صبر مین نفس کو گلادے اور متزہد خطرے مین ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا

ہے کہ اسکا نفس غالب ہوجاتا ہے اور شہوت اسکو کھینچتی ہے تو دنیا کیطرف اور اس سے آرام لینے کیطرف عود کرتا ہے خواہ تھوڑی چیز
مین ہو یا بہت مین - دوسرا درجہ یہ ہے کہ دنیا کو اپنی رغبت سے چھوڑ دے بایں وجہ کہ جس چیز کی طمع کی ہے اسکی نسبت دنیا کو حقیر
جانے جیسے کوئی ایک درم کو دو درم کی طمع مین جانے دے کہ اسکو اس درم کے جانیکا رنج نہین ہوتا گو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑتا ہے
لیکن یہ زاہد اپنے زہد کو سمجھتا ہے اور اسکی طرف التفات کرتا ہے جیسے بیچنے والا اپنی چیز کو دیکھا کرتا ہے کہ مین نے ایسی چیز کا عوض
لیا اسی لحاظ سے اسطرح کا زاہد اپنے نفس پر ہوسکتا ہے کہ عجب کرے یا زہد پر شیخی کرے اور جانے کہ ہمنے ایک ایسی چیز چھوڑی جسکی
کچھ قدر تھی اور اسکے عوض اس سے زیادہ قدر کی چیز اختیار کی بہرحال یہ درجہ بھی نقصان کا ہے تیسرا درجہ جو سب سے بڑھکر ہے
یہ ہے کہ زہد اپنی خوشی سے کرے اور زہد مین بھی زہد کرے یعنے اسکو کچھ نہ سمجھے اس لحاظ سے کہ دنیا کو محض ناچیز جانے جیسے کوئی ٹھیکری
دے اور موتی لے لے تو اسکو معاوضہ نہ جانیگا اور یہ نہ سمجھیگا کہ مین نے یہ موتی کچھ دیکر لیا ہے اور نہ اس ٹھیکری کا کبھی خیال کریگا
اور دنیا کو اگر بلحاظ خدا تعالی اور عیش آخرت کے دیکھو تو جیسے ٹھیکری موتی کی نسبت ادنی اور خسیس ہے وہ اس سے بھی زیادہ
خسیس ہے پس زہد کا کمال اس درجہ مین ہے اور سبب اس زہد کا کمال معرفت ہے یعنے اسکو خوف دنیا کیطرف التفات کا نہین جیسے
لینے والے کو خیال ٹھیکری کا نہین آتا اور یہ دل نہین چاہتا کہ اس معاملے کو فسخ کرکے اپنی چیز واپس لے لون حضرت ابویزید نے ابو موسی
عبد الرحیم سے پوچھا کہ تم کیا ذکر کر رہے تھے انھون نے کہا کہ زہد کا پوچھا کہ کس چیز سے کہا دنیا سے انھون نے اپنا ہاتھ جھاڑا اور کہا کہ
مین جانتا تھا کہ کسی چیز کی گفتگو ہوتی ہوگی دنیا تو ناچیز ہے زہد اس مین کیا ہوگا اور جو شخص کہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے
اسکی مثال اہل معرفت اور ارباب قلوب کے نزدیک جنکو مشاہدہ اور مکاشفہ ہر وقت رہتا ہے ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ کے
یہان جانا چاہے اور دروازے پر ایک کتا کھڑا ہو کہ وہ اسکو نہ جانے دے اور یہ اسکے سامنے ایک روٹی کا ٹکڑا پھینکدے وہ
کتا اسکے شغل مین لگے اور یہ دروازے مین گھس جاوے اور بادشاہ کی تقرب حاصل کرکے تمام سلطنت کا کاروبار اسکے سپرد
ہوجاوے تو بھلا ایسا شخص اس نعمت و انعام بادشاہی کے بعد ذرا سا کچھ احسان بادشاہ پر جانیگا اور کہیگا کہ ہمنے بھی دروازے
کے کتے کو ایک لقمہ دیا ہے اسیطرح شیطان خدا کے دروازے کا کتا ہے کہ لوگون کو اندر نہین جانے دیتا باوجودیکہ دروازہ کھلا ہوا
اور پردہ اٹھا ہوا ہے اور دنیا ایک لقمہ کیطرح ہے کہ اگر اسکو کھاؤ تو لذت صرف چابنے کیوقت ہوتی ہے اور نگلتے ہی جاتی رہتی ہے پھر
بوجھ معدہ مین رہتا ہے اور نوبت بدبو اور نجاست ہوجانے کی پہونچتی ہے پھر حاجت اس بوجھ کے نکالنے کی پڑتی ہے پس جو شخص ایسی
چیز کو اسلیے چھوڑدے کہ سلطنت ملے اسکو اس دنیا کا کیا خیال ہوگا اور ساری دنیا کی نسبت یعنے جو کچھ ایک شخص کو ملتی ہے گو
اسکی حیات سو برس کی ہو آخرت کی نعمت کیطرف اس سے بھی کم ہے جو لقمہ کو سلطنت کیطرف اسلیے کہ متناہی چیز کو غیر متناہی
چیز کی طرف کچھ نسبت نہین اور اگر دنیا بالفرض ہزار برس کی بسیط ہو اور بے شغل و غش ملے جب بھی متناہی رہے گی
اور عیش جاودانی آخرت سے اسکو کچھ نسبت نہو گی اور جب کہ مدت عمر بھی کم اور لذت بھی خالی از کدورت نہین تو پھر
بھلا اسکو آخرت سے کیا نسبت حاصل یہ کہ زاہد اپنے زہد کو جبھی دیکھتا ہے جب جس چیز مین زہد کیا ہے اسکی طرف التفات

کرے اور اسکی طرف جب التفات کریگا جب اسکو کوئی چیز قابل قدر و قیمت جانیگا اور اسکا قدر و قیمت کے قابل جاننا
نقصان معرفت سے ہوا کرتا ہی اسلیے سبب زہد کے نقصان کا معرفت کا نقصان ٹھہرا یہ تین درجات زہد کے اور انمین سے ہر ایک
درجہ کے بہت سے درجات ہین مثلاً متزہد آدمی جو صبر و نباہ کرتا ہی تو بعضے صبر مین مشقت زیادہ ہوتی ہی اور بعض مین کم تو اسی مشقت
کی کمی بیشی پر اس درجہ مین بھی اختلاف و تفاوت ہوگا اسیطرح جو شخص اپنے زہد سے عجب کرتا ہی جسقدر اسکو التفات اپنے زہد
کیطرف ہوگا اسی کے موجب اسکے درجہ مین اختلاف ہوگا۔ دوسری تقسیم زہد کی باعتبار اس چیز کے جسکی رغبت زہد کرتے
ہین اسکے بھی تین درجے ہین سب کے نیچے کا درجہ یہ ہو کہ مرغوب فیہ آگ و دوزخ اور تمام تکلیفات مثل عذاب قبر اور مناقشہ
حساب اور پل صراط کے خطرے اور سب اہوال سے نجات پا لینے مین اہوال کا ذکر احادیث مین ہی مثلاً مذکور ہی کہ آدمی حساب مین
کیا جاویگا ایسی طرح کہ اگر سو اونٹ پیاسے اسکے پسینے سے پانی پیوین تو سب کا پیٹ بھر جاوے تو ایسے اہوال سے نجات پانیکی
رغبت زہد ہی اور یہ زہد خوف کرنیوالون کے لیے ہوتا ہی اور وہ گویا نیست ہی پر راضی ہو جاوین اگر نیست کر لیے جاوین
کیونکہ تکلیف سے چھوٹنا بجز نیستی کے حاصل ہو جاتا ہی دوسرے یہ کہ زہد سے رغبت خدا سے تعالی کے ثواب اور انعام اور لذتون کی جنکا
وعدہ جنت مین ہی مثل حور و قصور وغیرہ کے ہو یہ زہد چاہنے والون کا ہوتا ہی لیکن ان لوگون نے جو دنیا کو چھوڑا تو اسلیے نہین کہ آخرت کی
قناعت کرکے رنج سے چھٹی پاوین بلکہ طمع وجود دائمی اور دولت سرمدی کی جسکی کچھ انتہا نہین ہی اور تیسرے یہ کہ زاہد کو کسی چیز کی
رغبت سوا خدا اور دیدار خدا کے اور کچھ نہو نہ دل کو التفات تکلیفات کیطرف ہو کہ اس سے نجات چاہے نہ توجہ لذات کیطرف ہو
کہ انکا حصول منظور ہو بلکہ ہمہ تن مستغرق خدا سے تعالی مین ہو اور جب حال اسکا یہ شعر ہو گیا ہو قسمہ ....
..... خواہ ..... خوان ..... ؛ موحد حقیقی وہی ہی جو خدا سے تعالی کے سوا کسی کی طلب نکرے کیونکہ جو شخص اللہ تعالی کے
سوا دوسرے کی طلب کرتا ہی وہ اسکی پرستش کرتا ہی اور ہر ایک مطلوب معبود ہی اور ہر ایک طالب اپنے مطلوب کے لحاظ سے اسکا
بندہ ہی غیر اللہ کی طلب بھی شرک خفی ہی اس قسم کا زہد محبین کا ہی اور وہی عارف ہین کیونکہ اللہ تعالی سے خاص محبت
کرتا ہی جو اسکو پہچانتا ہی اور جو شخص کہ دینار اور درہم کو جانتا ہو اور اسکو معلوم ہو کہ دونون ایک ساتھ جمع نہین ہوسکتے تو وہ دینار
کی محبت کریگا اسیطرح جو شخص خدا سے تعالی کو جانتا ہی اور لذت دیدار کو بھی جانتا ہی اور یہ بھی اسکو معلوم ہی کہ لذت دیدار الہی اور لذات
آسایش جنت اور حور و قصور اور دیکھنا وہان کے قسم قسم کے رنگ و نقش و نگار کا ایک ساتھ ممکن نہین تو وہ صرف لذت دیدار ہی چاہیگا اور
ترجیح دیگا اسیطرح دولت دیدار ہی کو نہو کیا کہ جنت فردوس کو؛ اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اہل جنت کو دیدار الہی کے
دیکھنے کے وقت لذت حور و قصور اور آسایش جنت کی گنجایش ذہن باقی رہیگی بلکہ لذات ..... کو لذات جنت کیطرف ایسی
نسبت ہی جیسی لذت سلطنت دنیا اور تمام لوگون کے مالک ہونے کو ہی لذت چڑیا پکڑنے اور اسکے کھیل ہی شروع ہونے کیطرف
ہی جو لوگ طالب آسایش جنت ہین وہ اہل معرفت اور صاحب لوگ نزدیک ایسے ہین جیسے کوئی لڑکا لذت سلطنت چھوڑ کر
چڑیا سے کھیلنے کا طالب ہو اور یہ امر اسوجہ سے ہوتا ہی کہ وہ لذت سلطنت سے ناواقف ہوتا ہی نہ اس سبب سے کہ چڑیا

سے کھیلنا فی نفسہ سلطنت سے بڑھکر اور لذیذ تر ہی تیسری تقسیم زہد کی باعتبار اس چیز کے ہی جس سے زہد کرتے ہین اس باب مین اقوال بہت ہین اور غالباً سو سے زیادہ ہونگے سب کی نقل سے کچھ فائدہ نہین مگر ایک تقریر ایسی لکھتے ہین جو جامع تفصیلون کی ہو جس سے معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ اسباب مین منقول ہی خالی قصور سے نہین کل کا احاطہ کسی مین نہین پس ہم کہتے ہین کہ وہ چیز جس سے زہد ہو وہ یا مجمل ہی یا مفصل اور اسکی تفصیل کے لیے بھی چند مراتب ہین کہ بعض مین تفصیل افراد کی زیادہ ہی اور بعض مین مجمل کی جمعیت بہت ہی اب اجمال درجہ اول مین تو یہ ہی کہ ہر ایک چیز ماسوا اللہ سے زہد کرنا چاہیے یہانتک کہ اپنے نفس سے بھی زہد کرے اور دوسرے درجے کا اجمال یہ ہی کہ جس صفت سے نفس کو نفع ہو اسمین زہد کرے اس مین سب مقتضائے طبیعت کے مثل شہوت اور غضب اور کبر اور ریاست اور مال اور جاہ وغیرہ آگئے اور تیسرے درجے کا اجمال یہ ہی کہ مال اور جاہ اور انکے لوازم مین زہد کرے کیونکہ تمام حظوظ نفسانی کا مآل انھین کیطرف آرہتا ہی اور یہ چوتھے درجے کا اجمال یہ ہی کہ علم اور قدرت اور دینار و درم مین زہد کرے کیونکہ مالون کے اقسام گو کتنے ہی ہون سب دینار و درم مین آجاتے ہین اور جاہ کے کتنے ہی اسباب ہون وہ علم و قدرت مین شامل ہین اور علم و قدرت سے ہماری مراد اس علم و قدرت سے ہی جس سے غرض لوگون کا مالک ہونا ہی اسلیے کہ معنی جاہ کے دلون کا مالک ہونا ہی اور انپر قابو پانا ہی جیسے مال کے معنی چیزونکا مالک ہونا اور انپر قدرت پانا ہی پس اگر اس تفصیل کو بڑھاتے جاؤ اور اس سے زیادہ شرح و بسط کرتے جاؤ تو کیا عجب ہی کہ یہ چیزین جنسے زہد ہوتا ہی شمار سے زائد ہو جاوین۔ خداوند کریم نے ایک آیت مین انمین سے سات بیان کیے ہین اور فرمایا زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا پھر دوسری آیت مین انکو پانچ کر دیا ہی اور فرمایا اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد پھر ایک جگہ وہی کر دی ہین اور فرمایا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولہو پھر سب کو ایک ہی کر کے ارشاد فرمایا ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی لفظ ہوے ایسا ہے کہ تمام حظوظ نفسانی و دنیاوی کو شامل ہی تو چاہیے کہ زہد اسی مین ہو اور جب تمکو حال مجمل کرنے اور مفصل کرنیکا معلوم ہوا تو جان لیا ہوگا کہ ان مین سے بعض مخالف بعض کے نہین بلکہ فرق صرف ایک دفعہ شرح کرنیکا اور دوسری بار اجمال کا ہی حاصل یہ کہ زہد یہ ہی کہ تمام حظوظ نفسانی سے دل اٹھا لیا جاوے اور جب حظوظ سے دل بردا شتگی ہو گی تو دنیا سے بھی ہوگی اور بالضرور امل بھی کوتاہ ہوگی کیونکہ زندگی اسی لیے مطلوب ہوتی ہی کہ دنیا سے متمتع ہو اور بقا کا چاہنا اسی تمتع کیواسطے ہی مثلاً کوئی شخص جو ایک چیز کا ارادہ کرتا ہی اسکا دوام چاہتا ہی اور زندگی کی محبت کے بھی معنی یہی ہین کہ جو چیز موجود یا ممکن اس زندگی مین ہے اسکی محبت ہمیشہ کو رہے پس جب اسی سے دل بردا شتہ ہوگا تو زندگی بھی نہین چاہیگا اور اسی بنا پر جب لوگون پر جہاد فرض ہوا تو کہا ربنا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ قل متاع الدنیا قلیل یعنے تم جو باقی رہنا اپنا چاہتے ہو سو دنیا کے فائدے لینے کے لئے ہی اور وہ ایک بہت تھوڑی چیز ہے اسکے بعد حال زاہدون اور منافقون کا کھل گیا زاہد جو اللہ کی محبت رکھتے تھے وہ تو اللہ کی راہ مین ایسے لڑے کہ گویا سیسا پلائی ہوئی دیوار ہی اور متوقع دو عمدہ باتون مین سے ایک کے ہوئے اور جب بلاوا آیا

پکار ہوتی تھی تو انکے مشام جان جنت کی خوشبو سے معطر ہوجاتے تھے اور جہاد کیواسطے جیسا پیاسا پانی پر گرتا ہو دوڑتے تھے
تاکہ دین خدا کی مدد کرین اور درجۂ شہادت لین اور اگر کوئی ان مین سے اپنی موت مرتا تھا تو اس درجے کے نہ ملنے کی حسرت
کرتا تھا یہانتک کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جب اپنے مرض موت مین بستر پر حالت نزع مین ہوئے تو فرماتے تھے کہ مین نے
بتوقع شہادت اپنی جان بہت لڑائی اور صفون مین کفار کی گھس گیا مگر وہ درجہ نہ ملا اور آج بڑھیونکی سی موت مرتا ہون جب
آپ کا انتقال ہوا تو آٹھ سو زخمون کے داغ بدن پر تھے ایمان مین سچے لوگون کا یہ حال تھا اور منافقین کا یہ حال تھا کہ موت
کے خوف سے جماعت مین بھاگ گئے انسے کہا گیا ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ان لوگون نے جو زندہ
رہنے کو شہادت پر ترجیح دی تو ادنی چیز اعلی کے بدلے مین لیا انکا یہ حال ہوا اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدی
فما ربحت تجارتہم وما کانوا مہتدین اور مخلص تو خداے تعالی کے ہاتھ اپنی جان و مال بیچ چکے ہین اس وعدہ پر کہ انکو جنت ملیگی
جب دیکھینگے کہ بیس یا تیس برس تمتع کے عوض عیش جاودانی ملی تو اسوقت اپنے معاملے سے خوش ہونگے جب تکو یہ حال معلوم
ہوچکا کہ جس چیز سے زہد چاہیے اسکی تفصیل یہ ہے تو جان لو کہ جو کچھ لوگون نے اسباب مین یعنی تعریف زہد مین لکھا ہے ان کے
اقوال مین صرف بعض اقسام زہد کی چیزون کے پائے جاتے ہین ہر ایک شخص نے تعریف زہد مین یا تو مخاطب کے حال کے
مناسب کچھ لکھا ہے یا جو بات اپنے نفس پر غالب پائی اسکو بیان فرمادیا ہے مثلاً حضرت بشر فرماتے ہین کہ دنیا مین زہد یہ ہے کہ
لوگون مین زہد کرے اس قول مین صرف جاہ سے زہد کا اشارہ پایا جاتا ہے اور قاسم جوعی فرماتے ہین کہ زہد دنیا مین شکم کو کہتے ہین
جسقدر آدمی اپنے پیٹ پر قابو رکھتا ہوگا اسیقدر زہد اسمین ہوگا اسمین اشارہ ایک خواہش کیطرف ہے اور واقع مین یہ خواہش
اور شہوات سے بڑھکر ہے اور اکثر شہوات کا منشا یہی ہوتی ہے اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ زہد دنیا سے مراد قناعت ہے اس قول
مین اشارہ صرف مال کے زہد کا ہے اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ زہد امل کے کوتاہ کرنے کا نام ہے یہ قول جامع تمام شہوات
کا ہے کیونکہ جو شخص کسی شہوت کیطرف میل کرتا ہے اپنے جی مین جبتک کا باقی رہنا تجویز کرلیتا ہے اسی لیے اسکے امل مین طول
ہوتا ہے اور جسکی امل کوتاہ ہوتی ہے وہ گویا تمام شہوات سے دل اٹھا لیتا ہے۔ اور حضرت اویسؒ فرماتے ہین کہ جب زاہد طلب معاش کیلیے
نکلے تو اسکا زہد جاتا رہتا ہے اس سے انکا مقصود تعریف زہد کی نہین بلکہ توکل کو زہد مین شرط کیا ہے اور یہ بھی انہین کا قول ہے کہ زہد اسکا
نام ہے کہ رزق مضمون کی طلب نکرے۔ اور ارباب حدیث کا قول ہے کہ دنیا کیا ہے کہ رائے اور عقل سے عمل کرنا اور زہد اسکا نام ہے
کہ علم کا اتباع کرے اور سنت کی اقتدا لازم کرلے اس قول مین اگر رائے سے رائے فاسد اور عقل سے وہ عقل مراد ہے جس سے
کہ دنیا مین جاہ طلب کیا جاتا ہے تو واقع مین یہ قول ٹھیک ہے لیکن اس مین اشارہ یا تو صرف بعض اسباب جاہ کی طرف ہے
یا ایسی شہوات کیطرف جو فضول ہین مثلاً بعض علوم اسطرح کے ہین کہ انسے کچھ فائدہ نہین اور لوگون نے انکو اتنا طول دیا ہے
کہ اگر آدمی تمام عمر ایک ہی علم مین مصروف رہے تو پورا نہ کرپاوے تو زاہد کے لیے ضرور ہوا کہ فضول امر سے اول زہد کرے
اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ زاہد وہ ہے کہ جب کسی کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھسے بہتر ہے انکا مذہب یہ ہے کہ زہد تواضع کا نام ہے اور یہ

اشارہ ہے جاہ و عجب کے نہونے کا جو بعض اقسام زہد سے ہے اور بعضونکا قول ہے کہ زہد طلب حلال کو کہتے ہین اور اس قول کو حضرت اویس وغیرہم کے قول سے کچھ نسبت نہین کہ وہ فرماتے ہین کہ زہد طلب کو ترک کر دینے کا نام ہے اور اسمین بیشک نہین کہ انکی مراد طلب حلال ہی کو ترک کرنے سے تھی۔ اور یوسف بن اسباط فرماتے ہین کہ جو شخص ایذا پر صبر کرے اور شہوات کو چھوڑ دے اور روٹی وجہ حلال سے کھاوے اسکو اصل زہد حاصل ہے اسیطرح انکے سوا زہد کے باب مین بہت سے اقوال ہین کہ انکے لکھنے سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص امور کے حقائق لوگون کے قول سے معلوم کرنے چاہے تو قولو نمین اختلاف پاکر حیران رہجاویگا مگر جسکو امر حق ظاہر ہوجاویگا اور اسکا ادراک اپنے دل کے مشاہدہ سے کرلیگا تو پھر سنی ہوئی بات سے کچھ مستفید نہوگا اسلیے کہ حق بات پر اعتماد کرچکا اور جس شخص نے کہ اپنے قصور بصیرت سے کچھ کوتاہی کی اسپر اطلاع پائیگا اور جسنے کمال معرفت کے ہوتے ہوئے جتنی حاجت دیکھی اسیقدر بیان پر اکتفا کی اسپر بھی واقف ہوجاویگا۔ اور ان بزرگون نے جو اختصار پر کفایت کی تو اسوجہ سے نہین کہ انکی بصیرت کچھ کم تھی مگر اس سبب سے کہ جو کچھ انھون نے فرمایا ہے حاجت ہی کیوقت فرمایا ہے تو جسقدر حاجت دیکھی اسیقدر بیان کیا اور چونکہ حاجات مختلف ہوتی ہین اسی جہت سے کلمات جواب بھی مختلف ہوے اور بعض اوقات سبب کفایت کرنیکا یہ ہوتا ہے کہ غرض ان کلمات سے خبر دینا اس حال کا ہوتا ہے جو بندے مین دائمی ہوتا ہے اور وہ حال بھی خود بندیکا ایک مقام ہے اور ازانجا کہ ہر ایک بندے کے لیے ایک نیا حال ہوتا ہے تو جن کلمات سے اسکی خبر دیجاویگی وہ بھی بلاشک مختلف ہونگے لیکن امر حق واقع مین ایک ہی ہوگا اسکا مختلف ہونا ممکن نہین اور سب اقوال مین سے زہد کے باب مین جو جامع اور در حقیقت کامل ہے گو اسمین تفصیل نہین قول ابو سلیمان دارانی کا ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ زہد کے باب مین ہمنے بہت تقریرین سنین اور ہمارے نزدیک زہد یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانع ہو اسکو ترک کرے اور ایک قول مین تفصیل بھی بیان کی اور کہا کہ جو شخص نکاح کرے یا طلب معیشت کیلیے سفر کرے یا حدیث لکھے وہ دنیا کا مائل ہوا تو ان سب چیزون کو زہد کے خلاف کر دیا۔ اور ایکبار انھون نے یہ آیت پڑھی اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ اور فرمایا کہ قلب سلیم سے وہ دل مراد ہے کہ جسمین خدا کے سوا کچھ نہو اور فرمایا کہ لوگون نے جو دنیا مین زہد کیا تو اسلیے کہ انکے دل دنیا کے تردوات سے چھوٹ کر آخرت کے لیے فارغ ہوجاوین۔ اب زہد کی چوتھی تقسیم کو سننا چاہیے کہ احکام کے لحاظ سے زہد کی تین قسمین ہین فرض اور نفل اور سلامت اور یہی قول حضرت ابراہیم بن ادہم کا ہے زہد فرض تو حرام مین زہد کرنا ہے اور نفل حلال مین اور سلامت شبہات مین اور ہمنے تفصیل درجات ورع کے باب حلال وحرام مین لکھی ہے اور وہ زہد مین سے ہے کیونکہ حضرت مالک بن انس رضی سے پوچھا گیا کہ زہد کیا چیز ہے فرمایا کہ تقویٰ ہے اور اگر زہد کو بلحاظ خفیہ امور کے چھوڑنے کے دیکھا جاوے تو کچھ انتہا نہین کیونکہ نفس جن چیزون سے مثل خطرات اور تمام حالات کے خصوصاً ریا خفی وغیرہ کہ سوا بڑے علما کے اور کوئی انپر واقف نہین ہوتا متمتع ہوتا ہے انکی کچھ انتہا نہین تو اسمین زہد کرنے کی بھی انتہا نہین بلکہ امور ظاہر مین بھی درجات زہد کے غیر متناہی ہین نہایت اعلیٰ درجہ اسمین وہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا کہ لیٹتے وقت پتھر سر کے تلے رکھ لیا شیطان نے آپ سے کہا کہ آپنے تو دنیا کو ترک کیا تھا اب یہ کیا ہوا آپ نے فرمایا کہ تونے کونسی چیز دنیا کی دیکھی اسنے کہا کہ سر کے تلے پتھر رکھا کہ سر اونچا رہے اور آسایش ملے آپنے پتھر سر تلے سے نکالکر پھینک دیا

ف اگر [illegible] ۱۲

کر لے اسکو اور دنیا کو دونون کو لیجا - اور حضرت یحیی علیہ السلام کے حال مین ہے کہ آپ نے ٹاٹ اسقدر پہنا کہ آپکی جلد مین اسکے نشان
پڑ گئے اور نرم لباس کو نہ پہنا کہ جلد کو آسایش ہو گی آپکی ماں مشفقہ نے فرمایا کہ ٹاٹ کے عوض اون کا کرتہ پہن لو آپنے ویسا ہی کیا وحی
ہوئی کہ اے یحیی ہمارے اوپر دنیا کو پسند کیا آپ روئے اور اس کرتے کو نکالکر اپنا پہلا ہی لباس پہن لیا اور حضرت امام احمد فرماتے ہین
کہ زہد حضرت اویس ہی کا تھا کہ برہنگی سے یہ نوبت پہونچی تھی کہ ایک چٹائی کی تھیلی مین بیٹھ رہتے تھے اور حضرت عیسی علیہ السلام
ایک دیوار کے سایے مین بیٹھ گئے دیوار والے نے انکو اٹھا دیا آپنے فرمایا کہ تونے مجھکو نہین اٹھایا مجھکو اسنے اٹھایا جسکو میرے لیے
مین آسایش لینا منظور نہوئی غرضکہ درجات زہد کے ظاہر و باطن کے اعتبار سے بیشمار ہین اقل درجہ یہ ہے کہ ہر شبہہ اور ممنوع چیز مین زہد کرے
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ زہد اسی کا نام ہے کہ حلال مین ہو نہ شبہہ اور ممنوع مین اور شبہہ اور ممنوع چیز مین زہد کرنا تو زہد کے درجات مین
کسی مین نہین پھر دیکھا کہ اس زمانے مین حلال باقی نہین رہا اسواسطے انکے نزدیک زہد غیر ممکن ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب یہ ٹھہر گیا کہ
زہد خدا تعالے کے ماسوا کا ترک کرنا ہے تو کھانے اور پینے اور لباس اور لوگون کے ملنے اور گفتگو کرنے سے زہد کیسے ہوسکیگا کیونکہ
ان امور مین مشغول ہونا تو ماسوا اللہ مین مشغول ہوتا ہے پس اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا سے پھر کر خدائے تعالی کی طرف تمام توجہ مشغول
ہونیکے یہ معنی ہین کہ خدائے تعالی کیطرف تمام دل و ہمت ذکر اور فکر کی رو سے متوجہ ہوا اور یہ بات بدون زندگی کے ممکن نہین اور زندگی کی بقا
ضروریات نفس کے نہین ہوسکتی پس جب آدمی دنیا سے مہلکات بدن کے دفع پر اقتصار کرے اور اس سے غرض عبادت پر بدن سے
مدد لینی ہو تو اس حرکت سے غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہوگا اسلیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ مقصود کیطرف بدون اسکے جانا ممکن نہو وہ
مقصود ہی مین گنی جاتی ہے مثلاً کوئی شخص راہ حج مین سواری کو آب و دانہ دیتا ہے تو حج سے روگردان نہوگا مگر چاہیے کہ بدن خدا تعالی کیراہ
مین ایسا ہی ہو جیسے سواری حج کے راستے مین یعنے آسایش سواری کی مقصود بالذات نہین صرف اتنا مطلب ہے کہ اس سے مہلکات دور
کرتا رہے تاکہ منزل مقصود پر پہونچا دے اسیطرح بدن کا محفوظ رکھنا بھوک اور پیاس اور گرمی و سردی جو اسکے حق مین مہلکات ہین
کھانے اور پینے اور لباس اور مسکن سے چاہیے اور ان چیزون مین سے مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور لذت اور آسایش مقصود نہو بلکہ
اطاعت الہی پر قوت منظور ہو تو یہ بات مخالف زہد کے نہین بلکہ شرط ہی ہے کہ زہد مین اسکا ہونا ضروری ہے اور اگر کچھ کسیوقت
کھانا کھانے مین تو لذت خواہ مخواہ ہو گی تو یہ لذت مضر نہین بشرطیکہ مقصود لذت حاصل کرنا نہو مثلاً اگر کوئی ٹھنڈا پانی پئے تو کبھی اسکو
لذت معلوم ہوتی ہے مگر انجام اسکا یہی ہے کہ تکلیف پیاس کی دفع ہو جاوے اور اگر کوئی پاخانہ پھرتا ہے تو اس سے بھی راحت ہوا کرتی ہے
مگر اسکو آدمی مقصود اور مطلوب نہین سمجھتا اسلیے دل کو اسکی طرف کچھ توجہ نہین ہوتی ایسے ہی بعض اوقات آدمی تہجد کو اٹھتا ہے اور
اسوقت کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اچھی معلوم ہوا کرتی ہے یا صبح کو جانورون کی بولیان خوش معلوم ہوتی ہین لیکن اگر مقصود بالذات نہون تو
انسے کچھ ضرر نہین اور مقصود بالذات اسطرح ہو جاتے ہین کہ کوئی جگہ ایسی ہی تلاش کرے جہان کی ہوا بھی اچھی ہو اور جانورون کی
آواز بھی ہوتی ہو وغیرہ پس اگر بدون اپنے قصد کے ایسی جگہ ہاتھ آ گئی تو کچھ حرج نہین اور خوف کرنیوالون مین بعضے لوگ ایسے
بھی تھے جنھون نے ایسی جگہ تلاش کی جہان صبح کی ہوا نہ لگے اس خوف سے کہ مبادا اس سے راحت پاکر دل کو انس ہو جاوے

کہ اس سے انس ہونا دنیا کے ساتھ انس ہونا ہے اور جس قدر غیر خدا سے انس ہوتا ہے اسیقدر خدا کے ساتھ انس ہونے مین خلل پڑتا ہے اور اسیوجہ سے حضرت داؤد طائی اپنا پانی کھلے گھڑے مین رکھتے اور دھوپ سے علیحدہ نہ کرتے اور گرم پانی پیتے اور فرماتے کہ جو کوئی ٹھنڈا پانی پیوے اسپر دنیا کا چھوڑنا مشکل پڑتا ہے تو اسطرح کے خوف احتیاط کرنیوالون کے ہین اور ان سب مین احتیاط کرنی ہوشیاری کی بات ہے کیونکہ اگرچہ اسمین وقت پڑتی ہے مگر تھوڑے دنون اس سے بچ رہنا ہمیشہ کی لذت کے واسطے اہل معرفت پر کچھ گران نہین جو اپنے نفس کو شرعی سیاست سے دبائے رکھتے ہین اور حبل متین یقین کو پکڑے ہوئے ہین اور دنیا و دین کے ایک دوسرے کی ضد ہونے کو خوب پہچانتے ہین

چوتھا بیان ضروریات زندگی مین زہد کرنے کی تفصیل مین۔ جاننا چاہیئے کہ آدمی جن چیزون مین ڈوبے ہوئے ہین وہ دو قسم ہین یا تو ضروری یا فضول فضول تو ایسی اشیا جیسے پلے ہوئے گھوڑے کہ اکثر آدمی انکو آرام سواری کی جہت سے رکھتے ہین حالانکہ پیادہ بھی چل سکتے ہین اور ضروری چیزین ایسی ہین جیسے کھانا اور پہننا اور چونکہ ہم تفصیل فضول کی نہین کر سکتے اسلیئے کہ وہ بیحد و بیشمار ہین اور ضروری چیزین البتہ شمار ہو سکتی ہین اور ان مین باعتبار مقدار اور جنس اور اوقات کے فضول کو دخل بھی ہے لہذا انکے باب مین زہد ہونے کی صورت کا لکھنا ضروری ہے اور ضروری چیزین چھ ہین غذا اور لباس اور مسکن اور اسباب خانہ داری اور نکاح اور مال اور غرض کے حصول کے لیے یعنے ان چھون مین سے کسی کے ملنے کے لیے جاہ کا ہونا بھی ضروری ہے اور جاہ کے معنے اور اس سے لوگون کی محبت کی وجہ اور اس سے بچنے کی کیفیت ہم نے جلد ثالث کے باب الریا مین لکھی ہے۔ اور اب ہم صرف ان چھ ضروری چیزون کے بیان پر اکتفا کرتے ہین ضرورت اول غذا اس مین آدمی کیلیے اسقدر ضروری ہے جو اسکو توانا رکھے مگر اسمین زہد کی تکمیل کے لیئے اسکا کچھ طول اور عرض کم کرنا چاہیئے طول باعتبار تمام عمر کے ہے اسلیئے کہ جو شخص ایک دن کا کھانا رکھتا ہے کبھی اسپر قانع نہین ہوتا اور عرض اسکا مقدار غذا اور جنس اور وقت مین ہوا کرتا ہے پس طول کو اسطرح گھٹانا چاہیئے کہ امل کو کوتاہ کرے اور کمتر درجہ زہد کا اسباب مین یہ ہے کہ جب شدت کی بھوک اور مرض کا خوف ہو اسوقت بھوک کے دفع کی مقدار پر کفایت کرے اور جسکا یہ حال ہو وہ جب کچھ پاوے گا دن کے کھانے مین سے رات کیلیے نہین رکھیگا۔ یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک مہینہ یا چالیس روز کے لیے ذخیرہ کرے تیسرا درجہ یہ کہ ایک برس کیلیے ذخیرہ کرے اور یہ حال ضعیف زاہدونکا ہے اور جو برس روز سے زیادہ کے واسطے ذخیرہ کرے تو اسکو زاہد کہنا محال ہے اسلیئے کہ جو شخص برس دن سے زیادہ جینے کی توقع کرے وہ بیشک طویل الامل ہے اس سے زہد نہین پورا ہوگا ہان جس صورت مین کہ کوئی پیشہ نہین رکھتا اور لوگون کے مال لینے کو دل نہ چاہے تو برس روز سے زیادہ کا بھی مضائقہ نہین جیسے حضرت داؤد طائی کو بیس دینار ترکہ مین سے ملے تو آپ نے اُن کو رکھ چھوڑا اور بیس برس مین انکو اٹھایا یہ امر انکا اصل زہد کے خلاف نہین لیکن ان لوگون کے نزدیک جو زہد مین توکل کو شرط کہتے ہین البتہ خلاف ہے اور عرض کی کمی مقدار کی رو سے یہ ہے کہ ایک دن رات مین کمتر درجہ پاؤ سیر ہے اور متوسط درجہ آدھ سیر اور اعلے درجہ وہ مقدار ہے کہ شارع نے کفارہ مین مساکین کے لیے

مقرر کی ہے اور جو اس سے زیادہ کھاوے تو بسیار خواری اور پیٹ کے دھندے مین لگنے مین داخل ہے اور جو شخص ایک مد عشر بسن نکرے تو شکم کے باب مین اسکو زہد ذرہ بھر نہوگا اور جنس کی رو سے کمی یہہ ہے کہ جو غذا ہو سکے خواہ بھوسی ہی کی روٹی ہو اور اوسط درجہ جو و چنے کی روٹی ہو اور اعلے درجہ بدون چھنے گیہون کے آٹے کی روٹی اور اگر چھنے ہوے آٹے کا پھلکا ہوگا تو زہد کے اول درجے کا تو کیا ذکر ہے سب پچھلے مقام زہد سے بھی خارج ہوگا اور آسایش والون مین داخل ہوگا اور سالن مین سے ادنی نمک یا ساگ یا سرکہ ہے اور اوسط زیتون کا تیل یا کوئی اور چکنائی تھوڑی سی اور اعلے گوشت کسی قسم کا اور یہہ ہفتے مین ایک دو دفعہ ہو اگر دو دفعہ سے زیادہ ہفتے مین ہوگا تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا ایسا شخص شکم کے باب مین ہرگز زاہد نہ کہلاوے گا اور وقت کے اعتبار سے کمی یہہ ہے کہ رات دن مین ایکبار کھاوے یعنی روزہ رکھا کرے اور اوسط یہہ ہے کہ ایکدن روزہ رکھے اور رات کو کھانا نہ کھاوے صرف پانی پی لے اور دوسرے روز روزہ رکھے تو کھانا کھا لے اور پانی نہ پیوے اور بہتر یہہ ہے کہ تین دن یا ہفتہ بھر یا زیادہ مدت کا روزہ رکھ سکے اور ہم نے طریق خوراک کے کم کرنے اور اسکی حرص کے توڑنے کا حال جلد ثالث مین لکھا ہے اور احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ انھون نے غذا مین اور سالن کے چھوڑنے مین کیسے زہد کیا حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ ہمکو چالیس چالیس راتین گذر جاتی تھین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مین نہ چراغ جلتا تھا نہ آگ سلگتی تھی کسی نے پوچھا کہ پھر اوقات کی کیا صورت تھی آپنے فرمایا کہ دو سیاہ چیزون خرما اور پانی سے انتہی۔ اس سے گوشت اور شوربا اور سالن سب کا ترک پایا جاتا ہے اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور اون کا کپڑا پہنتے تھے اور گھٹی ہوئی جوتی کو اپنے پاے مبارک سے مشرف فرماتے تھے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیان چاٹتے اور زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون کھانا بندون کی طرح کھاتا ہون اور بندون ہی کی طرح بیٹھتا ہون اور حضرت عیسے علیہ السلام نے فرمایا کہ مین تمسے سچ کہتا ہون کہ جو شخص جنت کا طالب ہو تو جو کی روٹی اور گھورے پر کتون کے ساتھ پڑ رہنا اسکو کافی ہے اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ جب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تھے کبھی تین روز پیٹ بھر کر گیہون کی روٹی نہ کھائی۔ اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے کہ اے بنی اسرئیل خالص پانی ہو اور جنگل کا ساگ اور جو کی روٹی کھاؤ اور گیہون کی روٹی سے اجتناب کرو کہ تم اسکا شکر ہرگز نہ کر سکوگے اور جلد ثالث مین ہمنے غذا اور پانی کے باب مین سیرت انبیا اور بزرگان سلف کی لکھدی دوبارہ بیان نہین کرتے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا والونکے پاس تشریف لائے تو وہ لوگ آپ کی خدمت مین دودھ مین شہد ملا کر لائے آپنے پیالہ ہاتھ سے رکھدیا اور فرمایا کہ مین اسکو حرام نہین کرتا مگر خداے تعالی کے واسطے انکسار کرنے کے لیے چھوڑتا ہون۔ اور حضرت عمر کے پاس جو شہد کا سرد شربت لا اور گرمی کا موسم تھا آپنے فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے الگ کرو اور یحیی بن معاذ رازی فرماتے ہین کہ سچا زاہد وہ ہے کہ غذا جو کچھ میسر ہو کھالے اور لباس بمقدار ستر عورت پہنے اور جہان جگہ ملے وہان رہے دنیا اسکا محبس ہو اور قبر خوابگاہ اور خلوت مجلس عبرت پکڑنا اسکا تامل ہو اور قرآن اسکی گفتگو اور رب اسکا انیس اور ذکر رفیق اور زہد ہمسر اور حزن اسکا حال اور حیا شعار بھوک اسکا سالن ہو اور حکمت سخن اور خاک

کا قسم یہہ مضمون روایت کیا بالفاظ مختلف ۱۲ اسکی سند پہلے گذری ۱۲
۳ یہہ مگر احادیث حسن کا نہین بلکہ بروایت عائشہ مروی ہے اسکی سند بھی پہلے گذری ۱۲
۴ یہہ حدیث پہلے گذری ۱۲ ۵ اسکی سند پہلے گذری ۱۲

بہتر ہوا اور تقوے توشہ اور سکوت غنیمت اور صبر تکیہ اور توکل حسب اور عقل راہ نما اور عبادت پیشہ اور جنت پہونچنے کا مقام ہوا انشاء اللہ تعالیٰ
ضرورت دوم لباس ہے اسمین کمتر درجہ وہ ہے جو گرمی اور سردی کو دور کرے اور برہنگی کو چھپاوے اور وہ ایک چادر ہے جس مین
سب چھپ جاوے اور اوسط پوشاک یہ ہے کہ ایک کرتہ اور ٹوپی اور جوتے کا جوڑا ہو اور اعلے یہ ہے کہ اسکے ساتھ عمامہ اور پاجامہ بھی
ہو اور اگر مقدار مین اس سے زیادہ ہو تو وہ زہد کی حد سے خارج ہے اور زاہد کی شرط یہ ہے کہ جب کپڑا دہووے تو دوسرا پہننے کے لیے نہ رکھتا ہو
بلکہ گھر مین بیٹھا رہے اور جب دو دو کرتے اور پاجامے اور عمامے ہون تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا یہ مقدار کی رو سے
ہوئے ہین اور جنس لباس مین ادنی درجہ موٹا ٹاٹ ہے اور اوسط درجہ موٹا کمل اور اعلی درجہ موٹا کپڑا روئی کا اور وقت کی رو سے
سب سے زیادہ وقت یہ ہے کہ ایک برس اسکو پہن سکے اور کمتر یہ ہے کہ ایک دن پہن سکے یہانتک کہ بعض بزرگون نے اپنے کپڑے
مین تہون کے پیوند لگائے کہ بہت جلد خشک ہو جاتے ہین مگر وقع الوقتی ممکن ہے اور اوسط وقت یہ ہے کہ ایسا ملے جو ایک مہینا یا
اسکے قریب تک پہرے پس ایسے کپڑے کا ڈھونڈھنا جو برس سے زیادہ رہے طول امل مین داخل ہے جو زہد کے خلاف ہے اگر اس صورت مین کہ
موٹے کپڑے کی تلاش کی اور موٹا اکثر دیرپا ہوتا ہے اور بہت رہتا ہے تو اسمین کچھ حرج نہین پس جو شخص اس مقدار سے زیادہ کپڑا پاوے چاہیئے
کہ اسکو دیدے کیونکہ اگر رکھ چھوڑیگا تو زاہد نرہیگا بلکہ دنیا سے محبت کرنیوالا ہوگا اور اسباب پہننے مین بھی احوال انبیاء اور صحابہ کا نظر رکھنا
چاہیئے کہ انھون نے لباس کو کیسے چھوڑا تھا حضرت ابو بردہ فرماتے ہین کہ حضرت عائشہ نے ہمکو ایک چادر کمبلی اور ایک موٹا تہبند دکھایا
اور فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ان دونون مین ہوئی تھی اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ بذل
آدمی کو چاہتا ہے جو کچھ پہنے اسکی پرواہ نہ کرے اور حضرت عمرو بن الاسود علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مین کبھی شہرت کا کپڑا نہ پہنونگا اور نہ کبھی رات کو گدا
بچھا کر سوؤنگا اور نہ کبھی عمدہ سواری پر سوار ہونگا اور نہ اپنا پیٹ کبھی بھرونگا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کو طریق آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ عمرو بن اسود کو دیکھے اور حدیث شریف مین ہے کہ جو بندہ شہرت کا لباس پہنتا ہے خدا تعالےٰ
اسکی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے یہانتک کہ اسکو بدن سے نکالے اگرچہ اسکے نزدیک پیارا ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا
مول لیا جسکی قیمت چار درم یعنی قریب سوا روپیہ کے تھی اور آپکا جوڑا کپڑے کا دس درم کا تھا اور ازار یعنی تہبند ساڑھے چار ہاتھ کا تھا
اور آپ نے پاجامہ تین درم کو خرید فرمایا اور آپ دو شملے سفید اون کے پہنا کرتے تھے اسکا نام حلہ تھا کیونکہ وہ دونون ایک ہی جنس کے تھے
اور بعض وقت آپ دو چادرین یمانی یا سحولی موٹی قسم کی پہنا کرتے تھے اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کرتہ تیلی
کا سا کپڑا ہوتا تھا اور ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی کپڑا سندس کا زردوزی مین کھنچا ہوا پہنا جسکی قیمت دو سو درم تھی اصحاب اسکو
چھوتے تھے اور تعجب سے کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس جنت سے آیا ہے حالانکہ وہ کپڑا آپ کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے
ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا آپ نے چاہا کہ اسکو پہن کر اعزاز و اکرام بادشاہ کا فرماوین پھر آپ نے اسکو نکالا اور ایک شخص کے پاس مشرکون مین
سے بھیجدیا پس حسب مصلحت ایسا کرنا منظور تھا پھر حریر دیبا کو مردون کے لیے حرام فرمایا گویا اول اسلیے پہنا تھا کہ حرمت کی تاکید ہو
جیسے سونے کی انگوٹھی ایک روز پہنی پھر نکالڈالی اور اسکا پہننا مردون پر حرام کر دیا اور جیسا کہ حضرت عائشہ سے بریرہ انکی لونڈی

۷۱ جلد دوم مین گذری بخاری مسلم ۱۲ ۷۲ اسکی اصل مجھکو نہین ملی ۱۲ ۷۳ احمد ۱۲ ۷۴ ابن ماجہ بروایت ابوذر غفاری ۱۲ ۷۵ ابو یعلی بروایت ابوہریرہ بسند ضعیف ۱۲ ۷۶ اسکا پتہ مجھکو نہین ملا ۷۷ طبقات ابن سعد مین بروایت ابوہریرہ مرفوعاً اور اسکی سند مین محمد بن عمر واقدی ۱۲ ۷۸ ...

نکلتا ہے اور اسپر پہٹا ہوا لباس ہو تو میں اس سے ناراض ہوتا ہون اور پاس کو نہین نکلنے دیتا اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کے دونون کپڑے اور جوتیون کی قیمت لگائی تو ایک درم اور چار دانگ کے تھے اور ابن شبرمہ
فرماتے ہین کہ میرے کپڑون مین بہتر وہ ہین جو میری خدمت کرین اور بُرے کپڑے وہ ہین جنکی مین خدمت کرون - اور
بعض صاحب سامان کا قول ہے کہ کپڑے ایسے پہننے چاہیئین جیسے آدمی بازار یون مین ملجاوے ایسے نہ پہنے جنسے شہرت ہو اور لوگون کی
نظر پڑے - اور حضرت ابو سلیمان دارانی کا قول ہے کہ کپڑے تین ہین ایک کپڑا خدا کے واسطے ہے جس سے کہ بدن کی چھپ جاوے
اور ایک کپڑا نفس کیواسطے ہے جسکی نرمی مطلوب ہوتی ہے اور ایک لوگون کیواسطے ہے جسکا حسن اور جو بن منظور ہوتا ہے - اور
بعض بزرگونکا قول ہے کہ جسکا کپڑا پتلا ہوتا ہے اسکا دین بھی پتلا ہوتا ہے اور علماء تابعین کے سب کپڑون کی قیمت بیس درم سے
لیکر تیس درم تک ہوتی تھی - اور خواص دو کپڑون سے زیادہ نہ پہنتے تھے ایک کرتہ اور اسکے نیچے تہمد اور کبھی انیا کرتہ
لپیٹکر اسکا دامن سر پر ڈال لیتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اول زہد لباس کا ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ البذاذۃ
من الایمان یعنے کپڑون کا پرانا ہونا یا تواضع کی سی صورت مین رہنا ایمان مین سے ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو شخص با وجود
قدرت کے خدا کے لیے انکسار اور اسکی مرضی کی خواہش کیواسطے خوبصورتی کا کپڑا چھوڑ دے اللہ تعالیٰ پر ضروری ہے کہ
اسکے لیے جنت کے خلعت یاقوت کی چادرون مین جمع رکھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیا کیطرف وحی بھیجی کہ میرے
اولیا سے کہدو کہ میرے دشمنونکا لباس نہ پہنو اور جس راہ سے میرے دشمن آتے ہین اس راہ مین داخل نہو ورنہ دشمنون
کی طرح وہ بھی میرے دشمن ہو جاوینگے - اور رافع بن خدیج نے بشر بن مروان کو کوفے کے منبر پر باریک کپڑے
پہنے وعظ کہتے ہوے دیکھا تو فرمایا کہ اپنے سردار کو دیکھو کہ لوگون کو وعظ سناتا ہے اور اسکے بدن پر کپڑے فاسقون
کے سے ہین اور عبداللہ بن عامر لباس فاخر پہنے حضرت ابو ذر غفاری کی خدمت مین حاضر ہوا اور کچھ زہد مین گفتگو کرنے
لگا حضرت ابو ذر نے اپنی ہتھیلی منھ پر رکھکر ٹہٹہ کی سجائی ابن عامر غصہ ہوا اور شکایت ان کی حضرت ابن عمر رض
سے کی انھون نے فرمایا کہ یہ تمنے خود بیجا کیا کہ یہ لباس پہنکر انکے سامنے زہد مین گفتگو کرتے ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ ہدی سے عہد لے لیا ہے کہ لوگون کے حالون مین سے ادنیٰ حالت مین رہا کرین تاکہ
تونگر انکا اتباع کرین اور فقیر کے باعث فقر کی حقارت نہو - اور جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین کسی
نے عرض کیا کہ آپ ایسا موٹا لباس کیون پہنتے ہین تو فرمایا کہ یہ لباس تواضع سے قریب ہے اور اسبات کے شایان کہ
مسلمان اسکی اقتدا کرین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے تنعم یعنے آرام طلبی سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ اللہ کے
بندے ایسے ہین جو تنعم نہین کرتے اور فضالہ بن عبید جب والی مصر تھے تو کسی نے انکو بال بکھرے پا برہنہ دیکھکر کہا کہ آپ
سردار ہوکر ایسا کرتے ہین انھون نے فرمایا کہ ہمکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آرام طلبی سے منع فرمایا اور اسبات کا حکم کیا کہ
کبھی ننگے پاؤن بھی پھرا کرین - اور حضرت علی نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنے دونون ساتھیون کے ساتھ ملنا منظور

ہو تو کرتے مین پیوند لگائیے اور تہمد کو سرنگون رکھیے اور جوتی گٹھی ہوئی پہنیئے اور شکم سیری سے کم کھائیے اور حضرت عمرؓ نے
فرمایا ہی کہ چیرا نا موٹا کپڑا پہنا کرو اور لباس عجم یعنی ایران وروم کے بادشاہون کے لباس سے اجتناب کرو اور حضرت علی
کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کسی قوم کا سا لباس پہنے وہ انھین مین سے ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ
میری امت کے برے لوگ وہ ہین جو دولت مین پلے ہین انگا ناز کے کھانے اور کپڑے تلاش کرتے ہین اور گفتگو مین فصاحت ظاہر
کرتے ہین اور فرمایا کہ ایماندار کی ازار نصف ساق تک ہوتی ہی اور اس سے لیکر ٹخنون تک بھی کچھ گناہ نہین اور جو اس سے نیچے ہو
تو دوزخ مین ہی اور اللہ تعالے اوسے نہین دیکھیگا قیامت کے دن اس شخص کیطرف جو اپنی ازار شیخی سے لٹکاوے اور حضرت ابو سلیمان
دارانیؒ سے یہ حدیث مروی ہی کہ میری امت مین بال نہین پہنے گا مگر ریاکار یا احمق اور اوزاعیؒ فرماتے ہین کہ سفر مین اون کا
لباس سنت ہی اور حضر مین بدعت اور محمد بن واسعؒ حضرت قتیبہ کے پاس اون کا کرتہ پہنے گئے انھون نے پوچھا کہ اون کے کرتے
کی تمکو کیا ضرورت ہوئی وہ چپکے ہو رہے انھون نے کہا کہ مین تمسے کہتا ہون جواب نہین دیتے محمد بن واسع نے کہا کہ اگر یہ
کہون کہ زہد کی راہ سے پہنا تو اپنے منہ سے میان مٹھو بنتا ہی اور مفلسی کے باعث کہون تو خدا سے تقدیر کی شکایت ہوگی یہ دونون
باتین مجھے ناپسند ہین۔ اور ابو سلیمانؒ فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل بنایا تو حکم کیا کہ اپنی پنڈلی زمین سے
پوشیدہ رکھو اور آپ کا دستور تھا کہ ہر چیز مین سے ایک لیتے تھے مگر پاجامے دو بناتے تھے اور جب ایک کو دھوتے تھے دوسرا پہن
لیتے تھے تاکہ کوئی ایسا وقت نہ گذرے کہ آپ کی عورت کھلی ہو اور کسی نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کہا کہ آپ عمدہ کپڑا کیون
نہین پہنتے آپ نے فرمایا کہ غلام کو عمدہ کپڑے سے کیا نسبت مگر جب آزاد ہو جاویگا تو اسکو بخدا ایسے کپڑے ملینگے کہ کبھی پرانے
نہونگے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے حال مین لکھا ہی کہ انکے پاس ایک جبہ اور ایک چادر بالون کی تھی جب تہجد کی نماز
کے واسطے اٹھتے تھے پہنکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرقد سنجیؒ سے کہا کہ تم یہ جانتے ہوگے کہ تمکو
گلیم پوشی کی جہت سے لوگون پر فضیلت ہی مجکو یہ خبر پہونچی ہی کہ اکثر دوزخی کمل والے ہونگے نفاق کی جہت سے اور یحییٰ بن معین
فرماتے ہین کہ مین نے ابو معاویہ اسود کو دیکھا کہ وہ کوڑون پر سے چیتھڑے اٹھاتے تھے اور انکو دھو کر اور سی کر پہنتے تھے
مین نے انسے کہا کہ تم اس سے بہتر پہنا کرو انھون نے فرمایا کہ ہمارا کیا نقصان ہی جو مصیبت فقیرون کو دنیا مین پہونچتی ہی
اللہ تعالے اسکا تدارک جنت مین کریگا یحییٰ بن معین انکے اس قول کو بیان کرکے رویا کرتے۔ تیسری ضرورت رہنے کی جگہ ہی
اس مین زہد کرنے کے تین درجات ہین سب سے عمدہ یہ ہے کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے تلاش نکرے بلکہ
صرف مسجدون کے گوشون پر قناعت کرے جیسے اصحاب صفہؓ تھے اور اوسط یہ ہی کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے کرلے مثل چھپر ور
نرکل ور پھوس وغیرہ کے اور سب سے پست درجہ یہ ہی کہ اپنے واسطے خاص کوئی کوٹھری مول کو یا کرایہ کو تلاش کرے پس اگر وسعت
مسکن کی مقدار حاجت کے موافق ہی ہو زیادہ نہو اور اسمین زینت بھی نہو تو اسقدر مسکن کے ہونے سے پچھلے درجات زہد سے
نہ نکلیگا۔ اور اگر مکان پختہ چونہ گچ کیا ہوا خوب واسع چھ ہاتھ سے اونچی چھت کا تلاش کریگا تو بالکل زہد کی حد سے خارج ہو جاویگا

سکونت کے باب مین ظاہر ہوگا۔ اب جاننا چاہیئے کہ جنس مکان مختلف ہوسکتا ہے یعنی یا گھاس کا ہووے یا گارے کا یا
اینٹ کا اور اسکی وسعت کی مقدار بھی جدا ہوسکتی ہے اور اوقات کے لحاظ سے بھی ایسیہی خلاف اسکی ملکیت کا ہوسکتا ہے
مثلاً اپنی ملک ہو یا کرایہ لیا ہو یا عاریت کا ہو تو ہر ایک مین ملکیت کا امتداد جداگانہ ہوتا ہے بہرحال زہد کو ان سب اقسام مین دخل
ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو چیز ضرورت کے لیے مطلوب ہے اسکا حد ضرورت سے تجاوز کرنا نچاہیے دنیا مین سے مقدار ضرورت دین کا آلہ
اور وسیلہ ہوتا ہے اور جسقدر متجاوز ہوتی ہے اسیقدر دین کے مخالف ہے اور غرض رہنے کے مکان سے مینھ اور جاڑے کا رکنا
اور لوگون کی نظر اور ایذا کا بچانا ہے اور جسقدر یہ بات ممکن ہے وہ معلوم ہے زیادہ اس سے فضول ہے اور فضول سب دنیا ہے
اور جو فضول کا طالب و ساعی ہے وہ یقیناً زہد سے بعید ہے اور کہتے ہین کہ اول طول امل جو بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے ظاہر ہوئی تو کپڑونکی عمدہ سلائی اور چونہ اینٹ کی پختہ عمارت ہے پہلے سلائی مین بڑے بڑے ٹانکے ہوتے تھے اور مکان
نرکل و نے کے بناتے تھے اور حدیث شریف مین ہے کہ لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ اپنے کپڑونکو یمن کی چادرون کیطرح منقش
کرینگے۔ اور حضرت عباسؓ نے ایک بالاخانہ کو اونچا کیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم کیا کہ گرا دین اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک اونچی گمٹی پر گذرے پوچھا کہ یہ کسکی ہے لوگون نے عرض کیا کہ فلان شخص کی جب وہ شخص آپ کی خدمت مین
حاضر ہوا تو آپ نے اسکی طرف سے منھ پھیر لیا اور پھر پیشتر کی طرح کبھی اسکی طرف مخاطب نہوا اس شخص نے لوگون سے حال
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خفگی کا پوچھا انھون نے بیان کر دیا اسنے جا کر اس گمٹی کو گرا دیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
دوبارہ وہان گذرے تو اسکو نہ دیکھا اور معلوم ہوا کہ اس شخص نے اسکو ڈھا ڈالا آپنے اسکے لیے دعائے خیر کی۔ اور حضرت
حسنؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات شریف تک نہ کوئی اینٹ اینٹ پر رکھی نہ نے پر یعنی کسی قسم کا
مکان نہین بنوایا اور ایک حدیث مین مروی ہے کہ جب اللہ کسی بندے کی برائی چاہتا ہے تو اسکا مال گارے اور پانی مین تلف کرتا ہے
اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ ہم ایک چھپر کی مرمت کر رہے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس
تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو ہمنے عرض کیا کہ ہمارا چھپر ٹوٹ گیا ہے اسکو درست کرتے ہین آپنے فرمایا کہ مین اس سے
جلد امر کو دیکھتا ہون۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے ایک نے کا گھر بنایا انسے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ پختہ مکان بنوالیتے تو بہتر
آپنے فرمایا کہ مرنے والے کیواسطے یہی بہت ہے اور حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ ہم صفوان بن محیریز کیخدمت مین گئے وہ ایک
نرکل کے مکان مین تھے جو جھکا ہوا تھا کسی نے انسے کہا کہ اگر آپ اسکو درست کرلین تو بہتر ہے انھوننے فرمایا کہ بہت سے
آدمی اسمین مر چکے ہین اور یہ بدستور موجود ہے۔ اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپنے فرمایا من بنی فوق ما یکفیہ کلف ان
یحملہ یوم القیامۃ اور ایک حدیث مین ہے کہ ہر خرچ پر آدمی کو ثواب ملتا ہے مگر جو پانی اور گارے مین خرچ ہوا اسپر ثواب نہین ہوتا
اور اس آیت کی تفسیر مین تلک الدار الآخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا مفسرین فرماتے ہین کہ مراد
ریاست اور اونچے مکان بنوانے سے ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ کل بناء وبال علی صاحبہ یوم القیامۃ الا ما اکن من حر و برد

۲۱ اس کی سند عراقی نے نہین لکھی ۱۲
۲۲ طبرانی نے بروایت ابی العالیہ روایت منقطع ۱۲
۲۳ ابوداؤد بروایت انس ۱۲
۲۴ ابن حبان در ثقات وابونعیم در حلیہ مرسلاً ۱۲
۲۵ ابوداؤد بروایت عائشہ ۱۲
۲۶ ابوداؤد و ترمذی ۱۲

اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین شکایت اپنے مکان کے تنگی کی کی آپنے فرمایا اتسع فی السماء یعنے
جنت مین مکان واسع طلب کرنا چاہیے۔ اور حضرت عمرؓ نے شام کو تشریف لیجاتے ہوئے ایک محل دیکھا کہ چونے اور اینٹ
کا بنا تھا آپ نے اللہ اکبر کہکر فرمایا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ اس امت مین ایسے شخص ہونگے جو ہامان کی سی عمارت بناوینگے یعنی فرعون نے جو
ہامان کو حکم دیا تھا کہ اوقد لی یاہامان علے الطین الآیہ غرض پختہ عمارت کی تھی۔ اور کہتے ہین کہ اول جسکے لیے عمارت چونے اینٹ کی
ہوئی وہ فرعون تھا اور جسنے اول بنایا وہ ہامان تھا پھر انھین کا اتباع اور سلاطین نے کیا اور یہ سبب طمع اور زینت ہے اور بعض اکابر
نے ایک جامع مسجد کسی شہر مین دیکھی اور فرمایا کہ مین نے اس مسجد کو شاخ خرما کی بنی دیکھی ہے پھر مجھے ردے کی پھر اینٹ کی بنی
دیکھی جنھون نے اول بنائی تھی وہ دوسرے فرقے سے بہتر تھے اور دوسری دفعہ کے بنانے والے تیسری بار کے لوگون سے
اچھے تھے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنا مکان زندگی بھر مین کئی کئی بار بناتے تھے اسلیے کہ وہ مکان بہت کمزور ہوتا
تھا اور وہ خود امل کو تاہ رکھتے تھے اور مکان کے باب مین زاہد تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جب حج یا جہاد کو تشریف لیجاتے تو اپنا
مکان گرا جاتے یا ہمسایہ کو دیجاتے جب وہان سے پھر کر آتے تو اوبنا لیتے اور انکے مکان گھاس اور چمڑے کے ہوا کرتے تھے جیسے
عرب کے لوگ مین اب تک اسی کے عادی ہین اور بلندی انکے مکانات کی قد آدم اور ایک بالشت ہوتی تھی اور حضرت حسنؓ
فرماتے ہین کہ جب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکانات مین جاتا تھا تو اپنا ہاتھ چھت مین لگا دیتا تھا اور عمرو بن دینار کہتے
ہین کہ جب کوئی شخص عمارت چھ ہاتھ سے اونچی بناتا ہے تو ایک فرشتہ اسکو پکارتا ہے کہ اے بدکار ونکے بدکار کہاں تک اونچا کریگا اور
حضرت سفیان ثوریؒ نے مضبوط عمارت کے دیکھنے سے منع فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے تو یہ ایسے کیون بنتے پس جو کوئی
تاکتا ہے تو بنانے والے کی گویا مدد کرتا ہے۔ اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین کہ مجھے اس شخص پر تعجب نہین کہ اسنے عمارت بنائی اور چھوڑ گیا
مجھے تعجب اس سے ہے جو اس عمارت کو دیکھکر عبرت نہین پکڑتا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ ایک قوم ایسی آویگی جو مٹی کو
اونچا کریگی اور دین کو پست اور سواریون گھوڑون کو کام مین لاویگی نماز تمہارے ہی قبلہ کیطرف پڑھیگی مگر تمہارے دین کے سوا
پر مریگی چوتھی ضرورت اسباب خانہ ہے اسمین بھی زہد کے بہت سے درجے ہین سب مین اعلے حضرت عیسے علیہ السلام کا حال ہے کہ
آپ اپنے ساتھ ایک کنگھی اور ایک کوزہ رکھتے تھے پس ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی انگلیون سے داڑھی مین کنگھی کرتا ہے آپنے کنگھی پھینکدی
اور دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ نہر مین سے پانی پی رہا ہے آپ نے کوزہ کی بھی حاجت نہ سمجھی اسکو بھی پھینکدیا اسیطرح سب اسباب
کو سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر ایک چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے جب اس سے کوئی حاجت نہو تو دونون جہان مین وہی وبال ہے
اور جس چیز سے استغنا نہو اسمین سے کمتر درجے کی چیز پر اکتفا کرے مثلاً جس بات کیلیے مٹی کا برتن کافی ہو اسمین اسی پر اکتفا
کرے اور اسباب کی پرواہ نہ کرے کہ اس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہے بشرطیکہ مقصود اس سے بھی حاصل ہو سکتا ہو۔ اور اوسط درجہ
یہ ہے کہ آدمی کے پاس اسباب بقدر حاجت تامت ہو مگر ایک چیز سے بہت سے کام لے مثلاً اگر پیالہ ہو تو اسی مین کھانا کھاے اسی مین پانی
پی لے اسی مین اپنی چیز رکھ لے بزرگان سلف ایک برتن کو کئی مطالب مین استعمال کرنا تخفیف کی نظر سے اچھا جانتے تھے

اور زیادہ یہ ہے کہ ہر مطلب کے واسطے ایک چیز ادنی جنس کی رکھتا ہو پس اگر گنتی مین چیز زیادہ ہو گی یا نفیس ہو گی تو زہد کے کسی درجے مین نرہیگا اور طلب فضول کیطرف مائل ہو گا اور اسباب مین بھی سیرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب رض کی مد نظر رکھنی چاہیئے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جسکے اندر خرما کے پیرط کا پوست بھرا تھا اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بچھونا یا دوہرا کمل ہوتا تھا یا چمڑے کا گدا جسمین خرما کا پوست بھرا ہوا تھا روایت ہے کہ حضرت عمر رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوئے آپ اسوقت ایک چارپائی پر جو خرما کے پوست کے بانون سے بنی ہوئی تھی لیٹے تھے جب بیٹھے تو حضرت عمر رض نے آپ کے پہلوے مبارک پر نشان بانون کے دیکھے اور آنکھون مین آنسو بھر لائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے کیا بات ہے جو روتے ہو عرض کیا کہ مین نے فارس اور روم کے بادشاہون کو خیال کیا کہ انکے پاس کیا کچھ ملک ہے اور آپ کو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اسکے برگزیدہ ہین آپ اس موٹے بانون کی چارپائی پر لیٹے ہین آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بات پسند نہین کہ انکے لیے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت حضرت عمر نے عرض کیا کہ کیون نہین آپ نے فرمایا کہ یہ یون ہی ہے۔ اور ایک شخص حضرت ابوذر رض کے گھر گیا اور ہر طرف دیکھنے لگا پھر عرض کیا کہ اے ابوذر آپکے مکان مین کچھ سامان وغیرہ نہین نظر آتا آپ نے فرمایا کہ ہمارا ایک اور دوسرا مکان ہے اچھی چیز ہم وہان بھیجدیتے ہین اسنے عرض کیا کہ جبتک آپ اس مکان مین رہین جبتک کچھ اسباب یہان بھی چاہیے آپ نے فرمایا کہ گھر کا مالک ہمکو اسمین رہنے نہین دیگا۔ اور جب حضرت عمیر بن سعد جو امیر حمص تھے حضرت عمر کی خدمت مین حاضر ہوے آپنے پوچھا کہ تیرے پاس دنیا سے کیا ہے انھون نے فرمایا کہ ایک لاٹھی ہے جسپر مین تکیہ کرتا ہون اور اگر سانپ وغیرہ ملجاوے تو مار ڈالتا ہون اور ایک توشدان ساتھ ہے جسمین کھانا رہتا ہے اور ایک پیالہ ہے جسمین کھاتا ہون اور سر دھوتا ہون اور ایک لوٹا ہے جسمین پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی رکھتا ہون اسکے سوا دنیا مین جتنی چیزین ہین وہ انھین کی تابع ہین آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اللہ تعالے تجھ پر رحم کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ کے پاس جانیکا قصد کیا انکے گھر کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا اور انکے ہاتھون مین دو چاندی کے کنگن دیکھے آپ ویسے ہی پھر گئے اسوقت حضرت ابو رافع حضرت فاطمہ کے پاس گئے آپ رو رہی تھین انسے حال حضرت کے واپس تشریف لیجانے کا بیان کیا انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر سبب واپس تشریف لانے کا پوچھا آپنے فرمایا کہ پردہ اور کنگنو نکی جہت سے چلا آیا حضرت فاطمہ نے وہ دونون کنگن حضرت بلال کے ہاتھ آپ کی خدمت مین بھیجدیے کہ مین نے انکو خدا کی راہ مین صدقہ کیا آپ جہان مناسب ہو وہان خرچ کیجیے آپ نے فرمایا کہ انکو فروخت کرو اور انکی قیمت ارباب صفہ کو دیدو حضرت بلال نے ڈھائی درم کو فروخت کیا اور اصحاب صفہ کو بانٹ دیا تب آپ حضرت فاطمہ کے پاس گئے اور ارشاد فرمایا کہ جان پدر تو نے خوب کیا۔ اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض کے مکان پر ایک پردہ دیکھا اسکو آپ نے

۱ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ ۲ ترمذی در شمائل روایت ام المومنین حفصہ رض ۳ مسلم ۳ بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق ۴ یہ حدیث بایں ہیئت مجموعی نہین ملی ... تشریف لیجانا فاطمہ زہرا کے پاس اور گھر کے دروازہ پر پردہ منقش دیکھکر پھر آنا ابوداود اور ابن ماجہ نے بروایت سفینہ نقل کیا ہے اور نسائی نے ...

۵ ترمذی و نسائی بروایت عائشہ رض

اٹھا ڈالا اور فرمایا کہ جب مین اسے دیکھتا ہون دنیا یاد آتی ہے اسکو فلان شخص کے پاس بھیجدو۔ اور ایک رات حضرت عائشہ رضؓ نے[71]
آپ کے لیے نیا فرش بچھایا اور بیشتر آپ دوہرے کمل پر استراحت فرمایا کرتے تھے اس رات صبح تک کروٹین لیتے رہے جب
صبح ہوئی تو حضرت عائشہ رضؓ سے ارشاد فرمایا کہ اس بستر کو علیحدہ کرو اور پرانا کمل بچھادو اسنے تمام رات مجھے سونے نہین دیا
اسیطرح آپ کے پاس پانچ یا چھ درم[72] رات کو آگئے تو آپ نے رہنے دیے مگر رات بھر جاگتے رہے یہان تک کہ آخر
شب مین انکو تقسیم فرمایا حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ اسوقت آپ کو نیند آئی حتی کہ مین نے آپ صلعم کے خراٹے کی آواز
سنی پھر فرمایا کہ اگر یہ درم میرے پاس رہجاتے اور میری وفات ہوجاتی تو میرا گمان اپنے پروردگار پر کیا ہوتا اور حضرت
حسنؒ فرماتے ہین کہ مین نے ستر نیک بندے ایسے دیکھے ہین کہ انکے پاس بجز کپڑے کے اور کچھ نہ تھا ان مین سے
کسی نے زمین پر کوئی کپڑا نہین بچھایا جب سونا چاہا زمین ہی پر اپنا جسم لگاکر کپڑا اوپر ڈھانک لیا پانچوین ضرورت نکاح ہے
اس باب مین کچھ لوگ کہتے ہین کہ اصل نکاح اور کثرت نکاح مین زہد کے کچھ معنی نہین اور یہی قول حضرت سہل تستری کا ہے وہ فرماتے
ہین کہ جب سید الزاہدین صلے اللہ علیہ وسلم کو عورتین پسند تھین تو ہم انمین زہد کیسے کرسکتے ہین اور اسی قول پر ابن عیینہ نے موافقت
کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ مین سے زاہد تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے انکی چار بیبیان اور کچھ اوپر دس لونڈیان تھین اور صحیح اس
باب مین قول حضرت ابو سلیمان دارانی کا ہے کہ فرماتے ہین کہ جو چیز اللہ تعالے سے روکے خواہ بی بی ہو یا مال یا اولاد وہ آدمی
کے لیے شوم ہے اور عورت کبھی خدا سے تعالے سے روکا کرتی ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ بعض احوال مین مجرد رہنا افضل ہے
جیساکہ باب النکاح مین بیان ہوا تو اس صورت مین نکاح نہ کرنا داخل زہد ہے اور جس جگہ زور شہوت کے دفع کیلئے نکاح افضل
ہے تو ایسا نکاح واجب ہے اسکا ترک کرنا زہد مین کیسے ہوسکتا ہے ہان اگر نکاح نہ کرنے سے کوئی آفت نہوتی ہو نہ اسکے کرنیسے کچھ فایدہ
ہو مگر ترک اسلیے کرے کہ دلکا میل عورتون کی طرف نہوجاوے اور ایسا انس نہو جس سے اللہ کی یاد مین خلل پڑے تو البتہ
چھوڑنا نکاح کا زہد مین سے ہے پس اگر یہ معلوم ہو کہ عورت خدا تعالے سے نہ روکیگی مگر ترک نکاح صرف لذت نظر اور ہمبستری
اور مباشرت سے بچنے کے لیے ہو تو یہ زہد نہین ہے اسواسطے کہ مقصود نکاح اولاد ہے جو بقاء نسل و کثرت امت محمدی کے ہونے
مین موجب ثواب ہے اور جو لذت کہ انسان کو ایسی چیزین حاصل ہو جو وجود ضروریات سے ہے وہ اگر مقصود بالذات نہو تو کچھ
ضرر نہین کرتی اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی روٹی کھانی اور پانی پینا اسوجہ سے چھوڑ دے کہ کھانے اور پینے کی لذت سے
سچار ہونے لگا تو یہ زہد مین داخل نہین اسواسطے کہ اسمین اپنے بدن کا ہلاک کرنا ہے ایسا ہی ترک نکاح مین اپنی نسل کو کاٹ ڈالنا
تو صرف لذت کے بچاؤ کی ہمت سے نکاح کا چھوڑنا نہ چاہیے جبتک کہ کسی اور آفت کا خوف نہو اور یہی مراد حضرت سہل
تستریؒ کی ہے اور یہی وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تھی اور جب یہ امر ثابت ہوا تو جس شخص کا حال آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کا سا ہو اس باب مین کہ کثرت عورتون کی مانع شغل قلبی نہو اور نہ دل کو انکے صلاح اور خرچ مین لگائے رکھے
تو ایسا شخص اگر صرف لذت صحبت سے بچنے کے لیے نکاح نہ کرے تو اسکا یہ کسی کام کا نہین مگر یہ بات بدون انبیا اور اولیا کے

دوسرے کو کہان میسر ہے اب تو اکثر لوگون کا یہ حال ہو کہ عورتون کی کثرت انکے دل کو مصروف کرتی ہو تو اسوقت مین یہی مناسب ہو کہ سرے سے نکاح ہی نہ کرے اور اگر خوف دل کے مشغول ہونے کا نہو لیکن یہ خوف ہو کہ ایک سے زیادہ ہونگی یا خوبصورت ہونگی تو دل نہین ماننے کا اسی کی طرف ہو رہیگا تو چاہیے کہ ایک عورت سے نکاح کرے جو خوبصورت نہ ہو اور اپنے دل کی رعایت اسمین ضرور کرے - اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ عورتون مین زہد یہ ہے کہ جو عورت حقیر ہو یا یتیم اسکو خوبصورت اور شریف عورت پر ترجیح دے اور اسی سے نکاح کرے اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ مین مرید مبتدی کے لیے یہ پسند کرتا ہون کہ اپنا دل تین چیزون مین نہ لگاوے ورنہ اسکا حال بدلجاوے گا اول پیشہ کرنا دوم طلب حدیث سوم نکاح کرنا - اور فرمایا کہ صوفی کے لیے مین پسند کرتا ہون کہ نہ لکھے نہ پڑھے اسلیے کہ اس سے ہمت ملتی نہین غرض کہ جب معلوم ہوا کہ نکاح کی لذت مثل غذا کی لذت کے ہو تو ثابت ہوا کہ ان دونون لذتون مین سے جونسی حد آ رد کرنے والی ہوگی وہ ممنوع اور پرخطر ہی چھٹی ضرورت وہ ہو جو وسیلہ ان پانچون ضروریات کے حاصل کرنے کا ہو اور وہ مال و جاہ ہے جاہ کے یہ معنی ہین کہ دلون کا مالک ہونا اسطرح کہ انکے اندر اپنی جگہ ڈھونڈھنی تاکہ اسکے ذریعے سے لوگ اغراض و اعمال مین کام آوین اور جو شخص کہ سب اپنے کام خود نہین کر سکتا اور دوسرے کی خدمت کا محتاج ہو تو ضرور ہو کہ اسکا کچھ جاہ خادم کے دل مین ہونا چاہیے اسلیے کہ اگر خدمتگذار کے دل مین اسکی قدر و منزلت نہوگی تو وہ خدمت کیون کریگا اسی قدر و منزلت کا دل مین ہونا جاہ کہلاتا ہو اور اسکا آغاز تو نزدیک ہی ہو مگر انجام کو نوبت ایسے گڑھے کی پہونچا دیتا ہو جسکی کچھ تھاہ نہین اور کاجل کی کوٹھری مین گھسنے سے عجب نہین کہ داغ لگ جاوے - اب جاننا چاہیے کہ لوگون کے دلون مین جگہ کرنی یا تو کسی نفع کے حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہو یا ضرر کے دفع کرنے کے لیے یا کسی ظلم سے چھوٹنے کیلئے پس مال کے ہوتے ہوئے تو نفع کی کچھ ضرورت نہین اسلیے کہ اجرت پر جو شخص خدمت کرتا ہو وہ خدمت کریگا اگرچہ آقا کی قدر و منزلت اسکے دل مین نہو ہان جو شخص بے اجرت خدمت کرتا ہو اسکے دل مین جگہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہو اور دفع ضرر کے لیے حاجت جاہ کی ایسے شہر مین ہو کہ جہان عدل خوب نہو یا ایسے ہمسایون مین رہتا ہو کہ وہ اسکو ستاتے ہون اور یہ انکے شر دفع نہ کر سکتا ہو بجز اسکے کہ انکے دلون مین جگہ ہو جاوے یا بادشاہ کے نزدیک کچھ رتبہ ہو جاوے اور اس طرح کے جاہ مین مقدار ضرورت کی کچھ معین نہین خصوصاً جبکہ اسمین خوف اور سوء ظن انجام کا ملا ہوا ہو اور طلب جاہ مین چلنے والا طریق ہلاک کا سالک ہو بلکہ زاہد کو شایان یہی ہو کہ دلون مین ہرگز جگہ کا طالب نہو اسلیے کہ اسکا دل عبادت اور دین مین لگا رہتا ہو دلون مین وہ جگہ کردیگا کہ جس سے اسکو ایذا نہ پہنچے گو کافرون ہی مین رہتا ہو مسلمانون مین تو بطریق اولی ایذا نہوگی باقی رہے توہمات اور خیالات مفروضہ جنسے آدمی زیادتی جاہ کا خواہان ہوتا ہو بہ نسبت اس مقدار کے کہ خود بخود حاصل ہو گیا ہو تو اسطرح کے احتمالات سب جھوٹے وہم ہین کیونکہ جو شخص طالب جاہ کا ہوگا وہ بھی تو بعض احوال مین ایذا سے نہین بچیگا پس علاج اسکا صبر اور بردباری سے کرنا اسکی نسبت بہتر ہے کہ طلب جاہ سے کیا جاوے حاصل یہ کہ دلون مین جگہ کرنے کی طلب کے لیے ہرگز اجازت نہین تھوڑی مقدار اسمین سے بہت کی مقتضی ہوتی ہو

اور اسکی عادت شراب کی عادت سے بھی سخت تر ہی تو اسکے تھوڑے اور بہت سے سب سے بچنا چاہیے اور مال زندگی کے
لیے ضروری ہی مگر تھوڑا سا مال کافی ہی پس اگر کوئی شخص پیشہ ور ہو تو جب ایک روز کی حاجت کے موافق حاصل کرلے تو چاہیے
کہ پھر کام نہ کرے بعض اکابر کا دستور تھا کہ جب دو حبہ یعنی مقدار پانچ چھ آنہ کے کما لیتے تھے تو پھر اپنا کام بڑھا کر اٹھ کھڑے
ہوتے تھے یہ شرط زہد کی ہی لیکن اگر اس سے تجاوز کیا اور اسقدر پر نوبت پہونچی جو برس روز سے زیادہ کے لیے کافی ہو تو ضعیف
زاہدوں میں رہیگا نہ قوی میں اور اگر اسکے پاس کوئی زمین ہو اور اسکو توکل پر خوب یقین نہو اور اس قطع زمین سے اتنا کچھ
چھوڑے جسکی پیداوار سال بھر کو کافی ہو تو اس سے زہد کی حد سے خارج نہوگا بشرطیکہ جو کچھ سال کے خرچ کافی میں سے بچے اسکو صدقہ
کردے مگر ایسا شخص ضعیف زاہدوں میں سے ہو اور اگر تنہا زہد میں سے توکل کی شرط ہو جیسے حضرت اویس قرنی نے کی ہی تو یہ شخص زاہد
نہیں۔ اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ کوئی شخص یہ کام کرنے سے زاہدوں کی حد سے نکل جاویگا اس سے ہماری غرض یہ ہی کہ جو کچھ قیامت میں زاہدوں کے
مقامات کا وعدہ زاہدین کو ہی اسکو نہ ملیگا ورنہ زہد کا نام اسپر بلحاظ اس چیز فضول کے جسمیں زہد کیا ہی نہ جاویگا اور تنہا آدمی کا معاملہ
اسباب میں نسبت عیال والے کے خفیف تر ہی اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ آدمی کو نہیں چاہیے کہ اپنے گھر والوں سے
بجبر زہد کرا دے بلکہ چاہیے کہ انکو زہد کے لیے کہے اگر مانیں فبہا ورنہ انکو چھوڑ دے اپنے آپ جو چاہے کرے یعنی فقر تنگی کی راہ
پر اسی پر خاص ہو عیال پر اسکے ذمے لازم نہیں کہ تنگی کرے ہاں اسکو یہ چاہیے کہ ایسی بات انکی مانے جو حد اعتدال سے نکل جاوے
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو حضرت فاطمہ زہرا کے گھر سے پردہ اور دو کنگن دیکھ کر پھر گئے تھے اس سے یہ امر نکلا چاہیے کہ گو وہ
زینت ہی تھی حاجت کی چیز نہ تھی مگر جو باتیں کہ آدمی انکی طرف جاہ و مال سے مضطر ہوتا ہی وہ ممنوع نہیں بلکہ زائد از حاجت سم قاتل
ہی اور جو کافی بقدر ضرورت ہی وہ دوا نافع ہی اور انکے درمیان درجات متشابہ ہیں پس جو درجہ زیادتی سے قریب ہی گو سم قاتل نہو مگر مضر ہی اور جو حد
ضرورت سے قریب ہی اگرچہ دوا سے نافع نہیں لیکن اسکا ضرر کم ہی اور زہر کا پینا حرام ہی اور دوا کا پینا فرض اور ان دونوں کے درمیان کا
حکم مشتبہ ہی جو احتیاط کریگا وہ اپنے واسطے کریگا اور جو سستی کریگا وہ اپنے لیے کریگا اور جو شخص اپنے دین کی صفائی بنظر رکھکر شبہے کی چیزوں
کو چھوڑ کر یقین اختیار کریگا اور اپنے نفس کو ضرورت کی تنگی پر روک رکھیگا تو وہ احتیاط اور فرقہ ناجیہ میں سے ہی اور جو شخص قدر ضرورت
پر اکتفا کرتا ہو اسکو دنیا دار کہنا جائز نہیں بلکہ اسقدر دنیا کا ہونا تو عین دین ہی اسلیے کہ دین کی شرط ہی اور شرط منجملہ مشروط کے ہی
سمجھی جاتی ہی اور اس امر کی تائید پر روایت بھی دال ہی جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے حال میں منقول ہی کہ آپ کو ایکبار کچھ
حاجت پیش ہوئی آپ اپنے ایک دوست کے پاس تشریف لیگئے تاکہ اس سے کچھ قرض لیں مگر اسنے قرض نہ دیا آپ نہایت مغموم پھرے
اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اگر اپنے خلیل سے یعنی خدائے تعالیٰ سے مانگتے تو تمکو ضرور ملتا عرض کیا الٰہی مجھے معلوم تھا کہ تجھکو دنیا ناپسند ہی
اسی لیے آپسے مانگتے ہوئے ڈر معلوم ہوا حکم ہوا کہ حاجت یعنی مقدار ضرورت دنیا میں سے نہیں انتہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مقدار ضرورت
داخل دین ہی اور جو اسکے سوا ہو وہ آخرت میں وبال ہی اور دنیا میں بھی وبال ہی جو شخص اغنیا کا حال دیکھتا ہی کہ کسقدر محنت و تردد مال
کے حاصل کرنے اور اسکے جوڑنے اور حفاظت کرنے اور ذلت اٹھانے میں پڑتی ہی وہ جانتا ہی کہ مال کا دنیا میں وبال ہونا درست بات

ہے نہایت درجہ فلاح کا مال سے یہ ہے کہ وہ مالدار کے وارثون کو پہونچے اور وہ اسکو کھا دین مگر وہ بعض اوقات مورث کے دشمن ہوا کرتے
ہین اور کبھی اس مال کو گناہ مین صرف کیا کرتے ہین تو گویا مورث ہی انکا مددگار اس گناہ پر ہوا مال دنیا کا جمع کرنیوالا اور شہوات کا طالب
ایسا ہے جیسے ریشم کا کیڑا کہ اول بنے اور پر ریشم بنتا جاتا ہے پھر اس مین سے نکلنا چاہتا ہے مگر بچاؤ کی صورت نہین پاتا وہان ہی مرجاتا ہے اور یا
اپنی موت کا آپ ہی ہوتا ہے خود کردہ را چہ علاج اسیطرح جو شخص شہوات دنیا کا تابع ہوتا ہے وہ اپنے دل پر زنجیرین جکڑتا ہے اور تعلقات
این مال و جاہ اور زن اور فرزند اور اعدا کو برا کہنا اور دوستون سے ریا کرنا وغیرہ یہ سب جدا جدا بیڑیان ہین کہ دل پر پڑ جاتی ہین۔ اب
اگر اس شخص کو اپنی غلطی معلوم ہوا اور دل مین خطرہ رجوع کا آوے اور نکلنا چاہے تو نہین نکل سکیگا دل پر وہ بیڑیان اور طوق دیکھے گا کہ
انکا کاٹنا مشکل ہے اور اگر بالفرض ایک محبوب چیز اپنی خواہش کی چیزون مین سے اپنے اختیار سے چھوڑ دے گا تو گویا اپنی جان کو
تلف کریگا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے پانون پر کلھاڑی ماریگا اور اسی حال مین رہیگا یہانتک کہ ملک الموت ایکبارگی سب محبوب
چیزون سے دم کے دم مین علیحدہ کردیگا اور اسوقت عجب صورت پیش آویگی کہ دل تو دنیا کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہوگا جو چھوٹنے کو ہے
اور ملک الموت کے کھینچے دل کی رگون کے اندر گھسے ہوے اسکو آخرت کیطرف کھینچینگے اور زنجیرین دنیاوی اسکو دنیا کیطرف کشش کرینگی
تو اس شخص کا ادنی حال مرنے کے وقت ایسا جاننا چاہئے جیسے کسی شخص کے نصف جسم کو آرہ سے چیر کر دو طرف سے دو آدمی پکڑ کر کھینچین
اور علیحدہ کرین اور اسمین بھی یہ ہے کہ جو شخص آرے سے چیرا جائیگا تو ایذا اسکے بدن کو ہوگی اور یہ ایذا دل مین بطریق سرایت پہنچیگی اور بدن کے
ذریعہ سے دلکو بھی درد معلوم ہوگا بخلاف اس صورت موت کے کہ اسمین تکلیف خاص دل ہی پر ہوتی ہے کسی غیر چیز سے سرایت کرکے
نہین آتی تو ایسے رنج کا کیا ٹھکانا ہے غرض کہ یہ اول عذاب ہے کہ آدمی کو ملیگا اور اعلی علیین اور قرب رب العالمین کا فوت ہوجانا اسکی حسرت اور یہ بعد
کو ہوگی پس جو دنیا کی طرف میل کرنے سے خدا تعالی کے دیدار سے محروم رہیگا اور جو ان سے محجوب ہوتا ہے اسپر آگ دوزخ کی مسلط ہوتی ہے
کیونکہ وہ صرف محجوب ہی پر مسلط ہوا کرتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون ثم انہم لصالوا الجحیم اس آیت مین
عذاب دوزخ کو بعد تکلیف حجاب کے فرمایا اور اگر صرف حجاب ہی کا عذاب دیا جاوے اور دوزخ کا عذاب نہو تو وہی ایک کافی ہے اور جب
دونون ایک ساتھ ہونگے تو کیا حال ہوگا ہم خدا تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمارے کانون مین وہی بات جما دے جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے نفس مبارک مین پھونک دی تھی یعنی آپ سے فرمایا گیا تھا احبب من احببت فانک مفارقہ اور از انجا کہ اولیاء اللہ کو
معلوم ہوگیا تھا کہ آدمی اپنے اعمال و اتباع خواہش نفسانی سے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے کی طرح ہلاک کرتا ہے اسلیے انہون نے
دنیا کو ایک لخت ترک کردیا یہانتک کہ حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ مین نے ستر بدر کے لوگون کو ایسا دیکھا ہے کہ جو چیزین حلال تھی اسی
مین زہد اتنا کرتے تھے کہ تم اتنا حرام چیزون مین بھی نہین کرتے اور ایک روایت مین یون ہے کہ وہ مصیبت کیوقت اتنا خوش رہا کرتے کہ تم حالت
ارزانی و وسعت مین بھی نہین رہتے اگر تم انکو دیکھو تو دیوانہ جانو اور اگر وہ لوگ تمہارے کسی اچھے شخص کو دیکھین تو کہین کہ اسکو دین سے
کچھ بہرہ نہین اور اگر تم مین سے برون کو دیکھین تو کہین کہ یہ قیامت پر ایمان نہین رکھتے اور اگر ان مین سے کسی کے سامنے مال
حلال پیش کیا جاتا تھا تو نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرا دل نہ بگاڑ دے پس جو اہل دل ہوگا وہ بالضرور اسکے

بگڑنے سے بھی ڈرے گا اور جن لوگون کے دلون کو دنیا کی محبت نے مردہ کر دیا ہے انکا حال خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا والذین ہم عن آیاتنا غافلون اور فرمایا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا اور فرمایا فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم ان آیتون مین ارشاد فرمایا کہ ان لوگون کی سب باتین غفلت اور نادانستگی کی وجہ سے ہین۔ اور ہمین لحاظ ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجھکو اپنے سفر مین ساتھ رکھیے انھون نے فرمایا کہ اپنا مال دیکر میرے ساتھ ہو جانا اسنے عرض کیا کہ یہ تو مجھسے نہین ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ غنی جنت مین تعجب ہے کہ داخل ہو اور ایک روایت مین یون ہے کہ غنی جنت مین بڑی مشکل سے داخل ہوگا اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے چار فرشتے اطراف دنیا مین چار آوازین دیتے ہین دو فرشتے مشرق مین اور دو مغرب مین مشرق کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے طالب خیر جلد آ اور اے طالب شر بس کر اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی دینے والے کو عمدہ عوض عنایت فرما اور بخیل کو بربادی مرحمت فرما اور مغرب کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ موت کیواسطے پیدا ہو اور اجڑنے کیلیے عمارت بناؤ اور دوسرا کہتا ہے کہ ملیے حساب کے لیے کھاؤ اور نفع اٹھاؤ

پانچوان بیان زہد کی علامات مین۔

جاننا چاہیے کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ مال کا تارک زاہد ہے حالانکہ ایسا نہین کیونکہ مال کا چھوڑنا اور اس سے دل بستگی ظاہر کرنا ایسے شخص پر جو زہد پر مدح کو اچھا جانے بہت آسان ہے دیکھو اکثر راہب ہین کہ انھون نے اپنے نفسون کو تھوڑی ہی غذا کا عادی کر لیا ہے اور ایک بندی خانے مین بیٹھنا لازم کر لیا ہے انکی خوشی صرف یہی ہے کہ لوگ ہمارا حال جانین اور دیکھکر تعریف کرین پس صرف مال چھوڑنے سے دلیل قطعی زہد کی کہان رہی بلکہ زہد مال اور جاہ دونون سے ضرور ہے تاکہ اور سب حظوظ نفسانی مین زہد پورا ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ بڑے عمدہ نفیس کے لباس اور بڑھیا کپڑے پہن کر دعوے زہد کا کرتے ہین چنانچہ ابراہیم خواص ان لوگون کے وصف مین فرماتے ہین کہ ایک لوگ دعوی زہد کا کرتے ہین اور پوشاک عمدہ پہن کر لوگون کو دھوکا دیتے ہین تاکہ انکو اگر کوئی پوشاک بھیجے تو ویسی ہی بھیجے اور انکی طرف فقیرون کیطرح نہ دیکھے کہ حقیر جانکر کچھ مسکینون کی طرح دیدے اور ایسے لوگ اپنے آپکو متبع علم کا سمجھتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم طریق سنت پر ہین چیزین ہمارے پاس آتی ہین ہمکو انسے کچھ سروکار نہین حالانکہ اگر واقع مین دیکھا جاوے تو دوسرون کو روک اپنے آپ لیتے ہین یہ سب کے سب دنیا کو بدلے دین کے کھاتے ہین انکی مراد اپنے باطنون کا تصفیہ اور اپنے نفسونکی عادات کی تہذیب نہین انپر انکی صفات ظاہر ہو کر غالب ہو گئین پس انھون نے انکو اپنا حال کہہ دیا یہ لوگ دنیا کے راغب اور حرص پر نفسانی کے ہین انتہی غرضکہ پہچاننا زہد کا ایک مشکل بات ہے بلکہ زہد کا حال زاہد پر بھی مشتبہ رہتا ہے زاہد کو چاہیے کہ اپنے باطن مین علامتون پر اعتماد کیا کرے اول پہچان یہ ہے کہ موجود پر خوش نہو نہ مفقود پر رنجیدہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم بلکہ اسکے برعکس ہونا چاہیے کہ مال کے ہونے سے رنجیدہ ہو اور جاتے رہنے سے خوش ہو دوسری پہچان یہ ہے کہ اسکے نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا برابر ہو اول بات علامت مال مین زہد کی ہے اور دوسری علامت جاہ مین زہد کی ہے تیسری پہچان یہ

ہے کہ انس اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو اور دل پر حلاوت طاعت کی غالب رہے کیونکہ دل حلاوت محبت سے خالی نہیں رہتا ہو یا محبت دنیا
کی اسمین رہتی ہو یا محبت اللہ تعالےٰ کی ان دونون کا حال دل مین ایسا ہو جیسے پیالے مین پانی اور ہوا کا حال ہوتا ہے کہ پانی
جب اسمین آتا ہو جب ہوا اسمین سے نکل جاتی ہے دونون اکٹھا نہین ہوتے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے مانوس ہوتا ہے
وہ اس مین مصروف رہتا ہو دوسری چیز مین مشغول نہین ہوتا اور اسیوجہ سے جب بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ زہد نے زاہدون کو
کہانتک پہونچا دیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہونے تک۔ اور خدائیتعالےٰ کا انس اور دنیا کا انس جمع نہین ہوتے چنانچہ اہل
معرفت کا قول ہو کہ جب ایمان ظاہر دل پر لگا رہتا ہو تو دنیا اور آخرت دونون سے محبت کرتا ہو اور دونون کے لیے کام کرتا ہو مگر جب
ایمان دل کے سیاہ نقطے مین چلا آتا ہو اور اسمین رہنے لگتا ہو تو دنیا سے بغض کرتا ہو اور اسکی طرف نگاہ نہین کرتا نہ اسکے لیے عمل کرے اور اسی
واسطے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا مین منقول ہو اللھم انی اسألک ایمانا یباشر قلبی اور حضرت سلیمانؑ فرماتے ہین جو اپنے نفس مین مشغول
ہوگا وہ آدمیون سے بیخبر ہوگا اور یہ مقام عمل کرنے والون کا ہو اور جو شخص اپنے رب مین مشغول ہوگا وہ اپنے نفس سے بیخبر ہوگا یہ رتبہ
عارفین کا ہو شعر گر یار ہے از خویشتن دم فرن ٭ کہ شرکست با یار و با خویشتن ٭ زاہد کے لیے ضرور ہو کہ ان دونون مقامون مین سے
ایک مین رہے پہلا مقام یہ ہو کہ اپنے نفس مین لگا رہے اس حال مین اسکے نزدیک تعریف و مذمت اور وجود مال اور عدم برابر ہونگے
اور تھوڑا سا مال رکھنے سے اسکے زہد کا جاتا رہنا نہ پایا جاویگا ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سلیمانؒ سے پوچھا کہ
کیا حضرت داؤد طائی زاہد تھے انھون نے فرمایا کہ البتہ مین نے کہا کہ سنا ہے انکو باپ کے ترکے مین سے بیس دینار پہونچے تھے انکو
انھون نے بیس برس مین خرچ کیا تھا وہ زاہد کیسے ہوے وہ تو دنیا رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ تمہاری غرض یہ ہو کہ وہ حقیقت زہد کو
پہونچ جاتے حقیقت سے مراد حضرت ابو سلیمانؒ کی انتہا تھی یعنے زہد کی کچھ انتہا نہین اسلیے کہ صفات نفس کے بہت ہین اور زہد
کامل جبھی ہوتا ہے جب صفات مین زہد کرے پس جو شخص کہ دنیا مین سے کسی چیز کو باوجود قدرت کے صرف اپنے دل اور دین کے
خوف سے چھوڑیگا اسکو اسیقدر زہد سے بہرہ ہوگا اور انتہا یہ ہو کہ ماسوا اللہ کو سب کو ترک کردے یہانتک کہ پتھر بھی سر نہ رکھے
جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ ہم خدائے تعالیٰ سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو زہد کا اول ہی درجہ نصیب فرماوے انتہا کے درجات
کی طمع تو ہم جیسون کو کہان ہوسکتی ہو اگرچہ خدائے تعالےٰ کے فضل سے امید توڑنے کی اجازت نہین اور اگر ہم اپنے اوپر عجائب نعمائے الٰہی
کو لحاظ کرین تو جانین کہ اسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین پس اگر اسکے جود کے اعتبار سے کہ ہر ایک کمال سے بڑھکر ہے ہم بھی اپنی حیثیت
سے بڑھکر سوال کرین تو کچھ دور نہین۔ جب یہ معلوم ہوا کہ زہد کی علامت فقر اور غنا اور عزت اور ذلت اور تعریف اور مذمت
کا یکسان ہونا ہو اور یہ بات غلبہ انس الٰہی سے ہوتی ہو تو اب جاننا چاہیئے کہ اس سے بالضرور اور علامات متفرع ہوتے ہین
مثلاً دنیا کو ترک کرے اور یہ نہ پروا ہو کہ کس کے پاس گئی۔ اور بعضون نے فرمایا ہو کہ علامت زہد کی یہ ہو کہ دنیا کو جیسی کہ ہی چھوڑ دے
یہ نہ کہے کہ مین سرائے بناؤنگا یا مسجد بنوا دونگا اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ زہد کی علامت موجود چیز کی سخاوت ہو اور ابن خفیف
کہتے ہین کہ زہد کی علامت یہ ہو کہ جب چیز ہاتھ سے جاوے تو راحت پاوے اور یہ بھی انھین کا قول ہو کہ بلا تکلف دنیا سے علیحدہ

اے اللہ مین تجھ سے ایسا ایمان سوال کرتا ہون جو میرے دل کے ساتھ لپٹا رہے

ہونا اور اعراض کرنا زہد ہی اور حضرت ابو سلیمانؒ فرماتے ہین کہ اون ایک نشان ہو زہد کی نشانیون مین سے پس چاہیے کہ تین درم کا کمل پہنے اور دل مین رغبت پانچ درم کے کمل کی ہو۔ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ زہد کی علامت امل کا کوتاہ کرنا ہی۔ اور سریؒ فرماتے ہین کہ زاہد کی چین اچھی نہین ہوتی جب اپنے نفس سے بےخبر ہو اور عارف کی عیش اچھی نہین ہوتی جبکہ اپنے نفس مین مشغول ہو اور نصر آبادی کہتے ہین کہ زاہد دنیا مین مسافر ہے اور عارف آخرت مین اور یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہین کہ زہد کی تین علامتین ہین عمل کرنا بلا علاقہ اور قول بدون طمع اور عزت بدون ریاست اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ زاہد تمکو سرکہ اور رائی سونگھاتا ہے اور عارف مشک و عنبر اور انسے ایک شخص نے پوچھا کہ مین توکل کی دوکان مین آکر چادر زہد کی کب اوڑھونگا اور زاہدون مین کب بیٹھونگا انھون نے فرمایا کہ جب باطن مین تیرے نفس کی ریاضت اس درجہ کو پہنچ جاویگی کہ اگر اللہ تجھ سے تین دن رزق علاحدہ رکھے تو تیرے جی مین یقین ضعیف نہو اور جبتک اس درجے کو نہ پہونچے تو تجھکو زاہدون کے فرش پر بیٹھنا جہالت ہے پھر یہ بھی خوف ہی کہ کہین رسوا نہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا مثل دلھن کے ہی اور جو اسکو طلب کرتا ہی وہ اسکی مشاطہ ہی اور جو کوئی اسمین زہد کرتا ہی وہ اسکا منھ کالا کرتا ہی اور بال نوچتا ہی اور کپڑے پھاڑتا ہی اور عارف اللہ تعالیٰ سے مشغول رہتا ہی اسکی طرف التفات نہین کرتا۔ اور سریؒ کہتے ہین کہ زہد مین سے مین نے جو بات چاہی وہ مجھکو ملی مگر آدمیون مین زہد کرنے کو مین نہ پہونچا اور نہ اسکی مجھے طاقت ہی۔ اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین اللہ تعالیٰ نے سب برائی ایک کوٹھری مین بند کی اور اسکی کنجی محبت دنیا بنائی اور تمام خیر ایک کوٹھری مین بند کی اور اسکی کلید دنیا مین زہد کرنے کو بنایا یہ بیان تھا جو ہمکو حقیقت زہد اور اسکے احکام مین لکھنا منظور تھا اور چونکہ زہد بدون توکل تمام نہین ہوتا اسی لیے اب ہم توکل کو شروع کرتے ہین و باللہ التوفیق

پانچوان باب توحید و توکل کے بیان مین

رباعی گر تجھکو ہی عقل رکھ توکل پہ قدم ؛ توحید خدا کا ورنہ تو بارنہ دم ؛ تدبیر کو کیا دخل ہو تقدیر مین جب ؛ لکھنا تھا جو لکھ چکا ترے حق مین قلم

واضح ہو کہ توکل دین کی منزلون مین سے ایک منزل و یقین کے مقامات مین سے ایک مقام بلکہ مقربین کے عالی درجات مین سے ہی اور وہ علم کی رو سے نہایت دقیق اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل ہی سمجھنے کی رو سے اسکے باریک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسباب کا لحاظ کرنا اور انپر تکیہ کرنا تو توحید مین شرک ہی اور اگر ان سے بالکل تساہل و سستی کی جاوے تو سنت پر طعن اور شریعت پر اعتراض ہوتا ہی اور اسباب کو لحاظ بھی نکرنا اور انپر تکیہ بھی کرنا قیاس مین مشکل سے آتا ہی بلکہ ورطۂ جہالت مین پھنساتا ہی اسی لیے معنی توکل کے ایسی طرح سمجھنے کہ مقتضاے توحید کے بھی موافق ہو اور عقل و شرع کے بھی مطابق نہایت باریک و مشکل ہی اسکے واقف ہونے پر اس پوشیدگی اور دقت کے ہوتے ہوے سواے ایسے علما کے جنکی آنکھ مین فضل الٰہی سے حقائق کا نور سمایا ہوا ہو اور کسی کی مجال نہین البتہ بڑے علمانے دیکھ کر معلوم کرلیا اور جو دیکھا اسکو بیان کیا جسطرح انسے بیان کرایا گیا اس طرح

انھون نے کہا اور ہم اس باب مین ایک مقدمہ اور دو فصلین لکھتے ہین مقدمے مین توکل کی فضیلت اور فصل اول مین توحید
اور دوسری مین توکل کی حالت اور عمل لکھین گے

مقدمہ توکل کی فضیلت کے ذکر مین

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین اور فرمایا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اور فرمایا ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ اور فرمایا ان اللہ یحب المتوکلین کیا ایسے مقام کا کیا کہنا ہی جو اسپر پہونچے وہ اللہ کا محب ہوا اور اللہ تعالیٰ اسکا کفیل ہو جس شخص کا خدا تعالیٰ کافی ہو اور محبت اور محافظت کرے وہ بڑی فلاح والا ہی اسلیے کہ محبوب کو عذاب نہوگا نہ دور رہے گا نہ محجوب ہوگا اور ایک آیت مین ارشاد ہے الیس اللہ بکاف عبدہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص طالب کفایت غیر سے ہو وہ توکل کا تارک ہی اور اس آیت کی تکذیب کرنیوالا کیونکہ یہ سوال استفہام اقراری کے طور پر ہی جیسے یہ آیت ہی ہل اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا پس غرض یہی ہی کہ بیشک اللہ تعالیٰ بندے کو کافی ہی اور فرمایا ومن یتوکل علی اللہ فان اللہ عزیز حکیم یعنی ایسی عزت والا ہی کہ جو کوئی اسکی پناہ مین آجاوے اسکو ذلیل نہین کرتا اور جو اسکی جناب مین ملتجی ہو اسکو تلف نہین فرماتا اور ایسا حکیم ہے کہ جو اسکی تدبیر پر بھروسا کرتا ہی وہ اسکی تدبیر سے کوتاہی نہین فرماتا اور فرمایا ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم اس مین بیان فرمایا کہ ہر ایک ماسوی اللہ مسخر ہے اسکو بھی حاجت تمہاری جیسی حاجتون کی ہوتی ہی تو اسپر توکل کیسے کیا جاوے اور فرمایا ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ اور فرمایا وللہ خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لا یفقہون اور فرمایا یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ اور سوا ان آیات کے جو کچھ قرآن مجید مین توحید کا مذکور ہی اس سب مین تنبیہ ہی کہ غیر کا لحاظ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ واحد قہار پر توکل کرو اور احادیث توکل کے باب مین یہ ہین کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو موسم حج مین امتین دکھائی گئین مین نے اپنی امت کو دیکھا کہ ان سے سب پہاڑ اور نشیب بھر گئے ہین مجھکو ان کی کثرت اور ہیئت سے تعجب ہوا مجھ سے سوال ہوا کہ تو خوش ہوا مین نے کہا کہ البتہ حکم ہوا کہ انکے ساتھ ستر ہزار اور جنت مین حساب داخل ہون گے لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہونگے آپ نے فرمایا الذین لا یکتوون ولا یتطیرون ولا یسترقون وعلی ربہم یتوکلون اسکو سنکر عکاشہ بن محصن اٹھے اور عرض کیا کہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا مانگین کہ اللہ تعالیٰ مجھکو بھی انھین لوگون مین سے کرے آپ نے فرمایا اللہم اجعلہ منہم یعنی الٰہی تو اسکو ان مین سے کردے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میرے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خدا تعالیٰ مجھکو بھی ان مین سے کردے آپ نے فرمایا کہ اس دعا مین تجھ سے

واسطے اللہ پر بھروسا کرو اگر یقین رکھتے ہو ۱۲ اور اللہ پر بھروسا چاہیے بھروسے والے کو ۱۲ اور جو کوئی بھروسا رکھے اللہ پر تو وہ اسکو بس ہی ۱۲ کہ اللہ چاہتا ہی توکل والون کو ۱۲ کیا اللہ بس نہین اپنے بندون کو ۱۲ کبھی ہوا ہی انسان پر ایک وقت زمانے مین جو نہ تھا کچھ چیز کہ زبان پر آئی ۱۲ اور جو کوئی بھروسا کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہی حکمت والا ۱۲ جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے بندے ہین تم سے ۱۲ بیشک جنکو پوجتے ہو اللہ کے سوائے مالک نہین

تمہاری روزی کے سوا تم ڈھونڈھو اللہ کے یہان روزی اور اسکی بندگی کرو ۱۲ اور اللہ کیلئے ہین خزانے آسمانون کے اور زمین کے لیکن منافق نہین سمجھتے ۱۲ ... کام کی کوئی سفارش نہ کر سکے مگر پہلے اسکا حکم ہو ۱۲

سبقت عکاشہ کر چکا اور ایک حدیث شریف[۲۱] مین وارد ہی کہ اگر تم لوگ اللہ تعہ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تم کو خداے تعالے ایسی طرح روزی دے جیسے پرندون کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے اٹھتے ہین اور شام کو شکم سیر ہو جاتے ہین اور فرمایا[۲۲] من انقطع الی اللہ عزوجل کفاہ اللہ تعہ کل مؤنۃ ورزقہ من حیث لا یحتسب ومن انقطع الی الدنیا وکلہ اللہ الیہا اور ایک حدیث[۲۳] مین ارشاد فرمایا کہ جسکو یہ اچھا معلوم ہو کہ سب لوگون مین زیادہ غنی ہو جاوے اسکو چاہیے کہ اپنے سامنے کی چیز کی نسبت کہ خدا تعالے کے پاس کی چیز پر زیادہ اعتماد کرے اور روایت[۲۴] ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کو جب فقر و فاقہ ہوتا تو ارشاد فرماتے کہ نماز کے واسطے کھڑے ہو جاؤ اور فرماتے کہ اسبات کا حکم مجھکو میرے پروردگار نے دیا چنانچہ ارشاد فرمایا[۲۵] وامر اہلک بالصلوۃ واصطبر علیہا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا[۲۶] کہ جس شخص نے تعویذ کرایا یا داغ دیا اسنے توکل نہین کیا یعنی ہر چند تعویذ کرنا قرآن مجید یا اور الفاظ سے جو شرع مین وارد ہین جائز ہی مگر توکل چاہتا ہے کہ سرے سے اسباب کیطرف التفات نہ رہے کہتے ہین کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گوپھن مین رکھکر آگ مین پھینکا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انسے پوچھا کہ آپ کو کچھ حاجت ہی آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تم سے نہین یہ اسواسطے کہا کہ جب انکو آگ مین پھینکنے کے لیے پکڑا تھا تو انھون نے فرمایا تھا حسبی اللہ ونعم الوکیل پس اس قول کا نباہ منظور تھا اسی وفا کے لیے قرآن مجید مین اللہ تعہ فرماتا ہے وابراہیم الذی وفی یعنی وہ ابراہیم جسنے بات کو پورا کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام پر خداے تعالے نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص کہ صرف میری حبل متین سے تمسک کرے گا خلق سے سروکار نہ رکھیگا اگر اسکے ساتھ تمام آسمان وزمین دغا کرین گے تو مین اسکے لیے نکلنے کی راہ پیدا کر دونگا اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہین کہ مجھکو بچھونے کاٹا میری مان نے مجھکو قسم دلائی کہ تو جھڑوا لے مین نے جھاڑنے والے کے ہاتھ مین اپنا وہ ہاتھ دیدیا جسمین نہین کاٹا تھا۔ اور ابراہیم خواص نے یہ آیت پڑھی وتوکل علی الحی الذی لا یموت آخر تک پھر فرمایا کہ بندے کو بعد اس آیت کے خدا کے سوا کسی کی طرف التجا کرنی نہ چاہیے اور بعض اکابر کو خواب مین کسی نے یہ جملہ کہدیا کہ جسنے اعتماد کیا اللہ تعہ پر اسنے اپنا رزق جمع کرلیا۔ اور بعض علمانے فرمایا ہے کہ ایسا نہو کہ آدمی رزق مضمون کی تلاش مین اپنے فرض اعمال سے بیخبر ہو جاوے اور آخرت کا معاملہ ابتر کر دے اور اسکو دنیا مین اسیقدر ملیگا جتنا کہ اسکے لیے لکھا گیا ہی اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ جب آدمی کے پاس بے طلب رزق آتا ہی تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ رزق کو بھی حکم ہی کہ آدمی کو تلاش کر لے اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ مین نے ایک راہب سے پوچھا کہ تو کہان سے کھاتا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ بات میرے جاننے کی نہین میرے پروردگار سے پوچھ لو کہ مجھکو کہان سے کھلاتا ہے۔ اور ہرم بن حیان نے حضرت اویس قرنی سے پوچھا کہ مین کہان رہون انھون نے شام کیطرف کو اشارہ فرمادیا پھر ہرم نے پوچھا کہ معیشت یعنی بسر اوقات کی کیا صورت ہی حضرت اویس رح نے فرمایا کہ تف ہی ان دلون پر انمین شک ملا ہوا ہی انکو نصیحت سے کیا فائدہ ہوگا۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جب اللہ تعہ کو آدمی نے اپنا وکیل جان لیا تو ہر ایک بہتری کی راہ اسکو مل گئی

۲۱ح ترمذی وحاکم بروایت بخاری ومسلم عمر فاروق ۱۲ ۲۲ح جو شخص اللہ تعہ کا ہو رہتا ہی اسکو اللہ تعہ ہر ایک مشقت سے بچا دیتا ہی اور ایسی جگہ سے اسکو روزی ... وبیہقی از زہری بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲ ۲۴ح طبرانی در اوسط بروایت محمد بن حمزہ عن ... غالب موصول ... ۲۵ح ... اور حکم کر اپنے گھر والون کو نماز کا اور آپ بھی قائم رہ اسپر ۱۲ ۲۶ح ترمذی ونسائی وابن ماجہ بروایت مغیرہ بن شعبہ ۱۲ ... جھکو اللہ اور اچھا ... ۱۲

فصل اول توحید کے ذکر مین اسمین بیان اس توحید کی حقیقت کا ہی جو توکل کی اصل ہی جاننا چاہیئے کہ ایمان کے اقسام مین سے توکل بھی ہی اور اسکے سب اقسام علم اور حال اور عمل سے بنتے ہین پس توکل بھی بالضرور انھین تینون چیزون سے حاصل ہوتا ہے اول علم جو اصل ہی پھر عمل جو ثمرہ ہی تیسرا حال جو توکل کے لفظ سے مراد ہی پس اول ہم اس علم کا بیان شروع کرتے ہین جو اصل ہے اور اسی کا قول اصل لغت مین ایمان ہی اسلیے کہ ایمان کے معنی تصدیق کے ہین اور جو تصدیق دل سے ہوگی وہ علم ہے اور اگر تصدیق قوی ہوجاتی ہی تو اسکو یقین کہنے لگتے ہین مگر چونکہ اقسام یقین کے بہت ہین اور ہم کو انمین سے صرف وہ بیان کرنے ہین جن کے اوپر مدار توکل کا ہی اور وہ قسم وہ توحید ہی جو اس کلمہ طیبہ مین سمجھی جاتی ہی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور نیز وہ ایمان قدرت پر ہے جسکا بیان ان کلمات مین ہی لہ الملک اور اسی مین ایمان جود و حکمت الٰہی پر بھی ہی جسپر یہ قول دلالت کرتا ہی ولہ الحمد پس جس شخص نے کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علے کل شیء قدیر پس اسکا وہ ایمان جو توکل کی اصل ہے پورا ہوگیا اور اس کہنے سے ہماری یہ غرض ہی کہ معنی اس کلمے کے ایک وصف لازم آدمی کے دل کے ہوجاوین اور دل پر غالب رہین رہی توحید وہ اصل اصول ہی مگر اس مین کلام طویل ہی اور وہ علم مکاشفہ سے ہے لیکن بعض علوم مکاشفہ احوال کے ذریعے سے اعمال سے بھی متعلق ہین اور علم معاملہ بدون انکے کامل نہین ہوتا اس صورت مین ہم توحید مین سے اسیقدر بیان کرین گے جو متعلق معاملے سے ہی ورنہ توحید ایک دریاے ناپیدا کنار ہی اسکی کچھ انتہا ہی نہین۔ اب جاننا چاہیے کہ توحید کے چار مراتب ہین ایک مغز دوسرے مغز کا مغز تیسرے پوست چوتھے پوست کے اوپر کا پوست اور کم فہمون کے سمجھانے کے لیے ہم اسکی ایک مثال فرض کر لیتے ہین کہ توحید کو مثل اخروٹ کے اپنے اوپر کے چھلکے مین سمجھنا چاہیے کہ اسپر دو چھلکے ہوتے ہین اور ایک مغز ہوتا ہے پھر مغز کے اندر تیل ہوتا ہی پس مرتبہ اول توحید کا تو یہ ہی کہ آدمی اپنی زبان سے تو لا الہ الا اللہ کہے مگر اسکا دل اس سے غافل ہو یا منکر مثل توحید منافقون کے اور دوسرا مرتبہ یہ ہی کہ معنی اس لفظ کے اسکا دل بھی سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اسکی تصدیق کرتے ہین یہ توحید عوام کی ہی تیسرا مرتبہ یہ ہی کہ بذریعہ نور حق کے یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ ہوجاوین یہ مقام مقربین کا ہی اور اسکا حال اسطرح ہی کہ اشیا کو بہت تو جانتا ہی مگر باوجود اشیا کی کثرت کے انکو واحد قہار سے ہی صادر سمجھتا ہی اور چوتھا مرتبہ یہ ہی کہ وجود مین سوا ذات واحد یکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے شعر چو سلطان عزت علم برکشد۔ جہان سر بجیب عدم درکشد۔ کا مضمون ہوجاوے اور یہ مشاہدہ صدیقون کا ہی اور اسکا نام صوفیہ کرام فنا در توحید کہتے ہین یعنی از انجا کہ اس رتبے والا سوا ایک ذات کے اور کچھ نہین دیکھتا تو اپنے نفس کو بھی نہین دیکھتا اور جب احد یکتا مین مستغرق ہونے کی جہت سے اپنے نفس کو نہین دیکھتا تو توحید مین اپنے نفس سے فانی ہوگا یعنی اپنے نفس کے دیکھنے سے جیتا نہین رہا۔ پس ان مراتب مین سے اول شخص تو صرف موحد زبان کا ہی اسکا فائدہ دنیا مین یہ ہی کہ قتل سے بچ جاتا ہی اور دوسرا شخص ان معنون کر موحد ہے کہ اپنے دل سے لفظ کے معنے سمجھتا ہے اور دل سے تکذیب اپنے اعتقاد کی نہین کرتا اور اسطرح کی توحید دل پر ایک گرہ ہی اسمین بسط اور کشادگی نہین ہوتی تاہم اس توحید والا عذاب آخرت سے محفوظ رہتا ہی بشرطیکہ اسی پر خاتمہ ہو اور گناہون کے باعث اسکو ضعیف نہ کر دیا ہو پھر اس گرہ کے لیے چند حیلے تو اس قسم کے ہین

یعنی نہین ہے کوئی معبود سوا اسکے خدا کے وہ ایک ہی اکیلا کوئی نہین اسکا شریک اسی کی سلطنت ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

جنسے اسکا ڈھیلا کرنا اور کھولنا منظور ہوتا ہو انکو بدعت کہتے ہین اور کچھ تدبیرین ایسی ہین جن سے اس گرہ کا مضبوط کرنا اور اسکے
ڈھیلے کرنیوالے اور کھولنے والے حیلون کا دور کرنا مقصود ہوتا ہو انکو کلام کہتے ہین اور جو علم کلام جانتا ہو اسکو متکلم کہتے ہین اور
اسکے مقابل کو مبتدع اور غرض متکلم کی یہ ہوتی ہو کہ مبتدع کو عوام کے دلون سے وہ گرہ نہ کھولنے دے اور متکلم کو کبھی موحد بھی
کہتے ہین اس نظر سے کہ وہ اپنے کلام کے باعث معنی لفظ توحید کے عوام کے دلون مین حفاظت کرتا ہو تاکہ توحید کی گرہ کھلنے نہ پاوے
اور تیسرا شخص ان معنون کر موحد ہو کہ اسنے صرف ایک ہی فاعل کا مشاہدہ کیا یعنی اسکو امر حق جون کا تون کھل گیا واقع مین فاعل
ایک ہی نظر آتا ہو اور حقیقت جیسی ہو ویسی ہی سوجھ پڑتی ہے مگر اسنے بزور اپنے دل کو معتقد معنی لفظ حقیقت کا رکھا ہو تو یہ رتبہ
عوام اور متکلمون کا ہو کیونکہ عامی اور متکلم کے اعتقاد مین کچھ فرق نہین بلکہ یہ فرق ہو کہ متکلم ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہو کہ جو کوئی اس
سے اعتقاد کو ضعیف کرنا چاہے تو اسکی تقریر دفع کر دے۔ اور چوتھا شخص اس نظر سے موحد ہو کہ اسکے مشاہدے مین بجز واحد کیا کے اور
کوئی نہین آیا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہین دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے **شعر** وحدت مین تیری حرف دوئی کا نہ آسکے ؛ آئینہ
کیا مجال تجھے منھ دکھا سکے ؛ یہ مرتبہ توحید مین سب سے اعلے ہو۔ پس پہلا مرتبہ تو اوپر کا سا چھلکا اخروٹ کا ہو اور دوسرا مرتبہ مثل
دوسرے چھلکے کے ہو اور تیسرا مغز کے مانند ہو اور چوتھا مثل تیل کے ہو جو مغز مین سے نکلتا ہو اور جسطرح کہ اوپر کے چھلکے سے کوئی
فائدہ نہین اگر کھائیے تو تلخ ہو اور اگر اسکا باطن دیکھا جاوے تو بری صورت کا ہو اگر جلائیے تو آگ بجھا دے اور دھوان زیادہ کرے
اور اگر مکان مین رکھیے تو جگہ روکے غرض کسی قابل نہین بجز اسکے کہ چند روز اخروٹ کی حفاظت اس سے رہے اور جب مغز نکال لیا جاوے
تو پھینکدیا جاوے اسیطرح توحید زبانی کا حال ہو جسمین دل کی تصدیق نہو کہ ایسی توحید سے کچھ فائدہ نہین نقصان بہت ظاہر و باطن مین
ہو ہان چند روز کا قاعدہ یہ ہو کہ نیچے کے چھلکے یعنی دل اور بدن کے بچاؤ کے لیے موت کیوقت تک کام آتی ہو اور منافق کے بدن
کو طعمہ سیف مجاہدین نہین ہونے دیتی اسلیے کہ انکو حکم دلون کے چیرنے کا نہین ہو ظاہر کے اسلام کو دیکھتے ہین اسوجہ سے منافقون کا
بدن تلوار سے محفوظ رہ جاتا ہو مگر موت کے وقت یہ توحید انکے بدن سے علیحدہ ہو جاویگی اسکے بعد پھر اس سے کچھ کام نہ چلیگا اور جسطرح
کہ نیچے کا چھلکا بہ نسبت اوپر کے چھلکے کے ظاہر مین بہت مفید ہو یعنی اس سے مغز کی حفاظت ہوتی ہو اور رکھ چھوڑنے سے بگڑنے نہین دیتا اور
اگر جدا کر لیا جاوے تو ایندھن کے بھی کام کا ہو مگر بہر حال مغز کی نسبت کم ہو اسیطرح صرف اعتقاد بدون کشف کے زبانی قول کی نسبت بہت مفید ہے
مگر کشف و مشاہدہ کی بہ نسبت جو سینے کی کشادگی اور نور حق کی اسمین تابش سے حاصل ہوتا ہو اسکی قدر کم ہو کیونکہ یہی کشادگی اس آیت شریف مین
مراد ہو فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام اور اس آیت مین بھی افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ اور جسطرح کہ مغز بذات خود تو
کی نسبت کر نفیس ہو اور گویا مقصود وہی ہو مگر پھر بھی تیل نکالنے پر کچھ کھلی وغیرہ کی آمیزش سے خالی نہین اسیطرح توحید فعل یعنی فاعل کا
ایک جاننا بھی سالکون کے حق مین بڑا مقصد عالی ہو مگر اسمین کچھ نہ کچھ التفات غیر کی طرف پایا جاتا ہو اور اس شخص کی نسبت جو ایک کے
سوا دوسرے کو دیکھتا ہی نہین ایسے شخص کا لحاظ کثرت کیطرف ہو پس اگر یہ کہو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہو کہ آدمی بجز ایک ذات کے مشاہدہ نکرے
حالانکہ آسمان و زمین اور تمام اجسام محسوسہ کو دیکھتا ہو اور یہ چیزین بہت ہین تو بہت سی چیزین ایک کسطرح ہونگی اسکا جواب یہ ہو کہ یہ

پس وہ شخص جسکو اللہ چاہے کہ راہ دے کھول دے سینہ اسکا واسطے مسلمانی کے بھلا جسکا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمانی پر سو وہ اجالے مین ہو اپنے رب کی طرف سے ۱۲

نکتہ انتہاے علوم مکاشفات مین کا ہو ان علوم کے اسرار کا کسی کتاب مین لکھنا جائز نہین عارفین فرماتے ہین کہ راز ربوبیت کا افشا کرنا
کفر ہو علاوہ ازین اس امر کو علم معاملہ سے کچھ علاقہ بھی نہین ہان ابتداے نظر جو کثرت کا واحد جاننا بعید معلوم ہوتا ہے اسکو سمجھا دینا
ممکن ہے اور وہ اسطرح ہو کہ بعض چیزین کسی خاص مشاہدے سے دیکھو تو بہت ہین اور کسی اور اعتبار سے دیکھو تو واحد ہین مثلاً اگر انسان
کو اسکی روح اور جسم اور ہاتھ پانون اور رگون اور ہڈیون اور آنتون کے لحاظ سے دیکھو تو بہت ہو اور اگر دوسرے اعتبار سے مشاہدہ
کرو تو ایک ہو یعنے انسانیت کے لحاظ سے دیکھو تو ایک ہے۔ اور بہت شخص ایسے ہین کہ انسان کو دیکھتے ہین تو انکے دل مین خیال
اسکی رگون کی کثرت کا اور آنتون اور ہاتھ پانون کا اور جدا ہونے روح و جسم اور اعضا کا نہین گزرتا۔ اور دونون صورتون مین فرق
یہی ہو کہ جب آدمی کو حالت استغراق واحد کے ساتھ ہوتی ہو تو وہ واحد مین تفرق اور جدائی نہین دیکھتا اور جب عین کثرت کی
طرف التفات کرتا ہو تو خیال علیحدہ ہونے ان اشیا کا گذرتا ہو اسیطرح جتنی اشیا موجود ہین خواہ خالق ہو یا مخلوق سب کیلیے اعتبارات
اور مشاہدات بہت اور جدا جدا ہین کہ کسی اعتبار سے وہ واحد ہین اور کسی سے بہت پھر بعض اعتبارات سے کثرت زیادہ ہوتی ہو اور
بعض سے کم۔ اور انسان کو جو ہم نے مثال مین لکھا ہو ہرچند مطابق مطلب کے نہین تاہم اس سے فی الجملہ مشاہدے مین کثرت
کا واحد ہو جانا معلوم ہو جاتا ہو اور اس قسم کے موحدین پر محل انکار نہین رہتا اور جس مقام پر کہ ابھی آدمی کی رسائی نہین ہوئی اسکی
تصدیق کرنے لگتا ہو اس تصدیق کی بدولت انہین توحید اعلے مرتبہ والے سے کچھ بہرہ ہو جاتا ہو گو جس قسم کی توحید پر ایمان لایا ہو
وہ حالت حاصل نہوئی ہو جیسے مثلاً کوئی نبوت پر ایمان لاوے تو ہرچند خود نبی نہو مگر نبوت سے اسکو اسیقدر بہرہ ہوگا جسقدر
کہ اسپر ایمان قوی ہوگا اور یہ مشاہدہ جسمین کہ بجز ذات واحد مطلق کے اور کچھ نہین سوجھتا کبھی تو ہمیشہ رہتا ہو اور کبھی بجلی کی طرح
کوند جاتا ہو اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے ہمیشہ یہ حال رہنا بہت ہی کم ہو روایت ہو کہ حسین بن منصور حلاج نے ابراہیم خواص
کو سفر کرتے دیکھا تو پوچھا کہ تم کس فکر مین ہو انھون نے فرمایا کہ مین سفر مین پھرتا ہون تاکہ توکل مین اپنا حال درست کرون اور
خواص متوکلین مین سے تھے حسین بن منصور نے فرمایا کہ تم نے اپنی تمام عمر اپنے باطن کی آبادی مین ضائع کی فنا در توحید کہان
گئی اسکو کیون نہین اختیار کرتے **شعر** اگر یارے از خویشتن دم مزن ؎ کہ شرک ست با یار و با خویشتن ؎ گویا
حضرت خواص توحید مین تیسرے مقام کی درستی کرتے تھے اور حسین نے ان کو چوتھے مقام پر ترغیب دی غرض کہ
مقامات موحدین کا حال بسبیل اجمال بیان کیا گیا اب اسقدر توحید کی شرح سننی چاہیے جسپر توکل مبنی ہے پس
چوتھے مقام کے بیان مین تو خوض ہی کرنا نہ چاہیے اور نہ توکل اسپر مبنی ہو بلکہ حال توکل تیسری قسم کی توحید سے حاصل
ہوتا ہے اور قسم اول کی توحید نفاق ہے اسکا حال ظاہر ہی ہو اور دوسری قسم کی توحید عام مسلمانون مین موجود ہے اسکے
پختہ کرنے کا طور علم کلام مین مذکور ہو اور بدعتیون کے اعتراضات کا جواب بھی اسی علم مین موجود ہو اس مین سے جسقدر
کہ ضروری ہو ہمنے اسکا ذکر کتاب اقتصاد فی الاعتقاد مین لکھا ہو۔ باقی رہی تیسری قسم توحید کی سو اسی پر توکل مبنی ہو اسلیے کہ صرف
توحید اعتقادی تو موجب حال توکل کے نہین ہو انہین کچھ کشف و مشاہدہ کا ہونا بھی چاہیے پس تیسری قسم مین جسقدر پر توکل موقوف ہے

اسکو ہم بیان کرتے ہین اسکی تفصیل تو اس جیسی کتاب مین نہین آسکتی مگر مختصر یہ ہو کہ آدمی پر یہ امر ظاہر ہوجاوے کہ فاعل سوا خدائے تعو
کے اور کوئی نہین اور جتنی موجود چیزین ہین یعنے خلق اور رزق اور بخشش اور منع اور موت و حیات اور تونگری و مفلسی وغیرہ جن کو
کسی نام سے کہہ سکتے ہین انکا موجد اور مبدع اور مخترع اللہ تعو ہی ہے کوئی اسکا شریک نہین جب آدمی پر یہ بات کھل جاوے گی
تو پھر اور کیطرف نہ دیکھے گا بلکہ خدائے تعالیٰ ہی سے خوف کرے گا اور اسی سے توقع رکھیگا اور اسی پر اعتماد و توکل کرے گا اسلیے
کہ کرنیوالا کامون کا تو صرف وہی ہو دوسرا اور کوئی نہین اور جو اسکے سوا ہین وہ سب مسخر ہین خود ایک ذرہ بھی آسمانون اور زمین کے
ملکوت مین سے نہین ہلا سکتے اور جب باب مکاشفہ آدمی کے اوپر کھلتا ہو تو یہ امر اسکو آنکھ کے مشاہدے سے بھی زیادہ واضح
ہوجاتا ہے۔ اب جاننا چاہیے کہ اس توحید سے آدمی کو شیطان ایسی جگہ مین روک دیتا ہو جہان اسکو یہ معلوم ہو کہ انسان کے
دل پر کچھ ملاؤ شرک کا بھی چلا جاویگا اور اسکی دو صورتین ہین اول حیوانات کے اختیار پر التفات کرنے سے۔ دوم جمادات
کے التفات سے۔ جمادات کے التفات سے شرک ایسے کرتا ہو کہ مثلاً آدمی کھیتی کے نکلنے اور جمنے مین مینھ پر اعتماد کرے اور
مینھ کے برسنے کے لیے ابر پر اور ابر کے اکٹھا ہونے کے واسطے سردی پر اعتماد کرے اور کشتی کے برابر بہنے اور چلنے مین ہوا پر
اعتماد کرے تو یہ سب باتین توحید کے باب مین شرک ہین اور حقیقت امور سے جہالت کی دلیل ہین اسیواسطے اللہ تعو فرماتا ہے
فاذا ركبوا فى الفلك دعوا الله مخلصين له الدين فلما نجاهم الى البر اذا هم يشركون اسکے معنی بعض مفسرین یہ فرماتے ہین کہ کشتی کے
سوار کہنے لگتے ہین کہ اگر ہوا اچھی نہوتی تو ہم نہ بچتے اور جس شخص پر حال عالم کا واقعی معلوم ہوگیا ہو وہ جانتا ہو کہ ہوا موقوف ہی
ایک ہوا ہو اور ہوا اپنے آپ سے نہین چلتی جبتک اسکو کوئی حرکت دینے والا نہو اسیطرح اسکے محرک کو ایک اور محرک چاہیے
یہانتک کہ سلسلہ محرک اول پر پہونچے کہ اسکو کوئی محرک نہین اور نہ وہ بذات خود متحرک ہو پس نجات کے باب مین بندے کا
التفات ہوا کیطرف ایسا ہو جیسا کوئی شخص گردن مارا جانے کو پکڑا جاوے اور بادشاہ اسکی رہائی اور عفو قصور کا حکم لکھدے تو یہ شخص
دوات اور کاغذ اور قلم کو جس سے کہ حکم لکھا گیا ہو یاد کرے اور کہے کہ اگر قلم نہوتا تو مین نہ بچتا اور اپنی نجات قلم سے سمجھے جس نے قلم کو
ہلایا اس سے نہ سمجھے تو یہ نہایت جہالت ہو اور جو شخص جانے کہ قلم کچھ حکم نہین دے سکتا بلکہ وہ کاتب کے ہاتھ مین مسخر ہوتا ہو تو وہ
قلم کیطرف التفات نہین کریگا اور سوا کاتب کے اور کا شکر گزار نہوگا بلکہ بعض اوقات نجات کی خوشی اور بادشاہ کے شکر مین دل
پر قلم اور سیاہی وغیرہ کا خطرہ بھی نہوگا۔ پس آفتاب اور چاند اور ستارے اور مینھ اور ابر اور زمین اور ہر ایک حیوان اور شجر
وغیرہ سب خدائے تعو کے قبضۂ قدرت مین اسطرح مسخر ہین جیسے کاتب کے ہاتھ مین قلم بلکہ یہ مثال بھی صرف سمجھانے کے
واسطے کہ دیکھیے کہ لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ دستخط بادشاہ کیا کرتے ہین اور واقع مین کاتب خدا تعالیٰ ہی ہو چنانچہ ارشاد
فرماتا ہو وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى پس جب آدمی پر یہ بات کھلجاتی ہے کہ تمام چیزین آسمان و زمین کی اسطرح مسخر ہین
تو شیطان اس سے ناامید پھرتا ہو کہ اب اسکی توحید مین یہ شرک جمادات کا تو نہین ملا سکتا مگر دوسری صورت سے پیش آتا ہو
یعنے التفات حیوانات کے اختیار کا اپنے افعال اختیاری مین دل مین ڈالتا ہو اور کہتا ہو کہ تو سب باتون کو اللہ کیطرف سے کیسے

ف پھر جب سوار ہوئے کشتی مین پکارنے لگے اللہ کو نری اسی پر رکھکر نیت پھر جب بچا لایا انکو زمین کیطرف اسیوقت لگے شریک پکڑنے ۱۲ ف اور تو نے نہین پھینکی مٹھی خاک جسوقت پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی ۱۲

اعتقاد کرتا ہے دیکھ فلان شخص مجکو اپنے اختیار سے رزق دیتا ہے اگر چاہے دے اور چاہے بند کر دے اور بادشاہ کو اختیار ہے چاہے
تیری گردن تلوار سے اڑا دے چاہے معاف کرے تو خوف بادشاہ ہی سے چاہیے اور اسی سے توقع رکھنی چاہیے کیونکہ تو اسی
کے قابو مین ہے اور یہ بات تو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اسمین کچھ شک نہین اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر قلم کو تو کاتب نہین جانتا
اس جہت سے کہ وہ کاتب کے ہاتھ مین مسخر ہے تو کاتب تو اس سے باختیار خود لکھتا ہے اسکو کاتب کیون نہین جانتا اس خطرے مین اکثر
لوگون کے قدم لغزش کھا جاتے ہین بجز اللہ تعالیٰ کے مخلص بندون کے جنپر شیطان مردود کو قابو نہین وہ لوگ البتہ چشم بصیرت سے کاتب
کو بھی مسخر اور مضطر دیکھتے ہین جیسے ضعفا قلم کو مسخر دیکھتے ہین اور انکو معلوم ہو گیا ہے کہ ضعفا نے اسباب مین ایسی غلطی کی جیسے
چیونٹی مثلاً کاغذ پر پھرتی ہو اور دیکھے کہ قلم کی نوک کاغذ کو سیاہ کر رہی ہے اور اسکی بینائی ہاتھ اور انگلیون تک نہ پہونچتی ہو چہ جائیکہ کاتب
کو دیکھے تو وہ غلطی سے یہی جانیگی کہ کاغذ کی سفیدی کو قلم ہی سیاہ کرتا ہے اور اسکی غلطی کی وجہ یہی ہے کہ اسکی بینائی قلم کی نوک سے اوپر نہین
جا سکتی اسواسطے کہ آنکھ کا حدقہ بہت تنگ ہے پس اسیطرح جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے خدائے تعالیٰ کے نور سے نہین کھلا اسکی
بصیرت آسمان و زمین کے جبار کے دیکھنے سے قاصر ہے وہ نہین دیکھ سکتا کہ وہ واحد یکتا سب کے اوپر غالب ہے اسی لیے کاتب
ہی پر اثناء راہ مین ٹھہر گیا اور یہ صرف جہالت ہے اور ارباب قلوب اور مشاہدات کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسمان و زمین
کے ہر ذرے کو اپنی قدرت کاملہ سے گویا کر دیتا ہے یہانتک کہ وہ لوگ ان ذرات کی تقدیس اور تسبیح خدا تعالیٰ کے لیے سنتے ہین اور
انکے گوش حق نیوش مین آوازان اشیا کے اقرار کی اپنی عاجزی پر بدون کسی حرف اور صوت کے سنائی دیتی ہے جنکے کان ہی نہین
وہ اسکو البتہ نہین سنتے سچ ہے شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ؛ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ؛ ہماری غرض کان سے
یہ کان نہین جو اور کی چیزون کے سوا نہین سن سکتے ایسے کان تو گدھے کے بھی ہوتے ہین اور نہ ایسی چیزون کی کچھ قدر ہے جس مین
کہ بہائم شریک ہون بلکہ ان کانون سے یہ غرض ہے جنسے وہ کلام سمجھے جاوین جس مین نہ حروف ہون نہ آواز نہ عربی نہ عجمی پس اگر کوئی
کہے کہ یہ تو ایک تعجب کی بات ہے عقل اسکو قبول نہین کرتی اشیا کے بولنے کی کیفیت کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کیسے بولتی ہین اور
کیا کہتی ہین تسبیح اور تقدیس خدائے تعالیٰ کی کسطرح کرتی ہے اور اپنے نفسون کے عاجز ہونے کی شہادت کیسے دیتی ہین تو اسکا جواب
یہ ہے کہ آسمان و زمین کے ہر ذرے کو ارباب قلوب کے ساتھ باطن مین ایک مناجات ہے اور اسکا کچھ حصر و انتہا نہین اسلیے کہ وہ کلمات
خدائے تعالیٰ کے کلام کے سمندر سے جسکی کچھ حد نہین مدد پاتے ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد
کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا پھر یہ سب ذرات اسرار ملک اور ملکوت کے بیان کرتے ہین اور بھید کا افشا کرنا برا ہے بلکہ سینۂ
احرار قبر اسرار ہوتا ہے اور تمنے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ جو شخص بادشاہ کے راز کا امین ہو اور بادشاہ اس سے اپنے خفیہ امور کہے تو وہ
سب کے سامنے بیان کر دے اور اگر بھید کا افشا کرنا درست ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہ فرماتے لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و
لبکیتم کثیرا بلکہ ذکر فرما دیتے تاکہ رووین اور خندہ نہ کرین اور نیز تقدیر کے راز کے فاش کرنے سے منع نہ فرماتے اور یہ ارشاد نہ فرماتے
کہ جب ستارون کا ذکر ہوا کرے تو چپ رہو اور تقدیر کا مذکور ہو تو سکوت کرو اور میرے اصحاب کا جب ذکر ہو تو خاموش ہو جاؤ

اور نیز حضرت حذیفہ رضؓ کو بعض اسرار کے لیے خاص نہ فرماتے۔ غرضکہ اسرارِ ملک و ملکوت کے جو اہل دل سے مناجات کرتے ہین اُن باتون کو مذکور نہ کرنے کی دو وجہ ہین اول محال ہونا افشاے راز کا دوسرے بے انتہا ہونا انکے کلمات وحکایات کا تاہم جو مثال ہمنے اوپر لکھی ہو یعنے حرکت قلم مین اسکی تھوڑی سی گفتگو بسبیل اجمال لکھے دیتے ہین تاکہ مجملاً توکل کے مبنی ہونے کی کیفیت اس سے سمجھ مین آجاوے اور ہر چند یہ گفتگو حروف و آواز سے متعلق نہین مگر اسکو ہم حروف و آواز سمجھانے کی ضرورت کیلئے بنا کے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ ایک شخص سالک نے جو نور الٰہی مشعل راہ رکھتا تھا کاغذ کو دیکھا کہ اسکا رخ سیاہی سے کالا ہو گیا ہی اسنے پوچھا کہ تیرا منھ تو سفید چمکتا تھا اب تونے کالا کیون کیا اسکی کیا وجہ ہو کاغذ نے جواب دیا کہ یہ کیا انصاف ہو کہ یہ بات مجھ سے پوچھتا ہی مین نے اپنے آپ تو کالا نہین کیا روشنائی سے پوچھ کہ وہ دوات مین جہان اسکا ٹھکانا اور وطن تھا بیٹھی تھی وہان سے نکلی اور میرے صفحۂ رخ پر زبردستی تاخت کی اسنے کہا کہ تو سچا ہو پھر روشنائی سے پوچھا کہ کیا سبب ہے جو تونے کاغذ کا منھ سیاہ کیا اسنے کہا کہ بھلا مجھ سے پوچھتے ہو مین تو دوات مین چپ چاپ بیٹھی تھی میرا قصد نہ تھا کہ اسجگہ سے نکلون مگر قلم نے اپنی طمع فاسد سے مجھپر زیادتی کی اور مجکو وطن سے بے وطن کر دیا اور میری جماعت کو تتر بتر کر ڈالا سارے صفحے پر تمکو متفرق معلوم ہی ہوتی ہون عیان را چہ بیان تو اسکی وجہ قلم سے پوچھنی چاہیے مجھ سے کیا علاقہ اسنے کہا کہ تو درست کہتی ہو پھر قلم سے وجہ اسکے ظلم و زیادتی کی روشنائی پر پوچھی اسنے کہا کہ یہ امر مجھ سے پوچھتے ہو مین تو ایک سینٹھا تھا کہ نہرون کے کنارے ہرے ہرے درختون مین کھڑا تھا ہاتھ چھری لے کر پہونچا اور مجکو جڑ سے اکھاڑ کر میرا پوست اتارا اور کپڑے پھاڑے پوریان جدا کین پھر تراشا اور سر چیرا اور قط لگایا پھر سیاہی مین ڈبو دیا اب مجھ سے خدمت لیتا ہے اور مجکو سر کے بل چلاتا ہو تو مجھ سے پوچھ کر کیون زخم پر نمک چھڑکتا ہو الگ رہ اور ہاتھ سے پوچھ جسنے مجھے دبا رکھا ہو اسنے کہا کہ تیرا قول درست ہو ہاتھ سے پوچھا کہ تونے قلم پر کیون ظلم کیا ہو اس سے خدمت کیون لیتا ہو ہاتھ نے کہا کہ میان صاحب مین گوشت اور ہڈی اور خون ہون تمنے کہان دیکھا ہو کہ گوشت ظلم کرتا ہو یا کوئی جسم اپنے آپ حرکت کرتا ہو مین تو ایک سواری ہون مجھپر ایک سوار قدرت نام سوار رہتا ہو مجھے وہی پھراتا اور دوڑاتا ہو تمام زمین پر لیے پھرتا ہو دیکھو درخت اور پتھر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہین ہلتا اور نہ اپنے آپ حرکت کرے کیونکہ انپر یہ زبردست سوار نہین ہر دون کے ہاتھ ہین اور مجھ مین صورت شکل مین کچھ فرق نہین وہ کیون قلم نہین پکڑتے غرضکہ مجھ سے اور قلم سے کچھ واسطہ نہین یہ سوال قدرت سے کرنا چاہیے میرا کچھ قصور نہین مین صرف سواری ہون سواری مجھے ہلاتا ہو اسنے کہا سچ ہو پھر قدرت سے پوچھا کہ کیا وجہ ہو کہ تو ہاتھ سے خدمت لیتی ہے اور اسے ادھر ادھر پھراتی ہو اسنے کہا تم مجھے عتاب و ملامت مت کرو بہت ایسا ہوتا ہو کہ ملامتگر پر خود ملامت عائد ہوتی ہو اور جسکو ملامت کرتے ہین اسکا قصور نہین نکلتا تمکو میرا حال کیا معلوم نہین کیسے جانا کہ مین نے ہاتھ پر سوار ہونے سے زیادتی کی ہین تو اسپر ملنے سے پہلے بھی سوار تھی مجھے اسکے ہلانے سے کیا مطلب تھا مین تو چپ چاپ سوتی تھی اور ایسے خواب خرگوش مین تھی کہ لوگ یہ جانتے کہ مردہ ہے یا معدوم ہو یعنے نہ خود متحرک تھی نہ دوسرے کو حرکت دیتی تھی یہانتک کہ ایک موکل آیا اور اسنے مجکو ہلایا اور زبردستی مجھ سے یہ کام لیا جسپر

ملامت کرتے ہو مجکو طاقت اسکے موافقت کی تھی نہ تاب مخالفت اس موکل کا نام ارادہ ہو مین اسکو نام ہی سے جانتی ہون یا اسکی
پہچانتی ہون ایک بارگی اسنے چڑھائی کرکے مجکو گہری نیند سے جگا دیا اور بزور مجھسے وہ کام لیا اگر میری تجویز تنہا کوئی پوچھتا تو
مجکو کنجایش تھی کہ مین کچھ بھی نہ کرتی اسنے کہا درست ہو پھر ارادے سے پوچھا کہ تجکو کیا ہوا تھا کہ قدرت پر جو چپ چاپ اطمینان
سے سو رہی تھی جا پڑا اور اسکو حرکت دینے مین لگا دیا اور ایسی زبردستی کی کہ اسکو تاب مخالفت نہین ہوئی اور بارمان تیری
اطاعت کی کوئی گریز اور مفر نظر نہ آیا ارادے نے کہا کہ جلدی مت کرو شاید تمہارے عتاب کا عذر میرے پاس موجود ہو یعنی مین اپنے
آپ نہین اٹھا بلکہ مجکو ایک زبردست کے حکم نے اٹھایا اور بھیجا مین اسکے آنے سے پیشتر ٹھہرا ہوا تھا مگر بارگاہ حضرت دل سے
علم کا قاصد عقل کی زبانی میرے پاس آیا اور یہ پیام سنایا کہ قدرت کو اٹھا دے مین نے مجبوری قدرت کو حرکت دی اسلیے کہ مین
بیچارہ تابع علم و عقل کا ہون مجھے خبر نہین کہ مجکو انکی خدمت گزاری کا کون حکم ہوا اور کس لیے مین انکی طاعت کے لیے مجبور ہون اتنا
جانتا ہون کہ جبتک یہ ایلچی نہین آتا تب تک چین چان سے رہتا ہون یہی میرا حاکم ہو خواہ عادل ہو یا ظالم ہو اسی کیلئے مین مستعد ہون
اور اسکی اطاعت مجھپر واجب و لازم ہی بلکہ جبتک حکم قطعی کر دیتا ہو تو مجکو تاب مخالفت نہین رہتی اپنی جان کی قسم ہو کہ جب تک وہ خود
اپنے ہی مین متردد اور حکم مین متحیر رہتا ہے تو مین چپکا رہتا ہون بلکہ چوکنا اور حکم کا منتظر رہتا ہون اور جب حکم اسکا یقینی ہوتا ہو
تو اپنی سرشت کی رو سے مین اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے مضطر ہو جاتا ہون اور قدرت کو تعمیل مقتضاے حکم کے لیے
اٹھا دیتا ہون اب تم اپنا سوال اور عتاب مجھسے الگ رکھو علم سے میرا حال پوچھو بقول شخصے کہ مردہ بدست زندہ حکم حاکم مرگ مفاجات
محکوم کو بجز اطاعت اور کیا چارہ ہو سالک نے کہا سچ ہو پھر علم اور عقل اور دل سے جا کر مطالبہ و عتاب کیا کہ تم نے ارادے کو اپنا
تابع قدرت کے اٹھانے کے لیے کیون کیا اور اس سے خدمت کیون لی عقل نے تو جواب دیا کہ مین تو ایک چراغ ہون خود روشن نہین
ہوا کسی اور نے روشن کیا ہو اور دل نے کہا کہ مین ایک تختی ہون خود نہین پھیلی کسی نے پھیلایا ہو اور علم نے کہا کہ مین ایک نقش ہون جو تختی
دل کی سفیدی پر چراغ عقل کے روشن ہونے کے بعد منقوش ہو جاتا ہون اور مین خود منقوش نہین ہوا بہت دنون تختی مجھسے پیشتر
خالی ہی تھی پس جس قلم نے کہ مجھکو نقش کیا اس سے پوچھو کیونکہ نقش بدون قلم کے نہین اسوقت سائل عاجز ہو کر جواب پر قانع نہوا اور
کہنے لگا کہ اس راہ مین مین بہت پھرا اور بہت سی منزلین طے کین اور جس سے مجھے توقع ہوئی کہ یہ بتلا دیگا وہ دوسرے ہی پر
حوالہ کرتا گیا مگر پھرنے کی لذت سے مین خوش ہی ہوتا تھا اسلیے کہ ہر کوئی ایک جواب معقول دل پسند تو دیتا تھا اور دفع سوال
مین ایک عذر ظاہر بیان کرتا تھا مگر تو جو کہتا ہو کہ مین خط اور نقش ہون مجھکو قلم نے لکھا ہو یہ بات مین نہین سمجھا اسلیے کہ مین قلم
صرف نے وغیرہ کا جانتا ہون اور تختی بھی لوہے لکڑی کی دیکھی ہو اور نقش سیاہی و سرخی وغیرہ کا معلوم ہو چراغ آگ سے روشن
دیکھا ہے مگر اب جو ذکر تختی اور چراغ اور خط اور قلم کا ہو انمین سے کوئی چیز نہین دیکھتا عجیب بات ہو کہ شور سنتا ہون اور چکی نہین
دیکھتا علم نے کہا کہ تم جو کہتے ہو ٹھیک ہو اسکی وجہ یہ ہو کہ تمہارے پاس مایہ اور زاد کم ہے اور سواری کمزور اور جس راہ کے طے کرنے
کا قصد رکھتے ہو اس مین مہلکے اور مخاوف بہت ہین بہتر یہ ہو کہ اب اس خیال سے درگزرو اور اپنی راہ لو تم مرد اس میدان کے

نہین ہو جسکا کام اُسی کو ساجے اور اگر تم مقصد کی راہ پوری ہی کرنی چاہتے ہو تو لو کان لگاؤ اور سنو کہ تمہارے اس راستے کے عالم
تین ہین اول عالم ملک وشہادت ہو جسمین کی چیزین کاغذ اور قلم اور روشنائی اور ہاتھ وغیرہ تھے ان سے تم بتدریج بڑھ آئے
دوسرا عالم ملکوت ہو وہ میرے بعد ہو جب تم مجھ سے آگے چلوگے تو اس عالم کی منزلون مین جا پہونچوگے اسی عالم مین جنگل وسیع
اور بڑے بڑے دریا اور اونچے اونچے پہاڑ ہین مجھے نہین معلوم کہ تم ان مین کیسے بچوگے اور تیسرا عالم جبروت ہو وہ ملک اور ملکوت
کے درمیان مین ہو اسمین سے تم تین منزلین طے کر چکے ہو اسلیے کہ اسکے شروع مین منزل قدرت اور ارادہ اور علم ہو اور یہ عالم
ملک اور ملکوت مین واسطہ ہو یعنے عالم ملک کا راستہ بہ نسبت اسکے سہل ہو اور عالم ملکوت کا راستہ اسکی نسبت نہایت سخت
اور دشوار گزار ہے اس عالم کو ان دونون عالم کے درمیان ایسا جاننا چاہیے جیسے کشتی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہو
یعنے نہ تو وہ مضطرب پانی کی طرح ہوتی ہو نہ ساکن زمین کی طرح اور جو شخص زمین پر چلتا ہو وہ عالم ملک اور شہادت مین چلتا ہو
پس اگر اسکی قوت زیادہ ہو اور کشتی پر سوار ہو سکے تو ایسا ہوگا کہ گویا عالم جبروت مین سیر کرتا ہو اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہو اور
پانی پر بے کشتی چلنے لگے تو بلا تردد عالم ملکوت مین سیر کریگا پس اگر تم پانی پر بدون کشتی نہین چل سکتے تو پھر جاؤ کہ زمین تجاوز
کر چکے کشتی کو پیچھے چھوڑا اب تو صرف نرا پانی ہی رہ گیا ہے اور آغاز عالم ملکوت کا یہ ہو کہ جس قلم سے کہ دل کی تختی پر علم لکھا جاتا ہے
وہ نظر پڑے اور جس یقین سے کہ پانی پر چل سکتے ہین وہ حاصل ہو جاوے تم نے یہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی حضرت عیسے علیہ السلام کے حال مین نہین سنی کہ جب آپ کے سامنے مذکور ہوا کہ حضرت عیسے علیہ السلام پانی پر چلتے تھے
تو آپ نے فرمایا لو ازداد یقینا لمشی علے الہواء یعنے اگر انکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے سالک نے کہا کہ مین اپنے معاملے مین
حیران ہون اور تو نے جو راستے کا خوف بتایا اُس سے میرا دل تھرّاتا ہے مجھے معلوم نہین کہ جو جنگل تو نے بتائے مین مجھ مین
طاقت انکے قطع کی ہے یا نہین اسکی کچھ پہچان بھی ہو علم نے کہا کہ علامت کیون نہین یہ علامت ہے کہ تم اپنی آنکھ خوب نظر سادہ کر میری
طرف کھولو اگر تمکو وہ قلم جس سے مین دل پر منقوش ہوتا ہون نظر آوے تو ایسا لگتا ہو کہ تم اس راہ کے اہل ہوگے کیونکہ جو شخص عالم
جبروت سے بڑھکر ملکوت کے دروازے پر دستک دیتا ہو اسکو وہ قلم سوجھنے لگتا ہو دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ابتداے نبوت مین
وہ قلم معلوم ہوا تھا جب کہ یہ آیت اتری اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم سالک نے کہا کہ مین نے اپنی آنکھ کھولی
اور خوب تاکا مگر مجکو تو نہ کلک نظر آتی ہے نہ لکڑی اور مین نے تو قلم انھین چیزون کے دیکھے ہین علم نے کہا کہ تم کیسی بات کہتے ہو تمنے
نہین سنا کہ گھر کا سامان مثل مالک مکان کے ہوا کرتا ہو تمھین معلوم نہین کہ اسکی ذات کسی ذات سے مشابہ نہین نہ اسکا ہاتھ اور ہاتھون
کے مانند نہ قلم اسکا اور قلمون کی صورت نہ اسکا خط اور خطون کیطرح نہ اسکا کلام اور کلامون کے موافق یہ امور الٰہی مین اور عالم ملکوت
مین سے ہین جس طرح کہ اور اجسام مکان مین ہوتے ہین خدا تعالے کی ذات نہ تو جسم ہو نہ کسی مکان مین نہ اسکا ہاتھ مرکب گوشت اور
ہڈی اور خون سے ہو جیسے اور ہاتھ ہوتے ہین نہ قلم اسکا نے کا نہ تختی لکڑی کی نہ کلام حروف و آواز کا نہ کتابت نقش و نگار کی نہ روشنائی
پھٹکری اور مازو وغیرہ کی پس اگر تمکو یہ باتین ایسی نہین سوجھتین تو ہماری دانست مین تم مخنث ہو یعنی جو لوگ خدا تعالے کو

منزہ اور پاک سمجھتے ہین وہ تو مرد ہین اور جو اسکو تشبیہ اور اجسام سے دیتے ہین وہ مؤنث ہین اور تم ان دونون کے درمیان
مخنث ہو نہ ادھر ہو نہ اُدھر ہو تباؤ تو خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات کو اجسام سے کیسے منزہ کیا اور اسکے کلام کو معانی حروف و
آوازون سے کس طرح پاک سمجھا کہ اب اسکے ہاتھ اور قلم اور تختی اور کتابت پر توقف کرتے ہو اور انکو نہین سمجھتے ہو پس اگر ارشاد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق[1] آدم علی صورتہ کے یہ معنی سمجھے ہو کہ جیسے صورت ظاہری حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھ سے محسوس ہوتی
تھی خدائے تعالیٰ اسی صورت کا ہے تو تمہارے مشبہ ہونے مین کیا شبہ ہے جیسے کہتے ہین کہ صرف یہودی ہو جاؤ ورنہ توریت سے
مت کھیلو یعنے توریت سے کھیلنا دلالت خالص یہودی ہونے کی ہے اسیطرح جو شخص خدائے تعالیٰ کو اجسام ظاہری جیسا جانے وہ
بھی نرا مشبہ ہے اور اگر تم اس حدیث سے صورت باطنی جو چشم باطن سے معلوم ہوتی ہے نہ چشم ظاہر سے سمجھتے ہو تو بیشک تم خدائے
تعالیٰ کو پاک سمجھتے ہو نرے منزہ اور پاکی کے میدان کے مرد ہو اور اب منزل طے کر لو کہ تم طویٰ کے وادی مقدس مین ہو اور سر قلبی سے
سنو کہ کیا حکم ہوتا ہے شاید اسباب سے تمکو تجلی پر راہ ملے اور کیا عجب عرش سے تمکو بھی وہی آواز پہونچے جو حضرت موسے
علیہ السلام کو پہونچی تھی کہ انی[2] انا ربک فاخلع نعلیک جب سالک نے علم کی تقریر سنی اپنے قصور سے واقف ہوا اور معلوم کیا کہ
واقع مین مین تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان مین مخنث ہون اور اسکا دل نفس کو عین نقصان مین دیکھ کر مارے غصہ کے جل گیا
اور چونکہ اسکے دل کا تیل ایسا تھا کہ بدون آگ لگے ہی قریب جلنے کے تھا جب علم کی اشتعالک اسکو پہونچی وہ تیل روغن ہو گیا
اور نور علی نور بنگیا علم نے اس سے کہا کہ لو اب موقع غنیمت جانو اور اپنی آنکھ کھولو شاید تجلی کی راہ ملے سالک نے آنکھ جو کھولی تو اسکو
وہ قلم الٰہی معلوم ہونے لگا دیکھا تو جیسا علم نے تبایا تھا ویسے ہی ہے کہ نہ وہ نے کا ہے نہ لکڑی کا نہ اسکے نوک ہے نہ ہنٹھ وہ سب آدمیون کے
دلون پر طرح طرح کے علوم لکھتا ہے اور اسکی ایک نوک ہر ایک دل پر ہے حالانکہ اسکے کوئی نوک نہین سالک کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ علم
عجیب رفیق ہے اللہ تعالیٰ اسکو میری طرف سے جزائے خیر دے کہ جو کچھ اوصاف اسنے قلم کے تبائے تھے وہ سب مجھپر ظاہر ہو گئے
واقع مین یہ قلم اور قلمون کیطرح کا نہین پھر سالک علم کا شکر گزار ہو کر رخصت ہوا اور کہا کہ مین تیرے پاس بہت ٹھہرا اور بہت کچھ پوچھا اب
میرا قصد ہے کہ قلم کیخدمت مین جاکر اسکا حال دریافت کرون غرض وہان سے چل کر قلم سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہ تو ہمیشہ لوگون کے
دلون پر ایسے علم لکھتا ہے جن سے ارادہ جاکر قدرت کو اٹھاتا ہے اور افعال اختیاری سرزد ہونے لگتے ہین قلم نے کہا کہ تمنے عالم ملک و
شہادت مین جو کچھ دیکھا تھا اور وہان کے قلم کا جواب سنا تھا وہ تم بھول گئے یعنی جب تمنے اس قلم سے پوچھا تھا تو اسنے ہاتھ پر حوالہ
کر دیا تھا اسنے کہا کہ مین بھولا نہین قلم نے کہا کہ تو وہی جواب میرا ہے جو اس قلم کا تھا اسنے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو تو اسکی صورت کا نہین
قلم نے کہا کہ تمنے نہین سنا کہ ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علی صورتہ سالک نے کہا کہ مین نے سنا ہے قلم نے کہا کہ میرا حال بادشاہ کے داہنے
ہاتھ سے پوچھو کہ مین اسی کے قبضے مین رہتا ہون وہی مجکو پھیرتا ہے مین اسکے قابو مین مسخر ہون یعنی قلم الٰہی اور قلم آدمی مین
مسخر ہونے کی رو سے کچھ فرق نہین اگر فرق ہے تو ظاہر صورت کا ہے سالک نے پوچھا کہ بادشاہ کا داہنا ہاتھ کیا ہے قلم نے کہا کہ
جسکا مذکور ہمنے اس آیت مین سنا ہے والسموات[3] مطویات بیمینہ اقلام بھی اسکے داہنے ہاتھ کے قبضے مین ہین وہ جس طرح چاہتا ہے

[1] اللہ تعالیٰ نے بنایا آدم کو اپنی صورت پر ۱۲ [2] بیشک مین ہون تیرا رب سو اتار اپنی جوتیان ۱۲ [3] اور آسمان لپیٹے ہوئے ہین اسکے داہنے ہاتھ مین ۱۲

انکو پھیرتا ہو سالک قلم کے پاس سے یمین کے پاس گیا اور اسمین قلم سے بھی زیادہ عجائب دیکھے کہ جنمین سے کسی کا وصف نہین ہو سکتا بلکہ ہزارہا دفترین اسکی شرح و وصف کا دسوان حصہ بھی نہین لکھا جا سکتا خلاصہ یہ کہ وہ یمین یعنے دہنا ہاتھ ہیہ نہ اور دہنون کی طرح کا اور بازو ہیہ نہ اور بازوؤن کی طرح کا اور انگلیان ہین نہ اور انگشتون کے موافق اس ہاتھ مین قلم کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر معلوم کیا کہ قلم کا عذر درست ہی تب دہنے ہاتھ سے اسکا حال پوچھا کہ قلم کو حرکت کیون دیتے ہو اسنے جواب یا کہ میرا وہی جواب ہی جو عالم شہادت کے ہاتھ نے دیا تھا یعنے حوالہ قدرت پر کیا کیونکہ ہاتھ کو خود بخود حرکت نہین اسکا محرک قدرت ہوتی ہی سالک قدرت کے عالم کو گیا اور وہان ایسے عجائب دیکھے جنکے سامنے پہلے کے عجائب گرد تھے قدرت سے حال حرکت یمین کا پوچھا اسنے جواب دیا کہ مین صرف صفت ہون قادر سے پوچھ کہ اسکا بتانا موصوف کا کام ہی نہ صفت کا اور اسوقت قریب تھا کہ سالک کو لغزش ہوجاتی اور زبان سوال کشادہ کر بیٹھتا مگر اسکو استقلال مرحمت ہوا اور سرادقات عظمت قادر مطلق سے آواز آئی کہ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون اس امر کو سنکر سالک پر ہیبت چھا گئی اور پچھاڑ کھا کر بیہوش ہوگیا اور اسی بیہوشی مین دیر تک تڑپتا رہا جب ہوش آئے تو کہا کہ الٰہی تو پاک ہی تیری شان کیا بڑی ہی مین نے تیرے سامنے توبہ کی اور تجھپر بھروسا کیا اور اسبات پر ایمان لایا کہ تو بادشاہ جبار قہار یکتا کردگار ہی مین تیرے سوا کسی سے نہ ڈرونگا نہ دوسرے سے توقع کرونگا اور پناہ نہ مانگونگا مگر تیرے عفو کی تیرے عذاب سے اور تیری رضا کی تیرے غصّے سے اور مجھے اب کچھ کام نہین بجز اسکے کہ تیرے سامنے گڑگڑا کر سوال کرون اور منت و سماجت سے یہ کہون کہ میرا سینہ کھولدے تاکہ مین تجکو پہچان لون اور میری زبان کی گرہ دور کردے تاکہ مین تیری تعریف کرون حجاب کی آڑ سے خطاب ہوا کہ خبردار ثنا کی طمع مت کر اور سرور کائنات مفخر انبیا سے آگے بڑھکر قدم مت دھر انھین کے پاس جا جو تجکو وہ دین وہ لے لے اور جس چیز سے روکین اس سے باز رہ اور جو کچھ انھون نے کہا ہو وہ زبان پر لا دیکھو انھون نے اس درگاہ مین اس قول کے سوا کچھ نہین کہا سبحانک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک سالک نے عرض کیا کہ الٰہی اگر زبان کو یارا تیری ثنا کا نہین تو یہی معلوم ہوجاوے کہ دل کو بھی تیری معرفت کی توقع ہو سکتی ہی یا نہین آواز آئی کہ کیا صدیقون کی گردن پر سے کود جانا چاہتا ہی خبردار اور ہوش سنبھال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حال دیکھ اور انکی پیروی کر اسلیے کہ سید الانبیا کے اصحاب ستارون کے مثل ہین جنکی اقتدا کریگا راستہ ملیگا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہین العجز عن درک الادراک ادراک خلاصہ یہ کہ ہماری درگاہ سے تیرا بہرہ اسیقدر بہت ہی کہ تو یہ جان لے کہ مین اس دربار سے محروم ہون اور جمال اور جلال کے ملاحظے سے عاجز ہون کیونکہ شعر خاصان درین رہ فرس راندہ اند؛ بلا احصے از تگ فروماندہ اند؛ اسکے بعد سالک پھرا اور اپنے سوال و عتاب کا عذر یمین اور قلم اور ارادہ اور قدرت اور بعد کی چیزون سے کیا اور کہا کہ مجکو معذور رکھو اسلیے کہ مین اجنبی تھا اور ان ملکون مین نیا آیا تھا اور جو شخص اجنبی چلا آتا ہے اسکو دہشت ہوتی ہی ہی میرا انکار تمپر صرف قصور اور جہالت سے تھا اب مجکو تمہارا عذر معلوم ہوگیا اور ظاہر ہوا کہ ملک اور ملکوت اور عزت و جبروت مین یگانہ ذات اور حکم کی رو سے وہ خدا ہے واحد و قہار ہی تم لوگ اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر اور متحرک ہو وہی اول ہے اور وہی آخر وہی باطن ہی اور وہی ظاہر جب سالک نے یہ بات عالم ظاہری مین بیان کی تو لوگون نے تعجب کیا اور اس سے پوچھا کہ کیسے ہو سکتا ہے

[illegible]

جیسا تو خود کرے اپنے نفس کی تعریف، یہ حدیث پہلے گذری عقل اور ادراک کے دریافت کرنے سے عاجز ہونا ہی ادراک کا اقرار

کہ وہی اول ہو وہی آخر یہ دونون وصف تو ایک دوسرے کے ضد ہین اسیطرح ظاہر اور باطن کیسے ہوگا یعنی کہ جو اول ہوگا وہ آخر نہوگا اور جو چیز ظاہر ہے وہ باطن نہوگی سالک نے کہا کہ وہ ذات اول موجودات کی نسبت کر ہے یعنی سب چیزین مرتب ایک دوسرے کے بعد اسی سے صادر ہوئی ہین اور آخر چلنے والون کی سیر کے لحاظ سے ہو کہ وہ ہمیشہ ایک منزل سے دوسری منزل تک ترقی کرتے چلے جاتے ہین یہان تک کہ انتہا اس درگاہ عالی پناہ پر ہوتی ہو اور اسکے بعد کوئی سفر باقی نہین رہتا سفر کا آخر وہی ہو پس وہ وجود مین اول در مشاہدہ مین آخر ہے اسیطرح وہ ان لوگون کی نسبت کر جو عالم شہادت مین بیٹھکر اسکے طالب حواس خمسہ سے ہین باطن ہو اور جو لوگ اسکو اپنے دل کے چراغ روشن مین باطن کی بصیرت سے جو عالم ملکوت تک پہونچی ہوئی ہو طلب کرتے ہین انکی نسبت کر ظاہر ہو پس توحید فعلی سالکین کی اسطرح یعنی جن لوگون پر کھل گیا تھا کہ فاعل ایک ہی ہو انکا طریق توحید اسطرح تھا۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ توحید اس درجے کو پہونچی کہ عالم ملکوت پر ایمان لانے پر منحصر ہو تو اگر کوئی شخص عالم ملکوت کو نہ سمجھے یا انکار کرے تو اسکا طریق کیا ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ منکر کا تو کچھ علاج نہین بجز اسکے کہ اس سے یہ کہا جاوے کہ تیرا ملکوت سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے فرقہ سمنیہ عالم جبروت کے منکر ہین کہ عالم کو منحصر پانچون حواس مین کرتے ہین اور قدرت اور ارادہ اور علم کے منکر ہین اسلیے کہ وہ حواس خمسہ سے محسوس نہین ہوتے یعنی انھون نے نیستی عالم شہادت ہی کو پکڑ لیا ہو اسی کی چیزون کو جانتے ہین اسکے ماورا نہین جانتے پس اگر منکر یہ کہے کہ مین بھی انھین مین سے ہون یعنی صرف عالم شہادت کے سوا اور چیز کو نہین جانتا یعنی حواس خمسہ سے معلوم ہوتا ہو تو اس سے یہ کہنا چاہیے کہ تو جو ماوراء حواس کی چیزون کا انکار کرتا ہو اور ہمنے انکا مشاہدہ کر لیا ہو تو تیرا انکار ایسا ہی جیسے فرقہ سوفسطائی حواس خمسہ کا انکار کرتے ہین اور کہتے کہ جو کچھ ہمکو محسوس ہوتا ہو قابل اعتبار نہین شاید ہم خواب ہی مین دیکھتے پھر اگر وہ کہے کہ مین بھی سوفسطائی ہون مجھے بھی محسوسات مین شک ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص کا مزاج بگڑ گیا اور اسکا علاج غیر ممکن ہو اور اسکو چند روز چھوڑ دینا چاہیے اسلیے کہ طبیب ہر ایک مریض کا علاج کر ہی نہین سکتے بلکہ جس مریض کا مرض علاج پذیر ہوتا ہو اسکا علاج کرتے ہین یہ حال تو منکر کا ہوا لیکن اگر کوئی منکر تو نہو بلکہ سمجھتا نہو تو سالکون نے اسکی تدبیر یہ نکالی ہے کہ اسکی وہ آنکھ جس سے عالم ملکوت سوجھ پڑتا ہو دیکھتے ہین اگر اسکو درست پاتے ہین اور اس مین پانی اترا ہوتا ہے جو قابل دور کرنے اور صاف کرنے کے ہو تو اسکی صفا اور دور کرنے مین مشغول ہوجاتے ہین جیسے کحال ظاہری آنکھون مین کیا کرتے ہین پھر جب اسکی بینائی ٹھیک ہوجاتی ہے تو اسکو راستہ تبلا دیا جاتا ہو تاکہ اسپر چلا جاوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خواص اصحابؓ کے باب مین یہی تدبیر استعمال فرمائی پھر اگر علاج کے قابل نہوا تو جو طریق ہمنے توحید کے باب مین لکھا ہو اسکا چلنا اس سے ممکن نہین اور نہ یہ ہو سکتا ہو کہ ذرات ملک وملکوت کا کلام شہادت توحید پر سنے پس ایسے شخص کو حروف و آواز سے سمجھانا چاہیے اور ایسی تقریر توحید کی پست کرنی چاہیے جو اسکی فہم کے موافق ہو اسلیے کہ عالم شہادت مین بھی توحید موجود ہو مثلاً ہر کوئی جانتا ہو کہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے مین پھوٹتی ہو تو اس سے اسی کی عقل کے مناسب یہ تقریر کرنی چاہیے کہ عالم کا معبود اور مدبر ایک ہی ہو اسواسطے کہ اگر سواے خدا کے زیادہ معبود زمین و آسمان مین ہوتے تو زمین و آسمان خراب ہوجاتے جیسے مثل مشہور کہ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند تو چونکہ یہ تقریر اس شخص کے تجربے اور مشاہدہ شہادت کے مناسب ہوگی اسی لیے اسکے ذہن مین توحید کا

اعتقاد جم جاویگا اور اللہ تعالیٰ نے بھی انبیا علیہم السلام کو یہی حکم فرمایا کہ لوگون سے انکی فہم کے بموجب گفتگو کرو اور اسیوجہ سے قرآن شریف بھی زبان عربی مین عرب کے محاورات مین جس بات کے عادی تھے انھین الفاظ سے نازل ہوا۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ توحید اعتقادی توکل کی بنا اور اصل ہونے کی لیاقت رکھتی ہے یا نہین تو اسکا حال یہ ہے کہ ہو سکتی ہے اسلیے کہ اعتقاد جب زبردست ہوتا ہے تو احوال کے برانگیختہ کرنے مین کشف ہی کا سا کام کرتا ہے مگر ازانجا کہ اکثر ضعیف ہی ہوتی ہے اور اسکو تنزلزل غالب ہے اسیواسطے توحید اعتقادی والا ایک متکلم کا محتاج ہے جو اپنی تقریر سے اسکو بچاے رکھے یا خود علم کلام سیکھے جسکے باعث جو توحید ماں باپ یا استاد وغیرہ سے سیکھی ہے وہ محفوظ رہے مگر جو شخص کہ راہ دیکھکر خود چلیگا اسکو کچھ خوف تنزلزل وغیرہ کا نہین بلکہ اگر پردہ اٹھا لیا جاوے تو اسکو یقین بدستور رہیگا کچھ زیادہ نہوگا گو وضاحت زیادہ ہوجاوے جیسے کوئی شخص کسی آدمی کو صبح کیوقت دیکھے اور پھر آفتاب کے نکلنے پر دیکھے تو دوبارہ دیکھنے سے کچھ یہ یقین اسکے آدمی ہونے کا زیادہ نہوگا صرف اتنا فرق ہوگا کہ اول بار مین تفصیل اسکے خط و خال کی معلوم نہ تھی وہ دوبارہ خوب معلوم ہوجاویگی اسیطرح اہل مکاشفہ کی توحید کے یقین کو سمجھنا چاہیے کہ اول ہی سے ایسا یقین ہوتا ہے جسکو کچھ تنزلزل نہو اہل کشف کی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسے فرعون کے جادوگر تھے کہ اول سے چونکہ انتہاے تاثیر سحر کو طول مشاہدہ اور تجربہ کے باعث جانتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسی بات دیکھی جو حد سحر سے بڑھکر تھی اور امر حق انپر کھل گیا تو اس بات کی پروانہ کی کہ فرعون ہر دو نے یہ وعید بیان کیا ہے لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم فے جذوع النخل بلکہ یہ کہا کہ لن نوثرک علی ما جاءنا من البینات والذی فطرنا فاقض ما انت قاض انما تقضی ہذہ الحیوۃ الدنیا حاصل یہ کہ کشف اور ظاہر ہوجانے کے بعد جو بات ہوتی ہے اسمین تغیر نہین ہوتی اسیطرح اہل کشف کی توحید مین کسی طرح کا تنزلزل نہین ہوتا اور توحید اعتقادی کا حال ایسا ہے جیسے سامری کے ساتھ والے تھے کہ انکا ایمان چونکہ ظاہر کے سانپ دیکھنے پر تھا تو جب سامری کا بچھڑا دیکھا اور اسکی آواز سنی تو پھر بیٹھے اور سامری کا یہ قول سننے لگے ہذا الٰہکم واٰلہ موسیٰ فنسی اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ یہ بچھڑا نہ بات کا جواب دے نہ کچھ فائدہ اور نقصان پہونچاوے غرضکہ جو شخص سانپون کے دیکھنے پر اعتقاد رکھتا ہوگا جب بچھڑے کو دیکھیگا تو بالفر در پھر جاویگا اسلیے کہ دونون چیزین عالم شہادت سے ہین اور اختلاف اور تغیر عالم شہادت مین بہت ہے اور ازانجا کہ عالم ملکوت خداے تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اسیوجہ سے اسمین بھی خلاف اور تغیر ہرگز کچھ نہین ہوتا یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ جو کچھ توحید کا حال تمنے لکھا ہے وہ اس صورت مین ہے جہان یہ ثابت ہو کہ واسطے اور اسباب سب مسخر ہین اور یہ اور جگہ تو ظاہر ہے مگر انسان کی حرکت مین نہین اسواسطے کہ انسان جب چاہتا ہے حرکت کرتا ہے اور جسوقت چاہتا ہے ٹھہر جاتا ہے تو یہ مسخر کیسے ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یون ہوتا کہ اگر انسان ارادہ اپنے چاہنے کا کرے تو چاہتا ہے اور اگر خواہش کا ارادہ نہ کرے تو نہین چاہتا تب البتہ پاؤن پھسلنے کی جگہ اور غلطی کا موقع تھا مگر اب تو تمکو معلوم ہو چکا کہ انسان فعل جب کرتا ہے جب چاہتا ہے لیکن یہ نہین ہے کہ چاہنا اسکے اختیار مین ہو کہ چاہے تو چاہے اور چاہے نہ چاہے اسلیے کہ اگر خواہش انسان کے اختیار مین ہو تو دوسری مشیت پر موقوف ہوگی اور وہ تیسری پر اسیطرح غیر متناہی سلسلہ ہو جاویگا اور جب مشیت اختیاری نہوئی تو جب کبھی اسکی وہ خواہش جو قدرت کو مقدور کیطرف پھیرتی ہے موجود ہوگی تو قدرت بلاشک اسی کام مین مصروف ہوگی اور اسکو تاب مخالفت نہوگی۔ حاصل یہ کہ اتنی باتین ضروری ہین قدرت

کے ہوتے ہوئے حرکت ضرور ہوگی مشیت کے پختہ ہونے پر قدرت ضرور محرک ہوگی اور مشیت دلمین بے اختیار پیدا ہونی بھی ضروری ہے یہ سب
امور اسی ترتیب سے ضروری ہین بندے کو یہ اختیار نہین کہ مشیت کو روک دے نہ یہ اختیار ہے کہ بعد مشیت کے قدرت کو مقدور چیز کیطرف
نہ پھرنے دے نہ یہ کہ بعد برانگیختہ کرنے مشیت کے قدرت کو حرکت نہونے دے غرضکہ سب امور مین بندہ ناچار ہے اب اگر کوئی کہے کہ
اس تقریر سے تو محض جبر ثابت ہوتا ہے جو اختیار کے خلاف ہے اور ہم لوگ قائل اختیار کے ہین پس جب آدمی ہر طرح سے مجبور ہوا تو مختار
کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ اگر حقیقت حال کھولدی جاوے تو معلوم ہو کہ انسان عین اختیار ہی مین مجبور ہے مگر جو شخص اختیار کو نہین
سمجھتا وہ کیسے سمجھیگا کہ انسان کو اختیار مین مجبوری ہے لہٰذا اول ہم اختیار کا بیان متکلمون کے طور پر مختصر بیان کیے دیتے ہین جو اس مقام کے
شایان ہے ورنہ اس کتاب مین ہماری غرض بجز علم معاملہ کے بیان کے اور کچھ نہین پس ہم کہتے ہین کہ لفظ فعل انسان مین تین طرح بولا جاتا ہے
مثلاً کہتے ہین کہ انسان انگلیون سے لکھتا ہے اور پھیپھڑے اور گلے سے سانس لیتا ہے اور جب پانی پر کھڑا ہوتا ہے تو اسے اپنے جسم سے
چیر دیتا ہے ان تینون جملون مین فعل پانی کے چیرنے اور سانس لینے اور لکھنے کا آدمی کی ہی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ تینون فعل اضطرار اور
جبر مین یکسان ہین مگر اسکے سوا اور باتون مین جدا جدا ہین جنکا حال ہم تین عبارتون مین لکھتے ہین پس پانی کے چیرنے کا تو فعل طبیعی نام
رکھتے ہین اور سانس لینے کو فعل ارادی کہتے ہین اور کتابت کو فعل اختیاری فرض کرتے ہین اب ہر ایک کا حال سنو کہ فعل طبیعی مین
جبر ظاہر ہے اسلیے کہ جب انسان پانی کی سطح پر کھڑا ہوگا یا ہوا مین چلے گا تو پانی اور ہوا دونون چر جاوینگے غرض کہ چلنے کے
بعد چرنا ضروری ہے اور سانس لینا بھی ایسا ہی اسلیے کہ گلے کی حرکت کو سانس لینے کے ارادے کیطرف وہی نسبت ہے جو پانی کے
پھٹنے کو ہے بدن کے بوجھ کیطرف پس جب ثقل موجود ہوگا تو اسکے بعد چرنا پایا جاویگا جیسے سانس لینے کے ارادے کے ہوتے
ہوئے سانس موجود ہوتا ہے مگر ثقل کا ہونا آدمی کے اختیار مین نہین اسیطرح ارادہ فعل ارادی کا بھی آدمی کے بس مین نہین دیکھو اسیطرح
دیکھتے ہو کہ جب سوئی لیکر کسی آنکھ کیطرف کو کرو تو پلکین بے اختیار بند ہو جاتی ہین اگر وہ شخص چاہے کہ کھلی رکھے نہین رکھ سکیگا باوجودیکہ
پلکون کا بند کرنا فعل ارادی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ادراک کے سامنے صورت سوئی کی بندھ جاتی ہے تو ارادہ بند کرنے پلکون کا ضرور
ہی پیدا ہو جاتا ہے اور اسی ارادہ سے حرکت پیدا ہوتی ہے اگر اس حرکت کو روکنا چاہیگا تو نہو سکے گا گو یہ فعل قدرت و
ارادہ سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے افعال بھی ضروری ہونے مین فعل طبیعی مین داخل ہین رہا فعل اختیاری وہی
محل شبہہ مین ہے یعنے کتابت اور کلام وغیرہ کو کہ سکتے ہین کہ اگر چاہے کرے اور چاہے نہ کرے اور کبھی ان کی خواہش کرتا ہے کبھی
نہین کرتا ہے اسی سے گمان ہوتا ہے کہ انکا امر مفوض انسان کی طرف ہے اور وجہ اس گمان کی اختیار کے معنی سے ناواقفیت
ہے اسی لیے ہم اسکو واضح کیے دیتے ہین اسکا بیان یہ ہے کہ ارادہ تابع اس علم کا ہوتا ہے جو یہ حکم کرتا ہے کہ یہ چیز آدمی
کے موافق ہے اور اس اعتبار سے اشیا کی دو قسمین ہین بعض تو ایسی ہین کہ آدمی کا مشاہدہ ظاہر یا باطن بدون حیرت و تردد
کے کہہ دیتا ہے کہ یہ تیرے موافق ہین اور بعض ایسی ہین کہ عقل انمین متردد ہوتی ہے اول کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص تمہاری آنکھ
مین سوئی مارنی چاہے یا شمشیر علم کرکے تمپر جھکے تو تمکو اسی بات کا علم ہوگا کہ اس بلا کا ٹالنا میرے حق مین بہتر اور موافق ہے اس

مین کچھ تردد نہ کرینگے اور فوراً اس علم کے سبب ارادہ پیدا ہوگا اور اُسکے باعث قدرت متحرک ہوگی اور سوئی کے دفع
کرنے کیلیے پلکین جھپک جائینگی اور تلوار کے روک کو ہاتھ اُٹھ جائینگے اور گو یہ باتین ارادہ سے ہوئین مگر بلا تامل و تفکر
ہوئین اور جن باتون مین کہ عقل و تمیز کو تامل ہوتا ہے اور نہین جانتے کہ موافق ہین یا نہین اُن مین حاجت فکر کی ہوتی ہے یہانتک
کہ عقل پر کھلجاوے کہ اسکا کرنا اچھا ہے یا نہ کرنا پس جب فکر سے علم اسکے بہتر ہونیکا حاصل ہوجاتا ہے تو یہ بھی ایسا ہی ہوجاتا ہے
جیسے اول قسم کی اشیا مین بلا فکر تھا اور اسیواسطے یہان بھی اس علم کے باعث ارادہ پیدا ہوتا ہے جیسے وہان تلوار و سوئی کی
روک کیلیے پیدا ہوا تھا پس جسوقت یہ ارادہ ایسے فعل کیواسطے اُٹھتا ہے جسکی بہتری عقل کو معلوم ہوچکی ہو اس صورت مین اُسکا نام
اختیار ہوتا ہے جو خیر سے مشتق ہے یعنے اختیار کیا چیز ہے کہ برانگیختہ ہونا ایسے فعل کیطرف جو عقل کے نزدیک خیر ہے اور یہ وہی
ارادہ بعینہ ہے فرق یہی ہے کہ اس ارادے کے ابھرنے مین فعل کے خیر ہونیکا انتظار اپنے حق مین نہین کرنا پڑا تھا مگر یہ کہ تلوار کے
دفع کرنے مین بہتری بدون فکر بلکہ بداہتہً ظاہر ہوئی اور اس مین حاجت فکر کی ہوئی پس اختیار ایک ارادہ خاص ہے یعنے وہ ارادہ کہ
عقل کے اشارے سے ایسی چیزون مین اُٹھتا ہے جنکے ادراک مین عقل کو تامل ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ اختیار مین عقل کو
حاجت اسبات کی ہوتی ہے کہ وہ بہتر کامون مین سے زیادہ بہتر کو تمیز کرے اور دو بُری باتون مین سے زیادہ بری کو اور یہ ہو نہین سکتا کہ
ارادہ بدون حکم حس و خیال کے یا بے حکم ناطق عقل کے اُٹھ کھڑا ہو اسیواسطے اگر کوئی شخص مثلاً اپنے ہاتھ سے اپنی گردن جدا کرنی چاہے
تو نہین ہوسکیگا نہ اس جہت کہ اسکے ہاتھ مین زور نہین یا چھری موجود نہین بلکہ اس وجہ سے کہ یہان وہ ارادہ نہین جو قدرت کو اُٹھایا کرتا ہے
اور ارادہ کے نہونے کی یہ جہت ہے کہ وہ جب ہوا کرتا ہے جب عقل یا حس سے معلوم ہوجاوے کہ فعل موافق ہے اور ظاہر ہے کہ اپنے آپکو مار ڈالنا
عقل کے موافق نہین اسی لیے باوجود قوت اعضا کے ممکن نہین کہ آدمی اپنے آپکو قتل کرڈالے مگر اس صورت مین کہ ایسی تکلیف دردناک
مین مبتلا ہو جسکی اسکو تاب نہو کیونکہ اس صورت مین عقل کو حکم مین تردد و توقف ہوتا ہے یعنی اپنا مار ڈالنا بھی بُرا ہے اور مبتلائے آلام و مصائب
رہنا بھی بُرا تو عقل کو ان دونون بُرائیون مین تردد ہوتا ہے کہ کونسی بہتر ہے اگر بعد فکر کے اسکے نزدیک اس امر کو ترجیح ہوتی ہے کہ قتل کرنے
مین بُرائی کم ہے تب تو اپنے آپکو قتل نہین کرسکتا اور اگر عقل قتل مین برائی کم پاتی ہے اور حکم قطعی ایسا کرتی ہے کہ اس سے پھرنے اور مائل ہوجانے
کی گنجایش نہو تو ارادہ اور قدرت پیدا ہوتے ہین اور آدمی اپنے آپکو ہلاک کردیتا ہے جیسے کوئی شخص کسی کے پیچھے تلوار لیکر دوڑے تو دوسرا
آدمی کبھی چھت پر سے خوف کے مارے گر پڑتا ہے اگرچہ وہان سے گر کر مر جاوے مگر اسکی کچھ پروا نہین کرتا اور نہ یہ ہوسکے کہ چھت پر سے اپنے
آپکو نہ گرادے اور اگر کوئی پیچھے سے ہلکی چوٹ مارتا ہوا جاتا ہو تو چھت کے کنارے پر پہونچکر عقل حکم کرتی کہ مار کا سہنا بہ نسبت گرنے کے
آسان ہے اور اعضا توقف کرتے پھر ممکن نہین تھا کہ اپنے آپکو گرادے اور نہ اسکا ارادہ پیدا ہوتا کیونکہ ارادہ تابع عقل و حس کے حکم کا
ہوتا ہے اور قدرت ارادے کی تابع ہے اور حرکت اعضا قدرت کے تابع اور یہ سب آدمی مین ضرورہی پیدا ہوتے ہین ایسی طرح کہ اسکو
خبر نہین ہوتی کیونکہ آدمی ان اُمور کا محل ہے اور یہ ہرگز نہین کہ اس سے صادر ہوتے ہون اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مجبور ہونے
کے یہ معنی ہین کہ یہ سب افعال اسمین غیر سے حاصل ہوتے ہین خود اس سے نہین ہوتے اور مختار ہونیکے یہ معنی ہین کہ وہ محل اُس ارادہ کا ہے جو اسمین

جبراً پیدا ہوا بعد اسکے کہ عقل نے کسی کام کو خیر محض اور موافق ہونیکا حکم کر دیا اور حکم بھی جبراً ہوا پس اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اختیار پر مجبور ہے مثلاً آگ کا فعل جلانے مین صرف جبر ہے اور خداتعالے کا فعل محض اختیار ہے اور انسان کا فعل ان دونون مراتب کے درمیان ہے یعنی اختیار پر جبر ہے اور ازانجا کہ یہ ایک تیسری قسم ہے تو اہل حق نے اسکے لیے نام بھی جدا ڈھونڈھا اور اسباب مین اقتدا کتاب اللہ تعالی کا کر کے اسکو کسب کہا اور یہ نہ جبر کے خلاف ہے نہ اختیار کے بلکہ سمجھ والون کے نزدیک دونون باتونکا جامع ہے اور خدائے تعالی کا فعل جو اختیار کہلاتا ہے اسمین یہ شرط ہے کہ وہ اختیار نہو جو ارادہ بعد حیرت و تردد کے ہوا کرتا ہے اسلیے کہ یہ بات خداتعالے کی شان مین محال ہے اور جتنے الفاظ کہ لغات مین مذکور ہین انکا استعمال خداے تعالی کے حق مین استعارہ اور مجاز ہی کی راہ سے ہے اور اسبات کا ذکر کرنا طویل اور قابل اس مقام کے نہین اب اگر کوئی کہے کہ علم نے ارادہ پیدا کیا اور ارادے نے قدرت اور قدرت نے حرکت یعنی ہر ایک پچھلی چیز اول سے پیدا ہوئی اس سے تمہاری اگر یہ غرض ہے کہ بدون قدرت الٰہی کے ایک نے دوسری چیز کو پیدا کر دیا تو یہ ہو نہین سکتا اور اگر یہ غرض نہین تو انکے ایک دوسرے پر مترتب ہونیکے کیا معنی ہین پس اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ انمین سے بعض نے بعض کو پیدا کیا جہالت محض ہے بلکہ ان سب کا حوالہ اسبات پر ہے جسکو قدرت ازلی سے تعبیر کرتے ہین اور سب کی اصل وہی ہے عوام اس سے واقف نہین جو لوگ علم مین راسخ ہین وہ البتہ اسکے معنے کی ماہیت سمجھے ہین عوام اس لفظ ہی کو جانتے ہین اور اسمین ایک قسم کی قدرت مشابہ انسان کی قدرت کے سمجھتے ہین حالانکہ یہ امر حق سے بہت دور ہے اور اسکا بیان بہت طویل ہے لیکن اتنا جاننا چاہیے کہ بعض مقدورات بعض پر مترتب ہوتے ہین اسطرح جیسے مشروط شرط پر ہوتا ہے اسی جہت قدرت ازلی سے ارادہ جبھی صادر ہوتا ہے جب علم ہولیتا ہے اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد محل حیات کے صادر ہوتی ہے یہ نہین کہ سکتے کہ حیات جسم سے حاصل ہوتی ہے جو شرط حیات ہے اسطرح اور درجات ترتیب کو جاننا چاہیے لیکن بعض شرطین تو اکثر عوام پر ظاہر ہوجاتی ہین اور بعضے بدون خواص اور کشف والون کے جو نور حق سے دیکھتے ہین ظاہر نہین ہوتین ورنہ جو متقدم مقدم ہوتا ہے یا جو متاخر پیچھے ہوتا ہے وہ لزوم اور حق ہی کے ساتھ ہوتا ہے سب افعال الٰہی کو ایسا ہی جاننا چاہیے اگر یہ بات نہوتی تو تقدیم اور تاخیر لغو اور مجنونون کے فعل کے مانند ہوتی خداوند کریم ان واہی خیالات سے پاک و مبرا ہے خود اسکی طرف اشارہ فرماتا ہے وما خلقنا[ا] السموات والارض وما بینہما لاعبین ما خلقناہما الا بالحق اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزین آسمان و زمین کے اندر ہین وہ ترتیب واجب اور حق لازم کے ساتھ ہوتی ہین جسطرح وہ ظاہر ہوتی ہین اسکے سوا اور کسی طرح انکا ہونا متصور نہین ہوسکتا جو ترتیب انمین ہے اسکے خلاف اور کوئی ترتیب ممکن نہین اب جو کوئی متاخر چیز پیچھے ہوتی ہے تو صرف شرط کے انتظار کے سبب سے کہ مشروط کا ہونا شرط سے پہلے محال ہے اور محال کو تحت قدرت ازلی ہونیکے ساتھ موصوف نہین کیا کرتے ہین غرضکہ علم جو نطفہ سے پیچھے ہوتا ہے تو یہی سبب ہے کہ نطفہ مین حیات نہین جو شرط علم ہے اور حیات کے ساتھ علم ہونے کے بعد جو ارادہ پیچھے ہوتا ہے تو شرط علم کے ہونیکی جہت سے اور انمین سے ہر چیز کا اپنی شرط کے بعد اسطرح ہونا واجب اور لازم ہے ترتیب حق ہی ہے یہ بات نہین کہ اس ترتیب مین کچھ اتفاق و سرسری ہونیکو دخل ہو بلکہ یہ ترتیب مقتضائے حکمت و تدبیر کے بموجب ہے اور اسکا سمجھنا بہت مشکل ہے لیکن ہم ایسی مثال بیان کرتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ باوجود قدرت کے فعل مقدور اپنی شرط پر موقوف رہتا ہے سو روے کار نہین آتا اس مثال سے جو لوگ تھوڑی اور ضعیف فہم رکھتے ہین انکو بھی حق بات کے آغاز و شروع کی باتین سمجھنی سہل ہوجاوینگی فرض کرو کہ ایک بے وضو آدمی پانی مین گردن تک ڈوبا ہوا ہے تو باوجودیکہ پانی استعمال کرنے اور ملے رہنے سے بے وضو ہونا جاتا رہتا ہے مگر اسکے اعضا سے حدث دور نہوگا بلکہ شرط کا

[ا] ف اور ہم نے نہین بنایا آسمان اور زمین اور جو انکے بیچ مین ہے کھیلتے ہوئے نہین بنایا ہم نے ان دونون کو مگر ٹھیک کام پر ۱۲

منتظر رہیگا کہ جب منھ بھی دھویا جاوے تو دور ہوا اسیطرح جان لو کہ قدرت ازلی بھی سب مقدورات سے ملی ہوئی اور سب سے متعلق ہے جیسے پانی
تمام اعضا سے ملا ہوا تھا اگر مقدور چیز جب ہی موجود ہوگی جب اسکی شرط پائی جاویگی جیسے مثال بالا مین حدث کا دور ہونا وجود شرط پر منحصر ہے
اور وہ منھ دھونا ہے پس جو شخص پانی مین کھڑا ہو کر اپنا منھ پانی کے سطح پر رکھدے اور پانی سب اعضا مین تاثیر کرے اور حدث جاتا رہے تو جاہل
یہ خیال کرتے ہین کہ حدث ہاتھون سے اسواسطے گیا کہ منھ سے جاتا رہا یعنی منھ کے حدث دور ہونے کو علت ہاتھون کے حدث کے جانے
کی کہتے ہین پانی کو رافع حدث نہین جانتے کیونکہ دور ہونا حدث کا منھ دھونے کے بعد ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی پیشتر سے اعضا سے ملا ہوا
تھا رافع حدث نہ تھا اور اب پانی کچھ بدل تو گیا ہی نہین جیسا تھا ویسا ہی ہے تو جو بات اس سے پیشتر حاصل نہ تھی وہ اب کیسے ہو گی بلکہ منھ دھونے
سے حدث کا جانا قطعی ہے تو ثابت ہوا کہ منھ دھونا ہی رافع حدث کا ہے پانی رافع نہین اگر پانی ہوتا تو پہلے بھی ہوتا اور یہ خیال ان لوگون کا محض
جہالت ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کوئی یہ گمان کرے کہ حرکت قدرت سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت ارادے سے اور ارادہ علم سے حالانکہ یہ دونون
باتین غلط ہین بلکہ اصل یہ ہے کہ جب منھ سے حدث مرتفع ہوا تو ہاتھون کا حدث بھی اس پانی سے جو ہاتھون سے ملا ہوا تھا مرتفع ہوا کیونکہ منھ دھونے
سے مرتفع نہین اور یہ جانا کہ پانی نہین بدلا اور ہاتھ نہین بدلا اور نہ کوئی چیز نئی ہوئی مگر شرط جو مفقود تھی وہ ہوگئی اسلیے اسکا اثر بھی ظاہر
ہوگیا پس مقدورات کا صادر ہونا قدرت ازلی سے اسیطرح سمجھنا چاہیے باوجودیکہ قدرت ازلی قدیم ہے اور یہ مقدورات سب حادث
ہین اور یہ ذکر ایک جداگانہ دستک عالم مکاشفات کے دروازے کی ہے اسی لیے ہم اسکو بھی چھوڑے دیتے ہین اسلیے کہ ہمارا مقصود تو صرف
توحید اور فعل کے طریق پر تنبیہ کرنا ہے کیونکہ فاعل حقیقت مین ایک ہے اور وہی قابل خوف و رجا ہے اور اسی پر توکل ٹھہرا اور یہا ہے اور حقیقت مین
اسباب مین لکھا ہے اسکو سب توحیدون کے سمندرون مین سے تیسری قسم کے توحید کے سمندر کا ایک قطرہ جاننا چاہیے اسکا پورا بیان تو عمر نوح
مین بھی محال ہے اور ایسا ہے جیسے کوئی سمندر سے پانی کو قطرہ قطرہ کر کے سب اٹھانا چاہے اور یہ تمام تقریر کلمہ لا الہ الا اللہ کے مضمون
مین داخل ہے تو دیکھنا چاہیے کہ یہ کلمہ زبان پر کتنا ہلکا ہے اور اسکے لفظون کے معنونکا اعتقاد دلمین کتنا سہل ہے اور اسکی حقیقت اور
مغز علمائے راسخین کے نزدیک کتنی ٹری ہے اور اون کے نزدیک کا تو کیا ذکر ہے یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ توحید کے معنی تو یہ ہین
کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی فاعل نہین اور شرع سے افعال کا ثبوت بندون کیلیے پایا جاتا ہے تو یہ دونون کیسے جمع ہو سکتے
ہین کیونکہ اگر بندہ فاعل ہوگا تو خدا تعالیٰ کیسے ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ ہوگا تو بندے کو کس طرح کہو گے اور ایک ہی فعل کے دو فاعل ہون
یہ سمجھ مین نہین آتا پس اسکا جواب یہ ہے کہ جب فاعل کے معنی ایک ہی لیے جاوین تب البتہ یہی بات ہے کہ ایک فعل کے فاعل دو نہین متصور
ہوتے اور اگر فاعل کے دو معنی ہون اور لفظ مجمل ہو کہ دونون پر بولا جا سکتا ہو تو کچھ دشوار نہین مثلاً کہا کرتے ہین کہ امیر نے فلان شخص کو قتل
کر ڈالا اور یہ بھی کہتے ہین کہ جلاد نے مار ڈالا تو یہان امیر اور اعتبار سے قاتل کہلاتا اور جلاد اور اعتبار سے اسیطرح بندہ اپنے فعل کا
اور اعتبار سے فاعل ہے اور خدائے تعالیٰ اور اعتبار سے اللہ کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ فعل کا ایجاد و اختراع کرنیوالا
ہے اور بندے کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ بندہ وہ محل ہے جس مین قدرت پیدا ہوئی بعد اسکے کہ خدائے تعالیٰ نے بندے
مین ارادہ پیدا کیا اور اس سے پہلے علم پیدا کیا یعنی ارتباط قدرت و ارادہ و حرکت کا قدرت سے تو ایسا ہے جیسے شرط کا ارتباط مشروط

ہوتا ہی اور قدرت الٰہی سے اسطرح ہو جسطرح معلول کا ارتباط علت سے اور موجد کا ایجاد کی ہوئی چیز سے ہوتا ہی اور جو چیز کہ اسکو قدرت سے ارتباط ہوتا ہی تو محل قدرت کو بھی فاعل کہہ دیتے ہین خواہ کسی طرح کا ارتباط ہو مثلاً جلاد اور امیر دونون کو قاتل اسیوجہ سے کہتے ہین کہ قتل دونون کی قدرت سے ارتباط رکھتا ہی مگر ارتباط دو طرح کا ہی اسیواسطے قتل دونون کا فعل کہلاتا ہی اسیطرح ارتباط مقدورات کا دو قدرتون سے سمجھنا چاہیے اور اسی موافقت اور مطابقت کے لیے خداے تعالیٰ نے افعال کو قرآن مجید مین کبھی فرشتون کی طرف اور کبھی بندون کیطرف اور کبھی انھین افعال کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہی چنانچہ موت کے باب مین ارشاد ہی قل یتوفٰکم ملک الموت پھر فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتھا اور فرمایا افرایتم ما تحرثون اسمین بندون کیطرف کاشتکاری کو منسوب فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد ہوا انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیھا حبا وعنبا اور فرمایا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا اور پھر فرمایا فنفخنا فیھا من روحنا حالانکہ پھونکنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور ایک جگہ ارشاد ہی فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ تفسیر مین اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ جب جبرئیل ع تمپر قرآن پڑھین اور فرمایا قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم اسمین قتل کو تو مسلمانون کیطرف منسوب فرمایا اور عذاب دینے کو اپنی طرف اور عذاب دینا بعینہ قتل کرنا ہی چنانچہ دوسری جگہ اسکو بصراحت فرمایا فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم اور فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اسمین بظاہر نفی اور اثبات کو جمع فرمایا ہی مگر حقیقت مین یہ غرض ہی کہ نفی اس اعتبار سے ہی جس سے کہ خداے تعالیٰ فاعل ہی اور اثبات اس اعتبار سے جس سے کہ بندہ فاعل ہی اور یہ دونون علحدہ علحدہ باتین ہین اور فرمایا الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم پھر فرمایا الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان اور فرمایا ثم ان علینا بیانہ اور فرمایا افرایتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمون کے فرشتے کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ رحم مین جاکر نطفے کو ہاتھ مین لیتا ہے اور اسکو جسم کیصورت بناتا ہی اور کہتا ہی کہ الٰہی یہ مرد بنے یا عورت برابر ہو یا ٹیڑھا اللہ تعالیٰ اسکے جواب مین جو چاہتا ہی ارشاد فرماتا ہی اور فرشتہ اسیطرح بنا دیتا ہے اور دوسری روایت مین ہے کہ فرشتہ صورت بناکر اسمین روح پھونک دیتا ہے خواہ سعادت کے ساتھ یا شقاوت کے انتہی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس فرشتے کا نام روح ہی وہ وہی ہی جو جسمون مین روح ڈالتا ہی اور وہ اپنے کسی خاص طرح پر سانس لیتا ہی تو اسکا ہر ایک سانس روح بنکر جسم مین چلا جاتا ہی اسلیے اسکا نام روح رکھا گیا ہی اس بزرگ نے جو کچھ اس جیسے فرشتے کے باب مین کہا ہی اور صفت بیان کی ہی وہ درست ہی اہل دل نے اپنی بصیرت سے اسکا مشاہدہ بھی کیا ہی مگر اسکا نام روح ہونا بدون سند نقلی کے نہین ہوسکتا اور بے دلیل نقلی اسکو روح کہدینا صرف تخمین ہی اور اسیطرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین دلائل اور آیات زمین و آسمان مین ذکر فرماکے پھر فرمایا اولم یکف بربک انہ علی کل شیٔ شہید اور فرمایا شہد اللہ انہ لاالٰہ الا ہو

ف ۱ تو کہہ پھر لیتا ہی تمکو فرشتہ موت کا ۱۲ ف ۲ اللہ کھینچ لیتا ہی جانین جب وقت ہوا انکے مرنے کا ۱۲ ف ۳ بھلا دیکھو تو جو بوتے ہو ۱۲ ف ۴ ہمنے ڈالا پانی اوپر سے پھر چیرا زمین پھاڑکر پھر اُگایا اسمین اناج اور انگور اور ترکاری ۱۲ ف ۵ پھر بھیجا ہمنے اسکے پاس اپنا فرشتہ پھر بن آیا اسکے آگے آدمی پورا ۱۲ ف ۶ پھر ہمنے پھونک دی اسمین ایک اپنی طرف کی جان ۱۲ ف ۷ پھر جب ہم پڑھنے لگین تو ساتھ رہ اسکے پڑھنے کے ف ۸ لڑو انسے تا عذاب کرے اللہ انکو تمہارے ہاتھون ۱۲ ف ۹ سو تمنے انھین نہین مارا لیکن اللہ نے مارا ۱۲ ف ۱۰ اور تو نے نہین پھینکی مٹھی خاک کہ جسوقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی ۱۲ ف ۱۱ جسنے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا ۱۲ ف ۱۲ رحمٰن نے سکھایا قرآن بنایا آدمی پھر سکھائی

نہین تبلایا کہ خود خداے سبحانہ اپنے نفس پر دلیل ہے اور یہ امر کچھ خلاف نہین بلکہ استدلال کی راہین مختلف ہین بہت طالب ایسے ہین کہ انہون نے موجودات کو دیکھکر خداے تعالیٰ کو پہچانا ہے اور بہت سے طالب حق اللہ تعالیٰ سے موجودات کو جانا ہے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے اپنے رب کو اسی کی بدولت پہچانا اگر میرا پروردگار نہوتا تو مین اسکو ہرگز نہ جانتا اور یہی مراد اس آیت مین ہے اولم یکف بربک انہ علی کل شیء شہید اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی صفت بیان فرمائی کہ زندہ کرنیوالا اور مارنیوالا مین ہون مگر پھر موت اور حیات کو دو فرشتون کی طرف مفوض فرمایا چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ موت اور حیات کے دو فرشتون نے آپسمین مناظرہ کیا ملک الموت نے کہا کہ مین زندون کو مردہ کرتا ہون اور حیات کے فرشتہ نے کہا کہ مین مردون کو زندہ کرتا ہون اللہ تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ تم دونون جس کام پر مقرر ہو اسکے مسخر کیے جاؤ مارنے اور جلانے والا مین ہون میرے سوا اور کوئی مارا اور جلا نہین سکتا حاصل یہ کہ فعل کا استعمال کئی طرح پر ہوتا ہے اگر سمجھو تو کچھ اسمین تناقض نہین اور اسیواسطے آنحضرت[۲] صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو خرما عنایت فرمایا تھا ارشاد فرمایا خذہا لو لم تاتہا لاتتک تو خرما کو اس شخص کی طرف اور خرما کیطرف منسوب فرمایا حالانکہ خرما انسان کی طرف ایسی طرح نہین آتا جیسے انسان اسکی طرف جاتا ہے اسیطرح جب ایک تائب نے کہا کہ مین خداے تعالیٰ کیطرف توبہ کرتا ہون نہ محمد کیطرف تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے حق کو حقدار کیلیے جان لیا اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سب باتون کو خداے تعالیٰ ہی کیطرف منسوب کرے وہ ایسا محقق ہے کہ حق اور توفیق کے مستحق کو جانتا ہے اور جو شخص اسکے غیر کیطرف کچھ نسبت کرے اور اپنے قول مین استعارہ اور مجاز کہتا ہے اور مجاز کے واسطے بھی ایک وجہ ہے جیسے کہ حقیقت کے لیے ایک وجہ ہے اور لفظ فاعل واضع لغت نے اختراع کرنے والے کے لیے بنایا ہے مگر چونکہ اسنے خیال کیا کہ انسان بھی اپنی قدرت سے اختراع کرتا ہے اسلیے اسکو بھی فاعل اپنے کام کا کہہ دیا اور اسکے فاعل کہنے کو معنی حقیقی سمجھ گیا اور وہم کیا کہ اس فعل کی نسبت خداے تعالیٰ کیطرف مجاز ہے جیسے قتل کی نسبت حاکم کیطرف مجاز ہے اور جلاد کیطرف حقیقت مین مگر اہل حق کو عقدہ کھلا تو معلوم ہوا کہ امر بالعکس ہے اور واضع لغت سے کہا کہ اگر لفظ فاعل تونے مخترع کے واسطے بنایا ہے تو فاعل سوائے خداے تعالیٰ کے اور کوئی نہین پس حقیقی معنی خاص خدا تعالیٰ کے واسطے ہین اور دوسرے کے لیے بولنا مجاز ہے یعنی اس مقصود سے جو واضع لغت نے لفظ بنایا تھا تجاوز کر گیا کیونکہ اختراع کا خدا تعالیٰ کا ہے اور جبکہ حقیقی معنی بعض عرب کی زبان پر قصداً یا اتفاقاً جاری ہو گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بہت[۲] سچا شعر جو شاعر نے کہا ہے قول لبید کا ہے شعر الا کل شیء ما خلا اللہ باطل ؛ وکل نعیم لا محالۃ زائل ؛ جسکا ترجمہ یہ ہے ہر چیز سوا خدا کے جانو باطل ؛ سب چین یہان کے ہونگے لامحالہ زائل ؛ یعنے جس چیز کو کہ قیام اپنی ذات سے نہین دوسرے کے سبب قائم ہے وہ بذات خود باطل ہے اسکی حقیقت اور حقیقت غیر سے ہے نہ خود اس سے پس ثابت ہوا کہ حقیقت مین سواے ذات حی قیوم کے جسکا کہ اور کوئی حق نہین کہ وہی اپنی ذات سے قائم ہے سوا اسکے سب قائم اسکی قدرت سے ہین اسی جہت سے وہی حق ہے اور سب باطل ہین اور اسی جہت سے حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ اے مسکین خداے تعالیٰ موجود تھا اور تو نہ تھا اور وہ ہوگا اور تو نہوگا آج جو تو ہو گیا تو کہنے لگا مین مین تو اب بھی ایسا ہی ہو جا جیسا پہلے نہین تھا کیونکہ آج ویسا ہی وقت ہے جیسا پہلے تھا شعر ہشت تن آسانی انکم خوری ؛ کہ مرد دوزخ بہشتی بگذری ؛ اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بالکل کار خانہ خیر کا ہے تو پھر ثواب و عذاب کیا

[۲] مشکوٰۃ اگرچہ اسکے پاس ... جلد اول باب الزکوٰۃ مین ... بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

معنی ہیں اور غضب و رضا سے کیا مراد ہے اپنے ہی فعل پر خدا تعالیٰ راضی اور ناراض کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ باب الشکر میں
اسباب کیطرف ہم اشارہ کر چکے ہیں دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں یہ مقدار وہ ہے جو توحید مورث حال توکل کے باب میں ہمکو بطور رمز لکھنی
منظور تھی اور یہ بدون ایمان اور اعتقاد کرنے رحمت و حکمت کے کامل نہیں ہوتی اسلیے کہ توحید سے لازم آتا ہے کہ مسبب الاسباب کیطرف
نظر ہو اور وسعت رحمت پر ایمان ہونے سے اعتماد مسبب الاسباب پر ہوتا ہے۔ اور حال توکل جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا جب ہی پورا ہوتا ہے جب
وکیل پر اعتماد اور دل کا اطمینان اسکی شفقت پر ہو اور ایمان کی یہ قسم بھی بہت بڑی قسم ہے اہل کشف کے طریق کی صورت اسباب میں لکھنی طویل ہے مگر
اسکا خلاصہ لکھے دیتے ہیں تاکہ طالب مقام توکل اسکا معتقد قطعی اعتقاد سے ہو جاوے اور کسیطرح کا شک نکرے وہ یہ ہے کہ ایسے یقین سے
کہ جسمیں شائبہ ضعف اور شک نہو یہ تصدیق کرے اور خدا تعالیٰ اگر تمام خلق کو سب سے زیادہ عقیل شخص کے موافق عقل دیتا اور سب سے
زیادہ عالم جیسا علم عنایت کرتا اور جسقدر علم کی انکے نفسوں میں سمائی ہوتی اتنی ہی عنایت فرماتا اور انکو حکمت اس درجہ کی دیتا کہ جسکی کچھ
انتہا نہیں پھر جیسے ان کی شمار بڑھتی جاتی ویسی ہی علم اور حکمت اور عقل کو ترقی بخشتا رہتا اور انجام کار کا حال ظاہر کر دیتا اور اسرار ملکوت کی ان
سب کے سب کو تبلا دیتا اور لطف و عقوبت کے دقائق سے بھی آگاہ کر دیتا یہانتک کہ خیر و شر اور نفع و ضرر سب پر واقف ہو جاتے پھر انکو حکم کرتا کہ
تم اپنے علم و حکمت کے زور سے ملک اور ملکوت کا انتظام کرو اور سب بالاتفاق ہو کر تدبیر کرتے تو جو انتظام کہ خدا تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں کر رکھا ہے
ان سب کی تدبیر اس انتظام میں مچھر کے پر کے برابر بھی کمی و بیشی تجویز نہ کرتے نہ اسمیں ذرہ برابر پشت و فراز عمل میں لاتے نہ کوئی مرض یا
عیب یا نقصان یا فقر یا ضرر ان لوگوں سے جو انمیں مبتلا ہیں دور کرتے نہ کسی کی صحت یا کمال یا تونگری یا نفع ان اشخاص سے جو ان
امور سے سرفراز ہیں زائل کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں پیدا کیا ہے اگر اسکی طرف آنکھ اٹھاتے اور مدتوں تک دیکھتے رہتے
تب بھی اسمیں کچھ فتور و قصور نہ دیکھتے اور اسبات کا بھی یقین چاہیے کہ اور جو اشیا کہ اللہ تعالیٰ نے مثل رزق اور موت اور رنج اور راحت
اور عجز و قدرت اور کفر و ایمان اور طاعت و عصیان وغیرہ کے اپنے بندوں میں تقسیم کی ہیں وہ سب محض عدل و انصاف اور حق صریح ہے
اسمیں کسیطرح کا ظلم اور جور نہیں اور سب اشیا ترتیب واجب اور حق پر ہیں انکی ترتیب اور مقدار جیسی ہونی چاہیے ویسی ہی ہے اور اس سے
بہتر اور کامل تر اور عمدہ ممکن ہی نہیں اور اگر بالفرض اس ترتیب سے عمدہ ترتیب تھی اور اسکو خدا تعالیٰ نے باوجود قدرت کے
رکھ چھوڑا اور بندوں کو عنایت نہ کی تو یہ امر داخل بخل کے ہے جو مخالف جود کے ہے اور ظلم ہے نہ عدل اور اگر قدرت نہ تھی تو عاجزی لازم
آتی ہے جو خلاف معبود ہونے کے ہے بلکہ جو فقر و ضرر دنیاوی ہے وہ دنیا میں تو کمی ہے مگر آخرت میں زیادتی ہے اور جو نقصان کہ آخرت میں
کسی شخص کی نسبت ہے وہ دوسرے کی نسبت کر عیش و آسایش ہے اسلیے کہ مثلاً اگر رات نہوتی تو دن کی قدر کیسے معلوم ہوتی اور اگر مرض
نہوتا تو تندرست صحت سے کیسے لذت پاتے اور اگر دوزخ نہوتی تو جنت والے قدر نعمت کیا جانتے اور جسطرح کہ انسانوں کی روح کے لیے
بہائم کی ارواح کو فدا کرنا اور انسانوں کا انکو ذبح کرنا ظلم نہیں بلکہ کامل کو ناقص پر ترجیح دینا عین عدل ہے اسیطرح ساکنین جنت کی زیادتی
نعمت کے لیے دوزخ والوں کی سزا زیادہ کرنی اور کافروں کو ایمانداروں کا فدیہ عین عدل ہے۔ اور اگر بالفرض ناقص پیدا نہوتا تو کامل
کیسے پہچانا جاتا اور اگر بہائم پیدا نہوتے تو شرف انسانی کب ظاہر ہوتا اسلیے کہ کمال و نقص کسی کی نسبت کر ظاہر ہوا کرتے ہیں اس سے

معلوم ہوا کہ کامل اور ناقص دونوں کا پیدا کرنا مقتضائے جود و حکمت سے ہی۔ اور جسطرح کہ جب ہاتھ سڑ جاتا ہی تو اسکا کاٹنا جان کے بچانے کیلیے عدل کی بات ہی اسواسطے کہ ناقص چیز کا فدیہ کامل کے واسطے کیا جاتا ہی اسیطرح جو فرق خلق مین پایا جاتا ہی کہ دنیا مین کسی کی قسمت مین کچھ ہے اور کسی کی قسمت مین کچھ تو یہ سب عدل ہی کہ اسمین جور نہین اور حق ہی کہ اسمین کھیل و کود نہین اور یہ بیان بھی بڑا گہرا اور وسیع اور موج خیز سمندر ہی کہ چوڑائی مین توحید کے سمندر سے کچھ کم نہین اسمین بہت سے عقل کے کوتاہ ڈوب گئے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ باریک بات ہی سوائے عاقلون کے اور کوئی نہین سمجھتا اور اس سمندر کے پار راز تقدیر کا ہی جسمین اکثر لوگ حیران ہین اور اسکے افشا سے اہل کشف منع کر دیے گئے ہین اور حاصل یہ کہ خیر و شر دونون حکمی چیزین ہین اور جس چیز کا کہ حکم ہو چکا ہی وہ مشیت کے بعد ضروری ہو گی اس معلوم ہوا کہ اسکے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہین نہ کوئی تقدیر کا ٹالنے والا بلکہ چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہی اور اسکا ہونا معلوم کا منتظر ہے جو آدمی کو پہونچا ہی وہ ایسا نہ تھا کہ نہ پہونچے اور جو اسکو نہ پہونچا وہ پہونچنے والا نہ تھا شعر بدر دو صاف ترا حکم نیست دم در کش کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست۔ اب یہ رموز علوم مکاشفہ کے جو اصل توکل کے ہین اسقدر پر ختم کر دیے جاتے ہین اور علم معاملہ کی طرف توسن خامہ کی باگ موڑتے ہین وباللہ التوفیق۔

دوسری فصل توکل کے احوال و اعمال مین اسمین تین بیان ہین بیان اول توکل کا حال پہلے ہم بیان کر چکے ہین کہ توکل کا مقام علم اور حال اور عمل سے بنتا ہے اور اسمین سے علم کو ہم لکھ چکے اور حال جو واقع مین توکل اسیکا نام ہی اور علم اسکی اصل اور عمل اسکا ثمرہ اسکو اب لکھتے ہین واضح ہو کہ توکل کی تعریف مین اکثر لوگون نے بہت کچھ لکھا ہی اور عبارتین انکی جدا جدا ہین مگر ہر ایک شخص نے اپنے مقام کو لکھا ہی اور اسی کی تعریف کی ہے چنانچہ عادت اہل تصوف کی یہی ہی اس نظر سے ان سب قولون کے نقل کرنے مین بجز طول کلام کے اور کچھ فائدہ نہ دیکھا انکو قلم انداز کرتے ہین اور امر واقعی حوالہ قلم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ لفظ توکل مشتق وکالت سے ہی جسکے معنے دوسرے پر اعتماد کر کے کام سپرد کرنے کے ہین جسکو کام سپرد کرتے ہین اسکو وکیل کہتے اور جو کام سپرد کرتا ہی اسکو متکل اور متوکل کہتے ہین بشرطیکہ قلب اسکا اسپر مطمئن اور اعتقاد ہو اور اسکو متہم نہ سمجھے اور قصور کا نہ سمجھتا ہو غرضکہ توکل صرف وکیل پر اعتماد دلی کو کہتے ہین اب ہم مقدمات کی ایک مثال فرض کیے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر فریب سے جھوٹا دعوے کرے اور مدعا علیہ اس سے لڑنے کے لیے اپنی طرف ایسے شخص کو وکیل کرے جو اسکا فریب و استکشاف کر دے تو وہ وکیل پر متوکل اور اعتماد کرنے والا اور اسکی وکالت پر مطمئن نہ ہوگا جبتک کہ چار باتون کا اعتقاد اسمین نہ رکھتا ہوگا اول نہایت درجے کی ہدایت دوم قدرت کامل سوم فصاحت چہارم شفقت تام ہدایت اسلیے کہ اسکے باعث فریب کے مقامات جان لے یہان تک کہ نازک و باریک حیلے بھی اس سے چھپے نہ رہین اور قدرت اسلیے کہ حق کی تصریح کرے حاکم کی منہ دیکھی بات نہ کہے رعب مین نہ آوے شرم اور نامردی روا نہ رکھے اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ وکیل کو وجہ فریب طرف ثانی کی معلوم ہو جاتی ہی مگر خوف یا نامردی یا حیا یا کسی اور بات جس سے دل تصریح حق سے ضعیف ہو جاتا ہی اسکو زبان پر نہین لاتا۔ اور فصاحت اسلیے کہ یہ بھی ایک طرح کی قدرت ہی مگر لسانی ہی کہ دل جس بات پر جرأت کرے اور اشارہ کرے اسکو اچھی طرح بیان کر سکے کیونکہ یہ کچھ ضرور نہین کہ جو شخص فریب

موقعے جانتا ہو وہ اپنی تیزی زبان سے اسکا عقدہ بھی حل کردیا کرے اور شفقت تام اسلیے چاہیے کہ اسکے باعث جسقدر کوشش کہ وکیل سے اسکے حق مین ہوسکے اسکو بجالاوے کیونکہ صرف مقدمہ لڑانے پر وکیل کا قادر ہونا کافی نہین جب تک کہ عنایت و توجہ متوکل کے حال پر نہو اور اسکے کام کو ضروری اور قابل دل لگانے کے نہ سمجھے اور اگر ایسی صورت ہو کہ طرف ثانی جیتے تو کچھ غرض نہین اور متوکل جیتے تو کچھ پروا نہین اسکا حق مارا جاوے یا باقی رہے کسی سے کچھ مطلب نہین تو کام کی درستی معلوم پس اگر متوکل کو ان چارون باتون مین خواہ انمین سے ایک مین بھی شک ہوگا یا اسکے عندیے مین طرف ثانی ان چارون مین کامل تر ہوگا تو اسکو اپنے وکیل پر خوب اطمینان نہوگا بلکہ دلمین متردد رہیگا اور ہمہ تن اسباب کی تدبیر نکالیگا کہ کسی طرح وکیل مین جو کمی ہے یہ دور ہوجاوے اور طرف ثانی کا غلبہ فرو ہو اور جسقدر متوکل کو ان چارون باتون کا وکیل مین اعتقاد ہوگا اسیقدر اسکا اسپر اعتماد اور اطمینان سمجھنا چاہیے اور چونکہ لوگون کے اعتقاد اور ظن قوی و ضعیف ہونے مین بے انتہا متفاوت ہوتے ہین اسی جہت سے ضرور ہے کہ احوال متوکلین کی قوت اطمینان و اعتماد مین بھی فرق بہت ہو یہانتک کہ نوبت اس یقین کی پہونچ جاوے جسمین ضعف نہو مثلاً اگر وکیل اپنے موکل کا باپ ہو جو سب طرح کے حلال و حرام کے لیے بیٹے کے واسطے دوڑا پھرتا ہے تو ظاہر ہے کہ بیٹے کو یقین کمال شفقت اور عنایت کا اپنے حال پر ہوگا اور ایک خصلت ان چار خصلتون مین سے قطعی ہوجاویگی اسیطرح اور خصلتین بھی قطعی ہوسکتی ہین مثلاً مدت سے کسیکو وکالت کرتے دیکھا یا لوگون سے متواتر سنا کہ فلان شخص بڑا خوش تقریر اور زبردست بیان اور حق دلانے کا دھنی ہے بلکہ حق کو باطل و باطل کو حق کرنے مین ایک صورت سے باندھ دیتا ہے۔ پس جب اس مثال مین توکل جان لیا تو اسی پر خدا تعالیٰ کے اوپر توکل کرنے کو قیاس کرنا چاہیے یعنے اگر آدمی کے دل مین کشف سے یا پکے اعتقاد سے جم جاوے کہ فاعل سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی نہین جیسا کہ اسکی تقریر اوپر گزری اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی اعتقاد کرے کہ خداوند کریم بندون کا حال خوب جانتا ہے اور انکے کافی ہونے کے لیے قدرت کامل رکھتا ہے اور اسکی رحمت کامل اور عنایت شامل سب بندون پر ایک ایک پر واصل ہے نہ اسکی قدرت کے بعد کوئی قدرت ہے نہ اسکے علم سے سوا کوئی علم ہے نہ اسکی عنایت و رحمت کے سوا جو مجھپر ہے کوئی اور رحمت و عنایت ہے تو اس صورت مین بیشک اسکا دل صرف خدائے تعالیٰ پر توکل کرے گا دوسرے کیطرف التفات نکریگا بلکہ جب کوئی حرکت یا قدرت کا ذکر کریگا تو اپنے نفس کی طاقت و قدرت پر بھی لحاظ نہ کریگا اسواسطے کہ بفحوائے لاحول ولا قوۃ الا باللہ[عہ] کے حول و قوت خدا ہی کی بدولت ہے حول سے مراد حرکت ہے اور قوت سے مراد قدرت۔ پس اگر آدمی اپنے نفس مین یہ حالت نہ پاوے تو اسکے دو سبب ہین یا تو یہ کہ ان چارون باتون مین سے کسی پر یقین کم ہوگا یا دل پر ضعف اور مرض نامردی اور اوہام واہیہ کے سبب بجی غالب ہوگی کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یقین مین کچھ نقصان نہین ہوتا مگر وہم کی تبعیت اور فرمانبرداری سے دلمین بجی آجاتی ہے مثلاً کوئی شخص شہد کھاتا ہو اور اس سے کہدیا جاوے کہ یہ تو پاخانے کی صورت ہے تو اسکی طبیعت بعض اوقات نفرت ایسی کریگی کہ پھر کھانا دشوار ہوگا اور اگر عاقل سے کہا جاوے کہ مردے کے پاس قبر مین یا بستر پر یا کوٹھری مین لیٹ جاوے تو اسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اگرچہ یقین سے جانتا ہے کہ یہ مردہ ہے اور بالفعل جماد بے حس و حرکت ہے اور خدائے تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ اب اسکو زندہ نہین فرماویگا گو زندہ کرنے پر قادر ہے جس طرح

[عہ] یعنی ہم کو طاقت گناہ سے باز رہنے کی اور زور و قوت عبادت کرنے کی صرف خدا کی توفیق و مدد سے ہے ۱۲

یہ اسکا دستور ہی کہ کاتب کے ہاتھ کے قلم کو سانپ نہین کر دیتا نہ بلی کو شیر کرے گو انکے سانپ اور شیر کر دینے پر قدرت رکھتا ہی پس
باوجودیکہ عاقل شخص اس یقین مین کچھ شک و شبہہ نہین رکھتا مگر اسکی طبیعت میت کے ساتھ بستر پر خواہ بند کوٹھڑی مین تنہا رہنے سے
نفرت کرتی ہی اگرچہ اور تمام جمادات سے نفرت نہین کرتی اور یہ دل مین ایک نامردی ہی اور ایک قسم کا ضعف ہی کہ جس سے آدمی
کم خالی ہوتے ہین کچھ نہ کچھ ہر ایک مین ہوتا ہی یہی ضعف کبھی زیادہ ہو کر روگ ہو جاتا ہی حتی کہ آدمی گھر مین علیحدہ دروازے
کو خوب بند کر کے نہین سوتا بہرحال توکل کے کامل ہونے کو دل اور یقین کی دونون کی قوت چاہیے انھین دونون کی قوت سے
دل کو قرار اور اطمینان ہوتا ہی دل مین قرار اور چیز ہے اور یقین دوسری چیز بہت یقین ایسے ہوتے ہین جنکے ساتھ اطمینان نہین ہوتا
جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال مین مذکور ہی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی
کہ زندہ کرنا میت معین کا دکھلا دے تاکہ میرے خیال مین جم جاوے اسواسطے کہ نفس تابع خیال کا ہوتا ہے اور اسی سے اسکا
اطمینان ہوتا ہی اور یقین سے اول دل مطمئن نہین ہوتا مگر رفتہ رفتہ آخر کو درجہ نفس مطمئنہ کا پاتا ہی شروع مین ہرگز نہین پاتا اور
بعضے مطمئن ایسے ہین کہ انکو یقین نہین ہوتا جیسے سب ارباب ملت و مذہب مثلاً یہودی و نصرانی کو اپنے یہودی ہونے اور نصرانیت
پر اطمینان ہی مگر یقین دونون مین سے کسی کو نہین صرف غلط ظن اور من مانتی بات پر چلتے ہین حالانکہ خدائے تعم کے پاس
سے انکو ہدایت جو سبب یقین کا ہی پہونچ چکی مگر وہ اس سے منحرف رہتے ہین غرض یہ کہ نامردی اور جرأت سرشت مین داخل
ہین انکے ہوتے ہوئے یقین مفید نہین ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک سبب مخالف توکل ہی جیسے کہ چارون خصلتون پر
یقین کم ہونا ایک سبب ہی اور جب یہ اسباب یعنی یقین و اطمینان وغیرہ سب اکٹھے ہو جاتے ہین تو اللہ تعم پر اعتماد حاصل ہو جاتا ہی روایت ہی
کہ توریت مین لکھا ہوا ہی کہ جو شخص کسی اپنے جیسے انسان پر توکل کرے وہ ملعون ہی اور ایک حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو شخص بندون سے
عزت چاہے اسکو خدائے تعم ذلیل کرتا ہی اور جب تمکو معنی توکل کے معلوم ہوئے اور وہ حالت جسکا نام توکل ہی جان چکے تو اب
جاننا چاہیے کہ اس حالت کے قوت و ضعف کی رو سے تین درجے ہین پہلا درجہ تو وہ ہی جو ہمنے ابھی ذکر کیا کہ حال بندے کا
توکل اور اعتماد و کفالت و عنایت الٰہی پر ایسا ہو جیسا اعتماد موکل کو وکیل پر ہوتا ہی دوسرا درجہ جو اس سے قوی ہی وہ یہ ہی کہ
حال متوکل کا خدائے تعم کے ساتھ ایسا ہو جیسا بچے کا حال ماں کے ساتھ ہوتا ہی کہ وہ سوا ماں کے اور کسی کو نہین پہچانتا اور سوا
اسکے اور سے داد فریاد نہین کرتا اسی پر اعتماد کرتا ہی اور اگر اسکو دیکھتا ہی تو دامن سے لپٹ جاتا ہی اور نہین چھوڑتا اور اگر اسکے پیچھے کوئی بات
ایسی پیش آتی ہی تو اول ماں ہی کو پکارتا ہی اور اول اسکے دل مین اسی کا دھیان آتا ہی کیونکہ اسکا ٹھکانا ماں ہی تک ہی اور اسکو ماں کی شفقت
اور کفیل و کافی ہونے کا ایسا یقین ہی جو خالی ایک قسم کے ادراک سے نہین جتنی تمیز اسکو حاصل ہی اس سے اسی کو سمجھتا بوجھتا ہے
اور یون گمان ہی کہ یہ امر طبیعی ہو اس جہت سے کہ لڑکے سے ان عادتون کا اگر مطالبہ کیا جاوے تو وہ نہ انکی تفصیل بیان کر سکیگا نہ انکی
تفصیل اپنے ذہن مین حاضر کر سکیگا لیکن یہ سب باتین ادراک کے سوا ہین پس جو شخص کہ دل سے خدائے تعم کیطرف متوجہ ہوگا اور نظر
اور اعتماد اسی پر رکھتا ہوگا تو وہ خدائے تعم پر عاشق ہوگا جیسے لڑکا اپنی ماں پر ہوتا ہی اور وہی واقع مین اللہ تعم پر متوکل ہوگا کیونکہ لڑکا بھی

قال اولم تؤمن کہا کیا تو یقین نہین کرتا کہا کیون نہین لیکن اسواسطے کہ میرے دل کو تسکین ہو جاوے سورۂ بقرہ ۳۵

عقیلی در ضعفا و ابو نعیم در حلیہ بروایت عمر فاروق رضہ ۱۲

اپنی مان پر متوکل رہتا ہی اور فرق ان دونون درجے والون مین یہ ہی کہ اس درجے والا ایسا متوکل ہی کہ اپنے توکل مین خود توکل سے بھی بیخبر ہو گیا یعنے اسکا دل توکل اور اسکی حقیقت کیطرف ملتفت نہین بلکہ صرف جسپر توکل ہی اسی کیطرف التفات رکھتا ہی اور اسکے دل مین اسکے سوا اور کسی کی گنجایش نہین اور پہلے درجے والا بتکلف اور کسب سے متوکل ہی اسیواسطے اپنے توکل سے بیخبر نہین یعنی اسکو توکل کیطرف التفات ہی اور اسکو سمجھتا ہی اور یہ امر اسبات کا مانع ہی کہ صرف خداے تعالیٰ پر نظر ہو اور اسی درجہ اول کیطرف اشارہ حضرت سہل تستری رح کے قول مین ہی کہ جب انسے کسی نے پوچھا کہ ادنیٰ مرتبہ توکل کا کیا ہی انھون نے فرمایا کہ آرزوؤن کا ترک کرنا سائل نے پوچھا کہ اوسط کیا ہی انھون نے فرمایا کہ اختیار کا ترک کرنا یہ اشارہ دوسرے درجے کیطرف فرمایا اور اعلیٰ درجے کو جو پوچھا تو اسکو کچھ بیان نہ کیا اور فرمایا کہ اسکو وہی جانتا ہی جو اوسط درجہ پر پہونچ جاتا ہی تیسرا درجہ توکل کا جو سب سے اعلیٰ ہی یہ ہی کہ متوکل اپنی حرکات و سکنات مین خداے تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جیسا مردہ نہلانے والے کے سامنے ہوتا ہی کہ اپنے نفس کو مردہ سمجھے جسکو قدرت ازلیہ حرکت دیتی ہو جیسے نہلانیوالے کا ہاتھ مردے کو حرکت دیتا ہی اور وہ ایسا شخص ہوتا ہی جسکا یقین اسبات پر قوی ہو کہ حرکت کا دینے والا اور قدرت اور ارادہ اور علم اور تمام صفات کا جاری کرنیوالا وہی ہی اور یہ سب چیزین جبرًا پیدا ہو جاتی ہین پس ایسا شخص علی انتظار ہی ہوگا کہ مجھپر کیا پیش آویگا اور لڑکے سے اسباب مین جدا ہو گا کہ وہ اپنی مان سے فریاد کرتا ہی اور دامن مین لپٹ جاتا ہی اور اسکے پیچھے دوڑتا ہی اور یہ ایسے لڑکے کی طرح ہی کہ جانتا ہے کہ اگر خود فریاد نہ کریگا تو مان اسکو ڈھونڈھ لیگی اور اگر اسکے دامن سے نہ لپٹیگا تو وہ خود اٹھا لیگی اور اگر اس سے دودھ نہ مانگیگا تو وہ خود پلاویگی یہ مقام توکل کا اسبات کا مقتضی ہی کہ متوکل خداے تعالیٰ کے کرم اور عنایت پر اعتماد کرکے دعا اور سوال ترک کردے اس نظر سے کہ وہ بدون سوال ہی مانگنے سے افضل چیز عطا فرماویگا کیونکہ بہت سی نعمتین سوال اور دعا سے پہلے بے استحقاق دے رکھی ہین اور دوسرا مرتبہ مقتضی ترک دعا کا خداے تعالیٰ سے نہین بلکہ دوسرے سے سوال نکرنے کا مقتضی ہی باقی رہی یہ بات کہ ان احوال کا وجود بھی ہی یا نہین تو اسکی صورت یہ ہی کہ انکا وجود محال تو نہین مگر البتہ بہت نادر و کمیاب ہی جنمین دوسرا اور تیسرا تو حکم عنقا ہی رکھتا ہی اول درجہ زیادہ تر ممکن الحصول ہی اور دوسرا اور تیسرا درجہ اگر ہو بھی تو اسکا دوام اور بھی دشوار ہی بلکہ تیسرا درجہ تو دوام مین ایسا ہی جیسے خوف کی زردی کہ ادھر آئی ادھر جاتی رہی اسوجہ سے کہ دل کا کشادہ ہونا اپنی حرکت اور قدرت اور دیگر اسباب سے ایک امر طبیعی ہے اور اسکا رکنا ایک امر عارضی ہی جیسے خون کا چارطرف پھیلنا امر طبیعی ہی اور رک رہنا عارضی اور خوف کے یہی معنی ہین کہ خون ظاہر جلد سے باطن کیطرف سمٹ جاوے یہان تک کہ ظاہر جلد سے وہ سرخی جو جلد کے باریک پردے مین سے جھلکتی تھی جاتی رہے اور جلد خود ایک باریک پردہ ہی جسمین سے خون کی سرخی کی رنگ سوجھتی ہی پس خون کا سمٹنا بالضرور زردی لاوے گا مگر یہ ہمیشہ نہین رہیگا اسیطرح دل کا بالکل حرکت و قدرت کی طرف سے سمٹ جانا اور انکو نظرانداز کرنا اور اسباب ظاہری پر التفات نہ کرنا ہمیشہ نہین رہتا اور دوسرے درجے کا دوام ایسا ہی جیسے زردی بخار والے کی کہ وہ کبھی ایک دو روز ٹھہر جاتی ہی نہ زیادہ نہین ٹھہرتی اور درجہ اول کا دوام مشابہ اس بیمار کی زردی کے ہی جسکا مرض پک گیا ہو اسکا ہمیشہ رہنا بھی دشوار نہین نہ جاتا رہنا کچھ بعید ہی باقی رہا یہ کہ بندے کو کچھ علاقہ اور تدبیر اسباب ظاہری کے ساتھ ان مقامات مین رہتا ہی یا نہین پس تیسرے مقام مین تو سرے سے تدبیر نہین رہتی جبتک کہ حالت مذکورہ باقی رہتی ہی بلکہ اسحالت والا حیرانون کیطرح رہتا ہی اور

دوسرے مقام مین اور کچھ تدبیر نہین ہوتی مگر خدائے تعالیٰ سے فریاد کرنی اور دعا سوال سے اسکی طرف التجا کرتی رہتی ہو جیسے لڑکا اپنی مان سے صرف علاقہ رکھتا ہو اور مقام اول مین نہ تدبیر نابود ہوتی ہو نہ اختیار بلکہ بعض تدبیرات جاتی رہتی ہین جیسے موکل نے وکیل پر اعتماد کرکے بعض تدبیرین جو غیر وکیل سے متعلق ہون نہین کرتا مگر جو تدبیر کہ اسکا وکیل بتاتا ہو یا اپنے آپ اسکی عادت و تجربہ سے معلوم ہو اسکو کرتا ہو مثلاً وکیل نے کہا کہ آپ تو موجود ہوگا جب ہی مین مقدمے مین لب کشائی کرونگا تو موکل خواہ مخواہ اپنی حاضری کی تدبیر کریگا اور یہ برخلاف توکل نہین یعنی اسمین یہ بات نہین کہ وکیل سے منحرف ہو کر صرف اپنی قدر یا عزت کی تدبیر پر اظہار حجت مین اعتماد کیا ہو بلکہ توکل کی تمامی اسی مین ہے کہ جو کچھ وکیل اسکے لیے مناسب جان کر کہہ دے وہی عمل مین لاوے اگر اسپر متوکل نہوتا اور اسکی بات پر اعتماد نہ کرتا تو اسکے کہنے سے کیون حاضر ہوتا اور جو امر کہ عادت وکیل کے معلوم ہو اسکی مثال یہ ہو کہ مثلاً موکل کو معلوم ہے کہ میرا وکیل طرف ثانی سے بدون دستاویز نہین لڑتا تو اسکا توکل جب پورا ہوگا کہ وکیل کی عادت سے واقف ہونے کے بعد اسی کے بموجب کاربند ہو اور دستاویز رو بکاری کیوقت بغل مین دبائے جاوے غرضکہ اول صورت مین اپنے آپ حاضر ہونا اور صورت دوم مین دستاویز کا لیجانا داخل تدبیر ہو اگر اسمین کسی کچھ پڑ دیگا تو اسکے توکل مین نقصان نہوگا تو ان دونون تدبیرون کی بجا آوری کیسے توکل مین باعث نقصان ہوسکتی ہو ان وکیل کے اشارے کے بموجب خود حاضر ہونا یا اسکی عادت و واقفیت ہو کر دستاویز کا ساتھ رکھنا اور پھر اسکی حجت اور کلام طرف ثانی سے بیٹھ کر سننا بعض اوقات مقام دوم اور سوم پر بھی پہونچا دیتا ہے یعنی روبکاری کے وقت مبہوت سا رہجاتا ہو کہ دیکھیے کیا ہوا اور اپنی حول و قوت پر کچھ اعتماد نہین کرتا اسپر اعتماد صرف اسوقت تک تھا کہ چلا آیا اور دستاویز لے آیا اور اب وہ وقت پہونچا کہ اس مین صرف نفس کا اطمینان اور اعتقاد وکیل ہی پر رہ گیا اور اسباب کا انتظار کہ میرے حق مین کیا ہو اب اگر اسباب کو سوچو تو تمام اعتراض توکل کے باب مین دور ہو جاتے ہین اور سمجھ لو کہ توکل کی کچھ یہ شرط نہین کہ آدمی سب تدبیر اور کام چھوڑ دے کوئی سی تدبیر اور کام کرنے ہی نہ پاوے توکل کے ساتھ کوئی درست ہی نہین بلکہ جائز ہونا بعض کا اور ناروا ہونا بعض امور کا توکل مین تفصیل کے ساتھ ہے اعمال توکل مین عنقریب اسکا بیان مذکور ہوگا یہان سے یہی معلوم ہوگا کہ اگر متوکل اشارہ وکیل سے یا اسکی عادت کی واقفیت سے خود حاضر ہو یا دستاویز ساتھ لے آوے تو یہ امر مخالف توکل نہین اسواسطے کہ اسے یہ تو معلوم ہو کہ اگر وکیل نہوتا تو میرا آنا اور دستاویز لانا بیکار اور دوسری محض تھی اسکے کیا کام نکالتا یعنی ان دونون باتون کا مفید ہونا کچھ اپنی تدبیر کے باعث نہین جانتا بلکہ اس نظر سے کہ وکیل نے انکو لڑنے کے واسطے مقید کر رکھا ہو اور اسنے یہ امر اسکے اشارے سے خواہ عادت سے معلوم کر لیا ہو یہ بھی انکو مفید جانتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ اسکی حول و قوت صرف وکیل ہی کے باعث ہو مگر وکیل کیلیے یہ کلمہ کہنا معنے کامل نہین بخشتا اسواسطے کہ وکیل اسکی حول و قوت کا خالق نہین بلکہ وکیل نے اسکی حول و قوت کو یعنی دونون تدابیر مذکورہ کو بذاتہا مفید کر دیا اور اگر وہ ایسا نکرتا تو مفید نہوتین بلکہ یہ کلمہ وکیل برحق خدائے تعالیٰ کی شان مین صادق ہو کہ وہ خالق حول و قوت کا ہے جیسے کہ اسکی تقریر بیان توحید مین گزر چکی اور اسی نے ان دونون کو مفید بھی بنایا کہ انکو شرط ان فوائد و مقاصد کی کر دی جنکو ان دونون کے بعد پیدا کریگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ بالکل درست اور ٹھیک ہے پس جو شخص کہ ان امور کا مشاہدہ ان الفاظ سے کریگا اسکو وہ ثواب عظیم جو ان کلمات کے کہنے سے احادیث مین آیا ہے ہوگا ورنہ بڑا تعجب ہوتا ہو کہ اتنا ثواب سب کا سب اتنے الفاظ سے جو زبان پر سہولت سے گزر جاوین اور انکے معانی کا دل پر آسانی

سے اعتقاد آجاوے کس طرح ملتا ہی اور جب معلوم ہوکہ یہ ثواب اس مشاہدے کا ہی جو ہمنے توحید کے ذکر مین بیان کیا ہی تو تعجب نہین رہتا
اور نسبت اس کلمے کی اور اسکے ثواب کی کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور اسکے ثواب کیطرف ایسی ہی جیسے ایک کلمے کے معنون کو نسبت ہی دوسرے
کلمے کے معنون کی طرف یعنے لاحول ولا قوۃ الا باللہ مین تو صرف دو چیزون یعنے حول و قوت ہی کو خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہی
اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ مین سب چیزون کی نسبت اسی کیطرف ہی جو فرق کل چیزون اور دو چیزون مین ہی وہی فرق ان دونون کلمون کے
ثواب مین بھی ہی۔ اور جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہی کہ توحید متضمن دو پوست اور دو مغز کو ہوتی ہی ویسے ہی یہ کلمہ اور تمام کلمات بھی انھین
چارون چیزون کو متضمن ہین اور اکثر لوگ صرف دو پوست کے پابند ہین مغزون کیطرف نہین جھکتے جنکی طرف اشارہ اس حدیث شریف
مین ہی من قال لا الٰہ الا اللہ صادقا من قلبہ مخلصا وجبت لہ الجنۃ اور جن حدیث مین کہ صدق اور اخلاص کی قید نہین وہان مطلق سے
مقید ہی مراد ہی جیسے بعض جگہ مغفرت کو ایمان اور عمل صالح کیطرف منسوب کیا ہی اور بعض جا صرف ایمان ہی پر منحصر فرمایا تو ایسی جگہ مین
ایمان سے مطلق مراد نہین بلکہ مقید عمل صالح کے ساتھ مراد ہی اسلیے کہ سلطنت اخروی صرف بات سے نہین ملتی زبان کا ہلنا بات ہی
اور دل کا اعتقاد بھی ایک بات ہی مگر وہ نفس کی بات ہی مگر صدق و اخلاص وہ چیز ہی کہ نہ زبان کی گفتگو ہی نہ نفس کی گفتگو اور تخت
سلطنت صرف مقربون کے لیے بچھایا جاوے گا اور وہ اخلاص والے ہی لوگ ہین ہان جو لوگ کہ اصحاب یمین سے ان سے کے
نزدیک رتبے مین ہونگے انکو بھی خدائے تعالیٰ کے یہان درجے ملینگے مگر سلطنت کے درجے کو نہ پہونچینگے دیکھو خدائے تعالیٰ نے سورۂ واقعہ
مین جو مقربین سابقین کا ذکر فرمایا تو سریر کا ذکر بھی انکے لیے فرمایا علے سرر موضونۃ متکئین علیہا متقابلین اور جب اصحاب یمین کی نوبت آئی تو
اور کچھ نہین بیان کیا صرف کھانے پینے دیکھنے اور نکاح کی لذات مثل میوون اور پانی اور سایہ اور درختون اور حورون کے بیان
فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ لذات تو بہائم کو بھی ہمیشہ رہتی ہین پھر کہان لذات بہائم اور کہان وہ سلطنت قائم اور جوار رب العالمین مین
رہنا دائم سعہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؎ اگر ان لذات کی کچھ قدر ہوتی تو بہائم کو نہ ملتی اور فرشتے انسے محروم نہ کیے جاتے
نہ انکا درجہ بہائم سے بڑھکر ہوتا بہائم کو یہ سبھی کچھ میسر ہے باغون مین پھرتے ہین پانی کے چشمون کی اور درختون کی بہار دیکھتے ہین اقسام
کی غذا کھاتے ہین نر و مادہ مین جفتیان ہوتی ہین بتاؤ تو یہ سب لذتین اعلے اور اشرف اور اسباب کے لائق ہین کہ اہل کمال کے
نزدیک فرشتون کے احوال پر انکو ترجیح ہو اور وہ یہ چاہین کہ جیسے فرشتے قرب الٰہی سے خوش رہتے ہین ویسے ہم نہون بہائم کی طرح
ان لذائذ مین مبتلا ہون یہ کہان ہو سکتا ہی مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا تم گدھے ہو جاؤ یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے
درجے مین ہو جاؤ تو وہ گدھے کا درجہ فرشتے کے درجے پر کیسے اختیار کریگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیز کسی کے مشابہ ہوتی ہی وہ اسکی
کیطرف کھینچتی ہی مثلاً جسکا میلان کفش دوزی کیطرف بہ نسبت بحری کے زیادہ ہوگا وہ اپنے جوہر کی رو سے کفش دوزی ہی کے ساتھ
مشابہ تر ہوگا یعنے اسپر وہی پیشہ زیادہ پھبیگا اسیطرح جسکے نفس کا میلان لذات بہائم کیطرف بہ نسبت لذات ملائکہ کے زیادہ ہوگا
وہ بہائم کا مشابہ زیادہ ہوگا ایسے ہی لوگون کے حق مین خدائے تعالیٰ فرماتا ہی اولئک کالانعام بل ہم اضل ان لوگون کو اضل اسواسطے
فرمایا کہ انعام کو تو ملکہ تلاش کرنے درجۂ ملائکہ کا نہین وہ تو اس سے مجبور ہین اور انسان مین تو قوت اسکے طلب کی ہے

ا؎ جو شخص کہے لا الٰہ الا اللہ اپنے دل سے سچا اور مخلص ہوکر اسکو جنت واجب ہوگی ۱۲ طبرانی بروایت زید بن ارقم و ابو یعلے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲
ا؎ بیٹھے ہین تکیون پر سونے

پس جو شخص کسی کمال کے حاصل کرنے پر قادر ہو اور نہ کرے وہ بیشک مذمت کیلیے زیادہ شایان ہو اور عاجز کی نسبت گمراہ ہونے مین
زیادہ ہو۔ اور یہ کلام چونکہ جملہ معترضہ کے طور پر آ گئے اسواسطے ہم اصل مقصود کیطرف پھر رجوع کرتے ہین کہ ہم معنی کلمہ لا الہ الا اللہ اور
لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے لکھ چکے اور جو کوئی انکو بدون مشاہدے کے کہے اسپر توکل کا حال مقصود نہین یہان اگر کوئی کہے کہ لاحول ولا قوۃ
الا باللہ مین صرف دو چیزون کی نسبت خداے تعالی کیطرف ہو پس اگر کوئی یون کہے کہ آسمان و زمین کو خداے تعالی نے پیدا کیا ہے
تو اسکا ثواب بھی لاحول کے برابر ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ اسکا ثواب اتنا نہین اسلیے کہ ثواب بقدر درجہ ثواب کی چیز کے ہوتا
ہو اور یہان دونون مین کچھ مساوات نہین کیونکہ اگر کوئی حول و قوت کو مجازاً چھوٹا کہے اور آسمان و زمین کو بڑا تو گو جسم مین آسمان و زمین
بڑے ہین مگر انکی بڑائی ایسی ہی جاننی چاہیے جیسے کہا کرتے ہین کہ عقل بڑی یا بھینس یہ بات ہر ایک شخص جانتا ہو کہ زمین و آسمان
آدمیون کیطرف سے نہین بلکہ وہ دونون خداے تعالی کی پیدائش سے ہین مگر حول و قوت کا معاملہ ایسا مشکل ہو کہ معتزلہ اور فلاسفہ
اور بہت سی جماعتین جنکو دعوے اپنی باریک بینی اور عقل والے کا اور بال کی کھال نکالنے کا ہو سب اسمین دھوکہ کھا گئین پس
سے معلوم ہوا کہ یہ دونون بڑی ہلاکت اور خطرے کی جگہ اور لغزش کی جا ہین غافل لوگ اسمین اسی لیے تباہ ہوے کہ اپنے
لیے ایک اختیار ثابت کیا حالانکہ یہ توحید مین شرک ہو اور سواے خداے تعالی کے دوسرا خالق کا ٹھہرانا ہین جو شخص اس گھاٹی کو خداے
تعالی کی توفیق سے طے کرتا ہو اسکا رتبہ عالی اور درجہ بلند ہوتا ہو اور وہی کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی تصدیق کرتا ہو اور ہم یہ لکھ
آئے ہین کہ توحید مین دو ہی گھاٹیان بڑی ہین ایک دیکھنا آسمان اور زمین اور آفتاب اور چاند و ستارون اور ابر اور مینھ اور تمام
جمادات کا دوم نظر کرنا حیوانات کے اختیار کا اور یہ دونون مین سے بڑا اور پر خطر اور گویا کہ سر توحید ہے اور اسیواسطے اس کلمے
کا ثواب بڑا ہو یعنے ثواب اس مشاہد کا جسکا ترجمہ یہ کلمہ ہے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ توکل کا حال یہ ہو کہ اپنی حول و قوت سے
علیحدہ ہونا اور واحد مطلق پر توکل کرنا اور اعمال توکل کی تفصیل مین یہ بات ناظرین پر واضح ہوگی دوسرا بیان مشایخ کے اقوال جو توکل کے
باب مین ہین انکا ذکر یہ ذکر اسواسطے کیا جاتا ہو کہ معلوم ہوجاوے کہ جو کچھ کسی نے فرمایا وہ سب ہماری اس تقریر مین یعنے توکل کے تینون درجون
شامل ہو اور ہر ایک کے قول مین بعض حالات کا اشارہ پایا جاتا ہو چنانچہ مروی ہو کہ ابو موسی دبیلی فرماتے ہین کہ مین نے حضرت ابو یزید
بسطامی سے پوچھا کہ توکل کیا چیز ہے انھون نے فرمایا کہ تمہارا قول اسباب مین کیا ہے مین نے کہا کہ ہمارے ساتھی تو یون کہتے ہین کہ اگر
بالفرض سانپ اور بچھو آدمی کو داہنے اور بائین سے گھیر لین تو اسکے باطن مین کچھ جنبش نہو ابو یزید نے فرمایا کہ ہان اسی کے قریب ہے
لیکن بالفرض اگر اہل جنت بہشت مین مزے اڑاتے ہون اور دوزخ والے عذاب مین گرفتار ہون اور توکل والا ان دونون مین تمیز کرے
تو بالکلیہ توکل سے باہر ہوجاوے گا پس حضرت ابو موسی کا قول تو سب سے بہتر حال توکل کا یعنی تیسرا مقام بیان فرماتے ہین اور حضرت
ابو یزید کا قول مشعر عمدہ انواع علم پر جو اصل توکل ہو یعنی علم حکمت آلہی اور یہ کہ جو کچھ خداے تعالی نے کیا وہی ہونا چاہیے اور اصل عدل و
حکمت کے لحاظ سے اہل جنت اور دوزخ مین کچھ فرق نہین اور یہ علم نہایت غامض ہو اور اسکے پیچھے راز تقدیر ہے حضرت ابو یزید
بجز اعلے مقامات اور اقصے درجات کے کم کچھ فرمایا کرتے تھے اور توکل کے مقام اول مین یہ شرط نہین کہ سانپون سے نہ احتراز کرے

کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے غار میں اُن کی راہیں بند فرمائی تھیں اگر توکل کے خلاف یہ فعل ہوتا تو آپ کیوں کرتے لیکن
ہوسکتا ہے کہ آپ نے صرف پاؤں سے سانپ کے بل بند کر دیے ہوں اور باطن میں تغیر نہ آیا ہو یا صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے نفس نفیس کا گزند نامناسب جانکر ایسا کیا ہو اپنے واسطے نہ کیا ہو اور توکل باطن کے اس تغیر سے جاتا ہے جو خاص اپنے نفع کے
لیے ہو غرض اسطرح کی تاویلات کی گنجائش ہے مگر ہم آگے لکھینگے کہ اس جیسی باتیں اور اس سے زیادہ مخالف توکل کی نہیں کیونکہ باطن کی تاثیر سانپوں
سے داخل خوف ہے اور متوکل کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرے جسنے سانپوں کو مسلط کیا ہے کیونکہ سانپوں کی حرکت و قدرت بدون خداے تعہ کے کچھ
نہیں پس اگر احتراز کرے تو تکیہ اپنی تدبیر اور حول و قوت پر نکرے بلکہ خالق حول و قوت پر کرے اور حضرت ذوالنون مصری رح سے جو توکل
کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ علیحدہ ہونا ارباب سے اور قطع کرنا اسباب کا توکل ہے ارباب سے علیحدہ ہونا تو اشارہ علم توحید کیطرف ہے اور قطع اسباب
سے اشارہ اعمال کیطرف ہے اسمیں حال کی نسبت صریح لفظ کوئی نہیں گو ضمناً حال کی تعریف پائی جاتی ہے پھر لوگوں نے انسے پوچھا کہ اور زیادہ
فرمائیے آپنے فرمایا کہ نفس کا ڈالنا عبودیت میں اور خارج کرنا ربوبیت سے اسمیں اشارہ حول و قوت سے قطع ہونے کی طرف ہے فقط
اور حمدون گاذر سے جو حال توکل کا پوچھا تو فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس دس ہزار درہم ہوں اور ایک دانگ قرض ہو تو اسبات سے نڈر نہ رہے
کہ مرجائیگا اور یہ قرض گردن پر رہیگا اور اگر دس ہزار درم قرض ہوں اور اسکے ادا کے لیے کچھ ترکہ پاس نہو تو خداے تعہ سے اسکے ادا
کرنے کا ناامید نہو اور اس قول میں اشارہ صرف وسعت قدرت الٰہی پر ایمان لانے کا ہے اور یہ کہ مقدورات کے لیے اسباب ظاہر سوا
اور اسباب خفیہ ہیں۔ اور حضرت ابوعبداللہ قرشی رح سے کسی نے توکل کا حال پوچھا تو آپنے فرمایا کہ ہر حال میں خداے تعہ سے متعلق رہنا
سائل نے پوچھا کہ اور کچھ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو سبب کہ دوسرے سبب کیطرف موصل ہو اسکو چھوڑ دینا اور محض خداے تعہ ہی کو کفیل
سمجھنا تو اول جملہ تو تینوں مقاموں کو عام ہے اور دوسرا جملہ اشارہ خاص مقام ثالث کیطرف ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توکل کیا تھا
کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تمہاری طرف نہیں کیونکہ حضرت
جبرئیل کی درخواست کا آپ کی حفاظت کے لیے ایک سبب تھا جو مفضی دوسرے سبب کیطرف تھا آپنے اسکو اس اعتماد سے ترک
کر دیا کہ اگر خداے تعہ کو منظور ہوگا تو جبرئیل علیہ السلام کو حفاظت کے لیے مسخر فرماویگا یعنی متولی اسکام کا وہی ہوگا اور یہ حال مبہوت کا
ہوتا ہے جو اپنے نفس سے بباعث خداے تعہ کے بیخبر ہو اور اسکے ساتھ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اس حال کا وجود بہت کم اور مشکل ہے اور
دوام بشرط وجود اور بھی زیادہ مشکل اور حضرت ابوسعید خراز فرماتے ہیں کہ توکل دو چیزوں کا نام ہے اضطراب بدون سکون کے اور سکون بدون
اضطراب کے اس سے انکی مراد غالباً مقام ثانی ہے یعنی سکون بلا اضطراب سے تو یہ غرض ہے کہ دل کا سکون اور اعتماد وکیل پر بلا تردد ہو اور اضطراب
بلا سکون سے یہ اشارہ ہے کہ التجا و تضرع فریاد اسکے سامنے ہو جیسے لڑکا اپنے بدن سے ماں کیطرف مضطرب رہتا ہے اور اسکا دل اسکی
کمال شفقت پر مطمئن ہوتا ہے اور ابو علی دقاق کہتے ہیں کہ توکل تین درجے رکھتا ہے اول توکل پھر تسلیم پھر تفویض پس متوکل
تو خداے تعہ کے وعدے پر ساکن ہو جاتا ہے اور تسلیم والا اسکے جاننے ہی پر کفایت کرتا ہے اور تفویض والا اسکے حکم پر راضی ہوتا ہے
اس قول میں اشارہ اسبات کیطرف ہے کہ متوکل کا دیکھنا بلحاظ اس شخص کے جسکو دیکھتا ہے درجات مختلف رکھتا ہے پس علم تو اصل ہے، اور

وعدہ اسکا تابع ہے اور حکم وعدے کے پیچھے ہوتا ہی اور غالبًا متوکل کے دل پر انمین سے کسی نہ کسی کا ملاحظہ غالب رہتا ہے۔ اور مشائخ کے اقوال تو توکل کے باب مین اور بھی بہت ہین مگر ان کے لکھنے سے طول ہی ہوتا ہی اسلیے نقل کرنے سے کچھ فائدہ نہین اسکی حقیقت حال جو کچھ تھی وانکشاف بیان کردیگئی وہی نافع بھی ہی **بیان متوکلون کے اعمال** کے ذکر مین واضح ہو کہ علم مورث حال کا ہوتا ہے اور حال مورث اعمال کا۔ اور بعضون کو یہ گمان ہی کہ توکل کے یہ معنے ہین کہ بدن سے کوئی کام کرے نہ دل سے کوئی تدبیر اور زمین پر پھینکے کپڑے کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی مثال پڑا رہے اور یہ گمان جاہلون کا ہی اسلیے کہ یہ امر شرعًا حرام ہی اور شرع مین تعریف متوکلین کی مذکور ہی تو کیسے ہوسکتا ہی کہ جو امر حرام ہے اسکی کرنے سے کوئی رتبہ قابل تعریف ملجاوے اسلیے ہم اسکی تحقیق لکھتے ہین اور امر واقعی اسباب مین جو کچھ ہی اسکو کہ سعی وجود پر جلوہ گر کرتے ہین اصل یہ ہی کہ توکل کی تاثیر بندے کے کام مین جب معلوم ہوتی ہے جب اسکا مقصود علم ہو اور بندہ جو اپنے اختیار سے کچھ کرتا ہی تو اسکی کوشش چار غرضون کیلیے ہوتی ہی اول حاصل کرنا کسی نافع چیز کا جو اپنے پاس نہو جیسے مال کا حاصل کرنا دوم حفاظت اپنی اشیاء نافعہ کی جیسے ذخیرہ کرنا سوم کسی ایذا رسان کو پہلے ایذا سے دفع کرنا مثلاً درندہ خواہ چور وغیرہ کو ٹالنا چہارم جو مصیبت اپنے اوپر آگئی ہو اسکو دور کرنا آدمی کی کوشش ان چارون اقسام سے باہر نہین پس ہم شرط توکل کی اور اسکے درجات ان چارون طرح کے اعمال مین مع دلائل شرعی چار فنون مین لکھتے ہین فن اول نافع چیز کے حاصل کرنے مین جن اسباب سے کہ نافع چیز آدمی تک پہونچتی ہی وہ تین قسم کے ہین اول تو وہ جو یقینی ہین دوم جنمین ظن غالب قابل اعتماد کے ہی سوم یہی کہ انپر نفس کو اعتماد کامل اور اطمینان نہین قسم اول جو یقینی اسباب ہین وہ وہ ہین کہ انکے ساتھ مسببات خداے تعو کے حکم و مشیت سے وابستہ ہین اور ہمیشہ اسیطرح ہوتا ہی اسکے خلاف نہین ہوتا مثلاً جب آدمی کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہو اور وہ بھوکا بھی ہو مگر اسپر ہاتھ نہ بڑھاوے اور کہے کہ مین تو متوکل ہون اور توکل کی شرط ہی کہ کچھ کام نہ کرے ہاتھ کا بڑھانا بھی ایک کام ہی اور پھر کھانیکا دانتون سے چبانا اور دونون جبڑون کو چلانا اور نگلنا بھی ایک کام ہی تو اس قسم کی باتین توکل مین داخل نہین اسکو جنون کہتے ہین اسواسطے کہ اسکے لیے خداے تعو نے یہ اسباب قطعی بنادیے ہین کبھی انکے خلاف نہین ہوتا تو انسے دست برداری کسطرح ہوسکتی ہی مثلاً کوئی شخص اسکا منتظر رہے کہ خداے تعو اسکا پیٹ بدون کھانا کھائے بھر دے یا روٹی مین حرکت پیدا کردے کہ وہ خود منھ مین چلی آوے یا کسی فرشتے کو مسخر کردے کہ وہ کھانا چبا کر معدے مین رکھدے تو وہ شخص خداے تعو کی عادت سے جو اسنے خلق مین جاری کر رکھی ہی ناواقف ہے اسیطرح اگر کوئی زمین کو جوتے بووے نہین اور اسبات کی طمع کرے کہ اللہ تعو اسمین غلہ اگادے اور بیج نہ ڈالنا پڑے یا کوئی اپنی زوجہ سے اولاد کا خواہان بدون صحبت ہو جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے تو ایسی باتین سب جنون مین ایسی جگہ ترک عمل کا نام توکل نہین بلکہ توکل حال اور علم سے ہونا چاہیے یعنی علم تو اسبات کا ہونا کہ اللہ تعو نے کھانے کو اور ہاتھ اور دانت اور قوت حرکت کو پیدا کیا اور کھانا اور پانی دینا اسی کا کام ہی اور حال یہ ہو کہ سکون قلبی اور اعتماد خداے تعو کے فضل پر ہو نہ ہاتھ اور غذا پر اور واقع مین بھی ہاتھ پر اعتماد کیسے کیا جاوے کہ بعض اوقات فورًا خشک ہوجاتا ہی کبھی فالج مارجاتا ہی اسیطرح قوت پر بھی اعتماد نہین ہوسکتا کیونکہ آدمی کو اکثر ایسا صدمہ پیش آتا ہی کہ اسیوقت عقل جاتی رہتی اور قوت حرکت زائل ہوجاتی ہی اور کھانے کے موجود ہونے پر بھی

اعتماد نہین ہو سکتا کہ بعض اوقات کوئی زبردست اسکو چھین لیتا ہو یا کوئی سانپ وغیرہ آجاتا ہو تو آدمی کھانا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہو غرضکہ ان
چیزون مین جب اسطرح کے احتمالات پیدا ہوتے ہین اور انکا کوئی علاج بجز فضل ایزدی کے نہین تو اسی پر آدمی کو خوش ہونا اور اعتماد
کرنا شایان ہو جب آدمی کا حال و علم اسطرح پر ہو تو چاہیے کہ ہاتھ بڑھاوے کہ متوکل ہی رہیگا۔ دوسری قسم اسباب کی وہ ہین جو یقینی نہین
مگر غالب یہ ہو کہ مسببات بدون اسکے نہین حاصل ہوتے یا اگر حاصل ہوتے ہین تو بہت دشواری سے حاصل ہوتے ہین مثلاً کوئی شخص شہرون
اور قافلون سے جدا ہو کر ایسے جنگلون مین سفر کرے کہ اسمین آدمی کی آمد و رفت بہت شاذ و نادر ہو اور نہ ایسی راہ مین توشہ ساتھ
تو یہ نہ لینا توکل مین شرط نہین بلکہ جنگلون مین توشہ ساتھ لینا اول کے لوگون کا دستور و سنت ہو اور اس سے توکل نہین جاتا بشرطیکہ اعتماد
فضل الٰہی پر ہو نہ زاد پر جیسا کہ پہلے بیان ہوا لیکن اگر کوئی زاد نہ لیوے تو جائز ہے اور یہ رتبہ مقامات توکل مین سے بہت بڑھ کر
اور اونچا ہے یہی جہت یہ طریق خواصؒ کا دستور تھا اب اگر کوئی کہے کہ توشہ نہ لینے سے تو اپنی جان کو ہلاکی مین ڈالنا ہے جو شرعاً
ناجائز ہے تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ صورت حرام ہونے سے دو وجہ سے نکل سکتی ہو اول یہ کہ کسی شخص نے اپنے نفس پر ریاضت و مجاہدہ
کرکے عادت ایک ہفتہ یا اس سے کم و بیش کی بھوک برداشت کرنے کی ڈال لی ہو اسطرح کہ برداشت کر سکتی اس مدت تک بے دل
تنگدلی اور بے پریشانی خاطر اور دشواری ذکر الٰہی کے کر سکے دوسرے یہ کہ گھاس اور ساگ وغیرہ کو غذا کر سکے اگر یہ دونون خصلتین
ہون گی تو غالب یہی ہو کہ ہر ہفتے مین جنگل مین کوئی نہ کوئی آدمی ملجائے گا یا کسی گانون اور بستی مین گزر ہو گا یا کچھ ساگ وغیرہ ایسا
ملجاویگا جس سے وقت ٹل جاوے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے زندہ رہنے مجاہدہ کرنا توکل کی اصل ہو اور خواص رحؒ اور ان کے مثل کے اور
لوگون کا اسی پر اعتماد تھا اور اسکی دلیل یہ ہو کہ خواص رحؒ اپنے ساتھ سوئی اور مقراض اور رسی اور ڈول ضرور رکھتے تھے اور فرماتے
تھے کہ اس سے توکل مین خلل نہین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ انکو معلوم تھا کہ جنگلون مین پانی اوپر تو ہوتا ہی نہین اور خدا سے توقع کی عادت
نہین کہ پیاسے کے واسطے پانی کنوئین مین سے بدون ڈول رسی اوپر کو چڑھاوے اور جنگل مین اکثر ڈول رسی نہین ملتی
گھاس پتی بہت ملتی ہو اور پانی کی ضرورت سفر مین کئی بار وضو کے لیے اور پینے کیواسطے ہوتی ہو کیونکہ مسافر چلنے کی حرارت
کے مارے پانی سے صبر نہین کر سکتا گو کھانے سے صبر کر سکتا ہو اسیطرح آپ کے پاس اکثر ایک ہی کپڑا رہتا تھا تو اگر جنگل مین پھٹتا تھا
تو وہان سوئی مقراض کہان اور بدون سینے سے ستر عورت ممکن نہین نہ جنگل مین کوئی ایسی چیز جو قائم مقام مقراض و سوئی کے
ہو جایا کرے پس جتنی چیزین ان چارون چیزون کے معنون مین ہین یعنی انسے بر آید مطلب ایسا ہی ہو جیسا ان چارون سوئی مقراض
ڈول رسی سے ہو تو اسکو اول قسم کا تابع سمجھنا چاہیے اور تابع اسلیے کہا کہ ان مین احتمالات ہو سکتے ہین کہ مثلاً کپڑا نہ پھٹے
یا کوئی دوسرا آدمی کپڑا دیدے یا کنوئین پر کوئی پانی پلانے والا ملجاوے اور پہلی قسم مین احتمال نہین کہ کھانا چبا چبا یا منہ مین خود
چلا آوے اسواسطے ان دونون مین بہت فرق ہوا مگر دوسری قسم کی چیزین مذکورہ اول قسم کے معنون مین شریک ہین یعنی ایسی
چیزون کو توکل کے باعث ترک کرنا جائز نہ ہوگا اس بنا پر نکلا کہ اگر کوئی شخص پہاڑون کی گھاٹیون مین کسی کھائی مین متوکل
ہو کر جا رہے جہان نہ پانی ہو نہ گھاس نہ کوئی بشر وہان کو گزرے تو وہ شخص اس فعل سے گنہگار اور اپنی جان اپنے ہاتھ سے

کھودیگا۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک زاہد شہرون سے جدا ہوکر کسی پہاڑ تلے مین سات روز رہا اور کہا کہ مین کسی سے کچھ نہ مانگون گا
جبتک کہ خداے تعالیٰ مجھکو میرا رزق نہ پہونچاوے سات روز تک بیٹھا اور مرنے کے قریب ہوگیا مگر رزق نہ آیا جناب باری مین
التجا کی کہ الٰہی اگر تو مجھکو زندہ رکھتا ہے تو جتنا رزق میری قسمت مین تونے لکھدیا ہی وہ مجھکو عنایت کر ورنہ میری روح قبض کر حکم ہوا
کہ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی کہ تجھکو رزق نہ دونگا جبتک کہ تو شہرون مین جاکر لوگون مین نہ بیٹھیگا وہ شہر مین جاکر بیٹھا اس کے
پاس کوئی کھانا لایا کوئی پانی لایا کھایا پی کر کچھ دل مین وسواس کیا اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تو یہ چاہتا ہے کہ اپنی دنیا مین
زہد کرنے سے میری حکمت کو ضائع کرے کیا تجھکو معلوم نہین کہ مین اپنے بندون کو دوسرون کے ہاتھ سے رزق پہونچانا اس سے
بہتر جانتا ہون کہ خود اپنے دست قدرت سے دون اس سے معلوم ہوا کہ دور رہنا تمام اسباب سے مخالف حکمت الٰہی اور متضمن
ناواقفیت عادت خداوندی کے ہی اور عمل کرنا خداے تعالیٰ کے دستور مقرری کے بموجب اسطرح کہ توکل خداے تعالیٰ پر
ہو نہ اسباب پر توکل کے خلاف نہین جیسا کہ ہمنے وکیل مقدمات کی مثال مین بیان کیا ہی لیکن اسباب کی دو قسمین ہین ظاہر
اور پوشیدہ تو متوکل کو چاہیے کہ اسباب ظاہری سے اعراض کرکے اسباب خفیہ کیطرف التفات کرے اور اسمین یہ بھی قید ہے
کہ دل کا اطمینان اور قرار مسبب الاسباب پر ہو نہ اسباب پر باقی رہا یہ کہ دل کی بیٹھکے شہر مین آدمی کا گھر رہنا کیسا ہی حرام
ہے یا مباح یا مستحب تو اسکا حال یہ ہی کہ حرام تو نہین اسلیے کہ جب جنگلون مین پھرنیوالا اپنی جان کو تلف کرنے والا نہوا تو شہر مین
رہنے والا کسی طرح اپنی جان ضائع کرنے والا نہین ہوسکتا تاکہ اس فعل کی حرمت لازم آجاوے بلکہ ہوسکتا ہی کہ اسکی غذا ایسی
جگہ سے پہونچا کرے جہان سے اسکو خیال نہ ہو مگر کبھی دیر بھی لگیگی اور اسپر صبر ممکن ہے یہانتک کہ کہین سے اتفاقاً آجاوے
لیکن اگر حجرے کا دروازہ ایسی طرح بند کرکے بیٹھے کہ کسی کا گذر اس تک نہو تو ایسا کرنا حرام ہی اور اگر حجرے کا دروازہ کھلا
رکھے مگر مصروف عبادت نہو بیکار بیٹھا ہو تو ایسی صورت مین پیشہ کرنا اور نکلنا اچھا ہے گو بیٹھ رہنا حرام نہین
الا اس صورت مین کہ فاقے سے موت کے کنارے جالگے اسوقت نکلنا اور مانگنا اور کچھ کسب معیشت کرنا لازم ہے اور اگر
دل سے مشغول خداے تعالیٰ کے ساتھ ہو آدمیون کیطرف تاکتا نہو کہ کون دروازے مین آتا ہے اور رزق لاتا ہے بلکہ
خداے تعالیٰ کے فضل ہی کی تاک ہو اور اسی سے شغل ہو تو یہ بات افضل ہی اور توکل کے مقامات مین ہی اور اسکا طریق
یہ ہے کہ خداے تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو اور فکر روزی نکرے کہ روزی بالضرور اسکو پہونچیگی اور اس صورت مین جو بعض علما
فرماتے ہین کہ بندہ اگر اپنے رزق سے بھاگے تو رزق اسکو ڈھونڈھ لیگا جیسے کوئی موت سے بھاگے تو وہ جالیتی ہی درست ہے
شعر مین توکل کن بدوران پا و دست ✽ رزق تو برتو ز تو عاشق تر است ✽ اور یہ بھی اسکا قول بجا ہے کہ اگر آدمی خداے تعالیٰ
سے دعا مانگے کہ مجھے روزی مت دے تو قبول نہوگی اور اس دعا سے گنہگار ہوگا اور اسکو بارگاہ کبریا سے حکم ہوگا کہ او
جاہل یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ تجھکو پیدا کرون اور رزق نہ دون اور اسیواسطے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ لوگون نے ہر ایک
چیز مین آپس مین اختلاف کیا ہے مگر رزق اور موت مین سب کا اتفاق ہی کہ بجز خداے تعالیٰ کے کوئی رازق اور مارنے والا نہین

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لو انکم توکلتم علے اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا ولزالت بدعائکم الجبال اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ پرندون کی طرف دیکھو کہ وہ نہ کھیتی کرتے ہین نہ خرمن اور ذخیرہ کرتے ہین مگر خداے تعالیٰ ان کو برابر ہر روز رزق دیتا ہی اور اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پیٹ بڑے ہین تو چوپاؤن کو دیکھو کہ انکے لیے خداے تعالےٰ نے رزق کے واسطے اس خلق کو کیسے مقرر کردیا ہے اور ابو یعقوب سوسی رح کہتے ہین کہ متوکلون کا رزق بدون ان کی مشقت کے لوگون کے ہاتھون پر چلتا رہتا ہے یہانتک کہ انکو بلا تردد ملتا ہے اور اور لوگ اسی کی فکر مین لگے رہتے ہین رزق کے واسطے رنج اٹھاتے ہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اللہ تعالےٰ اپنے سب بندون کو رزق دیتا ہے مگر بعضے ذلت کے ساتھ کھاتے ہین مثلاً بھیک مانگ کر اور بعضے مشقت اور انتظار سے کھاتے ہین جیسے تاجر اور بعضے جان کھپانے سے جیسے کاریگر اور بعضے عزت سے جیسے صوفیہ کہ حاکم کے پاس گئے اور اپنا رزق اسکے ہاتھ سے لے آئے اور درمیانی کو کچھ نہ سمجھا تیسرے قسم وہ اسباب ہین کہ انسے مسبب پر پہونچنا وہمی بات ہی کچھ ظاہر کا اعتبار نہین جیسے بڑی باریک باریک تدبیرین تحصیل مال مین کرنی کہ کچھ ضرور نہین کہ جو تدبیرین جسطرح کرے تو ویسا ہی ظہور مین آوے اور اس قسم کے کرنے سے بالکلیہ درجات توکل سے نکلجاتا ہی اور تمام آدمی اسی مین مبتلا ہین مال مباح کے حاصل کرنے کے لیے بیسون حیلے باریک نکالتے رہتے ہین اور مال شبہے کا لینا یا ایسے طریق سے مال کا پیدا کرنا جسمین شبہہ ہو تو بطریق اولےٰ توکل کو باطل کرتا ہی کیونکہ وہ تو نہایت درجے کا گھسنا دنیا مین اور اسباب پر توکل کرنا ہی اور اس قسم کے اسباب کو حصول سے مفید کیطرف وہ نسبت ہی جو منتر اور فال اور داغ دینے کو ایذا دہندہ چیز کے دور کرنے کیطرف ہے اسی لیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کا وصف ان اشیا کے نہ کرنے کو تو فرمایا مگر یہ نہین فرمایا کہ متوکل کسب معیشت بالکل نہین کرتے اور شہرون مین نہین رہتے اور کسی سے کچھ نہین لیتے بلکہ فرمایا کہ یہ سب امور کرتے ہین اور تیسری قسم کے اسباب جنسے اعتماد مسبب کے حاصل ہونے کا نہین اتنے ہین کہ انکا شمار ممکن نہین اور حضرت سہل رح توکل کے باب مین فرماتے ہین کہ تدبیر کا ترک کرنا توکل ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ان کو اپنے نفس سے محجوب نہین رکھا انکا حجاب ان کی تدبیر ہی ہوتی ہے اور غالبًا انکی مراد تدبیر سے تکالنا اسباب بعیدہ کا ہی فکر سے کیونکہ انھین مین سوچ و تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے ظاہری اسباب مین نہین ہوتی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسباب بعض ایسے ہوتے ہین کہ انکے تعلق سے توکل سے آدمی خارج ہوجاتا ہی اور بعضے ایسے ہین کہ انکے کرنے سے خارج نہین ہوتا اور اس دوسری کی دو قسمین ہین ایک اسباب یقینی اور دوسری ظنی اسباب یقینی کے کرنیسے توکل سے خارج نہین ہوتا بشرطیکہ حال توکل اور علم موجود ہو یعنی تکیہ صرف مسبب الاسباب پر ہو پس اسباب یقینی مین توکل باعتبار حال اور علم کے ہی نہ عمل کے اور اسباب ظنی مین باعتبار حال اور علم اور عمل سب کے ہی اور ان اسباب کے عمل مین لانے کے رو سے متوکلون کے تین مقام ہین اول مقام خواص اور ان کے مثل کا ہے کہ بے توشہ جنگلون مین پھر اور فضل الٰہی پر اعتماد ہو کہ ایک ہفتہ یا اس سے زیادہ طاقت

اگر تم اللہ پر توکل کرو جیسا اسکے توکل کا حق ہے تو تمکو ایسی روزی دے جیسے پرندے کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکا اٹھتا ہے اور شام کو شکم سیر ہوجاتا ہے اور تمہاری دعا سے

صبر کی عنایت فرماویگا یا کچھ ساگ وغیرہ یا غذا الجاویگی اور اگر کچھ نہ ملیگا تو فاقے سے مرنے پر راضی اور ثابت قدم رہیگا کیونکہ توشے
والے بھی بعض اوقات فاقے سے مرتے ہین کہ انکا توشہ جاتا رہتا ہے یا کوئی راہ کھلا دیتا ہے تو موت کا آنا توشہ اور بے توشہ دونون
طرح ممکن ہے اسی لیے فضل الٰہی پر توکل والے ہوا دوسرا مقام یہ ہے کہ اپنے گھر یا مسجد مین بیٹھے رہے مگر گانون یا شہر مین یہ صورت پہلی وا اس
مقام الاول سے کم ہے مگر متوکل ضرور ہے اسلیے کہ آخر کسب اور اسباب ظاہر کو ترک کرکے فضل الٰہی پر اعتماد کرتا ہے کہ وہ اسباب خفیہ سے میرا
کام بنادیگا اور ہر چند یہ شخص شہرون مین بیٹھکر اسباب رزق کا متعرض ہے کیونکہ شہر مین رہنا بھی اسباب رزق کے کھینچنے کے ہین مگر اس سے
اس شخص کا توکل باطل نہین ہوتا بشرطیکہ نظر اس ذات کیطرف ہو جو شہر کے باشندون سے اسکو رزق دلواتا ہے باشندون کیطرف
التفات نہو اسلیے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ سب کے سب اسکے حال سے غافل ہو جاوین اور اگر خدائے تعالیٰ اپنے فضل سے اسکا حال
انکو بتا دے اور انکی خواہشون کو اسکی طرف راغب نکرے تو وہ کیسے اسکو پوچھین اور خبر گیری کرین تیسرا مقام یہ ہے کہ نکل کر کسب
معیشت اسطرح کرے جسطرح ہمنے باب آداب الکسب کی فصل سوم اور چہارم مین لکھا ہے اسطرح کے کمانے سے بھی مقامات توکل
سے نہین نکلیگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور جاہ اور بضاعت پر نہو اسلیے کہ یہ چیزین تو دم کے دم مین خدائے تعالیٰ فنا
کر دیتا ہے بلکہ یون چاہیے کہ نظر کفیل برحق کیطرف ہو کہ اسی نے یہ سب چیزین پیدا کی ہین اور رزق کا سامان بہم کر دیا ہے اور اپنے کسب
بضاعت اور کفایت کو خدائے تعالیٰ کی قدرت کی نسبت کر ایسا جانے جیسا قلم بادشاہ کے ہاتھ مین جو حکم لکھتا ہے کہ وہان نظر قلم کی طرف
نہین ہوتی بلکہ بادشاہ کے دل کیطرف ہوتی ہے کہ کیا جانے کیا دلمین آویگا اور کسطرف کو مائل ہوگا کیا حکم کر بیٹھے گا پھر اگر یہ کسب
معیشت کرنے والا اپنے عیال کے لیے یا مساکین کے دینے کیلیے کماتا ہو تو ظاہر مین تو کمانیوالا ہوگا مگر باطن مین علٰحدہ ہوگا اور اس
شخص کا حال بہ نسبت گھر مین بیٹھنے والے کے اشرف ہے اور اسبات کی دلیل کہ کسب مخالف حال توکل کے نہین بشرطیکہ اسمین شرطون کی رعایت
اور حال اور علم کا لحاظ رہے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا ہے یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو اپنی گٹھری بغل مین دبا کر بازار مین
تشریف لے گئے مسلمانون کو برا معلوم ہوا اور عرض کیا کہ آپ ایسی بات کیون کرتے ہین اب تو آپ نبوت کی خلافت پر ہین آپ نے
فرمایا کہ مین اپنے عیال کا اگر شغل نکرون تو وہ تباہ ہو جاوینگے اور جب اپنے ہی عیال کو مین تلف کرونگا تو اورونکو تو بطریق اولیٰ ضائع
کرونگا لوگون نے آپ کی فکر دور کرنے کے لیے ایک مسلمان کے گھر والون کے موافق آپ کیلیے مقرر کر دیا پس جب آپ نے انکی مرضی اسطرف
پائی تو انکے دلکا خوش کرنا اور مسلمانون کے کام مین سب وقت خرچ کرنا آپنے اولیٰ جانا اور یہ محال ہے کہ کہا جاوے کہ حضرت ابوبکر صدیق
مقام توکل مین نہ تھے تو انسے بڑھکر مقام توکل پر اور کون ہے اسلیے کہ متوکل تو یقیناً تھے پس معلوم ہوا کہ آپ متوکل باعتبار کسب و سعی نہ
کرنے کے نہ تھے بلکہ قطع التفات کے رو سے تھے کہ اپنی قوت و کفایت پر ملتفت نتھے خدائے تعالیٰ ہی کو معیشت کا بہم کرنے والا اور
مسبب الاسباب جانتے تھے اور رعایت شرطون کی کسب کے طریق مین ملحوظ رکھتے تھے کہ مقدار حاجت پر اکتفا کرتے تھے بہت کی تمنا
نہ تھی نہ فخر اور نہ کچھ چھوڑنے کی ہوس نہ یہ بات کہ اپنا درم اور کے درم سے اچھا معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ جو شخص بازار مین جاوے اور اپنے
درم کو غیر کے درم سے بہتر و محبوب سمجھے وہ دنیا کا حریص و محب ہے اور توکل بدون دنیا مین زہد کیے درست نہین ہوتا ہان زہد بدون

توکل کے بھی ہو سکتا ہے کیونکہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے۔ اور ابو جعفر حدادؒ جو حضرت جنیدؒ کے مرشد اور متوکلین میں سے تھے فرماتے
ہیں کہ مین نے بیس برس توکل کو چھپایا اور بازار سے جدا نہوا میرا دستور تھا کہ ایک دینار ہمیشہ پیدا کرتا تھا مگر رات کیلیے دمڑی نرکھتا تھا
اور نہ اپنی راحت کے لیے اسمین سے کچھ خرچ کرتا تھا اتنا بھی نہین کہ کچھ کوڑیان دیکر غسل ہی کر لون بلکہ رات آنے سے پیشتر ہی سب کو خرچ
کر دیا کرتا تھا اور حضرت جنید انکے سامنے توکل کے باب مین کچھ گفتگو نہین فرماتے تھے اور یون کہا کرتے تھے کہ مقام توکل مین آپ کے
ہوتے ہوے مجکو کچھ کہنے سے شرم آتی ہے اب جاننا چاہیے کہ صوفیون کی خانقاہون مین نقدی لیکر بیٹھنا توکل سے بعید ہے پس اگر نقدی
نہو نہ وقف نہ کوئی اور بات اور انھون نے خادم کو حکم دیا کہ باہر سے نکلکر لے آیا کرے تو اسطرح پر توکل ضعف کے ساتھ درست ہے مگر حال
اور علم سے قوی ہو جاتا ہے جیسے توکل پیشہ ور کا اور اگر خانقاہ والے سوال نکرین بلکہ جو کوئی کچھ دیجاوے اسی پر قانع رہین تو یہ بات انکے
توکل مین بہت قوی ہے مگر وہ لوگ اسباب مین انگشت نما ہو گئے اور دکان کر لی پس خانقاہ مین بیٹھنا ایسا ہے جیسا بازار مین جانا اور
بازار مین جانے والا متوکل نہین ہوتا بدون بہت سی شرطون کے جنکا بیان پہلے ہو چکا۔ باقی رہا یہ کہ آدمی کو گھر مین بیٹھ رہنا افضل ہے یا چل
پھر کر کچھ کمانا تو اسکا حال یہ ہے کہ اگر کمائی چھوڑنے سے ذکر و فکر اور اخلاص اور تمام وقت عبادت مین بسر کرنے کیلیے چھٹی ملجاوے اور کسب
معیشت مین ان امور مین ابتری ہوتی ہو اور باوجود اسکے لوگون سے کچھ طمع بھی نہو نہ اسباب کا انتظار کہ کوئی آکر ہمین کچھ دیجاوے بلکہ
صبر اور اللہ پر توکل کرنے مین دلکا مضبوط ہو۔ تو ایسے شخص کو گھر بیٹھنا بہتر ہے اور اگر گھر مین دل گھبراوے اور لوگون کیطرف تاک ہو تو
کچھ کام کرکے پیدا کرنا اچھا ہے اسلیے کہ دل سے لوگون کی تاک کرنی گویا دل سے سوال کرنا ہے اسکا چھوڑنا کام کے چھوڑنے کی نسبت زیادہ کر
مہم ہے پہلے متوکلین کا دستور تھا کہ جو چیز انکے نفس طمع کرتے تھے اسکو نہین لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل نے ابو بکر مروزی کو فرمایا کہ
فلان فقیر کو اجرت معمولی سے کچھ زیادہ دینا جب وہ دینے لگے فقیر نے واپس کر دیا اور چلا گیا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ اب جاکر اسکو دے دو
اب وہ لے لیگا وہ گئے اور اسکو دیا تو لے لیا امام صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی کہ یہان نہ لیا اور نکلکر لے لیا فرمایا کہ اول اسکے نفس کو
طمع زیادہ ملنے کی تھی اسواسطے نہ لیا جب یہان سے چلا گیا تو نفس کو ناامیدی اور یاس ہو گئی تو لے لیا اور خواص جب کبھی اپنی رغبت کسی
شخص کے دینے کیطرف دیکھتے یا نفس کے لینے کے عادی ہو جانے سے خوف کرتے تو اس سے کوئی چیز قبول نکرتے اور انسے جو کسی نے
پوچھا کہ آپ نے اپنے سفر مین سب سے زیادہ عجیب کیا بات دیکھی فرمایا کہ مین نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میری صحبت سے
راضی ہوے مگر مین انسے اس جہت سے علیحدہ ہو گیا کہ کہین میرے نفس کو انکے ساتھ سکون و قرار نہو جاوے اور توکل مین نقصان
نہونے پاوے غرضکہ کسب معیشت کرنے والا حسب آداب کمانے کے اور اسکی نیت کے شرطون کی رعایت کرے گا جس طرح کہ
باب الکسب مین بیان ہوا ہے یعنے مقصود استدعاے کثرت نہو اور نہ اپنی بضاعت اور کفایت پر اعتماد ہو تو وہ متوکل ہوگا اور علامت
اسکے تکیہ نکرنے کی اپنی بضاعت پر یہ ہے کہ اگر اسکا مال چوری جاوے یا تجارت مین گھٹی ہو یا کوئی اور کام بند ہو جاوے تو اسپر راضی رہے
دل کی طمانینت باطل نہو نہ دل مین اضطراب راہ پاوے بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسا ہی رہے کیونکہ دستور کی بات ہے
کہ جسکا دل کسی چیز سے وابستہ نہین ہوتا اسکے جاتے رہنے سے بھی اسکا دل مضطر نہین ہوتا اور جو کسی چیز کے جانے سے بیقرار ہوتا ہے

تو وہ اس چیز سے تسکین پاتا ہو بشرؒ چرخے بنایا کرتے پھر انکو چھوڑ دیا اسلیے کہ بعلویؒ نے انکو لکھا کہ مین نے سنا ہے کہ تم نے
اپنے رزق پر مدد یہ کام اختیار کرنے سے لی ہے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر خدا تعالیٰ تم کو بہرا اور اندھا کردے تب رزق کس پر ہوگا
اس نوشتے نے ان کے دل مین تاثیر کی سب اوزار چرخہ بنانے کے دے ڈالے اور چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ جب
وہ چرخہ بنانے مین انگشت نما ہو گئے اور لوگ اسیواسطے انکے پاس آنے لگے چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ اپنے عیال کے مرنیکے بعد
چھوڑ دیا جیسے حضرت سفیان ثوری کے پاس پچاس دینار تھے انسے تجارت کیا کرتے جب انکے اہل کا انتقال ہوا تو انکو بانٹ دیا اب
اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آدمی کے پاس بضاعت تو ہو اور اسکے ساتھ دل بستگی نہو حالانکہ اسکو معلوم ہے کہ کسب بدون بضاعت
ممکن نہین اسکا جواب یہ ہے کہ اسکی صورت یہ ہے کہ یون جانے کہ جن لوگون کو خدا تعالیٰ بدون بضاعت روزی دیتا ہے وہ بھی بہت ہین
اور ایسے بھی بہت ہین کہ ان کی بضاعت بہت تھی مگر چوری گئی اور جاتی رہی اور یہ بھی دل مین ٹھان لے کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ
وہی سلوک کریگا جو اسکے نزدیک میرے حق مین بہتر ہوگا اگر وہ میرا مال ضائع کر دیگا تو اسکے نزدیک اسمین کچھ بہتری ہے شاید اگر باقی
رہتا تو موجب فساد دین کا ہوتا بڑا خدا تعالیٰ کا احسان ہوا کہ دین کے بگاڑ سے بچا دیا اور غایت اخلاص یہ ہے کہ آدمی بھوک سے
مر جاوے تو چاہیے کہ اعتقاد کرے کہ بھوک سے مرنا آخرت مین میرے حق مین مفید ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے بدون کسی تقصیر کے
میری طرف سے یہ بات میرے واسطے تجویز فرمائی ہے تو میری بہتری اسی مین ہے جب ان سب باتوں کا اعتقاد کریگا تو اسکے نزدیک
وجود بضاعت کا اور عدم برابر ہے حدیث شریف مین ہے کہ بندہ رات کو کسی امر کا امور تجارت مین سے قصد کرتا ہے اور وہ کام ایسا ہوتا ہے
کہ اگر اسکو کرے تو اسکی بربادی ہو پس خدا تعالیٰ اسکی طرف عرش کے اوپر سے نظر کرتا ہے اور اسکو کام سے باز رکھتا ہے تو صبح
کو وہ شخص نہایت غمگین و اندوہناک ہوتا ہے اور اپنے ہمسایہ اور چچا زاد بھائی کی بدشگونی لیتا ہے کہ مین نے کسکا منہ دیکھا تھا کسنے میرے
اوپر مصیبت ڈالی حالانکہ یہ امر صرف ایک رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسپر کی انتہی اور اسی جہت سے حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ مجھے کچھ پروا
نہین خواہ مین غنی رہون یا فقیر اسواسطے کہ مجھے معلوم نہین کہ تونگری و فقیری مین سے میرے حق مین کون سی بہتر ہے اور جو
شخص ان امور پر یقین کامل نہ رکھتا ہو اس سے توکل نہو سکیگا اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان دارانی نے احمد بن ابی الحواری
سے فرمایا کہ مجھکو ہر مقام سے بہرہ ہے مگر حضرت توکل کہ اسکی بو بھی مین نے نہین سونگھی پس باوجود اپنے بلند قدر ہونیکے ایسا فرماتے ہین
کہ مجھکو توکل نہین ملا یہ نہین فرمایا کہ اسکا حصول ممکن نہین اور غالباً ان کی مراد یہ ہوگی کہ اعلے درجہ توکل کا نصیب نہین ہوا اور جبتک
کہ ایمان اسبات پر پکا نہو کہ خدا تعالیٰ کے سوا نہ کوئی فاعل ہے نہ کوئی رازق اور جو کچھ وہ بندے پر مقدر کرتا ہے خواہ فقر ہو
یا غنا موت ہو یا جینا اسکے حق مین وہی بہتر ہے بہ نسبت اسبات کے جسکو بندہ تمنا کرے تب تک حال توکل بھی کامل نہوگا اس
معلوم ہوا کہ توکل کی بنا ان امور پر ایمان کے قوی ہونے سے ہوتی ہے جیسا کہ گذرا اور ایسا ہی حال اور مقامات دین کا احوال اور
اعمال مین سے ہے کہ وہ بھی اپنے اصول یعنی ایمان پر مبنی ہوتے ہین حاصل یہ کہ مقام توکل سمجھ مین آتا ہے مگر اسکی قوت اور یقین کا
زور چاہتا ہے اسلیے حضرت سہلؒ فرماتے ہین کہ جو شخص طعنہ کمانے پر کرے وہ سنت پر طعنہ کرتا ہے اور جو شخص ترک کمائی یعنی توکل

پر کرے وہ توحید پر طعنہ زن ہے اب وہ علاج لکھتے ہین جو دل کے اسباب ظاہری سے پھرنے مین مفید ہے اور اسباب خفیہ کے بہم کرنے مین خدائے تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن پیدا کرے وہ یہ ہے کہ یون جاننا چاہیے کہ سوء ظن تعلیم شیطان سے ہے اور حسن ظن خدائے تعالیٰ کی تلقین ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلاً[۱] کیونکہ انسان اپنی سرشت کی رو سے شیطان کے ڈرانے کو بہت سنتا ہے اسیواسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص سوء ظن کے باعث ڈرے وہ حریص ہے اور جبن اسپر نامردی اور ضعف دلی زیادہ ہوجاوے اور نیز متکلمین جو پابند اسباب ظاہری اور انپر ترغیب دینے والے ہین نظر ڈرین تب سوء ظن غالب ہوجاتا ہے اور توکل بالکل جاتا رہتا ہے بلکہ رزق کو اسباب خفیہ سے سمجھنا بھی توکل کو باطل کردیتا ہے چنانچہ حکایت ہے کہ کوئی عابد کسی مسجد مین بیٹھ رہا اور اسکے پاس مال نہ تھا امام مسجد نے اس سے کہا کہ اگر تم کچھ کرکے کھاؤ تو تمہارے لیے اچھا ہے اسنے جواب نہ دیا تین بار ایسا ہی ہوا چوتھی بار اسنے کہا کہ میان صاحب مسجد کے پاس ایک یہودی ہے اسنے ہر روز دو روٹیونکی کفالت میرے لیے کرلی ہے امام نے کہا کہ اگر وہ اس کفالت مین سچا ہو تو تمہارا مسجد مین رہنا بہتر ہے عابد نے کہا کہ کیا خوب تم خدا کے سامنے اور لوگون کے آگے ایسی ناقص توحید کے ساتھ کھڑے ہوتے ہو اگر امامت نہ کرو تو تمہارے حق مین بہتر ہو کیونکہ تم یہودی کے وعدے کو خدائے تعالیٰ نے جو کفالت رزق کی کی ہے اسپر ترجیح دیتے ہو اور ایکبار کسی مسجد کے امام نے کسی نمازی سے پوچھا کہ تم کہان سے کھانا کھاتے ہو اسنے کہا کہ ذرا ٹھہرو اول مین نے جو نماز تمہارے پیچھے پڑھی ہے وہ پھیر لون تب جواب دونگا اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے بواسطہ اسباب خفیہ رزق بھیجنے پر حسن ظن رکھنے کیلئے ان حکایات کا سننا مفید ہے جنمین رزق بھیجنے مین اللہ تعالیٰ کے عجیب الطاف اور احسان پائے جاتے ہون اور بعض مین قہر خدائے تعالیٰ کا مذکور ہو کہ تاجرون اور تونگرون کا مال غارت کرکے ان کو بھوک سے ہلاک کردیا چنانچہ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کا ایک خادم حذیفہ مرعشی تھا اس سے لوگون نے پوچھا کہ کوئی بات آپکی جو بہت عجیب تمنے دیکھی ہو بیان کرو اسنے کہا کہ ہم ایکبار مکہ معظمہ کے راستے مین چند روز بھوکے رہے کھانا نہ ملا پھر کوفے مین گئے اور ایک ویران مسجد مین داخل ہوئے حضرت ابراہیم نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تجھکو بھوک لگی ہے مین نے عرض کیا کہ آپ کی تشخیص سچ ہے آپ نے فرمایا کہ سیاہی اور کاغذ لے آ مین لے آیا آپ نے یہ رقعہ لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر حال مین تو ہی مقصود ہے اور ہر بات سے تو ہی مطلوب ہے پھر کچھ شعر لکھے جنکا ترجمہ یہ ہے **قطعہ** حامد و شاکر ہون اور ذاکر خدا ؛ بھوکا اور پیاسا ہون اور ننگا جدا ؛ وصف چھ ہین مین کا ضامن ہون مین ؛ التجا ہے تو ہو ضامن تین کا ؛ مدح میری غیر کو ہے جلتی آگ ؛ آگ مین گھسنے سے تو مجھکو بچا ؛ حذیفہ کہتے ہین کہ پھر وہ رقعہ مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر جا اور سوا خدائے تعالیٰ کے اور کسی سے اپنا دل مت لگا اور جو شخص اول ہی ملے اسکو یہ رقعہ حوالے کر مین رقعہ لیکر نکلا اول جو شخص مجھکو ملا وہ ایک خچر پر سوار تھا مین نے رقعہ اسکو حوالہ کیا اسنے اسکو لیا اور مضمون سے واقف ہوکر رو دیا اور کہا کہ اس رقعے کے لکھنے والے کہان ہین مین نے کہا کہ فلانی مسجد مین تشریف رکھتے ہین اسنے مجھکو ایک تھیلی دی جسمین چھ سو دینار تھے پھر مین نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا اور اس سے اول شخص کا حال پوچھا اسنے کہا کہ یہ ایک شخص نصرانی ہے مین نے حضرت ابراہیم کی خدمت مین حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا انھون نے

[۱] شیطان تم سے فقر کا وعدہ کرتا ہے اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی بخشش اور فضل کا ۱۲

فرمایا کہ ابھی ان دنیا رون کو ہاتھ مت لگاؤ وہ اسی دم آیا چاہتا ہو جب ایک گھڑی گزری وہ نصرانی آیا اور آپ کے سر کو بوسہ دینے لگا اور مسلمان ہو گیا اور ابو یعقوب اقطع بصری کہتے ہین کہ مین ایکبار حرم شریف مین دس روز بھوکا رہا مجھکو ضعف معلوم ہونے لگا دل مین آیا کہ باہر چلیے جنگل کیطرف نکلا کہ کوئی شے ایسی ملے جس سے ضعف کو تسکین ہو مین نے دیکھا کہ ایک شلجم زمین پر پڑا ہے اسکو مین نے اٹھا لیا مگر دل میرا اس سے گھبرایا اور پھر یہ معلوم ہوا کہ گویا کوئی مجھ سے یون کہتا ہو کہ تو دس روز تو بھوکا رہا اور آخر کو لیا تو ایک سڑا شلجم لیا مین اسکو پھینک کر پھر حرم شریف مین چلا آیا اور بیٹھ گیا دیکھتا کیا ہون کہ ایک عجم کا آدمی چلا آتا ہے وہ آکر میرے سامنے بیٹھ گیا اور ایک خلتا میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ یہ آپ کے لیے ہے مین نے پوچھا کہ مجھے تم نے کیسے خاص کیا اس نے کہا کہ اصل یہ ہے کہ ہم دس روز سے سمندر مین تھے اور کشتی ڈوبنے کو ہو رہی تھی مین نے نذر کی تھی کہ اگر خدا تعالی مجکو بچا دیگا تو مین یہ خلتا مجاورین مین سے اسکو دونگا جسپر اول میری نظر پڑیگی اور اب تم ہی کو اول مین نے دیکھا یہ وجہ خصوصیت کی ہے مین نے کہا کہ اچھا اسے کھولو اسنے کھولا تو اسمین مصر کا میدہ اور چھلے ہوے بادام اور مصریان تھین مین نے ہر ایک مین سے ایک مٹھی لے لی اور اس سے کہا کہ باقی کو تم اپنے ساتھیون کو میری طرف سے ہدیہ دینا مین نے تمھاری نذر قبول کی پھر اپنے دل مین کہا کہ تیرا رزق تو دس منزل سے چلکر تیرے پاس آتا ہو اور تو اسکو جنگل مین ڈھونڈھتا ہو اور ممشاد دینوری کہتے ہین کہ مجھپر کچھ قرض تھا اسکے باعث میرا دل اسی تردد مین مبتلا ہو گیا یعنے عبادت و ذکر مین حضور اور اخلاص کامل نہ رہا مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہو کہ اے بخیل تو نے ہم پر اتنا قرض کر لیا لے اب تیرا کام لینا ہو اور ہمارا کام دینا بعد اسکے مین نے کسی بقال یا قصاب وغیرہ کا حساب نہین کیا اور بنان حمال کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ کی راہ مین تھا اور مصر سے جاتا تھا اور میرے پاس زاد راہ تھا میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھ سے کہا کہ اے بنان تو لدو ہو کہ اپنی پشت پر زاد لادے پھرتا ہے اور یہ وہم کرتا ہو کہ خدا تعالے تجھے رزق نہ دیگا مین نے اسکے کہنے سے اپنا توشہ پھینک دیا پھر مجھپر تین دن گزر گئے کہ مین نے کچھ نہ کھایا راستے مین مین نے ایک پازیب پڑی دیکھی اپنے جی مین کہا کہ اسکو اٹھا لینا چاہیے کیا عجب ہے کہ اسکا مالک آوے تو اس سے کچھ لیکر دے دون استنے مین وہی عورت آگئی اور مجھ سے کہا کہ کیا تو سوداگر ہے جو یون کہتا ہو کہ شاید اسکا مالک آجاوے تو اس سے کچھ لیلون پھر اسنے میری طرف چند درم پھینک دیے اور کہا کہ انکو خرچ کر مین نے انکو لیکر قریب مکہ معظمہ تک نباہ دیا اور یہ بھی بنان ہی کی حکایت ہے کہ انکو ایک لونڈی کی ضرورت خدمت کے واسطے ہوئی انھون نے اپنے بھائیون سے صاف صاف کہدیا ان سب نے لونڈی کے دام انکے لیے جمع کر دیے اور کہا کہ اب قافلہ آنے کو ہو اسمین سے جونسی لونڈی مناسب ہو گی وہ لیجاوینگے جب قافلہ آیا تو سب لوگونکی رائے ایک لونڈی پر متفق ہوئی کہ یہ بنان کے لائق ہو اس لونڈی کے مالک سے اسکے دام پوچھے اسنے کہا کہ یہ بکاؤ نہین ہو جب لوگون نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ یہ لونڈی بنان حمال کیواسطے ہو اسکو ایک سمرقند کی عورت نے ہدیہ کے لیے بھیجی ہو وہ لونڈی بنان کے پاس ارسال کیگئی اور انسے قصہ بیان کیا گیا۔ اور کہتے ہین کہ زمانہ گزشتہ مین ایک شخص اپنے سفر مین ایک روٹی ساتھ لیے تھا اور کہتا تھا کہ اسے اگر کھا لونگا تو مر جاونگا اللہ تعالے نے اسپر ایک فرشتہ کو مقرر کر دیا اور فرمایا کہ اگر یہ شخص روٹی کھا لے تو اسے اور رزق پہونچانا اور اگر نہ کھاوے تو ہم اسکے سوا

اور کچھ اسکو نہ دینگے وہ شخص روٹی اپنے ساتھ لیے رہا یہانتک کہ مرگیا اور نہ کھائی اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین ایک جنگل مین بدون زاد راہ کے گیا اور فاقے پر فاقہ ہوا دور سے ایک منزل نظر پڑی اسکو دیکھکر مین خوش ہوا کہ اب پہنچ گیا پھر دل مین سوچا کہ مین نے غیر پر تکیہ کیا اور قسم کھائی کہ اس گانون مین نجاؤنگا جبتک کہ مجھے خود کوئی نہ لیجاوے مین نے اپنے لیے ریت مین ایک گڑھا کھودا اور اپنا جسم اسمین سینے تک چھپا دیا آدھی رات کو وہان کے لوگون نے ایک بلند آواز سنی کہ اے بستی والو ایک اللہ کے ولی نے اپنے آپ کو اس ریت مین قید کیا ہے اسکی خبر لو وہان سے کچھ لوگ آئے اور مجھکو نکالکر گانون مین لیگئے اور روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے دروازے پر پڑا رہتا اسکو ایک روز ناگاہ آواز آئی کہ اے شخص تو نے ہجرت عمرؓ کے لیے کی تھی یا خدا کے لیے جا اور کلام اللہ سیکھ وہ تجکو عمرؓ کے دروازے سے بے پرواہ کر دیگا وہ شخص اٹھکر چلا گیا اور اسکا پتا نہ ملا یہان تک کہ حضرت عمرؓ نے اسکو ڈھونڈھوایا معلوم ہوا کہ اسنے گوشہ نشینی اختیار کی اور عبادت مین لگ گیا حضرت عمرؓ اسکے پاس تشریف لاے اور فرمایا کہ ہمارا دل تمکو دیکھنے کو بہت چاہتا تھا کیا وجہ ہوئی کہ تم ہمسے نہین ملتے اسنے جواب دیا کہ مین نے قرآن پڑھا اسنے مجکو عمرؓ اور آل عمرؓ سے بے پرواہ کر دیا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے کلام مجید مین کیا دیکھا اسنے کہا کہ مین نے یہ دیکھا وفی السماء رزقکم وما توعدون[1] تب مین نے سوچا کہ میرا رزق تو آسمان مین ہے اور مین اسکو زمین مین ڈھونڈھتا ہون حضرت عمرؓ رو پڑے اور کہا کہ سچ کہتے ہو پھر آپ کا دستور تھا کہ اس شخص کے پاس آکر بیٹھا کرتے اور ابو حمزہ خراسانی رح کہتے ہین کہ ایک سال مین نے حج کیا راہ مین چلا جاتا تھا کہ یکایک کنوئین مین گر پڑا میرے نفس نے مجھسے تکرار کی کہ فریاد کرنی چاہیے مگر مین نے کہا کہ بخدا مین ہرگز فریاد نکرونگا اسی خلجان مین تھا کہ دو شخص اس کنوئین پر آے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس کنوئین کا منھ بند کر دین کہ کوئی اسمین نہ گر پڑے یہ کہکر بانس اور چٹائی لائے اور اسکا منھ بند کر دیا مین نے ارادہ کیا کہ چیخون مگر دل مین سوچا کہ جس سے چیخ کر کہونگا وہ تو ان دونون شخصون کی نسبت قریب تر ہے اسلیے چپکا ہو رہا اسی اثنا مین ایک گھڑی کے بعد کوئی چیز آئی اور کنوئین کا منھ کھولکر اپنے پانون کنوئین مین لٹکائے اور گنگناتی آواز مین گویا یہ کہا کہ مجکو لپٹ جا مین نے اسکی آواز سے مطلب سمجھ لیا اور لپٹ گیا اسنے باہر نکالا مین نے دیکھا کہ وہ درندہ ہے وہ مجکو چھوڑکر چلا گیا اسوقت سروش غیبی نے میرے گوش ہوش مین یہ ندا کی کہ اے ابو حمزہ دیکھ کیا خوب ہوا کہ ہم نے تجکو ہلاکت سے بذریعہ موت ہی کے بچا لیا ابو حمزہ وہان سے چلے اور کچھ اشعار پڑھتے جاتے جنکا ترجمہ یہ ہے

نظم

زشرح عشق تو ہم راز داشتند دلی ؛ چو حال من بر تو عیانست فارغم ز خبر ؛ گواہ تر من از لطف خویش آوردی ؛
بلے ز لطف رہد دست ورک لطف دگر ؛ کہ غیب جلوہ نمودی چنانکہ پندارم ؛ عیان بدست من اینکہ ز آمدی بنظر ؛ چو دیدنت ہمہ وحشت
شوم ز ہیبت تو ؛ پذیرم انس چو بینیم ز مہر و لطف اثر ؛ حیات من ہمہ از تست و موت من از تو ؛ عجب کہ زندگی و موت از یکے زدہ سر ؛

اور اسطرح کے حالات اور حکایات بیشمار ہین اور جب ایمان آدمی کا قوی ہو اور اسکے ساتھ قدرت ایک ہفتہ بھوکا رہنے کے بدون تنگدلی کے موجود ہو اور اسباب کا اعتقاد بھی پکا ہو کہ اگر سات روز تک رزق اسکو نہ ملیگا تو خدا تعالیٰ کے نزدیک اسکا مرنا ہی اچھا ہے اسیواسطے رزق روک لیا ہے تب البتہ ان احوال و مشاہدات سے توکل کامل ہوگا ورنہ درصورت ضعف ایمان کے حالات و مشاہدات صرف سے ہرگز توکل کامل نہوگا تنبیہ ذکر مین عیالدار کے توکل کے واضح ہو کہ جو شخص عیالدار ہو اسکا حکم تنہا شخص سے علیحدہ ہے اسواسطے کہ

[1] اور آسمان مین تمہاری روزی ہے اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ۱۲

تنہا آدمی کا توکل بدون دو باتون کے درست نہین اول بھوک پر ایک ہفتہ قادر ہونا اسطرح کہ نہ لوگون کیطرف تاک ہو نہ نفس تنگ ہو
دوسرے وہ اقسام ایمان کے جو ہم لکھ چکے ہین ان مین سے ایک یہ ہی کہ اگر رزق نہ ملے تو موت پر دل سے راضی ہو اس لحاظ سے کہ اپنا رزق
موت کو جانے اور بھوک اگرچہ دنیا کی گھٹی ہی مگر آخرت کی زیادتی ہی تو یون جانے کہ بھوک نہین عنایت ہوئی بلکہ جو رزق میرے حق مین اچھا
ہی یعنے رزق آخرت وہ ملا ہی اور یہ وہ مرض ہی کہ اسمین موت ہوگی اور اس سے خوش ہو اور یہ کہ میرے لیے یون ہی حکم تھا اس اسطرح سے
توکل تنہا آدمی کے لیے کامل ہو جاتا ہی اور عیال پر دباؤ دینا کہ خواہ مخواہ بھوک پر صبر کرو درست نہین اور نہ یہ ہو سکتا ہی کہ انکے سامنے
تقریر توحید کے عقیدے کی کیجاوے اور یہ کہ فاقے سے مرنا ایک رزق عمدہ ہی اور واقع مین غبطہ کرنیکے لائق ہی اگر اتفاقاً شاذ و نادر سمجھ
ہو جاوے اسیطرح اور اعتقادات انکے عنقریب مین ضرور نہین جا سکتا اس سے معلوم ہوا کہ انکے باب مین آدمی کو توکل کرنا تو ایسا
چاہیے جو تیسرا مقام توکل کا ہی جیسے حضرت ابو بکرؓ کا توکل تھا کہ آپ کسب معیشت کیلئے نکلے تھے اور جنگلون مین چلا جانا اور عیال کو
چھوڑ جانا یا ان کی خبرداری نکرنی اور بہانہ توکل کا انکے باب مین حرام ہی بعض مرتبہ یہ امر انکی تباہی کا موجب ہوتا ہی اسکا مواخذہ عیالدار
کے ذمے رہتا ہی بلکہ تحقیق یہ ہی کہ آدمی مین خود مین اور اسکے عیال مین کچھ فرق نہین اگر عیال بھی چند روز بھوکا رہنا اسکے ساتھ منظور
کرین اور بھوک سے مرنے کو رزق اور غنیمت اخروی جانین تو آدمی کو جائز ہی کہ انکے باب مین بھی توکل کرے اور خود جو کہ اپنی جان بھی
عیال ہی اسکا تلف کرنا بھی اسکو درست نہین مگر ایسی صورت مین کہ مدت تک بھوک پر صبر کرنے مین موافقت کرے لیکن اگر نفس
بھوک کی نہو اور بھوک سے دل گھبرا جاتا ہو عبادت ٹھیک نہوتی ہو تو ایسے شخص کو توکل جائز نہین اسواسطے روایت ہی کہ ابو تراب نخشبی نے
ایک شخص کو دیکھا کہ تین دن کے بھوکا رہنے کے بعد ایک تربز کے چھلکے کو کھانے کیلئے اٹھایا آپ نے اسکو فرمایا کہ تصوف تیرا مناسب
حال نہین تو بازار مین رہا کر یعنی بدون توکل کے تصوف مت کر اور توکل نہین درست ہی مگر ایسی شخص کو جو کہ اپنے تئین دن زیادہ
صبر کرے۔ اور حضرت علی رودباری فرماتے ہین کہ جب فقیر پانچ ہی دن کے بعد کہنے لگے کہ مین بھوکا ہون تو اسکو بازار مین بھیجدو
اور اسکو کہو کہ کچھ کام کاج کیا کرے غرضکہ آدمی کا بدن بھی اسکی عیال ہی اور بدن کی مضر چیز مین توکل کرنا ایسا ہی جیسا عیال کے باب
مین توکل کرنا صرف نفس و عیال مین ایک ہی چیز کا فرق ہی وہ یہ ہی کہ آدمی کو اپنے نفس پر تو دباؤ دینا بھوک پر صبر کرنے کیلئے جائز ہی
اور عیال پر جائز نہین۔ اور اس تقریر سے ہمنے جان لیا ہوگا کہ توکل اسباب سے علیحدہ ہونیکا نام نہین بلکہ بھوک پر مدت تک صبر کرنے
کا عادی ہونا اور اگر کبھی اتفاقاً رزق مین تاخیر ہو جاوے تو موت پر راضی ہو جانا توکل ہی اور شہر والی قصبہ مین رہنا اور ایسے جنگلون مین
رہنا جنمین کچھ نہ کچھ ساگ پات وغیرہ میسر ہو بقا کا سامان ہی مگر کچھ تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہی کیونکہ ہمیشہ ساگ پات پر گذر کرنی بالکل
صبر سے ممکن نہین اور شہرون مین رہ کر توکل کرنا بہ نسبت جنگل کے توکل سے حصول اسباب بقا کے لیے زیادہ اچھا ہی حالانکہ سب اسباب ہی
ہین مگر یہ کہ لوگون نے ان اسباب کو کچھ شمار نہین کیا اور ایسے اسباب کیطرف جھکا ہو سے جو انسے ظاہر تر ہین اور اسکی وجہ بھی یہ ہی کہ انکا
ایمان ضعیف اور حرص زیادہ اور دنیا مین تکلیف اٹھانے پر صبر کرنا آخرت کے نفع کیلئے قلیل اور سوء ظن اور طول امل کے باعث انکے
دلون پر غالب ہی۔ اور جو شخص کہ آسمان و زمین کے اسرار مین غور کرے اسکو یقیناً معلوم ہو جاتا ہی کہ خدا تعالیٰ نے عجب انتظام ایسا

اور ملکوت کا ایسا کر رکھا ہے کہ بندے سے اسکا رزق علیحدہ نہین ہوسکتا گو وہ تردد نکرے اسلیے کہ جو تردد سے عاجز ہے اسکو بھی تو رزق
ملتا ہے دیکھو بچہ اپنی ماں کے پیٹ مین تردد سے عاجز ہے تو خداے تعالے نے اسکی ناف کیسی طرح ماں کی ناف سے ملادی کہ ماں کی غذا
سے بچ بچا کر نال کے ذریعے سے بچے کے پیٹ مین رزق جاتا ہے جسمین بچے کی کچھ تدبیر نہین پھر جب وہ ماں کے پیٹ سے جدا ہوا
تو ماں پر محبت و شفقت ایسی ڈالدی گئی کہ وہ خواہ مخواہ اسکی متکفل رہتی ہے اور اس تکفل مین وہ مجبور ہے اسلیے کہ خداے تعالے
نے اسکے دل مین آتش محبت کو دوبالا کر رکھا ہے پھر چونکہ بچے کے دانت نہین ہوتے جنسے کھانا چباوے تو اسکی غذا دودھ
مقرر کی جسمین چبانے کی حاجت ہی نہو علاوہ ازین بچہ اپنے مزاج کی نرمی کے باعث غذاے کثیف کا متحمل نہ تھا اس جہت سے
جدا ہوتے ہی پستان مادر سے شیر لطیف اسکے لیے مقدار حاجت جاری کردیا بھلا انمین کچھ بچے کی تدبیر ہوئی یا ماں نے کچھ سامان کیا
پھر جب ایسی عمر کو پہونچا کہ غذاے کثیف اسکو موافق پڑے تب اسکو دانت اور کچلیان اور ڈاڑھین چابنے کے لیے اگا دین
جب بڑا ہوا اور چلنے پھرنے لگا اور اپنے ضروریات آپ سے کرنے لگا تو اسکے لیے سامان علم سیکھنے اور طریق آخرت کے
چلنے کا آسان کردیا اب بالغ ہونے کے بعد نامردی کرنی عین جہالت ہے اسواسطے کہ بالغ ہونے سے کچھ اسباب معیشت کم نہین ہوئے
بلکہ زیادہ ہوگئے یعنی اول کمانے پر قادر نہ تھا اب قدرت ہوگئی تو ایک قدرت ہی کتنی بڑھ گئی ہان پہلے شفقت کرنے والا اسپر ایک
شخص تھا یعنے ماں یا باپ اور اسکی شفقت واقع مین بہت تھی کہ ایک دن مین ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھلاتا پلاتا تھا اور اسکا کھلانا اسیوجہ
سے تھا کہ خداے تعالے نے اسپر محبت اور شفقت کو مسلط کردیا تھا اب اللہ تعالے نے شفقت اور محبت اور رحم اور ترس تمام مسلمانون بلکہ
تمام شہروالون پر پھیلادی یہانتک کہ جو کوئی انمین سے کسی محتاج کو دیکھتا ہے تو اسکا دل بھر آتا ہے اور اسکے حال پر ترس
کرتا ہے اور دل مین شوق اسکی حاجت روائی کا اٹھتا ہے تو پہلے تو ایک ہی مشفق تھا اب تو ہزار سے زیادہ مشفق ہوگئے اور پہلے
سے انکی شفقت نہونے کا یہ باعث تھا کہ وہ اسکو اپنے ماں باپ کی شفقت اور انکی ظل حمایت مین دیکھتے تھے کہ ایک مشفق خاص
اسکے واسطے موجود ہے اسکو حاجت کیا ہے اور اگر یتیم دیکھتے تو بیشک خداے تعالے ایک شخص یا کئی شخصون کے دل مین رحم و ترس
ڈالتا جسے کہ اسکو اپنے یہان لاکر کفالت کرتے چنانچہ اتبک ارزانی کے موسمون مین کہین نہین سنا گیا کہ کوئی یتیم بھوک سے مرگیا ہو
باوجودیکہ وہ کچھ تردد نہین کرتا اور نہ اسکا کوئی کفیل خاص ہوتا ہے مگر اللہ تعالے اسکی کفالت بذریعہ اس شفقت کے فرماتا ہے جسکو
اسنے بندون کے دلون مین پیدا کردی ہے پھر بالغ ہونے کے بعد اسکو روزی کی فکر نہ معلوم کیون ہوتی ہے لڑکپن مین کیون نہوئی
حالانکہ پہلے تو ایک ہی مشفق تھا اب ہزارون ہوگئے اور ہرچند ماں کی شفقت قوی تر اور کافی تر تھی مگر ایک ہی تھی اور شفقت بہت
سے لوگون کی گو تھوڑی ہے مگر اندک اندک خیلے شود کے مضمون کے بموجب سب کی شفقت ملکر اتنی ہوجاتی ہے جس سے
غرض نکلجاوے بہت سے یتیم ایسے ہین کہ اللہ تعالے نے انکو ایسا حال عنایت فرمایا کہ باپ ماں والون کو بھی میسر نہین
توجسقدر شفقت مین لوگون کی کمی ہے اسکی مکافات انکی کثرت سے ہوجاتی ہے بموجب مثل مشہور دو چار کی لاٹھی ایک آدمی کا بوجھ
بہرحال نعم بمقدار ضرورت حاصل ہے اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے قطعہ آنچہ نوشتہ قلم ہی نشود بیش و کم پس حرکت ہم سکون

ہست مساوی بہم ؛ جہل بود ہم چنین سعی تو از بہر رزق ؛ زانکہ خدا میدہد رزق چنین درشکم ؛ اب اگر کوئی کہے کہ آدمی یتیم کی تو اس جہت سے کفالت کرتے ہین کہ اسکو لڑکپن کی جہت سے عاجز تصور کرتے ہین مگر جو شخص بالغ کما سکتا ہو اسکی طرف کوئی التفات نہین کرتا اسکو یہ کہتے ہین کہ یہ ہم جیسا ہٹا کٹا ہے اپنے آپ اپنے واسطے کیون نہین کماتا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اگر وہ شخص بیکار و کاہل ہو تو لوگ سچ کہتے ہین کہ ایسے شخص کو کمانا چاہیے اسکے حق مین توکل کے کیا معنے توکل تو ایک مقام دین کے مقامات مین سے ہی اور اس سے استعانت خداے تعہ کے لیے ہو رہنے کے واسطے کیجاتی ہے بیکار کو توکل سے کیا نسبت اور اگر وہ شخص مشغول بخدا کسی مسجد یا حجرے کا ملازم اور علم و عبادت پر مداومت کرتا ہو تو ایسے کو کوئی ملامت نہین کرتا کہ تم کیون نہین کماتے اور نہ اسکو تکلیف کمانے کی دین بلکہ اسکے مشغول بخدا ہونے ہی سے لوگون کے دلون مین اسکی محبت ایسی جم جاتی ہے کہ اسکی ضروریات کے خود متکفل ہوتے ہین صرف اسکے ذمے اتنی بات چاہیے کہ دروازے بند نہ کرے اور نہ لوگون کے درمیان مین سے جنگل و پہاڑ پر بھاگے آج تک کسی نے نہ سنا ہوگا کہ جو عالم و عابد کہ شہر مین رہکر تمام وقت مشغول بخدا ہوا ہو وہ فاقے مرا ہو اور نہ کبھی ایسا کوئی سنے بلکہ اسطرح کا شخص چاہے تو اور بہت سے لوگون کو صرف اپنے ایما سے کھلا سکتا ہی اسلیے کہ جو شخص اللہ تعہ کے واسطے ہو رہتا ہی اللہ تعالے اسکا ہو رہتا ہی اور جو مشغول بخدا ہوتا ہی اللہ تعہ اسکی محبت لوگونکے دلون مین ڈالدیتا ہی اور اسکے لیے دلون کو ایسا مسخر کرتا ہے جیسے ماں کے دل کو بچے کے لیے اسلیے کہ اللہ تعہ نے انتظام ملک اور ملکوت کا ان دونون کے رہنے والون کے واسطے کافی بنایا ہی جو شخص اس انتظام کا مشاہدہ کرتا ہی وہ مدبر اسباب لاکلام اسکے ساتھ مشغول ہوتا ہی اور اسباب کے مدبر ہی پر نظر کرتا ہی نہ اسباب پر ہان خداے تعہ نے انتظام ایسا نہین کیا کہ جو اسکے ساتھ مشغول ہوا سکو حلوا تیتر اور قورما اور لباس فاخرہ اور عمدہ سواری ہمیشہ خواہ مخواہ ملا کرے گو بعض اوقات یہ سب کچھ ملجاوے مگر ایسا انتظام کیا ہی کہ جو شخص مشغول بعبادت ہو اسکو ہر ہفتے مین جو کی روٹی یا ساگ پات کھانے کو ضرور ملجاوے اور غالب یہ ہی کہ اس سے زیادہ ملے بلکہ قدر حاجت سے زیادہ ہی ملتا ہی بس اب جو شخص توکل کو چھوڑتا ہی تو صرف اس جہت سے کہ اسکا نفس ہمیشہ آسایش ورفزہ اڑانیکا راغب اور عمدہ لباس ور لطیف غذائین کھانے کا مائل ہی اور یہ باتین راہ آخرت مین سے نہین اور نہ بدون تردد میسر ہون اور اکثر تردد سے بھی نہین ملتین بہت کم اور شاذ و نادر حاصل ہوتی ہین اور شاذ و نادر ہین کبھی کبھی بے تردد ہی ملجاتی ہین تو جس شخص کی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہو اسکے نزدیک سعی و تردد کا اثر ضعیف ہی ہی اسیواسطے ایسا شخص اپنی تدبیر و تردد پر مطمئن نہین ہوتا بلکہ ملک و ملکوت کے مدبر پر اطمینان کرتا ہی جسنے ایسا انتظام خلق کا کر رکھا ہی کہ اسکے بندون مین سے کسی بندے کا رزق رہ نہین جاتا نہ اپنے رزق سے کوئی بندہ جدا ہو اگرچہ شاذ و نادر کبھی تاخیر کر جاتا ہی اور یہ امر بہت ہی کم ہوتا ہی اور تدبیر و تردد کے ساتھ بھی تاخیر کبھی ہو جایا کرتی ہے پس جب اس شخص پر یہ باتین منکشف ہون گی اور اسکے ساتھ دل مین قوت اور نفس مین شجاعت بھی ہوگی تو اسکا کہ وہ ہوگا جو حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ میرا دل یون چاہتا ہی کہ تمام بصرے کے رہنے والے میرے عیال مین ہون یعنے سب کا کھانا میرے ذمے ہو اور ایک ایک دانہ ایک ایک اشرفی کو ملتا ہو اور وہب بن الورد فرماتے ہین کہ اگر آسمان تانبے

کا ہو جاوے اور زمین رانگ کی اور مین اپنے رزق کا اہتمام کرون تو اپنے گمان مین مین مشرک ہون۔ پس جب ان باتون کو
تم نے سمجھ لیا تو معلوم کر لیا ہوگا کہ توکل ایک مقام ہے جس کے معنی فی نفسہ سمجھ مین آتے ہین اور اسپر پہونچنا ایسے شخص کو جو
اپنے نفس پر اجتہاد کرے ممکن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص منکر اصل توکل کا اور اسکے امکان کا ہے اسکا انکار سراسر جہالت سے
ہے الغرض دونون باتون کے افلاس کو جمع نکر یعنے ذوق کی راہ سے اس مقام کے وجود سے بھی مفلس رہے اور اسکو ممکن اعتقاد
کرنے سے بھی مفلس رہے ایسا نہونا چاہیے اب تجکو چاہیے کہ تھوڑے لینے پر قناعت کر اور بسر اوقات کی مقدار پر راضی ہو وہ
تجکو ضرور بھیجیگا اگرچہ تو اس سے بھاگے اور اگر تو ایسا کریگا تو خداوند کریم تیرا رزق تیرے پاس ایسے شخص کے ہاتھون بھجوادیگا کہ
تجکو گمان بھی نہو اور جب تو تقوی اور توکل مین مشغول ہوگا تو تجربہ سے مصداق اس آیت کا معلوم کریگا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا
ویرزقہ من حیث لا یحتسب مگر خداوند کریم متکفل اسبات کا نہین کہ رزق مین مرغ اور لذیذ کھانے ہی دے بلکہ اسکی کفالت اس رزق کی
ہے جس سے ہمیشہ زندگی رہے یہ رزق ہر ایک شخص کو جو ضامن کے ساتھ لگا رہے اور اسپر ایمان رکھے ملا کرتا ہے اسلیے کہ جو
اسباب خفیہ رزق کے خداے تعالی کے انتظام مین موجود ہین وہ اسکی نسبت بہت زیادہ ہین جو خلق کو معلوم ہین بلکہ رزق
کے آنے کی راہین بے شمار ہین اور انکو کوئی بتلا نہین سکتا کیونکہ انکا ظہور تو زمین ہی پر ہے اور سبب آسمان پر جیسا کہ اللہ تعالے نے
فرمایا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اور آسمان کے اسرار کی کسیکو اطلاع نہین اور اسیوجہ سے جب ایک جماعت حضرت جنید کی خدمت
مین حاضر ہوئی تو آپنے فرمایا کہ تم کیا ڈھونڈھتے ہو انھون نے کہا کہ ہم رزق کو ڈھونڈھتے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر تمکو اسکی جگہ معلوم ہو
کہ کہان ہے تو تلاش کرو انھون نے عرض کیا کہ ہم خدا سے مانگینگے آپ نے فرمایا کہ اگر تم یہ جانو کہ وہ تمکو بھولجا دیگا تو اسکو یاد دلاؤ انھون نے
عرض کیا کہ اچھا ہم گھرون مین بیٹھکر توکل کرینگے دیکھین کیا ہوگا آپنے فرمایا کہ تجربے کے لیے توکل کرنا شک مین داخل ہے انھون نے
عرض کیا کہ پھر کیا کرین آپ نے فرمایا کہ تدبیر چھوڑ دو۔ اور احمد بن عیسی خراز کہتے ہین کہ مین جنگل مین تھا مجکو بہت بھوک لگی میرے نفس پر
یہ بات غالب ہوئی کہ خداے تعالی سے کھانے کی درخواست کرون مگر مین نے کہا کہ یہ فعل متوکلون کا نہین تب نفس نے زور ڈالا کہ
خداے تعالی سے صبر کا سوال کرون جب مین نے اس دعا کا قصد کیا تو ایک ہاتف نے مجکو پکارا اور یہ کہا قطعہ گمان کرتا ہے ہم سے
قریب ہونے کا؛ قریب ہے جو ہو وہ تباہ نہ کیسے؛ سوال تنگی مین کرتا ہے صبر کا گویا؛ نہ دیکھتے ہین ہم اسکو نہ ہمکو وہ دیکھے؛ تم نے
اب سمجھ لیا ہوگا کہ جس شخص کا نفس منکسر اور دل قوی ہو اور باطن مین ضعف نامردی نرکھتا ہو اور اللہ تعالے کے انتظام پر اعتقاد مضبوط ہو تو
وہ ہمیشہ مطمئن اور خداے تعالی پر اعتماد رکھنے والا رہیگا اسلیے کہ اسکا بدتر حال مرنا ہے اور موت کسیطرح اسکو آنے سے نہ رکیگی جیسے اور
لوگون پر جنکو اطمینان نہین آویگی۔ حاصل یہ کہ توکل کامل یہ ہے کہ بندے کیطرف سے قناعت ہو اور خداے تعالی کیطرف سے جس رزق کی ضمانت
کرلی ہے اسکا پہونچانا اور اسکے جو انتظام قانون کے رزق پہونچانے کا ان اسباب سے بنا رکھا ہے اور اسکی ضمانت کی ہے وہ اپنی
ضمانت مین سچا ہے جسکو تجربہ کرنا منظور ہو قناعت کرکے دیکھ لے کہ اسکا وعدہ بیشک سچا ہے ایسی ایسی جگہ سے رزق عجیب پہونچا دے گا
کہ آدمی کے وہم و خیال مین نہون مگر آدمی کو اپنے توکل مین اسباب کیطرف تاک نہو بلکہ تاک مسبب الاسباب ہی کی ہو جیسے لکھنے مین قلم کا

ف اور یہ ... [illegible] ... وعدہ کیا ۱۲

خیال نہین کرتے ہین بلکہ کاتب کے دل کا کرتے ہین جو اصل حرکت قلم کی ہو اور چونکہ محرک دل آپ ہی ہو تو نہین چاہیے کہ اسکے سوا
کسی اور کیطرف التفات بندے کا ہو اور یہ شرط توکل کی اسلیے ہو جو جنگل مین بدون زاد پھرتا ہو خواہ شہرون مین گمنام بیٹھتا ہو مگر جو شخص
عبادت اور علم مین مشہور ہو جب وہ دن رات مین ایکدفعہ کسی طرح کے کھانے پر گو لذیذ نہو اور ایک موٹے کپڑے پر جو مناسب دینداروں
کے ہو کفایت کرے تو اسقدر اسکو ہمیشہ ایسی جگہ سے پہونچ جائیگا جہان سے اسکو گمان بھی نہو بلکہ اسکا کئی گنا پہونچے گا پس
ایسے شخص کو توکل چھوڑنا اور رزق کا اہتمام کرنا نہایت ضعف اور نقصان کی بات ہو اسلیے کہ اگر کوئی گمنام آدمی شہر مین جا کر کوئی
پیشہ کرے تو اسکو اتنا ذریعہ رزق کا نہین جتنا عالم و عابد کو ہے کہ اسکا مشہور ہونا بڑا ذریعہ ہو پس دینداروں کو اہتمام رزق کرنا برا ہو اور
علما کو اور بھی برا کیونکہ علما کو قناعت شرط ہو اور عالم قانع کا رزق اور اسکے ساتھ بہت سے لوگون کا آتا ہو ہان اگر عالم کو یہ منظور ہو کہ
لوگون کے ہاتھ سے نہ لون اور اپنی کمائی کا کھاؤن تو البتہ یہ وجہ اس عالم کی شان کے شایان ہو جو ظاہر علم و عمل پر چلتا ہو اور سیر باطن
اسکو نہین کیونکہ فکر معیشت باطن کی سیر سے مانع ہوتی ہو تو ایسے شخص کو سلوک مین مشغول ہونا اور ان لوگون سے کچھ لینا جو اپنی بخشش
سے خدائے تعالیٰ کا تقرب چاہتے ہین بہتر ہے اسواسطے کہ اس صورت مین فکر معیشت سے فراغت رہیگی اور اسمین اسی کے لیے ہو رہیگا
اور دینے والے کو ثواب ملنے پر معین و مددگار ہوگا اور جو شخص خدائے تعالیٰ کی عادت جاری پر نظر کرے تو جان لے کہ رزق مقدار اسباب
کے نہین ہوا کرتا اور اسیواسطے بعض بادشاہان فارس نے کسی حکیم سے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ بعضے احمق رزق دیے جاتے ہین
اور عاقل محروم رہتے ہین اسنے جواب دیا کہ صانع نے یہ چاہا کہ لوگ مجھکو پہچانین اسلیے کہ اگر ہر عاقل کو رزق ملتا اور ہر احمق محروم رہتا
تو لوگون کو یہی گمان ہوتا کہ عاقل کو عقل نے رزق دیا جب کہ اسکے برعکس معاملہ نظر آیا تو جانا کہ رازق کوئی اور ہی ہو جو اسباب ظاہری کا کچھ
اعتبار نہین شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین شعر اگر روزی بدانش بر فزودی ؛ ز نادان تنگ تر روزی نبودی ؛ فائدہ متوکلین کے احوال
جو اسباب کے ساتھ متعلق ہوتے ہین انکی مثال مین واضح ہو کہ خلق کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہو جیسے ایک جماعت سائلون کی
بادشاہی محل کے دروازے کے میدان مین کھڑی ہو اور وہ سب کھانے کی حاجت رکھتی ہو اور وہ بادشاہ بہت سے غلامون کو
روٹیان لیکر بھیجے اور انکو حکم کر دے کہ بعضون کو دو دینا اور بعضون کو ایک اور اسباب مین کوشش کرنا کہ کوئی رہ نجاوے اور پھر ایک
منادی کو حکم کرے کہ ان لوگون کو پکار کر سنادے کہ ٹھہرے رہو اور میرے غلامون کو جب وہ تمہارے پاس آوین مت لپٹو بلکہ ہر ایک اپنی
اپنی جگہ اطمینان سے رہو غلام حکم کے تابع ہین اور انکو حکم ہوا ہو کہ تمکو کھانا پہونچادین پس جو کوئی غلامون سے لپٹیگا اور انکو ستاویگا اور
دروازہ کھلنے پر دو روٹیان لیکر چلا جاویگا مین اسکے پیچھے ایک غلام بھیجونگا وہ اسپر مقرر رہیگا یہانتک کہ اسکی سزا اس روز دون جو
مین نے اپنے عندیے مین ٹھہرالیا ہو مگر مین اسکو کہتا نہین ہون کہ کیا سزا دونگا اور جو غلامونکو نہ ستاویگا اور ایک روٹی پر قناعت
کریگا جو غلام کے ہاتھ سے اسکو ملیگی اور چپکا رہیگا اسکو اسی روز جسمین دوسرے کو سزا دون گا ایک بھاری خلعت عنایت کرونگا اور جو اپنی
جگہ ہی پر ٹھہرا رہیگا اور دو روٹیان پاویگا تو اسکو نہ سزا ہوگی نہ خلعت اور جس شخص کو میرے غلام کچھ نہ دیوین اور وہ رات کو بھوکا
سو رہیگا اور میرے غلامون پر خفا نہوگا نہ یہ کلمہ منھ سے نکالیگا کہ کاش مجھکو بھی ایک روٹی ملجاتی تو ایسے شخص کو مین ... نکا

اور کارخانہ سلطنت اسکے سپرد کردونگا پس اس ندا کے بعد سائلون کی چار قسمین ہوگئین ایک تو وہ کہ جنپر غلبہ شکم ہوا اور انھون نے التفات سزاے موعود کیطرف نہ کیا اور کہا کہ آج سے کل تک بہت وقت ہی ہمکو بھوک اب لگ رہی ہی یہ سوچ کر غلامون پر چڑھ دوڑے گئے اور انکو ستا کر دو روٹیان لے لین اور میعاد مذکور مین مستحق سزاے موعود کے ہوئے اسوقت پچھتائے مگر کیا ہوتا ہے دوسرے وہ کہ غلامون سے تو سزا کے خوف کے مارے نہ لپٹے مگر شدت گرسنگی سے دو روٹیان لین اور سزا سے محفوظ رہے اور ان کو خلعت بھی نہ ملا تیسرے وہ کہ انھون نے یہ کہا کہ ایسی جگہ بیٹھنا چاہیے کہ غلامون کے سامنے ہون تاکہ وہ ہم کو چھوڑ نہ جائین مگر جب وہ روٹیان دین تو ایک ہی روٹی لینا چاہئے اور اسی پر قناعت کرنی چاہیے شاید ہم کو خلعت ملجاوے پس ان کو حسب وعدہ بادشاہی خلعت ملگیا چوتھی قسم وہ لوگ جو صحن کے کونون مین جا چھپے اور غلامون کی نظر سے بچے اور آپس مین کہا کہ اگر ہمکو ڈھونڈھ بھالکر دینگے تو ایک روٹی لیکر قناعت کرلینگے اور اگر ان کی نظر سے رہ گئے تو رات بھر بھوک کی سختی کی برداشت کرلینگے شاید پھر راتکو اگر غلامون پر خفگی بھی نہ آوے تو رتبہ وزارت اور قرب بادشاہ کا حاصل ہو مگر انکا منصوبہ نہ چلا اور غلامون نے انکو ہر گوشے مین تجسس کر کے ایک ایک روٹی پہونچادی اور اسیطرح ہر روز معاملہ ہوا کیا چند روز کے بعد اتفاقاً تین آدمی ایک کونے مین چھپ گئے اور غلامون کی آنکھ انپر نہ پڑی کسیوجہ سے زیادہ تفتیش وہ نکرسکے اور وہ تینون آدمی سخت بھوک مین سوئے دو نے تو انمین سے کہا کہ کیا اچھا ہوتا تو ہم غلامون کے سامنے ہوجاتے اور اپنا کھانا لے لیتے ہم سے صبر نہین ہوسکتا اور تیسرا آدمی چپ رہا صبح تک ویسے ہی گزارد یا اسی کو درجہ قرب و وزارت ملا اس مثال مین میدان زندگی دنیاوی ہے اور اسکا دروازہ موت اور میعاد نامعلوم روز قیامت اور وزارت کے وعدے سے غرض وعدہ شہادت ہی جو متوکل کے لیے ہے بشرطیکہ بھوک مین راضی وفات پاوے اور اس وعدے کے وفا کے لیے تاخیر قیامت تک نہوگی کیونکہ شہدا خداے تعالی کے پاس زندہ رہتے ہین اور انکو رزق ملتا ہی اور غلامون مطیع فرمان بادشاہی سے غرض اسباب ہین اور غلامون سے لپٹنے والے وہ ہین جو اسباب مین حد سے زیادہ بڑھتے ہین اور جو شخص صحن کے بیچ مین غلامون کی زیر نگاہ بیٹھے انسے وہ لوگ مراد ہین جو شہرون کی خانقاہون اور مسجدون مین ساکن بیٹھ رہے ہین اور گوشون مین چھپنے والے وہ ہین جو توکل کی ہیئت پر جنگلون مین پھرتے ہین اور اسباب انکے پیچھے پھرتے ہین اور رزق ملے جاتا ہی مگر شاذ و نادر کبھی نہین ملتا پس اگر کوئی ان مین سے بھوکا خدا سے راضی ہو کر مرتا ہی تو اسکو شہادت اور قرب الہی حاصل ہوتا ہی اور خلق مین جو یہ تقسیم ہی تو شاید سنّو مین سے نوے آدمی تو ایسے ہین جنکا تعلق اسباب سے ہی اور سات ایسے ہین جو شہرون مین مقیم ہین اور اپنے سامنے ہونے اور مشہور ہونے کو سبب گذر کرلیتے ہین اور تین ایسے ہین جو جنگلون مین پھرتے ہین ان تین مین سے دو اسباب پر خفا ہین اور صرف ایک مرتبہ قرب پر پہونچا ہے اور شاید کہ زمانہ گزشتہ مین یہ نسبت ہوگی اب تو دس ہزار مین سے ایک بھی ایسا نہین جو تارک اسباب ہو۔

دوسرا فن اسباب جمعیت کے لیے متعرض ہونے مین یعنے مفید چیزون کے رکھ چھوڑنے کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ جس شخص کا مال وراثت یا کمانے یا مانگنے یا کسی اور سبب سے ملے تو اسکے لیے رکھ چھوڑنے مین تین حال ہین اول یہ کہ اسمین سے بقدر حاجت سرکشت

لے لے یعنے اگر بھوکا ہو تو کھالے اور ننگا ہو تو پہن لے اور حاجت مکان کی ہو تو مختصر مکان خرید لے اور باقی کو اسی وقت بانٹدے اور سوا اس مقدار کے جس کی طرف کسی کو حاجت یا استحقاق ہے اور نہ لے اور نہ رکھے اور اگر رکھے تو اسی نیت پر پس ایسا شخص مقتضائے توکل کا کاربند واقع مین ہے اور یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسری حالت جو اسکے برعکس اور ضد ہے اور حد توکل سے آدمی کو باہر کردیتی ہے یہ ہے کہ مال کو یا چیز کو برس روز یا اس سے زیادہ کیلیے رکھ چھوڑے ایسا شخص ہرگز متوکل نہین۔ اور بعضون کا قول ہے کہ حیوانات مین سے صرف تین جاندار ذخیرہ کرتے ہین چوہا اور چیونٹی اور آدمی تیسری حالت یہ ہے کہ چالیس روز یا اس سے کم کے لیے رکھ چھوڑے یہ حالت آیا آدمی کو اس مقام محمود سے جسکا متوکلون کو وعدہ ہے محروم کرتی ہے یا نہین اسمین اختلاف ہے حضرت سہل تستری کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت حد توکل سے خارج کردیتی ہے اور خواص فرماتے ہین کہ چالیس روز تک کے رکھنے سے خارج از توکل نہین ہوتا زیادہ مدت سے ہوتا ہے اور ابو طالب مکی فرماتے ہین کہ چالیس روز سے زیادہ مین بھی خارج نہین ہوتا اور جب اصل ذخیرہ کرنیکی جائز ہوئی تو پھر اس اختلاف کے کچھ معنی نہین ہان ہوسکتا ہے کہ کوئی گمان کرے کہ ذخیرہ کرنا سرے سے توکل کی ضد ہے اور اسکی میعاد مقرر کسیکو معلوم نہین اور جو ثواب کہ کسی رتبے کیلیے وعدہ کیا گیا ہے وہ متفرع اسی رتبے پر ہوتا ہے اور اس رتبہ کا آغاز اور انجام ہے جو انجام پر اسکے ہین انکا نام سابقین ہے اور آغاز والونکا نام اصحاب الیمین اور سابقین اور اصحاب الیمین کے بھی بہت سے درجات ہین اور انکا سلسلہ ایسا ہے کہ اصحاب الیمین سے اونچے درجے والے ان کے متصل ہین جو سابقین ہین سے نیچے درجے کے لوگ ہون پس ایسی صورت مین مقرر کرنے کے کیا معنے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ ذخیرہ نہ کرنے سے توکل جب پورا ہوتا ہے جب امل کوتاہ ہو اور بالکل توقع زیست کی نہو نہ اسکی قید کرنی دشوار ہے گو ایک ہی دم کے لیے کیون نہو کیونکہ ایسا ہونا گویا غیر ممکن ہے۔ پھر طول امل اور اسکی کوتاہی مین لوگ متفاوت ہین اور کمتر درجہ امل کا ایک دن رات یا اس سے کم ساعات ہین اور غایت درجہ اسقدر ہے کہ جسقدر ان کی عمر ہوتی ہے اور انکے بیچ مین درجات ہین جنکا شمار نہین پس جو شخص کہ زیادہ ایک مہینے سے توقع زیست نکرے وہ مقصود مین اس سے نزدیک تر ہوگا جو برس روز کی توقع کرے اور اسکی قید لگانی چالیس روز کی بلحاظ حضرت موسے علیہ السلام کی میعاد کے بعید ہے اسلیے کہ آپ کی میعاد سے مقصود یہ نہ تھا کہ امل کے مقدار کی ذکر کی جاوے بلکہ وہ میعاد اسلیے تھی کہ مستحق موعود چیز کے ملنے کے ہوجاوین جو بدون چالیس روز گزرے نہین مل سکتی تھی اور چالیس روز کے بعد یہ استحقاق ایک بھید کے باعث تھا جو خداے تعا کی عادتون مین سے ہے کہ اس طرح امور مین کیا کرتا ہے چنانچہ حدیث حسن مین ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے چالیس روز خمیر کیا یعنے استحقاق اس مٹی کے خمیر ہونے کا مدت مذکور پر موقوف تھا غرضکہ جو شخص برس روز کے سوا کے لیے جمع کریگا تو بجز اس کے نہین کہ اسکے دل مین ضعف ہو اور اسباب ظاہری پر مائل پس ایسا شخص مقام توکل سے خارج اور انتظام الٰہی پر جو اسنے خفیہ اسباب سے رکھا ہے غیر معتقد ہے کیونکہ اسباب داخلی پیداوارون اور زکاتون کے ہر سال ہوتے ہی رہتے ہین۔ اور جو شخص کہ برس سے کم کے لیے ذخیرہ کرے تو اسکو بقدر اسکے امل کی کمی کے درجہ ہوگا اور جس شخص کو توقع دو مہینے کی ہو اسکا

درجہ اس کے موافق نہ ہوگا جو اپنی اہل ایک مہینا کرے اور نہ اس کے موافق جو تین مہینے کی اہل رکھتا ہو بلکہ اسکا درجہ ان دونوں کے بیچ مین ہوگا اور ذخیرہ کرنیکا مانع بجز کوتاہی اہل کے اور کوئی چیز نہیں تو افضل یہی ہے کہ ہرگز ذخیرہ نہ کرے اور اگر دل ضعیف ہو تو جسقدر ذخیرہ قلیل ہوگا اتنا ہی افضل ہوگا چنانچہ اس فقیر کا قصہ[۱] مشہور ہے جس کے لیے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور جب انھون نے غسل دیکر اسی کی چادر کا کفن اسکو پہنایا تو آپ نے اپنے اصحاب رضہ سے فرمایا کہ یہ شخص قیامت کو ایسی طرح اٹھے گا کہ اسکا منھ چودھوین رات کا سا چاند ہوگا اور اگر ایک خصلت اسمین نہوتی تو آفتاب روشن کا سا منھ لیکر اٹھتا اصحاب نے عرض کیا کہ وہ کونسی خصلت تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص روزہ دار بھی تھا تہجد گزار بھی تھا خداے تعہ کا ذکر بھی بہت کرتا تھا مگر جب جاڑے آتے تھے تو گرمیون کے کپڑے دوسری گرمیون کے واسطے رکھ چھوڑتا تھا اور گرمی آتی تھی تو جاڑے کے کپڑے دوسرے جاڑے کے لیے رکھ چھوڑتا تھا پھر آپ نے فرمایا من اقل ما اوتیتم منہ الیقین وعزیمۃ الصبر انتہی اور کوزہ اور دستر خوان یا اور چیزین جنکی حاجت ہمیشہ ہوتی ہے وہ اسمین داخل نہین یعنی انکا رکھ چھوڑنا درجے کو کم نہین کرتا لیکن جاڑے کے کپڑون کی حاجت گرمیون مین نہین رہتی اور یہ حکم اس شخص کے باب مین ہے کہ ترک ذخیرہ سے اسکا دل مضطرب نہو اور نفس کو لوگون کے ہاتھون کی طرف تاک نہو بلکہ اسکا دل سواے وکیل برحق کے اور کسی کیطرف ملتفت نہو پس اگر ایسی صورت ہو کہ نہ رکھنے سے نفس مین پریشانی ایسی ہوتی ہو جس سے دل عبادت اور ذکر و فکر سے باز رہتا ہو تو اس کے لیے رکھ چھوڑنا ہی بہتر ہے بلکہ اگر کوئی متاع رکھ چھوڑے جسکی آمد اسکی ضروریات کو کافی ہو اور اسکے دل کو اطمینان بدون اسکے نہوتا ہو تو اسکے لیے یہی اولے ہے کیونکہ مقصود دلون کی اصلاح ہے تاکہ خداے تعہ کے ذکر کے لیے فارغ ہوجاوین اور بعض لوگ ایسے ہین جنکو مال کا ہونا دل مین پریشانی لاتا ہے اور بعض ایسے ہین کہ انکو نہونے سے پریشانی ہوتی ہے اور ممنوع وہی چیز ہے جو خداے عزوجل سے مانع ہو خواہ وجود مال ہو یا عدم ورنہ دنیا فی نفسہا ممنوع نہین ہے اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام اصناف خلق پر مبعوث ہوے تھے کہ ان مین تاجر اور حرفہ والے اور دوسرے پیشے والے سب قسم کے لوگ تھے پس نہ تاجر کو تجارت چھوڑنے کو حکم فرمایا نہ کسی پیشے والے کو اپنا پیشہ ترک کرنے کو کہا نہ جو شخص انکا تارک تھا اسکو حکم تجارت اور پیشے مین مشغول ہونے کا دیا بلکہ سب کو اللہ تعہ کیطرف بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تمہاری فوز و نجات اسمین ہے کہ اپنے دلونکو دنیا کی طرف سے خداے تعہ کیطرف پھیر دو اور انکا مشغول ہونا خداے تعہ کے ساتھ سب سے عمدہ دلکا ہے تو ضعیف کے لیے مقدار حاجت رکھ چھوڑنا بہتر ہے جیسے کہ قوی کیلیے ذخیرہ کرنا ہے اور یہ سب حکم تنہا آدمی کا ہے اور عیالدار کا حکم یہ ہے کہ اگر اپنے عیال کے ضعف دور کرنے اور انکی تسکین خاطر کے لیے ایک برس کی غذا جمع کریگا تو حد توکل سے خارج نہوگا اور برس سے زیادہ کیلیے ذخیرہ کرنا توکل کو باطل کرتا ہے اسواسطے کہ اسباب ہر برس مین مکرر ہوتے رہتے ہین تو زیادہ کیواسطے ذخیرہ کرنا ضعف قلبی پر دلالت کرتا ہے جو قوت توکل کے خلاف ہے کیونکہ متوکل اسیکا نام ہے جو موحد اور قوی دل اور خداے تعہ کے فضل پر مطمئن اور اسکے انتظام کا معتقد ہو نہ اسباب ظاہری کے

ہونے پر معتمد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کی غذا برس روز کی ذخیرہ کی اور حضرت ام ایمن وغیرہا کو فرمایا کہ کل کیواسطے
کچھ نہ رکھو اور حضرت بلال نے جو ایک ٹکڑا روٹی کا افطار کے لیے رکھ چھوڑا تھا انکو ارشاد فرمایا انفق بلالا ولا تخش من ذی العرش
اقلالا اور یہ بھی انھین کو ارشاد فرمایا ہی اذا سئلت فلا تمنع واذا اعطیت فلا تخبا اس صورت مین اقتدا سید المتوکلین صلے اللہ علیہ وسلم کی
کرنی چاہیے کہ کوتاہی امل آپ کی اس درجے پر تھی کہ پیشاب کے بعد باوجود پانی کے قریب ہونے کے تیمم کر لیتے تھے کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ
شاید پانی تک نہ پہونچوں اور آپنے جو ذخیرہ کیا تو اس سے کچھ آپ کا توکل کم نہین ہوا اسلیے کہ آپکا اعتماد اپنے ذخیرہ پر نہ تھا بلکہ ذخیرہ کیا
تو اس غرض سے کہ یہ طریق امت کے لوگون کے لیے مسنون ہو جاوے کیونکہ امت کے قوی بنسبت آپ کی قوت کے بہت ہی ضعیف ہین اور
برس روز کا ذخیرہ جو عیال کے لیے فرمایا تو نہ اسوجہ سے کہ آپ مین یا آپکے عیال مین کچھ ضعف قلبی ہو بلکہ اس نظر سے کہ ضعفاے امت کیلیے وہ
طریق مسنون ہو اور بصاف تصریح فرمادی کہ ان اللہ تعالیٰ یحب ان تؤتی رخصہ کما یحب ان تؤتی عزائمہ اس سے بھی ضعیفون کے دلونکو تسلی منظور
تھی کہ ایسا نہو کہ ضعف کے باعث وہ لوگ درجہ یاس و نا امیدی کو پہنچ جاوین اور انتہاے درجہ پر پہونچنے سے عاجز ہو کر جو کچھ انسے ہو سکتی ہو
اسکو بھی ترک کرین اور اسکی وجہ یہی ہے کہ آپ کا وجود باجود رحمت تمام عالم کیلیے تھا جنکی اصناف مختلف اور درجات متفاوت ہین اور جب
یہ معلوم ہو چکا تو تمنے جان لیا ہوگا کہ ذخیرہ کرنا بعض لوگون کو مضر ہے اور بعضون کو غیر مضر اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابو امامہ باہلی
سے مروی ہے کہ بعض اصحاب صفہ کا انتقال ہوا ان کے پاس کفن بھی نہ نکلا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے کپڑونکو تلاش کرو ڈھونڈھا
تو دو دینار تہمد کے اندر نکلے آپ نے فرمایا کہ یہ دو داغ ہین حالانکہ انکے سوا اور مسلمان جو مرتے تھے اور بہت کچھ چھوڑ مرتے تھے کسی کے
حق مین یہ نہ فرماتے تھے اور چونکہ انکا حال دو وجہ کا احتمال رکھتا ہے اسوجہ سے اس حدیث کے بھی دو معنی ہو سکتے ہین اول تو یہ کہ
دو داغ آتش دوزخ کے ہین جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم اور یہ اس صورت مین ہے کہ حال ان اصحاب صفہ
کا زہد اور فقر اور توکل کا اظہار ہو حالانکہ واقع مین ایسے نہ تھے تو ایک طرح کا دھوکا ہوا اور دوسرا یہ کہ تلبیس اور دھوکا کچھ نہو تو اس صورت
مین حدیث مذکور کے یہ معنی ہین کہ درجۂ کمال سے نقصان ہے یعنی جسطرح آدمی کے منہ پر داغ ہونے سے چہرے کی خوبصورتی مین فرق
ہو جاتا ہے ویسا ہی ان دونون دیناروں سے انکے چہرۂ کمال مین نقصان ہو گیا اسلیے کہ آدمی جو کچھ چھوڑ مرتا ہے وہ آخرت مین اسکے
لیے موجب نقصان ہے کیونکہ جسقدر کسی کو دنیا مین سے ملتا ہے اسیقدر آخرت مین سے ناقص ہو جاتا ہے اور اسبات کیوجہ کہ فارغ بالی کیساتھ
جمع کرنا اور ذخیرے کی چیز پر دل نہ دھرنا ضرور نہین کہ توکل کو باطل کر دے یہ ہے کہ حسین مغازلی جو حضرت بشر کے یارون مین سے
ہین فرماتے ہین کہ مین حضرت بشر کی خدمت مین چاشت کے وقت بیٹھا تھا اتنے مین ایک بزرگ آپ کے پاس ادھیڑ عمر کے
گندم گون کلے پتلے ہوے تشریف لائے حضرت بشر ان کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوے اور مین نے انکو اور کسی کی تعظیم کے لیے
اٹھتے نہین دیکھا پھر آپنے مجکو چند درم دیے اور فرمایا کہ بہت عمدہ کھانا اور خوشبو جو ہماری حیثیت کے لائق ہو خرید لاؤ اور آپنے
ایسے الفاظ کبھی مجھ سے نہین فرمائے تھے غرضکہ مین کھانا لے آیا آپ نے ان بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا حالانکہ پہلے کسی کے ساتھ
کھاتے مین نے ان کو نہ دیکھا تھا جب بقدر حاجت کھا چکے اور کھانا بہت کچھ بچ رہا تو وہ بزرگ اسکو لیکر اپنے کپڑے مین باندھ کر ساتھ

لے گئے مجھکو تعجب ہوا اور ان کی حرکت بُری معلوم ہوئی حضرت بشر نے مجھسے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہو کہ تمکو انکی یہ حرکت ناپسند معلوم ہوئی میں نے
عرض کیا کہ البتہ اسوجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا بے اجازت لے گئے آپ نے فرمایا کہ یہ بزرگ ہمارے بھائی حضرت فتح موصلی رح ہیں کہ
آج موصل سے ہمارے ملنے کو تشریف لائے تھے ان کی غرض اس فعل سے یہ تھی کہ ہمکو تعلیم کردیں کہ جب توکل صحیح ہوجاتا ہو تو اسکے
ساتھ ذخیرہ کرنا کچھ ضرر نہیں کرتا۔ تیسرا فن خوف کے باعث جو ضرر پیش آتا ہو اسکے دفع کرنے کے اسباب کی تدبیر میں معلوم کرنا چاہیے
کہ ضرر کبھی نفس یا مال میں خوف کی جہت سے پیش ہوتا ہو اور توکل کی شرط نہیں کہ ہر سے اسباب دافعہ ترک کرے مثلاً جس زمین
میں درندے بہت ہوں وہاں سو رہنا یا جنگل میں سیلاب کی جگہ یا جھکی ہوئی دیوار کے نیچے یا ٹوٹی چھت کے نیچے سونا داخل توکل نہیں بلکہ
یہ سب امور ممنوع ہیں ایسا شخص اپنی جان کو بیفائدہ معرض ہلاک میں ڈالتا ہو بلکہ یہ اسباب تین طرح کے ہیں ایک تو وہ کہ قطعی ہوں دوسرے
ظنی تیسرے وہمی پس وہمی اسباب کا چھوڑنا شرط توکل ہو اور وہمی اسباب وہ ہیں کہ ان کی نسبت دفع ضرر کیطرف ایسی ہو جیسے داغ
اور منتر وغیرہ کو ہو کہ یہ دونوں بعض اوقات تو کسی خوفناک چیز کی روک کے لیے پہلے ہی سے کردی جاتی ہیں اور بعض اوقات بعد
اس چیز کے نازل ہونے کے برتی جاتی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متوکلوں کا وصف بجز ترک داغ اور منتر اور بدفالی
کے اور کچھ نہیں بیان فرمایا یہ نہیں ارشاد کیا کہ متوکل جب کسی سرد جگہ میں جاتے ہیں تو جبہ نہیں پہنتے حالانکہ جبہ بھی سردی متوقع
کے لیئے پہنا جاتا ہو اور یہی حال ہو اور چیزوں کا جو ایسی ہی ہوں ہاں نکلتے وقت جاڑے کے سفر میں اگر لہسن کھائے اس غرض سے
کہ اندر سے گرمی کی قوت زور کرے تو اسمیں اسباب پر اعتماد اور تعلق ہو سکتا ہو یہ امر قریب داغ کے ہو بخلاف جبہ کے اور اگر کسی انسان سے
ضرر پہونچے تو اسکے دفع کرنے کے اسباب کو ترک کرنیکی ایک وجہ ہو یعنی اگر آدمیوں کی اذیت پر صبر بھی کر سکتا ہو اور ایذا کو روک کر
اپنا انتقام لے سکتا ہو تو توکل کی شرط یہ ہو کہ صبر اور برداشت کرے چنانچہ اللہ تعا فرماتا ہو فاتخذہ وکیلا واصبر علی ما یقولون واہجرہم
ہجراً جمیلا اور فرمایا ولنصبرن علی ما آذیتمونا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اور فرمایا ودع اذاہم وتوکل علی اللہ اور فرمایا فاصبر کما صبر
اولوا العزم من الرسل اور فرمایا نعم اجر العاملین الذین صبروا وعلی ربہم یتوکلون اور یہ سب آیتیں انسانوں سے ضرر اور ایذا کے
باب میں ہیں مگر صبر کرنا سانپوں کی ایذا اور درندوں کے ضرر اور بچھوؤں کی تکلیف پر اور ان کی روک نکرنی توکل میں سے کچھ بھی
نہیں اسلیئے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں حالانکہ جو کام سالک کرتا ہو یا ترک کرتا ہو تو خود اس کام سے غرض نہیں ہوتی بلکہ عادتیں
ہم منظور ہوتی ہیں اور ترتیب اسباب کا دفع ضرر میں ایسا ہی ہو جیسا فن اول میں کسب معیشت اور حصول اشیاء مفیدہ کے اسباب میں
مذکور ہوا دوبارہ لکھنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور یہی حال مال کے بچانے کے اسباب میں سمجھنا چاہیے مثلاً نکلتے وقت اگر حجرہ کا
قفل لگادے یا اونٹ کا پاؤں باندھ دے تو اس سے توکل میں فرق نہ آویگا کیونکہ یہ اسباب خدا تعا کی عادت جاریہ سے
قطعاً یا بطور ظن معلوم ہوچکے ہیں ان کی تعمیل میں کچھ حرج نہیں اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو جسنے کہ اپنا اونٹ
چھوڑ دیا اور کہا کہ میں نے خدا پر توکل کیا ارشاد فرمایا ع بر توکل زانوے اشتر ببند۔ یعنے توکل کر اور اسکا پاؤں بھی باندھ دے
اور خداوند کریم ارشاد فرماتا ہو خذوا حذرکم اور نماز خوف کی کیفیت میں ارشاد فرمایا ولیاخذوا اسلحتہم اور فرمایا واعدوا لہم ما استطعتم من

قوۃ ومن رباط الخیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا فاسر بعبادی لیلاً رات کو جانا دشمنون کی آنکھ سے چھپنا ہے جس مین
ایک گونہ سبب دفع ضرر کا موجود ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا غار مین خفیہ ہونا دشمنونکی آنکھ سے پوشیدہ رہنا ہے کہ ضرر نہ پہونچاوین
اور نماز مین ہتھیارون کا لینا قطعی دافع نہین ہے جیسے سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا کہ قطعی دافع ہے لیکن ہتھیارون کا لینا ایک سبب ظنی ہے
اور ہم بیان کر چکے کہ ظنی بھی مثل قطعی کے ہے تو صرف سبب موہوم ہی ایسا رہ گیا ہے جسکے ترک کا مقتضی توکل ہے اور یہ جو مروی ہے کہ
بعض اولیا کے شانے پر شیر نے پنجہ رکھدیا اور انہون نے جنبش نہ کی اور بعض نے شیر کو اپنا تابع کرکے اسپر سواری کی تو اس قسم کی روایات
اگرچہ واقع مین درست ہین مگر بطور اقتدا انکو سیکھنا نہ چاہیے بلکہ یہ ایک مقام بلند کرامات کا ہے اور توکل کی شرائط مین سے نہین
اور اسمین راز ہے کہ جو کوئی اسپر نہین پہونچتا واقف نہین ہوتا اب اگر کوئی پوچھے کہ اس مقام کے پہونچنے کی علامت کیا ہے تو اسکا جواب
یہ ہے کہ پہونچنے والے کو نشان پوچھنے کی کچھ حاجت نہین اسکو خود معلوم ہو جاتا ہے کہ مین اس درجے پر پہونچ گیا مگر اس مقام سے
پہلے کے نشان کچھ ذکر کر دیے جاتے ہین پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ جو کتا آدمی کے ساتھ اسکی جلد مین رہتا ہے اور جسکا نام غضب ہے اور
اسکا کام یہ ہے کہ خود مالک کو اور دوسرون کو کاٹتا رہتا ہے اول وہ مسخر اور تابع ہو جاوے اگر وہ اسطرح کا مطیع ہو جاوے کہ اشارہ
پر بھی چلے بدون اشارہ ابھرنے ہی نپاوے تو کیا عجب ہے کہ آدمی کا درجہ بلند ہوتے ہوتے یہ نوبت بھی پہونچے کہ اسکا مطیع شیر ہو جاوے
جو درندون کا بادشاہ ہے اور جنگل کا کتا ۔ گھر کے کتے کا مطیع ہو جانا جنگل کے کتے کی نسبت کہ زیادہ بہتر ہے اور بدن کے کتے کا
تابع ہونا گھر کے کتے کی نسبت کہ زیادہ اولی ہے اگر باطن کا کتا آدمی کا تابع نہین ہوا تو توقع نکرنا چاہیے کہ ظاہر کا کتا تابع ہو جاوے
بات کہ متوکل نے جب دشمن کے خوف سے ہتھیار لیے اور چور کے ڈر سے قفل لگایا اور جاتے رہنے کے خوف سے اونٹ کی ٹانگ
باندھی تو اسکا توکل کس اعتبار سے کہلاویگا اسکی صورت یہ ہے کہ وہ شخص متوکل علم اور حال کی رو سے کہلاویگا علم تو یون ہوگا
چور اگر دفع ہوا تو کچھ میرے قفل لگانے سے نہین ہوا بلکہ صرف خدا ے تعالے کے دفع کرنے سے ہوا کیونکہ اکثر دروازون پر قفل لگانا
مفید نہین ہوتا بہت سے اونٹ ٹانگ بندھے مر جاتے ہین خواہ بھاگ جاتے ہین بہت سے ہتھیار بند قتل ہو جاتے یا مغلوب
ہو جاتے ہین پس ان اسباب پر تکیہ کیا رہا بلکہ مسبب الاسباب پر تکیہ چاہیے جیسا کہ ہمنے وکیل مقدمات کی مثال مین لکھا ہے کہ
موکل جب اسکے کہنے سے خود آتا ہے اور دستاویز لاتا ہے تو اسکو نہ اپنے اور نہ اپنی دستاویز پر تکیہ ہوتا ہے بلکہ وکیل کی تدبیر و قوت
پر بھروسا ہوتا ہے اور حال اسطرح ہونا چاہیے کہ جو کچھ خدا ے تعالے میرے گھر اور نفس مین حکم کریگا مین اسپر راضی ہون اور
زبان سے یہ کہے کہ الٰہی اگر تو میرے گھر کی چیز پر کسی ایسے کو مسلط کریگا جو اسکو لیجاوے تو وہ تیری ہی راہ مین ہے اور مین تیرے
حکم پر راضی ہون اسلیے کہ جو کچھ تونے مجھکو دے رکھا ہے مین نہین جانتا کہ وہ ہبہ ہے کہ پھر تو مجھ سے واپس نہ لیگا یا عاریت اور امانت
کہ ہٹا لیگا اور مجھکو نہین معلوم کہ وہ میرا رزق ہے یا تو نے کسی اور کی قسمت مین لکھ دیا ہے بہرحال مین تیرے حکم پر راضی ہون شعر
آنچہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست ۞ بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست ۞ پس جب یہ حال اور علم مذکورہ بالا ہوگا
تو اونٹ کی ٹانگ باندھنے اور ہتھیار لینے اور قفل لگانے سے توکل کی حد سے خارج نہوگا پھر جب گھر مین پھر کر آوے اور اپنی چیز

گھر میں پاوے تو یہ تصور کرے کہ یہ ایک نئی نعمت خدا تعالیٰ کی ہے اور اگر چوری گئی ہو تو اپنے دل کیطرف لحاظ کرے اگر دل کو راضی اور خوش پاوے یہ سمجھ کر کہ خداے تعالیٰ نے جو یہ مجھ سے لے لیا تو صرف اسی لیے کہ آخرت میں میرا رزق بڑھا وے گا تو اس صورت میں اسکا مقام توکل ٹھیک ہے اور اسکا گمان بھی درست ہے اور اگر دل کو اس چیز کے جانے سے رنج ہوا اور بہت سا صبر درکار ہوا تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص دعوے توکل میں سچا نہیں اسلیے کہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے اور زہد اسی کا ٹھیک ہوتا ہے جو نہ آنے کی خوشی کرے نہ گئے کا غم بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہو کہ چیز کے جانے سے خوش ہو اور آنے سے رنجیدہ پس جسکا حال یہ ہو کہ گئی چیز پر رنج کرتا ہو تو اسکا توکل کیسے درست ہوگا ہاں بعض اوقات مقام صبر ہو سکتا ہے بشرطیکہ رنج کو پوشیدہ رکھے اور کسی سے شکایت نہ کرے نہ اسکی تجسس و تلاش میں بہت کوشش کرے اور اگر ان باتوں پر قادر نہو حتی کہ دل میں رنجیدہ ہو اور زبان سے شکایت کرے اور خوب تلاش کامل کرے تو یہ چوری گویا اسکے حق میں زیادتی گناہ کی ہوئی اسلیے کہ اسکے باعث معلوم ہوا کہ وہ شخص سب مقامات سے قاصر اور تمام دعووں میں جھوٹا ہے اسکے بعد اسکو نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اور اسکی کوئی بات نہ سننا چاہیے اور اسکے جال میں نہ پھنسنا چاہیے کیونکہ وہ بری باتوں کا حکم کرنیوالا اور خیر سے باز رکھنے والا ہے اور نیکی کا مدعی ہے اب اگر یہ کہو کہ متوکل کے پاس کمال کہاں ہوتا ہے جو چوری جاوے تو اسکا حال یہ ہے کہ اسکے گھر میں آخر کچھ نہ کچھ ہوتا ہے مثلاً کھانے کا پیالہ اور پینے کا کوزہ اور وضو کا لوٹا اور زاد رکھنے کا توشہ دان اور لاٹھی وغیرہ سامان معیشت ضرور ہوتا ہے علاوہ ازیں کبھی اس کی ملک میں مال آجاتا ہے تو وہ اسکو روک رکھتا ہے اس خیال سے کہ کوئی محتاج ملجاوے تو اسے حوالہ کر دوں پس اس نیت سے رکھ چھوڑنا توکل کو باطل نہیں کرتا اور توکل کی شرط میں نہیں کہ پانی پینے کا کوزہ اور کھانے کا برتن بھی دیڈالے بلکہ حکم دیڈالنے کا ناکول چیزوں اور زائد از حاجت مال میں ہے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت فقراے متوکلین کو روٹی پہونچانے کے لیے مساجد کے گوشوں میں جاری ہے مگر یہ نہیں کہ انکو کوزے اور متاع بھی ہر روز اور ہر ہفتے میں پہونچ جایا کریں اور عادت الٰہی سے نکلنا توکل میں شرط نہیں اسی نظر سے خواص سفر میں رسی اور ڈولچی اور مقراض اور سوئی رکھا کرتے تھے مگر کھانا نہ رکھتے تھے اسلیے کہ خدا تعالیٰ کی عادت سے دونوں چیزوں میں فرق ہے پھر اگر یہ کہو کہ جب آدمی کی حاجت کی چیز جاتی رہیگی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسپر افسوس اور غم نکرے اگر اسکی خواہش کی چیز وہ نہ تھی تو اسنے اسکو کیوں رکھ چھوڑا تھا اور دروازے کو قفل کیوں لگایا تھا اور اگر اسلیے رکھا تھا کہ اسکو حاجت کے سبب مرغوب تھی تو پھر کیسے سمجھ میں آسکتا ہے کہ مرغوب چیز چھین جاوے اور آدمی کو رنج دل میں نہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ متوکل آدمی جو اپنی چیز کا بچاؤ کرتا ہے اسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس سے اپنے دین پر مدد لے کیونکہ اسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ چیز میرے حق میں بہتر ہے اگر میرے پاس ہوتی اور بہتر نہوتی تو مجکو اللہ تعالیٰ یہ چیز عنایت نفرماتا پس اس چیز کے ملنے سے اسنے استدلال اسبات کا کر لیا کہ خداے تعالیٰ نے میرے لیے بہم کر دی اور حسن ظن خداے تعالیٰ کے ساتھ کیا کہ میری بہتری اسکے ہونے ہی میں ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی ظن کیا کہ یہ چیز میرے اسباب دینی پر مددگار ہوگی اور یہ بات اسکے ذہن میں یقینی نہ تھی کیونکہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ بہتری اور مصلحت یوں ہو کہ یہ شئے اسکے پاس سے جاتی رہے اور جو غرض اس سے نکلتی اسکو مشقت اور

تکلیف سے نکالے اور اس مشقت اور تکلیف کا ثواب زیادہ ہو پس جب اللہ تعالیٰ نے چور کو مسلط کر کے وہ چیز اسکے پاس سے نکالدی
تو پہلا ظن اور کچھ ہوگیا اسلیے کہ وہ تو ہر حال مین خدا تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہی رکھتا ہے اب یون کہتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اس چیز کا
رہنا میرے پاس تبک اور آئندہ کو اسکا نہ رہنا میرے لیے بہتر نہ جانتا تو مجھ سے نہ لیتا پس ایسے ظن کرنے سے ہو سکتا ہے کہ رنج و
ملال نہ ہے کیونکہ اس سے آدمی کی خوشی خود اسباب کے ساتھ نہین رہتی بلکہ اسباب سے اسوجہ سے خوشی ہوتی ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ
مسبب الاسباب نے اپنی عنایت و شفقت سے بہم کر دیا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار کسی طبیب مشفق کے سامنے ہو کہ جو
کچھ وہ اسکے حق مین تجویز کرے اسکو اپنی عین مصلحت جانے اور راضی رہے مثلاً اگر کھانا دے تو خوش ہو اور سمجھے کہ اگر طبیب نے اسمین ضرر فائدہ
نہین جانا اور مجکو اسکی برداشت کی تاب نہین دیکھی تو کیون دیا اور اگر وہ غذا اسکے پاس سے ہٹا لے تب بھی خوش ہو اور کہے کہ اگر غذا میرے
حق مین مضر نہ تھی اور مجکو موت کے سر نہین لگاتی تھی تو طبیب مجھ سے کیون ہٹا لیتا اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے الطاف کو اتنا بھی نہ
سمجھانے جیسا مریض اپنے باپ کی شفقت کا اعتقاد رکھتا ہے جو علم طب مین مہارت کامل رکھتا ہو تو ایسے شخص سے توکل ہونا معلوم اسکا
توکل ہرگز درست نہین اور جو شخص خدا تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور اسکے افعال و عادات سے واقف ہے کہ بندونکی اصلاح اسطرح پر کیا کرتا ہے
تو وہ اسباب پر ہرگز خوش نہوتا کیونکہ اسکو کیا معلوم ہے کہ کونسا سبب اسکے حق مین بہتر ہے چنانچہ حضرت عمر نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر
مین غنی ہوجاؤن یا فقیر مجکو کچھ پروا نہین اسلیے کہ مجھے نہین معلوم کہ ان دونون حالتون مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہوگا پس
متوکل کو بھی چاہیے کہ اسکا اسباب چوری جاوے یا باقی رہے کچھ پروا نہ کرے اسلیے کہ اسے کیا معلوم ہے کہ کونسا حال اسکے حق مین دنیا
و آخرت مین مفید ہے کیونکہ بہت سی چیزین دنیا کی سبب ہلاک انسان ہوا کرتی ہین اور بہت سے توانگر اپنے مال کی بدولت ایسے
واقعے مین مبتلا ہوجاتے ہین کہ فقیر ہونے کی تمنا کیا کرتے ہین **فائدہ** متوکلون کے آداب مین چیز کے چوری جانے پر جب متوکل اپنے
گھر سے نکلے تو گھر کی چیز کے باب مین اسکے چند آداب ہین اول یہ کہ دروازے کو قفل لگادے اور سامان حفاظت زیادہ کچھ نکرے
مثلاً ہمسایون سے کہنا کہ دیکھتے رہنا یا کئی قفل لگانے وغیرہ چنانچہ حضرت مالک بن دینار اپنے دروازے پر قفل نہ دیتے تھے بلکہ کھجور
کی رسی سے باندھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کتون کا خوف نہوتا تو مین کواڑونکو باندھتا بھی نہین دوسرے یہ کہ گھر مین کوئی ایسی
چیز نہ چھوڑے جس پر چورون کو رغبت ہو اور اپنے آپ ان کی معصیت کا سبب بنے یا اسکے رکھ چھوڑنے سے ان کی رغبت جوش کرے
اور اسی لیے جب مغیرہ نے حضرت مالک بن دینار کو ایک لوٹا ہدیہ بھیجا تو انھون نے فرمایا کہ اسکو لے لو مجکو حاجت نہین انھون نے
پوچھا کہ کسواسطے آپ نے فرمایا کہ مجھے دشمن وسواس ڈالتا ہے کہ اسکو چور لیگئے پس گویا آپ نے اسباب سے احتراز کیا کہ چور گنہگار
نہو اور شیطان جو چوری کا وسواس دل مین ڈالتا ہے اس سے دل پریشان نہو اور اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان دارانی نے
اس قصے کو سنکر فرمایا کہ یہ امر ضعف قلوب صوفیہ سے ہے انھون نے تو زہد کیا تھا تو اسکو کوئی لیجاتا انکو کیا مطلب تھا تیسرے
یہ کہ جس چیز کو بمجبوری گھر مین چھوڑ جاوے تو چاہیے کہ نکلنے کیوقت نیت کرے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ اسمین حکم کریگا مین اسپر راضی ہون
اگر کسی چور کو مسلط کر کے چھڑا دے تو جو کوئی اسکو لیگا اسکو یہ چیز معاف ہے یا یہ چیز خدا کی راہ مین وقف ہے اگر لینے والا فقیر ہو تو اچھا ہے

صدقہ ہے اور اگر فقیر کی شرط نہ کرے تو بہتر ہے اور اگر اس چیز کو کوئی غنی لیگا تو دو نیتیں ہونگی اول تو یہ کہ اسکے مال کے سبب وہ
معصیت سے باز رہے یعنے اگر اسقدر ملگیا کہ پھر چوری کرنے کی حاجت نرہی تو ہمیشہ جو مال حرام چرا کھایا کرتا اسکا گناہ معاف
کرنے سے جاتا رہا اور دوسری نیت یہ ہے کہ کسی دوسرے مسلمان پر ظلم نکریگا تو اسکا مال گویا دوسرے کے حق کیلئے فدیہ ہوگیا اور جب اپنے
مال سے دوسرے کے مال بچانے کی نیت ہوگی یا نیت چور کی معصیت دور کرنے خواہ کم کرنے کی ہوگی تو مسلمانوں کی خیر خواہی پائی
جاویگی اور اس حدیث شریف کے بموجب کار بند ہوگا انصر اخاک ظالما او مظلوما اور ظالم کی مدد اسطرح ہے کہ اسکو ظلم سے باز رکھے اور
ظلم کا معاف کر دینا ظلم کا نیست کرنا ہے یا اور آئندہ کو باز رکھنا اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ نیت اسکو کسی طرح پر مضر نہیں کیونکہ اسمین
کوئی ایسی بات نہیں جو چور کو مسلط کر دے اور قضائے الہی کو بدل دے مگر زید کی وجہ سے یہ نیت ایسی درست ہوجاتی ہے کہ اگر
اسکا مال چوری جاوے تو ہر درم کے عوض سات سو ملیں اسلیے کہ اسکی نیت تو ہوگئی ہے نیت ہی کے باعث ثواب ہوا کرتا ہے اور اگر
مال چوری نجاوے تب بھی اسکو ثواب حاصل ہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اس شخص کے باب میں جو
اپنی بی بی سے عزل ترک کرے اور نطفہ اپنے مقام میں جارہے ارشاد فرمایا کہ اسکو اتنا ثواب ہے کہ اس صحبت سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور بڑا
ہوکر جہاد کرے اور اللہ کی راہ میں مارا جاوے گو اسکے واقع میں لڑکا نہو کیونکہ ولد کے باب میں اسکا کام تو صرف صحبت ہی ہے پیدا
کرنا اور زندہ رکھنا اور رزق اور بقا اسکے اختیار میں نہیں پس بالفرض لڑکا ہوتا تو اسکو صرف اپنے فعل کا ثواب ملتا وہ اب بھی موجود ہے
اسیطرح چوری کا حال روپیہ کی مثال میں سمجھنا چاہیے چوتھے یہ کہ جب جانے کہ مال چوری گیا تو چاہیے کہ ناخوش نہو بلکہ اگر ہوسکے تو خوش ہو
اور کہے اگر اللہ تعالی اسمین بہتری نہ جانتا تو مجھ سے نہ چھینتا پھر اگر اسکو وقف نکر گیا ہو تو چاہیے کہ اسکی تلاش میں بہت کوشش نکرے
مسلمانوں سے بدظن ہو اور اگر وقف کر گیا ہو تو تلاش ترک کرے کیونکہ اسکو تو وہ پہلے ہی ذخیرۂ آخرت اپنے لیے کر چکا ہے پس اگر
اسکو وہ چیز ملجائے تو نہ لے اسلیے کہ اسکو وقف کر چکا ہے اور اگر قبول کر لے تو ظاہر علم کی رو سے اسکی ملک میں آجاویگی کیونکہ صرف اس
نیت مشروط سے ملک ظاہر شرع میں نہیں جاتی مگر متوکلین کے نزدیک یہ بات اچھی نہیں اور روایت ہے کہ حضرت ابن عمر کی اونٹنی
چوری گئی آپ تلاش کرتے کرتے تھک گئے پھر اسکو خدا کی راہ میں وقف کر دیا اور مسجد میں داخل ہوکر دوگانہ پڑھا اتنے میں ایک
شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت آپکی اونٹنی فلانی جگہ ہے آپ نے اپنا جوتا پہنا اور کھڑے ہوئے پھر استغفر اللہ کہکر بیٹھ گئے لوگوں نے
عرض کیا کہ آپ تشریف لیجا کر اسکو لے آئیے آپ نے فرمایا کہ میں اسکو فی سبیل اللہ کر چکا ہوں اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ
انہوں نے ایک اپنے بھائی کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ خدائے تعالی نے کیا معاملہ کیا انھوں نے کہا کہ مجھکو
بخشدیا اور جنت میں داخل کیا اور جو مکان جنت میں میرے تھے وہ مجھکو بتلا دیے انکو میں نے دیکھ لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ
شخص باوجود اسکے رنجیدہ اور غمگین معلوم ہوتے تھے اسلیے میں نے کہا کہ تمکو خدائے تعالی نے بخشدیا اور جنت میں داخل ہوئے
پھر تم غمگین کیوں ہو انھوں نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا کہ میں قیامت تک غمگین رہونگا میں نے پوچھا کہ اسکی
وجہ کیا ہے انھوں نے کہا کہ جب میں نے اپنے مکان جنت میں دیکھے تو میرے لیے علیین میں مقامات ایسے اونچے کیے گئے

کہ ان کے برابر مین نے جنت مین نہ دیکھے تھے مین اُنسے خوش ہوا اور ان کے اندر جانے کا ارادہ کیا اسیوقت ایک پکارنے والے نے
ان کے اوپر سے آواز دی کہ اسکو یہان سے ہٹا دو یہ مقامات اسکے واسطے نہین یہ اُسکے لیے ہین جو سبیل کو پورا کرے مین نے
پوچھا کہ سبیل کا پورا کرنا کیا ہے مجھ سے کسی نے کہا کہ تو چیز کو فی سبیل اللہ کہکر پھیر لیا کرتا تھا اگر تو سبیل کو پورا کرتا تو ہم بھی تجکو
ان مقامات مین جانے دیتے۔ اور بعض عابدین مکہ کے حال مین لکھا ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس ہمیانی لیے سوتا تھا جب وہ
جاگا تو ہمیانی نہ پائی پاس والے شخص کو متہم کیا اس شخص نے پوچھا کہ تیرا مال کسقدر تھا اسنے تعداد بتلائی پس گھر پر ساتھ لیجاکر
اپنے پاس سے اسیقدر دے دیا۔ پھر اسکے بعد اسکے دوستون نے کہا کہ ہمیانی تو ہمنے ہنسی کیواسطے لے لی تھی تو وہ مع ان دوستون
کے جنپر تہمت کی تھی اسکے گھر آئے اور تہمت سے معذرت خواہ ہوکر اسکا مال پھیرنا چاہا اسنے کہا کہ مین نہ لونگا یہ مال تمھین رہنے دو
حلال طیب ہے مین نے اپنی خوشی سے دیا ہے اور جو مال مین اللہ کی راہ مین نکالتا ہون اسکو واپس نہین لیتا ہون جب انھون نے
بہت اصرار کیا اسنے بیٹے کو بلایا اور اس مال کو تھیلیون مین رکھکر فقرا کے پاس بھیجنا شروع کیا یہانتک کہ اسمین سے کچھ نرہا پس
سلف کا حال اسطرح تھا اسیطرح جو کوئی روٹی لیکر کسی فقیر کو دیا چاہتا اور وہ اتنے مین چلا جاتا تو اس روٹی کا واپس گھر مین
لانا مکروہ جانتے اور کسی اور فقیر کو دیدیتے اور یہی حال دراہم و دینارون اور تمام خیرات و صدقات مین سمجھنا چاہیے پانچوان
ادب جو سب سے کم ہے یہ ہے کہ چور پر جسنے مال لیا ہو بد دعا نہ کرے اور اگر ایسا کریگا تو توکل باطل ہوجاویگا اور یہ معلوم ہوگا کہ اسنے گئی
چیز پر افسوس کیا اسکا جانا اسکو برا معلوم ہوا اسلیے زہد بھی جاتا رہیگا اور اگر زیادہ بد دعا کریگا تو جو مصیبت اسکو ہوئی اسکا ثواب
بھی نہ پاویگا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص اپنے ظالم پر بد دعا کرتا ہے وہ اپنا بدلہ لے لیتا ہے اور روایت ہے کہ ربیع بن خثیم کا
گھوڑا جو کہ بیس ہزار درم کا تھا چوری گیا اسوقت آپ نماز پڑھتے تھے نماز کو نہ توڑا اور نہ اسکی تلاش مین کچھ اضطراب کیا لوگ انکے پاس
تسلی دینے کو آئے آپ نے فرمایا کہ جب چور گھوڑا کھولتا تھا مین اس کو دیکھتا تھا لوگون نے پوچھا کہ پھر آپ نے اسکو کیون نہ للکارا انھے
فرمایا کہ مین ایسی چیز مین مصروف تھا کہ وہ میرے نزدیک اس سے محبوب تھی یعنی نماز پڑھتا تھا لوگ چور کو بد دعا دینے لگے آپنے فرمایا کہ اسے
کچھ مت کہو اور اسکے حق مین اچھا کہو اسلیے کہ مین نے وہ گھوڑا اسپر صدقہ کردیا اور بعض اکابر سے ایسے وقت مین کہ انکی چیز چوری گئی تھی
کسی نے کہا کہ آپ اپنے ظالم پر بد دعا کیون نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مین یہ اچھا نہین جانتا کہ اسپر شیطان کا مددگار بنون کسی نے
پوچھا کہ بھلا اگر وہ چیز آپکے پاس لاوے آپنے کہا کہ لینا تو درکنار مین اسکو دیکھون بھی نہین اسواسطے کہ وہ چیز مین نے اسکو معاف
کردی ہے اور بعض بزرگون سے کسی نے درخواست کی کہ اپنے ظالم پر بد دعا کرو انھون نے فرمایا کہ مجھپر کسی نے ظلم ہی نہین کیا پھر
فرمایا کہ اسنے اپنی جان پر ظلم کیا یہ کیا تھوڑا ہے کہ مین اس بیچارے پر اور زیادہ برائی چاہون اور کسی شخص نے بعض اکابر کے سامنے حجاج
بن یوسف کو بہت گالیان دین انھون نے فرمایا کہ تو اسے گالی دینے مین مت ڈوب اسلیے کہ اللہ تعالیٰ جیسے کہ حجاج سے لوگون کے
مال اور جان پر ستم کرنیکا عوض لیگا ویسے ہی جن لوگون نے اسکی ہتک عزت کی ہوگی انسے اسکا عوض لیگا اور حدیث شریف مین
وارد ہے کہ بندہ پر ظلم کرتا ہے کہ ہمیشہ اپنے ظالم کو گالیان دیتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے یہانتک کہ اسکے ظلم کے برابر ہوکر جسقدر زیادہ کہتا ہے

مطالبہ ظالم کیطرف سے اسکے ذمہ پر رہتا ہی ظالم کو اسقدر کا عوض مظلوم سے دلایا جاویگا۔ چھٹا ادب یہ ہی کہ چور کے لیے غمگین ہو کہ اسنے گناہ کیا اور خدائے تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ مجکو مظلوم کیا نہ ظالم اور نقصان دنیا ہوا نہ نقصان دین چنانچہ کسی شخص نے ایک عالم سے شکایت کی کہ رہزنون نے مجھپر تاخت کر کے میرا مال لے لیا انھون نے فرمایا کہ تجکو اپنے مال کے رنج کی بہ نسبت اسبات کا زیادہ رنج ہونا چاہیے کہ مسلمانون مین ایسے لوگ ہو گئے جو یہ لوٹ کھسوٹ حلال جانتے ہین اگر یہ غم نہو گا تو تم مسلمانون کے خیر خواہ نہین ہو اور علی بن فضیل رح طواف کرتے تھے انکے دینار چوری گئے انکے باپ نے انکو دیکھا کہ روتے ہین پوچھا کہ دینارون کے واسطے روتے ہو انھون نے کہا کہ نہین بلکہ اس بیچارے کے حال پر روتا ہون کہ قیامت کو اس سے سوال ہوگا اور اس سے کچھ نہ بن پڑیگا اور بعض اکابر سے جو کسی نے ظالم پر بددعا کرنے کو کہا تو انھون نے فرمایا کہ مجکو اسکا غم اتنا ہے کہ ہمین اسپر بددعا کرنے کی مہلت نہین۔ یہ اخلاق سلف کے تھے خداوند کریم سبحانہ اپنی رحمت کرے چوتھا فن ضرر موجود کے دور کرنے مین سعی کرنے کے ذکر مین مثلاً مرض کی دوا کرنی وغیرہ واضح ہو کہ اسباب ضرر کے دور کرنے والے بھی تین قسم ہین اول یقینی جیسے پانی پیاس کا ضرر کھو دیتا ہی اور روٹی بھوک کا دوسرے ظنی جیسے فصد اور پچھنا اور جلاب اور تمام معالجات طبی کہ برودت کا علاج حرارت سے اور حرارت کا برودت سے ہوتا ہی اور طب مین انکو اسباب ظاہری جانتے ہین تیسرے وہمی جیسے داغ دینا اور منتر پس اسباب یقینی کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ انکا چھوڑنا بشرطیکہ خوف موت ہو حرام ہی اور اسباب وہمی کا چھوڑنا البتہ توکل کی شرط ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کو انکا تارک فرمایا ہی اور ان سب اسباب مین سے قوی تر داغ ہی اور اسکے قریب منتر ہے اور آخر درجہ شگون کا ہی اور ان اسباب پر اعتماد و تکیہ اسباب کیطرف ملاحظہ کرنے مین نہایت درجے کا تعمق ہی باقی رہا درجہ متوسط یعنے اسباب ظنی مثلاً دوا کرنی ان اسباب سے جو اطبا کے نزدیک اسباب ظاہر ہین تو انکا کرنا مخالف توکل کے نہین بخلاف وہم کے نہ انکا چھوڑنا ممنوع ہی بخلاف اسباب یقینی کے بلکہ انکا چھوڑنا بعض احوال مین بعض اشخاص کے حق مین کرنے کی نسبت افضل ہوجایا کرتا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ درجہ یقینی اور وہمی کے درمیان مین ہی اور دوا کرنی توکل کے مخالف نہین اسکی یہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو کیا اور اورون کو ارشاد فرمایا اور اسکے فوائد زبان مبارک سے بیان فرمائے مثلاً فرمایا ما من داء الا وله دواء عرفه من عرفه وجهله من جهله الا السام سام سے مراد موت ہی اور فرمایا تداووا عباد اللہ فان الذی انزل الداء انزل الدواء اور جب کسی شخص نے آپ سے دوا اور منتر کا حال پوچھا کہ یہ دونون خدائے تعالیٰ کا حکم کچھ ٹال دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ بھی خدائے تعالیٰ کے حکم مین سے ہین اور ایک حدیث مشہور مین ہی کہ ما مررت بملاء من الملائکة الا قالوا مر امتک بالحجامة اور حدیث مین ہی کہ آپنے حجامت کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ پچھنے لگواؤ سترہ اور انیس اور اکیس برس کی عمر مین تاکہ خون جوش کر کے تمکو ہلاک نکر دے اسمین دو باتین ذکر فرمائین ایک تو یہ کہ جوش خون سبب موت ہی اور حکم الٰہی سے وہ مہلک ہی دوسرے یہ کہ خون کا نکالنا موت سے نجات کا سبب ہی کیونکہ خون مہلک کا جلد مین سے نکالنا اور بچھو کا کپڑون مین سے باہر کرنا اور سانپ کا گھر مین سے دور کرنا ان سب مین کچھ فرق نہین اور توکل کی شرط بھی نہین

ا کوئی درد ایسا نہین جسکی دوا نہو جانتا ہی اسکو جو جانتا ہے اور نہین جانتا اسکو جو نہین جانتا بجز موت کے ۱۲ طبرانی در کبیر بروایت ابن عباس بسند ضعیف

کہ ان چیزون کو ترک کرے بلکہ یہ تو ایسا ہی جیسا کہ آگ پر اسکے بجھانے کیواسطے پانی ڈالا جاوے یا گھر مین آگ لگنے پر اسکا ضرر دور کرنیکو پانی ڈال دیا جاوے اور یہ امر توکل مین ہرگز نہین کہ جو عادت وکیل برحق کی ہی اس سے باہر ہو جاوے اور ایک حدیث مقطوع مین ہی کہ جو کوئی سترھوین تاریخ مہینے کی منگل کے روز پچھنے لگوا دے اسکے لیے برس روز کی بیماریکا علاج ہوگا اسیطرح بہت سا کچھ فرمایا آپ نے دواؤن کو حکم علاج کا دیا ہی اسکو سننا چاہیے کہ آپنے بہت سے اصحاب کو دوا اور پرہیز کے لیے ارشاد فرمایا ہی اور حضرت سعد بن معاذ کی فصد کھولی اور سعد بن زرارہ کے داغ دلوایا اور حضرت علی کو آشوب چشم تھا آپنے انسے فرمایا کہ تم خرما مت کھاؤ اور یہ چقندر کھاؤ کہ تمہارے مزاج کے مناسب ہے یعنی ساگ جو کہ آٹے مین پکے ہوئے کو فرمایا کہ اسمین سے کھاؤ اور حضرت صہیب کی آنکھ مین درد تھا اور وہ خرما کھا رہے تھے آپ نے فرمایا کہ تم خرما کھاتے ہو اور تمہاری آنکھ مین درد ہی انھون نے عرض کیا کہ مین دوسری ڈاڑھ سے کھاتا ہون آپ ہنس پڑے باقی رہا فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سو ایک حدیث مین جو اہلبیت سے مروی ہی وارد ہی کہ آپ ہمیشہ ہر رات مین سرمہ لگاتے تھے اور ہر مہینے پچھنے اور ہر برس جلاب سنا کا لیتے تھے۔ اور کئی بار بچھو وغیرہ کا بھی آپ نے علاج کیا ہی اور یہ بھی مروی ہی کہ وحی اترنے کے وقت آپ کے سر مین درد ہو جاتا تھا تو سر مبارک پر مہندی کا لیپ کیا کرتے تھے اور بعض روایات مین ہی کہ آپ اپنے زخم پر مہندی رکھدیا کرتے تھے۔ اور ایکبار کسی زخم پر آپ نے خاک ہی چھڑک دی تھی غرضکہ آپ کے علاج کرنے اور لوگون کو علاج کا ارشاد فرمانے کے باب مین روایات خارج از شمار ہین اور اسباب مین ایک کتاب بھی بنی ہی جسکا نام طب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی۔ اور بعض علمانے بنی اسرائیل کے قصص مین لکھا ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک مرض ہوا آپکے پاس بنی اسرائیل آئے اور آپکے مرض کی تشخیص کی اور عرض کیا کہ اگر یہ علاج آپ کرین تو اچھے ہو جاوین آپ نے فرمایا کہ مین دوا نہ کرونگا یہانتک کہ حق تعالیٰ مجکو بدون دوا ہی اچھا کردے وہ مرض بڑھ گیا پھر لوگون نے عرض کیا کہ اس مرض کی وہی دوا ہی اور ہمنے بہت بار اسکا تجربہ کیا ہی اور یہی سکو مفید پڑتی ہی آپنے اسبار بھی انکار کیا اور مرض بڑھ گیا خداے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ قسم ہی اپنی عزت و جلال کی تجکو اچھا نکرونگا جبتک لوگون کی دوا بتائی ہوئی نہ کریگا آپ نے لوگون کو علاج کے واسطے فرمایا انھون نے وہی دوا کھلائی آپ اچھے ہو گئے مگر دل مین کچھ وسوسہ گزرا خداے تعالیٰ نے وحی کی کہ تم چاہتے ہو کہ میرے اوپر توکل کرنے سے میرا انتظام حکمت درہم کردو تاکہ تو دوا مین فائدہ کسنے رکھا ہی وہ بھی تو میرے ہی حکم سے شفا دیتی ہی اور ایک اور روایت ہی کہ کسی نبی نے انبیا علیہم السلام مین سے اپنے مرض کی شکایت کی انکو وحی ہوئی کہ انڈے کھایا کرو اور ایک پیغمبر نے شکایت ضعف باہ کی کی تو انکو گوشت اور دودھ کھانیکا حکم ہوا کہ انمین قوت ہی۔ اور مروی ہی کہ کسی قوم نے اپنے نبی علیہ السلام سے یہ شکایت کی کہ ہماری اولاد اچھی صورت نہین ہوتی انکو وحی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ حاملہ عورتون کو بہی کھلایا کرین اس سے اولاد خوبصورت ہوگی اور یہ تدبیر تلیسرے اور چوتھے مہینہ مین حمل کے کرنی چاہیے کہ صورت لڑکے کی خداے تعالیٰ انھین دنون مین بناتا ہی وہ لوگ حاملہ کو بہی کھلایا کرتے اور بچہ ہونیکے بعد خرما تازہ دیا کرتے اس سے معلوم ہوا کہ خداے تعالیٰ نے اپنی عادت اسیطرح رکھی ہی کہ ہر مسبب کے لیے ایک سبب ہوتا ہی کہ ظہور حکمت الٰہی کا موجب اور دو بھی اسی مثل

۱ حہ طبرانی بروایت معقل بن یسار اور اسکی سند مین ایک راوی ضعیف ہی ۱۲ ۲ حہ دوا کے لیے حدیث تداووا عباد اللہ اور پرہیزگاری اور پرہیز کا ذکر آگے آوے گا ۱۲

اور اسباب کے ایک سبب تابع حکم آلہی ہو تو جیسے روٹی بھوک کی دوا ہو اور پانی پیاس کی اسیطرح سکنجبین صفرا کی دوا ہو اور محمودہ دستون کی صرف دو باتون کا فرق ہو ایک تو یہ کہ بھوک کا علاج روٹی سے اور پیاس کا پانی سے ایسا ظاہر ہو کہ کوئی فرد بشر ایسا نہین کہ اسکو نجانتا ہو اور صفرا کا علاج سکنجبین سے صرف بعض لوگ جانتے ہین مگر جسکو اسکا تجربہ ہو گیا ہو اسکے نزدیک ایسا ہی جیسے بھوک کا علاج روٹی سے ہے دوسرا فرق یہ ہو کہ دوا جو دست لاتی ہو اور سکنجبین صفرا کو ٹھہرا دیتی ہو تو اسکے لیے کچھ شرطین باطن ہین اور بھی ہین اور مزاج مین بھی کچھ اسباب ہین کہ بعض اوقات ان شروط و اسباب پر واقفیت ہونی دشوار ہوتی ہی پھر اگر کوئی شرط نہین پائی جاتی تو دوا سے دست نہین آتے مگر پیاس کے جانے کے لیے سوا سے پانی کے اور کوئی شرط نہین گو بعض اوقات اتفاقاً ایسا عارضہ لاحق ہو جاتا ہو کہ باوجود بہت سا پانی پینے کے بھی پیاس نہین جاتی الّا یہ امر بہت ہی کم ہوتا ہی بہرحال سبب کا خلل پذیر ہونا انھین دو چیزون سے ہمیشہ ہوتا ہو ورنہ سبب کے بعد اسکا مسبب ضرور ہوگا بشرطیکہ سبب کی شرطین سب کامل ہون اور سب باتین خدا سے تعالیٰ کی تدبیر اور تسخیر اور ترتیب سے بمقتضا سے اسکی حکمت اور کمال قدرت کے ہوتی ہین پس متوکل کو ان اشیا کا استعمال کرنا اور مسبب الاسباب پر نظر رکھنی اور طبیب اور دوا کیطرف التفات نرکھنا توکل کے برخلاف نہین چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال مین لکھا ہو کہ آپ نے دعا مانگی کہ آلہی دوا اور شفا کس کے پاس سے ہین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پاس سے آپ نے عرض کیا کہ پھر طبیب کیا کرتے ہین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق کھاتے ہین اور میرے بندون کا دل خوش کرتے ہین یہانتک کہ میری شفا یا قضا مین سے بندے پر کوئی آجاوے اس سے معلوم ہوا کہ دوا کرنیکے ساتھ توکل کے یہ معنی ہین کہ توکل علم اور حال سے ہو نہ عمل سے جیسا کہ اسکا حال پہلے فن مین گزرا اگر دوا سرے سے نکرنا توکل مین شرط نہین۔ اب اگر یہ کہو کہ داغ بھی انھین علاجون مین سے ہی جنکا فائدہ خوب ظاہر ہی تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ ایسا نہین اسباب ظاہر ایسے ہین جیسے فصد اور پچھنے اور مسہل کا پینا اور حرارت زدہ کو سرد دواؤن کا پینا وغیرہ اور اگر داغ بھی ایسا ہی ہوتا تو بہت سے ملک اس سے خالی نہین رہتے حالانکہ بہت شہرون مین اسکی عادت لوگون کو نہین صرف بعض ترک اور عرب داغ دیتے ہین پس اسکے وہمی سبب ہونمین کچھ شک نہین جیسے منتر وغیرہ ہین ویسے ہی یہ بھی ہو صرف اتنا فرق ہو کہ داغ دینا آگ سے جلانا ہو اور اسکی حاجت نہین اسلیے کہ جس کسی مرض کا علاج داغ دینے سے کیا جاتا ہو اسکی کوئی ایسی بھی دوا ہوتی ہو جسمین جلانے کی نوبت نہ پہونچے پس آگ سے جلانا ایک زخم جسم کا خراب کرنیوالا ہو اور اسکی سیرایت کا بھی ڈر رہتا ہو باوجودیکہ اسکی کچھ حاجت نہین بخلاف فصد و حجامت کے کہ انکی سرایت بعید ہو اور انکے قائم مقام کوئی اور شئی نہین اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ دینے سے ہی منع[1] فرمایا منتر سے منع نہین فرمایا[2] حالانکہ توکل سے دونون بعید ہین اور روایت ہے کہ عمران بن حصین بیمار تھے لوگون نے انکو داغ دینے کی صلاح دی مگر انھون نے نہ مانا لوگون نے اصرار کیا اور امیر نے انکو قسم کھلائی یہانتک کہ آپ نے داغ لیا پھر کہا کرتے کہ مین نور دیکھا کرتا تھا اور آواز سنا کرتا تھا اور مجھکو فرشتے سلام کرتے تھے جب مین نے داغ کھایا سب باتین جاتی رہین اور فرمایا کرتے کہ چند داغ کھانے تھے سو کھاے مگر انسے کچھ فائدہ نہوا نہ مراد ملی پھر آپ نے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کی خدا سے تعالیٰ نے جو فرشتون کا معاملہ انسے ہوتا تھا وہ پھر جاری فرما دیا۔ اور مطرف بن عبد اللہ سے فرمایا کہ جو بزرگی اللہ تعالیٰ نے مجھکو پہلے دے رکھی تھی اس سے پھر سرفراز فرمایا اور انسے اپنی کرامت کے جاتے رہنے کی خبر بھی کہہ چکے

[1] بخاری بروایت ابن عباس ۱۲ [2] صحیحین مین بروایت عائشہ رقیہ کی اجازت منقول ہی ۱۲

تھے۔ حاصل یہ کہ داغ اور جو چیز اس قسم کی ہو وہ متوکل کی شان کے لائق نہیں اسواسطے کہ اسکے لیے متوکل کو تدبیر کی حاجت ہوتی ہے اور تدبیر متوکل کے حق میں اچھی نہیں اسمین اسباب کیطرف التفات اور غور زیادہ پایا جاتا ہے فصل۔ اس بیان میں کہ دوا نہ کرنی بعض اوقات میں اچھی ہوتی ہے اور قوت توکل کی دلیل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف نہیں واضح ہو کہ سلف میں سے جن لوگوں نے دوا کی ہے وہ بیشمار ہیں مگر بعض اکابر نے دوا نہیں بھی کی تو گمان ہوتا ہے کہ دوا نہ کرنی انکے حق میں نقصان کی بات ہو اسواسطے کہ اگر یہ بات کمال کی ہوتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکو ترک نفرماتے کیونکہ جو حال توکل میں آپکا تھا اس سے کامل تر تو دوسرے کا ہونے سے رہا تو پھر اتنے کے نقصان کی طرف گمان ہو اور کیا ہو سکتا ہے اور اسمین بڑے بڑے اکابر ہیں جلیل حضرت ابو بکر کہ جب آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ فرمائیں تو کوئی طبیب ہم آپ کے لیے بلادیں آپنے فرمایا کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ میں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ اور حضرت ابو درداء سے حالت مرض میں کسی نے پوچھا کہ آپکو کس چیز کی شکایت ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے گناہوں کی لوگوں نے پوچھا کہ آپکا دل کس چیز کو چاہتا ہے آپنے فرمایا کہ خدا سے تعالیٰ کی مغفرت کو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے لیے طبیب بلالاویں آپ نے فرمایا کہ مجھکو طبیب ہی نے بیمار کیا ہے اور حضرت ابو ذر کی آنکھیں دکھتی تھیں لوگوں نے کہا کہ آپ انکا علاج کیجیے آپ نے فرمایا کہ مجھکو ان کی کچھ فکر نہیں لوگوں نے کہا کہ آپ خدا سے تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپکو صحت بخشے آپنے فرمایا کہ میں اس سے وہ دعا مانگونگا جو آنکھوں کی نسبت زیادہ مہم ہے اور ربیع بن خثیم کو فالج ہو گیا تھا انسے لوگوں نے کہا کہ آپ دوا کریں انھوں نے فرمایا کہ میں نے قصد تو کیا تھا مگر پھر عاد اور ثمود اور دوسری قومیں بہت سی یاد آگئیں کہ انمیں بہت سے طبیب تھے لیکن نہ طبیب رہا نہ مریض نہ کچھ جھاڑ پھونک کام آئی اور حضرت احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جو شخص توکل کا معتقد ہو کر یہ راہ چلے اسکے لیے میں یہ اچھا سمجھتا ہوں کہ دوا وغیرہ پینے سے علاج نکرے اور اگر خود کو بیماریاں ہوں تو طبیب کے پوچھنے پر بھی اسکو نہ کہے اور حضرت سہل سے پوچھا گیا کہ بندے کا توکل کب درست ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب اسکے جسم میں ضرر اور مال میں نقصان آوے تو وہ اسکی طرف التفات نہ کرے اور اپنے ہی حال میں مشغول رہے اور یہی جانے کہ خدا سے تعالیٰ میرے سر پر قائم ہے بہرحال ان دوا کے تارکین میں سے بہت لوگ ہیں انکے فعل میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل میں مطابقت جب ہو سکتی ہے جب موانع علاج کو بیان کر دیا جاوے پس ہم کہتے ہیں کہ دوا نکرنے کے چند اسباب ہیں سبب اول تو یہ ہے کہ مریض صاحب کشف ہو اسکو مکاشفے سے دریافت ہو گیا ہو کہ میری موت قریب ہے دوا سے مجھکو کچھ فائدہ نہوگا اور یہ امر کبھی سچے خواب سے اور کبھی غالب ظن سے اور کبھی کشف واقعی سے معلوم ہوا کرتا ہے اور غالبا حضرت ابو بکر صدیق رضی نے جو علاج نہ کیا تو اسکی وجہ یہی تھی کہ آپ اہل مکاشفہ سے تھے چنانچہ حضرت عائشہ سے میراث کے باب میں فرمایا تھا کہ تیری دو بہنیں ہیں حالانکہ اسوقت ایک ہی بہن تھی مگر آپ کی زوجہ حاملہ تھیں اور بعد کو لڑکی ہی پیدا ہوئی پس آپ نے پیشتر سے مکاشفے کے طور پر معلوم کر لیا تھا کہ لڑکی کا حمل ہے تو کیا عجب ہے کہ آپ کو کشف سے اپنی موت کا حال بھی معلوم ہو گیا ہو ورنہ یہ بعید آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دوا کرتے اور دوسروں کو دوا کا حکم فرماتے دیکھا تھا تو انکار کیسے کرتے یہ امر آپ کی ذات سے ہرگز ممکن نہیں معلوم ہوتا دوسرا سبب یہ ہے کہ مریض کو اپنی ہی لگی ہو اور خوف انجام سے اور اپنے حال پر خدا تعالیٰ کے واقف ہونے پر

ایسا مشغول ہو کہ اُس سے فراغت علاج کرنیکی نہ پاتا ہو یعنی اس رنج و تردد مین مرض کی تکلیف نہ معلوم ہوتی ہو کہ نوبت اُسکے دوا کی پہونچے
و اس امر پر حضرت ابوذرؓ کی تقریر اور حضرت ابو دردؓاء کا کلام دال ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے تو فرمایا تھا کہ مجھے کچھ آنکھونکی فکر نہین اور حضرت
ابو دردؓاء نے فرمایا تھا کہ مجکو شکایت اپنے گناہون کی ہے پس گویا دل مین خوف گناہونکا صدمہ جسم کے مرض کی تکلیف کی نسبت زیادہ تھا
اور ایسے مریض کا حال ایسا سمجھو جیسے کسی کا کوئی نہایت عزیز مرگیا ہو اور اُسکا صدمہ اُسکے دل پر ہوا ہو یا کوئی شخص کسی بادشاہ
پاس گرفتار ہو کر گردن اڑائے جانے کو لیا جاتا ہو اور اسکے دل پر خوف چھایا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے اگر کہا جائے کہ تو بھوکا
ہے کھانا کیون نہین کھاتا تو وہ یہ کہیگا کہ مجھے اس صدمے کے باعث بھوک پیاس کچھ نہین معلوم ہوتی اس سے نہین ہوا جاتا کہ وہ
شخص بھوک کی حالت مین کھانے کو نافع کہنے سے منکر ہے اور نہ کھانے والون پر کچھ طعن پایا جاتا ہے اور اسی کے قریب ہی حضرت سہل
تستری کا اشتغال بحال خود یعنی جب اُن سے کسی نے سوال کیا کہ قوت کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ حی قیوم کا ذکر کرنا قوت ہے سائل نے عرض کیا کہ میری
غرض قوام انسانی سے ہے آپنے فرمایا کہ قوام علم ہے اُسنے پوچھا کہ مین غذا کو پوچھتا ہون آپنے فرمایا کہ غذا ذکر ہے اُسنے پوچھا کہ جسم ظاہر کا کھانا
پوچھتا ہون آپ نے فرمایا کہ جسم ظاہر سے تجھے کیا کام پڑا ہے اسکو اسی پر چھوڑ جسنے اسکی پہلے کفالت کی ہے وہی اسکی کفالت
آگے کو بھی کریگا اور جب اسمین روگ آجاوے تو اسکے بنانے والے کے سپرد کر کیا دیکھتا نہین کہ جب کسی کام مین عیب ہوجاتا ہے تو اسکے
کاریگر کو دیتے ہین کہ اسکو ٹھیک کردے تیسرا سبب یہ ہے کہ بیماری پرانی ہو اور جو دوا اسکے لیے لوگ بتاتے ہون اسکا نفع ویسی ہو
جیسے داغ اور منتر کا فائدہ وہمی ہوا کرتا ہے تو ایسی صورت مین متوکل شخص دوا نہین کرتا اور اسیکی طرف اشارہ ہے ربیع ابن خثیمؒ کے قول
مین کہ مین نے عاد اور ثمود کی قوم کو یاد کیا کہ انمین طبیب بہت سے تھے مگر نہ مریض بچا نہ طبیب اس سے ان کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ دوا
پر اعتماد یقینی نہین ہے اور یہ امر بھی تو واقع مین ایسا ہی ہوتا ہے اور کبھی مریض کے نزدیک مین متحقق ہوتا ہے اسلیے کہ اسکو طب مین مہارت
اور تجربہ کم ہوتا ہے اس نظر سے اسکو ظن غالب دوا کے نفع کا نہین ہوتا اور اسمین شک نہین کہ طبیب تجربہ کار کو دوا کا اعتقاد بہ نسبت
عوام کے زیادہ ہوا کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتماد اور ظن اعتقاد کے موافق ہوتا ہے اور اعتقاد اسقدر ہوتا ہے جسقدر کہ تجربہ
ہوتا ہے اور عابدین مین سے جن لوگون نے دوا ترک کی ہے ان مین سے اکثر کی سند یہی ہے کہ دوا انکے نزدیک ایک موہوم چیز نا قابل
اعتبار تھی اور یہ امر ماہر علوم طبیہ پر ظاہر ہے کہ بعض دوائین واقع مین ایسی ہی ہین اور بعض کا حال ایسا نہین مگر جو طبیب نہین وہ
سب کو بعض اوقات ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے اور دوا کرنے کو مثل داغنے اور منتر وغیرہ کے پابندی اسباب جانتا ہے ۔ چوتھا
سبب یہ ہے کہ دوا نہ کرنے سے بیمار کو یہ غرض ہوتی ہے کہ مرض باقی رہے تاکہ اس مرض پر اچھی طرح صبر کرنے سے مرض کا ثواب
پاوے یا یہ منظور ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی بلا پر اپنے نفس کو دیکھے کہ صبر کرنے کی تاب رکھتا ہے یا نہین اسلیے کہ مرض کے ثواب
مین بہت کچھ احادیث وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ہم انبیا کے گروہ پر اور لوگون کی نسبت زیادہ سخت
مصیبت ہوتی ہے پھر اسیطرح درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہے مصیبت بندے پر بقدر ایمان کے ہوا کرتی ہے پس اگر ایمان اسکا سخت اور پکا
ہوگا تو مصیبت بھی سخت ہوگی اور اگر اُسکے ایمان مین ضعف ہوگا تو مصیبت بھی ہلکی ہوگی اور ایک حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے

۱؎ [illegible] روایت [illegible] ضعیف ۱۲

بندے کا امتحان مصیبت سے ایسی طرح لیتا ہی جیسے تم مین سے کوئی شخص اپنے سونیکا امتحان آنچ سے لیتا ہی پس بعض آدمی تو کندن کیطرح
نکلتے ہین اور بعض اس سے کم اور بعض کالے جلے ہوے نکلتے ہین اور ایک حدیث مین جو اہلبیت سے مروی ہی یہ وارد ہی کہ اللہ تعالی جب
کسی بندے کو دوست رکھتا ہی تو اسپر بلا بھیجتا ہی وہ اگر اسپر صبر کرتا ہی تو اسکو مجتبی کرتا ہی اور اگر اسپر راضی ہوتا ہی تو مصطفے کرتا ہی اور ایک حدیث
شریف مین ہی کہ تم لوگ اسبات کو پسند کرتے ہو کہ خونی گدھون کی طرح ہو جاؤ مرض بیماری کچھ تمکو نہ آوے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین
کہ مومن کو جب دیکھو گے تو دلکا تندرست اور بدن کا مریض پاؤ گے اور منافق کو بدن زیادہ تر صحیح اور دلکا زیادہ تر روگی دیکھو گے
غرضکہ جب لوگون نے مرض کی ثنا و صفت اور بلا کی تعریف اس درجہ کی سنی تو انکو مرض سے ہی محبت پیدا ہوئی اور اسکا آنا اپنے او
غنیمت سمجھا کہ اسپر صبر کرنے کا ثواب ملے پس بعض اکابر کا تو دستور یہ ہوا کہ اپنی بیماری کو چھپاتے اور طبیب سے اسکا ذکر نکرتے اور
بیماری کی تکلیف کھینچتے رہتے اور خداے تعالی کے حکم پر راضی رہتے اور جانتے کہ دلپر حق کا غلبہ ایسا ہی کہ مرض سے اسمین کچھ خلل نہوگا
مرض کے باعث صرف اعضاے ظاہری پر اثر ہوگا کہ اعمال سے رک جاوینگے اور جان لیا کہ اگر خداے تعالی کے حکم پر صبر کیا تو بیٹھکر ہی نماز
پڑھینگے تو یہ نماز حالت تندرستی اور صحت کی نماز سے بہتر ہوگی جو وہ کھڑے ہوکر ادا کیا کرتے چنانچہ ایک حدیث قدسی مین مذکور ہی کہ اللہ تعالی
اپنے فرشتون کو ارشاد فرماتا ہی کہ میرے بندے کے وہی عمل صالح لکھو جنکو یہ کیا کرتا تھا اسواسطے کہ یہ شخص میری قید مین ہی اگر مین اسکو رہا
کرونگا تو گوشت کے عوض مین عمدہ گوشت اور خون کی عوض مین اچھا خون بدلونگا اور اگر اسکو وفات دونگا تو اپنی رحمت کیطرف اسکی وفات
کرونگا اور ایک حدیث شریف مین ہی افضل الاعمال ما اکرہت علیہ النفوس بعض محدثین نے اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ اسپر بیماریان اور مصیبت
آوین اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین وعسی ان تکرہوا شیأ وہو خیر لکم اور حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ اگرچہ آدمی طاعات سے
ضعیف ہو جاوے اور فرائض سے قاصر رہے تاہم دوا کا نہ کرنا بہ نسبت اسکے بہتر ہے کہ طاعات کیواسطے علاج کرے اور آپکو ایک بڑی بیماری
تھی مگر اسکا علاج کبھی نکرتے اور لوگون کو جو اس بیماری مین مبتلا پاتے تو انکی دوا کرتے اور جب کسی شخص کو بیٹھکر نماز پڑھتے دیکھتے کہ اعمال
نیک امراض کی تاب نہ لا کر اسلیے دوا کرتا ہی کہ نماز کھڑے ہوکر پڑھے اور طاعات کی بجا آوری مین اٹھ سکے تو بہت تعجب کرتے اور فرماتے کہ
اس شخص کا بیٹھکر نماز پڑھنا اور اپنے حال پر راضی رہنا اسبات سے بہتر ہی کہ صرف قوت اور کھڑے ہوکر نماز کیلیے دوا کرے اور ایسے جب
کسی شخص نے حال دوا پینے کا پوچھا تو فرمایا کہ جو کوئی کسی دوا کو پیوے تو خیر اب یہ گنجایش ہی کہ اللہ تعالی نے ضعف والون کے لیے مقرر کردی
اور جو دوا بالکل نہ پیوے تو افضل ہی اسلیے کہ اگر کوئی چیز دوا مین سے لیگا گو سرد پانی ہی ہو تو اس سے سوال ہوگا کہ تونے کیون لیا
اور جو شخص کچھ بھی نلیگا اس سے سوال کس بات کا ہوگا اور آپ کا مذہب اور بصریون کا مذہب یہی تھا کہ بھوک اور شہوات کی توڑ سے
نفس کو ضعیف کرنا چاہیے اسوجہ سے کہ انکو معلوم تھا کہ ذرے برابر اعمال قلوب مین سے مثل صبر اور رضا اور توکل کے اعمال جوارح
کے پہاڑ جیسے عملون سے افضل ہی اور مرض اعمال قلوب کا مانع نہین مگر ایسی صورت مین کہ اسکی تکلیف نہایت زیادہ اور بیہوش کرنیوالی
ہو اور حضرت سہلؒ کا یہ بھی قول ہی کہ جسم کی بیماری رحمت ہی اور دل کی عقوبت پانچوان سبب یہ ہی کہ آدمی پہلے کچھ گناہ کرچکا ہو اور انکا
خوف کرتا ہو اور تدارک کرنیسے عاجز ہو تو زیادہ بیمار رہنے کو اسکا کفارہ سمجھتا ہو اور علاج اسلیے نہ کرتا ہو کہ ایسا نہو کہ مرض جلد جاتا رہے

اور کفارہ گناہونکا خوب نہونے پاوے حدیث شریف مین وارد ہی کہ آدمی پر بخار اور تپ کہنہ ہمیشہ اسلیے رہتے ہین کہ انجام کو ذرہ مین ہر صاف ہووے کیطرح ہو جاوے کوئی خطا اور گناہ اسپر نرہے۔ اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ ایک روز کا بخار سال بھر کا کفارہ ہوتا ہی بعضون نے اسکی وجہ یہہ بیان کی ہی کہ بخار ایک سال کی قوت کو گرا دیتا ہی اسلیے سال بھر کا کفارہ ہوتا ہی اور بعض نے کہا ہے کہ انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ ہین اور تپ ہر جوڑ مین جاتی ہی اور اس سے ایک تکلیف جداگانہ آدمی کو ہوتی ہی تو ہر ایک تکلیف ایک روز کا کفارہ ہوکر سال بھر کا کفارہ ہو گیا اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تپ کو کفارہ گناہ ارشاد فرمایا تو حضرت زید بن ثابت رض نے خدا سے تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مین ہمیشہ بخار مین مبتلا رہون چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وقت وفات تک آپ سے بخار جدا نہوا اور چند لوگون نے انصار مین سے یہی دعا مانگی تھی انکو بھی کبھی بخار نہ چھوڑتا تھا۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ ارشاد فرمایا تھا کہ من اذھب اللہ کریمتیہ لم یرض لہ ثوابا دون الجنۃ تو انصار مین ایسے لوگ بھی تھے جو اندھے ہونیکی تمنا کیا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے جسم و مال مین مصیبت آنیسے خوش نہو اس توقع سے کہ اسکے باعث اسکے گناہونکا کفارہ ہوگا تو وہ شخص عالم نہین اور روایت ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بہت مصیبت رکھتا ہی جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی اسپر رحم فرما حکم ہوا کہ اور کیسے رحم کرون اسی سے تو اسپر رحم کرونگا یعنے اس مصیبت کے باعث اسکے گناہ دور کرکے اسکے درجات بڑھاؤنگا چھٹا سبب یہہ ہی کہ آدمی زیادہ اچھا رہنے سے ڈرے کہ میرا نفس تکبر اور سرکشی مین مبتلا ہو جاویگا اس نظر سے دوا چھوڑ دیتا ہی کہ ایسا نہو کہ مرض جلد دور ہو جاوے تو پھر وہی غفلت اور اترانا اور سرکشی اور طول امل اور لیت و لعل تدارک مافات عود کر آوے اور خیرات مین تاخیر کرنے لگے اسلیے کہ تندرستی اسیکا نام ہے کہ صفات سب قوی ہون اور انھین کے باعث خواہش نفس اٹھتی ہی اور شہوات کو جنبش ہوتی ہی اور معاصی کی رغبت دلاتی ہین کمتر درجہ یہہ ہے کہ مباحات سے لذت حاصل کرنیکیطرف بلاتی ہین اور یہہ اوقات کا ضایع کرنا ہی اور نفع عظیم مخالفت نفس اور ملازمت طاعت کو برباد کر دینا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہی تو اسکو امراض و مصائب سے متنبہ کردینے سے خالی نہین چھوڑتا اسی جہت سے مشہور ہی کہ ایماندار علت یا قلت یا ذلت سے خالی نہین ہوتا اور ایک حدیث قدسی مین ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مفلسی میرا جیلخانہ ہی اور مرض میری بیڑی ہی اسمین مین اسی کو قید کرتا ہون جسکو اپنی مخلوق مین سے دوست رکھتا ہون پس جب کہ مرض مین آدمی سرکشی اور گناہون کے ارتکاب سے رکا رہتا ہی تو اس سے زیادہ اور کونسی چیز ہوگی اور جس شخص کو اپنے نفس پر خوف سرکشی و گناہ کا ہو اسکو اپنے مرض کا علاج ہرگز نہ کرنا چاہیے کیونکہ گناہ نکرنے ہی مین خیریت ہی چنانچہ بعض عارفین نے کسی سے پوچھا کہ تم میرے بعد کیسے رہے اسنے کہا کہ خیریت سے رہا انھون نے فرمایا کہ اگر تمنے کوئی گناہ خداے تعالیٰ کا نہین کیا تو واقع مین خیریت سے رہے اور اگر گناہ کیا تو گناہ سے بڑھکر کونسا روگ ہی جسنے گناہ کیا وہ خاک خیریت سے رہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراق مین عید کے روز کی زینت کو دیکھکر پوچھا کہ ان لوگون نے یہہ کیا کیا ہی لوگون نے عرض کیا کہ یہہ دن انکی عید کا ہی آپنے فرمایا کہ جس روز ہم خداے تعالیٰ کی نافرمانی نکرین تو وہ دن ہماری عید کا ہی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی من بعد ما اراکم ما تحبون یعنی عافیت کو اور فرمایا ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنیٰ

۱؎ ابو یعلیٰ و ابن عدی بروایت ابوہریرہ و طبرانی بروایت ابو درداء مگر بخار کی جگہ درد سر نقل کیا ہی ۱۲ ۲؎ قضاعی در مسند شہاب بروایت ابن مسعود و سند ضعیف ۱۲

اور استغنا خواہ مال سے ہو یا عافیت سے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہو کہ فرعون نے جو دعوی خدائی کیا تھا اسکی وجہ یہی تھی کہ مدت تک آرام سے رہا تھا یعنے چار سو برس تک نہ سر میں درد ہوا نہ بدن پر حرارت آئی نہ کوئی رگ تیز چلی اسی لیے دعوے خدائی اس مردود نے کیا اور اگر ایک روز کو درد نیم سری اسکو ہو جاتا تو دعوی خدائی کا تو کیا ذکر ہی اور بیہودہ امور سے بھی باز رہتا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اکثروا من ذکر ہاذم اللذات اور کہتے ہین کہ بخار موت کا قاصد ہے تو واقع مین موت کی یاد دلانیوالا اور لیت و لعل کا دفع کرنے والا ٹھہرا اور اللہ تعہ فرماتا ہی اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ہم یذکرون اسکے معنے یہ ہین کہ انکو امراض مین مبتلا کر کے انکا امتحان لیا جاتا ہی۔ اور کہتے ہین کہ بندہ جب دو بار بیمار ہوتا ہے اور توبہ نہین کرتا تو اس سے ملک الموت یون کہتا ہی کہ اے غافل تیرے پاس میرا قاصد پر قاصد آیا اگر تو خبر نہوا اور اکابر سلف کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی سال نیر ایسا گزرتا جسمین انپر کوئی مصیبت نفس یا مال کی نہوتی تو بہت گھبراتے اور بعض اکابر کا قول ہی کہ ایمان دار پر ہر چالیس دن مین کوئی خوف یا مصیبت آجایا کرتی ہی یہانتک کہ روایت ہی کہ حضرت عمار بن یاسر رضہ نے ایک عورت سے نکاح کیا وہ کبھی بیمار نہوتی اسلیے آپ نے اسکو طلاق دیدی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کی تعریف ہوئی یہانتک کہ آپ نے چاہا کہ اسکو شرف نکاح سے مشرف فرماوین مگر لوگون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ عورت کبھی بیمار نہین ہوئی آپ نے فرمایا کہ تو مجھے اسکی کچھ حاجت نہین اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیماریون اور درد و نکا ذکر فرمایا کہ درد سر ایسا ہے اور فلان مرض ایسا ایک شخص نے کہا کہ درد سر کیا ہوتا ہی مین تو اسکو جانتا بھی نہین آپ نے فرمایا کہ تو مجھسے علیحدہ رہ جو کوئی چاہے کہ دوزخی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھے اور یہ اسلیے فرمایا کہ دوسری حدیث مین وارد ہو چکا ہی کہ بخار ایماندار کے لیے نار اسکا حصہ ہی آتش دوزخ سے اور حضرت انس اور حضرت عائشہ رضہ کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کے روز شہیدون کے ساتھ بھی کوئی ہوگا آپ نے فرمایا کہ البتہ جو شخص ہر روز موت کو بیس بار یاد کر لیا کرے اور ایک روایت مین ہے کہ جو شخص اپنے گناہون کو یاد کر کے رنجیدہ ہوا کرے اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد مرض مین بہت ہوتی ہی پس جب یہ فوائد مرض کے بہت ہوئے تو بعض اکابر نے تدبیر زوال مرض کی اور علاج بالکل ترک کیا اسوجہ سے کہ اپنے واسطے اسی مین زیادتی درجہ دیکھی اس جہت سے نہین چھوڑا کہ دوا کرنے کو نقصان سمجھا ہو اور دوا کرنا نقصان کیسے ہو سکتا ہی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا **سلیم دوم** ان لوگون کے اقوال کے رد مین جو دوا نہ کرنے کو ہر حال مین افضل کہتے ہین واضح ہو کہ اگر کوئی یون کہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دوا کی تھی تو اس نظر سے کی تھی کہ وہ اوروں کے لیے مسنون ہو جاوے ورنہ دوا کرنا ضعفا کا حال ہی قوی لوگون کا درجہ مقتضی اس امر کا ہی کہ توکل دوا نہ کرنے پر کیا جاوے تو اس سے یہ کہنا چاہیے کہ تمہاری تقریر کے بموجب توکل مین شرط ہونا چاہیے کہ پچھنے بھی نہ لگاوے اور جوش خون کے وقت فصد بھی نہ لیوے اگر وہ کہے کہ ان مین بھی شرط ہی تو یہ بھی لازم آویگا کہ اگر متوکل کو بچھو یا سانپ کاٹے تو اسکو اپنے پاس سے نہ ہٹاوے اسلیے کہ خون اندر کاٹتا ہی اور بچھو ظاہر بدن پر کاٹتا ہی اور ان دونون مین کچھ فرق نہین جیسے آگ سے علیحدگی سچا ہے ویسے ہی اس سے بھی کنارہ نکرے پھر اگر اسکو بھی شرط توکل کہے تو

اس سے یہ کہنا چاہیے کہ متوکل کو نچاہیے کہ تشنگی اور بھوک اور سردی کے گزند کو اپنے اوپر سے دور کرے انکے لیے بھی پانی اور روٹی اور کپڑے سے دور نکرے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین کہ کھانے اور پانی اور لباس کا استعمال چھوڑنا داخل توکل ہو اور ان چیزوں مین دوا ول کی بات مین کچھ فرق نہین بلکہ جسطرح دوا زوال مرض کا سبب ہو اسیطرح پانی زوال تشنگی کا باعث ہو اور ان سب اسباب کو خدائے تعو نے اسی لیے بنایا ہو اور اسی طرح اپنی عادت رکھی ہو اور اسکے توکل کی شرط نہونے کی یہ دلیل ہو کہ صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد مبارک مین آپ کے ساتھ جب قصد شام کا کیا اور جابیہ تک متصل دمشق کے پہونچے انکو خبر پہونچی کہ شام مین طاعون اور وبائے عظیم پھیلی ہوئی ہو اب یہان لوگون کے دو فرقے ہوگئے بعضے نے تو کہا کہ ہم وہان نجائینگے اور جلتی آگ مین خود نگر ینگے اور بعض لوگون نے کہا کہ ہم شہر مین جائینگے اور اللہ پر توکل کرینگے خدا کی تقدیر سے گریز نکرینگے موت سے نہ بھاگینگے ورنہ ان لوگون کے مانند ہوجاوینگے جن کی شان مین خدا تعو فرماتا ہو الم ترا الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت غرض دونون فرق حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوے اور آپ سے استمزاج لیا آپ نے فرمایا کہ یہان سے ہٹنا چاہیے وبا مین داخل نہونا چاہیے جن لوگون کی تجویز آپ کے موافق نہ تھی انھون نے عرض کیا کہ کیا ہم خدا تعو کی تقدیر سے بھاگین آپ نے فرمایا کہ ہان تقدیر اسی کی تقدیر کیطرف بھاگتے ہین اسمین کیا مضائقہ ہو پھر آپ نے ان کے سامنے ایک مثال بیان فرمائی کہ بھلا اگر کسی شخص کے پاس تم مین سے ایک گلہ بکریون کا ہو اور اسکو دو گھاٹیان چرانے کے لیے ہون ایک مین سبزی خوب ہو اور دوسری خشک ہو تو وہ اگر سبزی والی مین چراویگا تب بھی خدائے تعو کے حکم سے ہوگا اور اگر خشک مین چراویگا تب بھی خدائے تعو کی تقدیر سے ہوگا لوگون نے اسکی تصدیق کی پھر آپ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو طلب فرمایا کہ ان کی صلاح لین دوسرے روز حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ تشریف لائے آپ نے انسے صلاح لی انھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین اسباب مین میری راے یہ ہو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنی ہو آپ نے فرمایا اللہ اکبر اسکو بیان کیجیے انھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہو کہ جب کسی سر زمین مین تم وبا سنو تو اسپر جرأت نہ کرو اور جب ایسی جگہ مین وبا ہو جہان تم موجود ہو تو وہان سے اسکے مارے مت نکلو حضرت عمرؓ اسکو سنکر بہت خوش ہوے اور اپنی راے کی مطابقت حدیث سے معلوم کرکے خدا کا شکر کیا اور لوگون کو جابیہ سے ہٹا لائے تو اب دیکھنا چاہیے کہ صحابہؓ اور سب کا اتفاق ترک توکل پر کیسے ہوگیا اگر ان جیسے امور شرط توکل ہون تو صحابہؓ کا ترک توکل جو اعلے مقامات مین سے ہو لازم آتا ہو اب اگر کوئی کہے کہ پھر جس شہر مین وبا ہو اس سے نکلنے کو کیون منع فرمایا ہو حالانکہ وبا کا باعث طب مین ہوا ہو اور ہوا ہی مضر بھی ہو اور ظاہر ہو کہ مضر چیز سے گریز کرنا عمدہ علاج ہے تو کیا وجہ ہو کہ اسکی اجازت نہ ملی تو اسکا جواب یہ ہو کہ اسمین تو خلاف نہین کہ مضر چیز سے گریز کرنا داخل ممانعت نہین جیسے پچھنے لگانا اور فصد کھلانی کہ مضر چیز سے بچنے کے لیے کیجاتی ہو اور ان جیسی باتون مین توکل کا چھوڑنا مباح ہو مگر اس سے کچھ مقصود مذکورہ بالا پر دلالت نہین پائی جاتی ہو ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ہوا کا ضرر صرف ظاہر بدن پر لگنے سے نہین ہوتا بلکہ ہمیشہ اسمین سانس لینے سے ہوتا ہو یعنی جیسے ہوا مین بدبو اور نقصان ہوتا ہو اور اسمین زیادہ سانس لیا جاتا ہو تو وہ پھیپھڑے اور دل اور اندر کے پردون مین سانس کے ذریعے سے بتدریج پہونچکر تاثیر کرتی ہو بہرحال ظاہر بدن پر وبا ظاہر نہین ہوتی جبتک کہ باطن مین خوب تاثیر نہ کر چکے اس صورت مین اگر

کوئی شخص شہر مین رہتا ہو اور وہان سے نکلیگا تو غالب یہی ہے کہ جو تاثیر ہوا کی اسکو ہو چکی ہے اُس سے نہ بچیگا لیکن احتمال خلاصی کا بھی ہے کہ ابھی شاید تاثیر قوی نہوئی ہو تو یہ وبا سے نکلنا ایک وہمی سبب خلاص کا ہوا جیسے جھاڑ پھونک اور شگون وغیرہ ہوتے ہین اب اگر وہان سے نکلنے مین صرف یہی بات پائی جاتی تو مخالف توکل نہ تھی اور نہ اسکی ممانعت ہوتی مگر ممانعت ایک دوسرے سبب سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تندرستون کو اجازت نکلنے کی دیجاوے تو شہر مین سوا مبتلایان وبا کے اور کوئی نہ رہے کہ انکو کھانا کھلاوے یا پانی کا گھونٹ پلاوے اور وہ خود متکفل ان باتون کے اپنے مرض کے باعث نہین ہو سکتے اس حال مین تندرستون کا وہان سے نکلنا گویا حقیقت مین بیمارونکو زندہ درگور کرنا ہے جنکی توقع زیست بھی ہے جیسے تندرستون کو احتمال بچ جانے کا ہے ویسا ہی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بچ جاوین اگر تندرست وہان ٹھہر رہینگے تو موت کا یقین نہین کہ خواہی نخواہی مر جاوینگے اگر چلے جاوینگے تو بچنے کا یقین نہین مگر انکا نکلنا البتہ باقی بیمارون کے حق مین یقینی زہر ہوگا۔ اور مسلمان سب آپس مین مثل عمارت کے ہین کہ ایک کی تقویت دوسرے سے ہے یا مثل جسم کے اعضا کے ہین کہ جب ایک عضو مین درد ہوتا ہے تو دوسرون کو بھی پہنچتی ہوتی ہے پس نکلنے سے منع کرنے کی وجہ ہمارے نزدیک یہی معلوم ہوتی ہے آگے خدا جانے اور جو شخص ابھی تک شہر مین داخل نہین ہوا اسکے حق مین یہ معاملہ برعکس ہے یعنے اسکے باطن مین ہوا نے ابھی اثر نہین کیا نہ شہر کے بیمارونکو اسکی حاجت ہے اگر وہ آویگا تو یہ تلف ہو جاوینگے ہان اگر بالفرض وبا والے شہر مین سوائے وبازدہ لوگون کے اور کوئی نہ رہا ہو اور انکو حاجت خدمتگزارون اور متکفلون کی ہو اور اسوقت کچھ لوگ ان کی اعانت کو آوین تو کیا عجب ہے کہ انکا اسطرح آنا مستحب گنا جاوے اور منع نہو اسلیے کہ ضرر کا ہونا تو امر موہوم ہے اور بقیہ مسلمانون سے ضرر کا دفع کرنا یقینی اور یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف مین وبا سے بھاگنے کو ایسا فرمایا ہے جیسے جہاد کی صف سے بھاگنا یعنے اپنے بھاگنے سے دوسرے مسلمانونکی دل شکنی اور انکے تباہ ہونے مین سعی پائی جاتی ہے یہ باتین باریک ہین جو انکو لحاظ نہین کرتا اور ظاہر احادیث و آثار پر نظر کرتا ہے تو اسکے نزدیک اکثر باتین جو اسکے گوش زد ہوتی ہین ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہوتی ہین عابدون اور زاہدون کو ایسی صورتون مین بہت دھوکا پڑتا ہے اور غلطی کر جاتے ہین علم کو خدا تعالے نے اسی سے شرف دیا ہے اب تقریر گزشتہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوا کے نکرنے مین بہتری ہے تو اسپر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دوا نکی ہوتی تاکہ یہ فضیلت بھی آپ کو ملتی اسکا جواب یہ ہے کہ دوا کے نکرنے کی فضیلت اسی شخص کے حق مین ہے کہ جو اپنے بہت سے گناہون کا مرض کو کفارہ کیا چاہتا ہو یا تندرستی کی حالت مین اپنے نفس کی سرکشی سے خوف رکھتا ہو یا شہوات کے غلبے کا ڈر ہو یا غلبۂ غفلت کی جہت سے موت کا یاد رکھنا چاہتا ہو یا مقامات متوکلین اور مریض شخصون سے قاصر ہو کہ صابرین ہی کے ثواب کا خواہان ہو یا جو فوائد لطیفہ کہ خدا تعالے نے دواؤن مین رکھے ہین انکو خوب نہ سمجھتا ہو حتی کہ دواؤن کو مثل جھاڑ پھونک کے وہمی جانتا ہو یا اپنی حالت مین ایسا مشغول ہو کہ دوا نکر سکتا ہو اور اگر دوا کرے تو اس حالت سے جاتا رہے کیونکہ دونون کے جمع کی تاب بسبب ضعف کے نہین رکھتا تو غرضکہ مانع علاج کی یہی باتین ہین اور یہ سب امور بہ نسبت بعض لوگون کے کمال مین داخل ہین مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درجے کے لحاظ سے نقصان مین شامل ہین بلکہ آپ کا مقام ان سب مقامات سے اعلے اور اشرف تھا اسلیے آپ کا حال مقتضی اس امر کا تھا کہ آپکا مشاہدہ اسباب کے وجود و عدم دونو میں ایک سا رہے کیونکہ آپکو بہر حال التفات مسبب الاسباب ہی کیطرف تھا اور جس شخص کا رتبہ یہ ہو اسکو اسباب سے کچھ ضرر نہین ہوتا جیسا

کہ ہمنے مال کے باب مین بیان کیا ہے کہ اُسکی رغبت بھی نقصان ہی اور اُس سے نفرت بھی گو کمال ہی مگر پھر بھی بنسبت اُس شخص کے جسکے
نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہو نقصان ہی یعنے ڈھیلے اور سونے کا برابر ہونا اسبات سے کامل تر ہی کہ سونے سے نفرت ہو اور
ڈھیلے سے نہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی حال تھا کہ ڈھیلا اور سونا آپ کے نزدیک برابر تھا اور اسکو آپ اسلیے نرکھتے تھے کہ خلق کو مقام زہد
کی تعلیم فرمائین کہ غایت ان کی قوت کی یہی ہی نہ اُس خوف سے کہ اسکے رکھنے سے آپ کے نفس کو معاذ اللہ کسی طرح کا ڈر تھا اس سے تو آپ کا
رتبہ کہین بڑھکر تھا کہ دنیا آپ کو فریب دے سکے آپکے اوپر زمین کے خزانے پیش کیے گئے آپ نے انکو قبول نہ فرمایا اسی جیسے مشاہدے کی
جہت سے آپ کے نزدیک اسباب کا استعمال کرنا اور نکرنا مساوی تھا اور استعمال دوا کو جو چھوڑا تو اس نظر سے کہ خداے تعالے کی عادت اسیطرح جاری ہے
اور اُمت کو انکی حاجت کی چیز کی اجازت دینی منظور تھی باوجودیکہ اسمین کچھ ضرر نہین بخلاف مال جمع کرنیکے کہ اُسکا ضرر بہت بڑا ہی ہان دوا کرنیکا
ضرر ایک صورت مین ہوسکتا ہی کہ صرف دوا ہی کو نافع سمجھے نہ اُسکے پیدا کرنیوالے کو یہ امر البتہ شریعت مین ممنوع ہی یا اس صورت مین ہوسکتا ہی
کہ دوا کرنے سے حصول صحت اسلیے منظور ہو کہ اُس سے اعانت معاصی پر لیجاوے یہ بھی ممنوع ہی مگر یہ دونون صورتین شاذ و نادر ہین اکثر ایماندار
صحت کو معصیت کیواسطے نہین چاہتے نہ کوئی دوا کو بذات خود مفید سمجھتے بلکہ اسی نظر سے مفید جانتا ہی کہ خداے تعالے نے اسمین نفع رکھدیا ہی
جسطرح کہ پانی اور روٹی کو پیاس اور بھوک کے لیے بذات خود نافع نہین جانتا حاصل یہ کہ حکم دوا کرنے کا وہ ہی جو حکم اُس کام کا ہی جسکے لیے
دوا کرتا ہی یعنی اگر اسلیے دوا کرتا ہی کہ استعانت طاعت یا معصیت پر ہو تو ایسا حکم ہوگا اور اگر اسلیے ہی کہ اشیاے مباح سے لذت حاصل کرے
تو ویسا ہوگا۔ اس ساری تقریر سے ظاہر ہوا کہ بعض احوال مین دوا نکرنا افضل ہی اور بعض مین دوا کرنا بھی افضل ہوتا ہی اور یہ افضلیت باعتبار حالات
اور لوگون اور اُنکی نیتون کے مختلف ہوتی ہی اور نیز معلوم ہوا کہ توکل مین دوا کا کرنا یا نکرنا کچھ شرط نہین صرف شرط یہ ہی کہ وہمی باتونکو چھوڑ دے اور ایسی
تدبیرون مین پڑجاتا ہی جو متوکلین کی شان نہین زیبا نہین تنبیہ مرض کے ظاہر کرنے اور پوشیدہ رکھنے کے بیان مین جاننا چاہیے کہ مرض اور افلاس اور اقسام
مصائب کو پوشیدہ رکھنا نیکی کے خزانون مین سے ہی اور بڑا رتبہ عالی ہی اسلیے کہ خداے تعالے کے حکم پر راضی ہونا اور اسکی بلا پر صبر کرنا
اور وہی معاملہ ہے جو بندے مین اور خداے تعالے مین ہی تو اسکو چھپانے مین آفتون سے زیادہ تر بچاؤ کی صورت ہی مگر تاہم اسکے ظاہر
کرنے مین بشرطیکہ نیت درست ہو کچھ مضائقہ نہین اور ایسی غرض جنکے لیے ظاہر کرنا مرض وغیرہ کا درست ہو تین ہین اول یہ کہ مقصود
اُسکے اظہار سے طلب علاج ہو یعنی طبیب سے اپنا حال بیان کرے نہ شکایت کے طور پر بلکہ حکایت کے طور پر یہ کہ جو کچھ قدرت اللہ تعالے کی
اُسپر ظاہر ہو جون کی تون نقل کردے چنانچہ حضرت بشر عبدالرحمن طبیب کے سامنے اپنے درد کا بیان کیا کرتے اور حضرت امام احمد بن حنبل رح
جو مرض ہوتا اسکو کہدیا کرتے اور فرماتے کہ جو کچھ اللہ تعالے کی قدرت نے مجھ مین اثر کیا مین صرف اسکو کہتا ہون دوسرے یہ کہ مریض
مقتدا لوگون مین سے ہو اور معرفت مین مستقل ہو وہ اپنے مرض کو سوائے طبیب کے اورون سے اس غرض سے کہے کہ لوگ مرض مین اچھی طرح صبر کرنا
سیکھین بلکہ اچھی طرح شکر کرنا تعلیم پاوین یعنے ایسی طرح مرض کو بیان کرے کہ اس سے معلوم یہ ہو کہ اُسکے نزدیک مرض ایک نعمت ہی
اور جسطرح نعمت کا ذکر کرتے ہین اسیطرح مرض کا بھی ذکر کرے کہ لوگ اسپر شکر کیا کرین حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ جب مریض اللہ تعالے
کی حمد اور شکر کے بعد اپنا درد بیان کرتا ہی تو یہ بیان داخل شکایت نہین رہتا تیسرے یہ کہ اظہار مرض سے غرض اپنی عاجزی

اور خداے تعالی کیطرف احتیاج ظاہر کرتی ہو اور یہ صورت ایسے شخص سے اچھی معلوم ہوتی ہو جو قوت و شجاعت کے شایان ہو اور
عاجزی کرنی اس سے بعید معلوم ہوتی ہو جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حالات مرض مین لوگون نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے
فرمایا کہ برا ہون لوگ ایک دوسرے کو تاکنے لگے یعنی اس جواب کو اچھا نہ جانا بلکہ شکایت سمجھی آپ نے فرمایا کہ کیا مین خداے تعالے
پر بہادری کرون غرضکہ آپ نے اپنا عجز اور احتیاج خداے تعالے کیطرف ظاہر کرنی اچھی سمجھی باوجودیکہ آپ کی قوت و شجاعت معروف
و مشہور تھی اور اسمین وہی طریق چلے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تعلیم فرمایا تھا کہ جب آپ بیمار ہوتے تھے تو دعا مانگتے
کہ الہی مجکو بلا پر صبر عنایت فرما آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا کا سوال تو نے خود کیا اللہ تعالے سے تندرستی کی دعا مانگو۔
حاصل یہ کہ ان تین نیتون سے مرض کے ذکر کرنے کی اجازت ہو اور اظہار مین انکی شرط ہونے کی وجہ یہ ہو کہ ذکر مرض شکایت ہے
اور خداے تعالے کی شکایت کرنی حرام ہو جیسے کہ افلاس کے باعث سوال کی حرمت مین ہم ذکر کر چکے ہین کہ شکایت کے متضمن ہونیکی
جہت سے بدون ضرورت حلال نہین ہوتا اور ذکر مرض قرینۂ خفگی اور خداے تعالے کے فعل کو اچھا سمجھنے کی وجہ سے شکایت ہوجاتا ہو
پس اگر قرینۂ خفگی بھی نہو اور نہ وہ تینون نیتین مذکورہ بالا ہون تو اظہار مرض کو حرام تو نہین کہہ سکتے البتہ یہ کہینگے کہ اسکا اظہار نکرنا بہتر
تھا کیونکہ اسمین بعض اوقات تو وہم شکایت کا ہوتا ہو اور بعض اوقات بناوٹ کو دخل ہوتا ہو کہ جسقدر بیماری موجود ہو اس سے زیادہ بیان
ہوجاتی ہو یا جسقدر توکل دوا نکرنے مین کیا ہو اس سے زیادہ کہدیا جاتا ہو ایسی صورتین اسکے لیے اظہار کی کوئی وجہ نہین معلوم
ہوتی اظہار کی نسبت کہ اگر دوا کرے اور آرام پاوے تو اچھا ہو اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس شخص نے مرض کو کہدیا اسنے صبر نہین کیا
اور قرآن مجید مین جو صبر جمیل وارد ہو اسکی تفسیر مین لکھا ہو کہ اس سے مراد وہی صبر ہو جسمین شکایت نہو۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے
کسی نے پوچھا کہ آپ کی آنکھین کس چیز نے کھوئین آپ نے فرمایا کہ مرور زمان اور کثرت اندوہ نے پس اللہ تعالے نے انپر وحی بھیجی کہ تم
میری شکایت کے لیے میرے بندون کے سامنے تیار ہوگئے آپ نے عرض کیا کہ الہی مین نے توبہ کی اب ایسا نہوگا اور حضرت
طاؤس اور مجاہد رح روایت کرتے ہین کہ بیمار جو اسکا آہ آہ کرنا لکھا جاتا ہو اور اکابر سلف بیمار کی آہ کو برا جانتے تھے اس سبب سے کہ آہ
کرنا بھی ایسی بات کا اظہار ہو جو مقتضی شکایت ہو یہانتک کہ روایت ہو کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے شیطان کا بہرہ اور کچھ نہین ہوا مگر
اسکے کہ آپ نے اپنے مرض مین آہ کی تھی اس ملعون نے آپ کی اسی آہ کو اپنا بہرہ کر لیا اور حدیث شریف مین ہو کہ جب بندہ مرض مین مبتلا ہوتا
ہو اللہ تعالے دونون فرشتون کو وحی فرماتا ہو کہ دیکھو اپنے عیادت کرنے والون سے کیا کہتا ہو پس اگر بیمار اپنے پوچھنے والون سے خدا کا شکر
اور وصف بیان کرتا ہو تو فرشتے اسکے لیے دعاء خیر کرتے ہین اور اگر وہ شکایت کرتا ہو اور برائی بیان کرتا ہو تو وہ دونون فرشتے
کہتے ہین کہ تو ایسا ہی رہیگا۔ اور بعضے عابد شکایت کے خوف سے اور اس ڈر سے کہ کہین کلام زیادہ نہو جاوے اپنی عیادت
بری جانتے تھے حتے کہ اگر بیمار پڑتے تو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیتے کوئی انکے پاس نجاتا جب اچھے ہوتے تو خود ہی لوگون مین
نکلتے یہی حال فضیل رح بن عیاض اور وہیب بن الورد اور بشر بن الحارث کا تھا اور حضرت فضیل فرمایا کرتے کہ مین یہ چاہتا ہون
کہ بیمار ہون مگر عیادت کرنے والے نہون مین بیماری سے نہین لوگون کے باعث گھبراتا ہون

چھٹا باب محبت اور شوق اور انس ورضا کے بیان مین

رباعی چاہیے جو سلوک راہ وین اے دلبر؛ اول ہی سے اپنا رہنما شوق کو کر؛ پھر داغ محبت سے بنا دیدہ دل؛ تا انس و رضا کا آوے میدان نظر؛ جاننا چاہیے کہ محبت الٰہی سب مقامات مین سے انتہا درجہ کی غایت اور سب مین بلند رتبہ رکھتی ہے اسلیے کہ بعد ادراک محبت کے کوئی سا مقام کیون نہو خواہ شوق ہو یا انس یا رضا وغیرہ سب اسکے توابع اور ثمرات ہین اور محبت سے پہلے جتنے مقامات مثل توبہ اور صبر اور زہد اور دوسرے مقامات کے ہین وہ سب محبت کے مقدمات ہین۔ اور دوسرے مقامات اگرچہ انکا ہونا بہت نادر ہو پھر بھی سب دلون مین انکا امکان ہوتا ہو اور اسکے امکان کے ایمان سے کوئی دل خالی نہین ہوتا مگر محبت الٰہی پر ایمان ہی لانا مشکل ہے یہانتک کہ بعض علما نے اسکے امکان ہی سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ محبت الٰہی کے یہی معنی ہین کہ اسکی طاعت پر مواظبت کیجاوے اور محبت حقیقی خدائے تعالیٰ کے ساتھ محال ہو کیونکہ وہ اپنی جنس اور مثل کے ساتھ ہوتی ہے اور ان لوگون نے حب محبت کا انکار کیا تو انس اور شوق اور لذت مناجات اور تمام لوازم محبت کو انکار کر بیٹھے اسلیے اسباب مین ہمکو ضرور ہوا کہ جو امور محبت سے متعلق ہین مع دلائل شرعی کے جو محبت مین وارد ہین بیان کرین اور یہ باب مشتمل ہے دو فصلون اور ایک خاتمے پر

فصل اول محبت کے ذکر مین اور اسمین بھی بارہ بیان ہین **اول بیان** دلائل شرعی کا اسباب مین کہ بندے کو محبت خدائے تعالیٰ سے ہوتی ہے یعنے اس محبت کا وجود ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جمیع امت کا اتفاق اسپر ہے کہ بندے کو خدائے تعالیٰ اور اسکے رسول سے محبت فرض ہو پس اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر محبت کا وجود ہی نہو تو فرض کیسے کیجاویگی اور محبت کی تفسیر جو بعضے لوگ طاعت سے کرتے ہین وہ کیسے ہوسکتی ہے اسلیے کہ طاعت تو تابع محبت اور اسکا ثمرہ ہو پہلے محبت کا وجود ہولے تو پھر محبوب کی اطاعت ہو اور محبت کے وجود پر یہ دلیل ہو کہ خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو یحبہم ویحبونہ اور دوسری جگہ ارشاد ہو والذین آمنوا اشد حبا للہ ان دونون آیتون سے معلوم ہوتا ہو کہ محبت کا وجود بھی ہو اور اسمین تفاوت بھی ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث مین محبت الٰہی کو شرط ایمان فرمایا ہو چنانچہ ابو رزین عقیلی نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اسکے رسول کا تیرے نزدیک سب ان کے ماسوا سے محبوب تر ہونا ایمان ہو اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ لا یومن احدکم حتے یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما اور دوسری حدیث مین ہو کہ لا یومن العبد حتے اکون احب الیہ من اہلہ ومالہ والناس اجمعین اور ایک روایت مین ومن نفسہ بھی ہو اور کیون نہو کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہو قل ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموہا وتجارۃ تخشون کسادہا ومساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتے یاتی اللہ بامرہ اور اسکو تہدید اور انکار

حتے وہ انکو چاہتا ہو اور وہ اسکو چاہتے ہین ۱۲ ف اور ایمان والونکو اس سے زیادہ محبت اللہ کی ۱۲ ۳ حم احمد مع اندکسار زیادتی در اول اور اسکی سند مین انقطاع ہو ۱۲ ۴ حم تم مین سے کوئی مومن نہوئیگا جبتک کہ اللہ اور اسکا رسول اسکے نزدیک انکے ماسوا سے محبوب تر نہوں ۱۲ بخاری و مسلم بروایت انس ۱۲

۵ ۴ بندہ مومن نہین ہوتا جبتک کہ مین اسکے نزدیک اسکے گھر والون اور مال اور سب لوگون سے محبوب تر نہون ۱۲ مسلم بروایت انس ۱۲ ۷ مسلم مین نہین ہے ۱۲ [illegible]

ہی کی جگہ مین ارشاد فرمایا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی محبت کے لیے حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا احبوا اللہ لما یغذوکم بہ من نعمة واحبونی لحب اللہ ایاے اور ایک روایت مین ہو کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین آپ سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ مفلسی کے لیے تیار رہیو اسنے عرض کیا کہ مین اللہ سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ تو بلا کے لیے تیار ہوجا۔ اور حضرت عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رض کو آتے ہوے دیکھا کہ ایک مینڈھے کی کھال کمر سے لپیٹے چلے آتے ہین آپ نے لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالے نے اسکا دل روشن کردیا ہو مین نے اسکو اسکے مان باپ کے سامنے دیکھا تھا کہ اسکو عمدہ کھانا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے اور اب اللہ اور رسول کی محبت نے اسکا یہ درجہ کیا ہو جو دیکھتے ہو اور حدیث مشہور مین ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ملک الموت علیہ السلام سے اسوقت ارشاد فرمایا جب وہ آپ کی روح کے قبض کے لیے تشریف لاے کہ بھلا تمنے کوئی ایسا خلیل دیکھا ہو جو اپنے خلیل کو مارے اللہ تعالے نے آپ پر وحی بھیجی کہ بھلا تمنے کوئی ایسا محبت والا دیکھا ہے کہ اپنے حبیب کی ملاقات کو برا جانے پس آپ نے ملک الموت علیہ السلام سے فرمایا کہ اب قبض کرو اور یہ بات اسی بندے پر کھلتی ہو جو اللہ تعالے سے بتمام دل محبت رکھتا ہو وہ جب جانتا ہو کہ موت سبب ملاقات کا ہو تو اسکا دل موت کیطرف راغب ہوتا ہے اور خدائے تعالے کے سوا کوئی محبوب نہین ہوتا کہ اسکی طرف التفات کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین ارشاد فرماتے اللھم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب ما یقربنی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد اور ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی آپ نے فرمایا کہ تو نے اسکا کیا سامان کیا ہو اسنے عرض کیا کہ مین نے بہت سی نمازین اور بہت روزے تو ذخیرہ نہین کیے مگر مجکو اللہ تعالے اور اسکے رسول سے محبت ہو آپنے فرمایا کہ المرء مع من احب یعنے آدمی اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہو حضرت انس فرماتے ہین کہ مین نے مسلمانونکو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہین دیکھا جیسا اس بات کو سنکر خوش ہوے اور حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہین کہ جو شخص خالص محبت الٰہی سے مزہ چکھتا ہو وہ ذائقہ طلب دنیا سے اسکو روک دیتا ہو اور تمام آدمیون سے اسکو وحشت دلاتا ہو اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالے کو پہچانتا ہو اسکو محبوب جانتا ہو اور جو دنیا کو پہچانتا ہو اسمین زہد کرتا ہو اور ایماندار آدمی لہو مین نہین پڑتا کہ غافل ہوجاوے وہ تو جب فکر کرتا ہو اندوہ کرتا ہو اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ اللہ تعالے کے مخلوق مین کچھ ایسے لوگ بھی ہین کہ جنت اور اسکے درمیان کی نعمت انکو خداے تعالے سے نہین روکتی دنیا کے باعث تو کیسے خداے تعالے سے باز رہینگے اور حضرت عیسے علیہ السلام تین شخصون پر گزرے جنکے بدن لاغر اور رنگ متغیر تھے آپ نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیون ہوا ہے انھون نے عرض کیا کہ آتش دوزخ کے خوف سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے خوف والونکو ضرور مامون رکھیگا پھر وہان سے بڑھکر آپ اور تین شخصون پر گزرے وہ پہلون سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ کے متغیر تھے آپنے انسے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کسوجہ سے

ا ح اللہ سے محبت اسوجہ سے کرو کہ وہ تمکو ہر صبح اپنی نعمت سے سرفراز فرماتا ہو اور مجھ سے محبت اسلیے کرو کہ خداے تعالے مجھ سے محبت رکھتا ہو ۱۲ ترمذی بروایت ابن عباس اور کہا ہو کہ حسن اور غریب ہے ۱۲ ۲ ح ترمذی بروایت عبداللہ بن مغفل باختلاف الفاظ اور اسمین آخر حدیث نہین ہو ۱۲ ۳ ح ابونعیم در حلیہ ۱۲ ۴ ح اسکی

انھون نے عرض کیا کہ جنت کے شوق کے باعث سے آپنے فرمایا کہ ضرور ہو کہ خدا ے تعالیٰ تمکو وہ چیز عنایت فرمائے جسکے تم متوقع ہو پھر آپ تیسرے
اور تین شخص دیکھے جو پہلے دونون فرقون سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ بدلے تھے نور کا یہ عالم تھا کہ گویا چہرون پہ آئینے کھچے تھے
آپ نے انسے پوچھا کہ کس چیز سے تم ایسے ہو رہے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہین آپنے فرمایا کہ
عنقریب تمھین ہو۔ اور عبدالواحد بن زید فرماتے ہین کہ مین ایک شخص پر گذرا جو برف مین سوتا تھا مین نے پوچھا کہ تمکو سردی نہین
معلوم ہوتی اسنے کہا کہ جو شخص محبت الٰہی مین گرم رہتا ہو اسکو سردی نہین معلوم ہوتی اور سری سقطی فرماتے ہین کہ قیامت کے روز
جنکو محبت الٰہی غالب ہو گی انکو انبیا کے نام سے پکارینگے مثلاً ارشاد ہوگا کہ اے امت موسیٰ اور اے امت عیسیٰ اور اے امت محمدؐ
مگر محبین اسطرح پکارے جاوینگے کہ اے اولیاء اللہ خداے پاک کیطرف چلو انکے دل خوشی کے مارے نکلے پڑتے ہون گے اور ہرم
بن حیانؓ فرماتے ہین کہ ایماندار جب اپنے رب کو پہچانتا ہو تو اس سے محبت کرتا ہو اور جب محبت کرتا ہے تو اسی کی طرف متوجہ
ہوتا ہے اور جب اس توجہ کا مزا پاتا ہو تو دنیا کی طرف خواہش کی نظر سے نہین دیکھتا نہ آخرت کیطرف کاہلی کی نظر سے دیکھے
اپنے جسم سے تو دنیا مین رہتا ہو اور روح سے آخرت مین۔ اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ خداے تعالیٰ کا عفو تمام گناہون کو
لے لیتا ہو پس اسکی رضا کا کیا حال ہوگا اور اسکی رضا مین سب امیدین ملجاتی ہین تو اسکی محبت کیسے ہوگی اور اسکی محبت
عقلون کو مدہوش کردیتی ہو تو اسکی مودت کا کیا ٹھکانا ہو اور اسکی مودت غیر اللہ کو بھلا دیتی ہو تو اسکا لطف کیسا کچھ ہوگا اور بعض
کتب آسمانی مین ہو کہ اے میرے بندے قسم ہو مجکو تیرے حق کی مین تجھ سے محبت رکھتا ہون تجکو بھی میرے حق کی قسم ہے کہ میرا محب
ہوجا۔ اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ ایک رائی کے برابر محبت میرے نزدیک ستر برس کی عبادت سے اچھی ہے جو بے محبت
ہو اور یہ بھی انھین کا قول ہو کہ الٰہی مین تیرے صحن مین کھڑا ہون اور تیری ثنا مین مشغول ہون تو نے مجکو چھٹپن ہی سے اپنی طرف
لے لیا اور لباس اپنی معرفت کا در بر کیا اور اپنے لطف سے بہرہ دیا احوال و اعمال و پردہ پوشی اور توبہ اور زہد اور شوق
اور رضا اور محبت مین مجکو بدلتا رہا اپنے حوضون مین سے مجکو پلایا اور اپنے باغون مین پھرایا مین تیرے امر کا ملازم اور
تیرے قول مین مشغوف رہا اب جب میری مونچھین نکلین اور قدرت ہوگئی تو آج بڑا ہوکر مین تجسے کیسے پھر جاؤن مین تو
لڑکپن ہی سے ان امور کا تجھ سے عادی ہو رہا ہون مین تو جبتک رہونگا تیرے ہی گرد پھیرونگا اور انکسار کے ساتھ تیرے ہی
سامنے گڑگڑاؤنگا کیونکہ مین تجھ سے محبت رکھتا ہون اور ہر ایک محب اپنے حبیب ہی سے مشغوف رہتا ہو اور اسکے غیر سے منحرف
رہتا ہے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے باب مین اخبار و آثار اتنے ہین کہ شمار نہین ہوسکتے اور یہ ایسا امر ظاہر ہے خفا اگر ہے تو محبت
کے معنون کی تحقیق مین ہو اسلیے ہم اسکی طرف توجہ کرتے ہین دوسرا بیان محبت کی حقیقت اور اسکے اسباب کے بیان مین اور
اس امر کی تحقیق کہ بندے کی محبت خداے تعالیٰ کے ساتھ ہونے کے کیا معنے ہین۔ واضح ہو کہ اس بیان کا مطلب
جبتک نہ کھلیگا جبتک کہ محبت کی حقیقت فی نفسہا نہ بیان کیجاوے پھر اسکی شرطون اور اسباب کی معرفت بیان ہو پھر
اسکے بعد اسبات کو دیکھنا چاہیے کہ خداے تعالیٰ کے باب مین اس محبت کے ہونے کے کیا معنی ہین پس سب سے اول تو یہ بات

عه قولہ [illegible] ۱۲

اہم اور قابل سمجھنے کے ہے کہ بدون معرفت و ادراک کے محبت نہین ہو سکتی اسواسطے کہ انسان اسی چیز سے محبت کرتا ہے جس کو
پہچانتا ہو اور یہین لحاظ جمادات کو اس صفت سے موصوف نہین کر سکتے بلکہ یہ خاصیت زندہ اور ادراک رکھنے والے کی ہے
پھر مدرکات جو دیکھتے ہین تو وہ یا تو ادراک والے کی طبیعت کے موافق اور مناسب اور لذت دہ ہوتے ہین یا اسکی طبیعت کے
مخالف اور ایذا رسان ہوتے ہین یا ان مین اثر لذت رسانی اور ایذا دہی کا کچھ بھی نہین ہوتا ان تینون قسمون مین سے ایسے مدرکات
جنکے ادراک سے مدرک کو لذت اور راحت ہو وہ اسکے نزدیک محبوب ہوا کرتے ہین اور جنکے ادراک سے رنج ہو وہ اسکے نزدیک
برے ہوتے ہین اور جنمین ادراک کے بعد نہ رنج ہو نہ راحت اسکو نہ مدرک کے نزدیک محبوب کہہ سکتے ہین نہ مبغوض غرض ہر ایک
لذیذ چیز لذت پانیوالے کے نزدیک محبوب ہوتی ہے اور اسکے محبوب ہونے کے یہ معنی ہین کہ طبیعت مین اسکی طرف کو میل ہے
اور مبغوض کے یہ معنے ہین کہ طبیعت کو اس سے نفرت ہے پس محبت اسکا نام ہے کہ طبیعت کا میل ایسی شے کیطرف ہو جس سے
لذت ملتی ہو اگر یہ میل طبیعت پختہ اور قوی ہو جاتا ہے تو اسکو عشق کہنے لگتے ہین اسیطرح بغض طبیعت کی نفرت کو رنج و مصیبت رسان
سے کہتے ہین اور جب یہ نفرت قوی ہو جاتی ہے تو اسکو مقت کہتے ہین یہ ہین معنی محبت کی حقیقت کے جنکا جاننا ضرور ہے امر دوم
اہم یہ ہے کہ اننجا کہ محبت تابع ادراک اور معرفت کے ہے تو بحسب انقسام مدرکات اور حواس کے اسکی بھی تقسیم ہوگی اسلیے
کہ ہر حس کے واسطے مدرکات مین سے ایک خاص چیز کا ادراک ہوتا ہے اور ہر ایک کو بعض مدرکات سے لذت ہوتی ہے
اور اسی لذت کے باعث طبیعت کو اس چیز کیطرف میل ہوتا ہے تو طبع سلیم کے نزدیک وہ شے محبوب ہوتی ہے مثلاً آنکھ کی لذت
دیکھنے کی چیزون مین ہے کہ اچھی چیزین اور ملیح صورتین دیکھے اور کان کی لذت نغمات والا وتیرا اور اصوات فرحت انگیز مین ہے
اور ناک کی لذت عمدہ خوشبوؤن مین اور ذائقے کی لذت غذاؤن مین اور لمس کی لذت نرمی اور نازکی مین اور چونکہ یہ مدرکات
حواس کو لذت دیتے ہین تو اسلیے محبوب ہین یعنے طبع سلیم کو انکی طرف رغبت ہے یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حبب الی من دنیاکم ثلث الطیب والنساء وقرة عینی فی الصلوٰة اس حدیث مین آپ نے خوشبو کو محبوب فرمایا اور
ظاہر ہے کہ اس سے آنکھ اور کان کو کچھ بہرہ نہین بلکہ صرف سونگھنے کی حس کو ہے اور عورتون کو محبوب فرمایا حالانکہ انسے
بہرہ سونگھنے وغیرہ کو نہین بینائی اور لمس کو ہے اور نماز کو خنکی چشم ارشاد فرمایا اور اسکو سب سے زیادہ محبوب
ٹھہرایا اور ظاہر ہے کہ نماز سے حواس خمسہ کو کچھ بہرہ نہین بلکہ ایک چھٹی حس کو جو دل کے ماتحت ہے اسکا ادراک
اسی کو ہے جسکے دل ہو اور حواس خمسہ کی لذات مین تو انسان کے شریک بہائم بھی ہین پس اگر محبت کو مدرکات حواس
خمسہ پر منحصر کر کے کہین کہ خداوند کریم حواس سے مدرک نہین ہوتا اور خیال مین صورت نہین پکڑتا اسلیے اسکی محبت بھی
نہین ہو سکتی تو اس صورت مین انسان کی خاصیت بیکار ٹھہریگی اور وہ چھٹی حس جس سے کہ انسان حیوانات سے ممتاز ہے اور جسکو عقل
یا نور یا قلب یا کوئی اور اسطرح کا لفظ کہ سکتے ہین لغو ہو جاویگی اور یہ امر بعید ہے اسلیے کہ بصیرت باطنی ظاہر کی بینائی کی نسبت قوی تر ہے
اور قلب کو بہ نسبت آنکھ کے زیادہ تر ادراک ہے اور وہ معانی جو عقل سے مدرک ہوتے ہین انکا جمال بہ نسبت ظاہر کی صورتونکے جو آنکھ کو

نماز مین سے ۱۲ نسائی بروایت انس اور اسمین طیب نہین ہے ۱۲

سوجھتی ہین زیادہ ہی پس ضرور ہی کہ جن امور شریفہ آلہیہ کو قلب ادراک کرتا ہی اور وہ حواس سے نہین معلوم ہو سکتے انکے ادراک سے قلب کو جو لذت ہوتی ہی وہ کامل اور مکمل ہو اسیلیئے طبع سلیم کا میل اسکی طرف قوی تر ہوگا اور محبت اسیکا نام ہی کہ طبیعت کو ایسی چیز کی طرف رغبت ہو جسکے ادراک مین لذت ہو چنانچہ عنقریب اسکی تفصیل مذکور ہوگی اس صورت مین محبت الہی کا انکار وہی کریگا جو درجۂ بہائم مین ہو اور ادراک حواس سے مطلق آگے قدم نہ رکھے تیسرا امر اہم یہ ہی کہ بدیہی بات ہی کہ انسان اپنے نفس کو محبوب جانتا ہے اور اسمین بھی شبہہ نہین کہ انسان کبھی غیر کو بھی اپنے نفس کیواسطے محبوب جانتا ہے اور یہ امر کہ غیر سے محبت صرف اسکی ذات کے لیے ہو نہ اپنے نفس کی خاطر یہ ضعیفون پر مشکل ہو گیا ہے انکے نزدیک ممکن ہی نہین کہ انسان دوسرے سے صرف اسکی ذات کے لیے محبت کرے اور اپنے آپ کو اس سے کچھ بہرہ نہو اور حق یہ ہی کہ ایسی محبت ممکن ہی اور موجود بھی ہے اسی لیے ہم محبت کے اسباب و اقسام کو بیان کرتے ہین اسکی تفصیل یہ ہی کہ ہر ایک زندہ کے نزدیک سب سے اول محبوب اسکا نفس و ذات ہے اور اپنے نفس کی محبت سے یہ غرض ہی کہ اسکی طبیعت مین رغبت اپنے وجود کے دوام اور بقا کی ہی اور عدم اور ہلاک کی نفرت اس لیے کہ محبوب بالطبع وہی چیز ہوا کرتی ہی جو محبت والے کے مناسب ہو اور اپنے نفس کے دوام اور بقا سے کونسی چیز زیادہ موافق ہوگی اور اپنے عدم اور ہلاک سے بڑھکر کیا چیز مخالف ہوگی اسی لیے انسان دوام وجود سے محبت رکھتا ہی اور قتل اور موت سے نفرت نہ اسلیے کہ اسکو موت کے بعد کا خوف عذاب وغیرہ ہوتا ہی یا موت کے وقت کی جانکندنی سے ڈرتا ہی بلکہ اگر بالفرض اسیطرح پر مرے کہ کچھ مصیبت جانکندنی کی نہو اور نہ ثواب و عذاب کا تردد ہو تب بھی مرنے پر راضی نہوگا موت کو برا ہی جانیگا ہان اگر زندگی مین شدت سے رنج کا متحمل ہوگا اسوقت موت اور نیستی کو محبوب جانیگا اسلیے کہ جب کسی بلا مین پھنستا ہی تو یہ امر محبوب ہوتا ہی کہ بلا جاوے اس صورت مین اگر نیستی کو محبوب جانیگا تو نہ اسلیے کہ نیستی ہی بلکہ اسلیے کہ نیست ہونے سے وہ بلا جاتی رہیگی حاصل یہ کہ ہلاک اور نیستی سے نفرت ہوا کرتی ہی اور دوام وجود سے محبت اور جسطرح کہ دوام وجود محبوب ہی اسیطرح کمال وجود بھی محبوب ہی اسلیے کہ ناقص مین کمال نہین اور نقصان بھی بہ نسبت کمال کے نیستی ہی اور نیستی صفات کی اور کمال وجود کی نفرت کی چیز ہی اور جسطرح کہ صفات کمال نہونے سے نفرت ہوتی ہے اسیطرح انکے ہونے سے محبت ہوتی ہی جیسے اصل وجود کا دوام محبوب ہوتا ہے اور یہ امر خدائے تعالی کیطرف سے سرشتی ہی غرضکہ محبوب اول انسان کے لیے اسکی ذات ہی پھر سلامتی اعضا پھر مال اور اولاد اور کنبا اور دوست اعضا کی سلامتی اسلیے محبوب اور مطلوب ہی کہ کمال وجود اور اسکا دوام اسپر موقوف ہی اور مال بھی اسی لیے محبوب ہی کہ وہ بھی سامان دوام اور کمال وجود کا ہی اسیطرح سب اسباب کو جاننا چاہیے یعنی انسان جو ان چیزون سے محبت رکھتا ہی تو خود ان کی ذات سے نہین بلکہ اسوجہ سے کہ انکے باعث دوام اور کمال اپنے وجود کا ہے یہانتک کہ اپنے لڑکے کو محبوب سمجھتا ہی گو اس سے کچھ اسکا فائدہ نہو اور طرح طرح کی مشقتین اٹھانی پڑین مگر اسی لیے کہ بعد اپنے عدم کے وجود مین نائب وہی ہوتا ہی تو نسل کے باقی رہنے مین بھی گویا اپنی ایک طرح کی بقا ہے اور چونکہ اپنے بقا کی طمع ہمیشہ کے لیے بن نہین پڑتی اور بقا کی محبت شدت سے ہوتی ہی تو اپنی بقا کے عوض ایسے شخص کی بقا چاہتا ہی جو اپنے قائم مقام ہو اور وہ لڑکا ہی گویا کہ وہ بھی اسی کا ایک ٹکڑا ہی ہان اگر آدمی کو کہا جاوے کہ یا اپنا قتل اختیار کر یا اپنے پسر کا اور اسکی

طبیعت اسوقت اعتدال پر ہو تو وہ اپنا ہی باقی رہنا چاہیگا اسلیے کہ ہر چند لڑکے کا باقی رہنا بھی من وجہ اپنا باقی رہنا ہو مگر تاہم
بعینہ اپنا باقی رہنا نہین اسیطرح محبت اقارب اور خاندان کی اپنے نفس کے کمال کی محبت کے سبب ہوتی ہو کیونکہ آدمی اقارب کے
باعث اپنے نفس کو بہت اور قوی سمجھتا ہو اور انکے کمال سے اپنا فخر جانتا ہو اسلیے کہ مال وعیال اور اسباب خارجی انسان کے حق مین
مثل بازو کے ہین جنسے تکمیل انسان ہوتی ہو اور وجود کا کمال اور دوام بلا شبہہ طبعًا محبوب ہوا کرتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ
ہر ایک بندے کے نزدیک اسکی ذات اور ذات کا کمال اور انکا دوام محبوب ہو اور اسکا عکس مکروہ پس یہ تو اول سبب محبت کا ہوا۔
دوسرا سبب محبت کا احسان ہو کہ انسان بندۂ احسان مشہور ہو اور دلونکی سرشت مین ہے کہ احسان کرنیوالونسے محبت
کرتے ہین اور برائی کرنے والون سے بغض رکھتے ہین اور یہ جو حدیث شریف مین وارد ہو کہ اللھم لاتجعل لفاجر علی یدا فیحبہ قلبی
اسمین اشارہ ہو کہ محسن کے لیے محبت قلبی اضطراری ہوتی ہو جسکو ٹال نہین سکتے اور یہ امر سرشتی اور فطری ہو کہ اسکی تبدیل کی کوئی
سبیل نہین اور اسی سبب سے آدمی کبھی ایسے انسان سے محبت کرتا ہو جو کچھ اس سے رشتہ اور علاقہ نرکھتا ہو بلکہ اجنبی ہو اور اس سبب
دوم کو اگر واقع مین غور کرو تو اسکا مآل بھی اول ہی سبب کیطرف ہو اسلیے کہ محسن اسی کو کہتے ہین جو مال اور دیگر اسباب سے
اپنی مدد کرے پس ضرور ہو کہ اسکے احسان کے باعث باوجود کا دوام یا کمال حاصل ہو یا لذتین ملین جنسے کہ وجود تیار ہوتا ہو ہان
یہ فرق ہو کہ اعضا کی محبت اسلیے ہوتی ہو کہ انسے کمال وجود کا ہو تو خود اعضا ہی بعینہا کمال مطلوب ہین داخل ہین مگر محسن عین کمال
مطلوب کا نہین ہوتا بلکہ کبھی سبب کمال ہوا کرتا ہو جیسے طبیب کہ کبھی سبب اعضا کی صحت کے دوام کا ہوتا ہو پس صحت کی محبت
اور طبیب کی محبت مین فرق ہو اسلیے کہ صحت تو خود مطلوب بالذات ہو اور طبیب اپنی ذات کے باعث محبوب نہین بلکہ اس سبب سے
محبوب ہو کہ وہ صحت کا سبب ہو اسیطرح علم اور استاد دونون محبوب چیزین ہین مگر علم محبوب بالذات ہو اور استاد اس جہت سے
محبوب ہو کہ وہ سبب علم محبوب کا ہو اسیطرح کھانا پینا محبوب ہے اور روپیہ پیسا بھی محبوب لیکن غذا بالذات محبوب ہو اور نقد اسکا
وسیلہ ہونے کے باعث محبوب ہو پس فرق دونون محبتون مین اگر ہے تو رتبے کا ہو کہ ایک اول ہو اور ایک اسکے بعد ورنہ اپنے نفس
کی محبت دونون مین پائی جاتی ہو یعنے جو شخص محسن سے اسکے احسان کے باعث محبت رکھتا ہو تو وہ اسکی ذات کا محب نہین
بلکہ اسکے احسان کو دوست رکھتا ہو اور احسان ایک فعل محسن کے افعال مین سے ہو کہ اگر محسن وہ فعل بجا نہ لاوے تو محبت
جاتی رہے گو خود اسکی ذات باقی رہے اور اگر فعل احسان کسی قدر کم ہو جاوے تو اسیقدر محبت کم ہو جاوے اور اگر زیادہ
ہو تو محبت بھی زیادہ ہو اس محبت کی کمی بیشی احسان کی کمی بیشی پر منحصر ہو تیسرا سبب محبت کا یہ ہو کہ کسی چیز کو خود اس کی
ذات کے باعث محبوب جانے نہ اسلیے کہ اس سے اپنے آپ کو کچھ فائدہ ہوتا ہو بلکہ خود اسکی ذات ہی عین فائدہ ہو اس محبت
کو حقیقی کہتے ہین ایسی محبت کے ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہوتا ہے مثلاً محبت حسن وجمال کی کہ ہر ایک جمال جمال کے درکون کے
نزدیک محبوب ہوتا ہو اور یہ محبت صرف جمال ہی کے باعث ہو اسلیے کہ اسمین جمال کا ادراک ہی عین لذت ہے اور لذت خود
بالذات محبوب ہوتی ہے کسی اور کی جہت سے نہین۔ اور یہ گمان کرنا نچاہیے کہ محبت اچھی صورتون کی بدون قضائے شہوت اور

معاذ مسند ضعیف منقطع ۱۲

تمنا کے ممکن نہین اسلیے کہ پورا کرنا خواہش اور تمنا کا دوسری لذت ہی اسکے لیے بھی بعض اوقات صورتون کو محبوب سمجھا کرتے ہین اور خود جمال بھی لذیذ ہی اسلیے ہوسکتا ہی کہ خود محبوب بالذات ہو مثلاً سبزہ اور آب روان محبوب ہی نہ اس جہت سے کہ انسے کھانے یا پینے کا فائدہ ہو یا کوئی اور حظ سوا دیکھنے کے ملتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزہ اور آب روان اچھا معلوم ہوا کرتا تھا اور طبائع سلیمہ سبکے سب نظر کرنا شگوفون اور پھولون اور خوبصورت جانورون اور عمدہ گل بوٹون اور اچھے نقشون کیطرف باعث لذت جانتے ہین یہانتک کہ آدمی انکے سے اپنا غم غلط کرلیتے ہین اور ان کے دیکھنے سے دل بہلاتے ہین پس یہ چیزین لذت رسان ہین اور ہر ایک لذیذ چیز محبوب ہوتی ہی اور کوئی حسن و جمال ایسا نہین کہ اسکے ادراک مین لذت نہو اور نہ کسی کو جمال کے محبوب ہونے مین کسی طرح کا انکار ہے اب اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ خدا تعالیٰ صاحب جمال ہی تو ظاہر ہی کہ جس شخص پر اسکا جمال و جلال کھلجاوے اسکے نزدیک بیشک وہ محبوب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ان اللہ جمیل ویحب الجمال چوتھا سبب محبت کا خود حسن و جمال ہی یہان معنی حسن و جمال کا بیان ضروری ہی تا واضح ہو کہ جو لوگ خیالات اور محسوسات کے محبس مین قید ہین وہ اکثر یہی جانتے ہین کہ حسن و جمال اسیکا نام ہے کہ پیدائش متناسب اور شکل درست رنگ عمدہ سفید و سرخ قد کشیدہ وغیرہ باتین ہون جنسے کہ وصف سراپاے انسان کیا کرتے ہین اسوجہ سے کہ حسن غالب خلق پر وہی ہے جو آنکھون سے نظر آوے انکا التفات اکثر شخصون کی صورتون پر ہوتا ہی اسلیے گمان کرتے ہین کہ جو چیز نظر نہ آوے نہ شکل رکھے نہ خیال مین جمے نہ رنگ ڈھنگ ہو اسکا حسن ممکن نہین اور جب حسن ممکن نہوا تو اسکے ادراک مین لذت بھی نہو گی اسی لیے محبوب بھی نہوگی اور یہ انکی بڑی غلطی ہی اسلیے کہ حسن منحصر آنکھ کے محسوسات اور تناسب پیدائش اور سفیدی و سرخی رنگ پر نہین مثلاً ہم کہتے ہین کہ یہ نوشت حسین ہی اور یہ آواز اچھی ہی اور یہ گھوڑا حسین ہی بلکہ یہ بھی کہتے ہین کہ کپڑا اور یہ برتن اچھا ہے پس اگر حسن کے معنی صورتون ہی مین منحصر رکھے جاوین تو پھر آواز اور خط کے حسن کے کیا معنے ہونگے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ آنکھ کو اچھے خط سے لذت ہوتی ہی اور کان کو نغمات عمدہ سے اور جتنے مدرکات حواس کے ہین وہ سب یا اچھے ہین یا برے پس وہ معنی حسن کے کون سے ہین جسمین یہ سب اشیا مشترک ہین انکو بیان کرنا ضروری ہے اور یہ بحث طویل ہی علم معاملہ کے شایان نہین کہ اسمین طوالت دیجاے البتہ تصریح حق کئے دیتے ہین کہ ہر ایک شئے کا جمال و حسن اس امر سے ہوتا ہی کہ جسقدر کمال اسکے لائق اور ممکن ہو وہ اسمین آجاوے تو جب سب کمالات ممکن اسمین جمع ہوجاوین تو وہ شئے نہایت حسن مین ہوگی اور اگر بعض کمالات ہونگے تو حسن و جمال بھی انھین کی نسبت پر ہوگا مثلاً گھوڑا حسین وہ ہی جو جتنی باتین خوبی کی گھوڑے مین ہونی چاہئین سب رکھتا ہو یعنی صورت و شکل اور رنگ ڈھنگ خوش رفتاری خوش لگامی دوڑ دھوپ وغیرہ سب اسمین ہون اور عمدہ خط وہ ہے جسمین خوشنویسی کے متعلق سب امور پائے جائین مثلاً تناسب ہونا حروف کا اور مقابلہ کشستون کا اور راستی نشست اور درستی کرسی اور خوبی دوائر وغیرہ اور ہر چیز کے لیے ایک کمال ہی جو اسکے لائق ہے دوسری چیز مین بعض اوقات اس کمال کے ضد شایان ہوا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسن ہر چیز کا اسی کمال مین ہوگا جو اسکے شایان ہی مثلاً جن باتون سے گھوڑے کو اچھا کہتے ہین انسے آدمی کو اچھا نہ کہینگے اور جن امور سے خط عمدہ کہلاویگا انسے گھوڑا عمدہ نہ کہلاویگا اور جنسے برتن

اخرجہ [illegible] من حدیث ابن مسعود

اچھے ہونگے انسے کپڑے اچھے ہونگے اسیطرح سب چیزون کو جاننا چاہیئے اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چیزین گو سب کی سب آنکھ
سے محسوس نہین ہوتین مثل آواز اور ذائقہ کی اشیا کے مگر آخر کسی نہ کسی حس سے مدرک ہوتی ہین تو محسوسات مین داخل
رہین اور حسن وجمال محسوسات سے تو انکار نہین نہ اس سے انکار کہ محسوسات کے ادراک سے لذت نہین ہوتی بلکہ انکار حسن و
جمال کا ایسے اشیا مین ہے جو حواس سے مدرک نہون تو اسکا جواب یہ ہے کہ حسن وجمال منحصر محسوسات ہی مین نہین غیر محسوسات
مین بھی حسن وجمال موجود ہے مثلاً کہتے ہین کہ یہ خلق حسن ہے اور یہ علم اچھا ہے اور یہ خصلت عمدہ ہے اور یہ اخلاق جمیلہ ہین اور انسے
مراد علم اور عقل اور عفت اور شجاعت اور تقوے اور کرم اور مروت اور سب عادات خیر ہوتی ہین ان مین سے کوئی بھی ایسی
نہین جو حواس خمسہ سے مدرک ہو بلکہ یہ اشیاء نور بصیرت باطنی سے دریافت ہوتی ہین اور یہ سب اسکے سب محبوب ہین جو
شخص ان صفات سے متصف ہو وہ بھی طبعاً محبوب ہوتا ہے اس شخص کے نزدیک جو اسکے صفات سے واقف ہو مثلاً دیکھو طبیعت
مین یہ امر سرشتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے محبت کرین اور صحابہ کو محبوب جانین حالانکہ ان مین سے کسی کو نہین دیکھا
اسیطرح محبت ائمہ مذہب کی مثل امام ابو حنیفہ رح وامام شافعیؒ وامام مالکؒ وغیرہم کے ہے یہانتک کہ آدمی کبھی اپنے امام کی محبت عشق
سے زیادہ کرتا ہے اور اسی محبت کے باعث اپنا تمام مال اپنے مذہب کی مدد اور حفاظت مین خرچ کر ڈالتا ہے اور جو شخص اسکے امام پر
کچھ طعن کرے اسکو مارنے مرنے پر مستعد ہوجاتا ہے ارباب مذاہب مین نصرت مذہب کے لیے بہت کشت وخون ہوچکے ہین اور ہم کو
معلوم نہین کہ جو شخص مثلاً امام شافعیؒ سے محبت کرتا ہے وہ کیون کرتا ہے انکی صورت تو اسنے کبھی دیکھی ہی نہین اور اگر بالفرض صورت
دیکھتا بھی تو شاید اسکو ناپسند کرتا تو انکی پسندیدگی جسنے افراط محبت پر آمادہ کیا ہے کچھ صورت ظاہری کے سبب سے نہین وہ تو خاک ہوگئی اور مٹی مین
ملگئی بلکہ صورت باطنی کی جہت سے ہے یعنی صفات دینی مثل تقوی اور کثرت علم اور واقف ہونا طرق دین سے اور ہمت کرنی علم شرع کی تعلیم پر
اور عالم مین منتشر کرنا خیرات وغیرہ کا اور یہ باتین ایسی ہین کہ انکا جمال بدون نور بصیرت کے معلوم نہین ہوسکتا حواس انکے ادراک سے قاصر ہین اسی
طرح جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رض سے محبت رکھتا ہے اور انکو اور اصحاب سے فضیلت دیتا ہے یا حضرت علی رض سے محبت رکھتا ہے اور انکو افضل سمجھتا ہے اور
ان کے باب مین تعصب کرتا ہے تو انکو صرف امور باطنی کے لحاظ سے محبوب جانتا ہے یعنی علم اور دین اور تقوی اور شجاعت اور کرم وغیرہ کی جہت سے کیونکہ
یہ تو ظاہر ہے کہ مثلاً جو شخص حضرت صدیق اکبر رض سے محبت رکھتا ہے وہ انکے گوشت وپوست اور ہاتھ پانون اور استخوان اور شکل کے باعث محبت نہین
کرتا کیونکہ یہ چیزین تو سب متبدل اور زائل ہوگئین باقی وہی ہین جنسے صدیق صدیق رض کہلاتے تھے یعنے صفات محمودہ جو عادات حسنہ کی مصادر
تھین پس محبت بھی انھین صفات کے باقی رہنے سے باقی ہے گو صورتین نہین رہین اور ان صفات کا مآل صرف دو چیزون علم اور قدرت پر
رجوع کرتا ہے کہ آپنے حقائق امور کو جانا اور اسباب پر قادر ہوئے کہ اپنے نفس کے شہوات کو دبا کر اسکو متحمل ان اوصاف کا کیا ہے انھین علم وقدرت
سے سب عادات نیک متفرع ہوتی ہین اور یہ دونون حس سے محسوس نہین ہوتین اور ان دونو کا محل تمام جسم مین سے ایک جزو لایتجزی ہے
جو واقع مین محبوب ہے اور اس جزو لایتجزی کی کوئی صورت اور شکل اور رنگ نہین جو آنکھ کو سوجھے اور سوجھنے کی جہت سے
محبوب قرار دیا جاوے تو ضرور ہے کہ اسکی محبت بدون ذریعہ حس کے ہو اس سے معلوم ہوا کہ سیر وعادات مین جمال موجود ہے اور اگر سیر

جمیلہ بدون علم اور بصیرت کے صادر ہوتی تو ہو۔ جب محبت نہ تھی حاصل یہ کہ محبوب مصدر سیرت ہے اور وہ اخلاق حمیدہ اور فضائل شریفہ ہین اور ان سب کا آل کمال علم و قدرت کیطرف رجوع کرتا ہے اور یہ طبعاً محبوب ہے اور حواس سے مدرک نہین یہانتک کہ لڑکا جو اپنی طبیعت پر چھوٹا ہوا ہو اگر ہم اسکے نزدیک کسی غائب یا حاضر یا زندہ یا مردہ کو محبوب کرنا چاہین تو اسکی راہ ہمارے پاس اور کوئی نہین بجز اسکے کہ اس شخص کے وصف مین مبالغہ کیا جاوے اور اسکی شجاعت و کرم اور علم اور تمام عمدہ خصلتین اسکے سامنے طوالت کیساتھ بیان کیجاوین جب انکا اعتقاد اسکو ہوجاویگا تو بے اختیار محبت کرنے لگیگا اس سے نہو سکیگا کہ محبت نکرے دیکھو صحابہؓ کی محبت اور ابوجہل اور شیطان ملعون کا بغض دلمین لوگون کے اسیطرح جمے ہین کہ صحابہؓ کی بھلائیان اور ان دونون مردودون کی برائیان بہت طول طویل سنین اور یہ محاسن اور برائیان وہی ہین جو حواس سے معلوم نہین ہوتین بلکہ لوگون نے جب حاتم کی تعریف سخاوت کی کی اور حضرت خالدؓ کو شجاعت سے موصوف کیا تو دلون مین انکی محبت خواہی نخواہی ہوگئی یہ محبت نہ تو صورت ظاہری کیطرف دیکھنے سے نہ کچھ محب کو فائدہ پہونچنے کی جہت سے ہے بلکہ جب کسی بادشاہ کی سیرت عدل اور احسان کی اور صدقہ اور خیرات کرنے کی بیان کیجاوے تو گو وہ اتنا دور ہو کہ محبون تک اسکے احسان کا آنا بعد مسافت کی جہت سے نہو سکتا ہو مگر تاہم اسکی محبت لوگون کی دلون مین ہوجاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت مین یہ کچھ ضرور نہین کہ محبت والے پر خاص کچھ احسان ہوا ہو بلکہ محسن اپنی ذات سے محبوب ہوتا ہے اگرچہ احسان اسکا محب تک کبھی نہ پہونچے اسلیے کہ ہر ایک حسن و جمال محبوب ہے اور صورتین دو قسم کی ہین ظاہری اور باطنی اور حسن و جمال دونو مین ہوا کرتا ہے اور ظاہری صورتین تو ظاہر کی آنکھ سے معلوم ہوتی ہین اور باطن کی صورتین بصیرت باطنی سے تو جسکو بصیرت باطنی ہی نہ ملی ہوگی وہ نہ باطن کی صورتین دیکھے نہ انسے لذت پاوے نہ محبت و میل رکھے اور جسکی بصیرت باطنی حواس ظاہری کی نسبت کر غالب ہو وہ معانی باطنی ہی کو نسبت معانی ظاہری کے زیادہ محبوب جانیگا پس اگر ایک شخص کسی نقش دیوار سے جمال ظاہر کے باعث محبت کرے اور دوسرا شخص کسی نبی سے جمال باطنی کے باعث محبت رکھے ان دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہے پانچوان سبب محبت کا مناسبت خفیہ ہے جو محب اور محبوب میں ہوتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمیون مین محبت مصمم ہوجاتی ہے نہ کسی جمال یا فائدے کی جہت سے بلکہ بجز روحون کے تناسب کے چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد فرمایا فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف اور اس امر کو ہمنے کتاب آداب صحبت مین جس جگہ کہ حب فی اللہ کا ذکر ہے محقق بیان کیا ہے وہان دیکھ لینا چاہیے کہ یہ عجائب اسباب محبت مین سے ہے۔ اس سب بیان سے معلوم ہوا کہ اقسام محبت کے پانچ سبب ہوتے ہین اول انسان کی محبت اپنے وجود کے کمال اور بقا کی دوم محبت اپنے محسن کی ایسی چیزون مین جنسے اپنے وجود کا دوام پایا جاوے اور بقاے وجود اور مہلکات کے دور کرنے کی اعانت ملے تیسرے محبت ایسے شخص کی جو بذات خود لوگون سے سلوک کرے گو محب کے ساتھ سلوک نہ کرے چوتھے محبت ایسی چیز کی جو بذات خود جمال والی ہو خواہ وہ صورت ظاہری ہو یا باطنی پانچوین ایسے شخص سے محبت کہ اسمین اور محب مین پوشیدہ مناسبت باطن مین ہو پس اگر یہ اسباب ایک ہی شخص مین جمع ہوجاوین تو بلاشک محبت دوبالا ہوگی مثلاً اگر کسی شخص کے کوئی لڑکا خوبصورت خوش خلق علم مین یکتا تدبیر مین اچھا لوگون سے سلوک کرنیوالا اور باپ کا خدمتگزار ہو تو ظاہر ہے کہ باپ کو ایسے شخص سے نہایت درجے کی محبت

ارواح انسانی مثل لشکر کے جمع ہوئے ہین وہ باہم الفت کرتے ہین اور جو ناآشنا ہین وہ جدا ہوتے ہین ۱۲ مسلم ابوہریرہ سے آیا ۱۲

ہو گی اور محبت کی قوت ان اسباب کے جمع ہونے پر اسیقدر زیادہ ہونی چاہیے جسقدر کہ یہ عادتین فی نفسہا قوی ہون پس اگر
یہ صفات کسی شخص مین بدرجۂ کمال ہون تو محبت بھی اعلی درجے کی ہو گی **تیسرا بیان** اس امر مین کہ مستحق محبت صرف خداے
پاک کی ذات ہے واضح ہو کہ ان اسباب مذکورہ بیان سابق کا کامل ہونا اور جمع ہونا خداوند جل جلالہ کی ذات کے سوا اور کسی مین نہین
ہو سکتا اسی لیے واقع مین مستحق محبت بھی سوا اسکی ذات پاک کے اور کوئی نہین اور جو کوئی غیر خدا سے محبت کرے اور خدا
کیطرف اسکا لگاؤ نہ کرے تو اپنی جہالت اور قصور معرفت الٰہی سے ہے اور یہ کہ محبت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی عمدہ ہے اس وجہ
سے کہ وہ عین محبت الٰہی ہے اور اسیطرح محبت علما اور اتقیا کو تصور کرنا چاہیے اسلیے کہ محبوب کا محبوب اور اسکا رسول اور اسکا
محب سب محبوب ہوتے ہین اور سب کا مآل اصل ہی کی محبت کیطرف رجوع کرتا ہے اسکے غیر کیطرف تجاوز نہین کرتا پس واقع
مین اہل بصیرت کے نزدیک سواے خداے تعالے کے اور کوئی محبوب نہین اور نہ کوئی مستحق محبت ہے اسکی تشریح یہ ہے کہ جو
اسباب پانچون ہمنے ذکر کیے ہین انکی طرف رجوع کرین اور ثابت کردین کہ وے سب کے سب خداے تعالے مین جمع ہین اور غیر اللہ مین
اکٹھے نہین پائے جاتے ایک یا دو پائے جاتے ہین اور خداے تعالے مین انکا ہونا حقیقۃً ہے اور دوسرون مین مجازاً بلکہ وہم و تخیل ہی ہے کہ اسکی
کچھ حقیقت نہین اور جب یہ امر ثابت ہو جاویگا تو اہل بصیرت پر کھلجاویگا کہ جو بات کم عقلون اور ضعیف دل والون نے خیال کر
رکھی کہ واقع مین محبت الٰہی محال ہے یہ امر بالکل خلاف ہے بلکہ تحقیق اس امر کی مقتضی ہے کہ سواے خداے تعالے کے اور کسی سے
محبت نہ کیجاوے اب سبب اول پر غور کرو یعنے انسان اپنے نفس کو محبوب جانتا ہے اور اسکا دوام و کمال و بقا چاہتا ہے اور ہلاکت
ہستی اور نقصان اور موانع کمال سے بغض رکھتا ہے یہ باتین ہر ایک زندہ کی سرشت مین داخل ہین اور ممکن نہین کہ کوئی انسے خالی ہو
یہی باتین مقتضی نہایت محبت الٰہی کی ہین اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ اسکا وجود کچھ اسکی
طرف سے نہین بلکہ اسکی ذات کا وجود اور دوام اور کمال اللہ کیطرف سے اور اسی کے باعث ہے تو وہی وجود کا موجد اور وہی اسکا
باقی رکھنے والا ہے اور وہی صفات کمال پیدا کرکے اسکو کامل کرتا ہے کمال کیطرف پہونچنے کے اسباب کو پیدا کرتا ہے پھر ہدایت استعمال
اسباب کی پیدا کرتا ہے ورنہ بندہ اپنی ذات کی رو سے کچھ وجود نہین رکھتا محض محو اور عدم ہے اگر خداے تعالے اپنے فضل سے
موجود نہ کرے اور بعد وجود کے اگر اسکا فضل شامل حال نہو تو ہلاک ہو جاوے اور اگر وہ اپنے کرم سے کامل نکرے تو ناقص رہے
حاصل یہ کہ کوئی شئے ایسی موجود نہین جسکو اپنی ذات سے قیام ہو سواے ذات خداے قیوم اور زندہ کے جو بذات خود قائم ہے اور
اور اشیا اسکے باعث قائم ہین پس اگر عارف اپنی ذات سے محبت رکھیگا تو ضرور ہے کہ اس ذات سے محبت رکھے جس سے کہ اسکا
وجود ہوا ہے اور جس سے کہ اسکے وجود کو دوام ہے بشرطیکہ اسکو خالق اور موجد اور مخترع اور باقی رکھنے والا اور قائم بالذات اور
دوسرون کا قائم رکھنے والا جانے اور اگر ایسی ذات سے محبت نہ رکھے تو اپنے نفس اور رب سے دونون سے جاہل ہے اسلیے
کہ محبت ثمرہ معرفت ہے جب معرفت نہو گی تو محبت نہو گی اور اگر معرفت ضعیف ہو گی تو محبت بھی ضعیف ہو گی اور اگر قوی
ہو گی تو قوی ہو گی اسیواسطے حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے رب کو پہچانیگا وہ اسسے محبت کریگا اور جو شخص دنیا کو

پہچانیگا اسمین زہد کریگا اور یہ کیسے خیال مین آسکتا ہے کہ آدمی اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے رب سے محبت نکرے جس سے
کہ نفس کا قیام ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص کہ آفتاب کی دھوپ مین مبتلا ہوا اور اسکے بچاؤ کے لیے سایے کو محبوب جانے وہ بیشک
درختون کو بھی محبوب جانیگا جنسے سایے کا قیام ہے اور ہر ایک موجود چیز کو خدائے تعالی کی قدرت کیطرف ایسی ہی نسبت ہے
جیسی سایے کو ہو درخت کیطرف اور نور کو ہو آفتاب کیطرف یعنے جسطرح نور کا وجود تابع آفتاب کا اور سایے کا وجود تابع درختونکا
ہے اسی طرح کل موجودات کا وجود تابع اسکے وجود کا ہے اور سب کچھ اسی کے آثار قدرت مین سے ہے اور یہ مثال بھی
اگر تامل کرو تو عوام کی فہم کے موافق درست ہو کہ انکو یہ خیال ہو کہ نور آفتاب کا اثر ہے اور اسمین سے نکلتا ہے اور اسی کے باعث
موجود ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے اسلیے کہ اہل دل پر یہ بات آنکھ کے مشاہدے کی نسبت بھی زیادہ منکشف ہو چکی ہے کہ نور بھی قدرت الہی
سے حاصل ہوتا ہے یعنے جسطرح کہ آفتاب اور اسکی شکل و صورت خدا کی قدرت سے بنی ہے اسیطرح جب آفتاب اجسام کثیف کے
مقابل ہوتا ہے اسکا نور بھی اسی کی قدرت سے اختراع و ایجاد پاتا ہے مگر چونکہ غرض مثالون سے سمجھانا مطلب کا ہے اسی لیے نفس
حقیقت مطلوب نہین غرضکہ اگر انسان کو اپنے نفس سے محبت ضروری ہے تو اس ذات سے بھی اسکی محبت ضروری ہونی چاہیے
جسکے باعث اول تو اسکے نفس کو قیام ہوا اور پھر اسکی اصل و صفات اور ظاہر و باطن اور جواہر و اعراض کا دوام اسی سے ہے بشرطیکہ
اس امر کو اسیطرح جان لے اور کوئی شخص اس محبت سے خالی نہوگا بجز ایسے شخص کے کہ اپنے نفس و شہوت مین مشغول ہو کر اپنے خالق
اور رب سے غافل ہوا اور اسکو جیسا کہ چاہیے ویسا نجانے اور اپنی نظر کو شہوات اور محسوسات ہی پر مقصور کرے یعنے نظر صرف عالم
شہادت ہی پر رکھے جسمین بہائم بھی اسکے شریک ہین کہ وہی لذت اور تنعم انکو بھی میسر ہے اور عالم ملکوت سے قطع نظر کرلے جس مین
وہی پہونچ سکتا ہے جسکو کچھ مناسبت فرشتون سے ہو اور اسکی نظر اس عالم مین اسیقدر ہوگی جسقدر کہ اسکا اوصاف مین فرشتون
سے قرب ہوگا اور جسقدر کہ پستی عالم بہائم مین نازل ہوگا اسیقدر اس عالم مین اسکی سیر کم ہوگی اب دوسرا سبب یعنے ایسے
شخص سے محبت کرنی جو اپنے ساتھ مال سے سلوک کرے اور کلام مین نرمی برتے اور ہر ایک طرح سے اسکی اعانت کرے اور
دشمنون کے قلع و قمع کرنے مین اور بدون کی بدی دور کرنے مین مدد کرے اور تمام اسکی غرضون مین خواہ متعلق خود اسکے نفس کے
ہون یا اولاد و اقارب کے سبب مین ذریعہ حصول کا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص خواہ مخواہ محبوب ہوگا اور یہ سبب بھی مقتضی اسی امر کا ہے
کہ خدائے تعالی کے سوا اور کسی سے محبت نکیجاوے اسلیے کہ اگر خدائے تعالی کو جیسا حق اسکے پہچاننے کا ہے ویسا پہچانے تو جانے گا
کہ احسان کرنے والا صرف وہی ہے ہماری غرض یہان یہ نہین کہ اسکے احسان جو ہر ایک بندے پر ہین ان کی شمار
کرین اسلیے کہ وہ تو حیطہ شمار سے باہر ہین جیسا خود ارشاد فرماتا ہے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا اور اسکی طرف مختصر باب الشکر مین
اشارہ بھی کر آئے ہین بلکہ یہان اسیقدر لکھتے ہین کہ احسان آدمی کیطرف سے غیر ممکن ہے اگر آدمی کو محسن کہین تو صرف مجازاً ہوسکتا ہے
واقع مین محسن خدائے تعالی ہی ہے اسکے لیے فرض کرو کہ کسی شخص نے تمکو اپنے تمام خزانے دیدئے اور ان پر بالکل اختیار دیدیا جس طرح
چاہو انکو خرچ کرو تو تمکو یہ گمان ہوگا کہ یہ احسان تمہارے ساتھ اس شخص کیطرف سے ہوا حالانکہ یہ غلط ہے اسلیے کہ اسکے احسان مین

فائدہ اگر [illegible] احسان [illegible] سے [illegible] کرے ۱۲

کئی باتین ہین اوّل خود اُس شخص کا ہونا دوم اسکے مال کا ہونا سوم مال پر قادر ہونا چہارم ارادہ مال کے حوالہ کرنیکا خاص تمکو اب ہم
کہتے ہین کہ اس شخص کو کسنے پیدا کیا اور اسکی مال کو کسنے پیدا کیا اور اسکی قدرت اور ارادہ کو کسنے پیدا کیا اور تمہاری طرف اسکی محبت اور توجہ
کسنے کی اور اسکے دلمین یہ کسنے ڈالدیا کہ تمہارے ساتھ سلوک کرنے مین اسکا کچھ نفع دینی یا دنیاوی ہے اگر یہ سب باتین نہوتین تو وہ تم کو
ایک خرمہرہ بھی نہ دیتا مگر جب اللہ تعالی نے تمام لوازم پیدا فرما دیے اور اسکے دلمین جما دیا کہ اسکا نفع دینی یا دنیوی تمہارے حوالہ کرنے مین
ہے تو وہ بیچارہ حوالہ کرنے مین مجبور و بے بس ہے اسکے خلاف کر ہی نہین سکتا اس صورت مین محسن اسی ذات کو جاننا چاہیے جسنے اس
شخص کو تمہارے لیے مضطر اور مسخر کیا اور اسکے اوپر تمام لوازم کو مسلط کیا جنسے فعل احسان ہونے کو ہو ہان ایک بات رہی کہ مال
کا اس شخص کے قبضے مین ہونا اسبات پر اشارہ کرتا ہے کہ شاید محسن وہی ہو تو اسکو یون جاننا چاہیے کہ وہ شخص جو دیتا ہے صرف واسطہ
ہو خدائے تعالی کے احسان کا یعنی خدائے تعالی نے اسکو مال اسواسطے دیا کہ وہ تم تک پہنچا دے پھر وہ دسے نہین تو کیا کرے یہ اسکا
حال مثل پرنالہ کے سمجھنا چاہیے کہ وہ پانی کے بہنے مین مجبور ہے پس اگر تم اسکو محسن جانو اور خود اسکا شکریہ کرو نہ اس محسن حقیقی کا کہ وہ بذات
خود محسن نہ کہ وہ واسطہ ہے تو بیشک نفس الامر سے تم ناواقف ہو کیونکہ انسان جب احسان کرتا ہے تو اپنے نفس ہی پر کرتا ہے اور دوسرے تک اسکا
احسان کرنا محال ہے اسلیے کہ آدمی جو مال خرچ کرتا ہے تو اسکا عوض پہلے لے لیتا ہے یا تو آخرت مین اگر ثواب منظور ہو یا دنیا مین اگر منت یا دوسرے کا
مسخر کرنا یا تعریف اور شہرت سخاوت یا آوازہ نام نیک یا لوگون کے دلون کو اپنی طاعت و محبت کیطرف کھینچنا مقصود ہو اور اسطرح آدمی اپنا
مال دریا مین نہین ڈالتا اسوجہ سے کہ اسمین کوئی غرض نہین اسیطرح کسی آدمی کے ہاتھ مین بھی بے غرض نہین ڈالتا اور وہی غرض اس کی
مراد و مقصود ہوا کرتی ہے پس اب تمکو جو مال دیا ہے تو تم مقصود نہین ہو بلکہ تمہارا اس مال کو لے لینا اس شخص کی غرض حاصل ہونیکا وسیلہ ہے
وہ غرض خواہ ذکر و ثنا ہو یا شکر و ثواب تو اسنے تمکو مال پر قابض کردینے سے ذریعہ اپنے نفس کی غرض حاصل ہونیکا کیا تو اس
صورت مین وہ اپنے نفس ہی کا محسن ہے اور مال کے بدلے مین جو چیز اسکے نزدیک عمدہ ہے اسکو لیا چاہتا ہے اگر اس عوض کا اسکے
عندیے مین ترجیح نہوتی تو تمہارے لیے اپنا مال ہرگز نہ چھوڑتا بہر حال وہ شخص مستحق شکر و محبت کا نہین دو وجہ سے اول تو یہ کہ خدائے تعالی
نے تمام لوازم دینے کے اسپر مسلط کر دیے اسکو انکا خلاف کرنیکی مجال نہین اسکا حال مثل بادشاہی خزانچی کے ہے کہ اگر بحکم بادشاہ
وہ کسی کو خلعت دیدے تو اسپر اپنا احسان کچھ نہین سمجھتا اسلیے کہ اسکو حکم بادشاہی کی تعمیل پر ضرور ہے تاب مخالفت ہرگز نہین اگر
بادشاہ اسکو اسکی طبیعت پر چھوڑ دے تو ہرگز نہ دے اسیطرح اگر خداوند کریم محسن کو اسکی طبیعت پر چھوڑ دے تو وہ کبھی کسیکو کوڑی
نہ دے مگر اسنے اول اسکے دل مین لوازم اور بواعث دینے کے مسلط کیے اور پھر یہ دلمین ڈالا کہ اسکا فائدہ دینی یا دنیاوی مال کے
دینے مین ہے تو اسلیے وہ مال دیتا ہے دوسری وجہ یہ کہ جو کچھ یہ دیتا ہے اسکی نسبت اگر جو کچھ اس کے نزدیک عمدہ چیز ہے
بدلے مین لیتا ہے تو جیسے بائع کو نہین کہتے کہ یہ محسن ہے ویسے ہی دینے والے کو محسن نہ کہنا چاہیے اسلیے کہ بائع اپنی چیز
جبھی دیتا ہے جب اسکا بدلہ خاطر خواہ لے لیتا ہے اور دینے والا بھی مال کے عوض ثواب یا حمد و ثنا یا اور کوئی عوض سمجھ لیتا ہے تو مال
دیتا ہے اور عوض مین یہ شرط نہین کہ وہ کوئی چیز محسوس از قسم مال ہو بلکہ لذائذ اور فوائد ایسے عوض ہین کہ انکے سامنے مال کی کچھ

حقیقت نہین حاصل یہ کہ احسان جود کی صورت مین ہوتا ہو یعنی مال کا ایسی طرح دینا کہ دینے والے کو نہ کوئی عوض منظور ہو نہ کچھ فائدہ اور
جو سوائے خداوندکریم کے اور شخص سے سرزد ہونی محال ہو البتہ اسکا احسان وانعام خلق پر خاص خلق کے نفع کے لیے ہو خدائے تعا
کا فائدہ اسمین کچھ نہین نہ کوئی غرض اسکی متعلق ہو اس صورت مین غیر کے اوپر جود واحسان کا بولنا یا جھوٹ ہو یا مجاز دوسرے مین
جود واحسان محال وممتنع ہو جیسے سیاہی اور سفیدی کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہو خداوندکریم ہی جواد اور احسان اور فضل ومنت
مین یگانہ ہو پس اگر طبیعت مین محبت محسن کی ہوا کرتی ہو تو عارف کو چاہیے کہ سوائے خدائے تعالی کے اور کسی سے محبت نہ کرے اسواسطے
کہ احسان دوسرے سے ہونا محال ہے صاحب احسان صرف خدا کی ذات ہو تو وہی مستحق اس محبت کا بھی ہو دوسرا شخص
جو احسان پر مستحق محبت ہوگا تو ایسی طرح ہوسکتا ہو کہ محبت کرنے والا احسان کے معنے درحقیقت نہ جانتا ہو اور تیسرا سبب
یعنے انسان کا محبت کرنا خود محسن سے گو اسکا احسان اپنے اوپر نہو یہ بھی طبیعتون مین موجود ہو مثلاً اگر کسی بادشاہ کی خبر تم کو
پہونچے کہ وہ عابد اور عادل اور عالم رحم دل لوگون پر مہربان اور سب سے بتواضع پیش آتا ہو اور تم سے وہ بہت دور ہو اور
دوسرے بادشاہ کی خبر پہونچے کہ وہ ظالم اور متکبر اور فاسق شریر لوگون کی ہتک کرنے والا ہو اور وہ بھی دور ہے تو تمکو اپنے
دل مین ان دونون مین فرق معلوم ہوگا کہ اول کیطرف دلکا میل پاؤگے اور دوسرے سے نفرت یعنے اول سے محبت معلوم
ہوگی اور دوسرے سے بغض باوجودیکہ اول کے خیر اور دوسرے کے شر سے تم ناامید اور مامون ہو اسوجہ سے کہ توقع انکے
ملکون مین جانے کی نہین تو یہ محبت محسن کی صرف اس نظر سے ہو کہ وہ محسن ہو نہ اس جہت سے کہ تمکو بھی کچھ دیتا ہے یہ سبب
بھی مقتضی خدائے تعالی کی محبت کا ہو بلکہ اس امر کو چاہتا ہو کہ سوا اسکے اور کسی سے محبت نہ کیجاوے مگر اسی شرط سے کہ کسی
سبب سے اسکو لگاؤ خدائے تعالی کیطرف ہو اسلیے کہ سب کا محسن اور تمام اقسام خلق پر فضل وانعام کرنے والا وہی ہے کہ اول
ان کو ایجاد کیا اور پھر ان کے اعضا کامل بنائے اور اسباب ضروری مہیا کیے پھر انکی آسایش کے لیے ایسے اسباب کو
پیدا فرمایا جنمین حاجات کا شائبہ تھا گو وہ ضرورت کے شائبہ مین نہ تھے پھر اور زوائد سے زینت دی جو نہ ضرورت مین داخل
تھے نہ حاجت مین اعضائے ضروری سر اور دل اور جگر مین اور حاجت کے اعضا آنکھ اور ہاتھ اور پاؤن ہین اور زوائد جیسے ابرو
کا کمان کی شکل ہونا اور سرخی لب اور آنکھون کا بادامی ہونا وغیرہ کہ ان سے کوئی حاجت متعلق نہین صرف زینت
مقصود ہو اور نعمت ضروری خارج از بدن انسان پانی اور غذا ہے اور حاجت کی مثال دوا اور گوشت اور میوے
ہین اور زوائد کی مثال درختون کی سبزی اور کلیون اور پھولون کی رنگا رنگی اور لذیذ میوون اور غذاؤن کی کہ
جنکے نہونے سے کوئی ضرورت اور حاجت انسانی زائل نہین ہوتی اور یہ تینون اقسام کی نعمتین ہر حیوان کے لیے موجود ہین
بلکہ ہر ایک نبات کے لیے بلکہ تمام اصناف خلق کے لیے عرش سے لیکر فرش تک یہ نعمتین پائی جاتی ہین اس سے معلوم ہوا
کہ محسن وہی ہو دوسرا شخص محسن کسطرح ہوسکتا ہو اگر کسی نے احسان کیا تو وہ بھی اسی کی قدرت کی حسنات مین سے ایک
حسنہ ہو کہ وہی خالق حسن کا ہو اور وہی محسن اور احسان اور اسباب احسان کا غرضکہ اس سبب سے بھی غیر سے محبت کرنی محض

جہالت ہو اور جو شخص اس بات کو جانیگا اس علت کے باعث بھی سوا خداے تعالیٰ کے اور سے محبت نکریگا اور چوتھا سبب
یعنے جمال والا جمال ہی کے باعث محبوب ہوتا ہو سوا جمال کے اور کوئی فائدہ محبت والے کو اس سے نہین جیسا کہ مشہور ہی شعر
گفت خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد ٭ ہر کجا پائے نہد دست بدارندش باش ٭ اسکو ہم بیان ہی کر چکے کہ یہ بات بھی طبیعتون کی
سرشت مین داخل ہو اور جمال کی دو قسمین ہین ایک ظاہری جو سر کی آنکھ سے سوجھتا ہو اور ایک باطنی جو دل کی آنکھ اور نور بصیرت سے
معلوم ہوتا ہو اور جمال اول کو لڑکے اور بہائم سب دیکھتے ہین اور دوسرے کے ادراک کے لیے اہل دل مخصوص ہین اور جو لوگ کہ
صرف ظاہر کی زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہین وہ انکے شریک نہین اور جو جمال ہو وہ مدرک کے نزدیک محبوب ہوتا ہو پس اگر وہ
دل سے مدرک ہو تو محبوب دلی ہوگا اور اسکی مثال انبیا اور علما اور مکارم اخلاق والون کی محبت ہو کہ یہ محبت تو ہوتی ہے مگر
چہرہ ان محبوبون کا اور دوسرے اعضا غائب ہین اور صورت باطنی کے حسن سے مراد یہی ہو اور حس اس صورت کو ادراک نہین کرتی
ہان جو آثار کہ اس صورت باطنی سے صادر ہوتے ہین اور اسپر دال ہوتے ہین ان کو ادراک کرتی ہے یہان تک کہ جب
دلالت قلب کی اسپر ہوتی ہو تو قلب اسکی طرف میل و محبت کرتا ہو مثلاً اگر کوئی محبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا صدیق اکبر
یا امام شافعیؒ سے کرتا ہو تو یہی وجہ ہو کہ کوئی امر انکا اسکو اچھا معلوم ہوا ہے اور یہ بات نہ انکے حسن صورت سے ہے نہ حسن افعال سے
بلکہ حسن افعال اس بات پر دال ہین کہ جو صفات کہ مصدر ان افعال کے ہین اور افعال انھین سے صادر ہوا کرتے ہین وہ اچھے
ہین جیسے کوئی شخص مصنف کی تصنیف کی خوبی یا کسی شاعر کے شعر کا حسن بلکہ کسی نقاش یا معمار کے نقش و بنا کی عمدگی دیکھے
تو اسکو ان افعال سے اسکے صفات جمیلۂ باطنی منکشف ہونگے جنکا حاصل انجام کو علم و قدرت کی طرف رجوع کرتا ہے پھر
جسقدر کہ معلوم اشرف اور جمال مین کامل تر اور اعظم ہوگا اسیقدر علم بھی اشرف اور اکمل ہوگا اور جسقدر قدرت کی چیز رتبہ اور
منزلت مین بڑی ہوگی اسیقدر قدرت بھی رتبہ اور قدر مین اشرف اور اجل ہوگی اور ظاہر ہے کہ سب معلومات مین بزرگ تر
خدائے تعالیٰ ہے تو ضرور ہو کہ علوم مین عمدہ تر اور اشرف خدائے تعالیٰ کی معرفت ہوگی ایسا ہی جو اسکے قریب اور مختص ہو پس
جسقدر کوئی چیز متعلق معرفت سے ہوگی اسیقدر اسکو شرف ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ صفات صدیقین کا جمال جنکو کہ دل
طبعاً چاہتے ہین تین امور کیطرف راجع ہو اول انکا علم اللہ تعالیٰ اور فرشتون اور کتابون اور رسولون اور انبیا کی شریعتون پر
دوسرے خود اپنے نفسون اور اللہ کے بندون کی اصلاح کی قدرت کہ ارشاد و سیاست سے کرتے ہین تیسرے انکا پاک
ہونا رذائل اور خباثتون اور شہوات غالبہ سے جو راہ خیر سے ہٹاتے ہین اور بدی کیطرف بلاتے ہین اور انھین جیسی باتون کے
باعث انبیا اور علما اور خلفا اور وہ سلاطین جو اہل کرم اور صاحب عدل ہین لوگونکو محبوب ہین پس ان تینون امرون کو خدا
تعالیٰ کے صفات کی بہ نسبت دیکھنا چاہیے علم کا حال تو یہ ہو کہ اگر تمام اولین اور آخرین کے علم کو اکٹھا کرو تو خداوند کریم کے
علم سے کچھ بھی نسبت نہین اسکا علم تمام اشیا پر ایسا محیط ہو کہ جسکی صفت خود ارشاد فرماتا ہو لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات
ولا فی الارض اور تمام مخلوق کو ارشاد ہی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا بلکہ اگر تمام اہل زمین و آسمان جمع ہو کر دریافت کیا چاہین کہ

مثلاً چیونٹی اور مچھر کے پیدا کرنے مین اسنے کیا حکمت رکھی ہے تو اسکے سَو مین حصے پر بھی واقف نہونگے اور نہ اسکے علم سے کچھ آگاہ
ہونگے سوا اس مقدار کے جو اسکو منظور ہوا اور جسقدر قدر قلیل تمام خلقت کو معلوم ہے وہ بھی اسی کی تعلیم سے ہے جیسا خود فرماتا ہے
خلق الانسان وعلمہ البیان پس اگر علم کا جمال اور شرف امر محبوب ہے اور بذات خود اپنے موصوف کے لیے زینت اور کمال ہے تو
اس نظر سے خدا ے تعالیٰ کے سوا اور کوئی محبوب نہونا چاہیے اسلیے کہ علما کے علوم اسکے علم کے مقابل جہل ہین پس اگر کوئی شخص اپنے
زمانے کے عالم تر کو بھی جانے اور جاہل تر کو بھی تو نہین ہو سکتا کہ علم کے سبب اجہل کو تو محبوب جانے اور اعلم کو چھوڑ دے گو
اجہل بھی اپنی معیشت کا علم رکھتا ہو اور نیز ان دونون کے علم اور خداے تعالیٰ کے علم مین جو فرق ہے وہ اس سے زائد ہے جو ان
دونون شخصون کے علوم مین ہے اسواسطے کہ اعلم زمانہ اجہل پر جو زیادتی رکھتا ہے وہ علوم متناہی سے رکھتا ہے کہ ہو سکتا ہو کہ اگر جاہل
بھی محنت کرے تو انکو سیکھ لے اور زیادتی خداے تعالیٰ کے علوم کی خلائق کے علوم پر بے انتہا ہے کیونکہ اس کی معلومات
بے نہایت ہین جنکی شان یہ ہے سحر دو کونش یکے قطرہ دربحر علم ؛ اور خلق کے معلومات محدود ہین پس محدود اور لاانتہا مین کچھ بھی
نسبت نہین۔ اور صفت قدرت کو دیکھو تو وہ بھی کمال ہے اور عاجزی نقصان کی چیز ہے اور ہر ایک کمال اور عظمت اور بہار اور
غلبہ و استیلا محبوب ہے اور اسکا ادراک لذیذ ہے یہانتک کہ انسان حکایتین شجاعت حضرت علیؓ اور حضرت خالدؓ اور شجاعون کی سنکر
اوران کی قدرت و استیلا اقران وامثال پر معلوم کرکے دلمین حرکت اور خوشی اور راحت ضرور ہی پاویگا صرف سننے کی لذت سے
اسقدر خوشی ہوتی ہے دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے اور یہ صفت کمال موجب محبت کی دلمین ہوتی ہے کہ جو کوئی شخص موصوف اس
صفت سے ہو اسکو محبوب جانے پس اب تمام خلق کی قدرت کو خداے تعالیٰ کی قدرت کے مقابل کرنا چاہیے جو شخص قوت مین
سب سے زیادہ ہو اور ملک بھی نہایت واسع رکھتا ہو اور شہوات کو سب سے زیادہ دباوے اور خباثت نفس کی بیخ کنی اوروں سے
زیادہ بجالاوے اور خود اپنے نفس کی سیاست اور دوسرونکی سیاست کا بھی جامع ہو ایسے شخص کی قدرت انتہا درجہ کی یہ
ہوا کرتی ہے کہ اپنے نفس کے بعض صفات پر اور آدمیون سے چند لوگون پر بعض امور مین قادر ہوا کرتا ہے اور باینہمہ اپنے نفس
کے واسطے نہ موت کا مالک ہوتا ہے نہ حیات اور پھر اٹھنے کا نہ کسی طرح کے ضرر اور فائدے کا بلکہ اپنی آنکھ کی حفاظت اندھے ہونے سے
اور زبان کی گونگا ہونے سے اور کان کی بہرا ہونے سے اور بدن کی بیماری سے بھی نہین کر سکتا اور جتنی چیزین کہ اسکے بس مین
نہین اور اسکا نفس اس سے اپنے لیے اور غیر کے لیے عاجز ہے انکے شمار کی کچھ حاجت نہین یہ حال تو ان اشیا مین ہے جو متعلق اسکی
قدرت کے ہین اور جو چیزین کہ اسکی قدرت کے متعلق ہی نہین جیسے آسمانون کے ملکوت اور ستارے اور زمین اور اس کے
پہاڑ اور سمندر اور ہوائین اور بجلیان اور معدنیات اور نباتات اور حیوانات اور دیگر اجزا تو انکے ایک ذرہ پر بھی قادر نہین
اور اپنے نفس پر اور غیر پر جو قدرت رکھتا ہے وہ بھی اسکے نفس کیطرف سے نہین نہ اسکے نفس کے ساتھ قائم بلکہ خداے
تعالیٰ اسکا اور اسکی قدرت و اسباب کا سب کا پیدا کرنے والا ہے جسنے اسکو قادر کر رکھا ہے اگر وہ ایک مچھر کو بڑے سے بڑے
بادشاہ اور سب سے زبردست پر حیوانات مین سے مسلط کر دے تو مچھر ہلاک کر دے غرضکہ بندے کو قدرت بدون عنایت مولیٰ

کے نہین جیساکہ خود روئے زمین کے سب مین ٹرے بادشاہ ذوالقرنین کے باب مین ارشاد فرماتا ہو انا مکنا لہ فی الارض اس سے
معلوم ہوا کہ تمام ملک و سلطنت صرف خدائے تعالیٰ کے قادر کرنے سے انکو ملی تھی کہ ایک جزو یہ زمین کے مالک کردیا تھا اور زمین
تمام اجسام کی نسبت کہ ایک ڈھیلا ہی اور جو ولایتین کہ جنسے آدمی بہرہ مند ہوتا ہی وہ سب ملکر اس ڈھیلے کی نسبت کہ ایک
کنکر ہین اور وہ بھی خدائے تعالیٰ کے فضل اور قدرت سے تصرف انسانی مین آتی ہین اس صورت مین محال ہی کہ کوئی بندہ بندگان الٰہی
سے اس جہت سے محبوب جانا جاوے کہ وہ قدرت اور سیاست اور استیلا و تصرف اور کمال قوت رکھتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے
یہ محبت نہو حالانکہ حول و قوت اسکے سوا کسی کو نہین وہی جبار و قہار اور دانا اور قادر ہے آسمان اسکے اختیار مین ہین اور زمین
اور اسکی چیزین اسکے قبضے مین تمام مخلوقات اسی کے پنجہ قدرت مین ہی اگر سب اسکے سب کو ہلاک کردے تو اسکی سلطنت
اور ملک مین سے کوئی ذرہ کم نہین ہوتا اور اگر ان جیسے لاکھون پیدا کرے تو پیدایش سے عاجز ہی اور ماندگی اور اختراع
مین کاہلی نہین آتی اس صورت مین جو قدرت اور قادر ہے وہ اسی کے آثار قدرت مین سے ایک اثر ہے تو عظمت اور جلال
اور کبریا اور قہر اور استیلا سب اسی کو شایان ہے پس اگر ممکن ہو کہ محبت کسی سے کمال قدرت کی جہت سے کی جاوے تو
ایسی محبت کا مستحق کبھی سوا خدائے تعالیٰ قادر مطلق کے اور کوئی نہین ہوسکتا اور صفت عیبون سے منزہ ہونے کی اور رذائل
اور خباثت سے پاک ہونے کی جو موجبات محبت مین سے اور مقتضیات حسن و جمال مین سے ہی اور باطنی صور تو نہین ہوا
کرتی ہو اگرچہ انبیا اور صدیقین بھی عیوب اور نقصانون سے بری تھے مگر کمال تنزہ اور تقدس بجز واحد قدوس ذی الجلال والاکرام
اور کسی مین نہین پایا جاتا مخلوق ایسی کوئی نہین جسمین کوئی نقصان نہو بلکہ اگر دیکھو تو مخلوق ہونا اور عاجز اور مسخر اور مجبور ہونا عین
نقصان ہی اس سے معلوم ہوا کہ کمال جسکا نام ہی وہ خدائے واحد ہی کے لیے ہی غیر کو اتنا ہی کمال ہی جتنا اسنے عطا فرمایا اور یہ
ہو نہین سکتا کہ دوسرے کو انتہائے کمال عنایت ہو اسلیے کہ انتہائے کمال کا اقل درجہ ہی کہ بندہ مسخر اور قایم بالغیر نہو اور
یہ بات سوائے خدائے تعالیٰ کی ذات کے اور مین ہونی محال ہی پس کمال کے درجات مین یکتا اور عیوب اور نقصانون سے
مبرا اسی کی ذات ہی اور بیان کرنا تقدس اور تنزہ کی وجوہ کا خدائے تعالیٰ کے لیے بہت طویل ہے اور علوم مکاشفہ کے
اسرار مین سے ہے اسلیے ہم اسکو ذکر نہین کرتے خلاصہ یہ کہ اگر صفت تقدس اور تنزہ بھی کمال و جمال محبوب ہو تو اسکی حقیقت
بھی بجز خدائے تعالیٰ کے اور کسی کے لیے نہین ہی اور اگر کسی مین تنزہ ہی تو وہ اورون کی نسبت ہے مثلاً گھوڑا بہ نسبت گدھے کے
کامل ہی اور انسان گھوڑے کی نسبت کہ نقصان کم رکھتا ہی مگر چاہیے کہ کسی مین نقصان نہو یہ بات نہین بلکہ اصل نقصان سب
مین ہے فرق صرف درجات نقصان مین ہی کہ بعضون مین کم اور بعضون مین زیادہ ہی حاصل یہ کہ جمیل محبوب ہوتا ہے اور
جمیل مطلق وہ یگانہ ہی کہ جسکا کوئی مثل نہین اور فرد ہی کہ جسکی کوئی ضد نہین وہ ایسا پاک ہے کہ اسکا کوئی مزاحم نہین اور
ایسا غنی کہ اسکو کسی کی حاجت نہین ایسا قادر کہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے ویسا حکم دے نہ کوئی اسکے
حکم کو ٹالے نہ اسکی قضا کو کوئی پیچھے ڈالے عالم اسطرح کا کہ ذرہ بھر چیز آسمان و زمین کی اسکے علم سے باہر نہین قاہر ایسا

کہ اسکے قبضۂ قدرت سے جابروں کی گردنین نہین نکلتین نہ ملوک و سلاطین اس کی گرفت اور سطوت سے سرک سکین ازلی ایسا کہ اسکی وجود کی ابتدا نہین اور ابدی ایسا کہ اسکی بقا کی انتہا نہین اپنی ذات مین ایسا ضروری کہ عدم کا تصور اسکی جناب سے کوسون دور اور ایسا قیوم کہ خود قائم اور دوسری چیز ونکا اسی سے قیام اور ظہور آسمانون اور زمین کا جبار وہی ہے اور جمادات اور حیوانات و نباتات کا خالق وہی عزت و جبروت مین یگانہ اور ملک و ملکوت مین یکتا سے زمانہ فضل اور جلال اور کبریا و جمال اور قدرت و کمال سب اسی کے لیے ہین جسکے جلال کی معرفت مین عقلین حیران اور اس کے وصف مین زبانین سرگردان ہین عارفین کا کمال معرفت یہی ہے کہ اسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین اور منتہائے نبوت انبیا یہی ہے کہ اسکے وصف سے قصور کا اعتراف کرین چنانچہ سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اور سید الصدیق حضرت ابو بکر فرماتے ہین کہ العجز عن درک الادراک ادراک سبحان اللہ کیا ذات اقدس ہے کہ اپنے پہچاننے کا کوئی طریق سوا عاجزی کے مقرر نہین فرمایا شعر۔ جز خضوع و بندگی و اضطرار :: اندران حضرت ندارد اعتبار :: اب ہمکو معلوم نہین کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خدائے تعالے سے محبت حقیقی نہین ہو سکتی مجازاً ہو سکتی ہے وہ کیا ان اوصاف کو اوصاف جمال و محامد کمال نہین جانتے یا خدائے تعالے کو ان اوصاف سے موصوف نہین سمجھتے یا کمال و عظمت کو طبعاً محبوب ہونا نہین تصور کرتے سچ ہے کہ شعر گر نہ بیند بروز شپرہ چشم :: چشمۂ آفتاب را چہ گناہ :: یہ بھی خدائے تعالیٰ کی غیرت جمال و جلال ہے کہ اندھون کی آنکھ سے در پردہ رہتا ہے اور بجز ان لوگون کے جنکے لیے ازل سے خوبی لکھی گئی اور آتش حجاب سے دور ہین اورون پر اپنی تجلی نہین فرماتا وہ بیچارے ظلمات نابینائی مین حیران ہین اور وسعت آباد محسوسات اور شہوات بہائم مین پریشان ظاہر کی زندگی دنیا ہی کو جانتے ہین اور آخرت سے غافل ہین افسوس کہ یہ لوگ کچھ نہین جانتے اور محبت اس سبب سے بہ نسبت احسان کے قوی تر ہوتی ہے کہ احسان کم و بیش ہوا کرتا ہے اور یہین لحاظ خدائے تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ محبوب تر محبوبون کا میرے نزدیک وہ ہے جو میری عبادت بدون عطا کے کرے لیکن ربوبیت اپنا حق ادا ضرور کرتی ہے۔ اور زبور مین ہے کہ اس شخص سے ظالم تر کوئی نہین جو جنت یا دوزخ کے سبب میری پرستش کرے اگر مین جنت یا دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کیا اسبات کے شایان نہ تھا کہ کوئی میری اطاعت کرے اور حضرت عیسےٰ کا گذر عابدین کی جماعت پر ہوا جو لاغر ہو رہے تھے اور انھون نے عرض کیا کہ ہم دوزخ سے خوف رکھتے ہین اور جنت کی طمع آپ نے انکو فرمایا کہ تم مخلوق ہی سے ڈرتے ہو اور مخلوق ہی کے متوقع ہو اور ایک اور لوگون پر جو گذر ہوا وہ بھی دبلے تھے انھون نے عرض کیا کہ ہم خدا کی عبادت اسکی محبت اور تعظیم کے لیے کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ تم واقع مین اللہ کے ولی ہو مجکو تمھین لوگون مین رہنے کا حکم ہے۔ اور حضرت ابو حازم فرماتے ہین کہ مجھے شرم آتی ہے کہ خدا کی عبادت ثواب یا عذاب کے مارے کرون اور بدذات غلام کے موافق ہون کہ اگر ڈر نہ ہو تو کام نہ کرے یا شریر مزدور جیسا ہو جاؤن کہ اگر مزدوری نہ بچاوے تو کچھ نہ کرے اور یہ مضمون حدیث شریف مین بھی ہے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہو

جیسے برا مزدور کہ اگر اُجرت نہ پاوے تو کام نکرے اور نہ ایسا ہو جیسا بُرا غلام کہ اگر خوف نہو تو کام نکرے۔ باقی رہا پانچواں سبب محبت کا یعنے مناسبت اور ہمشکل ہونا پس اسکو بھی محبت مین دخل ہے اسلیے کہ جو چیز جسکے مشابہ ہوتی ہے وہ اُسی کیطرف کھنچتی ہے دیکھو اسی باعث سے لڑکا لڑکے سے الفت کرتا ہے اور بڑا بڑے سے اور ہر جانور اپنے جنس سے اور جو اپنی قسم کا نہین ہوتا اس سے نفرت کرتا ہے عالم کو عالم سے زیادہ اُنس ہوتا ہے حرفہ والے سے اتنا نہین ہوتا تاجرون کو تاجرون سے زیادہ الفت ہوتی ہے کہ اتنی کسانون سے نہین ہوتی اور یہ ایک بات ایسی ہے کہ تجربہ اسکا شاہد ہے اور اخبار و آثار سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اسکا بیان ہم باب آداب صحبت مین لکھ چکے ہین جہان خدا کی راہ مین بھائی چارہ کا ذکر ہے جسکا دل چاہے وہان دیکھ لے اور جب مناسبت سبب محبت کا ٹھہری تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ مناسبت کبھی تو ظاہر کی بات مین ہوتی ہے جیسے لڑکے کی مناسبت لڑکے سے کہ لڑکپن مین دونون کو مناسبت ہے کبھی کسی خفیہ امر مین مناسبت ہوتی ہے کہ اُسپر اورون کو وقوف نہین ہوتا جیسے دو شخصون مین اتفاقاً اتحاد ہو جاتا ہے کہ نہ انھون نے ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہے نہ کچھ مال کی طمع وغیرہ ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اسکی طرف اشارہ فرماتے ہین کہ الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف اس حدیث مین تعارف سے غرض تناسب ہے اور تناکر سے غیر تناسب۔ حاصل یہ کہ یہ سبب بھی مقتضی خدائے تعالی کی محبت کا ہے کہ بندے مین اور اُسمین مناسبت باطنی ہوتی ہو نہ یہ کہ صورت و شکل ایکسی ہو بلکہ وہ مناسبت ایسے امور باطنی مین ہوتی ہے کہ بعض اُنمین سے کتابون مین لکھے جا سکتے ہین اور بعض ممکن نہین کہ لکھے جا سکین بلکہ انکو پردۂ غیرت ہی مین مخفی رہنے دینا ٹھیک ہے تاکہ سالکان طریق معرفت جب شرط سلوک پوری کر چکین تو خود ان امور پر مطلع ہو جاوین پس جو مناسبت قابل لکھنے کے ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا قرب خدائے تعالی سے ان صفات مین ہو جنکے لیے اقتدا کا حکم ہے اسطرح کہ تخلقوا باخلاق اللہ اور یہ امر اسطرح ہے کہ محامد صفات جو اوصاف الہی مین سے ہین انکو حاصل کیا جاوے مثلاً علم اور نیکی اور احسان اور لطف اور دوسرون کو خیر کا پہونچانا اور خلق پر رحم کرنا اور انکو نصیحت کرنا اور حق بات کی ہدایت کرنی اور باطل سے منع کرنا وغیرہ مکارم شرعی سیکھنے کہ ہر ایک ان مین سے بندے کو قرب الہی سے بہرہ ور کرتی ہے نہ اس اعتبار سے کہ قرب مکانی ہو بلکہ قرب صفات کے رو سے ہو جاتا ہے اور جس مناسبت کا ذکر کرنا جائز نہین اور کتابون مین نہین لکھی جا سکتی وہ ہی مناسبت خاص ہے کہ جو صرف آدمی مین پائی جاتی ہے اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس قول خداوندی مین ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اسمین بیان فرمایا کہ روح امر ربانی ہے خلق کی عقل کی حد سے خارج ہے اور اس سے واضح تر دوسری آیت ہے فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی اور اسی وجہ سے اسکو فرشتون سے سجدہ کرایا اور اسی کی طرف اشارہ اس آیت مین انا جعلناک خلیفة فی الارض اسلیے کہ آدمی مستحق خلافت الہی کا صرف اسی مناسبت سے ہوا ہے اور اسی کیطرف رمز ہے اس حدیث شریف مین ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اس سے کوتاہ اندیشون نے گمان کرلیا کہ صورت تو نام اسی شکل کا ہے جو ظاہری اور مدرک بالحواس ہو اسی لیے خدا کو دوسری اشیا سے تشبیہ دی اور جسم اور صورت گردانے لیے معاذ اللہ منہا

اور اسی مناسبت کیطرف اشارہ ہی اس حدیث قدسی مین کہ جناب احدیت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ الٰہی یہ کیسے ہو سکتا ہی حکم ہوا کہ میرا فلان بندہ بیمار ہوا تو نے اسکی عیادت نہ کی اگر تو اسکی بیمار پرسی کرتا تو مجکو اسکے پاس پاتا اور یہ مناسبت جب ظاہر ہوتی ہی جب فرضون پر قائم ہو کر آدمی نوافل پر مواظبت کرے جیسا کہ حدیث قدسی مین مذکور ہی لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و لسانہ الذی ینطق بہ اور یہ مقام ایسا ہی کہ شدید ہی قلم کی باگ کو یہان روکنا واجب ہی اسلیے کہ لوگ اسبات مین بہت متفرق ہو گئے ہین بعضے کوتاہ فہم تو تشبیہ ظاہر کیطرف جھک پڑے اور بعضے مسرف غالی مناسبت سے بھی بڑھ گئے اور اتحاد کے قائل ہوے کہ خدا سے تعالیٰ بندے مین حلول کر جاتا ہی یہانتک کہ بعضون نے انا الحق زبان سے نکالا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب مین نصاری بھٹک گئے کہ انکو خدا کہنے لگے پھر لوگون نے یہ کہا کہ عالم ناسوت نے لباس لاہوت در بر کیا اور بعضے اسبات کے قائل ہوے کہ ناسوت اور لاہوت متحد ہین مگر جن لوگون پر کہ تشبیہ و تمثیل کا محال ہونا اور اتحاد اور حلول کا ممتنع ہونا منکشف ہو گیا ہی اور باوجود اسکے امر واقعی اور سر حقیقی بھی جانتے ہین تو ایسے لوگ کم ہین اور شاید حضرت ابو الحسن نوریؒ اسی مقام کو تاکا کرتے تھے کہ انکو ایک شعر سے وجد غالب ہو گیا جس کا ترجمہ یہ ہی شعر ہر عشق ہر دم بمنزل ست نزولی گرزان نزول ہمہ حیرت اند جملہ عقول کو اس شعر سے آپ کو اتنا وجد ہوا کہ اسی حال مین بیابان جنگل نیستان مین دوڑتے پھرتے تھے نے کو کٹ گئی تھی مگر اسکی جڑین باقی تھین انسے آپ کے پاؤن چر گئے اور ورم کر آئے اور اسمین آپ کا وصال ہوا غرضکہ مناسبت بھی اسباب محبت مین سے بہت بڑا سبب ہی اور سب سے زیادہ قوی اور عمدہ اور بعید تر ہی اور اسکا وجود بہت کم ہی پس ان پانچون اسباب کو دیکھو تو خدا ہی کے نفس مین حقیقۃً جمع ہین اور سب کے سب اعلےٰ درجات مین ہین نہ ادنےٰ مین اس صورت مین ارباب بصیرت کے نزدیک قابل پذیرائی صرف محبت الٰہی ہی ہو سکتی ہی جیسے کہ اندھون کے نزدیک غیر اللہ ہی کی محبت کا وجود ہی پھر خلق مین سے اگر کوئی شخص انمین سے ایک سبب کی جہت سے بھی محبوب ہوتا ہی تو ہو سکتا ہی کہ اگر کوئی شخص دوسرا بھی اس سبب مین شریک ہو تو وہ بھی محبوب ہوا اور شرکت محبت کے باب مین نقصان ہی اور محبوب کے کمال سے اعراض اور کوئی وصف محبوب اسطرح کا نہین کہ جسمین کوئی شخص یکتا ہو اور اسکا شریک نہ پایا جاوے اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو اسکے لیے شریک کا پایا جانا خالی امکان سے نہین مگر خداوند کریم جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہی جو نہایت درجے کی جلال و جمال کی ہین اسکا شریک نہین نہ تو کوئی بالفعل ہے اور نہ آگے کو ممکن اس سے معلوم ہوا کہ اسکی محبت مین شرکت نہین ہو سکتی اسی جہت سے اسکی محبت مین نقصان کو بھی دخل نہین ہو سکتا جیسے کہ شرکت کو اسکی صفات مین راہ نہین اب ثابت ہوا کہ اصل محبت اور کمال محبت کا مستحق وہی ہی کہ جسمین ہرگز دوسرے کو شرکت نہین چھٹا بیان اسباب مین کہ سب سے اعلےٰ اور اشرف لذت معرفت الٰہی اور اسکے دیدار کی ہے اور یہ ممکن نہین کہ اسپر کسی لذت کو ترجیح ہو مگر اسی شخص کے نزدیک جو اس لذت سے محروم ہو جانا چاہیے کہ لذتین تابع ادراکات کی ہین اور انسان بہت سی قوتون اور طبیعتون کا جامع ہی اور ہر ایک قوت و طبیعت کے لیے ایک لذت جداگانہ ہی یعنے حصول مقتضاے طبع کا جسکے لیے

ہر ایک قوت مخلوق ہی اسکی لذت کہلاتا ہی اسلیے کہ انسان مین یہ قویٰ بیفائدہ تو پیدا ہی نہین ہوئے ہر ایک قوت وطبیعت ایک ایسے
امر کے لیے بنی ہی جو اسکا مقتضائے طبع ہی مثلاً طبیعت غضب تشفی اور انتقام کیلیے پیدا ہوئی ہی تو ضرور ہی کہ اسکی لذت غلبہ و انتقام ہی
سے ہو جو اسکے مقتضائے طبع ہی اور قوت خواہش طعام تحصیل غذا کے لیے مخلوق ہوئی ہی جس سے کہ بقائے وجود ہو تو اسکی لذت اسی غذا
کے ملنے مین ہوگی جو اسکے مقتضائے طبع ہی اسیطرح لذت سننے اور دیکھنے اور سونگھنے کی ایسی ہی چیزون سے ہوگی جو انکے مقتضائے طبع
ہون بس ان قویٰ مین کوئی قوت ایسی نہین کہ جسکو اپنے مدرکات سے رنج اور لذت نہوتی ہو اسیطرح دلمین ایک قوت ہے جسکو نور الٰہی
کہتے ہین جسکے باب مین خدائے تعالیٰ فرماتا ہی افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ اور اسکو عقل اور بصیرت باطنی اور نور ایمان اور
نور یقین بھی کہتے ہین اور اسکے نامون مین مشغول ہونے سے کچھ غرض نہین کہ ہر ایک کی جدا جدا اصطلاح ہی اور کم عقل یہ گمان کرتے ہین کہ الفاظ
کے اختلاف سے معنی مین اختلاف ہی اسلیے کہ وہ لوگ الفاظ ہی سے معنی کے نکالنے کے پابند ہین حالانکہ یہ بات امر واجبی کے برعکس ہے
بہرحال دلمین ایک ایسی صفت ہی جس سے کہ اسکو تمام بدن سے تمیز ہی اسی صفت سے دل ان باتون کو دریافت کرتا ہے جو نہ متخیل ہین نہ
محسوس مثلاً عالم کا پیدا ہونا یا اسکا محتاج ہونا ایک خالق مدبر حکیم وقدیم کیطرف جو صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف ہو اور ہم اس صفت
قلبی کا نام عقل رکھتے ہین بشرطیکہ کوئی شخص عقل سے وہ قوت نہ سمجھے جس سے کہ ادراک طریقۂ مجادلہ اور مناظرہ کا ہوتا ہی کیونکہ
بالفعل عقل انہین معنون مین مشہور ہی اور اسیوجہ سے بعض صوفیہ نے عقل کو برا کہا ہی ورنہ جو صفت انسانی کہ اسکے باعث بہائم
سے متمیز ہو اور معرفت الٰہی کو اس سے دریافت کرے وہ تو بڑی عمدہ صفت ہی اسکو تو برا کہنا ہی نچاہیے اور یہ قوت اسی لیے
پیدا ہوئی ہی کہ اسکے باعث سب امور کی حقیقت معلوم ہو تو اسکا مقتضائے طبع معرفت اور علم ہی اور یہی اسکی لذت ہے جیسے اور
قویٰ کا مقتضائے طبع انکے حق مین لذت ہی اور اس بات مین بھی کچھ شک نہین کہ علم ومعرفت مین لذت ضرور ہی یہانتک کہ اگر
کوئی شخص کسی ادنیٰ سی چیز کا عالم اور عارف کہلاتا ہی وہ خوش ہوتا ہی اور جو جہل کیطرف منسوب کیا جاتا ہی گو کسی امر حقیر ہی مین ہو
تو ناخوش ہوتا ہی دیکھو آدمی اگر کوئی حقیر چیز بھی جانتا ہو تو اس سے فخر اور بڑائی کرنے مین صبر نہین کرتا مثلاً جو شطرنج کھیلنا جانتا ہے
اور یہ ادنیٰ بات ہی مگر باوجود اسکی خست کے اسکی تعلیم سے چپ نہین رہتا اور جو کچھ جانتا ہوتا ہے اسپر زبان چل ہی جاتی ہے
اور یہ اسی لیے ہی کہ لذت اسکے جاننے کی بہت ہوتی ہے اور اسکے علم کو اپنی ذات کا کمال سمجھتا ہی اور وجہ یہ ہی کہ علم سب
صفات ربوبیت مین سے اخص ہی اور منتہائے کمال ہی اور اسلیے جب کسی شخص کی تعریف ذکا اور کثرت علم کی کی جاتی ہے
تو طبیعت کو راحت ہوتی ہی کیونکہ ثنا کے سننے سے اپنے علم اور ذات کے کمال کا وقوف ہوتا ہی اسلیے عجب کرتا ہے اور لذت
پاتا ہی پھر علم زراعت اور درخت کی اتنی لذت نہین جتنی سیاست ملک و تدبیر سلطنت اور امور خلق کے جاننے کی ہی اور نہ لذت
علم نحو اور شعر کی ایسی ہی جیسے خدائے تعالیٰ اور اسکے فرشتون اور اسرار آسمان وزمین کے علم کی ہی بلکہ اصل یہ ہی کہ لذت علم کی بقدر
شرف علم کے ہوتی ہی اور شرف علم بقدر شرف معلوم کے ہوتا ہی یہانتک کہ جو شخص لوگون کے باطن کے حالات دریافت کرکے لوگون سے
کہتا ہے انہین بڑا مزہ پاتا ہی اور اگر معلوم نہین ہوسکتے تو اسکی طبیعت چاہتی ہی کہ انکو تلاش کرے پھر اگر شہر کے رئیس کے دل کا

حال اور اسکی ریاست کی تدبیر پر واقف ہو تو یہ امر اسکے نزدیک کسانون اور نوربافون وغیرہ غربا کے باطن کا حال معلوم ہونیکی نسبت کر زیادہ عمدہ اور لذیذ معلوم ہوگا اور اگر رئیس سے بڑھکر وزیر کے حالات کا علم ہوگا اور اسکی تدابیر وزارت پر واقفیت ہوگی تو یہ رئیس کے اسرار جاننے کی نسبت کر اچھا جانیگا اور اگر بادشاہ کے باطن کا حال معلوم ہوگا جو وزیر سے بھی بڑھکر ہو تو وزیر کے حالات سے بھی زیادہ تر اچھا معلوم ہوگا اور اس امر پر تعریف چاہنی اور حرص اور بحث بہت اچھی معلوم ہوگی اور یہی ذکر زیادہ محبوب ہوا اسلیے کہ اسمین لذت زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ معارف مین سے لذیذ تر وہ ہین جو اشرف ہین اور انکا اشرف بحسب معلوم کے شرف کے ہے پس اگر معلومات مین کوئی چیز سب مین اشرف اور اعلےٰ اور اجل اور اکرم ہو تو ظاہر ہے کہ اسکا علم سب علوم سے بیشک لذیذ تر اور اشرف اور اطیب ہوگا اب ہمکو کوئی بتادے کہ جس شخص نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور تکمیل کی اور انکو زینت دی اور نئے سر سے بنایا اور دوبارہ بھی بناویگا اور انکا مدبر اور منتظم وہی ہے اس سے زیادہ تر بڑھکر کونسی چیز موجود ہے جو اشرف اور اعلےٰ اور اکمل اور اعظم ہو یا یہ ہوسکتا ہے کہ جناب احدیت کے سوا کوئی اور دربار اسطرح کا ہو کہ ملک اور کمال اور جمال اور جلال مین سب سے زیادہ ہو وہی دربار ہے جسکے مبادی جلال اور عجائب احوال مین وصف وصفونکا قاصر ہے شعر صانعے کز کمال عز وجلال ٭ وز ثنایش زبان ناطقہ لال ٭ پس اگر تمکو ان امور مین شک نہین تو اسبات مین بھی شک نکرنا چاہیے کہ اسرار ربوبیت اور انتظام امور الٰہیہ پر واقف ہونا جو محیط تمام موجودات پر ہین اقسام معارف مین سب سے بڑھکر ہے اور معارف کی نسبت کر لذیذ اور عمدہ اور اشرف ہے یہی واقفیت ایسی ہے کہ جب نفس کو ہوجاوے تو اپنا کمال اور جمال سمجھنا اسکو زیبا ہے اور اس سے خوش ہونا اور راحت پانا بجا اس بیان سے معلوم ہوا کہ علم لذیذ ہے اور کل علوم مین لذیذ تر خداے تعا اور اسکے صفات اور افعال کا علم اور جو تدبیر کہ وہ اپنی مملکت مین عرش سے لیکر فرش تک کرتا رہتا ہے اسکا علم ہے پس اس سے صاف سمجھنا چاہیے کہ معرفت کی لذت اور لذتون کی نسبت کر مثل لذت شہوت اور غضب اور تمام حواس کی لذتون کے فائق تر ہے اسلیے کہ لذات مین اول تو نوع کا اختلاف ہوتا ہے مثلاً لذت جماع اور ہے اور لذت سماع اور اور معرفت کی لذت اور ہے اور ریاست کی اور دوسرے یہ کہ انمین کمی بیشی کا اختلاف ہوتا ہے جیسے جماع سے ایک شخص مجرد کامل الشہوت اور حریص کو لذت زیادہ ہوگی اور سست کو اسکی نسبت کم ہوگی اسیطرح جو شخص نہایت درجے کا خوبصورت ہو اسکی طرف دیکھنے سے اور لذت ہوگی اور جو شخص جمال کم رکھتا ہے اسکی طرف دیکھنے سے اور ہوگی اور لذت کی قوت اور زیادتی کی پہچان یہ ہے کہ اسکے ہوتے دوسری لذت کو اختیار نکرے مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا اچھی صورت تاکتا رہ یا خوشبو سونگھا کر اور وہ صورت اول پسند کرے تو معلوم ہوگا کہ اسکے نزدیک دیدار خوبصورت کا خوشبو کی نسبت کر زیادہ لذیذ ہے اسیطرح اگر کھانا موجود ہو اور وقت کھانے کا بھی ہو اور شطرنج کھیلنے والا غذا کو ترک کرکے کھیل ہی مین مصروف رہے تو جانا جائیگا کہ شطرنج مین مات دینے کی لذت اسکے نزدیک غذا کی لذت سے بڑھکر ہے غرضکہ یہ علامت ایک سچی کسوٹی ہے اس سے لذتونکی ترجیح خوب معلوم ہوتی ہے اب ہم پھر اصل مقصود کیطرف رجوع کرتے ہین کہ لذات کی دو قسم ہین ایک ظاہری جیسے حواس خمسہ کی لذات دوسری باطنی جیسے ریاست اور غلبہ اور بزرگی اور علم وغیرہ کی لذات کہ یہ لذت نہ آنکھ کو ہے نہ کان کو نہ ناک کو نہ ذائقہ اور لمس کو اور باطنی لذات

بہ نسبت ظاہری لذات کے اہل کمال پر غالب تر ہوتے ہیں مثلاً اگر کسی کو اختیار دیا جاوے کہ حریرہ اور مرغ اور حلوا کی لذت اختیار کرے
یا ریاست اور غلبہ و دشمنوں کا زیر کرنا پسند کرے تو وہ شخص اگر پست ہمت مردہ دل پیٹ کا کتا ہوگا تب تو گوشت اور حلوا اختیار کریگا اور
اگر بلند ہمت اور عقل کا پورا ہوگا تو ریاست پسند کریگا اور بھوکا رہنا اور ضروری غذا سے بھی چند روز صبر کرلینا اسپر آسان ہوگا تو ریاست
کو ترجیح دینے سے سمجھا جاویگا کہ لذت ریاست اسکے نزدیک عمدہ غذاؤں سے لذیذ تر ہے ہاں جو ناقص کہ اسکے معانی باطنی ابھی پورے
نہیں ہوے جیسے لڑکا اور کم عقل جسکی قوت باطنی جاتی رہی ہو وہ کھانیکی چیزونکی لذت ریاست کی لذت پر ترجیح دیگا اور جیسے کہ
اس شخص پر کہ جو حالت لڑکپن اور کم عقلی سے بری ہو لذت ریاست اور کرامت غالب تر ہوتی ہے اسیطرح لذت معرفت الٰہی و مطالعہ جمال
حضرت ربوبیت اور بھید اسرار امور الٰہی کی لذت ریاست کی نسبت کہ جو خلق پر مستولی ہے بہت زیادہ ہے اس لذت کو اس آیت سے تعبیر کرتے ہیں
لا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعين اور ایسے لوگوں کے لیے وہ لذات ہیں کہ جو نہ آنکھوں دیکھے نہ کانوں سنے نہ کسی بشر کے دل میں
گذرے ہیں اور یہ لذت اسی کو معلوم ہوگی جو دونوں لذتوں کو چکھے پھر بیشک وہ تجرد اور تنہائی اور ذکر و فکر اور بحر معرفت میں تیرنا پسند کریگا
اور خلق کی ریاست کو حقیر جان کر ترک کریگا کیونکہ اسکو معلوم ہے کہ یہ ریاست بھی جاتی رہیگی اور جسپر ریاست ہے وہ بھی نہ رہیگی اور اسمیں
طرح طرح کی کدورات ملی ہیں کہ انسے خالی ہونا ممکن ہی نہیں اور موت پر تو ضروری ہی اسکا خاتمہ ہوجاویگا اور موت ضرور آئیگی
مطابق مضمون اس آیت کے حتی اذا اخذت الارض زخرفها وازينت وظن اهلها انهم قادرون عليها اتاها امرنا ليلا او نهارا فجعلناها
حصيدا كان لم تغن بالامس پس ایسی لذت کی نسبت کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اسکے صفات و افعال اور انتظام مملکت جو اعلیٰ
علیین سے اسفل السافلین تک گھیر رکھا ہے اسکی سیر کی لذت کو بڑا جانے گا اسلیے کہ اس لذت میں کچھ مزاحمت اور کدورت
نہیں جو کوئی اسکو دیکھا چاہے اسکے لیے واسع ہے اگر اسکے پھیلاؤ کو دیکھیے تو جہانتک انداز ہوسکتا ہے آسمانوں اور زمین کا
عرض کہہ سکتے ہیں مگر جب ان حدود سے بڑھیے تو اسکے پھیلاؤ کی کچھ نہایت نہیں حاصل یہ کہ عارف جو اسکا مطالعہ کرتا ہے وہ مدام
اس جنت میں رہتا ہے جسکا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اسی کے چمنوں میں گلگشت کرتا ہے اور میووں کو توڑتا ہے چشموں سے
پانی پیتا ہے اور اسباب سے مامون رہتا ہے کہ یہ جاتی رہینگی کیونکہ اس جنت کے پھل ایسے نہیں کہ کبھی جاتے رہیں اور نہ کسی سے
انکی روک پھر اسپر دائمی اور سرمدی ہیں کہ موت کے باعث جاتے نہیں رہتے اس لیے کہ موت محل معرفت الٰہی کو فنا
نہیں کرتی اور محل معرفت روح ہے جو امر ربانی اور آسمانی ہے موت صرف روح کے حالات اور اس کے کاموں اور مشغولی کو
تبدیل کرتی ہے اور اسکو حبس سے رہا کردیتی ہے نیست ہرگز نہیں کرتی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ولا تحسبن الذين قتلوا
في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون فرحين بما آتاهم الله من فضله ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم الا خوف عليهم
ولا هم يحزنون یہ نہ جاننا چاہیے کہ یہ آیت اس شخص کے باب میں ہے جو معرکے میں مارا گیا ہو بلکہ عارف کو ہر ایک دم میں درجہ ہزار

کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھرا ہے ان کے واسطے جو ٹھنڈک ہے آنکھوں کی ۱۲ یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے چمک
اور سنگار پر آئی اور اٹکلے زمین والے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے پہونچا اسپر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اسکو کاٹ کر ڈھیر گویا کل کو یہاں نہ تھی بستی

کے اور خوشی وقت ہو رہے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی نہیں پہونچے ان میں پیچھے سے اسواسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر نہ ان کو غم ۱۲

شہید کا ملتا ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ شہید آخرت مین تمنا کریگا کہ کسیطرح دنیا مین پھر جاؤن اور دوبارہ لڑائی مین مارا
جاؤن اور اس تمنا کی وجہ یہ ہی کہ ثواب شہادت بہت بڑا ملیگا اور شہدا کو یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہم علما ہوتے اس وجہ سے کہ
علما کا درجہ بہت زیادہ دیکھینگے غرضکہ سب آسمان و زمین کے ملک عارف کے میدان ہین جہان چاہے وہان سیر کرے اسکی
حاجت نہین کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور تن بدن لیجاوے اور اسی ملکوت کے جمال کے مطالعہ کے باعث اس جنت
مین رہتا ہی جسکا عرض آسمان و زمین ہی اور ہر ایک عارف کو اتنا ہی کچھ ہی یہ نہین کہ ایک دوسرے پر تنگی ڈالتا ہو مگر اتنا ہے کہ
جسقدر جسکی نظر اور معرفت ہوگی اسیقدر اسکی سیرگاہ کو وسعت ہوگی اور اسی سے خدا کے نزدیک انکے درجات مین تفاوت ہوتا ہی
جو شمار مین نہین آسکتا اس بیان سے ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو باطنی ہی وہ اہل کمال مین حواس کی سب لذتون سے بڑھکر ہوتی
ہے اور یہ لذت بہیمہ اور لڑکے کم عقل کو نہین ہوتی اور محسوسات اور شہوات کی لذت بھی اہل کمال کو ہوتی ہی مگر ریاست کی لذت
کو اسپر ترجیح دیتے ہین مگر معرفت الٰہی اور اسکے صفات اور افعال اور آسمانون اور اسکی سلطنت کے اسرار کی معرفت جو ریاست کی
لذت سے بڑھکر ہی پس اسکو وہی شخص جانتا ہی جو معرفت کے رتبے کو پہونچے اور اسکا مزہ چکھے اسکو ایسے کے سامنے ثابت کرنا جسکے دل نہو
غیر ممکن ہی اسلیے کہ دل اس قوت کا معدن ہی تو جسکے دل ہی نہو گا وہ اس مزے کو کیا جانیگا جیسے لذت جماع کی ترجیح لڑکے کے نزدیک کھیل کود پر
ثابت نہین کر سکتے نہ نامرد کو اسکی ترجیح عطر سونگھنے پر معلوم ہوا اسواسطے کہ لڑکے اور نامرد مین وہ قوت ہی نہین جس سے وہ لذت ملتی ہی مگر جو شخص
سونگھنے کی قوت بھی درست رکھتا ہو اور نامردی سے بھی بری ہو وہ البتہ دونون لذتون کا فرق جانیگا پس اب یہی کہنا چاہیے کہ یہ لذت
کہنے کی نہین جب چکھے سو جانے ہان طالب العلم اگرچہ طلب معرفت امور الٰہیہ مین مصروف نہین ہوتے تب بھی اس لذت کی بو انکے مشام جان
مین پہونچتی ہی جسوقت مشکلات اور شبہات انپر منکشف ہوتے ہین جنکے حل ہونیکے لیے انکو کمال حرص ہوتی ہے کیونکہ ان کا
منکشف ہونا بھی ایک طرح کی معرفت اور علم مین داخل ہی انکے معلومات ایسے شریف نہین جیسے معلومات معرفت الٰہی ہوتے ہین مگر
جو شخص اپنی فکر کو معرفت خداے پاک مین دیر تک رکھتا ہی اور اسرار ملک الٰہی مین سے اسپر کچھ شمہ بھی منکشف ہو جاتا ہی تو اس سے
اسقدر خوش ہوتا ہی کہ پھولا نہین سماتا اور مارے خوشی کے اڑا جاتا ہی اور تعجب کرتا ہی کہ میرا نفس کیسے ثابت رہا اور اس امر کا متحمل ہوا
اور یہ ایسی چیز ہے کہ بدون ذوق اسکا ادراک نہین ہو سکتا کہنے سے اسمین فائدہ کم ہوتا ہی پس اسقدر بیان سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ معرفت خداے
پاک سب اشیا سے لذیذ تر ہی اور یہ کہ کوئی لذت اس سے زیادہ نہین اور اسی لیے حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ اللہ
تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ انکو خداے تعالیٰ سے نہ خوف دوزخ روکے نہ توقع جنت تو ایسے لوگون کو دنیا کس طرح روک
سکتی ہے اور اسیطرح حضرت معروف کرخی کے بعض مریدون نے انسے سوال کیا کہ اے ابو محفوظ آپ ارشاد فرماوین کہ کونسی چیز نے آپ کو
عبادت کی ترغیب دی اور خلق سے علیحدہ کیا آپ چپ ہو رہے اسنے کہا کہ موت کی یاد نے آپکا یہ حال کیا ہی آپنے فرمایا کہ موت کی
کیا اصل ہی اسنے پوچھا کہ قبر پر برزخ کی یاد سے ایسے ہوے آپنے فرمایا کہ یہ بھی بے اصل ہین اسنے کہا کہ دوزخ کے خوف اور جنت کی
توقع نے ایسا کیا ہے آپ فرمایا کہ انکی بھی کچھ اصل نہین یہ سب چیزین ایک بادشاہ کے قبضے مین ہین کہ اگر اسکو چاہو تو یہ سب

باتین تمکو کھلاوے اور اگر تم مین اور اسمین معرفت ہوجاوے تو پھر ان سب سے بچاوے ۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ارشادات مین ہو جب تم کسی جوان کو خداے تعٰ کی جستجو مین فریفتہ دیکھو تو جان لو کہ اسنے اسکو اور سب چیزون سے غافل کردیا اور بعض شیوخ نے حضرت بشر بن الحارث رح کو خواب مین دیکھا انسے پوچھا کہ ابو نصر تمار اور عبدالوہاب وراق کا کیا حال ہو آپ نے فرمایا مین نے انکو اسوقت خداے تعٰ کے سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہو اس شخص نے پوچھا کہ آپکا کیا حال ہو کہا کہ اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کیطرف رغبت کم ہو اسلیے مجکو اپنا دیدار مرحمت فرمایا ۔ اور علی بن الموفق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انھونے خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے کہتے ہین کہ وہان کیا دیکھتا ہون کہ ایک شخص دسترخوان پہ بیٹھا ہو اور دو فرشتے اسکے دونون طرف ہین انواع واقسام کے میوے انکو کھلا رہے ہین اور ایک شخص کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پہ کھڑے ہوے لوگونکی صورتین پہچانتے ہین اور بعض کو اندر کردیتے ہین اور بعض کو واپس کرتے ہین پھر مین انسے حظیرہ قدس کیطرف آگے بڑھ گیا وہان سرادقات عرش مین ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ جل شانہ کیطرف تاک لگائے ہوئے ہو اور کسی طرف نہین دیکھتا مین نے رضوان سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہو کہا معروف کرخی ہین کہ جنھونے خدا کی عبادت نہ خوف آتش سے کی نہ بتوقع جنت بلکہ صرف اسکی محبت سے کی اللہ تعٰ نے انکو قیامت تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت دیدی اور کہا کہ دونون شخص وہ بشر بن الحارث اور احمد بن حنبل رح ہین ۔ اور اسیوجہ سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ جو آج اپنے نفس مین مشغول رہیگا وہ کل کو بھی اسی مین مصروف رہیگا اور جو آج خداے تعٰ کیساتھ مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اسی کیساتھ مشغول رہیگا اور حضرت سفیان ثوری رح نے حضرت رابعہ بصری سے پوچھا کہ آپ کے ایمان کی حقیقت کیا ہو انھون نے فرمایا کہ مین نے اسکی عبادت دوزخ کے خوف سے نہین کی اور نہ جنت کے اشتیاق سے تاکہ میرا حال برے مزدور کا سا ہو بلکہ عبادت صرف اسکی محبت اور اشتیاق کے باعث کی ہو اور محبت کے باب مین انھونے کچھ شعر فرمائے ہین جنکا ترجمہ یہ ہو قطعہ ایک تو عشق کے باعث ہو تجھے تجھسے وداد ؛ دوسرے اس سے کہ شایان محبت ہو تو ؛ الفت عشق ہی سے ہو مری یہ کیفیت ؛ یاد مین تیری سدا غیر سے مین ہون یکسو ؛ اور حسن جسکا کہ لائق ہو تو اس سے تونے ؛ پردے یہ کھول دیے دیکھتی ہون مین تجکو ؛ پرنہ اسمین ہو یا اسمین وہ ہو سب تجکو ؛ میری تعریف کسی مین بھی نہین ہو سزو ؛ اور غالبًا ان کی مراد محبت عشق سے یہ ہو کہ اللہ کی محبت اسکے احسان اور انعام کے باعث کی ہو یعنے وہ لذات کہ دنیا مین اسنے عنایت فرمائے ہین وہ باعث محبت ہوے ہون اور دوسری محبت سے مراد یہ ہو کہ محبت صرف اسکے جمال اور جلال کے باعث کی جو انکو منکشف ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ قسم محبت اعلیٰ اور اقوےٰ ہے ۔ اور جمال ربوبیت کے دیکھنے کی لذت وہ ہو جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا ہو ۔ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور اگر کسی شخص کی صفائے قلب غایت کو پہونچ جاتی ہو تو اسکو بعض ان لذتون مین سے دنیا ہی مین حاصل ہو جاتی ہین اسواسطے بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین یا اللہ اور یارب نہین کہتا ہون اور اپنے دل پر پہاڑ سے زیادہ اسکو بوجھ جانتا ہون اسواسطے کہ پکارنا پردے کی آڑ سے ہوا کرتا ہو اور کبھی تمنے دیکھا کہ کوئی شخص اپنے ہمنشین کو پکارتا ہو اور یہ بھی انکا ہی قول ہو کہ جب آدمی اس علم مین نہایت کو پہونچ جاتا ہو تو

لوگ اسکو پتھر مارتے ہین یعنی اسکی گفتگو انکی عقلون کی حد سے باہر ہونے لگتی ہو تو اسکے قول کو جنون یا کفر سمجھتے ہین الحاصل مقصد
عارفونکا اسکا وصل اور ملاقات ہی ہو اور وہی انکی خنکی چشم ہو کہ کسی کو نہین معلوم کیا انکے لیے اہین چھپی ہوئی چیز ہو اور جب وہ حاصل
ہوجاتی ہو تو اور تردداات اور شہوات بالکل جاتے رہتے ہین اور دل اسکی لذت مین مستغرق ہوجاتا ہو یہانتک کا استغراق ہو کہ اگر وہ
شخص آگ مین ڈال دیا جاوے تو اسکی تکلیف معلوم نہو اور اگر جنت کی آسایش اسپر پیش کیجاوے تو اس فرحت کے سامنے اسکو ہیچ
جانے کیونکہ وہ مزہ تو ایسا ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی لذت ہی نہین اب یہ معلوم نہین کہ جو لوگ محسوسات کی محبت کے سوا
اور کچھ نہین سمجھتے وہ خداے تعالی کی صورت دیکھنے کی لذت پر کیسے ایمان لاتے ہین اس کی تو کوئی شکل وصورت نہین اور
اللہ تعالی نے جو اپنے بندون سے اسکا وعدہ فرمایا ہو اور اسکو سب نعمتون سے بڑا فرمایا ہے اسکے کیا معنی ہین بلکہ اصل یہ ہو
کہ جو شخص خداے تعالی کو پہچانتا ہو وہ اسبات کو جانتا ہو کہ جتنی لذتین متفرق اور مختلف شہوات سے ہوتی ہین وہ سب اس
ایک لذت مین جمع ہین جیسا کہ کسی کا قول ہو جسکا ترجمہ یہ ہو نظم آرزوہا داشتم در دل خلاف یکدگر ؛ تا ترا نظارہ کردم جمع شد
اہواے من ؛ رشک برمن می برد شخصے کہ بودم حاسدش ؛ گشتہ ام مولاے مردم تا توئی مولاے من ؛ گشت فارغ خاطرم از دین
و دنیا بر ہمہ ؛ تا بتو مشغول م اے دین من و دنیاے من ؛ اور اسیواسطے بعضونکا یہ قول ہو ع ہجر او ہولناک تر ز سقر ؛ وصل او
خوشتر از بہشت برین ؛ اور اس سے انکی غرض صرف کھانے پینے اور نکاح کی لذت پر اس لذت کو ترجیح دینی ہے جو دل کو
معرفت الٰہی مین حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ جنت وہ جگہ ہو جہان حواس کو انکی لذات سے تمتع ہوگا اور قلب کو صرف خداے تعالی
کی لقا مین لذت ہو اور لذتون کے باب مین خلق کے حالات اسطرح سمجھنے چاہئین کہ مثلاً لڑکے مین ابتدا حرکت اور تمیز مین ایک
قوت پیدا ہوتی ہو جسکے باعث کھیل کو وہ لذیذ جانتا ہو حتے کہ اس کے نزدیک سب چیزون سے زیادہ لذیذ کھیل ہی ہوتا ہے پھر
اسکے بعد زینت کی اور کپڑے پہننے اور سوار ہونیکی لذت پیدا ہوتی ہو کہ اسکے سامنے پہلی لذت کھیل کی حقیر جاننے لگتا ہے پھر
اسکے بعد لذت جماع اور عورتونکی خواہش پیدا ہوتی ہو اسکے باعث دونون پہلی لذتین بھی چھوڑنے کو تیار ہوجاتا ہو پھر ریاست
اور بلندی اور فخر اور مال اور اولاد کی کثرت کی لذت پیدا ہوتی ہے دنیاوی لذتون مین سے یہ لذت سب سے اعلی اور قوی تر
ہے اور انھین کیطرف قرآن مجید مین بھی اشارہ ہو چنانچہ فرمایا اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال
والاولاد پھر بعد ان سب کے ایک قوت پیدا ہوتی ہے جسکے باعث لذت معرفت الٰہی اور اسکے افعال کی ادراک کرتا ہو اس لذت
کے ہوتے ہوئے تمام پہلی لذتون کو حقیر سمجھتا ہو غرضکہ جو لذت پیچھے ہوتی ہو وہ پیشتر سے قوی تر ہوتی ہو اور یہ سب بعد کو ہو
کیونکہ کھیل کی محبت سن تمیز مین پیدا ہوتی ہو اور عورتون اور زینت کی محبت سن بلوغ مین اور ریاست کی محبت بعد بیس سالہ ہونے کے
اور علوم کی محبت قریب چالیس کے اور یہی انتہا درجہ ہے اور جسطرح کہ لڑکا ایسے شخص پر کہ کھیل کو چھوڑ کر عورتون سے میل کرے یا ریاست
کا طالب ہو ہنسا کرتا ہو اسیطرح رئیس بھی ان لوگون پر ہنستے ہین جو ریاست کو ترک کرکے معرفت الٰہی مین مصروف ہوئے ہین اور عارف
ایسے کہتے ہین کہ ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون فسوف تعلمون پانچوان بیان اسبات کی وجہ مین کہ معرفت دنیاوی کی نسبت

حست جان رکھو کہ دنیا کا جینا یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیاں کرنی آپس مین بہتایت ڈھونڈھنی بہتات مال کی اور

آخرت مین لذت دیدار کیون زیادہ ہوگی واضح کہ کہ مدرکات دو قسم کے ہین ایک تو وہ جو خیال مین آتے ہین مثلاً خیالی صورتین اور رنگ برنگ کے اجسام اور حیوانات اور نباتات جو شکلین رکھتے ہین اور ایک وہ ہین جو خیال مین نہین آتے جیسے خدا تعالیٰ کی ذات اور دوسری چیزین جو جسم نہین رکھتین مثل علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ کے - اور اگر کوئی شخص کسی انسان کو دیکھکر اپنی آنکھ بند کرلے تو اسکی صورت اپنے خیال مین پاویگا ایسی طرح کہ گویا اسکو دیکھ رہا ہی مگر جب آنکھ کھول کر دیکھیگا تو کچھ فرق معلوم ہوگا نہ اس معنی کر کہ دونون صورتون مین کچھ اختلاف ہوا اسلیے کہ وہ تو دونون ایک ہی ہین صرف فرق اس اعتبار سے ہوگا کہ صورت خیالی مین انکشاف اور وضوح خوب نہ تھا جب آنکھ سے اسکی رویت ہوئی تو وضوح خوب ہوگیا اور اسکی مثال ایسی جاننی چاہیے کہ جیسے کوئی شخص کسیکو پہلے طلوع آفتاب کے بوقت صبح دم دیکھے پھر دن نکلنے اور روشنی پھیلنے کے بعد دیکھے ان دونون دفعہ کے دیکھنے مین صرف فرق زیادتی انکشاف ہی کا ہوگا اسیطرح خیال بھی اول کے ادراک کا نام ہے اور اس ادراک کی تکمیل کا نام رویت ہی اور یہ نہایت درجہ کا کشف ہی اور اسکا نام رویت بھی اسی جہت سے کہ انتہا سے درجہ کا کشف ہوتا ہے کچھ اس جہت سے نہین کہ رویت متعلق آنکھ سے ہی بلکہ اگر اللہ تعالیٰ اس ادراک کامل کو پیشانی یا سینہ مین مثلاً رکھ دیتا تب بھی اسکا نام رویت ہی ہوتا اور جب یہ تقریر خیالی صورتون مین تمہاری سمجھ مین آگئی تو اب جانو کہ جو معلومات ایسی ہین کہ خیال مین بھی نہین آتین انکے ادراک کے بھی دو درجے ہین ایک ادراک اول ہی اور دوسرا اس ادراک کی تکمیل ہی اور ان دونون ادراکون مین زیادتی کشف و وضوح کا ایسا ہی فرق ہی جیسا صورت خیالی اور آنکھ سے دیکھی ہوئی چیزون مین فرق تھا اسلیے دوسرے ادراک کو بہ نسبت اول کے مشاہدہ اور لقا اور رویت کہتے ہین اور یہ نام اس ادراک کا واقع مین درست ہی اسواسطے کہ رویت کو رویت صرف غایت کشف کی جہت سے کہتے ہین اور جسطرح کہ قاعدہ الٰہی اسبات پر جاری ہی کہ آنکھون کے بند کرنے سے خوب کشف نہین ہوتا اور اگر مرئی شئے مین اور آنکھ مین کوئی حجاب ہو تو رویت کے لیے اسکا دور ہونا ضروری ہی اور جبتک وہ حجاب دور نہوگا تو جو ادراک حاصل ہوگا وہ صرف تخیل کے طور پر ہوگا رویت نہ کہلاویگا اسی طور پر یہ بھی مقتضاے عادت الٰہی ہی کہ نفس جبتک بدن کے عوارض مین محجوب اور مقتضاے شہوات اور بشریت مین مبتلا رہیگا تب تک اسکو مشاہدہ اور رویت ان معلومات کی جو خیال سے باہر ہین نہوگی بلکہ زندگی دنیادی ہی رویت سے حجاب ہی جیسے پلکونکا بند کرنا آنکھ کی رویت کا حجاب ہوتا ہی اور زندگی کے حجاب ہونے کی وجہ بہت طول طویل ہی اس علم مین اسکی تقریر شایان نہین یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رویت کی استدعا مین جواب ارشاد ہوا تھا کہ لن ترانی تو ہرگز نہ دیکھ سکیگا مجکو یعنی حجاب حیات مانع ہماری رویت کا ہی اور کلام مجید مین ارشاد ہے لا تدرکہ الابصار اس سے بھی غرض یہی ہے کہ دنیا مین رویت الٰہی نہین اور مذہب صحیح یہی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب کو شرف رویت خداوندی حاصل نہین کیا پس جب کہ موت کے باعث حجاب دور ہوجاتا ہی تو نفس کدورت دنیا مین آلودہ رہتا ہے بالکل اس سے جدا نہین ہوتا گو آلودگی مین فرق ہوتا ہی بعض نفس تو ایسے ہوتے ہین کہ انپر خباثت اور زنگ کا گذر ہوتے ہوتے ایسے ہوجاتے ہین جیسے آئینے کو مدت تک زنگ مین رہنے سے مورچہ لگ جاتا ہے اور اسکا جوہر ہی

خراب ہوجاتا ہو کہ جلا اور صفائی کچھ فائدہ نہین کرتی ایسے لوگ تو خدا ے تعے سے ابدالآباد کیلیے محجوب رہینگے نعوذ باللہ منہا اور
بعض نفس ایسے ہوتے ہین کہ انکی کدورات اسدرجہ کی نہین ہوتین کہ مہر اور زنگ دل کو پہونچین اور اصلاح پذیر نہون وہ چندے
دوزخ پر پیش کیے جائینگے کہ میل کچیل انکا سب دور ہوجاوے اور جسقدر کہ حاجت صفا اور جلا کی ہوگی اسیقدر دوزخ کا سامنا بھی ہوگا
اور کم سے کم مومنین کے حق مین ایک لحظہ ہو اور زیادہ سے زیادہ سات ہزار برس جیسا کہ اخبار سے مفہوم ہوتا ہے[۱] اور اس دنیا
سے کوئی نفس ایسا نہین جاتا جسپر کچھ غبار یا کدورات نہو گو تھوڑی ہی سہی اور یہی وجہ ہو کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے وان منکم
الا واردہا کان علے ربک حتما مقضیا ثم ننجے الذین اتقوا و نذر الظالمین فیہا جثیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نفس کا گذر آگ
تو یقینی ہوگا مگر اس سے نجات ہونے کا یقین نہین وہان سے رہائی جب ہو کہ جب خداے تعالے نفس کی طہارت اور صفائی
اچھی طرح کر دے اور جو مدت خداے تعے نے مقرر فرمائی ہے وہ پوری ہولے اور جن باتون کا شریعت مین ذکور ہو یعنے
حساب کتاب اور درپیشی وغیرہ سب ہوچکین اور استحقاق جنت کا بھی ہو اور یہ وقت مبہم ہے کسی کو اللہ تعالے نے اسپر
مطلع نہین فرمایا کیونکہ یہ صورتین بعد قیامت کے ہونگی اور قیامت کا وقت معلوم نہین ان صورتون کے بعد نفس صاف اور
پاکیزہ کدورات سے ہوگا کہ اسمین کسی طرح کا داغ یا غبار نرہیگا پھر اسبات کے شایان ہوگا کہ اس مین خداوند جل و علا
تجلی فرماوے یہ تجلی اسوقت ایسی طرح ہوگی کہ اس سے انکشاف اور وضوح پہلے علم کا ہوگا جیسے کہ وضوح مرئیات کا
متخیلات کی نسبت کم ہوتا ہے اسی مشاہدہ اور تجلی کا نام رویت اور دیدار ہے اس سے معلوم ہوا کہ رویت بلاشبک ہے
بشرطیکہ رویت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ادراک خیالی کسی صورت خیالی کا کسی خاص جہت مین جو ہوتا ہے اسکی تکمیل کا نام رویت
ہے ایسا ہی رویت الٰہی بھی ہوگی اسلیے کہ خداے تعے ان سب امور سے بری ہے بلکہ جس طرح کہ خداے تعالے کو دنیا
مین عرفان حقیقی سے اچھی طرح جانا اور پابند خیال اور صورت اور شکل اور جہت کے نہوے اسی طرح آخرت مین دیدار
ہوگا بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو معرفت دنیا مین ہوتی ہو وہی کامل ہوکر درجہ کمال کشف کو پہونچ جاتی ہے اور وہی مشاہدہ
اور رویت کہلاتی ہو اس رویت آخرت اور معلوم دنیاوی مین کچھ اختلاف بجز زیادتی کشف اور وضوح کے نہین ہوتا
جیسا کہ خیال کی مثال مین اوپر گذرا پس جب کہ معرفت الٰہی مین ثبوت صورت اور جہت کا ممکن نہین تو اس کے پورا ہونے
مین اور صرف وضوح اور کشف کے مرتبے کو پہونچنے مین صورت اور جہت کیسے ہوگی وہ دونون تو ایک ہی ہین صرف
رویت اخروی مین انکشاف ہی زیادہ ہے جیسا صورت مرئی مین بہ نسبت صورت خیالی کے کشف زیادہ ہوتا ہے
اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت مین نورہم یسعے بین ایدیہم و بایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا اس لیے
کہ تمامی نور سے صرف زیادتی کشف ہی کی ہوجاتی ہے اور یہی وجہ ہو کہ دیدار اور رویت کے درجے کو وہی لوگ پہونچینگے
جو دنیا مین عارف ہونگے کیونکہ معرفت دنیاوی ہی ایسا تخم ہے جو آخرت مین مشاہدہ ہوجاتا ہے جیسے گٹھلی انجام کو
درخت بنجاتی ہو اور دانہ پیڑ ہوجاتا ہو اور جسکی زمین مین گٹھلی ہی نہوگی اسکو درخت کہان سے پیدا ہوگا اور جو بیج نہ ڈالے گا

[۱] اخرجہ حکیم ترمذی در نوادر بروایت ابوہریرہ بسند ضعیف ۱۲ حکایت اور کوئی نہیں تم مین جو نہ پہونچیگا اسپر

وہ کیسے خرمن پاویگا ؏ چہ تخم افگنی بر ہمان چشم وار ۂ خود مشہور ہے پس اسی طرح جو شخص اللہ تعالے کو دنیا مین نہ پہچانے گا وہ آخرت
مین اسکو کیسے دیکھے گا اور ازانجاکہ معرفت کے درجات مختلف ہوتے ہین تو تجلی بھی مختلف ہو گی جیسے بیج کے اختلاف
سے سبزہ اور روئیدگی مختلف ہوا کرتی ہے مثلاً اگر بیج بہت ہوگا یا کم ہوگا۔ اور اچھا قوی ہوگا
یا ضعیف ہوگا تو اسکی روئیدگی بھی ویسی ہی ہوگی اسی طرح تجلی کا حال معلوم کرنا چاہیے کہ جیسی معرفت ہو گی ویسی
ہی تجلی بھی ہوگی اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ ان اللہ یتجلے للناس عامۃ ولابی بکر خاصۃ پس یہ گمان نکرنا چاہیے کہ لذت دیدار
اور نظر جیسی حضرت ابو بکر کو ہوگی ویسی ہی انسے کم درجے والون کو بھی ہوگی بلکہ انکی لذت کا سوان حصہ بھی انسے کم درجے والون
کو نہ ملیگا اگر انکی معرفت آپ کی معرفت کی نسبت سوان حصہ ہوگی اور ازانجاکہ حضرت ابو بکر رضہ سر معرفت مین لوگون سے بڑھ کر
تھے اور یہ راز آپ کے سینۂ مبارک مین جاگزین تھا اسی لیے آخرت مین اسی تجلی کے مستحق ہوے جو خاص انھین کے
لیے ہو۔ اور جیسے کہ دنیا مین لوگون کو دیکھتے ہو کہ بعضے لذت ریاست کو طعامات اور نکاح کی لذت پر ترجیح دیتے ہین اور
بعضے لذت علم اور انکشاف اسرار آسمانون اور زمین اور امور الٰہیہ کو ریاست اور ماکولات و مشروبات وغیرہ کی لذت پر ترجیح
دیتے ہین اسیطرح آخرت مین معاملہ ہوگا کہ بعض لوگ لذت دیدار الٰہی کو جنت کی آسایش پر مقدم جانتے ہین اس لیے کہ جنت
مین کھانے اور پینے اور نکاح ہی کی لذت ہوگی اور یہ لوگ بعینہ وہی ہین کہ جنکا حال ہمنے اوپر لکھا ہے کہ لذت علم و معرفت
اور اطلاع اسرار ربوبیت کو تمام انواع لذات پر ترجیح دیتے ہین جنمین لوگ مشغول ہین اور اسیواسطے جب حضرت رابعہ رح
سے پوچھا گیا کہ جنت کے باب مین آپ کی کیا راے ہے فرمایا کہ الجار ثم الدار یعنے اول صاحب خانہ پھر خانہ اس قول مین آپ نے
بیان کیا کہ میرے دل مین التفات جنت کیطرف نہین بلکہ مالک جنت کیطرف ہے طوبیٰ کا سایہ تجکو مبارک ہو زاہدا ؛؛ ہم کو
تو مالک مرحمت یار چاہیئے ؛؛ اور جو شخص اللہ تعر کو دنیا مین نہ پہچانیگا وہ اسکو آخرت مین بھی نہ دیکھے گا جسکو لذت معرفت
دنیا مین نہوگی وہ آخرت مین لذت دیدار نہ پاویگا اسلیے کہ دنیا سے اگر کسی کے ساتھ کچھ نہ جاویگا تو آخرت مین اسکو کوئی نئی بات
نہوگی جو یہان بو ویگا وہی وہان کاٹیگا اور آدمی جس بات پر مرا ہوگا اسی پر اسکا حشر ہوگا اور جس بات پر جیا ہوگا اسی پر مریگا پس
جسقدر توشۂ معرفت ساتھ ہوگا اسیقدر لذت پاویگا وہی معرفت مشاہدہ کی صورت پنجاویگی اور زیادتی کشف سے لذت دوبالا
ہوگی جیسے کہ عاشق اگر محبوب کی صورت خیالی ذہن مین رکھتا ہے اور پھر صورت آنکھ سے دیکھتا ہے تو چونکہ وہی اسکی منتہا ے لذت
ہے اسلیے اسکی لذت خیالی صورت کی بہ نسبت مضاعف ہو جاتی ہے اور ازانجاکہ جنت مین ہر ایک کو دل چاہتی چیز ملیگی تو جو شخص
سواے دیدار الٰہی کے اور کچھ نہ چاہتا ہوگا اسکو اسکے سوا مین کچھ لذت بھی نہوگی بلکہ کیا عجب ہے کہ ایذا پاوے حاصل یہ کہ آسایش جنت
اسقدر ہوتی ہے جسقدر محبت الٰہی ہو اور محبت بقدر معرفت ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اصل سعادت معرفت ہی ہے جسکو شرع مین ایمان سے
تعبیر کیا ہے۔ اب اگر یون کہو کہ لذت دیدار کو اگر کچھ نسبت معرفت کیطرف ہے تو معلوم ہوا کہ بہت کم ہوگی گو معرفت کی نسبت کر دو گنی
چوگنی وغیرہ ہو کیونکہ معرفت کی لذت دنیا مین بہت ضعیف ہے پس اسکا دوگنا چوگنا کرنے سے ایسی حد کو نہین پہونچیگی جسکے سامنے

… یہ حدیث باطل ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین لکھا ہے ۱۲

سب جنت کی لذتین ہیچ معلوم ہون تو اسکا جواب یہ ہے کہ لذت معرفت کو کم سمجھنے کا منشا معرفت سے خالی ہونا ہے پس جو شخص
معرفت سے خالی ہوگا وہ اسکی لذت کیسے جانیگا اور اگر تھوڑی سی معرفت انکی ہوئے اور دلمین علائق دنیاوی بھرے ہون تو
اسکو اسکا مزہ کیا ملیگا البتہ عارفین کو انکی معرفت اور فکر اور مناجات مین وہ مزے ہین کہ انکی عوض اگر ان کے سامنے جنت
کی لذتین پیش کیجاوین تو ہر گز نہ لین اور اپنی لذتون کو جنت کے مزون سے نہ بدلین پھر یہ لذت عارفین کی باوجود کمال لذت
دیدار اور مشاہدہ سے کچھ نسبت ہی نہین رکھتی جیسے کہ تصور معشوق کی لذت کو اسکے دیدار سے کچھ نسبت نہین ہوتی یا عمدہ
مزہ دار کھانون کے سونگھنے کی لذت کو انکے ذائقے کی لذت سے کچھ نسبت نہین یا ہاتھ سے چھونے کی لذت کو جماع سے
کچھ نسبت نہین اور ان دونون مین زیادہ فرق بدون مثال بیان کیے ممکن نہین اسیواسطے ہم کہتے ہین کہ لذت دیدار معشوق
دنیا مین کئی سبب سے متفاوت ہوتی ہے اول جمال معشوق کا کامل ہونا اور ناقص ہونا تو ظاہر ہے کہ نظر کو زیادہ
کامل کیطرف دیکھنے سے زیادہ لذت ہوتی ہے دوسرے محبت اور خواہش اور عشق کا غالب ہونا کہ عاشق زار کو جو لذت ہوگی وہ
کم محبت والے کو نہوگی تیسرے ادراک کامل ہونا کہ اگر محبوب کو نزدیک سے بے پردہ خوب چاندنی مین دیکھے گا تو لذت زیادہ
ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ اندھیرے مین یا پردۂ باریک کی آڑ مین یا دور سے دیکھے اسیطرح پاس لپٹنا اور کپڑے کا حجاب ہونا اور
مزہ نہین دیتا جو حالت برہنگی مین دیتا ہے چوتھے موانع اور دل کے پریشان کرنے والے ترددات کا برطرف ہونا مثلاً ایک شخص
تندرست فارغ البال بے تردد اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو جو کیفیت اسکو ہوگی وہ اسکو نہ ہوگی جو حالت خوف مین اپنے معشوق
کو دیکھتا ہے یا بیمار دردمند ہے یا اسکا دل کسی ایسے تردد مین مبتلا ہے کہ کیفیت دیدار اچھی طرح محسوس نہین کرتا اب فرض کرو کہ ایک
عاشق جسکا عشق ضعیف ہے وہ اپنے معشوق کیطرف باریک پردے کی آڑ سے فاصلے سے دیکھتا ہے اس طرح کہ اس کی
صورت کی ماہیت اچھی طرح نہین سوجھتی اور اسپر طرہ یہ ہے کہ اس عاشق کے گرد بچھو اور سانپ وغیرہ موذیات جمع ہین کہ اسکو کاٹ
رہے ہین اور اسکے دل کو پراگندہ کرتے ہین تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو کچھ نہ کچھ تو لذت اپنے معشوق کے دیدار کی ہوگی لیکن اگر اسپر
یکایک ایسی حالت آجاوے کہ جس سے فاصلہ بھی برطرف ہوجاوے اور پردہ بھی اٹھ جاوے اور موذیات برطرف ہوجاوین اور
چاندنا بھی خوب ہوجاوے اور یہ شخص تندرست بے فکر ہوجاوے اور شہوت قوی اور شدت عشق کا ہجوم اسقدر ہو کہ نہایت
درجے پہ پہونچ جاوے تو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی لذت کا کیا حال ہوگا اور پہلی حالت کو اس دوسری سے کیا نسبت ہوگی اسیطرح
لذت معرفت کو لذت دیدار کیطرف نسبت سمجھنا چاہیے یعنے پردہ باریک تو بدن انسان ہے اور سانپ بچھو وغیرہ شہوات ہین جو
انسان پر مسلط ہین مثل بھوک پیاس غضب غم واندوہ وغیرہ اور ضعف شہوت ومحبت یہ ہے کہ دنیا مین نفس شوق ملاءاعلیٰ کا کم رکھتا ہے
اور لذت عرفان مین ناقص ہے اور اسفل السافلین کی طرف راغب جیسے لڑکا باعث چڑیا سے کھیلنے کے لذت ریاست کے بڑھنے
سے قاصر ہوتا ہے پس عارف اگرچہ دنیا مین اسکی معرفت قوی ہوتا ہم ان مکروہات سے خالی نہین ہوتا اور خالی ہونا ان ترددات سے
البتہ ناممکن ہے ہان بعض اوقات یہ موانع کسی صورت مین ضعیف ہوجاتے ہین اسوقت جمال معرفت ایسا نظر مین چمک جاتا ہے

کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی ہو اور لذت اتنی زیادہ ہوتی ہو کہ اسکی زیادتی سے دل پھٹنے کے قریب ہو جاتا ہو مگر یہ حالت مثل برق خاطف کے ہوتی ہو بہت کم ٹھہرتی ہو بلکہ مشواغل اور افکار اور خواطر ایسے پیش آتے ہین کہ جو عارف کو تردد مین ڈالدین اور عیش مکدر کر دین اور اس حیات فانی مین یہ بات ہمیشہ ہی رہتی ہو اسلیے ہنگام موت تک یہ لذت مکدر ہی رہتی ہو عمدہ زندگی بعد موت کے ہو جسکے لیے حدیث شریف مین وارد ہو لا عیش الا عیش الآخرۃ اور کلام مجید مین ارشاد ہو فان الدار الآخرۃ لہی الحیوان لو کانوا یعلمون اور جو شخص اس درجے کو پہنچ جاتا ہو وہ خدا ے تعالی کی ملاقات کو محبوب جانتا ہے اسی لیے موت کو اچھا سمجھتا ہے اور اسکو برا نہین جانتا مگر اسی خیال سے کہ موت سے پہلے معرفت اور زیادہ کامل ہو جاوے کیونکہ معرفت مثل تخم کے ہے جسقدر یہان اچھی اور کامل ہو جاوے اسیقدر اسکا ثمرہ کامل اور عمدہ قیامت مین ہوگا اور معرفت ایک دریا ے ناپیدا کنار ہے تو گو احاطہ کنہ جلال الہی کا محال ہے مگر جسقدر معرفت اللہ کی اور اسکے صفات اور افعال و اسرار مملکت کی زیادہ اور قوی ہو گی اسیقدر لذت آخرت بھی بہت اور بڑی ہو گی اور حاصل کرنا تخم معرفت کا بدون دنیا کے ممکن نہین اور اسکا بونا بدون مزرعہ قلب کے نہین ہو سکتا اور اسکا ثمرہ آخرت مین حاصل ہوتا ہو اور اسی لیے حدیث شریف مین وارد ہو افضل السعادات طول العمر فی طاعۃ اللہ اسلیے کہ اگر عمر طویل ہو گی اور بداومت فکر اور مجاہدہ اور علیحدگی علائق دنیاوی سے اور ہمہ تن طلب مین عمر بسر ہو گی تو ظاہر ہے کہ معرفت بھی کامل اور واسع اور زیادہ ہو لیں جو شخص موت کو محبوب جانتا ہے اسکی وجہ یہی ہوتی ہو کہ معرفت مین اپنے آپ کو ایسے درجے پر دیکھتا ہو کہ اس سے زیادہ کا ملنا اسکو معلوم نہین ہوتا اور جو موت کو برا جانتا ہو وہ اس نظر سے کہ اگر عمر زیادہ ہو گی تو توقع زیادتی معرفت کی رکھتا ہو اور اسوقت اپنے آپ کو درجۂ ممکن الحصول سے قاصر پاتا ہے اہل معرفت کے نزدیک موت کو برا خواہ اچھا سمجھنے کی یہی وجہ ہوتی ہو بخلاف تمام خلق کے کہ انکی نظر صرف شہوات دنیاوی پہ ہوتی ہو اگر ساری آرزوئین خاطر خواہ زیادہ ملین تو طول عمر چاہتی ہو اور اگر تنگی ہوئی تو موت کو چاہتی ہو حالانکہ یہ باتین محرومی اور خسارے کی ہین انکا منشا جہالت اور غفلت ہو اور یہی دونون ہر ایک طرح کی بدبختی کی جڑ ہین اور معرفت سب سعادتون کی اصل ہے اس تحقیق سے تمکو معنی محبت اور معنی عشق معلوم ہو گئے کہ زیادتی محبت کو عشق کہتے ہین اور نیز معنی لذت معرفت اور معنی رویت اور لذت رویت کی معلوم ہو گئی اور یہ کہ لذت دیدار سب لذتون سے اہل عقل و کمال دونون کے نزدیک لذیذ تر ہو گو اہل نقصان کے نزدیک وہ ایسی نہو جیسی کہ ریاست کی لذت لڑکون کے نزدیک غذا کی چیزون سے عمدہ نہین ہوتی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ رویت الہی کا محل آخرت مین دل ہوگا یا آنکھ تو لوگون کو اسباب مین اختلاف ہو اور اہل بصیرت اس خلاف پر دھیان نہین کرتے وہ کہتے ہین کہ عاقل کو آم کھانے سے غرض ہو نہ پیڑ گننے سے تو جو شخص اپنے معشوق کو دیکھنا چاہتا ہو وہ عشق کی حالت مین اسبات کی پروا نہین کرتا کہ دیدار معشوق آنکھون مین پیدا ہوگا یا پیشانی مین بلکہ اسکی غرض رویت اور اسکی لذت سے ہو برابر ہو کہ وہ آنکھ سے حاصل ہو یا اور کسی عضو سے کیونکہ آنکھ تو صرف محل اور ظرف ہو وہ تو دیکھتی ہی نہین نہ اسکا کچھ اعتبار اور امر حق اسباب مین یہ ہو کہ قدرت الہی مین دونون باتونکی گنجائش ہے دونون سے رویت کی نعمت دے سکتا ہو تو یہ صورت تو جواز کی ہوئی اور دونون جائز صورتون مین سے آخرت

مین زندگی کا زیادہ ہونا اچھا ہے ۱۲ اس باب مین حدیث ترمذی کا ہے اور خود یہ روایت پہلے گذری ۱۲

مین کونسی ہوگی یہ بات بدون شارع سے سننے کے معلوم نہین ہوسکتی ٹھیک ٹھیک اسمین وہی حال ہی جو اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہی کہ رویت کے لیے آنکھ مین قوت دیجاویگی اور دلائل شرعی سے بھی ایسا ہی کچھ سمجھ مین آتا ہی اسلیے کہ الفاظ رویت اور نظر وغیرہ کے مستعمل ہین بظاہر ایسے آنکھ ہی کی نظر معلوم ہوتی ہی اور ظاہر الفاظ کو بدون ضرورت تاویل کرنا جائز نہین واللہ تعالیٰ اعلم چھٹا

بیان ان اسباب کے ذکر مین جنسے اللہ تعالیٰ کی محبت قوی ہوتی ہی جاننا چاہیے کہ آخرت مین لوگون مین سے سعید تر حال وہ شخص ہوگا جو ان مین سے اللہ تعالیٰ کی محبت قوی تر رکھتا ہوگا اسلیے کہ آخرت کے معنے یہی ہین کہ خداے تعالیٰ کے پاس آنا اور سعادت ملاقات سے مشرف ہونا اور ظاہر ہے کہ جب عاشق اپنے محبوب کے پاس بہت سے دنون کے اشتیاق کے بعد جائیگا اور اسکے دیدار سے ہمیشہ کو مشرف ہوگا اور کوئی چیز روک ٹوک کی کبھی نہین پائیگا اور رقیب اور اغیار اور کدورت اور انقطاع کا خوف کچھ نہوگا تو کیسی کچھ خوشی اور لذت اسکو حاصل ہوگی مگر یہ لذت بقدر قوت محبت کے ہوگی پس جسقدر محبت زیادہ ہوگی اسقدر لذت زیادہ ہوگی اور بندے کو محبت الٰہی صرف دنیا مین حاصل کرنے سے ہوتی ہی اور اصل محبت سے کوئی ایماندار خالی نہین اسلیے کہ اصل معرفت سب مین ہوتی ہی مگر فرط محبت اور استیلاے محبت جسکو عشق کہتے ہین یہ بہتون مین نہین ہوتی اسکے حاصل کرنے کے دو سبب ہوتے ہین اول علائق دنیا سے علیحدہ ہونا اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکال ڈالنی اسلیے کہ دل مثل برتن کے ہی اگر برتن مین مثلاً پانی ہو تو اسمین گنجایش سرکے کی نہوگی اور دو دل خداے تعالیٰ نے کسی کو عنایت نہین فرماے کہ ایک سے خدا کی محبت کرے اور دوسرے مین غیر کی محبت بھرے اور کمال محبت اسمین ہی کہ خداے تعالیٰ کو تمام دل سے چاہے اور جبتک غیر کیطرف التفات رکھیگا تو ایک گونہ اسکے دل کا غیر سے مشغول رہیگا تو جسقدر غیر اللہ سے مشغول ہوگا اسیقدر اسمین سے محبت الٰہی کم ہوگی جیسے برتن مین جسقدر پانی رہتا ہی اسیقدر سرکہ کم آتا ہی اور اسی یکجہتی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اور اس آیت مین ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا بلکہ یہی مراد ہے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود اور محبوب سوا خداے تعالیٰ کے نہین کیونکہ محبوب معبود ہوتا ہی اسلیے کہ عبد مقید کو کہتے ہین اور جسکا قیدی ہو وہ معبود ہوتا ہی اور عاشق محب بھی اپنے محبوب کا مقید ہوتا ہی تو محبوب معبود ہوا اور اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ارأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ابغض الٰہ عبد فی الارض الہوے اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہی من قال لا الٰہ الا اللہ خالصاً مخلصاً دخل الجنۃ اور معنے اخلاص کے یہ ہین کہ دل کو خالص خداے تعالیٰ کے لیے کرلے کہ اسمین دوسرے کی شرکت باقی نرہے دل کا محبوب اور معبود اور مقصود صرف اللہ ہی کی ذات پاک ہو اور جس شخص کا یہ حال ہو تو دنیا اسکا قیدخانہ ہی اسلیے کہ مشاہدۂ محبوب سے اسکو روکتی ہی اور مرنا اسکے حق مین قید سے چھوٹنا اور محبوب کے پاس جانا ہی تو جس شخص کا محبوب ایک ہی ہو اور اسکی طرف مدت سے اشتیاق رکھتا ہو اور قیدخانے مین بند ہو وہ اگر قیدخانے سے چھوٹے اور محبوب سے ملے اور ابدالآباد تک امن چین مین رہے اسکا کیا کہنا ہی پس محبت الٰہی کی دلونمین کم ہونے کا ایک تو یہی سبب ہی کہ دنیا کی محبت دلونمین قوی ہی اور اسمین محبت زن و فرزند اور مال و اقارب اور زمین اور چوپایون اور باغات اور سیر و تماشا کی داخل ہی حتے کہ اگر جانورون کی آواز خوش اور نسیم سحری کی حرکت سے خوش ہوگا تو راحت

دنیا ہی کیطرف متوجہ ہوگا اور اسکے باعث نقصان محبت آلہی کے درپے ہوگا اور جسقدر انس دنیا سے ہوگا اسیقدر انس آلہی کم ہوگا اور جسقدر
شخص کو دنیا مین سے کسیقدر ملتا ہی اسیقدر آخرت مین سے کم ہوجاتا ہی جیسے کوئی شخص مشرق سے جتنا قریب ہوتا ہی اتنا ہی مغرب سے دور
ہوجاتا ہی اور جتنا ایک بی بی کا دل خوش کرے اتنا ہی اسکی سوت کو رنج ہوتا ہی اسلیے کہ دنیا و آخرت مثل دو سوتون یا مشرق و مغرب
کے ہین اور یہ بات اہل دل پر آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ تر منکشف ہوئی ہی اور دل محبت دنیا کی بیخ کنی کی تدبیر طریق زہد اور صبر کو
اختیار کرنا اور خوف و رجا کی باگ سے انکا مطیع ہونا ہی پس جو مقامات توبہ اور صبر اور زہد اور خوف و رجا کے پہلے لکھے ہین وہ محبت کے
دونون رکنون مین سے ایک کے حاصل کرنے کے ہین اور وہ دل کا خالی کرنا غیر اللہ سے ہی اور انکا شروع اللہ پر اور قیامت کے
دن پر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہی پھر اس سے خوف و رجا پیدا ہوتے ہین اور ان دونون سے توبہ اور صبر کرنا متفرع ہوتا ہی
دور فتہ رفتہ دنیا اور مال و جاہ مین اور تمام حظوظ دنیاوی مین زہد کرنا حاصل ہوتا ہی اور ان سب سے دل غیر اللہ کی محبت سے پاک
ہوجاتا ہی یہان تک کہ بعد اسکے دل مین معرفت آلہی اور اسکی محبت آنے کی گنجایش ہوتی ہی غرضکہ یہ سب امور مقدمات صفائی دل
کے ہین اور یہی صفائی محبت کے دو رکنون مین سے ایک ہی اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس حدیث مین الطہور شطر الایمان جیساکہ شروع
باب طہارت مین ہمنے اسکو لکھا ہی دوسرا سبب محبت کے قوی ہونے کا معرفت آلہی کا قوی ہونا اور دل مین اسکا پھیل جانا ہی
اور یہ امر تمام علائق دنیاوی اور اسکے اشتغال سے دل کے پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہے جیسا زمین کو گھاس وغیرہ سے صاف کر
بیج ڈالتے ہین اور یہی دوسرا رکن محبت کا ہی پھر اس سے محبت و معرفت کا درخت پیدا ہوتا ہی اور اسکا نام کلمہ طیبہ ہی جسکی مثال خدا
تعالی بیان فرماتا ہی ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء اور اسی کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین الیہ یصعد
الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ کلم طیب سے مراد معرفت ہی اور عمل صالح اس معرفت کے حق مین مثل حمال اور خادم کے ہے اور
عمل صالح سب کا سبب اسی لیے ہی کہ اول دل کو دنیا سے پاک کرے پھر اسکی طہارت کو باقی رکھے غرضکہ عمل صرف اسی معرفت کے لیے
ہوتا ہی اور کیفیت عمل کا علم عمل کے لیے مطلوب ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم اول بھی ہی اور آخر بھی اول تو علم معاملہ ہی اسکی غرض عمل ہی
اور عمل سے غرض صفائے قلب اور اسکی طہارت ہی تاکہ اسمین حق کی تجلی ہو اور علم معرفت سے زینت پاوے یہی علم مکاشفہ کہلاتا ہی اور
جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو اسکے پیچھے محبت ضرور ہوگی جیسے اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل اور صحیح ہو جب خوبصورت کو بچشم ظاہر سے
دیکھیگا تو اس سے محبت کریگا اور اسکی طرف راغب ہوگا اور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی کیونکہ لذت محبت کے پیچھے ضرور ہوتی ہی
اور محبت ضرور یہی کہ بعد معرفت کے ہو اور دل سے دنیاوی کاروبار بیطرف ہونے کی اسی معرفت کیطرف پہنچ جاتی ہین یعنی فکر صاف
اور ذکر دائم اور بہت سی کوشش طلب مین اور نظر دائمی خدا تعالی اور اسکی صفات اور ملکوت افلاک اور تمام مخلوقات مین لطفی اور جو
لوگ اس درجے پر پہنچتے ہین وہ دو قسم کے ہین قسم اول زبردست انکا یہ حال ہی کہ اول خدا تعالی کو پہچانتے ہین پھر اسکے سبب اسکے
غیر کو پہچانتے ہین قسم دوم ضعفا کہ اول معرفت افعال کی کرتے ہین پھر افعال سے فاعل کیطرف ترقی کرتے ہین اور قسم اول کیطرف اشارہ ہی
اس آیت مین اولم یکف بربک انہ علی کل شئ شہید اور اسمین شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو اور بعض عارفین نے اسی نظر سے جواب دیا تھا کہ جب

انسے پوچھا گیا کہ تمنے اپنے رب کو کس چیز سے پہچانا انھون نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب کو رب ہی سے پہچانا اور اگر میرا رب نہ ہوتا تو مین اسکو
نہ پہچانتا اور دوسرے کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتے یتبین لہم انہ الحق اور اس آیت مین اَوَلم
ینظروا فی ملکوت السموات والارض اور اسمین قل انظروا ماذا فی السموات والارض اور اسمین الذی خلق سبع سموات طباقاً ما ترےٰ فی خلق
الرحمن من تفاوت فارجع البصر ہل ترےٰ من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وہو حسیر اور یہ طریق اکثر لوگون پر سہل ہے
اور سالکین کو اسمین گنجایش زیادہ ہے اور اسی پر اکثر ہدایت قرآنی متضمن ہے کہ کہین تدبر کا حکم ہے کہین تفکر کا کہین عبرت پکڑنے کا کہین
نظر و تامل کرنیکا اور اتنی آیتون مین مذکور ہے کہ انکا شمار نہین ہو سکتا پس اگر یہ کہو کہ یہ دونون راستے مشکل ہین ہمکو تو کوئی ایسی تدبیر
بتلانی چاہیے جس سے معرفت کے حاصل ہونے پر مدد مل سکے اور اس سے محبت تک پہونچ سکین تو اسکا جواب یہ ہے کہ بہتر طریق تو خدا سے تعا
کی معرفت سے اور تمام خلق کی معرفت پر پہونچنا ہے اور وہ طریق باریک ہے اسباب مین گفتگو کرنی اکثر لوگون کی فہم کی حد سے باہر ہے
اسکو کتابون مین لکھنے سے فائدہ نہین مگر جو طریق سہل تر اور ادنی ہے وہ البتہ اکثر سمجھ مین سب کی آسکتا ہے اور اسکے سمجھنے سے جو
فہم قاصر ہو رہی ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ تدبر سے روگردان ہین اور شہوات اور نفس کی لذات مین غلطان پیچان اور اسکے
لکھنے کی یہ بات مانع ہے کہ اسکا پھیلاؤ اور کثرت بہت ہے اور اسکے اقسام اتنے ہین کہ شمار اور نہایت سے زائد ہین اسلیے کہ کوئی ذرہ
آسمان پر سے زیر زمین تک ایسا نہین کہ جسمین عجیب نشانیان کمال قدرت اور کمال حکمت اور بے انتہا جلال و عظمت الٰہی پر دال نہون
اور اسطرح کے ذرات لا انتہا ہین خود ارشاد فرماتا ہے لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی تو ایسے ذکر مین مصروف
ہونا علوم مکاشفہ کے سمندر مین غوطہ مارنا ہے اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ اسکو علوم معاملہ کا طفیلی کر کے لکھا جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ مختصراً ایک
مثال بطور رمز وایما بیان کر دیجاوے تاکہ اس سے اسکی جنس پر متنبہ ہو جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دونون طریقون مین سے سہل تر
دیکھنا افعال کا ہے اور اسی کا ذکر کرتے ہین اور اعلےٰ طریق کو چھوڑے دیتے ہین افعال الٰہی کو جو دیکھتے ہین تو وہ بھی بہت ہین انمین سے
کم اور حقیر و صغیر لیکر اسکے عجائب مین نظر کرتے ہین ظاہر ہے کہ باعتبار فرشتون اور ملکوت آسمانی کے سب مخلوقات مین سے کمتر زمین
اور اسکے اوپر کی چیزین ہین زمین کو اگر جسم اور حجم کی رو سے دیکھو تو آفتاب باوجودیکہ چھوٹا معلوم ہوتا ہے مگر سیکڑون گنا اس سے زیادہ
ہے تو آفتاب کی نسبت کر اسکی چھوٹائی سوچنی چاہیے پھر آفتاب کی خردی اس آسمان کی نسبت کر دیکھو جسمین وہ جڑا ہوا ہے کہ اس سے
آفتاب کو کچھ نسبت ہی نہین اور آسمان چہارم مین اسکا مقام ہے یہ آسمان اپنے اوپر کے آسمانونکی نسبت کر چھوٹا ہے اور ساتون آسمان
کرسی کے سامنے ایسے ہین جیسے جنگل مین کوئی لوہے کا کڑا پڑا ہو اور کرسی عرش مین ایسی ہی ہے تو یہ نظر تو انکے وجود پر باعتبار حجم کے ہوئی جسکی
رو سے زمین ساری کی ساری انکے مقابل کتنی حقیر ٹھہرتی ہے بلکہ اگر زمین کو سمندر کی نسبت کر دیکھو تو نہایت چھوٹی ہے جیسا کہ حدیث شریف
مین وارد ہے کہ الارض فی البحر کالاصطبل فی الارض اور تجربہ و مشاہدہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہے یعنی معلوم ہوا ہے کہ جسقدر زمین پانی سے باہر ہے اسکو تمام
کرہ کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک چھوٹے جزیرے کو ہے تمام خشکی کیطرف پھر آدمی کو دیکھنا چاہیے جو مٹی سے بنا ہے اور مٹی زمین کا ایک جزو ہے اسیطرح
تمام حیوانات کو دیکھو کہ زمین کی نسبت کتنے چھوٹے ہین ان سب کو جانے دو جن حیوانات کو تم چھوٹا جانتے ہو انمین سے مچھر اور شہد کی مکھی

باچا لیسے ہی ہیں انکو دیکھو مثلاً مچھر کو اس چھوٹے سے جسم پر عقل حاضر اور فکر صاف سے تامل کرو کہ اسکو خدائے تعالیٰ نے سب سے
بڑے حیوان یعنی ہاتھی کی شکل بنایا کہ اسکے ایک سونڈ لگائی اور باوجود اس چھوٹی شکل کے جتنے اعضا ہاتھی کو عنایت فرمائے اتنے ہی اسکو
بھی دیے اور دو بازو زیادہ پیدا فرمائے پھر یہ دیکھو کہ اسکے اعضاے ظاہری کو کیسے تقسیم کیا ہے کہ بازو نکالے اور ہاتھ پاؤں بنائے اور آنکھ اور
کان دیے اور باطن کے اعضا بھی مثل تمام حیوانات کے بنائے اور ان میں قوت غاذبہ اور جاذبہ اور دافعہ اور ماسکہ اور ہاضمہ ویسی ہی دی
جیسے اور حیوانات میں ہے تو شکل وصفات کا حال ہوا اب یہ دیکھو کہ اسکی غذا کیسی تبلادی کہ آدمی کا خون ہے اور آدمی کیطرف اڑنے کا
سامان اسکو دیدیا اور سونڈ اسکی نوکیلی تیز پیدا کی اور جلد انسان کے مسام کیسے اسکو تبلا دیے کہ اپنی سونڈ ان میں سے ایک میں رکھے
اور اسکو کیسا سخت بنایا ہے کہ مسام میں چبھا دیتا ہے اور اسکو چوسنا اور خون پینا کیسے تبلادیا اور سونڈ کو باوجود اتنی پتلی ہونیکے کیسا مجوف
بنایا کہ اسمیں سے خون پتلا ہو کر اسکے پیٹ میں چلا آوے اور تمام اعضا میں پھیل کر اسکو غذا پہونچا دے پھر اسکے معدے اور دیگر
اعضا امعاء باطنی کو خیال کرو کہ کتنے چھوٹے ہونگے اور اسکو کیسے تبلادیا کہ انسان اسکو اپنے ہاتھ سے مارا کرتا ہے اور بھاگنے کا حیلہ بھی
سکھلادیا اور اسکا سامان اسکو عنایت کیا اور اسکے کان ایسے بنائے کہ جس سے ہاتھ کی تھوڑی سی حرکت بھی سن لیتا ہے کہ ابھی ہاتھ اس سے
دور ہوتا ہے حرکت کے سنتے ہی کاٹنا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے جب ہاتھ ٹھہرتا ہے تو پھر چلا آتا ہے پھر اسکی آنکھوں کے ڈھیلے کیسے بنائے کہ اپنی غذا
کی جگہ دیکھ لیتا ہے باوجودیکہ چہرہ ذرا سا ہی ہوتا ہے اور چونکہ ہر چھوٹے حیوان کا ڈھیلا چھوٹائی کی جہت سے پپوٹوں کا متحمل نہ تھا اور آئینہ ڈھیلے
کیلیے پپوٹے بمنزلہ آلہ جلا ہوا کرتے ہیں کہ خس خاشاک و غبار سے اسکو صاف رکھے لہذا مچھر اور مکھی کے لیے دو پاؤں بنادیے اسلیے مکھی کو
دیکھتے ہو کہ اپنے ان دونوں پاؤں سے آنکھ کے ڈھیلے ہمیشہ صاف کرتی رہتی ہے اور انسان اور بڑے حیوانوں کے ڈھیلوں کیلیے پپوٹے
پیدا کر دیے کہ ایک دوسرے سے ملجاتے ہیں اور انکے کنارے تیلے رکھے تاکہ جو غبار ڈھیلے پر آجاوے اسکو جمع کرکے پلکوں پر ڈالدیں اور
پلکوں کو سیاہ بنایا تاکہ آنکھ کی روشنی کو منتشر ہونے دیں اور دیکھنے میں مدد ہووے اور آنکھ خوبصورت معلوم ہو اور غبار کیوقت آنکھ پر
جال سا پڑ جاوے کہ غبار تو نہ آنے پاوے اور جال کی آڑ سے دیکھنے میں خلل واقع نہو اور مچھر کے وہ ڈھیلے بے پپوٹوں کے صاف جلادار
بنائے اور اسکو ترکیب انکی صفائی کی تبلادی کہ اپنے دونوں پاؤں سے صاف کرتا ہے اور از انجا کہ اسکی بینائی ضعیف ہوتی ہے اسلیے
چراغ پر گر پڑتا ہے کیونکہ ضعف بصر کی جہت سے وہ دن کی روشنی کا طالب ہوتا ہے اور جب وہ بیچارہ چراغ کی روشنی دیکھتا ہے تو
اپنے آپ کو اندھیری کوٹھری میں سمجھتا ہے اور چراغ کی روشنی کو روشندان سمجھتا ہے اسلیے روشنی کی طلب میں اسکی طرف جاتا ہے اور جب
اس سے آگے بڑھکر اندھیرا دیکھتا ہے تو گمان کرتا ہے کہ روشندان مجھکو نہیں ملا اور اسکی سیدھ میں نہیں پہونچا تب پھر دوبارہ چراغ کیطرف
لوٹتا ہے یہانتک کہ جل جاتا ہے اور شاید تمکو خیال ہو کہ یہ امر اسکے نقصان اور جہالت سے ہوتا ہے تو جان لے کہ انسان کی جہالت مچھر کی جہالت
سے بڑھکر ہے دیکھو آدمی بھی شہوات دنیاوی پر گرتے ہیں ایسا ہی ہے جیسا پروانہ آگ میں گرتے ہیں ہے کیونکہ انوار شہوات صورت ظاہر کی
رو سے آدمی کو معلوم ہوتے ہیں اور اسکو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ انکے نیچے زہر قاتل ہے اسلیے اپنے نفس کو ہمیشہ شہوات میں ڈالتا ہی رہتا ہے
یہانتک کہ انجام کو انمیں گرفتار ہو کر ہلاک ابدی میں جا پڑتا ہے کاش انسان کا جہل پروانے ہی کا سا ہوتا مگر یہ بھی نہیں وہ ظاہری روشنی

سے وضو ہکا کھا کر اگر جلجاتا ہے تو اسیوقت چھوٹ جاتا ہے اور آدمی تو شہوات مین مبتلا ہونیسے یا ہمیشہ کو یا بدت مدید کے لیے آتش دوزخ
مین رہتا ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علانیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ انکم تتہافتون علی النار تہافت الفراش وانا اخذ بحجزکم
حاصل یہ کہ اس چھوٹے سے جانور مین یہ شمہ عجائب صنعت آلہی ہے اور اسمین اتنے عجائب ہین کہ اگر اگلے پچھلے لوگ متفق ہو کر حقیقت اسکی دریافت
کیا چاہین تو کنہ کو تو کیا پہونچین گے جو ظاہر صورت مین صاف صاف باتین ہین وہ بھی انکو معلوم نہونگی خفیہ امور کا جاننا سوائے خداے تعم کے
اور کسیکا کام نہین پھر ہر ایک جاندار اور روئیدگی مین ایک کہی ایسی عجیب چیزین ہین کہ اسمین خاص ہین دوسرے مین نہین پائی جاتین مثلاً
شہد کی مکھی کو غور کرو کہ کیسے اسکو خداے تعم نے بتلا دیا کہ اونچے درختون اور پہاڑون اور مکانون پر چھتہ بناتی ہے اور اسکے لعاب سے موم اور شہد
بنتا ہے ایک روشنی کے کام کا ہے اور دوسرا بیمارون کی شفا بھی ہے پھر اسکی عجائب باتون کو غور کرو کہ پھولون اور کلیون پر ہی بیٹھتی ہے اور
نجاست و پلیدی کے گرد نہین جاتی اور اپنے حاکم کی جو جسم مین سب سے بڑی ہوتی ہے اطاعت کرتی ہے اور اللہ تعم نے انکے حاکم مین بھی یہ عدل
وانصاف رکھا ہے کہ اگر کوئی نجاست پر بیٹھ کر چھتے مین جانا چاہتی ہے تو فوراً مار ڈالی جاتی ہے مکان کو دیکھو کہ موم سے کیسا بناتی ہے بدون مسطر و پرکار
مسدس خانے بناتی چلی جاتی ہے اور گول اور چوکھونٹے اور پانچ کھونٹ کے نہین بناتی صرف مسدس چھہ کونے والے بناتی ہے اسکی بھی ایک وجہ ہے کہ
مہندس بھی نکالتے ہونگے یعنی سب سے زیادہ وسیع شکل دائرے کی ہے یا جو اس سے قریب ہو اسلیئے کہ مربع مین تو کونے بیکار رہجاتے ہین کہ مکھی کا جسم
گول ہوتا ہے تو مربع مین رہنے سے زاویے بیکار جاتے ہین اور اگر گول بناتی تو انکو ایک دوسرے سے ملانے مین فرجے بیکار رہجاتے اسواسطے
کہ گول چیزین جب ایک دوسرے سے ملتی ہین تو خوب متصل نہین ہوتین اور زاویہ دار شکلون مین ایسی کوئی نہین کہ گنجائش ہین تو گول شکل کا سا کام
دیوے اور ملانے مین اسمین فرجہ نرہے بجز شکل مسدس کے کہ اسمین دونون صفتین موجود ہین اور یہ خاصیت اسی شکل کی ہے تو غور کا مقام ہے
کہ اللہ تعم نے اس چھوٹے سے جانور کو کیسے یہ باتین بتائین اور اسپر اپنا لطف و کرم کیسے ظاہر کیا کہ جس چیز کیطرف اسکو حاجت تھی وہ اسکو سکھائی
الہامین سے رہبے ان باتون کو اگر سوچا اور پیٹ کے دھندے سے فرصت بھی ہو اور شہوات نفس و ہمسرونکی عداوت اور بھائیون کی
طرفداری وغیرہ سے بھی بے فکر ہو تو جانو کہ کیسی عجیب باتین ہین کہ خداوند کریم عظیم الشان نے اپنی عنایت واحسان سے ذرا ذرا سے جانورون
میں قدر رکھی ہین اب انھین کو دیکھکر عبرت پکڑو اور اسرار زمین و آسمان کو جانو وہ جسقدر کہ ہماری فہم ناقص مین گذرا ہے اسکو اگر واضح کرکے
لکھا جاوے تو بہت سی عمرین چاہیئین حالانکہ ہمارے علم کو علما اور انبیا کے علم سے کچھ نسبت نہین اور سارے خلق کے علم کو خداے تعم کے علم سے
کچھ نسبت نہین بلکہ جو باتین خلق کو معلوم ہوئی ہین انکو خداے تعم کے علم کے سامنے علم ہی نہ کہنا چاہیے غرضکہ اس جیسی باتون کو سوچنے سے وہ معرفت پیدا
ہوتی ہے جو دونون طریقون سے سہل تر سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت کی زیادتی سے محبت زیادہ ہوتی ہے پس اگر تمکو سعادت ملاقات آلہی سے
مشرف ہونے کی طلب ہو تو دنیا کو پس پشت ڈالو اور ذکر دائم اور فکر لازم مین مستغرق رہو اس سے عجب نہین کہ تجھے کچھ مل رہے اور اس
تھوڑی ہی سی چیز کے عوض مین ایسی سلطنت ملیگی کہ جسکی انتہا نہو **ساتوان بیان** اس امر مین کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ محبت کے باب مین متفاوت ہوتے
ہین جاننا چاہیے کہ اصل محبت تو سب ایماندارون مین ہوتی ہے اسلیے کہ ایمان مین سب مشترک ہین مگر محبت مین مختلف ہوتے ہین اسوجہ سے
کہ معرفت اور محبت دنیا مین مختلف ہوتی ہین اور یہ ظاہر ہے کہ اشیا مین اسیقدر تفاوت ہوتا ہے جتنا انکے اسباب وعلتون مین ہوتا ہے اور

(۳۷) آگ پر پروانے کی طرح گرتے ہو اور مین تمہاری کمر پکڑتا ہون ۱۲ بخاری و مسلم [illegible]

لوگون مین اکثر ایسے ہین کہ خدائے تعالیٰ کے صفات اور اسماجو انکے کانون مین پڑے ہین وہی سیکھ کر یاد کرتے ہین اور کچھ نہین جانتے اور بعض دقائق
ان اسماء وصفات کے معانی ایسے خیال کر لیے کہ خداوند جل شانہٗ ان معانی سے مبرا ہو اور بعض اوقات حقیقۃ الامر پر واقف نہو سکے اور
انکے کچھ معنی بھی خیال نہ کیے بلکہ تسلیم وتصدیق کے طور پر ایمان لائے اور عمل مین مصروف ہوکر گفتگو کو بالاے طاق رکھدیا یہ لوگ اصحاب
یمین یعنی داہنے والے ہین اور جو لوگ خیال فاسد بنا لیتے ہین وہ گمراہ ہین اور جو حقیقت کے عارف ہین وہ مقرب لوگ ہین اور اللہ تعالیٰ نے
ذکر ان تینون قسم کے لوگونکا اس آیت مین فرمایا ہی فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم واما ان کان من اصحاب الیمین
فسلام لک من اصحاب الیمین واما ان کان من المکذبین الضالین فنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم اور چونکہ بدون مثال کے لوگ باتین
کم سمجھتے ہین اسلیے اختلاف محبت کی ہم مثال لکھے دیتے ہین اور کہتے ہین کہ مثلاً شافعی مذہب والون کو حضرت امام شافعی
سے محبت ہے اس محبت مین فقیہ اور عالم اور عوام سب مشترک ہین کہ انکے فضل اور دینداری اور سیرت نیک اور سب
خصائل حمیدہ سے سب واقف ہین مگر عامی انکے علم کو مجمل جانتا ہی اور فقیہ مفصل جانتا ہی اسی لیے فقیہ کا آپکو جاننا کامل تر ہوگا
اور اس جاننے سے آپکے ساتھ محبت اور عجب بھی فقیہ ہی کو زیادہ ہوگا اسلیے کہ جو شخص کسی مصنف کی تصنیف دیکھتا ہو اور اس کو
اچھا جانتا ہو اور اس تصنیف کے باعث مصنف کا فضل پہچانتا ہو تو اسکو یقیناً محبوب جانتا ہو اور اسکی طرف اسکا دل مائل ہوتا ہے
پس اگر اس تصنیف کی نسبت کر کوئی دوسری تصنیف اس سے بھی عمدہ اور عجیب دیکھے گا تو بیشک محبت دوبالا ہوگی اسلیے کہ اسکے
علم کی معرفت بھی بڑھ گئی اسیطرح آدمی کسی شاعر کے باب مین اگر اعتقاد کرتا ہے کہ شعر خوب کہتا ہو تو اس سے محبت کرتا ہو اور جب
اسکے اشعار نادر اس قسم کے سنتا ہو کہ جنمین شاعر کی مہارت اور سخندانی معلوم ہو تو پہلے معرفت زیادہ ہوتی ہے اور محبت بھی
زیادہ ہوجاتی ہو اسیطرح تمام صناعات اور فضائل عمل کا حال ہو اور عامی کبھی سنتا ہو کہ فلان شخص مصنف ہے اور اسکی تصنیف
اچھی ہوتی ہو مگر مضمون تصنیف سے واقف نہین ہوتا تو اسکو مجمل معرفت ہوتی ہو اور اسی نسبت کر میل ومحبت بھی مجمل ہوتا ہو اور
دانا شخص جب تصانیف کو مطالعہ کرتا ہو اور انکے عجائب پر واقف ہوتا ہو تو اسکی محبت یقیناً دوبالا ہوتی ہو اسواسطے کہ عجائب
صنعت اور شعر وتصنیف کے صفات صانع اور شاعر اور مصنف کے کمال پر دال ہوتے ہین اب عالم سب کا سب خداے
تعالیٰ کی ساخت اور تصنیف ہو اور عامی صرف اسکا اعتقاد اور علم رکھتا ہو مگر اہل بصیرت اسکی صنعت کی تفصیل سے واقف
ہوتا ہے یہانتک کہ مچھر مین مثلاً وہ عجائب دیکھتا ہے کہ ان مین عقل دنگ ہو شعر برگ درختان سبز
در نظر ہوشیار ۞ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ۞ اسی وجہ سے اسکے دل مین خداے تعالیٰ کی عظمت و
جلال اور کمال صفات زیادہ ہوتی ہو اور اسکے باعث محبت بڑھتی ہے اور جسقدر صنائع الٰہی کی عجیب باتون پر اطلاع
بڑھتی جاتی ہو اسیقدر اسکی عظمت وجلال دل مین زیادہ معلوم ہوتی ہو اور اتنی ہی محبت بھی بڑھتی جاتی ہو اور انتہا کہ عجائب
صنع الٰہی کا دریا ناپیداکنار ہے اسی لیے محبت مین اہل معرفت کا تفاوت بھی بیشمار ہے اور جن سببون سے کہ
محبت مین اختلاف ہوتا ہو وہ اختلاف ان پانچون سببون کا ہے جو محبت کے لیے ہم لکھ چکے ہین مثلاً اگر کوئی شخص خدا

پس اگر وہ ہوا نزدیک والون مین سے تو آرام ہے اور روزی اور نعمت کا باغ اور اگر وہ ہوا داہنے والون مین سے تو سلامتی پہنچے تجھکو داہنے والون سے اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والون بھٹکون مین تو مہمانی ہے جلتا پانی اور پیٹھنا آگ مین ۱۲

تعالے سے اسوجہ سے محبت رکھتا ہو کہ وہ اسکا محسن اور منعم ہے اسکی ذات سے محبت نہین رکھتا تو اس کی محبت ضعیف ہے اسواسطے کہ احسان کے بدلنے سے یہ محبت بدل جاتی ہو تو بلا کی حالت مین یہ محبت ایسی نہین ہوتی جیسے خوشی اور آسایش کی حالت مین ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اسوجہ سے محبت رکھتا ہو گا کہ ذات پاک خداوندی مستحق محبت ہو کہ کمال وجمال اور مجد وعظمت سب اسکو حاصل ہو تو اسکی محبت احسان کے مختلف ہونے سے نہین بدلا کرتی ہمیشہ یکسان رہتی ہے غرضکہ محبت مین لوگون کے مختلف ہونے کی یہ وجہ ہو اور اسی وجہ سے سعادت اخروی مین فرق ہوا کرتا ہے اور اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا ہے وللآخرة اکبر درجات واکبر تفضیلا

آٹھوان بیان اس امر کی وجہ مین کہ معرفت خدا سے پاک مین خلق کی فہم کیون قاصر ہے واضح ہو کہ موجودات مین سے ظاہر تر خداے پاک ہو اور اس سے چاہیے تھا کہ سب معرفتون سے اول اسکی معرفت فہم مین آتی اور عقل پر سہل نہ ہوتی مگر معاملہ بالعکس نظر آتا ہو تو اسکی وجہ بیان کرنی ضرور ہوئی اور یہ جو ہمنے کہا کہ وہ سب موجودات مین سے ظاہر تر ہو یہ اسی باعث سے کہا جو بدون مثال کے سمجھ مین نہین آنے کا اور وہ یہ ہے کہ ہم اگر کسی انسان کو لکھتے یا سیتے یا کوئی اور کام کرتے دیکھین تو اسکا زندہ ہونا ہمارے نزدیک سب [illegible] مین سے ظاہر تر ہو گا یعنی اسکی زندگی اور علم وقدرت اور ارادہ کام کا ہمارے عندیے مین اسکی اور صفات ظاہری اور باطنی کی نسبت کر زیادہ واضح ہو گا اسلیے کہ صفات باطنی مثل شہوت وغضب اور خلق اور صحت ومرض وغیرہ کو تو ہم جانتے ہی نہین باقی رہین صفات ظاہری انمین سے بعض کو ہم نہین جانتے اور بعض مین شک ہو مثلاً مقدار طول اور رنگ جلد وغیرہ آنکھ سے معلوم ہو سکتے ہین مگر انمین کسی وجہ سے شک بھی رہ سکتا ہو اور حیات اور علم اور قدرت وارادہ بدون اسکے کہ ان مین حس بصر کا لگاؤ ہو ہم پر ظاہر ہو جاتی ہین کہ یہ چیزین حواس خمسہ مین سے کسی چیز سے معلوم نہین ہوتین لیکن ان چیزون کا علم بدون حرکت کے ہمکو نہین ہو سکتا پھر اگر ہم تمام عالم کیطرف برابر نظر کرینگے تو کیا وجہ کہ خداے تعالی کی صفت ہمکو معلوم نہو دونون صورت مین بات تو ایک ہو اور صاف صاف ہو بلکہ جب عالم کو مشاہدہ کرین گے اور حواس ظاہری اور باطنی سے ادراک کرینگے خواہ وہ پتھر ہو یا ڈھیلا یا نبات وشجر یا حیوان یا زمین وآسمان یا ستارے یا خشکی وتری یا عناصر یا عرض وجوہر وغیرہ تو ان سب سے وجود اللہ تعالی کا اور قدرت وعلم اور تمام صفات ضرور ہی مشاہدہ ہون گے اور سب سے ثبوت کامل اسکے وجود وغیرہ کا ہے بلکہ اول دلیل خداے تعالی کے وجود اور صفات پر ہمارے نفس اور جسم اور اوصاف اور احوال کا بدلنا اور ہمارے دلون کا اور تمام اطوار کا حرکات وسکنات مین پھر جانا ہو اور ہمکو علم کی راہ سے ظاہر تر سب مین اپنا نفس معلوم ہوتا ہو پھر وہ چیزین جو ہمارے حواس خمسہ سے معلوم ہوتی ہین پھر وہ جو عقل وبصیرت سے مدرک ہوتی ہین اور ان سب مدرکات مین سے ہر ایک چیز ایک شاہد اور دلیل جداگانہ ہو اور جتنی چیزین عالم مین ہین سب کے سب شواہد ناطقہ اور دلائل کاملہ اسبات پر ہین کہ انکا پیدا کرنے والا اور مدبر اور بدلنے والا اور حرکت دینے والا موجود ہے اور اسکے علم وقدرت اور لطف وحکمت پر بھی دال ہین اور ان سب موجودات مدرکات کی کچھ انتہا نہین تو خداے تعالی کے وجود اور صفات کے دلائل کی بھی کچھ شمار نہین اب اگر کاتب کی حیات وعلم وقدرت ہمکو صرف ایک دلیل یعنے اسکے ہاتھ کی حرکت دیکھنے سے ثابت

ف اور البتہ پچھلا گھر زیادہ ہے درجے مین اور زیادہ ہے بڑائی مین ۱۲

اور ظاہر ہو جاتی ہو تو خدائے تعالیٰ کا وجود و حیات وغیرہ کس طرح ظاہر نہوگا اسکے لیے تو کوئی چیز ایسی ممکن ہی نہین کہ اسکے وجود وغیرہ پر دال نہو نہ ہمارے نفسون کے اندر کوئی شئے ایسی ہو نہ باہر اسلیے کہ ہر ایک ذرہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ مین اپنے آپ موجود اور متحرک نہین میرا موجد اور محرک کوئی اور ہو اور اسی پر ہمارے اعضا کی ترکیب اور ہڈیون کے جوڑ اور گوشت اور پٹھے اور مسامات اور ہاتھ پاؤن کی صورت اور تمام اجزاے ظاہری و باطنی شاہد ہین اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ یہ چیزین آپ ہی آپ مرکب نہین ہوئین جیسا یہ جانتے ہین کہ کاتب کا ہاتھ خود بخود نہین ہلتا لیکن از آنجا کہ موجودات مین سے کوئی شے مدرک اور محسوس اور معقول اور حاضر اور غائب ایسی نہین جو خداے تعالیٰ کے وجود پر شاہد نہو تو اسی لیے اسکا ظہور اتنا ظاہر ہو گیا کہ عقلین اسکے ادراک سے متحیر رہ گئین اسلیے کہ جو شئے کہ اسکے سمجھنے مین ہماری عقل قاصر ہے اسکے قصور کے دو ہی سبب ہوتے ہین یا اس شئے کا بذات خود خفیہ اور باریک ہونا جسکی مثال ہر ایک کو معلوم ہو یا اس شئے کا وضوح حد سے زیادہ ہونا جیسے شپر رات کو دیکھتی ہو اور دن کو نہین دیکھتی نہ اسوجہ سے کہ دن بہ نسبت رات کے پوشیدہ ہو بلکہ اسوجہ سے کہ شدت سے ظاہر ہے کہ شپر اپنے ضعف بصر سے اسکی تاب نہین رکھتی آفتاب کا نور چمکنے اور خوب ظاہر ہونے کے وقت اسکی بینائی کو منتشر کر دیتا ہو ہان جب اسمین کچھ تاریکی ملجاتی ہے اور ظہور مین ضعف آجاتا ہو تو اسکی بینائی کام دینے لگتی ہو اسیطرح ہماری عقلین ضعیف ہین اور جمال حضرت الٰہی کا نہایت درجے کی چمک اور نور اور شدت کا شمول رکھتا ہو کہ کوئی ذرہ اسکے ظہور سے نہین چھوٹا مصرعہ ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا ؎ مصداق اس بیان کا ہو پس جب ملکوت زمین و آسمان مین کوئی ذرہ اسکے ظہور سے خالی نہین تو یہی ظہور سبب اسکے خفی رہنے کا ہو گیا ہے سبحان اللہ شعر افراط نور آڑ ہو جسکے جمال کی ؎ کب چشم و دل کو تاب ہو اسکے جلال کی ؎ اور شدت ظہور کے باعث خفی رہنے سے تعجب نکرنا چاہیے اسلیے کہ چیزین اپنی ضدون سے کھل جایا کرتی ہین اور جس چیز کا وجود ایسا عام ہو کہ کوئی ضد ہی نہو اسکا ادراک ضرور مشکل ہوگا یا اشیاے مختلف اس طور کی ہون کہ کچھ دلالت کرتی ہون اور کچھ نکرتی ہون تو جلد انمین فرق معلوم ہو سکتا ہو اور اگر سب اشیا دلالت مین ایک ہی طور پر مشترک ہون تب بھی مشکل پڑیگی مثلاً آفتاب کا نور جو زمین پر پڑتا ہو ہمکو معلوم ہو کہ یہ آفتاب کے غروب ہونے پر جاتا رہتا ہو اور ایک عرض آفتاب کیساتھ قائم ہو پس اگر آفتاب ہمیشہ روشن رہتا اور غروب نہوتا تو ہمکو یہی گمان ہوتا کہ اجسام مین بجز انکے رنگون سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے اور کوئی چیز نہین کیونکہ ہر وقت یہی رنگ نظر پڑتے ہین روشنی تو جسم نہین ہو کہ نظر پڑے لیکن جب آفتاب غروب ہو گیا اور تاریکی سب جگہ پھیلی تو ہمکو دونون حالون مین فرق معلوم ہوا اور جان لیا کہ اجسام کو روشنی دھوپ کھلی ہوئی تھی اور ان مین ایک بات تھی کہ وہ غروب پر جاتی رہی غرضکہ دھوپ کا وجود اسکے عدم سے معلوم ہوا اگر وہ نیست نہوتی تو اسپر اطلاع مشکل سے ہوتی اسلیے کہ اجسام ایک سے نظر پڑتے اندھیرے اجالے کا کچھ فرق نہوتا پس دیکھنا چاہیے کہ نور سی چیز جو حسوسات مین ظاہر تر ہی اور دوسری چیزون کو ظاہر کرتا ہو صرف ظہور کے باعث اسکا حال کیسے مشتبہ ہو سکتا ہو بشرطیکہ اندھیرا نہو اب خدا تعالیٰ تو سب امور سے ظاہر تر ہے اور سب چیزین اسی سے ظاہر ہوئی ہین اگر اسکو عدم یا غائب ہونا یا بدلنا ہو تو آسمان و زمین گر پڑتے اور ملک و ملکوت بیکار ہو جاتے اور دونون حالون مین فرق معلوم پڑتا اسیطرح اگر بعض چیزین اسکے ساتھ موجود ہوتین اور بعض غیر کے ساتھ تب بھی فرق دونون چیزون کی

دلالت مین ہوتا مگر اسکی دلالت سب اشیا مین ایک ہی طرح ہی اور اسکا وجود سب حوال مین دائم و قائم ہی کہ اسکے خلاف ہونا محال ہی تو
بالضرور شدت ظہور موجب خفا ہی ہوا پس یہی باعث فہم کے قاصر رہنے کا ہی مگر جس شخص کی بصیرت قوی اور قوت غالب ہی وہ اپنے اعتدال
کے حال مین سوا خدائے تعالے کے اور کسی کو نہین دیکھتا نہ اور کو پہچانے اور جانتا ہی کہ موجود سوا خدائے تعالے کے اور کوئی نہین غیر کے افعال
اسی کے آثار قدرت مین سے ایک اثر ہین تو وہ اسی کے تابع ہین واقع مین بدون اسکے غیر کو وجود نہین بلکہ وجود اسی واحد
برحق کو ہے جسکے باعث تمام افعال کا وجود ہی اور جس شخص کا یہ حال ہو وہ کوئی فعل ایسا نہین دیکھتا جسمین نظر فاعل حقیقی کیطرف نہو نہ آسمان
کو آسمان جانے نہ زمین کو زمین نہ درخت و حیوان کو انکے وجود کے اعتبار سے دیکھے بلکہ ان اشیا مین اس نظر سے دیکھتا ہی کہ واحد برحق
کے افعال و صنائع ہین غرضکہ اسکی نظر غیر کیطرف جاتی ہی نہین جیسے کوئی شخص کوئی شعر یا خط یا تصنیف دیکھکر شاعر اور کاتب اور مصنف
کیطرف لحاظ کرے اور ان چیزون کو اس اعتبار سے دیکھے کہ ان اشخاص کے آثار مین سے ایک اثر ہین نہ اس نظر سے کہ سیاہی سے کاغذ پر لکھے
ہوئے ہین تو ظاہر ہی کہ اس شخص کی نظر غیر مصنف کیطرف نہوگی اور چونکہ تمام عالم تصنیف خدائے تعالے کی ہی تو جو شخص اسکی طرف اس اعتبار
سے دیکھے کہ وہ خدا کا فعل ہی اور اسی اعتبار سے اسکو پہچانے اور محبت کرے تو وہ خدا کے سوا اور کسی مین نہ ناظر ہوگا نہ اور کا عارف
نہ دوسرے کا محب اور واقع مین موحد حقیقی وہی ہوگا جو خدائے تعالے کے سوا اور کسی کیطرف نظر نہین کرتا یہانتک کہ اپنے نفس کیطرف بجز
اس اعتبار کے نہین دیکھتا کہ خدا کا بندہ ہی پس ایسے ہی شخص کو کہا کرتے ہین کہ توحید مین فنا ہو گیا اور اپنے نفس سے فنا ہو گیا اور
اسی کیطرف اشارہ ہی اس قول مین کسی بزرگ کے کہ فرمایا ہم اپنے آپ تھے پھر خودی سے فنا ہو گئے تو اب بدون خودی کے رہ گئے پس
یہ امور اہل بصیرت کے نزدیک معلوم ہین لوگون کی فہم بسبب ضعف کے انکو معلوم نہین کرسکتی اور علما سے انکی تشریح اور توضیح ایسی
عبارت مین نہین ہو سکتی جس سے اور لوگ بھی غرض کو سمجھ جاوین علاوہ اسکے وہ اپنے اپنے نفس مین مشغول ہین اور اعتقاد رکھتے ہین
کہ اسباب کو غیر سے ذکر کرنا کچھ مفید نہین یہی وجہ ہے کہ لوگون کی فہم معرفت الٰہی سے قاصر ہین اور اس کے اوپر یہ امر زائد ہو گیا کہ
مدرکات سب کے سب جو خدائے تعالے پر شاہد ہین آدمی کو انکا ادراک لڑکپن مین بے عقلی کی حالت مین ہوتا ہی پھر آہستہ آہستہ عقل
پیدا ہوتی ہی حالانکہ اسوقت اپنی شہوات مین ڈوبا رہتا ہی اور مدرکات و محسوسات کو دیکھتے دیکھتے انسے مالوف و مانوس ہو جاتا ہی
دل مین ان کی کچھ قدر و منزلت نہین رہتی کہ انکے باعث کوئی نئی بات معرفت کی اسسے سرزد ہو ہان اگر یکایک کوئی نادر حیوان یا
سبزہ یا کوئی اور فعل خدا کے افعال مین سے خلاف عادت عجیب نظر پڑتا ہی تو خود طبیعت سے معرفت کا قول زبان پر آجاتا ہی اور کہنے لگتا ہے
سبحان اللہ اور اپنے نفس اور اعضا اور اقسام حیوانات کو جنسے مالوف ہو رہا ہی دن بھر دیکھتا ہی اور سب کے سب شواہد قاطعہ ہین مگر اسکو
زیادتی انس سے انکا شاہد ہونا محسوس نہین ہوتا اور اگر کوئی اندھا مادر زاد عاقل بالغ ہو پھر ایکبارگی اسکی آنکھ کھل جاوے اور آسمان زمین اور
درختون اور نباتات و حیوانات پر دفعۃً اسکی نگاہ پڑے تو خوف ہی کہ کہین اسکی عقل چکر مین نہ آجاوے کیونکہ ایسی عجائب چیزون کی شہادت
انکے خالق پر اسکو نہایت عجیب معلوم ہوگی حاصل یہ کہ اسی جیسے اسباب اور شہوات مین ڈوبا رہنے سے خلق پر راہ معرفت بند ہی تو یہان یہ
مثل صادق آتی ہی کہ بغل مین گھوڑا اور شہر مین ڈھنڈھورا اور اسی لیے کسی نے قطعہ کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ تو وہ ظاہر ہے کہ پوشیدہ

نہین خلقت پہ۔ لیک جو اصل سے اندھا ہو نہ دیکھے مہتاب ؛ ہو ترا پردہ فقط یہ جو ہے شدت کا ظہور نہ کیسے معلوم ہو جبکا کہ ہو شہرت ہی حجاب ؛
طریق معرفت اتنا پاس اور لوگ اس سے اتنے دور شعر دوست نزدیک تر از من بمن ست ؛ وین عجب تر کہ من از وے دورم ؛ بدیہی
امور جب مطلوب ہوتے ہین تو مشکل ہو جاتے ہین

نوان بیان شوق الٰہی کے معنون کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ جو شخص محبت الٰہی کا واقع مین ہونے کا منکر ہے اسکو شوق کی حقیقت سے بھی انکار ضرور ہوگا اسلیے کہ شوق تو محبوب ہی کیطرف ہوتا ہے اور ہم یہان ثابت کرتے ہین کہ عارف کو شوق خدا کی طرف ضرور ہوتا ہے اور وہ شائق ہونے پر مجبور ہے اور اسکا ثبوت دو طرح پر ہے اول بطریق نظر اور تجربہ بصیرت کے دوم بطور اخبار و آثار کے اول طریق کے اثبات مین تو وہی کافی ہے جو اثبات محبت مین پہلے گذر چکا ہے یعنی محبوب کے غائب ہونے کی صورت مین اسکی طرف اشتیاق ضرور ہوتا ہے اور جو موجود اور حاصل ہو اسکی طرف اشتیاق نہین ہوتا اسلیے کہ شوق نام طلب اور مشتاقی کا ہے کسی امر کی اور موجود کی تلاش نہین ہوا کرتی اور اسکی توضیح یہ ہے کہ شوق ایسی ہی چیز کیطرف ممکن ہے جو من وجہ مدرک ہو اور من وجہ غیر مدرک اور جو ایسی چیز ہو کہ کبھی اسکا ادراک نہوا ہو تو اسکی طرف اشتیاق ہی ہرگز نہوگا مثلاً اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو نہ کبھی دیکھا نہ اسکی تعریف سنی تو خیال مین نہین آتا کہ وہ اسکا مشتاق ہو اسیطرح اگر کسی چیز کا ادراک کمال درجے پر ہو جاوے تو اسکی طرف بھی شوق نہین رہتا اور کمال ادراک دیکھنے سے ہوتا ہے پس جو شخص کہ اپنے محبوب کے مشاہدے مین ہے اسکو بدوام دیکھ رہا ہے اسکو بھی سمجھ مین نہین آتا کہ شوق ہو بلکہ شوق اسی چیز سے متعلق ہوتا ہے جو ایک صورت سے مدرک ہو اور ایک سے نہین اسکی مثال مشاہدات مین سے یہ ہے کہ فرض کرو کہ کسی کا معشوق اسکے پاس نہین اور اسکا خیال اسکے دل مین ہے تو اس خیال کے تکمیل کے لیے دیکھنے کا مشتاق ہوگا اور اگر بالفرض اسکے دل سے اسکا خیال اور ذکر اور معرفت سب جاتا رہا اور نسیاً منسیاً ہو گیا تو خیال مین نہین آتا کہ وہ شخص پھر اسکا مشتاق ہو اور اگر اسکو دیکھے تو سمجھ مین نہین آتا کہ دیکھنے کے وقت اسکا شائق ہو اسلیے کہ شوق کے معنے تو یہ ہین کہ جو خیال دل مین ہے اسکی تکمیل کا طالب ہوتا وہ بات یہان کب پائی جاتی ہے اسیطرح کبھی معشوق کو اندھیرے مین دیکھا ہے اس طرح کہ اسکی صورت اچھی طرح منکشف نہین ہوتی تو مشتاق اس دیدار کی تکمیل کا ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ چاندنا ہو تو اسکو قرار واقعی دیکھ لون۔ یا یہ کہ چہرہ محبوب کا تو دیکھا مگر اسکے بال اور محاسن نہین دیکھے تو اسکے دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہے گو انکو کبھی نہ دیکھا ہو اور نہ نفس مین کوئی خیال دیکھنے کے بعد جما ہو مگر چونکہ معلوم ہے کہ اسکا ایک عضو یا کئی اعضا خوبصورت ہین اور تفصیل جمال کی دیکھکر معلوم نہین کی تو اس بات کا مشتاق ہوتا ہے کہ جو بات کبھی نظر نہین پڑی وہ منکشف ہو جاوے اور یہ دونون صورتین خدا سے تعلق مین متصور ہین بلکہ ہر ایک عارف کے لیے ضروری لازم ہین اسلیے کہ جو کچھ امور الٰہیہ مین سے عارفون پر واضح ہوا ہے گو غایت وضوح اس مین ہے پھر بھی ایسا ہے کہ گویا باریک پردے کی آڑ سے دیکھا ہے تو نہایت درجے کا وضوح نہ رہا بلکہ شائبہ تخیلات کے ساتھ مخلوط ہوگا کیونکہ اس عالم مین خیالات سب معلومات کے لیے تمثیل و مشابہت سے جدا نہین ہوتے اور اس قسم کے خیالات عارف کا مزہ تلخ کرتے ہین اور ان خیالات پر کاروبار دنیاوی بھی مضاف ہو جاتے ہین بہرحال کمال وضوح مشاہدہ اور تجلی کے اشراق کا نام ہے جو دنیا مین نہین ہو سکتی آخرت مین ہوگی اور چونکہ منتہائے محبوب عارفون کا وہی ہے تو بیشک موجب شوق ہوگی تاوقتیکہ

شق شوق کی تو ہو گئی یعنے جس چیز کا انکشاف کسی قدر ہوا تھا اسکے کامل انکشاف کا شائق ہونا اب دوسری شق یہ ہے کہ امور الہیہ کی کچھ
انتہا نہین ہر بندے کیلیے کسیقدر منکشف ہوتے ہین اکثر دقیق باتین نامعلوم رہجاتی ہین اور عارف کو انکے وجود کا علم ہوتا ہے اور یہ بھی
جانتا ہے کہ یہ امور خدائے تعو کو معلوم ہین اور یہ جتنی باتین مجکو معلوم نہین وہ معلومات کی نسبت کر زائد ہین اسی لیے ہمیشہ انکا طالب
اور شائق رہتا ہے یہانتک کہ اسکو اصل معرفت ان معلومات کی ہو اسکو معلوم ہونیسے باقی ہین نہ انکا علم واضح طور پر آیا نہ مجمل طور
پر اور شوق اول تو آخرت مین تمام ہوگا یعنی اس حال کے حاصل ہونے سے جسکو مشاہدہ اور دیدار کہتے ہین اس شوق کا دنیا مین فرو
ہوجانا ممکن نہین خلیفہ حضرت ابراہیم بن ادہم جو مشتاقون مین سے ہین کہتے ہین کہ ایکدن مین نے عرض کیا کہ الٰہی تو اگر اپنے عاشقون مین سے
کسی کو ایسی چیز عنایت فرماتا ہو جس سے اسکے دل کو تسلی تیرے وصال سے پیشتر ہوجاتی ہو تو وہ چیز مجکو بھی مرحمت ہو مجکو اضطراب
نے بہت تنگ کیا ہے بس رات کو مین نے خواب مین دیکھا کہ خداوند کریم نے مجکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم تجھے شرم
نہین آتی کہ مجھسے ایسی چیز مانگتا ہے جس سے میری ملاقات کے پیشتر ہی تسکین خاطر کردے بتلا تو سہی کہین مشتاق کو اپنے حبیب کے
ملنے سے پیشتر بھی تسکین ہوا کرتی ہے مین نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری محبت مین حیرت زدہ ہو کر معلوم نہ کیا کہ کیا کہون اب تو میرا قصور
معاف فرما اور مجکو سکھلادے کہ کیا کہون ارشاد ہوا کہ یون کہ اللھم ارضنی بقضائک وصبرنی علی بلائک واوزعنی شکر نعمائک کیونکہ یہ
شوق آخرت مین فرو ہوگا - اور دوسری شق شوق کی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکا انجام نہ دنیا مین ہو نہ آخرت مین اسواسطے کہ اسکا انجام جب ہو
جب آخرت مین بندے کو خدائے تعو کا جلال اور اسکے صفات اور حکمت اور افعال اسقدر معلوم ہون جسقدر کہ خداتعالی کو معلوم ہین اور یہ امر قطعاً محال
ہے اسواسطے کہ معلومات الٰہی کی کچھ انتہا نہین اور ہمیشہ بندہ یہی جانیگا کہ جمال وجلال بہت سے ابھی اور کچھ باقی ہے جو مجھپر نہین کھلا تو کبھی اسکا
شوق فرو نہوگا خصوص وہ شخص جو اپنے درجے پر اور بہت سے درجات دیکھیگا اسکو یہ شوق اور زیادہ ہوگا مگر ازانجا کہ یہ طلب اصل
وصال ہونے کے بعد محض تکمیل وصال کے لیے ہے اسلیے یہ شوق لذیذ معلوم ہوگا جسمین کچھ درد نہو اور کچھ بعید نہین کہ کشف اور نظر کے الطاف
پیاپے بے انتہا ہوتے ہین اور انسے راحت ولذت ہمیشہ روزافزون ہوتی رہے اور یہ نئی نئی لذتین الطاف کی اس چیز کے شوق
سے جو حاصل نہوئی ہو بے فکر کردین اور یہ اس صورت مین ہے کہ جس چیز مین دنیا مین مطلق کشف نہوا تھا اسکا ظاہر ہونا اور اس مین
کشف حاصل ہونا ممکن ہو ورنہ راحت ولذت کسی حد پر ٹھہر کر بڑھنے کی نہین مگر ہمیشہ کو برقرار ایک سی رہیگی اور یہ جو خدائے تعالے
فرماتا ہے نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا - اسمین سے بھی یہ معنی نکلتے ہین یعنی دنیا مین سے اگر اصل نور ہمراہ ہوگا
تو آخرت مین پورا نور مرحمت کیاجاویگا اور وہ کشف کہ دنیا مین نہوئے تھے وہ اسجگہ حاصل ہونگے اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اتمام نور سے
اسی نور کا پورا ہونا مراد ہو جو دنیا مین روشن ہوا تھا اور آخرت مین اسکی تکمیل واشراق سے غرض ہو اور یہ آیت اسی پچھلے معنون کی محتمل
ہے انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نورا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انوار کی اصل کا دنیا سے ہمراہ ہونا ضرور
ہے آخرت مین انکی چمک کچھ اور زیادہ ہوجاوےگی یہ بات نہوگی کہ کوئی نیا نور ملے اور اسباب مین اٹکل سے کچھ کہدینا محل خطر ہے
ہمکو اب تک کوئی ایسی بات نہین ملی جسپر اعتماد کیا جاوے اللہ تعو سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہمارا علم زیادہ کرے اور

ہدایت بڑھاوے اور حق کا حق ہمپر ظاہر کرے پس انوار البصیرت مین سے اسقدر حقیقت شوق اور اس کے معنون کے
کشف کے لیے کافی ہے اور اخبار وآثار جنسے شوق کا ثبوت ہے لا تعد ولا تحصے ہین چنانچہ یہ دعا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی مشہور ہی ہو کہ اللہم انی اسألک الرضا بعد القضا وبرد العیش بعد الموت ولذۃ النظر الی وجہک الکریم والشوق الی لقائک اور
حضرت ابو درداء نے حضرت کعب احبارؓ سے کہا کہ مجھسے کوئی آیت توریت کی بیان کرو انھون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ ابرار کا
شوق میری ملاقات کے لیے بہت ہو اور مین انکی ملاقات کا زیادہ تر مشتاق ہون اور کہا کہ توریت مین اسی آیت کے قریب یہ بھی مذکور
ہو کہ جو شخص مجکو طلب کریگا وہ مجکو پاویگا اور جو میرے سوا کسی اور کی طلب کریگا مجکو نپاویگا حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ مین شہادت
دیتا ہون کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ آپ بھی یہی فرماتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین مروی
ہے کہ خدائے تعالیٰ نے انکو ارشاد فرمایا کہ اے داؤد میرے زمین والون کو سنا دے کہ جو مجھسے محبت کریگا مین اسکا حبیب ہون اور جو
میرے پاس بیٹھیگا مین اسکا جلیس ہون اور جو میرے ذکر سے انس حاصل کریگا مین اسکا انیس ہون اور جو میرے ساتھ رہیگا مین اسکے
ساتھ ہون اور جو مجکو اختیار کریگا مین اسکو اختیار کرونگا اور جو میرا کہا مانیگا مین اسکا کہا مانونگا اور جو شخص مجھسے محبت کرتا ہو اور اسکی
محبت دل سے مجکو خوب معلوم ہو جاتی ہو تو مین اسکو اپنے واسطے مقبول کرتا ہون اور اسسے ایسی محبت کرتا ہون کہ میری خلق مین سے
اسپر کوئی مقدم نہین ہوتا جو مجکو سچ سچ طلب کرتا ہو وہ مجکو پاتا ہی اور جو غیر کو طلب کرتا ہو وہ مجکو نہین پاتا تو اے زمین کے باشندو تم اب
جس حال مین ہو کہ دنیا کے فریب مین آرہے ہو اسکو چھوڑ دو اور میری کرامت اور محبت اور پاس بیٹھنے کیطرف چلو اور میرے ساتھ انس
کرو مین تمھارے ساتھ انس کرونگا اور تمھاری محبت کیطرف سرعت کرونگا اسلیے کہ مین نے اپنے احباب کا خمیر ابراہیم اپنے خلیل اور
موسیٰ اپنے کلیم اور محمدؐ اپنے صفی کے خمیر سے بنایا ہو اور مین نے مشتاقون کے دل اپنے نور سے بنائے ہین اور اپنے جلال سے ان کو
پرورش کیا ہو اور بعض اکابر سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض صدیقین پر وحی بھیجی کہ میرے بندون مین سے کچھ خاص بندے ایسے
ہین جو مجھسے محبت رکھتے ہین اور مین انسے محبت رکھتا ہون اور وہ میرے مشتاق ہین اور مین انکا مشتاق ہون اور وہ مجکو یاد کرتے
ہین مین انکو یاد کرتا ہون وہ میری طرف دیکھتے ہین مین انکی طرف دیکھتا ہون اگر تو بھی انکی راہ چلیگا تو مین تجھسے محبت کرونگا اور
اگر انکی راہ سے پھریگا تو تجھپر غصہ ہونگا اس بزرگ نے عرض کیا کہ الٰہی ان بندون کی پہچان کیا ہے حکم ہوا کہ دن کو سایے کو
ایسا تاکتے ہین جیسے چرواہا شفیق اپنی بکریونکو تاکتا رہتا ہو اور سورج ڈوبنے کے ایسے مشتاق رہتے ہین جیسے پرندہ شام کو اپنے
گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہو پس جب رات چھا جاتی ہو اور اندھیرا کھنچا تا ہو اور بچھونے بچھ جاتے ہین اور دراز و انکشاف ہوتے ہین اور ہر ایک
حبیب اپنے حبیب سے ملتا ہو اسوقت وہ میرے لیے اپنے قدم اٹھاتے ہین اور پیشانی بچھاتے ہین اور میرے کلام سے مجھسے سرگوشی
کرتے ہین اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہین انمین سے کوئی چیختا ہو کوئی روتا ہو کوئی آہ کرتا ہو کوئی شاکی ہو کوئی کھڑا ہے
کوئی بیٹھا اور کوئی رکوع کرتا ہو اور کوئی سجدہ جو کچھ وہ لوگ میرے باعث سے برداشت کرتے ہین اور میری محبت مین شکایت
رکھتے ہین وہ سب بسر وچشم سب سے پیشتر جو ان انکو دونگا تو تین باتین ہین اول یہ کہ اپنے نور سے انکے دلون مین ڈالدونگا کہ

وہ میرے حال سے خبر دینگے جیسے ہین انکے حال سے خبر دیتا ہون دوسرے یہ کہ اگر آسمان اور زمین اور جو چیز ان دونون مین ہے انکے وزن کے مقابل ہوگی تو مین انکی خاطر ان اشیا کو کم جانونگا تیسرے یہ کہ مین اپنا چہرہ مقدس انکی طرف کرونگا اور تمکو معلوم ہو کہ جسکی طرف مین متوجہ ہون کسی کو معلوم ہوگا کہ مین اسے کیا کچھ دیا چاہتا ہون اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین منقول ہو کہ خدا تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ اے داؤد جنت کو کب تک یاد کریگا اور میری طرف شوق کی درخواست تجسے نہ کرے گا عرض کیا کہ الٰہی تیرے مشتاق کون ہین ارشاد ہوا کہ وہ لوگ میرے مشتاق ہین جنکو مین نے ہر ایک کدورت سے صاف کر دیا ہو اور خوف سے آگاہ کر دیا ہو ان کے دلون مین اپنی طرف سوراخ کر دیا ہو جس سے وہ میری طرف دیکھتے ہین مین انکے دلونکو اپنے ہاتھ مین لیکر اپنے آسمان پر رکھتا ہون پھر عمدہ فرشتون کو بلاتا ہون جب وہ اکٹھے ہوتے ہین تو مجکو سجدہ کرتے ہین مین انکو ارشاد فرماتا ہون کہ مین نے تمکو سجدے کیلیے نہین بلایا بلکہ اسلیے بلایا ہو کہ اپنے مشتاقون کے دلونکو تمکو دکھاؤن اور انکے باعث تمپر فخر کرون ان کے دل میرے آسمان مین فرشتون کو ایسا نور دیتے ہین جیسے آفتاب زمین والون کو روشنی دیتا ہو اے داؤد مین نے مشتاقون کے دل اپنی رضا سے بنائے اور اپنے چہرے کے نور سے انکی تربیت کی انکو اپنی ذات کے لیے بات کرنیوالا بنایا اور ان کے بدنون کو زمین مین سے اپنی نظر کی جگہ مقرر کی اور انکے دلون مین ایک راہ رکھ دی جس سے میری طرف دیکھتے ہین اور ہر روز ان کا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہو حضرت داؤد نے عرض کیا کہ الٰہی مجکو اپنے عاشقون کی زیارت کرا دے حکم ہوا کہ پہاڑ لبنان پر جا وہان چودہ آدمی کہ ان مین جوان اور بوڑھے اور ادھیڑ سب قسم کے لوگ ہین انسے جاکر میرا سلام کہنا اور کہیو کہ تمہارا رب بعد سلام تمسے کہتا ہو کہ مجھ سے تم کچھ حاجت کیون نہین مانگتے تم تو میرے دوست اور برگزیدہ اور ولی ہو مین تمہاری خوشی سے خوش ہوتا ہون اور تمہاری محبت کیطرف سبقت کرتا ہون حضرت داؤد بموجب ارشاد کے کوہ لبنان کو گئے ان لوگون کو ایک چشمہ کے پاس دیکھا کہ خدائے تعالیٰ کی عظمت مین فکر کر رہے ہین جب انھون نے حضرت داؤد کو دیکھا تو اٹھے تاکہ انسے علحدہ ہو جاوین آپ نے فرمایا کہ لوگو مین رسول خدا ہون تمہارے پاس ایک پیام ربانی پہونچانے آتا ہون انھون نے آپ کیطرف متوجہ ہوکر کان لگا دیے اور آنکھین نیچی کر لین حضرت داؤد نے فرمایا کہ مین یہ پیام لایا ہون کہ خدا تعالیٰ بعد سلام تمسے فرماتا ہو کہ مجھ سے کوئی حاجت کیون نہین مانگتے مجکو کیون نہین پکارتے کہ تمہاری آواز سنون تم تو میرے دوست اور اصفیا اور اولیا ہو تمہاری خوشی سے مین خوش ہوتا ہون اور تمہاری محبت کیطرف سرعت کرتا ہون اور جیسے مادر شفقہ اپنی اولاد کو دیکھتی ہو اسیطرح مین ہر گھڑی تمکو دیکھتا ہون یہ سنکر ان سب کے آنسو چہرہ پر بہنے لگے اور ہر ایک نے جدا دعا مانگی ان مین سے بوڑھے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہو ہم تیرے بندے اور تیرے بندونکی اولاد ہین جسقدر ہماری عمر گذشتہ مین تیری یاد نہوئی ہو وہ ہمکو معاف فرما دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہو ہم تیرے بندے اور تیرے غلامونکی اولاد ہین جو معاملہ ہم مین اور تجھ مین ہو اسمین یہ احسان کر کہ حسن نظر فرما تیسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہو ہم تیرے بندے اور تیرے بندونکے بیٹے ہین کیا ہم تجھ سے دعا پر جرأت کرین تجکو تو معلوم ہو کہ ہمکو کسی اپنے کام کی حاجت نہین اتنا احسان کر کہ اپنی طرف کے راستے پر ہمارا رہنا ہمارے لیے ہمیشہ کیواسطے کر دے اور اسبات سے ہمپر بار منت رکھ چوتھے نے کہا کہ الٰہی ہم سے تیری رضا کی

طلب مین قصور ہوا تو اپنے جود سے اسپر ہماری اعانت کر پانچوین نے کہا کہ خدایا تو نے ہمکو نطفہ سے پیدا کیا اور اپنی عظمت مین فکر کرنے
کا احسان کیا تو جو شخص کہ تیری عظمت مین مشغول اور تیرے جلال مین متفکر ہو بھلا وہ کلام کی جرأت کر سکتا ہی ہمارا مقصود تو یہی ہی کہ اپنے نور
سے ہمکو قریب کر چھٹے نے کہا کہ الٰہی چونکہ تو عظیم الشان ہی اور اپنے اولیا سے قریب رہتا ہی اور اپنے اہل محبت سے بہت احسان کرتا ہے
اسلیے ہماری زبان یارا نہین رکھتی کہ تجھسے کچھ دعا کرین ساتوین نے کہا کہ خدایا جو تو نے ہمارے دلونکو اپنے ذکر کی ہدایت کی اور اپنی طرف
مشغول ہونے کا دھیان عنایت فرمایا تو اس نعمت کے شکر مین جو ہمسے تقصیر ہوئی ہو اسکو معاف کر آٹھوین نے کہا کہ خدایا ہماری حاجت
تجھکو معلوم ہی اور وہ صرف تیری طرف دیکھنا ہی نوین نے کہا کہ الٰہی بندہ اپنے آقا پر کچھ جرأت نہین کر سکتا مگر چونکہ تو نے ہمکو حکم دیا کہ اپنے
الطاف کیا ہی اسلیے عرض کرتے ہین کہ ہمکو وہ نور عنایت کر جس سے آسمانون کے طبقات کے اندھیرون مین راہ ملے دسوین نے کہا کہ
خدایا تجھسے تجھی کو چاہتے ہین کہ ہماری طرف متوجہ ہو اور ہمیشہ ہمارے پاس رہ گیارھوین نے کہا کہ الٰہی جو نعمت کہ تو نے ہم کو
عنایت کی ہی اسکے پورا کرنے کی تجھسے درخواست ہی بارھوین نے کہا کہ الٰہی تیری مخلوق مین سے تو ہم کو کسی چیز کی حاجت نہین
سوا اپنے جمال کی نظر کرنے سے ہم پر احسان کر تیرھوین نے کہا کہ میری تو یہ درخواست ہی کہ خداوند دنیا و ما فیہا کی طرف
دیکھنے سے میری آنکھ اندھی کر اور آخرت مین مشغول ہونے سے میرے دل کو اندھا کر چودھوین نے کہا کہ الٰہی یہ تو مین جانتا ہون کہ تو
اولیا کو چاہتا ہی تو ہم پر اتنا احسان کر کہ اپنے سوا جتنی چیزین ہین انسے ہمارے دل کو صرف اپنے ساتھ مشغول کر لے اللہ تعالے
نے حضرت داود علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ انسے کہدو کہ مین نے تمہاری گفتگو سنی اور جو کچھ تمکو محبوب ہی وہ مین نے قبول کیا تم ایسا
آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور اپنے واسطے زمین مین تہ خانہ بنا لو کہ مین تم مین اور اپنے درمیان سے حجاب اٹھا یا چاہتا ہون
تاکہ تم میرے نور اور جلال کو دیکھو حضرت داود علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی یہ لوگ اس درجے کو کیسے پہنچے حکم ہوا کہ میرے
ساتھ گمان اچھا رکھتے ہین اور دنیا اور اسکے باشندون سے رکے ہوئے ہین میرے ساتھ تنہا رہے ہین اور مجھکو پکارا کیے ہین اور
یہ وہ رتبہ ہی کہ اسکو بجز تارک دنیا و ما فیہا کے جو اسمین سے کسی چیز کی یاد مین مشغول نہو اور دل اپنا میرے لیے خالی کر لے اور
تمام میری مخلوق پر مجھکو ہی اختیار کر لے اور کسی کو حاصل نہین ہوتا جب ایسا ہو جاتا ہی تو اسپر مین الطاف کرتا ہون اور اسکے
نفس کو فارغ البال کر کے اسکے اور اپنے درمیان سے پردہ اٹھا دیتا ہون تاکہ مجھکو ایسے دیکھے جیسے کوئی آنکھ سے کچھ دیکھا کرتا ہی
اور اسکو اپنی کرامت دکھلاتا ہون اور اپنے چہرۂ مقدس کے نور سے ہر وقت قریب کرتا جاتا ہون اگر وہ بیمار ہو جاوے تو مین
اسکا علاج ایسا کرتا ہون جیسے مادر مشفقہ اپنے بچے کا علاج کرتی ہی اور اگر اسکو پیاس لگتی ہی تو اسکو اپنے ذکر کی چاٹ سے سیراب
کرتا ہون پھر اسکے بعد مین اسکو دنیا و ما فیہا سے اندھا کر دیتا ہون دنیا اسکی نظر مین محبوب نہین کرتا کسی وقت میرے ساتھ
مشغول ہونے سے دم نہین لیتا اسکا یہ حال ہوتا ہی کہ میرے پاس آنے کے لیے مجھسے جلدی کرتا ہی اور مین اسکے مارنے کو برا
سمجھتا ہون اسلیے کہ خلق مین سے میری نگاہ اسی پر پڑتی ہی وہ میرے غیر کو نہین دیکھتا نہ مین اسکے غیر کو دیکھون اے داود جب
مین اسکو دیکھتا ہون کہ اسکا نفس گھل گیا اور جسم لاغر ہو گیا اور اعضا ٹوٹ گئے اور جب میرا ذکر کو سنتا ہے تو اسکا دل

ٹھکانے نہین رہتا تب اسکے باعث مین اپنے فرشتون اور باشندگان آسمان پر فخر کرتا ہون تو اسکو خوف زیادہ ہوجاتا ہے اور
عبادت بہت کرنے لگتا ہو اپنی عزت اور جلال کی قسم ہو کہ مین اسکو فردوس مین بٹھاؤنگا اور اسکے دل کو اپنی طرف دیکھنے سے اتنی
تسلی دونگا کہ وہ راضی ہوجاوے بلکہ راضی ہونے سے بھی زیادہ اسکو اطمینان ہووے۔ اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے تنہا
مین ہو کہ اے داؤد جو بندے کہ میری محبت کیطرف متوجہ ہین ان سے کہدے کہ اگر مین خلقت سے پوشیدہ رہون اور تم مین اور
اپنے درمیان مین پردے کو دور کردون تو اسمین تمہارا کیا ضرر ہو تم مجکو اپنے دلون کی آنکھ سے دیکھتے رہوگے اور اگر مین دنیا کو
تم سے علیحدہ رکھون اور دین کو تم پر فراخ کردون تو اسمین تمہارا کیا نقصان ہو اور جبکہ تم میری رضا کے طالب ہو تو خلق کا ناراض
ہونا تمکو کچھ ضرر نہ دیگا اور یہ بھی انھین کے اخبار مین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ تجکو یہ گمان ہے کہ تو مجھ سے محبت
رکھتا ہو پس اگر یہ بات سچی ہو تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈال اسلیے کہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل مین جمع
نہین ہوتی اے داؤد میری محبت اگر کرتا ہو تو خالص کر اور باشندگان دنیا سے ظاہری ملنا مل مین میری تقلید کر تو کوئی مت کر
جو بات اس مین سے ایسی ہو کہ میری محبت کے موافق تجکو معلوم ہو تو اسکو اختیار کر اور جو مشکل ہو اسکو میرے حوالہ کر علاوہ
ازین مین تیری سیاست اور راستی پر رہنے کیطرف سبقت کرتا ہون اور تیرا ہادی اور قائد ہون بدون سوال کے تجکو دیتا
ہون اور سختیون پر مدد کرتا ہون اور مین نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہو کہ بدون ایسے بندے کے کسی کو ثواب نہ دونگا جسکا
مطلب اور ارادہ میرے سامنے عاجزی کا تجکو معلوم نہوجاوے اور جو بدون میرے نہ رہ سکے پس اگر تو ایسا ہوجاویگا تو مین ذلت
اور وحشت کو تجھسے دور کرکے تیرے دلمین غنا بھر دونگا اسلیے کہ مین نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہو کہ جو بندہ اپنے نفس پر مطمئن
ہوکر اسکے افعال کا نگران ہوتا ہو تو مین اسکو اسکے نفس کے حوالہ کردیتا ہون تو اشیا کو میری طرف نسبت کر تیرے عمل اسکے خلاف نہون
ورنہ تو گنہگار ہوگا اور تجھ سے تیرے ساتھیون کو نفع نہوگا اور میری معرفت کی کچھ حد تجکو نہ ملیگی کیونکہ اسکی کچھ انتہا نہین اور جب تو
زیادہ مجھسے مانگیگا تو مین تجکو دونگا اور میری طرف سے زیادتی کی بھی کچھ حد نہین پھر بنی اسرائیل کو جتا دے کہ مجھ مین اور کسی مخلوق مین
کوئی رشتہ نہین اس صورت مین انکی رغبت اور ارادت ہی میرے نزدیک زیادہ ہونی چاہیے مین انکو وہ چیز دونگا کہ نہ آنکھون نے دیکھی نہ کانون نے
سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری تجکو اپنی آنکھون کے سامنے رکھ لے اور اپنے دل کی آنکھ سے میری طرف دیکھا اور اپنے سر کی آنکھ سے
ان لوگون کی طرف مت دیکھ جنکے دل اور آنکھین مجھ سے محجوب ہین اور شہوتین انکی پھار ہو رہی ہین مین نے انسے ثواب منقطع کردیا ہے
مین نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی ہو کہ اپنا ثواب اس بندے کے لیے نہ کھولونگا جو میری طاعت مین تجربے کے لیے یا آلا یا لا
بتانے کیلیے داخل ہوا اور جن لوگون کو تو سکھلاوے انسے فروتنی کر اور ارادت والون پر زیادتی مت کر کیونکہ انکا مرتبہ میرے نزدیک
اتنا بڑا ہو کہ اگر اہل محبت کو معلوم ہوجاوے تو انکے پاؤن مین گر پڑین کہ انھین کے اوپر کو لوٹ والے راستے چلین اے داؤد
اگر تو ایک مرید کو نشۂ غفلت سے نکال کر صاف کردیگا تو مین تجکو اپنے یہان بڑا دانا اور ہوشیار لکھونگا اور جسکو مین اپنے یہان
ایسا لکھتا ہون اسپر وحشت اور احتیاج خلق نہین ہوتی اے داؤد میرے کلام سے تمسک کر اور اپنے نفس کیواسطے نفس ہی سے

لے اسمین سے کچھ مت دے ورنہ مین تجھ سے اپنی محبت کو محجوب کر دونگا میرے بندونکو میری رحمت سے نا امید مت کر اپنی شہوت کو
میرے لیے ترک کر مین نے شہوات کو اپنی مخلوق مین سے ضعیفون کے لیے مباح کیا ہی قوی لوگون کو کیا ہوا ہی کہ وہ شہوات کو حاصل کرین
ایسے تو میری مناجات کی حلاوت کم ہوجاتی ہی اور زبردستون کی ادنی سزا میرے یہان یہ مقرر ہی کہ عین حصول شہوت کی جگہ مین انکی
عقلون پر اپنی طرف سے حجاب ڈالدیتا ہون اسلیے کہ مین اپنے حبیب کیواسطے دنیا پسند نہین کرتا اسکو اس سے صاف رکھتا ہون
اے داؤد اپنے اور میرے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ مت کر جو تجھکو اپنی غفلت کے باعث میری محبت سے محجوب کردے اس قسم کے لوگ
میرے ارادہ کنندہ بندون کے راہزن ہین ترک شہوات کے لیے روزے کی مداومت سے استعانت لے اور خبردار افطار کا تجربہ مت کرنا
اسلیے کہ مین روزے کو مداومت کے ساتھ ہی اچھا جانتا ہون اے داؤد اپنے نفس کی دشمنی کرکے میرا ہی حبیب بن اور نفس کو شہوت سے
باز رکھ کہ مین تیری طرف دیکھون اور تجھکو اپنے اور میرے درمیان کے حجاب دور نظر آوین چونکہ تجھکو اپنے ثواب کا احسان تجھپر کرتا ہون تیری
مدارات اسلیے کرتا ہون کہ میرے ثواب پر قادر ہوجاوے اور جبتک تو میری طاعت پر متمسک رہیگا مین ثواب تجھسے نہ روکونگا
اور خداے تعالیٰ نے یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر انکو معلوم ہو کہ مین انکا کیسا
منتظر ہون اور ان سے نرمی کرتا ہون اور انکے گناہون کے ترک کے لیے کیسا اشتیاق ہی تو وہ لوگ میری طرف شوق کے مارے
مرجاوین اور انکے جوڑ ایک دوسرے سے میری محبت کے باعث جدا ہوجاوین اے داؤد یہ تو میرا ارادہ ان لوگون کے ساتھ ہی جو مجھسے روگردان
ہین تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین انکے باب مین میرا ارادہ کیسا ہوگا اے داؤد جب بندہ مجھسے بے پرواہ ہوجاتا ہی تو سب سے
زیادہ محتاج میری طرف ہوتا ہی اور جب وہ میری طرف سے روگردان ہوتا ہی تو مجھکو اسپر زیادہ تر رحم آتا ہی اور جب وہ میری طرف رجوع
کرتا ہی تو مجھکو سب سے زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہی ۔ اے خدا قربان احسانت شوم ۔ این چہ احسان ست قربانت شوم ۔ پس یہ اخبار اور
اسطرح کی اور نظیرین بیشمار ہین جو اثبات محبت اور شوق اور انس پر دلالت کرتی ہین اور معنی ان کے تو پہلے معلوم ہوچکے

دسوان بیان اللہ تعالیٰ کی محبت کا بندے سے اور اسکے معنی

واضح ہو کہ قرآن مجید سے متواتر ثابت ہی کہ اللہ تعالیٰ بندے سے
محبت رکھتا ہی پس اس محبت کے معنی کی تحقیق ضرور ہی اول ان آیات و احادیث کو لکھتے ہین جن سے یہ محبت ثابت ہوتی ہی اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہی یحبہم و یحبونہ اور فرمایا ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا اور فرمایا ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین اور اسی
سبب سے جس شخص نے کہ دعویٰ کیا کہ مین خداے تعالیٰ کا محبوب ہون اسکے جواب مین ارشاد فرمایا قل فلم یعذبکم بذنوبکم اور حضرت انس
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا اذا احب اللہ تعالیٰ عبدا لم یضرہ ذنب والتائب من الذنب کمن لا ذنب
لہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ یحب التوابین اور اسکے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت رکھتا ہی اسکی توبہ
موت سے پہلے قبول فرمالیتا ہی پھر اسکو گناہان گذشتہ ضرر نہین کرتے گو بہت ہون جیسے کہ مسلمان ہونے کے بعد کفر گذشتہ
نقصان نہین کرتا اور اللہ تعالیٰ نے محبت کے لیے گناہون کا معاف فرمانا بھی ارشاد فرمایا ہی جیسے کہ ارشاد ہی قل ان کنتم تحبون اللہ

ف وہ چاہتا ہی انکو اور وہ چاہتے ہین اسکو ف اللہ چاہتا ہی انکو جو لڑتے ہین اسکی راہ مین قطار باندھ کر ۱۲ ف اللہ کو خوش آتے ہین توبہ کرنیوالے

کرنے والا ایسا ہی جیسا وہ کہ جسکے ذمہ گناہ ہی نہو ۱۲ ابو منصور دیلمی در مسند فردوس ۱۲ ف تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے گناہ تمہارے ۱۲

فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللہ یعطی الدنیا من یحب و من لا یحب ولا یعطی الایمان الا من
یحب اور فرمایا من تواضع للہ رفعہ اللہ ومن تکبر وضعہ اللہ ومن اکثر ذکر اللہ احبہ اللہ اور حدیث قدسی لا یزال العبد یتقرب الیّ
بالنوافل حتی احبہ الی آخرہ پہلے گذر چکی ہے اور زید بن اسلم رض فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے یہانتک کہ اسکی محبت
اس درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ بندے کو ارشاد فرماتا ہے کہ جو تیرا جی چاہے سو کر مینے تجکو معاف کیا اور جسقدر کہ الفاظ محبت وارد ہیں شمار
سے زائد ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بندے کی محبت خدا کے ساتھ حقیقی ہے نہ مجازی اسلیے کہ محبت کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ نفس کا
خواہش کرنا ایک موافق چیز کیطرف اور عشق اس خواہش کے غلبے اور افراط کا نام ہے اور یہ بھی ہمنے بیان کر دیا ہے کہ احسان اور جمال
دونوں نفس کے موافق ہیں اور یہ دونوں کبھی تو آنکھ سے مدرک ہوتے ہیں اور کبھی بصیرت سے اور محبت دونوں صورتوں میں لازم ہے
کچھ آنکھ کی ضرورت نہیں مصرعہ تنہا عشق از دیدار خیزد ؛؛ بسا کین دولت از گفتار خیزد ؛؛ مشہور ہے مگر خدائے تعالیٰ کی محبت بندے سے اسطرح ممکن نہیں بلکہ جتنے الفاظ
کہ اللہ تعالیٰ پر بولے جاتے ہیں مثل سننے جاننے وغیرہ کے وہ ایسے نہیں ہیں کہ خلق پر اور خالق پر ایک ہی طرح بولے جاتے ہوں یہانتک
کہ وجود جو سب الفاظ میں سے باعتبار اشتراک کے عام تر ہے وہ بھی خلق اور خالق پر ایک ہی طرح نہیں بولا جاتا اسلیے کہ ہر ایک ما سوے اللہ
کا وجود خدائے تعالیٰ کے وجود سے نکلا ہے تو تابع اور متبوع کا وجود ایک سا کیوں ہونے لگا تھا البتہ لفظ کے اعتبار سے صرف شرکت
پائی جاتی ہے کہ دونوں کو وجود کہتے ہیں اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً گھوڑا اور درخت جسم ہونے میں شریک ہیں کہ معنی جسمیت کے اور اسکی حقیقت
دونوں میں ایک سی معلوم ہوتی ہے یہ بات نہیں کہ ایک میں تو جسمیت اصلی ہو اور دوسرے میں فرعی کیونکہ ایک کی جسمیت دوسرے سے
نہیں نکلی اور وجود کے لفظ میں جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پر بولا جاتا ہے یہ بات نہیں اور یہ فرق سب الفاظ میں ہے یعنی علم و ارادہ
و قدرت سب ایسے ہی ہیں کہ ان میں خلق اور خالق دونوں ایک سے نہیں واضع لغت نے یہ الفاظ خلق کے لیے اول بنائے تھے
بدین وجہ کہ عقل و فہم میں خلق ہی پیشتر ہے پس انکا استعمال خالق کے حق میں بطور استعارہ اور مجاز اور نقل کے ہو گیا اور محبت یعنی
نفس کا خواہش کرنا طرف موافق اور مناسب چیز کے اس نفس میں ہو سکتی ہے جو موافق چیز کے نہ ملنے سے ناقص ہو اور جب اسکو وہ ملجاوے
تو اس سے فائدہ اٹھاوے اور کامل ہو جاوے اور یہ بات خدائے تعالیٰ پر محال ہے اسلیے کہ وہاں تو ہر ایک کمال اور جمال اور بہار اور
جلال جو اسکے لیے ممکن ہے وہ سب اسکے پاس موجود اور حاصل ور ابد سے ازل تک واجب الحصول ہے نہ وہ نیا ہو سکے نہ اس سے کمال
دور ہو تو اسکو غیر کیطرف نظر اس اعتبار سے نہیں ہو سکتی کہ وہ غیر ہے بلکہ اس جہت سے ہو گی کہ ہمارا فعل ہے اور واقع میں بجز اسکی ذات و افعال
اور کوئی موجود بھی نہیں اور یہیں لحاظ شیخ ابو سعید میہنی کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی کہ یحبہم ویحبونہ تو انھوں نے فرمایا کہ وہ اپنے ہی نفس
سے محبت فرماتا ہے یعنی کل وہی ہے اسکے سوا اور کوئی موجود نہیں تو محبت بھی اپنے ہی نفس کے ساتھ ہوئی جیسے کوئی شخص صرف اپنے
نفس سے محبت کرے اور اپنے افعال و تصانیف کو چاہے تو ظاہر ہے کہ اسکی محبت اسکی ذات سے تجاوز نکریگی خواہ ذات سے ہو گی
یا ذات کے توابع سے بہر حال وہ اپنے نفس ہی کی محبت رکھیگا اور جو الفاظ کہ خدائے تعالیٰ کی محبت میں بندوں کے ساتھ وارد ہیں وہ
سب ماول ہیں اور حاصل اس محبت کے معنی کا یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ بندے کے دل پر سے حجاب کھولدیتا ہے یہانتک کہ بندہ اسکو اپنے دل سے

۱ اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے اور جس سے نہیں رکھتا دونوں کو اور ایمان نہیں دیتا مگر اسی کو جس سے محبت رکھتا ہے ۱۲ حاکم و بیہقی بروایت ابن مسعود ۱۲

۲ جو شخص اللہ کے واسطے تواضع کرتا ہے اسکو خدائے تعالیٰ اونچا کرتا ہے اور جو

دیکھنے لگتا ہی یا یہ بندے کو اپنے قرب پر قادر کر دیتا ہی یا ازل مین اسکو قادر کرنا منظور تھا پس اگر محبت کو ارادۂ ازلی کیطرف نسبت کیا
جاوے جس سے کہ بندہ طریق قرب کا سالک ہوا ہی تو اس صورت مین محبت خداے تعالیٰ کی اس بندے کے ساتھ ازلی ہوگی اور
اگر محبت کو اس فعل کیطرف نسبت کیا جاوے جو حجاب کو بندے کے دل پر سے دور کرتا ہی تو اس صورت مین محبت حادث ہوگی کہ سبب
حدوث سبب نئی ہو جاویگی چنانچہ حدیث قدسی مین ارشاد ہی لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ الخ یعنی نوافل سے تقرب کرنا
سبب صفاے باطن اور ارتفاع حجاب کا دل سے اور درجۂ قرب الٰہی پر پہنچنے کا ہوتا ہی اور یہ سب امور خداے تعالیٰ کے فعل اور لطف وکرم
سے اسکے ساتھ ہوتے ہین یہی معنی خداے تعالیٰ کی محبت کے ہین اور یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہ آویگی اور وہ یہ ہی کہ مثلاً ایک بادشاہ
اپنے کسی غلام کو اپنا مقرب بناتا ہی اور ہر وقت اپنے حضور مین حاضر رہنے کا اسکو حکم دیتا ہی یا تو اس غرض سے کہ وہ اسکی مدد کریگا یا
اسکے مشاہدے سے آرام پاویگا یا اسکی راے کسی امر مین لیگا یا اسباب کھانے پینے کا اسکے لیے تیار کریگا تو لوگ یہی کہینگے کہ بادشاہ اس
غلام سے محبت رکھتا ہی یعنی بادشاہ اسکی طرف اس جہت سے مائل ہی کہ اسمین ایک امر موافق اور مناسب بادشاہ کے پایا جاتا ہی تو یہ صورت
تو محبت کے اول معنون کی ہوئی اور کبھی بادشاہ کسی غلام کو مقرب بناتا ہی اور حضور سلطانی مین آنیسے اسکو منع نہین کرتا نہ اس جہت سے
کہ اس سے کچھ بادشاہ کو نفع یا تقویت ہوگی بلکہ اس جہت سے کہ اس غلام مین بذات خود وہ عمدہ اخلاق وخصائل حمیدہ پائے جاتے
ہین کہ انکے ہوتے ہوے اسکو یہی زیبا ہی کہ بادشاہ کے حضور مین رہکر قرب تام سے بہرہ یاب ہو گو بادشاہ کو اس سے کچھ مطلق غرض نہو ایسی
صورتمین اگر بادشاہ اس شخص کے اور اپنے درمیان کا حجاب اٹھادیگا تو یہی کہا جاویگا کہ بادشاہ اس سے محبت رکھتا ہی اور اگر وہ غلام
خصائل حمیدہ مین سے وہی حاصل کرے جو باعث ارتفاع حجاب ہون تو کہا جاویگا کہ اسنے ذریعہ پیدا کرکے اپنے آپ کو بادشاہ کا محبوب
کر دیا پس محبت الٰہی بندے کے ساتھ ان معنون کے ساتھ سمجھنی چاہیے نہ کہ اول معنون کے ساتھ بلکہ دوسرے معنون کے ساتھ بھی یہ شرط
ہی کہ اس قرب سے یہ نہ سمجھو کہ جب قرب نیا ہو تو کچھ تغیر خداے تعالیٰ مین ہو جاویگا بدین وجہ کہ جو پہلے سے قریب نہ تھا اور اب قریب ہو گیا
تو اسکا وصف بدل گیا اس سے یہ شبہہ ہوتا ہی کہ ہر نئے قرب پر بندے کا اور خداے تعالیٰ کا دونون کا وصف بدل گیا یعنی پیشتر قریب نہ تھا
اور اب ہو گیا حالانکہ خداے تعالیٰ کے باب مین یہ امر محال ہی اسواسطے کہ تغیر کا آنا اسپر ناجائز ہی وہ تو ہمیشہ کمال اور جلال کی صفتون سے
موصوف رہتا ہی اور اسیطرح ازل سے موجود ہی بلکہ اسکو یون جاننا چاہیے کہ حبیب کو جو خداے تعالیٰ سے قریب کہتے ہین تو قرب سے مراد یہ ہی
کہ بندہ صفات بہائم اور درندون اور شیاطین سے دور ہوکر مکارم اخلاق جسکو اخلاق الٰہی کہتے ہین اختیار کرے تو معلوم ہوا کہ قرب
نزدیکی سے غرض صفت مین قریب ہوتا ہی نہ مکان مین اور جبتک اس قرب کی مثال اشخاص مین بیان نکیجاویگی اچھی طرح منکشف نہوگا
معلوم کرنا چاہیے کہ دو شخص کبھی تو ایک دوسرے سے اسطرح قریب ہوا کرتے ہین کہ دونون ایک دوسرے کیطرف کو حرکت کرین اور کبھی ایک
ساکن رہتا ہی اور دوسرا اسکی طرف کو چلتا ہی تو اس صورتمین بھی متحرک مین کچھ تغیر آکر قرب ہوتا جاتا ہی دوسرا جون کا تون رہتا ہی بلکہ صفات
مین بھی اسیطرح کا قرب ہوتا ہی مثلاً شاگرد کمال علم وجمال مین اپنے استاد کے درجے کا قرب چاہتا ہی اور استاد اپنے کمال علم کے رتبے
ساکن ہی اور درجۂ شاگرد کیطرف حرکت نہین کرتا اور شاگرد اپنی حرکت سے پستی جہل سے اوج علم کیطرف ترقی کرتا رہتا ہی اور ہمیشہ اسی

کردو کاوش مین بدلتا رہتا ہی یہانتک کہ استاد سے قریب ہوجاتا ہی حالانکہ استاد ساکن اور غیر متحرک ہی تو اسیطرح بندے کی ترقی درجات قرب الٰہی مین سمجھنی چاہیئے یعنی جسقدر کہ صفت مین کامل اور علم مین پورا اور حقیقت اشیا کے جاننے مین یکتا اور شیطان کے دبانے اور شہوات کے استیصال مین پکا اور بُری باتون سے بچنے مین پاک وصاف ہوگا اسیقدر درجۂ کمال سے نزدیک ہوگا اور غایت درجہ کا کمال خداے تعم کے لیے ہی اور ہر شخص کا قرب اللہ تعم سے اسیقدر ہوگا جسقدر کہ اسکو ان اشیا مین کمال ہوگا مگر فرق یہ ہی کہ شاگرد کبھی ایسا ہوتا ہی کہ قریب ہوتے ہوتے استاد کے برابر یا اس سے بھی بڑھکر ہوجاتا ہی اور یہ امر خداے تعم کے باب مین محال ہے اسواسطے کہ کمال خداوندی کی کچھ نہایت نہین اور بندے کا سلوک درجات کمال مین تمناہی ہی جہانتک ہوگا ایک حد معین تک رہیگا تو بندے کو طمع مساوات کی نہین ہوسکتی پھر قرب کے درجات مین بھی تفاوت لا انتہا ہی اسلیے کہ انجام کی کچھ انتہا نہین کہ کمال اسپر ختم ہوجاوے غرضکہ اللہ تعم کی محبت بندے کے ساتھ اسیطرح ہی کہ بندے پر سے شواغل اور گناہون کو مٹا کر اور اسکے باطن کو کدورات دنیاوی سے پاک کرکے اپنی ذات پاک سے قریب فرمادے اور اسکے دل سے حجاب اٹھا ڈالے یہانتک کہ بندہ اسکا مشاہدہ ایسی طرح کرے گویا اپنے دل سے اسکو دیکھ رہا ہی الاحبت بندے کی خدا کے ساتھ اسکے یہ معنی ہین کہ بندے کا خواہش کرنا اس کمال کو جسسے وہ مفلس ہی تو ظاہر ہی کہ جو چیز اسکو نہین ملی اسکی طرف اسکا اشتیاق ہوگا اور جب اسمین سے کسیقدر اسکو ملیگا تو اسسے لذت یاب ہوگا اور یہ محبت وشوق خداے تعم کیطرف سے محال ہی- اب اگر یہ کہو کہ خداے تعم کی محبت بندے کے ساتھ ایک امر مشتبہ ہی ہم کسطرح جانین کہ وہ حبیب خدا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسکی علامتین ہین انسے اسکا محبوب ہونا معلوم ہوا کرتا ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فاذا احبہ الحب البالغ اقتناہ لفظ اقتناہ کے معنی جو آپ سے پوچھے گئے تو فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ اسکے پاس نہ مال چھوڑے نہ اہل اس سے معلوم ہوا کہ محبت الٰہی کی بندے کے ساتھ یہپہچان ہے کہ اسکو غیر سے متنفر کردے اور اسمین اور غیر اللہ مین حائل ہوجاوے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا کہ آپ اپنی سواری کیلیے کوئی دراز گوش کیون نہین خرید تے آپنے فرمایا کہ اللہ تعم کو یہ بات گران ہی کہ مجکو اپنی ذات پاک سے چھڑا کر دراز گوش کا شغل عنایت فرماوے اور حدیث شریف مین ہی کہ اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فان صبر اجتباہ فان رضی اصطفاہ اور بعض علما فرماتے ہین کہ جب تو خدا سے محبت کرے اور خدائے تعم تجکو مبتلا کرے تو جان لے کہ خداوند کریم تجکو برگزیدہ فرمایا چاہتا ہی اور بعض مریدون نے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ مجھے کچھ محبت سوجھائی دی ہی انھون نے پوچھا کہ بھلا خداے تعم نے تجکو اپنے سوا کسی اور محبوب کا مبتلا بھی کیا ہی کہ اسکے اوپر تو نے خداے تعم کو ترجیح دی ہو اسنے کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی انھون نے فرمایا کہ تب محبت کی طمع مت کر کہ خدائے تعم بدون مبتلا کرنے کے اسکو عنایت نہین کیا کرتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اذا احب اللہ عبدا جعل لہ واعظا من نفسہ وزاجرا من قلبہ یامرہ وینہاہ اور دوسری حدیث مین فرمایا اذا اراد اللہ بعبد خیرا بصرہ بعیوب نفسہ غرضکہ خاص تر علامات محبت الٰہی کی یہ ہی کہ بندہ خداے تعم سے محبت کرے اسی سے یہ پایا جاویگا کہ خدائے تعم اس سے محبت کرتا ہی اور جو فعل کہ اس بندے کا محبوب ہونا نکلتا ہی وہ یہ ہے کہ خداوند کریم اسکے سب امور ظاہری اور باطنی اور خفیہ اور علانیہ کا متکفل ہو وہی مشورت اور تدبیر بتلاوے وہی اخلاق کی درستی

احہ جب اللہ تعم کسی بندے کو محبوب کرتا ہی تو اسکو مبتلا کرتا ہی اور جب نہایت کامل محبت اسکے ساتھ کرتا ہی تو اسکو خالص کرلیتا ہی ۱۲ پہلے گزری ۱۲ ﷺ جب اللہ تعم کسی بندے سے محبت کرتا ہی تو اسکو مبتلا آفات کرتا ہی پس اگر وہ صبر کرے تو اسکو برگزیدہ کرتا ہی اور اگر راضی ہو تو مصطفےٰ کرتا ہے ۱۲ اوپر گزری ۱۲ ﷺ جب اللہ تعم کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسکے لیے اس کے نفس مین سے ایک نصیحت کرنے والا مقرر کردیتا ہی اور ایک جھڑکنے والا اسکے دل مین سے کردیتا ہے اسکو امر ونہی کرے وہ اسکو امر ونہی کرے ۱۲ صاحب فردوس مروایت انس لفظ اذا اراد اللہ بعبد خیرا ﷺ جب اللہ تعم کسی بندے سے بہتری چاہتا ہی تو اسکے نفس کے عیبون پر اسکو بینا کردیتا ہی ۱۲ صاحب فردوس بروایت انس مع ایک زیادتی سند ضعیف ۱۲

فرماوے وہی اسکے اعضا کو عمل مین مصروف کرے وہی اسکے ظاہر و باطن کو راہ راست پر لاوے اسکی فکرون کو سمیٹ کر ایک فکر
مین لگانا اسی کا کام ہو اور دنیا سے بغض اور غیر سے وحشت اور خلوت کی مناجات سے انس کا دنیا اور اپنے اور اسکے درمیان سے
حجاب کا دور کرنا سب اسی کیطرف سے ہو اسیطرح کی علامات سے محبت اللہ تعالیٰ کی بندے سے ثابت ہوا کرتی ہو اب ہم علامات بندے
کی محبت خدائے تعالیٰ سے لکھتے ہین کہ وہ بھی اس محبت پر دال ہوا کرتی ہین علامات بندے کی محبت کی خدائے تعالیٰ سے جاننا چاہیے
کہ محبت کا دعویٰ تو ہر شخص کرتا ہو مگر دعویٰ تو آسان بات ہو لیکن محبت کا پایا جانا بہت کم ہوتا ہو آدمی کو بچنا چاہیے کہ شیطان کے فریب سے
جب نفس دعویٰ محبت آلہی کرے تو اسپر فریفتہ ہو جاوے جبتک کہ نفس کا امتحان محبت کی علامات سے نکر لے اور حجت اور برہان سے
صدق دعویٰ معلوم نہو جاوے محبت وہ درخت عمدہ ہو کہ جسکی جڑ بیہان ہو اور شاخ بالائے آسمان اسکے پھل قول اور زبان اور اعضا مین ظاہر
ہوتے ہین اور انسے محبت کا وجود ایسا معلوم ہوتا ہو جیسے دھوئین سے آگ کا وجود یا پھلون سے درخت کا اور اسطرح کے آثار بہت سے
ہین ایک تو یہ ہو کہ خدائے تعالیٰ کی لقا کو کشف اور مشاہدے کے طور پر دار السلام مین اچھا جانے اسلیے کہ ہو نہین سکتا کہ دل کسی محبوب کو چاہے
اور اسکے مشاہدے اور لقا کو نچاہے اور از انجا کہ معلوم ہو کہ بدون دنیا سے کوچ و مفارقت کے یہ آرزو پوری نہوگی تو چاہیے کہ موت
سے محبت رکھے اور اس سے نفرت نکرے اسواسطے کہ عاشق کو اپنے وطن سے سفر کرنا اور محبوب کے دیار مین اسکے دیدار سے بہرہ ور ہونا کچھ
گران نہین معلوم ہوتا اور موت دیدار کی کلید اور مشاہدے مین داخل ہونیکا دروازہ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ احب لقاء اللہ
احب اللہ لقاءہٗ اور حضرت حذیفہ نے موت کیوقت ارشاد فرمایا کہ ایک حبیب خوب حاجت کیوقت آیا جو اس سے پشیمان ہوا اسکو فلاح نہو
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ بندے مین بعد محبت خدا کے تعالیٰ کے کوئی اور خصلت کثرت سجود سے بڑھکر نہین کہ خدائے تعالیٰ کو پسند ہو پس
سجدے پر محبت دیدار آلہی کو مقدم کیا اور خداوند کریم نے محبت کے صادق ہونے کیلیے راہ خدا مین مارا جانا ارشاد فرمایا یعنی جب لوگون نے
دعویٰ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہین تو فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا اور فرمایا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ
وَیُقْتَلُوْنَ پس راہ خدا مین شہید ہونے کی طلب کو علامت محبت فرمایا۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی وصیت مین جو حضرت عمرؓ کو کی تھی مذکور ہو
کہ حق بات گران ہوتی ہو اور باوجود گرانی کے خوشگوار ہو اور امر باطل سبک ہوتا ہو اور باوجود اسکے برا ہو اگر تم میری وصیت یاد رکھوگے تو
کوئی غائب چیز تمکو موت سے زیادہ محبوب نہوگی جو بیشک تمکو آویگی اور اگر اس وصیت کو تلف کردوگے تو کوئی غائب چیز تمہارے نزدیک
موت سے بڑھکر بری نہوگی حالانکہ تم اسکو ٹال نہ سکوگے اور اسحاق بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہو کہ میرے باپ یعنی سعد مجھسے
فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن حجش نے مجھسے جنگ احد کے روز کہا کہ آؤ خدائے تعالیٰ سے دعا مانگین پس ایک طرف کو ہو کر عبد اللہ نے یون
دعا مانگی کہ آلہی مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ جب کل کو مین دشمن کے مقابل ہون تو میرا مقابلہ کسی مرد ہولناک شدید الغضب سے ہو جس سے مین لڑون
اور وہ مجھ سے لڑے پھر مجھکو پکڑکے میرے ناک کان کاٹے اور میرا پیٹ چیرے اور جب مین قیامت مین تیرے سامنے جاؤن تو مجھ سے
پوچھے کہ اے عبد اللہ تیرے ناک کان کسنے کاٹے مین عرض کرون کہ آلہی تیرے راستے مین اور تیرے رسول کے راستے مین میرا یہ حال ہوا
ہے تو فرماوے کہ سچ کہتا ہو حضرت سعد کہتے ہین کہ مین نے آخر روز مین دیکھا کہ عبد اللہ بن حجش کے ناک کان ایک ڈورے مین بندھے

یعنی ... باز رکھے ۱۲ یعنی ... لڑتے ہین اللہ کی راہ مین پھر مارتے ہین اور مرتے ہین ۱۲ ... طبرانی و ابو نعیم ۱۲

لیکتے ہین اور سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ مجکو توقع ہو کہ اللہ تعٰ حضرت عبد اللہ بن جحش کی بقیہ قسم بھی سچ کرے جیسے اسنے اتنی سچی کی ہو
اور حضرت سفیان ثوری اور بشر حافی فرمایا کرتے تھے کہ موت کو برا وہی سمجھتا ہو جسکو شک ہو اسلیے کہ حبیب تو ہر حال مین اپنے محبوب
کی ملاقات کو برا نہین جانتا۔ اور بویطی نے کسی زاہد سے پوچھا کہ تم موت کو چاہتے ہو اسنے سکوت کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تم سچے
زاہد ہوتے تو موت کو محبوب جانتے پھر یہ آیت پڑھی فتمنوا الموت ان کنتم صادقین زاہد نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو فرماتے
ہین لایتمنین احدکم الموت آپ نے فرمایا کہ یہ ارشاد اسلیے ہو کہ تمنائے موت مین ایک طرح کا ضرر ہو کیونکہ قضائے الٰہی پر راضی ہونا
اس امر سے بہتر ہو کہ اسکے حکم سے گریز کرے اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص موت سے محبت نہین رکھتا وہ خدائے تعٰ کا محب ہو سکتا ہو
یا نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ موت کا برا جاننا اول تو اس باعث سے ہوتا ہو کہ دنیا کی محبت اور زن و فرزند کی جدائی کا افسوس ہو اس
سے اللہ تعٰ کی محبت کے کمال مین نقصان ہوتا ہو اسلیے کہ محبت کامل وہ ہوتی ہو جو تمام دل پر محیط ہو مگر محبت زن و فرزند کے
ہوتے ہوئے کچھ دشوار نہین کہ کچھ ضعیف سی محبت خدائے تعٰ کی بھی ہو آخر لوگ محبت الٰہی مین متفاوت تو ہوتے ہی ہین چنانچہ اس
تفاوت پر یہ دلیل ہو کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ نے جب اپنی بہن فاطمہ کا نکاح اپنے غلام آزاد سالم سے کر دیا تو قریشیون نے انکو
برا کہنا شروع کیا اور کہا کہ تمنے ایک عقیل عورت قریش کے غلام سے بیاہ دی آپ نے جواب دیا کہ مین نے بیاہ جب کیا ہی جب
جان لیا ہو کہ سالم فاطمہ سے اچھا ہی یہ جواب اہل قریش کو نکاح سے بھی زیادہ گران گذرا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہو فاطمہ تو تمہاری
بہن ہو اور سالم تمہارا غلام ہو آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ ایسے آدمی کو
دیکھے جو اللہ تعٰ کو تمام دل سے چاہتا ہو تو وہ سالم کو دیکھے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہو کہ آدمیو مین ایسے بھی ہوتے ہین جو اللہ تعٰ کو
تمام دل سے نہین چاہتے بلکہ اس سے بھی محبت رکھتے ہین اور غیر سے بھی محبت رکھتے ہین تو ضرور ہو کہ جب خدا کے پاس جاوینگے تو
انکو دیدار کی لذت بقدر محبت ہوگی اور جسقدر دنیا سے محبت رکھتے ہونگے اسکے چھوڑنے کیوقت اسیقدر انکو درد فراق ہوگا دوسرا باعث
موت کے برا جاننے کا یہ ہو کہ بندہ مقام محبت کے شروع مین ہو اور موت کو برا نجانتا ہو مگر اسکے جلد آنے کو برا جانتا ہو یعنی ملاقات
خدائے تعٰ کے لیے کچھ سامان کرنے سے پیشتر موت کا آنا برا معلوم ہوتا ہو تو یہ حال محبت کے کم ہونے پر دلالت نہین کرتا بلکہ اس شخص
کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کے آنے کی خبر اپنے پاس سنے اور یہ چاہے کہ وہ ایک ساعت کے بعد آوے تو بہتر ہی
تاکہ اسکے لیے گھر کو آراستہ کر لے اور سامان خانہ داری سے فراغت ہو جاوے کہ پھر خاطر خواہ اسکے فارغ البال ہو کر ملنے کو کوئی مانع اور
حارج نرہے پس اس سبب سے موت کو برا جاننا کمال محبت کے خلاف نہین اس حال کی پہچان یہ ہو کہ عمل مین کوشش کرے اور اپنی فکر
کو آخرت کی تیاری مین مستغرق رکھے اور ایک علامت محبت کی یہ ہو کہ جس چیز کو خدائے تعٰ پسند کرے اسکو اپنی محبوب چیز پر ظاہر و
باطن مین ترجیح دے اور اسکے لیے بڑی بڑی مشکل و محنت کے عمل بجا لاوے اور اپنے ہوائے نفس کے اتباع سے اجتناب کرے
اور کسل و سستی کو بالائے طاق رکھے ہمیشہ کمر طاعت الٰہی پر ساان جان سر حسبت باندھکر نوافل سے تقرب کا جویان رہے اور اسکے نزدیک
زیادتی درجات کا خواہان جیسے عاشق اپنے معشوق کے دل مین زیادہ تر قرب کا خواہان رہتا ہو اور جو لوگ کہ ایثار کو پسند کرتے ہین

حاشیہ
پس مناظر سے کو اگر تم سچے ہو ۱۲ م
چاہیے کہ نہ تمنا کرے تم مین سے کوئی موت کی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲
عہ اصل مین ہو کہ فقال انما قال لعمر نزل بہ الخ یعنی بویطی نے فرمایا کہ آنحضرت نے تمنا کی مخالفت فقط اسی صورت مین

انکا وصف اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة اور جو شخص اپنی ہوائے نفس کا ہمیشہ تابع رہے تو اسکا محبوب وہی ہوگا جسکو وہ چاہتا ہے عاشق تو اپنے معشوق کی مرضی کا تابع ہوتا ہے اسکی مرضی کے سامنے اپنی مرضی کو چھوڑ دیتا ہے جیسے کسی شاعر کا قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے **شعر** میں تو ہوں طالب وصل سکو ہے منظور فراق ؛ وہ خوش اسمیں ہے تو وصل سے میں درگذرا ؛ بلکہ سلطان عشق الٰہی جب غلبہ کرتا ہے تو پھر کوئی خواہش نہیں چھوڑتا سب کی بیخ کنی کر دیتا ہے سوائے معشوق کے اور کسی چیز کی رغبت اور لذت باقی نہیں رکھتا جیسے کہ روایت ہے کہ زلیخا جب ایمان لائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آئی تو انسے علیحدہ ہو کر عبادت میں مصروف ہوئی اور خدائے تعالیٰ ہی کی ہو رہی اگر آپ اپنے پاس دن کو بلاتے تو رات پر ٹال دیتی اور رات کو بلاتے تو دن پر اور کہتی کہ اے یوسف میں آپ سے جبتک محبت رکھتی تھی کہ مجکو خدائے تعالیٰ کی معرفت نہ تھی اب کہ میں نے اسکو پہچان لیا تو اسکی محبت نے میرے دل میں کسی اپنے غیر کی محبت نہیں چھوڑی اور مجکو اس محبت کا عوض منظور نہیں کہ اسکی محبت چھوڑ کر دوسرے کی محبت اختیار کروں یہی حال ہوتا رہا تا آنکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجکو خداوند کریم کا حکم اسی طرح ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ تو زلیخا سے ہم بستر ہو اسکے پیٹ سے ہم دو لڑکے عنایت فرماوینگے اور دونوں کو نبی کرینگے زلیخا نے عرض کیا کہ اگر خداوند کریم نے آپکو ارشاد فرمایا ہے اور مجکو اس نعمت کا ذریعہ بنایا ہے تو میں خدائے تعالیٰ کے حکم کی تابع ہوں اور صحبت پر راضی ہوں اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ اسکی نافرمانی نہیں کرتا اور اسی نظر سے ابن مبارک نے ایک قطعہ فرمایا ہے جسکا مضمون یہ ہے **قطعہ** دم بھرو اسکی محبت کا کرو نسبت گناہ ؛ ہیں عجب طرح کے واللہ تمہارے کردار ؛ سچی گر ہوتی محبت تو اطاعت کرتے ؛ ہوتے عاشق تو ہیں معشوق کے فرمانبردار ؛ اور اسی باب میں شعر بھی ہے ؎ خواہش نہیں مجھے کچھ تیری رضا کے آگے ؛ تو گو برا لگے تو خوش ہوں تری رضا سے ؛ اور حضرت سہل فرماتے ہیں کہ علامت محبت الٰہی یہ ہے کہ اسکو اپنے نفس پر اختیار کرے یہ بات نہیں کہ جو شخص خدائے عزوجل کے امر کی طاعت کرے وہ اسکا حبیب ہو جاتا ہے بلکہ حبیب وہ ہے جو مناہی سے بچے اور یہ قول انکا واقع میں درست ہے اسواسطے کہ بندے کی محبت خدا کے ساتھ سبب محبت الٰہی کا بندے کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے یحبهم ویحبونه اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو محبوب جانتا ہے تو اسکا کفیل ہوتا ہے اور اسکو دشمنوں پر غالب رکھتا ہے اور ازانجا کہ آدمی کے دشمن اسکا نفس اور شہوات ہیں تو بالضرور اللہ تعالیٰ اسکو رسوا نکریگا اور خواہش و شہوات کے حوالہ نہ فرماویگا اور اسلیے ارشاد فرماتا ہے واللہ اعلم باعدائکم وکفی باللہ ولیا وکفی باللہ نصیرا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ نافرمانی اصل محبت کے خلاف نہیں بلکہ کمال محبت اسکے سبب نہیں ہوتا مثلاً بہت آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے نفس سے محبت رکھتے ہیں اور بیمار ہوتے ہیں اور شفا کو محبوب جانتے ہیں اور جو چیز انکو مضر ہو اسکو کھا لیتے ہیں گو یہ جانتے ہیں کہ یہ چیز ہمکو مضر ہے تو اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ انکو اپنے نفس سے محبت نہیں بلکہ معرفت کم ہے اور خواہش غالب اسلیے حق محبت پر قائم رہنے سے عاجز ہیں اور نافرمانی کی اصل محبت کے مخالف نہونے پر یہ دلیل ہے کہ نعیمان بہت جلد جلد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی سبب ارتکاب گناہ ہونیکے پکڑا آیا کرتا تھا ایکبار جو آیا اور آپ نے اسکو حد لگوائی تو ایک شخص نے اسکو لعنت کی اور کہا کہ یہ شخص کتنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا جاتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو لعنت مت کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہے

بخاری کی ... گذر چکی ۱۲

غرضکہ گناہ کے باعث اسکو محبت سے خارج نہ فرمایا ہان گناہ کرنا کمال محبت سے خارج کر دیتا ہو اور بعض عارفین فرماتے ہین کہ جب آدمی کا ایمان ظاہر دلمین ہوتا ہو تو خداے تعم سے متوسط محبت رکھتا ہو اور جب ایمان سویداے دلمین چلا جاتا ہو تب پوری محبت کرتا ہے اور گناہونکو چھوڑ دیتا ہو۔ الحاصل محبت کا دعوی کرنے مین خطر ہو اسیلیے حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ جب تم سے پوچھا جاوے کہ خداے تعم سے محبت رکھتے ہو تو چپ ہو رہو اور کچھ جواب ندو اسلیے کہ اگر نہین زبان سے نکالوگے تو کافر ہوجاؤگے اور اگر ہان کہوگے تو تمہارے اوصاف محبون کے سے نہین ہین پس غضب الٰہی سے ڈرو اور جھوٹا دعوی نہ کرو اور بعض علما فرماتے ہین کہ جنت مین کوئی راحت اہل معرفت و محبت کی لذت سے بڑھکر نہین اور نہ دوزخ مین کوئی عذاب سخت تر اس شخص کے عذاب سے کہ دعوی محبت کرے اور محبت کی کوئی بات اسمین نہ پائی جاوے اور ایک علامت محبت کی یہ ہو کہ ذکر الٰہی کا شدت سے حریص ہو کہ نہ زبان اس سے تھکے نہ دل خالی ہو اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہو وہ اسکا ذکر بہت کیا کرتا ہو اور اسکے متعلق جو اشیا ہوتی ہین انکو بہت یاد کیا کرتا ہے پس محبت الٰہی کی علامت یہ ہو کہ اسکے ذکر سے محبت ہو اور اسکے کلام یعنی قرآن مجید اور اسکے رسول پاک سے محبت ہو اسیطرح جو چیز خداے تعم کے ساتھ منسوب ہو اس سے محبت رکھے آدمی کسی دوسرے آدمی کو چاہتا ہو تو محبوب کے محلے کے کتے سے بھی محبت کیا کرتا ہو اور ظاہر بھی ہو کہ جب محبت قوی ہوتی ہو تو محبوب سے متعدی ہو کر جتنی چیزین اس سے متعلق ہوتی ہین ان کے ساتھ بھی ہوجاتی ہو اور اسکو شرکت محبت مین نہ سمجھنا چاہیے اسلیے کہ رسول محبوب سے محبت کرے کہ یہ اسکا رسول ہو یا کلام کو بدینوجہ محبوب جانتا کہ یہ اسکا کلام ہو یہ عین محبوب ہی کی محبت ہو اسکے غیر کی نہین بلکہ اسکے متعلقات سے محبت ہونی کمال محبت پر دلالت کرتی ہو جس شخص کے دل پر محبت الٰہی غالب ہوجاتی ہو وہ تمام مخلوق خدا سے محبت کرتا ہو بہین لحاظ کہ پیدائش محبوب حقیقی کی ہو پس قرآن مجید اور رسول کریم اور صلحا سے کیسے محبت نہ کریگا اور ہم اس امر کی تحقیق باب آداب الصحبت اور بھائی چارہ مین لکھ چکے ہین اسیوجہ سے اللہ تعم فرماتا ہو قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین احبوا اللہ لما یغذوکم بہ من نعمہ واحبونی للہ تعم اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعم کے محب سے محبت کرتا ہو وہ اللہ تعم سے محبت کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعم کے اکرام و تعظیم کرنیوالے کی تعظیم کرتا ہو وہ خداے تعم کی تعظیم کرتا ہو اور بعض مریدین سے روایت ہو کہ ایام ارادت مین مجکو مناجات کا مزہ ملا مین نے رات دن قرآن مجید کی تلاوت اختیار کی پھر چند روز قرأت چھوٹ گئی تو خواب مین مینے ایک کہنے والے کو سنا کہ مجسے یہ کہتا ہو کہ اگر تجکو ہم سے دعوی محبت ہو تو تو نے ہماری کتاب پر کیون ظلم کیا کیا تو نے ہمارے عتاب لطیف کو جو اسمین ہو تامل نہین کیا اسکے بعد جو مین بیدار ہوا تو دلمین محبت قرآن کی پھر پائی اور اپنی پہلی حالت پر بدستور ہوگیا اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی اپنے نفس سے بجز قرآن کے اور کسی چیز کی درخواست نکرے اسلیے کہ جو قرآن سے محبت کریگا تو اللہ تعم سے بھی محبت کریگا اور اگر قرآن سے محبت نہوگی تو خداے تعم سے بھی نہوگی۔ اور حضرت سہل تستری فرماتے ہین کہ محبت الٰہی کی پہچان محبت قرآن مجید کی ہو اور خداے تعم اور قرآن سے محبت کی پہچان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنی ہو اور آپکے ساتھ محبت کرنیکی علامت محبت آپکے طریق کی ہو اور آپکے طریق سے محبت کا نشان آخرت کی محبت ہو اور آخرت کے محبوب ہونے کی پہچان دنیا کا بغض ہو

اور دنیا کے بغض کی علامت یہ ہی کہ اسمین سے بجز زاد آخرت کے اور کچھ نہ لے اور ایک علامت محبت یہ ہی کہ خلوت اور مناجات اور تلاوت قرآن مجید سے انس ہو اور تہجد پر مداومت کرے اور رات کے اطمینان اور عوائق کے برطرف ہونیسے صفائی وقت کو غنیمت جانے اور کمتر درجہ محبت کا یہ ہی کہ حبیب سے خلوت اور اسکی مناجات سے لذت پانے کو آسائش وراحت سمجھے تو جو شخص اسکے نزدیک خواب اور گفتگو سے باہمدگر مناجات الٰہی کی نسبت عمدہ اور لذیذ تر ہو اسکی محبت کیسے درست ہوگی حضرت ابراہیم بن ادہم سے کسی نے اسوقت پوچھا کہ وہ پہاڑ پر سے اترے تھے کہ آپ کہان سے تشریف لائے انھون نے فرمایا کہ انس باللہ سے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو ارشاد فرمایا کہ میری مخلوق مین سے کسی کے ساتھ انس مت کرو ایسا کرین دو طرح کے شخصونکو اپنے پاس علیحدہ کردیتا ہون ایک تو وہ شخص جو میرے ثواب کو دیر کر جانکر علیحدہ ہو گیا دوسرے وہ شخص کہ مجھکو بھولکر اپنے حال سے راضی ہوا اور اسکی پہچان یہ ہی کہ مین اسکو اسکے نفس کے سپرد کردیتا ہون اور دنیا مین حیران چھوڑ دیتا ہون اور جب غیر اللہ سے آدمی مانوس ہوگا تو جسقدر انس غیر اللہ سے ہوگا اسیقدر خدا تعالیٰ سے وحشت ہوگی اور درجہ محبت سے ساقط ہو جاویگا اور یہ برخ غلام حبشی کے احوال ہین جسکے طفیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باران رحمت کی دعا کی تھی لکھا ہی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ برخ اچھا بندہ ہی مگر اسمین ایک عیب ہی آپ نے عرض کیا کہ الٰہی اسکا عیب کیا ہی فرمایا کہ اسکو نسیم سحر اچھی معلوم ہوتی ہی اسکی طرف رغبت کرتا ہی اور جو شخص مجھ سے محبت کیا کرتا ہی وہ کسی چیز کیطرف رغبت نہین کرتا اور روایت ہی کہ ایک عابد نے خدا تعالیٰ کی عبادت بہت سی کسی جنگل مین کی پھر ایک پرند کو دیکھا کہ ایک درخت پر آشیانہ بنایا ہی اسمین بیٹھکر چہچہے کرتا ہی عابد نے کہا کہ اگر مین اپنی عبادت کی جگہ اس درخت کے پاس کرلون تو اس پرند کے چہچہے سے کچھ دل لگی ہو جب عبادت کی جگہ درخت کے پاس کرلی تو خدا تعالیٰ نے اسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان عابد سے کہدو کہ تو نے ایک مخلوق سے انس کرلیا ہی اسکی سزا مین مین نے تیرا ایسا درجہ کم کردیا کہ ایسے کسی عمل سے کبھی نہ پاویگا اس سے معلوم ہوا کہ علامت محبت کی کمال انس کا ہونا مناجات محبوب کے ساتھ اور کمال لذت کا ہونا اسکے ساتھ تنہا ہونے مین اور یہ سمجھ کہ خلوت و مناجات مین کدورت پیدا کرے اس سے کمال درجے کی وحشت ہو اور انس کی علامت یہ ہی کہ عقل و فہم بالکل لذت مناجات مین مستغرق ہو جیسے کوئی اپنے معشوق سے ہمکلام ہو کر اس سے مناجات کرتا ہو اور بعض اکابر پر یہ لذت اس درجے کو پہونچی ہی کہ وہ نماز مین تھے اور انکے گھر مین آگ لگی مگر انکو خبر نہوئی اور بعض شخصونکا بیماری کی جہت سے نماز ہی کے اندر پاؤن کاٹا گیا اور خبر نہوئی اور جب محبت و انس غالب ہو جاتے ہین تو خلوت و مناجات آنکھ کی ٹھنڈک اور کلیجے کی راحت ہوتی ہین کہ انسے تمام فکر دور ہو جاتی ہی بلکہ دل پر وہ ایسی حاوی ہوتی ہین کہ جبتک امور دنیا کئی دفعہ کان مین نہین پڑتے تب تک انکی سمجھ مین نہین آتے جیسے کوئی عاشق شیدا کہ زبان سے تو لوگون سے گفتگو کرتا ہی مگر باطن کو انس حبیب کی یاد سے ہوتا ہی غرضکہ محب ایسی کو کہتے ہین جسکا اطمینان بدون محبوب نہو حضرت قتادہ رض نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا ہی الذین آمنوا وتطمئن قلوبهم بذكر الله الا بذكر الله تطمئن القلوب کہ اطمینان سے غرض خوشی اور انس لینا کہا ہی اور حضرت ابو بکر صدیق رض فرماتے ہین کہ جو کوئی خالص محبت الٰہی کا ذائقہ چکھتا ہی اسکو یہ مزہ دنیا کی طلب سے روک دیتا ہی اور سب آدمیون سے متنفر کردیتا ہی اور مطرف بن ابی بکرؒ فرماتے ہین کہ عاشق اپنے محبوب کے ذکر سے ملول نہین ہوا کرتا اور خدا کے تعالیٰ نے

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے اور جب رات ہو تو مجھ سے غافل ہو کر سو رہے وہ جھوٹا ہے اسلیے کہ وہ کیسا محب ہے جو اپنے حبیب کی ملاقات نہیں پسند کرتا ہے تو اسوقت طالبوں کے لیے موجود رہتا ہوں وہ سچا ہوتا تو مجھکو طلب نہ کرتا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تو کہاں ہے کہ میں تیرے پاس آنے کا قصد کروں حکم ہوا کہ جب تو قصد کریگا فوراً پہونچ جاویگا۔ اور حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ جو شخص خداے تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ اپنے نفس سے بغض رکھتا ہے اور یہ بھی انھیں کا ارشاد ہے کہ جسمیں تین خصلتیں نہیں وہ عاشق نہیں اول یہ کہ کلام خدا کو کلام خلق پر ترجیح دے دوم خداے تعالیٰ کی ملاقات کو خلق کی ملاقات پر زیادتی دے سوم عبادت الٰہی کو خدمت خلق سے زیادہ سمجھے اور ایک علامت محبت یہ ہے کہ جو چیز سواے خداے تعالیٰ کے اسکے پاس سے جاتی رہے اسکا تو افسوس نکرے لیکن اگر کوئی ساعت بدون ذکر و عبادت الٰہی گذر جاوے تو اسکا نہایت افسوس کرے اور جب ہی غفلت ہو جاوے اسیوقت اس سے توبہ اور استغفار کرے بعض اکابر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اسکو اپنا محبوب کر کے اسی پر اطمینان کر لیا ہے کوئی چیز کا انکو غم نہیں ہوتا اور اپنے نفس کی لذت میں مصروف نہیں ہوتے یا میں وجہ کہ انکے مالک کا ملک کامل ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جو انکے واسطے ہے وہ انکو پہونچتا ہی ہے اور جو انسے جاتا رہتا ہے وہ انکے لیے اسکی اچھی تدبیر کرتا ہے اور محب کو چاہیے کہ جب اپنی غفلت سے رجوع کرے تو اپنے محبوب حقیقی کیطرف متوجہ ہو کر اسطرح اسکے عتاب کے دور کرنے کی تدبیر کرے کہ الٰہی تو نے کون سے قصور پر مجھسے اپنا احسان علیحدہ کر لیا اور اپنے دربار سے دور کر کے مجھے میرے نفس اور شیطان کی پیروی میں مشغول کر دیا اس سے ذکر الٰہی کی صفا اور دل کی نرمی پیدا ہوگی اور پہلی غفلت کا عوض ہو جاویگا اور لغزش باعث نئے ہونے ذکر و صفائے قلبی کا ہوگی اور جب محب سوا محبوب کے اور کوئی چیز نہ دیکھیگا اور سب چیزوں کو اسی سے جانیگا تو کسی چیز پر افسوس نکریگا اور بیشک سب حال میں راضی رہیگا اور جانیگا کہ محبوب حقیقی نے میرے حق میں وہی مقدر کیا ہے جسمیں میری بہتری ہے اور اسکے ارشاد کو یاد کریگا کہ فرماتا ہے وعسیٰ ان تکرہوا شیئاً وہو خیر لکم اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ طاعت الٰہی سے آسایش پاوے اور اسکو بیگار نہ سمجھے ادائے طاعت میں مشقت کچھ نہ معلوم ہو جیسے بعض اکابر کا قول ہے کہ ہمنے بیس برس تو راتکو مصیبت کھینچی اور پھر اسکے ذریعہ سے بیس برس لذت اڑائی اور حضرت جنید فرماتے ہیں کہ محبت کی علامت ہمیشہ خوش رہنا اور ایسی طرح کوشش کرنا کہ بدن تھک جاوے اور دل نہ تھکے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ محبت کے عمل میں تھکن نہیں ہوتی اور بعض علما فرماتے ہیں کہ بخدا محب کو کبھی طاعت سے سیری نہیں ہوتی گو تڑپ وسیلوں پر پہونچ جاوے پس اسطرح کی باتیں مشاہد میں بھی موجود ہیں دیکھو عاشق اپنے معشوق کی محبت میں سعی کرنے سے نہیں تھکتا اور دل سے اسکی خدمت کو اچھا جانتا ہے اور اسمیں ذرہ معلوم ہوتا ہے کو بدن پر وہ خدمت شاق ہے اور اگر بالفرض بدن عاجز ہو جاوے تو سب سے محبوب چیز اسکے نزدیک یہ ہوگی کہ پھر قدرت آجاوے اور عاجزی جاتی رہے تاکہ اسی خدمت میں مصروف ہو جاوے اسیطرح محبت الٰہی ہوا کرتی ہے کہ اسکے غلبے میں طاعت اور خدمت سے بہتر کوئی چیز نہیں معلوم ہوتی اور قاعدے کی بات ہے کہ جو محبت آدمی پر غالب ہو جاتی ہے وہ اپنے سے کمتر کو دبا دیتی ہے مثلاً جس شخص کا محبوب کسل کی نسبت اسکے نزدیک اسقدر محبوب تر ہوگا تو وہ کسل کو اسکی خدمت میں ترک کریگا اور اگر مال کی

(حاشیہ: شاید کہ تم کسی چیز کو برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو ۱۲)

نسبت کہ محبوب زیادہ ہوگا تو اسکی محبت مین مال کو چھوڑ دیگا کسی محب نے اپنا جان ومال سب فدا کر دیا تھا کچھ اسکے پاس نہ تھا اس سے کسی نے
پوچھا کہ محبت مین تمہارا یہ حال کسطرح ہوا اسنے جواب دیا کہ مین نے ایک روز ایک عاشق کو سنا کہ اپنے معشوق سے خلوت مین کہہ رہا تھا کہ
بخدا مین تجکو اپنے تمام دل سے چاہتا ہون اور تو مجھسے اپنا منہ پھیرے رہتا ہے معشوق نے جواب دیا کہ اگر تو مجھسے محبت رکھتا ہے تو
تیا مجھپر کیا خرچ کریگا عاشق نے کہا کہ اول تو جو چیز میری ملک مین ہے وہ سب تجھکو دیدونگا پھر تیرے اوپر جان فدا کرونگا کہ تو راضی ہو اس
گفتگو کو سنکر مین نے سوچا کہ جب بندہ بندے کے ساتھ اسطرح ہو تو بندے کو معبود کے ساتھ کسطرح ہونا چاہیے یہی باعث محبت کی ترقی
کا ہوا اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ تمام خدا کے بندون پر مشفق اور رحیم ہو اور خدا ایتعالی کے دشمنون پر اور ان لوگون پر جو اسکی مرضی
کے خلاف کرین سخت ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اشداء علی الکفار رحماء بینہم اور اس امر مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسپر تاثیر
نکرے اور نہ خدا کے لیے غصہ کرنے سے کوئی مانع ہو اور یہی وصف اولیا کا حدیث قدسی مین مذکور ہے یعنی میرے اولیا وہ ہین کہ میری
محبت پر ایسے فریفتہ ہین جیسے بچہ کسی چیز پر فریفتہ ہوتا ہے اور میرے ذکر پر ایسے گرتے ہین جیسے جانور اپنے گھونسلے کیطرف جھکتا ہے
اور میری منہیات پر ایسے غصہ ہوتے ہین جیسے چیتا غراتا ہے کہ اسکو پروا نہین ہوتی کہ آدمی بہت ہین یا تھوڑے پس اس مثال کو تامل
کرنا چاہیے کہ لڑکے کا دل جب کسی چیز پر آجاتا ہے تو اس سے ہرگز علیحدہ نہین ہوتا اور اگر اس چیز کو کوئی اس سے لے لے تو بجز
رونے اور چیخنے کے اور کچھ کام نہین کرتا جبتک کہ وہ چیز اسکے پاس پھر نہ آوے سوتے وقت بھی اسکو اپنے کپڑون مین لیکر سوتا
ہے اور جب جاگتا ہے تو پھر ہاتھ مین لے لیتا ہے اور جب اس سے جدا ہوتا ہے تو روتا ہے اور ملجاتا ہے تو ہنستا ہے اور جو شخص اس چیز مین نزاع
کرتا ہے تو اس سے ناراض ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص وہ چیز دیتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور چیتا غصے کیوقت اپنے اختیار مین نہین رہتا
شدت غضب مین اسکی یہ نوبت ہوتی ہے کہ اپنی جان ہلاک کرتا ہے پس یہ علامات محبت کے ہین جس شخص مین یہ علامات پوری ہون اسکی
محبت کامل اور خالص ہوگی اور آخرت مین اسکی شراب صاف اور شیرین ہوگی اور جسکی محبت مین غیر اللہ کی محبت کا اثر ہوگا تو آخرت مین بقدر
محبت آسایش پاویگا یعنی اسکی شراب مین کسیقدر شراب مقربین کی ملادی جاویگی چنانچہ اللہ تعالی مقربین کے احوال مین فرماتا ہے ان الابرار
لفی نعیم پھر فرمایا یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون ومزاجہ من تسنیم عینا یشرب بہا المقربون غرضکہ شراب ابرار
کی جو اچھی ہوگی تو اسوجہ سے کہ اسمین ملاؤ شراب خالص کا ہوگا جو خالص مقربین کے لیے ہے اور شراب سے غرض تمام آسایش
ولذت بہشت ہے جسطرح کہ کتاب سے تمام اعمال مراد ہین اور اسکے باب مین فرماتا ہے ان کتاب الابرار لفی علیین پھر فرمایا یشہدہ المقربون
تو انکی کتاب کی بلندی کی یہ حد ہے کہ اتنی اونچی ہوگی کہ اسکو مقربین دیکھتے ہین اور جسطرح کہ ابرار دنیا مین مقربین کے قرب ومشاہدہ
سے اپنی حالت مین زیادتی اور معرفت مین قوت پاتے ہین تو اسیطرح انکا حال آخرت مین ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ما خلقکم ولا بعثکم
الا کنفس واحدۃ اور فرمایا کما بدانا اول خلق نعیدہ اور فرمایا جزاء وفاقا یعنی جزا موافق اعمال کے ہوگی تو عمل خالص کی جزا شراب خالص ہوگی
اور مختلط کی مختلط اور ملاؤ شراب مین اسیقدر ہوگا جسقدر کہ محبت مین اور اعمال مین ملاو تھا جیسا کہ قرآن مجید مین چند جا نکو فمن یعمل
مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ

(ف) ... تمہارا بنانا ... جیسا ایک جی کا ... جیسا سرے سے بنایا پہلی بار پھر اسکو دوہرا دینگے ۱۲ بدلا پورا ۱۲ سو جس نے کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لیگا اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لیگا ۱۲ اللہ نہین بدلتا کسی قوم کو جبتک وہ نہ بدلین جو اپنے جیون مین ہے ۱۲ اللہ حق نہین رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کرے ۱۲

لیفیا اعفہا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین پس جو شخص کہ دنیا مین محبت کرتا تھا اور اسکی توقع جنت اور حور
اور قصور کی لذت تھی تو اسکو جنت مین قادر کردیا جاوے گا کہ جہان چاہیے رہے لڑکون کے ساتھ کھیلے اور عورتون سے
مزہ اڑاوے اسکی لذات کا خاتمہ آخرت مین انھین اشیاپر ہوجاوے گا اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو محبت مین وہی
ملیگا جو اسکا نفس چاہتا ہو اور جس سے اسکی آنکھ کو لذت ہو اور جس شخص کا مقصود صاحب خانہ اور مالک الملک ہوگا اور اسکے
دل پر خالص اسکی محبت نے غلبہ کیا ہوگا تو وہ اس مقام مین اتارا جاویگا فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر خلاصہ یہ کہ ابرار تو باغون اور جنتون
مین حور اور غلمان کے ساتھ سیر کرینگے اور مقربین دربار عالی مین حاضر رہینگے اور اسی کیطرف اپنی تاک لگاے رہینگے اور اس لذت
کے ذرہ بھر کے مقابل بھی تمام جنتون کی آسایشون کو ہیچ جانینگے غرضکہ جو لوگ کہ شہوت شکم اور فرج کے پورا کرنے مین مشغول
ہونگے وہ اور ہونگے اور خدائے تعالی کے پاس بیٹھنے والے اور ہونگے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر اہل الجنۃ
البلہ وعلیون لذوی الالباب یعنی اہل جنت اکثر بھولے ہین اور مقام علیون کے مستحق اہل عقل ہین اور ازانجا کہ سمجھ انسان کی معنی
علیین کے جاننے سے قاصر تھی اور وہ امر عظیم الشان تھا اسلیے خدا تعالی نے ارشاد فرمایا وما ادراک ما علیون جیسے
قارعہ کے لیے ارشاد فرمایا القارعۃ ما القارعہ وما ادراک ما القارعہ اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ خداے تعالی کی محبت مین خائف اور
اسکی ہیبت وتعظیم مین دبلا پتلا رہے بعض لوگ یہ سمجھتے ہین کہ خوف محبت کے مخالف ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اصل یون ہے کہ
عظمت کا علم موجب ہیبت کا ہوتا ہے جیسے جمال کا ادراک موجب محبت ہوا کرتا ہے محبین کے لیے مقام محبت مین ایسے خوف ہوتے ہین
کہ دوسرون کو نہین ہوتے اور بعض خوف بعض کی نسبت کر زیادہ ہوا کرتا ہے ان خوفون مین اول خوف روگردانی کا ہے اور اس سے زیادہ
حجاب کا اور اس سے بھی بڑھکر خوف اپنے پاس سے دور کردینے کا اور حدیث شریف مین جو مذکور ہے کہ مجھکو سورۂ ہود نے بوڑھا
کردیا اس سے بھی خوف دوری مراد ہے جسنے سید المحبین کو بوڑھا کیا تھا اور جو اس سورہ مین جا بجا وارد ہے الا بعدا لثمود الا بعدا لمدین کما
بعدت ثمود اور ظاہر ہے کہ ہیبت بعد کی اور خوف دوری کا اسی کو زیادہ ہوگا جو قرب کا مالوف اور اس سے مانوس ہوا اور ضرور ہے کہ بعد کا
ذکر مبعدین کے باب مین اگر اہل قرب کے کان پڑیگا تو انکو بوڑھا کردیگا اور جو شخص دوری ہی سے مالوف ہے وہ قرب کیطرف کیون مشتاق
ہونے لگا تھا اور جسکو حاشیہ بوسی لبساط قرب کی میسر نہین ہوئی وہ بعد کے خوف سے کیون رونے لگا تھا موجب مثل مشہور بندر کیا جانے
ادرک کی سار پھر خوف ٹھہر جانے کا اور زیادتی مراتب کے نہ ملنے کا ہوتا ہے ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ درجات قرب کی کچھ انتہا نہین اور بندے
پر لازم ہے کہ ہر دم یہی کوشش کرے کہ کچھ قرب اور زیادہ ہوجاوے اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من استوی
یوماہ فہو مغبون ومن کان یومہ شرا من امسہ فہو ملعون اور اسیطرح یہ بھی ارشاد فرمایا ہے انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین
مرۃ چونکہ آپ کا قدم راہ سلوک مین ہر وقت بڑھتا تھا اور قدم اول بہ نسبت آیندہ کے بعد مین داخل تھا اسلیے آپ استغفار پڑھتے
تھے سالکین کے حق مین راہ مین تھک جانا اور غیر محبوب کیطرف توجہ کرنی بھی ایک طرح کا عذاب ہے چنانچہ حدیث قدسی مین وارد ہے کہ
شخص عالم جب دنیا کی شہوات کو میری طاعت پر اختیار کرتا ہے تو ادنی سزا اسکی مین یہ کرتا ہون کہ اپنی مناجات کی لذت اس سے چھین

لیتا ہون حاصل یہ کہ زیادتی درجات کا چھین لینا شہوات کے باعث سے عام سالکون کے حق مین عذاب ہی اور خواص تو زیادتی سے
اسیوقت محجوب ہو جاتے ہین کہ صرف دعوی یا عجب کرین یا جو مبادی لطف مین سے انپر ظاہر ہوا اسکی طرف میل کرین اور مکر خفی ایکا
نام ہی یہ ایسی چیز ہے کہ اس سے بچنے پر وہی قادر ہوتے ہین جنکے قدم راہ سلوک مین خوب جمے ہون پھر خوف اس چیز کے جاتے رہنے کا
ہی بعد جاتے رہنے کے نہ ملنے حضرت ابراہیم بن ادہم سفر کرتے ہوے ایک پہاڑ پر پہنچے کہ ایک آواز آئی کہ کوئی یہ کہتا ہی **قطعہ**
ہم نے بخشے جتنے ہین تیرے گناہ ٭ پر نہین بخشا قصور اعراض کا ٭ فوت جو تجھسے ہوا وہ ہی معاف ٭ فوت جو ہم سے ہوا باقی رہا ٭ اسکو
سنکر آپ تڑپے اور بیہوش ہو گئے ایک رات دن ہوش نہ آیا بہت سے حالات آپ پر طاری ہوئے پھر ایک آواز پہاڑ سے سنی
کہ اے ابراہیم بندہ ہو جا ابراہیم کہتے ہین کہ مین بندہ ہو گیا اور ہوش مین آیا۔ پھر خوف محبوب سے بے غم
ہو جانے کا ہی یعنی عاشق ہمیشہ شوق اور طلب اور حرص مین رہتا ہی اور زیادتی کی طلب مین سستی اور بے پروائی نہین کرتا اور لطف تازہ
کا منتظر رہتا ہی پس اگر یہ بات نہ ہی تو باعث ایک مرتبہ ٹھہر جانیکا یا رجعت کا ہوگا اور یہ تیغم ہونا آدمی پر ایسی طرح آتا ہی کہ اسکو خبر نہین ہوتی
جیسے بعض اوقات محبت اسیطرح ہو جاتی ہی اسلیے کہ دل کی ان تبدیلیون کے اسباب خفی ہوتے ہین ممکن نہین کہ آدمی کو اُن پر
اطلاع ہو پس جب اللہ تعالی بندے کا توقف اور خرابی چاہتا ہی اسکے سبب کو خفیہ رکھتا ہی پس بندہ رجا ہی رجا مین ٹھہر رہتا ہی اور حسن ظن
سے دھوکا کھا جاتا ہی یا اسپر غفلت یا ہواے نفسانی یا نسیان غالب ہو جاتا ہی اور یہ سب باتین شیطان کے لشکر ہین جو علم اور عقل اور ذکر
بیان وغیرہ لشکر ملائکہ پر غالب آجاتے ہین اور جسطرح کہ خداے تعالی کے اوصاف لطف اور رحمت اور حکمت کے ایسے ہین جو ہر سے
مین ظاہر ہونے پر مقتضی جوش محبت کے ہوتے ہین اسیطرح اسکے اوصاف ایسے بھی ظاہر ہوتے ہین جو موجب بغض کے ہوا کرتے
ہین مثل اوصاف جباری اور عزت اور استغنا کے اور اسیطرح کی باتین مقدمات بدبختی اور حرمان کی ہین پھر خوف اسبات کا ہی کہ دل
محبت الٰہی سے اسکے غیر کیطرف منتقل ہو جاوے اور اس مقام کا نام مقت یعنی شدت غضب الٰہی ہی اور بغض محبوب حقیقی سے
اس مقام کا مقدمہ ہی اور اعراض اور حجاب مقدمہ بغض کا ہوتا ہی اور دنیا کی شغل سے تنگ ہونا اور دوام ذکر سے دل گھبرانا اور وظائف
اوراد سے گھبرانا اعراض و حجاب کے اسباب مقدمات ہین اس سے معلوم ہوا کہ ان اشیا کا ظاہر ہونا اسبات کی دلیل ہی کہ
آدمی مقام محبت سے مقام مقت مین جا پہونچا نعوذ باللہ منہ اور ہمیشہ ان امور سے خائف رہنا اور شدت سے احتراز کرنا
دلیل صدق محبت کی ہی اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہو ظاہر ہی کہ اسکے جاتے رہنے سے ڈرا کرتا ہی تو لازم آیا کہ جو محبوب
ایسا ہو کہ اسکا جاتا رہنا ممکن ہو تو محب کو خوف ضرور ہوگا۔ اور بعض عارفین نے فرمایا ہی کہ جو شخص خداے تعالی کی عبادت صرف
محبت سے بدون خوف کے کرتا ہی وہ باعث ناز کرنے کے اور زیادہ پاؤن پھیلانے کے ہلاک ہوتا ہی اور جو شخص اس کی عبادت
صرف خوف کے طور پر بدون محبت کے کرتا ہی وہ اس سے وحشتناک اور بعید ہو کر علیحدہ ہو جاتا ہی اور جو شخص اسکی عبادت
محبت اور خوف دونون سے کرتا ہی اسکو خداے تعالی محبوب اور مقرب بناتا ہی اور اسکو قدرت و علم عنایت فرماتا ہی پس محب
کو خوف ضرور ہی اور خائف کو محبت لیکن جس شخص پر کہ محبت غالب ہو کہ اسمین خوب پھیل گئی ہو اور خوف تھوڑا سا ہو تو

اسکو کہینگے کہ مقام محبت مین ہے اور اسکی شمار محبین ہی مین ہوگی اور خوف کی آمیزش سکر محبت کو کچھ تسکین دیتی رہیگی اور اگر محبت
و معرفت اور زیادہ ہوجاوین تو طاقت بشری اسکی متحمل نہوگی خوف سے البتہ اسمین اعتدال و تخفیف ہوجاتی اور دل پر اسکا
واقع ہونا آسان معلوم ہوتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ بعض ابدال نے کسی صدیق سے درخواست کی کہ خدا سے تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ
ایک ذرہ بھر اپنی معرفت مجھکو عنایت فرماوے انھون نے دعا کی اور وہ مقبول ہوئی ان بزرگ کا یہ حال ہوا کہ پہاڑون مین سرگردان
پھرے عقل حیران اور دل پریشان تھا سات روز تک آنکھین پتھرا گئین نہ اپنے آپ کسی چیز سے نفع پایا نہ ان سے کسی چیز کو
فائدہ ہوا صدیق نے خدا سے تعالیٰ سے انکے لیے دعا مانگی کہ آلہی ذرہ بھر معرفت سے کچھ کم کردے انپر وحی ہوئی کہ ہمنے اس کو
ذرہ بھر معرفت کا لاکھوان حصہ عنایت فرمایا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب تو نے اسکے لیے دعا کی تھی اسوقت ہمارے لاکھ بندون نے
بھی درخواست کی تھی مینے انکی دعا قبول کرنے مین تاخیر کی تھی مگر جب تو اس شخص کا سفارشی ہوا اور تیری دعا قبول کی تو انکی بھی دعا
قبول فرمائی اور ذرہ بھر معرفت کو لاکھ بندون مین تقسیم کردی جسکا نتیجہ تو نے دیکھا صدیق نے عرض کیا کہ اے احکم الحاکمین جسقدر تو نے
اسکو عنایت فرمایا ہے اسمین سے کم کردے اللہ تعالیٰ نے دس ہزاروان حصہ اس لاکھوین حصے کا رہنے دیا اور باقی کو سلب کردیا تب
اسکا خوف و محبت و رجا ٹھکانے ہوئی اور پریشانی دفع ہوئی اور عارفون کی طرح ہوگیا عارف کا حال ایسا ہے ○
قریب وجد و مقصودش بعید ست ٭ جدا از جملہ احرار و عبید ست ٭ صفاتش دیگر و علمش غریب ست ٭ دلش محکم چو الواح حدید ست ٭
بمقصد ہاسے او کسے پے نبرد کس ٭ جز آن بیناکہ حال حلق ورید ست ٭ ہمیشہ عید باداور درین دیر ٭ ہزاران عید ہر روزش پدید ست ٭
لعیبے دیگر ست او شاد و خرم ٭ نہ آن عیدے کہ نزدیک تو عید ست ٭ اور حضرت جنید بغدادی چند اشعار متضمن اظہار حالات عارفین کے
پڑھا کرتے تھے گوان اسرار کا ظاہر کرنا ناجائز ہے مگر آپ اشارہ فرمادیا کرتے تھے انکا ترجمہ یہ ہے ٭ اشعار ٭ جماعتی ست کہ اہل علوم
و اسرارند ٭ ز قرب حق بمقامات قدس سیارند ٭ ورود شان بود جز بمہر و معرفت ٭ رجوع شان بمقامے کہ خوشتر انگارند ٭ ہمیشہ
بہ سر غیرے گذار شان ز صفات ٭ بحلہ پوشی توحید ناز خوش وارند ٭ مقام شان لب اظہار بر تر از بیان باشد ٭ صلاح
نیست کہ احوال ہر زبان آرند ٭ بچشم انچہ کہ بینیم کہ دوست می پوشند ٭ بگوئیم انچہ قضا و قدر روا دارند ٭ بہ بندگان ندہم
انچہ حق شان نبود ٭ دہم سزا انچہ نقصو بعض آن سزاوارند ٭ بنام آنکہ خدا راست سرگوئی ٭ کہ اہل راز شناسند و باقی اغیارند ٭
اور ان جیسے معارف مین سب لوگون کا شریک ہونا نہیں ہوسکتا اور نہ یہ جائز ہے کہ جسکو کسی قدر ان مین سے منکشف ہوجاوین وہ
ان لوگون سے کہے جنکو کچھ منکشف نہین ہوا بلکہ اگر سب لوگ اسمین شریک ہوتے تو دنیا خراب ہوجاتی دنیا کی آبادی کے لیے
حکمت آلہی اسی بات کی مقتضی ہے کہ سب پر غفلت رہے اور یہ معارف تو سب کو منکشف ہونے درکنار اگر بالفرض چالیس روز
تک سب لوگ حلال کھاوین تب بھی دنیا اجڑ جاوے کہ سب اسکو ترک کردین اور بازار اور معیشت سب بیکار ہوجاوین بلکہ
اگر علما حلال کھانے لگین تو اپنی ہی جانون پر مشغول ہوجاوین اور زبانین اور قلم رک جاوین اور علوم جسقدر پھیلے ہوے
ہین ان مین سے بہت کچھ جاتا رہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس چیز مین جو بظاہر بری ہے اسرار و حکمتین رکھین ہین جیسے کہ خیر مین

اسرار وحکمتین ہین اور اسکے اسرار وحکمتون کی کچھ انتہا نہین جیسے کہ اسکی قدرت کی غایت نہین۔ اور ایک علامت محبت یہ ہے کہ
محبت کو چھپاوے اور دعوی سے اجتناب کرے اور محبوب کی تعظیم کے باعث اظہار وجد ومحبت سے احتراز کرے کہ اسکے
بھید کو غیر سے کہنے مین اسکو غیرت ہوگی اسلیے کہ محبت بھی محبوب کا ایک بھید ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ دعوی مین کبھی ایسی بات بھی
منہ سے نکلجاتی ہو کہ اصل بات سے بڑھکر ہو تو یہ بہتان ہوگا اسکا نتیجہ آخرت مین بُرا ہوتا ہو اور دنیا مین بھی جلد مصیبت آتی ہے
ہان کبھی عاشق کو نشۂ محبت اتنا ہوتا ہو کہ اس سے مدہوش ہوجاتا ہو اور حال مضطرب ہوتا ہو اسوقت محبت ظاہر ہوجاتی ہو پس
اگر اس قسم کا اظہار بدون تکلف اور اختیار کے سرزد ہو تو مجبوری ہو آتش محبت کبھی ایسی مشتعل ہوتی ہو کہ اسکی تاب کسی کو نہین یہ کبھی
دل کو بہا دیتی ہو تو اسکا کوئی روکنے والا نہین ہوتا غرض جو شخص کہ راز محبت کے خفیہ رکھنے پر قادر ہو وہ تو یون کہا کرتا ہو **نظم**
گرچہ می گویند نزدیک ست دوست ؛ بندہ را لفظے کجا در قرب اوست ؛ در کنارم گر نشیند آفتاب ؛ دیدہ کے گرد زدیدن
بہرہ یاب ؛ محبت جز یادے مرا در دل ازو ؛ سوز عشقے در درون حاصل ازو ؛ اور جو شخص کہ اس راز کو چھپا نہین سکتا
اس سے عاجز ہو وہ یون کہتا ہو ؎ گرچہ رازش را بہ پیدا رم نگاہ ؛ آشکارا میشود از اشک و آہ ؛ اور یہ بھی کہتا ہو ؎ جسکا دل ہو
غیر کے ہمراہ اسکا حال کیا ؛ راز جسکا آنکھ مین ہو کب ہو ممکن لے چھپا ؛ بعض عارفین فرماتے ہین کہ لوگون مین دور تر خدا سے وہ ہوتا ہو جو
اسکی طرف اشارہ بہت کرے یعنی ہر ایک چیز مین تکلف اور بناوٹ سے ہر ایک کے سامنے خدا کیطرف اشارہ کرے تو ایسا شخص عاشقین اور
خدا ے تعا کے واقفین کے نزدیک محب نہین بلکہ مبغوض وممقوت ہو حضرت ذوالنون مصریؒ اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لے گئے
جو اپنی محبت کا ذکر لوگون سے کیا کرتا تھا آپنے اسکو مصیبت مین مبتلا دیکھا اور فرمایا کہ جو شخص خدا ے تعا کی دوستی کی چوٹ کی تکلیف معلوم کرتا
وہ اس سے محبت نہین رکھتا اس شخص نے کہا کہ لیکن مین یہ کہتا ہون کہ جو شخص اسکی چوٹ سے لذت یاب نہین ہوتا وہ اس سے محبت نہین رکھتا
حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ جو شخص اپنے نفس کو اسکا محب مشہور کرتا ہو وہ اس سے محبت نہین رکھتا اس شخص نے استغفار
و توبہ کی کہ پھر مین ذکر محبت کسی سے نکرونگا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ محبت الٰہی نہایت مقامات مین سے ہو اسکے ظاہر کرنے مین تو بہتری ہی معلوم
ہوتی ہو کیا وجہ ہو کہ اظہار اسکا برا قرار دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہو کہ محبت عمدہ چیز ہے اور اسکا خود بخود ظاہر ہونا بھی اچھا البتہ یہ برا ہو کہ آدمی
بتکلف ظاہر کرے اسلیے کہ ظاہر کرنے مین دعوی پایا جاتا ہو اور جتنی بات اس سے زیادہ ظاہر ہونے کی گنجایش ہو حالانکہ سزاوار محبت یہ ہو
کہ اسکی پوشیدہ محبت پر اسکے افعال واحوال دال ہون نہ اقوال اور چاہیے کہ محبت ایسی طرح ظاہر ہو کہ اسکو قصد اظہار محبت یا اظہار فعل محبت
پر دلیل ہو نہو اسکا قصد ہمیشہ یہی رہے کہ حبیب کے سوا اور کسی کو اسکا علم نہو اور جب یہ ارادہ ہو کہ دوسرا بھی اس سے واقف ہو تو یہ بات
محبت مین شرک کہلاتی ہو اور اسمین خلل انداز ہو چنانچہ انجیل مین مذکور ہے کہ جب تو صدقہ کرے تو ایسی طرح صدقہ کر کہ تیرا بایان ہاتھ
نہ جانے کہ داہنے ہاتھ نے کیا کیا اسکا بدلہ تجکو علانیہ وہ شخص دیگا جو خفیہ چیزون کو دیکھتا ہو اور جب تو روزہ رکھے تو تو اپنا منہ دھو اور سر مین
تیل ڈال تاکہ روزے کا حال تیرے رب کے سوا دوسرے کو معلوم نہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر کرنا قول اور فعل دونون کا برا ہے مگر اس
صورت مین کہ نشۂ محبت غالب ہو کر زبان گویا ہوجاوے اور اعضا بے چین ہوجاوین تو اس صورت مین اس شخص پر ملامت نہین

ہو سکتی۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے بعض مجنونوں سے ایک ایسا امر دیکھا کہ اپنے آپ کو اس میں جاہل پایا اسکا حال حضرت
معروف کرخیؒ سے کہا انھوں نے تبسم فرما کر فرمایا کہ بھائی خدا کے محب سب قسم کے ہیں چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی ہیں عاقل ہیں اور
مجنون بس یہ حال جو تو نے دیکھا مجنونوں میں سے مجنونوں کا ہے اور کسی پر سوچ لینا چاہیے اور محبت کے ظاہر کرنے کی
برائی اس وجہ سے بھی ہے کہ محب اگر عارف ہوگا اور احوال فرشتوں کی محبت دائمی اور شوق لازمی سے بھی واقف ہوگا جس کے
باعث انکا یہ حال رہتا ہے کہ یسبحون اللیل والنہار لا یفترون اور لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون تو اپنے نفس اور اظہار
محبت سے شرمندہ ہوگا اور جان لیگا کہ میں سب محبوں میں سے کمتر ہوں خدا تعالیٰ کی سلطنت میں جتنے اسکے محب ہیں
میری دوستی سب کی نسبت کمتر ہے۔ بعض مکاشفین بیان کرتے ہیں کہ میں نے تیس برس ظاہر و باطن سے جتنی مجھ میں
طاقت تھی کوشش کے ساتھ عبادت کی یہاں تک کہ مجھکو گمان ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک میرا کچھ رتبہ ہوا ہوگا اور ان بزرگ
نے اپنے مکاشفات اور اسرار سماوی کے ظاہر ہونے کو ایک بڑی داستان میں بیان کرکے آخر میں لکھا ہے کہ میں ایک فرشتوں کی
صف میں پہونچا جنکی تعداد عدد مخلوقات کے برابر تھی انسے میں نے پوچھا کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم خدا عز وجل کے محب
ہیں اسکی عبادت یہاں میں لاکھ برس سے ایسی طرح کرتے ہیں کہ ہمارے دل و زبان پر سوا اسکے اور کچھ نہیں گذرا تب
تو مجھکو اپنے عمل سے بہت حیا آئی اور سب اعمال میں نے ان لوگوں کو بخشدیے جو مستحق وعید ہیں تاکہ انپر دوزخ میں تخفیف ہو اس سے
معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے نفس کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہے اور اس سے جیسا چاہیے ویسا حیا کرتا ہے تو اسکی زبان دعوے اظہار
محبت سے گونگی ہو جاتی ہے ہاں اسکے حرکات و سکنات اور ترددات البتہ محبت پر شاہد ہوتے ہیں چنانچہ حضرت جنیدؒ اپنے
استاد و مرشد حضرت سریؒ کا حال بیان فرماتے ہیں کہ ایکبار وہ بیمار ہوئے ہمکو نہ تو سبب انکی بیماری کا معلوم ہوا نہ دوا ہم نے کسی ایک طبیب
حاذق کا ذکر کیا تو میں انکا قارورہ لیکر اس طبیب کے پاس گیا اسنے قارورہ دیکھا اور بڑی دیر تک دیکھتا رہا پھر مجھسے کہا کہ یہ قارورہ
تو عاشق کا سا معلوم ہوتا ہے میں نے یہ سنکر پچھاڑ کھائی اور بیہوش ہو گیا شیشی میرے ہاتھ سے گر گئی بعد ہوش آنے کے
مرشد کی خدمت میں آکر سب حال کہا آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ واقع میں وہ قارورہ بہت خوب پہچانتا ہے میں نے
پوچھا کہ کیا قارورہ میں بھی عشق ظاہر ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں قارورے میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور ایکبار حضرت
سریؒ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو کہدوں کہ اسی کی محبت نے میرا پوست ہڈیوں پر لگادیا اور بدن کو دبلا کردیا پھر بیہوش
ہو گئے بیہوشی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ قول غلبہ وجد میں جو تھا کہ بیہوشی آئی اسکو بھی بیان فرمایا تھا۔ اور علامات محبت
میں سے انس و رضا بھی ہیں جنکا بیان عنقریب آتا ہے یہاں تک علامات محبت اور اسکے ثمرات کا بیان ہوا الحاصل تمام
دین کی خوبیاں اور اخلاق حمیدہ ثمرہ محبت کا ہیں اور جس چیز کی ثمر محبت نہیں اسکو اتباع ہوائے نفسانی جاننا چاہیے جو رذائل
اخلاق میں سے ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت دو قسم کی ہوتی ہے کوئی تو اس سے محبت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان
اسپر ہے اور کوئی صرف اس کے جلال اور جمال کے باعث محبت رکھتا ہے گو اس کی طرف کچھ احسان نہو اور

اسی لیے حضرت جنید بغدادی رحمہ نے فرمایا ہے کہ آدمی خداے تعالی کی محبت مین دو قسم ہین ایک عام اور ایک خاص عوام تو محبت
اسلیے کرتے ہین کہ اسکا احسان اور کثرت انعام ہمیشہ دیکھتے ہین پس اسکے الطاف دیکھکر نہ رہ سکے کہ اس کی محبت
نہ کرین مگر ان کی محبت مین کمی بیشی بقدر نعمت و احسان کے ہوتی رہتی ہی اور خواص کو جو دولت محبت ملی ہے تو اللہ جل شانہ
کی قدر اور قدرت اور علم و حکمت کی عظمت کے باعث اور سلطنت مین یکتا ہونے کی جہت سے ملی ہی یعنے جب انھون نے اس کی
صفات کاملہ اور اسماے حسنی کو پہچانا تو بدون محبت نہ رہ سکے اس وجہ سے کہ انکے نزدیک خداے تعالے مستحق محبت ٹھہرا گو ان
سے تمام نعمتون کو یکطرف کر دیا ہو ہان لوگون مین بعض ایسے ہین کہ وہ اپنی ہواے نفس اور دشمن خدا ابلیس لعین سے تو
محبت رکھتے ہین اور باوجود اسکے اپنے جی مین جہالت اور مغالطے سے دھوکا کھا کر گمان کرتے ہین کہ ہم اللہ تعالی کے محب ہین
حالانکہ ان مین ان علامات محبت مین سے کوئی نہین پائی جاتی اور اگر ہوتی ہی تو نفاق اور ریا اور شہرت کے باعث ہوتی ہے
اور انکی غرضون مین سے حظوظ دنیاوی کا ملنا ہوتا ہی اور زبان سے اسکے خلاف ظاہر کرتے ہین جیسے برے عالم اور قاری کہ
آگ خداے تعالی کی زمین مین اسکے دشمن ہین حضرت سہل تستری رحمہ جب کسی شخص سے گفتگو کرتے تو اسے دوست کہکر کہتے
ان سے کسی نے کہا کہ آپ یہ کلمہ کیسے کہا کرتے ہین کبھی یہ بھی تو ہو سکتا ہی کہ مخاطب دوست نہو آپنے سائل کے کان مین چپکے
سے کہدیا کہ وہ دو حال سے خالی نہین یا ایماندار ہوگا یا منافق صورت اول مین خدا کا دوست ہوگا اور دوسری صورت مین شیطان
کا اور ابو تراب نخشبی نے علامات محبت مین کچھ اشعار لکھے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی **نظم** زرق بگذار گر ترا پندست ؛ بہر عاشق
علامتے چندست ؛ زان میان این بود کہ بے تعیین ؛ ذوق ہر تلخ باشدش شیرین ؛ گر بلاے رسد ز حضرت دوست ؛
آنچہ از دوست می رسد نیکوست ؛ زان میان آنکہ شورش افزاید ؛ گر ملامت ز ہر طرف آید ؛ زان میان اینکہ دل بود پرخون
لباس خندان شاید از بیرون ؛ زان میان اینکہ طبع معنی رس ؛ وقت گفتار دوست سازد و بس ؛ زان میان اینکہ پاس
و ناکس ؛ نہ زند جز بحرف دوست نفس ؛ اور یحیی بن معاذ رحمہ نے اسی باب مین اس مضمون کے اشعار
لکھے ہین زان میان اینکہ حسبت وزندہ ہر ؛ بر لب آب آیدت بہ نظر ؛ زان میان این بود کہ شب تا روز ؛ نالہ از درد فراق
گرید زار ؛ زان میان اینکہ آیدش بہ نظر ؛ در جہاد و مثال آن بہ سفر ؛ زان میان اینکہ حرص دار فنا ؛ در دل زار خوشش نہ
گیرد جا ؛ زان میان اینکہ جیبئے از احباب ؛ گر خطاے رود بود گریان ؛ زان میان اینکہ گیرد این دستور ؛ کہ سپارد بدوست
جملہ امور ؛ زان میان اینکہ تن دہد برضا ؛ ہر چہ پیوسے رسد بحکم قضا ؛ زان میان اینکہ چہرہ اش چون باغ ؛ باشد و
قلب مثل لالہ بداغ ؛ **گیارھوان بیان** معنی انس کے خدا تعالی کے ساتھ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ انس اور خوف اور
شوق آثار محبت مین سے ہین مگر یہ آثار محبت بہ اعتبار غلبہ کیفیت وقت اور آسکی نظر کے مختلف ہوا کرتے ہین تو بعض صورت
مین کہ محب پر یہ کیفیت غالب ہو کہ حجابہاے غیب سے لیکر انتہاے جمال تک تاک لگائے ہو اور کنہ جلال کے واقف ہونے
سے اپنا قاصر ہونا سمجھ گیا ہو تو اسوقت دل اسکی طلب مین برانگیختہ ہوتا ہی اور اسکی طرف جوش مارتا ہی تو یہ دل کا ابھار ہے

امر غالب کیطرف ہوتا ہو اسکو شوق کہتے ہین اور جس صورت مین کہ محب پر قرب کی خوشی اور جو کچھ کشف ہوا ہے اس کے باعث مشاہدہ حضوری غالب ہو اور اسکی نظر صرف مطالعہ اس جمال پر مقصور ہو جو اسکو منکشوف ہوا ہو اور قوت مدرکہ کے پاس موجود ہو اور جو چیز کہ ابتک حاصل نہین ہوئی اسکی طرف التفات ہی نہین کرتا تو جس چیز کو دیکھتا ہو اس سے دل کو ایک سرور ہوتا ہے اس سرور کو انس کہتے ہین اور اگر محب کی نظر عزت اور استغنا اور بے پروائی وغیرہ صفات محبوب پر ہو اور امکان زوال و دور ہو جانے کا بھی پیش نظر ہو تو ان امور کے جاننے سے دل مین رنج ہوتا ہو پس اسطرح دلکا دردمند ہونا خوف کہلاتا ہو غرض یہ حالتین اپنے ملاحظات کی تابع ہین اور یہ ملاحظات ایسے اسباب سے پیدا ہوتے ہین جو ان ملاحظون کے مقتضی ہین اور انکا حصر ممکن نہین۔ حاصل یہ کہ انس کے معنی یہ ہین کہ مطالعہ جمال سے دلکو سرور اور خوشی ہو یہانتک کہ یہ سرور جسوقت غالب ہو اور جو چیز کہ غائب ہو اسکا لحاظ نہ رہے اور خطر زوال بھی دل پر راہ نہ پاوے تو اس سرور مین کمال درجے کی لذت اور راحت ہوگی اور یہی وجہ تھی کہ جب ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم مشتاق ہو انھون نے جواب دیا کہ شوق تو غائب چیز کیطرف ہوا کرتا ہو جب غائب حاضر ہو جاوے تو شوق کس چیز کیطرف رہے اس جواب سے پایا جاتا ہو کہ بزرگ مذکور کو جسقدر حاصل ہوا تھا اسکی خوشی مین اتنا ڈوبے تھے کہ جو کچھ بدرجہ زیادتی الطاف کے باقی رہے تھے انکی طرف بالکل التفات نہ تھا۔ اور جس شخص پر حالت انس غالب ہوتی ہو اسکا میل صرف تنہائی اور خلوت کیطرف ہوا کرتا ہو چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم پہاڑ سے اترے اور کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے تشریف لاے فرمایا کہ انس باللہ سے اور اسکی وجہ یہ ہو کہ خدا کے ساتھ انس کرنے کو غیر سے وحشت کرنی لازم ہو بلکہ جو امر مانع خلوت سے ہوتا ہو وہ دل پر سب سے زیادہ گران گذرتا ہو چنانچہ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خداوند عالم سے کلام کیا تو چند روز تک یہ نوبت ہو گئی کہ جب آدمی کی گفتگو سنتے بیہوش ہو جاتے اسلیے کہ محبت کے باعث کلام محبوب کا اور اسکا ایسا شیرین ہو جاتا ہو کہ دوسری چیز کی حلاوت دل سے نکل جاتی ہے اور اسیوجہ سے بعض حکما نے اپنی دعا مین یہ کلمات فرماے تھے کہ اے وہ شخص کہ اپنے ذکر سے مجکو مانوس کیا اور اپنی خلقت سے مجکو وحشت دی اور حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ اے داؤد میرا ہی مشتاق ہو اور مجھسے ہی انس کرو اور میرے غیر سے متنفر ہو اور حضرت رابعہ بصریہ رحمہا سے پوچھا کہ تمکو یہ مرتبہ سلوک کا کیسے ملا فرمایا کہ بے فائدہ امور کو مین نے ترک کیا اور اس ذات سے جو قدیم ازلی ابدی ہو انس حاصل کیا اور عبدالواحد بن زید کہتے ہین کہ مین ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم کو تنہائی بہت پسند ہو اس نے جواب دیا کہ میان صاحب اگر تم تنہائی کا مزہ چکھو تو اپنے نفس سے بھی نفرت کرنے لگو تنہائی ہی تو عبادت کی جڑ ہو مین نے پوچھا کہ کم سے کم تنہائی کا فائدہ تمکو کیا ہو اسنے کہا لوگون کی خوشامد سے راحت اور ان کے شر سے محفوظ رہنا پھر مین نے کہا کہ آدمی انس باللہ کی حلاوت کب پاتا ہو اسنے کہا کہ جب محبت صاف اور معاملہ خالص ہو مین نے پوچھا کہ محبت صاف کب ہوتی ہو اسنے کہا کہ جب سب فکرین طاعت مین آکر ایک ہو جاوین اور کوئی باقی نہ رہے اور بعض حکما کا قول ہو کہ لوگون سے تعجب ہو کیسے وہ تجھسے بدل چاہتے ہین یعنی تیری عوض دوسری چیز مین مصروف ہین اور دلون سے یہ تعجب ہو

کہ وہ تجھکو چھوڑ کر تیرے غیر سے کسطرح مانوس ہوے ہین اب جاننا چاہیے کہ انس باﷲ کی علامت خاص یہ ہے کہ لوگون کی صحبت
سے دل تنگ ہو اور ان مین گھبراوے یاد الٰہی کی شیرینی کا حریص بہ شدت ہو اس صورت مین اگر وہ ملے جلے گا
تو ایسا ہوگا جیسے کوئی جماعت مین اکیلا ہو اور خلوت مین مجتمع اور وطن مین مسافر اور سفر مین مقیم اور غائب ہونے کی حالت مین
موجود اور مجمع مین غائب کہ بدن سے تو ملا جلا ہے اور دل سے علیحدہ شیرینی ذکر مین ڈوبا ہوا چنانچہ حضرت علی کرم اﷲ وجہہ ایسے
لوگون کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ ایسے لوگ ہین جن پر حقیقت امر کا علم ہجوم کر گیا ہو یقین کی آسایش سے بہرہ مند ہوے
ہین اور جس چیز کو اہل دولت نے مشکل جانا ہو اسکو وہ آسان سمجھتے ہین اور اسکی ذات سے انس حاصل کیا ہو جس سے جاہل نے
وحشت اختیار کی ہو دنیا کا ساتھ صرف اپنے بدن سے کیے ہین اور انکی روحین محل اعلی مین لگی ہین یہ لوگ خداے تعالی کے نائب اسکی
زمین مین اور اسکے دین کیطرف بلانے والے ہین۔ یہانتک معنی انس کے اور اسکی علامت اور دلیلین ہو چکین اور بعض متکلمین
اسبابت کے قائل ہین کہ انس و شوق اور محبت کچھ بھی نہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ گمان مین انھون نے یہ رکھی ہو کہ محبت وغیرہ
سے تشبیہ پائی جاتی ہو جو خداے تعالی کی شان اعلی کے لائق نہین اور انکو یہ معلوم نہین کہ جن باتون کا جمال بصیرت سے معلوم
ہوتا ہو انکی خوبصورتی بہ نسبت آنکھ کی محسوس چیزون کی خوبصورتی کے کامل تر ہو اور انکا ادراک بہ لذت نسبت اول قسم کی غالب تر
ہوتی ہو منکرین محبت مین سے ایک احمد بن غالب معروف بہ غلام خلیل ہے کہ حضرت جنید بغدادی رح اور حضرت ابوالحسن نوری
وغیرہ سے محبت و شوق و عشق کا منکر تھا اور بعض لوگ مقام رضا کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ صبر کے سوا اور کوئی مقام رضا
نہین ہو سکتے اور یہ سب کلام کم فہمون کا ہو جو مقامات دین سے پوست کے سوا کچھ نہین جانتے اور ان کے گمان مین بجز پوست
کے اور کسی چیز کو موجود نہین سمجھتے یعنی صرف محسوسات کے وجود کے قائل ہین اور محسوسات اور خیالات دین کے طریق
مین پوست ہین مغز انکے بعد ہو جو مطلوب ہو جو شخص اخروٹ سے چھلکے ہی کو جانتا ہے اسکے گمان مین وہ سب لکڑی
ہے اور اس مین سے تیل نکلنا اسکے نزدیک محال ہو مگر وہ شخص معذور ہو اور اسکا عذر قابل پذیرائی نہین نظم
شان اہل انس شانے دیگرست ٭ آن عزیزان را نشانے دیگرست ٭ انس حق شایان ہر بطال نیست ٭ کاین طریق
حیلۂ محتال نیست ٭ لائق انس وے بود اہل وفا ٭ کار ایشان نیست جز صدق وصفا ٭ بارھوان بیان انبساط
اور ادلال کے معنون مین جو غلبۂ انس کے باعث ہوجایا کرتا ہے واضح ہو کہ انس جب دائمی اور غالب اور مستحکم ہو جاتا ہے
اور شوق کا قلق اور تغیر اور حجاب کا خوف اسکو مکدر اور منغص نہین کرتا تو اسطرح کا انس ایک انبساط اور کشادگی اقوال اور
افعال اور خداے تعالی کی مناجات مین پیدا کرتا ہو اور بعض اوقات بظاہر برا ہوتا ہے اسوجہ سے کہ متضمن جرأت اور قلت
ہیبت کا ہوتا ہو مگر جو شخص کہ مقام انس مین مقیم ہوتا ہو اس سے وہ کشادگی برداشت کر لی جاتی ہے اور جو اس مقام مین مقیم
نہین اور فعل و کلام مین انس والون کی مشابہت کرتا ہو وہ ہلاک ہو جاتا ہو اور قریب بہ کفر ہو جاتا ہے اس کی مثال مناجات
برخ اسود کی ہے جسکے باب مین حضرت موسی علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اس سے درخواست کرو کہ بنی اسرائیل کے لیے

باران رحمت کی دعا مانگے اور اسکا قصہ اسطرح ہے کہ جب بنی اسرائیل مین سات برس خشکی اور قحط سالی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار آدمیون کو ساتھ لیکر مینہ کے واسطے دعا کرنے کو نکلے اور دعا مانگی اللہ جل شانہ نے انپر وحی بھیجی کہ مین ان لوگون کی دعا کیسے قبول کرون انکے گناہ انپر چھا گئے ہین باطن کے خبیث ہین بدون یقین کے مجھسے دعا مانگتے ہین میرے عذاب سے نڈر ہین تو میرے ایک بندے کے پاس جا جسکو برخ کہتے ہین اسکو کہدے مینہ کے واسطے باہر نکلکر دعا کرے تاکہ مین قبول کرون حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو برخ کا حال لوگون سے پوچھا تو کسی نے نہ بتایا ایک روز آپ راہ مین چلے جاتے تھے دیکھین تو ایک غلام حبشی سامنے سے آتا ہے اور اسکی دونون آنکھون کے بیچ مین سجدے کی خاک لگی ہوئی ہے اور گلے سے ایک چادر بندھی ہوئی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکو نور الٰہی سے پہچانا اور نام پوچھا اسنے کہا کہ میرا نام برخ ہے آپ نے فرمایا کہ ہم تو مدت سے تمہاری تلاش مین ہین ہمارے ساتھ چلو اور باران رحمت کے لیے دعا مانگو وہ آپ کے ساتھ نکلا اور اسطرح دعا مانگی کہ الٰہی نہ تو یہ تیرا کام ہے نہ یہ تیرا حلم اور تجھکو کیا سوجھی ہے جو خشکی کر رکھی ہے کیا تیرے پاس کے چشمے گھٹ گئے ہین یا ہوائین تیری اطاعت سے منحرف ہین یا جو تیرے یہان چیز ہے وہ نبڑ گئی ہے یا گناہگارون پر تیرا غصہ سخت ہو گیا ہے کیا خطاوارون کے پیدا کرنے سے پہلے تو غفار نہین تھا تو نے ہی تو رحمت کو پیدا کیا اور مہر کا حکم دیا کیا اب ہمکو یہ دکھاتا ہے کہ تجھ تک کسی کی رسائی نہین یا جلد سزا اسلیے دیتا ہے کہ کہین مخلوق تجھسے بھاگ نہ جاوے اسیطرح کی باتین کہتا رہا یہانتک کہ پانی برسنا شروع ہوا اور بنی اسرائیل تر ہو گئے اور گھاس خدا کے حکم سے جمنا شروع ہوئی اس زور سے ابھری دوپہر مین زانون تک پہنچ گئی اسکے بعد برخ واپس آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اسکو ملے تو کہا کہ کیون مین اپنے رب سے کیسا جھگڑا اور اسنے میرے ساتھ کیسا انصاف کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسپر قصد کیا تو خدائے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ برخ مجھسے دن مین تین بار ہنستا ہے اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بصرے مین ایک بار چند چھپر آگ سے جل گئے انکے بیچ مین ایک چھپر باقی رہ گیا اسوقت حضرت ابو موسےٰ رضی اللہ عنہ بصرے کے سردار تھے آپ کو اس حال کی خبر ہوئی تو اس چھپر کے مالک کو بلوایا دیکھا تو ایک پیر مرد تھا آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تمہارا چھپر نہ جلا انھون نے کہا کہ مین نے خدائے تعالیٰ کو قسم دیدی تھی کہ اسکو نہ جلاوے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میری امت مین ایسے لوگ ہونگے جن کے سرون کے بال پراگندہ اور کپڑے میلے ہونگے مگر وہ لوگ اگر خدائے تعالیٰ کو کچھ قسم دینگے تو اللہ تعالیٰ انکو سچا کر دیگا اور یہ بھی انھین سے روایت ہے کہ بصرے مین ایکبار آگ لگی تو ابو عبیدہ خواص تشریف لائے اور آگ پر چلنے لگے حاکم بصرہ نے ان سے عرض کیا کہ دیکھیے آپ جل نہ جائین آپ نے فرمایا کہ مین نے خدائے تعالیٰ کو قسم دے دی ہے کہ مجکو آگ سے نہ جلاوے حاکم نے عرض کیا کہ تو پھر آگ کو بھی قسم دیجیے کہ بجھ جاوے آپ نے آگ کو قسم دی وہ بجھ گئی اور ایک روز ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ چلے جاتے تھے کہ سامنے سے ایک روستائی آیا جسکے ہوش ٹھکانے نہ تھے آپ نے اس سے پوچھا کہ تجھپر کیا مصیبت پڑی ہے اسنے کہا کہ میرا گدھا کھو گیا ہے اور اسکے سوا میرے پاس اور نہین یہ سنکر آپ ٹھہر گئے اور جناب باری مین عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت و جلال

علہ اصل مین بضعۃ عشر ... حدیث ... ابن ابی الدنیا ... ۱۲

کی ہین ایک قدم بھی نہ چلونگا جبتک تو اس شخص کا گدھا اسکے پاس نہ پہونچا دیگا آپ کا یہ کہنا تھا کہ اسی وقت گدھا آموجود
ہوا اور آپ وہان سے آگے بڑھے پس اسطرح کے معاملات انس والون سے ہوا کرتے ہین دوسرے کو نہین پہونچتا
کہ ان لوگون جیسا بنجاوے ۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہین کہ انس والے اپنے کلام مین اور خلوتون کی مناجات مین ایسے
امور کہتے ہین کہ وہ عوام کے نزدیک کفر ہوتے ہین اور ایک بار یہ فرمایا کہ ان کو اگر عوام سنلین تو انس والون کو کافر کہنے لگین
حالانکہ انکو اپنے حالات مین ان امور سے ترقی معلوم ہوتی ہے اور انسے ان کی برداشت بھی کی جاتی ہے اور انھین کو وہ امور زیبا بھی
ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس نظم مین ۔ قومی از جملہ خلق ممتاز ند ؛ کہ بمولاے خویش می نازند ؛ چہ عجب گر حق نیاز دکس ؛
بندہ بر قدر خواجہ ناز د و بس ؛ ور گذشتند از ہمہ اغیار ؛ بعد دیدار او نہ بے دیدار ؛ اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو کہ ایک ہی
بات پر خداے تعالیٰ ایک بندے سے راضی ہوا اور دوسرے سے ناراض بشرطیکہ ان دونون کے مقامات مختلف ہون
اسلیے کہ اگر آدمی کو فہم و بصیرت ہو تو قرآن مجید مین اس باب مین بہت سے اشارات ہین تمام قصے قرآن شریف
کے اہل بصیرت کے نزدیک تنبیہات اور اشارات ہین کہ ان سے عبرت پکڑین گو مغالطے مین رہنے والون کے
نزدیک وہ کہانیان ہین مثلاً اول قصہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا ہے دیکھو کہ معصیت اور مخالفت مین دونون شریک ہین
مگر ابلیس اسی معصیت سے رحمت سے دور ہوا اور دوام کو طوق لعنت اسکی گردن مین پڑا اور حضرت آدم علیہ السلام کے حق مین ارشاد
ہوا وعصى آدم ربه فغوى ثم اجتباه ربه فتاب عليه وهدى اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بندے کیطرف متوجہ ہونے اور دوسرے
سے اعراض کرنے مین عتاب فرمایا اگرچہ بندگی مین دونون برابر تھے مگر حال مین مختلف تھے چنانچہ ارشاد فرمایا واما من جاءك يسعى وهو
يخشى فانت عنه تلهى اور دوسرے کے باب مین فرمایا اما من استغنى فانت له تصدى اسیطرح ایک لوگون مین آپ کو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا
چنانچہ ارشاد ہے واذا جاءك الذين يؤمنون باياتنا فقل سلام عليكم اور فرمایا واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون
وجهه اور دوسرون سے اعراض کرنے کو حکم دیا اور فرمایا واذا رايت الذين يخوضون في اياتنا فاعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره
واما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين اسیطرح کھل کھیلنا اور ناز بھی بعض بندون سے برداشت کیا جاتا
ہے اور بعض سے نہین کیا جاتا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالت انس کے انبساط مین عرض کیا تھا ان هي الا فتنتك تضل
بها من تشاء وتهدي من تشاء اور جب آنکو حکم ہوا کہ اذهب الى فرعون یعنی فرعون کے پاس جا تو اسکے جواب مین بطور عذر عرض کیا
ولهم علي ذنب فاخاف ان يقتلون اور اني اخاف ان يكذبون اور ويضيق صدري ولا ينطلق لساني اور اننا نخاف ان يفرط علينا
او ان يطغى اور اس طرح کے اقوال سواے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور سے سرزد ہونے داخل بے ادبی ہین اسلیے

ط اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا پھر نوازا اسکو اسکے رب نے پھر متوجہ ہوا اور راہ پر لایا ۱۲ ط اور جو آیا تیرے پاس دوڑتا اور وہ ڈرتا ہے
سو تو اس سے تغافل کرتا ہے ۱۲ ط اور وہ جو پروا نہین کرتا سو تو اسکی فکر مین ہے ۱۲ ط اور جب آوین تیرے پاس ہماری آیتین ماننے والے تو کہہ سلام ہے تمپر ۱۲ ط
اور تھام رکھ آپ کو انکے ساتھ جو پکارتے ہین اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہین اسکے منہ کے ۱۲ ط اور جب تو دیکھے کہ وہ لوگ کہ بکتے ہین ہماری آیتون مین تو ان سے

کا دوسرے سے ہو ڈرتا
ہون کہ مجھکو مار ڈالین ۱۲ ف اور مین ڈرتا
ہون کہ مجھکو جھٹلاوین ۱۲ ف اور رک
جاتا ہے میرا جی
اور نہین چلتی
میری زبان ۱۲
ط ہم ڈرتے
ہین کہ بھبک
پڑے ہمپر
یا جوش مین
آ وے ۱۲

کہ جو شخص مقام انس میں مقیم ہوتا ہی اسکے ساتھ نرمی برتی جاتی ہی اور اسکی نازبرداری کیجاتی ہی دیکھو حضرت یونس علیہ السلام کہ مقام قبض اور ہیبت میں تھے انسے اس سبب سے ذرا سی بات برداشت نہ کی گئی اور اسکی سزا یہ ہوئی کہ مچھلی کے پیٹ میں تین اندھیرون کے اندر قید کیے گئے اور قیامت تک انکے حق میں یہ منادی ہوگئی لولا ان تدارکہ نعمۃ من ربہ لنبذ بالعراء وھو مذموم حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ عرا سے مراد قیامت ہی اور ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو انکی اقتدا سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادی وھو مکظوم اور یہ اختلافات کچھ تو احوال و مقامات کے اختلاف کے باعث ہوتے ہین اور کچھ اسوجہ سے کہ ازل میں بندون کو ایک دوسرے پر فضل دیا گیا ہی اور قسمت میں تفاوت رکھا گیا ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض اور فرمایا منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات حضرت عیسیٰ علیہ السلام انھین انبیا میں سے ہین جن کو فضل و رحمت ہوا اسیواسطے انھون نے اپنے نفس پر سلام کیا اور یون کہا والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا یعنی جبکہ آپ نے مقام انس میں لطف کا مشاہدہ فرمایا تو انبساط اور ناز کے طور پر یہ کلمات فرمائے بخلاف حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جو مقام ہیبت اور حیا میں مقیم تھے انھون نے اپنے آپ کچھ نہ فرمایا یہانتک کہ ان کے پروردگار نے ان کی تعریف میں ارشاد فرمایا وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا اور یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے جو معاملہ انسے کیا وہ کس طرح برداشت کرلیا گیا بعضے علما فرماتے ہین کہ مین نے اذ قالوا لیوسف واخوہ احب الی ابینا منا سے لیکر کانوا فیہ من الزاہدین تک کچھ اوپر چالیس خطائین شمار کین جن میں سے بعض بعض سے بڑی ہین اور ایک کلمے میں تین اور چار جمع ہین مگر انکی خطائین معاف کی گئین اور حضرت عزیر علیہ السلام نے صرف ایک سوال قدریہ کا کیا تھا انسے درگذر نہ کی گئی یہانتک کہ انکے حق میں کہا گیا کہ دفتر نبوت سے محو کیے گئے اسیطرح بلعام بن باعورا بڑے علما میں سے تھا اسنے دنیا دین کے عوض میں کھائی اس سے درگذر نہ کی گئی اور آصف بھی مسرفین میں سے تھا اور اسکی معصیت متعلق بہ اعضاے ظاہری تھی اسکا قصور معاف ہوا چنانچہ روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے سردار عابدین اور اے پیرا دی زاہدین تیری خالہ کا بیٹا آصف کبتک میری نافرمانی کریگا مین اس سے بار بار حلم کرتا ہون قسم ہی اپنی عزت و جلال کی اگر کوئی جھوکا میری آندھیون میں سے اسکو آئیگا تو اسکے ساتھ والون کے لیے اسکو عبرت اور اسکے بعد والون کے لیے عذاب کر چھوڑونگا جب آصف خدمت اقدس حضرت سلیمان علیہ السلام میں حاضر ہوئے تو آپنے وحی کا حال انسے کہا وہ وہان سے اٹھکر باہر گئے اور ایک ونچے ٹیلے پر بالو کے چڑھکر اپنا منہ اور ہاتھ آسمان کیطرف اٹھائے اور عرض کیا کہ الٰہی تو تو ہی اور مین مین ہون اگر تو مجکو توبہ نہ نصیب کریگا تو مین توبہ کیسے کرسکتا ہون اور اگر تو مجکو نہ بچاویگا تو مین کسطرح بچ سکتا ہون اگر تو مجکو باز نہ رکھیگا تو مین دوبارہ خطا کرونگا پس اللہ تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ تو سچ کہتا ہی اے آصف تو تو ہی ہی اور مین مین ہی ہون تو توبہ کی طرف متوجہ ہو مین نے تیری توبہ قبول کی اور مین توبہ عنایت کرنے والا اور رحمت والا ہون یہ کلام آصف کا ایسا ہی تھا جیسے کوئی ناز سے کہتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے اسی کی طرف بھاگتا ہی اور اسکے باعث اسی کو تاکتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے پر جو کنارۂ ہلاک پر پہونچ گیا تھا اسکے بچانے کے لیے وحی بھیجی کہ تو نے

بہت سے ایسے گناہ میرے سامنے کیے کہ انسے کمتر مین مین نے ایک امت کی امت کو تباہ کر دیا اگر تجھکو معاف کر دیا غرضکہ خداے تعالے کا معاملہ بندون کی تفضیل اور تقدیم اور تاخیر مین اسکی مشیت ازلی سے اسطرح ہوا کرتا ہو اور قرآن مجید مین جو قصے وارد ہین تو اسی غرض سے ہین کہ آدمی کو خداوند کریم کا معاملہ پہلے لوگون کے ساتھ معلوم ہو جاوے قرآن مجید مین جو کچھ ہو وہ ہدایت اور نور اور شناخت ہو کبھی تو خلق کو اپنی تقدیس کی شناخت ارشاد فرماتا ہو اسطرح کہ قل ہو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد اور کبھی ان کو اپنی صفات جلال سے شناخت کراکر فرماتا ہو الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر اور کبھی انکی شناخت اپنے افعال پر خوف و رجا ہونے کے لیے اپنا معاملہ انبیا اور اپنے اعدا کے ساتھ بیان فرماتا ہو جیسے الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد اور الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل و قرآن مین ان تین اقسام کے سوا اور کچھ نہین یعنی یا ارشاد معرفت ذات اور اسکی تقدیس کا ہو یا معرفت اسکی صفات اور اسما کی بیان ہو یا ذکر معرفت افعال اور معاملات کا بندون کے ساتھ مذکور ہو اور اسلئے کہ سورۂ اخلاص ان تین اقسام مین سے ایک قسم یعنی تقدیس کی متضمن ہو اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو قرآن مجید کا سوم حصہ ارشاد فرمایا چنانچہ فرمایا من قرء سورۃ الاخلاص فقد قرء ثلث القرآن اور اس سورہ کے تقدیس پر متضمن ہونے کی یہ وجہ ہو کہ غایت تقدیس یہی ہو کہ تین باتون مین یکتا ہو اول تو یہ کہ اس سے اسکا مثل موجود نہوا ہو اسپر کلمۂ لم یلد دلالت کرتا ہو دوم یہ کہ خود اپنے مثل و نظیر سے حاصل نہوا ہو اسپر کلمۂ ولم یولد دلالت کرتا ہو تیسرے یہ کہ باوجود اسکے اصل و فرع نہونے کے یہ امر بھی ہو کہ اسکے درجے مین کوئی اسکا مثل نہو اسپر کلمۂ ولم یکن لہ کفوا احد دلالت کرتا ہو اور یہ تینون باتین اس ایک کلمہ مین آگئین قل ہو اللہ احد اور ساری سورت تفصیل کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کی ہو پس یہ اسرار قرآن مجید کے ہین اور اسطرح کے اسرار بے انتہا ہین چنانچہ اللہ تعالے خود ارشاد فرماتا ہو ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین اور اسیوجہ سے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے کہ قرآن کے علوم کی بحث کرو اور اسکے عجائب تلاش کرو کہ اسمین علم اگلون اور پچھلون کا ہو اور واقع مین انکا قول درست ہو اسرار قرآنی کو وہی جانے جو اسکے ایک ایک کلمہ کو خوب غور کرے اور فہم بھی صاف ہو اور یاری دے یہانتک کہ اسکو ثابت ہو جاوے کہ بیشک یہ کلام جبار قہار ملیک قادر کا ہو اور حد طاقت بشری سے خارج ہو اور اکثر اسرار قرآنی قصص اور اخبار کے ہی ضمن مین ہین تو مرد عاقل کو چاہیے کہ انکے استنباط کا حریص ہو تاکہ اسپر عجائب قرآنی مین سے وہ امور منکشف ہون جنکے سامنے اور علوم مزخرفہ کم پہنچ جانے جو کلام مجید سے خارج ہین۔

دوسری فصل

خداے تعالے کے حکم پر راضی ہونے کے معنی اور رضا کی حقیقت اور اسکی فضیلت کے ذکر مین واضح ہو کہ رضا محبت کے ثمرات مین سے ایک ثمرہ ہو اور مقربین کے اعلے مقامات مین سے ہو اور اسکی حقیقت اکثر لوگون پر مخفی ہو اور جو کچھ اسپر تشابہ اور ابہام آجاتا ہو وہ اور ون پر نہین کھلتا بدون ان لوگون کے جنکو خداے تعالے نے تاویل کا علم و فہم دیا ہو اور دین کی سمجھ عنایت فرمائی ہو منکر تو مانتے ہی نہین کہ جو چیز مخالف اپنی خواہش کے ہو اسپر رضا کیسے ہو سکتی ہو اور کہتے ہین کہ اگر بدین وجہ کہ یہ فعل الہی ہو ہر چیز پر رضا ہو سکتی ہو تو چاہیے کہ آدمی کفر اور معصیت پر بھی راضی ہوا کرے اور کچھ لوگ ایسے مغالطے مین پڑ گئے انکا اعتقاد یہی ہو گیا کہ فسق و فجور پر راضی ہونا اور اعتراض و انکار نہ کرنا یہ بھی خداے تعالے کے حکم ماننے مین داخل ہو اور اگر یہ اسرار صرف احکام ظاہری کے سننے ہی سے آدمی پر کھل جایا

قوسطہ نہ دیکھا کیا کیا تیرے رب نے ہاتھی والون سے ۱۲ جسنے پڑھی سورۂ اخلاص تو اس نے پڑھا تہائی قرآن ۱۲ بخاری بروایت ابو سعید و مسلم بروایت ابودرداء و احمد بروایت ابی بن کعب نہ تر اور نہ سوکھا جو نہین کھلی کتاب مین ۱۲

کرتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رضی کے حق مین یہ دعا نہ مانگتے کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِي الدِّینِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیلَ اسلیے ضرور ہوا کہ ہم فضیلت رضا کی اور حکایات راضی شخصون کی اور رضا کی حقیقت اور مخالف خواہش کے اسکا ممکن ہونا بیان کرین اور آخر کو لکھین کہ بعض امور ایسے ہین جو رضا کی تمامی مین خیال کیے جاتے ہین مثلاً دعا نہ کرنا اور معاصی پر سکوت کرنا حالانکہ وہ رضا مین نہین ہین اور اس فصل مین پانچ بیان ہین پہلا بیان رضا کی فضیلت مین رضا کی فضیلت جو آیات مین وارد ہے وہ یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اور فرمایا ہَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ اور منتہائے احسان یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے بندے سے راضی ہو اور یہ اس صورت مین ہوتا ہے کہ بندہ خدائے تعالیٰ سے راضی ہو اور فرمایا وَمَسَاکِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو جنات عدن سے بڑھکر فرمایا جیسا دوسری جگہ اپنے ذکر کو نماز سے بڑھکر ارشاد فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ پس جسطرح کہ نماز مین جس ذات کا ذکر ہوتا ہے اسکا مشاہدہ نماز کی نسبت کر زیادہ ہے اسیطرح رضا مالک جنت کی جنت کی نسبت اعلیٰ اور اشرف ہے بلکہ وہی غایت مطلوب جنت کے باشندون کی ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ خدائے تعالیٰ ایمان وارون کے لیے تجلی فرماویگا اور ارشاد کریگا کہ مجھسے سوال کرو وہ لوگ عرض کرینگے کہ تیری رضا چاہتے ہین پس بعد دیدار کے رضا کا سوال کرنا نہایت درجے فضیلت رضا کے لیے معلوم ہوتی ہے اور بندے کی رضامندی کی حقیقت ہم عنقریب ذکر کرینگے یہان ذکر رضائے الٰہی کا بندے سے ہے اور وہ اسی معنی کے قریب ہے جو خدائے تعالیٰ کی محبت مین بندے کے ساتھ ہم لکھ آئے ہین اسکی حقیقت کو کھول دینا جائز نہین اسلیے کہ خلق کی سمجھ اسکے ادراک سے قاصر ہے اور جو شخص اسپر قادر ہوتا ہے اسکو دوسرے کے تبلانے کی ضرورت نہین آپ ہی آپ اس کی حقیقت اسکو معلوم ہوجاتی ہے حاصل یہ کہ خدائے تعالیٰ کی طرف نظر کرنے سے بڑھکر کوئی رتبہ نہین اور یہ جنت والون نے جو رضا کی درخواست کی تو اسکی وجہ یہی تھی کہ رضا موجب دوام نظر کی ہے گویا اسی کو غایت مقصود اور اقصیٰ مطالب ٹھہرایا یعنی جب لذت دیدار سے مشرف ہوے اور پھر حکم سوال کا ہوا تو یہی درخواست کی کہ یہ دیدار ہمیشہ رہے اور جان لیا کہ رضا کے باعث ہمیشہ کو حجاب مرتفع رہیگا اسیلیے اسکی درخواست کی اور بعض مفسرین نے اس قول خداوندی وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ کی تفسیر مین لکھا ہے کہ اہل جنت کے پاس خداوند جل وعلیٰ کے پاس سے تین تحفے آوینگے ایک تو خدائے تعالیٰ کیطرف سے ایسا ہدیہ ہوگا کہ جنت مین اس جیسا جنتیون کے پاس نہ ہوگا وہ اس آیت مین مذکور ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ اور دوسرا تحفہ خدائے تعالیٰ کیطرف سے انپر سلام کا ہوگا کہ یہ ہدیہ پر فضل رکھتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ اور تیسرا تحفہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویگا کہ مین تم سے راضی ہون یہ قول ہدیہ اور سلام دونون سے افضل ہوگا اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ یعنی رضائے الٰہی تمام لذت و نعمت سے جو بہشتیون کو میسر ہوگی بڑھکر ہے اس سے فضل رضائے الٰہی کا معلوم ہوا جو ثمرہ ہے بندے کی رضا کا اور رضا کی فضیلت اخبار مین بھی وارد ہے چنانچہ روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ اصحاب سے پوچھا کہ تم کیا ہو انھون نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہین آپ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے عرض کیا کہ بلا پر صبر کرتے ہین اور وسعت کے وقت شکر کرتے ہین اور قضا کے موقعون پر راضی رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ ایماندار ہو اور دوسری حدیث مین ہے کہ حکما ء

علماء کا دوامن فقہم ان یکون انبیاء اور ایک حدیث مین ہی طوبی لمن ہدی للاسلام وکان رزقہ کفافا ورضی بہ اور فرمایا من رضے من اللہ تعالی بالقلیل من الرزق رضی اللہ تعالی منہ بالقلیل من العمل اور فرمایا اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ فان صبر اجتباہ فان رضی اصطفاہ اور فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو خداے تعالی میری امت کے ایک گروہ کو پر عنایت فرماویگا وہ اپنی قبرون مین سے اڑکر جنت کیطرف جاوین گے اور اس مین جسطرح جہان چاہینگے وہان مزے اڑاوینگے ان سے فرشتے پوچھینگے کہ تم حساب دیکھ چکے وہ کہین گے کہ ہم نے تو حساب نہین دیکھا فرشتے پوچھینگے کہ تم پل صراط سے اتر چکے وہ جواب دینگے کہ ہم نے تو وہ بھی نہین دیکھا پھر پوچھینگے کہ تم نے دوزخ کو دیکھا وہ کہینگے ہم نے تو کچھ نہین دیکھا فرشتے کہینگے کہ تو پھر تم کس شخص کی امت مین سے ہو وہ کہین گے کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مین ہین وہ پوچھینگے کہ ہم تمکو قسم دیتے ہین سچ بتاؤ کہ تمہارے اعمال دنیا مین کیا تھے وہ کہین گے کہ دو خصلتین ہم مین تھین جن کے باعث خداے تعالی کے فضل سے ہم اس رتبے کو پہونچے ایک تو یہ کہ جب تنہا ہوتے تو خداے تعالی کی نافرمانی سے حیا کیا کرتے دوسرے یہ کہ جسقدر ہمارے لیے مقدر کر دیا تھا اسپر راضی رہتے فرشتے کہین گے کہ تب تو یہ حال تمہارا ہونا ہی چاہیے اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ یا معشر الفقراء اعطوا اللہ الرضی من قلوبکم تظفروا بثواب فقرکم والا فلا اور حضرت موسے علیہ السلام کے اخبار مین ہی کہ بنی اسرائیل نے ان کی خدمت مین عرض کیا کہ اپنے رب سے ہمارے لیے کوئی ایسا کام پوچھ دیجیے کہ جب ہم اسکو کرین تو وہ ہم سے راضی ہو حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی جو کچھ یہ کہتے ہین تو نے سنا حکم ہوا کہ اے موسی ان سے کہدے کہ مجھسے راضی رہین تاکہ مین ان سے راضی ہون اور اسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہین من احب ان یعلم ما لہ عند اللہ عز وجل فلینظر ما للہ عز وجل عندہ فان اللہ تبارک وتعالی ینزل العبد منہ حیث انزلہ العبد من نفسہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین ہی کہ خداے تعالی فرماتا ہی کہ میرے اولیاء کو دنیا کی فکر سے کیا کام ہے فکر دنیا میری مناجات کی حلاوت ان کے دلون سے کھو دیتی ہی اے داؤد مین اپنے اولیا سے یہ بات محبوب جانتا ہون کہ روحانی ہونے کا غم نہ کرین اور روایت ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی مجھکو وہ بات بتا دے جسمین تیری رضا ہو تاکہ مین اسکو کرون حکم ہوا کہ میری رضا تیری ناخوشی مین ہی تو اپنے دل نہ چاہتی بات پر صبر نہین کرینے کا عرض کیا کہ وہ کونسی بات ہی ارشاد ہو حکم ہوا میری رضا اسمین ہی کہ میری قضا پر تو راضی رہے۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی مناجات مین عرض کیا کہ الہی تیری خلق مین سے کونسی تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہی ارشاد ہوا کہ جس شخص سے مین اسکی محبوب چیز لے لون تو مجھسے میل رکھے عرض کیا کہ پھر وہ کون ہین جنپر تو خفا ہوتا ہی حکم ہوا کہ وہ وہ لوگ ہین کہ کسی کام مین مجھسے بہتری کی طلب کرتے ہین جب مین انکے لیے حکم کر دیتا ہون تو میرے حکم سے ناخوش ہوتے ہین۔ اور ایک روایت اس سے بھی سخت ہی کہ خداے تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ

---

۷۲ خوشحال ہی وہ شخص کہ ہدایت کیا جاوے اسلام کی اور اسکی روزی بقدر بسر اوقات ہو اسپر راضی ہو ۱۲ یہ حدیث پہلے گزری اور اس مین قنع ہے بجاے رضی کے ۱۳ ۷۳ جو شخص اللہ تعالی سے تھوڑی سی روزی پر راضی ہوتا ہی اللہ تعالی اس سے تھوڑے سے عمل پر راضی ہوتا ہی ۱۲ ابو منصور دیلمی در مسند فردوس بروایت علی مرتضی ۷۴ جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت کرتا ہی اسکو مبتلا کرتا ہی پس اگر وہ صبر کرے تو اسکو برگزیدہ کرتا ہی پھر اگر راضی ہو

کوئی معبود سوا میرے نہین اور جو میری مصیبت پر صبر نہ کرے اور میری نعمتون کا شاکر نہو میرے حکم پر راضی نہو اسکو چاہیے کہ میرے سوا کوئی اور رب بنالے اور اسی جیسی حدیث قدسی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ مین نے سب مقادیر کو مقدر کیا اور انکی تدبیر کی اور کام کو محکم کیا پس جو راضی ہوا تو اسکے لیے میری رضا ہو یہان تک کہ مجھسے ملے اور جو ناخوش ہوا اسکے لیے میری خفگی ہو یہانتک کہ میرے پاس آوے اور ایک حدیث قدسی مشہور مین ہو کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے مین نے خیر وشر دونون پیدا کیے ہین پس اچھا حال وہ ہو جسکو مین نے خیر کے لیے پیدا کیا اور اسکے ہاتھون کو خیر پر چلایا اور برائی ہو اسکی جسکو مین نے شر کے لیے بنایا اور شر کو اسکے ہاتھون پر جاری کیا اور بلا کی پہ بلا کی ہو اسکی جسنے چون وچرا کیا۔ اور اخبار سابقین مین مروی ہو کہ ایک پیغمبر نے دس برس تک خداے تعالیٰ سے بھوک اور مفلسی اور جوئون کی شکایت کی مگر کچھ مفید نہ پڑی پھر اللہ تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ تو اسطرح کبتک شکایت کرتا رہیگا میرے یہان ام الکتاب مین پیدایش زمین وآسمان سے پہلے تیرا حال اسی طرح لکھا ہو اور ویسے ہی ہوتا جاتا ہو مین نے دنیا کی پیدایش سے پہلے تجھپر اسیطرح حکم کیا ہو اب کیا تو یہ چاہتا ہو کہ تیرے لیے مین نئے سرسے دنیا دوبارہ بناؤن یا یہ چاہتا ہو کہ جو مین نے تیرے لیے مقدر کیا ہو اسکو بدل دون تو جو تو چاہے اور پسند کرے وہ میری خواہش اور پسند سے بڑھکر ہو قسم ہو اپنی عزت وجلال کی اگر یہ بات تیرے دلمین گذرے گی تو تیرا نام دفتر نبوت سے محو کردونگا اور روایت ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چھوٹا لڑکا آپکے بدن پر چڑھتا اترتا تھا یعنی آپکی پسلیون پر سیڑھی کیطرح پاؤن رکھ رکھکر سر تک چڑھ جاتا اور پھر وہان سے اسیطرح اترتا آپ اپنا سر زمین کیطرف ڈالے رہتے اور کچھ نہ کہتے نہ سر اٹھاتے آپکے کسی لڑکے نے عرض کیا کہ باباجان یہ آپکے ساتھ کیا کرتا ہو آپ اسکو منع نہین فرماتے آپنے فرمایا کہ جو مین دیکھا اور جانتا ہون تمکو معلوم نہین ایک حرکت مین نے کی تھی تو اسکے عوض مین کرامت اور آسایش کے گھر سے خواری اور بدبختی کے گھر مین اتار دیا گیا اب ڈر ہو کہ اگر دوسری حرکت کرون تو اور نہ جانون کیا مصیبت مجھپر آویگی اور حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہین کہ مین نے دس برس خدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کی اگر مین نے کوئی کام کیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا کہ کیون کیا اور اگر نہ کیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیون نہ کیا اور جو چیز ہوگئی تو اسکو یہ نہ فرمایا کہ کاش نہوتی اور اگر نہوئی تو یہ نہ کہا کہ کاش ہوتی اور اگر آپکے گھر والون مین سے مجھسے کوئی جھگڑتا تو فرماتے کہ اسے چھوڑ دو جو تقدیر مین کچھ ہونا ہو وہی ہوگا اور روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد تو بھی چاہتا ہو اور مین بھی چاہتا ہون اور ہوگا وہی جو مین چاہتا ہون پس اگر تو میرے چاہے پر راضی ہوگا تو مین تیری خواہش سے تجکو کافی ہونگا اور اگر تو میری خواہش نہ مانیگا تو تجکو تیری خواہش مین مشقت مین ڈالونگا پھر بھی وہی ہوگا جو مین چاہونگا اور آثار مین بھی فضیلت رضا کی بہت ہو چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین اول جو لوگ جنت مین بلائے جاوینگے وہ وہ ہونگے جو ہر حال مین اللہ کی حمد کرتے ہین یعنی ہر حال مین راضی رہتے ہین اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہین کہ مجکو سوا مواقع تقدیر حکم آلہی کے اور کوئی خوشی باقی نہین رہی اور انسے جو لوگون نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہین آپنے فرمایا کہ جو کچھ خداے تعالیٰ میرے لیے حکم کرے (یعنی مقدر کرے) اور میمون بن مہرانؒ فرماتے ہین کہ جو شخص حکم آلہی پر راضی نہو تو اسکی بیوقوفی کا کچھ علاج

طبرانی نے باختلاف الفاظ کیساتھ اس کو زیب بمضمون بروایت ابوامامہ بسند ضعیف نقل کیا ہی ۱۲

اس حدیث کو ابن حبان نے بسند ضعیف بروایت ابوالباسہ(؟) نقل کیا ہی [illegible]

یہ حدیث متفق علیہ ہی اور اسمین [illegible] سے ہی لفظ ہین [illegible] ۱۲

نہین آور حضرت فضیلؒ فرماتے ہین کہ اگر تو تقدیر الٰہی پر درست نہ رہیگا تو اپنے نفس کی تقدیر پر بھی درست نہ رہے گا اور عبدالعزیز ابن ابی
روادؒ فرماتے ہین کہ جو کی روٹی سرکے کے ساتھ کھانے ہین اور اُون پہنتے ہین شان نہین ہے بلکہ شان درویشی خدا سے عزوجل سے
راضی رہنے مین ہے ؎ درویش صفت باش وکلاہ تتری دار۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہین کہ اگر مین آگ کی چنگاری
چاٹون جو جلا وے سو جلا وے اور چھوڑ دے سو چھوڑ دے تو میرے نزدیک یہ اس بات سے بہتر ہے کہ جو
چیز ہوگئی ہو اسکو مین کہونگا کہ کاش نہو تی یا نہو ئی چیز کو کہون کہ کاش ہوجاتی۔ اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسعؒ
کے پانوٴن مین زخم دیکھکر کہا کہ مجھے تمہارے اس زخم سے ترس آتا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ زخم جبسے ہوا ہے مین شکر کرتا ہون
کہ آنکھ مین نہین نکلا اور بنی اسرائیل کے قصون مین ہے کہ ایک عابد نے اللہ تعالیٰ کی عبادت مدت تک کی اسکو خواب مین دکھلایا گیا کہ فلانی عورت
بکریان چرانیوالی جنت مین تیری رفیق ہوگی عابد نے اٹھکر اس عورت کا نشان پوچھکر اسکو تلاش کیا اور تین دن اسکے یہان مہمان رہے
تاکہ اسکا عمل دیکھین عابد خود تورات کو کھڑے رہتے اور وہ لیٹ کر سو جاتی دن کو یہ روزہ رکھتے اور وہ افطار کرتی اس سے پوچھا کہ
تیرا عمل اسکے سوا اور کچھ بھی ہے عورت نے کہا کہ اور تو کچھ بھی نہین یہی ہے جو تمنے دیکھا ہے تو اپنے آپ مین اور کچھ نہین جانتی یہ کہتے رہے
کہ بھلا یاد کرکے کہو کوئی اور بات بھی ہے اسنے کہا کہ ایک چھوٹی سی خصلت مجھ مین اور ہے وہ یہ ہے کہ اگر مین سختی مین ہوتی ہون تو اس
امر کی تمنا نہین کرتی کہ اچھی حالت مین ہون اور اگر مرض مین ہوتی ہون تو یہ تمنا نہین ہوتی کہ تندرستی مین ہوجاوٴن اور اگر دھوپ مین رہون
تو سایہ کی متمنی نہین ہوتی یہ سنکر عابد نے اپنے سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ چھوٹی سی خصلت ہے یہ تو ایسی بڑی خصلت ہے جس سے عابد عاجز ہین
اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم آسمان مین فرماتا ہے تو اہل زمین سے یہ بات اسکو محبوب ہوتی ہے کہ اس کے
حکم پر راضی ہون۔ اور حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ ایمان کا اعلیٰ حصہ یہ ہے کہ حکم پر صبر کرے اور تقدیر پر راضی ہو۔ اور حضرت عمرؓ
فرماتے ہین کہ تنگی اور فراخی مین سے جس حال مین مین رہون مجکو کچھ پروا نہین ہوتی اور حضرت سفیان ثوریؒ نے حضرت رابعہ
بصریہؒ کے سامنے ایک روز کہا کہ الٰہی تو ہم سے راضی ہو حضرت رابعہؒ نے فرمایا کہ تمکو شرم نہین آتی کہ خود تو اس سے راضی نہین
اور اسکی رضا کی استدعا کرتے ہو انھون نے کہا کہ استغفر اللہ پھر جعفر بن سلیمان ضبعی نے حضرت رابعہ سے پوچھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے
کب راضی کہلاتا ہے انھون نے جواب دیا کہ جب مصیبت پر اتنا خوش ہو جتنا نعمت پر ہوتا ہے اور حضرت فضیلؒ فرمایا کرتے کہ جب بندے
کے نزدیک خداے تعالیٰ کا دینا اور نہ دینا دونون یکسان ہوجاوین تو وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکا۔ اور احمد بن ابی الحواریؒ حضرت
ابو سلیمان دارانی سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے بندون سے اسی بات سے راضی ہوتا ہے جس
بات سے کہ غلام اپنے آقا سے راضی ہوتا ہے احمد بن ابی الحواری نے پوچھا کہ یہ کسطرح ہے انھون نے فرمایا کہ دنیا مین مراد غلام
کی یہی ہوتی ہے کہ آقا مجھسے خوش رہے انھون نے کہا کہ ہان یہی مقصود ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندون سے
یہی محبوب جانتا ہے کہ اس سے راضی رہین اور حضرت سہلؒ فرماتے ہین کہ بندون کو یقین سے اسیقدر بہرہ ملتا ہے جسقدر کہ وہ رضا سے
بہرہ ور ہوتے ہین اور رضا سے بہرہ اتنا ہوتا ہے جتنا وہ خداے تعالیٰ کے ساتھ زندگی کرتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین

کہ ان اللہ عزوجل بحکمتہ وجلالہ جعل الروح والفرح فی الرضا والیقین وجعل الغم والحزن فی الشک والسخط دوسرا بیان رضا کی حقیقت اور اسباب میں کہ مخالف خواہش کے وہ کیسے ہو سکتی ہے واضح ہو کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خواہش کے مخالف چیزوں اور اقسام مصائب میں صبر ہی ہوتا ہے رضا کا وجود متصور نہیں وہ لوگ گویا منکر محبت ہیں لیکن جب محبت الٰہی کا وجود اور تمام ہمت کا اسمیں مستغرق ہونا ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ محبت اس بات کی موجب ہوتی ہے کہ محب اپنے حبیب کے افعال سے راضی ہو اور یہ راضی ہونا دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ رنج کا معلوم ہونا بالکل جاتا رہے یہانتک کہ اگر کوئی ایذا رسان چیز اسپر آوے یا زخم لگے تو اسکی تکلیف اور درد کچھ نہ معلوم ہو جیسے کوئی لڑنے والا کہ غصہ یا خوف کی حالت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زخم لگتا ہے اور اسکو معلوم نہیں ہوتا یہانتک کہ جب خون کو دیکھتا ہے تو جانتا ہے کہ زخم لگا بلکہ کوئی اگر ادنیٰ کام میں لگجاتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پاؤں میں کانٹا لگجاتا ہے اور اسکی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اسلیے کہ دل اور طرف لگا رہتا ہے اسی طرح اگر کند استرے سے پچھنے لگائے جاویں یا بال مونڈے جاویں تو اس سے آدمی کو ایذا ہوتی ہے لیکن اگر دل ٹھکانے نہو اور کسی امر اہم میں تردد رکھتا ہو تو پچھنے لگانے والا اور نائی اپنے کام سے فارغ ہوجاویگا اور اسکو خبر بھی نہو گی اور وجہ یہی ہے کہ جب دل کسی امر میں مستغرق اور نہایت درجے کو مشغول ہوتا ہے تو اسکے سوا اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتا اسیطرح عاشق جسکی ہمت اپنے معشوق کے مشاہدے یا محبت میں مستغرق ہو اسکو بعض اوقات ایسے امور پیش آتے ہیں کہ اگر عشق نہوتا تو انسے رنج و غم اور درد معلوم ہوتا مگر دل پر جوش محبت ہونیسے کچھ بھی درد و غم نہیں پاتا پس جب غیر حبیب کیطرف سے مصیبت آنیکا درد نہوتا ہو تو خود حبیب کیطرف سے اگر مصیبت آویگی تو کیسے رنج ہوگا اور دل کا مشغول ہونا محبت و عشق میں ایک بڑا اشغل ہے اور جب تھوڑے سے درد کا محسوس نہونا ہلکی سی محبت میں متصور ہے تو بڑی محبت میں بڑے درد کا معلوم نہونا بھی ہو سکتا ہے اسلیے کہ جیسے درد کی زیادتی ممکن ہے ویسی ہی محبت کی بھی زیادتی ہو سکتی ہے اور جسطرح کہ محبت خوبصورتوں کی جو آنکھ سے سوجھتی ہیں قوی ہوتی ہے اسیطرح محبت ان حسین صورتوں کی جو باطن کی بصیرت سے معلوم ہوتی ہیں بھی قوی ہوتی ہے اور سب ان صورتوں میں سے جمال حضرت ربوبیت کا اور اسکا جلال ایسا ہے کہ اسپر اور کوئی جمال اور جلال قیاس نہیں کیا جاتا تو ظاہر ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز اسمیں سے منکشف ہوجاوے تو کیا عجب ہے کہ ایسا مدہوش ہو کہ غش آجاوے اور اپنے اوپر جو درد گذرے اسکی خبر نہو چنانچہ روایت ہے کہ حضرت فتح موصلی کی بی بی لغزش کھا کر گریں اور ناخن ٹوٹ گیا آپ ہنس پڑیں کسی نے پوچھا کہ آپ کو درد نہیں معلوم ہوتا جواب دیا کہ ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی تلخی دور کردی اور حضرت سہل کو ایک مرض تھا کہ اور دن کو وہ ہوتا تو اسکا علاج کیا کرتے اور اپنا علاج نہ کرتے انسے کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ یار دوست کی مار میں آزار نہیں ہوا کرتا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ درد تو معلوم ہوتا ہو مگر اس سے راضی ہو بلکہ رغبت اور خواہش سے اس امر کو چاہتا ہو یعنی گو طبیعت پر ناگوار گذرے مگر عقل کی رو سے اسکی طرف رغبت ہو مثلاً جو شخص فصاد سے فصد کھلانے یا پچھنے لگوا وے تو اسکو فصد و حجامت کا درد تو معلوم ہوتا ہے مگر فصد و حجامت پر راغب ہوتا ہے اور فصاد کے فعل کا ممنون ہوتا ہو پس یہی حال اس شخص کا ہے جو تکلیف کی چیز و نپر راضی رہے اسیطرح جو شخص فائدے کی طلب میں سفر کرتا ہے اسکو سفر کی تکلیف معلوم ہوتی ہے مگر ثمرۂ سفر ایسا اچھا اسکے نزدیک ہے کہ اسکے باعث تکلیف سفر کو گوارا کرتا ہے اور اس سے راضی ہے اور جب آدمی کو یہ یقین ہو کہ مصیبت کا ثواب جو خدائے تعالیٰ کے یہاں ذخیرہ ہے بہ نسبت اس چیز کے جو اسکے پاس سے جاتی رہی بڑھکر ہے تو بیشک جو مصیبت خدائے تعالیٰ کیطرف سے آویگی اسپر راضی ہوگا اور اسکی رغبت کرے گا

ا ے اللہ عزوجل نے اپنی حکمت اور بزرگی سے راحت اور سرور کو رضا اور یقین میں مقرر کیا ہے اور غم و اندوہ کو شک اور ناخوشی میں ۱۲ طبرانی بروایت ابن مسعود اور اس میں بالقسط ہے بجائے بحکمتہ کے ۱۲

اور اچھا جانیگا اور خدائے تعالیٰ کا شکر اسپر کریگا یہ اسی صورت مین ہو کہ اس ثواب اور احسان کا لحاظ رکھے جو اسکو مصیبت کے عوض ملیگا۔ اور یہ
ہو سکتا ہو کہ محبت ایسی غالب ہو کہ حبیب کی مراد اور رضا ہی مطلوب و مقصود ہو جاوے اور کچھ مراد ہی نہ رہے اور یہ سب باتین خلق کی
محبت مین دیکھی جاتی ہین وصف کرنے والون نے اپنی نظم و نثر مین انکو بیان کیا ہو اور اسمین اور کوئی بات نہین صرف لحاظ صورت
ظاہری کے جمال کا ہو جو آنکھ سے سوجھتی ہو۔ اب اس جمال کو دیکھو تو صرف گوشت و پوست و خون ہو جسمین نجاست اور خاک بلا ملی ہوئی
ہو اسکا آغاز ایک نطفۂ ناپاک ہو اور اسکا انجام ایک پلید مردار اور بیچ مین پاخانے کو اٹھائے پھرتا ہو اور اگر مدرک کو دیکھے تو آنکھ خسیس ہے
جو اکثر دھوکا دیتی ہو یعنی چھوٹی چیز کو بڑی دیکھتی ہو اور بڑی کو چھوٹی اور دور کو نزدیک اور بدصورت کو خوبصورت پس جب ایسی حالت مین محبت
کا ایصال ہوجاتا ہو تو جمال ازلی اور ابدی کی محبت مین یہ امر کیسے محال ہو سکتا ہو اس جمال کے کمال کی تو کچھ نہایت ہی نہین اور اس کا
ادراک چشم بصیرت سے ہوتا ہو جسمین کبھی غلطی نہین ہوتی اور نہ اسپر موت آتی ہو بلکہ بصیرت باطنی بعد موت کے باقی رہتی ہو اور خدائے تعالیٰ کے
نزدیک زندہ اور اسکے رزق سے خوش ہوکر بعد موت زیادتی تنبہ اور انکشاف سے بہرہ ور ہوتی ہو اسبات کو اگر چشم بصیرت سے دیکھو تو
صاف ظاہر ہو اور اسکا پایا جانا اور عاشقون کے احوال و اقوال اسپر شاہد ہین چنانچہ حضرت شقیق بلخی فرماتے ہین کہ جو شخص سختی کا ثواب دیکھ لیتا ہو
وہ اس سے نکلنا نہین چاہتا اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ مین نے اپنے مرشد سری سقطی سے پوچھا کہ عاشق کو بلا کی تکلیف ہوتی ہے یا
نہین انھون نے فرمایا کہ نہین مین نے کہا کہ اگرچہ تلوار سے مارا جاوے آپنے فرمایا کہ گو تلوار سے ستر زد پر زد لگائی جاوین اور بعض
اکابر فرماتے ہین کہ مجکو وہی اچھا معلوم ہوتا ہو جو اسکو پسند ہو یہانتک کہ اگر وہ میرے لیے دوزخ پسند کرے تو مین دوزخ مین جانا محبوب
جانتا ہون۔ اور بشر بن الحارث کہتے ہین کہ بغداد کے محلہ شرقیہ مین مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ اسکے ہزار کوڑے لگے اسنے
کچھ اُف نہ کیا پھر اسکو قید خانے مین لے گئے مین اسکے پیچھے گیا اور پوچھا کہ تجکو کیون مارا اسنے کہا اسلیے کہ مین عاشق ہون مین نے کہا
کہ تو چپکا کیون رہا اسنے کہا کہ میرا معشوق میرے سامنے مجھے دیکھتا تھا مین نے کہا کہ پھر کیا اچھا ہوتا جو معشوق حقیقی کیطرف دیکھے یہ سنکر اسنے
ایک چیخ ماری اور پچھاڑ کھا کر مر گیا اور یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہین کہ جب اہل جنت خدائے تعالیٰ کیطرف دیکھینگے تو لذت دیدار الٰہی کے
مارے انکی آنکھین انکے دلون مین چلی جاوینگی اور آٹھ سو برس تک انکی طرف واپس نہ آوینگی تو اب بتاؤ کہ جو دل اسکے جمال اور جلال
مین پڑے ہوے ہون کہ اگر جلال کو دیکھین تو خائف ہون اور جمال پر نظر کرین تو متحیر ہون انکا کیا حال ہوگا اور بشر کہتے ہین کہ مین نے
شروع سلوک مین جزیرۂ عبادان کا قصد کیا وہان ایک شخص کو دیکھا کہ اندھا اور کوڑھی اور مجنون اور مرگی زدہ ہو اور چیونٹیان اسکا گوشت
کھا رہی ہین مین نے اسکا سر اٹھا کر اپنی گود مین رکھ لیا اور کچھ کہتا رہا جب اسکو ہوش آیا تو کہا یہ کون اجنبی آدمی ہو جو میرے اور میرے پروردگار
کے معاملے مین دخل دیتا ہو اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ ڈالیگا تب بھی تو مین اسکی محبت زیادہ ہی کرونگا بشر کہتے ہین کہ بعد اس معاملے
کے جب کبھی مجکو اسطرح کا معاملہ بندے مین اور پروردگار مین معلوم ہوا مین نے کبھی اسکو برا نہین جانا اور ابو عمرو محمد بن اشعث
فرماتے ہین کہ مصر والے چار مہینے تک ایسی طرح رہے کہ انکی غذا بجز دیدار حضرت یوسف علیہ السلام کے اور کچھ نہ تھی جب انکو بھوک لگتی
انکی صورت دیکھ لیتے وہ لذت جمال بھوک کی تکلیف انکو معلوم نہونے دیتی تھی اور قرآن مجید مین اس سے بھی زیادہ معاملہ انکو یعنی عورتین جمال

حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسی فریفتہ ہوئیں کہ بیخبر اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ اور سعید بن احمد رح کہتے ہیں کہ بصرے میں عطاء بن مسلم
کی سرائے میں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ چھرا ہاتھ میں لیے پکار پکار لوگوں کے بیچ میں کہہ رہا تھا قطعہ ہے قیامت سے بڑا
تیری جدائی کا زور۔ آہ اس درد جدائی سے تو مرنا بہتر۔ بولے وہ کوچ ہی میں بولا نہیں میرا کوچ۔ بلکہ کرتی ہے حقیقت میں مری
جان سفر۔ پھر چھری سے اپنا پیٹ چیر کر مر گیا میں نے اسکا حال پوچھا تو لوگوں نے مجھسے کہا کہ کسی بادشاہ کے ایک غلام پر عاشق
تھا ایک روز صرف وہ اس سے محجوب رہا اسکے لیے اسنے یہ حال کیا اور روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حضرت یونس علیہ السلام
نے پوچھا کہ مجکو وہ شخص بتاؤ جو زمین میں سب سے زیادہ عبادت کرتا ہو حضرت جبرئیل نے ایسے شخص کو بتلایا کہ جذام نے اسکے ہاتھ اور
پاؤں علیحدہ کر دیے تھے اور کان اور آنکھیں غارت کر دی تھیں آپ نے کہا کہ وہ یہ کہتا تھا الٰہی جب تک تو نے چاہا ان اشیاء سے
مجکو فائدہ دیا اور جب تو نے چاہا انکو مجھسے چھین لیا اے نیکوکار اور مطلب پر پہونچانے والے مجکو توقع اپنی ذات کی باقی رہنے دے
یہ کیا تھوڑی ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض کا ایک لڑکا بیمار ہوا آپ کو بہت شدت سے غم ہوا یہاں تک کہ لوگوں کو خوف ہوا کہ کہیں
اس لڑکے کے سبب آپ کو کچھ ہو نہ جاوے وہ لڑکا جب مر گیا تو آپ اسکے جنازے کے ساتھ ہوے اور کسی شخص کو ایسی خوشی بہر سے پر نہوتی
ہوگی جیسی اسوقت آپ کو تھی لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجکو اسکی بیماری سے اسپر ترس آتا تھا اس لیے غمگین تھا اب
جو مشیت الٰہی ہو چکی تو میں اسپر خوش ہوں اور حضرت مسروق رح فرماتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں تھا اسکے پاس ایک کتا اور ایک گدھا
اور ایک مرغ تھا مرغ تو نماز کے واسطے جگایا کرتا تھا اور گدھے پر پانی اور خیمہ اور ضروری چیزیں لادتا تھا اور کتا حفاظت کیا کرتا تھا اتفاقاً ایک
لومڑی آئی اور مرغ کو پکڑ لے گئی اس شخص کے گھر والوں کو رنج ہوا مگر وہ شخص نیکبخت تھا اسنے کہا کہ اسی میں بہتری ہوگی پھر ایک بھیڑیا
آیا اسنے گدھے کا پیٹ پھاڑ ڈالا وہ مر گیا اسپر بھی لوگوں نے رنج کیا مگر اسنے یہی کہا کہ اسی میں بہتری ہوگی پھر کتا بھی مر گیا جب بھی اسنے
یہی کہا کہ اسی میں بہتری ہوگی پھر ایک روز صبح کو اسکے گھر والوں نے دیکھا کہ انکے گرد و پیش کے سب لوگ غلامی میں گرفتار ہو گئے
وہ باقی رہ گئے اور وجہ انکی گرفتاری کی یہ ہوئی کہ کتے اور گدھے اور مرغوں کی آواز سنکر لوگ پکڑے گئے انکے یہاں سب پہلے جا چکے
تھے یہ محفوظ رہے تو ان چیزوں کے ہلاک ہونے میں یہ حکمت تھی اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خدائے تعالیٰ کے لطف خفی کو جانتا ہے وہ ہر حال میں
اسکے فعل سے راضی رہتا ہے اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک شخص اندھے برص والے اپاہج دونوں طرف سے فالج زدہ پر گزرے
کہ اسکا گوشت جذام کے باعث بکھر گیا تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ شکر ہے اس خدا کو جسنے مجکو ایسے امراض سے صحت دی جسمیں بہتوں کو مبتلا کر رکھا ہے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بھلا وہ کونسی مصیبت ہے جو تیرے اوپر نہیں اسنے کہا کہ اے روح اللہ میں اس شخص سے بہتر ہوں
جسکے دل میں خدائے تعالیٰ نے وہ چیز نہیں ڈالی جو میرے دل میں اپنی معرفت سے ڈالی ہے آپ نے فرمایا کہ درست کہتے ہو اپنا ہاتھ لاؤ اسنے جو
ہاتھ دیا آپ کے ہاتھ میں آتے ہی چہرہ سب سے عمدہ اور صورت بہت اچھی ہو گئی اسکا سب مرض جاتا رہا وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
ساتھ رہکر عبادت کرنے لگا۔ اور حضرت عروہ بن زبیر رح کا پاؤں سڑ گیا تھا انھوں نے زانو سے پاؤں کٹوایا پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کا شکر ہے
جسنے مجھسے ایک لے لیا تیری ذات کی قسم ہے اگر تو نے لے لیا تو تو نے ہی باقی رکھا تھا اور اگر تو نے بیمار کیا تو تو نے ہی عافیت دی تھی پھر

اس رات بھی ورد پڑھتے رہے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے کہ مفلسی و تونگری دو سواریاں ہیں مجکو پروا نہیں کسی پر چڑھ جاؤں فقیری میں تو صبر ہے اور تونگری میں داد و دہش اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ مجکو ہر ایک مقام سے ایک کیفیت حاصل ہوئی ہے سوا رضا کے کہ اسمیں سے مجکو صرف ایک مہک سی ملی ہے اور اسپر اگر اللہ تعالیٰ تمام خلق کو جنت میں داخل کرے اور مجکو دوزخ میں تو میں اسپر راضی ہوں۔ ایک عارف سے لوگوں نے کہا کہ تمکو رضا کا اقصیٰ مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ نہیں اسنے کہا کہ اقصیٰ مرتبہ تو نہیں ملا مگر مقام رضا پر میں پہونچ گیا ہوں اگر خدائے تعالیٰ مجکو دوزخ کا پل بناوے کہ لوگ میرے اوپر کو گذر کر جنت میں جاویں پھر اپنی قسم سچی کرنیکو مجھسے ہی دوزخ کو بھر دے تو اسکے اس حکم کو میں پسند کروں اور اسکی تقسیم پر راضی ہوں۔ اور یہ کلام ایسے شخص کا ہے جسکی ہمت قطعاً محبت میں مستغرق ہو یہانتک کہ اسکو آتش دوزخ کی تکلیف بالکل محسوس نہو اور اگر ہو بھی تو وہ لذت حصول رضا سے محبوب میں چھپ جاوے یعنی سبب اسکو اسباب کا فراہم کہ مجکو دوزخ میں ڈالنے سے اسکی رضا پوری ہوگی اور اسکی رضا عین مقصود ہے تو اس لذت کے سامنے دوزخ کی تکلیف اگر ہو بھی تو دب جاوے اور غلبہ کرنا اس حالت کا نفس الامر میں محال نہیں گو ہم جیسے ضعیفوں کے حالات کی نسبت کر بعید معلوم ہوتا ہو لیکن جو ضعیف کہ کسی کیفیت سے عاجز ہو اسکو یہ نہ چاہیے کہ زبردستوں کے حالات کا منکر ہو اور گمان کرے کہ جس امر میں میں عاجز ہوں اس سے اولیا بھی عاجز ہیں اور رودباریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ بن جلاء دمشقیؒ سے پوچھا کہ یہ جو فلاں شخص کا قول ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میرا جسم مقراضوں سے ٹکڑے کیا جاوے اور تمام خلق اسکی اطاعت کریں اسکے کیا معنی ہیں انھوں نے فرمایا کہ اے میاں اگر یہ قول بطور تعظیم و اجلال کے ہے تب تو مجکو معلوم نہیں اور اگر خلق کی خیر خواہی اور شفقت سے سرزد ہوا ہے تو البتہ جانتا ہوں کہ ہوگی کہتے ہیں کہ اسکے بعد انکو غش آگیا اور حضرت عمران بن الحصینؓ کو استسقا کا مرض تھا تیس برس تک پشت پر لیٹے رہے نہ اٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے قضائے حاجت کے لیے چارپائی کے بان کاٹ دیے گئے تھے انکے پاس مطرف اور ان کے بھائی علا آئے پھر وہ بھائی انکا حال دیکھکر رونے لگے انھوں نے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو انھوں نے کہا کہ تمہارے اوپر یہ بڑی سختی دیکھکر روتا ہوں انھوں نے فرمایا کہ مت رو اسواسطے کہ جو چیز خدائے تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے وہی مجکو زیادہ پسند ہے اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں غالباً خدائے تعالیٰ اس سے تمکو نفع دیگا مگر میرے مرنے تک تم اسکو کسی سے مت کہنا وہ بات یہ ہے کہ فرشتے میری زیارت کیلیے ہیں میں ان سے انس پاتا ہوں اور مجکو سلام کرتے ہیں میں انکا سلام سنتا ہوں اس سے میں جانتا ہوں کہ جس مرض میں یہ بڑی نعمت ہو وہ عذاب نہیں پس جو شخص اپنی مصیبت میں ایسے امور مشاہدہ کرے بھلا وہ کیسے راضی نہوگا مطرف کہتے ہیں کہ پھر سوید بن شعبہ کی عیادت کو گئے ہمنے دیکھا کہ ایک کپڑا پڑا ہوا ہے ہمکو گمان ہوا کہ اسکے نیچے کچھ نہیں یہانتک کہ انکے منہ پر سے کپڑا اٹھایا گیا ان کی بی بی نے کہا کہ آپ کو کیا کھلاؤں کیا پلاؤں انھوں نے کہا کہ لیٹے لیٹے کروٹیں ہوگئیں جوڑ چھل گئے اور دبلا اتنا ہو گیا ہوں کہ اسقدر بہت سے کھانا پینا متروک ہے مگر مجکو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اس کیفیت میں سے ناخن کے برابر بھی کمی کروں اور جب سعد بن ابی وقاصؓ مکہ میں تشریف لائے اور ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں لوگ انکے پاس جوق جوق دوڑے چلے آتے تھے اور آپ سے دعا کی استدعا کرتے تھے آپ ہر ایک کے لیے دعا مانگتے تھے اور وجہ دعا منگوانے کی یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے حضرت عبداللہ بن السائب کہتے ہیں کہ میں

بھی اُن دنون لڑکا تھا آپ کی خدمت مین آیا اور آپ کو اپنا نشان بتایا آپ نے مجکو پہچانا اور فرمایا کہ اہل مکہ کا تو قاری ہی مین نے کہا کہ البتہ پھر
اور گفتگو ہوئی یہانتک کہ آخر کو مین نے کہا کہ چچا جان آپ اورونکے واسطے دعا کرتے ہین اپنے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خداے تعالیٰ آپ کی
بینائی جون کی تون کر دے آپ نے تبسم فرماکر کہا کہ بیٹا خداے پاک کے حکم کی رضا میرے نزدیک بینائی سے اچھی ہی اور ایک صوفی کا لڑکا چھوٹا سا
تین دن تک نہ ملا اور نہ اسکا حال معلوم ہوا لوگون نے ان سے کہا کہ آپ خداے تعالیٰ سے دعا مانگیے کہ اسکو واپس لاوے اور تم سے
ملادے انھون نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھپر حکم کیا اسپر اعتراض کرنا میرے نزدیک لڑکے کے جاتے رہنے سے زیادہ سخت ہی اور بعض عابد کہتے
ہین کہ مین نے ایک بڑا گناہ کیا تھا جسکے عوض مین ساٹھ برس سے روتا ہون اور یہ عابد نہایت محنت عبادت مین کرتے تھے کہ کسیطرح
توبہ اس گناہ سے قبول ہو لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ ہی انھون نے فرمایا کہ ایک بات ہو گئی تھی مین نے اسکو کہا تھا کہ نہوتی تو خوب
ہوتا۔ اور بعض سلف کا قول ہی کہ اگر میرا جسم مقراضون سے کترا جاوے تو میرے نزدیک اس بات سے محبوب ہی کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے
کی ہو اسکو مین کہون کہ اگر نہ کرتا تو خوب تھا۔ اور عبدالواحد بن زید کو کسی نے خبر دی کہ یہان ایک شخص ہی کہ اسنے پچاس برس عبادت
کی ہی وہ اسکے پاس گئے اور پوچھا کہ یار اپنا حال تو کہو محبوب حقیقی پر قانع ہوے ہو کہ نہین اسنے کہا نہین پوچھا کہ اس سے انس ہوا کہ نہین کہا
نہین پھر پوچھا کہ اس سے راضی ہوے ہو کہ نہین اسنے جواب دیا کہ نہین کہا کہ پس تمکو اسکے پاس سے بہرہ صرف نماز روزہ ہی ہے اس نے
کہا کہ ہان انھون نے کہا کہ مجھے تجھسے شرم آتی ہی نہین تو مین کہدیتا کہ تیرا پچاس برس کا معاملہ ابتر ہی یعنی اتنے دنوں تک تیرے دل کا
دروازہ نہ کھلا کہ اس سے بسبب اعمال دلی کے درجات قرب کیطرف ترقی کرتا اتبک طبقات اصحاب یمین مین ہی رہا اسواسطے کہ تجکو
اس سے افزونی اعمال ظاہری ہی مین ہوئی جو عوام کو بھی ہوا کرتی ہی اور ایک جماعت حضرت شبلی رح کے پاس مارستان مین گئی جہان وہ
قید تھے اور اپنے سامنے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے ان لوگون سے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو انھون نے کہا کہ ہم آپ کے دوست
ہین آپ انکی طرف کو ڈھیلے مارنے لگے یہان تک کہ وہ بھاگ گئے پھر آپ نے کہا کہ تمکو کیا ہوا ہی تم میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو اگر
سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو اور شبلی نے ایک شعر کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی ع بادۂ عشق آلہی سے نشہ ہی مجھکو کہین تبلا دو کہ عاشق تو
ہوا اور مست نہوا اور بعض عابدین اہل شام کا قول ہی کہ تم سب کے سب اللہ عزوجل سے اسکی تصدیق کرتے ہوے ملوگے اور غالباً
اسکی تکذیب بھی کی ہوگی اسواسطے کہ تم مین سے اگر کسی کی انگلی سونے کی ہو تو اس سے اشارہ کرنے لگتا ہی اور اگر اس مین کچھ خلل
ہو تو اسکو چھپاتا پھرتا ہی اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ سونا خداے تعالیٰ کے نزدیک برا ہی اور لوگ اس سے ایک دوسرے پر فخر
کرتے ہین اور بلاے آخرت والون کے حق مین زینت ہی اسکو برا جانتے ہین۔ اور روایت ہی کہ بازار مین آگ لگی لوگون نے حضرت سری رح کو
خبر دی کہ بازار جل گیا اور تمہاری دکان نہین جلی انھون نے فرمایا کہ الحمد للہ پھر کہا کہ مین نے الحمد للہ کیسے کہا صرف مین ہی تو بچا ہون اور
مسلمان تو نہین بچے پس تجارت سے توبہ کی اور زندگی بھر دکانداری اسلیے چھوڑ دی کہ صرف اپنے بچنے پر الحمد للہ کہا تھا اس سے توبہ اور استغفار
چاہیے تو توبہ اور استغفار کے لیے کاروبار سے دست بردار ہوے پس ان حکایات کو اگر تامل کرو تو قطعاً جان لو کہ خواہش کے مخالف بات پر رضا
محال نہین بلکہ وہ ایک بڑا مقام اہل دین کے مقامات مین سے ہی اور از انجا کہ محبت خلق مین اور انکے حظوظ مین ویسا ممکن ہی تو محبت الٰہی

؎ [illegible] ۱۲

اور حظوظ اخروی مین بطریق اولی ممکن ہی اور یہ امکان دو طرح سے ہوگا اول تو یہ کہ تکلیف پر رضا بتوقع ثواب کے ہو جیسے فصد اور حجامت و تلخی دوا پر رضا بتوقع شفا کے ہوتی ہی دوسرے یہ کہ رضا اسپر اور کسی حظ کے لیے نہو صرف اس غرض سے ہو کہ یہ امر محبوب کی مراد اور مرضی ہی اور کبھی محبت اس درجے پر بڑھ جاتی ہی کہ عاشق کی مراد معشوق کی مرضی مین چھپ جاتی ہی اس صورت مین سب چیزون سے زیادہ لذیذ اسکے نزدیک محبوب کے دل کی خوشی اور اسکی مرضی کے موافق کام کا ہونا ہوتا ہی گو اسکی جان ہی ہلاک ہونے مین کیون نہو چنانچہ مشہور ہی ع جس زخم مین خوشی ہو تمہاری کہان ہی درد ؛ اور یہ رضا تکلیف کے معلوم ہونے پر بھی ممکن ہی اور کبھی محبت اسطرح غالب آتی ہے کہ ادراک درد سے بیہوش کر دیتی ہی قیاس اور تجربہ سے ایسی محبت اور اس حالت کا وجود ثابت ہی پس جو شخص کہ یہ کیفیت اپنے نفس مین نہ پاوے اسکو اسکا انکار کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اسکو تو یہ کیفیت اسوجہ سے نہین ہی کہ اسمین اسکا سبب یعنے فرط محبت موجود نہین اور جو شخص کہ محبت کے ذائقے سے آگاہ نہین وہ محبت کے عجائب کو کیا جانے جتنی باتین ہم لکھ چکے ہین عاشقون پر اس سے بھی بڑی بڑی عجیب باتین ہوا کرتی ہین چنانچہ عمرو بن حارث رافقی کہتے ہین کہ موضع رقہ مین مین اپنے ایک دوست کے پاس ایک مجلس مین تھا اور ہمارے ساتھ ایک جوان تھا کہ ایک گانیوالی عورت پر عاشق تھا اور وہ بھی اس مجلس مین تھی اسنے باجا بجایا اور اسی مضمون کا گیت گایا ۵ ذلت عشق کی پہچان ہی عاشق کو ؛ کہ خاص حبیب اپنے لیے کوئی نہ پاوے تدبیر ؛ اس جوان نے کہا کہ کیا خوب تو نے گایا اب کیا مجھکو تو اجازت مرنے کی دیتی ہی اسنے کہا کہ اگر راست باز ہے تو مر جا راوی کہتا ہی کہ اسنے اپنا سر تکیے پر رکھا اور منھ اور آنکھین بند کر لین ہمنے جو اسکو ہلایا تو مردہ پایا- اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لڑکے کی آستین پکڑے اس سے عاجزی کی باتین کر رہا تھا اور اپنے آپ کو اسکا عاشق بناتا تھا اس لڑکے نے اسکی طرف دیکھکر کہا کہ تیرا یہ جھوٹ کبتک رہیگا اسنے کہا کہ مین جھوٹا نہین ہون خدا جانتا ہی کہ جو کچھ مین کہتا ہون اسمین سچا ہون یہانتک کہ اگر تو کہے کہ مرجا تو مین مر جاؤن لڑکے نے کہا کہ اگر تو سچا ہی تو مر جا اس شخص نے علحدہ ہو کر اپنی آنکھین بند کر لین پھر جو لوگون نے دیکھا تو مرا پایا اور سمنون محب کہتے ہین کہ ہمارے ہمسایہ مین ایک شخص رہتا تھا اسکے پاس ایک لونڈی تھی جس سے اسکو کمال ہی محبت تھی اتفاقاً وہ بیمار پڑی ایک روز وہ شخص اسکے لیے خرما اور پنیر کا گھی مین حلوا بناتا تھا جسوقت وہ چمچہ پھیرتا تھا اس لونڈی نے کرب مرض مین آہ کہا اس شخص نے جو یہ آواز سنی اسکے ہوش جاتے رہے اور چمچہ ہاتھ سے گر پڑا اور اضطراب مین انگلیون ہی سے ہانڈی چلانے لگا یہانتک کہ انگلیان اسکی سب جل کر گر گئین اس لونڈی نے پوچھا کہ یہ کیا ہی اسنے کہا کہ یہ تیری آہ کی تاثیر ہی- اور محمد بن عبد اللہ بغدادی کہتے ہین کہ مین نے بصرہ مین ایک جوان کو اونچی چھت پر چڑھے دیکھا کہ جھانک کر لوگون سے ایک شعر اس مضمون کا کہتا تھا شعر مرنا ہو جسے عشق مین یون جی سے گذر جائے ؛ بے موت نہین عشق مین کچھ خیر تو مر جاے ؛ پھر اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور مر گیا پس اس جیسے امور مخلوق کی محبت مین جب ہو سکتے ہون تو خالق کی محبت مین ہونے تو بطریق اولی ہین اسواسطے کہ باطن کی بصیرت بہ نسبت چشم ظاہر کے راست تر ہی اور حضرت ربوبیت کا جمال ہر ایک جمال سے کامل تر ہی بلکہ عالم مین جتنا جمال ہی وہ اسی جمال کی خوبیون مین سے ایک خوبی ہی ہان جسکی آنکھ نہین ہوتی وہ صورتون کی خوبی کا انکار کیا کرتا ہی اور جو بہرا ہوتا ہی وہ لذت نغمات موزون کا منکر ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ جسکے دل نہوگا وہ بیشک ان لذتون کا منکر ہوگا جنکو بدون دل کے سمجھ ہی نہین سکتے

تیسرا بیان اسباب مین کہ دعا کرنی مخالف رضا کے نہین- واضح ہو کہ دعا کے باعث دعا مانگنے والا مقام

رضا سے خارج نہیں ہوتا اسیطرح گناہوں کو برا جاننا اور مجرموں سے خفا رہنا اور اسباب گناہوں کو برا سمجھنا اور انکے دور کرنے میں امر معروف
اور نہی منکر بجالانا بھی مخالف رضا کے نہیں اور اسباب میں بعض ناحق والوں کو غلطی ہوئی ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ اور بدکاری اور کفر اللہ
تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہیں تو اسپے رضا چاہیے یہ لوگ تاویل سے ناواقف اور اسرار شرع سے غافل ہیں دعا کو خدائے تعالیٰ نے ہمارے
لیے عبادت ہی کر دیا ہے چنانچہ کثرت سے دعا مانگنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اور انبیا علیہم السلام کا اسبات پر ثبوت کافی ہے جیسا کہ ہم نے
باب الدعا میں لکھا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مقامات رضا سے اعلیٰ مقام پر پہنچے اگر دعا خلاف رضا ہوتی تو کثرت سے آپ کیوں دعا
مانگتے اور خداوند کریم اپنے بعض بندوں کی تعریف یوں فرماتا ہے کہ یدعوننا رغبا و رھبا اور گناہ ہونیکا انکار اور انکو برا جاننا اور انپر راضی نہونا بھی خدائے تعالیٰ نے
اپنے بندوں کے لیے موجب عبادت بتایا ہے اور انپر راضی ہونے کی مذمت ارشاد کی ہے جیسے کہ فرمایا و رضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا اور فرمایا
ورضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع اللہ علی قلوبہم اور ایک حدیث مشہور میں ہے کہ من شہد منکرا فرضی بہ فکانہ قد فعلہ اور ایک حدیث میں ہے
الدال علی الشر کفاعلہ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آدمی بری بات سے غائب اور علیحدہ رہتا ہے اور اسپر اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا مجرم کو
ہوتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہے آپ نے فرمایا کہ یہ اسطرح ہے کہ وہ بری بات میں شریک تو نہوا مگر جب اسکو خبر پہونچی تو اسپر راضی ہوا اور
ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بندہ مشرق میں مارا جاوے اور دوسرا شخص مغرب میں اسکے قتل سے راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اسکے قتل میں شریک ہوگا
اور خدائے تعالیٰ نے خیرات میں اور شر سے بچنے میں رغبت اور غبطہ کرنے کو ارشاد فرمایا ہے جیسے کہ ارشاد ہے وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لا حسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ حکمۃ فہو یبثہا فی الناس و یعلمہا و رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ہلکتہ فی الحق اور ایک
روایت میں یہ ہے کہ و رجل اتاہ اللہ القرآن فہو یقوم بہ اناء اللیل والنہار فیقول الرجل لو اتانی اللہ مثل ما اتی ہذا لفعلت مثل ما یفعل اور کافروں اور فاجروں سے
بغض رکھنے اور انپر انکار کرنے میں قرآن و حدیث کے دلائل بیشمار ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین
اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء اور فرمایا وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے ہر مومن سے عہد لیا ہے کہ ہر منافق سے بغض رکھے اور ہر منافق سے عہد لیا ہے کہ ہر ایک ایماندار سے بغض رکھے اور فرمایا کہ المرء مع من
احب اور فرمایا من احب قوما و والاہم حشر معہم یوم القیامۃ اور فرمایا اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور اسکے دلائل بہت ہیں
ہمنے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ذکر میں باب آداب صحبت اور باب امر معروف اور نہی منکر میں انکو لکھا ہے دوبارہ یہاں نہیں لکھتے اب
اگر کوئی یہ کہے کہ آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا چاہیے پس اگر معاصی بدون قضاء اللہ کے ہیں تو یہ محال ہے اور

اس سے توحید مین خلل ہوتا ہی اور اگر قضاء اللہ سے ہین تو انکا برا جاننا اور انپر خفا ہونا قضاء اللہ کا برا جاننا ہی پس طریق ان ضدین کے جمع کرنیکا کیا
ہو رضا اور کراہت ایک ہی چیز مین کیسے جمع ہوسکتی ہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین جو لوگ ضعیف اور اسرار علوم سے کم واقف ہین انپر یہ امر
مشتبہ ہو جاتا ہی چنانچہ بعض لوگون کو جو شبہہ پڑا تو منکرات پر سکوت کرنیکو رضا کا مقام سمجھ گئے اور اسکا نام حسن خلق رکھ لیا حالانکہ یہ محض
جہالت ہی اصل یہ ہی کہ رضا اور کراہت جب ایک چیز پر ایک ہی جہت سے ایک طرح پر وارد ہون تو البتہ ایک دوسرے کی ضد ہین لیکن اگر کراہت اور
ایک جہت سے ہو اور رضا اور جہت سے تب کیا ضد ہی مثلاً اگر کوئی تمہارا دشمن مرجاوے کہ وہ تمہارے کسی دشمن کا بھی دشمن جانی ہو اور اس کے
ہلاک مین ساعی رہتا ہو تو ظاہر ہی کہ تمکو اسکا مرنا اسوجہ سے تو برا معلوم ہوگا کہ وہ تمہارے دشمن کی فکر مین رہا کرتا تھا اور اسوجہ سے اچھا معلوم ہوگا
کہ تمہارا ایک دشمن کم ہوگیا اسیطرح معصیت کے بھی دو رخ ہین ایک اللہ کیطرف کہ اسکے فعل اور اختیار اور ارادہ سے ہوے اسوجہ سے تو معصیت
پر رضا چاہیے کہ جسکی چیز ہی وہ اپنی چیز مین جو چاہے سو کرے اور ایک رخ بندے کیطرف ہی کہ اسکے کسب سے حاصل ہوکے اور اسکی صفت کہلاتی ہی اور
اسکے لیے علامت ہی کہ خدا کے نزدیک مبغوض اور بغیض ہوگیا اسوجہ سے کہ اسنے بندے پر اسباب دوری و خفگی کے مسلط کر دیے پس اس
نظر سے معصیت مذموم ہی اور چونکہ یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہین آنے کی اسواسطے اسکی مثال کہتے ہین ہم ایک معشوق مخلوق مین سے
فرض کرتے ہین کہ اسنے اپنے عاشقون کے سامنے یہ بات کہی کہ ہمارا ارادہ ہی کہ اپنے دوستدارون اور بغض والون مین تمیز کرین اور اسکے
لیے ایک سچی آزمایش مقرر کرین یعنے اول فلان عاشق کیطرف قصد کرین اور اسکو اتنا ستاوین اور مارین کہ وہ ہمکو گالیان دینے پر مضطر ہو جاوے پس جب
وہ گالیان دینے لگیگا تو ہم اس سے بغض کرینگے اور اسکو اپنا دشمن جانینگے پھر جسکو وہ محبوب جانیگا ہمکو معلوم ہوجاویگا کہ وہ ہمارا دشمن ہی اور ہم سے
وہ بغض رکھیگا اسکی محبت اور صدق کا حال معلوم ہوجاویگا پھر اسنے جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا اور اسکی مراد بھی پوری ہوئی یعنے جب ایذا دی یا ستایا
اسنے گالیان دین جو بغض کا سبب تھین اور بغض بھی ہوگیا جو عداوت کا باعث ہی اس صورت مین جو شخص اسکا عاشق صادق اور شروط محبت سے
واقف ہی اسکو چاہیے کہ معشوق سے یون کہے کہ جان من تمنے جو تدبیر اس شخص کے ایذا کی اور مارنے کی اور نکالنے کی اور بغض و عداوت پیدا کرنے
کی کی ہی سب تجکو پسند ہی اور مین اس سے راضی ہون کیونکہ وہ تیری تجویز و تدبیر و فعل و ارادہ ہی مگر اس شخص نے جو تجکو گالی دی تو اسکی طرف
سے زیادتی ہی کیونکہ اسکو شایان تھا کہ صبر کرتا اور گالی ندیتا اگرچہ تیری مراد اسکی ضرب سے یہی تھی کہ کسیطرح گالی منہ سے نکالے جو سبب غصہ
کا ہو تو یہ فعل اس جہت سے کہ تیری مراد و تدبیر کے موافق ہوا مین اسپر راضی ہون اگر تیری مراد حاصل نہوتی تو تیری تدبیر مین نقصان اور مطلوب
مین تاخیر ہوتی یہ بات مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی کہ تیری مراد تجکو نملے لیکن اس نظر سے کہ یہ فعل اس شخص کا وصف اور کسب ہی اور اسکی زیادتی
اور گستاخی ہی کہ ایسے خوبصورت کا مقابلہ کیا بلکہ مقتضا تیرے جمال کا یہ تھا کہ مار کو برداشت کرتا اور گالی ندیتا تو البتہ اسکی زیادتی کو مین برا جانتا ہون
اور تو جو اسکو گالیون کے باعث دشمن جانتا ہی تو مین اسپر راضی اور اسکو پسند کرتا ہون کیونکہ تیری مراد ہی اور تیری موافقت کے باعث مین اس سے
بغض بھی رکھتا ہون اسلیے کہ شرط محبت یہ ہی کہ محبوب کے حبیب کا دوستدار اور اسکے دشمن کا دشمن ہو اور وہ جو تجھسے بغض رکھتا ہی تو اسوجہ سے
کہ تونے اسپر دواعی بغض مسلط کیے اور اپنے نفس سے دور کرنیکا ارادہ کیا مین اسپر راضی ہون مگر اسوجہ سے کہ وہ بغض اس شخص کا وصف اور کسب اور فعل ہی
اسکو برا جانتا ہون غرضکہ ان امور مین سے ہر ایک چیز کو معشوق کیطرف منسوب کرنیسے اچھا جانتا ہی اور مجرم کیطرف نسبت کرنیسے برا اور ناقص

اسمین ہو کہ یون کہے کہ راضی بھی اسی نظر سے ہون کہ تیری مراد ہو اور برا بھی اسی نظر سے جانتا ہون کہ تیرا مقصود ہو اور جب اسکو اس نظر سے
مکروہ جانا کہ وہ دوسرے کا کسب اور وصف اور فعل ہو نہ معشوق کی مراد ہونے کی جہت سے تو اسمین کسیطرح کی خرابی نہین اور ایسا ہو سکتا ہو کہ آدمی
ایک چیز کو ایک وجہ سے برا جانے اور دوسری وجہ سے اس سے راضی ہو اسکی نظیرین بیشمار ہین پس اب مطلب اصلی پر رجوع کرنا چاہیے کہ جب خدا تعالیٰ
نے بندے پر لوازم شہوات کے مسلط کر دیے یہانتک کہ وہ معصیت سے محبت کرنے لگا اور محبت کے مارے مرتکب معصیت ہوا تو یہ ایسا ہی ہو جیسا
مثال مذکورہ بالا مین معشوق نے اپنے عاشق کو اتنا مارا کہ مار کے باعث اسکو غصہ آیا اور غصہ کے باعث گالیان دین اور خدا تعالیٰ جو اپنی نافرمانی کرنے
والے سے خفا ہوتا ہو تو گو اسکی خطا خدا تعالیٰ کی ہی تدبیر سے ہوتی ہو مگر وہ ایسی ہو جیسے معشوق اپنے گالی دینے والے سے بغض کرے
ہرچند گالیان اسنے معشوق کی تدبیر سے دی تھین نہ وہ ایسے اسباب اختیار کرتا نہ وہ بیچارہ گالیان دیتا اور اللہ تعالیٰ جو ہر ایک اپنے بندے کے
ساتھ یہی کرتا ہو یعنی دواعی معصیت کو اسپر مسلط کر دیتا ہو اس سے صاف ظاہر ہو کہ اسکی مشیت اس بندے کے دور کرنے اور اسپر خفگی
کرنے کے لیے پہلے ہو چکی ہو پس جو بندہ کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو اسپر واجب ہو کہ جس سے خدا تعالیٰ بغض رکھے اس سے وہ بھی بغض رکھے
اور جسپر وہ غصہ ہو اسپر وہ بھی غصہ ہو اور جسکو وہ اپنی درگاہ سے دور کر دے اس سے وہ بندۂ محب بھی عداوت کرے گو وہ مجرم خدا تعالیٰ
کی قدرت اور قہر سے مخالف اور دشمن زبردستی ہوا ہو لیکن پھر بھی ملعون اور مردود درگاہ تو ہو اسواسطے جتنے اس جناب عالی کے محب ہین انکی نظر مین
اسکا مبغوض اور ممقوت ہونا ضرور ہو تاکہ محبوب کی موافقت پائی جاوے کہ جبپر اسنے اپنا غضب ظاہر کیا اور درگاہ سے دور کر دیا اسپر عاشق بھی
اپنا غضب ظاہر کرے اور اس تقریر سے جتنی روایتین کہ اخبار کی ہین انمین بغض فی اللہ اور حب فی اللہ اور کافرون پر سختی کرنی اور انسے کڑا رہنا اور ناراضی
کے باب مین تاکید کا ذکر ہو باوجودیکہ قضاء اللہ پر راضی رہنے کے درست ہو جاتے ہین یعنی انمین رضا سے یہی مقصود ہو کہ رضا اس اعتبار سے کہ وہ
افعال منسوب خدا تعالیٰ کیطرف ہین اور یہ سب باتین استمداد تقدیر کے معاملے سے چاہتی ہین جسکے افشا کی اجازت نہین اور وہ یہ ہو کہ خیر و شر دونون
داخل مشیت اور ارادہ ہین مگر شر مراد اور مکروہ ہو اور خیر مطلوب اور مرضی یعنی پسندیدہ پس جو شخص یہ کہے کہ شر خدا تعالیٰ کیطرف سے نہین وہ جاہل ہے
اسیطرح جو یہ کہے کہ خیر و شر دونون خدا تعالیٰ کیطرف سے ہین اور انمین کچھ فرق رضا اور کراہیت کا نہین وہ بھی قصور وار ہو اور اسکو مفصل شرح وار بیان
کرنے کی اجازت نہین لہذا اس سے سکوت اولیٰ ہو اور یہی مناسب ہے کہ جسطرح شریعت حکم دے وہی طریق اختیار کرنا چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین کہ القدر سر اللہ فلا تفشوہ[۸] اس سے معلوم ہوا کہ یہ علم علم مکاشفہ سے متعلق ہو اور یہان ہمکو مقصود یہ تھا کہ بیان کرین کہ قضاء اللہ پر
راضی ہونا اور گناہون کو برا سمجھنا باوجودیکہ وہ بھی قضاء اللہ ہی سے ہین ایک ساتھ ممکن ہو اور چنانچہ اسکا بیان بخوبی کر دیا اور ظاہر ہوا کہ رضا اور کراہت
کا جمع ہونا ممکن ہو سر تقدیر کے افشا کی بھی ضرورت نہوئی اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہون سے بچنے اور انکی مغفرت اور عفو کے لیے دعا
مانگنی یا اور اسباب جو دین پر معین ہون انکی درخواست کرنی قضاء اللہ پر رضا کے خلاف نہین اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دعا کو بندونکے لیے عبادت
مقرر فرمایا ہو تو اسلیے ہو کہ دعا کے باعث انسے ذکر صاف نکلے اور دلمین مسکنت پیدا ہو اور رقت اور تضرع آوے جسکے باعث دلکی جلا ہو اور
موجب کشف اور سبب پے درپے ہونے لطف کی افزونیون کا ہو جیسے آبخورے کا اٹھانا اور پانی پینا خلاف قضاء اللہ کے خلاف نہین اسلیے کہ پانی کا
ڈھونڈھنا اور پینا پیاس دور کرنے کے لیے خواہ دوسرے سبب کا مباشر ہونا جسکو مسبب الاسباب نے کسی دوسری چیز کے لیے بنایا ہو رضا کے

[۸] تقدیر اللہ تعالیٰ کا بھید ہے تو اسکو افشا مت کرو ۱۲ الحدیث ابو نعیم نے حلیہ میں روایت ابن عمرؓ بسند ضعیف ۱۲

خلاف نہین اسیطرح دعا بھی ایک سبب ہی جسکو خداے تعالی نے مفتاح اور موجب جلاے قلب وغیرہ کا بنایا ہی اور اسکے لیے امر فرمایا پس دعا کرنا
کیسے رضا کے خلاف ہوگا اور ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ اسباب پر موافق عادت الہی کے تمسک کرنا مخالف توکل کے نہین چنانچہ اسکا بیان بشرح
باب التوکل مین لکھ چکے ہین اسی طرح رضا کے بھی مخالف نہین کیونکہ رضا ایک مقام متصل توکل کے ہی ہان مصیبت کا ظاہر کرنا شکایت کے طور پر
اور دل مین اسکو خداے تعالی کیطرف سے برا جاننا رضا کے خلاف ہی مگر بلا کا ظاہر کرنا شکر کے طور پر اور قدرت الہی کے منکشف ہونے کے طور پر خلاف
نہین بعض اکابر فرماتے ہین کہ قضاء اللہ رضا کی خوبی مین داخل ہی کہ شکایت کے طور پر گرمیون مین یون نہ کہے کہ یہ دن بہت گرم ہی مگر جاڑون مین کہنا
داخل شکر ہی اور شکایت بہر حال رضا کے خلاف ہی۔ غذا کو برا کہنا اور عیب نکالنا بھی رضا کے خلاف ہی کہ مذمت کسی چیز کی مذمت اسکے بنانیوالے کی
ہوتی ہی اور ظاہر ہی کہ سب چیزین اسی کی بنائی ہوئی ہین اور اگر کوئی یون کہے کہ فقیری بلا و محنت ہی اور عیال رنج و مشقت اور پیشہ وری اندوہ و کلفت
تو یہ قول بھی رضا مین خلل انداز ہی بلکہ چاہیے کہ تدبیر و مملکت کو مدبر اور مالک کے سپرد کر دے اور وہ قول کہے جو حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مین نہین پروا
کرتا خواہ فقیر ہو جاؤن یا تونگر اسواسطے کہ مین نہین جانتا کہ ان دونون مین سے میرے حق مین کون شے بہتر ہی جو کچھ بیان ہوا ان اسباب میں ہین کہ ان
شہرون سے بھاگنا جہان گناہون کا ظہور ہو اور گناہون کی مذمت کرنی رضا مین خلل انداز نہین واضح ہو کہ کم فہم آدمی کبھی یہ خیال کرتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو طاعون والے شہر سے نکلنے کو منع فرمایا ہی تو آپکا منع فرمانا اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ جس شہر مین گناہ ظاہر ہوتے ہون وہان سے
بھی نکلنا نہ چاہیے اسواسطے کہ دونون صورت مین قضاء اللہ سے بھاگنا لازم آتا ہی اور یہ بات نہین ہی بلکہ نہی کی علت بعد ظہور طاعون یہ ہی کہ اگر یہ
باب مفتوح ہو تو تندرست لوگ تو شہر سے چلے جاوین اور بیمار آدمی رہ جاوین کوئی انکا خبرگیران نہو لاغری اور مرض [illegible] تباہ ہو جاوین اور اسلیے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو مشابہت صف قتال سے بھاگنے کے ساتھ دی تھی اور اگر یہ بھی اسی جہت سے ہوتی کہ قضا سے بھاگنے کیطرح ہی تو جو شخص
شہر وبا کے قریب پہونچ جاتا ہی اسکو وہانسے پھر جانیکی کیون اجازت دیتے اور اسکا حال ہمنے باب توکل مین لکھا ہی اور [illegible] علت نہی کی معلوم ہو گئی تو
ظاہر ہوا کہ جن شہرون مین ظہور گناہون کا ہو وہانسے بھاگنا قضا سے بھاگنے مین داخل نہین بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضرور ہی اسی سے بھاگنا بھی داخل حکم الہی ہی
اسیطرح ان مواضع کی مذمت جو گناہون پر برانگیختہ کرین اور ان اسباب کی برائی جو موجب معصیت ہون لوگونکے [illegible] اسواسطے بیان کرنی [illegible]
سلف کے صلحا اکثر اسبات کے عادی رہے ہین یہانتک کہ ایک جماعت نے بغداد کی برائی پر اتفاق کیا تھا اور [illegible] ظاہر کرتے تھے اور [illegible] کی
تلاش مین رہتے تھے چنانچہ حضرت ابن مبارکؒ فرماتے تھے کہ مین مشرق اور مغرب مین پھرا کوئی شہر بغداد سے زیادہ برا نہین دیکھا لوگون نے پوچھا کہ وہ شہر
کیسا ہی آپنے فرمایا کہ اسمین خداے تعالی کی نعمت کی حقارت ہوتی ہی اور اسکی نافرمانی کو ادنی بات سمجھتے ہین اور جب آپ خراسان مین تشریف لائے لوگون نے بغداد کا
حال آپسے پوچھا آپنے فرمایا کہ مین نے اسمین صرف تین قسم کے لوگ دیکھے یا سپاہی غضبناک یا سوداگر حسرت زدہ یا قاری حیرت زدہ اور یہ گمان نکرنا چاہیے
کہ یہ قول انکا غیبت تھا اسلیے کہ آپ نے کسی شخص معین کا تو نام لیا ہی نہین کہ اسکو اس سے ضرر ہو نہ کسی بغدادی کو ہدف بنایا بلکہ آپکا قصد اس بیان سے
لوگون کا ڈرانا تھا اور جب آپ مکہ کو تشریف لیجاتے تو بغداد مین اسقدر ٹھہرتے کہ قافلہ سولہ روز مین تیار ہو جاتا آپ سولہ روز کے ٹھہرنے کی عوض مین
سولہ دینار خیرات کر دیتے دن پیچھے ایک دینار پڑ جاتا۔ اور بعض لوگ عراق کو برا کہتے تھے مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ
عراق کو برا کہا کرتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام سے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہی اسنے عرض کیا کہ عراق مین آپنے فرمایا کہ تو وہان کیا

کا ہو مین نے یون سنا ہے کہ جو شخص عراق مین رہتا ہے اسکے پیچھے اللہ تعالیٰ کوئی بلا لگا دیتا ہے اور حضرت کعب احبار نے ایک روز عراق کا ذکر فرمایا تو کہا کہ
اسمین دس حصو نمین سے نو حصہ برائی ہے اور اسمین درد لاعلاج ہے اور یہ بھی کسی بزرگ کا قول ہے کہ خیر کے دس حصہ ہوے اسمین سے نو حصہ شام مین
ہین اور ایک حصہ عراق مین اور شر کے دس حصو نمین سے نو حصے عراق مین ہین اور ایک حصہ شام مین اور بعض محدثین کہتے ہین کہ ہم ایک روز فضیل بن
عیاض رح کی خدمت مین تھے اتنے مین ایک صوفی کملیا پہنے آیا آپ نے اسکو اپنے برابر بٹھلایا اور اسکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تمھارا مکان کہان ہے
اسنے کہا بغداد مین آپ نے اس سے منھ پھیر لیا اور فرمایا کہ ہمارے پاس لوگ لباس تو راہبونکا سا پہنکر آتے ہین اور جب ہم انسے پوچھتے
ہین کہ کہان رہتے ہو تو کہتے ہین کہ ظالمونکے گھونسلے مین رہتے ہین۔ اور حضرت بشر بن الحارث فرمایا کرتے تھے کہ بغداد مین جو عابد ہوا چاہیے وہ
ایسا ہے کہ پاخانے مین عابد بنے۔ اور فرماتے کہ مین جو یہان مقیم ہون میری اقتدا یہان کے رہنے مین مت کرو جسکا دل باہر جانے کو ہو چلا جاوے
اور حضرت احمد بن حنبل رح فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان بال بچون کا تعلق ہمسے نہوتا تو ہم تو اس شہر مین نہ رہتے لوگون نے پوچھا کہ پھر کہان رہتے آپ نے
فرمایا کہ پہاڑ کی گھاٹیون مین جا رہتے اور کسی بزرگ سے جو حال بغداد کے باشندونکا پوچھا تو انھون نے فرمایا کہ وہان کا زاہد پکا زاہد ہے اور شریر بھی پکا
شریر ہے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے شہر مین پھنس جاوے جہان معاصی کی کثرت اور خیر کی قلت ہو تو اسکو وہان ٹھہرنے کا
کچھ عذر نچاہیے بلکہ وہانسے ہجرت کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا لیکن اگر ہجرت کا مانع اسکو عیال وغیرہ
ہو تو وہان کے رہنے پر راضی نہونا چاہیے نہ اطمینان قلبی اسجگہ کیطرف کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ برداشتہ خاطر ہو کر یہ دعا مانگتا رہے ربنا اخرجنا من ہذہ
القریۃ الظالم اہلہا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ظلم جب کثرت سے ہوتا ہے تو مصیبت آتی ہے اور سب کو تباہ کر دیتی ہے گیہون کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے مطیع
لوگ بھی مارے پڑتے ہین اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ غرضکہ کسی چیز مین اسباب نقص دین سے رضا مطلق نہین
مگر صرف اس جہت سے کہ وہ منسوب بفعل الٰہی کے ہے اور خود انسے رضا کی کسی حال مین کوئی وجہ نہین اور اگر تین شخص تین مقام کے ہین یعنی ایک
تو اس درجے کا ہو کہ موت کو شوق و دیدار الٰہی کے واسطے محبوب جانتا ہو اور دوسرا زندگی کو اپنے مولیٰ کی خدمت کیلیے اچھا سمجھتا ہو اور تیسرا کہتا ہو کہ
مین پسند نہین کرتا جو کچھ خدا تعالیٰ میرے حق مین پسند کرے مین اسی پر راضی ہون تو علما کو اختلاف ہے کہ ان تینون شخصون مین سے افضل کونسا ہے اور
یہ مسئلہ کسی عارف سے جو پوچھا گیا تو انھون نے فرمایا کہ صاحب الرضا افضل ہے اسلیے کہ ان سب مین سے فضول مین کمتر وہی ہے اور ایک روز وہیب
بن الورد اور سفیان ثوری اور یوسف بن سباط اکٹھے ہوے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ آج سے پہلے مجکو اچانک موت بری معلوم ہوتی تھی
مگر آج مین چاہتا ہون کہ مرجاؤن حضرت یوسف بن سباط نے انسے سبب پوچھا آپنے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ مین فتنے سے ڈرتا ہون انھون نے کہا کہ مجھے تو
زیادہ جینا برا نہین معلوم ہوتا حضرت سفیان رح نے پوچھا کہ کیون انھون نے فرمایا کہ اس توقع سے کہ شاید کوئی روز ایسا ملجاوے جسمین مجکو توبہ نصیب ہو
اور کوئی نیک عمل کرون پھر حضرت وہیب رح سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہین انھون نے فرمایا کہ مین تو کچھ پسند نہین کرتا جو کچھ اللہ جل شانہ کو محبوب ہے
وہی مجکو محبوب ہے خواہ زندہ رکھے یا وفات دے حضرت سفیان ثوری رح نے انکی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ بخدا یہ روحانی ہے پانچوان بیان عاشقون
کی کچھ حکایات اور انکے اقوال و مکاشفات کے ذکر مین بعض عارفین سے کسی نے پوچھا کہ تم محب ہو انھون نے کہا کہ مین محب نہین ہون بلکہ محبوب ہون
محب تو مشقت زدہ ہوتا ہے اور انھین سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہین کہ تم سات مین سے ایک ہو انھون نے کہا کہ مین پورا سات ہون اور یہ بزرگ

فرمایا کرتے کہ جب تم نے مجکو دیکھ لیا تو چالیس ابدال کو دیکھ لیا لوگون نے کہا کہ آپ تو ایک ہی ہین یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ ایک کا دیکھنا چالیس کے دیکھنے
کے برابر ہو انھون نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ مین نے چالیس ابدال کو دیکھا ہی اور ہر ایک ابدال سے ایک خلق یا انکے اخلاق مین سے حاصل کیا ہی اور ایسے
کسی نے سوال کیا کہ ہمنے سنا ہی کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے ہین آپنے تبسم کیا اور کہا کہ جو شخص خضر کو دیکھے اس سے تعجب کیا ہی بلکہ تعجب ایسے
شخص سے ہی کہ خضر اسکو دیکھنا چاہین اور وہ چھپ جاوے اور حضرت خضر سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ جب کبھی کسی دن میرے دل مین یہ خطرہ ہوا ہی کہ
اب کوئی اللہ کا ولی ایسا نہین رہا جسکو مین نجانتا ہون اسی روز مجکو ایسا ولی ملا ہی کہ پہلے سے مین اسکو نجانتا تھا اور حضرت ابو یزید بسطامی سے ایک بار کسی نے
عرض کیا کہ اللہ تعالی کا مشاہدہ جو آپکو ہوتا ہی اسکا حال ہمسے ارشاد فرمائیے آپنے چیخ ماری اور فرمایا کہ تمہاری شان کے شایان نہین کہ تم اسکو جانو لوگون نے
عرض کیا کہ خداے تعالی کے باب مین جو سخت سے سخت مجاہدہ آپ نے اپنے نفس پر کیا ہو وہ کہہ دیجئے آپ نے فرمایا کہ تمکو اس سے واقف کرنا بھی
جائز نہین انھون نے عرض کیا کہ تو شروع طریقت مین جو کچھ اپنے نفس کی ریاضت آپ کیا کرتے تھے وہی فرمائیے آپنے فرمایا کہ ہان اسطرح سے
کہ مین نے اپنے نفس کو خداے تعالی کیطرف بلایا اسنے سرکشی کی مین نے اسکو قسم دیدی کہ ایک برس نہ پانی پیونگا نہ خواب کا ذائقہ چکھونگا پس نفس نے
اسکو پورا کر دیا۔ اور یحیی بن معاذ روایت کرتے ہین کہ مین نے ابو یزید کو نماز عشا کے بعد انکے بعض مشاہدات مین دیکھا کہ صبح صادق تک اس
صورت سے بیٹھے ہین کہ گھٹنے زمین پر رکھے پنجون کے بل تلوے اور ایڑیان زمین سے اٹھائے ٹھوڑی کو سینہ سے لگائے دونون آنکھین کھلی ہوئی
ورانہ جھپکتی تھین جب صبح قریب ہوئی تو آپ نے ایک بڑا سجدہ کیا اور پھر بیٹھے اور جناب باری مین عرض کیا کہ الہی کچھ لوگون نے تجھسے مانگا اور تونے انکو پانی
پر اور ہوا مین چلنا عنایت فرمایا وہ لوگ اسی پر راضی ہوگئے اور مین تجھ سے ان امور سے پناہ مانگتا ہون اور بعض لوگون نے تجھسے درخواست کی تو تونے
انکو زمین کا طے کرنا مرحمت کیا اور وہ اسپر راضی ہوے اور مین اس سے تجھسے پناہ مانگتا ہون اور ایک قوم نے تجھسے سوال کیا تو تونے انکو زمین کے
خزانے دیدیے اور وہ خوش ہوگئے مگر مین تجھسے انسے بھی پناہ مانگتا ہون یہانتک کہ کچھ اوپر بیس مقام کرامات اولیا کے آپنے اپنی دعا مین شمار کیے پھر
جو میری طرف التفات فرمایا اور دیکھا تو فرمایا کہ یحیی ہی مین نے عرض کیا کہ خادم حاضر ہی ارشاد فرمایا کہ تو یہان کب سے ہی مین نے عرض کیا کہ تھوڑی دیر سے حاضر
ہون آپ چپ ہو رہے مین نے عرض کیا کہ مجھسے کچھ حال بیان فرمائیے آپنے فرمایا کہ جو تیرے حال کے مناسب ہی وہ کہتا ہون وہ یہ ہی کہ خداے تعالی
نے مجکو فلک اسفل مین داخل کیا اور ملکوت سفلی مین مجکو پھرایا اور زمینون اور تحت الثری کی سیر کرائی پھر فلک علوی مین داخل کیا اور آسمانون مین
مجکو پھرایا اور جنت سے لیکر عرش تک جو چیز آسمانون مین تھین سب مجکو دکھائین پھر مجکو اپنے سامنے کھڑا کر کے ارشاد فرمایا جو سی چیزین تونے دیکھین ہین
سے جو مانگیگا مین تجکو دیدونگا مین نے عرض کیا کہ خداوندا مین نے کوئی چیز ایسی نہین دیکھی جسکو مین اچھا جانتا ہون اور تجھسے اسکو مانگون فرمایا
کہ تو میرا بندہ سچا ہی تو ٹھیک میرے ہی واسطے میری عبادت کرتا ہی مین تیرے ساتھ یہ کرونگا اور یہ کرونگا بہت سی باتین فرمائین یحیی بن معاذ رحمہ
کہتے ہین کہ مجکو اسبات سے ہول آئی اور اس سے بھر گیا اور تعجب کیا اور عرض کیا کہ حضور آپ نے خداے تعالی سے اسکی معرفت کا سوال کیون نکیا
تو اس شہنشاہ کا حکم تھا کہ مانگ کیا مانگتا ہی حضرت ابو یزید نے مجپر ایک چیخ ماری اور فرمایا چپ رہ مجکو اپنے نفس سے خداے تعالی پر غیرت آئی کہ اسکے سوا اور کوئی اسکو
نہ پہچانے اسکی معرفت غیر کو مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی ہیچ ہی شعر با سایہ ترا نمی پسندم ؛ عشق است و ہزار بدگمانی ؛ اور روایت ہی کہ ابو تراب نخشبی رحمہ
کسی مرید پر نازان تھے اسکو اپنے پاس جگہ دیتے اور اسکی خدمت کرتے اور وہ عبادت مین مشغول رہتا ایک روز اسکو ابو تراب نے فرمایا کہ ابو یزید بسطامی کی

مذمت کرے اسنے کہا کہ مجکو انکی حاجت نہین جب انھون نے بہت اصرار کیا تو مرید کو ایک جوش آگیا اور کہا کہ مین ابو یزید کو کیا کرونگا مین نے خدائے تعم کو
دیکھا ہے اسنے مجکو ابو یزید کے دیکھنے سے بے پروا کر دیا ابو تراب کہتے ہین کہ جب تو میری طبیعت بھی بگڑ گئی اور نفس قابو مین نرہا اور بول اٹھا کہ خدائے تعم
کے دیکھنے پر مغرور ہوتا ہے اگر ابو یزید کو ایکبار دیکھے گا تو خدائے تعم کو ستر بار دیکھنے سے تیرے حق مین زیادہ مفید ہوگا وہ مرید بہت حیران ہوا اسنے کہا کہ یہ کیسے
ہو سکتا ہے ابو تراب نے کہا کہ تو خدائے تعم کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو وہ تیری مقدار کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور ابو یزید کو تو خدائے تعم کے پاس دیکھیگا
تو اسکے لیے اسکی مقدار کے موافق ظہور ہوگا اسنے اس قول کا بھید معلوم کر لیا اور کہا کہ مجکو انکے پاس لیچلو ابو تراب نے یہان ایک بڑا قصہ لکھا
ہے اسکے آخر مین لکھا ہے کہ ہم جا کر ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے اس انتظار مین کہ ابو یزید بیشہ سے نکلین کیونکہ وہ ان دنون درندون کے جنگل مین رہا
کرتے تھے اسی اثنا مین حضرت ابو یزید ایک پوستین اپنی کمر پر ڈالے نکلے مین نے اس جوان سے کہا کہ یہ ہین ابو یزید انکی طرف دیکھ اسکا دیکھنا تھا کہ
اسنے پچھاڑ کھائی پھر جو ہمنے اسکو ہلایا تو مردہ پایا ہم سب نے ملکر اسکو دفن کیا اور مین نے حضرت ابو یزید سے عرض کیا کہ حضرت آپکی طرف دیکھنے سے
یہ شخص مر گیا آپنے فرمایا کہ یہ بات نہین بلکہ تیرا مرید سچا تھا اور اسکے دل مین ایک بھید پوشیدہ تھا کہ اسکا وصف اسپر منکشف نہین ہوا تھا جب اسنے مجکو
دیکھا تو اسکے دل کا بھید کھل گیا اسکو تاب اسکے برداشت کی نہوئی اسلیے کہ وہ ضعیف مریدون کے مقام مین تھا اسی سبب مارا پڑا۔ اور جبکہ زنگی بصرہ مین داخل
ہوئے اور کشت و خون کیا اور مال غارت کیا حضرت سہل کے مرید انکے پاس جمع ہوئے اور آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ خدائے تعم سے دعا
کیجیے کہ انکو دفع کرے آپ چپ ہو رہے پھر فرمایا کہ اس شہر مین اللہ تعم کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اگر ظالمون پر دعا کرین تو کوئی ظالم زمین کے پردے
پر صبح تک زندہ نرہے ایک ہی رات مین سب کا خاتمہ ہو جاوے مگر وہ بددعا نہین کرتے سبھون نے پوچھا کیون آپ نے فرمایا اسوجہ سے کہ جو چیز خدائے تعم کو
اچھی نہین معلوم ہوتی اسکو وہ بھی اچھی نہین سمجھتے پھر دعا کے قبول ہونے مین چند اشیا ذکر فرمائین جنکا ذکر نہین کیا جا سکتا یہانتک کہ یہ بھی کہا کہ اگر وہ اللہ تعم
سے درخواست کرین کہ قیامت برپا نکرے تو خدائے تعم اسکو بھی نہ قائم کرے اور یہ باتین بذات خود ممکن ہین پس جس شخص کو انمین سے کچھ بھی بہرہ نہو
اسکو چاہیے کہ انکی تصدیق اور ایمان سے تو خالی نہو یعنی اسیقدر کی تصدیق کرے کہ ممکن ہین اسلیے کہ قدرت خدا تعالی کی وسیع اور اسکا فضل عام
اور ملک اور ملکوت کے عجائب بہت ہین اور خدائے تعم کے مقدورات کی کچھ انتہا نہین اور اسکا فضل جو برگزیدہ بندون پر کرتا ہے اسکی بھی کچھ حد نہین
اور اسی جہت سے حضرت ابو یزید فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجکو حضرت موسی علیہ السلام کی سی مناجات اور حضرت عیسی علیہ السلام کی سی روحانیت اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی سی خلت عنایت فرماوے تو اور اس سے زیادہ طلب کر اسلیے کہ اسکے پاس کچھ کمی نہین ان مراتب سے صدہا گنا زیادہ اسکے پاس موجود
ہین اگر تو کسی درجے پر مطمئن ہو جاویگا تو اسی سے تیرا حجاب کر دیگا۔ اور یہ بلا انھین لوگون کے لیے ہے جو انکا سا حال رکھتا ہو اسواسطے کہ وہ بڑے
درجے کے لوگ ہین۔ اور بعض عارفین فرماتے ہین کہ مجکو مکاشفہ مین ایسا معلوم ہوا کہ چالیس حورین ہوا مین دوڑتی ہین اور انپر لباس اور زیور سونے
اور چاندی اور جواہر کا چھن چھن بولتا ہے اور انکے ساتھ ساتھ پھرتا ہے مین نے انکو ایک نظر دیکھ لیا اسکے عوض مین چالیس روز کی سزا مجکو ملی پھر بعد
اسکے ایسی حورین نظر آئین کہ پہلی حورون سے حسن و جمال مین زیادہ تھین اور مجھسے کہا گیا انکی طرف دیکھ مین نے اپنی آنکھین بند کر لین اور سجدہ کیا اور عرض
کیا کہ الٰہی تجھسے مین تیرے سوا سے پناہ مانگتا ہون مجکو انکی حاجت نہین اسیطرح مین تضرع کرتا رہا یہانتک کہ اللہ تعم نے میرے پاس سے انکو ہٹا لیا
پس مومن کو چاہیے کہ اسطرح کے مکاشفات کا انکار نکرے اسوجہ سے کہ اپنے آپکو ویسا کیون نہین ہوتا اور اگر یہی ہوا کرے کہ ہر کوئی وہی بات

مانا کرے جو اسکے نفس تنگ وتاریک مین مشاہدہ ہو جاوے تو راہ ایمان بالکل تنگ ہو جاویگی۔ یہ حالات اسطرح کے نہیں کہ جلد ظاہر ہون بلکہ یہ
حالات بعد گھاٹیون کے گزرنے اور مقامات کثیرہ کے حاصل ہونے کے ظاہر ہوا کرتے ہین ان مقامات مین سے ادنی اخلاص کا کرنا اور حظوظ نفس
اور ملاحظہ خلائق کو تمام اعمال ظاہری وباطنی سے نکال ڈالنا پھر اس امر کو لوگون سے خفیہ رکھنا اور گوشہ گمنامی مین بیٹھ رہنا ہے پس یہ باتین ان لوگون کی
سلوک کے اوائل اور مقامات کے آغاز کی ہین جو لوگ ہین بڑے سے بڑے پرہیزگار وہ بھی کمتر موجود ہین اور دل کو کدورت التفات سے صاف کرنیکے بعد سر یقین کا
فیض ہوتا ہے اور مبادی حق کے منکشف ہونے لگتے ہین اور بدون تجربہ اور سلوک طریق کے اسکا انکار کر بیٹھنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ صورت کا منکشف
ہونا لوہے مین گو وہ جلا کیا جاوے اور آئینہ کی صورت کا کر دیا جاوے ممکن نہین اسکے انکار کی وجہ یہی ہے کہ اپنے ہاتھ کے لوہے کو جسپر زنگ اور میل
چڑھا ہو دیکھتا ہے کہ اسمین تو کوئی صورت نظر ہی نہین آتی اسلیے اسوقت کے انکشاف کا بھی انکار کیا جب اسکو مجلا کرکے جوہر نکالا جاوے بلکہ اس امر
کا انکار نہایت جہل اور گمراہی ہے یہی حکم اس شخص کا ہے جو کرامات اولیا کا منکر ہوا ہے کہ اسکے پاس اور تو کوئی دلیل نہین بجز اسکے کہ خود اس کیفیت سے
قاصر رہا اور جسکو اپنے دیکھا اسکو قاصر پایا الا یہ کہ یہ محبت انکار قدرت الٰہی نہایت خراب ہے اسکا شغف کی خوشبو وہ شخص سونگھتا ہے جو کچھ بھی مبادی طریقت
مین چلا ہوا اور جبتک وہ راہ ہی نہین چلیگا تب تک کیا جانیگا کہ اس راہ مین کیا کیا ہوتا ہے حضرت بشیر سے کسی نے پوچھا کہ تم اس مرتبہ پر
کیسے پہونچے آپ نے فرمایا کہ مین خدا سے تعالیٰ سے دعا مانگا کرتا تھا کہ میرا حال خفیہ رکھے کسی پر ظاہر نکرے اور روایت ہے کہ انھون نے حضرت خضر علیہ السلام
کو دیکھا اور انسے کہا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے حضرت خضر نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمپر اپنی طاعت آسان کرے پھر کہا کہ اور دعا کیجیے انھون نے
فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس طاعت کو خلق سے پوشیدہ رکھے یا یہ کہ اس طاعت کو خود تجھسے خفیہ رکھے کہ تو اسپر التفات نکرے اور بعض اکابر سے
مروی ہے کہ مجھکو شوق حضرت خضر کے دیکھنے کا بہت ہوا مین نے ایکبار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ انکی زیارت مجھکو کرا دے تاکہ مجھے وہ بات تعلیم کرین
جو سب سے زیادہ میرے لیے مہم ہو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور انکی زیارت مجھکو ہوئی اسوقت مجھکو اور کچھ نہ سوجھی بجز اسکے یہی کہا کہ
اے ابو العباس آپ مجھکو ایسی چیز سکھائیے کہ جب مین اسکو پڑھون تو لوگون کے دلون سے چھپ جاؤن انکے دلون مین میری کچھ قدر نرہے اور میری
نیکبختی اور دیانت کو کوئی نجانے انھون نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر اللھم اسبل علی کثیف سترک وحط علی سرادقات حجبک واجعلنی فی مکنون غیبک واحجبنی
عن قلوب خلقک پھر آپ غائب ہو گئے نہ مین نے انکو پھر دیکھا نہ کبھی مشتاق ہوا مگر جو دعا انھون نے مجھکو سکھائی تھی اسکو ہمیشہ پڑھتا رہا بیان کرتے
ہین کہ اس دعا کی تاثیر انپر اتنی ہوئی کہ ذلت واہانت وبیقدری اس درجہ کو پہونچی کہ ذمی لوگ بھی انسے تمسخر کیا کرتے اور بیگار مین پکڑ کر اپنا
بوجھ انکے سر پر رکھتے اور چونکہ انکی وقعت کچھ انکی نظروں مین نہ تھی بسبب کچھ برداشت کرتے لڑکے انکا جلد اکھیل بناتے حاصل یہ کہ انکا چین
اور درستی حال ذلت اور گمنامی مین تھی یہ حال اولیاء اللہ کا تھا انکی تلاش بھی ایسے ہی لوگون مین چاہیے اور مغرور لوگ انکو ایسے
شخصون مین تلاش کرتے ہین جو پیوند کار گدڑیان اور چادرین پہنتے ہون اور علم اور ورع اور ریاست کی راہ سے خلق مین مشہور ہون حالانکہ
غیرت اللہ جل شانہ کی اپنے اولیا پر اسی بات کی متقاضی ہے کہ انکو خفیہ ہی رکھے جیسا کہ حدیث قدسی مین ارشاد ہے کہ میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہین
انکو سوا میرے اور کوئی نہین پہچانتا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ رب اشعث اغبر ذی طمرین لا یوبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ خلاصہ یہ کہ ایسے معانی کی خوشبو
سے زیادہ تر دور ان دلون کے مشام ہین جو تکبر اور عجب کرتے ہین اور اپنے عمل اور علم سے اپنے لیے خبر خوش پاتے ہین اور نزدیکتر وہ دل ہین جو شکستہ ہین

سے آہنی دل [illegible] اور زنگ صاف کیا جائے اور آئینہ کی طرح صاف کیا جاوے تو [illegible] غیب [illegible] ۱۲

بہت پریشان مو غبار آلود ایسے دو چادرین والے جن کی کچھ قدر نہیں ہے تو ایسے ہوتے ہین کہ اگر اللہ تعالیٰ پر کچھ قسم دین تو اللہ ان کو سچا کردے ۱۲ مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

ہین اور اپنے نفسون کی ذلت اسقدر سمجھتے ہین کہ اگر ذلیل و خوار کیے جاوین تو ذلت انکو معلوم بھی نہو جلیسے غلام ذلت کو معلوم نہین کرتا جسوقت
کہ اسکا آقا اسپر او نچا بیٹھتا ہی پس جب یہ کیفیت ہوجاوے کہ ذلت کو معلوم نکرے نہ یہ خبر ہو کہ میرا التفات ذلت کیطرف ہی بلکہ اپنے جی مین اسقدر
بھی کم رتبہ ہو کہ تمام اقسام ذلت کو اپنے حق مین ذلت سمجھے یعنی اپنے نفس کو سب قسم کی تحقیر سے کمتر جانے یہانتک کہ تواضع بالطبع اسکی ذات
کی صفت ہوجاوے تو ایسے دل سے توقع ہی کہ وہ ان خوشبوؤن کے مبادی کی لپٹ سونگھے پس اگر ہم مین ایسا دل نہو اور ایسی روح سے
بھی ہم محروم ہون تو ہمکو نہین چاہیے کہ جو لوگ اسکے اہل ہین انکے لیے ان کرامات کے امکان کا ایمان نرکھین کیونکہ اگر آدمی سے یہ نہو سکے کہ خدا
تعالیٰ کا ولی ہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اسکے اولیا سے محبت رکھتا ہو اور انپر ایمان ہو شاید اسیوجہ سے انکے زمرے مین حشر ہو کہ المرء مع من احب
حدیث مشہور ہی اور مسکنت اور ذلت کے زیادہ تر مفید ہونے کی یہ دلیل ہی جو حضرت عیسی علیہ السلام سے مروی ہی کہ آپ نے بنی اسرائیل سے
پوچھا کہ کھیتی کہان جمتی ہی لوگون نے عرض کیا کہ مٹی مین آپ نے فرمایا کہ تو مین تم سے سچ کہتا ہون کہ حکمت بھی اسی دل مین جمتی ہے جو مثل
مٹی کے ہو اسی مضمون کو اس مصرع مین ادا کیا ہی مصرعہ خاک شو پیش از انکہ خاک شوی ؛ اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کے طالبون نے شروط ولایت کی جستجو
کیلیے نفس کو ذلیل کرنے مین کمال درجے کی فروتنی اور خست پر پہونچا دیا ہی یہانتک کہ روایت ہی کہ ابن کرنبی جو حضرت جنید کے استاد تھے انکو
ایک شخص نے دعوت کے لیے بلایا جب دروازے کے قریب پہونچے تو ہٹا دیا تھوڑی دور جب چلے گئے تو پھر اس شخص نے بلایا پھر دروازے کے
پاس سے ہٹا دیا اسیطرح تین بار بلایا اور ہٹایا چوتھی دفعہ انکو گھر مین لیگیا اور کہا کہ مین نے آپکی تواضع کے امتحان کیلیے یہ حرکت کی تھی آپ نے
فرمایا کہ مین نے اپنے نفس کو بیس برس سے ذلت پر عادی کر لیا ہی یہانتک کہ اب بمنزلہ کتے کے ہو گیا ہی کہ اگر ہٹا دو تو ہٹ جاوے اور جب اسکی طرف
ہڈی پھینکو تو چلا آوے پس تو اگر مجھکو پچاس دفعہ ہٹا دیتا اور بلاتا تو مین پھر چلا آتا ۔ اور انھین کا حال یہ بھی ہی کہ فرماتے ہین کہ مین ایک محلہ مین
اترا اور وہان نیک بختی مین انگشت نما ہوا میرا دل اس سے پریشان ہوا اسلیے مین حمام مین گیا اور وہان قصداً عمدہ کپڑے کسی کے اٹھا لیے
اور انکو پہنکر انکے اوپر اپنی گدڑی پہن لی اور باہر نکلکر آہستہ آہستہ چلنے لگا لوگون نے مجھکو آ پکڑا اور میری گدڑی اتار کر وہ کپڑے مجھسے
لیلیے اور خوب معقول حیثیت سے میری خبر لی آیندہ کو مین حمام کا چور مشہور ہوا تب میرا دل مطمئن ہوا اب تامل کرنا چاہیے کہ یہ لوگ اپنے نفسونکو کیسی
ریاضت لیتے تھے تاکہ خداے تعالیٰ انکو خلق کیطرف دیکھنے سے چھڑا دے اور رفتہ رفتہ اپنے نفس کیطرف بھی التفات نرہے اسواسطے کہ جو شخص
اپنے نفس کیطرف التفات رکھتا ہی وہ خداے تعالیٰ سے محجوب رہتا ہی اور اسکا شغل نفس ہی اسکے حق مین حجاب ہوتا ہی اسلیے کہ خداے تعالیٰ مین
اور دل مین کوئی دوری کا حجاب یا حائل نہین بلکہ دلونکی دوری یہی ہی کہ وہ غیر اللہ مین یا اپنے نفسونکے ساتھ مشغول ہون اور سب سے زیادہ حجاب
شغل نفس ہی اسلیے منقول ہی کہ ایک خوبصورت شخص عظیم الشان روساے بسطام مین سے کبھی حضرت ابو یزید بسطامی کی مجلس سے جدا نہوتا ایک
روز اسنے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ مین تیس برس سے برابر روزہ رکھتا ہون کبھی افطار نہین کرتا اور رات بھر جاگتا ہون کبھی نہین سوتا مگر باوجود
اس ریاضت کے جو علم کہ آپ بیان فرماتے ہین اسمین سے اپنے دل مین کچھ نہین پاتا حالانکہ مین اسکی تصدیق کرتا ہون اور اس سے محبت رکھتا ہون
آپ نے فرمایا کہ اگر تو تین سو برس بالفرض روزہ رکھیگا اور راتون کو جاگے گا اس علم مین سے ایک ذرہ نپاویگا اسنے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہی
آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ تو اپنے نفس کے باعث محجوب ہی اسنے عرض کیا کہ پھر اسکا کچھ علاج ہی آپ نے فرمایا کہ ہان علاج کیون نہین اسنے

[illegible]

کہا کہ تو وہ علاج مجکو ارشاد ہو کہ مین کرون آپ نے فرمایا کہ تو اس علاج کو قبول نکریگا اسنے کہا کہ آپ ذکر تو فرمائین کہ مین اسکو بجا لاؤن آپ نے فرمایا کہ ابھی نائی کے پاس جا اور اپنا سر اور ڈاڑھی منڈوا اور یہ لباس اتار کر ایک کمل کا تہمد کر اور اپنی گردن مین ایک جھولی اخروٹون کی ڈال لے اور اپنے گرد لڑکون کو جمع کر اور انسے کہدے کہ جو کوئی میرے دھول لگائیگا مین اسکو ایک اخروٹ دونگا اور اسیصورت سے بازار مین جا اور سب بازارون مین مجمع کیوقت پھر اور جو شخص تیرے آشنا ہون انکے پاس بھی اسیطرح جا اس شخص نے کہا سبحان اللہ آپ مجکو ایسا ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ تیرا سبحان اللہ کہنا شرک ہے اسنے پوچھا کہ کس طرح آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے نفس کو بڑا جانکر سبحان اللہ کہا خدا کی تعظیم کے لیے سبحان اللہ نہین کہا اسنے عرض کیا کہ یہ تو مین نہین کرونگا اور کچھ بتائیے تو کرون آپ نے فرمایا کہ سب تدبیرون سے پہلے اسکو کرنا چاہیے اسنے کہا کہ اسکی طاقت نہین آپنے فرمایا کہ مین نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تو قبول نکریگا پس یہ تدبیر جو حضرت ابو یزید نے بتائی تھی اس شخص کا علاج ہے جسکو یہ مرض ہو کہ اپنے نفس کیطرف التفات رکھتا ہو اور لوگونکا التفات اپنی طرف چاہتا ہو اور اس بیماری سے بچنے کی دوا بجز اس تدبیر کے یا اور اسی قسم کی تدبیر کے اور کچھ نہین پس جو شخص کہ علاج کی تاب نرکھتا ہو اسکو نچاہیے کہ جو شخص اس مرض مین مبتلا نہوا ہو یا ہوا ہو اور اپنے نفس کا علاج اسی تدبیر سے کرتا ہو اسکو کہے کہ اس سے شفا ممکن نہین اسلیے کہ اقل درجہ صحت کا یہ ہے کہ اسکے امکان ہی کا ایمان رکھتا ہو اور جسمین اسقدر بھی بات نہ پائی جاوے تو اسکی خرابی ہے اور یہ امور شریعت مین صاف صاف ظاہر ہین اور باوجود ظہور کے اس شخص کے نزدیک دشوار ہین جو اپنے نفس کو علماے شرع سے تصور کرتا ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ لا یستکمل العبد الایمان حتی تکون قلۃ الشی احب الیہ من کثرتہ وحتی یکون ان لا یعرف احب الیہ من ان یعرف اور فرمایا ثلاث من کن فیہ استکمل ایمانہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم ولا یرائی بشئ من عملہ واذا عرض لہ امران احدہما للدنیا والاخر للاخرۃ اختار امر الاخرۃ علے امر الدنیا اور فرمایا لا یکمل ایمان العبد حتی یکون فیہ ثلث خصال اذا غضب لم یخرجہ غضبہ عن الحق واذا رضی لم یدخلہ رضاہ فی باطل واذا قدر لم یتناول ما لیس لہ اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ ثلث من اوتیہن فقد اوتی مثل ما اوتی ال داؤد العدل فی الرضے والغضب والقصد فی الغنی والفقر وخشیۃ اللہ فی السر والعلانیۃ تو یہ شرطین ہین کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے لیے ارشاد فرمائی ہین پس اس شخص سے تعجب ہے کہ دین کا تو دعوی رکھتا ہو اور اپنے آپ مین ان شرطون مین سے ذرہ بھر بھی نہ پاتا ہو پھر اپنے علم اور عقل سے بھی بہرہ رکھتا ہو کہ جو بات ایمان کی بعد بڑے بڑے مقامات طے کرنے کے حاصل ہوا کرتی ہے اسکا انکار کرے اور اخبار مین وارد ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے بعض پیغمبرون کیطرف وحی بھیجی کہ مین اپنا خلیل اس شخص کو بنایا کرتا ہون جو میرے ذکر مین سستی اور قصور نہ کرے اور سوا میرے اور کوئی اسکو فکر نہو نہ میرے اوپر کسی چیز کو میری مخلوقات مین سے اختیار کرے اور اگر اسکو آگ مین جلاوین تو آگ کی سوزش سے درد نہ معلوم ہو اور اگر آرون سے چیرین تو اس سے بھی تکلیف محسوس نہو پس جس شخص کی محبت اس درجے کو بھی نہ پہونچی ہو اسکو محبت کے بعد کی کرامات اور مکاشفات کیسے معلوم ہونگے یہ مکاشفات تو سب بعد محبت کے ہوتے ہین اور محبت کمال ایمان کے بعد ہوتی ہے اور ایمان کے مقامات اور اسکے کم و بیش ہونیکے اختلاف کی کچھ شمار نہین اور اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نے حضرت صدیق رضؓ کو فرمایا تھا کہ اللہ تعہ نے تم کو اتنا ایمان دیا ہی کہ وہ ان سب لوگون کے ایمان کے برابر ہے جو میری امت مین سے مجھ پر ایمان لائے ہین اور مجکو جو ایمان دیا ہی وہ سب اولاد آدم کے ایمان کے برابر ہی جو خدا پر ایمان رکھتے ہین اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ اللہ تعہ کے تین سو اخلاق ہین جو شخص توحید کے ساتھ ایک خلق لیکر بھی اس سے ملیگا وہ داخل جنت ہوگا۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے پوچھا کہ یا حضرت مجھ مین بھی کوئی اُن اخلاق مین سے ہی آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر تجھ مین تو سب ہین اور ان سب مین محبوب اللہ تعہ کے نزدیک سخاوت ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے لٹکائی گئی اسکے ایک پلہ مین مجکو رکھا اور ایک پلہ مین میری امت کو رکھا میرا پلہ بھاری ہوا اور ابو بکر رضؓ کو ایک پلہ مین رکھا اور میری امت کو لاکر ایک پلہ مین رکھا ابو بکرؓ کا پلہ جھکا رہا اور باوجود ان سب امور کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا ے تعہ کے ساتھ اسطرح کا استغراق تھا کہ آپکے دلمین گنجایش خلت کی دوسرے کے ساتھ نہ تھی اسیواسطے فرمایا کہ اگر مین لوگون مین سے کسیکو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا مگر مین اللہ تعہ کا خلیل ہون

خاتمہ۔ کچھ کلمات متفرق متعلقہ محبت کے ذکر مین جنسے فائدہ ہوا کرتا ہے

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہی اور لوگ کہتے ہین کہ ہمیشہ ذکر کرنا محبت ہے اور کچھ یون کہتے ہین کہ محبوب کو سب پر ترجیح دینا محبت ہی اور بعضون کا یہ قول ہی کہ دنیا مین باقی رہنے کو برا جاننا محبت ہی اور یہ سب اقوال محبت کے ثمرات کیطرف اشارہ کرتے ہین نفس محبت کو کسی نے بیان نہین کیا اور کسی بزرگ کا یہ قول ہی کہ محبت وہ بات محبوب کی ہی جو دلون کو مغلوب رکھے دل و زبان اسکے ادراک و بیان سے عاجز ہین اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ علاقے والے پر محبت حرام ہی اور فرمایا کہ جو محبت عوض کے مقابل ہوتی ہی تو جب عوض جاتا رہتا ہی محبت بھی جاتی رہتی ہی اور حضرت ذو النونؒ نے فرمایا ہی کہ جو شخص محبت خدا کی ظاہر کرے اس سے کہدو کہ اس بات سے ڈر کہ غیر اللہ کے لیے ذلیل بنے اور کسی نے حضرت شبلیؒ سے پوچھا کہ ہمسے عارف و محب کی صفت کہیے آپ نے فرمایا کہ عارف اگر بولے تو ہلاک ہوجاے اور محب اگر چپکا رہے تو ہلاک ہو اور آپنے ایک قطعہ کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ اے خداوند رحیم اور کریم ؛ عشق تیرا ہی میرے دلمین مقیم ؛ تو نے کھوئی ہے میری آنکھ سے نیند ؛ مجھپہ جو گذرے ہی تو ہی ہی علیم ؛ اور چند اشعار ایک اور شخص نے اسی باب مین کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی قطعہ ہے تعجب گر کہے کوئی کہ حبیب یاد آیا ؛ اسکو کیا بھول گیا ہون کہ کہون یاد آیا ؛ یاد سے تیری مین مرتا ہون پہ جی اٹھتا ہون ؛ حسن ظن مجکو نہوتا تو مین کیسے جیتا ؛ آرزوؤن سے مرا جینا ہی اور شوق سے موت ؛ مر کے جینے کا مرے تجھپہ یہ دستور نہ تھا ؛ بادۂ عشق سے گو مین نے پیے جام پہ جام ؛ پر نہ وہ ہی چکی اور نہ مین سیر ہوا ؛ خوب ہو سامنے گر آنکھ کے ہو اُسکا خیال ؛ پھر جو کوتاہی کرون دید مین تو ہون اندھا ؛ اور حضرت رابعہ عدویہ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہی جو ہمکو ہمارے حبیب کا پتا بتادے انکی خادمہ نے کہا کہ ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہی مگر دنیا نے اس سے علیحدہ کر رکھا ہی۔ اور ابن جلا رح کہتے ہین کہ خداے تعہ نے حضرت عیسے علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کے سر پر مطلع ہوتا ہون اور اسمین محبت دنیا و آخرت کی نہین پاتا تو اسکو اپنی محبت سے بھر دیتا ہون اور اپنی حفاظت سے اسکا کفیل ہوتا ہون اور روایت ہی کہ حضرت سمنونؒ نے ایک روز محبت کے باب مین گفتگو کی اتنے مین ایک پرند آپکے سامنے اترا اور زمین کو اپنی چونچ سے کریدتا رہا یہانتک کہ اسمین سے خون نکلا اور مر گیا اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تو جانتا ہی کہ تو نے جو اپنی محبت سے مجھپر اکرام کیا ہی اور اپنے ذکر سے مجکو مانوس کیا ہی اور اپنی عظمت کی

اس حدیث کو طبرانی نے بروایت انس و مغیرہ بن عبد الرحمن اور بزار نے بروایت عثمان بن عفان اسی کے قریب مضمون روایت کیا ہی مگر ان روایتون مین سوال ... حضرت صدیق کا اور ... سند ضعیف ہی ... حدیث ...

فکر کے لیے مجکو مخصوص کر دیا تو اسکے مقابل جنت میرے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہین - اور حضرت سری فرماتے ہین کہ جو شخص خدا سے تعہ سے محبت کرتا ہی وہ عیش کرتا ہی اور جو دنیا کیطرف رغبت کرتا ہی وہ خفیف ہوتا ہی اور احمق وہ ہی جو صبح اور شام نکمی چیز مین سعی کرتا ہی اور عاقل آدمی اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہی - اور حضرت رابعہؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپکو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہے انھون نے فرمایا کہ مجکو محبت تو آپکے ساتھ بہت ہی مگر خدا سے تعہ کی محبت نے مجکو مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہی اور حضرت عیسے علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ خدا سے تعہ سے راضی ہونا اور اسکی محبت کرنا اور حضرت ابو یزید فرماتے ہین کہ محب دنیا کی محبت کرتا ہی نہ آخرت کی بلکہ اپنے مولا سے مولا ہی کو چاہتا ہی - اور حضرت شبلیؒ کا قول ہی کہ محبت لزت مین مدہوشی اور تعظیم مین حیرت کا نام ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ محبت اسکا نام ہی کہ اپنے آپ سے نشان مٹا دے یہانتک کہ کوئی چیز ایسی باقی نرہے جسکا مائل محب سے اسی کیطرف راجع ہو اور بعضے کہتے ہین کہ محبت یہ ہی کہ محبوب سے دل خوشی اور بشارت کے ساتھ نزدیک ہو - اور خواص فرماتے ہین کہ محبت ارادون کا مٹانا اور سب صفات و حاجات کا جلا دینا ہی اور حضرت سہل سے جو محبت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت یہ ہی کہ جب اللہ تعہ نے کسی اپنے بندہ کیدلکی مراد سمجھ لی تو اسکو اپنے مشاہدے کے لیے پھیر دیا اور بعضون نے کہا ہی کہ محب کا معاملہ چار مقامون پر ہوتا ہی اول محبت دوم ہیبت سوم حیا چہارم تعظیم اور ان چارون مین سے افضل تعظیم اور محبت ہین اسلیے کہ یہ دونون اہل جنت کے ساتھ جنت مین باقی رہتے ہین اور انکے سوا اور چیزین انسے علحدہ ہوجاتی ہین اور ہرم بن حیانؒ کہتے ہین کہ مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہی تو اس سے محبت کرتا ہی اور جب اس سے محبت کرتا ہی تو اسکی طرف متوجہ ہوتا ہی اور جب توجہ کا مزا پاتا ہی تو دنیا کیطرف نظر خواہش سے نہین دیکھتا نہ آخرت کیطرف نظر کاہلی سے دیکھے اور وہ اپنے جسم سے تو دنیا مین ہی اور روح سے آخرت مین اور عبد اللہ بن محمدؒ کہتے ہین کہ مین نے ایک عابد عورت کو دیکھا کہ رو رہی تھی اور آنسو چہرہ پر بہ رہے تھے کہتی تھی بخدا کہ مین خدا سے تعہ کے شوق مین اور اسکی ملاقات کے اشتیاق مین زندگی سے تنگ آگئی ہون یہانتک کہ اگر موت بکتی ہوتی تو مین اسکو خریدلیتی راوی کہتے ہین کہ مین نے اس سے پوچھا کہ تجکو اپنے عمل پر اطمینان ہی اسنے کہا کہ اطمینان تو نہین مگر مین اسسے محبت رکھتی ہون اور اسپر مجکو حسن ظن ہی تو کیا تم کو یہ خیال ہی کہ باوجود محبت کے وہ مجکو عذاب دیگا اور اللہ تعہ نے حضرت داؤد عہ پر وحی بھیجی کہ جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر انکو معلوم ہوجاوے کہ مین انکا کیسا منتظر رہتا ہون اور اسکے ساتھ نرمی برتتا ہون اور انکے گناہ چھوڑنے کا مشتاق ہون تو انکو میری طرف اتنا شوق ہوکہ اسمین مر جاوین اور میری محبت سے انکے جوڑ بند جدا ہوجاوین اے داؤد میری خواہش جب روگردانون کے باب مین یہ کچھ ہی تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین انکے باب مین قیاس کرنا چاہیے کہ کیسی ہوگی اے داؤد سب سے زیادہ محتاج میری طرف بندہ اس حال مین ہوتا ہی جب مجھسے بے پروا ہوجاتا ہی اور زیادہ تر رحیم اپنے بندے پر مین جب ہوتا ہون جب مجھسے روگردان ہوجاتا ہی اور زیادہ تر برزگی میرے بندے کو اسوقت ہوتی ہی جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہی اور ابو خالد صفار کہتے ہین کہ ایک نبی انبیا مین سے کسی عابد سے ملے اور فرمایا کہ اے گروہ عابدان تم جس بات پر عمل کرتے ہو ہم اسپر نہین کرتے تم تو خوف و رجا پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت اور شوق پر اور حضرت شبلیؒ کہتے ہین کہ خدا سے تعہ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد ذکر میرا ذاکرون کے واسطے ہی اور جنت اطاعت کرنے والون کے لیے ہی اور دیدار مشتاقون کے لیے اور مین خود اپنے محبون کے لیے ہون اور حضرت آدم عم کو وحی ہوئی کہ جو شخص کسی حبیب سے محبت کرتا ہی اسکے قول کو سچا جانتا ہی اور جو شخص اپنے حبیب سے مانوس ہوتا ہے اسکے

فعل سے راضی ہوتا ہے اور جو اسکی طرف مشتاق ہوتا ہے تو اپنا راستہ جلد چلتا ہے اور خواص اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے اور کہتے کہ ہاے شوق اسکا جو مجکو دیکھتا ہے اور مین اسکو نہین دیکھتا اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ حضرت یونس اتنا روئے کہ اندھے ہو گئے اور اتنا کھڑے رہے کہ کُبڑے ہو گئے اور نماز اتنی پڑھی کہ طاقت حرکت کی نرہی اور فرمایا کہ قسم ہے تیرے عزت و جلال کی اگر مجھ مین اور تیرے درمیان مین کوئی آگ کا سمندر ہوتا تو مجکو تیرا اتنا شوق ہے کہ مین اسمین بھی گھس جاتا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلعم سے آپکا طریق پوچھا آپ نے فرمایا کہ معرفت میرا راس المال ہے اور عقل میری دین کی اصل ہے اور محبت میری بنا ہے اور شوق میری سواری اور ذکر خدا میرا انیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار اور صبر میری چادر اور رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا سفارشی اور طاعت میرا حسب اور جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین ہے اور حضرت ذوالنون نے فرمایا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جسنے ارواح کو لشکر کے لشکر بنا دیے پس عارفین کی روحین تو جلالی اور قدسی ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ کیطرف وہ لوگ مشتاق ہوے اور مومنون کی روحین روحانی ہین اسی جہت سے جنت کے شائق ہوے اور غافلون کی روحین ہوائی ہین وہ بہین وجہ دنیا کے راغب ہوے اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ انھون نے ایک شخص گندم گون لاغر تن کو جبل لگام مین دیکھا کہ ایک پتھر سے دوسرے پر کودتا تھا اور کہتا تھا ۔ ترے شوق و الفت نے مارا ہے جال ؛ پھنسایا مجھے اور کیا ہے یہ حال ؛ اور کہتے ہین کہ شوق ایک آتش الٰہی ہے جسکو خدا تعالیٰ اپنے اولیا کے دل مین روشن کرتا ہے یہانتک کہ اسکے باعث تمام انکے دل کی چیزین مثل خواطر اور ارادت اور عوارض و حاجات کے سب جل جاتی ہین اب اسباب کو اسیقدر پر تمام کیا جاتا ہے

ساتوان باب نیت اور اخلاص و صدق کے بیان مین

رباعی نیت پہ شریعت مین ہے موقوف عمل ؛ اخلاص نہو اسمین تو ہے وہ مختل ؛ نیت کی درستی بھی ہو اور ہو اخلاص ؛ بے صدق مگر نہو کبھی عقدہ حل ؛ واضح ہو کہ اہل دل کو ایمان کی بصیرت اور نور قرآن سے یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ بدون علم و عمل کے شرف سعادت حاصل نہین ہو سکتا اسلیے آدمی سب تباہ کار ہین بجز علم والون کے اور عالم بھی سب ہلاک ہین بجز عاملون کے اور عامل بھی سب ایسے ہی ہین سواے اخلاص والون کے اور اخلاص والے بڑے خطرے مین ہین غرضکہ عمل بدون نیت کے نری مشقت ہے اور نیت بدون اخلاص کے ریا اور مثل نفاق اور معصیت کے ہے اور اخلاص بدون صدق اور تحقیق کے ایک دھوکا سا ہے چنانچہ خدا سے تعالیٰ اس عمل کا حال جسمین ارادہ غیر اللہ کا مخلوط ہو اسطرح ارشاد فرماتا ہے وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا اور ہمکو معلوم نہین کہ جو شخص نیت کی حقیقت کو نہ پہچانتا ہو وہ اسکو درست کیسے کریگا یا جو حقیقت اخلاص سے ناواقف ہو وہ کیسے اخلاص بجالاویگا اور جب صدق کے معنی نجانتا ہو تو اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کریگا ۔ اسلیے جو بندہ کہ عبادت الٰہی کیا چاہے اسپر اول یہ ضرور ہے کہ نیت کو سیکھے تاکہ اسکی شناسائی ہو پھر حقیقت صدق و اخلاص کی سمجھکر نیت کو عمل سے صحیح کرے کہ صدق و اخلاص ہی سبب بندے کی نجات اور اخلاص کا ہین اسلیے ہم اسباب کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین ہر ایک فصل مین ان تینون چیزون مین سے ایک ایک لکھینگے

فصل اول نیت کی فضیلت و حقیقت وغیرہ کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر **پہلا بیان** نیت کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تطرد الذین

اے قاضی عیاض نے اسکو حضرت علی مرتضی سے منقول بیان کیا ہے مگر مجکو سند نہین ملی ۱۲ ا۔ ت اور ہم پہونچے انکے کامون پر جو کیے تھے پھر کر ڈالا اسکو خاک اڑتی ۱۲ [illegible] اور نہ ہانک انکو جو پکارتے ہین اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے [illegible] اسکا منھ ۱۲

یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ اس آیت مین ارادے سے مراد نیت ہے اور آنحضرت صلعم فرماتے ہین انما الاعمال بالنیات ولکل امرء مانوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امراۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اکثر شہید بستر پر مرنے والے ہونگے اور بہت سے قتیل دو صفونکے درمیان مین خدا جانے ان کی نیت کیا تھی اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما اس آیت مین نیت کو توفیق کا سبب فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتون کو اور مالون کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے دلون کو اور اعمال کو دیکھتا ہے اور دلونکے دیکھنے کی وجہ یہی ہے کہ نیت کا محل ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ بندہ اعمال حسنہ کیا کرتا ہے اور انکو فرشتے مہری صحیفون مین لیکر اوپر چڑھتے ہین اور خدا تعالیٰ کے سامنے جا رکھتے ہین ارشاد ہوتا ہے کہ اس صحیفے کو ڈالدو اسلیے کہ جو کچھ اسمین ہے اسکے عامل نے اس سے میری نیت نہین کی پھر فرشتون کو امر فرماتا ہے کہ اس شخص کے واسطے یہ لکھ لو اور یہ لکھ لو وہ عرض کرتے ہین کہ الٰہی اسنے تو انمین سے کوئی کام کیا نہین ارشاد ہوتا ہے کہ اسنے ان کامون کی نیت کی تھی اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی چار طرح کے ہین ایک وہ ہے جسکو خدا تعالیٰ نے علم اور مال دیا ہو اور وہ اپنے علم کے بموجب اپنے مال مین کام کرتا ہو تو دوسرا شخص یون کہتا ہے کہ اگر مجھکو اللہ تعالیٰ ایسا ہی دیتا جیسا اس شخص کو دیا ہے تو مین بھی ایسا ہی کام کرونگا جیسا وہ کرتا ہے تو یہ دونون ثواب مین برابر ہین اور تیسرا وہ شخص ہے کہ اسکو خدا تعالیٰ نے مال دیا ہو اور علم نہ دیا ہو اور وہ اپنی جہل کے باعث مال کو واہیات مین اڑاتا ہو اور کوئی شخص یون کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھکو مال دے تو مین بھی ایسا ہی کرون جیسا یہ کرتا ہے تو یہ دونون گناہ مین برابر ہین۔ پس دیکھنا چاہیے کہ صرف نیت کے باعث عمل کی خوبیون اور برائیون مین آپ نے شریک فرمایا۔ اور اسیطرح حدیث انس بن مالک مین مروی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک مین نکلے تو فرمایا کہ مدینہ مین کچھ لوگ ایسے ہین کہ جو کچھ ہم یہان کرتے ہین یعنی جنگل طے کرتے ہین یا ایسی جگہ کو پامال کرتے ہین جو کافرون کو غصہ دلاوے یا کچھ خرچ کرتے ہین یا بھوکے ہوتے ہین وہ ان سب مین ہمارے ثواب کے شریک ہین حالانکہ وہ مدینے مین ہین لوگون نے عرض کیا کہ یہ کسطرح ہے وہ تو ہمارے ساتھ نہین آپ نے فرمایا کہ انکو عذر نے روک دیا ہے پس حسن نیت کے باعث شریک ہوگئے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث مین ہے کہ من ہاجر یبتغی شیئا فہو لہ چنانچہ ایک شخص نے ہجرت کی اور وہین سے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا اسکا نام مہاجر ام قیس ہوگیا اور اسیطرح ایک حدیث مین ہے کہ ایک شخص خدا کی راہ مین مارا گیا اور اسکا نام قتیل حمار ہوا اس جہت سے کہ وہ ایک شخص سے اسواسطے لڑا کہ اسکا مال اور گدھا لیلیوے اسی پر مارا گیا اور اپنی نیت کیطرف منسوب ہوا۔ اور عبادہ کی حدیث مین یون مروی ہے من غزا وہو لاینوی الا عقالا فلہ ما نوی اور حضرت ابی فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص سے مدد چاہی کہ غزوہ مین میرے ساتھ ہو اسنے کہا کہ میرے لیے کچھ اجرت مقرر کردو تو ساتھ دون مین نے ویسا ہی کیا اور اس ماجرا کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اسکو دنیا اور آخرت سے اسیقدر ملا جو تونے مقرر کردیا تھا اور بنی اسرائیل کے قصون مین ہے کہ ایک شخص بالو کے ٹیلون پر قحط کیحالت مین گذرا اور اپنے دلمین کہا کہ اگر یہ ریت طعام پختہ ہوتا تو مین لوگون کو بانٹ دیتا

اعمال معتبر نیتون ہی پر ہین بخاری ومسلم بروایت عمر فاروق ۱۲ م اور ہر شخص کے لیے وہ ہے جو نیت کی پس جسکی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کیطرف ہوگی تو اسکی ہجرت اللہ اور اسکے رسول کیطرف ہوگی اور جسکی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسکو ملے یا عورت کیطرف اور جسکو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کیطرف ہوگی جسکی طرف ہجرت کی ہے ۱۲ م

نہین ملی ابو اسحق نے مرسلاً نقل کی ہے ۱۲ م جو شخص لڑا اور اسکی نیت سوا اسکے اور کچھ نہو تو اسکو وہی ہے جو نیت کی ۱۲ نسائی بروایت عبادہ بن صامت ۱۲ م طبرانی اور ابوداؤد نے بروایت یعلی بن امیہ اسی کے قریب مضمون نقل کیا ہے ۱۲

اللہ تعہ نے انکے نبی پر وحی بھیجی کہ اس شخص سے کہدو کہ خدا سے تعہ نے تیرا صدقہ قبول کیا اور تیرے حسن نیت کا مشکور ہوا اور تجکو وہی ثواب دیا
کہ بالفرض اسقدر کھانا ہوتا اور تو اسکو بانٹ دیتا اور یہ بہت سی احادیث مین آیا ہو کہ من ہم بحسنۃ ولم یعملہا کتبت لہ حسنۃ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ
کی حدیث مین ہو کہ جس شخص کی نیت دنیا ہو اللہ تعہ اسکا افلاس اسکی آنکھون کے سامنے کر دیتا ہو اور وہ ایسے وقت مین دنیا سے مفارقت کرتا ہو
کہ زیادہ رغبت دنیا کی اسکو ہوتی ہو اور جسکی نیت آخرت ہوتی ہو اللہ تعہ اسکی غنا اسکے دل مین کر دیتا ہو اور اسکا سامان اسپر جمع کر دیتا ہو اور وہ
دنیا مین زاہد تر ہوکر اٹھتا ہو اور حضرت ام سلمہؓ کی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر کا ذکر کیا جسکا خسف یعنی زمین مین دھنسنا جنگل مین ہو حضرام سلمہ نے
پوچھا کہ یا حضرت ان مین وہ شخص بھی ہوگا جو زبردستی یا اجرت کے سبب ہمراہ ہو آپ نے فرمایا کہ انکا حشر ان کی نیتو نپر ہوگا اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنا ہو کہ فرماتے تھے انما اقتتل المقتتلون علی النیات اور ایک حدیث مین ہے کہ جب دو صفین ملتی
ہین تو فرشتے اتر کر خلق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہین کہ فلان شخص دنیا کے واسطے لڑتا ہو اور فلان حمیت کے لیے اور فلان تعصب کیواسطے
خبردار کسیکو یہ نہ کہو کہ خدا کی راہ مین شہید ہوا جو شخص کہ اس غرض سے لڑے کہ خدا سے تعہ کا بول بالا ہو وہ خدا کی راہ مین ہے اور حضرت جابرؓ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا یبعث کل عبد علی ما مات علیہ اور احنف بن قیس ابی بکرہ سے راوی ہین
کہ آپ نے فرمایا اذا التقی المسلمان بسیفیہما فالقاتل والمقتول فی النار لوگون نے عرض کیا کہ ایک تو قاتل ہونے کی جہت سے جاوے گا
مقتول کا کیا باعث ہو آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اسنے دوسرے کے مارنے کا ارادہ کیا تھا اور حدیث ابی ہریرہ مین ہے کہ جو شخص کسی
عورت سے کسیقدر مہر پر نکاح کرے اور نیت اسکے ادا کی نرکھتا ہو تو وہ زانی ہو اور جو شخص کچھ قرض لے اور اسکے دینے کی نیت
نہو تو وہ چور ہو اور ایک حدیث مین ہو کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص خدا سے تعہ کیواسطے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن ایسے حال مین آویگا کہ
اسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو شخص غیر اللہ کے لیے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن آویگا اور اسکی بدبو مردار سے بھی زیادہ
ہوگی اور آثار نیت کے فضائل مین یہ ہین کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سب اعمال مین افضل وہ ہو جو خدا سے تعہ نے فرض کیا ہو اور بچنا ان
اشیا سے جو خدا سے تعہ نے حرام فرمائی ہین اور درستی نیت کی ان امور مین ہو جو خدا سے تعہ کے پاس ہین۔ اور سالم بن عبد اللہ نے
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو لکھا کہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعہ کی مدد بندے کے واسطے نیت کی مقدار پر ہوتی ہو پس جسکی نیت کامل ہوگی
اسکے لیے خدا سے تعہ کی مدد بھی پوری ہوگی اور اگر نیت مین نقصان ہوگا تو مدد بھی اسیقدر ناقص ہوگی۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہو کہ
اکثر کام چھوٹے ہوتے ہین انکو نیت بڑا کر دیتی ہو اور اکثر کام بڑے ہوتے ہین نیت انکو چھوٹا کر دیتی ہو اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہین کہ جو شخص نیکوکار کہ اسکی نیت تقوی کی ہوتی ہو اگر اسکے تمام اعضا دنیا مین متعلق ہو جاوینگے تو اسکی نیت کسی روز اسکو نیک نیت کیطرف
ہٹاویگی اور جاہل کا حال اسکے خلاف ہو اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ پہلے لوگ نیت کو اسطرح سیکھا کرتے تھے جیسے تم عمل کو
سیکھتے ہو اور بعض علما کا قول ہو کہ عمل سے پیشتر نیت عمل کی تلاش کرنی چاہیے اور جبتک خیر کی نیت کروگے جبتک خیر مین رہوگے
اور کوئی طالب علما کے پاس پھرا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی شخص مجکو ایسا عمل بتا دے کہ اسکے باعث مین ہمیشہ خدا سے تعہ کے واسطے

۱؎ جو شخص قصد کرے کسی نیکی کا اور اسکو کیا نہو اسکے لیے ایک نیکی لکھی جاویگی ۱۲ بخاری و مسلم کی حدیث ہو پہلے گذری ۱۲ ۳؎ ابن ماجہ نے بروایت ابن ثابت بمضمون

مختصر نقل کیا ہو ابن عمرؓ سے اسکی سند نہین ملی ۱۲ ۳؎ مسلم و ابو داؤد ۱۲ ۴؎ یعنی جو مین لڑنے والے اپنی اپنی نیتو نپر ایکدوسرے کو مارتے ہین ۱۲ ۵؎ ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۶؎ ابن مبارک بسند موقوفا علی ابن مسعود اور آخر حدیث بخاری و مسلم [illegible]

عامل ہون اسلیے کہ یہ مجھکو اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھپر کوئی گھڑی رات اور دن مین ایسی گذرے جسمین مین خدا کیواسطے عمل نکرتا ہون اسکو علم نے کہا کہ تیرا مطلب تجھکو حاصل ہی جسقدر ہوسکے خیر کیا کر اور جب عمل خیر سے تھکے یا اسکو چھوڑے تو دلسے اسکے کرنے کا قصد کر اسلیے کہ جو عمل خیر کا قصد کرتا ہی وہ ایسا ہی ہوتا ہی کہ گویا خیر کرتا ہی۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہی کہ خدا تعالیٰ کی نعمت تمپر شمار سے زیادہ ہی اور تمہارے گناہ تمہاری دانست سے پوشیدہ تر ہین لیکن اگر صبح اور شام کو توبہ کر لیا کرو تو بیچ کے گناہ بخشدیے جاوینگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ قرہ ہی اس آنکہ کو جو سووے اور قصد معصیت نہ کرے اور بیگناہی پر جاگے اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ قیامت کو لوگ اپنی نیت کی مقدار پر اٹھائے جاوینگے اور حضرت فضیل بن عیاض رح جب یہ آیت پڑھتے ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم والصابرین ونبلوا اخبارکم روتے اور اسکو مکرر پڑھتے اور کہتے کہ الٰہی اگر تو ہمارا امتحان کریگا تو ہمکو فضیحت اور رسوا کریگا اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ نیتون ہی کے باعث جنتی جنت مین ہمیشہ رہینگے اور دوزخی دوزخ مین۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ توریت مین لکھا ہوا ہی کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی بہت ہی اور جس سے میرا غیر ارادہ کیا گیا ہوگا وہ بہت بھی تھوڑا ہی اور ہلال بن سعد رح کہتے ہین کہ بندہ مومن کا سا قول کہتا ہی مگر اللہ تعا اسکو اور اسکے قول کو نہین چھوڑتا جبتک کہ اسکے عمل کو نہ دیکھے پس اگر عمل کرتا ہی تو اسکے ورع کو دیکھتا ہی اور اگر ورع بھی کرتا ہی تو یہ دیکھتا ہی کہ اسکی نیت کیا ہی پس اگر نیت درست ہوئی تو اسکے سب کام درست ہونگے۔ حاصل یہ کہ اعمال کی بنا نیتین ہین عمل اپنے خیر ہونے مین نیت کا محتاج اور نیت خود اپنے آپ خیر ہی گو کسی مانع کی جہت سے عمل نہو سکے

دوسرا بیان نیت کی حقیقت کا

جاننا چاہیے کہ نیت اور ارادہ اور قصد الفاظ مرادف ہین جو ایک معنی کے واسطے آتے ہین اور وہ دل کی ایک حالت اور صفت ہی کہ علم و عمل کے بیچ مین ہوتی ہی علم تو اس سے پہلے آتا ہی اسوجہ سے کہ اصل اور شرط اس حالت کی علم ہی ہوتا ہی اور عمل اسکے بعد ہوتا ہی بدین نظر کہ اس حالت کا ثمرہ اور فرع ہی کیونکہ یہ ظاہر ہی کہ ہر ایک کام یعنی ہر ایک حرکت اور سکون اختیاری تین چیزون سے پورا ہوتا ہے علم اور ارادہ اور قدرت اسلیے کہ انسان جس چیز کو نہین جانتا اسکا ارادہ نہین کرتا پس اسکا جاننا ضروری ہوا اور کام نہین کرتا جبتک کہ ارادہ نہین کرتا تو عمل کے لیے ارادے کا ہونا ضرور ہوا اور ارادے کے معنی یہ ہین کہ دل کا برانگیختہ ہونا ایسی چیز کیطرف جو اسکے عندیے مین اسکے مقصود کے موافق ہو خواہ اسوقت ہو یا انجام کو اور چونکہ انسان کی سرشت اسطرح کی ہی کہ بعض امور اسکے موافق اور اسکی غرض کے مناسب ہوتے ہین اور بعض مخالف تو ضرور ہوا کہ اسکو احتیاج مناسب و موافق چیز کی اپنی طرف کھینچنے کی اور مضر چیز کو اپنے نفس سے علیحدہ کرنے کی پڑی اسلیے اسباب کیحاجت ہوئی کہ مضر اور مفید چیزونکو جانے اور پہچانے تاکہ مفید کو حاصل کرے اور مضر سے بھاگے مثلاً جو شخص غذا کو نہین دیکھتا اور نہین پہچانتا تو ممکن نہین کہ غذا کھاوے اور جو شخص آگ کو نہین دیکھتا اس سے بھاگ بھی نہین سکتا اسلیے اللہ تعا نے ہدایت اور معرفت کو پیدا کیا اور انکے لیے اسباب بنائے یعنی حواس ظاہری اور باطنی اور انسے ہماری غرض نہین پھر اگر غذا کو دیکھا اور جانا کہ یہ موافق ہی تب بھی کھانے کے لیے یہ امر کافی نہین جبتک کہ آدمی مین میل و رغبت و خواہش غذا پر برانگیختہ کرنیوالی نہو دیکھو مریض غذا دیکھتا بھی ہی اور جانتا ہی کہ یہ موافق ہی مگر رغبت کے نہونے اور قوت محرک کے جاتے رہنے سے اسکو کھا نہین سکتے لیے اللہ تعا نے میل و رغبت و ارادہ پیدا کیا ہی و مراد ہماری اس سے یہی ہی کہ نفس مین ایک اشتیاق اور دل مین توجہ رکھدی پھر یہ رغبت اور ارادہ بھی کافی نہین چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ اپاہج آدمی کھانا دیکھتا بھی ہی اور اسکا تناول کرنا بھی چاہتا ہی مگر اپنے اپاہج ہونے کی جہت سے

نہین کھا سکتا پس اس وقت کے دفع کے لیے قدرت اور اعضاے متحرک پیدا کیے جیسے تناول کا مائل ہو پس عضو بدون قدرت کے حرکت نہین کرتا اور قدرت ارادہ کی منتظر رہتی ہے اور ارادہ علم و معرفت خواہ ظن و اعتقاد کا منتظر رہتا ہے یعنی اسباب کا دلمین اعتقاد پختہ ہو جاوے کہ وہ شے ہمارے موافق ہے تو جب معرفت مصمم ہو جاتی ہے کہ فلان چیز مرضی کے موافق ہے اور اسکا کرنا ضرور ہے اور کوئی دوسرا مانع بھی نہو تو ارادہ اٹھتا ہے اور رغبت ثابت ہوتی ہے اور جب ارادہ اٹھتا ہے تو قدرت اعضا کی حرکت دینے کو تیار ہو جاتی ہے حاصل یہ کہ قدرت ارادہ کی تابع ہے اور ارادہ حکم اعتقاد کا خادم ہے تو نیت کی تعریف اس صورت مین یہ ہوئی کہ وہ ایک صفت متوسط اعتقاد اور قدرت کے درمیان مین ہے یعنی ارادہ اور نفس کا ابھرنا رغبت اور میل کے حکم سے ایسی چیز کیطرف جو اسکی غرض کے موافق حال مین یا مآل مین ہو پس اول محرک تو غرض مطلوب ہوتی ہے اور باعث اسی کو کہتے ہین اور یہی غرض ابھارنیوالی نیت کیا ہوا مقصد ہے اور ابھرنا قصد اور نیت ہے اور قدرت کا ہاتھ پانون وغیرہ کو ہلانا عمل ہے مگر ازانجا کہ برانگیختہ ہونا قدرت کا عمل کے لیے کبھی ایک ہی باعث سے ہوتا ہے اور کبھی دو باعثون سے جو ایک ہی فعل مین اکٹھے ہو جاتے ہین اور ان دو مین بھی کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ ہر واحد قدرت کے برانگیختہ کرنے پر قادر ہوتا ہے اور کبھی قاصر کہ بدون اجتماع دوسرے باعث کے کافی نہین ہوتا اور کبھی ایک کافی تو ہوتا ہے مگر دوسرا باعث اسکا معاون و مددگار ہو جاتا ہے گو اکیلا خود مستقل نہین ہوتا تو اسی لیے ان چارون اقسام کے لیے جدا جدا نام اور مثالین ہونی چاہئین پہلی قسم یہ ہے کہ باعث صرف اکیلا ایک ہی ہو مثلاً اگر آدمی پر کوئی درندہ حملہ کرے تو جیسے ہی وہ اسکو دیکھیگا فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوگا اس صورت مین اسکا محرک بجز بھاگنے کی غرض کے اور کوئی نہین اسلیے کہ جب اسنے درندے کو دیکھا اور اسکو اپنے نفس کے لیے مضر جانا اسیوقت اسکا نفس بھاگنے پر راغب ہوا اور اسی رغبت کے بموجب قدرت بھی کام کرنے لگی ایسی صورت مین یہی کہا جاتا ہے کہ نیت اس شخص کی درندے سے بھاگنے ہی کی ہے کھڑے ہونے سے اور کچھ مطلب نہین ایسی نیت کو نیت خالص کہتے ہین اور اس نیت کے مقتضا کے موافق عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہین یعنی اگر بلحاظ غرض باعث کے دیکھا جاوے تو اس عمل کو اخلاص کہنا چاہیے جسکے معنی یہ ہین کہ غیر کی مشارکت اور خلط سے خالص ہے دوسری قسم یہ ہے کہ عمل کے لیے دو باعث جمع ہون اور ان مین سے ہر ایک تنہا بھی قدرت کے محرک ہونیکے لیے مستقل ہو اسکی مثال محسوسات مین یہ ہے کہ دو آدمی ملکر ایک بھاری بوجھ اتنے زور سے اٹھاوین کہ اگر تنہا بھی اتنا زور ہوتا تو کافی تھا اور ہماری غرض کے بموجب یہ مثال ہے کہ آدمی سے اسکا کوئی فقیر رشتہ دار کچھ حاجت کی درخواست کرے اور وہ اسکو پورا کر دے اور اسکے فقر اور قرابت دونون کا لحاظ کرے اور اسبات کو جانے کہ اگر یہ فقیر نہوتا تب بھی مین صرف قرابت کے باعث اسکی حاجت پوری کر دیتا یا قرابت نہوتی تو فقیری کی جہت سے حاجت روائی کرتا اور دلمین اس بات کا اپنے نفس سے یقین ہو کہ اگر کوئی رشتہ دار غنی درخواست کرے تو اسکی قضاے حاجت مین رغبت کریگا یا کوئی فقیر اجنبی سوال کرے تب بھی راغب ہوگا۔ اسیطرح جس شخص کو طبیب نے حکم ترک غذا کا دیا ہو اور اسی اثنا مین عرفہ کا دن آجاوے اور وہ روزہ رکھ لے اور جانے کہ اگر عرفہ نہوتا تو پرہیز کی جہت سے غذا ترک کر دیتا اور پرہیز نہوتا تو ثواب کی خاطر کھانا نہ کھاتا اور اب دونون جمع ہو گئے اور اسنے عمل کیا اور دوسرا باعث پہلے باعث کا رفیق ہوا تو اس دوسرے باعث کا نام ہم رفیق کہتے ہین یعنی دونون باعث ایک دوسرے کے رفیق ہین۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ دونون باعثون مین سے تنہائی کی صورت مین کوئی بھی کافی نہ ہو مگر

عـه اصل مین یون ہے کہ قدرت کا ارادہ کے [illegible] ہاتھ پانون ہلانا [illegible] اسی کا نام عمل ہے ۱۲

دونون ملکر باعث حرکت قدرت کے ہوے ہون محسوسات مین اسکی مثال یہ ہی کہ دو کمزور ملکر کسی چیز کو اٹھا دین کہ جدا جدا ان سے نہ اٹھ سکتی
ہو اور ہمارے مطلب کی مثال یہ ہی کہ کسی آدمی کا رشتہ دار غنی اسکے پاس آوے اور ایک روپیہ مانگے تو اسکو نہ دے اور اجنبی فقیر آکر مانگے تو
اسکو بھی نہ دے لیکن اگر قریب مفلس مانگنے آوے تو اسکو دیدے اس صورت مین اسکے ارادے کا باعث دونون باعثون یعنی قرابت اور فقر کے
ملنے سے ہوگا۔ اسیطرح اگر کوئی شخص لوگون کے سامنے ثواب کے لیے اور ثنا کی غرض سے صدقہ دیوے اور ایسی طرح ہو کہ اگر صرف قصد ثواب ہی ہوتا
اور سائل تنہائی مین ملتا تو دینے پر آمادہ نہوتا یا صرف غرض ثنا ہوتی اور مانگنے والا ایسا فاسق ہوتا کہ اسکے دینے مین ثواب نہو تو نہ دیتا اور جب دونون
باتین جمع ہوگئین تو ملکر دل کو حرکت دی اس قسم کے باعث کا نام ہم شریک رکھتے ہین اور چوتھی قسم یہ ہی کہ دونون باعثون مین سے ایک تو ایسا ہو
کہ اگر تنہا ہو تو کارگر ہوجاوے اور دوسرا ایسا نہو مگر جب پہلے کے ساتھ ملتا ہو تو کچھ نہ کچھ مدد اور سہولت کر دیتا ہو اسکی مثال محسوس چیزون مین
یہ ہی کہ کوئی شخص زبردست کچھ بوجھ اٹھاتا ہو اور اسکو کوئی کمزور بھی سہارا دیدے ہر چند قوی آدمی خود اسکو اٹھا سکتا تھا اور ضعیف سے
ممکن نہ تھا کہ اٹھا سکے مگر تاہم کچھ آسانی اٹھانے مین ہوجاتی ہی اور ہماری مراد کے موافق یہ مثال ہی کہ مثلاً کوئی شخص کسی وظیفہ یا صدقہ کا
عادی ہی اور اتفاق سے وظیفہ یا صدقے کیوقت کچھ لوگ آگئے تو انکے دیکھنے کے باعث اسپر وہ عمل آسان ہوگیا اور اپنے نفس سے اسبات
کو جانتا ہی کہ اگر تنہا ہوتا تب بھی اپنے عمل سے سستی نہ کرتا اور اگر طاعت کا خیال نہوتا تو صرف ریا ایسی نہ تھی جس سے وہ عمل ہو جاتا پر اسیطرح
کی نیت مین کسقدر اختلال ہوجاتا ہی ایسی قسم کے باعث کو معین کہتے ہین حاصل یہ کہ دوسرا باعث یا رفیق ہوتا ہی یا شریک یا معین اور ان سب کا حکم
ہم اخلاص کی فصل مین لکھینگے یہان مقصود نیت کے اقسام کے بیان سے ہی اسواسطے کہ عمل تابع نیت کا ہوتا ہی اور اسی سے حکم حاصل کرتا ہی اسیلیے
ارشاد ہوا ہی انما الاعمال بالنیات اور ظاہر ہی کہ تابع کا خود کچھ حکم نہین ہوتا ہی حکم متبوع ہی کا رکھتا ہی پس پہلا بیان اس حدیث کے بیان مین کہ
نیۃ المومن خیر من عملہ یعنی ایماندار کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہی حدیث مین جو وارد ہی تو اسکی کیا وجہ ہی اور اس سے کیا مراد ہی یعنی بعض شخصون کو یہ
خیال ہی کہ نیت کی ترجیح کا باعث یہ ہی کہ نیت ایک پوشیدہ چیز ہی سوا خدا تعالی کے اسپر کوئی واقف نہین ہوتا اور عمل ظاہر ہی اور پوشیدہ عمل کو
فضیلت ہوا کرتی ہی اسلیے نیت کو بھی ترجیح ہی پس ہر چند اتنی بات درست ہی کہ پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہی مگر وہ یہان مراد نہین اسلیے کہ اس سے یہ لازم
آتا ہی کہ اگر آدمی نیت کرے کہ خدا تعالی کا ذکر اپنے دل سے کرے یا مسلمانون کے کام مین فکر کرے تو نیت تفکر کی خود تفکر سے بہتر ہو اور کبھی یہ گمان
ہوتا ہی کہ ترجیح نیت کی یہ وجہ ہی کہ نیت تو انجام عمل تک رہتی ہی اور اعمال مین دوام نہین ہوتا اور یہ بھی ضعیف ہی اسلیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہی کہ عمل
کثیر عمل قلیل کی نسبت کر بہتر ہو علاوہ ازین یہ ضرور نہین کہ نیت کو دوام ہوا کرے اسلیے کہ نیت اعمال نماز کی کبھی صرف چند لحظے کے لحاظ تک ہوا
کرتی ہی اور اعمال دیر تک رہا کرتے ہین اور عموم حدیث سے یہ پایا جاتا ہی کہ نیت کو عمل پر ترجیح ہی اور بعضے یہ تقریر کرتے ہین کہ اسکے معنی یہ ہین کہ اگر
نیت صرف ہو تو وہ محض عمل بدون نیت سے بہتر ہو ہر چند یہ تو ہی کہ عمل بدون نیت سے نیت اچھی ہی مگر یہ مراد نہین ہو سکتی اسلیے کہ عمل بدون نیت یا
غفلت کے ساتھ مین کچھ بھی خیر نہین اور نیت اگرچہ عمل سے تنہا ہو تو وہ بالکل خیر ہی اور ترجیح ان چیزون مین ہونی چاہیے جو اصل خیر مین مشترک
ہون بلکہ مراد یہ ہی کہ جو طاعت کہ نیت و عمل سے مرکب ہو اور نیت بھی من جملہ خیرات ہو اور عمل بھی تو ساری طاعت مین نیت بہ نسبت عمل کے بہتر
ہی یعنی نیت اور عمل ہر چند دونون مقصود ہین تاثیر رکھتے ہین مگر نیت کی تاثیر عمل کی نسبت کر بہت ہوتی ہی پس حدیث مذکور کے معنی یہ ہین کہ نیت مومن

[illegible]

کی منجملہ اسکی طاعت کے اس عمل سے بہتر ہے جو وہ بھی منجملہ اسکی طاعت کے ہے اور غرض یہ ہے کہ بندے کو نیت مین بھی اختیار ہے اور عمل مین بھی اسواسطے
کہ دونون عمل ہی ہین مگر بہتری نیت ہی کو ہے یہ تو معنی اس حدیث کے ہوے اب باقی رہا یہ کہ عمل سے اسکے بہتر اور افضل ہونیکا کیا سبب ہے تو اسکو وہی
سمجھیگا جو دین کے مقصود اور اسکے طریق کو سمجھتا ہے اور جانتا ہو کہ طریق کی تاثیر مقصود کے پہچاننے مین کس طرح ہوتی ہے اور بعض اثرون کو بعض پر
قیاس کرے تاکہ معلوم ہووے کہ مقصود کے لحاظ سے فلانے اثر کو افضلیت ہے مثلاً جو شخص کہے کہ روٹی میوے کی نسبت کہ بہتر ہے تو اسکی
مراد یہ ہے کہ روٹی بلحاظ مقصود کے یعنی قوت اور غذا ہونے کے بہتر ہے اور اسبات کو وہی سمجھیگا جو یہ سمجھے کہ غذا کسی مطلب خاص کیلیے ہے جسکو صحت اور
بقا کہتے ہین اور غذائین تاثیرات مختلف اسباب مین رکھتی ہین اور انکی تاثیرات کو بھی ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے معلوم کرلے کہ اصل مقصود کس
مین زیادہ ہے اور طاعات پر جو غور کیا جاتا ہے تو یہ بھی دلون کی غذائین ہین اور انسے مقصود دلون کی شفا اور بقا اور آخرت مین سلامت رہنا اور سعادت
اخروی سے بہرہ ور ہونا اور خداے تعالی کے دیدار سے لذت پانی ہے غرضکہ مقصود لذت سعادت یہ لقاء اللہ ہے فقط اور اس سعادت سے لذت یاب وہی
ہوگا جو خداے تعالی کا عارف اور محب ہو کر مرے اور اس سے محبت وہی کریگا جو اسکو جانیگا اور اس سے انس اسیکو ہوگا جو زیادہ تر اسکا ذکر کرے
پس انس دوام ذکر سے حاصل ہوتا ہے اور معرفت دوام فکر سے اور محبت معرفت کی تابع ہوتی ہے اور قلب دوام ذکر اور فکر کے لیے فارغ نہین ہوتا مگر
اسطرح کہ دنیاوی شغلون سے فارغ ہو اور اشغال دنیاوی سے فراغت جب ہوتی ہے جبکہ دل سے دنیا کے شہوات علیحدہ ہوجاوین یہانتک کہ خیر
کیطرف مائل اور راغب ہوجاوے اور شر سے نفرت اور بغض کرے اور خیر اور طاعات کیطرف میل اسوقت پیدا ہوتا ہے کہ جان لیوے کہ سعادت
اخروی انھین چیزون سے وابستہ ہے جیسے کہ عاقل فصد اور پچھنے کیطرف جب مائل ہوتا ہے کہ جان لیتا ہے کہ میری سلامتی اسی مین ہے اور جب اصل میل معرفت سے حاصل
ہوجاتا ہے تو وہ عمل سے قوی ہوجاتا ہے یعنی اگر مقتضاے میل کے موجب عمل پر مواظبت کیجاتی ہے تو عمل کو تقویت ہوجاتی ہے اسلیے کہ مواظبت ایسے اعمال پر
کرنی قائم مقام غذا اور قوت کے صفات قلبی کے لیے ہوا کرتی ہے جس سے صفت قلبی زور پکڑ جاتی ہے اور خوب جم جاتی ہے مثلاً جو شخص طلب علم یا ریاست کی
طرف مائل ہو تو شروع مین اسکا میل ضعیف ہوتا ہے مگر جب مقتضاے میل کے بموجب علم مین مشغول ہوتا ہے خواہ حصول ریاست کیلیے تدبیر شایان عمل
مین لاتا ہے تو وہ میل راسخ ہوجاتا ہے حتی کہ اس سے علیحدہ ہونا اسکو مشکل پڑجاتا ہے اور اگر میل کے خلاف کرتا ہے تو اسکو ضعف ہوتا جاتا ہے اور اکثر جاتا ہی
رہتا ہے یا جو شخص کہ کسی خوبصورت کو دیکھتا ہے تو اسکو رغبت کچھ ضعیف ہوتی ہے پھر اگر اسکے مقتضا کے بموجب ہمیشہ پاس بیٹھنا اور دیکھنا اور ہمکلام ہونا
اور ملنا اختیار کرے تو وہی رغبت اتنی قوی ہوجاویگی کہ انجام کو کام اپنے اختیار سے نکلجاویگا اور علیحدہ نہین ہوسکیگا لیکن ابتدا ہی مین اگر
نفس کو علیحدہ رکھیگا اور مقتضاے میل کے بموجب عمل نہ کریگا تو یہ ایسا ہوگا کہ گویا میل کی غذا موقوف کردی تو بجز اسکے کہ وہ میل ضعیف
اور شکستہ ہوکر نیست و نابود ہوجاوے اور کیا ہوگا اسیطرح سب صفات کا حال ہے۔ اور خیرات اور طاعات سب کے سب اسلیے ہین کہ انسے آخرت مطلوب
ہوتی ہے اور شرور سب کے سب سے دنیا مراد ہوتی ہے اور نفس کا میل خیرات اخروی کیطرف اور اسکا پھرنا دنیوی خیرات سے بھی دلکو ذکر اور فکر کیلیے
فارغ کردیتا ہے اور یہ پختہ جب ہوتا ہے جبکہ اعمال طاعات پر مواظبت ہو اور جوارح سے معاصی کا ترک لازم کرلیا جاوے اسلیے کہ اعضاے
ظاہری اور دل مین ایک علاقہ ہے جس سے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پہونچتا ہے مثلاً اگر کسی عضو مین زخم لگتا ہے تو اس سے دل مین درد ہوتا ہے اور دل
جبکبھی کسی عزیز کے مرنے سے رنجیدہ ہوتا ہے یا کسی امر خوفناک سے غمگین ہوتا ہے تو اعضا پر اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے کہ کہین بدن کانپتا ہے کہین رنگ بدلجاتا ہے

فرق اتنا ہو کہ دل اصل ہو گویا کہ امیر یا حاکم ہو اور اعضا مثل خادم اور رعیت کے ہین انھین کیخدمت کی جہت سے دل کے صفات پختہ ہوجاتے ہین غرضکہ دل مقصود ہو اور اعضا آلات ہین جنسے مقصود تک رسائی ہو اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح لھا سائر الجسد اور فرمایا اللھم اصلح الراعی والرعیۃ راعی سے مراد آپ کا قلب ہو اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم اور تقویٰ قلب کی صفت ہو اسیوجہ سے بالضرور واجب ہو کہ قلب کے اعمال مطلقاً حرکات اعضا کی نسبت کر افضل ہون پھر یہ ضرور ہو کہ ان سب مین سے نیت افضل ہو اسواسطے کہ نیت دل کے میل کرنے کو خیر کیطرف اور ارادہ خیر کو کہتے ہین اور اعمال جوارح سے ہماری غرض یہ ہو کہ جنسے دل ارادۂ خیر کا عادی ہو اور میل خیر اسمین پختہ ہوجاوے تاکہ شہوات دنیا سے فارغ ہو کر ذکر اور فکر پر جھکا رہے تو ظاہر ہو کہ اعمال مین بہتری اسی غرض کے لحاظ سے ہوگی اور نیت مین چونکہ نفس مقصود حاصل ہو لہذا بلحاظ مقصود اسکو فضیلت ہونی چاہیے جیسے معدہ مین اگر درد ہو تو ایک علاج تو یہ کرتے ہین کہ اوپر سے لیپ کردین اور ایک یہ کہ ایسی دوا پلادین جو معدہ مین پہنچے پس دوا کا پینا بہ نسبت لیپ کے بہتر ہوگا اسلیے کہ اس سے بھی مقصود یہی ہو کہ اثر معدہ مین پہنچے تو جو چیز خود معدہ ہی سے ملی رہے وہ بہتر اور نافع تر ہوگی اسیطرح سب طاعات کی تاثیر کو سمجھنا چاہیے اسلیے کہ انسے مطلوب دلونکے تغیر اور انکے صفات کی تبدیل ہو نہ کچھ اعضا کی خوبی مثلاً سجدہ کرنے سے یہ غرض نہین کہ پیشانی کا رکھنا زمین پر ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہو کہ عادت تواضع کی جو صفت قلبی ہو مضبوط ہوجاوے یعنی جو شخص اپنے نفس مین تواضع پاتا ہو تو جب اپنے اعضا سے اسپر مدد چاہیگا اور انکی شکل تواضع کی بناویگا تو اسکی تواضع پختہ ہوجاویگی اور جو شخص اپنے دل مین یتیم پر ترس پاتا ہو جب اسکے سر پر ہاتھ پھیریگا اور پیار کریگا تو وہ صفت دل مین پختہ ہوجاویگی اور ایسی صورتون مین عمل بدون نیت ہرگز مفید نہین مثلاً کوئی یتیم کے سر پر تو ہاتھ پھیرے مگر دل مین غافل ہو یا یہ گمان کرے کہ مین کپڑے پر ہاتھ پھیرتا ہون تو ایسے عمل سے اعضا کی تاثیر دل مین کچھ بھی نہوگی اسیطرح جو شخص براہ غفلت سجدہ کرے اور اسکا دل دنیا کی فکرون مین مشغول و مستغرق ہو تو اس کے زمین پر پیشانی رکھنے سے دل پر کچھ تاثیر نہین ہوتی جس سے کہ تواضع پختہ ہو اسطرح کے سجدے کا وجود اور عدم برابر ہو اور جس چیز کا وجود اور عدم بلحاظ غرض مطلوب کے برابر ہو اسکو باطل بیکار کہا کرتے ہین اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عبادت بدون نیت کے باطل ہو اور یہ اس صورت مین ہو کہ سجدہ غفلت سے کیا ہو پس جبکہ اس سے قصد ریا یا کسی شخص کی تعظیم کا کیا ہو تو اسکا وجود و عدم ہی برابر نہوگے بلکہ ایک خرابی بھی بڑھ جاویگی یعنی جس صفت کی تاکید مطلوب تھی وہ تو نہوئی بلکہ جس صفت کا استیصال منظور تھا اسکی تاکید ہوئی اور وہ صفت ریا کی ہے جو دنیا کیطرف میل کرنے مین داخل ہو یہ وجہ ہو نیت کے بہتر ہونے کی عمل سے اور اسی سے معنی اس حدیث کے بھی سمجھ مین آتے ہین من ھم بحسنۃ فلم یعملھا کتبت لہ حسنۃ اسلیے کہ دل کا قصد کرنا اسکا خیر کیطرف مائل ہونا اور ہوا سے نفسانی اور محبت دنیا سے منحرف ہونا ہو جو بڑے مرتبے کی خوبی ہو اور عمل کے پورا کرنے سے اس خوبی کی تاکید ہوجاتی ہو مثلاً قربانی کے ذبح سے مقصود گوشت اور خون نہین بلکہ یہ مراد ہو کہ دل محبت دنیا سے پھر جاوے اور خدائے تعالیٰ کی رضا کو اپنے مطالب سے مقدم جانکر اسکو خدائے تعالیٰ کی راہ مین دیدالے اور یہ بات نیت اور ہمت کے مصمم کرتے ہی حاصل ہوجاتی ہو گو کسی مانع کی جہت سے نوبت عمل کی نہ پہنچے چنانچہ قرآن مجید خود شاہد ہو لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم اور تقوے کا مقام احادیث کی رو سے دل ہو اور اسیوجہ سے آنحضرت

اور نہ ہوا ہو لیکن
ہم پہنچا ہو اور ہم
تم سے ۱۲ ہم جو
شخص قصد کرے
نیکی کا اور نہ کیا اسکو
اسکے لیے ایک نیکی
لکھی جائیگی
گذری ۱۲ اور یہ
اللہ کو نہین پہنچتا
ان کے گوشت اور
نہ لہو ولیکن اسکو پہنچتا
ہے تمہارے دل کا
ادب ۱۲

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کچھ لوگ مدینے مین ہین اور جہاد مین ہمارے شریک ہین اسواسطے کہ انکے دل نیت بخیر ہونے اور خدائے تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے اور مال وجان کے خرچ کرنے اور شہادت کی رغبت کرنے مین ایسے ہی تھے جیسے ان لوگونکے تھے جو جہاد کو نکلے تھے صرف بدن علیحدہ تھے کسی خاص مانع کی جہت سے شرکت بدنی نہو سکی تھی اور ان معنون سے سب احادیث جو ہمنے نیت کی فضیلت مین وارد کی ہین سمجھ مین آجاونگی تو انکو انھین معنونپر مطابق کرکے دیکھ لینا چاہیے تاکہ اسرار منکشف ہوجاوین چوتھا بیان جو اعمال کہ نیت سے متعلق ہین ان کی تفصیل کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ اعمال اگرچہ بہت سے اقسام مین منقسم ہوسکتے ہین یعنی کہہ سکتے ہین کہ وہ فعل ہین یا قول اور حرکت ہین یا سکون اور حصول فائدہ کے لیے ہین یا دفع ضرر کیلیے اور فکر کے ہین یا ذکر کے اسیطرح بہت سے ہوتے ہین کہ انکا شمار بھی نہین ہوسکتا مگر تاہم انکی تین قسمین ہین اول معاصی دوم طاعات سوم مباحات ان تینون قسمونمین نیت کے باعث جو تغیر ہوتا ہی وہ مفصل لکھا جاتا ہی قسم اول یعنی معاصی کا حال تو یہ ہی کہ نیت کے باعث انمین کچھ تغیر نہین ہوتا پس اگر کوئی جاہل حدیث انما الاعمال بالنیات سے یہ سمجھے کہ معصیت بسبب نیت کے طاعت ہوجاتی ہی تو یہ محض غلطی ہی مثلاً ایک شخص کے پاس خاطر کے باعث کوئی شخص دوسرے کی غیبت کرے یا فقیر کو کسی دوسرے کا مال کھلاوے یا مال حرام سے مدرسہ یا مسجد یا سراے بناوے اور نیت خیر کرے تو سب جہالت کی باتین ہین نیت کے باعث ان امور کا ظلم اور معصیت ہونا جاتا نہ رہیگا بلکہ مقتضاے شرع کے خلاف ایسے خیر کی نیت کرنی دوسری برائی ہے پس اگر دانستہ ایسا کریگا تو دشمن شرع ہوگا اور اگر نادانستگی مین کریگا تو جہالت کے باعث گناہگار ہوگا کیونکہ علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہی اور خیرات کا خیر ہونا شرع ہی سے معلوم ہوتا ہی جو چیز شر ہو وہ خیر کیسے ہوسکتی ہی بلکہ اصل یہ ہی کہ شہوت خفی اور ہواے باطنی اس امر کو دلمین ڈالدیتے ہین اسلیے کہ جب دل طلب جاہ اور لوگونکے دل اپنی طرف کرنیکا اور حظوظ نفسانی کا مائل ہوتا ہی تو جاہل آدمی پر شیطان کو خوب دغا کا بہانہ ملجاتا ہی اور اسیوجہ سے حضرت سہلؒ فرماتے ہین کہ خداے تعالیٰ کی نافرمانی کسی معصیت سے اتنی بڑھکر نہین جتنی جہل کی معصیت ہی لوگون نے پوچھا کہ حضرت جہل سے بڑھکر بھی کوئی چیز آپکو معلوم ہی انھون نے فرمایا کہ ہان اپنی جہالت سے جاہل ہونا زیادہ سخت ہی اور واقع مین آپکا قول درست ہی اسلیے کہ جہل مرکب بالکل راہ تعلم کی بند کردیتا ہی مثلاً جو شخص جانتا ہو کہ مجھے علم ہی وہ کیون سیکھیگا کسی نے سچ کہا ہی شعر آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند ٭ در جہل مرکب ابد الدہر بماند ٭ اسیطرح علم سے خداے تعالیٰ کی اطاعت کرنی سب اطاعتون سے افضل ہی اور علم کا علم سب علمونکی جڑ ہی جیسے کہ جہل کا جہل سب جہالتونکی اصل ہی تو جس شخص کو علم نافع اور مضر کا حال معلوم نہو وہ انھین علوم مین مشغول ہوگا جنپر لوگ جھکے ہوے ہین اور وہ علوم واہیات ہین جو انکے لیے دنیا کے وسیلے ہین اور ایسے ہی علوم مین مصروف ہونا مادہ جہالت اور معدن فساد عالم ہی حاصل یہ کہ جو شخص جہالت کے باعث معصیت سے قصد خیر کرے تو اسکا عذر جہالت نہین سنا جاویگا البتہ ایک صورت مین معذور ہوگا کہ اسکو مسلمان ہوے تھوڑے دن ہوے ہون اور مہلت سیکھنے کی نہ ملی ہو اور ظاہر ہی کہ خداے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا یعذر الجاہل علی الجہل ولا یحل للجاہل ان یکیث علی جہل ولا للعالم ان یسکت علے علمہ اور مساجد اور مدرسے مال حرام سے بنوا کر جو بادشاہونکا تقرب کرتے ہین اسی کے قریب یہ بھی ہی کہ جو لوگ بیوقوف اور شریر ہون اور فسق وفجور مین مشغول اور اسی بات پر آمادہ ہون کہ علماسے جھگڑین اور فقہا کو بہکائین اور لوگون کی دلداری اور مال دنیاوی اور متاع بادشاہون اور یتیمون اور مساکینون پر دانت رکھتے ہون انکو علم پڑھایا جاوے اسلیے کہ ایسے بذات جب علم

سیکھتے ہین تو خداے تعالیٰ کی راہ کے راہزن ہوتے ہین اور ہر ایک اپنے شہر مین دجال کا نائب بنکر دنیا پر جھگڑتا ہی اور ہواے نفسانی کا اتباع کرتا ہی اور تقوے سے دور رہتا ہی لوگون کو اسکے دیکھنے سے خداے تعالیٰ کی نافرمانیون کی جرأت ہوتی ہی پہ یہی علم اس شخص سے دوسرے کسی اسی جیسے کو ملجاتا ہی وہ بھی اول استاد کے قدم بقدم چلتا ہی اسیطرح یہ علم مسلسل ہوتا چلا جاتا ہی اور سب اسطرح کے عالم اس علم کو وسیلہ شر کرتے ہین اور ان سب کا وبال اسی معلم اول پر رہتا ہی جسنے باوجود نیت فاسد شاگرد کے اسکو علم پڑھایا اور آنکھون سے اسکے اقسام معصیت اقوال اور افعال اور کھانے پہننے مسکن وغیرہ مین دیکھ لیے اور اسکی تعلیم موقوف نہ کی اسطرح کا عالم جب مرجاتا ہی تو اسکے آثار شر کے جہان مین ہزار دو ہزار برس تک پھیلے رہتے ہین اور اچھا وہی ہی جو مرے اور اسکے ساتھ اسکے گناہون کا بھی خاتمہ ہوجاوے پھر تعجب یہ ہی کہ ایسے عالم جہالت سے یہ کہتے ہین کہ انما الاعمال بالنیات مین نے تو علم دین کے پھیلانے کی نیت کی ہی اگر سیکھنے والا اسکو فساد مین استعمال کریگا تو قصور اسکا ہی نہ میرا میری نیت تو یہی تھی کہ وہ اس سے امور خیر پر مدد لے اسکے اس قول کا منشا ریاست کی محبت اور مخدوم بننا اور زیادتی علم کا تکبر ہی اور شیطان بواسطہ ریاست کی محبت کے اسپر یہ امور مشتبہ کردیتا ہی مگر ہمکو نہین معلوم کہ وہ شخص اس بات کا جواب کیا دیگا کہ ایک شخص نے راہزن کو تلوار ہبہ کردی اور اسکو گھوڑا اور دوسرے لوازم تیار کر دیے جنسے وہ اپنے مقصود پر مدد لے اور پھر یہ کہتا ہی کہ مین نے نیت سخاوت اور دینے کی کر لی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عمدہ اخلاق مین سے ہی اور میری یہ نیت ہی کہ وہ شخص اس تلوار و سامان سے خدا کی راہ مین لڑے اور غازی کو یہ سامان دینا ظاہر ہی کہ بڑے ثواب کی بات ہی اب اگر وہ خود اسکو رہزنی مین صرف کرے تو مین کیا کرون وہ خود گناہگار ہوگا حالانکہ سب فقہا کا اتفاق ہی کہ راہزن کو اسباب رہزنی سے مدد پہونچانی حرام ہی باوجودیکہ سخاوت سب اخلاق مین سے محبوب ہی اور اسکی شان مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ حق تعالیٰ کے تین سو اخلاق ہین جو کوئی ان مین سے ایک سے بھی اسکی طرف تقرب کرتا ہی وہ جنت مین داخل ہوتا ہی اور ان سب مین محبوب خدا کو سخاوت ہی پس کیا وجہ کہ اس سخاوت کو حرام کردیا اور راہزن کے قرینہ حال کو دیکھنا واجب فرما دیا پس جبکہ اسکی عادت ظاہر ہوگئی کہ وہ ہتھیار سے شر کے او پر راہ لیتا ہی تو اس سے ہتھیار ونکا چھین لینا چاہیے نہ یہ کہ اور اپنے پاس سے اسکو دیے جاوین اور علم بھی وہ ہتھیار ہی کہ اس سے شیطان اور دشمنان خدا مارے جاتے ہین اور بعض وقات اس سے دشمنان خدا کو مدد پہونچتی ہی جیسے ہواے نفسانی تو جو شخص ہمیشہ دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہی اور اپنی خواہش کو آخرت پر مگر حصول خواہش سے بسبب کم علمی کے عاجز ہو تو ایسے شخص کو علم سے مدد دینی کیسے جائز ہی کہ وہ اس علم کی بدولت اپنے شہوات کے حاصل کرنے پر قادر ہوجائے۔ بزرگان سلف کا دستور تھا کہ جو شخص ان کے پاس آمد ورفت رکھتا تھا اسکے حال کے تجسس مین رہتے تھے اگر اس سے ایک نفل مین بھی قصور دیکھتے تو اسکو برا جانتے اور خاطر داری اور تعظیم چھوڑ دیتے اور اگر بدکاری یا حرام چیز کو حلال سمجھنا دیکھ لیتے تو اسکو اپنی مجلس سے نکال دیتے اور بولنا چھوڑ دیتے کوئی بات سکھانے کے تو کیا معنی اسواسطے کہ انکو معلوم تھا کہ جو کوئی شخص مسئلہ سیکھتا ہی اور اسکے بموجب عمل نہین کرتا اسکو غیر جگہ مین استعمال کرتا ہی تو وہ اور کچھ نہین سیکھتا صرف شر کا وسیلہ ڈھونڈھتا ہی اور تمام اکابر سلف نے عالم بدکار سے پناہ مانگی جاہل بدکار سے نہین مانگی حضرت امام احمد بن حنبل کا حال لکھا ہی کہ ایک شخص آپ کی خدمت مین برسون سے آمد ورفت استفادہ کے طور پر رکھتا تھا اتفاقاً آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اور گفتگو موقوف کی نظر عنایت گرادیا اس شخص نے ہر چند تغیر مزاج کا باعث پوچھا مگر آپ نہ بتلاتے تھے آخر بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ تو نے اپنے گھر کی دیوار کو کہگل کیا ہے گارا لگایا ہی اور قدآدم مٹی لی

ہو اور وہ مسلمانون کی راہ کی ناک ہو اسلیے اب تجھ مین لیاقت نہین ہو کہ علم کی نقل کرے پس سلف کے لوگون کا حال نگرانی طلبہ کا اسطرح تھا اور اس جلسے
با مین غنی لوگون اور شیطان کے تابعدار و نیز مخفی رہتی ہین گو انکے پاس چادرین اور چوڑی چوڑی آستینین ہون اور وہ خود زبان دراز اور خوش تقریر
ہون اور علم بھی بہت سا رکھتے ہون یعنے وہ علم جس مین دنیا سے ڈرانے اور روکنے کا بیان اور آخرت کی ترغیب ولطلبی نہو بلکہ وہ علم ہو جو خلق مین مروج ہو
اور اسکے باعث مال حرام جمع کرتے ہین اور لوگون کی پیروی چاہتے ہین اور ہمسرون پر بڑھ بڑھکر بیٹھتے ہین اس تقریر گذشتہ سے ثابت ہوا کہ حدیث
الاعمال بالنیات خاص دو قسم اعمال کے لیے ہو یعنی طاعات اور مباحات کے لیے اور معاصی کے لیے نہین ہو اسلیے کہ طاعات تو نیت کے سبب سے
معصیت بھی ہوجاتی ہین اور نیت ہی سے طاعت بھی رہتی ہو اور مباح کا بھی یہی حال ہو کہ نیت ہی سے معصیت اور طاعات دونون ہوسکتی ہین مگر
معصیت کسیطرح طاعت نہین ہوسکتی بلکہ نیت سے اسمین برعکس تاثیر ہو کہ جب معصیت مین خبیث نیتین ملجاتی ہین تو اسکا وبال در گناہ اور زیادہ ہوجاتا ہو چنانچہ
اسکا بیان باب التوبہ مین گذرا دوسری قسم اعمال کی طاعات ہین وہ دو باتون مین نیت سے متعلق ہین اول تو اصل صحت مین دوم ثواب کی زیادتی مین اصل تو
اسطرح کہ عمل سے عبادت خدا کی نیت کرے اور کچھ نہو یعنی اگر ریا کی نیت کریگا تو وہ عبادت معصیت ہوجائیگی اور ثواب کا زیادہ ہونا اسطرح کہ بہت سی نیک
نیتین ایک عمل مین کرے تو جب ایک طاعت مین نیت چند خیرات کی کریگا تو ہر ایک نیت پر ایک ثواب جداگانہ ملیگا کیونکہ ہر نیت ایک حسنہ ہو اور
ایک حسنہ پیچھے ہو جب حدیث شریف کے دس گنا ثواب ملسکتا ہو مثلاً کوئی شخص مسجد مین بیٹھے اور اس بیٹھنے مین بہت سی نیتین کرے ہر چند
یہ ایک طاعت ہو مگر بہت سی نیتون سے اتنی ہوسکتی ہو کہ اعمال متقین کی سی فضیلت اسمین آجاے اور مقربین کے درجے کو اسکے باعث پہونچ جائے
پہلی نیت یہ ہو کہ یون جانے کہ مسجد خدا کا گھر ہو اور جو اسمین آتا ہو اسکو خدا کی زیارت ہوتی ہو تو مسجد مین بیٹھنے سے زیارت اپنے پروردگار کی نیت
کرلے تاکہ وہ ثواب جسکا وعدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین فرمایا ہو حاصل ہو چنانچہ آپ فرماتے ہین من قعد فی المسجد فقد زار اللہ تعالیٰ وحق علی المزور اکرام
زائرہ دوسرے یہ کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی نیت کرے تاکہ جبتک انتظار مین رہے نماز ہی کا ثواب ملے اور یہی مراد ہو کلمہ ورابطوا سے جو قرآن مجید
مین وارد ہے تیسرے کان اور آنکھ کا روکنا اور اعضا کو حرکات اور ترددات سے محفوظ رکھکر راہب بننا اسلیے کہ اعتکاف روزہ کے
مثل باز رہنے کا نام ہو اور وہ ایک قسم کی رہبانیت ہو اسلیے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رہبانیۃ امتی القعود فی المساجد چوتھے
ہمت کا مختصر کرنا خداے تعالیٰ پر اور فکر آخرت کے بھید کا سمجھ لینا اور جو اشغال اس سے روکنے والے ہین انکو دفع کرنا پانچوین ذکر الٰہی کیلیے تنہا ہوجانا
یا صرف اسکا ذکر سننے کے لیے یا اسکی یاد کے لیے ہو رہنا جیسے کہ حدیث شریف مین وارد ہو من غدا الی المسجد لیذکر اللہ تعالیٰ او یذکر بہ کان کالمجاہد
فی سبیل اللہ تعالیٰ چھٹے قصداً امر معروف اور نہی منکر کا کرنا اسلیے کہ مسجد مین ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہین جو نماز اچھی طرح نہ پڑھین یا ایسے
حرکات کے مرتکب ہون جو انکو جائز نہون تو مسجد مین بیٹھنے والا انکو اچھی بات سکھاوے اور دین کی راہ بتاوے تاکہ جو امر خیر وہ اس سے سیکھین اسمین
یہ بھی شریک ہو اور خیرات اسکی زیادہ ہوجاوین ساتوین یہ کہ کسی برادر دینی سے کچھ استفادہ کی نیت ہو کہ مسجد مین اکثر دیندار خداے تعالیٰ کے محب
اور اللہ تعالیٰ کے باب مین دوستی کرنے والے موجود رہا کرتے ہین انسے استفادہ ہو تو ذخیرۂ آخرت اور غنیمت ہے آٹھوین یہ کہ گناہ ہونکو خداے تعالیٰ
کی شرم سے چھوڑ دے اور اسباب سے محترز رہے کہ خداے تعالیٰ کے گھر مین وہ بات نکرے جو مقتضی ہتک حرمت ہو اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین
کہ جو شخص کثرت سے آمد و رفت مسجد کی رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اسکو سات باتون مین سے ایک عنایت فرماتا ہو یا کوئی بھائی ملتا ہو جس سے خداے تعالیٰ کے

(۲۱) جو شخص مسجد مین بیٹھا اسنے زیارت کی اللہ کی اور جسکی زیارت کیجاے اسپر حق ہو کہ زیارت کرنیوالیکا اکرام کرے
(۲۲) جمال باب الصلوٰۃ مین گذری
(۲۳) میری امت کی رہبانیت مسجدون مین بیٹھنا ہے اسکی سند صحیح نہین ملی
(۲۴) جو شخص مسجد مین جاوے تاکہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرے یا اسکے ذکر کی نصیحت کرے تو وہ شخص [illegible]

[illegible]

یا اب مین استفادہ ہو یا رحمت نازل ہوتی ہو یا علم عجیب یا ایک کلمہ جو راہ راست بتا وے یا نکمی بات سے چھڑا وے یا گناہ ہونیکا چھوڑنا خدا سے
تعالیٰ کے خوف سے یا اسکی شرم سے پس بہت سی نیتین کرنے کا یہ طور ہو اسی پر سب طاعات اور مباحات کو قیاس کر لینا چاہیے اسواسطے کہ کوئی
طاعت ایسی نہین جو محتمل بہت سی نیات کی نہو بندۂ مومن کے دلمین انمین سے اسیقدر آتی ہین جسقدر کہ وہ طلب خیر مین جد و جہد اور فکر کرتا ہے
اسی سے اعمال ستھرے ہوتے ہین اور حسنات زیادہ ہوتے ہین تیسری قسم مباحات ہین انمین بھی ایک یا کئی نیتین اس قسم کی ہو سکتی ہین جنسے کہ
مباحات عمدہ قربات مین سے ہو جاوین اور انسے بلند مدارج حاصل ہون بڑا نقصان اسکو ہو جو انسے غافل ہو اور جانورون کیطرح سہو اور غفلت سے
انکو بجا لاوے اور یہ نہ چاہیے کہ آدمی کسی خطرہ یا قدم و لحظہ کو حقیر سمجھے اسلیے کہ قیامت کو ان سبکی پوچھ ہوگی کہ کیون کیا تھا اور اس سے کیا نیت تھی یہ صورت
اس مباح مین ہو جسمین کراہت کا خلط نہو اور اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلالہا حساب و حرامہا عقاب اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث
مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان العبد لیسئال یوم القیمۃ عن کل شیئ حتی عن کحل عینیہ و عن فتات الطینۃ باصبعہ و عن لمس ثوب اخیہ
اور دوسری حدیث مین ہو کہ جو شخص خدا کے واسطے خوشبو لگا وے قیامت کو ایسی طرح آویگا کہ اسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو غیر اللہ
کے واسطے خوشبو لگاوے وہ قیامت کو ایسی طرح آویگا کہ اسکی بو مردار کی بدبو سے بھی زیادہ ہوگی یہان دیکھو کہ خوشبو لگانا مباح ہے مگر
نیت کا ہونا اسمین ضرور ہو اب اگر پوچھو کہ خوشبو لگانی نفس کے حظوظ مین سے ہو وہ خدا کیواسطے کیسے ہو سکتی ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ جو شخص
جمعہ کو یا اور اوقات مین خوشبو لگاوے تو ہو سکتا ہو کہ اسکا مقصود صرف دنیاوی لذات سے راحت پانیکا ہو یا اظہار اپنے فخر کا اور مال کی کثرت کا ہو
تاکہ ہمسر حسد کرین یا خلق کو دکھلانا منظور ہو تاکہ انکے دلون مین اسکی جگہ ہو اور اسکا ذکر جب کرین تو کہین کہ خوشبو پسند آدمی ہو خوشبو سے ذوق ہو یا یہ منظور ہو کہ
اجنبی عورتون کے دلون مین محبوب ہو جاوے بشرطیکہ ان کو دیکھا کرتا ہو اور بہت سے امور اسیطرح کے ہو سکتے ہین اور ان سب سے خوشبو لگانی
معصیت ہو جاتی ہو اسیوجہ سے اسکی بدبو مردار سے بڑھکر قیامت مین ہوگی مگر صرف پہلا قصد یعنی لذات دنیاوی سے راحت پانی البتہ
معصیت نہین سوال اس سے بھی ہوگا اور جس سے حساب کا جھگڑا ہوگا اسکو عذاب ہوگا اور جو شخص کہ کوئی چیز دنیا کے مباحات سے تمتع کر لیگا
تو قیامت کو اسپر عذاب تو نہوگا مگر اسیقدر راحت آخرت کم کر دیجاویگی اور اگر تامل کرو تو بڑے نقصان کی بات ہو کہ یہانکی ایک مر فانی کے
عوض مین وہ راحت جاودانی کم ہو جاوے اور اچھی نیتین خوشبو مین یہ ہین کہ مثلاً اس سے اتباع سنت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جمعہ کے روز
نیت کرے اور خانۂ خدا کی تعظیم کی نیت کرے کہ خدا کے گھر کی زیارت کو مسجد مین بے خوشبو نجانا چاہیے یا اپنے پاس والون کو راحت پہونچانے کی
نیت کرے یا خود اپنے نفس سے بدبو دور کرنے کی نیت کرے کہ جو میرے پاس بیٹھے اسکو ایذا میری بدبو کی نہو یا یہ نیت کرے کہ بدبو کی صورت
مین لوگ میری غیبت کرتے ہونگے وہ غیبت سے باز رہین اور میرے سبب سے خدا کے تعالیٰ کی معصیت نکرین اسلیے کہ جو شخص غیبت کا متعرض ہوتا
ہو اور وہ اس سے بچنے پر قادر ہو تو وہ اس معصیت مین شریک ہوا کرتا ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ
عدوا بغیر علم اسمین اشارہ ہو کہ شر کا سبب ہونا بھی شر ہو اور نیت اپنے دماغ کے علاج کی کرے تاکہ خوشبو سے ذہن و ذکا زیادہ ہو اور امور دینی کا
سمجھنا اور ان مین فکر کرنا آسان پڑے چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ جسکی خوشبو اچھی ہوتی ہو اسکی عقل زیادہ ہوتی ہو غرضکہ اسطرح کی نیتین ایسی
ہین کہ جب آدمی کے دلپر تجارت آخرت اور طلب خیر غالب ہوتی ہو تو ایسی نیتین کرنے سے عاجز نہین ہو کر سکتا ہو اور جس صورت مین کہ اسکے دلپر آسائش

دنیا ہی غالب ہو تو البتہ یہ نیتیں اسکے دل میں نہیں آتیں اور اگر کوئی ذکر بھی کرے جب بھی اسکا دل نہیں ابھرتا کہ یہ نیتیں کرے اور اگر کوئی ان
نیتوں میں سے کرتا بھی ہے تو صرف خطرے کے طور پر ہوتی ہیں کہ اسکو نیت نہیں کہہ سکتے اور مباحات بہت سے ہیں اور ان میں نیتوں کی شمار ممکن نہیں
اس ایک ہی مثال سے باقی کو قیاس کر لو اور اسیوجہ سے بعض عارفین سلف نے فرمایا ہے کہ مجکو مستحب معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں ایک نیت کر لیا
کروں یہانتک کہ کھانے اور پینے اور سونے اور پاخانہ میں جانے اور دوسری چیزوں میں سب میں ایک نیت ہو اور یہ سب باتیں اس قسم کی ہیں کہ ان
میں نیت تقرب الی اللہ کی ہو سکتی ہے اسواسطے کہ جو چیز کہ سبب بدن کے باقی رہنے اور معاملات بدنی سے دلکے فارغ ہونیکا ہے وہ دین پر معین ہوتی
ہے مثلاً جو کھانا کھانے سے یہ نیت کرے کہ عبادت پر قوت ہو اور صحبت سے یہ نیت کرے کہ دین کی درستی اور اپنی اہلیہ کے دلکی خوشی اور توقع ولد صالح
کی کہ میرے بعد خدا ئے تعالیٰ کی عبادت کرے اور امت محمدی اس سے بڑھے تو اس صورت میں وہ شخص اپنے کھانے اور صحبت سے طاعت بجالانیوالا ہوگا اور سب
حظوظ نفس سے بڑھکر یہ دونوں چیزیں ہیں تو جس شخص کے دل پر فکر آخرت غالب ہو اسپر ان دونوں میں خیر کی نیت کرنی محال نہیں اسیطرح چاہیے کہ جب
آدمی کا مال جاتا رہے تو اسمیں بھی نیک نیت کرے اور کہدے کہ وہ مال فی سبیل اللہ ہے اور جب یہ سنے کہ میری غیبت کوئی کرتا ہے تو اسمیں خوش ہو
کہ اسکے عوض میں غیبت کرنیوالا میری برائیاں اٹھاویگا اور اسکے نامۂ اعمال میں سے نیکیاں میرے نامۂ اعمال میں چلی آوینگی اور اس امر کی نیت اسطرح کرے
کہ چاہے کچھ بندے چپکا ہو رہے کہ حدیث شریف[1] میں ہے کہ بندے کا حساب ہوگا تو اسکے سب اعمال آفت کے آجانے سے بیکار ہو جائینگے یہانتک کہ مستحق
دوزخ کا ہوگا پھر اسکے لیے اعمال صالحہ کا دفتر کھولا جاویگا جس سے وہ مستحق جنت ہوگا پس وہ شخص تعجب کرکے کہیگا کہ الٰہی یہ اعمال تو میں نے کبھی کیے نہ تھے تو اس سے کہا
جاویگا کہ یہ اعمال ان لوگوں کے تجھے ملے ہیں جنہوں نے تیری غیبت کی اور تجھپر ظلم و زیادتی کی اور دوسری حدیث[2] میں ہے کہ بندہ قیامت کے روز ایسے
حسنات لاویگا جو پہاڑ کے برابر ہوں اور اگر وہ سب اسکے لیے ہوں تو جنت میں داخل ہو جاوے مگر چونکہ ایسی صورت سے آویگا کہ کسی پر ظلم کیا ہوگا اور کسی کو
گالی دی ہوگی کسی کو مارا ہوگا اسی لیے ان سب مظلوموں کو اسکے حسنات دیدیے جاوینگے یہانتک کہ اسکے پاس کوئی نیکی باقی نہ رہیگی فرشتے عرض کرینگے
کہ الٰہی اسکی حسنات ہو چکیں اور ابھی دعویدار باقی ہیں حکم ہوگا کہ اسپر انکے سیئات ڈالدو اور اسکے لیے ایک رقعہ دوزخ میں لکھدو غرض کہ آدمی کو چاہیے
کہ اپنے حرکات میں سے کسی کو حقیر نہ جانے اور ایسا نہ ہو کہ بعض امور کو حقیر جانکر اسکے شر و ضرر سے نہ بچے اور سوال و حساب کے دن کے لیے اسکے
جواب ہی کی تیاری نہ کرے اللہ تعالیٰ ہر ایک امر کا دانا بینا ہے چنانچہ فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید اور بعض سلف سے منقول ہے کہ میں نے ایک
خط لکھا اور چاہا کہ ہمسایہ کی دیوار سے اسپر مٹی ڈالکر خشک کر دوں مگر دل نے سنایا میں نے کہا کہ یہ تو مٹی ہے اسکی کیا اصل ہے غرض مٹی سے اسکو
خشک کر دیا اسکے بعد غیب سے یہ آواز آئی سوجو سمجھے ہیں یہ خاک لینی روا ہے قیامت کو دیکھینگے اپنی سزا۔ اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری کے
ساتھ نماز پڑھی دیکھا تو آپکا کپڑا الٹا تھا آپکی خدمت میں عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ کپڑے کو سیدھا کر لیں مگر پھر نہ کیا اس شخص نے
اسکا باعث پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نے کپڑے کو خدا ئے تعالیٰ کے واسطے پہنا تھا میں نہیں چاہتا کہ اسکے غیر کے واسطے اسکو سیدھا کروں
اور حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کو کوئی شخص دوسرے آدمی سے الجھیگا اور کہیگا کہ میرا تیرا معاملہ خدا ئے تعالیٰ کے سامنے ہے وہ کہیگا کہ بخدا
میں تجھکو نہیں جانتا وہ کہیگا کہ جانتا کیوں نہیں تو نے ایک اینٹ میری دیوار میں سے لی تھی اور ایک دھاگا میرے کپڑے میں سے لیا تھا الیس اسطرح
کے اخبار خائفین کے دل کے پرزے کیے دیتے ہیں پس اگر تم کچھ عقل اور حوصلہ رکھتے ہو اور مغالطہ اٹھانیوالوں میں نہیں ہو تو اپنے اعمال کے نگران

[1] ابو منصور دیلمی در فردوس میں اور ابو نعیم بروایت سمت بن سعد بلوی مختصراً اور اس سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے ۱۲
[2] یہ حدیث کچھ اختلاف کے ساتھ پہلے ...

رہو اور اس سے پیشتر کہ تمہیں حساب میں بال کی کھال نکالی جاوے تمہیں اپنے حرکات و سکنات کو سوچ سمجھکر کرو جو حرکت کرو پہلے سوچ لو کہ کیوں کرتے ہو
اور کیا نیت ہے اور اسکے باعث دنیا میں سے کیا ملیگا اور آخرت میں سے کچھ جاتا رہیگا کہ نہیں پھر دل کے بھی نگران رہو کہ کسی کام کے ترک میں کیا
نیت کرتا ہے کیونکہ کام کا چھوڑنا بھی ایک فعل ہے اسمیں بھی نیت صحیح کا ہونا ضرور ہے ایسا نہو کہ اسکا موجب کوئی ہوائے خفی ہو کہ جسپر آگاہی نہ
ہو کر تمہاری اور ظاہری باتوں سے دھوکا مت کھاؤ اسکے باطن اور بھید پر غور کرتے رہو تاکہ حیلۂ مغالطہ سے نکلو۔ حضرت ذکریا علیہ السلام کے
حال میں لکھا ہے کہ کسی کی دیوار گارے کی اجرت پر بناتے تھے دیوار والوں نے آپکو دو روٹیاں لادیں اور آپکا دستور تھا کہ بدون اپنے ہاتھ کی اجرت
کے کھانا نہ کھاتے تھے جس وقت آپ کھانے بیٹھے کچھ لوگ آپکے پاس آئے آپ نے ان کی تواضع نہ کی یہانتک کہ سب کھا چکے لوگوں کو آپ سے
تعجب ہوا اسلیے کہ آپ سخی اور زاہد مشہور تھے اور یہ گمان کیا کہ بظاہر تواضع کرلینا بہتر تھا آپ نے فرمایا کہ میں کچھ لوگوں کی مزدوری کرتا ہوں اور
انہوں نے مجھے روٹی اسلیے دی تھی کہ انکا کام کرنیکی طاقت مجھمیں آجاوے پس اگر تم بھی اس کھانے میں شریک ہوتے تو تمہارا پیٹ بھی نہ بھرتا اور
میں انکے کام میں ضعیف رہتا تو دیکھو کہ عاقل آدمی نور خدا سے کسطرح باطن کو دیکھا کرتا ہے یعنی کام میں سستی ہونی فرض کا نقصان ہے اور تواضع کھانا
کی نہ کرنی نفل کا نقصان ہے فرائض کے ہوتے ہوئے نوافل کی کچھ پوچھ نہیں اور بعض کا بیان روایت ہے کہ میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ
کی خدمت میں گیا اسوقت آپ کھانا کھاتے تھے مجھسے کلام بھی نہ کیا یہانتک کہ اپنی انگلیاں چاٹیں پھر فرمایا کہ اگر میں یہ کھانا قرض نہ لیا ہوتا تو تجھے
اچھا معلوم ہوتا کہ تم بھی اسمیں سے کھاتے اور حضرت سفیان ہی کا قول ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کو اپنے کھانے میں شریک ہونیکو کہے اور اسکو کھلانے
کی رغبت نہو تو اگر اسکے کہنے سے دوسرا کھالیگا تب تو اسپر دو گناہ ہونگے اور اگر نہ کھاویگا تو ایک ہی گناہ رہیگا یعنی ایک گناہ تو نفاق ہو کہ باطن
میں شرکت نہیں چاہتا تواضع ظاہری کرتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو ایسی بات پر برانگیختہ کرتا ہے کہ وہ جان لیتا تو برا جانتا پس آدمی
کو چاہیے کہ اپنے سب اعمال میں اسطرح نیت کا تجسس کیا کرے جس کام کو کرے بدون نیت نہ کرے اور اگر نیت اسوقت نہو تو توقف کرے اسلیے
کہ نیت اپنے اختیار میں نہیں کہ جب چاہے موجود ہو جاوے

پانچواں بیان

اسبات میں کہ نیت اختیار میں نہیں ہوتی ہے واضح ہو کہ جاہل آدمی جب نیت
کی خوبی جو ہمنے لکھی ہے سنتا ہے اور اس قول نبوی کو سنتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات تو اپنے سبق کے شروع میں کہا کرتا ہے کہ نیت کرتا ہوں
خدا کے واسطے پڑھانے کی یا تجارت کی یا کھانے کی وغیرہ اور گمان کرتا ہے کہ یہ نیت ہوگئی حالانکہ یہ بات تو حدیث نفس ہے یا زبانی کلمات ہیں
یا فکر ہے یا ایک خاطر سے دوسرے کیطرف بدلنا ہے نیت سے ان امور کو کچھ سروکار نہیں اسلیے کہ نیت تو نام نفس کے ابھار اور توجہ اور میل کا ہے
ایسی چیز کیطرف کہ جسمیں نفس کی غرض اسوقت یا انجام کو اسکے نزدیک ہو اور میل اگر نہیں ہوگا تو ممکن نہیں کہ اسکو صرف ارادہ سے
حاصل اور ایجاد کرلیا جاوے بلکہ اسکی صورت تو ایسی ہوگی جیسے پیٹ بھرا آدمی کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ کھانے کی خواہش کروں اور اسکی
طرف مائل ہوں یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ فلاں شخص پر عاشق ہوں اور اسکو اپنے دلمیں بڑا اور محبوب جانوں اور ظاہر
ہے کہ یہ دونوں باتیں دشوار ہیں بلکہ دل کو کسی چیز کیطرف پھیرنے اور مائل کرنے کا طریق یہی ہے کہ اول اسکے اسباب حاصل کرے اور وہ کبھی
کبھی اختیاری ہوتے ہیں اور کبھی نہیں اور نفس جو فعل پر ابھرتا ہے تو کسی غرض کے باعث ہوتا ہے جو نفس کے موافق اور مناسب ہوتی ہے اور جبتک
انسان یقین و اعتقاد نہیں کر لیتا کہ میری غرض وابستہ فلاں فعل سے ہے تب تک اپنا قصد اسکی طرف متوجہ نہیں کرتا اور یہ بات ہر وقت اختیاری

نہین کہ دل مین کسی چیز کا اعتقاد جما لیا کرے اور اگر اعتقاد بھی ہوجاتا ہو تو دل متوجہ جب ہوتا ہو جبکہ فارغ ہو اور اس غرض کی نسبت کسی اور
قوی غرض مین مشغول نہو اور یہ بات بھی ہر وقت ممکن نہین پھر رغبت دلانے والی اور پھیر نیوالی چیزون کے بہت سے اسباب ہین جنسے وہ اکٹھے
ہوجایا کرتے ہین اور انکا جمع ہونا ہر شخص کے حال اور عمل کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہو مثلاً اگر شہوت نکاح کی آدمی پر غالب ہو اور
لڑکا ہونے سے کوئی غرض صحیح دینی خواہ دنیاوی اسکے اعتقاد مین نہو تو ایسے شخص سے نہین ہوسکیگا کہ صحبت کیوقت ولد کی نیت کرے
بلکہ صحبت صرف بہ نیت قضاء شہوت ہوگی اسواسطے کہ نیت تو غرض پر موقوف ہو اور یہان غرض شہوت ہی فرض کی گئی ہو تو ولد کی نیت
کیسے ہوگی اسیطرح اگر دل پر امر یہ غالب نہو کہ سنت نکاح ادا کرنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع پائی جاتی ہو اور اسوجہ سے اسکا ثواب
زیادہ ہوجاتا ہو تو ممکن نہین کہ نکاح سے اتباع سنت کی نیت پیدا ہوسکے کہ زبان سے کہہ لے یا دلمین کہہ لے اور صرف کہہ لینا گفتگو ہو نیت نہین ہان اس
نیت کے حاصل کرنے کا یہ طور ہو کہ اول اپنا ایمان شریعت پر قوی کرے اور اس بات پر ایمان قوی ہو کہ جو شخص امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت
مین سعی کرتا ہو اسکو بہت ثواب ہوتا ہو اور دل مین سے جتنی نفرت کی چیزین اولاد کی ہین وہ دور کردے یعنی پرورش کی مشقت وغیرہ سے
نفرت دلمین نہو جب اسطرح کریگا تو کیا عجب ہو کہ دل مین سے رغبت اولاد کے پیدا ہونے کی اٹھے اور اسکو باعث ثواب سمجھے اور وہ رغبت اسکو
حرکت دے اور اسکے اعضا عقد نکاح کے لیے جنبش مین آوین پس اگر قدرت زبان کی تحریک عقد کے قبول کیواسطے اسطرح پیدا ہوگی یعنی جو باعث
کہ دل پر غالب ہو گیا ہو اسکی جہت سے قدرت نے زبان مین حرکت قبول نکاح کی دی ہوگی تب تو البتہ نکاح کرنیوالا نیت رکھتا ہوگا اور اگر ایسا نہو گا
تو جو بات دلمین ٹھان لیتا ہو اور اسکو بار بار کہتا ہو کہ میرا قصد اولاد کا ہو وہ وسواس اور ہذیان ہو اور اسیوجہ سے کہ نیت کے لیے دلکا ابھار اور اعتقاد
غرض صحیح کا پہلے سے ہونا چاہیے سلف والون مین سے بہت لوگون نے بعض طاعتون سے پہلو تہی کی ہو اسلیے کہ انکو نیت موجود نہوئی اور فرما
بھی دیا کہ ہمکو اس امر مین کچھ نیت حاضر نہین چنانچہ روایت ہو کہ ابن سیرینؒ نے حضرت حسن بصریؒ کے جنازے کی نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے
دلمین نیت حاضر نہین ہوتی۔ اور کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے بالون مین کنگھی کرنے کے لیے مانگی کہ بال سلجھاوین اسنے پوچھا کہ آئینہ
لاؤن وہ بزرگ چپ ہو رہے پھر کہا کہ ہان لوگون نے پوچھا کہ اتنے سکوت کی وجہ کیا تھی انھون نے جواب دیا کہ اول سے میری نیت
کنگھی کی تھی اور آئینہ کی نیت نہ تھی اسلیے مین نے سکوت کیا یہانتک کہ خداے تعالیٰ نے نیت آئینہ کی دلمین مہیا کردی اور ایک عالم کوفہ کے حماد بن
ابی سلیمان کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوریؒ سے کہا گیا کہ آپ انکے جنازے پر نہین جاتے آپ نے فرمایا کہ اگر مجکو نیت ہوتی تو مین ضرور
جاتا اور اکابر سلف سے جب کوئی کسی عمل خیر کی درخواست کرتا تو جواب دیتے کہ اگر ہمکو خداے تعالیٰ نیت عنایت فرماویگا تو کرینگے اور حضرت طاؤسؒ
بدون نیت حدیث بیان نہ فرماتے اگر کوئی کچھ پوچھتا بھی تو جواب نہ دیتے اور جب نیت ہوتی تو بدون پوچھے شروع کر دیتے لوگون نے پوچھا کہ
اسکی وجہ کیا ہو کہ جب ہم درخواست حدیث بیان کی کرتے ہین تو آپ نہین کرتے اور اپنے آپ کہنے لگتے ہو آپنے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بدون
نیت مین بیان کیا کرون جب مجھے نیت حاضر ہوتی ہو تو بیان کرتا ہون اور منقول ہو کہ داؤد بن محبر نے جب کتاب عقل بنائی تو حضرت احمد بن حنبلؒ
انکے پاس آئے اور وہ کتاب مانگ کر ایک نظر اسمین ڈالی اور پھیر دی انھون نے پوچھا کیون واپس کرتے ہو آپنے فرمایا کہ اسمین ضعیف اسناد ہین داؤد
نے فرمایا کہ مین نے اسکی بنا اسناد پر نہین رکھی اسکو امتحان کی نظر سے دیکھیے مینے جو اسمین عقل کے لحاظ سے نظر کی تو مجکو مفید ہوئی امام احمدؒ نے

(۱) دیکھو باب نکاح جلد دوم ۱۲ عفی عنہ
(۲) نقال داؤد انام اخرجہ ... الاسانید فانظر فیہ بعین ... داؤد نے فرمایا کہ مین نے اس کی بنا اسناد پر نہین رکھی ہے ... روایت
... دیکھا ... عمل ... نفع ... مترجم ... علی

فرمایا کہ تولاؤ مجکو دو تاکہ مین بھی اس نظر سے دیکھون جس نظر سے تمنے دیکھا ہو پھر وہ کتاب لی اور مدت تک انکے پاس رہی پھر فرمایا کہ تمکو خداے تعم
جزاے خیر دے مجکو اس کتاب نے فائدہ دیا۔ اور حضرت طاؤسؒ سے کسی نے کہا کہ ہمارے لیے دعا کرو انھون نے فرمایا کہ اچھا مین دعا کی نیت
اپنے مین پاؤن تو کرون اور بعض اکابر سے منقول ہو کہ مین ایک مہینے سے ایک شخص کی عیادت کی نیت تلاش کر رہا ہون مجھ مین ابتک درست
نہین ہوئی اور عیسٰی ابن کثیرؒ کہتے ہین کہ مین میمون بن مہرانؒ کے ساتھ گیا جب وہ اپنے دروازے پر پہونچے تو مین ہٹا انکے بیٹے نے انسے کہا
کہ آپ انکو رات کا کھانا نہین کھلاتے فرمایا کہ میری نیت مین نہین اور یہ اسلیے کہ نیت تابع نظر کی ہوتی ہو جب نظر بدلجاتی ہو تو نیت بھی بدلجاتی ہو
اکابر سلف کا اعتقاد تھا کہ بدون نیت کے کوئی کام نہ کرتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی روح ہو اور عمل بدون نیت صادق ریا اور تکلف ہے اور ریا
عمل سبب غضب ہے نہ سبب قرب اور یہ بھی جانتے تھے کہ نیت اسکا نام نہین کہ زبان سے کوئی کہے کہ نیت کرتا ہون بلکہ وہ دل کا ابھار ہو قائم مقام
فتوح غیبی کے خداے تعم کیطرف سے بعض اوقات میسر ہوتی ہو اور بعض اوقات نہین ہان جس شخص کے دل پر اکثر امر دینی غالب ہنا ہو اسکو اکثر اوقات
میسر ہوتی ہو اسلیے کہ اسکا دل فی الجملہ مائل اصل خیر کا رہتا ہو تو دوسری خیرات پر بھی وقت پر ادھر کھڑا ہوتا ہو اور جسکا دل مائل بطرف دنیا ہوتا ہو اور دنیا
اسپر غالب ہوتی ہو اسکو یہ بات حاصل نہین ہوتی خیرات کا تو کیا ذکر ہو فرائض مین بھی اسکو نیت میسر نہین ہوتی ہو اور اگر ہوتی ہو تو نہایت کوشش و جدوجہد
سے ہوجاتی ہو اسطرح کہ دوزخ کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اسکے عذاب سے ڈراوے یا آسایش جنت یاد آجاوے اور اپنے نفس کو اسکی رغبت دلاوے تو ایسی صورتون
مین کبھی ایک ضعیف سا ارادہ اٹھ کھڑا ہوتا ہو تو اسکو ثواب بھی بقدر نیت رغبت ہی کے ملتا ہو لیکن طاعت بہ نیت خدا کی تعظیم کے مستحق طاعت
و عبودیت وہی ہو دنیا کے راغب کو میسر نہین ہوتی اور یہ نیت سب مین اعلی اور کمیاب ہو روے زمین پر ایسے لوگ کم ہین جو اسکو سمجھین اور اسکو استعمال
کرنا تو درکنار ہو۔ اور لوگون کی نیتین طاعات مین کئی قسم پر ہین بعضا ایسے ہین کہ انکا عمل خوف کے باعث سے سرزد ہوتا ہو یعنی اسوجہ سے کہ دوزخ سے
ڈرتے ہین اور بعض کا عمل بتوقع ہوا کرتا ہو کہ رغبت جنت کی انکے عمل کا باعث ہوتی ہو اور اسطرح کی نیت اگرچہ پہلی قسم کی نسبت کم ہے لیکنے
جو طاعت کہ بہ نسبت خدا کی تعظیم محض کے کیجاے اور کسی جہت سے نہو اسکی نسبت کہ یہ نیت خوف و رجا کی کم ہو گو تمام اقسام صحیح نیتون مین سے
ہو اسلیے کہ آخر میل ایسی چیز کیطرف توجہ ہو جو آخرت مین موعود ہو گو وہ چیز اس جنس مین سے ہو جسکی الفت دنیا مین ہو اور غالب ترسبب اعتنا مین سے
شکم اور شرمگاہ مین اور ان کی حاجت کے پورا ہونے کی جگہ جنت ہو پس جو شخص جنت کے لیے عمل کرتا ہو وہ گو اپنے شکم اور شرمگاہ کیلیے کرتا ہو جیسے
خراب مزدور اور ایسے شخص کا درجہ بھولون کا سا درجہ ہوگا اور اپنے عمل سے وہ اس درجے کو پہونچ جاویگا کیونکہ اکثر اہل الجنۃ البلہ واقع ہو مگر عبادت عقلا اونکی
صرف ذکر الٰہی اور فکر ہوتی ہو اسوجہ سے کہ وہ اسکے جمال و جلال کے محب ہوتے ہین اور انکے تمام اعمال اسی محبت و ذکر و فکر کے موکد ہوا کرتے
ہین ان لوگون کا رتبہ اس سے بڑا ہو کہ منکوح اور مطعوم چیز کیطرف جنت مین التفات کرین اسواسطے کہ انکی نیت جنت نتھی بلکہ یہ وہ لوگ
ہین کہ یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ اور چونکہ ثواب بقدر نیات ملیگا اسلیے ضرور ہوا کہ یہ لوگ خداے تعم کے دیدار فیض آثار سے فرحے
اٹھاوین اور ان لوگون پر ہنسین جو حورون کیطرف ملتفت ہون جیسے حورونکے دیکھنے والے ان لوگون کو ہنسین جو مٹی کے کھلونونکو تاکین بلکہ
فرق درمیان جمال حضرت ربوبیت اور جمال حورونکے کہین زیادہ ہو اس فرق سے جو حورون کے جمال و مٹی کے کھلونون کے جمال مین ہو
بلکہ نفوس بہیمیہ کا حورون سے راضی ہونا اور خداے تعم کے جمال سے اعراض کرنا ایسا جاننا چاہیے جیسے خنفسا اپنے جوڑے سے الفت

رہتا ہے اور عورتوں کے جمال سے روگردان پس اکثر دلونکا اندھا ہونا خداے تعالیٰ کے جمال و جلال سے ایسا ہی ہے جیسا خفاش اور اک جمال عورتوں سے
اندھا ہے کہ اسکو انکی کچھ خبر ہی نہیں اور اگر اسکو عقل ہوتی ہے اور عورتوں کا ذکر اسکے سامنے کیا جاتا تو وہ ان لوگوں پر ہنستا جو انکی طرف مائل ہیں مگر
اصل یہ ہے کہ کل حزب بما لدیہم فرحون خداے تعالیٰ خود فرماتا ہے اور اسیلیے پیدا بھی فرمایا چنانچہ فرمایا ولذلک خلقہم پس ہمیشہ مختلف اور متفاوت رہینگے منقول ہے
کہ احمد بن خضرویہ نے خداے عز و جل کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک شخص مجھسے جنت کا طالب ہے سواے ابویزید کے کہ وہ مجکو طلب کرتا ہے اور حضرت
ابویزید رح نے خواب میں خداے جل شانہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی تیری طرف آنے کا کیا طریق ہے ارشاد ہوا کہ اپنے نفس سے ہاتھ اٹھا اور میری
طرف قدم بڑھا۔ اور کسی شخص نے حضرت شبلی رح کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خداے تم سے کیا معاملہ فرمایا کہا کہ کسی
دعوے پر مجھسے دلیل طلب نہیں فرمائی مگر ایک قول پر جو میں نے ایک روز کہا تھا کہ جنت کے خسارہ سے بڑھکر کونسا خسارہ ہوگا اسپر
البتہ ارشاد فرمایا کہ میرے دیدار کے خسارے سے بڑھکر کونسا خسارہ ہے غرض یہ کہ ان نیتونکا درجہ متفاوت ہے جس شخص کے دل پر ان میں سے
ایک غالب ہوجاتی ہے اسکو اکثر دوسری نیت کیطرف عدول کی نوبت نہیں پہنچتی اور ان حقائق کی واقفیت موجب ایسے اعمال و افعال کا شوق ہے
کہ فقہاے ظاہر انکا انکار کرتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ جس شخص کی نیت امر مباح میں موجود ہو اور نفل میں نہو تو اسکے حق میں مباح اولیٰ ہے اور وہی
اسکے لیے نفل کا کام دیگا اور خود نفل اسکے حق میں نقصان ہے اسواسطے کہ انما الاعمال بالنیات ہے مثلاً معاف کرنا فقہ کی رو سے بہ نسبت
انتقام کے افضل ہے مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو معاف کرنے میں نیت نہیں ہوتی ظلم کا بدلہ لینے میں نیت ہوتی ہے تو اس صورت میں انتقام ہی
افضل ہے یا یہ کہ اسکی نیت کھانے اور پینے اور سونے کی ہو تاکہ اپنے نفس کو راحت دے اور آئندہ کی عبادات کے لیے قوت پاوے اور اسوقت
نیت روزہ اور نماز کی نہو تو کھانا اور سو رہنا اسکے حق میں افضل ہے بلکہ اگر عبادت کرتے کرتے تھک جاوے اور اسکا سرور نہ رہے اور رغبت سست
ہوجاوے اور جانے کہ اگر گھڑی بھر کھیل میں یا باتوں میں مصروف رہنے سے سرور حالت اصلی پر آجاویگا تو کھیلنا اسکے حق میں نماز سے افضل
ہے۔ چنانچہ حضرت ابودرداء رض فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس کو تھوڑے سے کھیل سے راحت دیتا ہوں پس یہ امر میرے لیے حق پر مدد کرتا ہے
اور حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ دلوں کو راحت دو ورنہ اگر انپر زبردستی کیجاویگی تو اندھے ہوجاوینگے اور یہ دقائق بڑے بڑے عالم پاسکتے ہیں چھوٹونکو
معلوم نہیں ہوسکتے بلکہ طبیب حاذق کبھی حرارت زدہ کا علاج گوشت سے کرتا ہے حالانکہ وہ بھی گرم ہے اور اسکو کم جاننے والا طب کا
بعید جانتا ہے اور معالجہ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اول اسکی قوت بحالت اصلی آجاوے تاکہ ضد علاج کرنے کی برداشت کرسکے اسیطرح شخص شطرنج خوب
کھیل سکتا ہے کبھی رخ اور گھوڑا مفت کٹا دیتا ہے تاکہ کسی منصوبے سے حریف کو مات کرے مگر جسکو کھیلنا کم آتا ہے اور دور کے منصوبے نہیں جان سکتا وہ اسکی
اس حرکت پر خندہ اور تعجب کرتا ہے اسیطرح بہادر جنگ آزمودہ کبھی نیم مقابل سے بھاگتا ہے اور اسکو دم دیتا ہے کہ کہیں موقع پاکر ایک دفعہ ہی اسپر حملہ کرکے غالب
آجاوے پس ایسا ہی طریق الی اللہ کے سلوک کا حال ہے کہ یہ بھی بالکل شیطان سے لڑنا ہے اور دلکا علاج کرنا تو جو شخص توفیق یافتہ اور عاقل ہوتا ہے وہ ایسے
لطائف الحیل کرتا ہے جنکو ضعفا بعید جانتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو نچاہیے کہ جو بات اپنے مرشد کی دیکھے دل میں اسکو برا جانے اور نہ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد پر
اعتراض کرے بلکہ جہانتک اسکی فہم کی حد ہو وہاں توقف کرے اور جو باتیں اسکی سمجھ میں نہ آویں انکو انہیں حوالہ کرے یہانتک کہ انکے رتبے کو پہونچکر خود اسپر اسکا بھید کھلجاوے

دوسری فصل اخلاص کی فضیلت اور حقیقت و درجات کے بیان میں مشتمل پانچ بیانونپر **پہلا بیان** اخلاص کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما امروا الا لیعبدوا

مخلصین لہ الدین اور فرمایا الا للہ الدین الخالص اور فرمایا الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینہم للہ اور فرمایا فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا یہ آیت اُس شخص کے باب میں اتری کہ خدا تعالیٰ کیواسطے عمل کرے اور چاہے کہ اسپر لوگ اسکی تعریف کریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاث لا یغل علیہن قلب رجل مسلم اخلاص العمل للہ والنصیحۃ للولاۃ ولزوم الجماعۃ اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے باپ کو یہ گمان ہوا کہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کم پایہ والوں پر مجکو فضیلت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جلشانہٗ نے اس امت کی ضعیفوں اور انکی دعا اور اخلاص اور نماز سے مدد کی ہے اور حضرت حسن سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اخلاص میرے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے اسکو اپنے جس بندہ کے دل میں چاہتا ہوں سپرد کر دیتا ہوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عمل کی قلت کا تردد مت کرو بلکہ قبول کا تردد کرو اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو فرمایا اخلص العمل یجزک منہ القلیل اور ایک حدیث میں فرمایا ما من عبد یخلص للہ العمل اربعین یوما الا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ اور فرمایا کہ قیامت کے روز جو لوگ اول پوچھے جاوینگے تین شخص ہونگے ایک وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو علم دیا اس سے خدا تعالیٰ سوال فرماویگا کہ تونے اپنے علم سے کیا کیا وہ کہیگا کہ الٰہی دن رات میں اُسی کیخدمت کرتا تھا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے کہینگے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تونے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ یوں کہیں کہ فلاں شخص عالم ہے تو یاد رکھ کہ یہ تو کہا گیا دوسرا وہ شخص کہ جسکو خدا تعالیٰ نے مال دیا اللہ تعالیٰ اس سے فرماویگا کہ میں نے تجھپر انعام کیا تو نے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الٰہی رات دن میں صدقہ دیا کرتا تھا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہینگے کہ جھوٹ کہتا ہے بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص سخی ہے سو یہ تو کہا گیا تیسرا وہ شخص جو خدا کی راہ میں مارا گیا اللہ تعالیٰ اُس سے فرماویگا کہ تو نے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الٰہی تو نے جہاد کا حکم دیا تھا اسلئے میں لڑا یہانتک کہ مارا گیا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی اسکو جھٹلاینگے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص شجاع ہے تو یہ کہا گیا حضرت ابو ہریرہ راوی اس حدیث بیان فرماتے ہیں کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ اے ابو ہریرہ سب سے اول یہی تین شخص ہونگے آتش جہنم جنکی کہ بھڑکائی جاویگی اس حدیث کے راوی نے حضرت معاویہ کے پاس جاکر اس حدیث کو بیان کیا آپ سنکر اتنا روئے کہ دم نکلنے کے قریب ہو گئے پھر فرمایا کہ سچ فرمایا اللہ عز شانہ من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون اور بنی اسرائیل کے حالات میں ہے کہ ایک عابد مدت تک خدا تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا اسکے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا درخت کی پرستش کرتی ہے وہ عابد اس بات سے غصہ میں آیا اور اپنی کلہاڑی کندھے پر رکھکر درخت کیطرف کو چلا کہ اسکو کاٹے اسکے راستے میں اسکو شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا اور پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے عابد نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ فلاں درخت کاٹ ڈالوں اسنے کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب ہے تم اپنی عبادت اور شغل چھوڑکر اور بات میں مصروف ہوتے ہو عابد نے کہا کہ یہ بھی داخل عبادت ہے اسنے کہا کہ تو میں آپکو کاٹنے نہ دونگا جب یادہ تکرار ہو چکی تو عابد نے شیطان کو زمین پر ڈالکر اسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اسنے کہا کہ تم مجکو چھوڑ دو تاکہ میں کچھ تم سے کہوں عابد کھڑا ہو گیا ابلیس نے کہا کہ بڑے تعجب

دلت سنتا ہے اسکو یہ بندگی نہیں ۱۲ ادریسی جنھوں نے توبہ کی اور سنوارا آپکو اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور نرے حکم بردار ہوئے اللہ کے ۱۲ افتخ پھر جسکو امید ہو ملنے کی اپنے رب سو کرے کچھ کام نیک اور ساجھی نہ رکھے اپنے رب کی بندگی میں کسی کا ۱۲ ام سہ تین باتیں ہیں کہ انپر مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا خالص کرنا عمل کا اللہ کے لیے اور نصیحت امام کی

کی بات ہو کہ خداے تعے نے تو تیرے اوپر اسکا کاٹنا فرض نہین کیا نہ تو اسکی عبادت کرتا ہو اگر دوسرا کوئی عبادت کرے تو اسکا گناہ تجھپر ہو نہیے رہا اور روے زمین پر خداے تعے کے انبیا بہت سے ہین اگر اسکو منظور ہوگا تو کسی نبی کو درخت والونکے پاس بھیجکر انکو کاٹنے کا حکم کر دیگا تجھکو کچھ ضرور نہین کہ جو بات تیرے ذمے نہو اسکے درپے ہو عابد نے کہا کہ مین تو اسکو ضرور کاٹونگا شیطان نے پھر قصد کشتی کا کیا عابد نے اسکو دے مارا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا جب ابلیس عاجز ہوا تو کہنے لگا کہ آؤ ہم ایک اور بات تباوین جو تیرے حق مین بہتر اور مفید ہو عابد نے کہا کہ اچھا اسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تو کہون عابد نے اسکو چھوڑ دیا ابلیس نے کہا کہ تو ایک مرد محتاج ہے اور لوگون پر پڑا ہوا ہے وہ سب تجھکو کھانا دیتے ہین اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ تیرا دل یون چاہتا ہو کہ اپنے بھائیون سے سلوک کرے اور ہمسایون کی مدارات کرے اور پیٹ بھر کر لوگون سے بے پروا ہو جاوے عابد نے کہا کہ یہ بات تو درست ہو ابلیس نے کہا کہ تو اب لوٹ جا اب مین تیرے سرہانے ہر شب دو دینار رکھدیا کرونگا صبح کو تو انکو لے لیا کرنا اور اپنے نفس اور کنبے کے خرچ مین اٹھایا کرنا اور بھائیون کو دیا کرنا یہ بات تیرے حق مین اور دوسرے مسلمانون کے حق مین اس درخت کے کاٹنے کی نسبت کر زیادہ مفید ہو گی اسکے کٹنے سے کچھ فائدہ نہو گا اسکی جگہ اور بو دیا جاویگا انکا کیا جاویگا مگر تجھکو اور تیرے بھائیونکو اسکے کٹنے سے کچھ نہ ملیگا عابد نے ابلیس کے قول مین تامل کیا اور کہا کہ یہ بوڑھا سچ کہتا ہو مین کچھ پیغمبر نہین کہ اس درخت کا کاٹنا مجھپر لازم ہو نہ خداے تعے نے مجھکو اسکے کاٹنے کا حکم دیا ہو کہ اگر نہ کاٹونگا تو نافرمان ٹھہرونگا اور یہ جو بات تبلاتا ہو اسمین زیادہ فائدہ ہو اسکے بعد اس سے قول و قرار کر لیا اور قسما قسمی ہو گئی عابد اپنے عبادت خانے مین پھر آیا اور رات کو سویا جب صبح ہوئی تو دو دینار اپنے سرتلے پڑے پائے انکو لے لیا دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تیسرے روز اور آئندہ کو پھر کچھ نہ پایا پھر غصہ ہوا اور تبر اٹھا جلد یا راستے مین ابلیس پیر مرد کی صورت مین ملا اور پوچھا کہ کہان کو اسنے کہا کہ وہ درخت کاٹنے جاتا ہون ابلیس نے کہا کہ تو جھوٹا ہو اب تجھسے نہین کٹ سکتا نہ تو وہانتک پہنچ سکے عابد نے چاہا کہ پہلی دفعہ کیطرح اسکو دے پٹکے ابلیس نے کہا کہ اب وہ دن دور گئے اور عابد کو اٹھا کر پچھاڑ دیا عابد اسکے دونون پاؤن مین چڑیا کیطرح معلوم ہونے لگا پھر شیطان اسکے سینے پر بیٹھ گیا اور کہا کہ یا تو اس کام سے باز آ نہین تو ذبح کر ڈالونگا عابد نے دیکھا کہ مجھکو کسی طرح تاب مقاومت نہین اس سے کہا کہ تو مجھپر غالب آیا اب مجھکو چھوڑ دے اور یہ تبا کہ پہلے مین کیسے غالب ہو گیا تھا اور اب تو کیسے جیتا اسنے کہا کہ وجہ یہ ہو کہ پہلے تو نے غصہ خداے تعے کے واسطے کیا تھا اور تیری نیت آخرت تھی اسلیے اللہ تعے نے تجھکو تیرا وبیل بنا دیا تھا اور اب تو نے غصہ اپنے نفس کے واسطے اور دنیا کے لیے کیا اسواسطے مین نے تجھکو پچھاڑ دیا اور یہ حکایت تصدیق ہے اس آیت کی لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین اسلیے کہ بندہ شیطان سے بدون اخلاص نہین چھوٹتا اور اسلیے حضرت معروف کرخی اپنے نفس کو مارتے اور کہتے اے نفس اخلاص کر کہ تجھکو خلاص ہو اور یعقوب مکفوف کہتے ہین کہ مخلص وہ ہو جو اپنے حسنات ایسے چھپاوے جیسے برائیان چھپاتا ہو اور ابو سلیمان فرماتے ہین کہ خوشحال وہ شخص ہو کہ جسکا ایک قدم بھی صحیح ہو جاوے کہ سواے خداے تعے کے اور کسیکی نیت اسمین نہو اور حضرت عمر نے حضرت ابو موسی اشعری کو لکھا کہ جسکی نیت خالص ہوتی ہو اسکو اللہ تعے وہ بات کفایت کرتا ہو جو اسمین اور لوگون مین ہو اور بعض اولیا نے اپنے کسی بھائی کو لکھا کہ اپنے اعمال مین نیت کو خالص کرو کہ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا اور ایوب سختیانی کہتے ہین کہ عمل کرنیوالون پر سب اعمال سے زیادہ سخت نیت کا خالص کرنا ہو اور مطرف کہا کرتے تھے کہ جو شخص صاف ہوتا ہو اسکے لیے صفائی کیجاتی ہو اور جو شخص خلط کرتا ہو اسکے لیے خلط کیا جاتا ہو اور بعض اکابر کو کسی شخص نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم نے اپنے اعمال کو کیسے پایا انھون نے فرمایا کہ جو چیز مین نے خداے تعالے کے

واسطے کی تھی اسکو تو پایا یہانتک کہ انار کی گٹھلی بھی جو مین نے راستے مین سے ہٹادی تھی پایا ایک بلی میری مرگئی تھی انکو حسنات کے پلے مین پایا اور میری
ٹوپی مین ایک دھاگا ریشم کا تھا اسکو برائیون کے پلے مین پایا اور میرا ایک گدھا سو دینار کا مرگیا تھا اسکا ثواب مجکو نہ ملا مین نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا
تو حسنات کے پلے مین موجود ہی مگر گدھے کا مرنا اسمین نہین ہی مجکو حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہان بھیجا گیا جہان تو نے اسکو بھیجا تھا یعنی جب وہ مرگیا تھا
اور تجکو اسکے مرنے کا حال معلوم ہوا تو تو نے کہا تھا کہ خدا کی لعنت مین گیا اسلیے تیرا ثواب اسمین باطل ہوا اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ تو البتہ ثواب پاتا اور
ایک روایت مین ہی کہ انھون نے یہ بھی کہا کہ مین نے ایک صدقہ لوگون کے سامنے دیا تھا تو لوگون کا میری طرف دیکھنا مجھے اچھا معلوم ہوا اسکا یہ حال ہی
کہ اسپر نہ ثواب ہی ملا نہ عذاب۔ اور حضرت سفیان ثوری نے جب اس حال کو سنا تو فرمایا کہ بہت اچھا حال ہوا کہ اسپر اس صدقے کے باعث عذاب نہوا
یہ تو عین احسان ہوا۔ اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ اخلاص عیبون سے عمل کو ایسا جدا کردیتا ہی جیسے دودھ گوبر اور خون سے علیحدہ ہوا کرتا ہے
اور نقل ہی کہ ایک شخص عورتون کا لباس پہنکر جہان عورتون کا مجمع ہوتا شادی غمی مین جایا کرتا ایک روز کسی مجمع مین گیا وہان ایک موتی چوری گیا لوگون نے
غل مچایا کہ دروازہ بند کردو کہ ہم تلاشی لینگے پس ایک ایک کی تلاشی لینی شروع کی یہانتک کہ نوبت اس شخص کی اور ایک اسکے ساتھ کی عورت کی ہو پہنچی تب اسنے
اللہ تعالی سے اخلاص کے ساتھ دعا مانگی اور کہا کہ الہی اگر مین اس رسوائی سے نجات پاؤن تو پھر کبھی کپڑے نہ بدلونگا وہ موتی اس عورت کے پاس سے
نکلا اور لوگون نے پکارکے کہا کہ موتی پالیا اب کسیکی تلاشی نہو سب کو چھوڑدو وہ شخص بھی چھوٹ گیا اور بعض صوفیہ سے روایت ہی کہ مین ابو عبید
تستری کے پاس کھڑا تھا اور وہ بعد عصر کے عرفہ کے دن اپنی زمین جوت رہے تھے اتنے مین ان کا کوئی بھائی ابدال آیا اور اس نے کچھ
آہستہ کہا ابو عبید نے جواب دیا کہ نہین وہ وہان سے بادل کیطرح زمین ناپنے لگے حتی کہ میری نظر سے غائب ہوگئے مین نے ابو عبید سے پوچھا
کہ انھون نے آپ سے کیا کہا تھا انھون نے جواب دیا کہ مجھسے کہتے تھے کہ میرے ساتھ حج کو چلو مین نے انکار کردیا مین نے کہا کہ آپ نے حج
کیون نہ کیا انھون نے فرمایا کہ مجکو حج کی نیت نہ تھی مین نے یہ نیت کی تھی کہ اس زمین کو شام تک جوت لون تو اسبات سے خوف کیا کہ اگر حج کو انکی خاطر
ساتھ ہولیتا تو موجب غضب الہی کا ہوتا کہ خدا کے کام مین دوسری چیز داخل کرتا اس صورت مین جو کام مین کر رہا ہون وہ میرے نزدیک ستر حجون سے
بڑھکر ہی۔ اور بعض اکابر سے منقول ہی کہ مین تری کی راہ جہاد کو چلا ایک شخص نے ہم مین سے ایک توشہ دان بیچنا چاہا مین نے کہا کہ اسکو مول
لے لون جہاد مین کام آویگا جب فلان شہر مین پہونچونگا تو اسکو بیچڈالونگا کچھ فائدہ ہورہیگا اس خیال سے اسکو لے لیا اسی رات خواب مین دیکھا
کہ گویا دو شخص آسمان سے اترے ہین ایک دوسرے سے کہتا ہی کہ غازیون کو لکھ لو دوسرا اسکو بتلانے لگا کہ لکھ فلانا شخص سیر کیواسطے نکلا اور فلانا ریا
کے لیے اور فلانا تجارت کے لیے اور فلان خدا کی راہ مین پھر اسنے میری طرف دیکھا اور کہا کہ لکھو یہ شخص تجارت کے لیے نکلا مین نے کہا کہ خدا سے ڈرو
مین تجارت کے واسطے کب نکلا ہون میرے پاس کیا ہی جس مین تجارت کرونگا مین تو جہاد ہی کیواسطے نکلا ہون اسنے کہا کہ میان صاحب تم نے
کل توشہ دان خریدا ہی اور تمھاری نیت ہی کہ اسمین سے کچھ فائدہ تمکو ملے مین رونے لگا اور کہا کہ مجھے تاجر مت لکھو اسنے دوسرے شخص کی طرف
دیکھا اور کہا کہ تمھاری کیا رائے ہی اسنے کہا کہ یون لکھنا چاہیے کہ فلان شخص غزوہ کے واسطے نکلا مگر اسنے اثناے راہ مین ایک توشہ دان مول لیا کہ
اس سے نفع ہو اسپر خدا جو چاہیگا حکم فرماویگا اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر تم تنہائی مین اخلاص کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھو تو اس سے
بہتر ہی کہ ستر یا سات سو حدیثین بڑی اسناد کے ساتھ لکھو اور بعضون کا قول ہی کہ ایک ساعت کے اخلاص مین ہمیشہ کی نجات ہی لیکن اخلاص کمیاب ہی

اور یون کہتے ہین کہ علم تخم ہی اور عمل کھیتی ہی اور اُسکا پانی اخلاص ہی اور بعضون کا قول ہی کہ جب خدا ے تعو کسی بندہ سے بغض رکھتا ہو تو تین باتین اسکو
دیتا ہی اور تین نہین دیتا نیکبختونکی صحبت دیتا ہی مگر یہ نہین کہ اُنسے کچھ بات قبول کرلین اور اعمال صالحہ عنایت فرماتا ہی تو ان مین اخلاص نہین دیتا
اور حکمت دیتا ہی تو اُنہین صدق نہین دیتا اور سوسُی کہتے ہین کہ خلائق کے عمل سے خدا ے تعو کی مراد صرف اخلاص ہے اور حضرت جنید رح
فرماتے ہین کہ اللہ تعو کے کچھ بندے ہین کہ وہ عاقل ہوتے ہین اور جب عاقل ہوتے ہین تو عمل کرتے ہین اور جب عمل کرتے ہین تو اخلاص کرتے
ہین پھر تو اخلاص انکو تمام اقسام نیکیون کیطرف بلاتی ہی۔ اور محمد بن سعید مروزی کہتے ہین کہ تمام معاملہ دو اصلون کیطرف رجوع کرتا ہے
ایک تو فعل اسکا تیرے ساتھہ ہو دوسرے تیرا فعل اسکے لیے پس جو کچھہ وہ تیرے ساتھہ کرے اسپر تو راضی رہنا چاہیے اور جو تو اسکے خاطر کام کرے
اُسمین اخلاص کرنا چاہیے اگر یہ دونون باتین ہین تو دونون جہان کی فلاح کو پہونچیگا دوسرا بیان اخلاص کی حقیقت مین جاننا چاہیے
کہ ہر چیز مین یہ ممکن ہی کہ دوسری چیز کا خلط ہو پس جب کہ خلط اور آمیزش سے صاف اور خالص ہو تو اسکو خالص کہا کرتے ہین اور جس فعل سے
وہ شئ صاف ہو اسکو اخلاص یعنی خالص کرنا بولتے ہین اللہ تعو فرماتا ہی من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین تو دودھ کا خالص
ہونا یہی ہی کہ اسمین خلط خون اور گوبر کا نہو اور ایسی چیزونکا جنکا ملنا اسمین ممکن ہی اور اخلاص کی ضد اشراک یعنی شرک کرنا ہی تو اسکے یہ پایا جاتا
ہے کہ جو مخلص نہین وہ مشرک ہی مگر یہ کہ شرک کے بہت سے درجات ہین جو اخلاص توحید مین ہوتا ہی اسکی ضد شرک در الوہیت ہے اور شرک مین
سے کچھہ تو خفی ہی اور کچھہ ظاہر اور یہی حال اخلاص کا ہی اور اخلاص اور شرک دونون قلب پر وارد ہوتے ہین یعنی محل انکا دل ہی اور انکا ورود قصدون
اور نیتون سے ہوا کرتا ہی اور ہم حقیقت نیت کی بیان کرچکے اور یہ بھی کہ نیت موافق باعث کے ہوا کرتی ہی تو جس صورت مین کہ باعث صرف
ایک ہی ہو تو اسکے سبب سے جو فعل صادر ہوگا باعتبار اس غرض مقصود کے اخلاص ہونا چاہیے فرض کرو کہ کسی شخص نے صدقہ دیا اور اسکی
غرض محض ریا ہی تو وہ مخلص ہی اس اعتبار سے کہ ریا مین اور کسی چیز کی آمیزش نہین کی اور جسکی غرض صرف تقرب الی اللہ ہو وہ بھی مخلص کہلاویگا
تو یہ باعتبار لغت کے ہی مگر اصطلاح اور عادت کی رو سے اخلاص اسی کو کہتے ہین کہ نیت صرف تقرب الی اللہ کی ہو اور جمیع آمیزشون سے پاک
وصاف ہو جیسے الحاد کے معنی لغت مین میل کرنے کے ہین مگر اصطلاح مین حق سے میل کرنیکا نام ہی اور جس فعل کا باعث محض ریا ہوتی ہی وہ ہلاک
کو پہونچا دیتا ہی اسمین ہماری گفتگو نہین اسلیے کہ جو باتین اسکے متعلق تھین ہم تیسری جلد کے باب الریا مین لکھہ چکے ہین ادنی یہ ہی کہ حدیث شریف مین آیا ہی
کہ ریاکار قیامت کے دن چار نامون سے پکارا جاویگا او ریاکار او مکار او مشرک او کافر۔ اب ہم اُس صورت کا بیان کرتے ہین کہ آدمی کی نیت تو
قصد تقرب ہی کی ہو مگر اسکے باعث مین کوئی دوسری چیز ریا یا اور کوئی حظ نفس وغیرہ ملگیا ہو مثلا کوئی شخص بقصد تقرب روزہ رکھے تاکہ پرہیز
کا فائدہ بھی حاصل ہو اور تقرب بھی رہے یا غلام آزاد کرے کہ اسکے نان نفقہ اور بدخلقی سے چھوٹ جاوے یا حج کرے اسلیے کہ سفر کی حرکت
سے اسکا مزاج درست ہوجاوے یا اسلیے کہ کسی بُرائی سے جو وطن مین رہنے سے اسپر آتی بچ جاوے یا اسلیے کہ کسی دشمن سے فرار کی
نیت ہو یا زن وفرزند خواہ اور کسی کام سے تھک گیا ہو اور چند روز استراحت کرنا چاہے یا جہاد کرے تاکہ لڑائی کے فن مین مہارت ہو اور اسکے
اسباب ولوازم جمع کرسکے اور لشکر کا فراہم کرنا اور اسکا غنیم پر چڑھا لیجانا آجاوے یا تہجد پڑھے اور اسمین یہ غرض ہو کہ جاگتا رہے تاکہ اپنے گھربار کی
حفاظت کرے یا علم اسلیے سیکھے کہ اسکے باعث سے مال بقدر کفایت کا طلب کرنا آسان ہوجاوے خواہ اسلیے کہ اپنی قوم مین عزت دار ہو خواہ اسوجہ سے

سے کہ اسکا مال و متاع علم کے طفیل سے طامعین کی طمع سے محفوظ رہے یا درس و وعظ اسلیے کرے کہ چپ رہنے کی مصیبت سے چھوٹ جاوے اور
گفتگو کی لذت سے بہرہ ور ہو یا علما اور صوفیہ کرام کی خدمت اسلیے کرے کہ انکی نظروں اور لوگوں کی نظروں میں اسکی حرمت زیادہ ہو یا اسلیے کہ دنیا
کے لوگ اسکے ساتھ نرمی برتیں اور اسکا ساتھ دیں یا کلام مجید اسلیے لکھے کہ ہمیشہ لکھنے سے خط اچھا ہوجاویگا یا حج کو پیادہ اسلیے جاوے تاکہ
اپنے اوپر سے کرایہ کا بوجھ ہلکا کرے یا وضو اسلیے کرے کہ بدن صاف اور سرد ہوجاوے یا اسوجہ سے غسل کرے کہ اسکی بو اچھی ہوجاوے یا حدیث
اسلیے روایت کرے کہ لوگ جانیں کہ بڑے محدث ہیں یا مسجد میں اعتکاف اسلیے کرے کہ گھر کے کرایہ میں تخفیف ہوگی یا روزہ اسلیے رکھے کہ کھانا
پکانے کی وقت نہو یا اسلیے کہ کام کرنے میں کھانے کا کھانا حارج نہو یا صدقہ کسی سائل کو اسلیے دے کہ اسکے سوال سے عاجز آگیا ہو تو اس کا
ٹالنا منظور ہو یا بیمار کی عیادت اسلیے کرے کہ جب وہ خود بیمار ہو تو اسکی بھی کوئی عیادت کرنے آوے یا جنازہ کیساتھ اسلیے جاوے کہ کوئی
یہاں اگر مرجاوے تو اسکے ساتھ بھی لوگ چلیں یا ان باتوں کو اس نیت سے کرے تاکہ خیر کیساتھ مشہور اور نیک ہو اور لوگ نیکبختی کی نگاہ سے اسکی
طرف دیکھیں ان سب صورتوں میں اگر باعث تقرب الی اللہ بھی ہوگا اور ان خطرات میں سے بھی کوئی خطرہ اسکے ساتھ ہوجاویگا یعنی کہ اسکے باعث
اسپر فعل کا کرنا آسان معلوم ہوگا تو اسکا عمل حد اخلاص سے باہر نکل جاویگا اسکو یہ نہیں کہینگے کہ خالص خدا ہی کی ذات کیواسطے ہوا اور یہاں شرک کو
راستہ ہوجاویگا اور اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں سب شرکا کی نسبت شرک سے غنی تر ہوں غرضکہ دنیا کے حظوظ میں جو حظ
اسطرح کا ہوگا کہ نفس اسکی طرف مائل اور دل راغب ہو وہ خواہ تھوڑا ہو یا بہت جب کسی عمل میں دخل پاویگا تو اس عمل کی صفائی اور
مکدر ہوجاویگی اور ازانجا کہ انسان اپنے حظوظ اور شہوات میں ڈوبا رہتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اسکا کوئی فعل یا عبادت ایسی جنس کے حظوظ اور اغراض
سے درست سے خالی ہو اسلیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنی تمام عمر میں ایک لحظہ بھی خالص ذات خدا کے لیے میسر ہوگا وہ نجات پاویگا اور اسکی وجہ
یہی ہے کہ اخلاص نہایت کمیاب چیز ہے اور دل کا صاف کرنا ان آمیزشوں سے بہت دشوار ہے بلکہ خالص اسی کو کہتے ہیں کہ جسمیں کوئی باعث سوا تقرب
الی اللہ کی طلب کے اور کوئی شی نہو۔ اور یہ حظوظ اگر تنہا باعث اعمال ہوں تب تو ظاہر ہے کہ عمل کرنیوالے پر نہایت سختی ان اعمال میں کیجاویگی مگر ہم ان
صورتوں کو بحث نظر کرتے ہیں کہ قصد اصلی تو تقرب ہی ہوا اور انمیں کسیقدر یہ آمیزشیں بھی زائد ہوجاویں اور انکے زائد ہونیکی تین صورتیں ہیں
یا بطور رفاقت یا بطور شرکت یا بسبیل اعانت جیسا کہ نیت کے بیان میں گذرا پھر یا باعث نفسی یا تو باعث دینی کے برابر ہو یا زیادہ یا کم اور انمیں سے
ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے چنانچہ عنقریب ذکر ہوگا اور اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ عمل ان سب آمیزشوں سے خالی ہو خواہ یہ آمیزشیں تھوڑی ہوں
یا بہت یہانتک کہ باعث بجز قصد تقرب کے اور کوئی نہو اور یہ بات اس شخص سے متصور ہے جو اللہ تعالیٰ کا عاشق زار اور آخرت میں تمام ہمت ڈوبا
ہوا ہو اسطرح کہ دنیا کی محبت کو اسکے دل میں گنجایش نرہی ہو یہانتک کہ کھانا پینا اسکو کچھ محبوب معلوم ہوتا ہو انکی رغبت ایسی ہو جیسے
قضاے حاجت کی ہوتی ہے کہ سرشت کی رو سے ضروری معلوم ہو یعنی کھانے کی رغبت اس جہت سے نہو کہ کھانا ہے بلکہ اس نظر سے ہو کہ اس سے
خداے تعالیٰ کی عبادت پر تقویت کرتا ہے اور تمنا کرے کہ کیا خوب ہو جو بھوک کی آفت سے محفوظ ہوجاوے کہ پھر حاجت کھانے کی نرہے اور نہ دلمیں
کوئی خطرہ امر فضول زائد از حاجت کا رہے اور اسکے نزدیک قدر ضرورت ہی مطلوب ہو اس نظر سے کہ دین کی ضرورت ہے پس سواے فکر الٰہی کے
اور کوئی فکر نہو تو اسطرح کا آدمی اگر کھاویگا یا پیویگا یا حاجت قضا کریگا سب صورتوں میں خالص العمل اور درست نیت رہیگا بلکہ سب حرکات و سکنات

ہین اسکی نیت صحیح ہوگی یہانتک کہ اگر مثلاً سوویگا تاکہ اپنے نفس کو آیندہ کی عبادت کے لیے قوت اور راحت ہوجاوے تو اسکا سونا بھی عبادت ہوگا اور اسمین بھی اسکو نمازیونکا درجہ ملیگا اور جسکا حال ایسا ہوگا تو اعمال مین اخلاص کا ہونا اسکے حق مین بہت ہی نادر اور کم ہوگا اور جس طرح کہ حرکات اور سکنات ایسے شخص کے جسپر محبت خدا اور محبت آخرت غالب ہو صفت اسکی ہمت کی حاصل کرکے بالکل اخلاص ہوجاتی ہین اسیطرح جس شخص کے نفس پر دنیا اور ریاست اور بڑائی یا اور کوئی چیز غیر اللہ غالب ہوجاوے تو اسکے حرکات وسکنات بھی اسی کی صفت پیدا کرلیتے ہین پس کوئی اسکی عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ سلامت نہین رہتی بہت کم اخلاص اسمین ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کا علاج یہ ہے کہ نفس کے حظون کو توڑ دے۔ اور دنیا کی طمع کو قطع کرے اور آخرت کے لیے ایسی طرح خاص ہورہے کہ وہی دل پر غالب ہوجاوے تو اسوقت مین اخلاص میسر ہوگی اور بہت سے اعمال ایسے ہین کہ انسان اسمین مشقت کیا کرتا ہے اور اپنے گمان مین انکو خالص خداے تعالی کی ذات کیواسطے سمجھتا ہے حالانکہ اسکو مغالطہ ہوتا ہے اسلیے کہ ان مین آفت کیوجہ اسکو معلوم نہین ہوتی چنانچہ بعض اکابر سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ مین نے اپنی تیس برس کی نماز جو مسجد کی صف اول مین پڑھی تھی قضا کی اسلیے کہ ایک روز مجھکو دیر کسی عذر کے باعث ہوگئی تو مین نے دوسری صف مین نماز پڑھی پس مجھکو نہایت شرم لوگون سے آئی کہ انھون نے مجھکو دوسری صف مین دیکھا اسوقت مین جانا کہ لوگ جو مجھکو صف اول مین دیکھتے تھے اس سے مجھکو خوشی اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجھکو اسکی خبر نہ تھی۔ اور یہ بات ایسی باریک اور خفیہ ہے کہ اعمال اس جیسے امور سے کم خالی ہوتے ہین اور بہت ایک کو اسکی خبر ہو بجز ان لوگون کے جنکو خداے تعالے توفیق دیتا ہے اور جو اس سے غافل ہین وہ آخرت مین اپنے سب حسنات کو سیات پاوینگے اور ایسے ہی لوگ مراد ہین اس آیت سے وبدا لہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون وبدا لہم سیات ما کسبوا اور اس آیت سے قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اور سب سے زیادہ قدر اس فتنے کا علما کو ہے اسلیے اکثرون کے لیے باعث علم کے پھیلانے کا غلبے کی لذت اور سرور کی خوشی اور حمد وثنا کی مسرت ہوا کرتی ہے اور شیطان انپر حق کو مخفی کردیتا ہے اور مغالطہ دیتا ہے کہ تمہاری غرض دین الہی کا پھیلانا اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے مخالفون کو دفع کرنا ہے۔ واعظ جو خلق کو اور بادشاہون کو نصیحت کرتے ہین تو خداے تعالے پر احسان جتاتے ہین اور لوگ جو انکا قول قبول کرتے ہین اور ان کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو بہت خوش ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمکو مسرت اسبات کی ہے کہ خداے تعالے نے ہم سے دین کی نصرت کا کام لیا حالانکہ اگر کوئی انکا ہمپیشہ پیدا ہو کہ اس سے وعظ اچھا کہتا ہو اور لوگ اسکی طرف متوجہ ہوجاوین تو انکو نہایت برا معلوم ہوتا ہے اور اسکا رنج کرتے ہین اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر انکے وعظ کا باعث دین ہی تھا تو انکو دوسرے واعظ کے ہونے سے خدا کا شکر کرنا چاہیے تھا کہ اسنے یہ کام دوسرے سے لیا اور انکو نہ کرنا پڑا اگر شیطان پھر بھی انکو نہین چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تم کو غم اسوجہ سے نہین کہ لوگون نے تمکو چھوڑکر دوسرے کا وعظ سنا بلکہ اس نظر سے غم ہے کہ تمہارا ثواب جاتا رہا یعنی اگر لوگ تمہارے وعظ سے رہ راہ ہوتے تو تمکو ثواب ہوتا پس ثواب کے نہ ملنے کا غم کرنا بہتر ہے اور بیچارے کو یہ معلوم نہین کہ امر حق کی اطاعت اور افضل شخص کو معاملہ سپرد کرنے مین آخرت مین ثواب زیادہ ہوتا ہے نسبت تنہا خود کرنے کے دیکھو اگر اسطرح کا غم اچھا ہوتا تو جب حضرت ابوبکر صدیق رضی خلیفہ ہوے تھے حضرت عمر بھی غم کرتے کہ تمام خلق کے مصالح کا متکفل بہت بڑا ثواب رکھتا ہے مگر حضرت عمر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت سے خوش ہوے یہ جانتے تھے کہ یہ ہم سے افضل ہین اب نہین معلوم کہ علما ایسی باتون سے کیون نہین خوش ہوتے

اور بعض اہل علم شیطان کے اس دھوکے میں آجاتے ہیں کہ جی میں کہنے لگتے ہیں کہ اگر ہم سے افضل کوئی پیدا ہوگا تو ہم اس سے خوش ہونگے مگر پہلے امتحان کے یہ کہنا محض مغالطہ ہے اسلیے کہ نفس اس جیسے وعدہ کر لینے میں نہایت سہولت سے منقاد ہو جاتا ہے مگر جب وہ موقع آپڑتا ہے تو وعدہ پورا نہیں کرتا فوراً بدل جاتا ہے اور اسبات کو وہی جانتا ہے جو نفس کے مکروں سے واقف ہے اور اسکا امتحان بہت کرتا رہتا ہے حاصل یہ کہ حقیقت اخلاص کو پہچاننا اور اسپر عمل کرنا ایک سمندر ہے کہ اسمیں لوگونکا تھاہ نہیں لگتا کوئی شاذ و نادر بچتا ہے جو کہ اس آیت میں مستثنیٰ ہے الا عبادک منہم المخلصین پس بندے کو چاہیے کہ ان دقائق کو خوب تلاش اور تجسس کرتا رہے ورنہ نادانستہ گروہ شیاطین میں جا ملیگا۔

بیان اخلاص کے باب میں لوگوں کے اقوال کے ذکر میں سوسیؒ کہتے ہیں کہ اخلاص اسکا نام ہے کہ اخلاص پر نظر نہ رہے اسلیے کہ جو اپنے اخلاص کو دیکھیگا تو اسکے اخلاص کے لیے حاجت اخلاص کی رہیگی اس قول میں اشارہ ہے کہ عمل کو عجب سے صاف کرنا چاہیے کیونکہ اخلاص کیطرف نظر کرنا عجب ہے جو منجملہ آفات ہے اور مخلص اسی کو کہتے ہیں جو سب آفتوں سے صاف ہو تو جبر اخلاص میں عجب ہوگا اسمیں ابھی ایک آفت باقی ہے اور سہل رحمہ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ بندے کے حرکات اور سکون خاص خدا تعالیٰ کیواسطے ہوں یہ تعریف جامع ہے کہ غرض کو محیط ہے اور اسی مضمون کو مفید ہے قول حضرت ابراہیم بن ادہم کا کہ فرماتے ہیں اخلاص سچا کرنا نیت کا ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ اور حضرت سہل رح سے جو پوچھا گیا کہ سب سے سخت تر نفس پر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اخلاص ہے اسوجہ سے کہ نفس کو اسمیں کچھ بہرہ نہیں اور رویم کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص اسکا نام ہے کہ مخلص اسپر دونوں جہان میں کچھ عوض نہ چاہے اور اس قول میں اشارہ ہے کہ حظوظ نفس خواہ دنیاوی ہوں یا اخروی سب آفت ہیں تو جو شخص عبادت اسلیے کرے کہ جنت میں شہوات سے نفس کو آسائش ملے وہ آفت زدہ ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عمل سے غرض رضاے الٰہی کے اور کوئی بات نہ چاہیے اور یہ قول اشارہ ہے صدیقوں کے اخلاص کیطرف اسی کو اخلاص محض کہتے ہیں اور جو شخص توقع جنت یا دوزخ کے خوف سے عمل کرے وہ باعتبار دنیوی لذات کے البتہ مخلص ہے ورنہ اصل میں وہ حظ شکم و شرمگاہ کا طالب ہے اور اہل حق کے نزدیک مطلوب واقعی صرف رضاے الٰہی ہے نہ کوئی حظ اسکے سوا اور یہ جو کہتے ہیں کہ انسان کسی نہ کسی حظ کے لیے حرکت کیا کرتا ہے اور حظوظ سے بری ہونا صفت الٰہی ہے جو اسکا بری ہونے کا مدعی ہو وہ کافر ہے چنانچہ قاضی ابوبکر باقلانی نے حکم کفر کا اس شخص پر کیا جو سبکو حظوظ سے بری ہونے کا ہو اور فرمایا کہ یہ صفت خدا تعالیٰ کی ہے انسان اسکا مدعی نہیں ہو سکتا تو یہ سب درست ہے مگر لوگونکی مراد اخلاص میں حظوظ سے بری ہونے سے یہ ہے کہ ان حظوظ سے بری ہو جنکو لوگ حظ کہتے ہوں اور لوگ جنکو حظ کہتے ہیں وہ شہوات مذکورہ جنت ہی کی ہیں اور صرف معرفت اور مناجات اور دیدار الٰہی کی لذت جو اہل دل کا حظ ہے اسکو لوگ حظ نہیں جانتے بلکہ اسپر تو تعجب کرتے ہیں حالانکہ یہ بہت بڑا حظ ہے کہ اگر تمام جنت کے مزے طاعت اور مناجات اور مشاہدے حضرت الٰہی کے عوض میں ان لوگوں کو دیجاویں تو انکو حقیر جانیں اور ذرا متوجہ نہوں تو حرکت ان لوگوں کی اور طاعت سب حظ کے لیے ہے مگر ان حظوظ کے لیے نہیں جنکو عوام حظ کہتے ہیں انکا حظ صرف انکا معبود ہے نہ اور کوئی چیز اور ابو عثمان رح کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق کیطرف نظر دائمی رکھکر خلق کے دیکھنے کو فراموش کر دے اس قول میں اشارہ صرف آفت ریا کے محفوظ رہنے کا ہے۔ اسیطرح بعض اکابر کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ اسپر نہ شیطان کو خبر ہو کہ اسکو بگاڑے نہ فرشتے کو کہ اسے لکھے اسمیں اشارہ صرف عمل کے اخفا کا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اخلاص وہ ہے جو خلائق سے پوشیدہ اور علائق سے مصفا ہو یہ قول جامع تر مقاصد کا ہے اور محاسبی

کہتے ہین کہ اخلاص یہ ہو کہ رب کے معاملے مین سے خلق کو نکال ڈالے اسمین صرف ریا کی نفی ہو اسیطرح قول خواص کا ہو کہ جو شخص جام ریاست نوش
کرتا ہو وہ عبودیت کے اخلاص سے نکلجاتا ہو اور حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ اعمال مین سے خالص کونسا ہو آپ نے
فرمایا کہ جو شخص خدا تعالے کے واسطے عمل کرتا ہو اور اسبات کو پسند نہین کرتا کہ کوئی شخص اسپر اسکی تعریف کرے اسمین بھی ترک ریا کا اشارہ ہو اور اسکو خاص
اسلیے فرمایا کہ جن اسباب سے اخلاص مین خلل آتا ہو انمین سے قوی تر یہی ہو اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ اخلاص کدورتون سے عمل کو صاف کرنے کا نام
ہو اور فضیل فرماتے ہین کہ لوگون کے باعث عمل نکرنا ریا اور انکی خاطر عمل کرنا شرک ہو اخلاص یہ ہو کہ خدا تعالے تجھکو ان دونون باتون سے
بچا وے اور بعضون نے کہا ہو کہ اخلاص یہ ہو کہ ہمیشہ مراقبہ رکھے اور بالکل حظوظ کو فراموش کر جاوے یہ بیان کامل ہو اور اقوال اسباب مین بہت
ہین مگر جب حقیقت اخلاص کی معلوم ہو چکی تو اب سب اقوال کے نقل کرنیسے کیا فائدہ بلکہ بیان شافی وہ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہو یعنی جب آپ سے اخلاص کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ ان تقول ربی اللہ ثم تستقیم کما امرت اسکی غرض یہ ہو کہ اپنے نفس اور ہوا کی عبادت
نکرے اور بجز اپنے رب کے اور کسی کی عبادت نہ کرے پھر اسکی عبادت مین جیسا حکم ہو ویسا ہی مستقیم بنا رہے یعنی ماسوا اللہ سے قطع نظر
کر لے اور واقعی اخلاص یہی ہو چوتھا بیان ان آمیزشون اور آفات کے درجات مین جو اخلاص کو مکدر کرتی ہین۔ واضح ہو کہ جو آفتین اخلاص
کو ابتر کرتی ہین انمین سے بعضی ظاہر ہین اور بعضی پوشیدہ اور بعضی باوجود ظاہر ہونے کے ضعیف ہین اور بعضی باوجود مخفی ہونے کے قوی ہین
اور ظہور و خفا مین انکے درجات کا اختلاف بدون مثال کے نہین سمجھا جاتا اور اخلاص کی ابتر کرنیوالی چیزون مین سے ظاہر تر ریا ہو اسی کی
مثال ہم لکھتے ہین کہ مثلاً ایک نمازی اپنی نماز مین اخلاص کر رہا ہو اسوقت شیطان اسپر آفت ڈالتا ہو اسطرح کہ نماز پڑھتے ہین اگر کچھ لوگ اسکو دیکھ
لین یا کوئی اسکے پاس آ جاوے تو شیطان اس سے کہتا ہو کہ اپنی نماز اچھی طرح پڑھ تاکہ یہ دیکھنے والا تجھکو نظر تعظیم سے دیکھے اور نیکبخت سمجھے تیری
حقارت اور غیبت نہ کرے اور وہ اسبات کو مانکر اعضا مین خشوع ظاہر کرے اور رکوع و سجدہ اچھی طرح ادا کرے یہ قسم ریا کی درجہ اول اور
ریا ظاہر ہو یہ مریدین مین سے مبتدیون پر بھی مخفی نہین رہتی ہو دوسرا درجہ یہ ہو کہ مرید اس آفت کو سمجھ گیا ہو اور اس سے احتراز کرتا ہو یعنی اسمین
شیطان کی اطاعت نکرتا ہو نہ اسکی طرف متوجہ ہوتا ہو جسطرح پہلے پڑھتا تھا اسیطرح پڑھتا رہے تو اب شیطان خیر کے بہانہ سے اسکے پاس آتا ہو اور یہ
کہتا ہو کہ تو مقتدا اور پیشوا اور انگشت نما ہو جو کچھ کام تو کریگا اور لوگ اسمین تیری اقتدا کرینگے تو انکے اعمال کا ثواب تجھکو ملیگا بشرطیکہ تو اچھی طرح عمل کریگا
اور انکا وبال تیری گردن پر رہیگا اگر تو بری طرح کریگا اس صورت مین اس شخص دیکھنے والے کے سامنے عمل اچھی طرح کر شاید وہ خشوع اور اچھی طرح
بجا آوری مین تیری اقتدا کرے اور یہ درجہ پہلے درجہ کی نسبت کچھ باریک ہو جو لوگ درجہ اول سے فریب مین نہین آتے وہ بھی اس جال
مین پھنس جاتے ہین مگر یہ بھی ریا ہی ہو اخلاص کی بربادی اس سے بھی ہو جاتی ہو اسلیے کہ اگر واقع مین خشوع اور عبادت کی خوبی اسکے نزدیک
بہتر ہو کہ دوسرے کی خاطر اسکو نہین چھوڑتا تو تنہائی مین اپنے نفس کو انکا عادی کیون نہ کیا اور یہ ہو نہین سکتا کہ دوسرے کا نفس اسکے
نزدیک بہ نسبت اپنے نفس کے عزیز ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ صرف دھوکا ہو بلکہ پیشوا وہ ہو جو اپنے دم سے مستقیم ہوا اور اسکا دل روشن اسطرح
کہ اسکی روشنی دوسرون پر پڑتی ہو تو البتہ اسکا ثواب اسکو ملیگا اور وہ صورت تو محض نفاق اور دھوکے کی ہو یہ سمجھنا کہ اگر اسکی کوئی اقتدا کریگا
تو مقتدی کو ثواب ملیگا مگر اس مقتدا سے تو باز پرس اسبات کی ہوگی کہ جو چیز تجھ مین نہ تھی اسکو کیون ظاہر کیا اور اسپر عذاب بھی پاجاویگا تیسرا درجہ

۱۲ ترجمہ کہ تو کہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے پھر تو مستقیم رہے جیسا کہ تجھکو حکم کیا گیا ۱۲ ان الفاظ سے اس کی روایت میری نظر سے نہین گذری ترمذی اور ابن ماجہ نے بمعنی روایت نقل کی

جو دوسرے درجے کی نسبت کبھی بار یک ہی یہ ہی کہ بندہ اسبات مین اپنے نفس کا امتحان لے اور مکر شیطان سے آگاہ ہو کر جان لے کہ خلوت مین اور حال ہونا اور غیر کے دیکھنے کی صورت مین اور حال ہونا محض ریا ہی اور اخلاص کی صورت یہ ہی کہ نماز تنہائی مین ایسی ہی ہو جیسے مجمع مین ہوتی ہی اور اپنے نفس اور پروردگار سے اسبات کی حیا کرے کہ خلق کے دیکھنے کی صورت مین عادت کے موجب خشوع زیادہ کرے اس نظر سے تنہائی مین اپنے نفس پر متوجہ ہو اور وہان بھی نماز اسی خوبصورتی سے پڑھنی اختیار کرے جو ہیئت کہ مجمع مین اسکو پسند ہی اور مجمع مین بھی اسطرح پڑھے تو یہ صورت بھی ریاے دقیق اور خفی کی ہی اسلیے کہ خلوت مین اسنے نماز کو اس نیت سے اچھی طرح پڑھا کہ مجمع مین بھی اسی صورت سے ادا ہو تو تنہائی اور مجمع مین دونو نمین اسکی نظر خلق کیطرف رہی اور اخلاص اسطرح ہوتا کہ بہائم کا دیکھنا اور خلق کا دیکھنا دونون اسکی نظر مین یکسان ہو جاوین تو گویا اسکا دل گوارا نہین کرتا کہ لوگون کے سامنے نماز کو بری طرح ادا کرے پھر اپنے دلمین شرماتا ہی کہ کہین ریاکارون کی صورت مین نہو جاوے اور اسکو یہ گمان ہی کہ اگر خلوت اور مجمع مین نماز کی صورت ایک ہی ہو جاویگی تو ریا سے خارج ہو جاوینگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ ریا سے خارج ہونے کی صورت یہ ہی کہ خلق کی طرف التفات ایسا ہی ہو جیسا جمادات کیطرف ہوتا ہی خواہ خلوت مین ہو یا مجمع مین ورنہ یہ شخص دونون صورتون مین خلق کی طرف ہمہ تن مشغول رہیگا اور یہ بات شیطان کے خفیہ مکرون مین ہی چوتھا درجہ جو نہایت خفی ہے یہ ہے کہ لوگ اسکو نماز پڑھتے دیکھین اور شیطان اسکو یہ نہ کہہ سکے کہ تو ان کی خاطر خشوع کر اسواسطے کہ اسکو معلوم ہے کہ یہ فریب یہ شخص سمجھ گیا ہے داؤ مین نہ آوے گا تو شیطان اس سے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالے کی عظمت اور جلال مین تامل کر جس کے سامنے تو کھڑا ہے اور اسبات سے حیا کر کہ کہین خداے تعالے تیرے دل کو ایسے حال مین نہ دیکھے کہ وہ اس سے غافل ہو اس خیال کے آنے سے اسکا دل حاضر ہوتا ہی اور اعضا خشوع کرنے لگتے ہین اور اسکو گمان ہوتا ہی کہ اخلاص یہی ہی حالانکہ یہ عین مکر و فریب ہے اسلیے کہ اگر خداے تعالے کے جلال پر نظر کرنے سے یہ خشوع ہوتا تو تنہائی مین بھی یہ خطرہ ہوا کرتا اسطرح نہوتا کہ جب کوئی غیر شخص ہو تو اسی آدمی سے یہ کیفیت حاصل ہوتی اور اس آفت سے بچنے کی علامت یہ ہی کہ یہ خیال تنہائی مین بھی دل پر جما رہے جسطرح کہ مجمع مین رہتا ہی اور یہ بات نہو کہ دوسرے شخص کے آنے پر ہی موقوف ہو جیسے کہ بہائم کے آنے پر کوئی خیال اس قسم کا منحصر نہین ہوتا غرضکہ جبتک آدمی کو انسان کے دیکھنے اور بہائم کے دیکھنے مین اپنے اعمال مین فرق معلوم ہوتا ہے تب تک وہ صفاے اخلاص سے خارج اور اسکا باطن آلودہ شرک خفی یعنی ریا کا ہی یہ شرک اسطرح کا ہی کہ آدمی کے دل مین سیاہ چیونٹی کی چال سے جو اندھیری رات مین سخت پتھر پر چلے خفی تر ہے جیسا کہ حدیث مین وارد ہی اور شیطان سے کوئی شخص نہین بچ سکتا ہی مگر وہ شخص جسکی نظر دقیق ہو اور اللہ تعالی کی حفاظت اور توفیق و ہدایت سے بہرہ یاب ہو ورنہ شیطان ان لوگون کی تاک مین ہر وقت رہتا ہی جو عبادت الٰہی کے لیے مستعد ہون انسے ایک لحظہ غافل نہین رہتا یہانتک کہ انکو ہر ایک حرکت اور کام مین ریا پر لا ڈالتا ہی حتی کہ آنکھون مین سرمہ لگانا اور لبون کا کتروانا اور جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور اوقات مخصوصہ مین سنت ہین اور چونکہ خلق کی نظر کو انسے علاقہ ہی اور طبیعت کو رغبت اسلیے نفس کو انمین ایک حظ خفی ہی پس شیطان بندہ کو ان چیزون کے فعل کیطرف بلاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ فعل سنت ہی اسکو ترک کرنا نہ چاہیے اور نفس اسکی تقریر سے اسی لیے ابھرتا ہی کہ اسمین وہ شہوات خفیہ موجود ہین یا د اگا ابھار ان شہوات سے مخلوط ہوتا ہی اسقدر کہ اسکے باعث سے حد اخلاص سے نکلجاتا ہی اور جو چیز کہ ان سب آفتون سے محفوظ نہو وہ خالص نہین بلکہ جو شخص کسی آباد مسجد عمدہ بنی ہوئی صاف و پاکیزہ

مین اعتکاف کرے اور اسمین دل لگتا ہو تو شیطان رغبت اعتکاف کی دلاتا ہے اور فضائل اعتکاف کثرت سے اسکے سامنے بیان کرتا ہے اور محرک خفی اس صورت مین بعض اوقات مسجد کی خوبصورتی اور طبیعت کا اس سے راحت پانا ہوتا ہے اور یہ امر اسوقت معلوم ہوتا ہے جب دوسری مسجد جو ویسی خوبصورت نہو اسمین اعتکاف کو دل نہ چاہے اور یہ سب باتین طبیعت کی آمیزشون اور نفس کی کدورتون مین مخلوط ہین حقیقت اخلاص اسسے جاتی رہتی ہے اسکو ایسا جاننا چاہیے جیسا خالص سونے مین ملاؤ ہوتا ہے کہ کبھی تو اتنا ہوتا ہے کہ ملاؤ ہی غالب ہو اور کبھی کم ہوتا ہے مگر جلد معلوم ہو جاتا ہے اور کبھی اتنا تھوڑا ہوتا ہے کہ بدون خوب پرکھنے والے بنیا کے اور کوئی نہین جان سکتا اور دل کا ملاؤ اور شیطان کا دغل اور نفس کی خباثت اس سے کہین دقیق اور خفیہ تر ہے چنانچہ مشہور ہے شعر کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم ؛ اسی لیے کہا گیا ہے کہ دو رکعتین عالم کی جاہل کی ایک برس کی عبادت سے افضل ہین اس قول مین عالم سے وہی شخص مراد ہے جو آفات اعمال کے دقائق جانتا ہو تاکہ اپنے عمل کو انسے پاک و صاف کرے اور جاہل تو ظاہر عبادت پر نظر رکھا کرتا ہے اور اسی سے مغالطے مین پڑ جاتا ہے جیسے کوئی گنوار ایک کھوٹی ٹکسالی اشرفی کو بظاہر سرخ اور گول دیکھکر مغالطے مین آجاتا ہے حالانکہ کندن مین سے تھوڑا سا سونا بھی اس اشرفی سے بہتر ہوتا ہے جو غبی اور ناواقف اچھا سمجھ لیتے ہین اسیطرح عبادات کا معاملہ مختلف ہے بلکہ یہ سخت تر اور برا ہے اور اعمال مین جسقدر آفات راہ پاتے ہین انکا حصر اور شمار غیر ممکن ہے ہم اسیقدر مثال پر کفایت کرتے ہین در خانہ اگر کس ست حرفے بس ست ؛ اور غبی آدمی کو گفتگوے طویل سے بھی کچھ اثر نہین ہوتا پس طول سخن لاحاصل ہے بیچ ہر قطعہ نگوئید اسر بازیچہ حرفی ؛ کزان پند سے نگیرد صاحب ہوش ؛ اگر صد باب حکمت پیش نادان ؛ بخوانی آیدش بازیچہ در گوش ؛ پانچوان بیان عمل مخلوط کے ثواب کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ عمل جب کہ خالص خداے تعالے کے واسطے نہین ہوتا اور اسمین ملونی ریا یا اور نفس کے خطون کی ہوتی ہے تو لوگون کا اختلاف ہے کہ ایسا عمل مستحق ثواب ہے یا سزا اور عذاب یا دونون مین سے کسی کا مقتضی نہین اور یہ تو ظاہر ہے کہ جس عمل مین صرف مقصود ریا ہو گی وہ موجب عذاب اور غضب ہے اور جو خاص لوجہ اللہ ہوگا وہ سبب ثواب ہے صرف اختلاف عمل مخلوط مین ہے اور ظاہر اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسپر آدمی کو ثواب نہوتا ہم اخبار جو اسباب مین وارد ہین انمین اختلاف ہے اور ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ قوت باعث کی مقدار کو دیکھنا چاہیے پس اگر باعث دینی اور باعث نفسی دونون برابر ہون تو دونونکی کچھ تاثیر نہ ہیگی ایسے عمل کا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر باعث ریا غالب اور قوی ہوگا تو اس عمل سے کچھ فائدہ نہوگا بلکہ مضر پڑیگا اور موجب عذاب ہوگا ہان اسکا عذاب اس عمل کے عذاب سے ہلکا ہوگا جسکا باعث محض ریا ہو اور تقرب کا ملاؤ اسمین کچھ بھی نہو اور اگر قصد تقرب دوسرے باعث کی نسبت کم قوی تر ہوگا تو جسقدر قوت باعث دینی یعنی تقرب کی زیادہ ہوگی اسیقدر اسکو ثواب ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور فرمایا ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضاعفہا ان آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ قصد خیر تلف نہوگا بلکہ اگر قصد ریا سے بڑھکر ہوگا تو قصد ریا کے برابر تو باطل ہو جاویگا اور زیادتی باقی رہیگی اور اگر مغلوب ہوگا تو جتنا عذاب صرف قصد فاسد کی رو سے ملتا اسمین سے کسیقدر تخفیف ہو جاویگی اور اس امر کی تحقیق یہ ہے کہ اعمال کی تاثیر دلون مین یہ ہوتی ہے کہ جس صفت سے وہ صادر ہوتے ہین اسی صفت قلبی کو مستحکم کیا کرتے ہین مثلاً صفت ریا مہلکات مین سے ہے اور اس مہلک کی غذا اور قوت اسیطرح ہوتی ہے کہ اسکے موافق عمل کیا جاوے اور داعیہ خیر نجات دینے والی صفات مین سے ہے اسکی قوت اسکے موافق عمل کرنے

۱ ابوداؤد نے بروایت ابوہریرہؓ اور نسائی نے بروایت ابوامامہ نقل کیا ہے کہ جہاد مین جسکو غرض دنیا کی بھی ہو اسکو ثواب نہین ہوتا ہے ۱۲

۲ ابن حبان نے بروایت ابی ہریرہؓ نقل کیا ہے کہ آدمی عمل خفیہ کرتا ہے اور اسپر اگر کسی کو اطلاع ہو جاتی ہے تو خوش ہو [illegible]

سے ہوتی ہے پس جب یہ دونون صفتین دل مین اکٹھی ہون تو دونون ایک دوسرے کی ضد ہین جب ایک کے موافق عمل کریگا تو اسی کو تقویت ہوگی خواہ دور یا ہو یا تقرب اور ان دونون مین ایک مہلک ہے اور دوسری نجات دینے والی پس اگر دونون کی تقویت یکسان ہی ہے تو دونون برابر رہینگے مثلاً کسی کو حرارت کی چیزون سے ضرر ہوتا ہو اور اسنے گرم چیزین کھائین پھر ان گرم چیزون کی قوت کی مقدار پر سرد چیزون کا استعمال کیا تو دونون کے کھانے کے بعد ایسی کیفیت ہوگی کہ گویا کوئی چیز نہین کھائی اور اگر دونون مین سے کوئی غالب ہوگی تو مقدار غلبہ کی ضرور تاثیر کریگی تو جس طرح کہ کوئی ذرہ کھانے پینے کی دوا کا جسم مین خداے تعالیٰ کی عادت کے بموجب بدون تاثیر کے نہین رہتا اسیطرح کوئی ذرہ خیر و شر کا بھی تلف نہین ہوتا دل مین روشنی یا تاریکی کا اثر ضرور پہونچاتا ہے اور خداے تعالیٰ سے قریب یا بعید ضرور کرتا ہے پس اگر ایسا عمل کیا جس سے ایک بالشت مثلاً قرب ہوا اور اسمین ایسا خلط کیا جس سے ایک ہی بالشت دوری ہو تو جس حالت پر تھا اسی پر رہیگا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر ایک ایسا ہو کہ اس سے قرب دو بالشت کا ہو اور دوسرا ایسا جس سے ایک بالشت دوری تو ظاہر ہے کہ ایک بالشت کا فضل اسکو رہیگا اور حدیث شریف مین ہے کہ اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا اس صورت مین جبکہ ریاے محض کو اخلاص محض اسکے بعد مٹا دیتی ہے تو ضرور ہوا کہ اگر دونون اکٹھے ہونگے تو ایک دوسرے کے برعکس عمل کرینگے اور اسکی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ اس بات پر اجماع امت ہے کہ جو شخص حج کے واسطے نکلے اور مال تجارت بھی اسکے ساتھ ہو تو اسکا حج درست ہے اور اسپر ثواب دیا جاویگا گو اسکے ساتھ ایک نفس کے حظون مین سے ملگیا ہے۔ ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس شخص کو ثواب حج کے اعمال کا جب ہوتا ہے جب کہ مکہ معظمہ مین پہونچتا ہے اور تجارت حج پر موقوف نہین تو حج خالص رہا البتہ بعد مسافت حج اور تجارت مین مشترک رہا تو اگر قصد تجارت ہوگا تو اس طول مسافت مین کچھ ثواب نہ ملیگا لیکن بہتر یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ جس صورت مین محرک اصلی حج ہو اور غرض تجارت مثل معین اور تابع کے ہو تو نفس سفر مین بھی ثواب ملیگا اور ہم نہین کہ سکتے کہ غازیون کو کفار کے ساتھ ایسی جہت مین لڑنا جہان غنیمت بہت ملے اور ایسی جہت مین کہ غنیمت نہو کچھ فرق نہین معلوم ہوتا مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ یہ کہنا بعید ہے کہ اس فرق کے معلوم ہونے سے انکو جہاد کا ثواب بالکل نہ ملے بلکہ یون کہنا مناسب ہے کہ اگر باعث اصلی اور محرک قوی بلند کرنا کلمہ خداے تعالیٰ کا ہو اور رغبت غنیمت اسکی تابع ہو تو اس سے ثواب ضائع نہوگا ہان اس شخص کے ثواب کے برابر نہوگا جسکا دل غنیمت کیطرف بالکل ملتفت نہو اسلئے کہ اس التفات سے نقصان تو بے شبہ ہے اب اگر یہ کہو کہ آیات و اخبار سے ایسا پایا جاتا ہے کہ ریا کی آمیزش ثواب کو ضائع کرتی ہے اور جیسی ریا کی آمیزش ہے ویسے ہی تلاش غنیمت کا خلط ہے اور تجارت وغیرہ حظوظ بھی ایسے ہی ہین چنانچہ طاؤس اور دوسرے تابعین روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص احسان کرتا ہے یا صدقہ دیتا ہے مگر اسکو یہ بات محبوب ہے کہ لوگ اسکی تعریف بھی کرین اور ثواب بھی ملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ یہ آیت اتری فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً و لا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اور حضرت معاذ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنے الریاء شرک اور حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے عمل مین شرک کیا ہوگا اس سے کہا جاویگا کہ تو اپنا بدلا اس سے لے جسکے لیے تو نے عمل کیا ہے اور حضرت عبادہ سے روایت حدیث قدسی کی ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ مین سب شریکون کی نسبت کو شرک سے غنی ہون جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اسمین میرے ساتھ

غیر کو شریک کرتا ہو تو مین اپنا حصہ بھی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہون اور حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہین کہ ایک اعرابی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک مرد غیرت کے لیے لڑتا ہے اور دوسرا شجاعت کی خاطر اور تیسرا اسلیے کہ اسکا مرتبہ خدا کی راہ مین معلوم ہو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلیے لڑے کہ خدا کے تعالیٰ کا بول بالا رہے وہ راہ خدا مین ہے۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ تم کہتے ہو کہ فلان شخص شہید ہو اور شاید کہ اسنے اپنی سواری کی خورجی روپیون سے بھر لی ہو یعنی نیت کا حال معلوم نہین کہ خالص تھی یا غنیمت کے لیے گیا تھا اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ہاجر یبتغی شئیا من الدنیا فہولہم کہتے ہین کہ یہ حدیثین اس مدعا کے مخالف نہین جو ہمنے ذکر کیا ہے بلکہ مراد ان سے وہ شخص ہو جو عمل سے دنیا ہی کا طالب ہو جیسے کہ فرمایا من ہاجر یبتغی شئیا من الدنیا اور دنیا ہی کی طلب اسکی نیت پر غالب ہو اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ عمل کا دنیا کے لیے کرنا معصیت اور زیادتی ہو نہ اسوجہ سے کہ طلب دنیا حرام ہو بلکہ اس نظر سے کہ دنیا کا طلب کرنا اعمال دین کے عوض مین حرام ہو اسلیے کہ اسمین ریا اور عبادت کا اپنی جگہ سے بدلنا پایا جاتا ہی اور لفظ شرکت جہان کہین وارد ہے اس سے برابری مراد ہی اور ہم بیان کر چکے ہین کہ جب دونون قصد برابر ہونگے تو ساقط ہو جاوینگے اس عمل پر نہ ثواب ہوگا نہ عذاب تو ایسے عمل سے توقع ثواب کی نہ کرنی چاہیے پھر انسان ہمیشہ شرکت کی حالت مین خطرے مین ہے کیونکہ اسے کیا معلوم ہے کہ دونون قصدون سے اسپر کونسا غالب ہو کیا عجب ہو کہ بعض اوقات عمل اسکے حق مین وبال ہو جاوے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولایشرک بعبادۃ ربہ احدا اس سے یہ مراد ہو کہ شرکت کے ہوتے ہوئے توقع ثواب نہ رکھنی چاہیے بہترین احوال شرکت مین سے ہو کہ عمل ساقط ہو جاوے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہو کہ منصب شہادت لڑائی مین بدون اخلاص نہین ملتا مگر یہ کہنا بعید ہو کہ جس شخص کا ارادہ دینی اسطرح کا ہو کہ صرف جہاد کے لیے اسکو آمادہ کردے گو غنیمت نہو اور کفار کی جماعت توانگر اور مفلس دونون سے لڑ سکتا ہو لیکن توانگرون کیطرف اسلیے جھکے کہ مقصد اصلی خدائے تعالیٰ کا بول بالا رکھنے کا بھی حاصل ہو اور غنیمت بھی ملے تو ایسے شخص کو ثواب جہاد کا نہ ملے اور معاذ اللہ اگر معاملہ اسیطرح ہو تو دین مین کمال تنگی ہو اور مسلمان مایوس ہو جائین اسلیے کہ ان جیسی آمیزشون سے تو کبھی انسان خالی ہی نہین رہتا کہ مقصد اصلی کے ساتھ مین کوئی تابع نہو اور اگر یہ صورت ہوتی بھی ہی تو نہایت کم اسلیے ایسی آمیزشون کی تاثیر ثواب کے کم کرنے مین البتہ ہوا کرتی ہو یہ نہین کہ ثواب بالکل حبط ہو جاوے ہان اتنا ہو کہ انسان کو اس حالت مین بڑا خطرہ ہو اسواسطے کہ اسکو بعض اوقات گمان ہوتا ہو کہ قوی تر باعث عمل کا قصد تقرب الی اللہ ہی حالانکہ اسکے باطن پر غالب حظ نفسی ہوتا ہو اور یہ بات نہایت درجہ کو مخفی رہتی ہو یعنی اجر کامل اخلاص سے حاصل ہوا کرتا ہو اور آدمی جتنی چاہیے احتیاط کرے اپنے نفس سے اسکو اخلاص کا یقین بہت ہی کم ہوگا اسوجہ سے عمل کرنے والے کو چاہیے کہ بعد خوب کوشش و احتیاط کے ہمیشہ رد و قبول مین متردد رہے کہ کہین میری عبادت مین کوئی آفت ایسی پیش نہ آئی ہو جسکا وبال ثواب کی نسبت کر زیادہ ہو اہل بصیرت مین سے جو لوگ خوف کیا کرتے تھے انکا یہی دستور تھا اور ہر اہل بصیرت کو اپنا دستور العمل یہی رکھنا چاہیے اور اسیوجہ سے حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ میرا عمل جو ظاہر ہو گیا ہو اسکو مین شمار نہین کرتا اور عبد العزیز بن ابی رواد کہتے ہین کہ مین اس شہر کا مجاور

ساٹھ برس رہا اور ساٹھ حج کیے لیکن اعمال الٰہی مین سے جو عمل مین نے کیا جب اسمین اپنے نفس کو ٹٹولا تو شیطان کا حصہ اس عمل مین بہ نسبت خداے تعالیٰ کے حصہ کے زیادہ پایا مین یہی غنیمت جانون اگر وہ اعمال نہ موجب ثواب ہون نہ باعث عقاب اور باوجود اسکے سب فنون کے یہ بھی نہین چاہیے کہ آفت ریا کے خوف سے عمل کو چھوڑ دیا جاوے اسلیے کہ نہایت آرزوے شیطان یہی ہے کہ آدمی عمل نکرے اور مقصود اس بیان بالا سے یہ ہے کہ اخلاص نجانے پاوے اور جب عمل ترک کر دیا جاویگا تو عمل اور اخلاص دونون جاتے رہینگے منقول ہے کہ کوئی فقیر حضرت ابو سعید خراز کی خدمت کیا کرتا اور انکے کامون مین مدد دیا کرتا ایک روز انھون نے حرکات مین اخلاص کے ہونیکا ذکر فرمایا وہ فقیر ہر ایک حرکت کیوقت اپنے دلکا نگران ہوا اور اخلاص کا طالب اسیسے اپنی حاجات کا پورا کرنا بھی متعذر ہو گیا اور حضرت ابو سعید کو اس سے تکلیف ہو گئی کہ کام کرنے مین خود دقت اٹھانی پڑی اس فقیر سے پوچھا کہ تم اب کام کیون نہین کرتے اسنے کہا کہ مین آپ کے ارشاد کے بموجب اعمال مین حقیقت اخلاص کا مطالبہ اپنے نفس سے کرتا ہون مگر اکثر کامون مین میرا نفس اخلاص سے عاجز ہے اسلیے چھوڑ دیتا ہون آپ نے فرمایا کہ ایسا مت کر اخلاص عمل کو قطع نہین کرتا عمل پر مواظبت کر اور اخلاص کے حاصل کرنے مین کوشش کر مین نے تجھسے یہ نہین کہا کہ عمل کو چھوڑ دو بلکہ یہ کہا ہے کہ عمل کو خالص کرو اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ خلق کے باعث عمل کا چھوڑنا ریا ہے اور خلق کے باعث اسکا کرنا شرک ہے

تیسری فصل

صدق کی فضیلت اور حقیقت کے ذکر مین مشتمل دو بیان پر

پہلا بیان صدق کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ اور صدق کی فضیلت مین اسیقدر کافی ہے کہ صدیق اس سے مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا کی مدح و ثنا مین انکو صدیق فرمایا ہے چنانچہ فرمایا واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقا نبیا اور فرمایا واذکر فی الکتاب اسمعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا اور فرمایا واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان الصدق یہدی الی البر والبر یہدی الی الجنۃ وان الرجل لیصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا وان الکذب یہدی الی الفجور والفجور یہدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ چار باتین ایسی ہین کہ جس شخص مین ہون نفع اسی کو ہو اول صدق دوم حیا سوم حسن خلق چہارم شکر اور بشر بن الحارث فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالیٰ سے معاملہ صدق کے ساتھ کرتا ہے وہ لوگون سے نفرت کیا کرتا ہے اور ابو عبد اللہ رملی کہتے ہین کہ مین نے منصور دینوری کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالیٰ نے تمسے کیا معاملہ کیا انھون نے کہا کہ مجکو بخش دیا اور مجھپر رحم کیا اور جو مجکو توقع نہ تھی وہ عنایت فرمایا پھر مین نے پوچھا کہ جس چیز سے بندہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اسمین سب سے اچھی کیا چیز ہے انھون نے فرمایا کہ صدق ہے اور سب سے بری چیز خداے تعالیٰ کیطرف متوجہ ہونے کی جھوٹ ہے اور ابو سلیمان فرماتے ہین کہ صدق کو اپنی سواری کر لو اور حق کو تلوار اور اللہ تعالیٰ کو اپنا اعلے درجے کا مطلوب اور ایک شخص نے کسی حکیم سے ذکر کیا کہ مین نے کوئی سچا آدمی نہین دیکھا حکیم نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہوتا تو سچونکو پہچانتا اور محمد بن علی کتانی کہتے ہین کہ ہم نے خداے تعالیٰ کے دین کو تین ارکان پر مبنی پایا اول صدق دوم حق سوم عدل پس عدل تو دلون پر ہوتا ہے اور حق اعضا پر اور صدق عقلون پر اور حضرت ثوری نے اس آیت کی تفسیر مین ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علے اللہ وجوہہم مسودۃ فرمایا ہے کہ یہ لوگ ہین کہ انھون نے دعوی محبت الٰہی کا کیا اور اس دعوی مین سچے نہ ہوے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص مجکو اپنے باطن مین تصدیق کرتا ہے مین اسکو خلائق مین ظاہر ظہور سچا کرتا ہون۔ اور ایک شخص نے حضرت شبلی کی مجلس مین چیخ ماری اور اپنے آپکو دجلہ مین گرا دیا حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر یہ شخص

بعض مرد ہین کہ سچ کر دکھایا جو عہد کیا تھا اللہ سے اور یاد کر کتاب مین ابراہیم کو بیشک وہ تھا سچا نبی اور یاد کر کتاب مین اسمعیل کو وہ تھا وعدے کا سچا اور تھا رسول نبی اور یاد کر کتاب مین ادریس کو وہ تھا سچا نبی سچ راہ بتاتا ہے نیکی کی اور نیکی راہ بتاتی ہے جنت کی اور آدمی سچ بولتا ہے یہانتک کہ خدا کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ راہ بتاتا ہے بدی کی اور بدی راہ بتاتی ہے دوزخ کی اور آدمی جھوٹ بولتا ہے یہانتک کہ خداے تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھا جاتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲

اور قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ جنھون نے جھوٹ باندھا اللہ پر انکے منھ سیاہ ۱۲

سچا ہوگا تو اسکو خدا ے تعالیٰ ایسا بچاویگا جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچایا تھا اور اگر جھوٹا ہوگا تو وہ اسکو اسطرح غرق کردیگا جیسا فرعون کو غرق کردیا تھا اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ فقہا اور علما کا سب کا اتفاق ہے کہ تین باتین اگر درست ہوجاوین تو آدمی کی نجات ہوجاوے اور یہ تینون ایک دوسرے سے پوری ہوتی ہین اوّل اسلام جو بدعت اور ہوا سے خالص ہو دوم اعمال مین خدا ے تعالیٰ کے واسطے صدق کا ہونا سوم حلال کی غذا اور وہب بن منبہؒ فرماتے ہین کہ توریت کے حاشیے پر مین نے بائیس جملے دیکھے جنکو بنی اسرائیل کے نیکبخت جمع ہوکر پڑھا پڑھا کرتے تھے وہ جملے یہ ہین کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہین کوئی مال حلم سے بڑھکر زیادہ مفید نہین کوئی حسب غصے سے زیادہ کمتر نہین کوئی ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہین کوئی رفیق جہل سے بڑھکر عیب دار نہین کوئی شرف تقوے سے زیادہ عزیز نہین کوئی کرم ترک ہوا سے زیادہ کامل نہین کوئی عمل فکر سے افضل نہین کوئی حسنہ صبر سے اعلیٰ نہین کوئی برائی کبر سے زیادہ رسوا کرنیوالی نہین کوئی دوا نرمی سے نہین کوئی مرض حمق سے زیادہ ایذارسان نہین کوئی رسول حق سے عادل تر نہین کوئی دلیل ناصح تر صدق سے نہین کوئی فقیری ذلیل تر طمع سے نہین کوئی تونگری زیادہ بدبخت جوڑنے سے نہین کوئی زندگی عمدہ تر تندرستی سے نہین کوئی معیشت عفت سے زیادہ گوارا تر نہین کوئی عبادت خشوع سے زیادہ اچھی نہین کوئی زہد قناعت سے بہتر نہین کوئی محافظ سکوت سے زیادہ نہین کوئی غائب موت سے زیادہ نزدیک تر نہین۔ اور محمد بن سعید مروزی فرماتے ہین کہ جب تو اللہ تعالیٰ کو صدق کے ساتھ طلب کرے تو اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ مین ایک آئینہ عنایت فرماوے جسمین تجکو عجائب دنیا و آخرت کے نظر آوین اور ابوبکر وراق کہتے ہین کہ اپنے اور خدا کے درمیان مین صدق کی حفاظت کر اور نرمی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان مین ملحوظ رکھ اور حضرت ذوالنونؒ سے کسی نے پوچھا کہ بندے کو اپنے امور کی درستی کی بھی کوئی سبیل ہے آپ نے ایک قطعہ فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ صدق چاہین وے نہین ملتا ✽ اسمین ہم ہین مذبذب اور حیران ✽ ہے گران ہم پہ ترک خواہش نفس ✽ دعوی عشق ہے مگر آسان ✽ اور حضرت سہل سے کسی نے پوچھا کہ اس امر کی اصل کیا ہے جسپر ہم ہین آپ نے فرمایا کہ صدق اور سخاوت اور شجاعت سائل نے پوچھا کہ اور کچھ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تقوے اور حیا اور غذاے حلال اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کمال کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ حق کہنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا اور حضرت جنیدؒ اس جملے کی تفسیر مین لیسئال الصادقین عن صدقھم فرماتے ہین کہ جو لوگ اپنے عندیے مین صادق ہین ان کے صدق کا حال خدا کے نزدیک پوچھا جاویگا اور یہ معاملہ پرخطر ہے

دوسرا بیان صدق کی حقیقت اور اسکے معنون اور مراتب کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ لفظ صدق چھ معنون مین مستعمل ہوتا ہے اول صدق قول کا۔ دوم صدق نیت کا سوم صدق درعزم۔ چہارم وفا ے عزم مین صدق کا ہونا پنجم صدق درعمل ششم دین کے سب مقامات کی تحقیق مین صدق کا ہونا۔ پس جو شخص ان چھوون باتون مین صدق کے ساتھ متصف ہوگا تو وہ صدیق ہوگا اسلیے کہ صدق مین غایت درجے کو پہونچیگا تو صیغہ مبالغہ اسپر صحیح ہوگا پھر صادقین کے بہت سے درجات ہین جس شخص کو کسی خاص چیز مین صدق حاصل ہوگا وہ اسی شے کی نسبت کر صادق کہلاویگا جسمین اسکا صدق پایا جاویگا اب ہر ایک صدق کی تفصیل لکھی جاتی ہے پہلا صدق زبان کا ہے اور وہ اخبار مین اور ان اقوال مین جو متضمن اخبار ہون ہوا کرتا ہے اور خبر یا زمان گذشتہ سے متعلق ہوتی ہے یا زمان آئندہ سے اور اسمین داخل ہے وعدے کا پورا کرنا اور خلاف وعدہ کرنا اور ہر ایک بندے پر لازم ہے کہ اپنے اقوال کا نگران رہے اور بجز سچ کے اور کوئی گفتگو نہ کرے اور سب اقسام صدق سے مشہور اور ظاہر تر یہی قسم ہے پس جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا

احمد الفاظ احیا سے دیعنی بعینہ ان الفاظ کے ساتھ ہم اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲ الف ۳ تا پوچھے اللہ سچون سے ان کا سچ ۱۲

اور اشیا کا حال جیسے واقع میں ہیں اسکے خلاف نہ کہیگا تو وہ صادق کہلاویگا لیکن اس صدق کے لیے دو کمال ہیں اول تو کنایات سے احتراز
کرنا کہ کہتے ہیں کہ کنایات میں جھوٹ سے بچاؤ ہے اور وجہ اُس سے بچنے کی یہ ہے کہ یہ بھی قائم مقام جھوٹ کے ہوتے ہیں کیونکہ جھوٹ میں
یہی بات تو ممنوع ہے کہ جو چیز واقع میں کسیطرح ہے اسکو برعکس نہ سمجھانا چاہیے مگر اتنا ہے کہ اسکی طرف حاجت پڑتی ہے اور بعض اوقات
مصلحت وقت اسکی مقتضی ہوتی ہے مثلاً لڑکون اور عورتون وغیرہ کی تادیب میں اور ظالمون سے بچنے میں اور دشمنون سے لڑنے میں اور اسرار
ملک پر انکی اطلاع سے احتراز کرنے میں تو ایسی صورتون میں اگر کوئی شخص جھوٹ کے لیے مجبور ہو تو صدق باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا کے واسطے
وہ بات کہے جسکا حکم اسکو حق کرے اور جسقدر کا مقتضی دین ہے جب اسطرح بولیگا تو صادق ہوگا گو اسکے کلام سے مضمون غیر واقع سمجھا جاوے
اسواسطے کہ صدق خود مقصود بالذات نہیں بلکہ امر حق پر دلالت کرنے کی جہت سے اور اسکی وجہ سے کہ حق کی طرف بلاتا ہے مقصود ہوتا ہے اسلیے اسکے ظاہر کو دیکھنا
نہیں چاہیے بلکہ معنون کو نظر کرنا چاہیے ہان ایسی جگہون میں جہانتک ہوسکے کنایات کو کام میں لانا چاہیے اگر صریح جھوٹ نہو آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کا دستور شریف تھا کہ جب کسی سفر کیطرف متوجہ ہوتے تو اسکو دوسرے سے چھپاتے تاکہ خبر دشمنون کو نہ پہونچے اور وہ چڑھ کر آوین یہ بات داخل
دروغ نہیں اور ایک حدیث شریف میں آیا ہے فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا اونمی خیرا اور تین جگہ میں جب مصلحت وقت جھوٹ
بولنے کی اجازت فرمائی ایک تو جو شخص دو آدمیون میں صلح کرادے دوسرے جسکی دو زوجہ ہون سوم جو شخص کہ لڑائی کے مصالح میں ہو اور صدق
سے ان جگہون میں صدق نیت مراد لیا جاتا ہے پس لحاظ نیت اور ارادہ خیر ہی کا کیا جاتا ہے لفظون پر لحاظ نہیں رہتا پس جو شخص کہ اسکا قصد درست
اور نیت صادق ہوا اور محض خیر کا طالب ہو وہ صادق اور صدیق ہی ہوگا گو اسکے الفاظ کیسے ہی ہون پھر کبھی اشارۃً بیان کرنا بہتر ہے اور اسکا
طریق یہ ہے کہ کسی بزرگ سے منقول ہے کہ جب انکو ظالم تلاش کرتا اور وہ گھر میں ہوتے تو اپنی بی بی سے فرماتے کہ اپنی انگلی سے ایک دائرہ کھینچ لے اور اس میں
انگلی رکھکر کہہ دے کہ یہان نہیں اس بہانہ سے جھوٹ سے احتراز کرتے اور ظالم سے بھی بچے رہتے تو انکا قول سچ تھا مگر ظالم کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ
وہ گھر میں نہیں غرضکہ کمال اول لفظ میں تو یہ ہے کہ صریح جھوٹ اور کنایات دروغ سے احتراز کرے اور بدون ضرورت ان دونون کو کرے نہ پھرے
اور دوسرا کمال یہ ہے کہ صدق کے ان الفاظ میں معنون کی بھی رعایت رکھے جیسے کہ خدا سے تعالیٰ سے مناجات اور دعا کرتا ہے مثلاً اگر زبان سے
اگر کہے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض اور دل خدا سے تعالیٰ سے منحرف اور دنیا کی آرزوؤن اور شہوات میں مشغول ہو تو یہ شخص جھوٹا ہے
یا زبان سے کہے ایاک نعبد یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہیں یا کہے کہ میں بندہ خدا ہون اور بندہ ہونے کی ماہیت اس میں نہ پائی جاتی ہو اور خدا
کے سوا مطلوب کوئی اور چیز ہو تو اسکا کلام سچ نہو گا اور اگر قیامت کو باز پرس اس جملے کے صدق کی ہو گی کہ میں بندہ خدا ہون تو اس سے صدق
ثابت نہو گا اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کا بندہ یا دنیا اور شہوات کا بندہ ہوگا تو اپنے قول میں سچا نہو گا اور جو شخص کسی چیز کا پابند ہو جاتا ہے
وہ اسکا بندہ کہلاتا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے دنیا کے بندو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعس عبد الدینار تعس
عبد الدرہم وعبد الحلۃ وعبد الخمیصۃ اس حدیث میں جس شخص کا دل جس چیز میں مقید تھا اسکو اسیکا بندہ فرمایا حالانکہ سچا بندہ اللہ تعالیٰ کا وہ ہے
جو اول غیر اللہ سے آزاد ہو کر آزاد مطلق ہو جاوے جب یہ آزادی آویگی تو دل فارغ ہوگا اور اسمین خدا تعالیٰ کا بندہ ہونا سماوے گا اور یہ بندگی

[illegible]

ہلاک ہو بندہ درم کا اور بندہ لباس کا اور بندہ بھوک کا ۱۲ بخاری بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

۱ح بخاری ومسلم بروایت کعب بن مالک ۱۲ ۲ح جھوٹا نہیں ہے وہ شخص جو دو میں صلح کرے تو کہے بہتر یا پہونچاوے بہتر ۱۲ بخاری ومسلم

بندے کو خدائے تعالی اور اسکی محبت میں مشغول کردیگی اور اسکا باطن وظاہر مقید اللہ تعالی کی اطاعت کا ہوجاویگا اور کوئی مراد اسکی سوائے خدائے تعالی کے نہ رہیگی پھر یہ رتبہ بھی آدمی طے کرکے بعض اوقات ایسا اور مقام پر جو اس سے بھی اعلی ہے پہونچ جاتا ہے جسکو آزادی کہتے ہیں یعنی اسباب سے آزاد ہوجاوے کہ اپنے آپ کوئی ارادہ خدائے تعالی کے واسطے بھی نہ کرے بلکہ جو کچھ اسکو منظور ہو اسی پر قانع رہے خواہ وہ دور کرے خواہ نزدیک اپنے ارادے کو اسکے ارادہ میں فنا کردے تو ایسا شخص دوبارہ آزاد ہوگا اول تو غیر اللہ سے آزاد ہوکر بندہ خاص ہوا پھر اپنے نفس سے آزاد ہوکر اپنے آپ سے نیست ہوا اور اپنے آقا کے سبب موجود کہ اگر اسنے ہلایا تو ہلا اور ٹھہرایا تو ٹھہر گیا اور اگر مصیبت میں مبتلا کیا تو راضی ہوا اسمیں گنجایش کسی چیز کی درخواست کی یا اعتراض کی باقی ہی نہیں رہی بلکہ خدائے تعالی کے سامنے وہ ایسا ہو جیسا مردہ بدست زندہ اور بندگی خدائے تعالی میں یہ نہایت درجے کا صدق ہے اس سے معلوم ہوا کہ سچا بندہ وہی ہے جسکا وجود اپنے نفس کے لیے نہو بلکہ خدائے تعالی کے لیے ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اور غیر اللہ سے آزادی صادقین کے درجات میں سے ہے اسکے بعد خدا کی عبودیت حاصل ہوا کرتی ہے اور اس سے پیشتر والے کو نہ استحقاق صادق کہے جانے کا ہے نہ صدیق کا۔ دوسرا صدق نیت اور ارادے کا ہے جسکا مآل اخلاص کیطرف راجع ہے یعنی سالک ایسے حال میں ہو کہ حرکات اور سکنات میں اسکا باعث سوائے خدائے تعالی کے اور نہو پس اگر کوئی حظوظ نفسانی میں سے اسمیں ملجاویگا تو صدق نیت جاتا رہیگا اور اس شخص کو اس صورت میں جھوٹا کہہ سکتے ہیں چنانچہ فضیلت اخلاص میں ہمنے ایک حدیث تین شخصوں کے سوال وجواب کی نقل کی ہے کہ جسوقت عالم سے سوال ہوگا کہ تونے علم سیکھ کر کیا عمل کیا وہ جواب دیگا کہ مینے فلان فلان کام کیا اللہ تعالی فرمادیگا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلان شخص عالم ہے یہان دیکھنا چاہیے کہ اسکو یون نہیں فرمایا گیا کہ تونے عمل نہیں کیا بلکہ صرف ارادہ ونیت میں اسکو جھٹلایا۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ صدق کے معنی یہی ہین کہ تصدیق میں توجہ صحیح ہو اسیطرح اس آیت میں واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون بعد اسکے کہ منافقوں نے کہا تھا انک لرسول اللہ حالانکہ یہ قول سچ ہے اللہ تعالی نے انکی زبانی قول کو نہیں جھٹلایا بلکہ جو بات انکے دلمین پوشیدہ تھی اس اعتقاد کی تکذیب فرمائی اور اظہار یہ کہ تکذیب خبر سے ہوا کرتی ہے اور یہ قول کفار کا حال کے قرینہ سے متضمن خبر کا ہے اسلیے کہ کہنے والے اپنا اعتقاد زبان سے بتلاتے ہین کہ جو ہم منھ سے کہتے ہین وہ ہی ہمارا عقیدہ ہے تو اسی کی تکذیب فرمائی کہ حال کے قرینے کو جو تم اپنے عقائد پر دال تبلاتے ہو یہ جھوٹ ہے حاصل یہ کہ ایک معنی صدق کی نیت کا خالص ہونا جسکو اخلاص کہتے ہین اس سے یہ نکلا کہ جو صادق ہوگا وہ ضرور ہے کہ مخلص بھی ہو تیسرا صدق عزم کا ہے یعنی انسان کبھی پیشتر عمل سے اپنے دلمین امنگ کیا کرتا ہے اور کہا کرتا ہے کہ اگر اللہ تعالی مجکو مال دیوے تو سب صدقہ کرڈالون یا نصف دے دون اور اگر خدا کی راہ میں کسی دشمن سے لڑون تو کچھ پروا نہ کرون گو مارا ہی جاؤن اور اگر اللہ تعالی مجکو حکومت دے تو عدل کرون اور خدائے تعالی کی نافرمانی ظلم کرنے یا خلق کیطرف میل کرنے سے نہ کرون پس یہ امنگ کبھی آدمی اپنے دلمین پاتا ہے اور یہ عزیمت کبھی تو پکی اور صادق ہوتی ہے اور کبھی اسکے عزم میں ایک قسم کا میلان وتردد اور ضعف ہوتا ہے جو صدق کے خلاف ہے تو گویا صدق کے معنی یہان پورا اور قوی ہونے کے ہین مثلا کہتے ہین کہ فلان شخص کو اشتہائے صادق ہے یعنی پوری اور قوی ہے اور اگر کہتے ہین کہ فلان مریض کو اشتہائے کاذب ہے یعنی اسکی اشتہا کسی سبب ثابت اور قوی سے نہیں یا یہ کہ اسکی اشتہا ضعیف ہے پس جس صورت میں کہ صدق سے یہ معنی مراد لیے جاوین تو صادق اور صدیق ایسے شخص کو کہینگے جو اپنے عزم کو خیرات کے باب میں پورا اور قوی پاوے نہ اسمین میل وکجی ہو نہ ضعف وتردد بلکہ اسکا نفس ہمیشہ خیرات کے اوپر عزم مصمم اور پختہ رکھتا ہو جیسے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا

[illegible]

کہ اگر مجکو لوگ گردن کاٹنے کو پیش کردیں تو مجکو اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں اس قوم کا امیر ہوں جسمیں حضرت ابو بکر صدیق ہوں تو آپنے اپنے دلمیں عزم پختہ اور محبت صادق اسبات کی پائی کہ باوجود حضرت ابو بکرؓ کے امیر نہ بنیں پھر اس عزم کو اپنے قتل ہوجانیسے تاکید کردی اور مراتب صادقین کے عزم میں مختلف ہوتے ہیں کبھی عزم کو اتنا پاتا ہے کہ اسکی حد نہیں یہانتک کہ اسکے باعث قتل پر راضی ہوجاتا ہے لیکن جب اپنی تجویز پر چھوڑا جاوے تو جبراً قتل ہوجانے کے لیے نہ کرے اور اگر اس سے قتل کی گفتگو کیجاوے تو عزم ٹوٹ جاوے بلکہ صادقین اور مومنین میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ اگر بالفرض ان کو اختیار کردیا جاوے کہ تم اپنا قتل ہونا اختیار کرو یا حضرت ابو بکرؓ کا تو انکو اپنی ہی زندگی بہ نسبت حضرت ابو بکر صدیق کے محبوب ہوگی چوتھا صدق عزم کے پورا کرنے میں ہے اسلیے کہ نفس سردست تو عزم کرلیا کرتا ہے کہ وعدہ اور عزم میں کیا خرچ ہوتا ہے مگر جب موقع آجاتا ہے اور قدرت حاصل ہوتی ہے اور شہوت کا زور ہوتا ہے تو عزم ڈھیلا ہوجاتا ہے اور شہوات غالب ہوکر عزم کو پورا نہیں ہونے دیتیں اور یہ بات وفاے عزم کے صدق کے خلاف ہے اور اسیلیے اللہ تعالیٰ اس قسم کے صدق کے باب میں فرماتا ہے رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ اسکی شان نزول میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ نے اپنے چچا انس بن نضر کا حال روایت[ح1] کرتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شریک نہ تھے انکو یہ امر نہایت گران گذرا اور فرمایا کہ اول ہی شہادت کا موقع تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو تشریف فرما ہوے اور میں آپ کی خدمت سے غائب رہا بخدا اگر اللہ تعالیٰ مجکو پھر کوئی ایسا موقع شہادت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں دکھلاویگا تو اللہ تعالیٰ دیکھیگا کہ میں کیا کرونگا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ سال آیندہ میں جنگ احد میں حاضر ہوے سامنے سے حضرت سعد بن معاذ نے آپ سے پوچھا کہ اے ابو عمرو کہاں کو آپ نے فرمایا کہ جنت کی ہوا کیا خوب ہے مجھے احد کے اسطرف معلوم ہوتی ہے پھر آپ اتنا لڑے کہ شہید ہوے آپ کے بدن میں کچھ اوپر اسی زخم تیر اور تلوار اور نیزے کے تھے آپ کی بہن نے فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی کو زخموں کے باعث نہ پہچانا انگلیوں کی پوروں سے البتہ پہچانا تب آیت اتری رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیرؓ کے پاس کھڑے ہوے جو آپ کے لشکر کے نیزہ بردار تھے اور احد کے روز منہ کے بل گرکر شہید ہوے انکے پاس بھی آپ نے یہ آیت پڑھی رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر اور فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شہدا چار ہیں ایک شخص ایماندار جسکا ایمان خوب کھرا ہے کہ دشمن کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی یہانتک کہ شہید ہوا یہ ایسا شخص ہوگا کہ قیامت کے روز لوگ اسکی طرف اپنی آنکھیں اسطرح اٹھاوینگے اور آپنے سر اٹھایا یہانتک کہ کلاہ مبارک گر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ کلاہ حضرت کی گر گئی یا حضرت عمرؓ کی اور ایک وہ مرد ایماندار کھرے ایمان والا ہے کہ جب دشمن سے ملا تو گویا اسکی آنکھوں میں نکلے دسہ دیے اسپر ایک تیر کاری آلگا اور شہید ہوگیا یہ دوسرے درجے میں ہے اور ایک مرد با ایمان ایسا ہے جسنے کچھ عمل اچھا کیا اور کچھ برا اور دشمن سے بھڑا اور خداے تعالیٰ کی تصدیق کی یہانتک کہ شہید ہوا یہ تیسرے درجے میں ہے اور ایک مرد با ایمان جسنے اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے بھڑ کر خداے تعالیٰ کی تصدیق کی حتی کہ شہید ہوا تو یہ چوتھے درجے میں ہے اور حضرت مجاہدؒ روایت کرتے ہیں کہ دو شخص نکلے اور پھر مجمع میں آکر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمکو مال دیگا تو ہم صدقہ دینگے خداے تعالیٰ نے انکو مال عنایت فرمایا مگر انھوں نے بخل کیا تو یہ آیت اتری ومنہم من عاہد اللہ لئن آتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین اور بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ عہد ایک ایسی شے تھی جسکو خداے تعالیٰ نے ان لوگوں کے

ح1 ترمذی اور نسائی نے اسکو روایت کیا ہے اور بخاری میں مختصراً منقول ہے ۱۲ ح2 ابو نعیم و ابو عبید بروایت ابن عمیر مرسلاً ۱۲

اور کوئی صحابہ ان میں اور دیکھتا ۱۲

ح ترمذی نے اسکو نقل کیا ہے ۱۲

دلون مین روشن کر دیا تھا زبان سے انھون نے کچھ نہین کہا تھا اس عہد کے پورا کرنے پر ارشاد فرمایا ومنہم من عاہد اللہ لئن آتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما آتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون اس آیت مین عزم کو عہد فرمایا اور اس کے خلاف کرنے کو کذب اور اسکے پورا کرنے کو صدق اور یہ صدق تیسرے صدق کی نسبت کر سخت تر ہے اسلیے کہ نفس کبھی عزم پر تیار ہو جاتا ہے مگر پورا کرتے وقت جو اسکی سختی اور شہوات کا جوش ہوتا ہے اور اسباب موجود اور قدرت حاصل ہوتی ہے تو اسوقت پہلو تہی کر جاتا ہے اسیوجہ سے حضرت عمرؓ نے استثنا فرمایا تھا یعنی جب آپ نے فرمایا کہ مجھکو اگر گردن مار نے کے واسطے آگے کر دین تو مجھکو اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین ایسی قوم کا امیر نبون جسمین حضرت ابو بکرؓ ہون اور اسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بشرطیکہ قتل کے وقت میرا نفس مجھکو کوئی ایسی بات نہ سوجھاوے جو اب میرے دل مین نہین اسلیے کہ مین اپنے نفس سے مامون نہین شاید اسپر اسوقت قتل گران گذرے تو اس عزم سے پھر جاویگا اس قول مین اشارہ ہے کہ عزم کا پورا کرنا بہت سخت ہے اور حضرت ابو سعید خرازؓ فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے ہین انھون نے مجھ سے پوچھا کہ صدق کیا چیز ہے مین نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا انھون نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے اور آسمان کو چلے گئے پانچوان صدق اعمال مین ہے وہ یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اسکے اعمال ظاہری سے یہ بات نہ پائی جاوے کہ دل مین اسکے کوئی بات ہے جو واقع مین نہین اور یہ کوشش کچھ اعمال کے ترک کرنے سے نہو بلکہ اسطرح ہو کہ باطن کو ظاہر کی تصدیق پر کھینچ لاوے اور یہ بات ترک ریا کے خلاف ہے جسکا ذکر ہم کر چکے ہین اسلیے کہ ریا کار تو یہی چاہا کرتا ہے کہ اعمال ظاہری سے لوگ اسکے باطن کو متصف صفات حمیدہ سے جانین اور اس صدق سے ترک ریا غرض نہین کیونکہ اکثر نمازی اپنی نماز مین خشوع کی سی صورت بنائے رہتے ہین انکا مقصود یہ نہین ہوتا کہ کوئی دوسرا انکو دیکھے لیکن انکا دل نماز سے غافل رہتا ہے اگر بالفرض اسکو کوئی دیکھے تو جانے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے حالانکہ باطن مین وہ بازار مین یا اپنی کسی شہوت کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس قسم کے اعمال زبان حال سے باطن کا احوال کہتے ہین جسمین وہ شخص جھوٹا ہے اس سے باز پرس اعمال مین صدق کی ہے اسیطرح آدمی کبھی وقار اور سکون کی ہیئت سے چلتا ہے اور اسکے باطن مین ان دونون صفتون کا پتا بھی نہین ہوتا تو ایسا شخص اپنے عمل مین صادق نہین ہوتا اگرچہ خلق کیطرف ملتفت نہو نہ انکے لیے ریا کرتا ہو اور اس سے نجات نہین ہوتی مگر اسیصورت سے کہ آدمی کا ظاہر و باطن یکسان ہو جاوے یا باطن بہ نسبت ظاہر کے اچھا ہو اور اسی بات کے خوف سے بعضے لوگون نے ظاہر کی ابتری اور برے لوگونکا لباس اختیار کیا تھا تاکہ انپر گمان خیر کا ظاہر کو دیکھکر کوئی نہ کرے ورنہ ظاہر کے حال سے اگر باطن پر دلالت ہوگی اور باطن ایسا نہوگا تو کاذب ٹھیرینگے غرضکہ مخالف ہونا ظاہر کا باطن سے اگر قصداً ہوگا تو اسکا نام ریا ہوگا اور اسکے باعث اخلاص جاتا رہتا ہے اور اگر بے قصد ہو تو اس سبب سے صدق جاتا رہتا ہے اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللّٰہم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ اور یزید بن الحارثؒ فرماتے ہین کہ جب آدمی کا ظاہر و باطن برابر ہو جاتا ہے تو یہ عدل کیصورت ہے اور اگر باطن افضل ہو بہ نسبت ظاہر کے تو اسکا نام فضل ہے اور اگر ظاہر بہ نسبت باطن کے افضل ہو تو اسکا نام جور ہے پھر کچھ اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ اگر مومن کا ظاہر مثل باطن ہو تو کیا کہنا ؛ اسی سے دو جہان مین ہوتی ہے تعریف اور عزت ؛ و گر ظاہر ہو اچھا اور باطن مین خرابی ہو ؛ تو پھر سب کوششین برباد ہین اور رایگان محنت ؛ بھونا لو اتمرفی

ولٰت اور بعضے ان مین ہین کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم خیرات کریں اور ہو رہیں نیکی والوں میں پھر جب دیا انکو اپنے فضل سے اسمیں بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر پھر اسکا اثر رکھا نفاق انکے دل مین جس دن

اچھی کو جس دکان پر چاہو؛ طمع کی اگر ہووے تو سب اس سے کرین نفرت؛ اور عطیہ بن عبد الغافر رح فرماتے ہین کہ جب ایماندار کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے باعث فرشتون پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے اور معاویہ بن قرہ کہتے ہین کہ کوئی مجکو ایسا شخص بتلادے جو رات کو رویا کرے اور دن کو ہنسا کرے اور عبد الواحد کہتے ہین کہ حضرت حسن رح کا دستور تھا کہ جب کچھ انکو امر کیا جاتا تو سب لوگون سے بڑھکر اسکے عامل ہوتے تھے اور اگر کسی کام سے منع کیا جاتا تو سب سے زیادہ تارک ہوتے تھے اور مین نے کبھی کسی کو نہین دیکھا جسکا باطن ظاہر سے اتنا مشابہ ہو جتنا انکا تھا اور ابو عبد الرحمن زاہد کہتے تھے کہ الٰہی مین نے اپنے اور لوگون کے درمیان کا معاملہ تو نے امانت کے ساتھ کیا اور مجھ مین اور تجھ مین جو معاملہ تھا اسکو مین نے تیرے ساتھ خیانت سے کیا اور رویا کیا کرتے اور ابو یعقوب نہرجوری کہتے ہین کہ صدق یہ ہے کہ حق کی موافقت ظاہر و باطن مین ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کا برابر ہونا ایک صدق کی قسم ہے چھٹا صدق جو سب درجات سے اعلیٰ اور کمیاب ہے وہ صدق دین کے مقامات مین ہے جیسے کہ صدق خوف اور رجا اور تعظیم اور زہد اور رضا اور توکل اور محبت اور تمام امور طریقت مین اسلیے کہ ان امور کے لیے ایک تو مبادی ہوتے ہین کہ جہان انکا ظہور ہوا اسپر یہ الفاظ بولنے لگے پھر آغاز کے بعد انکی غایت اور حقیقت ہوا کرتی ہے اور صادق محقق وہی ہوتا ہے جو انکی حقیقت کو پہونچ جاوے اور جب کوئی چیز غالب اور کامل ہوا کرتی ہے تو اسکے موصوف کو صادق کہا کرتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص لڑائی کا سچا ہے اور یہ خوف سچا ہے اور یہ شہوت سچی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون اور یہ فرمایا ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبین وآتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا اور حضرت ابو ذر رض سے کسی نے ایمان کا حال پوچھا تو آپ نے یہی آیت پڑھی لوگون نے عرض کیا کہ ہمنے آپ سے ایمان کا حال پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا حال پوچھا تھا تو آپ نے بھی یہی آیت پڑھی تھی اب ہم خوف کی مثال لکھتے ہین کہ مثلاً جو بندہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے خوف تو ضرور رکھتا ہے مگر یہ خوف اسطرح کا ہوتا ہے کہ صرف لفظ خوف اسپر صادق آوے مگر حقیقت خوف کے درجے کو نہین پہونچتا تاکہ اسکو خوف صادق کہ سکین دیکھو جب آدمی کسی بادشاہ سے یا سفر مین راہزن وغیرہ سے ڈرتا ہے تو اسکا رنگ جلد زرد پڑ جاتا ہے اور ہاتھ پاؤن پر جلد لرزہ ہوتا ہے عیش تلخ ہو جاتا ہے اور خواب خورش دشوار ہو جاتی ہے کسی بات مین دل نہین لگتا حواس پراگندہ ہو جاتے ہین بعض اوقات ڈر کے مارے وطن کی جدائی اختیار کرتا ہے آرام و چین کو چھوڑ کر وحشت اور مشقت پر سر رکھتا ہے پھر کیا بات ہے کہ آتش دوزخ سے خوف کرتا ہے اور جب مرتکب کسی معصیت کا ہوتا ہے تو ان مین سے کوئی سی بات اس پر ظاہر نہین ہوتی اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ لم ار مثل النار

نام ہارہا ولا مثل الجنۃ نام طالبہا پس ان امور کی حقیقت کو پہونچنا بہت ہی کم ہی اوران مقامات کی کچھ حد نہین کہ اس کی تمامی اورکمال تک پہونچ سکین مگر ہر شخص کو اسکے حال کے موافق ان مین سے بہرہ ہوتا ہی خواہ کم ہو یا زیادہ اگر بہرہ قوی ہو تو البتہ اسصورت مین بندہ صادق کہلاویگا غرضکہ معرفت اور تعظیم الٰہی اوراس سے خوف کرنے کی کوئی جا نہین اسیوجہ سے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تمکو تمہاری صورت اصلی پر دیکھون تو انھون نے عرض کیا کہ آپ اسکے دیکھنے کی تاب نہ لاوینگے آپ نے فرمایا کہ نہین دکھلا ہی دو تب انھون نے وعدہ کیا کہ اجالی رات مین بقیع مین دکھلاونگا آپ جب چاندنی مین وہان تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل نے تمام آسمان کے کنارون کو ڈھانپ رکھا ہی آپ دیکھتے ہی غش کھا گئے جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرئیل اپنی پہلی صورت پر ہو گئے تھے آپ نے فرمایا کہ میرے گمان مین خدائے تعالیٰ کی مخلوق مین سے اسطرح کا کوئی نہین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر آپ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھین تو کیا ہو عرش معلےٰ انکے کندھے پر ہے اورانکے پاؤن سب سے نیچے کی زمین مین اترے ہوے ہین اور باوجود اسکے خدا کی عظمت سے جب وہ سکڑتے ہین تو چھوٹی چڑیا کے برابر ہو جاتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام پر کتنی عظمت اور ہیبت چھاتی ہو گی جو اسدرجے کو پہونچ جاتے ہین اور تمام فرشتے ایسے نہین اسوجہ سے کہ معرفتین متفاوت ہین تو صدق اور تعظیم اسکا نام ہے۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جو مین گیا تو دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام ملاء اعلےٰ مین خدائے تعالیٰ کے خوف سے ایسے تھے جیسے پرانی چادر جو اونٹ کی پشت پر ڈالدیتے ہین اسیطرح پر صحابہؓ بھی خائف تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہین پہونچے تھے اسیواسطے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ جبتک تو سب لوگون کو اللہ تعالیٰ کے دین مین احمق نہین جانیگا تب تک حقیقت ایمان کو نہین پہونچیگا۔ اور مطرفؒ کہتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین جو اپنے پروردگار کے معاملے مین احمق نہو مگر اتنا ہی کہ بعض حمق بہ نسبت بعض کے آسان اور کمتر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو نہ پہونچیگا جبتک کہ لوگون کو خدا کے مقابلہ مین اونٹون کے مانند نہ دیکھے اور پھر اپنے نفس کیطرف رجوع کرے اور اسکو سب سے زیادہ حقیر تر جانے اس سے معلوم ہوا کہ ان مقامات مین صادق آدمی کمیاب ہی۔ پھر درجات صدق کی کچھ حد نہین بعض اوقات بندے کو بعض امور مین صدق ہوتا ہی اور بعض مین نہین پس اگر سب امور مین صادق ہوگا تو وہ پکا صدیق ہی حضرت سعدؓ بن معاذ فرماتے ہین کہ تین باتون مین تو مین پکا ہون اوران کے سوا اور امور مین کچا اول یہ کہ مین نے شروع اسلام سے کبھی نماز اسطرح نہین پڑھی کہ جی مین کہتا ہون کہ اس سے کب فارغ ہونگا۔ دوسرے یہ کہ جس جنازہ کے ساتھ گیا جی مین یہی رہا کہ اس سے یہ سوال ہوگا اور یہ یون جواب دیگا اسکے سوا دفن تک اور کچھ خیال نہین گذرا تیسرے یہ کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا تو یقین کر لیا کہ بیشک حق ہی پس حضرت ابن مسیبؒ نے فرمایا کہ میری دانست مین یہ خصلتین بجز نبی کے اور کسی مین جمع نہین ہوا کئین تو ان امور مین یہ صدق کی بات ہی حالانکہ بہت سے جلیل صحابہؓ نے نماز ادا کی اور جنازے کے ساتھ گئے مگر اس درجے کو نہ پہونچے یہ بیان تھا درجات صدق اور اسکے معانی کا ہی اور کلمات جو صدق کی حقیقت کے باب مین مشایخ کرام سے منقول ہین انسے ان معانی مین سے ایک ایک پائے جاتے ہین ہان ابوبکر وراقؒ نے فرمایا ہی کہ صدق تین قسم کا ہوتا ہی صدق توحید اور صدق

طاعت اور صدق معرفت صدق توحید عام مومنین کے لیے ہو چنانچہ اللہ تعہ فرماتا ہو والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون اور صدق طاعت ارباب علم اور اہل ورع کے لیے ہو اور صدق معرفت اہل ولایت کے لیے ہے جو زمین کے اوتاد ہین اور یہ سب اقسام پھر پھر اگر انھین اقسام مین آجاتے ہین جو ہمنے چھٹی قسم مین لکھے ہین اور ایک بات یہ ہو کہ انھون نے وہ چیزین لکھی ہین جنمین صدق ہوتا ہو اور وہ بھی پوری نہین اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ صدق مجاہدے کا نام ہو اور یہ کہ تو اللہ پر دوسرے کو اختیار نہ کرے جیسے اسنے تجھپر غیر کو اختیار نہین کیا چنانچہ فرمایا ہو اجتبا کم اور منقول ہو کہ خداے تعہ نے حضرت موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کو محبوب کر لیتا ہون تو اسپر ایسی بلائین بھیجتا ہون جنکی تاب پہاڑون کو بھی نہو اور اسسے مجکو اسکا صدق دیکھنا منظور ہوتا ہو پھر اگر مین اسکو صابر پاتا ہون تو اپنا ولی اور حبیب بنا لیتا ہون اور اگر مضطرب اور واویلا کرنے والا پاتا ہون کہ میری شکایت میری ہی مخلوق سے کرے تو اسکو رسوا کرتا ہون اور کچھ پروا نہین کرتا اس سے معلوم ہوا کہ صدق کی علامتون مین سے یہ بھی ہو کہ مصیبتون اور طاعتون کو دونون کو چھپاوے اور خلق کا واقف ہونا ان دونون پر برا جانے

آٹھوان باب مراقبہ اور محاسبہ کے بیان مین مشتمل چھ مقامات پر

رباعی جو کام کرے نفس تولے اس سے حساب ؛ میدان جزا مین ورنہ پائیگا عذاب ؛ مرنا ہی قیامت ہی ہر ایک کے حق مین ؛ نگرانی نفس چاہیے تمکو شتاب ؛ واضح ہو کہ اللہ تعہ نے ارشاد فرمایا ہو ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین اور فرمایا ووضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یاویلتنا مال ہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا اور فرمایا یوم یبعثہم اللہ جمیعا فینبئہم بما عملوا احصاہ اللہ ونسوہ واللہ علی کل شیء شہید اور فرمایا یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالہم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور فرمایا ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون اور فرمایا یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بینہا وبینہ امدا بعیدا ویحذرکم اللہ نفسہ اور فرمایا واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ ان آیات کے مضامین سے ان لوگون نے جو بندگان الہی سے اہل بصیرت ہین جان لیا کہ اللہ تعالی بندون کی گھات مین لگا ہو اور ایسے حساب کا الجھاؤ ہوگا اور ذرہ ذرہ خطرون اور لحظون کی پوچھ پڑیگی اور ٹھان لیا کہ ان خطرون سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ہمیشہ محاسبہ کیا کرین اور خوب نگران اپنے احوال کے رہین ہر ایک سانس اور حرکت کا مطالبہ اپنے نفس سے رکھین اور ہر خطرہ و لحظہ مین اس سے حساب لین اسلیے کہ جو کوئی اپنے نفس سے حساب لیے جانے سے پیشتر محاسبہ کرتا رہیگا اسکا حساب قیامت مین ہلکا ہوگا اور جواب بن پڑیگا اور اسکا رجوع اور انجام وہان اچھا ہوگا اور جو شخص اپنے نفس کا حساب نہ لیگا ہمیشہ پچھتاویگا اور میدان قیامت مین بہت مدت تک کھڑا رہیگا اور اسکی برائیان اسکو رسوائی اور غضب مین مبتلا کرینگی پس جب انکو یہ امر منکشف ہوا تو انھون نے جان لیا کہ ان خرابیون سے نجات کی صورت بدون طاعت الہی کے اور کوئی نہین اور اللہ تعہ نے صبر اور نگاہداشت کا حکم فرمایا ہے

جیسا ارشاد فرمایا یاایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا[1] پس انھون نے اپنے نفسونپر یہ نگاہداشت کی کہ اول انسے شرطین کین پھر نگران حال رہے پھر حساب کیا پھر سزا دی پھر مجاہدہ کیا پھر عتاب کیا غرضکہ ایک نگاہداشت مین انکو چھ مقام حاصل ہوے جن کی شرح اور بیان حقیقت اور فضیلت اور ان کے اعمال کی تفصیل ضروری ہے اور اصل ان سب کی محاسبہ ہے لیکن ہر ایک حساب بعد آپس کی شرط لگانے اور نگران رہنے کے ہوا کرتا ہے اور حساب کے بعد اگر ٹوٹا معلوم ہو تو نوبت عتاب اور عقوبت کی پہونچتی ہے اب شرح ہر مقام کی ذکر کرتے ہین پہلا مقام نفس سے آپسمین شرط کرنے کا۔ جاننا چاہیے کہ جو لوگ تجارت کا معاملہ کرتے ہین اور اسباب تجارت مین شریک ہوتے ہین ان سب کی غرض حساب کے وقت یہ ہوتی ہے کہ کچھ نفع بچ رہے اور جسطرح کہ تاجر اپنے شریک سے مدد لیتا ہے اور مال اسکو سپرد کرتا ہے کہ تجارت کرے پھر اس سے حساب کیا کرتا ہے اسیطرح طریق آخرت مین تاجر عقل ہے اور اسکا نفع اور مطلب نفس کا پاک وصاف کرنا ہے کیونکہ فلاح اسیکے تزکیہ پر موقوف ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قد افلح من زکٰہا وقد خاب من دسٰہا[2] اور اسکا تزکیہ اعمال صالحہ سے ہوتا ہے اور عقل ایسی تجارت مین نفس سے مدد لیتی ہے یعنی اسکو ایسے کامون مین لگاتی ہے جنسے اسکا تزکیہ ہو جیسے تاجر اپنے شریک خواہ غلام تجارت پیشہ سے مدد لیا کرتا ہے اور جسطرح کہ شریک سے تاجر فائدے کے باب مین بدعی نبکر اسباب کا محتاج ہوا کرتا ہے کہ پہلے کچھ شرطین اس سے کرلے پھر اسکا نگران حال رہے پھر حساب سمجھا کرے پھر عقاب یا عتاب کیا کرے اسیطرح عقل بھی نفس سے ان چار باتون کی محتاج ہے اول تو اس سے شرطین کرلے کہ کچھ وظائف مقرر کردے کہ انکا پابند رہا کرے اور طریق فلاح اسکو بتلا کر تاکید کردے کہ اسی راستے کو چلے دوم اسکی نگرانی سے ایک لحظہ غافل نرہے اسلیے کہ اگر اسکو شتر بے مہار چھوڑ دیگی تو اس سے بجز خیانت اور راس المال کے تلف کردینے کے اور کچھ نہ دیکھیگی جیسے غلام خائن میدان خالی پاکر اگر مال پر اپنا قابو دیکھتا ہے تو ایسا ہی کرتا ہے پھر نگرانی کے بعد اس سے حساب لینا چاہیے اور شروط اور اقرارون کو پورا کرانا چاہیے اسلیے کہ دنیا کی سوداگری جو پیسے دمڑی کے نفع کی ہوتی ہے اسمین کوڑی کوڑی کا حساب ہوتا ہے اور یہ سوداگری تو وہ ہے جسکا نفع فردوس برین اور انبیا اور شہدا کے ساتھ انتہا مقامات پر پہونچتا ہے تو اسمین حساب کی روسے بال کی کھال نکالنی اور نفس پر تنگ گیری کرنی بہت ضرور ہے پھر دنیا کے منافع خواہ لاکھون ہی کے ہون آخر جاتے رہتے ہین تو ایسی خیر مین جو دوام کو نہو کیا خیر ہے اس سے وہ شر ہی اچھی ہے جو دائمی نہو اسلیے کہ جب وہ جاتی رہیگی تو ہمیشہ کو خوشی تو ہو گی اور شر تو جاتی ہی رہیگی اور اگر خیر جاتی رہیگی تو خیر کی خیر گئی اور اسکا رنج ہمیشہ کو رہے گا سچ ہے بلیت نہایت غم ہے ہم کو اس خوشی سے : یقین جسکی جدائی کا ہمین ہے : اس صورت مین ہر محتاط پر جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو واجب ہے کہ اپنے نفس کے حساب لینے سے اور تنگ گیری سے حرکات اور سکنات اور خطرات اور ہر قدم مین غفلت نہ کرے اسلیے کہ عمر انسان مین جو سانس ہے وہ ایک ایسا جوہر ہے کہ جسکا کچھ عوض نہین اور اس سے ایک خزانہ ایسا مول لیا جاسکتا ہے کہ جسکی دولت ابدالآباد تک تمام نہو پس ایسی سانسونکا ضائع ہونا یا ایسی باتون مین مصروف ہونا جو موجب ہلاک ہون بڑے نقصان عظیم کی بات ہے کہ کسی عاقل کا نفس اسکو نہ مانیگا۔ پس جب کوئی بندہ صبح کو اٹھے اور صبح کی نماز پڑھ چکے تو ایک ساعت اپنے دلکو نفس کے شرط کرنے کیلیے فارغ کرے جیسے کہ تاجر اسباب سپرد کرنے کے وقت اپنے شریک کارندے سے شرائط کرنے کے لیے تنہا بیٹھ جاتا ہے دوسرے شخصون کو اس مجلس مین نہین آنے دیتا کہ شریک خوب ان شرائط کو سمجھ لے دوسری باتون سے طبیعت منتشر نہو پھر نفس سے یون کہے کہ میرا راس المال یہی عمر ہے جب

[1] حاشیہ ۱۔ اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلے مین مضبوطی کرو اور لگے رہو ۲۔ اسکے مراد کو پہونچا جسنے اسکو سنوارا اور نامراد ہوا جسنے اسکو خاک مین ملایا ۱۲

یہ فنا ہوجاویگی تو اصل ہی جاتی رہیگی پھر تجارت اور طلب منفعت سے یاس ہوجاویگی اور اس آج کے دن مین اللہ تعالیٰ نے مجکو مہلت دی ہے اور میری موت مین تاخیر فرمائی ہے اور مجھپر انعام کیا ہے اگر بالفرض مجکو موت دیتا تو مین آخر یہی تمنا کرتا کہ ایک روز مجکو دنیا مین بھیجدے کہ مین عمل نیک کرون تو تو یہی سمجھ لے کہ مرنے کے بعد یہان واپس ہوکر اسی دن کے لیے آیا ہے تو خبردار اس دن کو تلف مت کرنا کہ ہر ایک سانس ایک جوہر بے مول ہے اور یہ بھی یاد رکھ کہ دن رات مین چوبیس گھڑیان ہین اور حدیث مین وارد ہے کہ بندے کے ہر روز و شب مین چوبیس خزانے ایک قطار مین پھیلائے جاتے ہین ان مین سے ایک خزانہ اسکے لیے کھولدیا جاتا ہے تو اسکو اپنے حسنات کے نور سے پر دیکھتا ہے اور وہ حسنات ہوتی ہین جو اس گھڑی مین کی تھین اُن نورون کے دیکھنے سے جو بادشاہ جبار کے نزدیک اسکا وسیلہ ہین اسکو وہ فرحت اور سرور اور بشارت حاصل ہوتی ہے کہ اگر وہ سرور اہل دوزخ پر تقسیم کردیا جاوے تو اتنی خوشی انکے حصے مین آوے کہ اسکے مارے آگ کی تکلیف انکو کچھ معلوم نہو اور جس گھڑی مین کہ اسنے خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اسکا خزانہ کھولا جاتا ہے تو وہ سیاہ و تاریک ہوتا ہے اسکی بدبو پھیلتی ہے اور اندھیری اسکو ڈھانپ لیتی ہے اس خزانے کے دیکھنے سے اسکو اسطرح کا خوف و دہشت چھاتی ہے کہ وہ دہشت اگر اہل جنت کو بانٹ دیجاوے تو ان کا آرام و چین منغض کردے اور ایک اور خزانہ اسکے لیے مفتوح ہوتا ہے کہ وہ خالی ہوتا ہے نہ اسمین خوشی کی خبر ہوتی ہے نہ غم کی یہ وہ ساعت ہوتی ہے جسمین بندہ سویا ہے یا غافل رہا ہے یا اور مباحات دنیوی مین لگا رہا ہے اس خزانے کے دیکھنے سے وہ حسرت کرتا ہے کہ کیون خالی رہا اور اسکو اسمین ایسا خسارہ ہوتا ہے جیسے کسی کو بڑی سلطنت اور نفع کثیر کا خسارہ بعد قدرت کے اپنی غفلت سے ہوجاوے تو اس حسرت و غبن کا کیا ٹھکانا ہے اتنی ہی کافی ہے اسیطرح اسپر اسکی اوقات کے خزانے اسکی تمام زندگی بھر کھولے جایا کرتے ہین تو اپنے نفس کو کہے کہ آج تو ایسی کوشش کر کہ اپنے خزانے کو پھر ایسا نہو کہ وہ اس مال سے خالی رہ جاوین جو موجب تیری سلطنت کا ہے اور سستی اور کاہلی اور آرام طلبی کو کام مین مت لا اور نہ درجات علیین مین سے تجھسے وہ بات فوت ہوجاویگی جو دوسرے کو ملیگی اور تجکو سوائے حسرت اور کچھ نہ ملیگا ہمیشہ افسوس کرتا رہیگا اور اگرچہ جنت مین جاویگا مگر غبن و حسرت کی تکلیف کی برداشت نہوگی گو آگ کی تکلیف سے کم ہو چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہمنے مانا کہ گنہگار کی خطا معاف ہوجاویگی مگر یہ بھی تو ہے کہ اسکو محسنون کا ثواب نملیگا اس قول مین اشارہ افسوس اور حسرت کیطرف ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم یجمعکم لیوم الجمع ذلک یوم التغابن یہ تو وصیت نفس کو اوقات کے باب مین ہوئی پھر اسکو نئے سرسے وصیت ساتون اعضا کے باب مین یعنی آنکھ اور کان اور زبان اور شکم اور شرمگاہ اور ہاتھ اور پاؤن مین کرے اور ان اعضا کو اسکے سپرد کرے کیونکہ یہ اس تجارت مین بمنزلہ نفس کے خادمون کے ہین اور انھین سے اس تجارت کے اعمال بھی تمام ہوتے ہین اور دوزخ کے سات دروازے ہین ہر دروازے کے لیے ایک جز تقسیم ہوجاویگا اور یہ دروازے اس شخص کے لیے متعین ہونگے جو ان اعضا سے خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کرے پس نفس کو وصیت کرے کہ انکو خدائے تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رکھے آنکھ کو غیر محرم کیطرف یا کسی مسلمان کے سترکیطرف دیکھنے یا اسکو حقارت سے نظر کرنے سے بچاوے بلکہ ہر ایک فضول سے جسکی حاجت نہو محفوظ رکھے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے نظر فضول کی پرسش کریگا جیسے کہ کلام فضول کی پرسش کریگا پھر جب آنکھ کو ان چیزون کیطرف سے روکنا تو ایسے امور مین لگانا جو تجارت کے ہون اور انمین نفع ملے اور وہ اشیا وہ ہین جنکے واسطے آنکھ پیدا ہوئی ہے یعنی چشم عبرت سے خدائے تعالیٰ کی عجائب صنعتون کو دیکھنا اور اقتدا کرنے کے لیے اعمال خیر پر نظر ڈالنی اور کتاب اللہ اور حدیث رسول کریم کو دیکھنا اور نصیحت و استفادہ کے لیے کتب حکمت کا مطالعہ کرنا وغیرہ امور خیر مفصل کہدے اسیطرح شرح وار ہر ہر عضو کے باب مین سنادے

خصوص زبان اور شکم کے باب مین تاکید زیادہ کردے اسلیے کہ زبان سرشت کی رو سے چلی جاتی ہے اور چلنے مین اسکو کچھ مشقت نہین معلوم ہوتی مگر اسکی خطائین مثل غیبت اور جھوٹ اور چغلی کے اور اپنے نفس کو صاف بنانا دوسرون کو برا کہنا کھانون کی مذمت کرنی دشمنون پر لعنت اور بد دعا کرنی اور کلام مین خصومت کرنی وغیرہ بہت خراب ہین چنانچہ باب آفات زبان مین انکا ذکر ہو چکا لیس بان لی آفات کے درپے رہتی ہے باوجودیکہ پیدا اسواسطے ہوئی ہے کہ ذکر کرے اور لوگون کو نصیحت ذکر کی کرے اور علمی بحث اور تعلیم خدا کے بندون کو اسکا راستہ بتانے اور آپسمین دو شخصون کے جو بگاڑ ہو اسکے درست کرنے مین مصروف رہے تو نفس سے شرط کرلے کہ دن بھر بجز ذکر کے زبان کو نہ ہلاوے کیا نداز کی گفتگو ذکر ہی ہوتا ہے اور اسکی نظر عبرت کے لیے ہے اور سکوت فکر کے لیے علاوہ ازین خدا تعالی فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید تو سوائے ذکر کے سکوت ہی مناسب ہے اور شکم کو یون راستہ پر لاوے کہ حرص چھوڑ دے اور حلال روزی سے تھوڑا کھانے کا عادی ہو شبہہ کی چیزون سے احتراز کرے اور شہوات سے اسکو روک کر مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور اپنے نفس پر یہ شرط بھی لگا دے کہ اگر ان باتون مین کسی کے خلاف کریگا تو تجکو یہ سزا دونگا کہ شکم کے شہوات سے بالکل روک دونگا تاکہ جتنا اپنی شہوات کے باعث اسنے حاصل کیا ہے اس سے زیادہ جاتا رہے اسیطرح نفس پر سب اعضا کے باب مین شرط کرے سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اور اعضا کے طاعات اور معاصی کچھ مخفی بھی نہین کہ جنکے لکھنے کی ضرورت ہو پھر عضا کے باب مین وصیت کرنے کے بعد نفس کو وصیت ان طاعات کی کرے جو روز و شب مین کئی کئی بار ہوتی ہین پھر نوافل کے باب مین وصیت کرے جن پر نفس قادر ہے اور بہت سے کر سکتا ہے اور ان نوافل کی تفصیل اور کیفیت اور انکے اسباب سے آمادگی کی کیفیت سب مرتب کہدے اور یہ شرطین ایسی ہین کہ انکی حاجت ہر روز ہوا کرتی ہے مگر انسان جب انکا عادی چند روز رہتا ہے اور نفس ان سب شرطون کے پورا کرنے مین تن دیتا ہے تو پھر حاجت شرط کی نہین رہتی اور اگر بعض شروط مین اطاعت کرتا ہے تو نئے سر سے شرط کرنے کی حاجت باقی ہے اور لہذا کوئی دن ایسا نہین ہوتا جسمین ایک نئی مہم اور نیا واقعہ نہ ہوتا ہو اور اسکا حکم علیحدہ اور خدا تعالی کا حق اسمین جدا نئے طور کا نہ ہوتا ہو اور یہ بات دنیا کے اعمال مین مشغول ہونے والون کو اکثر ہو جایا کرتی ہے مثلاً حکومت اور تجارت اور تعلیم مین کم کوئی دن ہوتا ہوگا جسمین کوئی نیا معاملہ نہ ہوتا ہو اور اسمین اللہ تعالی کے حق ادا کرنے کی حاجت نہ پڑتی ہو تو اسی لیے نفس سے یہ شرط بھی کرلے کہ ایسے معاملات مین مستقیم رہے اور حق کی اطاعت کرے اور نیز بیکار رہنے کے انجام سے نفس کو ڈراوے اور اسکو نصیحت ایسی طرح کرے جیسے بندہ بھاگا ہوا سرکش نصیحت کیا جاتا ہے کیونکہ نفس بھی طبع کی رو سے طاعات سے سرکشی اور عبودیت سے منحرف ہونے کو چاہا کرتا ہے مگر وعظ و ادب نیا اسمین تاثیر کرجاتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وذکر فان الذکری تنفع المومنین پس اسیطرح کی شرائط نفس سے کرنی مقام اول اسکے نگاہداشت کا ہے اور اسکا نام محاسبہ قبل عمل ہے اور محاسبہ کبھی بعد عمل کے ہوتا ہے اور کبھی قبل عمل کے ڈرانے کے لیے کیا کرتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہے واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ اور یہ آیندہ کے لیے ہے اور جو نظر کہ کثرت اور مقدار مین واسطے معرفت زیادتی اور نقصان کے ہوتی ہے اسکو محاسبہ کہا کرتے ہین پس بندہ اگر دن بھر اپنے سامنے کے اعمال مین نظر رکھیگا اس غرض سے کہ انکا حال کم و بیش ہونیکا معلوم ہو جاوے تو یہ امر بھی داخل محاسبہ ہے اللہ تعالی فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا اور فرمایا یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا اور فرمایا ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ اسکو ڈرانے کے لیے اور آیندہ کو احتراز کرنے پر تنبیہ کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت عبادہ بن صامت رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعاء وصیت اور نصیحت کی آپ نے فرمایا کہ جب

تو کسی امر کا ارادہ کرے تو اسکا انجام سوچ لے اگر انجام بہتر ہو تو اس کام کو کرا ور جو خراب ہو تو اس سے باز رہ اور کسی حکیم کا قول ہو کہ جب تم چاہو کہ عقل ہوائے نفسانی پر غالب رہے تو کسی شہوت کو پورا نہ کرو جبتک انجام کو نہ دیکھ لو اسلیے کہ خواہش کے نہ پورا ہونے کی نسبت کرنے میں پشیمانی کا رہنا زیادہ برا ہو اور حضرت لقمان کہتے ہیں کہ ایماندار جب انجام کو دیکھ لیتا ہو تو ندامت سے بچ رہتا ہو اور شداد بن اوس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ اور دان نفسہ کے معنی یہ ہیں کہ حساب لے نفس سے اور یوم الدین حساب کے دن کو کہتے ہیں اور کلام مجید میں انا لمدینون کے معنی بھی یہی ہیں کہ حساب لیے جاوینگے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس سے محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ تمسے محاسبہ کیا جاوے اور اسکو وزن کرو پیشتر اسکے کہ وزن کیے جاؤ اور عرض اکبر کیلیے مستعد ہو رہو اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی کو لکھا کہ اپنے نفس سے سختی کے حساب سے پیشتر راحت کے وقت میں حساب لو اور حضرت کعب احبار سے پوچھا کہ محاسبے کا حال کتاب اللہ میں تمنے کیسے دیکھا ہو انھوں نے عرض کیا کہ اسمیں لکھا ہو کہ زمین کے حساب کرنیوالے کو آسمان کے حساب کرنیوالے سے ہلاکی ہے حضرت عمرؓ اُنپر درہ لیکر اٹھے اور فرمایا کہ بجز اسکے جو اپنے نفس کا حساب لے حضرت کعب نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ استثنا اسکے برابر ہی توریت میں مذکور ہو اور کلمہ بیچ میں نہیں اور اس سب میں اشارہ آیندہ کے محاسبے کے لیے ہو اسواسطے کہ فرمایا ہو من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت اسکے یہ معنی ہیں کہ امور کو اول وزن کرکے اور خوب تامل اور تدبر ان میں کرکے پھر انکے کرنے پر جرأت کرے دوسرا مقام مراقبہ کا ہے یعنی جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کرے اور اسپر شرائط مندرجہ بالا کردے تو پھر یہ بات چاہیے کہ جب وہ اعمال میں داخل ہو تو اسکا ملاحظہ بچشم حقارت کرے کیونکہ اگر نفس کو چھوڑ دیا جاویگا تو خراب اور سرکش ہو جاویگا پس اول ہم فضیلت مراقبے کی بیان کرتے ہیں پھر اسکے درجات ذکر کرینگے

بیان اول فضیلت مراقبے میں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو احوال احسان کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسکو دیکھتے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اسطرح کرو گویا تم اسکو دیکھتے ہو پس اگر یہ بات نہ ہو کہ تم اسکو دیکھتے ہو تو یہ تو ہو کہ وہ تم کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو افمن ہو قائم علی کل نفس بما کسبت اور فرمایا الم یعلم بان اللہ یری اور فرمایا ان اللہ کان علیکم رقیبا اور فرمایا والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون والذین ہم بشہاداتہم قائمون اور حضرت ابن مبارکؓ نے ایک شخص کو فرمایا کہ راقب اللہ اسنے اسکے معنے پوچھے آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ ایسی طرح رہو کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں کہ جب میرا آقا مجھکو دیکھتا ہے تو میں دوسرے کی پرواہ نہیں کرتا اور ابو عثمان مغربی فرماتے ہیں کہ جو چیزیں آدمی راہ سلوک میں اپنے نفس پر لازم کرتا ہو ان سب میں بہتر محاسبہ اور مراقبہ اور اپنے علم سے اپنے عمل کی سیاست ہو اور ابن عطا فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر طاعت ہمیشہ مراقبہ حق کا ہو اور جریری رضی کا قول ہو کہ ہمارا یہ امر دو اصل پر مبنی ہے ایک یہ کہ اپنے نفس پر خدائے عز وجل کا مراقبہ لازم کرے دوسرے یہ کہ علم تیرے ظاہر اعمال پر قائم ہو اور ابو عثمانؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو حفصؒ نے فرمایا کہ جب تو لوگوں میں بیٹھے تو اپنے نفس اور قلب کا واعظ رہ ایسا نہو ان کے پاس ہونیسے تو مغالطہ کھاوے کہ وہ لوگ تیرے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ باطن کو۔ اور منقول ہو کہ کسی بزرگ کا ایک شاگرد جوان تھا کہ اسکی تعظیم وہ بہت کرتے اور اسکو اوروں پر مقدم کرتے انکے اور مریدوں نے عرض کیا کہ آپ اسکی تعظیم کرتے ہیں حالانکہ وہ جوان ہو اور ہم بوڑھے ہیں انھوں نے چند پرند منگائے اور ایک ایک مرید کو

ایک جانور اور ایک چھری دی اور کہا کہ اسکو ایسی جگہ ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے اور اس جوان کو بھی یہی کہا تو سب مریدانیا اپنا ذبح کر لائے اور وہ شخص زندہ ہی ہٹالایا شیخ نے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیونکے موافق ذبح کیون نہ کیا اسنے کہا کہ مجکو ایسی جگہ کوئی نہ ملی جہان کوئی نہ دیکھے اسلیے کہ اللہ تعالی ہر جگہ مجکو دیکھتا تھا سب مریدون نے اسکے اس مراقبے کو پسند کیا اور اسکی فضیلت کے مقر ہوے۔ اور روایت ہے کہ جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تنہا ہوئی تو اٹھکر ایک بت کا منھ ڈھانک دیا حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بھلا تو تو ایک پتھر کے دیکھنے سے حیا کرتی ہو مجھے کیا ہوا ہو کہ بادشاہ جبار کے دیکھنے سے شرم نہ کرون اور ایک جوان کے حال مین لکھا ہے کہ اسنے کسی لونڈی سے مباشرت چاہی اسنے کہا کہ تجکو حیا نہین آتی جوان نے کہا کہ مین کس سے حیا کرون ہمکو ستارونکے سوا اور کون دیکھتا ہو اسنے جواب دیا کہ پھر ستارون والا کہان گیا وہ بھی تو دیکھتا ہو۔ اور ایک شخص نے حضرت جنید سے پوچھا کہ آنکھ بند کرنے پر مین کس چیز سے مدد لون آپ نے فرمایا کہ یہ جانا کر کہ جس چیز کیطرف تو دیکھتا ہو تیری نگاہ اسپر پیچھے پہونچتی ہو اور ناظر حقیقی کی نگاہ تجھپر اول پہونچتی ہے اور یہ بھی آپ کا قول ہو کہ مراقبے مین پکا وہی ہوتا ہو جسکو خوف ہو کہ میرا حظ پروردگار سے جاتا رہیگا اور حضرت مالک بن دینار رحمہ نے فرمایا کہ جنات عدن جنات فردوس مین سے ہین اور اسکی عورتین جنت کے گلاب سے بنی ہین کسی نے پوچھا کہ ان جنتون مین کون رہیگا آپ نے فرمایا کہ خداے تعالی فرماتا ہو کہ جنات عدن مین وہ لوگ رہینگے کہ جب قصد معاصی کا کرین تو میری عظمت یاد کرین اور میرا لحاظ کرین اور وہ لوگ کہ جنکی کمرین میرے خوف کے مارے جھک گئی ہین قسم ہو اپنی عزت اور جلال کی کہ مین اہل زمین کے عذاب کا قصد کرتا ہون مگر جب اپنے خوف سے بھوک پیاس والون کیطرف دیکھتا ہون تو انسے عذاب ہٹا لیتا ہون اور محاسبی رح سے جو مراقبے کا حال پوچھا تو فرمایا کہ اسکا شروع یہ ہو کہ دل کو علم قرب پروردگار کا ہو اور مرتعش کا قول ہو کہ مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحظہ اور ہر کلمہ پر غیب کے ملاحظے کے واسطے باطن کی رعایت رکھے اور روایت ہو کہ اللہ تعالی نے اپنے فرشتون سے ارشاد فرمایا کہ تم ظاہر پر مقرر ہو اور مین باطن کو دیکھتا ہون۔ اور محمد بن علی ترمذی رح فرماتے ہین کہ اپنا مراقبہ ایسے شخص کے لیے کر جسکی نظر سے تو غائب نہو اور شکر ایسے کا کر جسکی نعمتین تجھ سے منقطع نہوون اور طاعت ایسے کی کر جس سے تو مستغنی نہوں اور خضوع اس شخص کے لیے کر جسکے ملک اور سلطنت سے تو نہ نکلے اور حضرت سہل رح فرماتے ہین کہ بندے کے دل کو فضل اور شرف اتنا اور کسی چیز سے حاصل نہین ہوتا جتنا اسبات سے ہوتا ہے کہ یون جانے کہ جہان مین ہونگا خداے تعالی میرا شاہد رہیگا۔ اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ کے کیا معنی ہین انھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی کہ رضا اسکی ہوگی جسنے خداے تعالی کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حساب لیا اور معاد کے لیے توشہ حاصل کیا اور حضرت ذوالنون رح سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنت کو پہونچتا ہو انھون نے فرمایا کہ پانچ باتون سے ایک استقامت جسمین کجی نہو دوسرے اجتہاد جسمین سہو نہو تیسرے ظاہر و باطن مین خداے تعالی کا مراقبہ چوتھے موت کی انتظاری اور اسکی تیاری پانچوین نفس کا حساب لینا پہلے اس سے کہ اس سے حساب لیا جائے اور مراقبے کے باب مین کسی نے شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے اشعار اگر کسی روز تو تنہا ہو نہ کہ تنہا ہون بلکہ خالق ہو ترے حال کا ہر دم نگران ؛ جان مت اسکو کہ اکدم کو ہو تجھ سے غافل ؛ اور جو بات چھپا دل رہے اس سے نہان ؛ دیکھ تو کیسی چلی آتی ہو کل آج کے بعد ؛ آجکل ہی مین فنا ہو نی ہو عمر انسان ؛ اور حمید طویل نے سلیمان بن علی رح سے کہا کہ مجکو کچھ نصیحت کرو انھون نے فرمایا کہ جب

تم گناہ کرتے ہو تو دو حال سے خالی نہین یا یہ گمان کرتے ہو کہ خداے تعالیٰ تمکو دیکھتا ہی تب تو تم بڑی ہی جرأت کرتے ہو اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ نہین دیکھتا تو کافر ہوا اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ مراقبہ ایسے شخص کا اپنے اوپر لازم کرو جس سے کوئی خفیہ امر پوشیدہ نہین اور توقع ایسی ذات سے رکھو جو وفا کی مالک ہی اور خوف ایسے شخص سے رکھو جو عقوبت کا مالک ہی اور فرقد سنجی کہتے ہین کہ منافق تاکتا رہتا ہی جب کسی کو نہین دیکھتا تو برائی کی راہ مین داخل ہوجاتا ہی مگر صرف لوگون کو تاکتا ہی خداے تعالیٰ کا لحاظ نہین کرتا اور عبداللہ بن دینار فرماتے ہین کہ مین حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کے واسطے نکلا آخر شب مین کسی جگہ اترے آپکے پاس ایک چرواہا پہاڑ سے آیا آپ نے اسسے فرمایا کہ ان بکریون مین سے ایک بکری ہاتھ بیچ ڈال اسنے عرض کیا کہ مین غلام ہون مجھکو اختیار فروخت نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا اسنے عرض کیا کہ پھر خدا کو کیا کہون وہ تو دیکھتا ہے حضرت عمرؓ رو دیے پھر آپ اس کے ساتھ ہوے اور اسکے آقا سے اسکو خرید کر آزاد کردیا اور فرمایا کہ اس بات نے تجھکو آزاد کرادیا اور مجھکو توقع ہی کہ خدا آخرت مین بھی تجھکو آزاد کرے

دوسرا بیان مراقبے کی حقیقت اور اسکے درجات مین واضح ہو کہ مراقبے کی حقیقت یہ ہی کہ رقیب کا لحاظ کرنا اور اپنی توجہ کا اسکی طرف پھیرنا یعنی اگر کوئی شخص غیر کے باعث سے کسی بات سے احتراز کرے تو کہا کرتے ہین کہ یہ فلانے کا لحاظ کرتا ہے اور اہل تصوف کی مراد مراقبے سے وہ حالت قلبی ہی جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہی اور اس حالت سے کچھ اعمال اعضا مین اور کچھ دل مین پیدا ہوا کرتے ہین پس حالت تو یہ ہی کہ قلب کا رقیب کو تاکتے رہنا اور اسی کیطرف مشغول اور ملتفت رہنا اور اسکو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ خداے تعالیٰ کو عالم دل کی باتون اور باطن کے احوال کا جاننا اور بندے کے اعمال پر اسکو رقیب سمجھنا اور سب نفسون کے کسب پر واقف جاننا اور یہ کہ قلب کا بھید اسکے سامنے ایسا عیان ہی جیسے پوست ظاہری انسان کا خلق پر عیان بلکہ اس سے بھی زائد پس یہ معرفت جب یقینی ہوجاتی ہی یعنی شک سے خالی ہوتی ہی اور پھر دل پر غالب ہوکر اسکو دبالیتی ہی تو قلب کو پاسداری رقیب کیطرف لیجاتی ہی اور اسکی ہمت کو رقیب کیطرف پھیر دیتی ہی اور اسمین کچھ تعجب کی بات نہین کہ آدمی کو کسی چیز کا یقین تو ہو مگر اسپر وہ غالب نہ جیسے موت کا علم کہ اسمین شک تو نہین مگر دل پر اسکا غلبہ نہین ہوتا بہرحال جو لوگ اس معرفت کے یقین کرنے والے ہین وہ مقرب ہین اور انکی دو قسمین ہین ایک تو صدیق اور دوسرے اصحاب یمین اسی لیے انکا مراقبہ بھی دو طرح کا ہی اول درجہ مراقبہ صدیقین کا ہے جو تعظیم اور بڑائی کیلیے ہوتا ہی اسکی کیفیت یہ ہی کہ دل اس جلال کے ملاحظے مین ڈوب جاتا ہی اور اسکی ہیبت سے شکستہ ہوجاتا ہی پھر اسمین گنجائش دوسرے کیطرف التفات کی نہین رہتی اور اس مراقبے کے اعمال کی تفصیل مین ہم زیادہ نظر نہین کرتے اسلیے کہ اسکے اعمال صرف دل ہی پر منحصر رہتے ہین اور اعضا ظاہری تو مباحات کیطرف بھی التفات نہین کرتے ممنوعات کا تو کیا ذکر ہی اور جب طاعات کے لیے حرکت کرتے ہین تو ایسے ہوتے ہین کہ گویا انھین مین کھینچے ہوے ہین اسی لیے انکی حفاظت کے باب مین اور درست رکھنے مین کچھ حاجت تدبیر اور توقف کی نہین بلکہ جو شخص کہ بالکل راعی کا مالک ہی وہ رعیت کو آپ درست کردیتا ہی اور یہان دل راعی ہی اور اعضا اسکی رعیت تو جب دل مستغرق معبود مین ہوگا تو اعضا بے تکلف راستی اور درستی ہی پر چلینگے اور ایسا وہ شخص ہوتا ہی جسکو ایک ہی فکر ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو سب فکرون سے بچا دیا ہو اور جو اسقدر پر پہونچ جاتا ہی وہ کبھی خلق سے اتنا غافل ہوتا ہی کہ جو شخص اسکے پاس آوے اسکی بھی خبر اسکو نہین ہوتی اور باوجود آنکھین کھلی ہونے کے اسکو نہین دیکھتا

اور اگر کچھ اس سے کہا جاوے تو باوجود بہرا نہونے کے نہین سنتا اور بعضی اسکا بیٹا پاس کو چلا جاتا ہے اور اس سے کلام نہین کرتا چنانچہ ایسا بعض اکابر کے واسطے ہو جاتا تھا انپر جو کسی نے اسباب مین عتاب کیا تو اس سے کہا کہ جب تو میرے پاس کو نکلے تو مجھے ہلا دینا اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو اسلیے کہ ایسی بات کی نظیر اُن دلون مین پاؤگے جو بادشاہان زمین کی تعظیم کرتے ہین یہانتک کہ بادشاہی خادم کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انپر کچھ ہو جاوے خبر نہین ہوتی اسلیے کہ بادشاہی مجلس مین بادشاہون کی تعظیم مین ڈوبے رہتے ہین اور انپر کیا موقوف ہے کبھی آدمی کا دل کسی دنیاوی ادنے کام مین اگر مشغول ہوتا ہے تو اُسمین ایسا فکر مین ڈوب جاتا ہے کہ اگر کہین کو جاتا ہے تو جس جگہ جانا منظور تھا وہانسے آگے نکلجاتا ہے اور جس کام کے لیے اٹھا تھا وہ بھولجاتا ہے عبدالواحد بن زید رحمہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس زمانے مین کبھی کوئی ایسا شخص جانتے ہین جو اپنے حال مین مشغول ہوکر خلق سے بیخبر ہو آپ نے فرمایا کہ مین ایسا صرف ایک شخص کو جانتا ہون جو ابھی تمہارے پاس آویگا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ عتبہ غلام داخل ہوے آپ نے انسے پوچھا کہ تم کہان سے آئے ہو انھون نے کسی جگہ کا نام لیا ایسا کہ اسکا راستہ بازار مین تھا آپ نے پوچھا کہ راستے مین تمسے کون ملا تھا انھون نے کہا کہ مین نے تو کسی کو نہین دیکھا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حال مین لکھا ہے کہ آپ چلے جاتے تھے ایک عورت کے جو دھکا لگا تو وہ منھ کے بل گر گئی لوگون نے کہا کہ آپ نے اسکو دھکا کیون دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو دیوار کے سوا اور کچھ نہین معلوم ہوتا تھا اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین ایک جماعت پر گذرا کہ وہ تیراندازی کرتے تھے اور ایک شخص انسے فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا مین اسکی طرف کو بڑھ گیا اور چاہا کہ کچھ گفتگو کرون اسنے کہا کہ خداے تعالیٰ کا ذکر خوشگوار زیادہ ہے مین نے پوچھا کہ آپ تنہا ہین اسنے کہا کہ میرے ساتھ میرا پروردگار اور دو فرشتے ہین مین نے پوچھا کہ ان لوگون مین سے بڑھا ہوا کون ہے اسنے کہا کہ جسکو خداے تعالے نے بخشدے مین نے پوچھا کہ راستہ کہان ہے اسنے اشارہ آسمان کیطرف کیا اور اٹھ کر یہ کہتا ہوا چلدیا کہ تیری اکثر مخلوق تجھسے غافل ہے تو یہ گفتگو ایسے ہی شخص کی ہے جو خداے تعالیٰ کے مشاہدے مین اتنا ڈوبا ہو کہ جو کچھ کہے وہ بھی اسیکا ذکر ہو جو سنے تو اسی کے باب مین سنے ایسے شخص کو احتیاج اپنی زبان اور اعضا کے مراقبے اور نگرانی کی نہین اسلیے کہ وہ بدون اسحالت کے جسمین وہ ہے اور کسی چیز مین حرکت ہی نہین کرتے اور حضرت شبلی رحمہ حضرت ابوالحسین نوری رحمہ کے پاس گئے دیکھا تو وہ ایک گوشے مین چپ چاپ جمعی سے بیٹھے ہین کوئی چیز ظاہر مین حرکت نہین کرتی حضرت شبلی رحمہ نے فرمایا کہ تمنے یہ مراقبہ اور سکون کہان سے سیکھا انھون نے فرمایا کہ ہمارے یہان ایک بلی تھی جب شکار کرنا چاہتی تھی تو بلون کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا بال تک نہین ہلاتی تھی اس سے مین نے یہ طریق سیکھا ہے - اور ابوعبداللہ ابن خفیف کہتے ہین کہ مین نے ابوعلی رودباری کی ملاقات کے لیے مصر سے رملہ کو جانیکا قصد کیا مجھے عیسے بن یونس مصری نے جو زاہد کرکے معروف تھے کہا کہ موضع صور مین ایک جوان اور ایک بڈھے مراقبے کے حال پر اکٹھا بیٹھے ہین اگر تم انکو ایک نظر دیکھ لو گا لبتہ تمکو نفع ہوگا یہ سنکر مین صور مین بھوکا پیاسا داخل ہوا میری کمر مین ایک کپڑا بندھا تھا اور مونڈھے برہنہ تھے مین مسجد مین جو گیا تو دونون کو دیکھا کہ قبلہ رخ بیٹھے ہین مین نے سلام کیا انھون نے جواب نہ دیا پھر دوبارہ سہ بارہ سلام کیا مگر جواب نہ سنا مین نے انکو خدا کی قسم دی کہ سلام کا جواب دین جوان نے اپنی گدڑی سے سر اٹھایا اور میری طرف دیکھکر کہا کہ اے خفیف لڑکے دنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی مین سے بھی تھوڑی ہی رہی ہے تو اس تھوڑی سے بہت کچھ حاصل کرلے اور تجھے کتنا تھوڑا کام ہے کہ ہماری ملاقات کی فرصت پائی پھر میری طرف دیکھا میری بھوک پیاس سب

جاتی رہی اور ہمہ تن مجکو انھون نے لے لیا پھر جوان نے اپنا سر جھکا لیا مین اُن دونون کے پاس یہانتک رہا کہ ظہر اور عصر وہین پڑھی جب عصر
پڑھ چکے تو مین نے کہا کہ مجکو نصیحت کرو اُس جوان نے میری طرف سر اٹھایا اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ہم آپ مصیبت والے ہین ہمکو زبان نصیحت
نہین ہین انکے پاس تین دن رہا کہ نہ کھایا نہ پیا نہ سویا اور ان دونون نے بھی خواب خورش کچھ نہ کی اسکے بعد مین نے اپنے جی مین کہا
کہ مین انکو قسم دون کہ مجکو کچھ نصیحت کرین شاید مجکو ان کی نصیحت مفید ہو پس جوان نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی صحبت
لازم رکھنا جسکے دیکھنے سے تجکو خداے تعالیٰ یاد آوے اور اسکی ہیبت تیرے دل پر پڑے وہ تجکو زبان فعل سے نصیحت کرے زبان قول سے
کچھ نہ کہے والسلام اب آپ تشریف لیجاوین پس جن لوگون کے دل پر تعظیم اور اجلال غالب ہوتی ہو انکے مراقبے کا حال ایسا ہوا کرتا ہو کہ انمین گنجایش اور چیز
کی باقی ہی نہین رہتی۔ **دوسرا درجہ** اصحاب یمین یعنی پرہیزگارون کا ہو وہ وہ لوگ ہین کہ انکے دلون پر یہ بات تو یقیناً غالب ہو کہ خداے تعالیٰ
ہمارے ظاہر و باطن پر مطلع ہو مگر ملاحظہ جلال نے انکو مدہوش نہین کیا بلکہ انکے دل حد اعتدال پر باقی رہے اور انمین گنجایش اسبات کی بھی رہی
کہ احوال اور اعمال پر التفات کرین مگر باوجود مواظبت اعمال کے مراقبہ سے جدا نہین رہے ہان انپر خداے تعالیٰ سے حیا کا غلبہ ہو اسی لیے اگر
کسی کام کی جرأت کرتے ہین تو توقف اور تامل کے ساتھ اور اگر رکتے ہین تو تامل کے ساتھ اور جس بات سے کہ قیامت مین رسوائی ہو اسکے
گرد نہین پھرتے اسلیے کہ وہ دنیا ہی مین خداے تعالیٰ کو اپنے اوپر مطلع جانتے ہین تو قیامت کے انتظار کی کیا حاجت ہو اور ان دونون درجون
کے اختلاف کا حال مشاہدات سے معلوم ہو سکتا ہو مثلاً اگر کوئی شخص خلوت مین کوئی کام کرتا ہو اور اسکے پاس لڑکا یا کوئی عورت آجاوے
اور اُسکو معلوم ہو جاوے کہ میرے کام کی اطلاع اسکو ہو گئی تو وہ اس سے حیا کرنے لگیگا اور اچھی طرح بیٹھ جاویگا اور ظاہر ہو کہ لڑکے اور عورت کی
تعظیم کے باعث درستی نشست و برخاست کی نہین کرتا بلکہ حیا کے باعث کرتا ہو اسلیے کہ انکا مشاہدہ اگرچہ مدہوش و مستغرق نہین کرتا مگر حیا البتہ
جوش مین آتی ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہو کہ کوئی بادشاہ یا دوسرا بزرگ اسکے پاس آجاتا ہو تو اسکی تعظیم اتنا مستغرق کر دیتی ہو کہ تمام کامون [illegible] دیتا
ہے اور یہ چھوڑنا حیا کے باعث نہین ہوتا بلکہ تعظیم کی ہیبت سے ہوتا ہو اسیطرح بندون کے مرتبے خداے تعالیٰ کے مراقبے مین مختلف ہوا کرتے ہین اور جو
شخص اس درجے مین ہوتا ہو وہ اسبات کا محتاج ہو کہ اپنے سب حرکات اور سکنات اور خطرات و لحظات اور سب اختیارات کو نگران رہے اور اُن
مین دو نظرین ہونی چاہیئین ایک عمل سے پہلے اور ایک عین عمل کے اندر پہلے عمل کے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جو مجکو ظاہر ہوا ہو اور جسکے واسطے
میری خاطر نے حرکت کی ہو وہ امر خاص خداے تعالیٰ کے واسطے ہو یا وہ ہواے نفس یا اتباع شیطان مین سے ہو جبتک یہ امر منکشف نہو تب تک اس فعل کی
مبادرت نکرے بلکہ ٹھہرا رہے پس جب نور الٰہی سے معلوم ہو جاوے کہ یہ امر خاص خداے تعالیٰ کے واسطے ہو تو اسکو کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ امر غیر اللہ
کے واسطے ہو تو اُس سے باز رہے اور خداے تعالیٰ سے شرم کرے پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ اسکی رغبت اور میل و قصد کیون کیا اور ہمکو اسکے
فعل کی بدی سمجھاوے کہ تو اپنی رسوائی مین سعی کرتا ہو اور اپنا دشمن ہو اگر خداے تعالیٰ اپنی عصمت سے تلافی نفرماوے تو تیرا کہین ٹھکانا نلگے اور ابتدا
امور مین یہ توقف ظاہر ہونے تک واجب و لازم ہو کہ کسی کو اس سے مفر نہین اور حدیث مین ہو کہ بندے کے لیے ہر حرکت مین گو ذرا سی ہی کیون
نہو تین دفتر کھولے جاوینگے پہلے مین یہ ہو گا کہ یہ کام کیون کیا دوسرے مین ہو گا کہ کسطرح کیا تیسرے مین ہو گا کہ کسکے لیے کیا یعنی اول سوال ہو گا کہ
تو نے جو یہ کام کیا تو اس نظر سے کہ اپنے آقا کے لیے کرنا چاہیے یا صرف اپنی شہوت کے میل سے اسکی رغبت کی پس اگر اس سوال سے بچ گیا یعنی خداے تعالیٰ

ہی کے واسطے اسکا ہم کا کرنا ضرور تھا تو دوسرا سوال ہوگا کہ یہ کام کسطرح کیا ہر عمل مین خداے تعالے کے لیے شرط اور حکم جسکی مقدار اور وقت اور صفت
بدون علم کے معلوم نہین ہوتی تو اس سے کہا جاوے گا کہ تونے یہ کام علم یقینی سے کیا یا جہل اور گمان سے پھر اگر اس سوال سے بھی بچ گیا تو تیسرا سوال
ہوگا کہ کسکے لیے عمل کیا یعنی باز پرس اخلاص کی ہوگی کہ خاص رضاے الٰہی کے لیے کیا ہر اور لا اله الا الله کو نبایا ہر تب تو تیرا اجر خداے تعالے پر ہر اور اگر
اپنے جی سے مخلوق کے دکھلانے کو کیا ہر تو اسی سے جا کر اپنا اجر لے اور اگر اسواسطے کیا ہر کہ کچھ دنیا اسکے باعث ملجاوے تو وہ ہم تجکو دے ہی چکے ہین اور اگر
سہو و غفلت کے ساتھ کیا ہر تو ثواب بھی جاتا رہا اور عمل بیکار اور سعی برباد ہوگئی اور اگر میرے غیر کے واسطے کیا ہر تو مستحق میرے عذاب اور غصے کا ہوا
اسلیے کہ تو میرا بندہ تھا اور میرا ہی رزق کھاتا تھا میری نعمتو نمین چین اڑاتا تھا پھر دوسرے کیلیے عمل کیا معنی کیا تو نے میرا قول نہین سنا ان الذین
تدعون من دون الله عباد امثالكم اور ان الذين تعبدون من دون الله لا يملكون لكم رزقا فابتغوا عند الله الرزق واعبدوه واشكروا له تیرا برا ہو کیا تو نے
نہین سنا کہ مین فرماتا ہون الا لله الدين الخالص پس جب بندہ جانتا ہر کہ میرے پیچھے اتنے مطالبات اور جھڑکیان لگینگی تو وہ اپنے نفس کا
مطالبہ اس برے مطالبے سے پہلے ہی کرنے لگتا ہے اور سوال کے جواب کی تیاری کر رکھتا ہر مگر جواب کا باصواب ہونا چاہیے پس گر
کوئی کام شروع سے ہی کرے خواہ دوبارہ کرے دونون صورتون مین تامل کے بعد کرے اگر ایک بار انگلی ہلاوے وہ بھی بعد تامل کے
ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا تھا کہ آدمی اپنی آنکھونکے سرمے اور گارا توڑنے اور اپنے بھائی کا کپڑا چھونے سے
بھی پوچھا جاویگا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ پہلے اکابر کا دستور تھا کہ اگر کچھ صدقہ کیا چاہتے تو تامل اور توقف کرتے اور اگر معلوم
ہو جاتا کہ خدا کے واسطے ہے تو دیتے اور یہ بھی انھین کا قول ہر کہ خداے تعالے رحم کرے اس بندے پر جو اپنے قصد کے وقت
ٹھہر جاوے پھر اگر خداے تعالے کے واسطے وہ قصد ہو تو اسکو پورا کرے اور اگر اسکے سوا کسی اور کے لیے ہو تو تاخیر کرے اور حدیث
مسند مین مذکور ہر کہ جب آنکو سلمان فارسی رض نے وصیت کی تو فرمایا کہ اپنے قصد کیوقت خداے تعالے سے خوف کیا کر جب کبھی قصد
کرے اور محمد بن علی فرماتے ہین کہ ایماندار توقف کرنے والا اور تامل کرنے والا ہوتا ہر کہ اپنے قصد کے وقت توقف کیا
کرتا ہے ایسا نہین ہوتا جیسا رات کو لکڑیان جمع کرنے والا یعنی وہ جلد مین خاک بلا سوچے اٹھا لیتا ہر ایماندار ایسا نہین ہوتا اس
مراقبے مین یہ اول نظر کا حال ہر اور اس سے بچاؤ کیصورت یہی ہر کہ آدمی کو علم متین حاصل ہو اور اسرار اعمال و نفس کی غورین اور
شیطان کے مکر پر معرفت حقیقی موجود ہو پس جبتک کہ اپنے نفس اور رب اور اپنے دشمن ابلیس کو نہ جانیگا اور یہ نہ پہچانیگا کہ ہواے نفس
کے موافق کیا چیز ہے اور اسمین اور اس چیز مین جسکو خداے تعالے محبوب اور پسند کرتا ہی یعنی اسکی نیت اور قصد اور فکر اور حرکت و سکون
مین سے کون سی خداے تعالے کے پسند ہر اور کونسی موافق ہواے نفس کے ہر اسمین تمیز نہ کریگا تب تک سلامت اس مراقبے مین
نہ رہیگا بلکہ اکثر لوگ ایسے امور مین جو خداے تعالے کو برے معلوم ہون مرتکب جہالت کے ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم اچھے کام
کرتے ہین۔ اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ جس چیز کو جاہل سیکھ سکتا ہر اسمین اسکا عذر جہالت پذیرا ہو بلکہ علم کا طلب کرنا سب مسلمانون پر
فرض ہے اور اسی جہت سے عالم کی دو رکعتین جاہل کی ہزار رکعتون سے افضل ہوتی ہین کیونکہ وہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکرون اور اسکے
مغالطہ دینے کے موقع سے واقف ہوتا ہر اور ان سب کو نیست کر دیتا ہر اور جاہل اسکو جانتا ہی نہین تو اس سے احتراز کیسے کریگا

بلکہ وہ ہمیشہ مشقت بھرا کریگا اور شیطان اُس سے خوش اور شادان رہیگا جہل و غفلت سے خدا بچاوے تمام بدبختی اور خسارے کی جڑ یہی ہے
پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہر بندے پر یہی ہے کہ جب کام کے واسطے قصد کرے اور اعضا سے اسکے لیے سعی کرے تو اپنے نفس کا نگران رہے
اور فعل کے کرنے میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ نور علم سے ثابت ہو جاوے کہ یہ فعل خدا ہی کیواسطے ہے تو اُسکا مباشر ہو اور اگر ہواے
نفس کے لیے ہو تو اُس سے باز رہے اور دل کو اس میں فکر کرنے سے اور قصد کرنے سے بچکر ترک دے کیونکہ باطل امر میں اگر اول ہی خطرہ
کو دفع نہ کیا جاوے گا تو موجب رغبت ہوگا اور رغبت سے قصد پیدا ہوگا اور پھر وہ قصد پک جاویگا اور اسکے بعد فعل کا موجب ہوگا اور فعل موجب
تباہی اور غضب الٰہی کا ہوگا اسلیے چاہیے کہ شر کے مادے کی بیخ کنی اول ہی سے کیجاوے یعنی خطرۂ اول ہی کو دفع کرنا چاہیے اسلیے کہ اور
چیزیں تو اسکی تابع ہیں اور جب بندے پر یہ بات مشتبہ ہو جاوے اور منکشف نہو تو اسبات میں نور علم سے فکر کرے اور خداے تعالیٰ سے پناہ
مانگے کہ بواسطہ ہواے نفس کے شیطان کے جال میں نہ آ جاوے اور اگر اپنی کوشش اور فکر سے کچھ نہ سمجھ سکے تو علماے دین کے نور سے
اقتباس کرے مگر ایسے علما کے پاس نہ جاوے جو گمراہ کرنے والے اور دنیا پر متوجہ ہونے والے ہیں بلکہ ایسے علما سے ایسا بھاگے جیسا شیطان سے
بھاگے چنانچہ خداے تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے باب میں اس عالم سے سوال مت کر جسکو محبت دنیا نے بے ہوش
کر رکھا ہو وہ تجھکو میری محبت سے علیحدہ کر دیگا ایسے لوگ میرے بندوں کے راہزن ہیں پس جو دل کہ دنیا کی محبت اور کثرت طمع کے باعث سے
چھوٹ اندھیرے میں ہیں وہ خداے تعالیٰ کے نور سے محجوب ہیں اسلیے کہ چشمہ دلوں کے نور کا حضرت ربوبیت ہی ہے پس جو شخص کہ اس سے پشت پھیریگا
اسکو نور کسطرح ہوگا اور جو شخص کہ خداے تعالیٰ کے دشمن پر متوجہ ہوگا اور عشق خداے تعالیٰ کو ... یعنی شہوات نفسانی سے عشق پیدا کریگا تو اسکو وہ تجلی
کب ملیگی پس بہت مدار اسی باب میں معرفت ہونی چاہیے کہ علم اچھی طرح سیکھے اور عالم ایسا تلاش کرے کہ جو دنیا سے روگردان ہو یا اسکی کم
رغبت رکھنے والا ہو بلکہ بالکل روگردان عالم ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شبہات کے آنے کے وقت چشم بینا
کو پسند کرتا ہے اور ہجوم شہوات کیوقت عقل کامل کو محبوب جانتا ہے دونوں باتوں کو آپ نے جمع فرما دیا اور واقع میں یہی دونوں ایک دوسرے
کے ساتھ لازم ہیں تو جس شخص کو عقل ایسی ہو کہ شہوات سے نہ روکے اسکو آنکھ پرکھنے والی شبہات کی بھی نہوگی اور اسی جہت سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قارف ذنبا فارقہ عقل لا یعود الیہ ابدا یعنی آدمی کی عقل ضعیف ہو گئی ہے جسکو گناہ کرنے سے قصد کھونے کا
کرے اور آفات اعمال کی معرفت اس زمانے میں بالکل جاتی رہی ہے اسلیے کہ سب آدمیوں نے یہ علوم مفیدہ تو چھوڑ دیے اور جو خصومات
کہ لوگوں میں باعث شہوات پیدا ہوتے ہیں انکے درمیان پڑنے میں مشغول ہو گئے اسکا نام فقہ رکھا اور علم جو دین کا فقہ تھا اسکو علوم سے
خارج کر دیا اور صرف فقہ دنیا ہی کے واسطے ہو گئی جس سے صرف دفع کرنا شغلوں کا دلوں سے منظور تھا کہ فقہ دین کے لیے فارغ ہو جاویں اور
وجہ فقہ دنیا کی علم دین میں ہونے کی بھی یہی تھی کہ یہ فقہ ذریعہ فقہ دین کا تھا مگر لوگوں نے معاملہ برعکس کر دیا اور حدیث شریف میں ہے کہ تم لوگ
آج ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو عمل کیطرف سبقت کرے اور ایک وقت تمپر عنقریب آویگا کہ اسمیں تم میں سے بہتر وہ ہوگا
جو توقف کرے اور اسی جہت سے چند صحابہؓ نے اہل عراق اور اہل شام سے لڑنے میں توقف کیا کہ انپر امر مشتبہ ہو گیا حضرت سعد ابی
ابی وقاص اور عبد اللہ بن عمر اور اسامہ اور محمد بن مسلمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم انھیں لوگوں میں سے تھے جنھوں نے توقف کیا تھا الحاصل جو شخص اشتباہ سے

وقت توقف نہ کرے وہ اپنی خواہش کا پیرو اور خود راے اور ان لوگون مین سے ہوگا جنکی شان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاذا رایت شحا مطاعا وھوی متبعا واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک بخاصۃ نفسک اور جو شخص کسی شبہے مین بدون تحقیق خوض کرتا ہے وہ اس آیت کے خلاف کرتا ہو ولا تقف ما لیس لک بہ علم اور اس حدیث کے بھی ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اور ظن سے مراد اس حدیث مین ظن بدون دلیل کے ہو جیسے بعض عوام اشتباہ کی صورت مین اپنے دل سے فتوے لیتے ہین اور اپنے ظن کے متبع ہو جاتے ہین اور چونکہ یہ امر نہایت سخت ہو اسیوجہ سے حضرت ابوبکر صدیق یہ دعا مانگا کرتے تھے اللہم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ ولا تجعلہ متشابہا علی فاتبع الھوی اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ امور تین طرح کے ہین ایک وہ جسکا اچھا ہونا ظاہر ہو اسکو کرنا چاہیے دوسرے وہ کہ برائی اسکی عیان ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے تیسرے وہ کہ مشتبہ ہو تو اسکو اسکے واقفکار کے سپرد کرنا چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اللہم انی اعوذ بک ان اقول فی الدین بغیر علم غرضکہ علم اور راہ حق کا ظاہر ہونا خداے تعالی کے بڑے انعامون مین سے ہو مندون پر اور ایمان بھی ایک قسم کے کشف اور علم کا نام ہو اور اسیوجہ سے خداے تعالی اپنے بندے پر منت رکھنے کے طور پر ارشاد فرماتا ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما فضل سے مراد علم ہو اور فرمایا فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور فرمایا ان علینا للھدی اور فرمایا ثم ان علینا بیانہ اور فرمایا وعلی اللہ قصد السبیل اور حضرت علی فرماتے ہین کہ ہواے نفس نابینائی کی شریک ہو اور حیرت کیوقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہو اور یقین بہت عمدہ ٹالنے والا غم کا ہو اور جھوٹ کا مآل پشیمانی ہو اور راستی مین سلامتی ہو اور بہت سے بیگانے یگانون سے قریب تر ہوتے ہین اور جسکا کوئی حبیب نہو وہ غریب ہے اور صدیق وہ ہو جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بدظنی کے باعث کسی حبیب سے پھرنا نہ چاہیے اور کرم عمدہ عادت ہو اور حیا ہر احسان کا سبب ہے اور سب سے مضبوط تمسک کی چیز تقوے ہے اور زیادہ مستحکم سبب جسکو تو اختیار کرے وہ ہو جو تجھ مین اور خداے تعالی مین ہو اور دنیا مین سے تیرا اسیقدر ہو جسقدر سے تو نے اپنا آخرت کا ٹھکانا درست کر لیا اور رزق دو طرح کے ہین ایک جسکو تو تلاش کرتا ہو اور ایک جو تجکو تلاش کرتا ہو کہ اگر تو اس تک نہ پہونچے تو وہ تیرے پاس آویگا اور اگر تیرے پاس کی چیز پر کچھ مصیبت آوے اور اسپر تو واویلا کرے تو ایسی چیز پر تو واویلا نہ کر جو تجھ تک پہونچی ہی نہین اور جو چیز نہین ہوتی اسپر اس چیز کو قیاس کر لے جو ہو گئی اسواسطے کہ امور ایک ساہی سے ہوتے ہین اور جو چیز آدمی سے ہرگز فوت نہو تی اسکے ملنے سے خوش ہوا کرتا ہو اور جس چیز کو کبھی نہ پاسکتا اسکے جاتے رہنے سے ناخوش ہوا کرتا ہو پس جو کچھ تجکو دنیا سے ملے نہ اسپر خوش ہو اور نہ ایسی چیز پر جو جاتی رہے افسوس کر بلکہ پھر اسبات پر کر جو توشۂ آخرت کر لیا ہو اور افسوس ایسی چیز پر کر جو پیچھے چھوڑ دی ہو اور آخرت مین مشغول رہا کر اور موت کے بعد کی فکر کیا کر اور ہماری غرض ان جملونکی نقل سے ایک جملہ ہو یعنی حیرت کیوقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہو اس صورت مین مراقبہ کرنے والے کی نظر اول قصد اور حرکت پر ہونی چاہیے کہ وہ خداے تعالی کے لیے ہو یا اپنی ہواے نفس کے واسطے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ جسمین وہ ہون اسکا ایمان کامل ہو اول یہ کہ خداے تعالی کے معاملات مین ملامتگرون کی ملامت سے خوف نکرے دوم اپنے کسی عمل سے ریا نکرے سوم جب اسکو دو امر پیش آوین ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا آخرت کو دنیا پر اختیار کرے اور جب اسکو کوئی اپنا عمل ایسا معلوم ہو کہ مباح تو ہو مگر اسمین کچھ فائدہ نہین تو اسکو ترک کرے اسلیے

احم پس جب تو دیکھے بخل جسکی پیروی ہوتی ہو اور خواہش نفس جسکا اتباع ہوتا ہو اور تعجب کرنا ہر صاحب تجویز کا اپنی تجویز کو تو تو خاص اپنے نفس کو لازم پکڑ ۱۲ پہلے گذرچکی ۱۲ اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہین تجکو ۱۲ ۳ بچائے رکھو اپنے آپ کو گمان سے کہ گمان بات مین سے زیادہ تر جھوٹا ہو ۱۲ پہلے گذر چکی ۱۲ الٰہی دکھلا

مجکو حق کو حق اور روزی کر مجکو اسکی پیروی اور دکھلا باطل کو باطل اور نصیب کر اس سے بچنا اور اسکو مجپر مشتبہ مت کر کہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرون ۱۲ اسکی سند مجکو نہین ملی ۱۲ الٰہی مین تیری پناہ مانگتا ہون اس سے کہ دین مین بے جانے کہون ۱۲

کہ حدیث شریف مین ہے من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ دوسری نظر مراقبے کی عمل کے شروع کیوقت ہوتی ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ کیفیت
عمل کا طالب ہو تاکہ خدائے تعالی کا حق اسمین ادا کرے اور اسکے پورا کرنے مین نیت کو درست کرے اور اسکی صورت کا حل کر کے اکمل ترین وجوہ پر
حتی الامکان بجا لاوے اور یہ بات اپنے سب احوال مین لازم کر لے اسلیے کہ سب احوال مین کوئی نہ کوئی حرکت اور سکون ہے تو خالی رہنے ہی کا نہین پس
اگر سب احوال مین خدائے تعالی کا مراقبہ کریگا تو اسکو نیت کی عبادت اور حسن فعل اور رعایت آداب کے ساتھ قادر ہو جائیگا مثلاً اگر بیٹھا ہو تو چاہیے
قبلہ رخ بیٹھے اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خیر المجالس ما استقبل بہ القبلۃ اور چار زانو نہ بیٹھے اسواسطے کہ بادشاہون کے سامنے بیٹھنے
کی یہ صورت نہین تو بادشاہ حقیقی جو اسکے حال کو دیکھتا ہے اسکے سامنے کیسے چار زانو بیٹھے گا حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے مین کہ مین ایک روز چار زانو
بیٹھ گیا پس ایک ہاتف کو سنا کہ کہتا ہے کہ بادشاہون کے سامنے تو اسیطرح بیٹھا کرتا ہے اسکے بعد پھر مین کبھی چار زانو نہین بیٹھا اور اگر سووے تو اپنے
دہنے ہاتھ پر قبلہ رخ ہو کر سووے اور تمام آداب جو ہم اپنے موقعون پر لکھ آئے ہین سب اور ہین ہر ایک کا لحاظ رکھے یہی باتین داخل مراقبہ
ہین بلکہ اگر پاخانہ پھرنے مین بھی اسکے آداب کی رعایت کریگا تو یہ بھی مراقبے کا کمال ہے حاصل یہ کہ بندہ تین حال سے خالی نہین یا طاعت مین ہوگا یا معصیت
مین یا مباح مین اور ان تینون حالتون کے لیے مین مراقبہ ہین طاعات مین تو مراقبہ یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ ادا کرے اور کامل کرنا اور آداب
کا لحاظ رکھنا اور آفات سے بچانا پیش نظر رکھے اور اگر معصیت ہو تو اسکا مراقبہ توبہ اور ندامت اور باز رہنے اور حیا اور اسکے کفارہ مین مشغول
ہونے سے کرے اور اگر مباح مین ہو تو اسکا مراقبہ ادب کی رعایت سے ہے پھر منعم کی نعمت کا شکر کرنے سے اور بندہ اپنے تمام احوال مین بلا سے خالی نہین جسپر
صبر کرنا ضروری ہے اور نعمت سے خالی نہین جسکا شکر کرنا چاہیے یہ بھی مراقبے ہی کی بات ہے بلکہ بندہ پر ہر حال مین اللہ تعالی کا ایک فرض ہے خواہ
وہ فعل ہے جسکا کرنا اسکو لازم ہے یا امر ممنوع ہے جسکا چھوڑنا ضروری ہے یا مستحب ہے کہ اسپر اسلیے برانگیختہ کیا جاتا ہے تاکہ مغفرت الہی کیطرف سبقت کرے
اور بندگان خدا پر فضیلت حاصل کرے یا امر مباح ہے کہ اسمین اسکے جسم و دل کی درستی ہے اور بجا آوری طاعت پر اس سے مدد ملتی ہے اور ان مین سے
ہر ایک کے لیے حدود ہین جنکی رعایت دوام مراقبے کے لیے ضرور ہے ورنہ جو کوئی خدائے تعالی کی حدود سے تجاوز کریگا وہ اپنے ہی واسطے برا کریگا
تو بندے کو چاہیے کہ تمام اوقات مین ان تینون قسمون مین اپنے نفس کا جویا رہے جبکہ فرایض سے فارغ ہو جاوے اور نوافل پر قادر ہو تو چاہیے کہ
افضل اعمال کی تلاش کرے تاکہ اسمین مشغول ہو اسلیے کہ جو شخص کہ زیادہ نفع حاصل کرنے پر قادر ہو کر جانے دے تو وہ نقصان اٹھاویگا اور جتنی
فضیلت جس عمل مین ہوگی نفع اسیقدر ملیگا اسی لیے بندہ اپنی دنیا مین سے آخرت کے لیے لے لیوے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تنس نصیبک
من الدنیا اور یہ سب باتین ایک ساعت کے صبر مین ہو سکتی ہین اسلیے کہ ساعتین تین ہین ایک وہ جو گذر گئی اسمین تو کچھ مشقت کرنی ہی نہین جس
کیطرح وہ گذری ہو مصیبت مین خواہ آرام مین اور ایک ساعت وہ ہے جو آیندہ آویگی اسکا حال بندے کو معلوم نہین کہ جب تک جیے گا یا نہین اور نہ
یہ معلوم کہ خدائے تعالی اسمین کیا حکم کریگا اور ایک ساعت وہ ہے جسمین بندہ موجود ہے تو چاہیے کہ اس ایک ساعت مین جسکو زمانہ حال کہتے ہین
اپنے نفس پر مجاہدہ اور مراقبہ خدائے تعالی کا کرے اسلیے کہ اگر اسکو دوسری ساعت نہ ملی تو اس ساعت کے جاتے رہنے کا افسوس تو نہ ہوگا
اور اگر دوسری ساعت ملی تو اسمین بھی اپنا حق پورا لے لیوے جیسا اول ساعت سے لیا اور اپنی زیست کی توقع پچاس برس نہ ٹھہرا لے
کہ کہین گھبرانے لگے کہ اتنے دنون کیسے مراقبہ کرونگا بلکہ اپنے آپ کو اسی گھڑی کا مہمان جانے اور سمجھے کہ گویا یہ آخری سانس مین ہے عجب

بھی نہیں کہ آخری ہی سانس ہون اور اسکو معلوم نہو اور جب اس ساعت کا آخری ہونا ممکن ہو تو چاہیے کہ اسمین ایسے حال پر رہے کہ اگر بالفرض
موت اس حال مین آجاوے تو اپنے مرنے کو اس حال مین بہا جانے یا سب احوال اسکے اسطرح پر ہین جو حضرت ابو ذر رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن تین ہی باتوں کا طامع ہوتا ہو یا توشۂ آخرت کا یا درستی معاش کا یا جائز چیز کے دیکھنے
کا اور ایک حدیث انھین سے اور منقول ہو جسمین اسیطرح کا مضمون ہو یعنی عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہئین ایک تو وہ کہ جسمین
اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ اسمین اپنے نفس کا حساب لے اور ایک وہ کہ اسمین خدائے تعالیٰ کی صنعت مین فکر کرے
اور ایک وہ کہ اسمین کھانے پینے کے لیے فارغ ہو اسلیے کہ اس ساعت سے اسکو باقی ساعتون پر مدد ہوگی۔ پھر یہ ساعت جسمین
آدمی کے اعضا کھانے پینے مین مصروف ہون یہ بھی کسی ایسے عمل سے جو افضل اعمال ہو خالی رہنی نہین چاہیے اسمین بھی ذکر اور فکر کرنا
چاہیے یعنی جس کھانے کو مثلاً کھاتا ہو اسمین اتنے عجائب ہین کہ اگر انمین فکر کرے اور انکو سمجھے تو بہت سے اعضا کے اعمال سے یہ
فکر افضل ہو اور اسباب مین لوگون کی چار قسمین ہین اول وہ لوگ ہین جو کھانے کو چشم عبرت سے دیکھتے ہین کہ کیسی عجیب صنعت سے مخلوق ہوا
ہے جانورون کی زندگی اس سے کیسی متعلق ہوگئی ہو اللہ تعالیٰ نے اسکے لوازم کسطرح مقرر فرمائے ہین اور بھوک کو پیدا کیا اور بھوک کے
لوازم جو اسکے مسخر ہین انکو بنایا چنانچہ انمین بعض کی تفصیل ہم باب الشکر مین لکھ آئے ہین پس یہ فکر تو ارباب دانش کو ہوتی ہو دوسرے وہ لوگ
ہین جو کھانے کو غصہ اور مکروہ جاننے کی نظر سے دیکھتے ہین اور صرف اضطرار کیوجہ کا لحاظ کرتے ہین اور یہ پسند کرتے ہین کہ کسیطرح اس سے
مستغنی ہوجائین مگر کیا کرین کہ اشتہا کے باعث مقہور اور مجبور ہین یہ نظر زاہدون کی ہو تیسرے وہ لوگ ہین جو صنعت میں صانع کو دیکھکر اس سے
صفات صانع اور خالق پر ترقی کرتے ہین پس غذاؤن کا دیکھنا ہی انپر دروازہ فکر وا کرتا ہو اور یہ نظر سب مین علی ہو یہ مقامات عارفین اور محبون
کی علامات مین سے ہین اسلیے محب جب اپنے حبیب کی صنعت اور کتاب اور تصنیف دیکھتا ہو تو صنعت کو بھولکر اسکا دل صانع مین مشغول
ہوجاتا ہو اور بندہ جس چیز مین فکر کرے اسمین خدائے تعالیٰ کی صنعت موجود ہی پس اس سے صانع کیطرف نظر کرنے کی بہت گنجائش ہے بشرطیکہ
ملکوت کے دروازے اسپر مفتوح ہون اور یہ بات بہت کمیاب ہو چوتھی قسم وہ لوگ ہین کہ کھانے کو نظر رغبت اور حرص سے دیکھتے ہین کہ اگر
اسمین سے کچھ جاتا رہے تو اسپر افسوس کرتے ہین اور اگر سامنے آوے تو خوش ہوتے ہین اور جو چیز انمین سے انکی مرضی کے موافق نہو اس کو برا
کہین اور اسکے بنانے والے یعنی پکانیوالے کی برائی کرین اور یہ نہین جانتے کہ فاعل حقیقی اس چیز کا اور اس چیز کے پکانیوالے کا اور اس [illegible]
کی قدرت و علم کا خدائے تعالیٰ ہی ہو اور جو شخص خدا کی مخلوق مین سے کسی چیز کو بدون اجازت الٰہی برا کہے وہ خدائے تعالیٰ کو برا کہتا ہو اور اسی جہت
سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دہر کو گالی مت دو اسلیے کہ خدائے تعالیٰ ہی دہر ہو پس یہ دوسری نگاہداشت ہو کہ اعمال پر بدوام مراقبہ
رکھے اور اسکی شرح بہت طویل ہو مگر جسقدر ہم نے لکھا ہو اسقدر سے راہ پر آگاہی ہوجاتی ہو بشرطیکہ آدمی اصول کو مضبوط کرے

تیسرا مقام بعد عمل کے نفس سے حساب لینے کا اسمین بھی دو بیان ہین بیان اول محاسبے کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین
آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد اور اس آیت مین گذشتہ اعمال پر محاسبہ کرنے کا اشارہ ہو اور اسیوجہ سے حضرت عمر نے فرمایا کہ اپنے
نفسون سے حساب لو پہلے اس سے کہ تمسے حساب لیا جاوے اور انکو جانچو پیشتر اس سے کہ تمہاری جانچ کیجاوے اور حدیث مین ہو کہ ایک شخص آنحضرت

احمد وابن حبان والحاکم [illegible] ۱۲

صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجکو کچھ وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ کیا تو وصیت چاہتا ہے اسنے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی امر کا قصد کرے تو اسکے انجام کو سوچ لے اگر وہ اچھا ہو تو کر اور اگر برا ہو تو اس سے باز آ اور ایک حدیث مین ہے کہ عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہئین ایک ساعت نفس کے حساب کے لیے ہونی چاہیے اور اللہ تعم فرماتا ہے توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون اور توبہ اسیکا نام ہے کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد اسپر نظر ندامت سے دیکھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لاستغفر اللہ تعم واتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ اور اللہ تعم فرماتا ہے ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون اور حضرت عمر رضہ جب رات ہوتی تو اپنی ٹانگون پر درہ لگاتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تونے آج کیا کیا اور میمون بن مہران فرماتے ہین کہ بندہ متقین سے نہین ہوتا جبتک اپنے نفس سے اسطرح حساب نکرے جسطرح شریک سے کیا کرتے ہین اور دو شریک آپس مین حساب بعد عمل کے کیا کرتے ہین اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے مرنے کے وقت ارشاد فرمایا کہ لوگون مین سے مجکو عمر سے زیادہ کوئی محبوب تر نہین پھر انسے پوچھا کہ مین نے کیا کہا حضرت عائشہ نے آپکا قول کہہ دیا آپ نے فرمایا کہ یہ نہین بلکہ میرے نزدیک عمر سے زیادہ کوئی عزیز نہین تو دیکھو کلام سے فارغ ہونے کے بعد کیسے آپ نے تامل کیا اور اسکی جگہ دوسرا جملہ بدل دیا اور حضرت ابو طلحہ کے حال مین مروی ہے کہ جب انکو نماز مین پرند کا خیال ہوا تو سوچکر اپنا باغ صدقہ کر دیا یعنی ندامت اس فعل کی اتنی ہوئی کہ باغ دیڈالا اس توقع پر کہ خدا تعم اسکے عوض مین اور دیگا اور حضرت ابن سلام رضہ کے حال مین ہے کہ انھون نے ایک لکڑیونکا بوجھ اٹھایا کسی نے عرض کیا کہ آپ کے یہان غلام تھے جو اس کام کو کرتے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا امتحان چاہتا ہون کہ اس امر کو برا تو نہین جانتا اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ مومن اپنے نفس پر ناظم ہوتا ہے خدا تعم کے واسطے اس سے حساب لیا کرتا ہے اور ان لوگون پر حساب ہلکا ہوگا جنھون نے دنیا مین اپنے نفسون سے حساب لیا اور قیامت کو سخت حساب ان لوگون پر ہوگا جنھون نے اس کام کو بے محاسبہ لیا پھر آپ نے محاسبہ کی تفسیر فرمائی کہ مومن پر اچانک کوئی بات آتی ہے کہ اسکو اچھی معلوم ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ تو تو مجھے اچھی لگتی ہے اور میرے کام کی ہے مگر کیا کیجیے کہ تجھ مین اور مجھ مین آڑ کر دیگئی ہے اور یہ حساب عمل سے اول ہوتا ہے پھر آپ نے فرمایا اور بعض اوقات مومن آدمی سے کوئی تقصیر ہو جاتی ہے تو اپنے نفس کیطرف رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا ارادہ اس سے کیا ہے بخدا اسکے لیے میرا عذر نہ مانا جاویگا اور اسکی طرف مین کبھی فکر کر نہ دیکھونگا انشاء اللہ اور انس بن مالک رضہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضہ اور مین باہر نکلے آپ ایک باغ مین چلے گئے اور میرے اور آپکے درمیان ایک دیوار حائل تھی مین نے سنا کہ آپ باغ مین یون فرماتے تھے کہ کیا خوب عمر بن خطاب امیر المومنین ہے بخدا کہ تو خدا سے خوف کرتا رہ ورنہ وہ تجکو بیشک عذاب دیگا اور حضرت حسن نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل مین ارشاد فرمایا ولا اقسم بالنفس اللوامۃ کہ مومن ہمیشہ اپنے نفس پر عتاب کرتا رہتا ہے کہ میرا ارادہ اس کلمہ سے کیا تھا اور مقصود اس کھانے سے کیا اور اس پینے سے کیا مطلب تھا اور بدکار عمر بسر کرتا ہے کبھی اپنے نفس کو عتاب نہین کرتا اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ خدا تعم رحم کرے اس بندہ پر جو اپنے نفس سے یون کہے کہ تو فلان قصور والا نہین تو فلان خطا والا نہین پھر اسکو مہار دے اور کتاب اللہ کا تابع کر دے کہ وہی اسکو لیے پھرے اور یہ قول داخل معاتبۂ نفس مین ہے چنانچہ اپنے محل پر اسکا مذکور

ہوگا اور میمون بن مہران کہتے ہیں کہ صاف آدمی اپنے نفس کا حساب بادشاہ ظالم اور بخیل شریک سے بھی کڑا لیتا ہے اور ابراہیم تیمی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو جنت میں ایک صورت بنا کر اسکے پھل کھانے شروع کیے اور نہروں سے پانی پیا اور وہاں کی کنواریوں کو گلے لگایا پھر اسکی صورت دوزخ میں بنائی اور دوزخ میں گیا وہاں کی غذا کھائی اور پانی پیپ وغیرہ کا پیا اور طوق اور زنجیریں پہنیں پھر اپنے نفس سے میں نے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے اسنے کہا کہ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں واپس کیا جاؤں تاکہ نیک عمل کروں میں نے کہا کہ تیری آرزو موجود ہے یعنی ابھی دنیا ہی میں ہے تو نیک عمل کیا کر۔ اور مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے خطبہ حجاج کا سنا کہ وہ کہتا تھا کہ خدا اسے رحم کرے اس بندہ پر کہ اپنے نفس کا حساب قبل اسکے کہ اسکا حساب دوسرے کے قبضے میں چلا جاوے اور اس بندہ پر رحم کرے جو اپنے عمل کی باگ تھامے اور تامل کرے کہ اس سے میری مراد کیا ہے اور اسپر رحم کرے جو اپنے پیمانہ پر نظر کرے اور اسپر جو اپنی میزان پر نظر کرے پس حجاج نے اسیطرح اتنے لوگوں کا نام لیا کہ مجھے رلا دیا اور احنف بن قیس کا ایک مرید بیان کرتا ہے کہ میں انکے ساتھ رہا کرتا تھا اور انکا دستور تھا کہ رات کو نماز کی جگہ اکثر دعا مانگتے اور چراغ کے پاس جا کر اسکے شعلے میں اپنی انگلی رکھتے جب آگ کی حرارت اسکو معلوم ہوتی تو اپنے نفس سے کہتے کہ اے احنف فلاں روز تجھے کیا ہوا تھا کہ وہ کام کیا اور فلاں روز تو نے فلاں کام کس باعث سے کیا **دوسرا بیان** بعد عمل کے محاسبے کی حقیقت واضح ہو کہ جسطرح یہ ضرور ہے کہ بندے کیواسطے شروع دن میں ایک ایسا وقت ہو جسمیں وہ اپنے نفس سے شرائط کر لیا کرے اور اسکو حق کی وصیت کر دیا کرے اسیطرح یہ بھی چاہیے کہ آخر روز میں ایک ایسی ساعت ہو کہ اسمیں نفس سے باز پرس اور محاسبہ سب اسکی حرکات و سکنات کا کیا کرے جیسے دنیا میں سوداگر اپنے شریکوں سے سال کی تمامی خواہ مہینے یا دن کی تمامی پہ کیا کرتے ہیں اس حرص سے کہ متاع دنیا کہیں تلف نہو جاوے حالانکہ اگر وہ جاتی رہے تو انکے حق میں اسکا جانا بہتر ہے اور اگر بالفرض ملی تو صرف چند روز رہیگی پس جب ایسی فانی چیز کے لیے اتنا بکھیڑا کرتے ہیں تو عاقل آدمی ایسی چیزوں کا محاسبہ اپنے نفس سے کسطرح نکریگا جنپر بدبختی اور سعادت کا اندیشہ ابد الآباد کے لیے ہے اسمیں اگر کوئی سستی کرے تو محض غفلت اور قلت توفیق کے باعث ہے اور شریک سے حساب کتاب سے یہ غرض ہوتی ہے کہ راس المال کو دیکھا جاوے پھر نفع اور نقصان دیکھا جاوے تاکہ کمی بیشی کا حال معلوم ہووے پس اگر کچھ فائدہ ہو تو اس سے لے لے اور مشکور اسکی کارگزاری کا ہووے اور اگر ٹوٹا ہو تو اس سے بھر لے اور آئندہ کو اسکی تلافی کرائے اسیطرح بندہ کا راس المال دین میں فرائض ہیں اور اسکا فائدہ نوافل اور مستحبات ہیں اور ٹوٹا معاصی ہیں اور وقت اس تجارت کا تمام دن ہے اور اس تجارت میں کارندہ نفس امارہ ہے تو اول اس سے فرائض کا حساب لینا چاہیے کہ جیسا چاہیے تھا ویسا انکو ادا کیا ہے یا نہیں صورت اول میں خدا کا شکر کرنا چاہیے اور نفس کو رغبت دلانی چاہیے کہ ایسے ہی کیا کرے اور اگر اصل سے ہی نہ ادا کیا ہو تو اس سے مطالبہ انکے قضا کا کرے اور اگر ناقص طور پر ادا کیا ہو تو انکے نقصان کا جبر نوافل سے کرنا چاہیے اور اگر مرتکب معصیت ہوا ہو تو اسکی سزا اور عذاب اور عتاب میں مشغول ہو تاکہ جو قصور اسنے کیا ہو اسکا تدارک اچھی طرح کرے جسطرح سوداگر اپنے شریک سے کیا کرتا ہے اور جیسے دنیا کے حساب میں کوڑی کوڑی اور دمڑی دمڑی کی تلاش کیجاتی ہے اور زیادتی اور نقصان کے مدات یاد کر لیے جاتے ہیں تاکہ کسی چیز میں غبن کارندہ کار ہونے نپاوے اسیطرح چاہیے کہ نفس کے غبن اور مکر سے بھی احتراز کیا جاوے کہ یہ بڑا مکار دھوکے باز ہے پس اول اس سے تمام دن کی گفتگو کا جواب صحیح طلب کرے اور اپنے آپ وہ حساب اس سے لے جو میدان قیامت میں اس سے کوئی اور لیگا اسیطرح نظر کا حساب لے اور خاطروں اور فکروں اور نشست اور برخاست اور کھانے اور پینے اور سونے کا حساب یہانتک کہ سکوت کا جواب طلب کرے کہ چپ

کیوں ہوا اور سکون کی باز پرس کرے کہ کیوں ساکن ہوا پس جبکہ سب باتیں جو نفس پر واجب تھیں معلوم کر لیں اور یہ بھی جان لیا کہ ان واجبات میں سے نفس نے بقدر
ادا کیا تو جسقدر باقی رہے انکو اپنے صفحہ دل پر لکھ لے جیسے کارندے کے ذمہ جو باقی نکلتی ہے وہ اسکے حساب میں لکھ لیجاتی ہے اور دل پر بھی منقوش ہوتی ہے
پھر جب نفس قرضدار ٹھہرا اس سے قرضوں کا وصول کرنا ممکن ہے بعض تاوان سے اور کچھ وہی شے پھیر دینے سے کچھ اسکو سزا دینے سے وصول ہو سکتے ہیں مگر
وصول کے لیے حساب کا صحیح ہونا اور جسقدر اسکے ذمے واجب الادا نکلے اسکا جدا ہونا ضرور ہے جب حساب ہو چکے اور باقی ٹھیک ٹھیک نکل آوے
تب اس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہیے پھر مناسب ہے کہ اس سے محاسبہ تمام عمر کے دن اور گھڑی گھڑی کا سب اعضاے ظاہری اور باطنی میں لیا جاوے
چنانچہ توبہ بن صمہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ موضع رقہ میں تھے اور اپنے نفس کا حساب کیا کرتے تھے ایک روز انھوں نے اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس کی
نکلی اسکے دن گنے تو اکیس ہزار پانسو دن ہوے ایکبارگی چیخ ماری کہ ہاے افسوس بادشاہ حقیقی سے اکیس ہزار پانسو گناہ سے ملونگا اور جب ہر روز دس ہزار گناہ ہوں
تو کیا کرونگا پھر بیہوش ہو کر گر پڑے معلوم ہوا کہ وفات پائی لوگوں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ لے اب فردوس بریں کو چلا جا پس اسیطرح
اپنی سانسوں کا حساب نفس سے کرے اور جو نافرمانی قلب اور اعضا سے سرزد ہوئی ہو اسکا حساب کرے اگر بندہ ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک
کنکر ڈالدیا کرے تو اسکا گھر تھوڑے سے ہی دنوں میں بھر جاوے اتنی خطائیں کرتا ہے مگر گناہوں کی یادداشت میں تساہل کرتا ہے حالانکہ دونوں فرشتے
اسکے گناہ اسپر لکھتے جاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احصاہ اللہ ونسوہ **چوتھا مقام نفس پر بعد قصور کے سزا کرنے کا** جب آدمی
اپنے نفس کا حساب لے اور ارتکاب گناہ اور قصور سے سالم نہو اور خداے تعالیٰ کے حقوق میں اسکی سستی ثابت ہو تو چاہیے کہ اسکو مہلت
نہ دے اسلیے کہ مہلت دیگا تو گناہوں کا کرنا اسپر آسان ہوگا اور معاصی سے اسکو ایسا انس ہوگا کہ پھر باز آنا دشوار ہوگا اور یہی سبب اسکی تباہی
کا ہو جاویگا بلکہ یوں چاہیے کہ ایسی صورت میں اسکو سزا دے مثلاً اگر اقتضاے شہوت سے کوئی لقمہ شبہے کا کھالے تو شکم کو بھوک کی سزا دے
اور اگر غیر محرم کو دیکھا ہو تو آنکھوں کی سزا یہ کرے کہ کچھ نہ دیکھنے دے اسیطرح ہر ہر عضو کی سزا یہی دے کہ جس چیز کیطرف اسکی رغبت ہوا اس سے
اسکو روک دے سالکین طریق آخرت کا دستور ایسا ہی تھا چنانچہ منصور بن ابراہیم ایک عابد کا حال لکھتے ہیں کہ اسنے ایک عورت سے
باتیں کیں رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اسکی ران پر رکھدیا پھر نادم ہو کر وہی ہاتھ آگ پر رکھدیا کہ جلکر کباب ہو گیا اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک
شخص تھا کہ اپنے عبادت خانے میں عبادت کیا کرتا اسی طرح مدت تک رہا ایک روز باہر کیطرف جھانکا اور ایک عورت کو دیکھکر اسپر عاشق ہوا اور
قصد فاسد دل میں لایا اور اپنا پاؤں باہر نکالا تاکہ اترکر اسکے پاس جاوے رحمت ازلی جو اسکی معین ہوئی اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ میں کیا حرکت
کرتا ہوں غرضکہ اسکا نفس ساکن ہو گیا اور خداے تعالیٰ نے اسکو بچا دیا پھر اپنے کیے پر نادم ہوا جب چاہا کہ پاؤں عبادتخانہ میں ہٹالے
تو کہا کہ یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ جو پاؤں خداے تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے باہر نکلا تھا وہ میرے ساتھ عبادت خانے میں آوے بخدا یہ کبھی نہوگا
یہ کہکر اس پاؤں کو باہر ہی لٹکا رہنے دیا مینھ اور برف اور ہوا اور دھوپ لگ لگ کر وہ پاؤں کٹ کر گر پڑا اللہ تعالیٰ اسکی اس توبہ سے
مشکور ہوا اور اسکا ذکر اپنی بعض کتب میں فرمایا اور حضرت جنید سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابن کریبی سے سنا ہے کہ وہ
کہتے تھے کہ ایک رات مجکو حاجت غسل ہوئی اور جاڑے کی رات تھی میں نے دیکھا کہ میرا نفس نہانے میں تقاعد اور سستی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ
اتنا ٹھہر جاؤں کہ صبح ہو جاوے اور پانی گرم کروں یا حمام میں نہاؤں نفس پر مشقت نہ ڈالوں میں نے کہا کیا خوب میں نے تمام عمر خداے تعالیٰ کا

کام کیا تو اسکا مہر ہے اور پر حق واجب ہے وہ جلدی کرنے میں تو مجکو نہ ملیگا توقف اور تاخیر میں ملجاویگا مجھے بھی قسم ہے کہ اسی گدڑی سمیت نہاؤنگا اور
بدن سے نہیں اتارونگا نہ اسکو نچوڑونگا نہ دھوپ میں سوکھاؤنگا اور روایت ہے کہ غزوان اور حضرت ابو موسی ایک ساتھ کسی جہاد میں تھے
کوئی عورت ظاہر ہوئی غزوان نے اسکی طرف دیکھا پھر اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ ورم کر گئی اور کہا کہ تو ایسی چیز کو دیکھتی ہے
جو تیرے مضر ہو اور کسی شخص نے ایک عورت کیطرف ایک نظر ڈالی اسکے کفارہ میں اپنے نفس پر التزام کرلیا کہ ٹھنڈا پانی عمر بھر نہ پیونگا
پھر ہمیشہ گرم پانی پیا کرتے تاکہ نفس پر عیش تلخ رہے اور منقول ہے کہ حسان بن ابی سنان ایک دریچے پر گذرے اور کہا کہ یہ کب
بنایا پھر اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ بیفائدہ سوال کیوں کرتا ہے تیری سزا یہ ہے کہ برس روز روزہ رکھونگا پھر سال بھر کے
روزے رکھے اور مالک بن ضیغم کہتے ہیں کہ رباح قیسی میرے والد کو پوچھتے ہوئے بعد عصر کے آئے ہمنے کہا کہ وہ سوتے ہیں انھوں نے فرمایا اسوقت
سوتے ہیں یہ وقت سونیکا ہے پھر چلے گئے ہمنے انکے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کہیں تو انکو جگادیں وہ آدمی پھر آیا اور کہا کہ وہ
اور ہی دھن میں تھے میری بات سمجھنے کی انکو فرصت نہ تھی میں نے دیکھا کہ وہ قبرستان میں گئے اور اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا کہ تو نے یہ
کہا کہ یہ سونے کا وقت ہے کیا تیرے ذمہ یہ کہنا واجب تھا جسوقت آدمی چاہے سوئے تو کون ہے اور تو کیا جانے کہ یہ سونے کا وقت
ہے یا نہیں تو نے ایسی بات کیوں کہی جو تو نہیں جانتا اب خبردار ہو کہ میں خدا سے قسم سے پکا عہد کرتا ہوں اسکو کبھی نہیں توڑونگا کہ تجکو سونے کیواسطے
برس دن تک زمین پر کمر نہ لگانے دونگا البتہ اگر کوئی مرض حائل ہو اور عقل میں فتور نہ آوے ارے بے حیا تجھے شرم نہیں آتی کب تک اور دن کہیگا
اور اپنی گمراہی سے باز نہ آویگا یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور انکو خبر نہ تھی کہ میں بھی وہاں ہوں جب میں نے انکا یہ حال دیکھا تو انکو
اسی کیفیت سے چھوڑ کر واپس آیا۔ اور تمیم داری سے منقول ہے کہ وہ ایک رات سوگئے اور تہجد کو نہ اٹھے اس خطا کے عوض نفس کو سزا یہ دی کہ
برس روز تک شب بیداری کی اور خواب کو ناجائز کرلیا اور حضرت طلحہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک روز چلا اور اپنے کپڑے اتار کر دھوپ کے دنون
میں کنکروں پر خوب لوٹا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اے رات کے مردار اور دن کے بیکار لے مزا چکھ آتش جہنم میں اس سے بھی زیادہ حرارت ہے
اسی اثنا میں اسکی نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑی جو ایک درخت کے سایہ تلے تشریف رکھتے تھے آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا
کہ میرا نفس مجھپر غالب ہو گیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو علاج تو نے کیا اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی آگاہ ہو کہ تیرے لیے آسمان کے
دروازے کھولے گئے اور اللہ تعالی نے تیرے باعث فرشتوں پر فخر کیا پھر آپنے اصحابؓ کو فرمایا کہ اپنے اس بھائی سے کچھ توشہ لے لو پس لوگون نے
ہر طرف سے اسکو کہنا شروع کیا کہ میاں ہمارے لیے بھی دعا کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سب کے لیے دعا کر اس شخص نے کہا کہ الٰہی تقوی
کو انکا توشہ بنا اور ہدایت پر انکے کام کو جمع کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ الٰہی تو اسکو راہ راست پر کر تب اس شخص نے کہا کہ الٰہی جنت
کو انکا ٹھکانا کر۔ اور حذیفہ بن قتادہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص سے کسی نے پوچھا کہ شہوات نفس میں تم اپنے نفس سے کیا معاملہ کرتے ہو اسنے کہا کہ روے
زمین پر ایسا کوئی نفس نہیں جسکے ساتھ مجکو اتنا بغض ہو جتنا اپنے نفس سے ہے پھر بھلا میں اسکو اسکی خواہش کیون دینے لگا تھا اور ابن سماکؒ
حضرت داؤد طائیؒ کے یہاں اسوقت گئے کہ آپ کی روح پرواز کر گئی تھی اور آپ گھر کے اندر زمین پر پڑے ہوئے تھے انھوں نے انکو دیکھکر فرمایا کہ
اے داؤد تو نے اپنے نفس کو محبوس رکھا پیشتر اس سے کہ محبوس کیا جاوے اور اسکو عذاب دیا جانے سے پیشتر ہی عذاب دیا پس یہ کام جس کے

واسطے تو کیا کرتا تھا آج دیکھیگا کہ وہ کیا کچھ ثواب دیگا۔ اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مدت تک عبادت کی تھی پھر اسکو کچھ حاجت خداے تعالیٰ سے پیش آئی اسکے لیے ستر ہفتے تک اسطرح کی ریاضت کی کہ ایک ہفتے مین گیارہ خرمے کھاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کی درخواست کی اللہ تعالیٰ نے قبول نہ فرمائی انھونے اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوکر کہا کہ تونے جیسا کیا ویسا پایا اگر تجھ مین کچھ خیر ہوتی تو حاجت پوری کی جاتی اسیوقت اسکے پاس ایک فرشتہ اترا اور کہا کہ اے ابن آدم تیری یہ ایک ساعت تیری تمام عبادت زمانہ گذشتہ سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیری حاجت پوری کی۔ اور عبداللہ بن قیس کہتے ہین کہ ہم جہاد مین تھے جب دشمن آموجود ہوا تو لوگون مین پکار پڑی سب لڑائی کے لیے تیار ہوگئے اس روز ہوا بہت تیز تھی مین نے دیکھا کہ ایک شخص میرے آگے کھڑا ہوا اپنے نفس سے مخاطب ہوکر کہ رہا تھا کہ اے نفس مین فلان جہاد مین شریک ہوا تو تونے کہا کہ اپنے زن و فرزند کیطرف چل مین نے تیرا کہنا مان لیا اور لوٹ گیا پھر فلان فلان جہاد مین شریک ہوا اور تونے وہی کہا جو اول کہا تھا اور مین نے تیرا قول مانا مگر آج بخدا تجکو خدا کے سامنے کیے دیتا ہون خواہ تجھے پکڑے یا چھوڑ دے راوی کہتے ہین کہ مین نے دلمین کہا کہ مجھے بھی آج اس شخص کو دیکھنا ہے اور اسکو دیکھتا رہا لوگون نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ شخص اول حملہ کرنے والون مین تھا پھر جب دشمن نے چڑھائی کی تو ادھر کے قدم اٹھ گئے مگر وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا یہانتک کہ کئی بار ایسا ہی ہوا کہ لوگ ہٹ گئے اور وہ کھڑا ہوا لڑتا رہا اسیطرح یہانتک لڑا کہ آخر کو شہید ہوا مین نے اسپر اور اسکے گھوڑے پر ساٹھ ستر نیزے کے زخم شمار کیے اور حدیث ابو طلحہ کا حال پہلے ہم لکھ آئے ہین کہ باغ مین کسی جانور کی آواز سے جو نماز مین خیال بٹا تو اس باغ ہی کو اس کفارہ مین صدقہ کر دیا اور یہ بھی پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو اپنے پاؤن مین درہ مارا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ آج کیا کیا۔ اور مجمع سے مروی ہے کہ آپ نے ایکبار اپنا سر چھت کیطرف اٹھایا اور ایک عورت پر نگاہ جا پڑی آپنے اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ جبتک دنیا مین رہونگا اپنا سر آسمان کیطرف نہ اٹھاؤنگا اور احنف بن قیس رات بھر چراغ جلاتے اور آپکا دستور تھا کہ اپنی انگلی جلتی ہی پر رکھ دیتے اور کہتے کہ اے نفس تجکو کیا ہوا تھا کہ فلان روز تونے فلان قصور کیا تھا اور وہیب بن الورد کو کوئی بات اپنے نفس کی بری معلوم ہوئی تو آپنے اپنی چھاتی کے چند بال اکھاڑے یہانتک کہ اسکی تکلیف زیادہ ہوئی پھر اپنے نفس سے کہنے لگے کہ مین تو تیرا ہی بھلا چاہتا ہون اور محمد بن بشر نے داؤد طائی کو دیکھا کہ افطار روزہ کے بعد روٹی پھیکی کھاتے ہین انسے عرض کیا کہ آپ نمک سے کھا لیجیے انھون نے فرمایا کہ میرا نفس اس روز سے نمک کا طالب ہے مگر داؤد جبتک دنیا مین ہے نمک نہین چکھیگا۔ غرضکہ احتیاط والے اپنے نفسونکو یون سزا دیا کرتے تھے اور عجیب بات ہے کہ آدمی اپنے غلام لونڈی اور زن و فرزند کو ارتکاب عادت بد پر یا کسی کام مین قصور کرنے پر تو سزا دیتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اگر درگذر کر جاؤن تو کہین یہ لوگ میرے ہاتھ سے نہ نکل جاوین اور سر نہ چڑھ جاوین پھر اپنے نفس کو کیسے جانے دیتا ہے وہ تو سب مین بڑا دشمن اور زیادہ سرکش ہے زن و فرزند کی سرکشی کو اسکی سرکشی سے کیا نسبت انکا مآل تو یہی ہے کہ صرف دنیا کی معیشت پر پریشان کرینگے لیکن اگر عقل ہو تو جانے کہ دنیا کی عیش ہیچ ہے عیش آخرت ہی کی ہے کہ اسمین وہ راحت دائمی ہے کہ جسکی کبھی انتہا ہی نہین اور نفس اس عیش جاودانی کو مکدر کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اسکی سزا بطریق اولی کرنی چاہیے

پانچوان مقام مجاہدہ کا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ جب نفس سے حساب لیا اور اسکو مرتکب کسی گناہ کا دیکھا تو چاہیے کہ اسکی سزا ان عقوبات سے کرے جو پہلے گذرین اور اسکو دیکھے کہ کسل کے باعث کسی مستحب مین یا وظیفہ مین سستی کرتا ہے تو چاہیے کہ اسکی تادیب اسطرح کرے کہ وظیفونکا بوجھ اسپر لادے اور تدارک مافات کے لیے چند قسم کے وظائف اسپر لازم کر دے یہی دستور سلف کے عمل کرنیوالون کا تھا جو خداے تعالیٰ کے واسطے

کام کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ کو جب عصر کی نماز کی جماعت نہ ملی تو نفس پر یہ سزا کی کہ ایک زمین جسکی قیمت دو لاکھ درم تھے صدقہ کر دی۔ اور حضرت ابن عمرؓ کا دستور تھا کہ جب آپ سے جماعت فوت ہوجاتی تو اس شب تمام رات جاگتے اور ایکبار نماز مغرب میں اتنی دیر ہوئی کہ دو ستارے نکل آئے آپ نے دو غلام آزاد کر دیے اور ابن ابی ربیعہ کی فجر کی سنتیں قضا ہوگئیں تو آپنے ایک غلام آزاد کر دیا اور بعض اکابر اپنے نفس پر سال بھر کے روزے یا پیادہ پا حج کرنا یا تمام مال کو صدقہ کر دینا مقرر کر لیتے تھے اور یہ امور صرف نفس کی نگاہداشت کے لیے کرتے تھے اور وہ بات اختیار کرتے کہ جسمیں اسکی نجات ہوجاوے۔ پس اگر یہ کہو کہ اگر ہمارا نفس مجاہدہ و وظائف دائمی پر ہماری اطاعت نکرے تو پھر اسکا کیا علاج ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا علاج یوں کرے کہ فضیلت مجتہدین کی جو اخبار میں وارد ہے وہ اسکو سناوے اور سب سے زیادہ نافع علاج یہ ہے کہ کسی ایسے بندے کی صحبت کا جویا ہو جو عبادت میں خوب جد و جہد کرتا ہو تاکہ اسکا حال دیکھنے سے اسکی اقتدا کرے بعض اکابر کہا کرتے تھے کہ جب عبادت میں مجکو کچھ سستی پیش آتی تو میں محمد بن واسعؒ کا حال اور انکا مجاہدہ دیکھا کرتا ایک ہفتہ تک ایسا ہی کرتا مجھسے سستی جاتی رہتی مگر یہ علاج مشکل ہے اسلیے کہ اس زمانے میں ایسا شخص جو عبادت میں جہد کرے مفقود ہے پہلوں کا سا اجتہاد اب کہاں ہے تو اس سے یہی بہتر ہے کہ مشاہدے سے عدول کرکے سننے کیطرف رجوع کرے کہ انکے احوال سننے سے زیادہ کوئی مفید بات نہیں اور انکے اخبار کو مطالعہ کرے کہ کتنی کوشش وہ کرتے تھے انکی مشقت تو ہوچکی مگر ثواب و راحت ابدالآباد تک باقی رہیگی کہ کبھی منقطع نہوگی ان کی سلطنت کتنی بڑی ہے اور بڑا افسوس اسپر ہے جو انکی اقتدا نکرے اور چند روز ان شہوات سے متمتع ہو جو عیش کو مکدر کرتی ہے پھر اسپر موت آجاوے اور اسمیں اور اسکی خواہشوں میں جدائی ڈالے معاذ اللہ منہا۔ اور ہم اوصاف مجتہدین کے وہ لکھتے ہیں جنسے مرید کی رغبت جنبش میں آوے کہ ان کی اقتدا کرکے اعمال میں خوب جد و جہد کیجیے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رحم اللہ اقواما[1] یحسبہم الناس مرضی وما ہم بمرضی حضرت حسن فرماتے ہیں کہ مریضوں سے اس حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جنکو عبادت نے مرتاض کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین[2] یؤتون ما اتوا وقلوبہم وجلۃ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اعمال نیکی کے جسقدر انسے ہوسکے کرتے ہیں اور پھر ڈرتے ہیں کہ ان کے باعث عذاب الٰہی سے ہمکو نجات نہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طوبی[3] لمن طال عمرہ وحسن عملا اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے جو اجتہاد و کوشش کرتے ہیں ان کو کیا ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ الٰہی تو نے ان کو ایک چیز سے ڈرا دیا ہے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور ایک چیز کا شوق دلا دیا ہے وہ اسکی طرف مشتاق ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے مجھے دیکھ پائیں تو کیا ہو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اور زیادہ کوشش کرنے لگیں اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا اور ان میں سے ایسی جماعتوں کے ساتھ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوش نہوتے اور نہ کسی چیز کے جانیکا غم کرتے دنیا انکے نزدیک اس مٹی سے بھی ذلیل تھی جسکو تم اپنے پاؤں سے ملتے ہو بعضے ان میں سے ایسے تھے کہ عمر بھر کبھی انکے لیے کپڑا نہ تہ ہوا اور نہ کبھی اپنے بی بی کسی کھانے کی فرمایش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور انکو میں نے کتاب اللہ اور حدیث پر عامل پایا جہاں رات ہوئی ہاتھ پاؤں پر کھڑے ہوگئے چہروں کو زمین پر رکھتے اور رخساروں پر آنسو بہاتے کہ آخرت میں رہائی پاویں جب کوئی اچھی بات کرتے تو اس سے خوش ہوتے اور اسکے شکر میں جد و جہد بجالاتے اور اللہ تعالیٰ سے اسکے قبول فرمانے کی دعا مانگتے اور جب کوئی برائی کرتے تو اس سے غمگین

[1] رحم خدا کرے ان لوگوں پر جن کو لوگ بیمار جانتے ہیں اور وہ بیمار نہیں ۱۲ احمد نے زہد میں علی مرتضیٰ سے موقوفاً روایت کیا ہے مرفوعاً مجھکو نہیں ملی ۱۲

[2] اور جو لوگ دیتے ہیں جو دیتے ہیں اور ان کے دلوں میں ڈر ہے

[3] خوشخبری ہے اس شخص کی جسکی عمر دراز ہو اور عمل اچھا ہو [illegible]

ہوتے اور خدا تعالیٰ سے درخواست کرتے کہ ہماری اس خطا کو معاف فرما یقین جانو کہ وہ ہمیشہ اسیطرح اسی حال پر رہے اور سمجھا کہ گناہون سے نہ بچے
اور نہ بدون مغفرت کے نجات پائی - اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بیماری کی حالت مین پوچھنے گئے آپ نے دیکھا کہ انمین
ایک نوجوان نہایت دبلا ہے اس سے آپ نے پوچھا کہ تیری یہ صورت کیون ہو رہی ہے اسنے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین بیماریون نے یہ حال
کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تجکو خدا کے واسطے پوچھتا ہون کہ سچ بتا اسنے عرض کیا کہ سچ تو یہ ہے کہ مین نے دنیا کی حلاوت چکھی تو اسکو تلخ
پایا اور اسکی آرایش اور حلاوت میری نظرون مین حقیر ہو گئی مجکو سونا اور پتھر یکسان نظر آتا ہے اور یہ حال رہتا ہے کہ گویا اللہ جل وعلا کے عرش کے
پاس ہون اور لوگ جنت اور دوزخ مین داخل کیے جاتے ہین اسی مارے تمام دن پیاسا رہتا ہون اور رات بھر جاگتا ہون اور خدا تعالیٰ کے
ثواب وعقاب کے سامنے یہ حال جسمین مین رہتا ہون کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا نہایت کمتر اور حقیر چیز ہے اور ابونعیم کہتے ہین کہ داؤد طائیؒ
روٹی کے ریزون کو پانی مین گھولکر پی جاتے تھے اور روٹی نہ کھاتے تھے اسکا حال جو انسے پوچھا گیا تو فرمایا کہ روٹی چابنے مین دیر لگجاتی ہے
پچاس آیتین پڑھنے کا وقت روٹی کھانے مین زیادہ صرف ہو جاتا ہے اور ایک شخص انکی خدمت مین ایک روز آیا اور کہا کہ آپ کے گھر کی چھت
مین ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ بیشک ٹوٹی ہو گی مین نے بیس برس سے چھت کیطرف نہین دیکھا اور اکابر سلف کا دستور تھا
کہ فضول نظر کو بھی برا جانتے تھے جیسے کہ فضول کلام کو سمجھتے تھے اور محمد بن عبدالعزیزؒ کہتے ہین کہ احمد بن رزینؒ کے پاس ہم صبح سے عصر
تک بیٹھے مگر انھون نے دہنے کو توجہ کی نہ بائین کو انسے جو پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو آنکھین اسواسطے پیدا کی ہین کہ بندہ ان سے
عظمت الٰہی کو دیکھے پس جو شخص بدون عبرت کے نظر ڈالے اسپر گناہ لکھا جاتا ہے اور مسروقؒ کی بی بی کہتی ہین کہ انکو جب کسی نے دیکھا تو یہی
پایا کہ کثرت نماز کے باعث انکی دونون پنڈلیان ورم کیے رہتی تھین اور مین آپ کے پیچھے بیٹھکر آپ کے حال پر ترس کر کے رویا کرتی تھی
اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہین کہ اگر تین باتین نہوتین تو مین ایک روز کی زندگی بھی اچھی نہ جانتا ایک تو دوپہر مین خدا کے لیے پیاسا رہنا
دوم آدھی رات مین سجدہ کرنا سوم ان لوگون کے پاس بیٹھنا کہ اچھی باتون کو ایسا چھانٹتے ہین جیسے کوئی اچھے خرما کو چھانٹا کرتے ہین
اور اسود بن یزید عبادت مین اجتہاد کرتے اور گرمی مین روزہ رکھتے یہانتک کہ انکا جسم سبز اور زرد ہو جاتا تو علقمہ بن قیس انسے کہتے کہ تم اپنے
نفس کو کیون عذاب دیتے ہو فرماتے کہ مین تو اسکی تکریم چاہتا ہون اور آپ کا دستور تھا کہ روزہ اتنا رکھتے کہ بدن سبز پڑجاتا اور نماز اتنی
پڑھتے کہ گر پڑتے انکے پاس انسؓ بن مالک اور حسنؒ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو ان امور کا حکم نہین کیا یعنی اتنا اجتہاد فرض
نہین کیا پھر کیون کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین تو غلام مملوک ہون مسکنت اور عاجزی کی کسی چیز کو بدون کیے نہین چھوڑتا اور کوئی مرضؒ
دن مین ہزار رکعت نماز روزمرہ پڑھتے یہانتک کہ دونون پانون سے بیٹھ رہتے تو بیٹھے ہی بیٹھے ہزار رکعت پڑھتے اور جب نماز عصر
سے فارغ ہوتے تو گوٹ مار کر بیٹھتے اور کہتے کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہ خلق نے تیری عوض مین دوسری چیز کا ارادہ کیسے کیا اور تیرے سوا اور چیز
سے کسطرح مانوس ہو گئے بلکہ مجھے یہ تعجب ہے کہ جب خلق نے تیرے سوا اور چیز کا ذکر کیا تو انکے دل کسطرح روشن ہوے اور ثابت بنانیؒ
کے حال مین ہے کہ انکو نماز بہت محبوب تھی اسی لیے دعا مانگا کرتے کہ الٰہی اگر تو کسی کو قبر مین اپنی نماز کی اجازت دے تو مجھے بھی اجازت دینا کہ
اپنی قبر مین نماز پڑھون اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سریؒ سے زیادہ عابد کسی کو نہین دیکھا کہ اٹھانوے برس کی عمر ہوئی تھی

مگر بجز مرض موت کے کبھی کسی نے لیٹے ہوئے انکو نہ دیکھا اور حارث بن سعد کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک راہب کے پاس گئے اور جو مشقت کہ وہ اپنے نفس پر کرتا تھا دیکھی اور اس سے اس باب میں کہا کہ اسنے جواب دیا کہ جو کچھ مصائب اور اہوال خلق پر منظور ہیں انکے سامنے اس مشقت کی کیا اصل ہے مگر لوگ غافل ہیں اپنے نفسوں کی لذات پر گرے ہوئے ہیں اور جو حظ اکبر کہ انکو خدا کے پاس سے ملیگا اسکو بھولے ہیں یہ سنکر سب لوگ رو پڑے اور ابو محمد مغازلی کہتے ہیں کہ ابو محمد جریری ایک سال بھر مکہ معظمہ میں مجاور رہے نہ سوئے نہ کلام کیا نہ ستون یا دیوار سے تکیہ لگایا نہ پاؤں پھیلائے ایک روز انکے پاس ابو بکر کتانی گئے اور سلام کے بعد کہا کہ آپ اس اعتکاف پر کس چیز سے قادر ہوئے آپ نے فرمایا کہ جس علم نے میرے باطن کو پختہ کر رکھا ہے اسی نے میرے ظاہر کی مدد کی ہے کتانی اپنا سر نیچے کر کے سوچتے ہوئے چلدیئے اور بعض اکابر روایت کرتے ہیں کہ میں فتح موصلی کے پاس گیا دیکھا تو آپ اپنے ہاتھ پھیلائے روتے ہیں یہانتک کہ آنسو اُن کی انگلیوں کے بیچ میں سے گر رہے ہیں میں انکے قریب گیا اور آنسوؤں کو دیکھا کہ زردی آمیز ہیں میں نے انسے کہا کہ اے فتح تمکو خدا کی قسم کیا خون روتے ہو انھوں نے فرمایا کہ اگر تو مجھکو قسم نہ دیتا تو میں ہرگز نہ بتاتا ہاں میں خون روتا ہوں میں نے پوچھا کہ آپ آنسو کیوں بہاتے ہیں فرمایا کہ اس جہت سے کہ جو حق خدا تعالی کا مجھپر واجب تھا اسمیں میں نے قصور کیا اور خون اسلیے رویا کہ آنسو کہیں بے موقع نہ نکلے ہوں پھر میں نے انکو بعد مرنے کے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھکو بخشدیا میں نے پوچھا کہ آپ کے آنسوؤں کے باب میں کیا کیا فرمایا کہ مجھکو اللہ جل شانہ نے پاس بلا کر پوچھا کہ اے فتح آنسو کس بات پر بہاتا تھا میں نے عرض کیا کہ تیرے حق واجب میں قصور کرنے کی جہت سے پھر پوچھا کہ خون کس واسطے روتا تھا میں نے عرض کیا کہ کہیں آنسو بے موقع اور نامقبول نہوے ہوں پھر ارشاد فرمایا کہ اے فتح اس سے تیری مراد کیا تھی قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ تیرے دونوں نگہبان چالیس برس تیرے نامہ اعمال کو لایا کیے اسمیں کوئی خطا نہیں اور منقول ہے کہ کچھ لوگ چلے جاتے تھے راہ بھول گئے ایک راہب کے پاس پہونچے جو لوگوں سے علیحدہ تھا اسکو جو پکارا تو اسنے عبادتخانہ میں سے سر نکالکر ان کیطرف دیکھا اس سے انھوں نے کہا کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں راستہ کدھر کو ہے اسنے اپنے سر سے اشارہ آسمان کیطرف کیا وہ اسکا مطلب سمجھ گئے کہ معرفت کا راستہ بتاتا ہے پھر اس سے کہا کہ ہم تجھسے پوچھیں جواب دیگا اسنے کہا کہ پوچھو اور زیادہ مت پوچھو کیونکہ دن پھر نہیں آنے کا نہ عمر پھر سے آویگی اور طالب یعنی موت جلدی کر رہی ہے لوگوں کو اسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور کہا کہ فردائے قیامت میں لوگوں کا حشر خدا تعالی کے نزدیک کس چیز پر ہوگا اسنے کہا کہ اپنی اپنی نیتوں پر پھر اسنے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کر اسنے کہا کہ اپنے سفر کی حیثیت کے موجب توشہ لو اسلیے کہ بہتر توشہ وہی ہے جو مقصود تک پہونچا دے پھر انکو راستہ بتا کر سر اندر کر لیا اور عبد الواحد بن زید کہتے ہیں کہ میرا گذر ایک چینی کے راہب کے پاس ہوا میں نے اسے راہب کر کے پکارا اسنے جواب نہ دیا دوبارہ پھر میں نے کہا کہ اے راہب وہ نہ بولا سہ بارہ پھر کہا اسنے میری طرف سر نکالا اور کہا کہ میاں صاحب میں راہب نہیں راہب وہ ہے جو خدا تعالی سے ڈرے اور اسکی تعظیم کرے اور اسکی بلا پر صبر کرے اور اسکی قضا پر راضی رہے اور اسکی نعمتوں کا شکر کرے اور اسکی عظمت کے سامنے تواضع کرے اور اسکی عزت کے مقابل ذلیل رہے اور اسکی قدرت کو اپنے نفس کو حوالہ کرے اور اس کی ہیبت سے خضوع کرے اور اسکے حساب اور عذاب میں تامل کرے دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑا رہے دوزخ کی یاد اور خدا تعالی سے مانگنا اسکو سونے نہ دے ایسا راہب ہو تو اسکو کہتے ہیں اور میرا حال جو پوچھو تو میں باؤلا کتا ہوں اپنے آپ کو اس عبادتخانہ میں بند کر لیا ہے تاکہ

لوگون کو نہ کاٹون مین نے پوچھا کہ پھر کس چیز نے لوگون کو خداے تعالیٰ سے علیحدہ کر رکھا ہی پہچاننے کے بعد کیون منحرف ہین اسنے کہا کہ مراد خلق کو جو خداے تعالیٰ سے علیحدہ کیا ہی تو صرف دنیا کی محبت اور اسکی زینت نے کیا ہی دنیا ہی گناہون اور معاصی کی جگہ ہی ہوشیار وہ ہی جو دنیا کو اپنے دل سے پھینکدے اور خداے تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہون سے توبہ کرے اور ایسی باتون پر متوجہ ہو جو خداے تعالیٰ سے نزدیک کرین۔ اور کسی نے حضرت داؤد طائی سے کہا کہ آپ اپنی ڈاڑھی مین کنگھی کر لیجیے انھون نے فرمایا کہ تو لیس مین بیکار ہون اور حضرت اویس قرنی کا دستور تھا کہ فرماتے کہ یہ رات رکوع کی ہے اس رات کو ایک ہی رکوع مین صبح کر دیتے اور جب دوسری رات آتی تو فرماتے کہ سجدہ کی رات ہے اسکو سجدے ہی مین بسر کرتے اور منقول ہی کہ جب عتبہ غلام تائب ہوے تو کھانے اور پینے کی طرف راغب نہوتے ان کی ماں مشفقہ انسے کہتی کہ بیٹا اپنے نفس پر نرمی کرو وہ جواب دیتے کہ مین آرام ہی کا طالب ہون تھوڑی سی مشقت مجھے کر لینے دو پھر دنون تک آرام ہی کرونگا اور منقول ہی کہ حضرت مسروق حج کیا تو جب سوئے سجدے ہی کیحالت مین سوئے اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ رات کے چلنے کی تعریف لوگ صبح کو کیا کرتے ہین اور تقوے کو بعد موت کے اچھا جانینگے۔ اور عبد اللہ بن داؤد کہتے ہین کہ بزرگان سلف مین سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر تہ کر دیتا یعنی تمام رات مین سونا بالکل موقوف کر دیتا اور کہمس بن الحسن ہر روز ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے کہتے کہ اے سب برائیون کی جڑ اٹھ کھڑا ہو جب آپ ضعیف ہو گئے تو پانسو پر اکتفا کی اور رویا کرتے کہ افسوس میرا عمل آدھا رہ گیا اور ربیع بن خثیم رح کی لڑکی ان سے کہا کرتی کہ بابا جان یہ کیا بات ہی کہ سب لوگ سوتے ہین اور آپ نہین سوتے آپ فرماتے کہ بیٹی مجکو آگ کا ڈر ہی اور جب انکی ماں نے انکا حال رونے اور جاگنے کا دیکھا تو کہا کہ بیٹا تو نے شاید کسیکو مار ڈالا ہی جو اسقدر روتا ہی انھون نے فرمایا کہ ہان انکی ماں نے کہا کہ وہ شخص کون تھا کہ ہم اسکے رشتہ دارون کو ڈھونڈھین کہ وہ تجکو خون معاف کر دین اسلیے کہ تیرا حال اگر وہ دیکھینگے تو ضرور ترس کھا کر معاف کر دینگے آپ کہتے کہ وہ تو میرا نفس ہی۔ اور بشر بن الحارث کے بھانجے جنکا نام عمر ہی کہتے ہین کہ میرے ماموں بشر بن الحارث میری ماں سے کہتے کہ بہن میری پسلیان اور تہیگاہ مجھ مین گڑتی ہین میری ماں نے کہا بھائی اگر تم کہو تو تمہارے واسطے ایک مٹھی میدے کا اپنے پاس سے حریرہ بنا دون اسکو پیو گے تو تمھے توانائی تم مین آجاویگی ماموں صاحب نے جواب دیا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ کہین اللہ تعالیٰ مجھسے یہ نہ پوچھے کہ تیرے پاس آٹا کہانسے آیا تو پھر مین کیا جواب دونگا میری ماں رونے لگی اور وہ خود بھی روئے اور انکے ساتھ مین بھی رو پڑا راوی کہتے ہین کہ میری ماں نے جب انکا حال دیکھا کہ شدت بھوک سے سانس رک رک گیا تو انسے کہا کہ بھائی کیا اچھا ہوتا کہ تمہاری ماں مجھے نہ جنتی اسلیے کہ تمہارا حال دیکھکر میرا جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہی انھون نے جواب دیا کہ بہن مین بھی یہی کہتا ہون فقط مرا سے کا نکلے اور نہ پیدا ہوتا کہ کسی شیر مین بھی پاؤ میری ماں انکے واسطے شب و روز رویا کرتی۔ اور ربیع کہتے ہین کہ مین حضرت اویس کی خدمت مین آیا تو انکو نماز فجر پڑھکر بیٹھا پایا مین بھی بیٹھ گیا اور دلمین کہا کہ ان کے وظیفے مین حارج نہونا چاہیے آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہانتک کہ ظہر پڑھی اور ظہر کیوقت سے عصر تک برابر نماز پڑھتے رہے بعد عصر پھر اپنی جگہ بیٹھے رہے اور مغرب تک بیٹھے رہے نماز مغرب کے بعد پھر اپنی بیٹھک پر جمے یہانتک کہ عشا پڑھی پھر اسی جگہ جم گئے یہانتک کہ نماز صبح پڑھی پھر جو بیٹھے تو سو گئے پھر فرمایا کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون ایسی آنکھون سے جو سوجاوین اور ایسے شکم سے جو سیر نہوتے دلمین کہا کہ مجکو انسے اسیقدر کافی ہے پھر مین واپس آیا اور ایک شخص نے حضرت اویس سے پوچھا کہ یہ کیا سبب ہے کہ آپ بیمار جیسے معلوم ہوتے ہین انھون نے فرمایا کہ مین بیمار

ہوں تو کیا ہوں کہ بیماروں کو کھانا ملتا ہی اور اویس نہیں کھاتا بیمار سوتے ہیں اور اویس نہیں سوتا۔ اور احمد بن حرب کہتے ہیں کہ جو شخص یہ
جانتا ہے کہ جنت اسکے اوپر آراستہ ہی اور دوزخ اسکے نیچے دہک رہی ہی تو تعجب ہی کہ وہ ان دونوں کے بیچ میں کیسے سوتا ہی اور ایک عابد بزرگ
کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو نماز عشا سے آپ فارغ ہو چکے ہیں میں آپ کو دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا آپ اپنے
آپ کو ایک کمل میں لپیٹ کر لیٹ رہے اور ساری رات کروٹ بھی نہ لی یہانتک کہ صبح ہوئی اور موذن نے اذان دی آپ اٹھکر نماز میں
شریک ہوے اور وضو نہ کیا یہ بات میرے دلمیں کھٹکی میں نے آپ سے کہا کہ آپ تمام رات تو لیٹ کر سوتے رہے پھر نیا وضو نہ کیا
آپ نے فرمایا کہ میں تو رات بھر کبھی جنت کے باغوں میں دوڑتا رہا اور کبھی دوزخ کے جنگلوں میں بھلا اس صورت میں نیند
آیا کرتی ہے اور ثابت بنانی کہتے ہیں کہ میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں کہ نماز پڑھتے پڑھتے اتنا تھک جاتے تھے کہ اپنے بستر پر بدوں گھٹنیوں چلنے
کے نہیں آسکتے تھے اور کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش نے چالیس برس زمین پر اپنی کمر نہیں لگائی اور انکی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا بیس برس
تک انکے گھر والوں کو خبر نہوئی کہ ایک آنکھ سے نہیں سوجھتا اور منقول ہی کہ سمنون کا وظیفہ ہر روز پانسو رکعتیں تھیں۔ اور ابوبکر مطوعی کہتے ہیں
کہ جوانی میں ایک رات دن میں اکتیس ہزار دفعہ قل ہو اللہ پڑھا کرتا تھا یا چالیس ہزار مرتبہ راوی کو شک ہی کہ کونسا عدد فرمایا اور منصور بن معتمر
ایسے حال سے رہتے کہ اگر کوئی دیکھے تو کہے کہ اس شخص پر کوئی مصیبت بھاری پڑی ہی یہ حال رہتا کہ آنکھیں نیچے کو آواز پست ہر وقت چشم تر
اگر ذرا ہلاؤ تو اٹھ اٹھ آنسو گریں انکی ماں انسے کہتی کہ تو اپنے نفس پر یہ کیا کرتا ہی تمام رات رویا کرتا ہی چپ نہیں ہوتا شاید بیٹیا تو نے کوئی خون
کیا ہی یا کیا بات ہی وہ جواب دیتے کہ اے ماں میں ہی جانتا ہوں جو میں نے اپنے نفس پر کیا ہے اور کسی نے عامر بن عبداللہ سے پوچھا
کہ تم شب بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے صبر کرتے ہو انھوں نے فرمایا کہ وہ صرف اسطرح ہی کہ دن کے کھانے کو رات پر ٹال دیا اور رات کے
سونے کو دن پر حوالہ کر دیا اور یہ کچھ بڑی بات نہیں اور یہ فرمایا کرتے کہ میں نے جنت کی مثال اور چیز نہیں دیکھی جسکا طالب سو گیا ہو اور نہ دوزخ کے
مثل جس سے گریز کرنے والا سوتا ہو اور جب رات آتی تو کہتے کہ آگ کی حرارت نے خواب کو کھو دیا پھر صبح تک نسوتے جب دن ہوتا تو کہتے کہ حرارت
آتش نے نیند دور کر دی اور شام تک نہ سوتے اور جب پھر رات ہوتی تو کہتے کہ جو ڈرتا ہی سو شام ہی سے چلدیتا ہی اور صبح کے وقت لوگوں کو رات
کا چلنا اچھا معلوم ہوتا ہی اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ میں عامر بن قیس کے ساتھ چار مہینے رہا میں نے انکو کبھی نہ دیکھا کہ رات کو یا دن کو سوئے
ہوں اور ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں میں سے راوی ہی کہ میں نے آپ کے پیچھے نماز صبح کی پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو اپنی دہنی
طرف کو پھر بیٹھے اور آپ پر کچھ اثر غم تھا آفتاب کے نکلنے تک آپ ویسے ہی رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹا اور فرمایا کہ بخدا میں نے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا ہی اور آج انکے مثل کوئی امر نہیں پایا جاتا وہ لوگ صبح کو میلے زرد رنگ الجھے بال اٹھتے رات کو سجدہ و نماز میں کاٹ دیتے خدا کی کتاب
پڑھتے اور پاؤں اور پیشانیوں کو باری باری زور دیتے اور جب خدا تعالے کا ذکر کرتے تو ایسا ہلتے جیسا درخت تند ہوا کے دن ہلتا ہی اور ان کی
آنکھوں سے آنسو اتنے جاتے کہ انکے کپڑے تر ہو جاتے اور آپ لوگوں کا یہ حال ہی کہ رات کو خوب غافل ہو کر سوتے ہیں اور ابو مسلم خولانی نے ایک
کوڑا اپنے گھر کی نماز گاہ میں لٹکا رکھا تھا اس سے اپنے نفس کو ڈراتے اور کہا کرتے کہ اٹھ کھڑا ہو نہیں تو یقین جان کہ تجکو اتنا رگید دونگا کہ تو
ہی تھکیگا میرا کچھ نجاویگا پھر جب انپر سستی آتی تو کوڑا لیکر اپنی پنڈلیوں میں مارتے اور کہتے کہ میری سواری کی نسبت تو تو ہی زیادہ تر سزا وار

مارنے کا ہو اور کہا کرتے کہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ گمان کرتے ہونگے کہ دین کو کچھ ہم ہی نے اختیار کیا ہے اور لوگوں کو ہمارے ساتھ شرکت نصیب نہیں سنجدا کہ اسمین ہم بھی ان کی شرکت اچھی طرح کرینگے تاکہ وہ بھی جانیں کہ ہمارے پیچھے کچھ لوگ رہے ہیں اور صفوان بن سلیم کی دونوں پنڈلیاں کثرت قیام سے رنگئی تھیں اور اجتہاد میں اس درجے کو پہنچ گئے تھے کہ اگر بالفرض انسے کہا جاتا کہ قیامت کل ہوگی تو انکے اعمال معمولی میں کچھ زیادتی ہونے پاتی انکا دستور تھا کہ جاڑے کے دنوں میں چھت پر سوتے اور گرمیوں میں کوٹھری کے اندر تاکہ سردی اور گرمی کی تکلیف سے نیند نہ آوے موت انکی حالت سجدہ میں ہوئی یہ دعا مانگا کرتے کہ الٰہی میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو میرے ملنے کو پسند فرما اور حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں ایک روز صبح کو اٹھا اور میرا معمول تھا کہ صبح اٹھکر اول ہی بی بی حضرت عائشہ کے مکان میں جاکر انکو سلام کر آتا اس روز جو گیا تو دیکھا کہ آپ نماز چاشت پڑھ رہی ہیں اور اسمیں یہ آیت فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم پڑھکر روتی اور دعا کرتی ہیں میں کھڑے کھڑے تھک گیا اور انکا وہی حال رہا جب میں نے دیکھا کہ انکو ابھی دیر ہے بازار کو چلا گیا اور اپنے کام سے فراغت پاکر پھر آیا تو پھر بھی انکو اسی حال میں پایا کہ روتی جاتی تھیں اور دعا مانگتی تھیں اور اس آیت کو مکرر پڑھتی تھیں اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ہمارے پاس عبدالرحمن بن اسود حج کے ارادے سے آکر ٹھیرے تو انکے ایک پاؤں میں کچھ مرض ہو گیا تو آپ ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر رات کو صبح کی نماز تک پڑھا کرتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مجھکو موت سے کچھ خوف نہیں صرف اتنا ڈر ہے کہ میرا تہجد چھوٹ جاویگا اور حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ تہجدیوں کی علامتیں یہ ہیں کہ شب بیداری کے باعث زرد رنگ اور رونے کے مارے آنکھیں چندھی اور روزے کے مارے لب خشک ہوں اور انپر خشوع والوں کی طرح غبار ہو اور حضرت حسن سے کسی نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تہجد گذار شخصوں کے چہرے اچھے ہوتے ہیں آپنے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو اپنے نور میں سے نور پہنا دیتا ہے اور حضرت عامر بن عبدالقیس فرمایا کرتے کہ الٰہی تو نے مجھکو پیدا کیا تب مجھسے مشورت نہیں لی اور ماریگا تب مجھسے خبر نہیں فرماویگا اور میرے ساتھ ایک دشمن ایسا پیدا کر دیا کہ میرے خون کی جگہوں میں پھرتا ہے اور وہ مجھکو دیکھتا ہے اور میں اسکو نہیں دیکھتا اور پھر مجھکو ارشاد فرمایا کہ تو رکا رہ الٰہی بھلا میں کیسے رکوں اگر تو مجھکو نہ روکے الٰہی دنیا میں رنج وغم ہیں اور آخرت میں حساب و عذاب تو راحت کہاں ہے اسی مضمون کو کسی نے نظم کیا ہے شعر یاں فکر معیشت ہے وہاں روز حشر ہے آسودگی کی صورت نہ یاں ہے نہ وہاں ہے اور جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ عتبہ غلام تمام رات کو تین چیخوں میں بسر کیا کرتے اس طرح کہ جب نماز عشا سے فارغ ہوتے اپنا سر دونوں زانوں کے درمیان رکھ کر فکر کرتے جب سوم حصہ شب گذرتا ایک چیخ مارتے پھر گھٹنوں میں سر دیکر فکر کرتے جب ایک تہائی اور گذر جاتی تو پھر ایسا ہی کرتے یہانتک کہ تیسری چیخ صبح کو مارا کرتے راوی کہتے ہیں کہ میں نے انکا حال کسی بصرے کے رہنے والے سے کہا اسنے کہا کہ تم انکی چیخوں پر خیال مت کرو بلکہ یہ سوچو کہ دو چیخوں کے درمیان انپر کیا کیفیت گذرتی ہوگی کہ وہ چیخ مارتے تھے اور قاسم بن راشد شیبانی کہتے ہیں کہ محصب میں ہمارے پاس زمعہ اپنی زوجہ اور دختروں سمیت ٹھیرے ہوئے تھے انکا دستور تھا کہ بہت رات سے اٹھکر نماز پڑھا کرتے جب سحر ہوتی تو زور سے پکارتے کہ اے آرام کرنیوالو کیا اس تمام رات سوؤگے اور اٹھکر چلوگے نہیں یہ سنکر سب اٹھ بیٹھتے تھے کوئی روتا تھا کوئی دعا مانگتا کوئی تلاوت کرتا کوئی وضو کرتا جب فجر ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا جانا کرتے ہیں اور بعض حکما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اسکے انعام کے باعث انکو پہچان گئے ہیں اور اسنے

جو انکا سینہ کھولدیا تو اسکی اطاعت کی اور اسپر توکل کیا اور خلق اور امر کو اسی کے حوالہ کیا اسلیے انکے دل صفائے یقین کی کانین اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے ہوگئے ہین حال انکا یہ ہو کہ آمد و رفت تو لوگون مین رکھتے ہین اور انکے دل ملکوت مین جولانیان کرتے ہین اور محجوب غیب مین پناہ لیتے مین پھر وہان سے جو پھرتے ہین تو انکے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہین کہ جنکا وصف کوئی بیان نہین کر سکتا وہ لوگ باطن کی خوبی مین تو حریر سے ہین اور ظاہر مین جیسا مستعمل رومال ہوتا ہو ہر ایک سے بتواضع پیش آتے ہین اور یہ طریق ایسا ہو کہ بزور نہین ملسکتا بلکہ خدا سے تعالیٰ کا فضل ہو جسکو چاہے دے اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ مین بیت المقدس کے پہاڑون مین پھرتا تھا اتفاقاً ایک جنگل مین آیا اور ایک آواز زور کی سنی اور وہ پہاڑ اسکا جواب دیتے تھے اور بڑی گونج تھی مین اس آواز کے درپے ہوا تو ایک باغ مین پہونچا جو درختون سے چھپا ہوا تھا اسمین ایک شخص کو دیکھا کہ کھڑا ہوا اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضراً و ما عملت من سوء تود لو ان بینھا و بینہ امداً بعیداً و یحذرکم اللہ نفسہ مین اسکے پیچھے بیٹھ کر سننے لگا وہ یہی پڑھتا رہا یکایک چیخ مار کر بیہوش ہوگیا مین نے کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہوگیا پھر مین اسکے افاقے کا منتظر رہا ایک گھنٹے کے بعد اسکو ہوش ہوا مین سے سنا کہ یہ کہتا ہو الٰہی مین تجھسے دروغگوون کے مقام سے پناہ مانگتا ہون اور جھوٹے مدعیون کے سے اعمال سے اور غافلون کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہون تیرے ہی لیے خوف کرنیوالون کے دل خشوع کرتے ہین تیری ہی طرف قصورواروں کی توقع جھکتی ہو تیری ہی عظمت کے لیے عارفون کے دل ذلیل ہوتے مین پھر اپنے دونون ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجکو دنیا سے کیا سروکار اور اسکو مجھسے کیا علاقہ ہو اے دنیا جو تجھ جیسا ہو اسی کے پاس جا اور جو تجکو پسند کرے انھین کو جا کر اپنی آسائش اور ہزارطرح کے آرام سے فریب دے پھر کہا کہ بھلے لوگ کہان گئے زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر مٹی مین سڑتے ہین اور چند روز مین فنا ہو جاتے ہین مین نے اسکو پکارا کہ اے بندہ خدا مین آج دن بھر سے تیرے پیچھے تیرے فراغت پانے کا منتظر ہون اسنے کہا کہ بھلا اس شخص کو فراغت کسطرح ہوگی جو زمانے سے بیشی چاہتا ہے اور زمانہ اس سے بیشی چاہتا ہو اور ڈرتا ہے کہ کہین موت اسکے نفس پر سبقت نہ کر جاوے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جس کے دن تو گذر گئے ہون اور اسکے گناہ رہ گئے ہون پھر اسنے میری طرف سے دھیان پھیر خدا سے تعالیٰ سے مخاطب ہو کہنے لگا کہ ان گناہون کے واسطے تو ہی ہو اور ہر شدت کے واسطے جس کے آنے کی مجکو توقع ہے اور یہ آیت پڑھی وبدا لھم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا مین نے کہا کہ اسکا دم نکل گیا مین اسکے قریب گیا دیکھا تو تڑپ رہا ہو پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ مین کون ہون اور میرا خطرہ کیا ہے تو اپنے فضل سے میری برائی معاف کر اور اپنے پردۂ رحمت مین مجھ کو چھپا اور اپنے کرم ذاتی سے میرے گناہون سے درگذر فرما جس وقت کہ مین تیرے سامنے کھڑا ہون۔ مین نے اس سے کہا کہ قسم ہے تجکو اس ذات کی جس کی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہے مجھ سے کچھ کلام کر تو اسنے کہا کہ کلام اس سے جا کر کر وہ جس کے کلام سے تمکو کچھ فائدہ ہو اور اس شخص کے کلام کو جانے دو جسکو گناہون نے تباہ کر دیا ہو مین اس جگہ مین نہ معلوم کس مدت سے ابلیس سے لڑتا ہون اور وہ مجھ سے لڑتا ہے آج تک میرا کوئی مددگار نہ ملا کہ اس مصیبت سے مجکو نکالتا ایک تو آیا ہو تو بھی علیحدہ ہی رہ اسلیے کہ تو نے میری

زبان کو بیکار کر دیا اور اپنی بات کی طرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا مین تیرے شر سے خدا سے تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہون پھر توقع رکھتا ہون کہ وہ اپنے غصے سے مجھ کو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجھپر فضل کرے راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص خداے تعالیٰ کا ولی ہے ایسا نہو کہ کہین مین اسکو باتون مین مشغول کرون تو اسی جگہ مجھپر عذاب آ وے اس خیال سے مین اسکو چھوڑ کر واپس آیا اور ایک اور شخص روایت کرتے ہین کہ مین سفر مین چلتے چلتے ایک درخت کی طرف کو گیا کہ اس کے نیچے ذرا دم لون دیکھا تو ایک بوڑھا مجھپر چڑھا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اٹھ کھڑا ہو کہ موت مری نہین پھر سامنے ہی کو چل دیا مین اسکے پیچھے ہوا اور سنا کہ یون کہتا تھا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ الٰہی میرے لیے موت مین برکت کر مین نے کہا کہ بعد موت کے بھی اسنے کہا جو شخص بعد موت کے حالات کا یقین کرے وہ احتیاط اور خوف کے مارے چلنے کے لیے دامن اٹھائے رہیگا دنیا مین اس کے رہنے کی جگہ نہوگی پھر کہا کہ اے وہ شخص جسکی ذات کے لیے تمام چہرے ذلیل ہین اپنا دیدار دکھا کر میرے چہرے کو نورانی کر اور میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور فرداے قیامت مین اپنے سامنے کی جھڑکی کی فضیحت سے محفوظ رکھ اب تجھ سے مجھے شرم آنے کا وقت آپہونچا اور تجھ سے روگردان رہنے سے اب مین باز آیا اگر تیرا حلم نہوتا تو مجکو میری موت بھی نہ کھپاتی اور اگر تیرا عفو نہوتا تو میری توقع تیرے پاس کی چیزون تک نہ پھیلتی پھر وہ شخص مجکو چھوڑ کر چلا گیا اور مجاہدین کے باب مین یہ اشعار ہین اشعار

جسم مین ہو لاغری اور دل مین ہو غم کا اثر ؛ گہ پہاڑون مین ہو گاہے دشت مین اسکا گذر ؛ فاش جب ہوون پہ کرے نالہ مثال عندلیب ؛ خواب راحت رنگ رو کی طرح کر جائے سفر ؛ خوف اسکو جوش مین آوے تو پھر ہو مضطرب ؛ یون دعا مانگے اغثنی یا عمادی فی الخطر ؛ جو بری نوبت ہو تو اسکا خدا یا ہے حلیم ؛ تو بہت کرتا ہے بندون کی خطا سے درگذر ؛ اور کسی اور نے مجاہد کے حال مین کچھ اشعار لکھے ہین جسکا ترجمہ یہ ہو اشعار زنان مطربہ گر زیب تن کرین پوشاک ؛ نہووے ان مین فردہ جو اسکو ہے لذت کرے خدا کی طلب چھوڑ کر عیال اور مال ؛ بغیر سیر کسی سے نہ ہو اسے الفت ؛ رہے عبادت خالق مین اپنے خاطر خواہ پسند گوشہ نشینی ہو تا نہ ہو شہرت ؛ پھرے جہان کہین بس ذوق ہو تلاوت کا ؛ زبان و دل کو نہو ذکر کے سوا حرکت ؛ سنا وے فردہ رسان آ کے اسکے مرنے پہ ؛ کہ ہر طرح کے الم سے تجھے ملے راحت ؛ تمنا اسکی ہو جو کچھ پھر اسکو حاصل ہو ؛ ہزارون عیش کرے ہو کے داخل جنت ؛ اور کرز بن وبرہ کا دستور تھا کہ ایک روز مین تین بار ختم قرآن مجید کیا کرتے اور عبادات مین اپنے نفس پر مجاہدہ بہت کرتے لوگون نے انسے کہا کہ تم اپنے نفس پر بہت مجاہدہ کیا کرتے ہو انھون نے کہا کہ دنیا کی عمر کتنی ہو کہا کہ سات ہزار برس انھون نے پوچھا کہ قیامت کے دن کی کیا مقدار ہو کہا کہ پچاس ہزار برس آپ نے فرمایا کہ سات دن کا کام کرنے سے اگر تم اس قیامت کے دن سے بے خوف ہو جاؤ تو اس بات سے تم عاجز نہین ہو اس قول سے انکی غرض یہ ہو کہ اگر بالفرض آدمی دنیا کے برابر سات ہزار برس جیوے اور نفس پر اسلیے مجاہدہ کرے کہ اس ایک روز سے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے نجات پاوے تب بھی اسکو بہت فائدہ ہو اور آدمی کو چاہیے کہ ایسی صورت مین بھی جہاد نفس کی رغبت اسکو ہوتی اور جب عمر ذرا سی ہو اور آخرت کی کچھ انتہا نہین تب تو ظاہر ہے کہ زندگی بھر کے مجاہدہ کی آخرت کے سامنے کیا اصل ہو غرضکہ سیرت صلحاے سلف کی نفس کے مراقبے اور مجاہدے

میں ایسی ہوتی ہے پس اگر تمہارا نفس سرکشی کرے اور عبادت پر مواظبت کرنے سے باز رہے تو ان لوگوں کا حال مطالعہ کرو کیونکہ ایسے
لوگوں کا وجود اب نایاب ہے اور اگر ایسے لوگوں کا دیکھنا نصیب ہو اور دیکھ کر اقتدا کرو تو کیا کہنا ہے ؏ شنیدہ کے بود مانند دیدہ؛
دیکھنے کا اثر اقتدا میں بہت زیادہ ہوا کرتا ہے اور اگر دیکھنے سے عاجز ہو تو ان کے احوال سننے ہی سے غفلت نہ کرو بقول مشہور
؏ گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است؛ اور اپنے لیے دو باتوں میں ایک پسند کر دیا تو یہ کہ جو لوگ عاقل اور حکما اور دین میں اہل بصیرت
ہیں ان کی اقتدا کر سکے ان کے زمرے میں داخل ہو یا اپنے زمانے کے غافلین جاہلوں کی اقتدا کرو مگر ان بیوقوفوں کی جماعت
میں رہنا اور ان کو دونوں سے مشابہ ہونے نہیں پسند کرتا ہمیں مت ہو عقلا کی مخالفت کسی طرح اختیار مت کرو اور اگر تمہارا نفس یوں کہے کہ اکابر
سلف تو زبردست لوگ تھے ہم کو انکی اقتدا کی مجال نہیں تو تم عورتوں نے عبادت میں مجاہدے کیے ہیں ان کے حالات دیکھو اور نفس
سے کہو کہ کمبخت تجھے غیرت نہیں آتی کیا عورت سے بھی کم ہو گا یہ تو بڑی ذلت کی بات ہے کہ مرد ہو کر دین یا دنیا کے معاملے میں عورت
سے کم رہے۔ اب ہم کچھ تھوڑا سا حال مجتہد عورتوں کا لکھتے ہیں حبیبہ عدویہ کے حال میں لکھتے ہیں کہ انکا معمول تھا کہ جب نماز عشا
پڑھ چکتیں تو اپنی چھت پر کھڑی ہوتیں اور کرتہ اور دوپٹہ خوب کس کر کہتیں کہ الہی ستارے چمک رہے ہیں اور آنکھیں سو گئیں بادشاہوں
نے اپنے دروازے بند کر لیے ہر ایک حبیب اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا ہے میں تیرے سامنے کھڑی ہوں پھر نماز پڑھتی
رہتیں جب فجر ہو جاتی تو کہتیں کہ الہی رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہو گیا مجھے معلوم نہیں کہ تو نے مجھ سے یہ رات قبول فرمائی
تو میں مبارکباد دوں اپنے آپ کو یا تو نے نامنظور کی تو تعزیت کروں قسم ہے تیری عزت کی جب تک تو مجھکو باقی رکھے گا اپنا طریق یہی
رکھوں گی اور اگر تو اپنے دروازے سے مجھکو جھڑک دیگا تو میں ہرگز نہ ٹلوں گی اسلیے کہ میرے جی میں تیرے کرم اور جود سے بہت کچھ ہے اور
عجردہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نابینا تھیں رات بھر جاگتیں جب صبح ہوتی تو ایک آواز دردناک سے کہتیں کہ عابدوں نے تیرے ہی لیے تاریکی
شب کو بسر کیا تیری رحمت اور فضل مغفرت کی طرف سبقت کرتے ہیں الہی میں تیرے ہی ذریعے سے تجھ سے سوال کرتی ہوں کسی اور کے ذریعے
سے نہیں مانگتی کہ تو مجھکو سابقین کے اول زمرے میں کر دے اور مجھکو علیین میں مقربین کے درجے تک پہونچا دے اور اپنے نیک بندوں میں
شامل کر دے تو سب سے کریم ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین اور سب سے بڑا ہے اے کریم پھر سجدے کیلیے ایسی طرح گرتیں کہ انکے دعا کی آواز سنائی
دیتی پھر صبح تک دعا مانگتی اور روتی رہتیں اور یحیی بن بسطام کہتے ہیں کہ میں شعوانہ کی مجلس میں حاضر ہوتا اور جو کچھ انکی فریاد و زاری ہوتی
اسکو دیکھا کرتا ایکبار میں نے اپنے ایک یار سے کہا کہ چلو جب یہ تنہا ہوں تو ان سے کہیں کہ اپنے نفس پر کچھ نرمی کریں اس نے کہا کہ اختیار ہے
چلو ہم ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کریں اور اتنا نہ رویا کریں تو جو تمہاری مراد ہے اس پر یہ بات زیادہ ممد ہو گی وہ
یہ بات سنکر روئیں پھر کہا کہ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ اتنا روؤں کہ میرے تن میں آب آنسو نہ رہے پھر خون رویا کروں یہاں تک کہ کسی میرے عضو میں ایک قطرہ
خون کا باقی نہ رہے مگر مجھے رونا کہاں آتا ہے میں کب روتی ہوں اسی جملے کو بہت دفعہ کہا کہ میں کہاں روتی ہوں پھر بیہوش ہو گئیں اور محمد
بن معاذ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک عابد عورت نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل کی گئی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ تمام اہل جنت
اپنے اپنے دروازے پر کھڑے ہیں میں نے پوچھا کہ جنت والے کیوں کھڑے ہیں مجھ سے کسی نے کہا کہ اس عورت کے انتظار میں کھڑے ہیں جس کے لیے

جنتیں آراستہ کی گئی ہیں میں نے کہا کہ وہ عورت کون ہے مجھسے کسی نے کہا کہ ایک کالی لونڈی ایلہ کے لوگوں کی ہے جسکو شعوانہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ وہ تو میری
بہن ہے میں اسی گفتگو میں تھی کہ اتنے میں وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا میں اڑتی آ پہونچی جب میں نے انکو دیکھا تو پکارا کہ بہن تم تو مجھسے محبت کیا کرتی ہو اپنے
رب سے دعا کرو کہ مجکو بھی تمہارے ساتھ ملادے انھوں نے تبسم کیا اور فرمایا کہ ابھی تیرے آنیکا وقت نہیں آیا مگر میری دو باتیں یاد کرلے اول تو یہ کہ
اپنے دل پر مدام غم رکھنا دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنی ہوا ے نفس پر مقدم رکھنا پھر انشاء اللہ تعالیٰ تجکو نقصان نہ ہوگا کبھی تیری موت
آوے اور عبداللہ بن الحسن کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک روم کی لونڈی تھی جس سے میں بہت خوش تھا ایک رات وہ میرے پاس سوتی تھی
میں جو جاگا تو اس کو پہلو میں نپایا اٹھکر ڈھونڈھنے لگا دیکھا تو وہ سجدہ میں پڑی ہوئی کہ رہی ہے الٰہی بباعث اس محبت کے جو تجکو میرے ساتھ ہے مجکو بخشدے
میں نے کہا کہ یوں مت کہ کہ جو محبت تجکو میرے ساتھ ہے بلکہ یوں کہ جو محبت مجکو تیرے ساتھ ہے اسکے باعث گناہ معاف کر اسنے کہا کہ آقا صاحب یہ نہیں
وہی مجھسے محبت رکھتا ہے تو شرک سے نکالکر مشرف باسلام فرمایا اور اسی کی محبت سے یہ ہے کہ مجھے یہ رات کو جگایا حالانکہ بہت اسکی مخلوق سوتی ہے اور
ابوہاشم قرشی کہتے ہیں کہ ایک عورت یمن کی باشندہ جسکو سریہ کہتے تھے ہمارے ایک مکان میں آکر ٹھہری میں اسکی فریاد وزاری رات رہے سے سنا
کرتا ایک روز میں نے اپنے خادم سے کہا کہ اس عورت کو جھانک کر دیکھ کہ کیا کرتی ہے اسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ اور کچھ نہیں کرتی یہ کرتی ہے کہ اپنی
نظر آسمان کیطرف سے نہیں ہٹاتی اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی کہ رہی ہے کہ تونے سریہ کو پیدا کیا پھر اپنی نعمت سے اسکو غذا دی اور ایک حال سے دوسرے
میں رکھا تیرے سب احوال اسکے حق میں اچھے ہیں تیرے مصائب اسکے عندیے میں سلوک ہیں اور وہ باوجود اسکے اپنے آپکو تیرے غصے کیلیے
متعرض ہوتی ہے کہ بے تامل تیری نافرمانی کی جرأت کرتی رہتی ہے کیا تو یہ جانتا ہے کہ وہ یہ گمان کرتی ہوگی کہ تو اسکے افعال بد نہیں دیکھتا ہوگا حالانکہ
تو علیم اور خبیر اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اور ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ ایک رات میں وادی کنعان سے نکلا جبکہ وادی کے اوپر گیا تو دیکھا کہ سامنے
سے ایک کالی چیز میری طرف کو آتی ہے اور کہتی ہے کہ وبدا لهم من الله مالم يكونوا يحتسبون اور روتی ہے جب وہ مجھسے نزدیک ہوئی تو معلوم
ہوا کہ ایک عورت صوف کا جبہ پہنے اور ہاتھ میں ڈولچی لیے ہے اسنے کہا کہ تو کون ہے جو خداے تعالیٰ سے فارغ ہوکر اوروں کی طرف متوجہ
ہوتا ہے میں نے کہا کہ ایک مرد مسافر ہوں اسنے کہا کہ تعجب کی بات ہے خداے تعالیٰ کے ہوتے ہوے غربت و سفر کے کیا معنی ہیں اسکے اس کہنے
سے رو پڑا اسنے کہا کہ تو کیوں رویا میں نے کہا کہ دوا ایسے درد پر پڑی کہ زخم ہو گیا تھا اور دوا سے جلد اچھا ہونے لگا اسنے کہا کہ اگر تو
سچا ہے تو کیوں روتا ہے میں نے کہا کہ سچے کیا رویا نہیں کرتے اسنے کہا نہیں میں نے پوچھا کہ کیا وجہ اسنے کہا کہ رونا دل کی راحت ہوتا
ہے میں اسبات کو سنکر تعجب کرتا رہ گیا اور کچھ نہ کہا اور احمد بن علی کہتے ہیں کہ ہم نے عفیرہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی انھوں نے
ہمکو اجازت نہ دی ہم دروازہ ہی پر پڑے رہے اور کہیں نہ ہلے جب انکو معلوم ہوا تو وہ دروازہ کھولنے کو کھڑی ہوئیں اور یہ
کہکر دروازہ کھولا کہ الٰہی میں تجھسے پناہ مانگتی ہوں اس شخص سے جو مجکو تیرے ذکر سے روکے ہم اندر گئے اور انسے کہا کہ آپ ہمارے
لیے دعا کریں انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ضیافت میرے گھر میں یوں کرے کہ تمہاری مغفرت فرما دے پھر ہم سے کہا کہ عطاء
سلمی نے چالیس برس آسمان کیطرف نگاہ نہ کی اور ایک نگاہ نے جو انپر خیانت کی تو بیہوش ہوکر گر پڑے اور پیٹ میں کوئی پردہ پھٹ گیا
کاش عفیرہ اپنا سر اٹھاوے اور نافرمانی نہ کرے اور کیا اچھا ہو کہ اگر نافرمانی کی ہے تو اسکو دوبارہ نہ کرے اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ میں ایک روز

بازار گیا اور میرے ساتھ ایک حبشی لونڈی بھی مین بازار سے علیحدہ ایک جگہ پر اسکو بٹھلا گیا اور کسی ضرورت کو چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ جبتک مین نہ آؤن
یہان سے مت ٹلنا جب مین اپنے کام سے پھر کر آیا تو اسکو جہان بٹھلا گیا تھا وہان نہ پایا اپنے گھر کو واپس آیا اور نہایت غصہ اسپر تھا جب اسنے مجکو دیکھا
تو چہرے سے غصہ پہچان گئی اور مجھسے کہا کہ آپ جلدی نکیجئے میری بات سن لیجئے جسجگہ مجکو آپ بٹھلا گئے تھے وہان مین نے کوئی خدا کا ذکر کرنے والا نہ پایا
مجھے خوف ہوا کہ کہین یہ جگہ دھس نہ جاوے اسلیے مین وہانسے چلی آئی راوی کہتا ہے کہ مجکو اسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور اس سے کہا کہ تو آزاد ہے اسنے کہا
کہ یہ آپ نے برا کیا مین آپ کی خدمت کیا کرتی تھی تو مجکو دو ثواب ہوتے تھے اب ایک جاتا رہا اور ابن علاء سعدی کہتے ہین کہ میرے چچا کی لڑکی کا نام
بریرہ تھا وہ عابدہ تھین اور قرآن شریف بہت پڑھا کرتی تھین جب ایسی آیت پر آتین کہ اسمین دوزخ کا ذکر ہوتا تو روتین اسیطرح کیا کرتین یہانتک کہ رونے
کی کثرت سے انکی آنکھین جاتی رہین اسکے چچازاد بھائیون نے آپسمین کہا کہ چلو انکو کثرت گریہ کے باب مین ملامت کرین ہم سب کے سب انکے پاس گئے
اور پوچھا کہ اے بریرہ تم کیسی ہو جواب دیا کہ مہمان ہین اجنبی زمین مین پڑے ہین اور اسکے منتظر ہین کہ کب کوئی ہمکو بلاوے اور ہم جاوین ہم نے کہا
کہ پھر یہ رونا کبتک رہیگا آنکھین تو جاتی رہین انھون نے کہا کہ اگر میری آنکھون کو خدا کے یہان کچھ بہتری ہے تو دنیا مین جو کچھ ان مین سے جاتا
رہا اس سے انکا کیا نقصان ہوا اور اگر ان کو خدا کے یہان برائی ہو تو اور اس سے زیادہ روئیگی یہ کہکر منہ پھیر لیا لوگون نے کہا کہ یہان سے اٹھ کھڑے ہو
انکا حال کچھ اور ہی ہے اپنا سا حال نہین اور معاذہ عدویہ جب دن نکلتا تو کہتین کہ یہ وہ دن ہے جسمین مین مرونگی اور شام تک کچھ نہ کھاتین جب رات
ہوجاتی تو کہتین کہ اس رات مین مرونگی اور صبح تک نماز مین مصروف رہتین اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ مین ایک رات حضرت رابعہ کے
یہان رہا وہ اپنی محراب مین کھڑی ہوئین اور مین مکان کے ایک گوشے مین اور صبح تک ہم دونون کھڑے رہے جب صبح ہوئی تو مین نے کہا کہ جس
شخص نے ہم کو قوت اس رات کے قائم ہونے کی عنایت فرمائی اسکا شکر یہ کیا ہے حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اسکا شکر یہ ہے کہ دن کو اسکے واسطے روزہ
رکھین۔ اور شعوانہ اپنی دعا مین یون کہا کرتین کہ الٰہی مجھے تیرے ملنے کا نہایت شوق ہے اور تیرے بدلہ دینے کی بڑی توقع ہے تو وہ کریم ہے
کہ تیرے یہان توقع کرنے والون کی امید نہین ٹوٹتی نہ مشتاقون کا شوق تیرے یہان نکما ہو الٰہی اگر اب میری موت ہو اور کسی عمل نے مجکو تجھسے
نزدیک نہ کیا ہو تو اپنی بیماریون کا ذریعہ گناہون کے اقرار کو کرتی ہون پس اگر تو معاف فرماویگا تو تجھسے بہتر اور کون ہے جو ایسا کرے اور
اگر تو عذاب دیگا تو تجھسے عادل تر کون ہے الٰہی مین جو اپنے نفس کے لیے نظر کی تو اسپر ستم کیا اب اسکے واسطے تیرا حسن نظر رہا ہے اگر تو اسکا مطلب پورا
نہ فرماویگا تو اسکی خرابی اور تباہی ہے الٰہی تو میری زندگی بھر مجھپر احسان کرتا رہا تو اس احسان کو موت کے بعد قطع مت فرما اور جو شخص مجکو ایام حیات مین میرا
ذمہ دار احسان کا رہا ہے اس سے مجکو توقع ہے کہ مرنے کے وقت بھی مجھپر بخشش کرے الٰہی تو تو میری حیات مین ہمیشہ ذمہ دار میرے ساتھ سلوک ہی
کا رہا تو پھر بعد مرنے کے مین تیرے حسن نظر سے کسطرح مایوس ہون الٰہی اگر میرے گناہون نے مجکو ڈرایا ہے تو تیری محبت مجکو تجھسے ہوا اسنے اطمینان دلایا ہے
پس میرے معاملے کو اسطرح سے کر جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل بکر اس شخص پر کر جو جہل مین مغرور ہے الٰہی اگر تجکو میری رسوائی منظور ہوتی
تو تو مجکو ہدایت نفرماتا اور اگر میری فضیحت مقصود ہوتی تو پردہ پوشی کیون کرتا پس جس سبب سے کہ تو نے ہدایت کیا اسی سے مجکو بہرہ ور فرما اور جس باعث
سے پردہ پوشی کی اسکو ہمیشہ کر الٰہی مجھے گمان نہین کہ جس مطلب مین مین نے اپنی عمر کاٹی ہے اسکو تو نامنظور فرماکر مجکو ہٹا دیگا الٰہی اگر مین نے گناہ نہ کیا ہوتا تو
تیرے عذاب سے کیون ڈرتی اور اگر تیرا کرم نہ پہچانتی تو تیرے ثواب کی توقع کیون کرتی۔ اور خواص رح کہتے ہین کہ ہم رحلہ عابدہ کے

پاس گئے انکا حال یہ تھا کہ روزہ رکھتے رکھتے کالی پڑ گئی تھین اور روتے روتے اندھی ہو گئی تھین اور نماز پڑھتے پڑھتے بیسکتی ہو گئی تھین نماز بیٹھے بیٹھے
پڑھا کرتی تھین ہمنے انکو سلام کیا اور کچھ بیان عفو الٰہی کا کیا تاکہ انپر معاملہ آسان ہو جاوے انھون نے سنکر ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ من آنم کہ من دانم
میرے نفس کا حال مجھی کو معلوم ہے اسی سے میرا دل زخمی اور جگر پارہ پارہ ہے مین یہ چاہتی ہون کہ کاش خدا سے تعالیٰ مجکو نہ پیدا کرتا اور میرا کچھ ذکر
دنیا مین نہوتا یہ کہکر پھر نماز پڑھنے لگین پس اگر تمکو اپنے نفس کی نگاہداشت اور حفاظت منظور ہو تو ان مردون اور عورتون کا حال دیکھو جنھون
نے اجتہاد کیا تاکہ تم کو بھی سرور ابھرے اور حرص اجتہاد زیادہ ہو اور اپنے زمانے والون کیطرف ہرگز مت دیکھنا جن کے باب مین خدا
تعالیٰ فرماتا ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ اور اجتہاد والون کی حکایتین بیشمار ہین ہمنے جسقدر لکھی ہین عبرت والے کیلیے بس
ہین اور اگر تمکو زیادہ دیکھنا منظور ہو تو کتاب حلیۃ الاولیا کا مطالعہ ہمیشہ کیا کرو اسمین بیان حال صحابہ اور تابعین اور انکے بعد لوگون کا ہے اسکے
دیکھنے سے تمکو معلوم ہوگا کہ تم اور تمہارے اہل زمانہ سبکے سب اہل دین سے کسقدر دور ہین پھر اگر تمہارا نفس اسی زمانہ والون کو دیکھنے کو کہے اور یہ حجت
کرے کہ خیر اسی زمانہ مین ہے کہ بہت سے مددگار ہین علاوہ اسکے اگر ان کی مخالفت کرتے ہو تو لوگ دیوانہ کہینگے اور ہنسی کرینگے اسی لیے ضرور ہوا کہ ہم
باہمین مردمان بباید ساخت ؞ جو انکا حال ہوگا وہی تمہارا ہوگا مصیبت بھی ہوگی تو سب پر ہوگی اور مثل مشہور ہے مرگ انبوہ جشنے دارد تو نفس کی اس
دلیل سے ایسا نہو کہ تم دھوکا کھا جاؤ اور اسکے مکر مین مبتلا ہو جاؤ بلکہ اس سے یون کہو کہ بھلا اگر کوئی بڑا سیلاب آتا ہو جو شہر کے شہر کو تباہ کر دے
اور لوگون کو اسکی حقیقت معلوم نہو اسلیے وہ راہ احتیاط نہ چلین اور اپنی جگہ سے نہ ہلین اور تمکو انسے علیحدہ ہونے کی طاقت ہو کہ کشتی مین سوار
ہو کر اس سیلاب سے بچ سکتے ہو تو اسوقت بھی تمہارے دل مین گذرتا ہے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد اسوقت تو تم ان کی موافقت نہین کرتے اور
انکی احتیاط نہ کرنے کو حماقت سمجھتے ہو اور اپنے بچاؤ کی فکر کرتے ہو پس جب ڈوبنے کے ڈر سے جسکا عذاب ایکساعت کا ہے تم لوگون کی موافقت
ترک کر دیتے ہو تو پھر کیا بات ہے کہ جو عذاب ہمیشہ کا ہے اس سے گریز نہین کرتے اور ہر وقت اسکے مستحق ہوتے چلے جاتے ہو اور مصیبت جب عام
ہوتی ہے تو اچھی معلوم ہوتی ہے یہ بھی بیان درست نہین اسلیے کہ دوزخیون کو اتنی مہلت کہان ہے جو عام یا خاص کیطرف التفات کرین سوا اسکے دیکھو کہ
کفار کو صرف انکے اہل زمانہ کی موافقت ہی نے تباہ کیا انھون نے بھی یہی کہا تھا انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارہم مقتدون غرضکہ جب تم نفس کے
عتاب کرنے مین مشغول ہو اور اس سے اجتہاد لو اور وہ کہنا نہ مانے تو اسکو ملامت کرتے اور جھڑکنے سے باز نہ آؤ اور اسکو جتاتے رہو کہ یہ
نافرمانی تیرے حق مین بُری ہے پس کیا عجب ہے کہ وہ ان باتون کے باعث اپنی سرکشی سے باز رہے چھٹا مقام نفس کی توبیخ اور عتاب مین
واضح ہو کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اسکا نفس ہے جو بغل کا گھونسا ہے وہ بدی کا امر کرتا ہے اور مائل بشر پیدا ہوا ہے خیر سے بھاگتا رہتا ہے اور
آدمی کو اسکے تزکیہ اور راست رکھنے اور زبردستی خدا سے تعالیٰ کی عبادت پر آمادہ کرنے اور شہوات سے روکنے اور لذات سے علیحدہ رکھنے کا حکم
ہوا ہے پس اگر آدمی اسکی خبر نہ لے تو سرکشی کر کے بھاگ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہین آتا اور اگر ہمیشہ ڈانٹ اور عتاب اور ملامت کرتا رہے تو وہی
نفس پھر نفس لوامہ ہو جاتا ہے جسکی قسم خدا سے تعالیٰ نے کھائی ہے اور توقع ہے کہ رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ ہو جاوے جو زمرۂ بندگان الٰہی مین راضی اور مرضی
ہو کر بلایا جاویگا اسلیے آدمی پر لازم ہے کہ کسیوقت اسکی نصیحت اور عتاب سے غافل نرہے اور دوسرے کو نصیحت جب کرے جب اول اپنے نفس
کو کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابن مریم تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت مان جاوے تو پھر لوگون کو

نصیحت کر ورنہ مجھ سے شرم کر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وذکر فان الذکری تنفع المومنین اور اسکا طور یہ ہے کہ نفس کی طرف متوجہ ہو کر اس کی بیوقوفی اور غباوت اور نادانی ثابت کر دے کہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ سمجھتا ہے اور اگر اسکو احمق کہہ دے تو بہت ہی برا مانتا ہے پس اس سے یوں کہنا چاہیے کہ اے نفس تو کتنا بڑا جاہل ہے تو کہتا ہے کہ میں حکمت اور ذکا اور دانائی میں یکتا ہوں مگر تیرے برابر بیوقوف اور کم فہم کوئی نہیں کیا تو نہیں جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہیں اور انہیں سے ایک میں تو عنقریب جاوے گا پھر تجھے کیا ہوا ہے کہ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور کھیل میں مشغول رہتا ہے حالانکہ تجھ سے یہ بڑا کام لیا جاتا ہے شاید آج یا کل تجکو موت آ جاوے اور جسکو دور سمجھتا ہے خدا کے نزدیک وہ قریب ہی ہے کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ جو آنے والی چیز ہوتی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے بعید وہ ہے جو آنے کی نہیں کیا تو یہ نہیں جانتا کہ موت جب آتی ہے تو یکایک آتی ہے نہ کوئی اسکا پہلے قاصد آوے نہ کچھ وعدہ اور پیام ہو نہ یہ کہ گرمی میں آوے اور جاڑے میں نہ آوے یا جاڑے میں آوے گرمی میں نہ آوے یا دن کو آوے رات کو نہ آوے یا رات کو آوے دن کو نہ آوے یا لڑکپن میں آوے جوانی میں نہ آوے یا جوانی میں آوے لڑکپن میں نہ آوے بلکہ ہر ایک سانس میں ناگاہ موت کا آنا ممکن ہے اور اگر موت دفعۃً نہ ہو تو مرض تو دفعۃً ہوتا ہے جو موت پر پہونچا دیتا ہے پس نہ معلوم تجھے کیا ہوا ہے کہ باوجودیکہ موت اتنی نزدیک ہے اسکی تیاری نہیں کرتا کیا تو اس آیت کو نہیں سمجھتا اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون ما یاتیہم من ذکر من ربہم محدث الا استمعوہ وہم یلعبون لاہیۃ قلوبہم اگر تو خدائے تعالیٰ کی نافرمانی پر اسلیے جرأت کرتا ہے کہ تیرے اعتقاد میں خدائے تعالیٰ تجکو نہیں دیکھتا تو تو بڑا کافر ہے اور اگر خدائے تعالیٰ کو اپنے اوپر مطلع سمجھتا ہے تو سخت بیحیا ہے اگر تیرے سامنے کوئی تیرا غلام بلکہ تیرا بھائی کوئی ایسی بات کرے جو تجکو بری معلوم ہو تو تو کتنا ناک منہ چڑھاوے اور غصہ دکھاوے پھر کونسی جرأت سے تو خدائے تعالیٰ کے غصہ کا متعرض ہوتا ہے اور اسکے عذاب وعقاب سے نہیں ڈرتا کیا تجکو یہ گمان ہے کہ اسکے عذابوں کی برداشت کر سکو نگا ہرگز نہیں یہ بات دل سے دور رکھ اور اگر اسکے عذاب کا امتحان کیا چاہے تو ایک ساعت تپش آفتاب میں یا حمام تیز میں بیٹھ یا اپنی انگلی آگ سے قریب کر تاکہ قدر طاقت اور حوصلا اپنا معلوم ہو جاوے یا یہ مغالطہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کریم اور صاحب فضل ہے اسکو کسی کی طاعت کی حاجت نہیں پس اللہ تعالیٰ کے کرم پر دنیا کے کاموں میں کیوں نہیں اعتماد کرتا جب کوئی دشمن تیرا قصد کرتا ہے تو کیوں حیلے اسکے دفع کے کرتا ہے جب کبھوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسکو دور کر دیگا یا جب کوئی کام دنیاوی تجکو دبا تا ہے جو بدون روپئے پیسے کے نہیں سرانجام ہوتا تو اسوقت تیرا کیوں دم سا نکلتا ہے اور اسکی طلب میں بیسیوں حیلے بناتا ہے اسوقت اعتماد کرم الٰہی پر کہاں جاتا ہے کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی خزانہ بتلا دیگا یا کسی اپنے بندے کو بھیجدے گا کہ تیرا کام بدون تیرے ہاتھ پاؤں ہلائے سرانجام کر دیگا کیا تو یہ جانتا ہے کہ خدائے تعالیٰ صرف آخرت ہی میں کریم ہے دنیا میں نہیں اور تجھے تو معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ کا طریق بدلا نہیں جاتا اور دنیا و آخرت کا پروردگار ایک ہی ہے اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جو وہ کماوے ارے نفس تیرے جھوٹے دعوے اور نفاق بڑے ہی عجیب ہیں اسلیے کہ تو زبان سے تو دعویٰ ایمان کرتا ہے مگر نفاق کا اثر تجھ پر ظاہر ہے دیکھ تیرا آقا اور پروردگار فرماتا ہے ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ اور آخرت کے باب میں فرماتا ہے وان لیس للانسان الا ما سعی ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص دنیا کے امر کی کفالت تو خود اسنے فرمائی ہے کہ تیری سعی کی اسمیں کچھ حاجت نہیں اور

آخرت کو تیرے کی کمائی پر منحصر رکھا مگر تونے اپنے افعال سے خدائے تعالیٰ کو جھوٹا کیا کہ جس چیز کی کفالت وہ کرتا ہی اسپر تو مدہوشوں اور باؤلوں کیطرح
گرتا ہی اور امر آخرت کو جو تیری سعی پر منحصر رکھا تھا اس سے بالکل روگردان اور حقارت کناں ہی پس یہ تو نشان ایمان نہیں اگر زبان ہی سے
ایمان معتبر ہوتا تو منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں کیوں ہوتے ارے کمبخت گویا تو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا اور گمان
کرتا ہی کہ مرنے کے بعد تجکو رہائی ہوجاویگی اور بھاگ جاویگا ہرگز ایسا نہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ایحسب الانسان ان یترک سدی الم یک نطفۃ
من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی پس اگر تجکو یہی گمان ہے کہ ویسے
ہی چھوڑ دیا جاویگا تو تیری برابر اور جاہل نہیں اور تو پکا کافر ہی یہ تو سوچ کہ اللہ تعالیٰ نے تجکو کس چیز سے بنایا ہی چنانچہ خود فرماتا ہی قتل الانسان ما
اکفرہ من ای شئ خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ پھر کیا تو اسکو جھوٹ جانتا ہی کہ جب وہ چاہے گا
تجکو مرنے کے بعد اٹھا کھڑا کر لیگا۔ اگر تو جھوٹ نہیں جانتا تو پھر احتیاط کیوں نہیں کرتا اور اگر بالفرض کوئی یہودی تجھ سے کہدے کہ تیرے
مرض میں فلاں کھانا مضر ہی تو گو وہ تیرے نزدیک سب کھانوں سے لذیذ تر ہو مگر تو اس سے صبر کر لیگا اور اسکو چھوڑ دیگا اور
جی کو کڑا کر لیگا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جن انبیا کو معجزے عنایت ہوے انکا قول اور خدائے تعالیٰ کا قول اسکی آسمانی کتابوں میں تیرے
نزدیک اتنا بھی نہیں کہ ایک یہودی کے قول کے برابر ہو جو اٹکل پچو بے دلیل باوجود نقصان علم و عقل کے کہدیتا ہی کہ اسکا اثر تو ہوتا ہے
اور خدا اور رسول کے کہنے کا اثر نہیں اور اس سے عجیب تر یہ ہی کہ اگر کوئی لڑکا تجھ سے کہدے کہ تیرے کپڑوں میں ایک بچھو ہی تو بدوں
اسکے کہ تو کوئی حجت پوچھے فوراً اپنے کپڑے پھینکدیتا ہی گویا انبیا اور علما اور حکما اور تمام اولیا کا قول تیرے نزدیک لڑکے کے قول سے بھی
کمتر ہی جو شخص نادان ہوتا ہی یا یہ کہ جہنم کی حرارت اور اسکے طوق اور عذاب اور سنبھڑا اور گرز اور پیپ اور ہوائے گرم اور سانپ بچھو کو دنیا کے
بچھو سے کم جانتا ہی جسکی تکلیف اڑ کر ایک روز یا اس سے بھی کم ہوتی ہی یہ کام تو دانشمندوں کا نہیں بلکہ اگر بہائم پر تیرا حال منکشف ہو تو تجھپر
اور تیری عقل پر ہنسیں پھر اے کمبخت اگر تو ان سب پر ایمان رکھتا ہی اور واقعی جانتا ہی تو کیا وجہ ہی کہ عمل میں لیت ولعل کرتا ہی موت تو تیری
گھات میں لگی ہی کیا عجب ہی کہ مہلت نہ لینے دے اور جلدی سے اچک لے تو کس باعث سے اس سے نڈر بیٹھا ہے کہ جلد نہ آوے گی اور
ہمنے مانا کہ تجکو سو برس کی مہلت ملجاوے تب بھی تو راستہ بدوں کاٹے نہیں کٹتا اور کام بدوں کیے تمام نہیں ہوتا فرض کرو کہ ایک شخص
فقہ سیکھنے کو گھر سے باہر نکلے اور باہر جا کر برسوں بیکار نکما بیٹھا رہے اور نفس کو وعدہ کرتا رہے کہ پچھلے برس سیکھ لونگا جب گھر کو جانے کے
تھوڑے دن رہینگے تو تجکو اس شخص کی عقل پر ہنسی آویگی کہ یہ بھی عجیب شخص ہی کہ ذرا سی مدت میں فقہ سیکھنا چاہتا ہی یا بدوں فقہ سیکھے فقہا کے
منصب کا طالب ہی اور خدائے تعالیٰ کے کرم پر بھروسا رکھتا ہی بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہی پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آخر عمر میں کوشش عمل میں کرنی نافع
ہی اور اس سے بلند درجے ملتے ہیں تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی زندگی بہت باقی ہی شاید یہی روز آخری ہو پس اسمیں مشغول بعبادت نہونے
کے کیا معنی اگر مہلت کا پروانہ بھی ملگیا ہو تب بھی عمل پر مبادرت نہ کرنے اور لیت ولعل کرنے کی کیا وجہ ہے بجز اسکے کہ اپنی خواہشوں
کے خلاف کرنے سے عاجز ہی اسلیے کہ اسمیں محنت و مشقت ہوتی ہی پس اگر یہ انتظار ہے کہ عبادت ایسے دن کریں جسدن مخالفت
شہوات کی دشوار نہ معلوم ہو تو ایسا دن نہ خدائے تعالیٰ نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے کو پیدا فرماوے جنت تو جب ملیگی تو شاق باتوں سے گھیری ہوئی

ملیگی اور وہ کبھی نفس پر ہلکی نہ معلوم ہوگی اسکا وجود تو محال ہی سوچ تو سہی کہ کب سے تو وعدہ کرتا ہی کہ کل کرونگا اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہو جاتی ہی جب آج ہی نہ کیا تو کل کیا کریگا مجھے یہ نہیں معلوم کہ جو کل آج ہو گئی اسکو حکم گذشتہ کا ہو گیا بلکہ اصل یہی ہی کہ تو آج اگر عاجز ہی تو کل کو عاجز تر ہوگا اسواسطے کہ شہوت مثل جمے ہوے درخت کے ہی جسکا اکھاڑنا بندے کے لیے داخل عبادت ہی پس اگر سستی کے باعث اسکو نہ اکھاڑا اور دوسرے دن پر رکھا تو اسکی مثال ایسی ہی کہ جب آدمی قوی اور جوان ہوا اسوقت درخت کے اکھاڑنے سے عاجز ہو کر ایک برس اور اسے رہنے دے اور جانتا ہو کہ مدت کے زیادہ ہونیسے درخت میں مضبوطی زیادہ ہو جاتی ہی اور آدمی میں ضعف آ جاتا ہی تو جس درخت کو کہ جوان ہو کر نہ اکھاڑ سکا اسکو بڑھاپے میں کبھی نہ اکھاڑ سکیگا شیخ سعدی فرماتے ہیں قطعہ درختے کہ اکنون گرفت است پاے ؛ بہ نیروے شخصے برآید ز جاے ؛ وگر ہمچنان روزگارے ہلی ؛ بگردونش از بیخ برنگسلی ؛ واقعی یہ ہی کہ بڑھاپے کی ریاضت ایک مشقت ہی مشقت ہی مثل مشہور ہی کہ بوڑھے طوطے نہیں پڑھتے بھیڑیے کی تادیب محض تعذیب ہی تر لکڑی کو جیسے چاہو موڑ لو اگر خشک ہو جاوے گی تو پھر نہ مڑیگی ؎ چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ ؛ نشود خشک جز بہ آتش راست ؛ پس اے نفس اگر تو ایسی صاف صاف باتوں کو بھی نہیں سمجھتا اور تاخیر پر مائل ہی تو پھر کیوں اپنے آپ کو عاقل کہتا ہی اس حماقت سے بڑھکر اور کونسی ہوگی اور شاید تو یہ تقریر کرے کہ میں عمل پر اسلیے مستقیم نہیں ہو سکتا کہ لذت شہوت کا حریص ہوں اور تکلیف و مشقت پر کم صبر کر سکتا ہوں تو یہ نہایت ہی درجہ کی حماقت اور پلے سرے کا برا عذر ہی اسلیے کہ اگر یہ بات تیری سچی ہی تو ایسی شہوات کا طالب کیوں نہیں ہوتا جو ابد الآباد تک صاف اور خالی از جملہ کدورات ہوں اور انکے ملنے کی توقع جنت کے سوا اور جگہ نہیں اور اگر واقع میں تو شہوت ہی کا حریص ہی تو یہ حرص اسطرح مٹ سکتی ہی کہ تو شہوت دنیاوی کے خلاف کرے ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک لقمہ کے باعث بہت سے لقموں سے دست بردار ہونا پڑتا ہی اور ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کسی مریض کو کوئی طبیب کہے کہ ٹھنڈا پانی تین دن مت پینا تاکہ تندرست ہو جاوے اور پھر مزے سے عمر بھر پیا کرو اور یہ بھی کہدے کہ اگر اس تین دن کے عرصہ میں پانی پیوگے تو کسی سخت مرض دیر پا میں مبتلا ہو جاوگے اور تمام عمر کا پینا چھوٹ جاویگا تو اس صورت میں مقتضائے عقل اس بیمار کے لیے کیا یہ ہی کہ تین دن صبر کرکے تمام عمر عیش سے رہے یا اسیوقت اپنی خواہش پوری کرے کہ مجھسے تین دن صبر نہو سکیگا اور مخالف خواہش کی تکلیف برداشت نہو سکیگی گو اسکے بعد تین سو دن یا تین ہزار دن برداشت کرنی پڑے اب اگر تمام عمر کو مدت ثم سا لیش اہل جنت اور عذاب اہل دوزخ کے ساتھ نسبت کرو کیونکہ یعنی ایام زندگی کو ابد کیطرف نسبت کرو تو جو نسبت تین دن کو ہی تمام عمر کیطرف اسکے بھی وہ تھوڑی ہی ہوگی گو آدمی کی عمر کتنی ہی بڑی ہو کیونکہ صورت اول نسبت محدود چیز کی ہی لا انتہا شی کیطرف جو واقع میں کچھ بھی نہیں اور صورت دوم میں محدود کی نسبت دوسری محدود چیز کیطرف ہی یہ خواہ مخواہ بڑی ہوگی اور یہ تو کوئی بتا دے کہ شہوات سے صبر کرنے کی تکلیف سخت اور اسکی مدت بڑی ہی یا درکات دوزخ میں رہنے اور آگ کی تکلیف سہنے کی پس جو شخص کہ مجاہدے کی تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا اس سے خدائے تعالیٰ کے عذاب کی تکلیف کیسے برداشت ہوگی پس جو تو اپنے نفس پر شفقت کرنے میں سستی کرتا ہی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو خفیہ کفر رکھتا ہی یا علانیہ بیوقوفی کفر خفی تو یہ ہی کہ روز حساب پر ایمان ضعیف ہو اور مقدار ثواب اور عذاب کو بڑا نہ جانتا ہو اور علانیہ بیوقوفی یہ ہی کہ خدائے تعالیٰ کے کرم اور عفو پر اعتماد ہو اور اسکی ان باتوں پر التفات نہو کہ وہ عذاب دینے کے لیے مہلت بھی دیتا ہی اور تیری عبادت کی اسکو کچھ پروا نہیں پھر باوجود اسکے

روٹی کے لقمے مین یا کوڑی بھر مال کے باب مین یا خلق سے کسی کلمہ کے سننے مین خدائے تعالیٰ کے اوپر اعتماد نہین کرتا بلکہ جتنے حیلے اسباب مین حصول غرض کے لیے ہون سب کو استعمال مین لاتا ہو اسی جہالت کے باعث حماقت کا لقب تجکو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے عنایت ہوا چنانچہ فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ الامانی۔ ارے کمبخت دنیا کی زندگی پر مغرور نہو ورنہ اور کسی چیز سے خدائے تعالیٰ پر مغالطہ کھاتا تو اپنی آپ فکر کر دوسرے پر تیرا مطلب بہم نہین اپنے اوقات ضائع مت کر کہ چند نفس گنتی کے ہین جب ایک سانس چلا جاتا ہو تو تجھ مین سے کچھ کم ہی ہوجاتا ہو بیمار ہونے سے پیشتر تندرستی کو غنیمت جان اور شغل سے پیشتر فارغ ہونے کو اور مفلسی سے پہلے تونگری کو اور بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پیشتر زندگانی کو اور جبتک تو آخرت مین رہے اسیقدر اسکی تیاری کر دنیا مین بھی تو تو اسیطرح کرتا ہو کہ جتنی مدت جاڑے کی ہوتی ہو اتنے ہی دنون کا سامان کیا کرتا ہو کہ غذا اور لباس اور لکڑیان وغیرہ لوازم اکٹھا کرلیتا ہے اور ان مین سے کسی چیز مین خدائے تعالیٰ کے کرم پر تکیہ نہین کرتا کہ وہ آپ اپنے فضل سے سردی کی تکلیف بدون جبہ اور اون اور لکڑی وغیرہ کے دفع کر دیگا حالانکہ وہ اسکے بھی اوپر قادر ہو تو پھر کیا تجھے یہ گمان ہو کہ جاڑون کی سردی کی نسبت کر جہنم کے زمہریر مین سردی کم ہوگی یا تھوڑے دنون رہیگی یا یہ گمان ہو کہ وہان کے زمہریر سے بدون کچھ کیے نجات ہوجاویگی یہ بات دل سے دور رکھ بلکہ جیسے جاڑے کی سردی بدون لبادے اور آگ اور دوسرے لوازم کے نہین جاتی اسیطرح حرارت وبرودت جہنم بھی بدون گڈھی توحید اور طاعت کے خندق کے نہین جانے کی اور کرم الٰہی یہ کیا تھوڑا ہو کہ تجکو طریق قلعہ بند ہونے کا بتلایا اور اسکے سامان تیرے لیے مہیا کیے جیسے جاڑے کی سردی کے دفع کے لیے آگ کو پیدا کیا اور اسکے نکالنے کا طریق سنگ اور لوہے وغیرہ سے بتلا دیا تاکہ تو خود سردی کو اپنے اوپر سے ٹال کرم اسکا یہ نہین ہو کہ بدون قلعہ کے تجھ سے عذاب دور کردے یا بدون لوازم و اسباب ظاہری کے سردی گرمی کو ٹالے رکھے اور جسطرح لکڑیون کا خریدنا اور جبہ وغیرہ کا لینا کچھ خدائے تعالیٰ کے کام کا نہین وہ ان سب سے بے پروا ہو بلکہ ان چیزون کو صرف تیرے آرام کے لیے بنایا ہو اسیطرح جتنے طاعات اور مجاہدات ہین انسے بھی وہ مستغنی ہو یہ چیزین صرف تیری نجات کے لیے ہین مولانا روم فرماتے ہین قطعہ

من نہ کردم امر تا سودے کنم ؛ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم ؛

پس جو کوئی اچھا کرے گا وہ اپنے واسطے اور برا کریگا تو اپنے واسطے اللہ تعالیٰ سب سے بے پروا ہو اے نفس اپنا جہل چھوڑ اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ۔ اور فرمایا کما بدانا اول خلق نعیدہ۔ اور فرمایا کما بداکم تعودون۔ اور خداوند کریم کے طریق وعادات مین کچھ تغیر اور تبدل کو راہ نہین اے کمبخت مین تو تجھے دنیا ہی سے مالوف اور مانوس دیکھتا ہون اسی سبب سے اسکی جدائی تجھ پر شاق ہو تو اس سے نزدیک ہوتا جاتا ہو اور اپنے نفس مین اسکی دوستی مضبوط کرتا جاتا ہو تو جان لے کہ تو خدائے تعالیٰ کے ثواب اور عذاب اور احوال قیامت اور وہان کے حالات سے غافل ہو اور اسی سبب سے موت پر تجکو ایمان اور یقین نہین کہ اس سے تجھ مین اور تیرے دل چاہتی چیز مین جدائی ہوگی بھلا بتا تو کہ اگر کوئی شخص بادشاہی گھر مین جاوے اسلیے کہ دوسرے دروازہ سے نکلجاوے اور اسمین کسی خوبصورت پر یہ جان کر نظر ڈالے کہ ہمہ تن دل اسمین مصروف ہوجاویگا اور انجام کو اسکی جدائی ضرور ہوگی تو ایسا شخص عاقل ہوگا یا عقل کا دشمن اسیطرح یہ دنیا مالک الملک کا گھر ہے اور تجکو اسمین صرف اجازت گذرنے کی دیگئی ہو اور جتنی چیزین اس دنیا مین ہین وہ اس سے سفر کرنیوالون کے ساتھ نہین جاتین موت سے

بعد دنیا ہی میں رہتی ہیں اور اسیواسطے سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان روح القدس نفث فی روعی احبب ما احببت
فانک مفارقہ واعمل ما شئت فانک مجزی بہ وعش ما شئت فانک میت تجھے کیا معلوم نہیں کہ تجھ میں دنیا کیطرف التفات کرکے اس سے مانوس ہوتا ہے
اور باوجودیکہ موت اسکے پیچھے ہے تو جب اسکو چھوڑ دیتا ہے بہت سی حسرت لیجاتا ہے اور توشہ اپنا زہر قاتل کو کرتا ہے اور وہ خود نہیں جانتا
گذرے ہوئے لوگوں کا حال نہیں دیکھتا کہ کیسے اونچے مکان بنائے پھر چھوڑ کر چلے گئے شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ؛ رفت و منزل
بدیگرے پرداخت ؛ ان کی زمین و ملک پر اللہ تعالٰی نے کیسے انکے دشمنوں کو وارث کردیا ہے دیکھ لے کہ جو چیز انکے کھانے کی نہیں اسکو کیونکر
جوڑتے ہیں اور جس مکان میں نہیں رہتے اسکو کسطرح بناتے ہیں اور توقع ایسی ایسی کرتے ہیں جو انکو نہیں ملتی ہر ایک شخص اونچا
مکان آسمان کیطرف کو بناتا ہے اور اسکے رہنے کی جگہ قبر زمین کے اندر ہوگی تو بتاؤ کہ دنیا میں حمق اور کم عقلی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کوئی اپنی
دنیا کو آباد کرتا ہے حالانکہ اس سے سفر ضرور کریگا کوئی اپنی آخرت خراب کرتا ہے حالانکہ اسکی طرف ضرور جاویگا پس اے نفس تجکو ان احمقوں
کی حماقت میں موافقت کرنے سے شرم نہیں آتی اب فرض کر کہ تو اہل بصیرت میں سے نہیں کہ جسکو یہ باتیں سوجھیں بلکہ بشریت ہی سے چاہتا ہے
کہ کسی کے موافق ہو جاوے اور کسی کا اقتدا کرے تو اس صورت میں انبیا اور علما اور حکما کی عقل کو اور ان لوگوں کی عقل کو جو دنیا پر اوندھے منھ گرے
ہوئے ہیں مقابلہ کر اور اگر تو اپنے آپ کو عاقل جانتا ہے تو انہیں سے جو تیرے نزدیک زیادہ عاقل ہوں انکا اتباع اور اقتدا کر اے
نفس تیرا حال عجیب ہے اور جہل نہایت سخت اور سرکشی ظاہر تر تعجب ہے کہ تو ان صاف اور کھلی باتوں سے اندھا بن رہا ہے شاید جاہ کی محبت سے تیری
آنکھوں میں چربی چھا گئی ہے تو یہ نہیں سوچتا کہ جاہ صرف بعض لوگوں کے میل کرنے کا نام ہے تو فرض کرلے کہ جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں سب تجھے
سجدہ کرتے ہیں اور کہا مانتے ہیں پھر کیا تو یہ نہیں جانتا کہ پچاس یا سو برس کے بعد نہ تو پردۂ زمین پر رہیگا نہ وہ جنہوں نے تجھے سجدہ کیا
تھا اور تیری اطاعت کی تھی اور پھر ایک اور زمانہ آویگا کہ جسمیں نہ تیرا ذکر رہیگا نہ ان شخصوں کا ذکر رہیگا جو تیرا ذکر کرتے تھے جیسے تجھے
پیشتر کے بادشاہوں کا حال ہوا کہ اب کہیں بتادے کسی کا نام و نشان پایا جاتا ہے پس ایسی چیز جو ہمیشہ کو رہے اسکو ایسی چیز کے عوض
بیچنا جو پچاس یا سو برس رہے تو کیسے بیچتا ہے اور جاہ بھی اس صورت میں کہ تو زمین کے بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ ہو اور مشرق و مغرب
تیری اطاعت کریں اور جمیع لوازم اسکے تیرے پاس موجود ہوں اور جس صورت میں کہ تو اپنے ادبار اور نحوست سے کسی محلہ کا کیا اپنے گھر کا
مالک نہو تو اس صورت میں آخرت کو چھوڑنا نہایت ہی حماقت ہے پھر اگر آخرت کی رغبت کے باعث تجھسے دنیا نہیں چھوٹتی اسوجہ سے کہ تو
جاہل ہے اور بصیرت نہیں رکھتا تو یہی خیال کرکے چھوڑ دے کہ دنیا کے شریک خسیس ہیں اور اسمیں مشقت بہت ہے اور جلد فنا ہوجاتی ہے جب بہت
دنیا تجھے چھوڑے ہوئے ہے تو تو اس میں سے تھوڑی کو کیوں نہیں چھوڑتا یعنی بہت مال اگر تیرے پاس نہیں آتا تو تھوڑے کو خود مت لے
اور اگر دنیا تیرے موافق ہے تو تو خوش کیوں ہوتا ہے تیرے شہر ہی میں بہت لوگ کافر ایسے ہونگے جو دنیا میں تجھسے بڑھکر ہونگے اور
اسکی لذت و زینت انکے پاس تجھسے زیادہ ہوگی پس تف ہے دنیا پر جسمیں خسیس لوگ بھی تجھسے بڑھکر ہوں اور جو کہ تو انبیا اور صدیقین مقربین
کے زمرے میں رہنے اور رب العالمین کے ہمسایہ میں رہنے سے منھ پھیر کر ان احمق جاہلوں کی جماعت میں جو بتوں کے پاس رہنا اختیار کرتا ہے
اور وہ بھی چند روز کے لیے تو معلوم ہوا کہ تو بڑا ہی جاہل دہمت کا خسیس اور عقل کا کچا ہے کہ نہ دنیا ہی ملی نہ دین ملا ارے کمبخت اب تو سبقت کرکہ مرکے

پھر آ پہونچا موت نزدیک آ گئی پیام اسکا آموجود ہوا جو کرنا ہو اب کر لے تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھیگا نہ روزہ رکھیگا نہ خدا کو تجھ سے
راضی کر دیگا اے کمبخت اب تیری زندگی کے چند روز رہے ہین اور یہی تیرا سرمایہ ہو بشرطیکہ اسمین تو تجارت کرے اکثر سرمایہ تو تو ضائع کر ہی چکا ہے کہ
اگر تمام عمر اس برباد رفتہ زمانے پر روویگا تب بھی تھوڑا ہو اور اگر عادت پر اصرار کر کے باقی عمر کو بھی تلف کر ڈالیگا تو کیا حال ہوگا کیا تو نہین جانتا کہ
موت تیری وعدے کی جگہ ہو اور قبر تیرا گھر اور مٹی تیرا بستر اور کیڑے تیرے انیس اور مانند صبر جلیس ہو اور خوف اکبر قیامت کا سامنے لگا ہوا ہو کیا تجھے
معلوم نہین کہ مردون کا لشکر شہر کے دروازہ پر تیرا منتظر ہو انھون نے اپنے اوپر کڑی قسمین دے لی ہین کہ بدون تجھے ساتھ لیے نہ ملینگے کیا تو یہ
نہین جانتا کہ وہ سب تمنا کرتے ہین کہ کاش ہمکو ایک روز ملے جو دنیا مین جا کر اپنے قصورون کا تدارک کر آوین اور تجھکو تو یہ بات حاصل ہو کہ اگر تو اپنی عمر
کا ایک روز تمام دنیا کے عوض انکے ہاتھ بیچے تو وہ اسکو بہزار خوشی خرید لین بشرطیکہ انکو قدرت ہو اور تو اپنے دنون کو یون غفلت اور بیکاری
مین تلف کر رہا ہو اے کمبخت تجھکو ذرا شرم نہین اپنے ظاہر کو تو خلق کے لیے بناتا سنوارتا ہو اور باطن مین بڑے بڑے گناہ کر کے خداے تعم
سے لڑتا ہو خلق کی تو شرم ہو اور خالق کی نہین کیا وہ تجھکو خلق کی نسبت کر بھی کم دیکھتا ہو لوگون کو تو تو خیر کے لیے حکم کرتا ہے اور اپنے آپ ایسی
پاجی باتون مین آلودہ ہو اورون کو خداے تعم کیطرف بلاتا ہو اور خود اس سے بھاگتا ہو اورون کو اسکی یاد دلاتا ہے اور خود اسکو بھولا ہوا ہو
کیا تجھے یہ معلوم نہین کہ گنہگار پاخانہ سے زیادہ بدبودار ہوتا ہو اور پاخانہ دوسرے کو پاک نہین کر سکتا تو جب تیرا باطن پاک نہین تو دوسرے
کے پاک کرنے کی طمع تجھکو کیا حاصل ہو ارے کمبخت اگر تو اپنے آپکو جیسا چاہیے ویسا پہچانے تو تو یہی گمان کرے کہ جتنی بلائین لوگون پر آتی ہے وہ سب
تیری نحوست سے ہو تیرا حال ہو تو تو شیطان کا گدہا بنگیا ہو کہ جہان چاہتا ہو وہان تجھے لیے پھرتا ہو اور تیری ہنسی کرتا ہو اور باوجود اسکے کیا اپنے عمل
پر شیخی کرتا ہو حالانکہ اسمین آفتین اتنی ہین کہ اگر انسے بالکل بچا رہے تو تجھے نفع ہوا اور تجھکو باوجود بہت سی خطاؤن کے اپنے عمل پر اتنی شیخی
کیون ہو کیا نہین دیکھتا کہ شیطان نے خداے تعم کی عبادت دو لاکھ برس کی تھی مگر ایک خطا مین ملعون اور راندۂ درگاہ ہو گیا اور حضرت آدم
علیہ السلام باوجودیکہ نبی اور صفی خداے تعم کے تھے مگر ایک خطا کے باعث جنت سے نکالدیے گئے اے کمبخت تو کتنا غدار اور بیحیا ہو اور کتنا فتنے
کا پرکالہ اور کتنا معاصی پر دلاور اور کتنا اپنے انجام سے بیخبر ارے کمبخت کبتک معاملہ کو بنا کر بگاڑیگا اور کبتک عہد کر کر توڑیگا کیا اتنی خطاؤن پر
بھی دنیا کو آباد کرتا ہو گویا اس سے سفر نہ کریگا قبر والون کا حال کیون نہین دیکھتا کہ انھون نے مال بہت جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے
تھے اور بڑی بڑی توقع رکھتے تھے سب کے سب تباہ ہو گئے اور گھر انکے ویران اور توقع دھوکے کی ٹٹی ہو گئی نہ وہ ناز و نعمت رہی نہ وہ جاہ و
شوکت شعر خاک انھین کا بستر ہو اور سر کے نیچے پتھر ہو آہ وہ شکلین پیاری پیاری کیسی چاؤ سے پلیان تھین کیا تجھکو انکے حال سے عبرت نہین
ہوتی کیا تو انکا حال نہین دیکھتا کیا تو یہ گمان کرتا ہو کہ آخرت مین وہی بلاے گئے ہین تو ہمیشہ دنیا ہی مین رہیگا اگر یہ بات ہو تو بہت بڑا وہ
وہم ہو جب سے تو اپنی مان کے پیٹ سے نکلا ہو تب سے تو اپنی عمر کی دیوار ڈھاتا چلا جاتا ہے اور تو روے زمین پر اپنا مکان بنا رہا ہے
تھوڑے دنون مین شکم زمین تیری قبر ہوگی کیا تجھے خوف نہین کہ جب جان گلے مین آٹکیگی اور تیرے مالک کے رسول تیرے پاس [illegible]
اور ترش رو ہو کر آوینگے اور تجھے عذاب سنا وینگے تو اسوقت اگر تو ندامت کریگا تو کچھ فائدہ ہوگا یا تیرا درد کوئی سنیگا یا تیرے رونے پر کسی کو
ترس آویگا اور عجیب تر یہ ہو کہ باوجود اسکے تجھکو دعوی اپنی بصیرت اور دانائی کا ہو کیا دانائی کی یہی بات ہو کہ ہر روز اپنے مال [illegible]

سے خوش ہوا اور عمر کے کم ہونے کا غم نہ کرے اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے کیا فائدہ ہوا کمبخت تو آخرت سے روگردان ہے اور
وہ تیری طرف آتی ہے اور دنیا کی طرف تو متوجہ ہے اور وہ تجھ سے روگردان اور تو اپنی آنکھ سے بہت سے اپنے بھائیوں اور اقارب کو دیکھتا ہے کہ
انھوں نے جس چیز آئندہ کی توقع کی پوری نہوئی جو کام کل پر رکھا اس تک نہ پہونچے اور مرتے دم حسرت کرتے چلے گئے مگر تو اپنی جہالت سے
باز نہیں آتا اے نفس اس دن سے خوف کر کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ جس بندے کو میں نے امر و نہی کی ہے اس سے اسکے عملوں کی باز پرس
ضرور کرونگا چھوٹا بڑا ظاہر و باطن کچھ بدون پوچھے نہ چھوڑونگا اب تو سوچ کہ کیا منہ لیکر خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اور کونسی زبان
سے جواب دیگا اور سوال کے واسطے تیار ہو جا جواب با صواب مہیا کر اور بقیہ عمر کے جو تھوڑے چھوٹے دن ہیں اُن میں بڑے دنون
کے واسطے عمل کر رکھ اس دار فنا اور بیت الحزن میں اور دار باقی اور خانۂ جاودانی کے لیے کچھ کر لے پہلے اس سے کہ تو بیکار ہو جائے
اور دنیا میں سے باختیار خود پہلے آدمیون کیطرح نکلجا اس سے پیشتر کہ اسمین سے بزور نکالا جاوے اور دنیا کی تر و تازگی اگر تیری مساعدت
کرے تو اس سے خوش مت ہو اسلیے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اٹھاتا ہے اور بہت نقصان والون کو اپنے نقصان کی خبر
نہیں ہوتی پس خرابی ہے اس شخص کی کہ اپنی خرابی سے بیخبر ہو پھر اسپر ہنسے اور خوش ہو اور کھیلے اور ٹھٹھے کرے اور کھاوے
اور پیوے حالانکہ کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ میں وہ آگ کی چھپٹیون میں مندرج ہو اے نفس اب تجھے چاہیے کہ دنیا کو جب دیکھے تو نظر
عبرت سے دیکھے اور اسکے لیے سعی مجبورون کی طرح کرے اور اسکو باختیار خود ترک کرے اور آخرت کی طلب میں سبقت کرے اور ایسے
لوگون میں مت ہو کہ جسقدر انکو ملا ہے اسکا شکر کرنے سے تو رہے اور بقیہ عمر میں اور زیادتی کے خواہان ہیں اور لوگون کو منع کرتے ہیں آپ
باز نہیں آتے اور اے نفس یاد رکھ کہ دین اور ایمان کا کچھ عوض اور بدل نہیں اور نہ جسم کا کوئی خلیفہ بس جو شخص رات دن کے ابلق
گھوڑے پر سوار ہے وہ اسے لیے چلا جاتا ہے گو وہ خود نہ جاوے تو اب تو میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے روگردان ہوتا ہے وہ آگ پر
راضی ہوتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تو آگ سے خوش ہے یا اس نصیحت پر کان دھرے پس اگر سختی دل نصیحت کے قبول کرنے کی مانع ہو تو اسکو
ہمیشہ کی تہجد گزاری اور شب بیداری سے دور کر اور اگر اس تدبیر سے دور نہو تو ہمیشہ روزہ رکھ اور اس سے بھی نجاوے تو ملاقات و گفتگو
کم کر اور یہ بھی مفید نہو تو قرابت والون سے سلوک اور یتیمون پر مہر کیا کر اور یہ بھی کارگر نہو تو جان لے کہ خدا تعالیٰ نے دل پر مہر لگا کر قفل لگا دیا
اور تاریکی گناہون کی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب زور کی چھا گئی پس اپنے آپ کو دوزخ میں گیا ہوا جان لے اس لیے کہ خدا تعالیٰ
نے جنت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ اسکے واسطے پیدا کیے اور دوزخ کو پیدا فرمایا اسکے لیے بھی کچھ لوگ بنائے اور
ہر ایک شخص سے وہی کام بن آتا ہے جسکے واسطے وہ مخلوق ہوا ہے تو تجھ میں اگر گنجایش نصیحت سننے کی نہ رہی ہو تو اپنے نفس سے
نا امید ہو اور نا امید ہونا گناہ کبیرہ ہے خدا پناہ دے اسلیے نا امید تو ہو نہیں سکتا اور رجا کی بھی کوئی صورت نہیں کہ تمام خیر کے راستے
تجھ پر مسدود ہیں اگر ایسی صورت میں رجا کرے تو واقع میں رجا نہیں بلکہ مغالطہ کھاتا ہے جب نا امیدی بن سکتی ہے نہ رجا تو اب یہ دیکھ کہ
جس مصیبت میں تو مبتلا ہوا ہے اسپر تجھکو غم ہوتا ہے یا نہیں اور اپنے نفس پر ترس کھا کر کوئی آنسو آنکھ سے گرتا ہے یا نہیں اگر گرتا ہے تو آنسوؤن کا
منبع بحر رحمت میں سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تجھ میں رجا کی جگہ باقی ہے اس صورت میں نوحہ اور گریہ اور زاری پر مواظبت کر اور

ارحم الراحمین سے فریاد چاہ اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکایت کر اور نہ فریاد و زاری سے ملول ہو نہ شکایت سے تھک شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرماوے اور تیری فریاد رسی کرے اسلیے کہ تیری مصیبت تو بڑھ گئی اور بلا سخت ہو گئی اور اصرار نا فرمانی حد سے تجاوز کر گیا اور حیلہ کوئی باقی نہ رہا نہ کوئی باعث اور وسیلہ تیرے پاس ہے تو اب ٹھکانا اور راستہ اور مقصد اور گریز کی جگہ اور فریاد کا مقام اور ملجا اور ماوا بجز اس عالی سرکار کے کہیں نہیں اسکے سامنے گریہ و زاری کر اور ڈاڑھیں مار اور اپنے تضرع میں اتنا خشوع کر جتنی تجھ میں جہالت اور گناہوں کی کثرت ہے اسواسطے کہ وہ ذلیل تضرع کرنیوالے پر رحم فرمایا کرتا ہے اور طالب شکستہ کی فریاد کو پہونچتا ہے اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے اور آج تو اسکی طرف مضطر ہے اور اسکی رحمت کا محتاج اسوجہ سے کہ سب راستے تجھ پر تنگ ہو گئے اور حیلے جاتے رہے تدبیریں بند ہو گئیں نہ نصیحت نے تجھ میں تاثیر کی نہ توبیخ نے تجکو ملائم کیا اب جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے اس کی رحمت فراخ اور کرم عام اور عفو شامل ہے اسکی جناب میں یوں کہ (اشعار)

یارب خلاف امر تو بسیار کردہ ایم
مارا ز غایت کرمت چشم بر عطا
ہموارہ از تو لطف خداوندی آمدہ است
لطف است اگر کشی قلم عفو بر خطا
دلہائے دوستان تو خون می شود ز خوف
ما را بس است رحمت و فضل تو متکا

امید ہست از کرمت عفو ما مضی
یارب بلطف خویش گناہان ما بپوش
وز ما چنانکہ در خور ما فعل ما سزا
دلہائے خستہ را ز کرم مرہمی فرست
باز از کمال لطف تو دل مید ہد رجا
یارب قبول کن بہ بزرگی و لطف خویش

چشم گناہگار بود بر عطائے خویش
روزے کہ راز ہا فتد از پردہ بر ملا
عدل است اگر عقوبت ما بے گنہ کنی
اے اسم اعظمت در گنجینہ شفا
گر خلق تکیہ بر عمل خویش کردہ اند
ما را اگر رد کنی نبود ہیچ ملتجا

اس امر میں اقتدا اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی کر چنانچہ وہب بن منبہؒ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے جنت سے زمین پر اتار دیا تو یہاں اسطرح رہے کہ آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے اللہ تعالیٰ نے ساتویں روز انپر نظر عنایت سے دیکھا کہ وہ رنجیدہ خاطر اندوہگین غصہ سے نیچے کو سر ڈالے ہوئے ہیں انپر وحی بھیجی کہ اے آدم اتنی کوشش جو تو کرتا ہے کیا وجہ ہے عرض کیا الٰہی میری مصیبت بڑھ گئی اور گناہوں نے مجکو گھیر لیا عالم ملکوت سے میں نکالا گیا اور اس کرامت کے بعد اس ذلت کے مقام میں آیا اور سعادت سے نکلکر بدبختی میں پڑا اور راحت کے بعد دار مصیبت میں پھنسا اور عافیت کے بعد اس بلا میں مبتلا ہوا اور اس دوام اور بقا کو چھوڑ کر اس موت اور نیستی کے گھر میں آیا تو اپنی خطا پر کیسے نہ روؤں خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے آدم کیا میں نے تجکو اپنے لیے برگزیدہ نہیں کیا تھا اور تجکو اپنے گھر میں نہیں اتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص و ممتاز نہیں کیا تھا اور اپنے غصہ سے نہیں ڈرایا تھا کیا تجکو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا تھا اور اپنی روح تجھ میں نہیں ڈالی تھی اور تجکو اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کرایا تھا پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی تو میرے عہد کو بھول گیا اور میرے غصہ کا متعرض ہوا قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ اگر میں زمین کو ایسے لوگوں سے بھر دوں کہ سب تجھ جیسی عبادت کریں اور میری تسبیح کریں اور پھر میری نافرمانی کریں تو انکو گناہگاروں کے مقام میں اتار دونگا یہ سنکر حضرت آدم علیہ السلام تین سو برس تک روئے۔ اور عبید اللہ بجلی بہت رویا کرتے تھے اور گریہ کی حالت میں رات بھر یہ کہا کرتے کہ الٰہی میں وہ ہوں کہ جتنی میری عمر بڑھتی اتنے ہی میرے

گناہ زیادہ ہوئے ہین وہ ہون کہ جب ایک گناہ کے چھوڑنے کا قصد کیا تب ہی میرے پیش نظر دوسری خواہش نفس ہوگئی ہاے عبید تیری خطا پرانی بھی نہونے پائی کہ تو دوسری کا طالب ہوا آہ عبید اگر دوزخ تیرا ٹھکانا اور مقام ہو تو تو کیا کریگا واے عبید اگر گریز تیرے سر کے لیے بنتے ہون ہاے عبید طالبون کے تو مطلب پورے ہوے مگر شاید تیری حاجت پوری نہو اور منصور بن عمار کہتے ہین کہ مین نے ایک رات کو فہ مین ایک عابد کو سنا کہ اپنے رب سے مناجات کر رہا تھا اور یہ کہتا تھا کہ الٰہی قسم ہے تیری عزت کی کہ تیری نافرمانی سے میری غرض یہ نہ تھی کہ تیری مخالفت کرون اور نہ اس جہت سے گناہ کیا کہ مجھکو تیرا رتبہ نہین معلوم تھا یا اپنے نفس کو تیرے عذاب مین پیش کیا چاہتا تھا یا تیرے دیکھنے کو کچھ حقیر جانتا تھا بلکہ اصل یہ ہوئی کہ میرے نفس نے ایک چیز کو میری نظر مین اچھا کر دیا اور میری نحوست نے اسباب مین تائید کی اور تیری پردہ پوشی جو میرے اوپر رہتی ہے اسنے مجھکو مغالطہ دیا تو اپنی جہالت کے باعث تیری نافرمانی کی اور اپنے فعل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچاویگا اور اگر تو میری رسی منقطع کردیگا تو مین کسکی حبل متین کو پکڑونگا بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب کل کو تیرے سامنے سب کھڑے ہونگے اور ہلکے پھلکے لوگون کو کہا جاویگا کہ تم گذر جاؤ اور بھاری بوجھ والونکو حکم ہوگا کہ اتر جاؤ تو مین ہلکون کے ساتھ ہوکر پار ہو جاؤنگا یا بھاری لوگون کے ساتھ مین نیچے اتار دیا جاؤنگا ہاے افسوس جتنی میری عمر بڑھی اور برس زیادہ ہوے اتنے ہی گناہ اور معاصی بڑھ گئے اب کہانتک مین توبہ کرونگا اور کبتک انکو دوبارہ کرتا جاؤنگا کیا وہ وقت نہین آیا کہ مین اپنے پروردگار سے شرم کرون۔ بغرضکہ لوگون کی مناجات کا طریق اپنے خدا سے اسطرح تھا اور یون اپنے نفسون کو عتاب کیا کرتے تھے اور مطلب انکا مناجات سے رضاے الٰہی کی طلب تھی اور عتاب نفس سے مقصود تنبیہ اور رعایت نفس تھا پس جس شخص نے عتاب اور مناجات نہ کی وہ اپنے نفس کا رعایت کرنیوالا نہین اور کیا بعید ہے کہ خداے تعالیٰ بھی اس سے خوش نہ ہو والحمد للہ اولاً و آخراً

نوان باب فکر اور عبرت کے بیان مین مشتمل تین بیانون پر

رباعی اے حسن تو جہان مین مست و ہشیار کو دیکھ ؛ ان الارض و سماء و بحر و کہسار کو دیکھ ؛ کر خلق خدا مین فکر عبرت کے لیے ؛ ہان فاعتبروا یا اولی الابصار کو دیکھ ؛ اذا سنجا کہ حدیث شریف مین ہے کہ ایک ساعت کا فکر کرنا برس روز کی عبادت سے بہتر ہے اور کلام مجید مین عبرت اور تدبر اور تامل اور تفکر کی ترغیب بہت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ فکر کرنا مفتاح انوار اور مبدء بصیرت ہے اور علوم کے لیے جال اور معارف کے واسطے شکار کرنے کا آلہ ہے اور اکثر لوگون کو اسکی فضیلت اور رتبہ تو معلوم ہے مگر اسکی حقیقت اور نتیجہ اور طریق اور کیفیت نہین جانتے یعنی نہین سمجھتے کہ فکر کیسے کرتے ہین اور کن چیزون مین کرتے ہین اور کسو جہ سے کرتے ہین اور اس سے مطلوب کیا چیز ہے اور جس مطلب کے لیے فکر کرتے ہین وہ مقصود بالذات ہے یا کوئی ثمرہ ہے اور ثمرہ ہے تو کس قسم کا ہے علوم مین سے ہے یا احوال مین سے یا دونون سے مرکب ہوتا ہے اور ان سب امور کا بیان ضروری ہے لہذا ہم اول فضیلت فکر کی پھر اسکی حقیقت اور ثمرہ پھر جہان جہان فکر چل سکتی ہے وہ مقامات بیان کرتے ہین –

بیان اول فکر کی فضیلت مین اللہ جل شانہ نے تفکر اور تدبر کو اپنی کتاب مجید مین بیشمار جگہ مین ذکر فرمایا ہے اور متفکرین کی تعریف مین ارشاد فرمایا الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا اور حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہین کہ کچھ لوگون نے خداے تعالیٰ کے باب مین فکر کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداے تعالیٰ کی مخلوقات مین فکر کرو خود

اسمین فکر مت کرو کہ اسکی قدر عالی کے دریافت پر تم ہرگز قادر نہوگے۔ اور روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز چند لوگون پر گزرے کہ وہ فکر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ تم بولتے کیون نہین انھون نے عرض کیا کہ ہم خدائے تعالیٰ کی مخلوقات مین فکر کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ بس ایسا ہی کیا کرو خود اسمین فکر مت کیا کرو کہ یہان سے قریب ایک سفید زمین ہی جسکی روشنی سفیدی ہی اور سفیدی روشنی مغرب کیطرف کو چالیس روز کی راہ ہی اسمین خدا کی مخلوق مین سے ایسے لوگ ہین کہ خدائے تعالیٰ کی نافرمانی ایکدم نہین کرتے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شیطان اُن لوگون سے کدہر رہتا ہی آپ نے فرمایا کہ انکو معلوم بھی نہین کہ شیطان پیدا ہوا ہے یا نہین انھون نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضرت آدم کی اولاد ہین آپ نے فرمایا کہ وہ نہین جانتے کہ آدم علیہ السلام پیدا بھی ہوے ہین کہ نہین۔ اور عطار سے مروی ہی کہ ایک روز مین اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ کیخدمت مین گئے آپ نے پردہ کی آڑ سے ہمسے گفتگو کی پھر پوچھا کہ اے عبید کیا وجہ ہے کہ تم ہمارے پاس نہین آتے انھون نے عرض کیا کہ وجہ یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زر غبا تزدد حبا پھر ابن عمیر نے پوچھا کہ آپ ہم سے کوئی عجیب بات جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو بیان فرمائیے حضرت عائشہ رض روئین اور فرمایا کہ انکی تو سب باتین عجیب ہی تھین ایک رات میرے پاس آئے اور مجھ سے ملکر لیٹے پھر فرمایا کہ مجکو چھوڑو کہ مین اپنے پروردگار کی عبادت کرون پھر اُٹھکر ایک مشک مین سے پانی لیکر وضو کیا پھر نماز کو کھڑے ہوے اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی شریف تر ہوگئی پھر سجدے مین روئے یہانتک کہ زمین بھیگ گئی پھر کروٹ سے لیٹ گئے یہانتک کہ بلال نماز صبح کی اطلاع کے واسطے آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے تو گناہ اگلے اور پچھلے سب خدائے تعالیٰ نے معاف فرما دیے پھر آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین کیون نہ روؤن اے بلال آج رات میرے اوپر یہ آیت اتری ہی اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ پھر فرمایا کہ خرابی ہی اسکی جو اسکو پڑھے اور اسمین فکر نہ کرے۔ حضرت اوزاعی سے کسی نے پوچھا کہ تفکر کی حد ان آیات مین کیا ہی انھون نے فرمایا کہ انکو پڑھکر سمجھ جاوے اور محمد بن واسع سے روایت ہی کہ ایک شخص اہل بصرہ مین سے حضرت ابو ذر رض کی مان کے پاس بعد انکی وفات کے گیا اور انکی مان سے انکی عبادت کا حال پوچھا انھون نے فرمایا کہ تمام دن گھر کے کونے مین فکر کیا کرتے تھے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ایک گھڑی فکر کرنا تمام رات کی شب بیداری سے بہتر ہے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ تفکر ایک آئینہ ہی جسمین آدمی کی نیکیان اور برایان معلوم ہوا کرتی ہین۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کہا گیا کہ تم فکر بہت کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ فکر عقل کا مغز ہی اور سفیان بن عیینہ اکثر مثال مین یہ شعر پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہی شعر۔ فکر ہی گر بسیر الانسان کو؛ اسکو ہر ایک شے مین عبرت ہو؛ اور طاؤس رح سے مروی ہی کہ حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیخدمت مین عرض کیا کہ یا روح اللہ زمین کے پردے پر آج کوئی تمہارے برابر ہی یا نہین آپ نے فرمایا کہ ہان جس شخص کی گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت تو وہ میرے ہی مثل ہی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسکے کلام مین حکمت نہو وہ لغو ہی اور جسکا سکوت فکر نہو وہ سہو ہے اور جسکی نظر عبرت کے لیے نہو وہ لہو ہے اور اس آیت کی تفسیر مین سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ۔ انکا یہ قول ہے کہ اسکے معنی ہین کہ انکے دلون کو اپنے معاملہ مین فکر کرنے سے روک دونگا اور حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اَعْطُوْا اَعْیُنَکُمْ حَظَّھَا مِنَ الْعِبَادَۃِ۔ لوگون نے عرض کیا کہ عبادت سے انکا بہرہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید مین نظر کرنا اور

اُسمین فکر کرنا اور اسکے عجائب سے عبرت حاصل کرنی - اور ایک عورت کا قول ہے جو جنگل مین مکہ معظمہ کے قریب رہا کرتی تھی کہ اگر متقیون کے
دل اپنی فکر سے وہ آخرت کی چیز دیکھ پاوین جو انکے لیے حجب غیب مین جمع ہے تو دنیا مین نہ انکا عیش کبھی صاف ہوئے نہ آنکھ کو دنیا مین خنکی
اور قرار ہو - اور لقمانؒ کیلیے بہت بیٹھا کرتے انکا آقا انکے پاس آتا اور کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا ہی بیٹھتے ہو اگر لوگون کے پاس بیٹھو
تو دل بھی لگے وہ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا رہنے سے فکر خوب ہوتی ہے اور بہت فکر جنت کی راہبر ہے اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین
کہ جس آدمی کی فکر زیادہ ہوتی ہے وہ جان جاتا ہے اور جو جانتا ہے وہ عمل کرتا ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہین کہ خدا تعالے کی نعمتون
مین فکر کرنا بہترین عبادت ہے اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے ایک روز سہل بن علی کو خاموش اور متفکر دیکھکر پوچھا کہ کہان پہنچ گئے
انھون نے فرمایا کہ پل صراط پر اور حضرت بشرؒ فرماتے ہین کہ اگر آدمی اللہ تعالے کی عظمت مین فکر کیا کرین تو اللہ تعالے کی نا فرمانی نکرین
اور حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ دو رکعتین متوسط تفکر کے ساتھ تمام رات کی نماز گزاری سے بہتر ہین جس مین دل حاضر نہو - اور ابو شریح
چلے جاتے تھے راستے مین بیٹھ گئے اور اپنی چادر منھ پر ڈالکر رونے لگے لوگون نے انسے سبب رونے کا پوچھا تو انھون نے فرمایا کہ
اپنی عمر کے چلے جانے اور عمل کے کم ہونے اور موت کے قریب آجانے کی مجھے فکر ہوئی تھی اور ابو سلیمانؒ فرماتے ہین کہ اپنی آنکھون کو رونیکا
عادی کرو اور دلون کو فکر کا اور یہ بھی فرماتے ہین کہ دنیا کے باب مین فکر کرنا آخرت کے لیے آڑ ہے اور اہل ولایت کے حق مین عذاب اور آخرت
مین فکر کرنا مورث حکمت ہے اور دلون کو زندہ کرتا ہے اور حاتمؒ کہتے ہین کہ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہے اور ذکر سے محبت اور تفکر سے خوف
اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ خیر کی فکر کرنا اسکے عمل مین لانیکا مقتضی ہوتا ہے اور شر پر ندامت کرنی اسکے ترک کی مقتضی ہے اور روایت ہے
کہ اللہ تعالے نے کسی کتاب آسمانی مین ارشاد فرمایا ہے کہ مین ہر ایک حکیم کے کلام قبول نہین کرتا ہون بلکہ اسکے قصد اور خواہش کو دیکھتا ہون جب یہ دونون
میرے واسطے ہوتے ہین تو مین اسکے سکوت کو تفکر کر دیتا ہون اور اسکے کلام کو حمد اگرچہ وہ نہ بولے اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ اہل عقل ہمیشہ ذکر سے
فکر کے عادی ہوا کرتے ہین اور فکر سے ذکر کے یہانتک کہ انکے دل گویا ہو جاتے ہین اور حکمت بولنے لگتے ہین اور اسحاق بن خلفؒ فرماتے ہین کہ داؤد
طائیؒ چاندنی رات مین ایک چھت پر تھے کہ آسمان و زمین کے ملکوت مین فکر کرنے لگے اور آسمان کیطرف کو دیکھکر روتے جاتے تھے یہان تک کہ ایک
ہمسایہ کے گھر مین گر پڑے مالک مکان اپنے بستر سے کودا اور ننگے بدن تلوار ہاتھ مین لیکر انکو چور خیال کرکے دوڑا جب دیکھا کہ داؤد ہین تو تلوار
رکھ دی اور پوچھا کہ آپ کو چھت پر سے کسنے گرا دیا انھون نے فرمایا کہ مجھے کچھ معلوم نہین اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ سب سے اعلی اور
اشرف مجلس یہ ہے کہ توحید کے میدان مین فکر کے ساتھ بیٹھکر معرفت کی ہوا کھاوے اور جام محبت اتحاد کے دریا سے پیوے اور اللہ جل شانہ پر حسن ظن کے
ساتھ نظر کرے پھر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا کہنا ہے بہت ہی عمدہ ہین اور اس پینے کی چیز کا کیا کہنا ہے نہایت لذیذ ہے خوش حال وہ ہے جسکو خدا تعالے
نے یہ بات میسر کی ہو - اور حضرت شافعیؒ فرماتے ہین کہ کلام پر مدد لو سکوت سے اور استنباط پر فکر سے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کامون مین نظر کا درست
ہونا مغالطہ سے نجات دیتا ہے اور رائے مین پختگی کا ہونا قصور اور ندامت سے بچاتا ہے اور تامل اور فکر سے آدمی کی احتیاط اور دانائی ظاہر
ہوتی ہے اور حکما سے مشورہ کرنا نفس مین استقلال اور بصیرت مین قوت پیدا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عزم سے پہلے فکر کر لینا چاہیے اور
اچانک کام کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے اور شروع کار سے پہلے مشورہ کرنا چاہیے اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ فضیلتین چار ہین اول

حکمت ہے اسکا مادہ فکر ہے دوم عفت ہے اسکا اعتدال شہوت مین ہے تیسری قوت اسکا اعتدال غصے مین ہے چوتھی عدل اسکی راستی قواے نفس کے
اعتدال مین ہے یہ ہین علما کے اقوال فکر کے باب مین مگر کسی نے ان مین سے اسکی حقیقت کا بیان نہین کیا نہ یہ لکھا کہ کہان کہان ہو سکتا ہے

دوسرا بیان فکر کی حقیقت اور اسکے ثمرے کے ذکر مین - واضح ہو کہ فکر کے معنی یہ ہین کہ دل مین دو معرفتون کو موجود کرنا تاکہ ان سے
تیسری معرفت پیدا ہو اور مثال اسکی یہ ہے کہ جو شخص دنیا کیطرف مائل ہو کر دنیا کی زندگی کو ترجیح دے اور یہ چاہے کہ کسی طرح یہ معلوم ہو جاوے
کہ دنیا کی نسبت کر آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے تو اسکے دو طریق ہین ایک تو یہ کہ دوسرے سے سنے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور سنتے ہی
مان لے اور اسکو سچا جانے بدون اسکے کہ حقیقت امر کچھ بصیرت کا اثر ہوئی ہو اور صرف اسکے کہنے کے اعتماد پر اپنے عمل سے مائل آخرت
کی ترجیح کا ہو جاوے تو اس طریق کو تقلید کہتے ہین معرفت نہین کہتے اور دوسرا طریق یہ ہے کہ اول یہ جانے کہ جو شئے پائدار ہے اسکو اختیار کرنا
بہتر ہے پھر یہ جانے کہ آخرت پائدار ہے اور ان دونون معرفتون سے اسکو تیسری معرفت حاصل ہو یعنی آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور ظاہر ہے کہ اس
تیسری بات کو جاننا بدون دونون پہلی معرفتون کے ممکن نہین پس دلمین دونون پہلی معرفتون کا موجود کرنا تیسری معرفت تک پہونچنے کے لئے تفکر اور
اعتبار اور تذکر اور نظر اور تامل اور تدبر کہلاتا ہے اونمین سے تدبر اور تامل اور تفکر الفاظ تو جدا جدا ہین مگر انکے معنی جدا نہین سب کا ایک ہی معنی پر بولے
جاتے ہین اور لفظ تذکر اور اعتبار اور نظر کے معنی جدا جدا ہین گو اصل معنی ایک ہی ہے جیسے کہ صارم اور مہند اور سیف ایک ہی چیز پر بولے جاتے
ہین مگر اعتبارات مختلف ہوتے ہین یعنی صارم تلوار کو اس اعتبار سے کہتے ہین کہ وہ کاٹنے والی ہے اور مہند یا ہندی اس جہت سے کہتے ہین کہ
ہند کیطرف منسوب ہے اور سیف مطلق تلوار کو کہتے ہین اور کوئی امر اس سے زائد نہین سمجھا جاتا ہے اسیطرح دو معرفتون کے موجود کرنے کو
اعتبار اس نظر سے کہتے ہین کہ ان دونون سے تیسری معرفت کیطرف عبور کر سکتے ہین اعتبار نہین بولتے اور نظر اور تفکر اسکو اس لحاظ سے
کہتے ہین کہ اسمین تلاش تیسری معرفت کی ہے پس جو شخص کہ تیسری معرفت کا طالب نہو اسکو ناظر نہ کہین گے اس سے معلوم ہوا کہ جو متفکر ہوگا
وہ متذکر بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو متذکر ہو وہ متفکر بھی ہو اور تذکر کا فائدہ یہ ہے کہ دل پر معارف مکرر آکر جم جاوین اور اسمین سے
محو نہون اور تفکر کا فائدہ یہ ہے کہ علم زیادہ ہو اور جو معرفت نہ تھی وہ حاصل ہو جاوے یہی فرق ہے تذکر اور تفکر مین اور معارف جب دل مین
جمع ہوتے ہین اور ایک خاص ترکیب سے ملتے ہین تو انسے اور معرفت نکلتی ہے یعنی ایک معرفت ثمرہ پہلی معرفت کا ہوتی ہے اور جب
یہ نئی معرفت حاصل ہوتی ہے اور دوسری معرفت سے ملتی ہے اس سے ایک اور نتیجہ ہوتا ہے اسیطرح یہ ثمرات بڑھتے جاتے ہین اور علوم
بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین اور فکر بے انتہا آگے کو چلی جاتی ہے اور یہ زیادتی معارف کی یا تو موت سے بند ہوتی ہے یا موانع سے
اور یہ طریق اسکو حاصل ہوتا ہے جو علم سے ثمرہ لے سکتا ہو اور طریق تفکر کو پہچانتا ہو مگر اکثر لوگ علوم کی زیادتی سے محروم ہین اسلئے کہ انکے
پاس راس المال ہی نہین یعنی وہ علوم اور معارف جن سے اور معارف پیدا ہوتے ہین انکو حاصل نہین جیسے کسی شخص کے پاس
سرمایہ نہو تو وہ نفع پر قادر نہین ہوتا مگر بعض اوقات سرمایہ تو رکھتا ہے مگر پیشہ تجارت خوب نہین جانتا اسلیے کچھ فائدہ نہین پاتا اسی طرح
بعض اوقات آدمی کے پاس معارف بجاے راس المال تو ہوتے ہین مگر اسکو انکا اچھی طرح کام مین لانا اور ایسی طرح ملانا نہین آتا
جس سے اور نتیجہ حاصل ہو اور طریق استعمال کبھی تو دل مین نور الٰہی کے باعث سرشتی ہی معلوم ہوا کرتا ہے جیسے انبیا علیہم السلام کو تھا اور

یہ بات بہت کمیاب ہو اور کبھی سیکھنے اور مہارت پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہو اور یہی اکثر ہے پھر متفکر کو کبھی یہ معارف آتے ہین اور ثمرہ حاصل ہوتا ہو مگر اسکے حاصل ہونے کی کیفیت معلوم نہین ہوتی اور نہ اسکو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہو اسوجہ سے کہ مہارت بیان کرنے کے فن کی نہین رکھتا مثلاً بہت سے انسان جانتے ہین کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہو اور یہ علم یقینی ہوتا ہو لیکن اگر سبب اس معرفت کا اس سے پوچھا جاوے تو ہرگز بیان نہ کرسکے گا کہ یہ معرفت کہان سے اسکو ہوئی حالانکہ بدون دو پہلی معرفتون کے یہ معرفت اسکو حاصل نہین ہوئی جیسا کہ اوپر گذرا۔ حاصل یہ کہ تفکر کے معنی یہ ہین کہ دو معرفتون کا حاضر کرنا اس نظر سے کہ ذریعہ تیسری معرفت کا ہون اور فکر کا ثمرہ علوم اور احوال اور اعمال سب کچھ ہوسکتے ہین مگر اسکا ثمرہ خاص صرف علم ہو اور کوئی چیز نہین ہان جسوقت دل مین علم حاصل ہوتا ہو تو دل کا حال بدلجاتا ہو اور جب اسکا حال بدلتا ہو تو جوارح کے اعمال بھی بدلجاتے ہین اسلیے کہ عمل تابع حال کا ہو اور حال تابع علم کا اور علم تابع فکر کا اس سے معلوم ہوا کہ فکر سب خیرات کی اصل اور مبدأ ہو اور اس بیان سے فضیلت فکر کی بھی ثابت ہوتی ہو اور یہ کہ فکر بہ نسبت ذکر کے بہتر ہو اسلیے کہ فکر مین ذکر بھی ہو اور کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہو اور قلب کا ذکر اعضاے ظاہری کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی نظر سے ہے کہ اسمین کچھ ذکر ہوا کرتا ہو اس سے ثابت ہوا کہ فکر سب اعمال سے افضل ہو اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر برس روز کی عبادت سے بہتر ہو پھر بعضون نے کہا ہے کہ حال وہ ہو جو بُری چیزون سے محبوب اشیاء کیطرف منتقل ہوتا ہو اور رغبت اور حرص سے زہد اور قناعت کیطرف انتقال کرتا ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ حال وہ ہو کہ مشاہدہ اور تقویٰ پیدا کرتا ہو اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے لعلہم یتقون اویحدث لہم ذکرا[1]۔ اور اگر تم کو منظور ہو کہ فکر کے باعث حال کے متغیر ہونے کی صورت معلوم کرو تو اسکی مثال وہی ہو جو ہم اوپر لکھ چکے ہین اسمین فکر سے ہمکو بھی معلوم ہوتا ہو کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہو جب یہ معرفت ہمارے دلون مین یقیناً جمجاتی ہے تو دل آخرت کیطرف رغبت کرنے لگتے ہین اور دنیا مین زہد کیطرف مائل ہوجاتے ہین اور حال سے ہماری مراد یہی ہے اسلیے کہ دل کا حال پہلے اس معرفت کے یہ تھا کہ سردست کی چیز کو محبوب جانتا تھا اور اسی کیطرف مائل تھا اور آخرت سے تنفر اور کم رغبت مگر اس معرفت سے دل کا حال اور ہوگیا اور اسکا ارادہ اور رغبت بدل گئی اور تغیر ارادے کے باعث اعضا کے اعمال بھی اور کے اور ہوگئے کہ دنیا کو چھوڑکر متوجہ اعمال آخرت ہوے غرضکہ یہان پانچ درجے ہین اول تذکر یعنی دل مین دونون معرفتون کا حاضر کرنا دوسرے تفکر یعنی دونون معرفتون سے معرفت مقصودہ کا طلب کرنا تیسرے حاصل ہونا معرفت مطلوبہ کا اور دل کا اس سے روشن ہونا چوتھے حصول نور معرفت کے باعث دل کے حال کا بدلجانا پانچوین جسطرح دل کا حال بدلتا جاوے اسیطرح اعضاے ظاہری بھی دل کی خدمت کرین پس جسطرح کہ پتھر کو لوہے پر مارنے سے آگ نکلتی ہو اور اس سے جگہ روشن ہوجاتی ہو اور آنکھ کو سوجھنے لگتا ہو اور پہلے سے نہین سوجھتا تھا اور اعضا عمل کے لیے آمادہ ہوجاتے ہین اسیطرح نور معرفت سے فکر پیدا ہوتا ہو یعنی فکر دونون معرفتون کو جمع کرکے انمین ایک تالیف خاص دیتا ہو جس سے نور معرفت پھیلتا ہو جیسے لوہا اور پتھر اکٹھا کرنے اور انمین ایک خاص ضرب لگانے سے آگ نکل آتی ہو پھر اس نور معرفت سے دل کا حال بدل جاتا ہے اور جس چیز کیطرف پہلے مائل نہ تھا اسکی طرف مائل ہوتا ہو جیسے آگ کی روشنی سے آنکھ کا حال بدلجاتا ہو اور جو چیز پہلے نہین دیکھتی تھی وہ اب دیکھنے لگتی ہے پھر دل کے حال کے مقتضا کے موافق اعمال کے اعضا متحرک ہوتے ہین جیسے اندھیرے کے سبب جو شخص کام نہ کرسکتا تھا روشنی ہونے سے

[1] شاید مراد یہ ہو کہ ان کے دلون مین یاد ہو سورہ طٰہٰ ۱۲

کام کرنے پر مستعد ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ثمرہ فکر کا علوم اور احوال ہیں اور از انجا کہ علوم بھی بیشمار ہیں کہ جو احوال کہ دل پر ان کی تبدیلی ممکن ہے انکی بھی کچھ حد نہیں اسی لیے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ تمام فکر کی شاخوں کو منحصر کر دے اور اسکے چلنے کی جگہ اور ثمرات کو شمار کر دے تو کبھی نہو سکیگا اسواسطے کہ فکر کے چلنے کی جگہیں اور ثمرات بے انتہا ہیں مگر ہم اسبات میں کوشش کرتے ہیں کہ فکر کی راہیں جو جہات علوم دینی کے اعتبار سے ہیں اور ان احوال کے اعتبار سے جو سالکین کے مقامات گنے جاتے ہیں ضبط کریں تو اسطرح ضبط کرنا ایک مجمل طور پر ہوگا اسلیے کہ اسکی تفصیل تو چاہتی ہے کہ تمام علوم کی شرح کیجاوے اور یہ سب باب اس کتاب کے گویا بعض علوم کی شرح ہیں کیونکہ انمیں وہ علوم ہیں جو افکار مخصوص سے حاصل ہوتے ہیں تو اس حساب سے بہت طول ہوجاویگا اس نظر سے ہم بطور اشارہ اجمالی بیان کرتے ہیں تاکہ فکر کی راہیں مجمل معلوم ہوجاویں -

تیسرا بیان - فکر کی راہوں کے ذکر میں - واضح ہو کہ فکر کبھی تو ایسے امر میں ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہو اور کبھی غیر دین میں اور ہم کو یہاں غرض اس فکر کے بیان سے ہے جو دین سے متعلق ہو اسلیے ہم قسم دوم کو چھوڑے دیتے ہیں اور دین سے ہماری مراد یہ ہے کہ معاملہ جو خدائے تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہو اب فکر دو حال سے خالی نہیں یا تو بندہ اور اسکی صفات اور احوال سے متعلق ہو یا معبود اور اسکی صفات اور افعال سے اور جو فکر بندے سے متعلق ہے اسکی دو قسمیں ہیں یا تو بندہ کے ان احوال وغیرہ میں ہے جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوں یا انمیں جو مکروہ ہوں اور ان دونوں قسموں کے سوا اور کسی چیز میں فکر کی حاجت نہیں اور جو فکر متعلق خدائے تعالیٰ سے ہے وہ یا اسکی ذات اور صفات اور اسماء حسنیٰ میں ہوگا یا اسکے افعال اور ملک اور ملکوت اور تمام آسمانوں اور زمینوں اور انکے درمیان کی چیزوں میں اور فکر کا منحصر ہونا ان اقسام میں ایک مثال سے واضح ہوگا وہ یہ ہے کہ جو لوگ سالک الی اللہ ہیں اور اسکی دیدار کے مشتاق انکا حال عاشقوں کے حال کے مشابہ ہے اسلیے ہم عاشق شیدا کو مثال کے لیے ٹھہرا کر کہتے ہیں کہ جو عاشق ہمہ تن اپنے عشق میں ڈوبا ہوا ہو اسکا فکر دو باتوں سے تجاوز نہ کریگا یا تو معشوق سے متعلق ہوگا یا اپنے نفس سے اور اگر معشوق کا فکر کریگا تو یا تو اسکے جمال اور کمال ذاتی میں فکر کریگا تاکہ اسمیں فکر کرے اور مشاہدے سے لذت حاصل کرے اور یا اسکے افعال لطیف عمدہ میں فکر کریگا جنسے اسکے اخلاق وصفات کی خوبی سمجھی جاتی ہے تاکہ اس سے لذت دو چند اور محبت دو بالا ہو اور اگر اپنے نفس میں فکر کریگا تو یا اپنی ایسی صفات میں کریگا جنسے محبوب کی نظر میں گرجاوے اس غرض سے کہ انسے اجتناب کرے یا ایسی صفات میں کریگا جو اسکو محبوب کے نزدیک کریں اور موجب اسکی محبت کا اپنے ساتھ ہوں تاکہ ان صفات سے متصف ہو- اور اگر ان امور کے سوا کسی اور چیز میں فکر کریگا تو وہ خارج از حد عشق ہے اور باعث نقصان ہے اسواسطے کہ عشق کامل اور پورا وہ ہے جسمیں کہ عاشق ڈوبا رہے اور اسکے دل پر ایسی طرح چھا جاوے کہ دوسرے کی گنجایش اسمیں نچھوڑے اور عاشق خدائے تعالیٰ کا ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اسکی نظر اور فکر محبوب سے تجاوز نہ کرے اور جبتک اسکا فکر ان چاروں قسموں میں منحصر رہیگا تبتک وہ مقتضائے محبت سے ہرگز خارج نہوگا اب ہم قسم اول کا بیان شروع کرتے ہیں یعنی فکر کرنا اپنے نفس کی صفات اور افعال میں تاکہ انمیں سے پسندیدہ اور غیر پسندیدہ کی تمیز کرے اسلیے یہ فکر وہی ہے جو متعلق علم معاملہ سے ہے جو اس کتاب میں مقصود ہے اور دوسری قسم متعلق علم مکاشفہ سے ہے پھر جو افعال وصفات کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں انکی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری کہ جیسے طاعات اور معاصی ہیں اور ایک باطنی جیسے صفات منجیات اور مہلکات جنکا محل دل ہے اور انکی تفصیل جلد سوم اور چہارم میں ہے اور طاعات اور معاصی منقسم ہیں دو قسموں پر یعنی یا وہ معاصی ہیں

کہ ساتوان اعضا سے متعلق ہون اور سب بدن کیطرف منسوب ہون جیسے جہاد سے بھاگنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنی اور حرام جگہ مین رہنا
اور سیطرح کے مکارہ مین تین باتون مین فکر واجب ہے اول تو یہ کہ امر خدائے تعالیٰ کے نزدیک بھی مکروہ ہے یا نہین اسلیے کہ اکثر
چیزون کا مکروہ ہونا بدون نظر دقیق کے معلوم نہین ہوا کرتا دوسرے اسباب مین فکر کرنا کہ اگر مکروہ ہے تو اس سے بچنے کی تدبیر
کیا ہے تیسرے یہ کہ اس مکروہ کا مرتکب بالفعل ہے تاکہ اسکو چھوڑ دے یا اسکو کرنے کو ہے تو اس سے باز رہے یا پہلے کیا ہو تو اسکا
تدارک کرے اسیطرح محبوب چیزون کی تقسیم کو خیال کرو اور جب ان قسمون کو جمع کرو تو فکر کی راہین ان اقسام مین سو سے بڑھ جاوین گی
اور بندے کو ضرورت فکر کی یا سب مین پڑتی ہے یا اکثر مین اور ان اقسام مین سے ایک ایک کی شرح تو طویل ہے مگر یہ قسم منحصر چار نوع پر ہے اول
طاعات دوم معاصی سوم صفات مہلکہ چہارم صفات منجیہ پس ان چارون مین سے ہم ایک ایک مثال لکھ دیتے ہین تاکہ طالب اسی پر
اور مثالون کو قیاس کر لے اور فکر کا طریق اسپر واضح اور وسیع ہو جاوے قسم اول معاصی مین آدمی کو چاہیے کہ ہر روز کی صبح کو اپنے ساتون
اعضا مین تفصیل وار اور سارے بدن مین مجملاً فکر کرے کہ مین کسی معصیت کا مرتکب فلان عضو سے ہون یا نہین اگر اسیوقت ہو تو اسکو
ترک کرے اور گذشتہ زمانے مین اگر مرتکب ہوا ہو تو توبہ اور ندامت سے اسکا تدارک کرے یا اسدن کرنے کو ہو تو اجتناب اور علحدہ
رہنے کے لیے آمادہ ہو مثلاً زبان مین نظر کرے اور کہے کہ یہ غیبت اور جھوٹ اور خودستائی اور ٹھٹھا اور بات کاٹنی اور دوسرے کو بنانا اور غیر مفید
باتون مین دخل دینا وغیرہ باتین کرتی ہے تو اول اپنے دل مین جانے کہ یہ سب امور خدائے تعالیٰ کے نزدیک برے ہین اور آیات قرآنی اور احادیث جو ان باتون
کی سزا مین شدت عذاب پر دال ہین انکو فکر کرے پھر اپنے حالات کو سوچے کہ بدون جانے اور خبر ہوئے کیسے ان چیزون مین جا گھستا ہے پھر یہ
سوچے کہ انسے بچنا کیسے ہو سکتا ہے اور جان لے کہ آفات زبانی سے محفوظ رہنا بدون گوشہ نشینی اور تنہائی کے بن نہ پڑیگا یا یہ صورت بچاؤ کی ہے کہ کسی متقی
پرہیزگار کی صحبت مین رہے کہ جب کوئی کلمہ برا منہ سے نکلے تبھی وہ نصیحت اسکو روک دیا کرے یا یہ کہ منہ مین کنکر رکھکر دوسرے کے پاس بیٹھا
کرے تاکہ اس سے یاد رہے کہ آفات زبانی سے حفاظت کے لیے پتھر رکھا ہے انسے احتراز چاہیے غرضکہ احتراز کی تدبیر مین اسیطرح کی فکر کیا کرے
اسیطرح کان مین فکر کرے کہ اس سے غیبت اور جھوٹ اور فضول کلام اور لہو اور بدعت کی باتین سننے مین آتی ہین اور یہ سب بری ہین اور
سننے مین کوئی شخص خاص نہین ہر شخص کی زبان سے سننے مین آ ہی جاتی ہین تو پھر فکر انکے سننے سے بچنے کی کرے کہ بچاؤ کی صورت گوشہ گیری سے
ہے یا جب کوئی دوسرا شخص سامنے کہے تو اسکو منع کر دینے سے ہے اور پیٹ کے باب مین فکر کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کھانے مین اور پینے
مین کرتا ہے اسطرح کہ یا حلال رزق سے بہت سا کھا جاتا ہے جس سے شہوت بڑھتی ہے اور شہوت شیطان دشمن خدا کا ہتھیار ہے یا مال حرام اور مشتبہ
سے تو یہ نظر کرے کہ میری غذا اور لباس اور مسکن اور وجہ معیشت کہان سے ہے اور حلال رزق کی آمد کی صورتین سوچے اور یہ فکر کرے کہ
اسمین سے مجھے کسطرح لے کونسا حیلہ حلال رزق کا ہے اور کس تدبیر سے حرام کا تارک ہو جاؤنگا اور یہ بات اپنے دلمین ٹھان لے کہ حرام
غذا کے ساتھ ساری عبادتین بیکار ہین اور رزق حلال عبادات کی اصل ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز نہین قبول کرتا جسکے کپڑے مین ایک درم
حرام کا لگاؤ ہو جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے علیٰ ہذا القیاس اپنے سب اعضا مین فکر کرے کہ ہمکو سب کے لکھنے کی ضرورت نہین اسیقدر
کافی معلوم ہوتا ہے جب فکر کے باعث ان احوال کو واقعی طور پر جان جاویگا تو تمام دن نگران رہیگا اور اعضا کو ان سب خرابیون سے

بچاویگا. دوسری قسم طاعات ہین تو اول فرائض جو اسکے ذمہ فرض ہین انکو دیکھے کہ انکو نقصان اور تقصیر سے بچاتا ہے کہ نہین اور پھر ان کے
نقصان کو نوافل سے پورا کرتا ہو کہ نہین۔ پھر ہر عضو کے باب مین فکر کرے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کو محبوب ہین وہ اس سے ہوتے بھی ہین مثلاً کہے
آنکھ دیکھنے کے لیے پیدا ہوئی ہو کہ اسرار آسمان و زمین کے بچشم عبرت دیکھے تاکہ طاعت الٰہی مین لگی رہے اور کتاب اللہ اور حدیث شریف کے
دیکھنے کے لیے ہو اور مین قادر ہون کہ ان دونون چیزون کو دیکھکر آنکھ کو مشغول طاعت الٰہی کرون تو کیون نہین کرتا اور یہ بھی مجھ سے ہو سکتا ہو
کہ فلان شخص مطیع کو تعظیم کی آنکھ سے دیکھکر اسکے دلکو مسرور کرون اور فلان بدکار کو بنظر حقارت دیکھکر اسکو نافرمانی سے روکدون مگر کیا وجہ کہ
مین یہ امور نہین کرتا اسیطرح کان کے باب مین کہے کہ مین مظلوم کی فریاد بھی سن سکتا ہون یا حکمت اور علم اور قرأت اور ذکر کے سننے پر قادر
ہون پھر کان کو بیکار کیون رکھتا ہون خدائے تعالیٰ نے تو مجکو اسلیے حوالہ کیے ہین کہ مین انسے اسکی نعمتون کا شکر کرون پھر اسکی نعمت کی ناشکری
کرنی اور اسکو ضائع اور بیکار رکھنے کی کیا وجہ ہو اسیطرح زبان مین فکر کرے کہ مین زبان سے تعلیم اور وعظ کے باعث اللہ تعالیٰ کا تقرب
کر سکتا ہون اور نیکبختون کے دل مین محبوب ہو سکتا ہون اور اگر کسی نیکبخت خواہ عالم کے سامنے کوئی عمدہ بات کہون تو اسکے دل پر سرور لا سکتا ہون
اور فقرا کے حالات پوچھ سکتا ہون اور عمدہ کلمات کہہ سکتا ہون جنمین سے ہر ایک کلمہ صدقہ ہو تو پھر اس نعمت سے اپنی زبان کو کیون محروم رکھتا
ہون اسیطرح مال مین فکر کرے کہ مین فلان مال کو صدقہ کر سکتا ہون اسوجہ سے کہ مجھے اسکی حاجت نہین اور اگر آئندہ حاجت بھی ہوگی تو خدائے
تعالیٰ اور عنایت کر دیگا اور بالفعل اگر حاجت بھی ہو تو دوسرے کے کام نکالنے کی زیادہ تر مجکو ضرورت ہو کہ وہ شخص اس چیز کا مجھسے زیادہ حاجتمند
ہے پس تمام اپنے اعضا اور بدن اور مال اور مواشی اور غلامون اور اولاد کو فکر کرے کہ یہ ساری چیزین آدمی کے آلات و اسباب ہین
جنسے کہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت پر قادر ہو سکتا ہو پس فکر دقیق کرکے جو جو طاعتین انسے ممکن ہون اول تو وہ نکالے پھر باتین سوچے جنسے ان
طاعات کیطرف اپنے آپکو رغبت ہو پھر انہین اخلاص نیت کی تدبیر سوچے جسکے کہ عمل صاف و پاکیزہ ہو تیسری قسم وہ صفات مہلکہ مین جنکا
محل دل ہو انکو جلد سوم مین ہمنے بیان کیا ہو انکی ماہیت وغیرہ وہان سے دیکھ لے اور وہ یہ صفات ہین غالب ہونا شہوت کا اور غضب اور
بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور حسد اور بدگمانی اور غفلت اور غرور وغیرہ اور اپنے دل سے ان صفات کا جو یار ہے پس اگر گمان کرے کہ میرا
دل انسے پاک ہو تو اسکے امتحان کی کیفیت اور علامات سے نفس کی درستی حجت کو فکر کرے اسلیے کہ نفس ہمیشہ وعدہ خیر کا کرتا رہتا ہو اور پھر خلاف
کرتا ہو مثلاً اگر نفس تواضع کا دعویٰ کرے اور کبر سے بری ہونے کا مدعی ہو تو چاہیے کہ ایسا بوجھ لکڑی کا اپنے سر پر رکھکر بازار مین لیجاوے
تاکہ راستی دعویٰ معلوم ہو اکابر سلف اسیطرح اپنے نفسون کا امتحان کیا کرتے تھے اور اگر حلم کا دعویٰ کرے تو کوئی ایسی بات کرے جسمین
دوسرے پر غصہ آوے پھر دیکھے کہ مین غصہ پی سکتا ہون یا نہین اسیطرح تمام صفتون مین فکر ہونا چاہیے اور یہ فکر اسباب مین ہو کہ مین ان
صفات سے موصوف ہون یا نہین اور انکے لیے علامات ہین جو ہم جلد ثالث مین لکھ چکے ہین پس اگر کسی علامت سے معلوم ہو کہ فلان صفت مجھ
مین موجود ہو تو ان اسباب کی فکر کرے جنسے وہ صفت نظرون مین بُری معلوم ہو اور ظاہر ہو جاوے کہ اسکا منشا جہالت اور غفلت اور خبث
باطن سے ہو مثلاً اگر اپنے نفس مین عمل کی شیخی پاوے تو فکر کرے اور کہے کہ میرا عمل تو میرے بدن اور اعضا اور قدرت اور ارادہ سے ہوا ہو اور یہ سب
چیزین یا نہ میری ہین نہ میرے اختیار مین بلکہ وہ تو خدائے تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہین اسنے مجھپر ان چیزون کا انعام فرمایا ہو کہ مجکو پیدا کیا اور میرے

ہاتھ پاؤن اور قدرت اور ارادے کو بنایا اور اپنی قدرت سے میرے اعضا کو جنبش دی تو پھر مین اپنے عمل خواہ نفس کی کیا شیخی کرون میرے نفس کو
خود تو قیام بذات خود میسر ہی نہین اور جب اپنے نفس مین کبر پاوے تو اپنے نفس کو یون سمجھاوے کہ تو اپنے آپ کو کیون بڑا سمجھتا ہے
بڑا تو وہ ہے جو خدا ے تعو کے نزدیک بڑا ہو اور یہ بات بعد موت کے معلوم ہو گی کہ کون اسکے نزدیک بڑا ہو ظاہر کا تو حال یہ ہے کہ بہت
سے کافر زندگی بھر کفر کرتے اور مرنے کے وقت خدا ے تعو کے مقرب اور کفر سے خارج ہو کر مرتے ہین اور بہت سے مسلمان بدبخت مرنے کے وقت
خاتمہ کے بگڑنے سے تباہ ہو جاتے ہین پس جب کبر مہلک ہو اور اسکا منشا حماقت تو فکر کرے کہ اسکے دور کرنیکا علاج یہ ہے کہ تواضع کرنے
والون کے سے افعال اختیار کرے اور جب اپنے نفس مین کھانے کی شہوت اور حرص پاوے تو سوچے کہ یہ صفت بہائم کی ہو اگر کھانے کی
اشتہا اور شہوت جماع مین کمال ہوتا تو یہ خدا ے تعو کی صفات اور فرشتون کی صفات مین داخل ہوتے جیسے علم و قدرت داخل ہین اور چونکہ بہائم
ہی ان صفات سے موصوف ہوتے ہین تو اگر حرص اسپر غالب ہو گی تو بہائم سے مشابہ تر اور فرشتون مقرب سے دور تر ہو گا اسی طرح غضب
کے باب مین اپنے نفس سے تقریر کرے اور اسکے علاج کی راہ سوچے اور یہ سب باتین ہم ہر ایک صفت کے بیان مین لکھ چکے ہین جسکو طریق فکر کی وسعت
منظور ہو وہ ضرور ان سب باتون کو دیکھ لے جنہین ہمنے ان صفات کا حال لکھا ہو چوتھی قسم نجات دینے والی چیزین ہین یعنی توبہ اور گناہون پر ندامت
اور بلا پر صبر کرنا اور نعمت پر شکر کرنا اور خوف و رجا اور دنیا مین زہد کرنا اور اخلاص و صدق اور اللہ تعو کی محبت اور اسکی تعظیم اور اسکے افعال پر
راضی ہونا اور اسکا شوق کرنا اور اسکے لیے تواضع اور خشوع کرنا جنکو ہمنے اس جلد چہارم مین لکھا ہو اور ہر ایک خیر کے اسباب و علامات
ذکر کر دیے ہین پس بندے کو ہر روز فکر کرنا چاہیے کہ ان اوصاف مین سے جو اللہ تعو کیطرف نزدیک کرتے ہین مجکو کون سے کی حاجت
ہے جب کسی کیطرف حاجت معلوم ہو تو جانے کہ یہ صفات احوال ہین بدون علوم کے حاصل نہین ہوتے اور علوم فکرون کے ثمرات ہوتے
ہین پس جب کہ یہ منظور ہو کہ آدمی اپنے نفس کی توبہ اور ندامت کا حال حاصل کرے تو اول اپنے گناہون کو تلاش کرے اور انکو سوچ
اور نفس پر سب کے سب اکٹھے کر دے اور دلمین ان کو بہت بڑے جانے پھر اس سخت وعید پر نظر کرے جو شریعت مین ان گناہون کے باب
مین وارد ہین اور پھر اپنے جی مین ٹھان لے کہ مین خدا ے تعو کے غضب کا کام کر رہا ہون اس تدبیر سے اسکو ندامت کا حال پیدا
ہو گا اور جب یہ چاہے کہ شکر کا حال دل سے ابھرے تو اللہ تعو کے احسانات اور انعامات کو دیکھے اور اسبات کو غور کرے کہ اسنے اپنے
کرم و فضل سے کیسا پردہ ڈال رکھا ہو اور گناہون پر فضیحت نہین فرماتا اس امر کا بیان تھوڑا سا باب الشکر مین ہم لکھ آئے ہین وہان مطالعہ
کر لینا چاہیے اور جب حال محبت اور شوق کا پیدا کیا چاہے تو خدا ے تعو کے جلال اور جمال اور عظمت اور کبریائی مین فکر کرے یعنی اسکی عجائب حکمت
اور بدائع صنعت کو دیکھکر اسکا جلال اور جمال غور کرے اور اسکا تھوڑا سا بیان دوسری قسم مین فکر کی ذکر کیا جاویگا اور جب حالت خوف
پیدا کیا چاہے تو اول اپنے گناہ ظاہری اور باطنی پر نظر کرے پھر موت اور اسکے سکرات اور مرنے کے بعد منکر نکیر کا سوال اور قبر کا عذاب
اور اسکے سانپ بچھو کیڑے پھر صور کے پھکنے پر پکار کا خوف پھر محشر کا ہول جس وقت کہ سب خلق ایک جگہ جمع ہو گی پھر حساب کا جھگڑا اور
تنکے تنکے کی بازپرس پھر پل صراط کی تیزی اور باریکی اور اسپر گذرنے مین یہ اندیشہ کہ اگر بائین رخ کو گیا تو دوزخ والون مین سے ہو گا اور
داہنی طرف کو گیا تو جنت والون مین سے ہو گا۔ اور دار القرار مین اتارا جائیگا پھر سوچے احوال قیامت کے بعد اپنے دلمین دوزخ اور اسکے

طبقات اور گزر اور اہوال اور زنجیرین اور طوق اور سنبھڑ اور سیپ اور طرح طرح کے عذاب اور اسپر کے فرشتون کی بُری صورتین حاضر کرے اور یہ کہ وہ فرشتے جب گناہگارون کی جلدین پکاوین گی دوسری کھالین بدلدینگے اور وہ اگر دوزخ مین سے نکلنا چاہین گے تو پھر اس مین کر دیے جاوینگے اور جب اسکو دور سے دیکھین گے تو اسکی کھڑکھڑاہٹ اور چیخ سینگے اسیطرح جتنی باتین کہ کلام مجید مین دوزخ کے بیان مین وارد ہین سب کو پیش نظر کرے اور جب حال رجا پیدا کیا چاہے تو جنت اور اسکی لذت اور درخت اور نہرین اور حورین اور غلمان اور آسایش دائمی اور ملک بیزوال پر غور کرے بغرضیکہ وہ فکر جس سے ایسے علوم مطلوب ہوتے ہین کہ انسے حالات عمدہ حاصل ہون یا صفات مذمومہ سے پاک ہوسکین اسکا طریق یہی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ہمنے ان احوال مین سے ہر ایک حال مین ایک باب علیحدہ لکھا ہے جس سے تفصیل فکر پر مدد ہوسکتی ہے مگر سب کا ذکر ایک جگہ نہین ہے ایک جگہ سے سب کے پائے جانے کے لیے کلام مجید کی تلاوت کے برابر کوئی چیز نافع نہین اسلیے کہ کلام مجید سب مقامات اور حالات کا جامع ہے اور آسمین لوگون کے لیے شفا ہے اسوجہ سے کہ اسمین وہ باتین بھی ہین جن سے خوف اور رجا اور صبر و شکر اور محبت اور شوق اور دوسرے احوال پیدا ہون اور وہ امور بھی ہین جو تمام صفات مذمومہ سے باز رکھین تو چاہیے کہ آدمی اسکی تلاوت کیا کرے اور جس چیز مین تفکر منظور ہو اسکے مضمون کی آیت کو دوہرانا اختیار کرے گو سو دفعہ وہ پڑھی جاوے اسلیے کہ ایک آیت کو تفکر اور فہم کے ساتھ پڑھنا سارے کلام مجید کے ختم سے بہتر ہے جب بے سمجھے پڑھا جاوے تو آیتون کے سوچنے مین توقف کرے گو ایک رات گذر جاوے اسلیے کہ ایک ایک لفظ کے نیچے وہ اسرار ہین کہ جنکی شمار نہین اور جبتک صاف دل سے فکر دقیق نہ کیا جاوے اور معاملہ درست نہو تب تک وہ معلوم بھی نہین ہوتے اسیطرح احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا ہے کہ آپ کو کلمات جامع عنایت ہوئے ہین ہر لفظ آپ کے ارشاد کا حکمت کا سمندر ہے اگر عالم انکو جیسا چاہیے ویسی طرح سوچے تو کبھی عمر بھر اسکا غور پورا نہو ایک آیت اور حدیث کی شرح نہایت طول رکھتی ہے مثلاً اس حدیث کو غور کرنا چاہیے کہ آپ فرماتے ہین ان روح القدس نفث فی روعی احبب ما احببت فانک مفارقہ وعش ما شئت فانک میت واعمل ما شئت فانک مجزی بہ یہ کلمات تمام اولین و آخرین کی حکمتون پر جامع ہین تامل کرنے والون کو عمر بھر سوچنے کو کافی ہین اسلیے کہ اگر اسکے معنون پر واقف ہون اور انکے دل پر یقین کیطرح غالب ہو جاوین تو انپر چھا جاوینگے اور پھر انکو اتنا نہ رکھینگے کہ دنیا کیطرف ذرا بھی التفات رہے یہ طریق ہے علوم معاملہ مین فکر کرنے کا اور بندے کی صفات مین اس نظر سے کہ وہ خداے تعا کے نزدیک محبوب ہین یا مذموم مبتدی کو چاہیے کہ ان فکرون مین ہر وقت ڈوبا رہے تاکہ اپنے دلکو اخلاق محمودہ اور مقامات شریفہ سے آباد کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو مکروہات سے پاک کرے اور یہ یاد رہے کہ ان امور مین فکر کرنا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے مگر مطلب اصلی یہ نہین بلکہ جوان فکرون مین مشغول رہے وہ صدیقون کے مطلب سے محجوب ہے انکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خداے تعا کے جلال و جمال مین فکر کرنے سے لذت پاوین اور دل ایسی طرح اسمین ڈوبے کہ اپنے نفس اور حالات اور مقامات اور صفات سب کو بھولجاوین صرف محبوب حقیقی ہی مین انکی ہمت مستغرق ہو جیسے عاشق شیدا اپنے معشوق کے دیدار کے وقت ہوتا ہے کہ اسکو اپنے نفس کے حالات اور صفات پر نظر کرنے کی فرصت ہی نہین ہوتی حیران جیسا رہجاتا ہے اور یہ کمال درجہ کی لذت عاشقون کی ہے اور جو کچھ ہمنے لکھا ہے وہ فکر باطن کی آبادی کا ہے تاکہ قرب اور وصال کی صلاحیت ہو جاوے پس اگر تمام عمر اپنے نفس کی اصلاح ہی مین تلف کی تو پھر قرب سے لذت کو کب پاویگا اسواسطے حضرت خواص رح جنگلون مین پھرا کرتے انسے حسین بن منصور رح

ملے اور پوچھا کہ تم کس حال مین ہو انھون نے کہا کہ مین جنگلون مین پھرتا ہون تاکہ اپنا حال توکل مین اچھا کرون حضرت حسین بن منصور نے فرمایا
کہ عمر تو آپ نے اپنے باطن کی درستی مین صرف کردی فنا در توحید کونسے وقت ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ واحد برحق مین فنا ہونا طالبون کا عمدہ
مطلب اور صدیقین کی انتہا درجے کی لذت ہے اور صفات مہلکات سے بچنا ایسا ہے جیسے نکاح مین عدت سے نکلنا اور منجیات صفتون اور جمیع
طاعات کا اختیار کرنا ایسا ہے جیسا عورت خاوند کے لیے تیاری کرے اور منہ ہاتھ دھووے اور بالون مین کنگھی کرے تاکہ خاوند کے ملنے
کی لیاقت پیدا ہو جاوے پس اگر عورت تمام عمر رحم کی صفائی اور کنگھی چوٹی ہی مین ضائع کردے تو خاوند کی ملاقات سے محجوب رہیگی اسیطرح
دین کے طریق کو بھی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ ہمنشینی کی اہل ہو اور اگر بشر یہ غلام کیطرح ہو کہ بدون مار کے خوف اور اجرت کی طمع کے نہین ملا
کرتا تو اپنے بدن کی مشقت اعمال ظاہری سے رہنے دو اسواسطے کہ تمہارے درمیان مین اور تمہارے دل مین بڑا گاڑھا پردہ ہے اعمال سے
البتہ یہ ہوگا کہ اگر اچھی طرح پر ادا کرے گے تو اہل جنت مین سے ہوگے مگر ہمنشینی کے لیے اور ہی لوگ ہین شعر موسیا آداب دانان دیگرند سوختہ جان و روانان
دیگرند ٭ اور جب علوم معاملہ مین جو بندہ اور رب کے درمیان ہوتا ہے فکر کی جولانی معلوم کر چکے تو اب انکو صبح اور شام اپنا دستور اور عادت
کر لو اور اپنے نفس سے اور ان صفات سے جو خداے تعہ سے دور کرتے ہین اور ان احوال سے جو اسکی طرف نزدیک کرتے ہین غافل نرہنا چاہیے
بلکہ ہر مرید کو چاہیے کہ اپنے پاس ایک بیاض رکھے کہ اسمین سب صفات مہلکات اور منجیات اور تمام معاصی اور طاعات لکھی ہون اور ہر روز ان سے اپنے
نفس کی پرتال کیا کرے مہلکات مین سے اسکو دس چیزون مین نظر کرنا کافی ہے کہ اگر انسے بچ جاویگا تو سب سے بچا رہیگا وہ دس یہ ہین بخل[1]
اور کبر[2] اور عجب[3] اور ریا[4] اور حسد[5] اور شدت غضب[6] اور حرص غذا[7] اور کثرت شہوت[8] اور محبت مال[9] اور محبت جاہ[10] اور منجیات سے بھی دس کافی
ہین گناہون[1] پر ندامت اور بلا پر صبر[2] کرنا اور قضا[3] پر راضی رہنا اور نعمتون[4] پر شکر کرنا اور خوف[5] و رجا کا معتدل رہنا اور دنیا[6] مین زہد کا کرنا اور اعمال[7]
مین اخلاص کرنا اور خلق[8] سے خوش خلقی سے پیش آنا اور محبت[9] اللہ تعہ کی اور اسکے سامنے[10] خشوع کرنا تو یہ بیس باتین ہوئین جن مین سے دس
بری ہین اور دس اچھی پس ایک بات مین فکر کرنا شروع کرے جب مثلاً ایک بری بات جاتی رہے تو اس بیاض مین اس صفت پر خط کھینچ دے
اور اسکے باب مین فکر نہ کرے اور خداے تعہ کا شکر کرے کہ اسنے اس سے تو نجات دی اور دل کو اس سے صاف فرمایا اور یہ جانے کہ یہ بات
خداے تعہ کے توفیق اور مدد سے ہوئی ورنہ اگر وہ ہم کو ہمارے نفس ہی پر چھوڑ دیتا تو ادنی اسی بری صفت بھی ہم سے دور نہو سکتی غرض کہ ایک
ایک کو اسیطرح لیتا جاوے اور جب وہ دور ہوتی جاوے تو بیاض مین اسپر قلم مارتا جاوے یہانتک کہ دسون بری صفتین تمام ہو جاوین اسیطرح
نفس سے پھر اسبات کا خواہان ہو کہ صفات منجیات کے ساتھ موصوف ہو پس جب منجیات مین سے ایک کے ساتھ متصف ہو مثلاً توبہ اور
ندامت کی صفت اسمین آجاوے تو اسپر خط کردے اور باقی صفات مین مشغول ہو تاکہ رفتہ رفتہ سب کا متصف ہو جاوے مگر یہ طریق ایسے شخص کے
لیے ہے جو نہایت مستعد ہو اور جو لوگ کہ صلحا مین شمار ہوتے ہین انمین سے اکثرون کو چاہیے کہ وہ اپنے دفترون مین ظاہری گناہ بھی لکھ لین جیسے شبہہ کا کھانا
اور غیبت اور چغلی پر زبان کھولنی اور خصومت کرنی اور نفس کی ثنا کرنی اور دشمنون کی عداوت مین مبالغہ کرنا اور دوستون کی دوستی مین افراط کرنا اور خلق کی
منہ دیکھی بات کرنی اور امر بالمعروف اور نہی منکر کو چھوڑنا وغیرہ کہ اکثر لوگ جو بڑے نیکبخت شمار کیے جاتے ہین انہین یہ گناہ کچھ نہ کچھ پائے جاتے ہین
اور جبتک اعضاے ظاہری گناہون سے پاک نہین ہوتے دل کی آبادی مین مشغول ہونا اور اسکو صاف کرنا ممکن نہین بلکہ آدمیون کے ہر ایک فریق پر

ایک قسم کی معصیت غالب ہوتی ہو پس چاہیے کہ وہ لوگ اسی کے درپے ہون اور اسی کی تدبیر کرین ایسے گناہون مین فکر کرین جنسے کہ وہ کنارہ پر ہون
مثلاً عالم پرہیزگار اکثر اپنے علم کا اظہار کیا کرتا ہو اور شہرت اور آوازہ کا خواہان ہوتا ہو خواہ تدریس سے ہو یا وعظ سے اور جو شخص اس امر کے درپے
ہوتا ہو وہ ایسے فتنہ مین پڑتا ہو کہ اس سے بجز صدیقون کے اور کوئی نہین نجات پاتا یعنی اگر اسکا کلام مقبول ہوتا ہو اور دلون مین خوب تاثیر کرتا ہے
تو عالم مذکور عجب اور اترانے اور زینت اور تکلف سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب باتین مہلک ہین اور اگر کوئی اسکے کلام کو نہ مانے تو غصہ اور
غیبت اور کینے سے خالی نہین ہوتا حالانکہ اگر نہ ماننے والا کسی دوسرے عالم کے کلام کو نہ مانے تو اسکو اسپر چندان غصہ نہین آتا اپنے کلام نہ ماننے
پر زیادہ آتا ہو اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہو کہ شیطان اسکو بہکاتا ہو اور کہتا ہو کہ تیرا غصہ اسلیے ہو کہ اسنے حق بات کو نہ مانا اور اسپر انکار کیا پس اگر یہ اپنے
کلام کے نہ ماننے اور دوسرے عالم کے کلام کے نہ ماننے پر یکسان خفا ہوتا ہو تو خیر ورنہ ظاہر ہو کہ مغالطے مین پڑا ہوا اور شیطان کا بنایا ہوا ہو گا پھر جبکہ
لوگون کے ماننے سے اسکو خوشی ہوتی ہو اور انکی تعریف کرنے سے پھولتا ہو اور انکے نہ ماننے اور روگردانی کو برا جانتا ہو تو کچھ نہ کچھ تکلف اور بناوٹ
لفظون کی خوبصورتی سے ادا کرنے مین بھی کرنے لگتا ہو اس توقع سے کہ اسکے سبب لوگ تعریف کرینگے حالانکہ تکلف خدا سے تعالیٰ کو پسند نہین
اور شیطان یہان بھی اسکو دھوکا دیتا ہو اور کہتا ہو کہ تو جو الفاظ کو اچھی طرح ادا کرتا ہو تو تیری غرض یہ ہو کہ حق بات پھیلے اور دلمین خوب جگہ کرے
اور اس سے صرف بلند کرنا دین الٰہی کا ہو تو اس صورت مین اگر یہ اپنے الفاظ کی خوبصورتی پر دوسرے عالمون کے الفاظ کی نسبت کر زیادہ
خوش ہوگا تو معلوم ہو گا کہ فریبی ہو اور طلب جاہ کا حریص گو خود گمان کرے کہ میری غرض دین ہو اور جب اسکے دلمین صفات خلجان پیدا کرتے ہین
تو انکا اثر ظاہر مین بھی ہو جایا کرتا ہو یہانتک کہ اگر کوئی اسکی تعظیم کرے یا اسکے فضل کا معتقد ہو اور دوسرا شخص کسی دوسرے عالم کا معتقد
ہو تو یہ اپنے معتقد کی زیادہ آؤ بھگت کیا کرتا ہو بہ نسبت دوسرے کے معتقد کے گو دوسرا عالم اسکی نسبت کر اعتقاد کا لائق تر ہو اور اکثر اہل علم مین
غیرت کی نوبت یہانتک ہو جاتی ہو کہ عورتون کی طرح غیرت کرنے لگتے ہین اور ایک کا شاگرد اگر دوسرے کے پاس جاوے تو اسپر نہایت شاق ہوتا ہو حالانکہ
یہ جانتا ہو کہ شاگرد دوسرے کے پاس بھی مستفید ہوتا ہو اور دین کی باتین سیکھتا ہو اور ان سب امور کا منشا وہی صفات مہلکہ ہین جو دل کے اندر
مخفی ہین اور عالم براہ مغالطہ جانتا ہو کہ مین انسے بچا ہوا ہون اور وہ ان علامات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہوتے ہین غرضکہ عالم کا فتنہ بہت بڑا ہو وہ
یا بادشاہ ہو یا بالکل تباہ اور عوام کیطرح بچ جانے کی طمع اسکو نہین تو جو عالم اپنے نفس مین ان صفات کو معلوم کرے اسپر گوشہ نشینی اور تنہائی اور گمنامی
کی طلب واجب ہے اور سوالات مین فتوی دینے سے گریز کرنا لازم دیکھو زمانہ صحابہؓ مین مسجد شریف مین بہت سے اصحاب رہتے تھے کہ سب کے سب مفتی
ہوتے تھے مگر فتوی دینے سے پہلو تہی کرتے تھے اور اگر کوئی دیتا بھی تھا تو یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اگر مجھکو بچا دیتا تو خوب تھا اور عزلت کیوقت
آدمیون کے شیطانون سے ڈرنا چاہیے کہ وہ یون کہتے ہین کہ تم گوشہ نشینی اختیار مت کرو اسلیے کہ اگر سب ایسا ہی کرینگے تو علوم خلق مین سے
جاتے رہینگے اسکا جواب یون دینا چاہیے کہ دین اسلام مین میری کچھ حاجت نہین وہ مجھ سے پیشتر بھی بخوبی پھیلا ہوا تھا اور ایسا ہی بعد کو بھی رہیگا میرے
مرنے سے دین کے ارکان گر نہین جائینگے اسلیے کہ دین کو کچھ میری پروا نہین لیکن میرا یہ حال ہو کہ اپنے دل کی اصلاح سے مین بے پروا نہین ہون اور
یہ کہنا کہ میرے بیٹھ رہنے سے علم جاتا رہیگا خیال خام ہو کہ نہایت جہالت پر دلالت کرتا ہو اسلیے کہ اگر لوگون کو بالفرض قیدخانے مین بند کر کے
بیڑیان ڈالدی جاوین اور کہدیا جاوے کہ اگر علم طلب کروگے تو آگ مین جلا دیے جاؤگے تو ریاست اور بڑائی کی محبت انکو اس بات پر آمادہ کرے گی

کہ تیر بیان توڑ کر اور دیوارین گرا کر نکل بھاگین اور علم تحصیل کرین پس جبتک کہ شیطان خلق کو ریاست کی محبت دلاتا رہیگا علم کسیطرح نہین جاسکتا اور ظاہر ہے
کہ شیطان قیامت تک اپنے کام مین سستی اختیار نکریگا تو جب ہی تک علوم بھی باقی رہینگے بلکہ علوم دینی ایسے لوگونکے باعث پھیلین گے کہ جنکو آخرت مین
کچھ نہ ملے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان اللہ لیؤید ہذا الدین باقوام لا خلاق لہم وان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر۔ پس عالم کو
نہین چاہیے کہ ایسے فریبون سے دھوکا کھا کر خلق سے ملنے مین مشغول ہو اور اپنے دلمین جاہ دنیا اور تمنا اور تعظیم کی محبت کو پرورش کرے جو نفاق
کا تخم ہے حدیث شریف مین ہے کہ جاہ و مال کی محبت نفاق کو ایسا اگاتی ہے جیسے پانی ساگ کو اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ماذئبان ضاریان
ارسلا فی زریبۃ غنم باکثر فسادا فیہا من حب الجاہ والمال فی دین الرجل المسلم اور محبت جاہ کی دل سے بدون گوشہ نشینی اور لوگون سے گریز کرنے اور جن باتون
سے انکے دلون مین جاہ بڑھتا ہے انکو چھوڑنے کے نہین اکھڑتی تو عالم کو اپنے دل سے ان خفیہ صفات کی تلاش کی فکر چاہیے اور یہ کہ تدبیر انسے نجات
کی کیا ہے اور یہ فکر عالم متقی کے لیے ہے اور ہم جیسون کو تو فکر ان باتون کی چاہیے جن سے ہمارا ایمان روز حساب پر قوی ہو جاوے اسلیے کہ اگر ہم لوگون کو بزرگان
سلف دیکھین تو قطعاً کہین کہ یہ لوگ روز حساب کے معتقد نہین اسلیے کہ ہمارے اعمال ایسے نہین جیسے جنت اور دوزخ پر اعتقاد رکھنے والون
کے ہوا کرتے ہین کیونکہ جو کوئی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور جس چیز کی توقع کیا کرتا ہے اسکو طلب کیا کرتا ہے اور یہ بھی ہم جانتے
ہین کہ دوزخ سے گریز شبہات اور حرام اور معاصی کے چھوڑنے سے ہوتا ہے حالانکہ ہم انہین ڈوبے رہتے ہین اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت کی طلب
نوافل کی کثرت سے ہوتی ہے اسمین بھی ہم قاصر ہین بلکہ فرائض ہی اچھی طرح نہین ادا ہوتے تو ہمکو علم کا ثمرہ یہی ملا کہ لوگ دنیا کے حریص ہونے مین
ہماری اقتدا کرین اور یہ کہین کہ اگر حرص دنیا بری ہوتی تو علما ہماری نسبت کراسکے پرہیز زیادہ کرتے پس کیا اچھا ہوتا کہ ہم عوام کی طرح ہوتے اور
جب ہم مرجاتے تو ہمارے ساتھ ہی ہمارے گناہ مرجاتے اب تو اگر سوچتے ہین تو جس فتنہ کے ہم سامنے ہوئے ہین وہ بہت ہی بڑا ہے پس اللہ تعالیٰ سے
دعا مانگتے ہین کہ ہمکو درست کرے اور ہمارے باعث سے دوسرون کو درست کرے اور ہمکو مرنے سے پیشتر توبہ کی توفیق دے وہی کریم اور رحیم اور ہم پر
انعام کرنے والا ہے علما اور صلحا کی فکرون کے طریق علوم معاملہ مین یہ تھے جب وہ انسے فارغ ہوتے ہین تو انکا التفات انکے نفسون سے اٹھ جاتا ہے
اور ان فکرون سے ترقی کرکے خدا کی عظمت اور جلال اور دیدۂ دل سے اسکے مشاہدہ کی لذت مین فکر کرنے لگتے ہین اور یہ فکر واجب ہوتا ہے جب
سب مہلکات سے علیحدہ ہو اور سب منجیات سے متصف اور اگر اسکے پیشتر کچھ اسمین ظاہر ہوگا تو روگ والا اور ناقص اور پر کدورت اور جلد جانے
والا ہوگا بجلی کی طرح چمک جاویگا اسکو قرار اور دوام نہوگا اور ایسی صورت مین سالک کا حال مثل اس عاشق کے ہوگا جو اپنے معشوق سے
خلوت کرے اور اسکے کپڑون کے اندر سانپ اور بچھو ہون کہ برابر کاٹ رہے ہون اور لذت مشاہدہ کو اسپر مکدر کردین اور بدون انکے نکالے
آسایش پوری نہو اور یہ صفات مذمومہ سانپ اور بچھو ہین انسے بھی ایذا اور پریشانی ہوتی ہے قبر مین انکے ڈنکون کی تکلیف سانپ بچھو کے کاٹنے
کی نسبت کر زیادہ ہوگی۔ قسم اول فکر کا بیان اسیقدر کافی ہے اس سے آگاہی طریق فکر کی ہو جاتی ہے کہ جو صفات بندے کے خدا تعالیٰ کے
نزدیک محبوب یا مکروہ ہین ان مین کسطرح کیا کیا فکر کرے دوسری قسم فکر کرنا خدا تعالیٰ کے جلال اور عظمت اور کبریائی مین اور اسمین چند مقامات ہین سب سے
اعلے مقام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اسکے نامون کے معنی مین فکر کرے مگر ایسا فکر کرنا ممنوع ہے اسلیے کہ شرع مین ارشاد ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ
کی مخلوق مین فکر کرو اور اسکی ذات مین فکر مت کرو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عقلین اسکی ذات مین حیران ہین بجز صدیقون کے اور کوئی اسطرف آنکھ نہین کھول

سکتا اور وہ بھی اسکے ہمیشہ دیکھنے کی تاب نہین رکھتے بلکہ تمام خلق کی آنکھونکا حال خداے تعالیٰ کے جلال کی نسبت کرا ایسا ہو جیسا شپرک کی آنکھ کا حال ہو نور آفتاب کی نسبت کر یعنی شپر کو مجال آفتاب کے نور دیکھنے کی نہین بلکہ دن کو چھپی رہتی ہے اور رات کو کسیقدر روشنی مین جو آفتاب سے زمین پر رہتی ہو دیکھتی ہو اور صدیقونکا حال مثال انسان کے حال کے ہو کہ آفتاب کو دیکھ تو سکتا ہو مگر ہمیشہ نہین دیکھ سکتا ورنہ خوف بینائی کے جاتے رہنے کا ہو بشرطیکہ مدام اسکی طرف تاکے اور خوب نظر گاڑ کر دیکھنے سے بھی آنکھین چندھی اور بینائی منتشر ہوجاتی ہے اسی طرح خداے تعالیٰ کی ذات کیطرف دیکھنا مورث حیرت اور مدہوشی اور عقل کے اضطراب کا ہوتا ہے اس صورت مین مناسب یہی ہے کہ خداے پاک کی ذات وصفات مین فکر کے راستون کا بیان نہ کیا جاوے اسلیے کہ اکثر عقلون کو اسکی تاب نہین بلکہ تھوڑی سی مقدار جسکی تصریح بعض علمانے کی ہو کہ خداے تعالیٰ مکان اور اطراف اور جہات سے پاک ہو وہ نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر نہ اس سے ملا ہوا ہے نہ جدا اسی سے کچھ لوگون کی عقل ایسی حیران ہوئی کہ وہ اسکے منکر ہوئے کیونکہ نہ سننے کی طاقت انکو ہوئی نہ پہچاننے کی بلکہ بعضے لوگ تو اس سے کمتر کی بھی برداشت نہ کرسکے یعنی جب انسے کہا گیا کہ خداے تعالیٰ اس بات سے بری ہو کہ اسکے کوئی سر اور ہاتھ اور پاؤن اور آنکھ اور عضو اور کوئی جسم معین مقدار اور حجم والا ہو تو انھون نے اسکو نہ مانا اور گمان کیا کہ یہ تعریف تو خداے تعالیٰ کی عظمت وجلال مین نقصان پیدا کرتی ہو بلکہ بعض عوام احمقون نے کہا کہ یہ تعریف تو ہندے کے تربوز کی ہو خداے تعالیٰ کی نہین اسلیے کہ اس بیچارے کو یہی گمان تھا کہ بزرگی اور عظمت انھین اعضا مین ہو کیونکہ انسان صرف اپنے آپ ہی کو جانتا ہو اور اسی کی بڑائی کرتا ہو تو جو چیز کہ صفات مین اسکی برابری نہین کرتی اسمین کچھ عظمت نہین سمجھتا ہان غایت اسکی یہ ہو کہ اپنے نفس کو خوبصورت تخت پر بیٹھا ہوا سامنے نوکر چاکر کام کرتے ہوے فرض کرلے تو ضرور ہو کہ خداے تعالیٰ کے باب مین بھی یہی مان لیگا تاکہ اسکی عظمت سمجھے بلکہ اگر مکھی کو عقل ہوتی اور اس سے کہا جاتا کہ تیرے خالق کے نہ تو بازو ہین نہ پر نہ پاؤن نہ اڑان تو وہ اسکو نہ مانتی اور کہتی کہ بھلا میرا پیدا کرنے والا مجھ سے کم کسطرح ہوگا کیا یہ ہوسکتا ہو کہ اسکے پر ٹوٹے ہوے ہون یا اپاہج ہو کہ اڑ نہ سکے مجھ مین تو سامان اور قدرت ہو اور جو میرا پیدا کرنے والا ہو اسمین یہ لوازم اور قدرت نہون اور اکثر لوگون کی عقلین اسی عقل کے قریب مین سچ ہو کہ انسان بڑا جاہل اور ظالم اور ناشکر ہو اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیا پر وحی بھیجی کہ میرے بندون سے میری صفتین مت کہو ورنہ مجکو نہ مانینگے بلکہ انسے میرا حال ایسے الفاظ مین کہو کہ وہ سمجھ لین اور انکا کہ خداے تعالیٰ کی ذات وصفات مین غور کرنی اسوجہ سے ممنوع ٹھہری اسلیے شرع کا ادب اور خلق کی بہتری اسی بات کی مقتضی ہین کہ ہم بھی اسکے درپے نہون بلکہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کیطرف متوجہ ہوتے ہین یعنے غور کرنا اسکے افعال اور عجائب صنعت اور غریب معاملات مین جو اسکی مخلوق مین ہین اسلیے کہ ان سب سے اسکے جلال اور عظمت اور کبریا اور پاک ہونا اور کمال علم وحکمت اور جاری ہونا اسکی مشیت کا پایا جاتا ہو پس اسکی صفات پر غور اسکی صفات کے آثار ہی سے کرنا چاہیے اسلیے کہ ہمکو یہ تو تاب نہین کہ اسکی صفات کیطرف نظر کرین تو انکے آثار ہی پر نظر چاہیے جیسے جب آفتاب چمکتا ہو تو ہم اسکی طرف نہین دیکھ سکتے بلکہ زمین کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہین اور اسی سے آفتاب کے نور کی عظمت چاند اور ستارون کے نور کی نسبت کر سمجھتے ہین اسلیے کہ زمین کا روشن ہونا آفتاب کے نور کے آثار مین سے ہو اور اثر کو دیکھنے سے مؤثر کچھ نہ کچھ سمجھ مین آیا کرتا ہو گو خود مؤثر کے دیکھنے کا قائم مقام نہو اور تمام موجودات دنیا کے آثار قدرت الٰہی مین سے ایک اثر ہے اور اسی کے انوار ذات مین سے ایک نور ہو بلکہ کوئی تاریکی عدم سے بڑھکر نہین نہ کوئی نور وجود سے

زیادہ اور وجود سب چیزونکا خداے تعالیٰ کے انوار ذات مین سے ایک نور ہو اسلیے کہ تمام چیزونکا وجود اسکی ذات سے قائم ہو جو خود بخود قائم ہے
جسطرح کہ مضمون کا نور آفتاب کے نور سے ہو اور وہ خود روشن ہو اور جب تھوڑا سا آفتاب کو گہن لگتا ہو تو عادت یون ہے کہ ایک پانی کا طشت
رکھکر دیکھا کرتے ہین تاکہ اسکو دیکھ سکین اور آنکھ خیرگی نہ کرے اس صورت مین پانی ایک ذریعہ ہوتا ہو کہ آفتاب کے نور سے کسیقدر کم کر دیتا ہے
تاکہ اسکی طرف نظر کرنے کی تاب ہو تو اسیطرح افعال الٰہی بھی ایسا ذریعہ ہوتے ہین جنمین ہم فاعل کی صفتین مشاہدہ کرتے ہین اور نور ذات
سے متحیر نہین ہوتے اسلیے کہ ہم مین اور ذات مین افعال کا واسطہ اور دوری ہو گئی اور اسی بھید کے باعث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ تفکروا فی خلق اللہ ولا تتفکروا فی ذات اللہ پس ابکیفیت تفکر کی خداے تعالیٰ کی مخلوق مین معلوم کرنی چاہیے تو واضح ہو کہ
جو چیز سواے خداے تعالیٰ کے موجود ہو وہ اسیکا فعل اور اسی کی پیدایش ہو اور ہر ایک ذرہ مین جوہر اور عرض اور صفت اور موصوف کے
بہت سے عجائب اور غرائب ہین جنسے خداے تعالیٰ کی حکمت اور قدرت اور جلال و عظمت ظاہر ہوتی ہو اور انکا شمار کرنا غیر ممکن ہو بلکہ اگر سمندر روشنائی
ہوجاوے اور اسکے ذرہ عجائب لکھے جاوین تو اسکا خاتمہ ہوجاوے اور انکا حصر نہ ملے تاہم بطور نمونہ ان مین سے ہم کچھ ایک لکھے دیتے ہین اور
کہتے ہین کہ موجودات جو خداے تعالیٰ کی مخلوق ہین انکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ انکی اصل نہ معلوم ہو تو ایسے اشیا مین ہمکو تفکر نہین ہو سکتا
اور ایسے موجودات بہت ہین جنکو ہم نہین جانتے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ویخلق ما لا تعلمون اور فرمایا سبحان الذی خلق الازواج کلہا مما تنبت الارض
ومن انفسہم ومما لا یعلمون۔ اور فرمایا وننشئکم فیما لا تعلمون اور ایک وہ ہین کہ انکی اصل معلوم ہو اور بھلا گہی پہچانی جاتی ہین مگر تفصیل نہین معلوم تو ایسی
اشیا مین ہمکو ممکن ہو کہ ہم انکی تفصیل مین فکر کرین اور ان اشیا کی دو قسمین ہین ایک وہ جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور ایک وہ کہ آنکھ سے نہین سوجھتی
جو آنکھ سے نظر نہین آتین وہ فرشتے اور جن اور شیاطین اور عرش اور کرسی وغیرہ ہین ایسے اشیا مین بھی فکر کی مجال تنگ ہو اسی بہت سے ہم اسی
قسم کی فکر کو لکھتے ہین جو سمجھنے کے زیادہ تر قریب ہو یعنی وہ اشیا جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور وہ ساتون آسمان اور زمین ہین اور جو چیز انکے
درمیان ہو پس آسمان مین یہ چیزین نظر آتی ہین ستارے اور چاند اور سورج اور انکی حرکت اور گردش اور نکلنا اور ڈوب جانا اور زمین مین یہ معلوم
ہوتے ہین پہاڑ اور کانین اور نہرین اور دریا اور حیوانات اور نباتات اور آسمان اور زمین کے درمیان یعنی جو بین بین یہ اشیا محسوس ہوتی ہین بادل
اور مینھ اور برف اور اولے اور رعد اور بجلی اور صاعقہ اور ٹوٹتے ستارے اور تند ہوائین غرضکہ آسمان و زمین اور انکے درمیان مین اسی جنس
کی اشیا معلوم ہوتی ہین اور انمین سے ہر ایک جنس چند نوع پر منقسم ہو پھر ہر نوع کی بہت سی قسمین ہین پھر اقسام کی فروع ہین اسیطرح شاخ در شاخ ہوتی چلی
گئی ہین جسقدر اختلاف صفات اور ہیئت اور معانی ظاہری اور باطنی کا ہوتا جاتا ہو اسیقدر اقسام بھی زیادہ ہوتا جاتا ہو اور ان سب شاخون مین فکر
کی مجال ہو کہ کوئی ذرہ جمادات اور نباتات اور حیوانات اور آسمان اور ستارہ کا ایسا نہین حرکت کرتا جسکا حرکت دینے والا خداے تعالیٰ نہو اور اسکی
حرکت مین ایک حکمت یا دو یا دس یا ہزار حکمتین خداے تعالیٰ کی وحدانیت اور اسکے جلال و عظمت پر دال نہون اور یہ سب اشیا نشانیان اور
آیات والی ہین قرآن مجید مین انمین فکر کرنے کی ترغیب ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی
الالباب اور ومن آیاتہ تو کلام مجید مین شروع سے آخر تک بہت جگہ وارد ہو پس بعض آیات مین فکر کرنے کی کیفیت ذکر کرتے ہین مثلاً ایک خداے تعالیٰ کی
آیات مین سے یہ ہو کہ انسان نطفہ سے پیدا ہوا ہو اور سب سے نزدیک تر آدمی سے اسکا نفس ہو اور اسمین خداے تعالیٰ کی عظمت پر اتنے عجائب

عجائب

۱ قدرت کی مخلوق مین فکر کرو اور اسکی ذات مین فکر مت کرو

ڈال دین کہ عمرین کٹ جاوین اور دسوان حصہ بھی نہ معلوم ہوں اور آدمی انسے غافل ہو پھر بھلا جب تو اپنے ہی نفس سے غافل ہے تو دوسرے کی معرفت کی طمع کیسے کرتا ہو اور تجکو خدا سے تعالی اپنی کتاب مجید مین بیار شاد فرماتا ہو کہ اپنے نفس مین تامل کر چنانچہ فرمایا وفی انفسکم افلا تبصرون اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ تو ناپاک نطفہ سے بنا ہو جیسے ارشاد ہو قتل الانسان ما اکفرہ من ای شئ خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ اور فرمایا ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون - اور فرمایا الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوے اور فرمایا الم نخلقکم من ماء مہین فجعلناہ فی قرار مکین الی قدر معلوم اور فرمایا اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین - اور فرمایا انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج پھر یہ بیان فرمایا کہ نطفہ کو پھٹکی کر دیا اور پھٹکی کو لوتھڑا اور لوتھڑے کو ہڈیان چنانچہ فرمایا ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما پس نطفہ کے بار بار کلام مین ذکر کرنے سے یہ غرض نہین کہ یہ لفظ ہی سنا جاوے اور اسکے معنون مین تفکر نہ کیا جاوے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نطفے پر غور کرو مثلاً اسطرح کہ وہ ایک پانی ناپاک کی بوند ہو اگر گھڑی بھر کو چھوڑ دیا جاوے کہ ہوا اسکو لگتی رہے تو خراب ہو کر بدبو دینے لگتا ہے ایسی ناپاک چیز کو دیکھو کہ رب الارباب نے مرد کی پیٹھ اور عورت کی چھاتیون سے کیسے نکالا اور مرد اور عورت کو کیسے اکٹھا کیا اور انکے دلون مین الفت اور محبت ڈالی اور اسی رشتہ محبت اور شہوت سے دونون آپس مین ملے پھر صحبت کی حرکت سے مرد مین اس نطفہ کو نکالا اور عورت کے رحم مین ڈالا پھر حیض کا خون کہان کہان کی رگون کے اندر سے کھینچکر رحم مین اکٹھا کیا اور نطفے سے بچہ بنا کر اسکو خون حیض کھلایا پلایا یہانتک کہ بڑھا اور پرورش پائی پھر یہ دیکھو کہ نطفہ سفید چکنا ہوا تھا اسکو سرخ پھٹکی کیسے بنا دیا پھر پھٹکی کو لوتھڑا کیسے کر دیا پھر نطفہ کے حصے کیسے کر دیے اسکے ٹکڑے تو ہڈیان کئے اور کسی کو ہڈی کر دیا کسی کو پٹھا کسی کو رگ کسی کو گوشت پھر گوشت پٹھون اور رگون سے اعضاے ظاہری کسطرح بنائے سر کو تو گول بنایا اور کان اور آنکھ اور ناک اور منھ اور دوسرے منفذون کو کشادہ کیا اور ہاتھ اور پاؤن کو لمبا بنا دیا اور انکے سرون مین انگلیان اور انگلیون مین پورین بھانٹ دین پھر اعضاے باطنی یعنی دل اور معدہ اور جگر اور تلی اور پھیپھڑا اور رحم اور مثانہ اور آنتین کسطرح بنائین کہ ہر ایک کی شکل اور مقدار اور عمل معین ہو پھر ان مین ہر ایک عضو اور قسمون سے مرکب فرمایا مثلاً آنکھ کو سات طبقون سے مرکب کیا انمین سے ہر ایک طبقہ کا ایک جدا ہی وصف ہو اور جدا ہی صورت اگر ایک طبقہ جاتا رہے یا کوئی اسکی صفت زائل ہو جاوے تو آنکھ دیکھنے سے بیکار ہو جاوے غرضکہ جو عجائب ان اعضا مین سے ایک ایک مین جدا جدا پائے جاتے ہین ایک ہی عضو کے اگر وہ عجائب بھی ہم لکھین تو عمر کا خاتمہ ہو اب ہڈیون کو غور کرو کہ کیسی سخت اور مضبوط ہوتی ہین انکو نرم اور پتلے نطفہ سے کیسے بنایا اور انکو بدن کی راستی کا موجب ٹھہرایا پھر انکی مقدارین اور صورتین جدی جدی بنائین کوئی چھوٹی ہے کوئی بڑی کوئی لمبی ہو کوئی چوڑی کوئی گول کوئی بیچ مین خالی کوئی ٹھوس کوئی پتلی اور باریک اور از انجا کہ انسان کو ضرورت حرکت کی سارے بدن سے بھی اور بعض اعضا سے بھی حرکت کی احتیاج تھی کہ جس عضو کے ہلانے کی ضرورت جس کام کے لیے ہو صرف اسی کو ہلا لیا کرے تو اسی لیے اسکی ہڈی ایک نہین بنائی گئی بلکہ بہت سی ہڈیان اور انکے بیچ بیچ مین جوڑ بنائے گئے تاکہ انسے حرکت آسان ہو اور

حاشیہ اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوجھ نہین ۱۲ کٹ مارا جاوے آدمی کیسا ناشکر ہے کس چیز سے بنایا اسکو ایک بوند سے بنایا پھر اندازہ رکھا اسکا پھر راہ آسان کر دی اسکو پھر اسکو مردہ کیا پھر قبر مین رکھوایا پھر جب چاہا اسکو اٹھا نکالا ۱۲ کٹ اور اسکی نشانیون سے یہ کہ تم کو بنایا مٹی سے پھر اب تم انسان ہو پھیل پڑے ۱۲ کٹ بھلا نہ تھا

ہر جوڑ و ہڈی کی شکل کو موافق حرکت مطلوب کے رکھا پھر جوڑ بند ہڈیوں کے ملائے ہیں تو ان کی یہ صورت ہے کہ ایک ہڈی کے کنارے کو دوسرے کنارے کے ریشوں سے ملا دیا ہے یعنی ایک کے سرے سے دو ریشے نکلے ہیں اور دوسرے میں جا چمٹے ہیں گویا یہی بند ضمن ہے پھر ایک ہڈی کے سر میں کونے زائد اس سے باہر کو نکلے ہوئے بنائے ہیں اور دوسرے کے سرے میں اسی کے موافق گہرا گڑھا بنا دیا ہے تاکہ وہ زوائد ان میں خوب برابر آ جاویں تو اب آدمی کا حال ایسا ہو گیا کہ اگر اپنے بدن کی کسی چیز کو ہلایا چاہے ہلا سکتا ہے اور اگر جوڑ نہ ہوتے تو یہ امر ہرگز نہ ہو سکتا پھر دیکھو کہ سر کی ہڈیوں کو کیسے پیدا کیا اور کیسے اکٹھا کر کے ملایا وہ گنتی میں پچپن(۵۵) جدی جدی شکلوں اور صورتوں کی ہیں ان سب کو ایک دوسرے سے ملا کر تمام سر جیسا نظر آتا ہے بنایا ان ہڈیوں سے چھ(۶) ہڈیاں خاص کھوپڑی کی ہیں اور چودہ(۱۴) اوپر کے جبڑے کی اور بارہ(۱۲) نیچے کے جبڑے کی اور باقی دانت ہیں جنمیں سے بعضے چوڑے ہیں کہ لیاقت پیسنے کی رکھتے ہیں اور بعضے تیز قابل کاٹنے کے اور بعضے نکیلے ہیں تو کچھ ڈاڑھیں ہیں اور بعض کچلیاں اور بعض سادہ دانت ہیں پھر گردن کو سر کی سواری بنایا اور اسکو سات منکوں سے مرکب کیا جو بیچ میں سے خالی اور گول ہیں اور ان میں گھٹاؤ بڑھاؤ سے ہے جس سے ایک دوسرے پر منطبق ہوتے ہیں اور حکمت کی وجہ اسباب میں لکھنی طول چاہتی ہے پھر گردن کو پشت پر رکھا اور پشت کو گردن کے نیچے سے لیکر سرین کی ہڈی تک چوبیس(۲۴) مہروں سے بنایا اور سرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزا سے مرکب کیا نیچے کی طرف سے تو اس سے ریڑھ کی ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین چیزوں سے مرکب ہے پھر پشت کی ہڈیوں کو سینے کی ہڈیوں اور مونڈھے اور ہاتھوں اور زیر ناف اور سرین کی ہڈیوں میں ملایا پھر ہاتھوں اور پنڈلیوں اور پاؤں کی انگلیوں کی ہڈیاں ہیں انکے شمار ہم نہیں لکھتے مگر سارے بدن میں دو سو اڑتالیس ہڈیاں ہیں ان میں وہ چھوٹی ہڈیاں داخل نہیں جیسے جوڑوں کے گڑھے بھرے ہوئے ہیں اب دیکھو کہ ان سب کو ایک نطفہ نرم اور پتلے سے کیسے بنایا اور ہڈیوں کے شمار ذکر کرنے سے یہ مقصود نہیں کہ ان کی گنتی معلوم ہو جاوے اسواسطے کہ یہ تو ادنیٰ علم ہے تشریح والے طبیب اسکو جانا کرتے ہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان ہڈیوں کو دیکھکر جسنے انمیں انتظام دیا ہے اور انکو پیدا کیا ہے اسکی طرف غور کریں کہ کیسے اسنے انکو مقرر کیا اور انمیں انتظام کیا اور انکی شکلیں و مقداریں علیحدہ علیحدہ بنائیں اور انکے شمار معین رکھے کہ اگر ایک بڑھ جاتی ہے تو آدمی پر وبال ہو جاتی ہے اور اسکے دور کرنے کا محتاج ہو جاتا ہے اور اگر ایک کم ہو جاتی ہے تو اس کمی کے تدارک کا جبر کرنا پڑتا ہے تو طبیب جو ہڈیوں پر غور کرتا ہے اسلیے کرتا ہے کہ انکے علاج کا ماہر ہو جاوے اور اہل بصیرت جو ان پر غور کرتے ہیں تو اسلیے کہ بڑائی انکے پیدا کرنے والے کی سمجھتے ہیں کہ کیا تصویر بنائی ہے تو دونوں نظروں میں نہایت درجہ کا فرق ہے پھر دیکھو کہ خدائے تعالیٰ نے ہڈیوں کے ہلانے کے اسباب کیسے بنائے یعنی مچھلیاں بدن میں پانچسو انتیس(۵۲۹) پیدا کیں اور مچھلی گوشت اور پٹھے سے اور بند اور جھلیوں سے بنی ہے اور وہ سب مقدار اور شکلوں میں جیسی جگہ اور جیسی حاجت ہے اسکے موافق جدا جدا ہیں ان میں سے چوبیس(۲۴) مچھلیاں تو آنکھ کے ڈھیلے اور پپوٹوں کے ہلانے کو ہیں کہ اگر ان میں سے ایک کم ہو جاوے تو آنکھ کا معاملہ ناقص ہو جاوے اسیطرح ہر عضو کے لیے ایک شمار معین اور مقدار معین پر مچھلیاں بنی ہیں اور پٹھوں اور رگوں اور شریانوں کا حال اور انکے شمار اور نکلنے کی جگہ اور شاخوں کے پھوٹنے کا ماجرا اس سبب سے عجیب تر ہے اور اسکی تفصیل طول چاہتی ہے غرضکہ فکر کو ان اجزا میں سے ہر ایک میں دوڑنے کی گنجایش ہے پھر ہر ہر عضو میں پھر سارے بدن میں فکر کی مجال ہے اور یہ سب اجسام بدن کے عجائبات اور معانی اور صفات کے نادرات پر غور کرنا ہے جو حواس سے معلوم نہیں ہوتے اسیطرح ظاہر انسان اور اسکے باطن اور بدن اور اسکے صفات کو غور کرو تو انمیں بھی وہ عجائب اور صنعت معلوم ہو گی جس سے تعجب آوے اور یہ سب خدائے تعالیٰ کی صنعت ایک قطرۂ آب ناپاک میں ہے ؎ دہد قطرہ را صورتے چون پری ؛ کہ کردست برآب صورت گری ؛ اب

جو پانی کے قطرہ مین یہ صنعت کرتا ہے تو اسکی صنعت ملکوت آسمانون اور انکے ستارون مین کیا کچھ ہوگی اور انکی وضع اور شکلون اور مقدارون اور
شمار اور بعضون کے یکجا ہونے اور اسکی صورتین علٰحدہ ہونے اور نکلنے اور ڈوبنے کی جگہ جدا ہونے مین کیسی کچھ حکمت ہوگی یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ کوئی
ذرہ آسمانون کے ملکوت کا کسی حکمت اور حکم سے خالی ہے بلکہ یون جاننا چاہیے کہ پیدائش کی رو سے وہ مضبوط اور براہ صنعت نہایت درست اور بدن انسان
کی نسبت کر زیادہ تر جامع عجائبات کا ہے بلکہ تمام روے زمین کی چیزون کو آسمانون کے عجائب سے کچھ نسبت ہی نہین اور اسلیے خداے تعالیٰ فرماتا ہے ءَانتم
اشد خلقا ام السماء بنٰها رفع سمکها فسوٰها واغطش لیلها واخرج ضحٰها پھر اب نطفے کیطرف رجوع کرکے دیکھو کہ اول کیا تھا اور پھر کیا ہو گیا اور سوچو کہ اگر
تمام جن اور انسان اسبات پر متفق ہون کہ نطفے کے واسطے کان اور آنکھ خواہ عقل یا قدرت یا علم یا روح پیدا کرین یا اسمین ہڈیان یا رگین یا پٹھے
یا چمڑا یا بال بنا دین تو بھلا بنا سکینگے بلکہ اگر یہ چاہین کہ خداے تعالیٰ کے بنانے کے بعد اسکی کنہ حقیقت اور کیفیت خلقت کو معلوم کرین تو اس سے
عاجز ہونگے تو اب تمسے تعجب آتا ہے کہ اگر تم کسی آدمی کی صورت دیوار پر نکلی دیکھو جسکے بنانے مین مصور نے داد استادی دی ہو یہانتک کہ تصویر کو ایسا
بنایا ہو کہ دیکھنے والا کہدے کہ انسان ہی ہے بولنے کی کسر ہے تو تم مصور کی نقاشی سے نہایت تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ واہ رے استاد کیسا
چابکدست اور ہوشیار اور اپنے فن مین یگانہ ہے اور دلمین بھی اسکی بڑائی بسیگی باوجودیکہ جانتے ہو کہ وہ تصویر صرف رنگ اور قلم اور ہاتھ اور دیوار اور قدرت
اور علم اور ارادہ سے بنی ہے اور انمین سے کوئی چیز مصور کا فعل اور اسکی پیدائش نہین بلکہ ان چیزون کو دوسرے نے پیدا کیا ہے جو کچھ مصور نے کیا وہ یہی ہو سکتا ہے
کہ رنگ کو دیوار پر ایک ترتیب خاص سے اکٹھا کر دیا مگر تمکو اس سے نہایت تعجب ہوتا ہے اور خود آدمی کو دیکھکر تعجب نہین کرتے کہ ایک قطرہ ناپاک نیست تھا
پھر اسکو اسکے پیدا کرنے والے نے پشتون اور چھاتیون مین پیدا کیا پھر وہان سے نکالکر اسکی شکل اور مقدار اور صورت عمدہ طور پر بنائی اور اسکے
اجزا جو ایک صورت کے تھے انکو جدا جدا عضو بنائے پھر ہڈیون کو مضبوط کیا اور اعضا کی شکلین اچھی کین اور ظاہر اور باطن کو آراستہ کیا اور رگون
اور پٹھون کو ایک دوسرے پر رکھا اور انمین غذا کے جانے کی جگہ مقرر کی تاکہ سبب اسکے زندہ رہنے کا ہو اور اسکو سنتا دیکھتا جانتا بولتا کر دیا اور
اسکی پشت کو بدن کی بنیاد مقرر کی اور پیٹ کو تمام آلات غذا کا حاوی اور سر کو سب حواس کا جامع بنایا پھر آنکھونکو کھولا اور انکے طبقون کو
ایک دوسرے پر رکھا اور انکی شکلین اور رنگ ڈھنگ اچھا کیا پھر انکو پپوٹون سے ڈھانپا تاکہ انکی حفاظت اور جلا کرتے رہین اور خس و خاشاک
روکتے رہین پھر انکے تلون مین جو واقع مین تل سے زیادہ نہین آسمانون کی صورتین ظاہر کین باوجودیکہ اتنے پھیلے ہوے اور لمبے
چوڑے ہین مگر آنکھ مین نظر آتے ہین پھر کانون کو جو بنایا تو ان مین کڑوا پانی رکھدیا کہ سماعت بنی رہے اور کیڑے اندر نہ جاوین اور
انکے گرد سیپ کی صورت کے چمڑے رکھدیے تاکہ آواز انسے اکٹھی ہو کر کان کے سوراخ مین جاوے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی کیڑا چلے تو
اسکی چال ان چمڑون پر معلوم ہو جاوے اور کان کے سوراخون مین بہت سے گڑھے اور ٹیڑھے راستے رکھے تاکہ کیڑا اگر کان مین جاوے
تو بہت سا چلے اور آدمی اگر سوتا ہو تو اسکی بہت سی حرکت سے جاگ پڑے پھر ناک کو چہرہ کے بیچ مین اونچا کیا اور اسکی شکل عمدہ بنائی اور اسکے دونون نتھنے رکھے
اور ان مین سونگھنے کی قوت عنایت فرمائی تاکہ بو کے سونگھنے سے اپنی غذا اور کھانے کی چیزین معلوم کر سکے اور ہوا کی روح دل کی غذا کے لیے نتھنون
کی راہ پہونچ سکے اور اندر کی حرارت کو تسکین ہوتی رہے اور منہ کو کھلا رکھا اور اسمین زبان رکھی جو دل کے اندر کی باتین بیان کر سکے اور منہ کو
دانتون سے زینت دی تاکہ سامان پیسنے اور توڑنے اور کاٹنے کا حاصل ہو دانتون کی جڑونکو مضبوط اور انکے سرون کو تیز اور رنگ کو سفید

بنایا اور الیسا برابر برابر رکھا کہ گویا موتی پرو دئیے ہیں اور ہونٹوں کو بنا کر انکا رنگ اور شکل عمدہ بنایا تاکہ منھ پر آپسمین ملسکیں اور اسکی راہ بند ہوجاوے اور یہ بھی فائدہ ہو کہ انسے گفتگو کے حروف پورے نکلیں پھر نرخرے کو پیدا کیا کہ اس سے آواز نکلے اور زبان میں قوت حرکت اور علیحدہ کرنے کی رکھی تاکہ جدا جدا مخارج میں آواز کو علیحدہ کردے اور اس ذریعہ سے بہت سے حروف بولنے کی گنجایش ہوجاوے پھر تنگی اور فراخی اور نرمی اور سختی اور صاف اور کھردرا ہونے اور لمبے اور چھوٹے ہونے میں نرخروں کو مختلف طرح کا بنایا تاکہ اسکے سبب سے آوازیں جدی ہوجائیں اور دو آوازوں میں خلط نہوجاوے بلکہ دونوں آوازیں جدا جدا معلوم ہوں یہانتک کہ آدمی ایکدوسرے کو اندھیرے میں آواز ہی سے پہچان لیں پھر سر کو بالوں اور زلفوں سے زینت دی اور چہرے کو داڑھی اور ابرو سے اور ابرو کو پتلے بالوں اور کمان کی صورت ہونے سے آراستہ فرمایا اور آنکھوں کو پلکوں سے زینت بخشی پھر اعضا باطن کو پیدا فرماکر ہر ایک کو ایک معین کام کے واسطے مخصوص فرمایا مثلاً معدے کو غذا کے پکانے کے لیے مسخر کیا اور جگر کو اسلئے بنایا کہ غذا کو خون کردے اور تلی اور پتے اور گردے کو جگر کا خادم بنایا تلی کی یہ خدمت ہے کہ سودا کو جگر سے جذب کرتی ہے اور پتا صفرا کو اور گردہ رطوبت آبی کو اور پھکنا گردے کا خادم ہے کہ پانی گردے میں سے لیکر پیشاب گاہ کے راستہ سے نکالدیتا ہے اور رگیں جگر کی یہ خدمت کرتی ہیں کہ خون کو بدن کے تمام اطراف میں پہونچاتی ہیں پھر دونوں ہاتھوں کو پیدا کیا اور انکو لمبا بنایا تاکہ چیزوں کیطرف بڑھ سکیں اور ہتیلی کو چوڑا کرکے اسکی تقسیم پانچ انگلیوں میں کی اور ہر انگلی میں تین تین پوریں رکھیں اور چار انگلیوں کو ایک طرف رکھا اور انگوٹھے کو ایک طرف تاکہ انگوٹھا سب پر گھوم سکے اور چاروں انگلیوں کو طول میں مختلف رکھکر ایک صف میں ایک دوسرے کے بعد رکھا اگر سب اول اور آخر کے لوگ متفق ہوکر کوئی اور صورت بڑی باریک فکر سے نکالا چاہیں کہ اس وضع خاص سے جو انگلیوں کو اب حاصل ہے دوسرے طور پر رکھیں اور سب کام دیویں جواب دیتی ہیں پھر ہرگز نہو سکیگا اسلیے کہ اس ترتیب خداداد سے بہت فوائد ہیں لینا اور دینا اور پکڑنا سب اسی سے ہوتا ہے اگر انگلیوں کو پھیلا ہوا رکھے تو ایک تشتری ہے جو چاہو اسپر رکھ لو اور اگر انکو بند کرلو تو مارنے کا آلہ گھونسا ہوجاویگا اور اگر ادھکھلی رکھو تو چلو چمچے کی صورت ہوجاویگی اور اگر ملاکر کھولدو تو کھرپی یا بیلچے کی شکل ہوجاوے گی پھر انگلیوں کے سروں پر ناخن پیدا کیے کہ انکی زینت ہو اور پشت کیجانب سے انکی روک ہو کہ کٹ نہ جاویں اور باریک چیزیں جو پوروں سے نہ اٹھ سکیں انکو بھی اٹھا سکے اور اپنا بدن حاجت کے وقت انسے کھجا سکے پس ناخن سب اعضا میں ادنی ہے لیکن اگر بالفرض نہو اور آدمی کو خارش ہوجاوے تو نہایت عاجز اور ضعیف ترین خلق ہوجاوے اور کوئی بدن کھجلانے میں اپنے ناخن کا قائم مقام نہوسکے شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎ نغمخوار گی جز سرانگشت من ٭ نخارد کسے در جہان پشت من ٭ پھر ہاتھ کو خارش کی جگہ بتلادی کہ اسی جگہ پہونچتا ہے گو آدمی نیند اور غفلت ہی میں ہو اور اگر بدن کھجلانے میں دوسرے سے مدد لیتا تو خارش کی جگہ پر بڑی مشقت کے بعد مطلع کرپاتا پھر یہ سب باتیں نطفے میں پیٹ کے اندر تین اندھیروں کے درمیان بناویں کہ اگر بالفرض رحم پر سے سب پردے اٹھا لیے جاویں اور آدمی کو بچہ نظر آنے لگے تو دیکھے کہ یہ سب امور ایک دوسرے کے بعد بنتے چلے جاتے ہیں نہ مصور معلوم ہوتا ہے نہ کوئی آلہ اسکے بنانے کا دکھائی دیتا ہے تو بھلا الیسا کوئی مصور یا کاریگر تمنے دیکھا ہے کہ اپنے اوزار کو ہاتھ نہ لگاوے نہ جس چیز کو بناتا ہے اسکو چھووے نہ اسکے پاس آوے اور تہ بتہ کے اندھیروں کے اندر اسمیں تصرف کرے یہ شان اسی پاک ذات کی ہے اور کسیکی مجال نہیں پھر اسکی کمال قدرت اور رحمت

کمال کو دیکھو کہ جب بچہ بڑھا اور رحم مین گنجایش نرہی تو اسکو کیسے بتادیا کہ اوندھا ہو کر اور وہانسے ہلکر اس تنگی سے نکلنے کی راہ ڈھونڈھتا ہے گویا جس چیز کی طرف محتاج ہے اسکو سمجھتا بوجھتا ہے پھر جب نکل آیا اور غذا کا محتاج ہوا تو کیسے اسکو چھاتی منھ مین دبانے کی ہدایت کی پھر چونکہ اسکا بدن نرم تھا اور موٹی غذا کی برداشت نہ رکھتا تھا تو کیسے اسکے لیے لطیف دودھ کا انتظام کیا اور خون اور غلیظ مین سے کیسا خالص گلے مین اترتا پیدا کیا اور چھاتیون کو کیسے بنایا اور انمین دودھ اکٹھا کیا اور انکے سر ایسے کردیے کہ لڑکے کے منھ مین آجادین پھر ان مین سوراخ بہت باریک رکھے تاکہ دودھ بدون دبائے نہ نکلے اور دبانے سے آہستہ آہستہ نکلے اسلیے کہ لڑکا تھوڑا ہی تھوڑا متحمل ہوسکتا ہے پھر اسکو چوسنا کیسے بتادیا تاکہ شدت بھوک کیوقت اس تنگ جگہ سے دودھ بہت سا نکلے پھر اس مہر و محبت آلہی کو دیکھو کہ دانتون کا پیدا کرنا دو برس کے پورا کرنے پر رکھا اسلیے کہ دو برس تک اسکی غذا دودھ ہی سے ہوتی ہے دانت کی حاجت نہین ہوتی اور جب بڑا ہوتا ہے تو نرم دودھ اسکے موافق نہین ہوتا اسوقت غذا گاڑھی چاہیے اور غذا کو چابنے اور پیسنے کی ضرورت ہے اسی لیے جب حاجت ہوئی تب دانت دیے نہ پہلے دیے نہ پیچھے پس تعجب ہے کہ اول اللہ پاک نے یہ سخت ہڈیان ان نرم مسوڑون مین کیسے نکالین پھر والدین کے دل مین شفقت ڈالدی کہ جسوقت وہ اپنے آپ اپنے لیے کچھ نہین کرسکتا اسوقت یہ دونون اسکی خدمت کرتے ہین اگر خداوند کریم انکے دل مین رحمت نہ ڈالتا تو بچے سے زیادہ کوئی عاجز تر اپنی تدبیر سے نہوتا پھر دیکھو کہ جون جون بڑھتا گیا اسکو قدرت اور تمیز اور عقل اور ہدایت کیسے رفتہ رفتہ دیتا گیا یہانتک کہ ہٹا کٹا ہو کر قریب بلوغ ہوا پھر جوان پھر ادھیر پھر بوڑھا ہوا یا تو ناشکر یا شکرگزار مطیع یا نافرمان ایماندار یا کافر بنا جیسے خداے تعالی فرماتا ہے

ہل اتی علے الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا انا ہدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا پس اول لطف و کرم کو دیکھو پھر قدرت و حکمت پر غور کرو تو عجائبات حضرت ربوبیت سے مبہوت رہجاؤگے اور نہایت تعجب اس شخص سے ہے کہ جو عمدہ خط یا کوئی اچھا نقش دیوار پر دیکھتا ہے اور اسکو پسند کرتا ہے تو اپنی ساری ہمت کاتب اور نقاش کے تصور مین لگاتا ہے کہ کیسے لکھا اور کیسے نقش کیا اور اسکو اپنے دل مین بڑا جان کر کہتا رہتا ہے کہ یہ شخص کتنا بڑا ماہر اور فن مین کامل اور زبردست اور قدرت والا ہے مگر یہ عجائب اپنے آپ مین اور دوسرون مین دیکھتا ہے اور اسکے کاریگر اور مصور برحق سے غافل رہتا ہے اسکی عظمت اسکو مدہوش کیون نہین کرتی اور اسکے جلال اور حکمت سے متحیر کیون نہین ہوتا پس یہ چند عجائبات آدمی کے بدن کے ہین سب کا لکھنا ممکن نہین اگر آدمی فکر کیا چاہے اسکے فکر کے دوڑانے کو بہت ہی قریب ہین اور خالق کی عظمت پر نہایت واضح دلیل ہین مگر آدمی ان سے غافل اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگا ہوا ہے اسکے سوا اور کچھ نہین آتا کہ بھوک لگی تو کھالیا اور پیٹ بھرا تو سو رہا شہوت ہوئی تو صحبت کی غصہ آیا تو لڑلیا حالانکہ ان باتون مین بہائم اور درندے سب آدمی کے شریک ہین خاصیت انسانی جس سے بہائم محروم ہین وہ یہ ہے کہ آسمانون اور زمین کے اسرار اور جانون اور جہان کے عجائب کو غور کرکے خداے تعالی کو پہچانے اسلیے کہ اس سے بندہ مقرب فرشتون کی جماعت مین داخل ہوجاتا ہے اور انبیا اور صدیقین کی جماعت مین اٹھکر خداے تعالی کی جناب سے نزدیک ہوتا ہے یہ مرتبہ بہائم کو نہین ہے نہ اس آدمی کو جو دنیا سے صرف شہوات بہائم پر راضی ہوا اسلیے کہ ایسا انسان بہائم سے بہت برا ہے اسلیے کہ بہائم مین تو قدرت معرفت کی سرے سے نہین اور انسان مین تو خداے تعالی نے قدرت پیدا کی تھی مگر اس نے اسکو بیکار رکھا اور نعمت آلہی کا شکر نہ کیا تو ایسے لوگ بہائم کیا بلکہ ان سے بھی بدتر ہین اور جب تمکو اپنے آپ مین فکر کرنے کا طریق معلوم ہوگیا تو اب زمین کو دیکھو جو تمہاری قرارگاہ ہے پھر اسکی نہرون اور دریاؤن

...اس کو پھر کردیا سنتا دیکھتا ہم نے اسکو سجھائی راہ یا حق مانتا یا ناشکرا ۱۲

اور پہاڑون اور گانوؤن مین فکر کرو پھر ان کے بعد آسمانون کے اسرار پر ترقی کرو پس زمین مین بہت نشانیان ہین ایک یہ کہ زمین کو بچھونا اور بستر بنایا اور اس مین راستے اور سڑکین بنائین اور اسکو نرم کیا تاکہ اسکے اطراف مین پھرو اور اسکو ساکن بنایا کہ ہلتی نہین اور اس مین پہاڑون کی میخین جڑ دین کہ حرکت سے اسکی مانع ہون پھر اسکے اطراف کو چوڑا کیا یہانتک کہ آدمی اسکے سب اطراف مین پھرنے سے عاجز ہو گو انکی عمرین بڑی ہون اور گردش زیادہ کرین چنانچہ ان باتون کو خداے تعالیٰ نے فرمایا ہو والسماء بنیناہا باید وانا لموسعون والارض فرشناہا فنعم الماہدون اور فرمایا ہو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبہا۔ اور فرمایا الذی جعل لکم الارض فراشا۔ اسی طرح کلام مجید مین خداے تعالیٰ نے ذکر زمین کا بہت جگہ فرمایا ہو تاکہ اسکے عجائب مین فکر کیا جائے کہ اسکی پشت زندون کے رہنے کی جگہ ہے اور پیٹ مُردون کے سونے کا مقام ہو اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا۔ پس زمین کو دیکھو کہ بیجان ہوتی ہے اور جب اسپر پانی پڑتا ہو تو تازہ ہو کر ابھرتی ہو اور سبز ہو کر عجب سبزی نکالتی ہو اور اسمین طرح طرح کے حیوانات نکل پڑتے ہین پھر دیکھو کہ زمین کے کنارون کو اونچے اونچے اٹل پہاڑون بھاری اور سخت سے کیسے مضبوط کیا اور کسطرح پانی اسکے نیچے رکھا کہ چشمے نکالے اور نہرین بہائین جو روے زمین پر چلتی ہین اور پتھر خشک اور میلی مٹی سے پانی شیرین اور نتھرا صاف نکالا اور اس سے ہر چیز کو زندہ کیا اقسام کے درخت اور روئیدگی اور انگور ساگ ترکاری اور زیتون اور کھجور اور انار اور میوہاے بیشمار جدی جدی شکلون اور رنگ اور مزہ اور صفت اور بو کے پانی ہی کے سبب نکالے کھانے مین ایک دوسرے سے بڑھ چڑھکر ہین حالانکہ ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہین اور ایک ہی زمین سے نکلتے ہین اب اگر کوئی کہے کہ ان میوؤن کا اختلاف انکے بیجون کے مختلف ہونے سے ہے تو ہم کہتے ہین کہ گٹھلی مین خوشے کہان لگے ہوے تھے اور ایک دانہ مین سات بالین اور ہر بال مین سو دانے کہان تھے پھر جنگلون کی زمین کو دیکھو اور اسکے ظاہر و باطن کی جستجو کرو تو ایک سی مٹی معلوم ہوگی اور جب اسپر پانی پڑتا ہو تو ترو تازہ ہو کر ابھرتی ہو اور رنگ برنگ کی جنسین اور ایک سی صورت کے سبزے اور مختلف صورت کے اگاتی ہو کہ ہر ایک کا مزہ اور بو اور رنگ اور شکل دوسرے سے علحدہ ہو پھر انکی کثرت اور اختلاف اقسام اور کثرت اشکال پر لحاظ کرو پھر طبیعتون کے مختلف ہونے اور کثرت منافع پر غور کرو کہ اللہ جل شانہٗ نے ان نباتات مین کیسے عجیب فوائد رکھے ہین مثلاً کوئی غذا کے کام کی ہو کوئی قوت دیتی ہو کوئی موجب زندگی ہو کوئی قاتل ہو کوئی سرد ہو کوئی گرم کوئی معدہ مین جا کر صفرے کو رگون کے اندر سے دور کرتی ہو کوئی خود صفرا بنجاتی ہو کوئی دافع بلغم وسودا ہو اور کوئی بلغم وسودا بنجاتی ہے کوئی مصفی خون ہو کوئی خون ہو جاتی ہو کوئی مفرح ہو کسی سے نیند آتی ہو کسی سے زور بڑھتا ہو کسی سے ضعف ہوتا ہو غرضکہ زمین سے جو پتا یا تنکا نکلتا ہو اسمین ایسے فوائد ہین کہ آدمی انکی ماہیت پر مطلع نہین ہو سکتا پھر ان نباتات مین سے ہر ایک کی پرورش مین کسانون اور مالیون کو جدا جدا کام کرنا پڑتا ہو مثلاً خرما مین نر کا پانی مادہ مین دیا جاتا ہے انگور کو چھانٹا جاتا ہو کھیتی مین سے گھاس وغیرہ علحدہ کرنا پڑتا ہو کسی کا بیج زمین مین بکھیرتے ہین کسی کی پود لگاتے ہین کسی کی قلم لگاتے ہین اگر ہم چاہین کہ نباتات کی جنسون اور قسمون کا اختلاف اور انکے منافع اور حالات اور عجائبات بیان کرین تو اسی کے لیے ایک مدت چاہیے اسی لیے ہر جنس مین سے کسی قدر کافی ہو جس سے فکر کا طور معلوم ہو جاوے نباتات کے عجائب تو ہو چکے دوسری نشانی زمین مین یہ ہو کہ پہاڑون اور کانون مین زمین کے جواہر رکھے ہین یہی زمین ہو کہ اسمین بہت ٹکڑے پاس پاس ایک دوسرے سے صفات مین علحدہ ہین مثلاً پہاڑون کو

دیکھو کہ ان مین سے جواہر نفیس چاندی سونا فیروزہ لعل وغیرہ کیسے نکلتے ہین کہ بعضے تو ہتھوڑون سے پٹتے ہین جیسے چاندی سونا تانبا رانگا لوہا اور بعضے نہین
پٹتے جیسے فیروزہ اور لعل وغیرہ اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے لوگون کو انکا نکالنا اور صاف کرنا اور ان سے برتن اور اوزار اور نقد اور زیور
بنانا بتلا دیا پھر زمین کی کانون کو دیکھو کہ رال اور گندھک اور قیر وغیرہ ان مین سے نکلتے ہین اور سب سے ادنیٰ نمک ہے جسکی حاجت کھانے کی درستی
مین ہوتی ہے اگر کسی شہر مین نہو تو جلد لوگ مرنے لگین خداے تعالیٰ کی رحمت کو دیکھنا چاہیئے کہ بعض زمینون کے جوہر کو کیسے شور بنایا کہ ان مین صاف
پانی مینہ کا اکٹھا ہو کر نمک شور گرمی کرنیوالا بنایا کہ ممکن نہین کہ کوئی تم اسکو تنہا پیسا پھر کھالے بلکہ اسلیئے بنایا کہ اس سے کھانا درست ہوجاوے
اور جب تم اسکو کھاؤ تو عیش اچھی طرح ہو اور کوئی پتھر اور حیوان اور نباتات ایسے نہین جس مین ایک حکمت یا زیادہ اس قسم کی نہ ہو
کوئی ان مین سے بیکار اور کھیل کے لیے نہین بنی بلکہ سب کو جیسا چاہیئے تھا اور جس طرح چاہیئے تھا اور جیسے اس کے جلال اور کرم اور لطف
کے شایان تھا حق طور پر بنایا اور اسی وجہ سے خود فرمایا ہے وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین ما خلقناہما الا بالحق۔ تیسری نشانی اقسام
حیوانات ہین کہ انمین سے بعضے اڑتے ہین اور بعضے چلتے ہین اور چلنے والون مین بعضے دو پاؤن سے چلتے ہین بعضے چار سے بعضے دس اور سو
سے چنانچہ بعض حشرات الارض مین یہ امر دیکھا جاتا ہے پھر فوائد اور صورت شکل اور عادات اور طبائع مین سب مختلف ہین پھر جو پرندے
اور خشکی کے وحشیون اور خانگی بہائم کو دیکھو ان مین وہ عجائب پاؤگے جنسے انکے خالق اور مقدر اور مصور کی عظمت اور قدرت اور حکمت
مین کچھ شبہہ نہ کروگے اور ان سب کا لکھنا ممکن نہین بلکہ اگر ہم چاہین کہ عجائب چھوٹے جانورون مثل مچھر اور چیونٹی اور شہد کی مکھی اور
مکڑی کے بیان کرین کہ گھر ایسے بناتے ہین اور غذا ایسی جمع کرتے ہین اور اپنے جوڑے سے الفت اسطرح ہوتی ہے اور گھر کی شکل موزون بنانے
مین ایسی مہارت ہوتی ہے اور اپنی حاجتون کیطرف اسطرح راستہ ملتا ہے تو ہرگز ہم سے سب بیان نہو سکے گا مثلاً مکڑی کو دیکھتے ہو کہ اپنا گھر
نہر کے کنارے بناتی ہے تو اول وہ جگہ ایسی تلاش کرتی ہے کہ ان دونون مین تھوڑا سا فاصلہ ایک ہاتھ یا اس سے کم و بیش ہو تا کہ دونون جگہ مین
اپنا تار پہونچا سکے پھر وہ اسطرح شروع کرتی ہے کہ اپنا لعاب یعنی تار ایک کنارے پر ڈالتی ہے تا کہ اس مین چمٹ جاوے پھر دوسری طرف
جاکر وہان دوسرا سرا تار کا چپکا دیتی ہے اسیطرح دوبارہ سہ بارہ آمد و رفت کرتی ہے اور فاصلہ تارونکا مناسب اور موزون رکھتی ہے یہانتک
کہ جب تارون کے سرے دونون جگہ مین مضبوط ہوجاتے ہین اور انکو تانے کی شکل کر لیتی ہے تب بانے مین مصروف ہوتی ہے اور بانے کو تانے پر
رکھنا شروع کرتی ہے اور جہان بانے کا تار تانے سے ملتا ہے وہان مضبوط گرہ دیتی ہے اور آپس مین بھی موزونیت اور شکل ہندسی کو لحاظ رکھتی ہے اور
اس تانے بانے سے ایسا جال بناتی ہے جسمین مچھر اور مکھی پھنس جاوے اور اپنے آپ ایک کونے مین تاک لگاے بیٹھی رہتی ہے کہ کوئی شکار جال مین پھنسے
جب کوئی پھنس جاتا ہے تو لپک کر اسکو پکڑ کے کھا جاتی ہے جب اسطرح شکار کرنے سے تھک جاتی ہے تو کسی دیوار کا کونا ڈھونڈھ کر کونے کے
دونون جانب مین تار لگا کر ایک اور تار مین آپ لٹک جاتی ہے اور الٹی ہوا مین لٹکی رہتی ہے اور اڑنے والی مکھی وغیرہ کی منتظر رہتی ہے جب کسی مکھی کا گذر
ہوتا ہے تو اسکو پکڑ کر اپنا تار اسکی ٹانگون مین لپیٹ کر خوب مضبوط کر دیتی ہے پھر اسکو کھا لیتی ہے پس کوئی حیوان چھوٹا یا بڑا ایسا نہین کہ اس مین
ان عجائبات مین سے بیشمار نہون پھر کہو تو کہ مکڑی نے یہ صنعت اپنے آپ سیکھی ہے یا خود بخود موجود ہو گئی ہے یا کسی آدمی نے
اسکو بتایا خواہ سکھلایا ہے یا اسکا کوئی ہادی اور بتانے والا نہین کوئی اہل دانش اسمین شک نہ کریگا کہ وہ بیچاری عاجز اور ضعیف ہے بلکہ ہاتھی

جسکا تن بہت بڑا اور قوت ظاہر ہے وہ بھی اپنے نفس کے امر سے عاجز ہے تو ضعیف ہی جانور ہے پھر بھلا وہ اپنی شکل اور صورت اور حرکت اور ہدایت اور عجیب صنعت سے اپنے پیدا کرنیوالے حکمت والے اور قادر دانا پر شہادت نہیں دیتی۔ ہوشیار آدمی تو ایسے چھوٹے سے جانور میں عظمت خالق مدبر کی اور اسکا جلال اور کمال قدرت و حکمت دیکھتا ہے جس سے عقلیں حیران رہجاویں بڑے حیوانوں کا تو کیا ذکر ہے اور یہ قسم بھی بے حد و شمار ہے اسلیے کہ حیوانات اور ان کی شکلیں اور عادات اور طبیعتیں بیشمار ہیں اور دلوں کو تعجب ان سے اسواسطے نہیں ہوتا کہ کثرت سے دیکھنے کے باعث انسے مانوس ہوگئے ہیں ہاں اگر کسی حیوان عجیب یا نئے کیڑے کو دیکھتے ہیں تو تعجب کرکے کہتے ہیں کہ سبحان اللہ عجیب جانور ہے اور انسان سب حیوانات سے عجیب تر ہے اپنے آپ کو دیکھکر تعجب نہیں کرتا بلکہ جن چوپایوں سے مانوس ہورہا ہے اگر انکی شکلوں اور منافع اور فوائد پر لحاظ کرے اور انکے چمڑوں اور اونوں اور بالوں کو دیکھے کہ خداے تعالیٰ نے انکو اپنے خلق کا لباس اور گھر سفر اور حضر میں اور پینے کی چیزوں کے برتن اور غذا رکھنے کے ظروف اور پاؤن کی حفاظت کے لیے بنایا ہے اور انکے دودھ اور گوشت کو مخلوق کی غذا مقرر کی ہے پھر بعض چوپایوں کو سواری کی زینت اور بعض کو بوجھ لادنے کے لیے اور دور کے جنگل اور بیابان طے کرنے کو بنایا ہے تو دیکھنے والوں کو انکے پیدا کرنیوالے کی حکمت سے کمال ہی تعجب ہے اسلیے کہ اس نے انکو جب ہی پیدا کیا جب انکے سب فوائد پیدا کرنے سے پیشتر اپنے علم میں ٹھہرالیے تو دیکھو کہ کیا ذات پاک ہے جسکے علم میں بفکر و تامل سب امور کھلے ہیں اور کسی وزیر اور مشورت دینے والے کی مدد نہیں لیتا پس وہی ہے دانا خبردار حکمت و قدرت والا جسنے اپنے مخلوق کی ادنیٰ چیز سے عارفوں کے دل سے شہادت اپنی توحید کی نکالی تو خلق کو اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ اسکے قہر اور قدرت کا یقین کریں اور اسکے پروردگار ہونے کے مقر ہوں اور اسکی عظمت اور جلال کی معرفت سے عاجزی کا اقرار کریں پس اب کون ایسا ہے جو اسکی ثنا کرسکے وہ ایسا ہے جیسا وہ خود اپنی ثنا کرے انتہا معرفت ہماری یہ ہے کہ اسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کریں ہم خداے تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنی ہدایت سے ہمکو مشرف فرماوے بمنہ و کمال رافتہ چوتھی نشانی گہرے گہرے سمندر جو زمین کے حصوں میں ہیں یہ سب اس بحر اعظم کے ٹکڑے ہیں جو ساری زمین کے گرد ہے اور یہ سب اتنے ہیں کہ جتنے زمین اور پہاڑ پانی سے کھلے ہوے ہیں وہ سب پانی کی نسبت کر ایسے ہیں جیسے بڑے سمندر میں ایک چھوٹا جزیرہ ہو اور باقی زمین پانی سے چھپی ہوئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں الارض فی البحر کالاصطبل فی الارض۔ ترجمہ تو اب اصطبل کو زمین کے ساتھ نسبت کرکے جان لو کہ زمین کو سمندر کے ساتھ وہی نسبت ہے اور جب تم زمین کے عجائب دیکھ چکے تو اب سمندر کے عجائب میں تامل کرو اسلیے کہ سمندر میں حیوانات اور جواہر کے عجائب ان عجائب کے دونے چوگنے ہیں جو زمین پر دیکھتے ہو جیسے کہ پھیلاؤ سمندر کا زمین کی وسعت سے زیادہ ہے اسیطرح اسکے عجائب بھی زیادہ ہیں اور سمندر کی بڑائی کی جہت سے یہ ہے کہ اس میں حیوانات اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ اگر تم انکو سطح پانی کے اوپر دیکھو تو یہ گمان کرو کہ کوئی ٹاپو ہے اور بعض اوقات ایسا ہوا بھی ہے کہ تری کے مسافر جہاز پر آئے انکو کی کمر کو جزیرہ سمجھکر اتر پڑے ہیں اور اسپر آگ جلائی اور آگ کی حرارت سے جب اسنے حرکت کی تو معلوم ہوا کہ جانور ہے اور جتنے اقسام حیوانات کے خشکی میں ہیں مثلاً گھوڑا پرند گاے انسان وغیرہ یہی اقسام دونے چوگنے بلکہ کہیں زیادہ تری میں پائے جاتے ہیں اور سمندر میں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جنکی نظیر خشکی میں نہیں پائی جاتی انکے صفات ان کتابوں میں مذکور ہیں جنھوں نے مشقت دریائی سفر کی اٹھاکر اسکے عجائب کو جمع کیا ہے پھر دیکھو کہ خداے تعالیٰ نے موتی کیسے بنایا اور اسکو سیپ کے اندر پانی کے نیچے کیسے گول کیا پھر دیکھو کہ مونگے کو پانی کے نیچے ٹھوس پتھر میں سے کیسے نکالا وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پتھر میں سے سبزہ نکلا پھر اسکے سوا عنبر اور دوسری نفیس چیزوں کو دیکھو جنکو سمندر پھینکتا ہے اور

۱۲ زمین سمندر میں ایسی ہے جیسے اصطبل بڑی زمین میں ۱۲ یعنی جیسے اصطبل کو زمین سے نسبت ہے ۱۲

اس سے نکلتی ہین پھر کشتیون کے عجائب کو دیکھو کہ انکو اللہ تعالیٰ نے پانی کی سطح پر کیسے روکا اور تاجرون اور مال کے طالبون وغیرہم کو ان مین پھرایا اور کشتیون کو انکا تابع کیا کہ اپنے بوجھ انمین لادین پھر ہواؤن کو بھیجا کہ کشتیون کو چلاوین پھر ملاحون کو ہواؤن کے رخ اور ان کے چلنے کی جگہ اور وقت بتلا دیے غرضکہ سمندر مین جتنے عجائب خدائے تعالیٰ کی صنعت کے ہین وہ بہت سی جلدون مین پورے نہین بیان ہو سکتے اور ان سب مین سے عجیب اور ظاہر تر پانی کے قطرے کی کیفیت ہے کہ وہ ایک جسم پتلا بہتا ہوا شفاف اور اجزا کا متصل گویا ایک ہی چیز ہے اسکی ترکیب نازک اور جدا ہونے کو جلد قبول کرتی ہے گویا علیحدہ ہی ہے تصرف جو چاہو سو کرو خواہ ملا دو یا جدا کرو خشکی کے سب جانورون کی حیات اور نباتات کی زندگی اسی سے ہے پس اگر کوئی بندہ ایک گھونٹ پانی کا محتاج ہو اور اسکو نہ پینے دیا جاوے تو اگر اسکے ملک مین تمام روے زمین کے خزانے ہون تو اس ایک گھونٹ کے واسطے سب دنیا خرچ کر ڈالے پھر پینے کے بعد اگر پیشاب کی راہ اسکے نکالنے کے لیے منع کر دیا جاوے تب بھی سارے خزانے روے زمین کے دے ڈالنے کو تیار ہو تو آدمی سے نہایت تعجب ہے کہ دینار اور درہم اور جواہر کو تو بڑا سمجھے اور پانی کے گھونٹ سے جو خدائے تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے کہ اسکے پینے خواہ نکالنے کے واسطے تمام دنیا دے ڈالے غافل رہے پس پانی کے عجائب اور نہرون اور کنوؤن اور سمندرون کے غرائب کو سوچو کہ فکر کی ان مین گنجایش اور جولانی کی جا ہے اور یہ سب چیزین دلیلین ایک دوسرے کی معاون اور علاما متفقہ ہین کہ اپنی زبان حال سے صراحتًہ اپنے پیدا کرنے والے کا جلال بیان کر رہی ہین اور اسکے کمال حکمت کو ظاہر کر رہی ہین اور اہل دل کو اپنے نغمات دلاویز سے پکار کر یون کہتی ہین کہ کیا تو مجھے نہین دیکھتا کیا میری صورت اور ترکیب اور صفات اور فوائد اور اختلاف حالات پر نظر نہین کرتا کیا تجھے یہ گمان ہے کہ مین خود بخود ہو گئی ہون یا کسی نے میری جنس مین سے مجھے پیدا کیا ہے کیا تجھے شرم نہین آتی کہ جب کوئی لفظ تین چار حرفون کا لکھا دیکھتا ہے تو یقین کر لیتا ہے کہ اسکو کسی آدمی دانا قدرت و ارادہ والے اور کلام کرنے والے نے لکھا ہے اور تو عجائب نوشتے جو خدائے تعالیٰ کے میرے چہرے کے ورق پر اس قلم الٰہی سے لکھے ہوئے ہین جسکی ذات اور حرکت اور لکھنے کی جگہ سے ملنا آنکھ سے نہین سوجھتا دیکھتا ہے اور پھر تیرے دل مین اسکے کاریگر کا جلال نہین آتا۔ اور نطفہ کان والون سے یہ کہتا ہے نہ ان لوگون سے جو کانون سے معزول ہین کہ بھلا یون وہم کرو کہ اندر کے پردون کے اندھیرے مین خون حیض مین ڈوبا ہوا ہون اسوقت کہ میرے چہرے پر نقش و تصویر ظاہر ہوتی ہے یعنی نقاش ازل میری آنکھ اور پلکین اور پیشانی اور رخسارہ اور لب بناتا ہے پھر دیکھو کہ رفتہ رفتہ سارے نقش ایک دوسرے کے بعد ہوتے چلے جاتے ہین اور نقاش نہ اندر نطفہ کے نظر آویگا نہ باہر نہ بچہ دان مین ہوگا نہ اس سے خارج اور ان نقشون کی خبر ماں کو ہے نہ باپ کو نہ نطفہ کو نہ رحم کو تو بھلا کیا یہ نقاش اس نقاش سے عجیب زیادہ نہین جو قلم سے عجیب صورت بنایا کرتا ہے جسکو ایک یا دو بار تم بناتے دیکھو تو سیکھ جاؤ تو کیا تم سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسیطرح نقش و تصویر نطفہ کے ظاہر و باطن اور اسکے تمام اجزا کو سیکھ لو اور نطفہ کو بدون ہاتھ لگائے اور اندر باہر سے پاس ہونیکے نقش بنا دو پس اسپر بھی اگر تم نہ سمجھو کہ نطفے کا نقاش اور مصور اپنا نظیر اور برابر نہین رکھتا اور کوئی نقاش و مصور اسکی برابری نہین کر سکتا جیسے اسکا کام بے نظیر ہے اور اسکے برابر کوئی نقش و صورت نہین ایسی ہی اسکی ذات ہے اسلیے کہ کام مین جتنا فرق ہوتا ہے اتنا ہی کاریگرون مین ہوا کرتا ہے تو اگر تم کو ان امور سے تعجب آوے تو اپنے نہ تعجب کرنے پر تعجب کرو اسلیے کہ جس چیز نے کہ باوجود اس ظہور کے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا وہ بلاشک قابل زیادہ تر تعجب کے ہے پس پاک ہے وہ ذات جسنے ہدایت کی اور گمراہ کیا اور بدبخت اور نیکبخت بنایا اور اپنے دوستون کے دل کی

آنکھین کھول دین تو انھون نے اسکو تمام ذرات عالم اور اسکے اجزاء مین مشاہدہ کیا اور اپنے دشمنون کے دل اندھے کردیے اور اپنی عزت و عظمت
اُنسے مخفی رکھی تو اسی کو ہی خلق اور امر اور منت اور فضل اور لطف اور قہر نہ کوئی اسکے حکم کو ٹالے نہ کوئی اسکی قضا کو پیچھے کرسکے۔ پانچوین نشانی ہوا ہے
لطیف ہی جو آسمان اور زمین کے بیچ مین رکی ہوئی ہے چلنے کے وقت تو اسکا جسم بدن پر لگنے سے معلوم ہوتا ہی مگر آنکھ سے اسکا وجود نہین سوجھتا
اور وہ سب کی سب مثل ایک دریا کے ہی پرند آسمان کی جو مین اسی پھرتے ہین اور جیسے آبی جانور پانی مین اپنے بازو اور ہاتھ پاؤن
مارکر تیرتے ہین اسیطرح پرند بھی ہوا مین اپنے بازوؤن سے ہوا کو چیرتے ہین اور جیسے تیز ہوا کے چلنے سے موجین دریا کی اٹھتی ہین اسی طرح
آندھی سے اس ہوا کے دریا مین لہرین اٹھتی ہین پس جب اللہ تعالیٰ ہوا کو حرکت دیتا ہی تو وہ چلتی ہوا ہوجاتی ہی پھر اگر چاہتا ہے تو اسکو اپنے باران
رحمت کے لیے خوشخبری کردیتا ہی جیسا کہ ارشاد فرماتا ہی وارسلنا الریاح لواقح اس صورت مین ہوا کی حرکت سے ہوا کی جان حیوانات اور نباتات
مین پہنچتی ہی اور وہ بڑھنے کے لیے تیار ہوجاتے ہین اور اگر چاہتا ہی تو اسکو اپنے خلق مین سے نافرمانون کے لیے عذاب کردیتا ہے جیسا کہ فرمایا انا
ارسلنا علیہم ریحاً صرصراً فی یوم نحس مستمر تنزع الناس کانہم اعجاز نخل منقعر پھر ہوا کی نزاکت اور سختی کو دیکھو کہ باوجود لطافت کے کتنا زور اسمین
ہی مثلاً ایک مشک مین ہوا بھر کر اگر کوئی شخص چاہے کہ اسکو پانی مین ڈبودے تو ہرگز نہ کرسکیگا اور سخت لوہا اگر پانی پر رکھا جائے تو اندر
چلا جاویگا تو خیال کرو کہ ہوا پانی سے باوجود لطافت کے کیسی رکتی ہی کہ ہرگز اسکے اندر نہین رہتی اور اسی حکمت سے خدائے تعالیٰ نے کشتیون کو پانی
کی سطح پر روکا ہی اور جو چیز مجوف بیچ مین سے خالی جسمین ہوا ہی اسکا یہی حال ہی کہ پانی مین نہین ڈوبتی اسواسطے کہ اس مین کی ہوا پانی مین ڈوبنے
سے روکتی ہی اور کشتی کے اندر کے سطح کو نہین چھوڑتی اسیوجہ سے بھاری کشتی باوجود قوت اور سختی کے اسی ہوا ئے لطیف کے سہارے
سے پانی پر ٹھہری رہتی ہی جیسے کوئی کنوئین مین گر پڑے اور ایک زبردست آدمی کا دامن پکڑلے جو اسمین نہ گرسکے اسیطرح کشتی بھی اپنی خالی جگہ
سے ہوائے قوی کے دامن تھام لیتی ہے اور پانی مین ڈوبنے سے بچی رہتی ہی پس پاک ہی وہ ذات جسنے بھاری جہاز کو ہوائے لطیف کے سہارے
سے رکھا بدون کسی علاقہ یا گرہ اور بندش وغیرہ کے جو نظر نہ آوین پھر جو کے عجائب کو دیکھو کہ اسمین بادل اور رعد اور بجلی اور مینھ اور برف
اور شہاب اور کڑاکے عجیب باتین آسمان اور زمین کے درمیان کی ہین اور اللہ تعالیٰ نے ان کیطرف مجملاً اشارہ قرآن مجید مین فرمایا ہے چنانچہ
ارشاد ہی وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین۔ درمیان کی چیزین یہی ہین جو مذکور ہوئین اس آیت مین انکو مجمل فرمادیا اور ان کی تفصیل
کیطرف چند جا اشارہ فرمایا مثلاً والسحاب المسخر بین السماء والارض۔ اور دوسری آیتون مین جہان رعد اور برق اور مینھ و بادل کا ذکر ہے پس اگر
تم کو ان سب سے بہرہ بجز اسکے نہو کہ مینھ کو آنکھ سے دیکھ لیا اور رعد کو کان سے سن لیا تو اس امر مین تو تمہارے شریک بہائم بھی ہین اسلیے تمکو پستی
مرتبہ بہائم سے عالم بالا کے لوگون مین شامل ہونے کے لیے ترقی کرنی چاہیئے یعنی جب تمہاری آنکھین کھلی ہین اور تمنے ان چیزون کے ظاہر کو
دیکھ لیا تو اب اپنے ظاہر کی آنکھ بند کرلو اور اپنی چشم باطنی سے انکے باطنی عجائب کیطرف نظر کرو تاکہ عمدہ اور عجیب اسرار نظر پڑین اور یہ قسم بھی ایسی ہی کہ فکر اسمین
بہت بڑھ جاتا ہی اسلیئے کہ اسکے پورا ہونیکی توقع نہین مثلاً گاڑھے بادل اندھیرے کو دیکھو کہ کسطرح صاف جو مین اکٹھا ہوتا ہی جسمین کہین کدورت نہین ہوتی اور
اسکو خدائے تعالیٰ جب چاہے اور جہان چاہے کیسے پیدا کردیتا ہی اور وہ باوجود اپنی نرمی کے بھاری پانی کو اٹھاتا ہی اور اوپر مین لیے پھرتا ہی یہانتک کہ خدائے تعالیٰ
اسکو اجازت پانی کے چھوڑنے کی دے تو بعد اجازت مینھ کے قطرات ایسے جدا کرتا ہی جیسے خدائے تعالیٰ نے مقدر کیے ہون اور جتنے اور جس شکل کے ارادہ

کیسے ہون تو دیکھتے ہو کہ بادل زمین پر پانی ڈالنے لگتا ہے ایک ایک قطرہ اسطرح گرتا ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو مقدور نہین کہ وہ ایک دوسرے سے
ملجاوین یا ایک ہی جگہ گرین بلکہ ہر ایک اسی طور پر گریگا جو اسکے لیے مقرر ہوا ہے اس سے ذرا انحراف نکریگا نہ پچھلا آگے بڑھیگا نہ اگلا پیچھے ہٹیگا یہانتک
کہ زمین پر قطرہ ہی قطرہ گریگا پس اگر اگلے پچھلے سب لوگ جمع ہو کر چاہین کہ بادلون مین سے ایک قطرہ پیدا کرلین تو نہ کرسکین یا جسقدر قطرے ایک
شہر مین یا ایک گانوئن مین گرتے ہین اور انکے شمار معلوم کرلین تو جن اور انسان دونون کے حساب سے باہر ہونگے انکے شمار کو بجز انکے موجد کے اور کوئی نہین
جانتا پھران مین سے ہر قطرہ زمین کے ایک حصہ کیواسطے معین ہے اور جس حیوان یعنی پرند یا وحشی یا کیڑے وغیرہ کے لیے وہ قطرہ ہے تو اس قطرہ پر خط الٰہی
سے لکھا ہوا ہے جو ظاہر کی آنکھ سے نہین سوجھتا کہ یہ قطرہ رزق فلانے کیڑے کا ہے جو فلان پہاڑ کیطرف مین ہے جب اسکو پیاس لگیگی تو یہ قطرہ اسکے پاس
پہنچیگا علاوہ ازین جو عجائب کہ دلون کے بستہ ہونے مین اس لطیف پانی سے یا دھنی روئی کیطرح پانی کے جم کر گرنے مین ہین تو انکی کچھ شمار نہین یہ
سب باتین خدائے جبار قادر کے فضل اور خالق زبردست کے قہر سے ہین جنمین کسی مخلوق کو شرکت نہین نہ انمین کسیطرح کا دخل بلکہ ایمان دارون کو بجز
مسکنت اور خضوع کے اسکے جلال و عظمت کے سامنے اور کچھ بہرہ نہین نہ اندھے منکرونکو بجز اسکے اور کچھ حاصل ہے کہ اسکی کیفیت کو بے سمجھے بوجھے
اٹکل تکے لگاوین اور اسکا کوئی سبب اور علت پیدا کرین مثلاً جاہل مغالطہ مین پڑا ہوا کہتا ہے کہ پانی برسنے کا یہ سبب ہے کہ پانی اپنی سرشت سے
بھاری ہے یہی وجہ ہے کہ نیچے گر پڑتا ہے اور اسبات کو جانتا ہے کہ ہم کو وجہ معلوم ہوگئی اور اس سے خوش ہوتا ہے اور اگر اس سے پوچھا جاوے کہ سرشت کے
معنی کیا ہین اور سرشت کو کسنے پیدا کیا اور پانی کی سرشت مین بوجھ کسنے بنایا اور یہ کیا بات ہے کہ درخت کی جڑ مین پانی ڈالنے سے اس کی
شاخون مین اوپر پہونچ جاتا ہے وہ تو اپنی سرشت سے بھاری ہے تو نیچے گر کر ٹھیرا اوپر کیونکر چڑھ گیا اور درخت کے اندر کی نلیون مین سے تھوڑا تھوڑا
سب طرف کے پتون مین اسطرح پھیل گیا کہ آنکھون سے جاتا ہوا نہین معلوم ہوتا اور پتے پتے کے ہر جزو کو غذا پہونچاتا ہے اور ان رگون مین ہو کر
جاتا ہے جو مثل بال کے باریک ہین اور چھوٹی ہین اسطرح کہ اول بڑی رگ مین جاتا ہے جو پتے کی جڑ ہے پھر اس رگ سے ان رگون مین جاتا ہے
جو پتے کے اندر چھوٹی چھوٹی اور باریک پھیلی ہوئی ہین اور علیٰ ہذا القیاس لنبے اور چھوٹی ہین تو بڑی رگ کو مثل نہر کے جاننا چاہیے پھر اس سے
جو شاخین نکلی ہین وہ چھوٹی نہریان ہین اور ان نہرون سے نالیان نکلی ہین اور نالیون مین سے مکڑی کے تار جیسے باریک دھاگے ہین
کہ آنکھ سے نہین سوجھتے اور تمام پتے کے عرض مین پھیلے ہوئے ہین انھین مین کو پانی ہو کر پتے کے سب اجزا مین پہونچ جاتا ہے اور اسکو
غذا دیکر بڑھاتا ہے اور ابھارتا ہے اور اسکی تر و تازگی قائم رکھتا ہے اسیطرح تمام پھل کے اجزا کو سمجھنا چاہیے پس اگر پانی اپنی طبیعت کی رو سے
نیچے کو حرکت کرتا ہے تو یہان اوپر کو کیون کرتا ہے اگر کہو کہ رگون کی کشش سے یہ اثر ہوتا ہے تو بتاؤ کہ وہ کشش کہان سے آئی آخر کہوگے کہ
خدائے تعالیٰ نے ان مین یہ خاصیت رکھی ہے تو اول ہی سے کیون نہین کہتے کہ خدائے تعالیٰ کی حکمت اور قدرت سے یہ معاملے ہوتے ہین جہالت
سے کیا فائدہ ؎ انچہ دانا کند کند نادان ؛ لیک بعد از خرابی بسیار ؛ چھٹی نشانی اسکی آسمانون کے اسرار اور ان مین کے ستارون کی
کیفیتین ہین اور اصل یہی ہین تو اگر کسی کو سب باتین معلوم ہون اور آسمانون کے عجائب معلوم نہ ہون تو واقع مین اسکو کچھ
نہین معلوم ہوا اسلیے کہ زمین اور دریا اور ہوا اور جتنی چیزین سوائے آسمان کے ہین آسمانون کی نسبت کر ایسی ہین جیسے ایک
قطرہ سمندر کی نسبت کر بلکہ اس سے بھی چھوٹی پس غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانون کے اور ستارون کے امر کو اپنی کتاب مین

کیسا بڑا کیا ہے کوئی سورہ ایسی نہین جو انکی بڑائی پر شامل نہو اور چند جا انکی قسم بھی موجود ہے جلیسے والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق اور والسماء ذات الحبک اور والسماء وما بناہا اور والشمس وضحاہا والقمر اذا تلاہا اور فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس اور والنجم اذا ہوی اور فلا اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم۔ پس عجائب نطفۂ ناپاک کے تمکو معلوم ہے کہ انکی معرفت سے اگلے پچھلے لوگ عاجز ہین مگر اسکی قسم خدائے تعالیٰ نے نہین کھائی تو اس سے قیاس کر لینا چاہیئے کہ جس چیز کی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اسکے عجائب کیا کچھ ہونگے علاوہ قسم کے رزق کا حوالہ بھی آسمان پر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اور آسمانون اور زمین مین فکر کرنیوالون کی ثنا فرمائی اس قول مین ویتفکرون فی خلق السموات والارض اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین ویل لمن قرا ہذہ الآیۃ ثم مسح بہا سبلتہ یعنی بے فکر کیے آگے بڑھجاوے اور اعراض کرنے والون کی مذمت فرمائی چنانچہ فرمایا وجعلنا السماء سقفا محفوظا وہم عن آیاتہا معرضون۔ اب غور کرو کہ تمام دریاؤن اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک؛ علاوہ ازین زمین وغیرہ عنقریب بدلنے والے ہین اور آسمان سخت محکم ہین اور تغیر سے محفوظ یہان تک کہ ان کا وقت مقرری تغیر کا پہونچے اور یہین لحاظ خدائے تعالیٰ نے انکو محفوظ فرمایا جیسا کہ اوپر کی آیت مین گذرا اور فرمایا وبنینا فوقکم سبعا شدادا۔ اور فرمایا ءانتم اشد خلقا ام السماء بناہا رفع سمکہا فسواہا پس انکے عجائب پر غور کرو تاکہ ملکوت وجبروت کے عجائب نظر آوین اور یہ گمان مت کرو کہ ملکوت کے دیکھنے سے یہ غرض ہے کہ آنکھ اٹھا کر آسمان کا نیلا پن اور ستارون کی روشنی اور چھٹکنا دیکھ لیا اسلیے کہ اس نظر مین تو بہائم بھی تمہارے شریک ہین اگر یہی نظر مقصود ہوتی تو خدا تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح کیون فرماتا جیسا اس آیت مین ہے وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ جتنی چیزین آنکھ سے سوجھتی ہین تو قرآن مجید ان کو ملک اور شہادت کے نام سے بیان فرماتا ہے اور جو آنکھ سے غائب ہین انکو غیب اور ملکوت کے نام سے اور اللہ تعالیٰ غیب اور شہادت دونون کو جانتا ہے اور ملک اور ملکوت دونو نکا عالم کوئی شخص اسکے علم پر کچھ بھی حاوی نہین مگر اسقدر کہ وہ چاہے جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول پس اے عاقل اپنا فکر ملکوت مین بہت کر تاکہ تیرے لیے شاید آسمانون کے دروازے کھلجاوین اور تو اپنے دل سے ان کے اطراف مین جولانیان کرے یہانتک کہ تیرا دل عرش خدائے تعالیٰ کے سامنے جا کھڑا ہو اور اس حال مین غالبًا توقع ہے کہ تو رتبۂ حضرت عمر کو پہونچ جاوے جو ارشاد فرماتے ہین کہ میرے دل نے خدائے تعالیٰ کو دیکھا اور ان چھوٹی نشانیون کو ترتیب دیکھنے کیوجہ یہ ہے کہ دور کی چیز پر نزدیک کی چیز سے گذر کر پہونچا کرتے ہین اور سب سے نزدیک تر آدمی کا نفس ہے پھر زمین ہے جسپر رہتا ہے پھر ہوا ہے جو اسکے بدن سے لگی ہوئی ہے پھر نباتات اور حیوانات اور زمین کی چیزین ہین پھر اوپر کے اشیا ہین پھر ساتون آسمان اور انکے ستارے ہین پھر کرسی پھر عرش پھر جو فرشتے کہ عرش کے اٹھانے والے اور آسمانون کے خزانچی ہین پھر ان سب کے بعد عرش وکرسی آسمان وزمین اور ان کی درمیانی چیزون کے مالک کیطرف نظر کرنی ہے پس معلوم ہوا کہ آدمی مین اور خدائے تعالیٰ مین اتنے جنگل وسیع اور فاصلۂ بعید اور گھاٹیان بلند ہین اور وہ ابھی اپنے قریب سب سے نیچے کی گھاٹی سے بھی فارغ نہین ہوا یعنی ابھی ظاہر نفس کی معرفت سے فرصت نہین پائی اور بیحیائی سے زبان معرفت کے دعوی کے لیے کھولتا ہے اور کہتا ہے کہ مین اسکو پہچان گیا اور

اسکی خلق کو جان لیا اب کس چیز مین فکر کرون اور کیا دیکھون اس سے کہنا چاہیئے کہ آسمان کی طرف اپنا سر کر اور اس مین اور اس کے ستارون اور ان کی گردشون اور ان کے طلوع و غروب اور سورج اور چاند اور مشرق اور مغرب کے اختلاف اور ہمیشہ حرکت کی مشقت مین نظر کر کہ کبھی اپنی چال مین سستی اور تغیر نہین کرتے بلکہ سب کے سب ترتیب دار منزلون مین ایک حساب معین بلا کم و بیش سے پھرتے ہین یہانتک کہ خدا تعالیٰ ان کو مکتوب کی طرح تہ کر دے اور ستارون کے شمار اور انکی کثرت اور رنگ کے اختلاف غور کر کہ کوئی سرخی مائل ہے کوئی سفیدی مائل اور کسی کا رنگ رانگ کا سا ہے پھر ان کی شکلون پر نظر کر کہ بعضے بچھو کی صورت پر ہین اور بعضے بکری کے بچہ کی صورت اور بعضے بیل اور شیر اور انسان کی صورت اور زمین مین کوئی ایسی صورت نہین جسکے مانند آسمان مین نہو پھر آفتاب کی چال کو برس روز کی مدت مین اس کے آسمان مین غور کر کہ ہر روز اسکا طلوع و غروب ایک نئی چال سے ہوتا ہے جو خالق نے اسکے لیے معین کر دی ہے اگر آفتاب کا طلوع اور غروب نہوتا تو دن رات کیونکر ہوتی وقت نہ پہچانا جاتا یا ہمیشہ اندھیرا رہتا یا اجالا معاش کے حاصل کرنے کا وقت اور آرام کا زمانہ جدا نہوتا تو دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے رات کو اوڑھنا اور سونے کو آرام اور دن کو روزگار کے لیے بنایا اور دیکھ کہ رات مین سے دن مین اور دن مین سے رات مین کیسے کم و بیش ایک ترتیب معین سے کیا کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتین اور کسطرح آفتاب کی چال کو آسمان کے بیچ مین سے جھکا دیا جس کے باعث گرمی اور جاڑا اور ربیع اور خریف نوبت بنوبت ہونے لگی جب آفتاب خط استوا سے نیچے کو خط جدی کیطرف ہو جاتا ہے تو ہوا سرد ہو جاتی ہے اور جاڑا آجاتا ہے اور جب اسکی چال عین خط سرطان کے بیچ مین ہوتی ہے تو شدت کی گرمی ہوتی ہے اور جب نقاط اعتدال پر ہوتا ہے تو موسم بھی معتدل رہتا ہے۔ اور آسمانون کے عجائب اتنے ہین کہ ان مین کے لاکھون حصہ کے شمار کرنے کی طمع نہین ہو سکتی اسقدر جو ہمنے لکھا تو صرف طریق فکر بتانے کو لکھدیا حاصل یہ ہے کہ یون اعتقاد کر لو کہ کوئی ستارہ ایسا نہین جسکی پیدائش مین خدا تعالیٰ نے بہت سی حکمتین نرکھی ہون پھر انکی مقدار اور شکل اور رنگ مین پھر آسمان مین سے ایک جا معین رکھنے مین پھر خط استوا اور پاس کے ستارون سے نزدیک دور ہونے مین سب مین حکمتین بہت ہین اور اس امر کو اسی پر قیاس کر لو جو ہم اعضاء بدن انسانی کے باب مین لکھ آئے ہین کہ کوئی جزو اعضا کا ایسا نہین جسمین ایک حکمت بلکہ بہت سی حکمتین نہون اور آسمان کا معاملہ تو اعضا سے بہت بڑا ہے بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کچھ نسبت ہی نہین نہ جسم کی بڑائی مین اور نہ کثرت معانی مین اور معانی کی کثرت کے فرق کو اتنا جانو جتنا ان دونون کی بڑائی مین فرق ہے اور یہ تو تمھین معلوم ہے کہ زمین اتنی بڑی اور وسیع ہے کہ آدمی سے اسکے گرد نہین پھرا جا سکتا اور اسپر ناظرین کا اتفاق ہے کہ آفتاب کا پھیلاؤ بہ نسبت زمین کے چند اور ایک سو ساٹھ گنا زیادہ ہے اور اخبار سے بھی آفتاب کی بڑائی معلوم ہوتی ہے پھر ستارے جو تمکو چھوٹے معلوم ہوتے ہین ان مین سے چھوٹا زمین سے آٹھ گنا ہے اور بڑے کا تو کیا ٹھکانا ہے اس سے تمکو انکا فاصلہ اور بلندی سمجھ مین آویگی کہ کتنی دور ہین کہ باوجود کلانی کے اتنے چھوٹے نظر آتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی دوری کیطرف اشارہ فرمایا کہ رفع سمکھا فسوّٰہا۔ اور اخبار مین ہے کہ ہر آسمان سے دوسرے تک فاصلہ پانسو برس کی راہ کا ہے پس جب ایک ستارے کی مقدار زمین سے بہت گنی ہے تو اب ان کی کثرت کو لحاظ کرو پھر اس آسمان کو دیکھو جسمین ستارے جڑے ہین کہ کتنا بڑا ہوگا پھر سرعت سیر کو دیکھو کہ تم کو ان کی چال تک نہین معلوم ہوتی سرعت کے معلوم ہونے کا تو کیا ذکر ہے مگر اسمین شک نہ کرو کہ آسمان ایک لحظہ مین مقدار عرض ستارے کے چلتا ہے اسلیے کہ جب ایک کنارہ ستارہ کا نکلتا ہے اس سے دوسرے کنارے تک کے نکلنے کا وقت ایک لحظہ ہے پس اگر ستارہ کا عرض زمین سے سو گنا ہو تو

بروایت حسن عن ابی ہریرہ اور کہا کہ غریب ہے اور حسن کا سماع ابو ہریرہ سے ثابت نہین ۱۲

آسمان ایک لحظہ مین زمین کے عرض سے سوگنا چلا اور اسیطور پر ہمیشہ چلتا رہتا ہو مگر تم اس سے غافل ہو اور دیکھو کہ حضرت جبرئیل نے آفتاب کی سرعت سیر کو کن لفظون سے تعبیر کیا یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے پوچھا کہ دن ڈھل گیا تو انھون نے کہا کہ نہین ہان آپ نے پوچھا کہ نہین ہان کہنے کی کیا وجہ ہو انھون نے عرض کیا کہ جب سے مین نے نہین کہکر ہان کہا آفتاب پانسو برس کی راہ طے کر گیا تو اسکے جسم کی عظمت اور سرعت سیر کو دیکھو پھر خداے تعہ حکیم کی قدرت کو دیکھو کہ باوجود وسعت اسکے اطراف کے کسطرح آنکھ کے چھوٹے سے ڈھیلے مین اسکی صورت قائم کی کہ اگر زمین پر بیٹھکر اسکی طرف آنکھ کھولو تو سب ستارے نظر آدین پس آسمانون اور ستارون کی کثرت اور عظمت کیطرف مت دیکھو بلکہ انکے خالق کی طرف غور کرو کہ کسطرح انکو پیدا کیا اور بے ستون اور بے کسی لگاؤ کے انکو تھام رکھا ہو اور سارا عالم مثل ایک گھر کے ہے اور آسمان اسکی چھت ہو تو تعجب کی بات ہو کہ جب تم کسی امیر کے گھر مین جاتے ہو اور اسکو منقش رنگ برنگ اور سنہرے کام سے آراستہ دیکھتے ہو تو تمھارا تعجب تمام نہین ہوتا اور ہمیشہ اسی کو یاد کرتے رہتے ہو اور اسکی خوبی کی عمر بھر تعریف کرتے ہو اور اس بڑے گھر کو ہمیشہ دیکھتے ہو اور اسکی زمین اور ہوا اور چھت اور عمدہ متاعون اور نادر حیوانات اور عجائب نقوش پر روزمرہ نگاہ ڈالتے ہو اور دل سے اسکی طرف متوجہ نہین ہوتے یہ گھر کچھ اس گھر سے کم نہین جس کی تم تعریف کیا کرتے ہو بلکہ اگر تامل کرو تو وہ ایک جزو زمین کا ہو جو اس عالیشان گھر کے اجزا مین سے ایک حقیر جز ہو مگر باوجود اسکے تم اس کیطرف نہین دیکھتے اسکی وجہ یہی ہو کہ یہ جہان تمھارے رب کا گھر ہو اور اسنے اسکو تنہا بنایا ہو اور تم اپنے نفس اور اپنے رب اور اسکے گھر کو سب کو بھلا کر اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگے ہو تمکو بجز اپنی شہوت اور حشمت کے اور کچھ فکر نہین اور انجام تمھاری شہوت کا یہ ہو کہ اپنا پیٹ بھر لو یہ نہین ہوسکتا کہ چوپایہ کے دسوین حصہ کے برابر بھی کھا سکو تو اسباب مین چوپایہ تم سے دس درجہ زیادہ ہو اور غایت حشمت یہ ہو کہ تمھارے پاس دس یا سو آشنا جمع ہو کر زبان سے تمھاری خوشامد کرین اور دل مین تم سے بد عقیدہ رہین اور اگر بالفرض دوستی مین سچے ہی ہون تب بھی نہ تمھارے لیے نہ اپنے لیے کسی فائدے یا نقصان کے مالک نہین نہ زندگی اور موت اور اسکے بعد اٹھنے کے مالک حالانکہ تمھارے شہر مین بہت سے کافر ہونگے جنکی دولت وجاہ تمھاری دولت سے زیادہ ہو اور تم اسمین مشغول ہو کر جمال ملکوت زمین و آسمان سے غافل ہو پھر تمکو اس قدر سے بھی خبر نہین جو مالک ملکوت کے جمال دیکھنے سے ہوتا ہے اور تمھاری مثال اسباب مین ایسی ہو جیسے کوئی چیونٹی کسی ایسے محل عالیشان شاہی مین گھر کھودلے جسکے پائے مضبوط اور عمارتین عالی اور مکانات مین لونڈی غلام بنے سنورے موجود اور اقسام اقسام کی نفیس چیزین اور ذخیرے مرتب رکھے ہون تو وہ چیونٹی جب اپنے سوراخ سے نکلیگی اور دوسری چیونٹی سے ملیگی تو اگر بولنے پر قادر ہوگی تو اس سے اور گفتگو نہ کریگی صرف اپنے مکان کا حال اور غذا کا ماجرا اور جوڑ رکھنے کی کیفیت بیان کریگی پادشاہی محل کا حال اور محل مین جو بادشاہ رہتا ہو اسکی اسکو کچھ خبر نہوگی نہ اسمین فکر کریگی بلکہ یہ مثال بھی ٹھیک نہین اسلیے کہ چیونٹی کو تو قدرت ہی نہین کہ اپنی نظر کو اپنے نفس اور غذا اور گھر سے دوسرے کیطرف بڑھاوے تو وہ بیچاری جو محل شاہی اور اسکی زمین اور چھت اور دیوارین اور تمام عمارت اور اسکے باشندون سے غافل ہو تو بمجبوری غافل ہو کہ قدرت نہین رکھتی اور تم جو خداے تعہ کے گھر اور اسکے باشندون سے غافل ہو کہ آسمان کو اتنا جانتے ہو کہ جتنا چیونٹی تمھارے گھر کی چھت کو جانتی ہو اور آسمان کے فرشتون کو ایسا سمجھتے جیسا وہ تمکو سمجھتی ہو حالانکہ تمکو قدرت ہے کہ ملکوت مین جولانیان کرو اور ان کے عجائب مین سے وہ باتین معلوم کرو جنسے خلق غافل ہو تو باوجود اسکے متوجہ نہونا اس بات پر دال ہو کہ تم چیونٹی سے بھی بدتر ہو اب ہم قلم کی باگ اس فکر کے ذکر سے روکتے ہین اسلیے کہ یہ ایسا میدان ہو جسکی کچھ انتہا نہین اگر ہم بہت سی عمرین بڑی بڑی اسمین صرف کرین تب بھی جتنی معرفت کہ اللہ تعہ نے ہم کو اپنے فضل سے

عنایت فرمائی ہی اسکی شرح نہ کر سکین اور جسقدر ہمنے معلوم کیا ہی وہ اور جالمون اور ان کے علم کی نسبت کر نہایت کم اور حقیر ہی اور علما اور اولیا کی معرفت بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کی معرفت کے یہی حال رکھتی ہی اور انبیا کو جسقدر معرفت ہی وہ اس معرفت کے سامنے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھی نہایت تھوڑی اور حقیر ہی اور جو سارے انبیا کو معرفت تھی وہ بہ نسبت مقرب فرشتون مثل اسرافیل و جبرئیل کی معرفت کے تھوڑی ہی پھر تمام علوم فرشتون اور جن اور آدمیونکے اگر خداے تعالے کے علم کیطرف نسبت کیے جاوین تو اس لائق ہی نہین کہ انکو علم کہا جاوے بلکہ بہتر یہ ہی کہ انکا نام بدہوشی اور حیرت اور قصور اور عاجزی رکھا جاوے پس پاک ہی وہ ذات کہ اپنے بندونکو جتایا جو جتایا پھر سب کو یہ فرمایا وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یہ ہے بیان ان مجمل طریقون کا جنمین فکر ان لوگون کی دوڑتی ہی جو خداے تعالے کی مخلوق مین فکر کرتے ہین اور انمین بیان خداے تعالے کی ذات مین فکر کرنے کا نہین مگر خلق مین فکر کرنے سے ضرور ہی کہ خالق کی معرفت اور اسکی عظمت وہیبت اور قدرت کی سمجھ حاصل ہو اور جسقدر عجائب صنعت الہی کی معرفت زیادہ ہوگی اسیقدر اسکے جلال وعظمت کی معرفت کامل ہوگی اور اسکو ایسا جانو جیسے تم کسی عالم کے علم سے مطلع ہوکر اسکی بڑائی کرو تو ہمیشہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی اسکی عمدہ تصنیف یا شعر دیکھوگے تو اس سے اور زیادہ معرفت بڑھیگی اور اتنی ہی اسکی توقیر اور عزت زیادہ کروگے یہان تک کہ ہر ایک کلمہ اسکے کلام اور ہر بیت اسکے اشعار کی تمہارے دل مین اسکی جگہ زیادہ کریگی اور اسبات کی خواہان ہوگی کہ تم اسکی تعظیم کرو اسیطرح خداے تعالے کی مخلوق مین اور اسکی تصنیف وتالیف مین تامل کرنیکا حال ہی اور جو چیز مخلوق کی موجود ہی وہ اسی کی تصنیف وتالیف ہی اور اسمین فکر کرنا کبھی تمام نہین ہوتا بلکہ ہر ایک بندہ اسیقدر کرتا ہی جتنا اسکو مرحمت ہوا ہی اب چاہیے کہ اس ذکر پر ہم بس کرین اور اسکو تتمہ باب الشکر کا کرین اسلیے کہ باب الشکر مین ہماری نظر خداے تعالے کے افعال پر اس اعتبار سے ہی کہ اسکا احسان اور انعام ہمارا اوپر ہی کہ اسنے ایسی ایسی چیزین بنائین اور اسباب مین صرف اسی اعتبار سے ہی کہ افعال الہی ایسے ایسے ہین اور جن چیزون مین ہمنے نظر کی ہی انھین مین فلسفی بھی نظر کرتا ہی اور اسکی نظر اسکی گمراہی اور بدبختی کا باعث ہوتی ہے اور توفیق والا ان اشیا مین دیکھتا ہی تو اسکی نظر سبب اسکی ہدایت اور سعادت کا ہوتی ہی اور کوئی ذرہ آسمان اور زمین مین ایسا نہین کہ اللہ تعالے اسکے باعث جسکو چاہے گمراہ نہ کرے اور جسکو چاہے ہدایت نہ کرے پس جو شخص ان امور مین اس نظر سے دیکھیگا کہ یہ خداے تعالے کے افعال اور صنائع ہین تو وہ انسے معرفت خداے تعالے کی عظمت وجلال کی حاصل کریگا اور ہدایت پاویگا اور جو انمین نظر قصور سے دیکھیگا یعنی اس نظر سے کہ یہ سب چیزین ایک دوسرے پر موثر ہین اور مسبب الاسباب سے علاقہ نہین رکھتین تو وہ بدبخت اور تباہ ہوگا خداے تعالے ہمکو گمراہی سے بچاوے اور اس سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو جاہلون کے قدم کی لغزش کی جگہ سے اپنی رحمت اور کرم اور فضل سے محفوظ رکھے۔ نوان باب جلد چہارم منجیات کا تمام ہوا اسکے بعد دسوان باب ہے جسمین موت اور اسکے بعد کے احوال یاد کرنے کا ذکر ہی اور اسی پر کتاب احیاء کا خاتمہ ہی وصلے اللہ علی سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیراً کثیرا۔

دسوان باب موت اور اسکے بعد کے ذکر مین

رباعی احسن جو تجھے عقل ہی تو موت نہ بھول ؛ کر موت کے سامان مین فکر معقول ؛ ہی زندگی چند نفس مثل حباب ؛ اس فانی حیات پر تو اتنا مست بھول ؛ جاننا چاہیے کہ جس شخص کے بچھڑنے کا وقت موت ہو اور بستر خاک اسکی خوابگاہ ہو کیڑے اسکے انیس ہون اور منکر نکیر اسکے جلیس ہون گور اسکا مقام ہو اور شکم زمین جاے آرام قیامت اسکے وعدے کی جگہ ہو اور بہشت یا دوزخ اسکے اترنے کی جگہ تو اسکو شایان ہی کہ بجز موت کے کسی امر مین فکر نہ کرے نہ اور کسی چیز کا ذکر کرے نہ اور کسی چیز کے لئے سامان بہم پہونچاوے نہ اسکے سوا کوئی تدبیر عمل مین لاوے نہ اور چیز کی تاک ہو نہ اسکے سوا کا انتظار

اہتمام بھی اسی کا ہو اور انتظار بھی اسی کا اور زیبا ہو کہ اپنے نفس کو مردون اور قبر والون مین شمار کرے اسلیے کہ جو چیز آنیوالی ہو وہ بہت پاس ہو دور وہی ہو جو نہ آوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ دانا وہ ہو جو اپنے نفس کو دبا دے اور موت کے بعد کیلیے عمل کرے اور ظاہر ہو کہ جب تک کسی چیز کا ذکر دل پر بار بار نہو تب تک اسکی تیاری نہین ہو سکتی اور بار بار ذکر جب ہوتا ہو جب یاد دلانیوالی چیزین سنتا رہے اور جن چیزون سے اسپر تنبیہ ہو انکو دھیان کرتا رہے اسلیے ہم موت کا حال اور اسکے آگے اور پیچھے کی باتین اور آخرت اور قیامت اور بہشت و دوزخ کے حالات کہ بندہ کو انکا بار بار ذکر کرنا اور انپر مدام فکر کرنا ضرور ہو بیان کرتے ہین تاکہ اسکو تیاری کیلیے ترغیب دے اسلیے کہ سفر کا وقت آ پہونچا اور زندگی بہت تھوڑی رہی ہے اور لوگ خواب خرگوش مین ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون اور اسباب کے ہم دو حصے کرتے ہین حصہ اول مین مقدمات موت سے لیکر صور پھکنے تک کے حالات ہین اور حصہ مشتمل ہے آٹھ فصلون پر جن مین ذکر موت کی فضیلت اور طول امل اور سکرات موت اور وفات شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کی اور زیارت قبور اور حقیقت موت اور قبر کا حال اور مردون کے حالات جو خواب مین معلوم ہوئے ہین مذکور ہین ۔

فصل اول موت کو یاد کرنے اور کثرت سے یاد کرنے کی ترغیب مین واضح ہو کہ جو شخص دنیا مین ڈوبا رہتا ہو اور اسکے مغالطہ مین سرگردان اور اسکی شہوت کا عاشق اسکا دل موت سے غافل رہتا ہو اور اسیوجہ سے اسکو یاد نہین کرتا اور اگر اسکو کوئی یاد دلاوے تو برا جانتا ہو اور اسکے ذکر سے نفرت کرتا ہو ایسے ہی لوگون کے حق مین خدا تعالیٰ فرماتا ہو قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون پھر آدمی تین طرح کے ہین یا ڈوبا ہوا یا مبتدی توبہ کرنے والا یا عارف منتہی اول قسم کا آدمی موت کو یاد نہین کرتا اور اگر کرتا ہو تو اپنی دنیا پر افسوس کے مارے کرتا ہو اور اسکی برائی کرنے لگتا ہو ایسے شخص کو موت کی یاد خدا تعالیٰ سے اور زیادہ دور کر دیتی ہو اور تائب موت کو اسلیے زیادہ یاد کرتا ہو کہ اسکے دل مین سے خوف اٹھے اور توبہ کو انجام تک پورا کرے اور بعض وقت جو اسکو برا جانتا ہے تو اس نظر سے کہ کہین پہلے توبہ کے کامل ہونے اور توشے کی درستی کے موت نہ آجاوے یہ شخص موت کے برا جاننے مین معذور ہو اور اس حدیث کے مضمون مین داخل نہین من کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقائہ اسلیے کہ یہ شخص موت کو اور خدا تعالیٰ سے ملنے کو برا نہین جانتا بلکہ اپنے قصور اور تقصیر کے باعث اسبات سے ڈرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی ملاقات کہین جاتی نرہے اسکا حال ایسا ہو جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کی ملاقات مین اسوجہ سے دیر کرے کہ اس عرصہ مین معشوق کی مرضی کے موافق تیاری کرنے مین لگا رہے تو ایسے شخص کو یہ نہ کہینگے کہ معشوق سے ملنے کو برا جانتا ہو اور اسکی پہچان یہ ہو کہ ہمیشہ موت کے سامان مین لگا رہے کوئی کام اسکے سوا نہو ورنہ اول قسم مین شامل ہو جاویگا اور تیسرا شخص یعنی عارف وہ ہمیشہ موت کو یاد کیا کرتا ہو اسلیے کہ موت پر وعدہ ملاقات حبیب ہو اور عاشق اپنے معشوق کے وعدہ وصال کو کبھی بھولا نہین کرتا ایسا شخص اکثر موت کی جلدی کیا کرتا ہو اور اسکے آنے سے خوش ہوتا ہو اور اسکو محبوب جانتا ہو تاکہ گناہ گارونکے مقام سے رہا ہو کر رب العالمین کے پڑوس مین جا پڑے جیسے حضرت حذیفہؓ کے حال مین لکھا ہو کہ جب ان کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ حبیب ضرورت کیوقت پر آیا جو پشیمان ہو اسکو فلاح نصیب نہو الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ مجکو مفلسی بہ نسبت تونگری کے زیادہ پسند ہو اور مرض بہ نسبت صحت کے اور موت بہ نسبت حیات کے تو مجھپر موت کو آسان فرما کہ مین تجھ سے ملون پس تائب تو موت کے برا جاننے مین معذور ہو اور عارف موت کے اچھا جاننے مین اور اسکی تمنا کرنے مین اور ان دونون سے بڑھکر وہ ہو جو اپنا معاملہ خدا تعالیٰ کو سپرد کرے کہ اپنے لیے

نہ موت پسند کرے نہ زندگی بلکہ سب چیزون سے محبوب تر اسکے نزدیک وہی ہو جو اسکے مالک کے نزدیک محبوب تر ہو اسطرح کا شخص فرط محبت اور عشق کے باعث مقام تسلیم اور رضا مین پہنچ جاتا ہے اور یہی علت غائی اور منتہاے آرزو ہے بہر حال موت کے ذکر مین ثواب اور فضیلت ہے اسلیے کہ دنیا مین ڈوبا ہوا بھی موت کی یاد سے یہ فائدہ اٹھاتا ہے کہ دنیا سے کنارہ کشی کرتا ہے کیونکہ موت کی یاد اسکی راحت کو مکدر اور عیش کو تلخ کر دیتی ہے اور جن چیزون سے کہ آدمی کی لذتین اور شہوتین گھٹتی ہوتی ہین وہی نجات کی سبب ہین -

بیان اول موت کی یاد کی فضیلت مین جسطرح کہ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین اکثروا من ذکر ہاذم اللذات - اسکے معنی یہ ہین کہ موت کی یاد سے اپنی لذتون کو مکدر کرو تاکہ تمہارا میلان انکی جانب جاتا رہے اور پھر خدا سے تم کی طرف متوجہ ہو اور فرمایا کہ اگر بہائم کو وہ بات معلوم ہو کہ جو تم جانتے ہو تو تم ان مین سے فربہ کبھی نہ کھاؤ یعنی سب لاغر ہو جاوین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ بھلا شہیدون کے ساتھ بھی کوئی اٹھیگا آپ نے فرمایا کہ ہان جو رات دن مین موت کو بیس بار یاد کریگا اور سبب اس سب فضیلت کا یہ ہے کہ موت کا یاد کرنا موجب دنیا سے علحدگی اور آخرت کی تیاری کا ہے اور اس سے غفلت کرنی مقتضی دنیا کی شہوات مین ڈوبنے کی ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے تحفۃ المومنین الموت یہ اسلیے فرمایا کہ دنیا ایماندار کا زندان ہے ہمیشہ اس مین رنج و تعب مین ابتلا اور نفس و شیطان سے سختیان بھگتتا رہتا ہے تو موت کے باعث اسکو اس عذاب سے نجات ہو جاتی ہے اور چھوٹنا اسکے حق مین تحفہ ہے اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ الموت کفارۃ لکل مسلم اسمین مسلم سے مراد سچا مسلمان اور پکا ایماندار ہے کہ اسکے ہاتھ و زبان سے مسلمان بچے ہون اور اسمین اخلاق ایماندارون کے موجود ہون اور بجز لغزشون اور گناہ صغیرہ کے کبائر مین آلودہ نہوا ہو اسکے گناہون سے موت اسکے حق مین کفارہ ہو جاتی ہے بشرطیکہ فرائض پر قائم رہا ہو اور عطا خراسانی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ایک مجلس پر ہوا جسمین آواز ہنسی کی بلند تھی آپ نے فرمایا کہ اس اپنی مجلس مین ذکر لذتون کے مکدر کرنے والی کا شامل کرو لوگون نے عرض کیا کہ لذات کی مکدر کرنے والی کیا ہے آپ نے فرمایا موت ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اکثروا من ذکر الموت فانہ یمحص الذنوب ویزہد فی الدنیا اور فرمایا کفی بالموت مفرقا اور ایک حدیث مین مفرقا کی جگہ واعظا ہے اور ایکبار آپ مسجد مین تشریف لائے دیکھا تو کچھ لوگ باتین کر کے ہنستے ہین آپ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو سن لو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے اگر تمکو معلوم ہو جو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا روؤ اور ایک شخص کا مذکور آپ کے سامنے ہوا لوگون نے اسکی خوب تعریف کی آپ نے پوچھا کہ تمہارا یار موت کی یاد مین کیسا تھا لوگون نے عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہم نے نہین سنا آپ نے فرمایا تو وہ اس مرتبے کا نہین جیسا تم اسکو سمجھے ہوے ہو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عشرہ دسوین روز گیا ایک شخص نے انصار مین سے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون مین سے زیادہ دانا اور بزرگ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اسکی تیاری سب سے زیادہ کرے وہی لوگ دانا ہین دنیا کا شرف اور آخرت کی بزرگی لے گئے اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حسن فرماتے ہین کہ موت نے دنیا کو رسوا کر دیا عاقل کے لیے خوشی کا نام نہ چھوڑا اور ربیع بن خثیم فرماتے ہین کہ ایماندار اگر کسی غائب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر اسکے لیے اور کوئی نہین اور فرمایا کرتے کہ جب مین مرون تو میری خبر کسی کو نہ کرنا آہستہ مجھکو میرے رب کی طرف کھسکا دینا

فضیل بن عیاض ۱۲ ابن ابی الدنیا بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲ ابن ابی الدنیا بروایت انس بسند ضعیف ۱۲ ابن ابی الدنیا و ابن ماجہ مختصرا ۱۲ اصل مین عاشر عشرہ ... شخص دہان ... ۱۲

اور بعض حکمانے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ برادر اس دارنا پائدار مین موت سے ڈر پیشتر اس سے کہ تو ایسے مقام مین جاوے کہ موت کی تمنا کرے اور نہ پاوے اور حضرت ابن سیرین رح کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو انکا ہر ایک عضو مرجاتا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح ہر شب فقیہون کو جمع کرتے کہ وہ موت اور آخرت اور قیامت کا چرچا کیا کرتے اور اسقدر رویا کرتے کہ گویا سامنے جنازہ دھرا ہوا ہے اور ابراہیم تیمی رح فرماتے ہین کہ دو چیزون نے لذت دنیا کی مجھ سے علیحدہ کردی ایک موت کے ذکر نے دوسرے خدا تعالے کے سامنے کھڑے ہونے نے اور حضرت کعب رض فرماتے ہین کہ جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اسپر دنیا کی مصیبتین اور رنج آسان ہوجاتے ہین اور مطرف رح کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ بصرہ کی مسجد مین کوئی یون کہ رہا ہے کہ موت کی یاد نے خوف کرنے والون کے دل ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے اب بجز والہ و ہوش باختہ نظر آتے ہین اور اشعث رح فرماتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس جایا کرتے تھے تو صرف دوزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر کرتے پاتے تھے اور حضرت صفیہ رض فرماتی ہین کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے شکایت اپنے دلکی سختی کی کی آپ نے اسکو فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہوجاویگا اسنے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہوگئی پھر حضرت عائشہ رض کی شکر گزاری کے لیے آئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد مین خون ٹپکنے لگتا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جو ذکر موت اور قیامت کا ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کے بند اکھڑ جاتے جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی حالت اصلی پر آتی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے جس عاقل کو دیکھا ہے تو موت سے خائف اور اسی سے اندوہناک پایا ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے کسی عالم سے کہا کہ مجکو نصیحت فرمائیے انھون نے فرمایا کہ خلیفون مین تمھین اول نہین ہو مرگئے یعنی اور حاکم بھی تم سے پہلے مرچکے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ فرمائیے عالم نے کہا کہ تمہارے باپ دادون مین سے حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی ایسا نہین جسنے موت نہ چکھی ہو اور اب تمہاری نوبت ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح اسبات کو سنکر رو پڑے اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی ہر روز کئی بار اس مین لیٹا کرتے اسیطرح ذکر موت کی مداومت کیا کرتے اور کہا کرتے اگر ایک دم کو موت کا ذکر میرے دل سے جدا ہوگا تو دل خراب ہوجاویگا اور مطرف بن عبداللہ بن الشخیر کہتے ہین کہ اس موت نے تو راحت والون کے چین مین رخنہ کردیا پس ایسی راحت تلاش کرو جسکو فنا نہو اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے عنبسہ رح سے فرمایا کہ موت کی یاد بہت کر پس اگر تجکو عیش کی وسعت حاصل ہو تو اسکو تنگ کر اور اگر تنگی عیش ہو تو اسکو وسیع کر اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ مین نے ام ہارون سے پوچھا کہ تم موت کو محبوب جانتی ہو انھون نے فرمایا کہ نہین مین نے پوچھا کہ کسواسطے انھون نے فرمایا کہ اگر تم کسی شخص کا قصور کرو تو اسکی ملاقات نہ چاہو گے پس مین اسکی نافرمانی کرکے اسکی وصال کیلیے اچھی جانون

دوسرا بیان دل مین ذکر موت کے جمانیکا طریق جاننا چاہئیے کہ موت ہولناک ہے اور اسکا اندیشہ بہت بڑا ہے اور آدمی جو اس سے غافل ہین تو اسوجہ سے کہ اسکا فکر کم کرتے ہین اور اسکا ذکر نہین کرتے اور اگر کوئی ذکر کرتا ہے تو دل فارغ سے نہین کرتا بلکہ دل شہوات دنیا سے بھرا رہتا ہے اسلیے ذکر موت کی تاثیر دل مین نہین ہوتی تو اسکا طریق یہ ہے کہ آدمی اپنے دلکو موت کے ذکر کے سوا جو ہر وقت سامنے ہے اور چیزون سے خالی کرے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل خطرناک مین جاتا یا جہاز مین سوار ہوکر سمندر مین سفر کرنا چاہے تو اسکو سوا سفر کے اور کوئی فکر نہین رہتا تو جب موت کی یاد دل مین جڑ پکڑ جاویگی تو کیا عجب ہے کہ اسمین اثر کرے اور اس صورت مین سرور و خوشی دنیا کی کم ہوجاوے اور دل مین شکستگی اور نرمی آجاوے

اور زیادہ ترموثر طریق اسباب مین یہ ہے کہ اپنے ہمسرون اور ہم عمرون کو جو پہلے مرچکے ہین یاد کرے یا انکی موت اور مچھڑ جانے کو خیال کرے اور انکی صورتین اور عہدے اور حالات یاد کرے اور سوچے کہ اب مٹی نے ان کی وہ خوبصورتی خاک مین ملادی انکے اعضا قبرونمین متفرق ہوگئے کسطرح اپنی بیبیونکو بیوہ اور لڑکون کو یتیم چھوڑ گئے مال انکے جاتے رہے مسجدین انکی ویران ہوگئین مجلسین سونی پڑگئین کچھ نشان انکا نہ رہا یا وہ کروفر تھا یا اب وہ قبر کا اندھیرا اور مٹی ہے پس ایک ایک شخص کو جدا جدا یاد کرے اور اپنے دل مین اسکے حال اور کیفیت موت کی تفصیل کرے اور اسکی صورت کا تصور کرکے اسکی خوشی اور تردد اور زندگی اور بقا کے لیے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب کے موافق ہونے سے دھوکا کھانا اور اپنی قوت و جوانی پر اعتماد کرنا اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل رہنا اور موت جلد اور ہلاک شتاب سے غافل رہنا یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ وہ کیسے چلتا پھرتا تھا اب اسکے دونون پانون اور سب جوڑ ٹوٹ گئے اور کیسے بولا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا اب کیڑون نے زبان اور خاک نے دانت چاٹ لیے اپنے لیے ایسی تدبیرین نکالتا تھا کہ بیس برس تک انکی حاجت نہ پڑے حالانکہ مرنے مین ایک ہی مہینا باقی تھا اسے اسکو خبر نہ تھی کہ مجھکو کیا پیش آنا ہے موت ایسے وقت مین آگئی کہ اسکو گمان نہ تھا یکایک موت کا فرشتہ اسکی نظرون مین ظاہر ہوگیا اور اسکے کان مین آواز بہشت خواہ دوزخ کی ڈالدی جب یہ تامل کرچکے تو پھر اپنے نفس پر غور کرے کہ مین بھی ویسا ہی ہون اور مجھکو غفلت بھی ویسی ہی ہے جیسے ان لوگون کو تھی اور انجام میرا بھی وہی ہونا ہے جو انکا ہوا حضرت ابو الدرداؓ فرماتے ہین کہ جب تو مردونکو یاد کرے تو اپنے آپ کو بھی انہی جیسا شمار کرے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ نیکبخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت پاوے یعنی دوسرون کے حال سے عبرت حاصل کرے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ فرماتے ہین کہ تم کیا دیکھتے نہین کہ ہر روز ایک نہ ایک صبح کو یا شام کو مسافر خواہ شام کو خدا کے پاس جانے کے لیے سامان کر دیتے ہو اور اسکو زمین کے ایک غار مین رکھدیتے ہو کہ مٹی پر تکیہ کر لیتا ہے احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اسباب سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو ان ذکرون یا ان جیسے اور فکرون کو ہمیشہ کرنا اور قبرستان مین جانا اور بیمارون کا دیکھنا ایسی تدبیر ہے جس سے کہ موت کی یاد دل پر تازہ ہوتی چلی جاتی ہے یہانتک کہ ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ ہر وقت آنکھون کے سامنے رہتی ہے ایسی صورت مین بعید نہین کہ آدمی موت کی تیاری کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنا فائدہ کم دیتا ہے اس سے آگاہی اور خوف کچھ نہین ہوتا۔ اور جب کبھی آدمی کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہو تو چاہیئے کہ اسیوقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضرور ہے۔ ابن مطیعؒ نے ایک روز اپنے گھر کو دیکھا اور اسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی پھر آپ روئے اور کہا کہ بخدا اگر موت نہوتی تو مین تجھسے خوش ہوتا اور اگر مآل کار ہمارا قبرون کی تنگی نہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھین ٹھنڈی ہوتین پھر بہت زور سے روئے یہانتک کہ آواز بلند ہوئی

دوسری فصل فضیلت امل کی کوتاہی اور طول امل اور اسکے اسباب و کیفیت و علاج کے بیان مین مشتمل چار بیانون پر

بیان اول فضیلت امل کے مختصر کرنے کی آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو فرمایا کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نکر اور اگر شام کرے تو صبح کا اور اپنی زندگی سے موت کے واسطے کچھ لے اور تندرستی سے بیماری کیلیئے اسلیئے کہ اے عبداللہ تجھکو معلوم نہین کہ تیرا کل کو کیا نام ہوگا یعنی مردہ کہلاویگا یا زندہ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ مجھکو خوف تمپر دو خصلتون کا ہے ایک پیروی خواہش نفس کی دوسری طول امل اسلیئے کہ پیروی خواہش نفس کی حق سے پھیر دیتی ہے اور طول امل دنیا کی محبت ہے پھر فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا اسکو بھی دیتا ہے جسکے محبت رکھتا ہے اور اسکو بھی جس سے بغض رکھتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اسکو ایمان دیتا ہے سن لو کہ کچھ لوگ

دین کے اہل ہین اور کچھ دنیا کے تو تم اہل دین سے ہو جاؤ نہ اہل دنیا سے یاد رکھو کہ دنیا منھ پھیر کر چل چکی ہو اور آخرت اسطرف منھ کیے چل چکی ہو خبردار ہو کہ تم عمل کے دن مین ہو جسمین کچھ حساب نہین اور عنقریب حساب کے دن مین ہو گے جسمین عمل نہو گا انتہی اور ام منذر فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم ایک شام کو لوگون کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم خداے تعالے سے شرم نہین کرتے انھون نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہو آپ نے فرمایا کہ ایسی چیزین جمع کرتے ہو جو کھاتے نہین اور امل ان امور کے کرتے ہو جو پاتے نہین اور مکانات ایسے بناتے ہو جنمین رہتے نہین اور حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہین کہ حضرت اسامہ بن زید نے ایک لونڈی ہولینہ بھر کے وعدہ پر حضرت زید بن ثابتؓ سے سو دینار کو خریدی پس مین نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ کیا تمکو تعجب نہین آتا کہ اسامہ مہلینہ کے وعدہ پر خریدار ہوا ہو اسامہ بلاشبہ طول امل رکھتا ہو قسم ہو اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ مین نے اپنی دونون آنکھین کبھی اسطرح نہین کھولین کہ یہ گمان نہ کیا ہو کہ پلکین بند کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ میری روح قبض کر لیگا اور نہ کبھی مین نے آنکھ اوپر کو ایسی طرح کی کہ جان نکلنے کے پیشتر اسکے نیچے کرنے کا گمان کیا ہو اور نہ کبھی لقمہ ایسا کھایا کہ یہ گمان کیا ہو کہ موت سے پہلے اسکو نگل جاؤنگا پھر فرمایا کہ اے آدم کی اولاد اگر تم عاقل ہو تو اپنی جانون کو مُردون مین شمار کرو قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو جس چیز کا تم سے وعدہ ہو وہ بیشک آویگی اور تم ٹھکانہ سکو گے انتہی اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کیواسطے نکلتے اور پھر پیشاب کر کے مٹی سے طہارت کر لیتے مین آپکی خدمت مین عرض کرتا کہ حضرت پانی تو آپ سے قریب ہی ہو آپ فرماتے کہ مجھے کیا معلوم شاید مین پانی تک نہ پہونچون اور روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین لکڑیان لین ایک کو اپنے سامنے گاڑا اور دوسری کو اسکے پاس اور تیسری کو دور گاڑا پھر پوچھا کہ جانتے ہو یہ کیا ہو لوگون نے عرض کیا کہ خدا اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ پاس کی دونون لکڑیان ایک انسان ہو اور ایک اسکی موت اور دور کی لکڑی اسکی امل ہو کہ آدمی اس سے معاملہ رکھتا ہو اور موت اس تک پہونچنے نہین دیتی بیچ ہی مین اچک لیتی ہو اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ آپؐ نے فرمایا کہ آدمی کی مثال یہ ہو کہ اسکے گرد ننانوے موتین ہین اگر ان سے بچے تو بڑھاپے مین پڑے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ یہ آدمی ہو اور یہ اسکے گرد اسکی موتین اسکی طرف کو منھ اٹھائے ہوے ہین اور بوڑھاپا انکے بعد ہو اور امل بوڑھاپے کے بعد ہو آدمی زیست کی حرص کرتا ہو اور یہ موتین اسکی طرف کو منھ اٹھائے ہوئے ہین جسکو حکم ہوتا ہو وہی اسکو دبا لیتی ہو پھر اگر ان موتون سے بچ گیا تو بوڑھاپا اسکا خاتمہ کر دیتا ہو امل کا اسکو انتظار ہی رہتا ہو اور عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہین کہ ہمارے واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لکیر چوکونی کھینچی اور اسکے بیچ مین ایک لکیر کھینچ کر اسکے گرد اور لکیرین کھینچین اور ایک لکیر مربع سے باہر کھینچی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہو لوگون نے عرض کیا کہ خدائے تعالیٰ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے بیچ والے خط کو تو انسان فرمایا اور مربع خط کو موت فرمایا جو انسان کو محیط ہو اور یہ خطوط درمیانی مصائب ہین کہ اسکو نوچ رہے ہین اگر ایک نوچنا بھول جاوے تو دوسری نوچ لیتی ہو اور جو خط باہر ہے اسکو امل فرمایا۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہرم ابن آدم ویشب معہ اثنتان الحرص والامل اور ایک روایت مین ہو ویشب معہ اثنتان الحرص علی المال والحرص علی العمر یعنی ہر چند کہ مرد پیر شود حرص جوان میگردد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ اس امت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کے باعث نجات پاوینگے اور آخر کے لوگ بخل اور زندگی کی حرص کے مارے ہلاک ہونگے اور منقول ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بیٹھے ہوے تھے اور ایک بوڑھا اپنی کدالی سے زمین کھود رہا تھا آپ نے

ح ۱ ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲
ح ۲ طبرانی و ابو نعیم در حلیہ و بیہقی در شعب بسند ضعیف ۱۲
ح ۳ ابن مبارک در زہد و بزاز بسند ضعیف ۱۲
ح ۴ احمد و ابن ابی الدنیا بروایت ابی المتوکل عن ابی سعید الخدری ۱۲
ح ۵ ترمذی بروایت عبد اللہ ابن الشخیر ۱۲
ح ۶ بخاری ۱۲
ح ۷ [illegible]
ح ۸ [illegible]

جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی اس شخص سے امل کو دور کر دے وہ بوڑھا کدالی پھینک کر لیٹ رہا اور گھنٹہ بھر پڑا رہا پھر حضرت عیسٰیؑ نے دعا مانگی
کہ الٰہی اسکی امل اسکو دے دے وہ شخص اٹھکر کام کرنے لگا حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اس سے یہ ماجرا پوچھا کہ پہلے کیوں لیٹ رہا تھا
اور اب کیوں کام کرنے لگا بوڑھے نے کہا کہ کام کرنے میں میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ تو تو بوڑھا ہوا اب کب تک کام کریگا اسلیے میں نے کدال
پھینک دی اور لیٹ رہا پھر میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ جبتک میں زندہ ہوں بسر اوقات کی فکر ضرور ہے اسلیے اٹھکر اپنا کام کرنے لگا اور حضرت
حسن رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ تم سب یہ چاہا چاہتے ہو کہ جنت میں جاؤ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ آپنے فرمایا تو زندگی کی حرص
کم کرو اور اپنی موتوں کو آنکھوں کے سامنے جانو اور اللہ تعالیٰ سے جیسی چاہیے ویسی شرم کرو۔ اور آنحضرت صلعم دعا میں یوں فرمایا کرتے اللھم انی اعوذ بک
من دنیا تمنع خیر الآخرۃ و اعوذ بک من حیاۃ تمنع خیر الممات و اعوذ بک من امل یمنع خیر العمل ۔ آثار مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اگر میں جانتا کہ میری
موت کب ہوگی تو اپنی عقل کے جانے کا خوف کرتا اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے کہ موت سے غفلت دے دی ہے
اگر غفلت نہ ہوتی تو زندگی اچھی طرح نہ ہوتی اور نہ بازار لگتے۔ اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ بھولنا اور امل دو بڑی نعمتیں ہیں بنی آدم پر
اگر یہ دونوں نہ ہوتیں تو مسلمان راستوں میں نہ چلتے اور ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ انسان احمق پیدا ہوا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو زندگی
بچھ بھی نہ ہو سکتی۔ اور سعید بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ دنیا اسلیے آباد ہے کہ اسکے لوگوں کی عقلیں کم ہیں اور حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں
کہ تین چیزوں نے مجھے تعجب میں اتنا ڈالا کہ ہنسا دیا ایک تو زندگی دنیا کا حریص حالانکہ موت اسکی طالب ہے دوسرے غافل کہ اسکی طرف سے غافل نہیں
کیجاویگی سوم منہ بھر ہنسنے والا کہ نہیں جانتا کہ پروردگار عالم اس سے ناراض ہے یا راضی اور تین دوسری چیزیں ہیں کہ انھوں نے مجکو اتنا
غمگین کیا کہ رلا دیا اول فراق دوستوں کا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکی جماعت کا دوسرے خوف قیامت میں ظاہر ہونے کا
تیسرے خدا کے سامنے کھڑا ہونا کہ یہ معلوم نہیں کہ مجھے جنت کو حکم کیا جاویگا یا دوزخ کو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں نے زرارہ بن ابی اوفی کو
بعد انکے مرنے کے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے نزدیک اعمال میں سے کونسا زیادہ ہے مقبول انھوں نے کہا توکل اور امل کی کوتاہی اور حضرت
ثوریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں زہد کرنا امل کا مختصر کرنا ہے نہ موٹا کھانا اور کمل پہننا اور مفضل بن فضالہؒ نے اپنے رب سے التجا کی کہ امل دور کر دے
ایسے کہ اشتہا کھانے پینے کی جاتی رہی پھر دعا مانگی تو خدا تعالیٰ نے امل دے دی اور کھانے پینے لگے اور حضرت حسن سے کسی نے کہا کہ اے
ابو سعید آپ اپنا کرتا نہیں دھوتے آپنے فرمایا کہ معاملہ اس سے جلد معلوم ہوتا ہے اور یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ موت تمہاری پیشانیوں کے بالوں میں
بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے کوتہ ہوتی جاتی ہے اور بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں ایسا ہوں جیسے کوئی شخص اپنی گردن کھینچا ہوا اور اسکے سر پر
تلوار ہو اور انتظار کرتا ہو کہ کب اڑائی جاویگی اور داؤد طائیؒ کہتے ہیں کہ اگر میں اپنی امل کروں کہ مہینہ بھر جیوں تو جانوں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوا
اور یہ امل میں کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ دیکھتا ہوں کہ تمام خلق پر مصیبتیں رات دن کی ساعتوں میں چھائی رہتی ہیں اور کہتے ہیں کہ شقیق بلخی رح
اپنے استاد ابو ہاشم رمانی رح کے پاس آئے اور انکے گوشہ چادر میں کچھ بندھا تھا انکے استاد نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے شقیق نے کہا کہ کچھ
بادام ہیں میرے ایک بھائی نے مجھے دیے ہیں اور کہا ہے کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم انسے افطار کرنا انکے استاد نے فرمایا کہ شقیق تم اپنے جی میں
یہ کہتے ہو کہ میں شام تک زندہ رہونگا میں تم سے اب کبھی نہ بولونگا شقیق فرماتے ہیں کہ استاد نے یہ کہکر دروازہ بند کر لیا اور اندر بیٹھ رہے اور حضرت عمر

کی بہتری سے باز رکھے اور ایسے عمل سے جو عمل کی بہتری سے مانع ہو ابن ابی الدنیا در قصر امل بروایت ... عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ... کا حال مجھے نہیں ملا

بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ سن لو کہ ہر سفر کے لیے توشہ ضرور ہی اسلیے دنیا سے آخرت تک کے سفر کا توشہ اپنے تقوی کو کرلو اور ایسے ہو جاؤ جیسے کسی نے
خداے تعالیٰ کے ثواب اور عذاب مہیا کو دیکھ لیا ہو تو ثواب کو دیکھکر رغبت کرو اور عذاب کو دیکھکر خوف کرو اور حرص زندگی کو زیادہ مت بڑھاؤ ورنہ تمہارے
دل سخت ہو جاوینگے اور تم اپنے دشمن کے تابع ہو جاؤ گے سمجھا کہ وہ شخص اپنی امل کو نہین پھیلاتا جو نہین جانتا کہ شام کے بعد مجکو صبح ملیگی کہ نہین یا صبح ملی
تو پھر شام ملیگی کہ نہین اور ان دونون کے درمیان مین موتون کے وہلے اکثر ہوا کرتے ہین بیچ اور تمنے اکثر ان لوگون کو دیکھا ہے جو دنیا پر مغرور تھے
آنکھ ٹھنڈی اسی کی ہو جو عذاب الٰہی سے نجات پانے کا اعتماد رکھتا ہو اور خوش وہی ہوتا ہو جو اہوال قیامت سے نڈر ہو اور جن لوگونکا یہ حال ہو
کہ ایک زخم ابھی بھرا ہی نہین اور دوسرا دوسری طرف سے اور لگا تو وہ کیسے خوش ہون مین خداے تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہون ان اسباب سے کہ تمکو
اسبابت کا حکم کرون جن سے اپنے نفس کو منع کرون پھر پڑ جاوے میری تجارت مین نقصان اور میرا خسارہ اور بیچارگی اس روز ظاہر ہو
جسدن تو انگری اور محتاجی کھلیگی اور ترازو مین کھڑی ہونگی تم ایسے معاملے کی تکلیف دیے گئے ہو کہ اگر ستارے اسکی تکلیف دیے
جاتے تو بے نور ہو جاتے اور پہاڑ گل جاتے اور زمین پھٹ جاتی تم کیا جانتے نہین کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہین
اور تمکو بے شک ان مین سے ایک مین جانا ہو اور ایک شخص نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ دنیا ایک خواب ہے
اور آخرت بیداری اور ان دونون مین واسطہ موت ہو اور ہم پراگندہ خوابون مین ہین والسلام اور ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ دنیا کا غم کرنا
بہت لمبا ہو اور موت آدمی سے قریب ہو اور ہر روز کچھ نہ کچھ گھٹتا جاتا ہو اور بدن مین بلا آہستہ آہستہ ٹہل رہی ہے تو پہلے اس سے کہ
کوچ کا نقارہ بجایا جاوے سفر کی تیاری کر لینی چاہیئے والسلام اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ جبتک حضرت آدم علیہ السلام سے
خطا نہین کی تھی انکی امل پیٹھ پیچھے تھی اور موت آنکھون کے سامنے اور جب آپنے خطا کی تو معاملہ برعکس ہو گیا کہ امل تو آنکھون کے سامنے کر دی گئی
اور موت پیٹھ کے پیچھے اور عبداللہ بن سمیطؒ کہتے ہین کہ مین نے اپنے باپ سے سنا ہو کہ کہتے تھے اے وہ شخص کہ اپنے زیادہ تندرست رہنے سے
مغالطہ مین ہو گیا تو نے کسی کو بدون بیماری مرتے نہین دیکھا اے وہ شخص کہ بہت سی مہلت پا لینے سے مغالطہ مین ہو گیا تو نے کبھی کسی گرفتار کو نہین دیکھا کہ
بدون سامان پکڑا گیا ہو اگر تو اپنی عمر کی زیادتی مین فکر کرے اپنی پہلی لذتین سب بھولجاوے بھلا تم لوگ تندرستی سے مغالطے مین پڑے
ہوئے ہو یا بہت دنون آرام سے گذرنے پر اکڑتے ہو یا موت سے نڈر ہو یا ملک الموت پر دلیر ہو ملک الموت جب آویگا تو اس سے تم کو
نہ تمہاری ثروت بچاویگی نہ کثرت جمعیت تمکو کیا معلوم نہین کہ موت کا وقت سختیون اور غصون اور قصور پر پشیمانی کی گھڑی ہو پھر یون کہا کرتے تھے
کہ خداے تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو موت کے بعد کے لیے عمل کرے خداے تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر کہ اپنے نفس پر موت سے پہلے
ترس کی نظر کرے اور ابو زکریا تیمیؒ کہتے ہین کہ سلیمان بن عبدالملک مسجد حرام مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر جسپر کچھ کندہ تھا کوئی ان کے
سامنے لایا اسکے پڑھنے کو وہب بن منبہ بلائے گئے دیکھا تو اسمین یہ لکھا تھا کہ اے آدمی اگر تو اپنی موت کیوقت کی نزدیکی دیکھ پاوے تو
اپنی طول امل کو چھوڑ دے اور عمل زیادہ کرنے کا حریص ہو اور طمع اور حیلے کم کر دے اور تو کل کو پشیمانی اٹھاویگا اگر تیرا قدم لغزش کریگا اور تیرے
گھر والے اور نوکر چاکر تجکو حوالہ کر دینگے اور باپ اور رشتہ دار تجھ سے جدا ہونگے اور بیٹا اور داماد چھوڑ دینگے تو پھر دنیا مین نہ پھریگا نہ اپنے عمل مین
زیادتی پاویگا پس قیامت کے لیے حسرت اور ندامت سے پیشتر کچھ کرلے اسکو سنکر خلیفہ سلیمان بہت روئے اور بعضون نے کہا ہو کہ مین نے

خط محمد بن یوسف کا بنام عبدالرحمن بن یوسف کے دیکھا اسمین لکھا تھا کہ بعد سلام کے مین شکر کرتا ہون اس معبود کا جسکے سوا اور کوئی معبود نہین اور تجکو ڈراتا ہون اس حال سے کہ تو اپنے مہلت کے گھر سے قیام کی جگہ اور جزاء اعمال کے گھر مین جاویگا اب تو زمین کے اوپر رہتا ہے چندروز مین اسکے اندر ہوجاویگا پھر تیرے پاس منکر اور نکیر آکر تجکو بٹھلاوینگے اور تجکو ڈانٹ بتاوینگے پس اگر اسوقت اللہ تیرے ساتھ ہوگا تو کچھ خوف اور وحشت اور حاجت نہین اور اگر معاملہ دگرگون ہوا تو خداے تعالیٰ مجکو اور تجکو پناہ دے بیری نوبت ہوگی مقام لیٹنے کا تنگ ہوجاویگا تجکو خبر نہین کہ پھر اٹھنے کے لیے چیخ ہوگی اور صور پھونکا جاویگا اور خداے جبار مقدمات خلق کے فیصلہ کیلئے آمادہ ہوگا زمین اپنے لوگون سے اور آسمان اپنے باشندون سے خالی ہوجاوینگے اسرار کھل جاوینگے اور جہنم بھڑکائی جاویگی میزانین کھڑی ہونگی اور انبیا اور شہدا کو بلوا کر لوگونکے باب مین ٹھیک ٹھیک حکم دیا جاویگا اور کہا جاویگا کہ سب تعریفین اللہ کو شایان ہین جو سب عالمونکا پروردگار ہے تو بہت سے رسوا ہونگے اور بہتون کی پردہ پوشی کیجاویگی اور بہت سے تباہ ہونگے اور بہت سے نجات پاوینگے بہتون پر عذاب ہوگا اور بہتون پر رحم مجکو معلوم نہین کہ اس روز میرا اور تیرا کیا حال ہوتا ہے اسیسے لذتین جاتی رہین شہوات چھوٹ گئین امل کوتاہ ہوگئے سوتے بیدار ہوئے غافل چونکنے ہوئے خداے تعالیٰ اس بڑے خوف پر ہماری اور تمہاری مدد کرے اور دنیا اور آخرت کی جگہ ہمارے اور تمہارے دلمین ایسی کرے جیسے متقیونکے دلمین کرتا ہے اسلیے کہ ہم اسی کے ہین اور اسی کے باعث موجود ہوا۔ والسلام۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحہ نے خطبہ پڑھا اور خداے تعالیٰ کی حمد وثنا کرکے فرمایا لوگو تم نکمے نہین پیدا ہوے نہ مہمل چھوڑے جاؤگے تمکو ایک اٹھنے کی جگہ مین خداے تعالیٰ حکم اور فیصلے کیواسطے اکٹھا کریگا پس نا امید اور بدبخت کل کو وہ بندہ ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کہ ہر چیز پر پھیلی ہے اور اپنی جنت سے جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے نکالدے اور کل کو امن اس شخص کو ہوگا جو خوف اور تقوی کرے اور تھوڑی اور ناپائدار چیز اور بدبختی کو بہت اور پائدار اور سعادت کے عوض مین دیڈالے دیکھو مرے ہوؤن کا سوگ تم کرتے ہو اسیطرح تمہارے پس ماندہ تمہارا کرینگے ہر روز دیکھتے ہو کہ صبح کو اور شام کو خدا تعالیٰ کے پاس لوگ چلے جاتے ہین انکا وقت پورا ہوگیا اور امل جاتی رہی تم انکو زمین کے گڑھے کے اندر بے فرش وبے تکیہ دھرتے ہو کہ نہ کوئی سامان اسکے ساتھ ہے نہ کوئی رفیق وغمخوار صرف حساب کا سامنا ہے بخدا کہ مین یہ بات تم سے کہتا ہون مگر جتنے گناہ اپنے نفس مین جانتا ہون اتنے زیادہ مین تم مین سے کسی مین نہین جانتا لیکن اللہ تعالیٰ کے طریق ٹھیک ٹھیک ہین ان مین اسکی طاعت کے لیے امر کرتا ہون اور معصیت سے منع کرتا ہون اور خداے تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہون اسکے بعد اپنی آستین منھ پر رکھکر اتنا روئے کہ آنسوؤنسے ڈاڑھی بھیگ گئی اور پھر اس مقام پر آنے کی نوبت نہ آئی یہان تک کہ وفات پائی اور قعقاع بن حکیم کہتے ہین کہ مین نے تیس برس سے موت کا سامان کرلیا ہے تو جب موت آوے گی تو مین اتنی دیر بھی اچھی نہ جانونگا کہ ایک چیز کو دوسری سے پیچھے کردون اور سفیان ثوری رحہ کہتے ہین کہ کوفے کی مسجد مین مین نے ایک بڈھے کو دیکھا کہ کہتا تھا کہ مین تیس برس سے اس مسجد مین موت کا منتظر ہون کہ آوے اب اگر آوے گی تو مین اسکو نہ کسی چیز کا حکم کرون نہ کسی چیز سے منع کرون اور نہ میری کسی کے پاس کوئی چیز ہے نہ کسی کی میرے پاس اور عبداللہ بن ثعلبہ کہتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید تمہارا کفن دھوبی کے یہان سے آچکا ہو۔ اور محمد بن علی زاہد کہتے ہین کہ ہم کوفہ مین ایک جنازے کے ساتھ نکلے اور داؤد طائی رحہ بھی اسمین شریک تھے جنازہ جب دفن ہونے لگا تو داؤد طائی ایک طرف کو ہو بیٹھے مین ان کے پاس جا بیٹھا تو

مین نے سنا کہ یون کہتے تھے جو وعدۂ عذاب سے ڈرتا ہو وہ دور کی چیز نزدیک جانتا ہو اور جسکو امل زیادہ ہوتی ہو اسکا عمل ضعیف ہوتا ہے اور جو آنے والی چیز ہو وہ قریب اور بھائی جان یاد رکھ کہ جو شئے خدا نے تم سے تجکو اور کام مین لگا وے وہ تیرے اوپر منحوس ہے اور یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا کے باشندے جو قبرون مین ہین ان کا یہ حال ہو کہ جو چھوڑ گئے اس سے پشیمان ہین اور جو آگے بھیج دیا تھا اس سے شاد ان گر قبر والے جس چیز پر پشیمان ہین دنیا دار اسی پر لڑتے مرتے ہین اور اسی پر رغبت اور حاکمون کے سامنے خصومت کرتے ہین اور روایت ہے کہ حضرت معروف کرخی رح نے نماز کی تکبیر کہی اور محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھا دو انھون نے کہا کہ مین یہ نماز اگر پڑھا دونگا تو دوسری نماز کوئی نہین پڑھا نیکا حضرت معروف کرخی رح نے فرمایا کہ تم اپنے دل مین کہتے ہو کہ مین دوسری نماز بھی پڑھونگا ہم اللہ تعالےٰ سے طول امل سے پناہ مانگتے ہین کہ وہ عمل نیک کی مانع ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ دنیا رہنے کی جا نہین بہت سے گھر ایسے ہین کہ خدا تعالےٰ نے ان پر فنا لکھدی ہو اور ان کے رہنے والون پر اس مین سے چلا جانا تو بہت سے بخوبی آباد چندروز مین اجڑ جاتے ہین اور بہت سے رہنے والے کہ لوگ انکے رہنے پر حرص کرین سفر کر جاتے ہین پس لوگو خدا تعالےٰ تم پر رحم کرے اسمین سے اچھی طرح نکلو اور جو کچھ تمہارے سامنے لے چلنے کی چیزین ہون ان مین سے عمدہ اپنے ساتھ لو اور توشہ لے لو کہ بہتر توشہ تقویٰ ہو دنیا کا حال ایسا ہو جیسے سکڑتا سایہ کہ چلا جاتا ہو ابھی تو آدمی دنیا کا راغب اور اس سے خنک چشم بیٹھا ہو کہ اتنے مین خدا تعالےٰ نے اسکو اپنے حکم سے طلب فرما لیا اور اسکے سر پر موت کا روندا ڈالا تو سب اسکے نشان چھین لیے اور اسکی عمارت اور دولت دوسرون کے لیے کردی دنیا جتنی تازگی دیتی ہو اتنا خوش نہین کرتی خوشی کم کرتی ہو اور رنج بہت دیتی ہو سچ ہے ع جہان مین عرصہ عشرت سے سوا دہ چند ہو غم کا ؛ اگر ہو عید کا اک دن تو عشرہ ہو محرم کا ؛ اور حضرت ابوبکر صدیق رض اپنے خطبے مین فرمایا کرتے کہان گئے وہ لوگ جنکے منھ خوبصورت چمک دمک کے ساتھ تھے اور اپنی جوانی پر شیخی کیا کرتے تھے کہان ہین وہ لوگ جنھون نے شہر بنائے اور شہر پناہون سے انکو مضبوط کیا کہان ہین وہ بہادر کہ لڑائی مین بڑھ چڑھکر رہا کرتے تھے زمانے نے ان کو زیر کر دیا قبرون کے اندھیرون مین جا پڑے تو جلدی اور شتابی کرو اور اپنی جانون کے لیے نجات کی صورت ڈھونڈھو

دوسرا بیان

طول امل کے سبب اور اسکے علاج مین جاننا چاہیئے کہ طول امل کے دو سبب ہین ایک جہالت اور دوسرے دنیا کی محبت دنیا کی محبت کا یہ حال ہو کہ آدمی جب اس سے اور اسکی شہوات و لذات و علائق سے مانوس ہوتا ہو تو اسکے دل پر اسکی جدائی شاق ہوتی ہے اور موت جو سبب دنیا کی مفارقت کا ہو اس سے اسکا دل متنفر ہوتا ہو اور اسمین فکر نہین کرتا اور جس چیز سے آدمی نفرت کیا کرتا ہے اسکو اپنے نفس سے ٹالا کرتا ہو اور آدمی ہمیشہ جھوٹی آرزؤن مین مشغول رہتا ہو اپنے نفس کے لیے ایسی ہی آرزو کرتا ہو جو اسکی مراد کے موافق ہو اور اسکی مرضی کے موافق دنیا مین رہتا ہو تو اسی کا خیال رکھتا ہو اور اسی کو اپنے لیے فرض کر لیتا ہو اور جو لوازم یہان رہنے کے ہین اور جنکی اسکو ضرورت ہوتی ہو یعنی مال اور اولاد اور گھر اور دوست اور سواریان وغیرہ سامان کو فرض کر لیتا تو اسکا دل اسی فکر پر رک جاتا ہو موت کی یاد نہین رہتی اسکا قریب ہونا خیال مین نہین گذرتا اور اگر کسی وجہ سے موت کا معاملہ اور اسکی تیاری کا حال جو دل مین گذرتا ہو تو اسکا نفس وعدہ کر لیتا ہے اور لیت و لعل مین ڈالتا ہو اور کہتا ہو کہ ابھی بہت دن باقی ہین بڑا ہو کر توبہ کر لیجو اور بڑا ہونے پر کہتا ہے کہ بوڑھا ہو کر توبہ کر لیجو اور بوڑھا ہوتا ہو تو کہتا

عہ اصل مین [illegible]

کہ یہ مکان بنا کر اور یہ زمین آباد کر کے اور اس سفر سے لوٹ کر اور اس لڑکے کی شادی اور دختر کے جہیز سے فارغ ہو کر اور اس دشمن کے قہر سے
جو بدگوئی کرتا رہتا ہی محفوظ ہو کر توبہ کر لیتا غرضکہ ہمیشہ اسیطرح ٹالتا اور تاخیر اسکا شیوہ رہتا ہی اور جس کام مین گھستا ہے اسکے پورا کرنے مین
دس کام اور لگ جاتے ہین اور دن کے بعد دوسرا دن رفتہ رفتہ گذرا چلا جاتا ہی اور ایک کام سے دوسرا کام آتا جاتا ہی یہانتک کہ موت ایسے وقت
مین آ چک لیتی ہی کہ اسکو گمان بھی نہین ہوتا اسوقت بجز حسرت و افسوس اور کچھ حاصل نہین ہوتا اور اکثر دوزخ والے لیت و لعل ہی سے فریاد کرینگے
کہ ہاے ہمنے کیون تاخیر کی تھی اور آدمی بیچارہ یہ نہین جانتا کہ جس امر کے باعث آج تاخیر کرتا ہی وہ کل کو بھی تو اسکے ساتھ ہوگا بلکہ مدت گذرنے پر تو
اسکو استحکام اور مضبوطی زیادہ ہو جاویگی اور اسکو یہ گمان ہی کہ دنیا مین خوض کرنیوالے کو اور اسکی حفاظت کرنیوالے کو کبھی نہ کبھی فراغ ہو سکتا ہی
اور یہ اسکی خام خیالی ہی اس سے فارغ وہی ہوتا ہی جو اسکو مختصر کرے جیسے کسی نے کہا ہی ؎ کار دنیا کسے تمام نکرد ؛ ہر چہ گیرید مختصر گیرید ؛ اور
اصل ان سب آرزوؤن کی دنیا کی محبت ہی اور اس حدیث کے معنون سے غفلت احبب من احببت فانک مفارقہ اور جہالت کا حال یہ ہی کہ
انسان کبھی اپنی جوانی پر اعتماد کرتا ہی تو جوان ہوتے ہوے موت کا آنا بعید جانتا ہی اور بیچارہ یہ نہین سوچتا کہ اگر اپنی بستی کے بوڑھون کو گنے تو دس یا
پانچ ہونگے اور انکے کم ہونے کی یہی وجہ ہی کہ جوانی مین موت بہت ہوتی ہی جبتک ایک بوڑھا مرتا ہی ہزار جوان اور لڑکے مرجاتے ہین اور کبھی موت کو
اپنی تندرستی کے باعث بعید جانتا ہی اور اچانک موت کے آنے کو دشوار سمجھتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ اچانک مرجانا کچھ دشوار نہین اور اگر بالفرض
دشوار ہو تو یکایک بیمار ہو جانا تو دشوار نہین اور بیماری تو اچانک ہی ہوا کرتی ہی اور جب بیمار ہوا تو موت کیا دور ہی اور اگر یہ غافل سوچے اور
معلوم کرے کہ موت کے لیے کوئی وقت مخصوص جوانی اور بڑھاپے اور ادھیڑ پن کا یا کوئی موسم گرمی جاڑے خزان بہار یا رات دن کا معین نہین
تب البتہ بہت چوکنا ہو اور اسکے سامان مین لگے مگر جہالت اور محبت دنیا کے باعث طول امل مین گرفتار ہی اور موت جلد آنے سے غافل وہ ہمیشہ
یہی گمان کرتا ہی کہ موت میرے سامنے ہی ہوگی اپنے اوپر اسکا آنا فرض نہین کرتا یہی خیال کرتا ہی کہ مین جنازے کے ساتھ چلونگا یہ نہین فرض کرتا
کہ میرے جنازے کے ساتھ بھی لوگ چلینگے اسلیے کہ ہمیشہ جنازون کے ساتھ رہتے رہتے اس سے مالوف ہو رہا ہی دوسرونکو مرتے دیکھا اور دوسرونکے
ہی مرنے کا عادی ہی اپنے مرنے سے انس نہین اور نہ ممکن ہی کہ اپنی موت سے الفت کرے اسلیے کہ وہ واقع نہین ہوئی اور اگر ہوگی تو ایک ہی دفعہ
ہوگی وہی اول ہی وہی دوم پس اس سے الفت کیسے ہو تو اس صورت مین اسکا علاج یہ ہی کہ اپنے نفس کو غیر پر قیاس کرے اور جانے کہ یقیناً
میرا جنازہ بھی اٹھیگا اور قبر مین دفن کیا جاوے اور کیا عجب ہی کہ جو اینٹ تختہ میری گور مین لگیگا وہ بن چکا ہو اور مجکو علم نہو اس صورت مین تاخیر
کرنی محض نادانی ہی اور جب یہ معلوم ہو چکا کہ سبب تاخیر کا جہل اور محبت دنیا ہی تو ظاہر ہی کہ علاج سبب کو دور کرنے سے ہوگا پس جہل کو تو اسطرح
دور کرنا چاہیئے کہ دل حاضر سے فکر صاف کرے اور پوری حکمت کی باتین صاف دل والون سے سنے اور محبت دنیا کا دل سے نکالنا البتہ سخت ہے
اور یہ وہ مرض لاعلاج ہی جسکے علاج مین اگلے پچھلے سب تھک گئے ہین اسکا علاج یہی ہی کہ ایمان اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر ہو اور جو کچھ بڑا
عذاب اور عمدہ ثواب اس روز ہونا ہی اسپر یقین کامل ہو اسلیے کہ اس یقین سے دنیا کی محبت دل سے جاتی رہیگی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے چھوٹی
چیز کی محبت کو دور کر دیتی ہی تو جس صورت مین دنیا کی حقارت اور آخرت کی نفاست کو معاینہ کریگا تو برا جانیگا کہ دنیا پر نظر ڈالے گو سلطنت
تمام روے زمین ہی کی کیون نہو اسلیئے کہ ہر ایک بندے کو جو تھوڑی سی دنیا ملتی ہی تو وہ بھی کدورت اور بیمزگی سے خالی نہین ہوتی تو اسی چیز سے

کس طرح خوش ہوگا اُسکی محبت دلمین کیسے جمیگی بشرطیکہ آخرت پر یقین ہو ہم خداے تعالیٰ سے سوال کرتے ہین کہ دنیا کو ہماری نظرون مین ایسا
کردے جیسا اپنے نیک بندون کی نظرون مین کر رکھا ہی اور موت کے دل پر بیٹھنے کا علاج اس سے اچھا کوئی نہین کہ جو لوگ اپنے ہمسر اور ساتھ والے
مرگئے ہین انکے حال پر غور کرے کہ انپر موت ایسے وقت مین آگئی کہ انکو خیال سکا نہ تھا جو شخص اسکے لیے تیار تھا اسکو تو فلاح عظیم ہوئی اور جو طول امل سے
مغالطہ مین تھا اسکو کھلا کھلی خسارہ ہوا پس انسان کو ہر ساعت چاہیئے کہ اپنے پانون اور اعضا کیطرف دیکھے اور تامل کرے کہ ہان انکو کیڑے
کیسے کھا جاوینگے اور ہڈیان ان کی کسطرح علیحدہ اور متفرق ہوجاوینگی اور تامل کرے کہ کیڑے اول دہنی آنکھ کا ڈھیلا یا بائین آنکھ کا کھانا شروع
کرینگے اور جو اعضا میرے بدن پر ہین کوئی ایسا نہین جو کیڑون کی خوراک نہو اور میرے ساتھ بجز علم اور ایسے عمل کے جو خالص خداے تعالیٰ کے
لیے ہو اور کچھ نرہیگا اسیطرح وہ حالات بھی سوچے جنکو ہم عنقریب لکھینگے یعنی عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال اور حشر و نشر اور قیامت کے اہوال
اور بڑے دن کی پیشی کے لیے پکار کا خوف وغیرہ تو یہ فکر اس قسم کی ہے کہ آدمی کے دل پر موت کو تازہ کرتی رہے اور اسکی تیاری مین لگاتی رہے

تیسرا بیان لوگونکے مراتب کا طول اور قصر امل کے باب مین واضح ہو کہ اسباب مین لوگ مختلف مراتب کے ہین بعض تو ایسے ہین کہ وہ ہمیشہ جینا چاہتے
ہین جیسے خداے تعالیٰ فرماتا ہی یود احدہم لو یعمر الف سنۃ اور بعضے بوڑھا ہونے تک زندگی کے حریص ہوتے ہین یعنی جتنی عمر اور زندگی بڑی سے بڑی
لوگون کی دیکھی تنی ہی کے خواہان ہوے ایسا شخص دنیا سے بہت محبت کیا کرتا ہی حدیث شریف[1] مین ہی کہ بوڑھا آدمی دنیا کی طلب کی محبت مین جوان
ہوتا ہی گو بڑھاپے کے سبب سے اسکی ہانس ٹوٹ گئی ہون مگر تقویٰ والے اور وہ کمتر ہین انتہی اور بعض ایک برس دن کے جینے کی توقع رکھتے ہین اور
اس سے زیادہ کے سامان کی تدبیر نہین کرتے اور آئندہ سال مین اپنا وجود نہین فرض کرتے مگر گرمی مین جاڑے کے لیے اور جاڑے مین گرمی کے
لیے سامان کیا کرتے ہین پس اگر سال بھر کے لیے سامان کافی ہو تو عبادت مین مشغول ہوتے ہین اور بعضے صرف ایک موسم مثلاً گرمی خواہ جاڑے
ہی تک کی امل کرتے ہین تو اسی نظر سے گرمیون مین جاڑے کا سامان اور جاڑون مین گرمی کا جمع نہین کرتے اور بعض کے امل کا مآل صرف
ایک دن اور رات کا ہوتا ہی تو صرف دن بھر کی تیاری کرتا ہی کل کی فکر نہین کرتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ کل کی روزی کا اہتمام
مت کرو اسواسطے کہ اگر کل کی تمکو مہلت ملیگی تو تمہارا رزق اور مہلت دونون تمکو پہنچینگی اور اگر کل تمہاری مہلت نہین تو تمکو اہتمام بھی نچاہیئے
دوسرون کے لیے تمکو کیا ضرور ہی کہ فکر کرو اور بعضون کی امل ایک ساعت کی ہوتی ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا[2] کہ اے عبداللہ جب تو صبح
کرے تو اپنے دلمین شام کا خیال نکر اور شام کرے تو صبح کا دھیان نکر اور بعض ایک ساعت کا باقی رہنا بھی نہین جانتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
استنجا کے بعد باوجود ساعت کے اندر ہی پانی پر قدرت کے تیمم کر لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ شاید مین پانی تک نپہونچون اور بعضے ایسے ہوتے
ہین کہ موت گویا انکی آنکھون کے سامنے ہی اور لیا چاہتی ہی وہ اسکے منتظر رہتے ہین ایسا شخص رخصت کرنیوالے کی سی نماز پڑھا کرتا ہی اور
یہی حال معاذ بن جبل کا ہی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسے انکے ایمان کی حقیقت پوچھی تو عرض کیا کہ مین نے کوئی قدم ایسا نہین رکھا
کہ گمان کیا ہو کہ اب دوسرا اسکے بعد رکھونگا اور جیسا کہ اسود حبشی کے حال مین ہی کہ وہ رات کو نماز پڑھتے اور دہنے بائین تکتے کسی نے
انسے کہا کہ یہ کیا بات ہی انھون نے کہا کہ مین ملک الموت کو دیکھتا ہون کہ کون سی طرف سے میرے پاس آتا ہی تو یہ ہین لوگونکے مراتب اور ہر ایک کے لیے
خداے تعالیٰ کے پاس درجات ہین اور جس شخص کی امل ایک مہینا ہو وہ ایسا نہین جسکی امل ایک مہینا اور ایکدن ہی یعنی دونون کا درجہ یکسان نہین اسلیے

[1] احیاء کے نسخون مین نہین ملی صحیحین مین بروایت ابوہریرہ رض یون ہے قلب الشیخ شاب علی حب اثنین طول الحیوۃ وحب المال

کہ اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بے انصافی نہیں فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ پھر اقرار امل کے چھوٹا ہونے کا عمل پر سبقت کرنے سے ظاہر ہوتا ہے جو کوئی دعویٰ کرے کہ میری امل تھوڑی ہے وہ جھوٹا ہے بلکہ اسکے اعمال سے ظاہر ہوگی یعنی وہ ایسے اسباب کے درپے ہوتا ہے کہ غالباً برس روز میں بھی ان کی ضرورت نہو تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امل بڑی رکھتا ہے اور توفیق کی پہچان یہ ہے کہ موت آنکھوں کے سامنے ہو اس سے ایک گھڑی غافل نہو اور اسی کی تیاری میں مصروف رہے کہ ابھی آجاوے گی اور اگر شام تک بچ جاوے تو خدائے تعالیٰ کا شکر کرے کہ مجھسے اپنی طاعت کرائی اور اس امر سے خوش ہو کہ دن ضائع نہوا بلکہ اسمیں سے جتنا اپنا بہرہ تھا ملگیا اور ذخیرۂ آخرت ہوا پھر صبح کو از سر نو اسیطرح کرے اور ہر صبح و شام یہی کام کرے اور یہ بات اس شخص کو میسر ہوتی ہے جسکو کل کی فکر نہو کہ کل کو کیا ہوگا ایسا شخص اگر مریگا تو سعادت اور غنیمت پاویگا اور اگر زندہ رہیگا تو عمدہ تیاری اور لذت مناجات سے خوش رہیگا موت سے اسکی سعادت ہے اور حیات سے زیادتی منزلت پس اے مسکین موت کو اپنے دل پر رکھلے اسلیے کہ جان تجھے اڑائے لیے جاتی ہے اور تو اپنے نفس سے غافل ہے عجب نہیں کہ تو منزل کے قریب پہنچ گیا ہو اور مسافت طے کر چکا ہو اور یہ بات تجکو تبھی حاصل ہوگی جب جتنی مہلت پاویگا اسمیں عمل کریگا

چوتھا بیان عمل پر مبادرت اور تاخیر کی آفت سے بچنے میں۔ واضح ہو کہ جس شخص کے دو بھائی غائب ہوں اور ایک کا انتظار تو اسکو دوسرے دن آنے کا ہو اور دوسرے کا سال بھر کے بعد یا اور کسی مدت کے بعد تو وہ شخص دوسرے کے آنیکی تیاری نہ کریگا بلکہ جو شخص دوسرے روز آویگا اسکے آنے کا سامان کریگا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیاری قرب انتظار سے ہوا کرتی ہے اس صورت میں جو شخص موت کے آنیکا انتظار برس روز کے بعد کریگا تو اسکا دل اسی مدت سے متعلق رہیگا بیچ کے دنوں پر دھیان نہ دیگا اور انکو بھول جاویگا ہر صبح کو اسی بات کا منتظر رہیگا کہ ابھی برس روز کامل پڑا ہے اور شروع اسی دن کو جانتا ہے جس میں موجود ہے جو دن گذرتے جاتے ہیں انکو کم نہیں کرتا اور یہ امر اسکو ہمیشہ عمل پر مبادرت نہیں کرنے دیتا اسلیے کہ اپنے نفس کے لیے ہمیشہ گنجایش اس برس میں تصور کرتا ہے اور اسیوجہ سے عمل میں تاخیر کرتا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں انتظار کرتا تم میں سے کوئی دنیا میں سے مگر تونگری جو مانع طاعت سے ہو یا مفلسی جو طاعت سے بھلا دے یا مرض مفسد یا بوڑھا پا کہ عقل کو خبط کر دے یا موت جلدی کی جسکے باعث کوئی کار ثواب نہ بن پڑے یا دجال پس دجال برا غائب ہے کہ انتظار کیا جاوے یا قیامت کا انتظار کرتا ہے اور قیامت نہایت سخت اور تلخ ہے انتہی۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرنے میں فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان اپنی جوانی کو بوڑھاپے سے پہلے اور تندرستی کو بیماری سے اور تونگری کو مفلسی سے اور فارغ ہونیکو شغل سے اور زندگی کو موت سے پیشتر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ یعنے آدمی ان دونوں نعمتوں کو غنیمت نہیں جانتا اور جب جاتی رہتی ہیں تب انکی قدر پہچانتا ہے جیسا کہ مشہور ہے ؎ قدر ہر نعمت ست بعد زوال ؛ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا جو خوف کرتا ہے وہ اول شب میں چل دیتا ہے اور جو اول شب میں چلتا ہے وہ منزل کو پہنچ جاتا ہے سن لو کہ خدائے تعالیٰ کی متاع بھاری مول ہے اور آگاہ ہو کہ خدائے تعالیٰ کی متاع جنت ہے اور فرمایا جاءت الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ جاء الموت بما فیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دستور تھا کہ جب اپنے اصحابؓ سے غفلت یا مغالطہ ملاحظہ فرماتے تو ان میں بلند آواز سے پکارتے اتتکم المنیۃ راتبۃ لازمۃ اما بشقاوۃ واما بسعادۃ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور موت غارت کرنے والی ہے اور

موت سے ان باتون سے کہ جو اس کے اندر ہیں ۱۲ ترمذی بروایت ابی ابن کعب ۱۲

۲۸ ابن ابی الدنیا بروایت زید سلمی ۱۲

۲۸ موت تمہارے پاس آئی لازم ہو کر یا بدبختی کے ساتھ یا نیک بختی کے ۱۲

۲۹ ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲

قیامت وعدے کی جگہ ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسوقت باہر نکلے کہ آفتاب درختون کی ٹہنیون پر پہونچ گیا تھا فرمایا کہ دنیا مین سے اسیقدر رہا ہے جتنا کہ اس دن سے باقی ہے بہ نسبت اس مقدار کے کہ گذر گیا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کپڑا کہ شروع سے اخیر تک پھٹکر ایک دھاگے مین اخیر کو لٹکا رہگیا ہو تو بعید نہین کہ وہ دھاگا بھی ٹوٹ جاوے اور حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ پڑھتے مین قیامت کا ذکر فرماتے تو اپنی آواز بلند کرتے اور رخسار مبارک سرخ پڑجاتے گویا کسی لشکر سے ڈراتے ہین فرماتے کہ صبح ہوتے آئے اور شام ہوتے آئے ہین اور قیامت ان دونو کی طرح کھینچی گئی ہے اور اپنی دونون انگلیون کو ملا لیتے اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام پھر فرمایا کہ نور جب سینے مین داخل ہوتا ہے تو کھل جاتا ہے لوگون نے عرض کیا کہ حضرت اسکی کچھ پہچان بھی ہے جس سے معلوم ہو جاوے آپ نے فرمایا کہ ہان اس مغالطے کے گھر سے علحدہ رہنا اور دار باقی کیطرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اسکی تیاری کرنی اور سدیؒ اس آیت کی تفسیر مین الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً فرماتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کون موت کی یاد زیادہ کرتا ہے اور اسکی تیاری اچھی طرح کرتا ہے اور اس سے خوف اور دہشت بہت رکھتا ہے اور حضرت خدیفہؓ فرماتے ہین کہ کوئی صبح اور شام ایسی نہین کہ ایک پکارنیوالا یہ نہ پکارتا ہو کہ لوگو کوچ کوچ اور مضمون مصرحۂ بالا کی تصدیق یہ آیت ہے انہا لاحدی الکبر نذیرا للبشر لمن شاء منکم ان یتقدم او یتأخر یعنی موت ہے اور سحیم مولی بنی تمیم کہتے ہین کہ مین عامر بن عبداللہ کے پاس جاکر بیٹھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے انھون نے جلدی سے سلام پھیر کر میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ اپنی حاجت کہو کہ مین ایک تاک مین ہون مین نے پوچھا کہ کس چیز کی تاک مین ہو فرمایا کہ خدا تجھپر رحم کرے مین ملک الموت کی تاک مین ہون یہ کہکر پھر کھڑا ہو گیا اور وہ نماز مین مصروف ہوئے اور حضرت داؤد طائیؒ چلے جاتے تھے ایک شخص نے انسے کسی بات کا سوال کیا انھون نے فرمایا کہ مجھے جانے دو مین اپنی جان نکلنے تک کا موقع غنیمت جانتا ہون اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ تاخیر ہر چیز مین بہتر ہے بجز اعمال آخرت کے اور منذرؒ کہتے ہین کہ مین نے مالک بن دینار کو سنا ہے کہ اپنے نفس سے فرماتے تھے ارے کمبخت عمل پر مبادرت کر پہلے اس سے کہ وہ امر آجاوے اور اسی جملے کو بار بار کہتے تھے یہانتک کہ مین نے ساٹھ بار انسے سنا اور وہ مجھکو نہین دیکھتے تھے۔ اور حضرت حسنؒ نے اپنی وعظ مین فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے جلدی کرو کیونکہ یہ چند سانس ہین اگر رک گئے تو تم سے وہ عمل نہو سکینگے جنسے اللہ تعالیٰ کیطرف تقرب کرتے ہو خدا تعالیٰ رحم کرے اس آدمی پر جو اپنے نفس کی فکر کرے اور اپنے گناہون پر روے پھر یہ آیت پڑھی انما نعد لہم عدا مراد انفاس سے ہے آخر شمار آدمی کی جان نکلنی ہے اسکے بعد اپنے عمل کی جدائی پھر اسکے بعد قبر مین داخل ہونا۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی موت سے پہلے بہت ریاضت سخت شروع کی انسے کہا گیا کہ آپ محنت کم کرین یا اپنے نفس پر کچھ نرمی کیجیے تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ مین جب گھوڑے چھوٹ کر جا کے قریب پہونچتے ہین تو جتنی دوڑ ان مین ہوتی ہے وہ اسیوقت نکالتے ہین اور جو مدت کہ میری موت کی باقی ہے وہ اس سے بھی کم ہے غرضکہ مرتے دم تک اسیطرح عمل کیا کیے اور اپنی بی بی سے فرماتے کہ اپنی سواری کس لے اسلیئے کہ جہنم پر اترنے کی کوئی چیز نہین یعنی اسپر اترنے کی چیز اعمال ہی ہونگے تو انکی کوشش کر اور ایک خلیفہ نے اپنے منبر پر یہ کہا کہ اے بندگان خدا اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنا تم سے ہو سکے اور ایسے لوگ ہو جاؤ جنکو چیخ سنائی گئی ہو اور ہوشیار ہو گئے ہون اور جان لیا ہو کہ دنیا ہمارا گھر نہین ہے تو اسکو آخرت کے عوض مین دیڈالا ہو اور موت کے لیے تیار ہو جاؤ کہ وہ سر پر کھڑی ہے اور کوچ کی تیاری کرو کہ وہی بڑا

۱ ابن ابی الدنیا در قصر امل و ترمذی بروایت ابو سعید ۱۲

۲ ابن ابی الدنیا بروایت انس اور یہ ضعیف ہے ۱۲

۳ مسلم ۱۲

۴ ابن ابی الدنیا و حاکم در مستدرک ۱۲

مشکل ہے اور جو عرصہ ایسا ہو کہ کھٹکے سے کم ہوتا ہو اور ساعت میں ڈھے جاتا ہو وہ کمتر مدت ہونے کے لیے زیبا ہے اور جس غائب کو نئے
رات دن لیے چلے آتے ہیں وہ جلد آنے کا شایان ہو اور جو آنے والا کہ نہ جانتا ہو کہ فلاح پر آتا ہو گا یا بدبختی پر وہ عمدہ سامان کرنیکا مستحق ہو پس
اپنے رب کے نزدیک پرہیزگار وہ ہو جو اپنے نفس کی خیرخواہی کرے اور پہلے توبہ کر چکے اور اپنی شہوت پر غالب ہو اسلیے کہ اسکی موت کا حال
تو اس سے پوشیدہ اور زیست کی حرص اسکو زیب دیتی ہو اور شیطان اسپر مقرر ہو کہ توبہ کی آرزو دلاتا ہو تاکہ ٹالتا رہے اور گناہوں کو اس کی
نظر میں چکنا تا ہے تاکہ انکا مرتکب ہو یہانتک کہ اسکی موت اسپر دوڑ آوے اور یہ سب سے زیادہ اس سے غافل ہوا اور یاد رکھو کہ تم میں اور بہشت
اور دوزخ میں صرف موت ہی کا آنا ہو تو بڑا افسوس ہو اس غفلت والے کے حال پر جسکی زندگی اسپر حجت ہو اور اسکے دن ہی اسکو بدبختی میں لے ڈالیں خدائے تعالیٰ
ہمکو اور تمکو ایسے لوگوں میں سے کرے جو نعمت سے نہ اترادیں اور نہ کسی گناہ کے باعث طاعت الٰہی میں قصور کریں اور نہ مرنے کے بعد حسرت اٹھاویں
وہی دعا کا سننے والا ہی اور اسکے ہاتھ میں بہتری ہی ہمیشہ کو اور وہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہی اور بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فتنتم انفسکم وتربصتم
وارتبتم حتی جاء امر اللہ وغرکم باللہ الغرور فرمایا ہو کہ فتنتم انفسکم سے مراد شہوتوں اور لذتوں کے باعث ہو اور تربصتم سے غرض یہ ہو کہ توبہ کے لیے
انتظار اور تاخیر کی اور ارتبتم یعنی شک کیا اور امر اللہ سے موت مراد ہو اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ صبر کرو اور راہ راست پر ہو کہ یہ تھوڑے دن
زندگی کے ہیں تم مسافر ٹھہرے ہوئے ہو ایک کی طلبی ہو جاتی ہو اور وہ چلا جاتا ہو اور مڑ کر نہیں دیکھتا تم تو یہاں لیے جو تمہارے سامنے ہو عمدہ چیز لیکر
نقل مکان کرو اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم سب مہمان ہو اور تمہارا مال عاریت ہی پس مہمان جانیکو ہی اور عاریت جسکی ہی اسکے پاس جانیوالی ہی
اور ابو عبیدہ ناجیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے مرض موت میں انکے پاس گئے تو انھوں نے فرمایا کہ بہت خوب ہوا کہ آپ صاحب تشریف لائے
خدائے تعالیٰ تمکو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور رہو اور تمکو جنت میں نازل کرے یہ ایک کھلی نیکی ہی اگر تم صبر کرو اور سچا جاؤ اور تقویٰ اختیار کرو ایسا
نہو کہ اس خبر کو اس کان ڈالو اور دوسرے سے نکال دو جس شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہی تو یہ دیکھا ہی کہ انکے پاس جو چیز صبح کو
آئی اور شام کو چلی گئی کبھی آپ نے اینٹ پر اینٹ نہ رکھی نہ نے پر نے یعنی مکان کسی قسم کا نہیں بنوایا بلکہ آپ کے لیے علم اونچا کیا گیا اسی کیطرف
آپ مستعد ہوئے جلدی کرو جلدی کرو تم کس چیز پر میل کرتے ہو بخدا کہ تم اور موت گویا اکٹھے ہی ہو خدائے تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو عیش کو ایک
ہی عیش یعنی آخرت کی کرے پس ایک ٹکڑا کھالے اور پرانا پہن لے اور زمین پر لیٹا رہے اور عبادت میں کوشش کرے اور خطا پر روے
اور عذاب سے گریز کرکے رحمت کا خواہاں رہے یہانتک کہ اسکی موت اسی حال پر آوے اور عاصم احولؒ کہتے ہیں کہ مجھسے فضیل رقاشی نے میرے
سوال کے جواب میں فرمایا کہ میاں صاحب لوگوں کی کثرت کے باعث اپنے نفس سے غافل نہونا چاہیئے اسلیے کہ معاملہ خاص تمسے ہوگا نہ انسے
اور یہ نہ کہو کہ وہاں ہو آؤں یہاں پھر آؤں کہ اس صورت میں دن مفت جاتا رہیگا اور موت تمہارے اوپر معین ہو وہ معلوم نہیں کس وقت آوے اور جیسے
نئی نیکی پرانے گناہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلد پکڑ لیتی ہے ایسی تم نے کوئی چیز کبھی نہ دیکھی ہوگی

تیسری فصل

موت کی شدت اور سختیوں میں اور موت کے وقت جو احوال مستحب ہیں انکے ذکر میں واضح ہو کہ اگر بندہ بیچارہ پر کوئی ہول اور
عذاب بجز جان کندنی کی سختی کے نہوتا تب بھی سزاوار تھا کہ اسکا عیش تلخ اور سرور مکدر ہوتا اور سہو و غفلت سے علیحدہ رہتا اور بڑی بڑی فکر
موت کے باب میں کرکے اسکی تیاریاں بڑی دھوم سے کیا کرتا خصوص ایسی صورت میں کہ وہ ہر دم اسکے درپے ہو چنانچہ بعض حکما فرماتے ہیں کہ

(۱) ای محمد صلعم فقد راہ غادیا ورائحا یعنی جس نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تو ایسی شان پر دیکھا کہ گویا آپ صبح کے مسافر یا شام کے مسافر کرنے والے ہیں ۱۲ محمد مرتضیٰ عفا اللہ عنہ

سختیان تیرے سوا دوسرے کے ہاتھ مین ہین تجھکو معلوم نہین کہ تجھپر کب آکرینگی اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا موت کا حال تجھکو معلوم نہین
کہ کب آویگی تو پہلے اس سے کہ وہ اچانک تجھکو آدباوے تو اسکی تیاری کرلے اور تعجب یہ ہے کہ آدمی اگر بڑی سے بڑی لذت مین اور عمدہ مجلس
تماشے مین ہو اور یہ تصور کرے کہ ابھی ایک سپاہی آکر پانچ لاٹھیان ماریگا تو وہ لذت خاک مین ملجاویگی اور عیش مین کدورت آجاویگی اور یہ معلوم ہے کہ
ملک الموت جان کندنی کی سختیان علی الغفلت کیوقت مین لاڈالیگا مگر اس سے کچھ عیش مکدر نہین ہوتا اسکا سبب بجز جہالت اور مغالطے کے اور
کیا کہنا چاہئیے اور جسقدر تکلیف کہ جان کندنی مین ہوتی ہے اسکی ماہیت بجز اس شخص کے کہ اسکو چکھے اور کسیکو معلوم نہین ہوتی اور جو شخص اسکو نہین چکھتا
وہ دو طرح پر معلوم کرسکتا ہے یا تو اور دردون پر قیاس کرنے سے جو اسکو ہوے ہون یا اور لوگونکا حال نزع مین نہایت کرب پر دیکھنے سے پس
قیاس کی صورت تو یہ ہے کہ جس عضو مین جان نہین ہوتی اسکو درد معلوم نہین ہوتا اور جسمین جان ہوتی ہے تو درد معلوم ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ
درد کی معلوم کرنیوالی چیز روح ہے جب کسی عضو مین زخم لگتا ہے یا سوزش ہوتی ہے تو اسکا اثر روح پر پہونچتا ہے اور جسقدر اثر روح پر پہونچتا ہے اسیقدر
اسکو درد ہوتا ہے اور چونکہ درد گوشت اور خون وغیرہ مین بٹ جاتا ہے تو روح کو صرف تھوڑا ہی صدمہ ہوتا ہے تو اگر ایسی صورت ہو کہ درد خاص روح
ہی پر ہو اور دوسری چیز پر نہو تو ظاہر ہے کہ یہ درد نہایت برا ہوگا اور جانکنی کے یہی معنی ہین کہ نفس روح پر صدمہ ہوتا ہے اور اسکے تمام اجزا مین
وہ پھیل جاتا ہے یہانتک کہ اجزاے روح مین سے جو تمام بدن کے اندر پھیلی ہوئی ہے کوئی جز باقی نہین رہتا جسمین درد نہو مثلاً آدمی کے اگر کانٹا
لگتا ہے تو درد جو اسکو معلوم اور محسوس ہوتا ہے وہ صرف روح کے اس حصہ مین ہے جو اسجگہ ملی ہوئی ہے جہان کانٹا لگا ہے اور جلنے کی تکلیف اسلیے زیادہ
معلوم ہوتی ہے کہ آگ کے اجزا تمام بدن مین گھس جاتے ہین کوئی عضو ظاہر و باطن ایسا نہین رہتا جسمین آگ نہ لگی ہو تو جو روح کہ ان اجزا مین پھیلی
ہوئی ہوتی ہے اسکے اجزاے روحانی ہر ایک جگہ پر صدمہ درد کا سہتے ہین اور زخم تو فقط اسی جگہ ہوتا ہے جہان لوہا وغیرہ لگا ہے اسیوجہ سے زخم
کی تکلیف جلنے کی نسبت کم ہوتی ہے اور جانکنی نفس روح پر گرتی ہے اور اسکے تمام اجزا کو حاوی ہوتی ہے اسلیئے کہ ہر ایک رگ و پے مین سے
کھینچ کھینچ کر وہی نکلتی ہے کوئی اجزا اور جوڑ اور بال اور کھال سر سے پانون تک باقی نہین رہتی جسمین سے نہ نکالی جاتی ہو تو اسکی تکلیف اور سختی کو
مت پوچھو اسی لیے کہتے ہین کہ موت تلوارون کی ضرب اور آرے سے چیرنے اور مقراض سے کترنے کی نسبت کہ بہت سخت ہے کیونکہ تلوار وغیرہ سے
بدن کا کٹنا اسلیئے تکلیف دیتا ہے کہ اس مین روح ہوتی ہے تو جب خاص روح ہی پر صدمہ ہو تو کیسے سخت تر نہوگا باقی رہا یہ کہ آرہ وغیرہ کی تکلیف مین آدمی
چیختا ہے اور جانکنی مین فریاد و چیخ کچھ نہین ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اول صورت مین دل مین اور زبان مین قوت رہتی ہے اور دوسری صورت مین موت
کی سختی دل اور زبان اور ہر عضو پر چڑھ جاتی ہے اور تمام قوت کو ضائع کردیتی ہے اور ہر ایک عضو سست پڑجاتا ہے قوت فریاد کی باقی نہین چھوڑتی
عقل کو جدا پریشان کردیتی ہے اور زبان کو جدا گونگا بنادیتی ہے اور ہاتھ پانون کو جدا ڈھیلا کردیتی ہے آدمی اسوقت چاہتا ہے کہ اگر بن پڑے تو آہ
اور واویلا اور فریاد کرنے سے کچھ دم لون مگر نہین ہوسکتا اگر کچھ اسمین قوت رہتی ہے تو جان نکلتے وقت اور اسکے کھینچنے کے وقت حلق اور
سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہے رنگ بدلکر مٹیالا ہوجاتا ہے گویا جس مٹی سے بنا تھا وہی اس سے ظاہر ہوئی تمام رگین کھنچتی ہین اسلیے
کہ درد اندر اور باہر پھیلا ہوا ہے یہانتک کہ آنکھ کے ڈھیلے اوپر چڑھ جاتے ہین اور ہونٹھ سکڑ جاتے ہین اور زبان جڑ کیجانب کو کھینچ جاتی ہے اور
خصیے اوپر کیطرف کو ہوجاتے ہین انگلیان سرد پڑجاتی ہین تو ایسے بدن کا حال کیا پوچھتے ہو جسکی ہر ایک رگ کھنچتی ہو سو کیا پوچھتے ہو ہم اس جسم

ناتوان کی ؎ رگ رگ میں نیش غم ہے کیسے کہاں کہاں کی ؎ اگر ایک رگ کھنچتی ہوتی تو اسکا درد بہت ہوتا جب ساری جان ہی نکلتی ہے اور وہ بھی ایک رگ سے نہیں بلکہ تمام رگوں سے تو اسکی تکلیف کیوں نہ زیادہ ہوگی ؎ ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسی ؎ کہ از دہانش برون میکنند دندانے ؎ قیاس کن کہ چہ حالت بود دوران ساعت ؎ کہ از وجود عزیزش بدر رود جانے ؎ پھر ہر ایک عضو بتدریج مرنے لگتا ہے اول دونوں پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں پھر پنڈلیاں پھر رانیں پھر ہر ایک عضو میں نئی سختی اور نئی شدت ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ نوبت گلے کی پہونچتی ہے اسوقت اسکی نظر دنیا سے اور اسکے باشندوں سے علیحدہ ہوتی ہے اور دروازہ توبہ کا اسپر بند ہو جاتا ہے اور حسرت وندامت اسپر چھا جاتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تقبل توبۃ العبد مالم یغرغر ۱؎ اور حضرت مجاہد اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن کہ مراد وہ وقت ہے کہ ملک الموت نظر آوے اور فرشتے سوجھائی دیں غرضکہ موت کا مزہ اور اسکی سختی شدت جانکنی کے وقت قابل بیان نہیں اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہم ہون علی محمد سکرات الموت اور آدمی جو اس مصیبت سے پناہ نہیں مانگتے اور اسکو برا نہیں جانتے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس تکلیف کو جانتے ہی نہیں اسلیئے کہ چیزونکا حال ہونے سے پہلے نور نبوت اور ولایت سے معلوم ہوا کرتا ہے اور یہی وجہ انبیاء و اولیاء موت سے بہت خوف رکھتے تھے یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ حواریین خدا سے تم دعا مانگو کہ مجھپر موت کی سختی کو آسان فرماوے اسلیئے کہ میں موت سے اتنا ڈرتا ہوں کہ اسکے خوف کے مارے مرا جاتا ہوں اور روایت ہے کہ چند لوگ بنی اسرائیل میں سے ایک قبرستان پر گذرے اور آپس میں کہا کہ دعا مانگیں کہ ان قبروں سے ایک شخص نکلے اور اس سے کچھ پوچھیں لوگوں نے دعا کی دیکھا تو ایک شخص اٹھا جسکی آنکھوں کے درمیان میں سجدے کا نشان تھا اور ایک قبر میں سے نکلکر آیا تھا اسنے پوچھا کہ لوگو تمہاری کیا غرض مجھسے ہے مجھکو پچاس برس ہوئے کہ موت کو چکھا ہے ابھی تک اسکی تلخی میرے سینہ سے نہیں گئی اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کی سختی دیکھکر کسیکی موت کی آسانی پر مجھے غبطہ نہیں ہوتا اور روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ الٰہی تو جان کو پٹھے اور ہڈیوں اور انگلیوں میں سے لیتا ہے تو میرے اوپر موت کو آسان فرما اور حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کا درد اور گلے میں رکنا بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اسکی تکلیف تین سو چوٹ تلوار کے برابر ہے اور آپسے جو شدت موت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ آسان سی آسان موت ایسی ہے جیسے پاؤں میں گوکھرو ٹھوکا جب وہ اس میں سے نکلتا ہے تو بدون اسکے نہیں نکلتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ جو اسپر گذرتا ہے مجھے معلوم ہے کوئی رگ اسکی ایسی نہیں جسکو موت کی تکلیف علیحدہ نہو اور حضرت علیؓ لوگوں کو لڑائی پر ترغیب دیتے اور فرماتے کہ اگر تم قتل نہوگے تب بھی مروگے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے ہزار تلواروں کی ضرب مجھپر بستر پر مرنے کی نسبت کہ آسان ہے اور اوزاعی فرماتے ہیں کہ ہمکو تحقیق معلوم ہوا ہے کہ مردے کو مرنے کا درد قبر سے دوبارہ اٹھنے تک رہا کرتا ہے اور شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ کوئی خوف دنیا اور آخرت میں موت سے بڑھکر نہیں اور وہ آروں سے چیرنے اور مقراضوں سے کترنے اور ہنڈیوں میں ابالنے کی نسبت کہیں زیادہ ہے اور اگر بالفرض مردہ زندہ ہوکر دنیا والوں کو موت کی تکلیف سنادے تو وہ اپنی زندگی سے نفع نہ اٹھاویں نہ خواب سے راحت پاویں اور زید بن اسلم اپنے باپ سے

۱؎ بندہ کی توبہ قبول ہوتی ہے جبتک گلے میں دم رک رک کر نہ بولے ۱۲ ترمذی وابن ماجہ بروایت ابن عمرؓ [illegible]

روایت کرتے ہین کہ جب مومن کو کچھ درجات باقی رہتے ہین کہ عمل کے باعث انپر نہین پہونچ سکا تو اسپر موت سخت کر دی جاتی ہے تاکہ اس کی
تہبت سے اپنا درجہ جنت مین حاصل کرلے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہے کہ جسکا بدلہ نہین دیا گیا تو اسپر موت مین آسانی کر دی جاتی ہے
تاکہ عوض اپنی نیکی کا پاکر کھٹرا دوزخ مین چلا جاوے اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ اکثر مریضین کے پاس جاکر پوچھا کرتے کہ تم موت کو کیسے پاتے
ہو جب وہ خود مرض موت مین مبتلا ہوے تو لوگون نے انسے پوچھا کہ تمھین موت کیسی معلوم ہوتی ہے کہا کہ یون معلوم ہوتا ہے کہ آسمان
زمین سے آملا ہے اور میری روح ایک سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت الفجاۃ راحۃ للمؤمن واسف
علی الفاجر اور حضرت مکحول رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک بال مردے کے بالون مین سے آسمان اور
زمین کے باشندون پر رکھدیا جاوے تو خدا کے حکم سے سب مرجاوین اسلیے کہ ہر بال مین موت ہے اور جس چیز پر موت آتی ہے وہ مرجاتی ہے اور
روایت ہے کہ اگر ایک قطرہ موت کی تکلیف کا تمام دنیا کے پہاڑون پر رکھدیا جاوے تو گل جاوین اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
جب وفات پائی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے خلیل تو نے موت کو کیسا پایا حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ جیسے گرم سیخ تر روئی مین
کھچا جاوے اور پھر اسکو کھینچا جاوے حکم ہوا کہ ہم نے تیرے اوپر موت مین آسانی فرمائی ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح
جب اللہ تعالیٰ کے پاس گئی تو خدائے تعالیٰ نے پوچھا کہ تو نے موت کو کیسا پایا عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس کو ایسا پایا جیسا زندہ چڑیا کو دیگچی مین چھوڑ دین
کہ نہ تو مرتی ہے کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہے کہ اڑجاوے اور ایک روایت مین یون ہے کہ اپنے نفس کو ایسا پایا جیسے زندہ بکری کی کھال قصاب
کے ہاتھ سے اترے اور روایت صحیح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ مین پانی وفات شریف کے وقت رکھا ہوا تھا آپ
اسمین ہاتھ ڈالکر اپنے منھ پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اللھم ھون علی سکرات الموت اور حضرت فاطمہ رض فرماتی تھین کہ بابا جان آہ تمپر کتنی سختی ہے اور آپ
جواب مین فرماتے تھے کہ آج کے بعد پھر تیرے باپ پر سختی نہین ہے اور حضرت عمر رض نے حضرت کعب احبار سے فرمایا کہ کچھ موت کا حال بیان
کرو انھون نے فرمایا کہ موت کا حال ایسا ہے جیسے کانٹے دار شاخ کسی آدمی کے اندر گھسیڑ دیجاوے اور ہر ایک کانٹا اسکی ساری رگون مین
چبھ جاوے اور پھر اس شاخ کو کوئی تڑا زبردست پکڑکر کھینچے کہ جو ہاتھ مین آیا سو آیا اور جو رہا سو رہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ
بندہ موت کی سختی کھینچتا ہے اور اسکے جوڑ ایک دوسرے پر سلام کرکے کہتے ہین کہ لو اب ہم تم قیامت تک جدا ہوتے ہین تو یہ حال موت کی سختیون کا
اللہ تعالیٰ کے اولیا اور دوستون پر ہے اور ہم لوگ جو گناہون مین ڈوبے ہین ہمارا کیا حال ہوتا ہے ہمارے اوپر موت کے سکرات کے سوا اور مصیبتین بھی آوینگی
اسلیے کہ موت کی مصیبتین تین ہین اول تو جانکنی کی سختی جسکا ذکر اوپر ہوا دوم مصیبت ملک الموت کی صورت دیکھنے کی ہے اور اس سے خوف اور دہشت کا
دل پر آنا اسکی صورت ایسی ہے کہ اگر سب سے زیادہ توانا اور زور آور آدمی ملک الموت کی وہ صورت دیکھے جس سے کہ وہ گنہگارونکی جان نکالتا ہے
اسکو تاب دیکھنے کی نہو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ملک الموت کو ارشاد فرمایا کہ تمسے ہوسکتا ہے کہ مجھکو وہ صورت دکھاؤ جسمین تم
بدکار کی روح قبض کرتے ہو انھون نے عرض کیا کہ مین دکھا سکتا ہون مگر آپکو تاب نہوگی آپنے فرمایا کہ تاب کیون نہوگی ملک الموت نے کہا کہ تو منھ پھیر لیجیے آپنے منھ
پھیرا اور پھر دوبارہ انکی طرف دیکھا تو دیکھا ایک سیاہ آدمی بال کھڑے ہوے بدبودار کالے کپڑون والا کھڑا ہے اور اسکے منھ اور نتھنون سے آگ کی لپٹ اور دھوان
نکلتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غش آگیا پھر جو ہوش مین آئے تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر بدکار کو مرنے کیوقت

۱ موت ناگہان مومن کے لیے راحت ہے اور بدکار کے لیے افسوس ۔ احمد بروایت عائشہ صدیقہ رض
۲ ابن ابی الدنیا در یوت بروایت ابو میسرہ و ابن شرجیل الجلیل مرسلاً
۳ بخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہ رض
۴ الٰہی مجھپر موت کی سختیان آسان کر

بجز تمہارے دیدار کے اور کوئی تکلیف نہو تو اسکو یہی کافی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ حضرت
داؤد علیہ السلام مرد غیرت والے تھے جب باہر جاتے تو دروازہ سے بند کر جاتے ایک روز دروازہ بند کر کے باہر گئے انکی بی بی نے جو گھر مین جھانکا
تو دیکھا کہ ایک آدمی گھر کے اندر ہے انھون نے کہا کہ اس آدمی کو یہان کون لایا ہے اگر داؤد علیہ السلام آوینگے تو اسکے سر پر بلا آویگی جب حضرت
داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور اس شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ تو کون ہے اسنے کہا کہ مین وہ ہون کہ نہ بادشاہون سے ڈرون نہ دربانون سے رکون آپنے
فرمایا کہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تم ملک الموت ہو یہ کہکر حضرت داؤد علیہ السلام کمل مین چھپ گئے اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کھوپری پر
گذرے اور اسمین ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ خدا کے حکم سے بول اسنے عرض کیا کہ اے روح اللہ مین فلانے وقت کا بادشاہ ہون جسوقت کہ مین تاج
سر پر رکھے بیٹھا تھا اور میرے تخت کے گرد میرے نوکر چاکر سب موجود تھے یکایک مجکو ملک الموت نظر پڑا اسکے دیکھتے ہی میرے جوڑ سب ڈھیلے
ہو گئے پھر میری جان اسکی طرف نکل پڑی پس کیا خوب ہوتا کہ وہ جماعت تتر بتر ہوتی اور وہ انس والفت وحشت و نفرت سے بدلجاتی غرضکہ
یہ مصیبت گناہگارون کو تکلیف دیتی پڑتی ہے اور طاعت کرنیوالے اس سے محفوظ رہتے ہین اور انبیا علیہم السلام نے صرف شدت جانکنی کی بیان کی ہے
وہ خوف جو ملک الموت کے دیکھنے سے ہوتا ہے اسکو بیان نہین فرمایا اگر آدمی اسکو خواب مین بھی دیکھلے تو باقی عمر عیش تلخ ہوجاوے تو جو
اس حال مین اسکو دیکھتے ہونگے انکا کیا حال ہوتا ہوگا اور مطیع آدمی اسکو نہایت حسین اور شکیل صورت مین دیکھتا ہے چنانچہ حضرت عکرمہ رضی
حضرت ابن عباس رضی سے روایت کرتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرد غیرت والے تھے انکا ایک حجرہ تھا جس مین عبادت کیا کرتے تھے جب
باہر جاتے تو اسکو بند کر جاتے ایک روز جو لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک آدمی ہے آپ نے پوچھا کہ تجکو میرے گھر مین کسنے داخل کیا
اسنے کہا کہ گھر کے مالک نے فرمایا کہ گھر تو میرا ہے اسنے کہا کہ مجھے اسنے داخل کیا ہے جو تجھسے اور مجھسے دونون سے زیادہ مالک ہے آپ نے پوچھا کہ تو فرشتون مین
سے کون ہے اسنے عرض کیا کہ مین ملک الموت ہون آپنے فرمایا کہ جس صورت سے تم مومن کی روح نکالتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو اسنے عرض
کیا کہ ہان ذرا منہ پھیر لیجیے تو آپنے منہ پھیر لیا پھر جو مڑ کر دیکھا تو ایک جوان خوبصورت کو پایا راوی نے اسکے حسن اور لباس کی خوبی اور خوشبو
بیان کی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت اگر مومن کو صرف تیرا ہی دیدار ہو جاوے اور کچھ ثواب وغیرہ نہ ملے تب بھی اسکو
کافی ہے اور اسی مین شامل ہے دو فرشتون نگہبان کا دیکھنا حضرت وہیب بیان فرماتے ہین کہ ہمکو یہ خبر پہونچی ہے کہ جو مردہ مرتا ہے تو اسکے
سامنے دو فرشتے اسکے عمل کے لکھنے والے ظاہر ہوتے ہین پس اگر وہ شخص مطیع ہوتا ہے تو اس سے کہتے ہین کہ خدا اسکے تعر ہماری طرف سے
تجکو جزاے خیر دے بہت سی نیک مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور بہت سے نیک کامون مین ہمکو حاضر کیا اور اگر بدکار ہوتا ہے تو یون کہتے
ہین کہ خدا اسے تعر تجکو ہماری طرف سے خیر کا بدلہ نہ دے کہ بہت سی بری مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور برے کامون مین ہمکو حاضر
کیا اور بری باتین سنوائین خدا تجکو جزاے خیر نہ دے اور یہ ماجرا اسوقت ہوتا ہے جب مردے کی آنکھ انپر پڑتی ہے اور پھر کبھی دنیا کی طرف
نہین پھرتا تیسری مصیبت یہ ہے کہ گناہگارون کو انکا ٹھکانا دوزخ سے نظر پڑتا ہے اور دیکھنے سے پہلے ہی ڈرتے ہین اسلیے اس حالت
جانکنی مین ان کے قوے سست ہوجاتے ہین اور جانین نکلنے کے لیے منقاد ہوجاتی ہین مگر انکی روحین جبتک ملک الموت کا ایک نغمہ
نہین سن لیتین تب تک نہین نکلتین اسکے نغمے دو ہین ایک تو یہ کہ اے دشمن خدا تو دوزخ کی خوشخبری سن اور ایک یہ کہ اے ولی اللہ تو

بہشت کی خبر خوش سن اہل عقل کا خوف اسی سے تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی دنیا میں سے ہرگز نہ نکلے گا جبتک کہ اپنا ٹھکانا نہ جان لے اور اپنی بیٹھک جنت یا دوزخ میں سے نہ دیکھ لے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم[۲] نے فرمایا کہ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم سب موت کو برا جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد نہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ مومن پر سو جو خبر آنے والی ہے اگر آسان کردیجاتی ہے تو اللہ تعم کے ملنے کو محبوب جانتا ہے اور اللہ تعم اسکے ملنے کو محبوب جانتا ہے اور روایت ہے کہ حذیفہ بن الیمان رضنے آخر شب اپنی جانکنی کیحالت میں حضرت ابن مسعود رضسے فرمایا کہ اٹھکر دیکھو کیا وقت ہے وہ اٹھکر دیکھ آئے اور فرمایا کہ لال تارا نکل چکا ہے حضرت حذیفہ رضنے فرمایا کہ میں پناہ مانگتا ہوں خداے تعم سے کہ صبح کو دوزخ میں جاؤں اور مروان حضرت ابوہریرہ رضکے پاس نزع کے وقت میں گیا اور کہا کہ الٰہی اسپر آسان کر آپ نے فرمایا کہ الٰہی سختی کر پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا میں اسوجہ سے نہیں روتا کہ دنیا کا غم ہے یا تمہاری جدائی کا رنج ہے مگر میں اپنے رب کیطرف سے دو خبروں میں سے ایک پر نظر کر رہا ہوں خواہ جنت کا ہو یا دوزخ کا اور حدیث شریف میں ہے[۳] کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعم جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے ملک الموت میرے فلان بندے کے پاس جا اور اسکی روح میرے پاس لا تاکہ میں اسکو راحت دوں اسکے عمل سے مجھے یہی وبس ہے کہ میں نے اسکا امتحان کیا تو جیسا میں چاہتا تھا اسکو ویسا پایا پس ملک الموت مع پانسو فرشتوں کے اس بندے کے پاس آتا ہے اور فرشتوں کے پاس پھولوں کی چھڑیاں اور زعفران کی شاخیں ہوتی ہیں ہر فرشتہ اسکو نئی ہی بشارت سناتا ہے اور اسکی روح کے نکلنے کے لیے فرشتے دو صفوں میں گلدستے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں جب انکو شیطان دیکھتا ہے تو اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخیں اور ڈاڑھیں مارتا ہے اسکا لشکر اس سے پوچھتا ہے کہ تجھے کیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ تم کو کیا نہیں سوجھتا بلا مرتبہ اس بندے کو عنایت ہوا ہے تم کہاں تھے کہ اسکی خبر نہ لی لشکری کہتے ہیں کہ ہمنے تو بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ بچ گیا اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ ایماندار کو راحت بجز دیدار الٰہی کے نہیں اور جسکی راحت خداے تعم کے ملنے میں ہوتی ہے تو موت کا دن اسکے لیے سرور اور فرحت اور امن اور عزت اور شرف کا دن ہے شعر عروسی بود نوبت ماتمت ؛ اگر نیک روزی بود خاتمت ؛ اور کسی نے جابر بن زید رح سے موت کے وقت کہا کہ تم کیا چاہتے ہو انھوں نے فرمایا کہ حسن بصری کو دیکھنا چاہتا ہوں جب وہ انکے پاس تشریف لیگئے تو لوگوں نے کہا کہ حضرت حسن بصری رح موجود ہیں انھوں نے اپنی آنکھ انکی طرف اٹھائی اور کہا کہ بھائیو اب ہم تمسے جدا ہو کر جنت یا دوزخ کیطرف جاتے ہیں اور محمد بن واسع رحنے موت کے وقت فرمایا کہ بھائیو السلام علیکم دوزخ کی تیاری ہے مگر اس صورت میں کہ خداے تعم مجھسے درگذر فرماوے اور بعضوں کا بعضے تمنا کی کہ ہمیشہ جانکنی میں رہیں نہ ثواب کے لیے اٹھیں نہ عذاب کے لیے غرضکہ خاتمہ کے برا ہونیکے خوف نے عارفوں کے دل ٹکڑے کردیے ہیں اور واقع میں موت کے وقت یہ سخت مصیبت ہے اور خاتمہ کے برا ہونے کا حال اور اس سے عارفوں کا شدت سے خائف رہنا ہم باب خوف ورجا میں لکھ آئے ہیں اور وہ اسجگہ کے لائق ہے مگر دوبارہ لکھنے سے ہم طوالت نہیں کرتے ایسا ان حالات کو سمجھنا چاہیے جو موت کے وقت مردے کے حق میں سخت ہیں واضح ہو کہ بہتر صورت مرنے کے وقت آدمی کے لیے یہ ہے کہ ساکن ہو اور اسکی زبان کلمہ شہادت سے گویا ہو اور دل خداے تعم سے حسن ظن رکھتا ہو صورت کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں[۱] کہ میت کو اسطے

[۲] ابن ابی الدنیا بروایت سعید عن علی رض مرفوعاً اور صحیحین میں بروایت عبادۃ بن الصامت اس مضمون کی شاہد حدیث موجود ہے ۱۲ [۳]

جو شخص اللہ تعم کے ملنے کو محبوب جانتا ہے اللہ اسکے ملنے کو محبوب جانتا ہے اور جو اسکے ملنے کو برا جانتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے ملنے کو برا جانتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عبادۃ بن صامت

تین باتون مین توقع بہتری کی جانو ایک یہ کہ اسکی پیشانی پر عرق ہو دوم آنکھین آنسوؤن سے تر ہون سوم لب خشک ہون یہ علامتین خدائے تعالیٰ
کی رحمت کی ہین جو اسپر اتری ہین اور اگر گلا گھونٹے ہوئے کی طرح خراٹے لے اور رنگ سرخ ہو اور لب مٹیالے ہون یہ علامتین خدائے تعالیٰ
کے عذاب کی ہین جو اسپر نازل ہوا اور زبان سے کلمۂ شہادت کا نکلنا خیر کی علامت ہے حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ اور حضرت حذیفہ رض کی روایت مین اسکے بعد یہ ہے فانہا تہدم ما قبلہا من الخطایا اور حضرت عثمان رض
فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا من مات وہو یعلم ان لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ اور عبید اللہ کی روایت مین یعلم کی جگہ یشہد ہے اور حضرت عثمان رض فرماتے ہین
کہ جب میت مرنے کے قریب ہو تو اسکو کلمۂ طیبہ تعلیم کرو اسلیے کہ جس بندہ کا خاتمہ اس کلمہ پر ہوگا وہ اسکا توشہ جنت کے لیے ہوگا اور حضرت
عمر رض فرماتے ہین اپنے مردون کے پاس جاؤ اور انکو نصیحت کرو اور کلمۂ طیبہ کی تعلیم کرو اسلیے کہ وہ دیکھتے ہین جو تم نہین دیکھتے اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ مین نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ملک الموت ایک شخص کے پاس گیا اور اسکے دل کو دیکھا تو اسمین کچھ نہ پایا پھر اسکے جبڑے جدا کیے تو دیکھا کہ اسکی
زبان کی نوک تالو مین لگی ہوئی ہے اور وہ کلمۂ طیبہ کہ رہا ہے پس اسی کی بدولت اسکی مغفرت ہوئی اور تعلیم کرنیوالے کو چاہیے کہ تعلیم مین اصرار نکرے بلکہ نرمی
کرے اسلیے کہ بعض اوقات مریض کی زبان بولنے پر یاری نہین دیتی اسوقت اسپر یہ امر گران گذرتا ہے اور آخر کو تعلیم کو گران جاننے لگتا ہے اور کلمہ کو برا سمجھتا
اس سے خوف ہے کہ کہین خاتمہ برا نہو جاوے اور معنی اس کلمے کے یہ ہین کہ آدمی مرے اور اسکے دل مین کوئی چیز خدائے تعالیٰ کے سوا نہو پس
جس صورت مین کہ اسکا مطلوب سوائے واحد برحق کے اور کچھ نہ رہیگا تو موت کے سبب اپنے محبوب کے پاس آئیگا اسکے حق مین نہایت راحت
کی بات ہوگی اور اگر دل دنیا مین مشغول اور اسکی طرف التفات رکھنے والا اسکی لذتون پر متاسف ہوگا اور کلمہ اسکی زبان ہی پر ہوگا دل مین اسکا
ثبوت نہوگا تو معاملہ خطر مین پڑ جاویگا کہ خدا چاہے تو راحت دے چاہے نہ دے اسلیے کہ صرف حرکت زبان کی کم فائدہ کرتی ہے مگر خدائے تعالیٰ
اپنے فضل سے قبول فرمائے اور حسن ظن کا حال یہ ہے کہ وہ بھی اسوقت مین مستحب ہے اور اسکا حال ہم باب الرجا مین لکھ آئے احادیث مین
حسن ظن کی فضیلت آئی ہے واثلہ بن الاسقع رض ایک بیمار کے پاس گئے اور پوچھا کہ بتاؤ خدائے تعالیٰ سے کیا گمان رکھتے ہو اسنے کہا کہ
میرے گناہون نے مجکو ڈبو دیا ہے اور ہلاک کے کنارے لگا دیا ہے مگر مین اپنے رب کی رحمت کی توقع رکھتا ہون یہ سنکر واثلہ نے اللہ اکبر کہا
اور سب گھر والون نے انکے ساتھ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین
اپنے بندے کے گمان کے پاس ہون تو وہ جو چاہے مجھپر گمان کرلے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جوان پر نزع کی حالت مین داخل
ہوے اور فرمایا کہ تو اپنے آپ کو کیسا جانتا ہے اسنے عرض کیا کہ مین خدائے تعالیٰ سے توقع رکھتا ہون اور اپنے گناہون سے ڈرتا ہون آپ نے
فرمایا کہ یہ دونون باتین ایسے وقت مین جس بندے کے دل مین اکٹھی ہوتی ہین اللہ تعالیٰ اسکو وہی دیتا ہے جو وہ توقع رکھتا ہے اور خوف سے
اسکو مامون رکھتا ہے اور ثابت بنانی فرماتے ہین کہ ایک جوان تیز مزاج تھا اور اسکی ماں اسکو نصیحت کیا کرتی اور کہا کرتی کہ بیٹا تجھے ایک روز
آتا ہے وہ دن یاد کر جب اسپر موت آئی تو اسکی ماں اسپر گر پڑی اور کہنے لگی کہ بیٹا مین تجکو اسی پچھاڑ کھانے سے ڈرایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی
کہ تیرے اوپر ایک دن آتا ہے اسنے کہا کہ اے مادر مشفقہ میرا رب بہت احسان کرنے والا ہے مجھے توقع ہے کہ آج بھی کسی قدر احسان سے
مجکو محروم نہ فرماوے گا راوی کہتے ہین کہ خدائے تعالیٰ نے اس شخص پر حسن ظن کے باعث رحم فرمایا اور جابر بن وداعہ کہتے ہین کہ ایک

کوئی معبود نہین سوا اللہ کے داخل ہوگا جنت مین ۱۲
۴ طبرانی اور بیہقی اور شعب ۱۲
۵ ...
پیشتر کئی مرتبہ گذر چکی
۶ یہ بھی پہلے گذر چکی ۱۲

جوان کو کبر تھا جب وہ مرنے لگا تو اسکی ماں نے کہا کہ بیٹا کچھ وصیت کرتا ہے اسنے کہا کہ ہاں میری انگوٹھی مت نکالیو کہ اسمین خدائے تعالیٰ کا نام ہے شاید خدائے تعالیٰ مجھپر رحم کرے جب وہ دفن ہوا خواب مین کسی نے اسکو دیکھا کہ اُسنے کہا کہ میری ماں سے کہ دیجیو کہ مجکو کلمہ نے فائدہ کیا اور خدائے تعالیٰ نے مغفرت فرمائی اور ایک اعرابی بیمار ہوا لوگون نے اس سے کہا کہ تو مرجاویگا اسنے پوچھا کہ مرنے کے بعد مجھے کہاں لیجاوینگے لوگون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اُسنے کہا کہ اسکے پاس جانے کو مین بُرا نہین جانتا وہ تو ہمیشہ میرے ساتھ سلوک ہی کرتا رہا ہے اور معتمر بن سلیمان کہتے ہین کہ میرا باپ جب مرنے لگا تو مجھسے فرمایا کہ میرے سامنے معاملے کی آسانی کا ذکر کرو تاکہ مین خدائے تعالیٰ سے حسن ظن کے ساتھ ملون - اور اکابر سلف مستحب جانتے تھے کہ موت کے وقت بندے کے سامنے ذکر اس کے عمل کی خوبیون کا کیا جاوے تاکہ وہ رب سے حسن ظن کرے

فائدہ اُن حکایتون کے باب مین جو زبان حال سے وہ حسرت ظاہر کرتی ہین جو بندہ کو ملک الموت کی ملاقات کیوقت ہوتی ہے اشعث بن اسلم رح فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم نے ملک الموت سے پوچھا جنکا نام عزرائیل ہے اور اسکی دو آنکھین ہین ایک چہرے مین اور ایک گدی مین کہ اے ملک الموت جب کوئی جان پورب مین ہو اور کوئی پچھم مین ہو یا کسی جگہ وبا پھیلی ہو یا دو لشکر آپس مین لڑتے ہون تو تم ایسی صورتون مین کیا کرتے ہو ملک الموت نے کہا کہ مین روحون کو خدائے تعالیٰ کے حکم سے پکارتا ہون وہ میری ان دونون انگلیون مین ہو جاتی ہین اور راوی کہتے ہین کہ زمین ملک الموت کے سامنے مثل طشت کے پھیلی ہوئی ہے جسکو چاہتا ہے اسمین سے لے لیتا ہے اور کہتے ہین کہ ملک الموت حضرت ابراہیم کو بشارت دیتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہین اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ملک الموت علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ تم لوگون مین عدل نہین کرتے ایک کو لیتے اور ایک کو چھوڑ دیتے ہو اسنے عرض کیا کہ اس بات کو مین آپ سے زیادہ نہین جانتا مجکو نوشتے ملجاتے ہین کہ انمین نام مُردون کے ہوتے ہین اور وہب بن منبہ رح کہتے ہین کہ ایک بادشاہ تھا اسنے کسی جگہ جانے کو سواری کی تیاری کی اول کپڑے منگائے وہ اچھے نہ معلوم ہوے دوسرا جوڑا منگایا یہانتک کہ سب مین عمدہ جوڑا پہنا اسیطرح پھر سواریان منگاتا گیا اور جو سب سے عمدہ سواری تھی اسپر سوار ہوا پھر شیطان نے آکر اسکے نتھنون مین پھونک دیا اور غرور سے بھر دیا پھر وہ مع اپنے لشکر کے چلا اور غرور کے مارے لوگون کیطرف نہین دیکھتا تھا اتنے مین اسکے پاس ایک آدمی پرانی صورت کا آیا اور اسکو سلام کیا اسنے سلام کا جواب نہ دیا اس شخص نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی بادشاہ نے کہا کہ باگ چھوڑ دے تونے بڑی گستاخی کی اسنے کہا کہ مجکو تجھسے ایک کام ہے اسنے کہا کہ جبتک مین اترون اسقدر ٹھہر جا اسنے کہا کہ نہین ابھی ضرورت ہے اور باگ کو خوب دبا لیا بادشاہ نے کہا کہ اچھا کہہ کیا کہتا ہے اسنے کہا کہ وہ راز کی بات ہے بادشاہ نے اپنا سر جھکا دیا اسنے کان مین آہستہ سے کہدیا کہ مین ملک الموت ہون بادشاہ کا رنگ فق ہو گیا زبان لڑکھڑا نے لگی اور کہا کہ مجھے اتنی مہلت دے کہ مین اپنے گھر جا کر اپنی حاجت پوری کر لون اور گھر والون سے رخصت ہو لون اسنے کہا کہ اب مہلت نہین اپنے گھر اور اسباب کو اب کبھی دیکھنا نصیب نہو گا یہ کہکر اسکی روح قبض کر لی بادشاہ لکڑی کے کندے کی طرح گر پڑا پھر ملک الموت آگے بڑھا اور ایک ایماندار بندے سے ملا اور اسکو سلام کیا اسنے سلام کا جواب دیا ملک الموت نے کہا کہ مجکو تجھسے کچھ کان مین کہنا ہے اسنے کہا بہت بہتر اسنے آہستہ سے کان مین کہدیا کہ مین ملک الموت ہون اسنے کہا بہت خوب کیا آپ تشریف لائے مجھے مدت سے انتظار تھا روے زمین پر کوئی چیز غائب ایسی نہین کہ مجھے تمسے زیادہ اسکی ملاقات کا شوق ہو ملک الموت نے کہا کہ اپنی حاجت پوری کر لے جسکے لیے گھر سے نکلا ہے اسنے کہا کہ مجکو خدائے تعالیٰ کے ملنے سے زیادہ اور محبوب تر دوسرا کوئی کام نہین ملک الموت نے کہا کہ اپنی جان نکلنے کے لیئے کوئی حالت

پسند کرے کیسے حال مین تیری جان قبض کرون اسنے پوچھا کہ یہ بات تم کرسکتے ہو کہا کہ ہان مجکو یہی حکم ہے اسنے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ مین وضو کرکے نماز
پڑھون جسوقت سجدے مین ہون اسوقت میری جان نکال لینا ملک الموت نے ایسا ہی کیا اور بکر بن عبداللہ مزنی کہتے ہین کہ ایک شخص نے
بنی اسرائیل مین سے بہت سامان جمع کیا جب مرنے لگا اپنے لڑکون سے کہا کہ مجکو میرے مال کے اقسام دکھاؤ اسکے سامنے گھوڑے اور اونٹ
اور غلام اور دوسری اشیا کردی گئین جب اسنے ان مالون کو دیکھا تو انپر حسرت کرکے رویا ملک الموت نے جو اسکو روتے دیکھا تو کہا کہ روتا کیون
ہے قسم ہے اس ذات کی جسنے تجکو یہ سب دیا ہے مین تیرے گھر سے بدون تیرے بدن سے تیری جان کو جدا کیے نہ نکلونگا اسنے کہا کہ تو اتنی مہلت
دے کہ مین ان کو دے ڈالون اسنے کہا کہ یہ نہین ہوگا اب مہلت دور گئی مہلت سے پیشتر کیون نہ دیدیا یہ کہکر اسکی روح قبض کر لی اور روایت
ہے کہ ایک شخص نے مال جمع کیا تھا اور کوئی قسم مال کی جمع کرنے سے نہ چھوڑی تھی اور ایک مکان عمدہ بناکر اسمین دو دروازے مضبوط لگائے
تھے اور اسپر اپنے غلامون کا پہرہ بٹھایا تھا پھر اسنے اپنے یگانون کو اکٹھا کیا اور انکے لیے کھانا پکوایا اور اپنے تخت پر پانون پر پانون رکھکر
بیٹھ گیا اور وہ کھاتے رہے جب کھا چکے تو اپنے نفس سے کہا کہ اے نفس اب تو کچھ برسون مزے اڑا کہ مین نے تیرے لیے اتنا جمع کیا ہے کہ بس کریگا ابھی
اس کلام کو ختم نہ کرچکا تھا کہ اسکے پاس ملک الموت فقیرون کے بھیس مین پرانے کپڑے پہنے اور گلے مین جھولی ڈالے آیا اور کواڑونکو ایسے زور سے
کھٹکھٹایا کہ وہ اپنے بستر پر ڈر گیا نوکر جاکر اس فقیر پر دوڑ پڑے کہ تجھے کیا ہوا ہے اسنے کہا کہ اپنے آقا کو ذرا میرے پاس بلالاؤ انھون نے کہا کہ ہمارا آقا
تجھ جیسے کی خاطر نکلیگا اسنے کہا کہ ہان انھون نے جاکر ماجرا آقا سے کہا اسنے کہا کہ تمنے اسکی خدمت نہ کی فقیر نے دوبارہ دروازے کو پہلی مرتبہ سے بھی
زیادہ زور سے کھٹکھٹایا پہرہ دار اسکی طرف دوڑے اسنے کہا کہ اپنے آقا سے کہدو کہ مین ملک الموت ہون جب یہ سنا تو نوکرون پر رعب چھا گیا اور
آقا پر ذلت اور خشوع آپڑی کہنے لگا کہ اس سے نرمی سے بات کرو اور کہو کہ اسکے عوض مین کسی اور کو لینا منظور ہے ملک الموت اسکے سامنے گھس گیا اور
کہا کہ اپنے مال مین جو کرنا ہو سو کرلے کہ مین تیرے گھر سے جبھی نکلونگا جب تیری جان لونگا اسنے اپنا مال سامنے رکھوایا اور دیکھکر کہا کہ اے مال خدا تجکو لعنت
کرے تونے ہی مجکو میرے رب کی عبادت سے روکا اور اس سے تخلیہ کرنے دیا اللہ تعالیٰ نے مال کو گویا کردیا اسنے جواب دیا کہ تو مجھے کیون برا کہتا ہے تو خود
تجکو بادشاہون کے پاس لیجاتا تھا اور مفلسون کو اپنے دروازے سے ہٹادیا کرتا تھا اور طرح طرح کے مزے مجھسے اڑاتا تھا اور بادشاہونکی مجلسونمین بیٹھتا تھا
اور بری راہ مین اٹھایا کرتا تھا تو مین تجھے نہین بچا سکتا اگر تو مجھے خیر مین خرچ کیا کرتا تو البتہ تیرے کام آتا اے آدمی تو مٹی سے پیدا ہوا ہے چاہے نیکی کرے
چاہے گناہ پھر ملک الموت نے اسکی روح قبض کرلی اور وہ گر پڑا اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ ملک الموت نے کسی بڑے بادشاہ جابر
کی روح قبض کی کہ زمین پر اس جیسا کوئی نہ تھا جب وہ اسکی روح کو لیکر آسمان پر گئے تو ان سے فرشتون نے پوچھا کہ جن لوگون کی تم نے جان
نکالی ہے ان مین سب سے زیادہ کس پر تمکو ترس آیا ہے ملک الموت نے کہا کہ مجکو حکم ایک عورت کی جان نکالنے کا ایک جنگل مین ہوا تھا مین جب اسکے
پاس آیا تو دیکھا کہ اسکے اسیوقت لڑکا ہوا تھا تو مجھے اسپر رحم آیا کہ تنہا ہے اور سفر مین مرتی ہے اور اسکے لڑکے پر ترس آیا کہ یہ چھوٹا سا بچہ جنگل مین
رہیگا اور اسکا کوئی خبرگیران نہین ہے فرشتون نے کہا کہ وہ بادشاہ جسکی روح تم اب قبض کرلائے ہو وہی لڑکا ہے جس پر تمکو رحم آیا تھا ملک الموت
نے کہا سبحان اللہ جسپر چاہے لطف فرماوے عطاء بن یسار کہتے ہین کہ جب شعبان کی بیچ کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک نوشتہ
ملتا ہے اور یہ کہدیا جاتا ہے کہ جو لوگ اسمین مندرج ہین ان کی روح اس سال مین قبض کرو پس آدمی درخت لگاتا ہے اور شادی کرتا ہے اور

ع اصل مین ہے [illegible] ۱۲

ع اصل مین ہو کہ تجلس مجالس الملوک بی الخ یعنی میرے ہی ذریعے سے بادشاہون کیطرح مجلس جاکر بیٹھتا تھا ۱۲

ع و فی الاصل فلا امنع منک الخ یعنی مین تجھے انکار نہین کرتا تھا ۱۲

عمارت بناتا ہے حالانکہ نام اسکا اس نوشتے مین ہوتا ہے اور اسکو خبر نہین ہوتی - اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ ملک الموت ہر روز ہر ایک گھر مین تین بار تجسس کرتا ہے جس شخص کو جانتا ہے کہ اسکا رزق پورا ہو چکا اور دن گذر چکے اسکی روح قبض کر لیتا ہے پس جب روح قبض کرتا ہے تو اسکے گھر والے رونے چلانے لگتے ہین ملک الموت دروازے کے بازو پکڑ کر کہتا ہے کہ بخدا مین نے نہ اسکی روزی کھائی نہ اسکی عمر تباہ کی نہ کچھ دن اس کے گھٹائے اور مین تو تم مین اسیطرح آتا رہونگا یہانتک کہ تم مین سے کسی کو نہ چھوڑونگا راوی فرماتے ہین کہ بخدا اگر وہ لوگ اسکو کھڑے ہوئے دیکھین اور اسکی گفتگو سنین تو اپنے مردے کو بھول جاوین اور اپنے نفسون پر روین اور یزید رقاشی رح کہتے ہین کہ ایک بادشاہ ظالم بنی اسرائیل مین کا اپنے گھر مین بیٹھا تھا اور اپنے کسی گھر والے سے تخلیہ کر رہا تھا اتنے مین دیکھا کہ ایک شخص دروازے سے چلا آتا ہے اسکو دیکھکر غضبناک اور ہیبت زدہ ہو کر اسکی طرف لپکا اور کہا کہ تو کون ہے اور میرے گھر مین تجھے کس نے پہونچایا اسنے جواب دیا کہ گھر کے مالک نے مجھے یہان داخل کیا ہے اور میرا حال جو پوچھتے ہو تو مین وہ ہون کہ دربان مجھے نہین روک سکتے پادشاہون سے اجازت مین نہین مانگتا نہ کسی دبدبے والے کی صولت سے ڈرون کوئی ظالم سرکش مجھے نہین منع کر سکتا نہ کوئی شیطان بدذات تب تو بادشاہ کے چھکے چھوٹ گئے اور بدن پر اتنا لرزہ پڑا کہ اوندھے منھ زمین پر گر گیا پھر اپنا سر ذلت اور مسکنت کی راہ سے اسکی طرف اٹھا کر کہنے لگا کہ معلوم ہوا کہ تو ملک الموت ہے اسنے کہا کہ ہان مین وہی ہون بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے اتنی مہلت دیگا کہ مین اپنا عہد از سر نو کر لون اور توبہ کر لون اسنے کہا کہ بس اب رہنے دے تیری مدت پوری ہوئی اور سانس ختم ہو چکی گھڑیان تمام ہوئین مہلت کی کوئی سبیل نہین بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے کہان لیجاوے گا اسنے کہا کہ تیرے اعمال کیطرف جو پہلے کر لیا ہوگا اور گھر کی جانب جو پیشتر بنایا ہوگا بادشاہ نے کہا کہ مین نے نہ تو کوئی عمل پیشتر کیا نہ کوئی اچھا گھر بنایا ملک الموت نے کہا کہ تو پھر آگ مین لیجاؤنگا جو گوشت پوست کچھ نہ چھوڑے پھر اسکی جان نکال لی اور وہ مر کر گر پڑا اس کے گھر والون مین سے کوئی رونے لگا کوئی چیخنے یزید راوی کہتے ہین کہ اگر ان لوگون کو اسکے ٹھکانے کی اطلاع ہوتی تو مرنے کی نسبت کر اور بھی زیادہ واویلا کرتے اور اعمش خیثمہ رح سے روایت کرتے ہین کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئے اور انکے ہمنشینون مین سے ایک کو تاکتے رہے جب باہر نکلے تو اس مصاحب نے حضرت سلیمان سے پوچھا کہ یہ کون تھا آپ نے فرمایا کہ ملک الموت تھا اسنے کہا کہ مجھے بہت تاکتے تھے گویا میری جان کے خواہان تھے آپ نے فرمایا کہ پھر تیری کیا مرضی ہے اسنے عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجکو بچاوین اور ہوا کو حکم کردین کہ مجکو زمین کے سب سے اسطرف پہونچا دے آپ نے ہوا کو حکم دیا وہ حکم بجالائی جب دوبارہ ملک الموت آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے انسے پوچھا کہ مین نے دیکھا تھا کہ تم میرے فلان مصاحب کو بہت تاکتے تھے انھون نے فرمایا کہ ہان مین متعجب تھا کہ مجکو حکم ہوا تھا کہ اسکی روح کو تھوڑی ہی دیر کے بعد زمین ہند کے اقصے حصہ مین قبض کرون اور وہ آپکے پاس بیٹھا تھا لیکن مین نے وقت مقرری پر اس کو وہین پایا

چوتھی فصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رض کی وفات شریف کے ذکر مین -

حال وفات شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور فعل اور موت اور حیات اور سب حالات مین عمدہ اقتدا ہے اسلیے کہ آپکے حالات ناظرین کے

لیے عبرت ہین اور سمجھنے والون کو موجب بصیرت کیونکہ کوئی شخص اللہ تعم کے نزدیک آپ سے بڑھکر بزرگتر نہ تھا آپ ہی اسکے خلیل اور حبیب اور مناجات کرنے والے اور برگزیدہ اور رسول اور پیغامبر ہین اور باوجود اسکے دیکھو کہ جب آپ کی مدت شریف پوری ہوگئی تو ایک گھڑی کی بھی مہلت نہ دی اور وفات شریف کے وقت ایک لحظے کی تاخیر نہوئی بلکہ نزع کیوقت اللہ تعم نے آپ کے پاس اپنے بزرگ فرشتون کو جو خلق کی جان نکالنے پر متعین ہین بھیجا جنھون نے نہایت جد وجہد اور سرعت کے ساتھ آپ کی روح پر فتوح کو جسم اقدس اور اطہر سے منتقل کر کے خدائے تعم کی رحمت اور رضا اور عمدہ خوبصورتون بلکہ مکان خاطر خواہ مین خدائے تعم کے ہمسایہ مین پہونچا دیا اور اسپر بھی حالت نزع مین کرب آپ کے اوپر زیادہ ہوا اور آہ نکلی اور پیہم قلق ہوا اور کلمات شوق زبان پر آئے رنگ متغیر اور پیشانی عرق آلود ہوئی اور دونون ہاتھ اضطرار مین کہین کے کہین پڑے یہان تک کہ اس کیفیت کو دیکھکر حاضرین بیتاب اور دیکھنے والے جگر کباب تھے تو بتاؤ کہ عہدۂ نبوت کے باعث تقدیران سے ٹل گئی یا حکم آلہی نے آپ کے خاندان کا کچھ لحاظ کیا یا آپ سے باین وجہ درگذر کی کہ آپ حق کے مددگار اور خلق کے لیے بشارت اور خوف پہونچانے والے تھے یہ بات کوئی نہین ہوئی بلکہ جس چیز کا آپ کو حکم تھا اسکی فرمانبرداری کی اور جو لوح محفوظ مین معاینہ فرماچکے تھے اسکے بموجب کاربند ہوے یہ آپ کا حال ہوا حالانکہ آپ خدائے تعم کے نزدیک صاحب مقام محمود اور حوض کوثر ہین اور آپ ہی قبر سے پیشتر اٹھینگے اور آپ ہی قیامت مین لب سفارش مجرمون کے لیے کھولینگے شعر فرد الوا ے حمد بدست محمد ست : ہتبوع اوست وجملہ جہانش متابع ست پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہمکو آپ کے حالات سے عبرت نہین ہوتی اور جو کیفیت ہمپر گذرے گی اسپر یقین نہین کرتے بلکہ شہوتون مین گرفتار اور گناہون اور برائیون کے یار بنے ہین ہمین کیا ہوا ہے کہ ایسے سید المرسلین اور امام المتقین اور حبیب رب العالمین کی کیفیت سے نصیحت نہین مانتے شاید ہم یہ سمجھ رہے ہین کہ ہم ہمیشہ رہینگے یا یہ وہم دامنگیر ہے کہ باوجود بدافعالی کے خدائے تعم کے نزدیک ہم بڑے ہین سو یہ بات بخیر بلکہ ہم تو یقینا جانتے ہین کہ سب کے سب دوزخ پر وارد ہونگے اور اس سے بجز پرہیزگارونکے اور کوئی نہ بچیگا تو ورود مین تو ہمکو کلام ہی نہین مگر وہان سے پھر آنے کا وہم کرتے ہین اور اگر پھر آنے کا ظن غالب کرین تو اپنی جانونکے دشمن اور ظالم ہین اسلیے کہ ہم پرہیزگار تو نہین پھر وہان سے پھرنے کا گمان غالب کیسے کرتے ہین اللہ تعالی تو یون فرماتا ہے وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا پس ہر ایک بندہ کو اپنے نفس پر غور کرنا چاہیے کہ وہ ظالمون سے قریب تر ہے یا پرہیزگارون سے تو بعد اسکے تم اکابر سلف کی سیرت کو دیکھو اپنے نفس پر غور کرو کہ ان لوگون کا دستور تھا کہ باوجود عنایت ہونے توفیق کے خائف رہتے تھے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال پر غور کرو کہ اپنے واقعہ شریفہ کا یقین رکھتے تھے اسلیے کہ آپ سید المرسلین اور متقیون کے پیشوا تھے اور عبرت کرو کہ دنیا سے علیحدہ ہونیکے وقت کیسا کرب آپکو ہوا اور جنت ماوی مین تشریف لیجانے کے وقت کیسا سخت معاملہ گذرا اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہم اپنے سب کی ماں اور نیکی ماں یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رض کے گھر مین وفات شریف کیوقت گئے آپ نے ہماری طرف دیکھا اور دونون آنکھین ڈبڈبا گئین پھر فرمایا کہ خوب ہوا تم آئے خدا تمکو زندہ رکھے اور پناہ دے اور مدد فرمائے مین تمکو خدائے تعم سے ڈرنیکی وصیت کرتا ہون اور تمہارے باب مین خدائے تعم سے وصیت کرتا ہون مین اسکی طرف سے ظاہر ڈرانے والا ہون وصیت یہ ہے کہ اللہ تعم پر اسکے شہرون اور بندون مین چڑھائی نکرو اور موت کا وقت آلگا ہے اور رجوع اللہ کیطرف اور سدرۃ المنتہی اور جنت ماوی اور بھرپور جام وصال کیطرف ہے تو تم میری طرف سے خود اپنے آپ کو اور جو شخص

میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہو اسکو سلام اور رحمت خدا کی کہیو اور روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کا کون ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو وحی بھیجی کہ میرے حبیب کو مژدہ سنا دے کہ میں اسکو اسکی امت کے باب میں رسوا نکرونگا اور یہ بھی بشارت دی کہ جب لوگ زمین سے اٹھینگے تو میرا حبیب انسے اول ہوگا اور جب سب اکٹھے ہونگے تو وہی انکا سردار ہوگا۔ اور جنت اوروں پر حرام ہے یہانتک کہ اسمین اسکی امت نہ جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور فکر مٹی سے جانم فدا ے تو کہ نزا ہست بیکیان ؛ از مہد تا بہ لحد ہمین فکر امتان ؛ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ حالت مرض میں ہمکو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات کنووں سے سات مشکین پانی کی منگوا کر نہلاؤ ہمنے ایسا ہی کیا آپ کو کچھ آرام معلوم ہوا پھر لوگوں کو نماز پڑھائی اور احد کی لڑائی میں جو لوگ شریک تھے انکے لیے دعاے مغفرت فرمائی اور انصار کے باب میں وصیت کی یعنی اسطرح ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو اور انصار ایسے ہوگئے ہیں کہ جس ہئیت پر کہ آج ہین اس سے زیادہ نہونگے وہ لوگ میرے خاص ہین کہ جنمین میں نے آکر جگہ لی بس انکے محسن کی تعظیم کیجیو اور برائی کرنیوالے کی خطا سے درگذر یو پھر فرمایا کہ ایک بندے کو دنیا میں اور خدا ے تعالیٰ کے پاس کی چیز میں اختیار دیا گیا اسنے خداے تعالیٰ کی چیز پسند کی یہ سنکر حضرت ابو بکرؓ رو ئے اور جانا کہ آپ اپنا ہی حال ارشاد فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر استقلال کر گھبرا نہین یہ دروازے جو مسجد میں کھلے ہین سب بند کردو مگر ابو بکر کا دروازہ مت بند کرنا اسلیے کہ اپنے نزدیک میں کسی شخص کو یاری میں ابو بکر سے بڑھکر نہین جانتا ہون حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح نے میرے ہی گھر میں اور میری ہی باری کے دن میں اور میری ہی گود میں اعلیٰ علیین کو پرواز فرمایا اور مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کا لعاب اور میرا جمع کر دیا اسطرح کہ اسوقت میرے پاس میرا بھائی عبدالرحمن ایک مسواک ہاتھ مین لیے آگیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسواک کی طرف دیکھنے لگے میں سمجھی کہ یہ آپکو اچھی معلوم ہوتی ہے اور آپ سے پوچھا کہ اسے آپ کے لیے لے دون آپ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں میں نے مسواک لیکر آپ کو دے دی آپ نے اسکو منھ میں ڈالا تو کڑوی معلوم ہوئی میں نے پوچھا کہ میں نرم کردون آپ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ اچھا میں نے دانتوں سے ملائم کر دی اور آپ کے سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا تھا اپنا ہاتھ اسمین ڈالتے تھے اور فرماتے تھے لا الہ الا اللہ موت کی بڑی سختیان ہین پھر آپنے اپنا دست مبارک اوپر کو اٹھا کر فرمایا رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ میں نے تب اپنے دل میں کہا کہ بخدا اب ہمکو آپ نہ پسند کرینگے اور سعید بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ جب انصارؓ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت زیادہ بھاری ہوتی جاتی ہے تو مسجد شریف کا گرد لیا پس حضرت عباسؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لیگئے اور آپ سے جاکر عرض کیا کہ لوگ جمع ہین اور ڈرتے ہین پھر آپ کے پاس حضرت فضلؓ گئے اور یہی کہا پھر علیؓ گئے اور ایسا ہی کچھ عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ لو پکڑو انھوں نے ہاتھ تھام لیا آپ نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہین انھوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہین کہ ہمکو خوف آپ کے مرنے کا ہے اور آپ کے پاس مردوں کے اکٹھا ہونے سے انکی عورتیں چیخنے لگین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اٹھے اور حضرت علیؓ اور فضلؓ پر سہارا دیے باہر نکلے اور حضرت عباسؓ آگے آگے تھے اور آپ کا سر مبارک پٹی سے بندھا تھا اور قدم شریف گھسیٹکر رکھتے تھے یہانتک کہ منبر کے سب سے نیچے کے درجہ پر بیٹھ گئے اور لوگ آپ کیطرف متوجہ ہوے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو میں نے سنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو گویا موت سے نفرت کرتے ہو اور تم میری موت کا جو انکار کرتے ہو تو کیا میں نے تمکو اپنی موت کی خبر نہین دی یا تمہاری خبر

مرگ نہین پہونچی جو انبیا مجھسے پہلے تم مین بھیجے گئے ان مین سے کوئی بچا اور تم مین ہمیشہ کو رہا ہو سن لو کہ مین اپنے رب سے ملنے والا ہون اور تم بھی اس سے ملوگے اور مین تم کو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ پہلے ہجرت کرکے آئے انکے ساتھ بہتری کیجیو اور ہجرت کرنیوالون کو آپس مین سلوک کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہون اسلیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر اور سب معاملات خدائے تعالیٰ کے حکم سے ہوا کرتے ہین تو ایسا نہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اس مین جلدی ہونے کی درخواست کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی جلدی کے باعث جلدی نہین کیا کرتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر غالب ہونا چاہیگا اللہ تعالیٰ اسکو مغلوب کریگا اور جو خدائے تعالیٰ سے داؤن چاہیگا اللہ تعالیٰ اسکو دھوکا دیگا وہ خود فرماتا ہے فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اور مین تمکو انصار کے باب مین خیر کی وصیت کرتا ہون اسلیے کہ انھون نے تم سے پہلے مدینے مین اقامت اور ایمان کا خلوص حاصل کیا تم انکے ساتھ احسان کرنا دیکھو انھون نے اپنے پھل آدھے تمکو دیے تمکو گھرون مین وسعت کردی باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانون پر تمکو ترجیح دی یاد رکھو کہ اگر تم مین سے کوئی دو آدمیون پر بھی حکومت پاوے تو چاہیے کہ انکے محسن کیطرف سے جو کچھ وہ دین قبول کرے اور اگر کوئی ان مین سے کچھ برائی کرے تو اس سے درگذر کرے اور آگاہ رہو کہ انپر اپنے آپ کو ترجیح مت دینا اور معلوم کرلو کہ مین تمہارا اگوا ہون اور تم مجھسے ملنے والے ہو اور خبردار رہو کہ تمہارے وعدہ کی جگہ حوض ہے میری حوض اس سے بھی زیادہ چوڑی ہے جو شام کے بصرہ اور یمن کے صنعا مین ہے اسمین ایک پرنالہ کوثر کا گرتا ہے جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو کوئی اسمین سے پانی پیئیگا کبھی پیاسا نہوگا اسکی کنکریان موتی ہین اور خاک مشک اگر قیامت مین کوئی اس سے محروم رہا تو تمام خیر سے محروم رہا سن لو جسکو یہ بات پسند ہو کہ کل کو میرے پاس اس حوض پر آوے تو چاہیے کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے صرف ایسے ہی کام سے جسکے جو لائق کرنے کے ہون پھر حضرت عباسؓ نے عرض کیا اے رسول خدا کچھ قریش کے باب مین بھی لوگون سے فرما دیجیے آپ نے فرمایا کہ اس امر یعنی خلافت کی وصیت مین قریش کو کرتا ہون اور لوگ قریش کے تابع ہین نیک انکے نیک کا تابع ہے اور بد بد کا پس اے قریش والو لوگون کو خیر کی وصیت کرتے رہنا اے لوگو گناہ نعمتون کو بدل ڈالتے ہین اور اخلاق کو متغیر کردیتے ہین پس جب لوگ نیکی کرینگے تو انکے امام بھی انکے ساتھ نیکی کرینگے اور جب بدکار ہونگے تو حاکم بھی انپر رحم نہ کرینگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکذالک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون اور حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اے ابو بکر کچھ پوچھ لے انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم کیا موت قریب آئی آپ نے فرمایا کہ نزدیک ہوئی اور لٹک آئی انھون نے کہا کہ اے نبی اللہ خدا تعالیٰ کے پاس کی چیزین آپ کو مبارک ہون ہمین یہ معلوم ہوجاتا کہ آپ کہان تشریف لیجاینگے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف اور سدرۃ المنتہیٰ کیطرف پھر جنت الماویٰ اور فردوس اعلیٰ اور جام اوفیٰ اور رفیق اعلیٰ اور بہرۂ پائدار اور عیش خوشگوار کیطرف حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ آپ کو غسل کون دے گا آپ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے مرد جو قریب تر ہون سب سے پھر وہ جو انسے ذرا دور ہون انھون نے عرض کیا کہ آپ کو کفن کیا دیوین آپ نے فرمایا کہ میرے یہی کپڑے اور حلۂ یمانی اور مصر کا سفید انھون نے عرض کیا کہ آپ پر ہم نماز کیسے پڑھین یہ کہکر حضرت ابو بکرؓ اور ہم سب روے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روئے ۱۵ زور دیجیو تو زہرہ شدہ است

۱۔ قسم ہے اترتے دن کی مقرر انسان پر ٹوٹا ہے مگر جو یقین لائے اور کیے بھلے کام اور آپس مین تقید کیا سچے دین کا اور آپس مین تقید کیا صبر کا ۱۲

اُبِ اگرچہ کہ سیل اشک زدیدہ نمیشود موقوف ؛ پھر آپ نے فرمایا کہ بس کرو خدائے تعالیٰ تمکو مغفرت کرے اور تمہارے نبی کے عوض مین تم کو جزائے خیر دے کہ جب تم مجکو نہلا کر کفناؤ تو چارپائی پر میری اسی حجرے مین قبر کے کنارے پر رکھکر ذرا ایک ساعت کو باہر چلے جانا کہ اول جو مجھپر نماز پڑھیگا وہ میرا پروردگار جل شانہ ہی کہ تم پر وہ اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہین پھر خدائے تعالیٰ فرشتون کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی اجازت دیگا تو مخلوق خدا مین سے اول میرے پاس جبرئیل آکر میری نماز پڑھینگے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت بہت سے لشکرون سے پھر تمام باقی فرشتے علیہم السلام میری نماز پڑھینگے پھر تم مجھپر اندر آکر نماز پڑھیو اور ایک ایک جتھا جدا جدا صلوٰۃ و سلام مجھپر کہتے جائیو اور میری تعریف کرکے مجکو ایذا مت دیجیو نہ چیخ مار یو نہ پکار کر روئیو اور مناسب ہی کہ اول امام نماز شروع کرے اور میرے اہلبیت جو قریب تر ہون ان کے بعد وہ جو ان سے دور ہون پھر اسیطرح پھر عورتون کی جماعتین پھر لڑکون کے گروہ حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ قبر کے اندر کون اترے آپ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے کچھ لوگ جو میرے قریب سے قریب ہون بہت سے فرشتون کے ساتھ کہ تم انکو نہ دیکھوگے اور وہ تمھین دیکھینگے اب میرے پاس سے اٹھہ جاؤ اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگون کو دین کا حال بتاؤ اور عبداللہ بن ربیعہؓ فرماتے ہین کہ شروع ربیع الاول مین حضرت بلالؓ نے نماز کیلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھاوے مین باہر نکلا اور دروازے کے سامنے صرف حضرت عمرؓ کو مع چند لوگون کے دیکھا جنمین حضرت ابوبکرؓ نہ تھے مین نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ کھڑے ہوکر نماز کو پڑھاوین حضرت عمرؓ نے اٹھکر نماز کے لیے اللہ اکبر کہا چونکہ آپ کی آواز بلند تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنی فرمایا کہ ابوبکرؓ کہان ہین عمرؓ کے آگے ہونیکو نہ خدا مانیگا نہ مسلمان اس جملے کو تین بار فرماکر ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگون کو نماز پڑھاوے حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوبکرؓ ایک نرم دل آدمی ہین جب آپ کی جگہ کھڑے ہونگے تو گریہ انپر غالب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تم حضرت یوسفؑ کی ساتھ والی ہو ابوبکرؓ ہی سے کہو کہ نماز پڑھاوے عبداللہ راوی کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے پڑھانے کے بعد پھر حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی پس حضرت عمرؓ مجھسے کہا کرتے کہ اے ربیعہ کے بیٹے تو نے یہ کیا کیا اگر مجکو یہ گمان نہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجکو ارشاد فرمایا ہوگا تو مین صرف تیرے کہنے سے کبھی نماز نہ پڑھاتا مین کہا کرتا کہ مجھے اسوقت تمسے بہتر اور کوئی امامت کے لیے نظر نہ آیا حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ مین نے جو حضرت ابوبکرؓ کیطرف سے عذر کیا تھا تو اسکی یہ وجہ تھی کہ وہ دنیا کے راغب تھے علاوہ اسکے خلافت مین اندیشہ اور خطرہ بہت ہی مگر جسکو خدا بچاوے اور یہ بھی خوف تھا کہ لوگ ہرگز کبھی نہ پسند کرینگے کہ حضرت کی زندگی ہی مین کوئی آپ کی جگہ نماز پڑھاوے مگر یہ کہ خدائے تعالیٰ چاہے اور حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانے سے لوگ انسے حسد کرینگے اور ان سے سرکش ہوجاوینگے اور فال بد کہینگے مگر چونکہ ہوتا وہی ہی جو خدا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ہر ایک خوف دنیا اور دین سے محفوظ رکھا اور جس چیز سے مین ڈرا کرتی تھی اس سے صاف بچایا اور فرماتی ہین کہ جب وہ دن ہوا جسمین آپ کی وفات ہوئی ہی تو لوگون نے کچھ مزاج مبارک مین صبح کیوقت ہلکاپن اور مرض مین تخفیف پائی اسی لیے سب لوگ اپنے اپنے گھرون کو گئے اور خوشی خوشی کامون مین مصروف ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف عورتین رہ گئین ہمارا حال اس روز ایسا تھا کہ توقع اور خوشی جیسی ہمکو اس روز تھی ایسی کبھی پہلے نہوئی تھی اسی اثنا مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر جاؤ یہ فرشتہ میرے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہی اور عورتین تو باہر چلی گئین اور مین آپ کا سر مبارک گود مین لیے تھی جب آپ بیٹھ گئے تو مین بھی حجرے کے گوشے مین ہوگئی پس آپ نے فرشتے سے بڑی دیر تک سرگوشی کی پھر مجکو بلاکر سر مبارک میری گود مین رکھ لیا اور عورتون سے بھی ارشاد فرمایا کہ اندر چلی آؤ مین نے

۱ یہ حدیث ابوداؤد نے مختصر نقل کی ہے یعنے اس مین قول حضرت عائشہ رضؓ کا کہ ابوبکرؓ نرم دل ہین اور شروع ربیع الاول کی قید نہین اور حضرت عائشہ کا یہ قول اور حدیث صحیح مین بروایت عائشہ رضؓ وارد ہی

۲ ۱۲۶ طبرانی در کبیر بروایت جابر و ابن عباس باذکر اختلاف اور [illegible]

عرض کیا کہ یہ آہٹ تو جبرئیل علیہ السلام کی نہ تھی آپ نے فرمایا کہ درست ہے اے عائشہ رض یہ ملک الموت ہے کہ میرے پاس آکر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو بھیجا ہے
اور حکم کیا ہے کہ بدون اذن آپ کے پاس نہ آؤں تو اگر آپ اجازت نہ دینگے تو چلا جاؤنگا اور اگر اجازت دینگے تو اندر آؤنگا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ کی روح
بدون آپ کے ارشاد کے نہ قبض کروں اب آپ کا ارشاد کیا ہے میں نے اس سے کہدیا ہے کہ جبتک جبرئیل علیہ السلام آدیں جبتک مجھسے علیحدہ رہو اب
جبرئیل ع کے آنے کی ساعت ہے حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ یہ آپ نے ایسی صورت پیش کی کہ جسکا ہمارے پاس کوئی جواب یا تدبیر نہ تھی تو ہمنے سکوت کیا
اور یہ معلوم ہوا کہ گویا ہم سخت آواز کے مارے دنگ رہ گئے ہیں کہ کچھ آپ سے نہیں کہتے اور نہ اس امر کی بڑائی اور ہیبت کے سبب سے کسی کو تاب گویائی کی تھی ہمارے
دل رعب سے بھر گئے تھے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ساعت میں تشریف لائے سلام لیا میں نے انکی آہٹ پہچانی اور گھر والے نکل گئے اور وہ اندر
آئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ خداے تعالیٰ آپکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو اور وہ آپکا حال آپ سے زیادہ جانتا ہے مگر چاہتا ہے کہ آپکی
کرامت اور شرف بڑھا کر خلق پر آپکی بزرگی اور شرافت کامل کردے اور یہ امر آپکی اُمت میں سنت ہوجاوے آپنے فرمایا کہ میں اپنے آپکو دردمند پاتا ہوں حضرت جبرئیل نے
کہا کہ آپ کو مژدہ ہو کہ خداے تعالیٰ چاہتا ہے کہ جو مرتبے آپ کے لیے تیار کیے ہیں انپر آپکو پہنچاوے آپنے فرمایا کہ اے جبرئیل ملک الموت نے مجھسے اجازت چاہی
اور یہ حال کہا حضرت جبرئیل ع نے عرض کیا کہ اے محمد آپ کا رب آپ کا مشتاق ہے اور جو کچھ آپ سے کیا چاہتا ہے وہ میں بتا ہی چکا ہوں بخدا کہ ملک الموت نے
آج تک نہ کسی سے اجازت مانگی نہ آیندہ کو کبھی کسی سے مانگیگا مگر خداے تعالیٰ کو آپ کا شرف پورا کرنا منظور ہے اور وہ آپ کا مشتاق ہے آپ نے
فرمایا کہ تو اب تم اسکے آنے تک یہاں سے مت جاؤ یہ فرماکر عورتوں کو اندر بلالیا اور حضرت فاطمہ رض سے فرمایا کہ میرے پاس آؤ وہ آپ کے اوپر جھک گئیں
آپ نے کچھ انکے کان میں کہا انھوں نے جو سر اٹھایا تو آنکھوں میں سے آنسو نکلتے تھے اور تاب گفتگو نہ تھی پھر فرمایا کہ اپنا سر میرے پاس کرو انھوں
نے منھ سے کان ملا دیا پھر کچھ کان میں ارشاد فرمایا پھر جو انھوں نے سر اٹھایا تو ہنستی تھیں اور بول نہ سکتی تھیں ہمکو اس حال سے تعجب ہوا بعد کو میں نے انسے
ماجرا پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اول بار مجھسے ارشاد فرمایا کہ میں آج وفات پاؤنگا اس سبب سے میں روئی اور دوبارہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خداے تعالیٰ
سے دعا مانگی ہے کہ سب سے اول میرے گھر والوں سے تجھکو مجھسے ملادے اور میرے ساتھ رکھے اسلیئے میں ہنسی پھر حضرت فاطمہ رض نے اپنے
دونوں صاحبزادوں کو آپ کے پاس کیا آپ نے دونوں کو پیار کیا پھر ملک الموت نے آکر سلام کیا اور اجازت مانگی آپ نے اجازت دی انھوں نے
حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ مجھکو کیا ارشاد فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھکو میرے رب سے ابھی ملادو انھوں نے عرض کیا کہ آج ہی ملادونگا اور تمہارے
رب کا یہ حال ہے کہ تمہاری طرف مشتاق ہے اور جتنا تردد آپ کیطرف سے پروردگار کو ہے اتنا اورکسی کیطرف سے نہیں کیا اور مجھکو بدون اجازت کے
اندر جانے سے کسی کے پاس منع نہیں فرمایا بجز آپ کے لیکن آپکی ساعت آپکے آگے ہی ہے یہ کہکر چلے گئے اور حضرت جبرئیل آئے اور عرض کیا کہ الصلوٰۃ
والسلام علیک یارسول اللہ یہ میرا زمین پر آخر کا اترنا ہے پھر کبھی نہیں اترونگا وحی بھی تہ ہوئی اور دنیا بھی زمین میں مجھکو آپ کے سوا کوئی کام نہ تھا نہ بجز آپ
کی حضوری کے اور کوئی غرض ع رفت از کوے سر زلف تو خلقے بچمن ٭ ورنہ کی بوے نسیم سحری بود غرض ٭ اب میں ہوں اور میری جگہ ہے حضرت عائشہ رض
فرماتی ہیں کہ بخدا گھر میں کسی کو تاب ایک لفظ کے بولنے کی نہ تھی اور نہ کوئی مردوں کو بلاتا تھا اسلیے کہ حضرت جبرئیل ع کا یہ کلام نہایت درجہ کو بڑا معلوم ہوتا تھا
اور ہم سب خائف و ترساں تھے پھر میں نے اٹھکر آپ کے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا اور آپکے سینہ مبارک کو تھام لیا اور آپ کو بیہوشی شروع ہوئی یہانتک
کہ دبا دبا لیتی تھی اور آپ کی پیشانی میں سے اتنا پسینا ٹپکتا تھا کہ میں نے کسی آدمی کے اتنا نہیں دیکھا اور اپنی انگلی سے اسکو پونچھتی جاتی تھی اور

کوئی خوشبو مین نے اس سے زیادہ نہین دیکھی اور جب آپکو افاقہ ہوتا تو مین کہتی کہ مین اور میرے مان باپ اور گھر بار سب آپ پر فدا ہون آپ کی پیشانی اتنا پسینا کیون دیتی ہے آپنے فرمایا کہ اے عائشہ مومن کی جان پسینے کے ساتھ نکلتی ہے اور کافر کی جان باچھونکی راہ گدھے کی جان کی طرح نکلتی ہے اسوقت ہم ڈر گئے اور اپنے اپنے گھر آدمی بھیجا تو اول شخص ہمارے پاس آیا میرا بھائی تھا مگر آپ سے نہ مل سکا اسکو میرے باپ نے میرے پاس بھیجا تھا اسکے آنے سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرماے خلد برین ہو چکے تھے غرض کوئی نہ آنے پایا تھا کہ آپ کی روح عرش برین کو پرواز کر گئی اور خدا نے یہ نہی لوگون کو آپ کے پاس نہ آنے دیا اسلیے کہ جبرئیل ؑ اور میکائیل ؑ کو آپ کا معاملہ سپرد فرمایا تھا اور جب آپ کو بیہوشی ہوتی تھی تو یہی فرماتے تھے بل رفیق اعلیٰ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو کئی کئی بار اختیار دیا جاتا تھا اور جب طاقت گفتار ہوتی تھی تو فرماتے تھے کہ نماز نماز تم لوگ ہمیشہ جمے رہوگے جبتک نماز اکٹھے پڑھوگے نماز کی وصیت مرتے دم تک فرماتے رہے اور نماز نماز کہتے رہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ آپ کی وفات دوشنبہ کے روز وقت چاشت اور دوپہر کے درمیان مین ہوئی حضرت فاطمہ رضؓ نے فرمایا کہ دوشنبہ مجھپر مبارک نہین سنجد اکہ امت کو ہمیشہ اس روز بڑی مصیبت ہوا کرےگی اور جس روز کوفے مین حضرت علی رضؓ پر مصیبت آئی تو حضرت ام کلثوم رضؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا کہ دوشنبہ مین میرے لیے خیر نہین اسی مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اور اسی مین میرے شوہر یعنی حضرت عمر رضؓ شہید ہوے اور اسی مین میرے باپ یعنی حضرت علی رضؓ شہید ہوے تو اس روز مین میرے واسطے کچھ خیر نہین اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ جب آپ خلد برین کو تشریف فرما ہوے تو لوگ نہایت سختی مین پڑے ہوا اتنا کہ آواز گریہ بلند ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرشتون نے آپ کے کپڑون مین ڈھانپ دیا اب لوگ مختلف حال پر ہو گئے بعضے موت سے منکر ہوے اور بعضے گونگے ہو گئے کہ مدت تک نہ بولے اور بعضے عقل سے خارج ہوے کہ بات مہمل کرنے لگے اور کچھ لوگون کی عقل ٹھکانے رہی اور کچھ لوگ بیٹھے رہ گئے حضرت عمر بن خطاب رضؓ ان لوگون مین تھے جو موت کو جھٹلاتے تھے اور حضرت علی رضؓ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور حضرت عثمان رضؓ گونگے ہو گئے حضرت عمر رضؓ نے باہر نکلکر فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات نہین پائی اللہ تعالیٰ انکو پھیر دیگا اور منافق لوگون کے ہاتھ اور پاؤن کاٹ دیگا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کی تمنا کرتے ہین جیسے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا ایسے ہی ہمارے حضرت سے بھی وعدہ کیا ہے وہ اب تمہارے پاس پھر آتے ہین اور ایک روایت مین یون ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال سے اپنی زبان روکو دوسرے نہین سنجد اکہ اگر اب کسی کو کہتے سنونگا تو اپنی تلوار سے اسکے دو کر دونگا اور حضرت علی رضؓ گھر مین بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور حضرت عثمان رضؓ کچھ نہ بولتے تھے لوگ انکا ہاتھ پکڑ کر لیجاتے تھے اور لے آتے تھے گویا فرقت یار مین راہ بھی نہ معلوم ہوتی تھی سے ؎ رہ ندیدم چو برفت از نظرم صورت دوست ؛ ہمچو شمعے کہ چراغش ز مقابل ببرود ؛ مسلمانون مین سے جیسا حال حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کا تھا ایسا اور کسی کا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونون کو توفیق اور راستی عنایت فرمائی تھی اگرچہ لوگ صرف حضرت ابوبکر رضؓ کے قول سے اپنی حرکات سے باز رہتے تھے حضرت عباس رضؓ نے تشریف لاکر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کو چکھا اور وہ تو اپنی زندگی مین تمہارے درمیان فرمایا کرتے تھے انک میت وانہم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون اور حضرت ابوبکر رضؓ بنی حارث بن خزرج مین تھے جب انکو خبر وفات شریف پہونچی تو تشریف لائے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر آپ کے دیدار سے مشرف ہوے پھر آپکے اوپر جھک کر بوسہ دیا پھر فرمایا کہ مادر و پدرم فدائے تو یا رسول اللہ

اللہ تعالیٰ آپ کو دو بار تو موت دینے ہی کا نہیں پس ایک ہی بار مرنا تھا سو آپ وفات پا چکے پھر حضرت ابوبکرؓ لوگوں کے پاس گئے اور فرمایا کہ لوگو جو کوئی
محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوجتا تھا تو انھوں نے تو وفات پائی اور جو کوئی محمدؐ کے رب کو پوجتا تھا وہ البتہ زندہ ہے نہیں مریگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما محمد
الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا پس لوگوں کا ایسا حال ہوا کہ گویا اس
آیت کو اسی دن سنا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو جب خبر ہوئی تو آپ حجرہ شریف میں درود پڑھتے داخل ہوئے آنکھوں سے
آنسو جاری تھے اور ہچکی کی آواز دانتوں کی رگڑ سے سنائی دیتی تھی مگر باوجود اسکے قول وفعل چھپا کرنے میں بہادر تھے آتے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر
جھک پڑے اور آپ کے روئے مبارک کو کھولکر پیشانی اور رخساروں پر بوسہ دیا اور چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اور
میرے ماں باپ اور گھر بار آپ پر فدا ہوں آپ زندہ بھی اچھے رہے اور مرکر بھی اچھے آپ کی موت سے وہ بات ختم ہوگئی جو کسی نبی کی موت سے نہوئی تھی
یعنے نبوت یا وحی تو آپ کا مرتبہ وصف سے زائد اور رونے سے برتر ہے آپ مخصوص ہوئے تو ایسے کہ سب کے رنجوں کے ضامن ہوگئے اور عام ہوئے
تو ایسے کہ ہم سب آپ کے باب میں برابر ہیں یعنی آپ کی رسالت تمام آدمیوں کے لیے ہے اور اگر آپ کی موت آپ کے اختیار سے نہوتی
تو آپ کے غم میں ہم اپنی جانیں فدا کرتے اور اگر آپ رونے سے منع نہ فرما دیتے تو آنکھوں کا پانی ختم کر دیتے مگر جو بات آپ ہم سے دور نہیں
کر سکتے وہ رنج اور یادگاری ہے کہ کبھی نہ ملینگے الٰہی تو یہ باتیں اپنے حبیب کو ہماری طرف سے پہونچا دے اور اے محمد صلے اللہ علیک آپ
ہمکو اپنے رب کے پاس یاد رکھیں اور گوشہ خاطر میں جگہ دیں آپ اپنے پیچھے اگر وقار نہ چھوڑ جاتے تو کسی کی کیا مجال تھی جو آپ کے بعد کی
مشقت کا متحمل ہوتا الٰہی اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ حال پہونچا دے اور ہمارے درمیان میں آپکی نگاہبانی فرما اور حضرت ابن عمرؓ سے
مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ حجرہ شریف میں داخل ہوئے اور صلوٰۃ وثنا کی تو گھر والوں نے ایک شور برپا کیا جسکی آواز باہر تک والوں نے
سنی جب آپ کچھ کہتے تھے جبھی آواز اور زیادہ ہوتی تھی اور انکی آواز کسی طرح نہ پست ہوئی مگر اسی حال میں ایک شخص بلند آواز زور آور نے
دروازے پر سے یہ کہا کہ اے گھر والو السلام علیکم کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون خدا تعالیٰ موجود رہنے میں ہر ایک شخص کا نائب ہے یعنے
جو جاتا رہتا ہے اسکا عوض وہ خود موجود ہے اور ہر رغبت کے لیے اللہ اور ہر خوف سے نجات حاصل ہے اور اسی سے توقع رکھو اور اسی پر
اعتماد کرو جب گھر والوں نے یہ آواز سنی تو یہ نہ معلوم ہوا کہ کسکی آواز ہے رونا موقوف کر دیا رونے کے بند ہونے پر وہ آواز بھی موقوف ہوگئی
کسی نے باہر نکل کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا پھر گھر میں چلا آیا اور رونا شروع ہوا ایک اور پکارنے والے نے آواز دی کہ اسکو بھی لوگ نہ پہچانتے تھے
اسنے یہ کہا کہ اے اہلبیت خدا تعالیٰ کو یاد کرو اور اسکا شکر کرو ہر حال میں تاکہ تم مخلصوں میں سے ہو جاؤ اسکے باقی رہنے میں ہر مصیبت سے تسلی اور ہر مرغوب
چیز سے عوض حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو اور اسی کے حکم کے موجب عمل کرو پس حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ دونوں خضر اور الیاس علیہم السلام
تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازے پر حاضر ہوئے تھے اور قعقاع بن عمرو نے حکایت خطبہ حضرت ابوبکرؓ کی پوری لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ
حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں خطبہ پڑھنے کو اٹھے اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ رویا ہی کیے سارا خطبہ متضمن درود شریف پڑھا اول خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا
ہر حال میں بیان کی اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے حق ہے اسنے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی
مدد کی اور تنہا کفار کی جماعتوں کو شکست دی تو خدائے تعالیٰ کا شکر ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے

ابن ابی الدنیا بروایت انس و طبرانی در اوسط بسند ضعیف اور ذکر الیاس کا میری نظر سے کہیں نہیں گذرا ۱۲

بندے اور رسول اور نبیون کے تمام کرنیوالے ہین اور گواہی دیتا ہون کہ کتاب ایسی ہی ہو جیسی اتری اور دین ایسا ہی ہو جیسا کہ مشروع ہوا اور
حدیث ایسی ہی ہو جیسی بیان فرمائی اور قول وہی ہو جو انھون نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ حق ہو کھلا ہوا الٰہی پس رحمت کر محمدؐ اپنے بندے اور
رسول اور نبی اور حبیب اور امین اور چنے ہوئے اور بہترین پر ایسی رحمت کہ تو نے کسی پر اپنی مخلوق مین سے کی ہو اس سے بڑھکر الٰہی
اپنی رحمتین اور عفو اور مہر اور برکتین سب مخصوص کر دے سید المرسلین اور خاتم النبیین اور امام المتقین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو خیر کی طرف کھینچنے
والے اور خیر کے پیشوا اور رسول رحمت ہین الٰہی تو انکا قرب زیادہ فرما اور انکی دلیل بڑی کر اور انکا مقام اچھا کر اور ان کو ایسے مقام محمود مین اٹھا کہ
اگلے پچھلے سب انکے غبطہ کرین اور انکے مقام محمود پر ہونے سے ہمکو قیامت کے دن نفع پہونچا اور آخرت مین ان کی عوض تو ہمارے درمیان
رہ اور انکو جنت مین درجہ اور وسیلے پر پہونچا دے الٰہی تو محمدؐ اور آل محمدؐ پر صلوۃ اور برکت نازل فرما جسطرح کہ تو نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر
صلوۃ اور برکت نازل فرمائی تو ہی ہو اچھے کام والا اور بزرگی والا بعد اسکے فرمایا کہ اے لوگو جو کوئی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو انھون نے
تو وفات پائی اور جو کوئی خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہو نہین مریگا اور اللہ تعالیٰ نے انکے باب مین پہلے ہی تمکو کہدیا ہو پس ان کو بیصبری
سے مت پکارو اسلیے کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیواسطے اپنے پاس کی چیز بہ نسبت تمھارے پاس کی چیز کے پسند فرمائی
اور اپنا ثواب عنایت فرمانے کو انکو اٹھا لیا اور تم مین اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پیچھے چھوڑی ہین پس جو شخص کہ ان دونون پر تمسک کریگا
وہ عارف ہوگا اور جو کوئی ان دونون مین فرق کریگا وہ اس آیت کا منکر ہو یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط اور چاہیے کہ شیطان تمھارے نبی
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرنے سے تمکو غافل نکر دے اور دین مین تمھارے اوپر کوئی بلا نہ لاڈالے خیر بیچے جلدی کر و شیطان پر کہ اسکو تھکا مار و گے
اور اسکو مہلت مت دو ورنہ وہ تم سے ملجاویگا اور تمکو فتنے مین ڈال دیگا اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ جب حضرت ابو بکر رضؓ اپنے
خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ سے کہا کہ مین نے سنا ہو کہ تم کہتے ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہین مرے ہین کیا تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کا حال فلان روز اور فلان روز فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید مین فرماتا ہے انک میت وانھم میتون حضرت
عمر رضؓ نے کہا کہ مصیبت کے باعث مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ مضمون کتاب اللہ مین آج کے سوا اور کبھی سنا ہی نہین مین گواہی دیتا ہون کہ قرآن مجید
جیسا اترا ہو وہی حق ہو اور حدیث ویسی ہی ہو جیسی بیان فرمائی ہو اور اللہ زندہ ہو کہ نہین مریگا انا للہ وانا الیہ راجعون اور اللہ تعالیٰ کے صلوات
اسکے رسول پر نازل ہون اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم خدا کے پاس چاہتے ہین پھر حضرت ابو بکر رضؓ کے پاس
بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ جب لوگ آپ کے نہلانے کو جمع ہوئے تو آپس مین کہا کہ ہمکو معلوم نہین کہ رسول خدا کو کیسے نہلاوین
یعنے انکو ننگا کر کے نہلاوین جیسا اور مُردون کو نہلایا کرتے ہین یا کپڑون سمیت نہلاوین اسی تردد مین تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند بھیجدی
یہانتک کہ کوئی آدمی ایسا نہ رہا جو چھاتی پر اپنی ڈاڑھی لٹکائے نہ سوتا ہو پھر کسی کہنے والے نے جسکا حال معلوم نہین کہ کون تھا
کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع کپڑون کے نہلاؤ اس مین سب چونک پڑے اور اسی آواز غیب کے بموجب عمل کیا اور آپ کو
قمیص مین نہلایا اور غسل سے فارغ ہو کر کفن پہنایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ہم نے آپ کے قمیص کو اتارنا چاہا ہمکو آواز ہوئی کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا کرتہ مت اتارو ہمنے ویسے رہنے دیا اور کرتہ پہنے ہی نہلایا جسطرح اپنے مردون کو لٹا کر نہلاتے تھے ہم اگر آپ کے

کسی عضو کو بدلنا چاہتے تھے تو ہمکو ذرا بھی دقت نہوتی تھی وہ عضو بدلجاتا تھا یہانتک کہ اسکے غسل سے فارغ ہوجاتے تھے اور ہمکو گھر مین ہوا
کی بھی سنسناہٹ سنائی دیتی تھی اور آواز آتی تھی کہ رسول خدا کے ساتھ نرمی کرو کہ تمکو کچھ کرنا نہین پڑیگا تو وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طرح پر
تھی آپ نے نہ کوئی بالون کا کپڑا چھوڑا نہ اون کا جو تھا وہ سب آپ کے ساتھ دفن ہوگیا ابو جعفر رض کہتے ہین کہ لحد مین آپ کا بستر اور چادر بچھائی گئی اور اسکے
اوپر آپ کے وہ کپڑے ڈالے گئے جو آپ زیب تن مبارک فرماتے تھے پھر ان کے اوپر آپ مع اپنے کفن کے رکھے گئے غرضکہ اپنی وفات کے بعد آپ نے
کچھ مال نہ چھوڑا اور نہ زندگی مین مکان کی نیت سے اینٹ پر اینٹ رکھی نہ نے پرسنے تو آپکی وفات مین عبرت کامل اور مسلمانون کے واسطے عمدہ اقتدا ہے

وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو حضرت عائشہ رض آپ کے پاس آئین اور مثال کے طور پر ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے شعر
کثرت دولت قسم ہے مرد کے آوے نہ کام ۞ جب رکا سینے مین دم ہوا اور لبون پر جان ہو ۞ آپ نے اپنا چہرہ کھولدیا اور فرمایا کہ یون مت کہو یہ
کہو کہ وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ما کنت منہ تحید میرے ان دونون کپڑون کو دیکھ رکھو انکو دھو کر مجھکو انہین مین کفنانا اسلیے کہ نئے
کپڑے کی حاجت مردے کی نسبت زندہ کو زیادہ ہے اور حضرت عائشہ رض نے آپ کی موت کیوقت ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے شعر
ہوتی تھی بارش اس کے رخ پرنور کے طفیل ۞ بیوون کی عصمت اس سے یتیمون کی تھی بہار ۞ آپ نے فرمایا کہ اس شعر کے مصداق آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہی ہین اور لوگون نے آپکے پاس آکر کہا کہ ہم کسی طبیب کو بلاوین جو آپ کا حال دیکھے آپنے فرمایا کہ میرے طبیب نے مجھے دیکھکر کہدیا
ہے کہ انی فعال لما ارید یعنی مین جو چاہتا ہون کیا کرونگا اور حضرت سلمان فارسی رض آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور کہا کہ اے ابوبکر کچھ ہمکو وصیت کیجیے آپنے
فرمایا کہ خدا تعالے تمہارے لیے دنیا فتح کرنے کو ہے تو تم اسمین سے اسقدر لینا کہ بسر اوقات کے موافق ہو اور یاد رکھو کہ جو کوئی نماز صبح ادا کرتا ہے
وہ اللہ تعالے کے عہد مین ہوجاتا ہے تو ایسا نہ کرو کہ خدا تعالے سے عہد شکنی کرو اور یہ عہد شکنی تمکو منہ کے بل دوزخ مین ڈالدے اور جب حضرت
ابوبکر رض بہت بیمار ہوے کہ باہر نہ نکل سکے اور لوگون نے چاہا کہ اپنا نائب کسی کو کردین تو آپنے حضرت عمر رض کو اپنا نائب کیا لوگون نے آپکی خدمت مین عرض کیا
کہ آپنے اپنا نائب ایک شخص تند مزاج سخت دل کو کیا ہے خدا تعالے کو کیا جواب دوگے آپنے فرمایا کہ یہ کہونگا کہ تیری مخلوق مین سے جو سب سے بہتر تھا اسکو نائب
کیا ہے پھر حضرت عمر رض کو بلوایا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ مین تمکو ایک وصیت کرتا ہون یاد رکھو کہ اللہ تعالے کے حق کچھ دن مین ہین کہ انکو رات مین قبول نہین
کرتا اور اللہ تعالے کے حقوق کچھ رات مین ہین کہ انکو دن مین قبول نہین کرتا اور وہ نفل کو قبول نہین فرماتا جبتک کہ فرض ادا نکرو اور قیامت کے روز جن
بھاری پلے والون کے پلے بھاری ہونگے تو وجہ یہی ہوگی کہ انھون نے دنیا مین حق کا اتباع کیا ہوگا اور اپنے اوپر اسکو بھاری سمجھا ہوگا اور اس ترازو کے
لیے جسمین بجز حق کے اور کچھ نہ رکھا جاوے شایان یہی ہے کہ وزن زیادہ ہو اور ہلکے پلے والون کے جو قیامت مین پلے ہلکے ہونگے تو اسکی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا مین
انھون نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اسی کو اپنے اوپر ہلکا معلوم کیا ہوگا اور جس ترازو مین کہ باطل کے سوا اور کچھ نہ رکھا جاوے اسکو ہلکا ہی ہونا سزاوار ہے اور
خدا تعالے نے اہل جنت کا ذکر انکے اعمال مین سے بہتر کے ساتھ کیا ہے اور انکی برائی سے درگذر فرمایا تو کہنے والا یون کہتا ہے کہ مین ان لوگون سے کم ہون اور
انکے درجے کو نہین پہونچتا اور دوزخ والون کا ذکر انکے بدترین اعمال سے کیا ہے اور جو عمل نیک انھون نے کیا ہے اسکو انپر واپس کردیا تو کہنے والا یون کہتا ہے کہ مین
ان لوگون سے افضل ہون اور آیت رحمت اور آیت عذاب کو ذکر فرمایا ہے تاکہ مومن کو رغبت اور خوف دونون رہین اور ہاتھ اپنا ہلاکت مین نہ ڈالے اور

اللہ تعالیٰ سے بجز حق کے اور کسی کی تمنا نہ کرے پس اے عمر رض اگر تم میری یہ وصیت یاد رکھو گے تو تمہارے نزدیک کوئی غائب چیز موت سے زیادہ محبوب تر نہو گی اور اسکا آنا تمپر ضروری ہے اور اگر میری وصیت تلف کر دوگے تو موت سے زیادہ کوئی غائب چیز تمکو بری معلوم نہو گی اور اس سے تم بھاگ نہ سکو گے نہ اسکو تھکا سکو گے اور حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ جب حضرت ابو بکر مرنے کو ہوے تو آپکے پاس کچھ لوگ صحابہ مین سے آے اور کہا کہ اے خلیفہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ ہمکو کچھ توشہ عنایت کر دیجیے کہ اب ہم دیکھتے ہین کہ آپ کا حال دگرگون ہے آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ان کلمات کو کہکر مر جاویگا تو اللہ تعالیٰ اسکی روح کو افق مبین مین کر دیگا لوگون نے عرض کیا کہ افق مبین کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ ایک میدان عرش کے سامنے ہے اسمین باغ اور نہرین اور درخت اور پرندہین ہر روز اسکو سو رحمتین خدا سے تعالیٰ کی ڈھانپ لیتی ہین تو جو شخص ان کلمات کو کہیگا اللہ تعالیٰ اسکی روح کو اسی مکان موصوفہ بالا مین رکھیگا کلمات یہ ہین الٰہی تو نے خلق کو شروع سے پیدا کیا اور تجکو کچھ حاجت ان کی نہ تھی پھر تو نے ان کے دو فرق کر دیے ایک جنت کے لیے اور ایک دوزخ کے لیے تو مجکو جنت کے لیے کر نہ دوزخ کے لیے الٰہی تو نے خلق کو کئی فرقے پیدا کیا اور پیدائش سے پہلے انکو علحدہ کر دیا کہ بعضون کو بدبخت اور بعضون کو نیکبخت اور غوث اور راہ یافتہ بنایا پس مجکو اپنی طاعت سے سعید کر دے اور اپنی معصیت سے بدبخت نہ کر الٰہی جو ہر ایک نفس کماتا ہے وہ تجکو اسکی پیدائش سے پہلے معلوم ہے تو جس چیز کو وہ کرتا ہے اس سے گریز نہین پس مجکو ان لوگون مین سے کر دے جنسے تو اپنی طاعت کا کام لیتا ہے الٰہی بدون تیرے چاہے کوئی کچھ نہین چاہتا تو تو اپنی خواہش اس امر کی کر کہ مین ایسی بات چاہنے لگون جو مجکو تجھسے قریب کر دے الٰہی تو نے بندون کے حرکات کا اندازہ کر رکھا ہے کہ کوئی چیز بدون تیرے اذن کے نہین حرکت کرتی تو میرے حرکات کو اپنے تقویٰ مین کر دے الٰہی تو نے خیر اور شر دونون کو پیدا کیا اور دونون کے کرنے والون کو بنایا پس مجکو دونون قسمون مین جو بہتر ہو اس مین کر دے الٰہی تو نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا اور ان مین سے ہر ایک کے لیے رہنے والے بنائے تو مجکو تو اپنی جنت کے باشندون مین سے کر دے الٰہی تو نے ایک قوم کو راہ دکھانی چاہی اور انکے سینون کو کھولدیا اور ایک قوم کی تو نے گمراہی چاہی اور انکے سینون کو تنگ بنایا تو خدایا میرا سینہ ایمان کے لیے کھولدے اور ایمان کو میرے دل مین اچھا کر دکھا اور مجکو کفر اور بدکاری اور نافرمانی سے نفرت دلا اور مجکو نیک چال والون مین سے کر الٰہی تو نے امور تدبیر کیے اور انکا ٹھکانا اپنی طرف کیا پس بعد موت کے مجکو اچھی زندگی سے زندہ کر اور مرتبے مین مجکو اپنے نزدیک فرما الٰہی جو شخص صبح اور شام کرتا ہے اسطرح کہ اسکا اعتماد اور توقع تیرے غیر پر ہو تو ہوا کرے مگر میرا اعتماد اور توقع تجھی پر ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ بعد اسکے آپ نے فرمایا کہ یہ سب مضامین کتاب اللہ عز وجل مین ہین

وفات حضرت عمر بن خطاب رض کی

عمرو بن میمون کہتے ہین کہ جس صبح کو حضرت عمر رض کے زخم لگا مین بھی جماعت مین کھڑا تھا میرے اور انکے درمیان مین صرف حضرت عبد اللہ بن عباس رض تھے آپ جب دو صفون کے بیچ مین گذرتے تو کھڑے ہو جاتے اور اگر کچھ خلل دیکھتے تو فرماتے کہ برابر ہو جاؤ یہانتک کہ جب کجی اور نقصان نہ رہتا تب آگے بڑھتے اور اکثر پہلی رکعت مین سورہ یوسف یا نحل یا اور کوئی ایسی ہی سورت پڑھتے تا لوگ اکٹھے ہو جاوین پس آپ نے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ مین نے سنا کہ آپ فرماتے ہین کہ مجکو کتے نے مار ڈالا یا کھا لیا جب آپ کے ابو لولو نے زخم لگایا اور وہ خبیث کافر دو دھاری چھری لیکر بھاگا جسکے پاس کو نکلا دہنے بائین زخمی کرتا گیا یہانتک کہ تیرہ آدمیون کو زخمی کیا جنمین سے نو نے وفات پائی اور ایک روایت مین سات مرے پس جب ایک مسلمان نے یہ صورت

دیکھی تو اسپر اپنا کپڑا ڈال دیا جب اس کافر نے دیکھا کہ میں پکڑا گیا اپنے آپکو ذبح کر ڈالا اور واصل جہنم ہوا اور حضرت عمر رضہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو پکڑ کر آگے کر دیا کہ نماز پڑھاویں اسوقت جو حضرت عمر رضہ کے پاس کے لوگ تھے انھون نے تو یہ ماجرا دیکھا اور جو لوگ مسجد کے اطراف میں تھے ان کو اس حال کی کچھ خبر نہوئی بجز اسکے کہ حضرت عمر رضہ کی آواز آنی موقوف ہو گئی اور کہنے لگے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ غرضکہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز مختصر پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو حضرت عمر رضہ نے حضرت ابن عباس رضہ کو فرمایا کہ دیکھو مجھکو کسنے زخمی کیا حضرت ابن عباس ایک ساعت کو غائب ہوئے پھر آکر فرمایا کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے یہ حرکت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا اسکو قتل کرے مین نے تو اسپر احسان کرنے کے لیے امر کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اسنے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ کی اور تم اور تمہارے باپ ہی بہت چاہتے ہو کہ مدینہ منورہ مین کفار عجم کی کثرت ہو یہ اسلیے فرمایا کہ حضرت عباس رضہ کے پاس غلام بہت تھے حضرت ابن عباس رضہ نے عرض کیا کہ اگر آپکی مرضی ہو تو سب کو مار ڈالیں آپنے فرمایا کہ اب قتل کرتے ہو جب تمہاری بولی بولنے لگے تمہارے قبلہ کیطرف کو نماز پڑھنے لگے تمہارا ساحج کرنے لگے غرضکہ آپ کو مسجد شریف سے آپ کے گھر میں اٹھا لائے اور ہم بھی ساتھ گئے اور لوگون کا یہ حال تھا کہ گویا اس دن سے پیشتر کبھی انپر مصیبت نہ آئی تھی اور اپنی اپنی کہ رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ مجھے آپکے اوپر موت کا خوف ہے کوئی کہتا تھا کہ کچھ خوف نہین اتنے مین آپ کے لیے عرق انگور لائے آپ نے جو پیا تو پیٹ مین سے نکل گیا پھر دودھ لائے وہ بھی پیا تو نکل گیا تب لوگون نے جان لیا کہ آپ نہین بچینگے اور لوگ آکر آپ کی ثنا کرتے جاتے تھے ایک شخص جوان آیا اسنے یون کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو خدا تعالیٰ کیطرف سے بشارت ہو آپکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور قدامت اسلام مین وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپکو معلوم ہی ہے پھر آپ حاکم ہوے اور عدل فرمایا پھر شہادت ملی آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ یہ سب باتین میری گذر ہی کے لائق ہو جاوین نہ انسے میرا نقصان ہو نہ فائدہ جب وہ شخص جانے لگا تو اسکا پائجامہ زمین کو لگتا تھا آپنے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ جب وہ ہٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کپڑا اونچا کر اس سے گرد وغیرہ سے بچار ہیگا اور خدا تعالیٰ سے تقویٰ کے بھی قریب تر ہو پھر اپنے صاحبزادے کو فرمایا کہ اے عبداللہ دیکھ کہ میرے اوپر کتنا قرض ہے حساب جو کیا تو چھیاسی ہزار یا کچھ کم وبیش پایا آپنے فرمایا کہ اگر ہمارے خاندان کا مال اسکو وفا کرے تب تو اسی مین سے ادا کردینا اور نہ عدی بن کعب کی اولاد سے مانگنا اور اگر انکا مال بھی وفا نکرے تو قریش سے لیکر ادا کرنا اور قریش کے سوا اورون کیطرف مت بڑھنا اور میریطرف سے یہ قرضہ دے دینا اور اب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضہ کے پاس جا اور کہہ کہ عمر رضہ تمکو سلام کہتے ہیں یہ مت کہنا کہ امیر المومنین اسلیے کہ مین آج مومنونکا سردار نہین ہون اور کہنا کہ وہ اجازت چاہتے ہین کہ اپنے دونون ساتھیون کے پاس مدفون ہون حضرت عبداللہ بن عمر رضہ حضرت عائشہ رضہ کے پاس گئے اور سلام کے بعد اجازت مانگی اور انکے پاس جاکر دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہین ان سے عرض کیا کہ عمر بن خطاب آپکو سلام کہتے ہین اور آپ کی اجازت چاہتے ہین کہ مین اپنے دونون یارون کے پاس دفن ہون حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ مین نے یہ جگہ اپنے لیے رکھی تھی مگر آج مین اپنے نفس پر عمر رضہ کو ترجیح دیتی ہون جب عبداللہ پھر کر حضرت عمر رضہ کی خدمت مین آئے لوگون نے کہا کہ عبداللہ حاضر ہین حضرت عائشہ رضہ کے پاس ہو آئے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ مجھکو اٹھاؤ ایک شخص نے انکو اپنے سہارے سے بٹھا دیا آپنے صاحبزادہ سے پوچھا کہ کیفیت بیان کرو کیا جواب لائے انھون نے عرض کیا کہ جو بات آپکو محبوب تھی وہی حضرت عائشہ رضہ نے منظور کر لی اور اجازت دیدی آپنے فرمایا الحمدللہ کوئی چیز میرے نزدیک اس سے بڑھکر ضروری نہ تھی جب مرجاؤن تو میرے جنازے کو لیجانا اور دروازے پر پہونچکر سلام کرنا اور کہنا کہ عمر رضہ اجازت چاہتے ہین اگر وہ اجازت دین تو مجھکو اندر لیجانا اور اگر مجھکو ہٹادین تو مسلمانونکے قبرستان مین لیجا کر دفن کر دینا اور حضرت ام المومنین حفصہ رضہ

تشریف لائیں عورتیں انکو ڈھانکے ہوئے تھیں جب ہمنے انکو دیکھا تو ہم علیحدہ ہوگئے وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئیں اور ایک ساعت بھر انکے پاس روئیں پھر مردوں نے اجازت چاہی تو وہ اندر مکان کے ہوگئیں انکے رونے کی آواز اندر سے ہمنے سنی پھر لوگون نے کہا کہ اے امیر المومنین ہمکو وصیت کیجیے اور اپنا خلیفہ کسی کو مقرر کر دیجیے آپنے فرمایا کہ میں خلافت کے لیے ان لوگون سے بڑھکر اور کسی کو مستحق نہیں جانتا ہوں ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انسے راضی ہی اس جہان سے تشریف لیگئے ہیں پھر آپنے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ کا نام لیا اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمر بھی تمہارے پاس آویگا مگر خلافت سے اسکو کچھ سروکار نہیں یہ ایسی صورت سے فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی تسکین ہوجاوے پھر فرمایا کہ اگر نوبت خلافت کی سعد کو پہونچے تو فبہا ورنہ جو کوئی امیر ہو اس سے استعانت کیا کرے اسلیے کہ میں نے اسکو کچھ عاجزی اور خیانت کیوجہ سے معزول نہیں کیا اور میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ اول ہجرت کرکے آئے ہیں انکی فضیلت پہچانے اور ان کی حرمت کی حفاظت کرے اور تعظیم کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ انصار کے ساتھ خیر کیا کرے یہ وہ لوگ ہیں کہ اسجگہ میں اور ایمان میں سب سے پہلے انھوں نے جگہ پکڑی ہے ان کے حسن کی طرف سے قبول کیا کرے اور برائی کرنیوالے سے درگذر کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ اطراف کے شہر والوں سے سلوک کرے اسلیے کہ وہ لوگ اسلام کے حامی اور مالون کے جمع کرنیوالے اور موجب دشمنون کے جلنے کے ہیں اور یہ کہ انسے کچھ نہ لے بجز اسکے جو انکے مال سے زائد ہو اور بخوشی دیدیں اور عرب والون سے خیر کرنے کی وصیت کرتا ہون باینوجہ کہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہیں انکے زائد مال میں سے لیکر انھیں کے مفلسون کو دیدیا کرے اور اسکو وصیت کرتا ہون کہ خدا ے تعالی کے عہد اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کا لحاظ کرے اور ذمی لوگون سے عہد پورا کیا کرے اور انکی حمایت کیلیے اور انسے لڑا کرے اور انکی طاقت سے زیادہ انسے کام نہ لیا کرے راوی کہتے ہیں کہ جب آپ کی روح خلد بریں کو پرواز کرگئی تو ہم آپکے جنازے کو لیکر چلے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ام المومنین عائشہؓ کی خدمت میں جاکر سلام کیا اور عرض کیا کہ عمر بن الخطاب اجازت چاہتے ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اندر لے آؤ غرضکہ اندر لیجا کر انکے دونوں یارونکے پاس دفن کردیا آخر حدیث تک اور آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ مجھسے جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہے کہ عمر کی موت پر اسلام روویگا اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو چارپائی پر رکھا تو لوگون نے آکر جنازے کو گھیر لیا دعا کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے پہلے اس سے کہ جنازہ اٹھے اور میں بھی ان لوگون میں تھا اتنے میں ایک شخص نے میرے دونوں مونڈھے پکڑکر مجھکو ڈرایا میں نے جو پیچھے پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے انھوں نے کلمات رحم حضرت عمرؓ پر کہا اور فرمایا کہ تمنے اپنے بعد کسی کو ایسا نہ چھوڑا کہ مجھکو اس جیسا عمل کرکے مرنا محبوب ہو بجز تمہارا ہی سا عمل کرکے خدا سے تم سے ملنا مجھکو پسند آتا ہے اور قسم ہے خدا کی کہ مجھکو گمان غالب تھا کہ اللہ تعالی تمکو تمہارے دونوں یارون کے ساتھ کریگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ میں اکثر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اور ابوبکر اور عمر گئے اور میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نکلے اور میں اور ابوبکر اور عمرؓ اندر آئے جب ہر ایک بات میں اسیطرح فرماتے تھے تو مجھکو توقع اور گمان غالب تھا کہ اللہ تعالی تمکو تمہارے دونوں یارون کے ساتھ کردے گا۔

وفات حضرت عثمانؓ کی

حدیث آپ کی شہادت کی مشہور ہے اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھرے ہوئے تھے تو میں آپ کے سلام کو آیا اور ان کے پاس اندر گیا آپنے فرمایا کہ بھائی خوب ہوا تم آئے آج رات میں نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اس نابدان میں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے عثمان تجھے لوگون نے گھیر لیا میں نے عرض کیا کہ ہاں پھر فرمایا کہ تجھے پیاسا رکھا

۱۷۶ ابوبکر اخوی در کتاب الشریعہ بروایت ابی ابن کعب بسند ضعیف اور اسکو ابن جوزی نے موضوعات میں نقل کیا ہے ۱۲ ۳۷ بخاری و مسلم میں یہ تمام حدیث مروی ہے ۱۲

ع۵ سے فی الاصل یصلون الخ یعنی دعا اور استغفار کرتے تھے ۱۲

مین نے عرض کیا کہ ہان پھر آپ نے ایک ڈول پانی کا لٹکا دیا مین نے اس مین سے پانی پیٹ بھر کر پیا یہانتک کہ اسکی ٹھنڈک اپنی چھاتیون اور مونڈھون مین پاتا ہون اور فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھکو مدد ملے ان پر غالب ہو جیسا اور چاہے تو ہمارے پاس افطار کر مین نے آپ ہی کے پاس افطار کرنا پسند کر لیا پس آپ کی شہادت اسی روز ہوئی اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان لوگون سے پوچھا جنھون نے حضرت عثمان کو زخمی ہونے پر خون مین تڑپتے دیکھا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے خون مین لوٹنے کے وقت کیا فرمایا تھا لوگون نے کہا کہ ہم نے سنا تھا کہ یون فرماتے تھے الہی امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کر یعنے اتفاق ان مین عنایت فرما یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کے تعالیٰ کی اگر وہ دعا مانگتے کہ کبھی ان مین اتفاق نہو تو قیامت تک اتفاق نہوتا اور ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہین کہ جسوقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکان کے اوپر سے لوگون کیطرف نیچے کو دیکھا تھا مین بھی موجود تھا آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس ان دونون شخصون کو لاؤ جنھون نے تمکو یہان لا کر جمع کیا ہے وہ دونون بلائے گئے تو ایسے آئے جیسے دو اونٹ یا دو گدھے آتے ہین پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگون کیطرف دیکھکر فرمایا کہ مین تم کو خدا تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہے کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تھے تو مدینے مین میٹھا پانی بجز چاہ رومہ کے اور جگہ نہ تھا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ہے کہ اس کنوئین کو خرید کر اپنا ڈول مسلمانون کے ڈول کے ساتھ اسمین ڈالے اور جنت مین اس سے بہتر پاوے پس مین نے خاص اپنے مال سے اسکو مول لیا اور تم آج اسکا پانی مجھے نہین پینے دیتے ہو دریا کا پانی پینے دیتے ہو لوگون نے کہا کہ یہ درست ہے آپ نے فرمایا کہ مین تم سے بقسم پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہے کہ مین نے مفلس لشکر کو سامان لڑائی کا دیا تھا لوگون نے کہا کہ ہان دیا تھا آپ نے فرمایا کہ مین بقسم پوچھتا ہون کہ تم جانتے ہو کہ مسجد نمازیون سے تنگی کرتی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو فلان لوگون کی زمین خرید کر مسجد بڑھا دے اور اسکی بہتر جنت مین پاوے تو مین نے خاص اپنی گرہ سے اسکو خریدا اور تم آج مجکو اسمین دو رکعت نماز پڑھنے سے مانع ہو لوگون نے کہا کہ درست ہے آپ نے فرمایا کہ مین تم سے بقسم پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ مین جبل ثبیر پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مین تھا اتنے مین پہاڑ نے حرکت کی یہانتک کہ اسکے پتھر نیچے کو گر پڑے آپ نے اسکے ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر جا اے ثبیر کہ تیرے اوپر صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہین لوگون نے کہا آپ بجا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی ان لوگون نے میری گواہی دی مین بیشک شہید ہون اور ایک شیخ ضبہ مین سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جسوقت زخمی کیا اور خون آپ کی ریش مبارک پر بہتا تھا آپ اسوقت فرماتے تھے کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین الہی ان لوگون کے ہاتھ سے مین تجھی سے انتقام چاہتا ہون اور اپنے سب کامون مین تجھی سے مدد چاہتا ہون اور جس امر مین تو نے مجکو مبتلا کیا ہے اسپر تجھی سے درخواست صبر کی کرتا ہون

وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

اصبغ حنظلی کہتے ہین کہ جب وہ رات ہوئی جسکی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے ہین تو آپ لیٹے ہوئے تھے ابن تیاح فجر کیوقت آپ کے پاس آئے اور نماز فجر کے لیے عرض کیا آپ نے تاخیر کی اور لیٹے رہے دوبارہ وہ پھر آئے پھر آپ نے دیر کی جب تیسری بار آئے تو آپ اٹھکر چلے اور ایک قطعہ پڑھتے تھے جسکا مضمون یہ ہے ؎ موت کی تیاری کر آئیگی وہ ہیگمان ؛ موت سے گھبرائے مت جب ہو تری مہمان ؛ جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہونچے تو ابن ملجم خبیث نے آپ پر حملہ کرکے مار ڈالا حضرت ام کلثوم آپ کی بیٹی باہر نکلین اور کہنے لگین کہ صبح

کی نماز کو کیا ہوا ہے کہ میرے شوہر حضرت عمرؓ بھی اسی نماز میں شہید ہوئے اور میرے باپ بھی اسی نماز میں اور قریش کا ایک بوڑھا آدمی
کہتا ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ میرا مطلب حاصل ہوا۔ اور حضرت
محمد بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب آپ زخمی ہوئے تو اپنے لڑکوں کو وصیت کی اور پھر مرتے دم تک بجز لا الٰہ الا اللہ کے اور کچھ نہ بولے
اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام موت کے قریب ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا کہ بھائی تم کیوں گھبراتے ہو تم
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی بن ابی طالبؓ سے ملوگے وہ دونوں تمہارے باپ ہیں اور خدیجہ بنت خویلدؓ اور فاطمہ زہراؓ سے ملوگے
وہ دونوں تمہاری ماں ہیں اور حمزہ اور جعفرؓ سے لوگے وہ دونوں تمہارے چچا ہیں حضرت حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی میں ایسے معاملے
سے ملونگا کہ اس جیسے سے کبھی نہیں ملا اور حضرت محمد بن حسینؓ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آگھیرا تو آپ کو
یقین ہوا کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے تو اپنے یاروں میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے فرمایا کہ جو کچھ حال ہو رہا ہے تم دیکھتے
ہی ہو دنیا بدل گئی اور انجان ہو گئی سلوک نے منھ موڑ لیا دنیا اتنی رہ گئی ہے جیسے برتن میں پانی کی تری تو اب ایسی زندگی ناگوار سے مجکو موت
ہی پسند ہے کیا دیکھتے نہیں کہ حق بات پر عمل اور باطل سے باز رہنا اسی لیے ہے کہ ایماندار خدا کے تعالیٰ سے ملنے کی رغبت کرے اور مجکو موت
ہی سعادت معلوم ہوتی ہے اور ان ظالموں کے ساتھ زندگی محرومی جانتا ہوں

پانچویں فصل

ان اقوال کے ذکر میں جو موت کے وقت خلفا اور امرا اور صالحین نے فرمائے ہیں جب امیر معاویہؓ کی وفات قریب ہوئی تو کہا
کہ مجکو بٹھلا دو لوگوں نے بٹھلا دیا آپ نے خدا کے تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر شروع کیا پھر روئے اور کہا اے معاویہؓ بڑھاپے اور شکستگی کے وقت
خدا کے تعالیٰ کا ذکر سوجھا اسکا وقت تو جب تھا جب شاخ جوانی تر و تازہ تھی یہ کہکر اور زیادہ روئے تا آنکہ آواز رونے کی بلند ہوئی اور کہا کہ الٰہی
اس بوڑھے کمبخت دل سخت پر رحم فرما یا الٰہی لغزش سے درگذر اور خطا کو معاف کر اور اپنے حلم سے اس شخص کو اپنی طرف کھینچ لے جو تیرے سوا
کسی کی توقع نہیں رکھتا نہ غیر پر اعتماد کرے اور ایک بوڑھا شخص قریش میں سے بیان کرتا ہے کہ ان کے مرض موت میں لوگوں کے ساتھ میں بھی ان کے
پاس گیا تھا لوگوں نے انکے بدن میں جھریاں دیکھیں انھوں نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ دنیا سب کی سب وہی ہے جو ہم آزما اور دیکھ چکے آگاہ ہو کہ ہماری تونگری
اور عیش سے لذت یابی کے باعث دنیا کی رونق ہمارے سامنے ہوئی اور ابھی جھنے نہ پائی تھی کہ دنیا نے اسکو ہر ایک حال میں توڑ ڈالا ہے اور رسی کے
بعد رسی کاٹ دی اب دنیا ایسی ہو گئی کہ ہمکو کھنڈر پیچھے چھوڑ گئی اور ملامت کرنے لگی تو تف ہے ایسے گھر پر اور تھوک ہے ایسی دنیا پر اور روایت ہے کہ آخر
خطبہ جو امیر معاویہؓ نے پڑھا یہ تھا کہ لوگو جو کھیتی کرتا ہے سو کاٹتا ہے اور میں تمہارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تم پر ہوگا وہ مجھسے برا ہی ہوگا جیسے مجھسے
پیشتر کے حاکم مجھ سے بہتر تھے اور اے یزید جب میری موت ہو جاوے تو مجکو کسی ہوشیار عاقل سے نہلوانا کہ عاقل خدا کے تعالیٰ کے نزدیک
مرتبہ رکھتا ہے اس سے کہیو کہ غسل اچھی طرح دے اور اللہ اکبر پکار کر کہے پھر دیکھنا کہ خزانے میں ایک رومال ہے اسمیں ایک کپڑا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے کپڑوں میں سے اور کچھ ریزے آپ کے بالوں اور ناخنوں کے رکھے ہیں تو ریزوں کو لیکر میری ناک اور منھ اور کان اور آنکھ میں رکھنا
اور کپڑے کو کفنوں کے اندر میرے بدن پر رکھدینا اور اے یزید خدا کے تعالیٰ کا حکم ماں باپ کے باب میں یاد رکھنا اور جب تم لوگ مجکو میرے
نئے کپڑوں یعنی کفن میں لپیٹ چکو اور میری قبر میں رکھ چکو تو معاویہ کو اور ارحم الراحمین کو تنہا چھوڑ دینا۔ اور محمد بن عقبہؓ

کہتے ہین کہ جب امیر معاویہ رضہ پر موت آئی تو کہنے لگے کہ کیا خوب ہوتا کہ مین ایک شخص قریش کا بھوکا ہوتا اور امر خلافت مین سے کسی چیز کا مالک نہوتا اور جب عبدالملک بن مروان کی وفات قریب ہوئی تو ایک دھوبی کو دیکھا کہ دمشق کے اطراف مین کپڑے کو اپنے ہاتھ مین لپیٹ کر پتھر پر مار رہا ہو عبدالملک نے کہا کہ بخدا خوب ہوتا جو مین دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہر روز کھایا کرتا اور معاملات دنیا مین سے کسی چیز کا والی نہ ہوتا یہ بات ابو حازم رحمہ نے سنی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اسنے ان حکام کو ایسا بنایا کہ اپنے مرنے کے وقت اس حال کی تمنا کرتے ہین جس مین ہم ہین اور ہمکو جب موت آتی ہو تو ہم ان کے احوال کی تمنا نہین کرتے اور کسی نے عبدالملک سے اسکے مرض موت مین پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو اسنے کہا کہ مین ایسا پاتا ہون جیسا خدائے تعہ فرماتا ہو ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرة وترکتم ما خولناکم وراء ظهورکم فاطمہ بنت عبدالملک جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی بی بی تھین کہتی ہین کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح اپنے مرض موت مین دعا مانگا کرتے کہ الٰہی میری موت کو لوگون پر ظاہر مت کر گو دن مین سے ایک ہی گھڑی کے لیے ظاہر نہو پس جس روز کہ آپ کی وفات ہوئی مین انکے پاس سے اٹھکر ایک اور گھر مین چلی گئی کہ مجھ مین اور آپ مین ایک دروازہ حائل تھا اور آپ اپنے ایک برج مین رہے مین نے سنا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین پھر ساکت ہوے جب مجکو نہ آپ کی کچھ آواز معلوم ہوئی نہ آہٹ تو مین نے آپکے ایک غلام کو بھیجا کہ دیکھنا آپ کیا سوتے ہین جب وہ آپ کے پاس گیا تو چیخ ماری مین جھپٹی دیکھا تو آپ مر چکے ہین غرضکہ خدائے تعہ نے آپ کی دعا قبول کی کہ کچھ دیر تک آپ کی موت ظاہر نہوئی۔ اور ان سے مرنے سے پیشتر کسی نے سوال کیا کہ اسے امیر المومنین کچھ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ مین تمکو اپنے اس حال سے ڈراتا ہون کہ تمکو بھی ایک روز ایسا ہی ہوتا ہو اور منقول ہو کہ جب آپ سخت بیمار ہوے تو آپکے واسطے ایک طبیب بلایا گیا اسنے آپ کا حال دیکھکر کہا کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے اور ان کی موت سے مین مامون نہین آپ نے اپنی آنکھ اوپر کو اٹھا کر طبیب سے فرمایا کہ جسکو زہر نہین دیا جاتا اسکی موت سے بھی تو تم مامون نہین اسنے پوچھا کہ اب زہر کا اثر معلوم بھی ہوا آپ نے فرمایا کہ جب زہر میرے پیٹ مین پڑا تھا جبھی مجکو معلوم ہو گیا تھا اسنے کہا کہ پھر آپ علاج کیجیے ورنہ مجکو خوف ہو کہ آپ کی جان جاتی رہیگی آپ نے فرمایا کہ جان میری پروردگار کے پاس جائے گی جو سب سے بہتر جانے کی جگہ ہے بخدا کہ اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لو کے پاس ہے تو اپنا ہاتھ کان تک اٹھا کر اسکو نہ لیتا الٰہی عمر کے لیے اپنی ملاقات مین خیر کر اسکے بعد آپ تھوڑے ہی دنون مین راہی ملک بقا ہوے اور روایت ہو کہ جب آپ کی موت قریب پہونچی تو روئے کسی نے کہا کہ اسے امیر المومنین رونے کا کیا مقام آپ کو مژدہ ہو کہ خدائے تعہ نے آپ کے باعث بہت سی سنتون کو زندہ کیا اور عدل ظاہر فرمایا آپ نے رو کر فرمایا کہ کیا مین میدان محشر مین کھڑا نہین کیا جاؤنگا اور اس خلق کے باب مین پوچھا نہ جاؤنگا بخدا کہ اگر مین بالکل عدل ہی کرتا جب بھی اپنے نفس سے خوف تھا کہ خدائے تعہ کے سامنے اپنی حجت پیش نہ کر سکیگا مگر یہ کہ خدائے تعہ ہی اسکو تعلیم فرما دے اور جس صورت مین کہ اکثر عدل ہم سے تلف ہو گیا ہو تو اب نہایت خوف کا مقام ہے یہ کہکر بہت روئے اور اسکے بعد بہت کم جیے اور منقول ہے کہ مرنے کے وقت آپ نے فرمایا کہ مجکو بٹھلا دو لوگون نے بٹھلا دیا آپ نے فرمایا کہ الٰہی مین وہ ہون کہ تو نے حکم کیا مین نے اسکی بجا آوری مین کوتاہی کی اور تو نے منع کیا تو مین نے نہ مانا یہ جملے تین بار فرما کر کہا کہ لیکن لا الہ الا اللہ یعنے توحید مین مین نے

کوتاہی نہین کی پھر آپ نے سر اٹھا کر تیز نگاہ سے دیکھا لوگون نے جو سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ لوگ موجود دیکھتا ہون کہ نہ وہ آدمی ہین نہ جن پھر آپ کی وفات ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ اور خلیفہ ہارون رشید کے حال مین لکھتے ہین کہ انھون نے مرنے کے وقت اپنا کفن اپنے ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا اور اسکو دیکھ کر کہتے تھے مآ اغنی عنی مالیہ ہلک عنی سلطانیہ اور راستون راکھ بچھا کر اسپر لیٹ رہے اور کہتے تھے کہ اے وہ شخص جس کی سلطنت کبھی نجاوے گی تو اس شخص پر رحم کر جسکا ملک جاتا رہا اور معتصم باللہ اپنی موت کیوقت کہتے تھے کہ اگر مین جانتا کہ میری عمر تھوڑی ہی ہے تو جو کچھ مین نے کیا ہرگز نہ کرتا اور منتصر اپنی موت کے وقت بہت مضطرب تھے لوگون نے کہا کہ آپ کو کچھ خطرہ نہین گھبرائیے نہین کہا کہ اتنا ہی ہے کہ دنیا گئی اور آخرت آ پہونچی اور عمرو بن عاص نے اپنے بیٹون سے موت کیوقت صندوقون کو دیکھکر کہا کہ ان کو مع ان کے اندر کی چیز کے کون لیگا کاش ان مین مینگنیان ہوتین اور حجاج بن یوسف نے مرتے دم کہا کہ الٰہی تو میری مغفرت فرما کہ لوگ یون کہتے ہین کہ تو میری مغفرت نہین کریگا حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حجاج کی تقریر اچھی معلوم ہوا کرتی اور اسپر غبطہ کیا کرتے اور جب یہ حال حضرت حسن بصری رحمہ سے کہا گیا تو آپ نے کہا کہ کیا حجاج نے یون ہی کہا تھا لوگون نے کہا ہان آپ نے فرمایا کہ تو کیا عجب کہ خدائے تعالیٰ اسکے حال پر رحم کرے :

اب اقوال خاص لوگون کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اہل تصوف رضی اللہ عنہم اجمعین کے لکھے جاتے ہین جب حضرت معاذ رضی کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھسے توقع رکھتا ہون الٰہی تو جانتا ہے کہ مین دنیا کو اور اس مین بہت جینے کو اسلیے پسند نہین کرتا تھا کہ نہرین جاری کرون یا درخت لگاؤن بلکہ گرمیون کے دوپہرین پیاسا رہنے اور زمانے کی آفات سہنے اور ذکر کے حلقون مین دوزانو علما کے پاس بیٹھنے کے لیے پسند کرتا تھا اور جب آپ پر جانکنی کی شدت ہوئی اور ایسی سختی ہوئی کہ اور کسی پر نہوئی تھی تو جب آپ بیہوشی سے افاقہ پاتے تھے اپنی آنکھ کھولدیتے تھے اور فرماتے تھے کہ الٰہی تو جتنا چاہے میرا گلا گھونٹ لے قسم ہے تیری عزت کی کہ میرا دل تجھسے محبت رکھتا ہے۔ اور جب حضرت سلمان فارسی رض نے سفر آخرت کی تیاری فرمائی تو روئے لوگون نے سبب گریہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ دنیا پر اضطراب کی راہ سے نہین رویا بلکہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسے اقرار لیا تھا کہ مقدار زاد دنیا مین ہم مین سے کسی کے لیے اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے جب آپ کی وفات ہوئی تو جتنا کچھ چھوڑا تھا اسکو جو دیکھا گیا تو کل کی قیمت چند اوپر دس درم یعنے چار روپیہ کے قریب تھی اور جب حضرت بلال رض کے کان مین موت کی اذان کی آواز پہونچی تو ان کی بی بی نے کہا کہ ہائے کیسا غم ہے انھون نے فرمایا کہ نہین بلکہ واہ کیسی خوشی ہے کہ کل کو ہم اپنے دوستون محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملینگے اور منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رض مرنے کے وقت آنکھین کھولکر ہنس پڑے اور فرمایا لمثل ہذا فلیعمل العاملون اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ کو جب موت قریب ہوئی تو رودئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین خدائے تعالیٰ کے ایلچی کا منتظر ہون کہ مجکو بشارت جنت کی دیتا ہے یا دوزخ کی اور جب ابن منکدر رحمہ کی وفات قریب ہوئی تو روئے اور ان سے گریہ کا باعث پوچھا گیا فرمایا کہ مین کسی ایسے گناہ کے لیے نہین روتا کہ مجکو اسکے ارتکاب کا یقین ہو بلکہ یہ خوف ہے کہ کہین مین نے کوئی کام کیا ہو اور اپنی دانست مین اسکو ہلکا سمجھا ہو اور وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو اور عامر بن عبدالقیس کی جب وفات پہونچی تو روئے پوچھا گیا کہ کیون روتے ہو فرمایا کہ نہ مین موت سے

گھبراکر روتا ہون نہ دنیا پر حریص ہوکر بلکہ جو چیز کہ اب مجھسے چھوٹ جائیگی یعنے دوپہر کی پیاس اور جاڑون کی رات کو جاگنا اسکے لیے روتا ہون اور جب حضرت فضیل رح کی وفات پہونچی تو بیہوش ہوگئے پھر آنکھین کھولکر فرمایا کہ افسوس اتنا بڑا سفر اور اتنا تھوڑا توشہ اور جب حضرت عبداللہ بن مبارک کی موت قریب ہوئی اپنے غلام نصر سے فرمایا کہ میرا سر مٹی پر رکھدے نصر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ تو کیون روتا ہے اس نے کہا کہ مجکو آپکی آسائش اور عیش یاد آتی ہے اور اب آپ فقیر اور محتاج ہوکر مرتے ہین آپ نے فرمایا کہ چپ رہ مین نے خدا سے تو یہ درخواست کی کہ زندگانی میری تونگرون کی سی کرے اور موت فقیرون کی سی عنایت فرماوے پھر فرمایا کہ میرے سامنے تلقین کے لیے کلمہ پڑھنا مگر جبتک میری زبان سے دوسری بات نہ نکلے تب تک دوسری بار مت کہنا اور عطاء بن یسار رح کہتے ہین کہ ایک شخص کے سامنے شیطان مرنے کے وقت ظاہر ہوا اور اس سے کہا کہ تو بچ گئے اسنے جواب دیا کہ مین ابھی تک تجھسے مامون نہین۔ اور بعض اکابر موت کے وقت روئے لوگون نے موجب پوچھا فرمایا کہ ایک آیت کلام مجید کی رلاتی ہے انما یتقبل اللہ من المتقین اور حضرت حسن رح ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے کہ نزع کے حال مین تھا فرمایا کہ جس کام کی ابتدا یہ ہو اسکی انتہا سے ڈرنا چاہیے اور جسکی انتہا یہ ہو اسکی ابتدا کو ترک کرنا چاہیے۔ اور جریری کہتے ہین کہ حضرت جنید رح کی نزع کے وقت مین انکے پاس تھا وہ دن جمعہ کا اور نوروز سال تھا آپ کلام اللہ پڑھتے تھے اور اسی حالت مین ختم کرلیا مین نے عرض کیا کہ اس حالت مین آپ نے ختم کیا آپ نے فرمایا کہ میرے شروع کیے ہوئے کو پورا کرنے کا مستحق مجھسے زیادہ اور کون تھا کہ اسوقت میرے نامۂ اعمال تہ ہوتے ہین اور رویم کہتے ہین کہ مین حضرت ابوسعید خراز کی وفات کے وقت موجود تھا وہ چند اشعار پڑھ رہے تھے جنکا ترجمہ یہ ہے ؎

ذکر کا ہر عارفون کے دل کو ہر دم اشتیاق
نشے مین متوالے جیسے جاتے ہین سب بھول بھال
تن تو ہین انکے زمین پر لشتہ اسکے عشق سے

اور مناجاتون مین انکو راز کی ہے قیل و قال
فکر انکی ایسے میدان مین کرے جولانیان
پردہ ہاے غیب مین اوپر کو ہر روحون کی چال
کچھ ضرر ریکیون نہو انکو نہین ہوتا ملال

پیتے ہی جام فنا وہ بھول دنیا کو گئے
ہو محبون کا جہان روشن ستارونکا سا حال
دم نہین لیتے مگر جس جا ہے ہر نزدیک دوست

اور حضرت جنید رح سے جو کہا گیا کہ ابوسعید خراز رح پر مرنے کے وقت حال بہت تھا آپ نے فرمایا کہ اگر ان کی روح اشتیاق ہی کے مارے اڑ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح سے کہا گیا کہ آپ کیا چاہتے ہین فرمایا کہ یہ تمنا ہے کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے اسکو پہچان لون اور کسی بزرگ سے نزع کے وقت کہا گیا کہ کہو اللہ اسنے کہا کہ تم کبتک کہے جاؤگے مین تو اسی اسم ذات سے جلا جاتا ہون اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ممشاد دینوری کی خدمت مین تھا کہ اتنے مین ایک فقیر آیا اور السلام علیکم کہکر پوچھا کہ یہان کوئی صاف وشستہ جگہ ہے جس مین آدمی مر سکے لوگون نے اسکو ایک جگہ بتائی کہ پانی کے کنارے پر تھی اس فقیر نے تازہ وضو کیا اور کچھ رکعتین پڑھین بعد اسکے اس جگہ مین گیا اور پانون پھیلاکر مرگیا۔ اور ابوالعباس دینوری رح اپنی مجلس مین کچھ فرما رہے تھے کہ ایک عورت کو حال آیا اور چیخ ماری آپ نے اسکو فرمایا کہ مرجا وہ عورت اٹھی اور دروازے تک پہونچکر آپکی طرف کو مڑکر دیکھا اور کہا کہ لو مین مرگئی اور مردہ ہوکر گر پڑی اور فاطمہ ہمشیرہ ابو علی رودباری کی فرماتی ہین کہ جب میرے بھائی کی موت قریب ہوئی تو انکا سر میری گود مین تھا انھون نے آنکھین کھولکر فرمایا کہ

ہے آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنتین آراستہ ہوئین اور یہ ایک کہنے والا کہ رہا ہے کہ اے ابو علی ہم نے تجکو غایت مرتبہ پر پہونچا دیا اگرچہ تیرا ارادہ نہو پھر آپ نے ایک قطعہ پڑھا جسکا مضمون یہ ہے **قطعہ** تیم الفت مین ڈالونگا کسی پر بخدا ؛ جبتلک مجھکو نہ دکھلاوے گا تو اپنا جمال ؛ چشم بیمار سے دیتا ہے تو تکلیف مجھے ؛ رخ جو گلگون ہے حیا سے وہ مجھی پر ہے لال ؛؛ اور حضرت جنید رح سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو آپ نے فرمایا کہ مین اسکو بھولا تھوڑا ہی ہون جو یاد کرون اور جعفر بن نقیر نے بکران دینوری حضرت شبلی رح کے خادم سے پوچھا کہ ان کے مرنے کے وقت تمنے کیا حال دیکھا بکران نے کہا کہ حضرت شبلی رح نے یہ فرمایا کہ میرے اوپر ایک شخص کا ایک درم ہے جو ظلماً اس سے میرے پاس آ یا تھا ہر چند مین نے اس شخص کیطرف سے ہزارون صدقے دے ڈالے ہین مگر میرے دل پر اس سے بڑھکر کوئی شغل نہین پھر فرمایا کہ نماز کے لیے مجکو وضو کرادے مین نے وضو کرایا۔ اور ڈاڑھی کا خلال بھول گیا آپ کی زبان بند تھی میرا ہاتھ پکڑ کر ڈاڑھی مین دیدیا پھر وفات پائی جعفر روئے اور کہا کہ ایسے شخص کے باب مین تم کیا کہتے ہو کہ آخر عمر مین بھی ان سے ایک مستحب شریعت کا چھوٹنے نہ پایا۔ اور بشر بن الحارث رح سے مرنے کے وقت کہا گیا اسوقت کہ آپ کو سختی بہت تھی کہ تمکو زندگی محبوب ہے جو موت سے ایسے چین بجبین ہو انھون نے فرمایا کہ نہین بلکہ خدا تعالے کے پاس جانا بہت مشکل کام ہے اور صالح بن مسمار سے کسی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے اور کنبے کے باب مین کچھ وصیت کر جاؤ انھون نے کہا کہ مجھے خدا تعالے سے شرم آتی ہے کہ انکے باب مین اسکے سوا کسی اور کو وصیت کرون اور جب حضرت ابو سلیمان دارانی کو حالت نزع ہوئی تو انکے یاران طریقت انکے پاس آئے اور کہا کہ مژدہ ہو کہ آپ رب غفور رحیم کے پاس جاتے ہین آپ نے فرمایا کہ یون کیون نہین کہتے کہ ڈرو اسلیے کہ اب ایسے پروردگار کے سامنے جاتے ہو کہ چھوٹے گناہون کا حساب لیگا اور بڑے گناہون پر عذاب دے گا۔ اور جب ابو بکر واسطی رح کی جان نکلنے لگی لوگون نے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالے کا مقصود جو تم سے ہے اسکا لحاظ رکھو۔ اور کسی بزرگ کو نزع شروع ہوا تو انکی بی بی رونے لگی پوچھا کہ کیون روتی ہے اس نے کہا کہ تمہارے اوپر روتی ہون انھون نے کہا کہ اگر رونا ہے تو اپنے نفس پر رو مین تو اس دن کے لیے چالیس برس رو چکا ہون۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین سری سقطی رح کی عیادت کو انکے مرض موت مین گیا اور پوچھا کہ کیا حال ہے آپ نے اس مضمون کا شعر پڑھا ؎ چگونہ شکوہ حالم کنم بنزد طبیب ؛ کہ انچہ بر من مسکین رسیدہ است از دوست ؛ مین نے پنکھا لیکر چاہا کہ آپ پر ہوا کرون آپ نے فرمایا کہ پنکھے کی ہوا اس شخص کو کیسے معلوم ہوگی جس کا دل جل رہا ہے پھر کچھ شعر پڑھے جنکا مطلب یہ تھا **اشعار**

آنکھ سے آنسو چلے آتے ہین دل مین آگ ہے
شوق سے ہو ناک مین دم اور قلق ہووے مزید
کرب تو ہے پاس میرے صبر ہے مجھسے بعید
یا الٰہی گر کشایش ہے کسی شے مین مری
کیسے راحت ہو اُسے جسکو کہ ہووے اضطراب
جبتلک مجھ مین رمق ہے کر اسے مجھپر پدید

اور روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت شبلی رح کے یارون مین سے موت کیوقت انکے پاس گئے اور کہا کہ کہو لا الہ الا اللہ انھون نے یہ قطعہ پڑھا ؎ جس گھر مین کہ تو مقیم ہووے ؛ وان شمع کی کچھ نہین ہے حاجت ؛ بس ہے یہ ہمین تیری ذات مامول ؛ جسدن کرین پیش لوگ حجت ؛؛ اس حال سے چاہون گر کشایش ؛ وہ دن نہ کرے خدا عنایت ؛؛ اور روایت ہے کہ ابو العباس بن عطاء حضرت جنید رض کے پاس ان کے نزع کے وقت گئے اور سلام کیا انھون نے اسوقت جواب نہ دیا پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا کہ مجھکو معذور رکھو کہ مین اپنے

وظیفے مین مشغول تھا پھر قبلہ کیطرف منھ پھیر کر اللہ اکبر کہا اور رخصت ہوئے۔ اور کتانی رح سے کسی نے مرتے وقت کہا کہ آپ کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر میری موت نزدیک نہ ہوتی تو مین ہرگز نہ تبلاتا مین اپنے دل کے دروازے پر چالیس برس کھڑا رہا جب اس مین بغیر اللہ آتا تو مین اسکو اسکے پاس سے ہٹا دیتا اور معمر کہتے ہین کہ جب حکم بن عبدالملک کو موت آئی تو مین بھی وہان موجود تھا مین نے کہا کہ الٰہی تو اس شخص پر موت کی سختیون کو آسان فرما کہ یہ شخص چنین اور چنان تھا اسکی بہت سی خوبیان بیان کین ان کو جو ہوش آیا تو پوچھا کہ کون بولتا تھا مین نے کہا کہ مین فرمایا کہ ملک الموت مجھ سے کہتے ہین کہ مین ہر سخی پر نرمی کرتا ہون یہ کہکر چل بسے اور جب یوسف بن اسباط کی وفات قریب ہوئی تو حضرت حذیفہ رض ان کے پاس گئے دیکھا تو قلق اور اضطراب بہت ہے پوچھا کہ اے ابو محمد یہ وقت گھبرانے کا ہے انھون نے فرمایا کہ مین کیسے نہ گھبراؤن کہ مین یقیناً جانتا ہون کہ اپنے کسی عمل مین مین نے خدائے تعالے کی تصدیق نہین کی حذیفہ رض نے فرمایا کہ اس نیک مرد سے بڑا تعجب ہے کہ مرنے کے وقت حلف کرتا ہے کہ اپنے کسی عمل مین خدا سے تم کی تصدیق نہین کی اور معاذلی رح کہتے ہین کہ مین اس جماعت والون مین سے ایک بوڑھے کے پاس گیا جو مرض موت مین تھا اسکو سنا کہ کہتا تھا کہ الٰہی تجھ سے سب کچھ کرنا ممکن ہے تو میرے حال پر رحم فرما۔ اور بعض اکابر ممشاد دینوری کے پاس نزع کی حالت مین گئے اور ان کے واسطے دعا کی کہ خدائے تعالے آپ کے ساتھ ایسا ویسا سلوک فرماوے وہ ہنس پڑے پھر فرمایا کہ تیس برس سے جنت مع اسکے اندر کی چیزون کے میرے سامنے کی جاتی ہے مین نے نظر بھر کے بھی اسکو نہین دیکھا اور رویم رح سے مرتے دم کہا گیا کہ کہو لا الٰہ الا اللہ انھون نے کہا کہ مین اس سے بہتر اور کوئی چیز نہین کہ سکتا اور جب سفیان ثوری رح کی وفات آئی تو ان سے کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو انھون نے فرمایا کہ کیا وہان اور کوئی بات نہین اور مزنی رح حضرت امام شافعی رح کی مرض موت مین ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیسے صبح کی فرمایا کہ اسطرح صبح کی کہ دنیا سے رحلت کرتا ہون اور بھائیون سے مفارقت اور اپنے اعمال بد سے ملاقات کرتا ہون اور جام موت کو پیتا ہون اور خدائے تعالے کے پاس جاتا ہون یہ معلوم نہین کہ میری روح جنت مین جاویگی کہ اسکی تہنیت اسکو دون یا دوزخ مین جاوے گی کہ ماتم پرسی کرون پھر یہ اشعار پڑھے ؎

سخت جب میرا ہوا دل اور ہوئین سب راہین بند | کر دیا اپنی رجا کو زینہ تیرے عفو کا
عفو کے تیرے مقابل عفو ہی اعظم رہا | تو ہمیشہ مغفرت کرتا ہی بندون کے گناہ
اپنے جرمون کو بڑا سمجھا تھا مین پر جب کیا | اپنے جود و عفو و احسان و کرم سے اے خدا
گر نہوتا تو تو عابد تھا نڈر ابلیس سے | اب تو تیرے ہی صفی آدم کو اسنے چل دیا

اور جب احمد بن خضرویہ پر نزع کا عالم ہوا تو کسی نے ایک مسئلہ پوچھا انکی آنکھون مین آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ بیٹا ایک دروازے کو مین پچانوے برس سے کھٹکھٹاتا تھا وہ اب کھلیگا مجھے معلوم نہین کہ سعادت پر کھلیگا یا میری بدبختی پر تو مجھے جواب کی مہلت کہان ہے یہ ہین صلحا کے اقوال اور جیسے ان لوگون کے حال مختلف تھے ویسے ہی اقوال بھی مختلف ہین بعضون پر خوف غالب تھا اور بعضون پر رجا اور بعضون پر شوق اور محبت پس ہر ایک نے اپنے مقتضائے حال کے موافق گفتگو کی ہے اور سب کے اقوال انکے حالات کی نسبت کر درست و بجا ہین ؀

بالکلیہ قبضہ قدرت مین ہون مین تو سراپا اسی کا ہو رہا ہون دوسری کوئی بات ہی نہین باقی ہے

چھٹی فصل ان اقوال کے بیان میں جو عارفون نے جنازے اور قبرستان پر کہے ہین اور زیارت قبرون کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

بیان اوّل جنازے سے عبرت پکڑنے مین۔ واضح ہو کہ عاقل کے لیے جنازہ بھی عبرت اور تنبیہ کی چیز ہے اور غفلت والون کو اُسکے دیکھنے سے بجز دل کی سختی کے اور کچھ نہین بڑھتا اسلیے کہ انکو گمان ہو کہ ہم ہمیشہ اورون ہی کے جنازے دیکھین گے یہ نہین جانتے کہ ہم بھی بیشک چارپائی پر اٹھائے جاوینگے یہ انکا صرف وہم ہی ہو چند روز بعد کچھ نہ بن پڑیگا اور یہ نہین سوچتے کہ جتنے چارپائی پر اٹھائے جاتے ہین سب یہی جانا کرتے تھے مگر انکا خیال باطل نکلا اور جلدی ہی انکی مدت پوری ہو گئی پس ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ جب جنازہ دیکھے تو اپنے آپ کو فرض کرے کہ اسمین مین ہون اسلیے کہ آخر عنقریب یون ہی ہونا ہی شاید دوسرے یا تیسرے دن ہو اور روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رض جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ چلو ہم بھی تمہارے پیچھے ہین اور مکحول دمشقی جب جنازہ دیکھتے تو کہتے کہ تم صبح کو جاتے ہو تو ہم شام کو جائینگے نصیحت کامل ہے اور غفلت جلد آتی ہے پہلا جاتا ہے اور پچھلے کو عقل نہین اور اسید بن حضیر کہتے ہین کہ مین کسی جنازے پر ایسی طرح نہین گیا کہ میرے جی مین اسکے سوا کچھ اور گذرا ہو کہ اس مردے کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور اسکا انجام کیا ہونا ہے اور جب کہ مالک بن دینار رح کے بھائی کا انتقال ہوا تو وہ اُسکے جنازے کے ساتھ نکلے اور روکر کہتے تھے کہ بخدا میری آنکھ ٹھنڈی نہو گی جبتک یہ نہ جانون گا کہ تیرا مآل کہان ہوا اور یہ بات زندگی بھر نہ جانون گا اور اعمش کہتے ہین کہ ہم جنازون پر حاضر ہوتے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ تعزیت کس شخص سے کرین اسلیے کہ سب کو غم یکسان ہوتا تھا اور ثابت بنانی رح کہتے ہین کہ ہم جنازون مین شریک ہوتے تھے تو بجز منھ ڈھانپ ڈھانپ رونے والون کے اور کسی کو نہین دیکھتے تھے غرضکہ اکابر کا دستور موت سے ڈرنے کا اسطرح تھا اب معاملہ برعکس ہو جو لوگ جنازے کے ساتھ ہوتے ہین وہ اکثر ہنستے ہین اور کھیلتے ہین اور گفتگو کرتے ہین تو اسکی میراث ہی کی کرتے ہین کہ وارثون کے لیے یہ چھوڑا اور جو مُردے کے ہمسر اور قریب ہوتے ہین وہ بھی یہی سوچتے ہین کہ کسی طرح سے کچھ ترکہ ہمکو بھی پہونچے کسی کو فکر یہ نہین ہوتی کہ جب ہمارا جنازہ اُٹھیگا تو خدا تعالے کو کیا منظور ہو گا ہماری نوبت کیسے کریگا اور اس غفلت کا سبب بجز دل کی سختی کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا گناہ کثرت سے کرتے کرتے دل ہمارے کڑے ہو گئے یہانتک کہ خدائے تعالے کو اور قیامت کے دن کو اور آخرت کے خوفون کو جو ہمارے سامنے ہین بھول گئے بس کھیل اور غفلت مین پڑ گئے اور ایسی چیزون مین لگے جو ہمارے کام نہ آوین خدائے تعالے سے التجا ہے کہ وہ ہمکو اس خواب غفلت سے جگا دے سب سے بہتر جنازے کے شریکون کا یہ حال ہوتا ہو کہ میت پر روویں لیکن اگر عاقل ہون تو میت کی جگہ اپنے حال پر رونا چاہیئے کہ میت پر رونے کی نسبت کر اپنے حال پر رونا مناسب تر ہے ابراہیم زیتون فروش نے کچھ لوگون کو دیکھا کہ میت کا مرثیہ کہہ رہے ہین فرمایا کہ تم اگر اپنے احوال پر روؤ تو تمہارے لیے بہتر ہو اسلیے کہ وہ شخص تین خوفون سے بچ چکا ہے ایک ملک الموت کی صورت کہ اسنے دیکھ لی دوسرے موت کی تلخی اسنے چکھ لی تیسرے خاتمے کا خوف اس سے بھی وہ بیخوف ہو چکا اور تم کو یہ سب باقی ہین اور ابوعمرو بن العلا کہتے ہین کہ مین جریر کے پاس بیٹھا تھا اور وہ اپنے کاتب سے اپنا شعر بنا کر لکھوا رہے تھے کہ اتنے مین ایک

جنازہ آیا فرمایا کہ مجکو تو ان جنازون نے بوڑھا کر دیا پھر یہ قطعہ پڑھا **قطعہ** سامنے آتے جنازے ہین تو ہم ڈرتے ہین ؛ لہو مین پڑتے ہین پر آنکھ سے جب ہون اوجھل ؛ دیکھ جون بھیڑیے کو بکریان ڈرجاتی ہین ؛ اُسکے جاتے ہی مگر کرتی ہین پھر کود اُچھل ؛ اور جنازے مین شریک ہونیکے آداب یہ ہین کہ فکر کرنا اور غفلت سے ہوشیار ہونا اور موت کی تیاری کرنی اور تواضع کی ہیئت پر اُس کے آگے چلنا چنانچہ تمام آداب اور سنن ہم فقہ کے بیان مین لکھ آئے ہین اور ایک اُسکے آداب مین سے یہ ہر کہ میت پر حسن ظن کرنا اگرچہ فاسق ہو اور اپنے نفس سے بدگمان رہنا گو ظاہر مین نیک ہو اسلیئے کہ خاتمے کا حال پرخطر ہے اسکی حقیقت معلوم نہین اور اسلیواسطے عمر بن ذر سے منقول ہر کہ کوئی شخص اُن کے ہمسایے مین سے مرگیا تھا اور وہ گناہ بہت کرتا تھا تو بہت سے آدمیون نے اُسکے جنازے سے پہلو تہی کی عمر بن ذر گئے اور اُسکی نماز پڑھی جب وہ قبر مین رکھا گیا تو اسکی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے فلان تجھ پر خدا اے تعالیٰ رحم کرے تو اپنی عمر بھر توحید کے ساتھ رہا اور اپنے ماتھے کو سجدون سے گرد آلود کیا اور لوگ جو کہتے ہین کہ تو گناہ گار اور خطادار ہے تو ہم مین سے کون ایسا ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو اور خطاوار نہو اور نقل ہے کہ ایک شخص جو نہایت درجہ کا فسادی تھا اطراف بصرہ مین مرگیا اُس کی عورت کو کوئی نہ ملا جو جنازے سپرد کرتا اسلیے کہ کثرت فسق کے باعث کوئی گرد نہ پھٹکا اس نے پلہ داروں کو اُجرت دے کر جنازہ اٹھوایا اور نماز کی جگہ لیگئی تو کسی نے اسکی نماز نہ پڑھی وہ جنازے کو جنگل مین دفن کے لیے لے گئی وہان سے قریب ایک پہاڑ پر ایک بڑا زاہد رہتا تھا عورت نے اسکو دیکھا کہ گویا جنازے کا منتظر ہے جنازہ جب پہونچا تو زاہد نے اُس کی نماز پڑھنی چاہی شہر مین شہرہ ہوا کہ فلان زاہد پہاڑ پر سے فلان شخص کی نماز کو اترا ہی پس شہر والے نکلے اور زاہد کے ساتھ نماز مین شریک ہوے مگر متعجب تھے کہ زاہد نے نماز کیسے پڑھی اُس سے جب پوچھا تو کہا کہ مجکو خواب مین کسی نے کہا کہ فلان جگہ اتر کر جا وہان تجکو ایک جنازہ ملے گا کہ اُسکے ساتھ بجز اُسکی بی بی کے اور کوئی نہین اُسکے اوپر نماز پڑھ کہ وہ شخص بخشا گیا ہے اس سے لوگون کا تعجب اور بھی زیادہ ہوا زاہد نے اس میت کی بی بی کو بلاکر اس شخص کا حال اور اسکی عادت پوچھی اس نے کہا کہ سیرت اُسکی مشہور ہے دن بھر شراب خانے مین شراب پیا کرتا تھا زاہد نے کہا کہ تامل کر کے کہہ کچھ اُسکے اعمال خیر مین سے بھی تجھے معلوم ہے اس نے کہا کہ ہان تین باتین تھین اول یہ کہ ہر روز صبح کے وقت نشہ سے افاقہ ہوتا تو کپڑے بدل کر وضو کرتا اور نماز صبح جماعت مین پڑھتا پھر میخانہ مین جاکر فسق مین مشغول ہوتا دوسرے یہ کہ کبھی اسکا گھر یتیم سے خالی نہین رہتا تھا ایک دو ہمیشہ رہتے تھے اپنی اولاد کی نسبت کر اُن کے ساتھ زیادہ سلوک کرتا تھا اور ان کے حال کا نہایت جو یارہتا تھا تیسرے یہ کہ جب رات کو اُسکا نشہ ہلکا ہوتا تو اندھیری مین روتا اور کہتا کہ الٰہی تو دوزخ کا کونسا گوشہ مجھ ناپاک سے بھرنا چاہتا ہے زاہد کا شک یہ سُنکر دور ہوا اور اپنے مقام کو لوٹ گیا اور صلتہ بن اشیم سے مروی ہے کہ اسکا کوئی بھائی مدفون ہوا تو اُسنے اسکی قبر پر یہ شعر پڑھا **شعر** گر قبر سے بچا تو بڑی بات سے بچا ؛ ورنہ مجھے یقین نہین تیری نجات کا ؛

دوسرا بیان قبر کے حال اور قبرون پر لوگون کے اقوال مین ضحاکؒ سے مروی ہر کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون مین سے زاہد تر کون ہر آپ نے فرمایا کہ جو قبر کو اور اپنے گلنے کو نہ بھولے اور زینت دنیا کی زیادتی کو ترک کرے اور باقی

چیز کو فانی پر ترجیح دے اور روز آیندہ کو اپنی زندگی میں نہ شمار کرے اور اپنے نفس کو مُردوں میں گنے اور حضرت علی رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے کہ قبرستان میں بیٹھے رہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کو عمدہ ہمسایہ پایا میں ان کو سچے ہمسائے جانتا ہوں کہ زبان کو روکے ہیں اور آخرت کو یاد دلاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مارایت منظراً الا والقبر اقطع منہ اور حضرت عمر بن خطاب رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گورستان میں گئے آپ ایک قبر پر بیٹھے اور روئے میں اور لوگوں کی نسبت کر آپ سے قریب تر تھا میں بھی آپ کو دیکھکر رویا اور لوگ بھی روئے آپ نے ہمسے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو ہم نے عرض کیا کہ آپ کے رونے کے باعث ہم روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ قبر میری ماں آمنہ بنت وہب کی ہے میں نے خدائے تعالیٰ سے اذن مانگا تھا کہ زیارت ان کی کروں مجھکو اجازت دیدی پھر میں نے ان کی مغفرت کے لیے دعا کی تو خدائے تعالیٰ نے نامنظور فرمائی تو مجھکو وہی رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت عثمان رضؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی بھیگ جاتی کسی نے پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کے بیان کے وقت نہیں روتے اور جب قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے اول منزل ہے اگر اس سے مردہ بچ گیا تو اور منزلیں اس سے آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کی منزلیں اور بھی کڑی کڑی ہیں۔ اور روایت ہے کہ عمرو بن العاص رضؓ نے ایک قبرستان کو دیکھا اور اتر کر دو رکعت نماز پڑھی لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ ایسی بات کی ہے کہ کبھی نہیں کی تھی فرمایا کہ میں نے قبر والوں کو اور اس چیز کو جو ان میں اور خدائے تعالیٰ میں حائل ہو گئی یاد کیا تو اسکو اچھا جانا کہ دو رکعتوں سے خدائے تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کروں اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اول جو چیز آدمی سے گفتگو کرتی ہے وہ قبر کا گڑھا ہے کہ اس سے یوں کہتا ہے میں کیڑوں کا گھر ہوں اور تنہائی کا مکان ہوں اور غربت اور تاریکی کی جگہ ہوں یہ چیزیں تو میں نے تیرے لیے تیار کی ہیں تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہے اور حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں کہ میں تمکو اپنی مفلسی کا دن بتائے دیتا ہوں وہ وہ دن ہے کہ جسمیں میں اپنی قبر میں رکھا جاؤں گا۔ اور حضرت ابو درداء رضؓ قبروں پر بیٹھا کرتے لوگوں نے جو سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں ایسے لوگوں میں بیٹھتا ہوں کہ مجھکو میری آخرت یاد دلاتے ہیں اور جب میں چلا آتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رات کو قبرستان میں آتے اور قبر والوں سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے قبر والو تمکو کیا ہوا ہے کہ جب میں پکارتا ہوں تو جواب نہیں دیتے پھر فرماتے کہ ہاں ان کو میرے جواب دینے میں کوئی شئے مانع ہو گئی ہے اور گویا کہ میں بھی انھیں جیسا ہوں پھر نماز پر متوجہ ہوتے اور صبح ہونے تک پڑھتے رہتے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ نے اپنے بعض ہمنشینوں کو فرمایا کہ اے فلان میں رات کو جاگا کیا اور قبر کا اور اسکے رہنے والے کا حال سوچتا رہا اگر تو مُردے کا حال تین دن بعد قبر میں دیکھے تو اسکے پاس ہونے سے وحشت کرے گو پہلے کتنا ہی انس اس کے ساتھ رکھتا ہو اور قبر کو دیکھے کہ اس میں کیڑے دوڑ رہے ہیں پیپ بہ رہی ہے رنگ مردے کا بدل گیا ہے بو بگڑ گئی ہے کیڑے بدن کھا رہے ہیں کفن پرانا ہو گیا ہے اور پہلے صورت بھی اچھی تھی اور بو بھی عمدہ کپڑے صاف تھے یہ کہکر آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ اور یزید رقاشی رحؒ کہا کرتے کہ اے وہ شخص کہ گڑھے میں مدفون ہے اور قبر میں اکیلا پڑا ہے اور زمین کے اندر اپنے اعمال نیک سے انس رکھتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ تجھکو کون سے عملوں سے بشارت ملی اور کون سے بھائیوں پر تو نے

غبطہ کی پھر روتے یہان تک کہ ڈوپٹہ تر ہوجاتا تو فرماتے کہ بخدا اپنے اعمال صالحہ سے خوشخبری لے اور اپنے ان بھائیون پر غبطہ کر جو خدا ئے تعالےٰ کی طاعت پر مدد کیا کرتے تھے اور ان کا یہ بھی دستور تھا کہ جب قبرون کو دیکھا کرتے تو بیل کیطرح ڈکرایا کرتے اور حاتم اصم کہتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنا حال نہ سوچے نہ مُردون کے لیے دعا کرے تو وہ اپنے اور انکے حق مین خیانت کرتا ہے اور بکر عابد رح اپنی مان سے کہا کرتے کہ کیا خوب ہوتا کہ تم میرے حق مین بانجھ ہوتین کیونکہ تمھارے بیٹے کو قبر مین بہت دنون بندر ہنا پڑیگا اور پھر وہان سے کوچ کرنا پڑیگا اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تجھکو پروردگار دارالسلام کیطرف بلاتا ہے تو دیکھ کہ تو اسکو کہان سے جواب دیتا ہے اگر تو اسکو دنیا مین سے جواب دیگا اور اسکی طرف سفر کرنے کے لیے مستعد ہوگا تب تو دارالسلام مین داخل ہوگا اور اگر قبر مین سے جواب دیگا تو اس گھر مین نہ جانے پاویگا۔ اور حسن بن صالح رح جب قبرون پر گذرتے تو کہتے کہ تم ظاہر مین تو خوب ہو مگر مصیبت تو تمھارے پیٹ مین ہے۔ اور عطاء سلمی رح جب رات ہوجاتی تو قبرستان مین جاکر کہتے کہ اے قبر والو تم مرگئے ہاے ری موت اور تم نے اپنے عمل دیکھے واے رے اعمال پھر کہتے کہ کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا اور صبح تک یہی کہتے رہتے۔ اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ جو شخص قبر کو بہت یاد کریگا تو جنت کے باغون مین سے اُس کو ایک باغ پاویگا اور جو اس سے غافل رہیگا اُسکو دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا پاویگا۔ اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو اسکے اندر گھسکر لیٹ رہتے اور بڑی دیر تک پڑے رہتے پھر فرماتے رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ اسکو کئی بار دوہراتے پھر اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ ربیع اب تو تو واپس بھیجدیا گیا اب عمل کر۔ اور احمد بن حرب کہتے ہین کہ جو شخص اپنی خوابگاہ کو درست کرتا ہے اور سونے کے واسطے بچھونے کو برابر کرتا ہے اُس سے زمین تعجب کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اے ابن آدم تو اپنے بہت دنون سڑنے کو کیون نہین یاد کرتا میرے اور تیرے بیچ مین کوئی چیز حائل نہین۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب انھون نے قبرون کو دیکھا تو روئے پھر میری طرف متوجہ ہوے فرمایا کہ اے میمون یہ میرے باپ دادون کی یعنی بنی امیّہ کی قبرین ہین گویا دنیا والون سے کبھی اُن کی لذت و عیش مین شریک ہی نہ ہوئے تھے دیکھ کیسے پچھڑے پڑے ہین انپر مصیبتین ٹوٹ پڑین اور کہنگی بکی ہوگئی بدنون مین کیڑون نے گھر بنالیے پھر روئے اور فرمایا کہ بخدا مین کسی کو ان قبر والون مین سے ایسا نہین جانتا کہ اسپر انعام ہوا ہو اور عذاب خدا سے محفوظ رہا ہو۔ اور ثابت بنانی رح کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا جب وہان سے نکلنا چاہا تو سنا کہ ایک کہنے والا کہتا ہے کہ اے ثابت قبر والون کے سکوت سے دھوکا مت کھانا ان مین بہت سے نفس مغموم ہین۔ اور منقول ہے کہ فاطمہ بنت امام حسن علیہ السلام نے قبرستان مین جاکر جنازہ اپنے شوہر حضرت حسن بن حسین علیہ السلام کا دیکھا اور اپنا منہ ڈھانپ کر یہ شعر پڑھا شعر تھی رجا لیک ہوگئی اندوہ ؛ اس مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے ؛ اور مروی ہے کہ انھون نے اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ گاڑا اور برس روز اُس مین معتکف رہین جب برس روز ہوچکا تو خیمہ اکھاڑا اور مدینۂ منورہ مین آئین بقیع کے ایک جانب سے آواز آئی کہ جو جاتا رہا تھا کیا اسکو پایا دوسری جانب سے سنا کہ ناامید ہوکر پھر آئی۔ اور ابو موسیٰ تمیمی رح کہتے ہین کہ فرزدق کی بی بی نے وفات پائی اُس کے جنازے کے ساتھ بصرہ کے رؤسا نکلے اُن مین حضرت حسن رح بھی تھے آپ نے فرزدق سے

فرمایا کہ تو نے اس دن کے واسطے کیا سامان کر رکھا ہے اس نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی ساٹھ برس کے عرصہ سے اسی دن کے لیے ہے جب وہ عورت مدفون ہوئی تو فرزدق نے اسکی قبر پر کہا ہ عفو تیرا جو نہو مجھپہ تو پھر قبر کے بعد ؛ ہے یہ ڈر تشنگی سوزش نہ ہو اس سے تپ چکر ؛ جس گھڑی آوے قیامت میں کڑا سا پیادہ ؛ لے چلے باندھ فرزدق کو سو رب البشر ؛ طوق گردن میں ہو اور آنکھیں ہون نیلی جسکی ؛ جاوے دوزخ کو تو کب پاوے وہ مطلب پہ ظفر ؛ اور اہل قبور کے باب میں لوگون نے یہ بھی کہا ہے ہ

ہو گھڑا قبرون پہ مُردون کو تو اس طور پکار
کسکو تم میں سے ہوا قبر میں حاصل اکرام
لیک دیتے ہیں جواب ایسی زبان سے تجھکو
باغ جنت میں جہان چاہے پھرے با آرام

کون تم میں ہے گرفتار عذاب و آلام ؛
مُہر خاموشی ہے سب مُردون کے منھ پہ یکسان
جس سے معلوم حقائق کے ہون حالات تمام
دامن آلودہ اگر جرم سے رکھتا ہے تو وہ

کون مامون ہوا قبر کے ڈر سے تم میں
کسطرح فضل کا اُن کے کوئی جانے انجام
یعنی ہم میں سے کسی نے جو اطاعت کی ہے
لوٹے ہے قعر جہنم میں بہت ہونا کام

سانپ بچھو جو تھے دوزخ کے وہ اُسپر دوڑے
روح بینش کے صدمے یہ گزرتے ہیں مدام

اور حضرت داؤد طائیؒ ایک عورت پر گذرے کہ وہ ایک قبر پر رو کر کہہ رہی تھی ہ

جان تیری گئی اور پھر نہ ملی ہائے دریغ
لوگون نے تیری جگہ لحد میں کی ہائے دریغ
جبکہ تکیہ ترا یہ مٹی بنی ہائے دریغ
میری آنکھون میں بھلا کیسے گزر خواب کا ہو

پھر اُسنے کہا کہ بیٹا معلوم نہیں کہ کیڑون نے تیرے دونون رخسارون میں سے اول کونسا کھانا شروع کیا حضرت داؤد طائی پچھاڑ کھا کر بیہوش گر پڑے اور حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں گورستان میں گیا اور یہ قطعہ بنا کر پڑھا **قطعہ**

مقابر میں آیا تو میں نے کہا ؛
کہان ہیں جنھیں سلطنت پر تھا ناز
کہان ہیں رئیس اور کدھر ہیں فقیر
کدھر ہیں جو تھے کبر والے امیر

میں نے اُنکے درمیان سے آواز سنی کہ کہنے والا تو نہ سوجھتا تھا اور آواز آتی تھی ہ

خبر اور مخبر نہ دونون رہے
وہ کرتے ہیں ان صورتون کو حقیر
ہوئے پنجۂ موت میں سب اسیر
جو تو پوچھتا ہے گذشتون کا حال
ہے کیڑون کی آمد سحر اور شام
تجھے اُن سے عبرت نہیں اے خبیر

آپ کہتے ہیں کہ میں سنکر روتا ہوا چلا آیا

تیسرا بیان چند نوشتون کے بیان میں جو قبرون پر لکھے ملے ہیں ایک قبر پر اس مضمون کا قطعہ لکھا تھا ہ

قبرین چپکی ہیں و لے تجھکو سناتی ہیں راز
آخرت کے لیے گو جمع نہیں کرتا تو
اُنکے باشندے ہیں مٹی کے تلے گو خاموش
تجھکو تو مرنا ہے پھر کس کے لیے ہے یہ خروش

اور ایک اور قبر پر یہ قطعہ کندہ تھا **قطعہ**

خانۂ تو اگرچہ ہست فراخ — قبرت آباد وجا بلش محکم
ازچنین قبر گو چہ سود ترا — منہدم گر تنت بود ہر دم

اور ابن سماک کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا تو دیکھا کہ ایک قبر پر یہ لکھا تھا ؎

بگور من گذرے مے کنند اقارب من — مگرچنانکہ تعارف بمن نمے دارند
ولے ادائے دیون ثقیل نپدارند — گرفت ہر یکے سہم خود وخوش ست ولیک
نمودہ اند بخود ہا متاع من تقسیم — نیا درند بیاد م تو گوئی اغیارند

اور ایک قبر پر یہ لکھا پایا ؎

دوست کو یارونکے اندر سے اچک لیتی ہے وہ — موت کا مانع نہین دربان نہ کوئی پاسبان
لکھتے ہین تجھپر کرام کاتبین سب داستان — دمبدم تیرے دمون مین ہوتی جاتی ہے کمی
موت جاہل پہ جہالت سے نہین کرتی ہے رحم — علم پر عالم کے بھی اسکو نہین ترس اے جوان
جنین گونگے ہین کا کچھ گلہ ہے نہ تھا ہرگز نشان — کنگرے تیرے مکان مین تھے لگے آباد تھا
کسطرح ہوتا ہے خوش دنیا کی تو لذات سے — عمر کرتا ہے تو غافل لذتون مین رائیگان
موت نے قبرون مین گونگا کردیا کیا دین جواب — آج قبرون مین پرانی قبر ہے تیری نہان

اور ایک اور قبر پر یہ لکھا دیکھا ؎

یارون پہ گذرین نے کیا جب نہین اُن کی — گھوڑ دوڑ کے گھوڑون کی طرح قبرین برابر
آنکھون سے مرے آنسو گرے خوب سا رو دیا — پھر دیکھا تو اُن مین ہی لگا اپنا تھا بستر

اور ایک طبیب کی قبر پر لکھا دیکھا گیا **مثنوی**

جب کسی نے پاس میرے آ دیا مجکو سُنا — قبر مین پہنچان گیا تب مین نے اس سے یہ کہا
اسکی نباضی و قارورہ شناسی کیسا ہوئی — دوسرون کو کیسے وہ امراض سے دیتا چھڑا
وہ تو تھا مشہور طب مین اب کہان وہ طب گئی — بن نہ آیا ہو علاج اس سے جو اپنی موت کا

اور دوسری قبر پر یہ لکھا ملا ؎

لوگو میرے دل مین تھی ایک آرزو — جس سے مانع ہو گئی میری اجل
کرسکے دنیا مین جو کوئی عمل — مین نہین آیا ہون تنہا گور مین
آپ خدا کا خوف ہے اسکو ضرور — ایسے ہی سب آونگے یان آج کل

تو یہ بیتین قبرون پر اسلیے لکھی گئی ہین کہ ونکے باشندے موت سے پہلے عبرت کم پکڑتے تھے اور ہوشیار وہ ہے جو دوسرون کی قبر کو دیکھ کر اپنے آپ کو انھین مین تصور کرے ان مین ملنے کی تیاری کرے اور جانے کہ یہ لوگ جبتک مین ان مین نہ ملون گا اپنی جگہ سے نہ ٹلینگے اور ٹھان لے کہ جن دنون کو مین ضائع کر رہا ہون ان مین سے اگر ایک دن بھی ان قبر والون کو ملجاوے تو ان کے نزدیک تمام دنیا سے محبوب تر ہو کیونکہ انکو اعمال کی قدر اب معلوم ہوئی اور حقیقت امور کی اب جانی اور انکو جو زندگی کے ایک روز پر افسوس ہے تو اسلیے ہے کہ تقصیر والا اپنی کمی کا تدارک کرلے اور عذاب سے چھٹی پاوے اور توفیق والا اپنا رتبہ پورا کرلے اور ثواب زیادہ پاوے اور انھون نے عمر کی قدر بعد منقطع ہونے کے جانی اب ایک ساعت کے لیے بھی حسرت پر حسرت کرتے ہین اور تم کو تو وہ ساعت میسر ہے

بلکہ کیا عجب ہی کہ بہت سی ساعتون پر قادر ہو مگر انکو ضائع کر رہے ہو تو یہ بات خوب دل مین ٹھان لو کہ جب کام ہاتھ سے نکل جائے گا تب ان ساعتون کے ضائع کرنے پر افسوس کروگے کہ ہاے ہمنے اپنی گھڑی سے جلد اپنا حصہ کیون لے لیا ایک نیکبخت کہتے ہین کہ مین نے اپنے ایک بھائی کو خواب مین دیکھا اور کہا تو جی گیا الحمد للہ رب العالمین اسنے کہا کہ اگر مین اس کلمہ کے کہنے پر یعنی الحمد للہ رب العالمین پر قادر ہون تو دنیا وما فیہا سے مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے پھر کہا کہ تونے جب نہ دیکھا کہ لوگ مجھے دفن کر رہے تھے اور ایک شخص نے اٹھکر دو رکعتین پڑھین اگر مین انکے پڑھنے پر قادر ہو جاؤن تو دنیا وما فیہا سے مجھے محبوب تر ہین

چوتھا بیان ان اقوال کا جو لوگون نے اپنے لڑکے کے مرنے پر کہے ہین جس شخص کا لڑکا یا کوئی اور قریب مرگیا ہو تو اس کے پیشتر مرجانے کو یون سمجھے کہ مین اور وہ دونون سفر مین تھے اور قصد دونون کا وہ شہر تھا جو رہنے کی جگہ اور وطن اصلی ہے اب لڑکا اس مکان مین پہلے چلا گیا اور مین بھی اس سے جلد جا ملون گا تو اس سوچنے سے تاسف زیادہ نہو گا اسلیے کہ جان لیگا کہ مین بھی قریب اس سے ملتا ہون صرف سوت مین چند روز کی تقدیم وتاخیر ہے اور موت کا حال بھی یہی ہے کہ اسکے معنے وطن مین چلے جانے کے ہین جب تک کہ پچھلا شخص آ ملے جب اسباب کو اعتقاد کرے گا تو اسکا اضطراب اور اندوہ کم ہوگا خصوصًا اس صورت مین کہ لڑکے کے مرجانے پر وہ ثواب ملنے کا وعدہ ہے جسکے سامنے کسی مصیبت کی کچھ اصل نہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر مین پیٹ سے گرا ہوا بچہ آگے بھیجون تو مجکو اسبات سے بہتر ہی کہ اپنے پیچھے سو سوار چھوڑ دون اور ہر ایک ان مین سے اللہ تعالیٰ کے راستے مین جہاد کرے اور آپ نے گرے ہوے حمل کا اسلیے ذکر فرمایا کہ ادنی سے اعلیٰ پر تنبیہ ہو جاوے ورنہ ثواب اسیقدر ہوتا ہے جسقدر کہ لڑکے کی جگہ دل مین ہوا اور زید بن اسلمؓ فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک لڑکا مرگیا تھا آپ نے اسپر بہت رنج کیا آپ سے پوچھا گیا کہ اس کی قدر آپ کے نزدیک کتنی تھی آپ نے فرمایا کہ زمین کے برابر اور سونے کے مانند تو انسے کہا گیا کہ آپ کو آخرت مین ثواب بھی اتنا ہی ہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ کسی مسلمان کے اگر تین بچے مرجاوین اور وہ انپر صبر کرکے ثواب کا طالب ہو تو وہ اس شخص کے لیے دوزخ سے سپر ہونگے ایک عورت نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی عرض کیا کہ خواہ دو بچے مرجاوین آپ نے فرمایا کہ خواہ دو ہون اور والد کو چاہیے کہ اپنے لڑکے کے حق مین موت کے وقت دعا کرے اسلیے کہ اس کی دعا زیادہ توقع والی اور قریب تر قبول کے ہوتی ہی محمد بن سلیمان اپنے لڑکے کی قبر پر کھڑے ہوے اور فرمایا کہ الٰہی آج مین تجھ سے اسکے لیے توقع رکھتا ہون اور اسکے باب مین تجھ سے ڈرتا ہون تو میری امید کو ثابت کر اور میرے خوف کو دور فرما اور ابو سنانؒ اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوے اور کہا کہ الٰہی جو میرا حق اسکے ذمے واجب تھا وہ مین نے اسکو بخشدیا تو جو تیرا حق اسکے ذمہ پر واجب ہو وہ تو بخشدے کہ تو زیادہ جواد اور زیادہ کریم ہی اور ایک اعرابی اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ الٰہی جو کچھ اسنے میرے ساتھ سلوک کرنے مین قصور کیا وہ مین نے اسکو معاف کیا پس جو کچھ تیری طاعت مین اسنے قصور کیا ہو وہ تو معاف فرما اور جب ذر بن عمر کی وفات ہوئی تو اسکے باپ عمر اسکی لحد مین رکھے جانے کے بعد کھڑے ہوے اور کہا کہ اے ذر مجکو تیرے باب مین اتنا خوف ہی کہ اس سے ہم تجھ پر غم کرنا بھول گئے ہمکو معلوم نہین کہ تجھسے کیا سوال ہوا اور تونے کیا جواب دیا پھر کہا کہ الٰہی

۱۷ ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہؓ و واسلے تین بیٹو کا شمار پہلے ۱۲ اوچہ باب رابع مین گذر چکا ۱۲

یہ ذرہ ہوکہ جبتک تونے چاہا اس سے مجکو نفع دیا اور اب اسکی مدت اور روزی تونے پوری کی اور اس پر ظلم نہین کیا الٰہی تونے اسپر اپنی طاعت
اور میری فرمانبرداری لازم کی تھی الٰہی جو کچھ تونے اس مصیبت پر صبر کرنے کا ثواب مجکو دینا کیا ہے وہ مین نے اسکو بخش دیا پس
تو اسکا عذاب مجکو دے ڈال اور اسکو عذاب مت کر اس تقریر سے سب آدمی رو پڑے پھر پھرنے کے وقت یون کہا کہ اے ذر
تیرے بعد ہمکو کسی اور کیحاجت نہین نہ اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوے کسی انسان کی ضرورت اب ہم جاتے ہین اور تجکو تنہا چھوڑتے ہین
اور اگر ٹھہرے بھی رہین تو تجکو کچھ فائدہ نہ دینگے اور ایک شخص نے بصرہ مین ایک عورت کو دیکھکر کہا کہ اس جیسی تازگی مین نے کبھی
نہین دیکھی اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہو کہ اسکو رنج کم ہو اس عورت نے کہا کہ اے بندۂ خدا مین تو ایسے غم مین ہون کہ اس مین میرا شریک
کوئی نہین اس نے پوچھا کہ کس طرح عورت نے کہا کہ حال یہ ہے کہ میرے شوہر نے عید ضحیٰ کے روز ایک بکری ذبح کی تھی اور
میرے دو لڑکے خوبصورت کھیل رہے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ تو دیکھا چاہتا ہو کہ ہمارے باپ نے بکری کیسے ذبح کی
اسنے کہا کہ اچھا اسنے چھوٹے کو پکڑکے ذبح کر ڈالا اور ہمکو جب خبر ہوئی کہ جب وہ پڑا خون مین لوٹ رہا تھا جب چیخ اور رونا بہت
ہوا تو بڑا لڑکا بھاگ کر ایک پہاڑ کیطرف چلا گیا وہان ایک بھیڑیا موجود تھا اسنے اس لڑکے کو کھا لیا اسکا باپ جو اسکو ڈھونڈھنے
نکلا تو گرمی کی شدت کے باعث پیاس کے مارے مرگیا تو اب گردش دوران نے مجکو ہی تنہا چھوڑ دیا غرضکہ اس طرح کے مصائب
کو لڑکون کے مرنے کے وقت یاد کرنا چاہیے تاکہ شدت داو یلا سے تسلی ہو اسلیے کہ کوئی مصیبت ایسی نہین کہ اس سے بڑی
خیال مین نہ آسکتی ہو اور خدا سے تعالیٰ اسکو ہر حال مین دور نہ فرماتا ہو تو معلوم ہوا کہ بہت سے مصائب وہی ہین جنکو اللہ تعالیٰ
دفع کرتا ہی پس آدمی کو جزع کرنے کا مقام کسی صورت مین نہین ہے

پانچوان بیان قبرون کی زیارت اور میت کے واسطے دعا کرنے اور اسکے متعلقات کے ذکر مین قبرون کی زیارت خواہ کسی کی ہون

موت کی یاد اور عبرت حاصل کرنے کے لیے مستحب ہو اور صلحا کی قبرون کی زیارت عبرت کے علاوہ تبرک کے لیے بھی مستحب ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اول زیارت قبور سے منع فرمایا تھا پھر اسکی اجازت دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مین نے تم کو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا اگر آگاہ ہو کہ قبرونکی زیارت کیا کرو کہ وہ تمکو آخرت یاد دلاوینگی
لیکن کوئی کلمہ بیجا مت کہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مان کی قبر کی زیارت ہزار مسلح آدمیون کے ساتھ کی اور جتنے آدمی کہ
اس روز روتے معلوم ہوے اس سے زیادہ کبھی نہین معلوم ہوے اور اسی روز مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجکو اجازت زیارت کی ملی
نہ بخشش کی درخواست کرنے کی جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہین اور ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک روز حضرت ام المومنین عائشہ رض صدیقہ
قبرستان سے تشریف لائین مین نے عرض کیا کہ آپ کہان سے تشریف لائین انھون نے فرمایا کہ اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر سے مین نے
عرض کیا کہ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہین فرمایا تھا انھون نے فرمایا کہ ہان اول منع فرمایا تھا پھر اجازت دیدی
تھی۔ اور اس سے تمسک کرکے عورتون کو قبرستان مین جانے کی اجازت نہ دینی چاہیے اسلیے کہ وہ قبرون پر جاکر کلمات ناشایستہ بہت
کہتی ہین تو زیارت قبر سے جو انکو بہتری ہوتی وہ بدی سے کمتر ہی علاوہ ازین آنے جانے راہ مین پردہ کا کھولنا اور زینت کا غیرون پر ظاہر

ہونا بھی ان سے سرزد ہوتا ہے اور یہ دونون بڑے گناہ ہین اور زیارت صرف مسنون ہی تو ادا سے سنت کے لیے ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا ہان اگر عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنکر نکلے کہ کوئی مرد اسکی طرف توجہ نہ کرے اور قبر پہ جاکر صرف دعا کرے اور کوئی بات نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین اور حضرت ابوذر رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قبرون کی زیارت کر اور ان سے آخرت کو یاد کر اور مردون کو نہلا اسواسطے کہ بدن خالی از روح کی تدبیر کرنی ایک بڑی نصیحت ہی اور جنازون کی نماز پڑھ شاید اس سے تجکو غم ہو اسلیے کہ غمگین خدا کے سایہ مین ہوگا اور ابن ابی ملیکہ رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زیارت کرو اپنے مردون کی اور انپر سلام کرو اور انکے لیے دعا کرو اسلیے کہ تمکو انسے عبرت ہوگی اور حضرت نافع رضی سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی جس قبر پہ گذرتے اسپر کھڑے ہوکر سلام کرتے اور حضرت امام جعفر علیہ السلام اپنے باپ امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی ہین کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اپنے چچا حضرت حمزہ رضی کی قبر کی زیارت کو چند روز بعد جایا کرتین اور اسکے پاس نماز پڑھتین اور رویا کرتین۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے مان باپ خواہ ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اسکے گناہ بخشدیے جاتے ہین اور نیک لکھا جاتا ہی۔ اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے مان باپ مرجاتے ہین اور وہ انکا نافرمان ہوتا ہی اور ان کے بعد انکے حق مین دعا کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ اسکو فرمانبردارون مین لکھ دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ من زار قبری فقد وجبت لہ شفاعتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا من زارنی بالمدینہ محتسبا کنت لہ شفیعا و شہیدا یوم القیامۃ اور حضرت کعب احبار رضی فرماتے ہین کہ جب فجر طلوع ہوتی ہے اسمین ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترکر قبر شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیتے ہین اور اپنے بازو طپ طپا کر آپ پر درود شریف بھیجتے ہین یہانتک کہ جب شام ہوجاتی ہی تو وہ فرشتے آسمان کو چڑھ جاتے ہین اور اتنے ہی اور اترتے ہین اور جیسا پہلون نے کیا تھا ویسا ہی یہ بھی کرتے ہین یہانتک کہ جب زمین پھٹیگی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اٹھین گے اور آپ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آپ کی تعظیم کرتے ہونگے اور قبرون کی زیارت مین مستحب یہ ہی کہ قبلہ کیطرف پشت دیکر میت کیطرف منھ کرکے کھڑا ہو اور مردے پر سلام کرے اور قبر کو نہ پونچھے نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اسلیے کہ یہ افعال نصاریٰ کی عادت مین سے ہین حضرت نافع رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عمر رضی کو سو دفعہ بلکہ زیادہ دیکھا ہی کہ آپ روضۂ مطہرہ کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کہ سلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام ابی بکر رضی پر سلام میرے باپ پر اور لوٹ آتے تھے۔ اور ابو امامہ رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت انس بن مالک رح کو دیکھا کہ قبر شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کھڑے ہوکر دونون ہاتھ اٹھائے یہانتک کہ مین نے گمان کیا کہ آپ نے نماز کے لیے اللہ اکبر کہا پھر آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام کہکر واپس آئے اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہی اور اسکے پاس بیٹھتا ہی تو وہ اس سے انس حاصل کرتا ہی اور اسکے سلام کا جواب دیتا ہی جبتک کہ وہ وہان سے اٹھے۔ اور سلیمان بن سحیم کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور

۷۵ جس شخص نے زیارت کی میری قبر کی اسکے لیے میری شفاعت ۱۲ جیسا ہوئی ۱۲ جلد اول باب الحج مین گذری ۱۲

۷۶ جس شخص نے میری زیارت مدینے مین کی ثواب کیلیے مین اسکا سفارشی اور گواہ ہونگا قیامت کے دن ۱۲ یہ بھی باب الحج مین گذری ۱۲

۱ ابن ابی الدنیا و حاکم ۱۲ ۲ ابن ابی الدنیا نے اسیطرح مرسلاً نقل کیا ہی ۱۲ ۳ طبرانی در صغیر و اوسط بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۴ ابن ابی الدنیا مرسلاً ۱۲

عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ جو آپ کے پاس حاضر ہوتے ہین اور آپ پر سلام کرتے ہین تو آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان سمجھتا ہون اور انکا جواب دیتا ہون ؎ بہر سلام مکن رنجہ درجواب آن لب ؛ کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو ؛ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہین کہ جب آدمی کسی جان پہچان کی قبر پر گذرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ جواب دیتا ہے اور پہچان لیتا ہے اور جب ناآشنا کی قبر پر گذر کر سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب ہی دیتا ہے اور ایک شخص عاصم حجدری کی اولاد مین سے کہتا ہے کہ مین نے عاصم کو مرنے کے دو برس بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم مرگئے تھے انھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تم کہان رہتے ہو انھون نے فرمایا کہ ہم جنت کے باغون مین سے ایک باغ مین رہتے ہین ہم اور چند ہمارے یار ہر جمعہ کی رات اور اسکی صبح کو ابو بکر بن عبد اللہ مزنیؒ کے پاس اکٹھے ہوتے ہین اور تم لوگون کی خبرین سنتے ہین مین نے پوچھا کہ تمہارے جسم ملتے ہین یا روحین انھون نے فرمایا کہ جسم تو سڑ سوتے ہین انکا ملنا کہان مگر روحون مین ملاقات ہوتی ہے مین نے پوچھا کہ تم ہماری زیارت سے بھی مطلع ہوتے ہو انھون نے فرمایا کہ ہان جمعہ کی رات کو اور تمام روز جمعہ کو اور ہفتے کے دن آفتاب نکلنے تک تمہاری زیارت کی خبر ہوتی ہے مین نے کہا کہ اور دنون مین کیون نہین خبر ہوتی انھون نے فرمایا کہ جمعہ کی بزرگی اور فضل کے باعث اس مین اطلاع ہوتی ہے۔ اور محمد بن واسعؒ جمعہ کے روز قبرون کی زیارت کیا کرتے انسے کہا گیا کہ آپ دوشنبے کے روز تک کی تاخیر فرمایا کیجیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ مردے اپنے زیارت کرنے والون کو جمعہ کے روز اور ایک دن اس سے پیشتر اور ایک دن اسکے بعد پہچانا کرتے ہین۔ اور ضحاکؒ کہتے ہین کہ جو شخص ہفتے کے روز آفتاب نکلنے سے پیشتر کسی قبر کی زیارت کرتا ہے تو میت کو اسکی زیارت کا حال معلوم ہوجاتا ہے لوگون نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے انھون نے فرمایا کہ جمعہ کی عظمت کے باعث اسوقت تک یہ اثر رہتا ہے۔ اور بشر بن منصورؒ کہتے ہین کہ طاعون یعنے وبا کے دنون مین ایک شخص قبرستان مین آمد رفت کیا کرتا اور جنازون کی نماز پڑھا کرتا جب شام ہوتی تو قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہو کر یون کہا کرتا کہ خدا تمہاری وحشت کو انس سے بدلے اور تمہاری غریبی پر رحم فرماوے اور خطاؤن سے درگذرے اور حسنات تمہارے قبول کرے۔ ان کلمات سے زائد کچھ نہین کہتا تھا وہ شخص کہتا ہے کہ ایک شام کو اتفاقاً مین قبرستان کیطرف نہ گیا اور حسب دستور دعا نہ کی اپنے گھر چلا آیا جب مین سو رہا تو خواب مین دیکھا کہ بہت سے لوگ میرے پاس آئے ہین مین نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور میرے پاس کیون آئے ہو انھون نے کہا کہ ہم قبرستان کے لوگ ہین مین نے پوچھا کہ پھر کیا مطلب ہے انھون نے کہا کہ جب تم گھر کو پھرا کرتے تھے تو تمنے عادت کر لی تھی کہ کچھ تحفہ ہم کو دیا کرتے تھے مین نے پوچھا کہ کیا تحفہ تھا انھون نے کہا کہ کچھ دعا مانگا کرتے تھے آج تم نے اس سے ہمکو محروم رکھا اسلیے بامید ہم آئے ہین ؎ شخص برو سے خود در طماع باز نتوان کرد ؛ چو باز شد بدرشتی فراز نتوان کرد ؛ مین نے کہا کہ اچھا اب مین پھر یہ ہدیہ تمہارا پہونچاتا رہونگا چنانچہ پھر مین نے کبھی ناغہ نہ کیا اور بشار بن غالب نجرانی کہتے ہین کہ مین رابعہ عدویہؒ کے حق مین بہت دعا کیا کرتا تھا ایک رات مین نے ان کو خواب مین دیکھا کہ فرماتی ہین کہ اے بشار تیرے تحفے ہمارے پاس پے در پے نور کے طباقون مین حریر کے رومالون مین لپٹے ہوئے آتے ہین مین نے کہا کہ ان کی یہ کیفیت کیون ہوتی ہے انھون نے فرمایا کہ جو مسلمان زندہ اپنے مردہ دوستون کے حق مین دعا کیا کرتا ہے اور وہ قبول ہوجاتی ہے تو وہ دعا اسیطرح نور کے طباقون مین رکھکر حریر کے رومالون مین لپیٹی جاتی ہے پھر

مردے کو دیجاتی ہے اور اس سے کہدیا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص کا ہدیہ تیرے لیے ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مردہ مثل ڈوبے ہوئے فریاد
خواہ کے ہے دعا کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا بھائی یا دوست کیطرف سے پہونچے اور جب دعا اسکو کسی جانب سے پہونچتی ہے تو اسکے
نزدیک دنیا و ما فیہا سے محبوب تر ہوتی ہے اور زندون کے تحفے مردون کے لیے دعا اور مغفرت کی درخواست ہیں اور بعض اکابر فرماتے
ہیں کہ میرا ایک بھائی مرگیا تھا میں نے اسکو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جب تجھے قبر میں رکھا تیرا کیا حال ہوا اس نے کہا کہ ایک شخص
میرے پاس آگ کی شہاب لایا اگر ایک دعا کرنے والا میرے حق میں دعا نہ کرتا تو مجھے یقین تھا کہ وہ آگ کی شہاب سے مجھے
مارتا۔ اور یہان سے مستحب ہے دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اور اسکے لیے دعا مانگنی سعید بن عبداللہ ازدی رح کہتے ہیں کہ میں ابو امامہ
باہلی رح کی نزع کے وقت ان کی خدمت میں گیا انھون نے فرمایا کہ اے ابو سعید جب میں مرجاؤن تو میرے ساتھ وہ معاملہ کیجیو جسکا امر ہم کو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعنی آپ نے یون ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرجاوے اور اسکو تم مٹی دے چکو تو چاہیے
کہ ایک شخص تم میں سے اسکی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے کہ اے فلان شخص فلانی عورت کے بیٹے وہ سنیگا تو مگر جواب نہیں دیگا
پھر اسے دوبارہ اسی طرح پکارے وہ سیدھا بیٹھ جاویگا پھر تیسری دفعہ اسیطرح کہے وہ کہیگا کہ ارشاد کر خدا تعالیٰ تجھپر رحم کرے مگر تم اسکے
اس جواب کو نہ سنوگے پھر اس سے کہے کہ یاد کر اس چیز کو جسپر تو دنیا سے اٹھا ہے یعنی گواہی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی اور یہ کہ تو
اسبات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہے اور دین اسلام ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور قرآن امام ہے اسلیے کہ اگر یہ اس کو
سناوے گے تو منکر اور نکیر اسکے پاس سے ہٹ جاوینگے اور یون کہیں گے کہ یہان سے چلدو اس شخص کے پاس ہم کیون بیٹھیں اس کو تو
حجت سکھلادی گئی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کیطرف سے منکر نکیر کو جواب دیگا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم اگر اس کی مان کا نام
معلوم نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اسکو حوا کا لڑکا کہکر پکارے انتہی۔ اور قبرون پر کلام مجید کے پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہیں علی بن موسیٰ آہنگر
کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل رح کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھا اور محمد بن قدامہ بھی ہمارے ساتھ تھے جب جنازہ دفن
ہوچکا تو ایک اندھا آدمی قبر کے پاس قرآن پڑھنے لگا امام احمد رح نے فرمایا کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا بدعت ہے جب ہم قبرستان
سے نکلے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک بشر بن اسمعیل حلبی کیسا شخص ہے آپ نے فرمایا کہ معتبر ہے اور
ان سے پوچھا کہ تمنے انسے کچھ یاد کیا ہے انھون نے کہا کہ ہان مجکو خبر دی بشر بن اسمٰعیل نے عبدالرحمٰن بن علاء بن لجلاج سے کہ عبدالرحمٰن
کے باپ علاء بن لجلاج نے وصیت کی کہ جب میں دفن ہوچکون تو میری قبر پر سر کیطرف شروع سورۂ بقر کا اور اسکا آخر پڑھا جاوے
اور علاء رح نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے حضرت ابن عمر رض سے کہ انھون نے بھی اس کی وصیت کی تھی تب امام احمد رح نے محمد بن قدامہ سے
کہا کہ تو جاؤ اور اس شخص سے کہدو کہ قرآن پڑھے اور محمد بن احمد مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رح سے سنا ہے کہ
فرماتے تھے کہ جب تم قبرستان میں جاؤ تو سورۂ الحمد اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق اور قل ھو اللہ پڑھکر
اسکا ثواب قبرستان والون کو بخشدیا کرو کہ انکو پہونچیگا اور ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ میں آیا اور خندق پر اترکر وضو کرکے رات
کو دو رکعتیں پڑھیں اور ایک قبر پر سر رکھکر سوگیا خواب میں دیکھا کہ قبر والا مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ تمنے رات بھر مجھ کو ایذا دی

۱ اس کو طبرانی نے بروایت سعید بن عبداللہ ازدی بسند ضعیف نقل کیا ہے ۱۲

پھر کہا کہ تم نہین جانتے مگر ہم جانتے ہین اور ہم عمل پر قادر نہین یہ دو رکعتین جو تم نے پڑھین ہمارے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہین پھر
کہا کہ دنیا والون کو خداے تعٰ ہماری طرف سے جزاء خیر دیوے ان کو ہماری طرف سے سلام کہنا اسلیے کہ کبھی ان کی دعا سے ہمارے
پاس ایک نور پہاڑ کے برابر آجایا کرتا ہے غرضکہ قبر کی زیارت سے زندہ کو تو یہ فائدہ ہے کہ عبرت ہو اور مُردے کو یہ فائدہ ہے کہ دعا پہونچے
اسی لیے زیارت کرنے والے کو اپنے حق مین اور میت کے حق مین دعا کرنے سے غافل نہونا چاہیے نہ عبرت حاصل کرنے سے غفلت کرنی چاہیے
اور عبرت حاصل کرنا اسطرح ہوتا ہے کہ اپنے دل مین مردے کی صورت جمالے کہ اسکے اعضا کیسے علیحدہ ہو گئے اور وہ قبر سے کیسے اٹھے گا اور
یہ بھی تصور کرے کہ مین بھی عنقریب ایسا ہی ہو جاؤنگا جیسا کہ مطرف بن ابی بکر ہذلی کہتے ہین کہ عبد قیس کی اولاد مین سے ایک بڑھیا
عابدہ تھی جب رات ہوتی تو وہ کمر باندھتی اور نماز پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی اور جب دن ہوتا تو قبرون مین چلی جاتی مین نے سنا ہے
کہ لوگون نے اسکو کہا کہ تم کثرت سے قبرستان مین کیون جاتی ہو اسنے جواب دیا کہ دل سخت جب ہوا کرتا ہے تو اسکو یہ برا اسکے کھنڈر
ملائم کرتے ہین اور مین جو قبرون مین آتی ہون تو یہ دیکھتی ہون کہ گویا لوگ قبرون کی تہون مین سے نکلے ہین منہ ان کے خاک آلود اور
رنگ متغیر اور کفن میلے ہین تو ایسی نظر کا کیا کہنا ہے اگر اسیطرح کی نظر مردون کے دلون مین جم جاوے تو نفسون پر اسکی تلخی کیا کچھ ہو اور
بدن اسکے باعث کیا کچھ تلف نہون بلکہ یہ چاہیے کہ صورت مردے کی وہ دل مین یاد کرے جسکو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے بیان کیا
تھا یعنے ایک فقیہ نے آکر آپکی صورت کے بدل جانے سے نہایت تعجب کیا کہ کثرت عبادت اور مشقت سے آپکا کچھ اور ہی
طور ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ میان صاحب قبر مین دفن ہونے کے بعد اگر مجھے تین دن پیچھے دیکھوگے تو اور بھی تعجب کروگے
کہ آنکھین نکلکر رخسارون پر گری ہونگی اور ہونٹ دانتون سے چمٹے ہونگے منہ کھلا ہوا ہوگا اس مین سے پیپ نکلتی ہوگی پیٹ پھول کر سینے سے
اونچا ہوگا پیچھے پاخانے کے راستے سے نکلی ہوگی اور بخارات اور ریم نتھنون سے نکلتے ہونگے جب یہ صورت دیکھوگے تو زیادہ تر تعجب کروگے
اور یہ نیز مستحب ہے کہ میت کی تعریف کرے اور جب اسکا ذکر آوے تو اچھا ہی کہے حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی مر جاوے تو اسکو چھوڑ دو اسکی برائی مت کرو اور ایک حدیث شریف مین فرمایا کہ مردون کو
گالی مت دو کہ وہ اپنے کیے کو پہونچ گئے ہین اور ایک حدیث شریف مین ارشاد ہے کہ اپنے مردون کا ذکر بہتری سے کیا کرو اس لیے
کہ اگر وہ جنتی ہین تو برا کہنے کا گناہ تمپر ہوگا اور اگر وہ دوزخی ہین تو ان کو انکی مصیبت کافی ہے۔ اور حضرت انس بن مالک
فرماتے ہین کہ ایک جنازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کو گذرا تو لوگون نے اسکی برائی بہت سی بیان کی آپ نے فرمایا کہ
واجب ہو گئی پھر اور جنازہ آیا تو لوگون نے اسکی بھلائی ذکر کی آپ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی حضرت عمر رض نے پوچھا کہ کیا واجب ہو گئی آپ نے
فرمایا کہ اس جنازے کی تمنے بھلائی بیان کی اسکے لیے جنت واجب ہو گئی اور پہلے جنازے کی برائی کی تو اسپر دوزخ واجب ہو گئی اور
تم خداے تعٰ کے گواہ ہو زمین مین یعنی جس چیز کی گواہی دے دوگے ویسا ہی حکم ہوگا اور حضرت ابوہریرہ رض اس حدیث کو روایت
کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ جب مر جاتا ہے اور لوگ اسکا وہ حال بیان کرتے ہین جو علم الٰہی مین ویسا نہین ہوتا تو اللہ تعالے
فرشتون سے فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو مین نے اپنے بندون کی گواہی اس بندے کے باب مین قبول کی اور اسکے جو گناہ جانتا ہون ان کو معاف کیا

ساتوین فصل موت کی حقیقت مین اور جو حال کہ میت پر قبر مین صور کے پھونکنے تک گزرتا ہے اس کے ذکر مین اس فصل مین چار بیان ہین

بیان اول موت کی حقیقت مین واضح ہو کہ لوگ موت کی حقیقت کے بیان مین جھوٹے بیان اور خیالات کرتے ہین اور غلطی پر ہین مثلاً بعض گمان کرتے ہین کہ موت نیست ہوجانا ہے نہ حشر ہوگا نہ نشر نہ خیر اور شر کا کچھ انجام ہے انسان کی موت ایسی ہے جیسے اور حیوانات کی یا سوکھی گھاس کی یہ رائے ملحدین اور ان لوگون کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان نہین لاتے اور بعض یہ گمان کرتے ہین کہ موت سے آدمی نیست ہوجاتا ہے مگر قبر سے لیکر حشر تک نہ کسی عذاب سے درد پاتا ہے نہ ثواب سے راحت اور بعض یہ کہتے ہین کہ روح باقی رہتی ہے موت سے نیست نہین ہوتی اور ثواب اور عذاب روحون ہی کو ہے جسمون کو نہین اور جسم ہرگز نہ اٹھائے جاوینگے نہ پھر سے زندہ ہونگے اور یہ سب اقوال گمان خراب اور حق سے پھرے ہوئے ہین اور جو بات کہ اعتبار کے لائق اور آیات اور حدیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ موت صرف حال کے بدلنے کا نام ہے اور روح جسم سے جدا ہونے کے بعد یا عذاب مین مبتلا یا آسایش مین چین کرتی باقی رہتی ہے اور روح کے جسم سے جدا ہونے کے یہ معنی ہین کہ اسکا تصرف جسم پر سے جاتا رہتا ہے جسم اس کی اطاعت سے باہر ہوجاتا ہے یعنے اعضا سب کے سب روح کے آلات ہین کہ انسے وہ کام لیا کرتی ہے مثلاً ہاتھ سے پکڑا کرتی ہے کان سے سنا کرتی ہے آنکھ سے دیکھا کرتی ہے اور دل سے اشیا کی حقیقت جانا کرتی ہے اور دل سے غرض یہان روح ہے تو یہ غرض ہوئی کہ روح اشیا کی حقیقت خود معلوم کیا کرتی ہے کسی آلہ کی ضرورت نہین اسیطرح کبھی اپنے آپ اقسام غم سے دکھ پایا کرتی ہے اور انواع خوشی سے سکھ اور یہ امور متعلق اعضائے جسمی سے نہین تو جتنی باتین ایسی ہین کہ انسے خود روح موصوف ہوتی ہے وہ تو بعد جسم کے جدا ہونے کے بھی روح کے ساتھ رہتی ہین اور جو باتین روح کو بواسطۂ اعضا کے ہوا کرتی ہین وہ جسم کے مرنے سے جاتی رہتی ہین یہانتک کہ دوبارہ پھر جسم مین روح آوے اور روح کا جسم مین دوبارہ آنا نہ قبر مین کچھ دشوار ہے نہ قیامت کے روز تک کی دیر ہونی کچھ بعید ہے اللہ تعالیٰ نے جیسا جس بندے کے واسطے حکم کردیا ہے وہی اسکو خوب جانتا ہے اور موت کے باعث جسم کا بیکار ہونا ایسا ہے جیسے اپاہج آدمی کے اعضا مزاج کے بگڑنے سے یا پٹھون مین سدہ واقع ہونے کے باعث نکمے ہوجاتے ہین اور ان مین روح نہین اثر کرسکتی تو اس صورت مین روح کا عالم ہونا اور عاقل اور مدرک ہونا باقی رہتا ہے اور بعض اعضا سے کام لیتی ہے اور بعض اس سے نافرمان ہوجاتے ہین اور موت کے معنی سب اعضا کے روح سے نافرمان ہونے کے ہین اور اعضا تو روح کے آلات تھے جنسے وہ کام لیتی تھی اور روح سے غرض وہ چیز ہے جو انسان کے اندر علوم اور غمون کی تکلیف اور خوشیون کی لذت معلوم کرتی ہے تو جب روح کا تصرف اعضا مین باطل ہوگیا تو اسکے علوم اور ادراکات اور خوشیون اور غم اور لذت اور درد کا قبول کرنا تو نہین جاتا رہا اور انسان واقع مین وہی چیز ہے جو علوم کو ادراک کرتی ہے اور رنج و راحت کو باقی ہے اور یہ صفت نہین مرتی بلکہ موت کے باعث سے بدن پر سے اسکا تصرف اٹھ جاتا ہے اور بدن اسکا آلہ نہین رہتا جیسے لنجے پن کے یہ معنی ہین کہ روح کے آلہ ہونے سے ہاتھ نکل گیا اور اسکے کام کا نہ رہا اسیطرح موت گویا سارے اعضا کا اپاہج ہوجانا ہے کہ کوئی اسکا آلہ نہ رہا اور انسان کی حقیقت جو اسکا نفس اور روح ہے وہ بدستور موجود ہے ہان اسکے حال کا بدلنا دو طرح سے ہے اول تو یہ کہ

اس سے اسکی آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ اور پانون اور جملہ اعضا چھن گئے اور اہل و اقارب اور زن و فرزند اور تمام اشیاء اور گھوڑے اور سواریان اور غلام اور گھر اور تمام جایداد چھن گئی اور اسمین کچھ فرق نہین کہ آدمی سے یہ چیزین چھن جاوین یا خود اسکو ان چیزون سے چھین لیا جاوے اسواسطے کہ ایذا دینے والی چیز تو جدائی ہے اور جدائی دونون صورتون مین حاصل ہے ایسا ہوتا ہے کہ کبھی تو آدمی کا مال لوٹ لیا جاتا ہے اور کبھی مال وغیرہ بدستور رہتا ہے اس مالک ہی کو قید کر لیا جاتا ہے دونون صورتون مین درد یکسان ہوتا ہے اور موت بھی یہی ہے کہ انسان کو اسکے جمیع اموال اور لواحق سے لیکر ایک اور عالم مین بھیجدیا جاوے جو اس عالم کے مشابہ نہو پس اگر دنیا مین اسکی کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے اسکو انس و راحت تھی تو بعد موت کے اس چیز کی حسرت اسپر بڑی ہوگی اور اس کی جدائی مین اس شخص کو نہایت تکلیف ہوگی بلکہ اسکا دل ہر ایک چیز کیطرف التفات کریگا مال کیطرف جدا اور جاہ کی طرف جدا اور جائداد غیر منقول کی طرف جدا یہانتک کہ اگر کوئی کرتا پہنکر خوش ہوا کرتا ہوگا تو اسکے چھوٹنے کا بھی رنج ہوگا اور اگر بجز خدا ے تعالےٰ کے ذکر کے اور چیز سے خوش نہ تھا اور نہ اسکے سوا دوسرے سے الفت رکھتا تھا تو مرنے سے بڑی آسایش پاویگی اسلیے کہ موانع بر طرف ہون گے اور محبوب سے مین اور اپنے آپ مین تخلیہ ہوجائیگا تمام اسباب دنیاوی خداے تعالےٰ کے ذکر سے شاغل ہی ہین وہ سب بر طرف ہون گے پس ایک وجہ زندگی اور موت کے حال مین اختلاف کی تو یہ تھی جو بیان ہوئی دوسری وجہ حال کے بدلنے کی یہ ہے کہ موت کے باعث انسان کو وہ باتین کھلجاتی ہین جو زندگی مین نہین کھلتی تھین جیسے جاگتے آدمی کو ایسے حالات منکشف ہوتے ہین جو خواب مین نہین ہوتے اور آدمی سب مردہ ہین جب مرینگے تو جاگینگے سب سے پہلے جو آدمی پر حال کھلیگا وہ اسکی نیکیون کا نفع یا برائیون کا ضرر ہوگا حالانکہ یہ حال اسکے دل کے اندر کی بیاض مین لکھا تھا مگر دنیا کے کامون کی جہت سے اسکو خبر نہ تھی جب دنیا کے کام برطرف ہوگئے تو سارے اعمال اس پر کھل گئے اب جو برائی دیکھتا ہے اسپر ایسی حسرت کرتا ہے کہ اس حسرت سے بچنے کے لیے آگ مین گھس جانے کو اختیار کر سکتا ہے اور ایسے حال مین اس سے کہا جاتا ہے کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور یہ بات اسوقت کھلتی ہے کہ جب سانس ٹوٹ جاتی ہے اور دفن نہین ہوتا اور جدائی کی آگ بھڑکی ہوتی ہے یعنے اس دنیاے ناپائدار سے جس چیز پر اطمینان تھا اور مقدار زاد اور پہونچانے کی قدر اس سے مراد نہ تھی اسکے جدا ہونے کی آگ لگی ہوئی ہے اور جو شخص کہ دنیا مین سے زاد ہی کے موافق کا طالب ہوتا ہے تو اسکو مرنے کے بعد کچھ رنج جدائی کا نہین ہوتا بلکہ وہ منزل پر پہونچکر خوش ہوتا ہے کہ زاد کا تردد جاتا رہا اور وجہ اس کی خوشی کی یہ ہے کہ اسکو غرض منزل مقصود تھی نہ خود زاد سے اور یہ حال ایسے شخصون کا ہوتا ہے جو دنیا مین سے بقدر ضرورت ہی لیتے ہین اور چاہتے رہتے ہین کہ کسی طرح اتنی ضرورت بھی نہ رہے پس ان کی آرزو مرنے سے پوری ہوجاتی ہے کہ اسقدر سے بھی مستغنی ہوجاتے ہین اور یہ عذاب کے اقسام اور رنج بہت بڑے ہین کہ پہلے دفن کے آدمی پر ٹوٹ پڑتے ہین پھر دفن کے وقت کبھی اور قسم کے عذاب کے لیے اس کی روح جسم مین دوبارہ لائی جاتی ہے اور کبھی معاف کر دیا جاتا ہے اور جو شخص دنیا سے لذت یاب اور اسپر مطمئن ہوتا ہے اسکا حال ایسا سمجھو جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی غیبت مین اسکے محل اور سلطنت اور پایۂ تخت مین خوب مزے اڑا ئے اور اعتماد کرتا ہو کہ بادشاہ میرے معاملے مین کچھ سہولت برتیگا یا یہ کہ جو کچھ مین برے کام کر رہا ہون انکا علم بادشاہ کو نہ ہوگا اور بادشاہ اسکو اچانک

پکڑ لیے اور اسپر ایک فرد پیش کرے جسمین اسکی خطائین اور بدا فعالیان ذرہ ذرہ سی لکھی ہوئی ہین اور بادشاہ بھی بڑا زبردست اور غیرت ناک ہو اور جو لوگ اسکے محل مین یا سلطنت مین مرتکب افعال ناشایستہ ہون ان سے عوض لینے والا ہو اور کسی کی سفارش نا فرمانون کے باب مین نہ سنتا ہو تو ایسی صورت مین اس گرفتار کا حال سوچنا چاہیے کہ پہلے سزا وغیرہ ہونے سے اسکو کسقدر خوف اور شرم اور حسرت وندامت ہوگی یہی حال بدکار میت کا ہے جو دنیا پر مغرور اور مطمئن ہوتا ہے کہ پہلے قبر کے عذاب نازل ہونے سے بلکہ عین مرنے کے وقت خوف و شرم و حسرت وندامت ٹوٹ پڑتی ہے اور جسم کے مارنے و کاٹنے کی نسبت کر رسوائی اور فضیحت اور پردہ کے فاش ہونیکا عذاب اسکو زیادہ ہوتا ہو معاذ اللہ منہا غرضکہ موت کے وقت مردہ کا حال ایسا ہوتا ہو اہل بصیرت نے اسکو باطن کے مشاہدے سے دیکھا ہو جو ظاہر کے دیکھنے سے بھی قوی تر ہے اور اسپر قرآن و حدیث کے دلائل بھی موجود ہین ہان کنہ حقیقت موت کا حال معلوم ہونا ممکن نہین اسلیے کہ موت کی معرفت بدون زندگی کی معرفت کے ممکن نہین اور زندگی کی معرفت روح کی حقیقت کے جاننے اور اسکی ذات کے پہچاننے پر موقوف ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے باب مین گفتگو کرنے کی اجازت نہین دی اور الروح من امر ربی[1] کہنے کے سوا اور کچھ زیادہ کہنے سے منع فرمایا ہے تو کسی کو علماے دین مین سے نہین پہونچ سکتا کہ روح کے راز کھولے گو اسپر مطلع ہو صرف اسباب مین اسی قدر اجازت ہے کہ حال روح کا بعد موت کے ذکر کرین اور اسبات پر بہت سی آیتین اور حدیثین دلالت کرتی ہین کہ موت سے روح نیست نہین ہوتی نہ اسکا ادراک فنا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالے شہدا کے باب مین ارشاد فرماتا ہو ولا تحسبن[2] الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین اور جبکہ جنگ بدر مین شرفاے قریش مارے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ایک کو پکارا[3] کہ اے فلان اور اے فلان مجھ سے جو میرے رب نے وعدہ کیا تھا اسکو مین نے سچا پایا تمسے جو تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا تمنے بھی سچا پایا کہ نہین لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ان لوگون کو پکارتے ہین وہ تو مردہ ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہو وہ اس کلام کو تمسے زیادہ سنتے ہین مگر وہ جواب پر قادر نہین تو یہ حدیث نص ہو شقی کی روح کے باقی رہنے اور اسکے ادراک و معرفت بحال رہنے کے باب مین اور آیت نص تھی شہدا کی ارواح مین اور میت کی دو ہی قسمین ہین یا سعید ہوتا ہے یا شقی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم[4] نے فرمایا کہ قبر یا ایک گڑھا ہو آگ کے گڑھون مین سے یا ایک باغ ہو جنت کے باغون مین سے یہ حدیث صریح نص ہو اسباب مین کہ موت کے معنے صرف حال کے بدلنے کے ہین اور اسمین کہ میت کیواسطے جو کچھ سعادت اور شقاوت ہونے کو ہوتی ہو وہ مرتے ہی بلا تاخیر ہو جایا کرتی ہو صرف بعض اقسام کے عذاب اور ثواب البتہ پیچھے پر رہتے ہین مگر ان کی اصل اسیوقت ہو جاتی ہے اور حضرت انس رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا الموت[5] القیامۃ فمن مات فقد قامت قیامتہ اور ایک حدیث شریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[6] کہ جب کوئی تم مین سے مرجاتا ہو تو اسکا ٹھکانا صبح و شام اسپر پیش کیا جاتا ہو اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت مین اور اگر دوزخی ہوتا ہو تو دوزخ مین سے ٹھکانا دکھلایا جاتا ہو اور کہا جاتا ہو کہ یہ تیرا ٹھکانا ہو یہانتک کہ خداے تعالے تجھ کو اس مین قیامت کے دن پہونچا دے اور جو کچھ ان ٹھکانون کے دیکھنے سے لذت یا عذاب اسوقت ہوتا ہو گا وہ مخفی نہین اور

[1] بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود رض ۱۲
[2] اور تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ مین مردے بلکہ زندہ ہین اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہین خوشی کرتے ہین ۱۲
[3] مسلم بروایت عمر فاروق رض ۱۲ عدہ حق کو سچا پایا میرے رب کا ۱۲
[4] ترمذی بروایت ابو سعید ۱۲
[5] موت قیامت ہے ۱۲ جب مرا کوئی قیامت اس کی قائم ہو گئی ۱۲ ابن ابی الدنیا سند ضعیف ۱۲
[6] بخاری و مسلم بروایت ابن عمر ۱۲

ابو قیس کہتے ہین کہ ہم حضرت علقمہ رضؓ کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھے آپ نے فرمایا کہ اسکی قیامت تو قائم ہوگئی۔ اور حضرت علے کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ نفس کو دنیا سے نکلنا حرام ہی جبتک کہ یہ نہ جان لے کہ جنت والون مین سے ہون یا دوزخ والون مین سے اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مات غریبًا مات شہیدًا ووقی فتانی القبر وغدی وریح علیہ برزقہ من الجنۃ اور حضرت مسروق رضؓ فرماتے ہین کہ مجھے اتنی غبطہ اورکسی پر نہین آتی جتنی اس ایماندار پہ آتی ہے کہ لحد مین جاکر دنیا کے تکالیف سے آرام پایا ہو اور خداے تعم کے عذاب سے محفوظ رہا ہو۔ اور یعلی بن ولید کہتے ہین کہ مین ایک روز حضرت ابو درداء رضؓ کے ساتھ چلا جاتا تھا مین نے آپ سے پوچھا کہ جس شخص سے آپ محبت رکھتے ہین اس کے لیے آپ کونسا حال پسند کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ موت اس کے لیے پسند کرتا ہون مین نے پوچھا کہ اگر وہ نہ مرے آپ نے فرمایا کہ تو یہ پسند کرتا ہون کہ اسکا مال اور اولاد کم ہو اور موت کو اسلیے پسند کرتا ہون کہ موت کی محبت مومن ہی کو ہوا کرتی ہی اور موت مومن کے حق مین قید سے چھوٹنا ہے اور مال اور اولاد کی قلت اسواسطے پسند کرتا ہون کہ یہ چیزین آزمایش کی ہین اور دنیا کے ساتھ انس کی باعث ہین اور ایسی چیز سے انس کرنا جسکا چھوڑنا ضروری ہی نہایت بدبختی ہی اور جو چیز خداے تعم کے اور اسکے ذکر اور انس کے سوا ہے ان سب کو مرنے پر چھوڑدینا ضروری ہے اور اسی سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ نے فرمایا کہ مومن کی مثال اسکے دم یا روح نکلنے کے وقت ایسی ہے جیسے کوئی شخص قیدخانے مین ہو اور اس مین سے چھوڑدیا جاوے اور زمین مین سیر کرتا کودتا پھرے اور یہ جو آپ نے ذکر فرمایا ہے یہ اسی شخص کا حال ہے جو دنیا سے علحدہ اور کنارہ کش ہو اور بجز ذکر اللہ تعم کے اور کسی چیز سے انس نہ رکھتا ہو اور دنیا کے علائق اسکو محبوب حقیقی سے روکتے ہون اور شہوتون کی سختی کھٹکتی اسکو ایذا دیتی ہو تو ایسے شخص کو موت مین سب موذیون سے چھٹی ہوجاتی ہے اور جس محبوب سے اسکو انس تھا بے روک ٹوک اس سے تخلیہ نصیب ہوتا ہی اور بہت زیبا ہے کہ یہ امر منتہاے آسائش اور کامل لذت ان شہیدون کے لیے ہو جو خدا کی راہ مین مقتول ہوئے ہین اسلیے کہ وہ جو مرنے پر جرأت کرتے ہین تو جبھی کرتے ہین جب اپنی توجہ دنیا کے علاقون سے قطع کرلیتے ہین اور مشتاق دیدار الٰہی کے ہوکر اسکی رضاجوئی مین قتل پر راضی ہوتے ہین پس اگر دنیا کی طرف نظر کرے گا تو اپنی خوشی سے اسکو آخرت کے بدلے مین بیچڈالیگا اور بیچنے والے کا دل بیع کیطرف التفات نہین کیا کرتا اور اگر آخرت کی طرف نظر کرے گا تو اسکو خریدا ہی ہے اور اسی کا شائق تھا تو جس چیز کو مول لیا ہے اسکو جب دیکھے گا تو کیسی کچھ خوشی ہوگی اور جس چیز کو بیچ دیا ہی اسکے جدا ہونے پر کتنا کم التفات ہوگا۔ اور دل کا خالص ہونا محبت الٰہی مین کبھی اتفاقًا ہوجایا کرتا ہی یہ ضرور نہین کہ موت بھی اسی پر ہو اسی لیے بدلجاتا ہی اور خدا کی راہ مین لڑنا موت کا سبب ہی تو اسی حالت پر موت کے آنے کا سبب ہوگا اور یہین وجہ اسکی لذت زیادہ ہوتی ہی کیونکہ معنی لذت کے یہ ہین کہ آدمی اپنی مراد کو پہونچ جاوے اور جی چاہتی بات میسر ہو اللہ تعم فرماتا ہی ولہم فیہا ما یشتہون اس آیت مین سب لذتین جنت کی آگیئن اور سب سے بڑا عذاب یہ ہی کہ آدمی اپنی مراد سے روک دیا جاوے چنانچہ خداے تعالے فرماتا ہے وحیل بینہم وبین ما یشتہون یہ آیت اہل دوزخ کے تمام عذابون کی جامع ہی اور آسائش مذکورۂ بالا شہید کو فورًا دم نکلتے ہی ملتی ہے اور یہ امر ارباب قلوب کو نور یقین سے منکشف ہوتا ہی اور اگر تمکو اسپر شہادت نقلی منظور ہو تو شہدا کے باب مین جتنی احادیث ہین وہ سب

اسپر دال ہین ہر ایک حدیث مین شہدا کی انتہاے لذت کو ادر ہی لفظون سے تعبیر فرمایا ہو حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رض کو فرمایا[۱] اور انکا باپ جنگ احد مین شہید ہو گیا تھا کہ مین تجکو خبر خوش سناؤن انھون نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ کو خدائے تعالیٰ بشارت خیر دے آپ نے فرمایا کہ خداے عز وجل نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور اپنے سامنے بٹھلا کر ارشاد فرمایا کہ میرے بندے جو چاہے مجھ سے تمنا کر مین تجکو دونگا تیرے باپ نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری عبادت جیسی چاہیے ویسی نہین کی مین تجھ سے یہ تمنا کرتا ہون کہ تو مجھکو پھر دنیا مین بھیجدے تاکہ مین تیرے رسول کے ساتھ ہوکر لڑون اور دوسری دفعہ تیری راہ مین مارا جاؤن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری طرف سے پہلے ہو چکا ہو کہ تو دنیا مین لوٹ کر نہ جاوے گا۔ اور حضرت کعب رض فرماتے ہین کہ جنت مین ایک شخص روتا ہوا پایا جاویگا اس سے کہا جاویگا کہ تو جنت مین ہوکر کیون روتا ہے وہ کہیگا کہ مین اسلیے روتا ہون کہ خدا کی راہ مین صرف ایک ہی بار مارا گیا مین یہ چاہتا تھا کہ پھر جاکر لڑون اور کئی بار مارا جاؤن اور جاننا چاہیے کہ ایمان دار کو مرنے کے بعد خداے تعالیٰ کا جلال اتنا وسیع معلوم ہوتا ہو جسکے سامنے دنیا تنگ از مثل قیدخانے کے معلوم ہوتی ہو اور اسکا حال ایسا ہوتا ہو جیسے کوئی اندھیرے قیدخانے مین محبوس ہو اور اسپر ایک دروازہ ایسے باغ وسیع کیطرف کو کھولدیا جاوے کہ اسکی وسعت پر آنکھ کام نہ کرتی ہو اور اسمین طرح طرح کے درخت اور پھول اور پھل اور جانور ہون تو ظاہر ہو کہ وہ شخص اس باغ مین پہونچکر اس اندھیرے قیدخانے مین پھر آنا نہ چاہیگا اور ایک مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی بیان فرمائی ہو[۲] یعنے ایک شخص مر گیا تھا اسکو آپ نے فرمایا کہ یہ دنیا سے کوچ کر گیا اور دنیا کو دنیا دارون کے لیے چھوڑ گیا اگر یہ راضی ہو تو اسے دنیا مین پھر کر آنا اچھا نہ معلوم ہوگا جیسے تم مین سے کوئی اچھا نہین جانتا کہ دوبارہ اپنی مان کے پیٹ مین جاوے اس حدیث مین تبلادیا کہ آخرت کی وسعت کو دنیا سے وہ نسبت ہو جو دنیا کی وسعت کو رحم کی تاریکی کیطرف ہو۔ اور ایک حدیث شریف مین ارشاد ہو[۳] کہ مومن کی مثال ایسی ہے جیسے بچہ اپنی مان کے پیٹ مین کہ جب پیٹ سے نکلتا ہو تو اپنے نکلنے پر روتا ہو مگر جب روشنی دیکھتا ہو تو پھر اپنی جگہ پر جانا پسند نہین کرتا یہی حال مومن کا ہے کہ موت سے گھبراتا ہو مگر جب اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہو تو پھر دنیا مین آنا پسند نہین کرتا جیسے بچہ مان کے پیٹ مین جانا نہین چاہتا اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص مر گیا آپ نے فرمایا[۴] کہ مستریح او مستراح منہ یعنے یا اسکو راحت ملی یا اس سے دوسرون کو راحت ہو گئی اسمین مستریح سے اشارہ مومن کیطرف ہو کہ بلاے دنیوی سے راحت پائی اور مستراح منہ سے فاجر کیطرف اشارہ ہو کہ دنیا والے اس سے راحت مین ہو جاتے ہین اور ابو عمر پانی پلانے والے کہتے ہین کہ ہم لڑکے سے تھے ہمارے پاس کو حضرت ابن عمر رض گذرے اور ایک قبر کیطرف نگاہ کی دیکھا تو ایک کھوپری کھلی ہوئی ہے ایک شخص کو آپ نے ارشاد فرمایا اسنے اسپر مٹی ڈالدی پھر فرمایا کہ یہ خاک ان بدنون کو کچھ ضرر نہین کرتی اور جنپر کہ ثواب اور عذاب قیامت تک ہوتا ہو وہ ارواح ہین اور عمرو بن دینار رح فرماتے ہین کہ جو میت مرتی ہو وہ جو کچھ اسکے گھر اسکے بعد ہوتا ہو جانتی ہے یہان تک کہ لوگ مردے کو غسل اور کفن دیتے ہین اور وہ انکو دیکھتا ہو اور مالک بن انس رح فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہو کہ مومنون کی روحین

۱؎ ترمذی و ابن ماجہ بروایت جابر و ابن ابی الدنیا بروایت عائشہ رض اور اس کی سند مین ضعف ہو ۱۲ ۲؎ ابن ابی الدنیا بروایت عمرو بن دینار مرسلا ۱۲ ۳؎

چھوٹی رہتی ہین جہان چاہتی ہین وہان جاتی ہین۔ اور نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پرؐ فرماتے سنا کہ آگاہ رہو دنیا مین صرف اسقدر رہا ہو جیسے مکھی کے جو مین ملتی ہو پس اللہ سے خوف کرو اپنے مردہ بھائیون کے باب مین اسلیے کہ تمہارے اعمال ان پر پیش ہوتے ہین اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ۲ نے فرمایا کہ اپنے مردون کو اپنے برے اعمال سے فضیحت مت کرو کیونکہ تمہارے اعمال بد تمہارے مردہ دوستون پر پیش ہوا کرتے ہین اور اسیواسطے حضرت ابو درداءؓ نے دعا مین فرمایا کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون کہ ایسا کام کرون جس سے عبداللہ بن رواحہؓ کے سامنے فضیحت ہون حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت ابو درداءؓ کے ماموں تھے اور پہلے مرچکے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کسی نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مومنون کی روحین کہان رہتی ہین آپ نے فرمایا کہ سفید جانورون کی صورت مین عرش کے سایے مین رہتی ہین اور کافرون کی روحین ساتوین زمین مین رہتی ہین اور حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مردہ اپنے غسل دینے والے اور اٹھانے والے اور قبر مین اتارنے والے کو پہچانا کرتا ہو۔ اور صالح مری فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ روحین موت کے وقت ملاکرتی ہین پہلے مردون کی روحین اس حال کے مردے کی روح سے کہتی ہین کہ تیرا ٹھکانا کہان ہوا اور تو پاک جسم مین رہا یا ناپاک مین اور عابید بن عمیر کہتے ہین کہ اہل قبور اخبار کے منتظر رہتے ہین جب کوئی مردہ انکے پاس جاتا ہو تو وہ کہتے ہین کہ فلان شخص کا کیا حال ہو وہ کہتا ہو کہ دنیا سے تو وہ آ لیا کیا تمہارے پاس نہین آیا وہ کہتے ہین کہ نہین پھر کہتے ہین کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اسکو کسی اور راستے سے لے گئے ہمارے پاس نہین لائے اور جعفر بن سعید سے مروی ہو کہ جب کوئی مرجاتا ہو تو اسکا لڑکا اسکے استقبال کو آتا ہو جیسے کسی مسافر کا استقبال کیا کرتے ہین۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہین کہ جس شخص کا لڑکا نیکبخت ہوتا ہو تو اسکی نیکبختی کی بشارت اسکو قبر مین دیجاتی ہو۔ اور ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اس سے خدا تعالیٰ کے پاس کے رحمت والے مردے ایسے ملتے ہین جیسے دنیا مین خوشخبری سنانے والا کسی کے پاس آتا ہے اور کہتے ہین کہ اس اپنے بھائی کو دیکھیو تاکہ اسکو تسکین ہوجاوے کہ یہ شخص بڑی سختی مین تھا پھر اس سے پوچھتے ہین کہ فلان شخص کا کیا حال اور فلانی عورت کیسی ہو اور فلانی عورت نے نکاح کیا کہ نہین پس جب اس سے کسی ایسے شخص کا حال پوچھتے ہین کہ وہ اس سے پہلے مرگیا ہوتا ہے اور وہ جواب دیتا ہو کہ وہ تو مجھ سے پہلے مرچکا ہو کہتے ہین کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اسکو اسکی اہل دوزخ مین لیگئے دوسرا بیان

قبر کا اور مردون کا کلام میت سے اور مردے یا زبان سے کہتے ہین یا حال سے تقریر کرتے ہین اور زبان حال مردون کے سمجھانے کے لیے فصیح تر ہو بہ نسبت زبان مقال کے زندون کے سمجھانے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہو تو قبر اس سے کہتی ہو کہ اے خانہ خراب آدمی تجکو کس چیز نے مجھسے مغالطے مین رکھا تو نے نجانا کہ مین آزمایش کا گھر ہون اور تاریکی کا مکان اور تنہائی کی جگہ اور کیڑونکا خانہ ہون میرے باب مین تجھے کس چیز نے دھوکا دیا کہ تو میرے اوپر اکڑ کر چلتا تھا پس اگر نیکبخت ہوتا ہو تو اسکی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہو کہ تو دیکھتی نہین یہ شخص اچھی بات کا امر کیا کرتا تھا اور بری بات

۱ ابن ابی الدنیا و ابوبکر بن بلال بروایت مالک بن اذا عن نعمان اور مالک بن اذا مختلف فیہ ہو ۱۲ ۲ ابن ابی الدنیا والماتلی بسند ضعیف ۱۲ ۳ احمد

سے منع کیا کرتا تھا قبر کہتی ہو کہ تو اب مین اسپر سبز ہو ئی جاتی ہون اور اسکا جسم نور ہوجاویگا اور روح خدا سے تعؐ کے پاس چلی جائے گی انتہی۔ اور عبید بن عمیر لیثی کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہو اسکا گڑھا جسمین وہ دفن ہوگا اس سے کہتا ہو کہ مین تنہائی اور تاریکی اور اکیلے رہنے کا مکان ہون اگر تو اپنی زندگی مین خدا سے تعؐ کا مطیع رہا ہوگا تو مین آج تجھپر رحمت ہونگا اور اگر تو نا فرمان رہا ہوگا تو عذاب ہونگا مین وہ ہون کہ جو مجھ مین مطیع ہوکر گھسے گا وہ خوش ہوکر نکلے گا اور جو عاصی ہوکر آویگا وہ تباہ ہوکر نکلے گا۔ اور محمد بن صبیح کہتے ہین کہ جب آدمی قبر مین رکھا جاتا ہو اور اسکو عذاب یا اور کوئی بری بات پہونچتی ہو تو اسکے پڑوس کے مردے اس سے کہتے ہین کہ اے اپنے قریبون اور پڑوسیون سے دنیا مین پیچھے رہنے والے کیا تجکو ہمسے عبرت نہوئی کیا اپنے آپ سے آگے آنے والونکا حال تونے نہ سوچا تونے نہ دیکھا کہ ہمارے اعمال مرنے سے تمام ہوگئے تھے تجکو تو مہلت تھی تونے تدارک اس چیز کا کیون نہ کرلیا جو تیرے اقارب سے رہ گئی تھی اور زمین کے حصے اس سے کہتے ہین کہ اے ظاہر دنیا پر دھوکا کھانے والے جو لوگ تیرے گھر والون مین سے زمین کے شکم مین چلے گئے تھے ان سے تونے عبرت کیون نہ پکڑی انکو دنیا نے تجھسے پہلے دھوکا دیا پھر انکی موت انکو قبرون مین لے گئی تو انکو دیکھتا تھا کہ دوسرون کے کاندھے پر اس منزل مین چلے جاتے ہین جو انکے لیے ضرور تھی۔ اور یزید رقاشی کہتے ہین کہ مین نے سنا ہو کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہے تو اسکے اعمال اسکو آگھیرتے ہین پھر انکو خدا سے تعؐ گویا کرتا ہو وہ کہتے ہین کہ اے اکیلے بندے گڑھے مین پڑے ہوے تیرے دوست اور گھر والے تیرے پاس سے چلے گئے تو ہمارے پاس آج تیرا کوئی انیس نہین اور حضرت کعبؓ فرماتے ہین کہ جب نیک بندہ قبر مین رکھا جاتا ہو تو اسکے اعمال نیک نماز روزہ حج زکوۃ جہاد اسکو گھیر لیتے ہین پھر عذاب کے فرشتے اسکے پانون کیطرف سے آتے ہین تو نماز کہتی ہو کہ اس سے الگ رہو یہ شخص اللہ کے واسطے انپر بہت کھڑا رہا کرتا تھا پھر فرشتے سر کیطرف آتے ہین تو روزہ کہتا ہو کہ ادھر کو تمکو راہ نہین دنیا مین یہ شخص بہت پیاسا رہا کرتا تھا فرشتے بدن کیطرف سے آتے ہین تو حج اور جہاد کہتے ہین کہ یہانسے الگ رہو کہ اسنے اس بدن سے حج کے لیے بہت محنت و مشقت اٹھائی اور اللہ کی راہ مین جہاد کیا تمکو راہ نہ ملیگی فرشتے ہاتھون کیطرف سے آتے ہین تو صدقہ کہتا ہے کہ اس شخص نیک کو جانے دو بہت سا صدقہ اسنے ان ہاتھون سے دیا ہو کہ وہ اللہ تعؐ کو مقبول ہوا اور اسی کی رضا جوئی کو دیا تھا تو تم کو یہان راہ نہ ملیگی تب اس سے کہا جاتا ہو کہ مبارکباد تو پاک ہی زندہ رہا اور پاک ہی مرا پھر اسکے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہین اور اسکے لیے جنت کا بستر بچھاتے ہین اور حلۂ بہشتی لاتے ہین اور اسکی قبر کو جہانتک نظر کام کرے وہانتک کشادہ کرتے ہین اور جنت مین سے ایک قندیل آجاتا ہو کہ اسی کی روشنی مین قبر مین سے اٹھنے تک رہتا ہو اور عبداللہ بن عبید بن عمیر نے ایک جنازے کے ساتھ مین فرمایا کہ مین نے سنا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو[۱] کہ مردہ قبر مین بٹھلایا جاتا ہو اور وہ آواز اپنے ساتھیون کے پانون کی سنتا ہے اور اس سے بجز اسکی قبر کے اور کوئی چیز کلام نہین کرتی قبر کہتی ہو کہ اے خانہ خراب تجکو مجھسے کسی نے نہین ڈرایا تھا تجھے یہ خوف نہین دلایا گیا تھا کہ مین تنگ اور بدبودار اور ہولناک اور کیڑونسے پر ہون پس تونے میرے لیے کیا سامان کیا۔

تیسرا بیان قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال مین حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص انصار کے جنازے پر[۲] نکلے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک نیچے کو ڈالکر اسکی قبر پر بیٹھے پھر تین بار ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے

۱ح ابن ابی الدنیا نے اصبہانی و سلمان ؟ نقل کیا ۱۲ ۲ح ابو داؤد و حاکم نے پوری نقل کی ہو اور نسائی و ابن ماجہ نے مختصر ۱۲

عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہون پھر فرمایا کہ جب ایما ندار آخرت کی پیشی مین ہوتا ہی تو اللہ تعالیٰ ایسے فرشتون کو بھیجتا ہے کہ گویا ان کے منھ آفتاب ہوتے ہین ان کے ساتھ مین اسکی خوشبو اور کفن ہوتا ہی وہ اسکی آنکھون کے سامنے بیٹھتے ہین جب اسکی روح نکلتی ہے تو ہر فرشتہ آسمان و زمین کے درمیان کا اور ہر ایک فرشتہ آسمان کا اسپر رحمت بھیجتے ہین اور آسمان کے دروازے کھلجاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اسکی روح اپنے اندر ہو کر جانا نہ چاہتا ہو جب اسکی روح اوپر چڑھتی ہی تو فرشتے عرض کرتے ہین کہ الٰہی یہ تیرا فلان بندہ ہے حکم ہوتا ہی کہ اسکو ہٹالیجاؤ اور جو کچھ ہمنے اسکے لیے سامان کرامت مہیا کیا ہی دکھلاؤ اسلیے کہ ہم وعدہ کر چکے ہین منہا خلقناکم و فیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخریٰ اور وہ شخص پھرتے لوگون کی جوتیون کی آواز سنتا ہے یہان تک کہ اس سے کہا جاتا ہی کہ تیرا رب کون ہی اور دین کیا اور نبی کون ہی وہ جواب دیتا ہی کہ میرا رب اللہ ہی اور دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور سوال مین اس سے نہایت سختی کے ساتھ پوچھتے ہین اور یہ آخر جانچ ہی جو مردے پر ہوتی ہی پس جب وہ جواب مذکور دیتا ہی تو پکارنے والا پکارتا ہی کہ تو سچ کہتا ہی یہی معنی ہین اس آیت کے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الآخرۃ پھر اسکے پاس ایک آنے والا خوبصورت خوش لباس خوشبودار آکر کہتا ہی کہ تجکو رحمت پروردگار کی بشارت ہو اور ان جنتونکا مژدہ ہو جن مین لذت دائمی ہی وہ کہتا ہی کہ تجکو بھی بشارت خیر کی خدا تعالیٰ دے تو کون ہی وہ کہتا ہی کہ مین تیرا عمل نیک ہون بخدا کہ مین نے تیرا حال یہی جانا کہ تو خدا تعالیٰ کی طاعت مین جلد باز اور معصیت مین دیر کرنے والا تھا خدا تعالیٰ تجکو جزا ئے خیر دے پھر ایک منادی پکارتا ہی کہ اسکے لیے جنت کے بسترون مین سے بستر کر دو اور ایک دروازہ جنت کیطرف کو کھول دو پس بستر جنت مین سے بچھا دیا جاتا ہی اور دروازہ جنت کیطرف کو کھول دیا جاتا ہی وہ اسوقت کہتا ہی کہ الٰہی قیامت کو جلد برپا کر تاکہ مین اپنے اہل اور مال کی طرف رجوع کرون۔ اور کافر کا حال یہ ہوتا ہی کہ جب آخرت کے سامنے ہوتا ہی اور دنیا سے علیحدہ ہوا چاہتا ہے تو اسپر فرشتے تند خو کڑے اترتے ہین اور ان کے ساتھ آگ کے کپڑے اور گندھک کا کرتہ ہوتا ہی وہ اسکے گرد ہو جاتے ہین اور جب اسکی جان نکلتی ہی تو اسپر تمام فرشتے ادھر کے اور تمام فرشتے آسمان کے لعنت کرتے ہین اور دروازے آسمانون کے بند کر دیے جاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اپنے اندر کو اسکی روح جانے دینا برا نہ جانتا ہو جب اسکی روح چڑھتی ہی تو پھینک دیجاتی ہی اور عرض کیا جاتا ہی کہ الٰہی تیرے فلان بندے کو نہ آسمان نے قبول کیا نہ زمین نے اللہ عزوجل فرماتا ہی اسکو ہٹالے جاؤ اور جو سامان برائی کا اسکے لیے ہمنے مہیا کیا ہی اسکو دکھاؤ کہ ہم نے اس سے وعدہ کر لیا ہی منہا خلقناکم آخر آیت تک اور وہ جوتیون کی آواز لوگون کے پھرنے کیوقت سنتا ہی یہانتک کہ اس سے کہا جاتا ہی کہ تیرا رب کون ہی اور نبی کون اور دین کیا وہ جواب دیتا ہی کہ مین تو نہین جانتا اس سے کہا جاتا ہی کہ تو نہ جانیو پھر اسکے پاس ایک آنے والا بدصورت بدبودار بدلباس آتا ہی اور کہتا ہی کہ تجکو مژدہ ہو غضب الٰہی اور عذاب دردناک دیرپا کا وہ کہتا ہی کہ خدا تعالیٰ تجکو بدی کی خبر سنا دے تو کون ہے وہ کہے گا کہ مین تیرا عمل بد ہون بخدا تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی مین جلد باز اور طاعت الٰہی مین تاخیر کرنے والا تھا خدا تعالیٰ تجکو جزا ئے بد دیوے وہ کہتا ہی کہ تجھے بھی خدا ئے تعالیٰ جزا ئے بد دیوے پھر اسپر ایک بہرا اندھا گونگا معین کیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہی کہ اگر جن و انسان اسکے اٹھانے پر متفق ہون تو نہو سکے اگر اسکو پہاڑ پر مارے تو مٹی ہو جاوے

حاشیہ: اسی زمین سے ہمنے تمکو بنایا اور اسمین تمکو پھر ڈالتے ہین اور اس سے نکالینگے تمکو دوسری بار ۱۲ ۔ ۳ ح مضبوط کرتا ہی اللہ ایمان والون کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی اور آخرت مین ۱۲

وہ اُس سے اس کافر کو مارتا ہی تو وہ مٹی ہوجاتا ہی پھر اسمین جان آجاتی ہی پھر اسکی آنکھون کے بیچ مین ایک چوٹ لگاتا ہے کہ اس کی آواز سواے جن و انسان کے سب زمین پر کے رہنے والے سنتے ہین پھر ایک پکارنیوالا پکارتا ہی کہ اسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھا دو اور ایک دروازہ دوزخ کیطرف کھول دو اسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھا دیجاتی ہین اور ایک دروازہ دوزخ کی طرف کو کھول دیا جاتا ہی اور محمد بن علیؒ کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہی موت کیوقت اسکے اعمال نیک و بد اسکے سامنے صورت بنکر آتے ہین تو اپنی نیکیون کو تو دیکھتا ہی اور بدیون سے آنکھین بند کر لیتا ہی اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرنے لگتا ہی تو اسکے پاس فرشتے ایک حریر کے کپڑے مین مشک اور ریحان کی مٹی لیکر آتے ہین پس اس کی روح ایسے نکال لیتے ہین جیسے آٹے مین سے بال نکال لیا جاتا ہی اور کہا جاتا ہی کہ اے نفس مطمئنہ خداے تعالیٰ کی کرامت اور راحت کیطرف نکل تو اس سے راضی اور وہ تجھسے خوش اور جب اسکی جان نکلتی ہی تو اسے مشک و ریحان مین رکھکر اوپر سے حریر لپیٹ دیا جاتا ہی اور اُسکو علیین یعنے اوپر والون مین بھیجدیا جاتا ہی اور کافر کو جب موت آتی ہی تو اسکے پاس فرشتے ٹاٹ مین چنگاریان لیکر آتے ہین اور بڑی سختی سے جان نکالتے ہین اور کہا جاتا ہی کہ اے نفس پلید خداے تعالیٰ کے عذاب اور خواری کیطرف نکل کہ تو اس سے خفا اور وہ تجھپر خفا پھر جب اس کی جان نکلتی ہی تو اسی چنگاریون مین رکھدیجاتی ہی اور روح ان مین چھنچھناتی رہتی ہی اور اوپر سے ٹاٹ لپیٹ کر سجین یعنے زندان مین بھیج دیجاتی ہے۔ اور محمد بن کعب قرظی رح نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا حتّٰی اِذَا جَاءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ کہ مراد یہ ہی کہ خداے تعالیٰ پوچھتا ہی کہ تو کیا چاہتا ہی کون سی چیز کی رغبت کرتا ہی کیا یہ چاہتا ہی کہ پھر کر مال جمع کرے اور باغ لگاوے اور عمارت بناوے اور نہرین کھدواوے وہ کہتا ہی کہ نہین بلکہ جو کچھ چھوڑ آیا ہون اسمین اچھا کام کرون خداے تعالیٰ فرماتا ہی كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا یعنے موت کے وقت یہ کلام کرتا ہی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن اپنی قبر مین ایک سبز باغ مین رہتا ہی اور اسکی قبر ستر گز وسیع ہوجاتی ہی اور نورانی ہوتی ہی جیسے چودھوین رات کا چاند اور تم کو معلوم ہے کہ یہ آیت کس باب مین اتری ہی فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا لوگون نے عرض کیا کہ خداے تعالیٰ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ عذاب کافر کا قبر مین ہوگا کہ اسپر ننانوے تنین مسلط کر دیجاینگی اور جانتے ہو کہ تنین کیا چیز ہے ننانوے اژدہا کہ ہر ایک کے سات سات پھن ہونگے اور وہ اسکے جسم مین قیامت تک نوچتے کھسوٹتے اور پھنکارین مارتے رہین گے انتہی۔ اور اس خاص شمار سے جو حدیث مین مذکور ہوئی تعجب نہین کرنا چاہیے اسلیے کہ شمار ان سانپون اور بچھوؤن کی موافق شمار برے اخلاق یعنے کبر اور ریا اور حسد اور کینہ اور بغض وغیرہ کے ہوگی اسلیے کہ ان صفات کے اصول چند گنتی کے ہین پھر انمین سے چند فروع نکلی ہین پھر ان فروع کی چند قسمین ہین اور یہ صفات سب کے سب اپنی ذات سے مہلک ہین اور یہی خود بچھو اور سانپ بن جاوینگے تو جو صفت ان مین سے زبردست ہوگی وہ اژدہا کی طرح ڈسے گی اور کمزور بچھو کی طرح کاٹیگی اور متوسط سانپ کیطرح ایذا دے گی اور اہل دل اور بصیرت ان مہلکات کو اور ان کے منقسم ہونے کو فروعات مین نور بصیرت سے دیکھتے ہین مگر یہ کہ انکی شمار بجز نور نبوت اور کسی چیز سے اطلاع نہین ہوسکتی غرضکہ ان جیسے اخبار کے ظاہر صحیح ہین اور ان مین پوشیدہ اسرار ہین جو ارباب بصیرت کے نزدیک ظاہر ہین پس جس شخص پر ان کی

ٹ تو اسکو باقی ہے گزبسر اس تنگی کی ۲۔

حقیقت منکشف نہ ہوا سکو انکے ظاہر معنون کا انکار نہ چاہیے بلکہ کمتر درجہ ایمان کا یقین کرنا اور مان لینا ہی اب اگر یہ کہو کہ ہم کافر کو قبر مین مدت
تک دیکھتے ہین اور تاکتے رہتے ہین مگر ان باتون مین سے کچھ بھی نہین دیکھتے تو تجربہ کے خلاف پر یقین لانے کی صورت کیا ہے تو اس کا
جواب یہ ہی کہ ان جیسے امور کی تصدیق کی تین صورتین ہوسکتی ہین اول جو ظاہر تر اور صحیح تر اور اعتراض سے سالم تر ہی یہ ہے کہ یون تصدیق کرو
کہ یہ چیزین یعنے سانپ بچھو وغیرہ موجود ہین مردے کو کاٹتے ہین مگر ہمکو اس جہت سے نہین معلوم ہوتے کہ اس آنکھ مین لیاقت ان امور کے
دیکھنے کی نہین اسلیے کہ یہ باتین اور دوسری جو آخرت سے متعلق ہین وہ سب عالم ملکوت کی چیزین ہین جو چشم ظاہری سے نظر نہین آتین دیکھو
صحابہ رضی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اترنے پر کیسے ایمان لاتے تھے حالانکہ ان کو دیکھتے نہ تھے اور اسپر بھی ان کا ایمان تھا کہ آن حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم انکو دیکھتے ہین اگر تمکو اسپر ایمان نہو تو اول اصل ایمان فرشتون اور وحی پر درست کرنا لابدی ہے اور اگر اسپر ایمان
رکھتے ہو اور جائز جانتے ہو کہ نبی ایک چیز کو دیکھ سکتا ہی جسکو اسکی امت نہین دیکھ سکتی تو یہ باتین مردے کے حق مین کیون نہین جائز ہین
جسطرح فرشتہ آدمیون اور حیوانون کے مشابہ نہین اسیطرح سانپ بچھو مردے کی قبر مین کے دنیا کے سانپ بچھو جیسے نہین ان کی
جنس دوسری ہی اور وہ حاسہ اور ہی جس سے معلوم ہوا کرتے ہین دوسری صورت یہ ہی کہ تم سونے والے کا حال دیکھو کہ کبھی خواب مین دیکھتا ہی
کہ مجھے بچھو یا سانپ کاٹتا ہی اور اسکے اسکا درد بھی اتنا ہوتا ہی کہ بعض اوقات نیند ہی مین چیخ پڑتا ہی اور پیشانی پر پسینا آجاتا ہے اور کبھی
اپنی جگہ سے اچھل پڑتا ہی تو سونے والے کو یہ سب کچھ معلوم ہوتا ہی اور درد ایسا ہی پاتا ہی جیسے جاگتا آدمی حالانکہ تمکو وہ ہلتا جلتا نہین معلوم
ہوتا نہ اسکے گرد کوئی سانپ بچھو سوجھتا ہی اور اسکے حق مین سانپ بھی موجود ہی اور تکلیف بھی ہی مگر تمہارے مشاہدے سے خارج ہے اور
جب کہ عذاب کی تکلیف کاٹنے سے حاصل ہی تو سانپون کا خیالی ہونا یا آنکھ سے سوجھنا یکسان ہی تیسری صورت یہ ہے کہ تمکو معلوم ہے کہ
سانپ خود تکلیف نہین پہونچاتا بلکہ ایذا اسکے زہر سے ہوتی ہی پھر زہر بھی درد نہین بلکہ زہر کا اثر جو تم مین ہوجاتا ہے تکلیف اس سے ہوتی
ہے پس اگر بدون زہر کے ویسا ہی اثر بدن مین پایا جاوے تو ظاہر ہے کہ تکلیف تو بہت ہو گی مگر اس تکلیف کو اور طرح پر نہین بتا سکتے
بجز اسکے کہ جس سبب سے ایسی تکلیف عادت مین ہوا کرتی ہو اسی سبب کیطرف منسوب کر دیا جاوے مثلاً اگر انسان مین لذت صحبت کی
پیدا ہوجاوے بدون اس کے کہ ظاہر مین ہم بستری عورت سے ہو تو اس لذت کو کیسے بتاؤ گے یہی کہو گے کہ صحبت کی لذت ہے
اس اضافت سے سبب کی شناخت ہوجاویگی اور اسکا ثمرہ معلوم ہوجاویگا گو صورت سبب کی موجود نہو سبب کو ثمرے ہی کے لیے
چاہتے ہین اسکی ذات سے غرض نہین ہوتی اور یہ صفات مہلکہ نفس کے اندر موت کیوقت ایذا دینے والے بنجاتے ہین تو ان کی ایذا سانپ
اور بچھو کی سی ایذا کی طرح ہوجاتی ہی بدون اسکے کہ سانپ بچھو کا وجود ہو اور صفت کا موذی ہوجانا ایسا ہے جیسے عشق معشوق کے
مرنے پر موذی ہوجاتا ہی یعنے پہلے سے تو مزہ دار تھا اب اسپر ایسی حالت آگئی کہ وہی لذیذ موذی بنگیا یہانتک کہ دل پر وہ عذاب
ہوتا ہی کہ عاشق تمنا کرتا ہی کہ کاش عشق اور وصال کا مزہ نہ چکھا ہوتا بلکہ یہی حال بعینہ میت کے عذاب کا ہی کہ اسپر دنیا مین عشق مسلط
کردیا گیا تو مال اور متاع اور جاہ اور اولاد اور اقارب اور آشناؤن سے عشق کرنے لگا اور اگر ان چیزون کو اسکے پاس سے زندگی مین
کوئی ایسا شخص لے لیتا جس سے واپس لینے کی امید نہوتی تو تم دیکھتے کہ اسکا کیا برا حال ہوتا اور کیسا عذاب ہوتا اور تمنا کرتا کہ کاش

میرے پاس کبھی کچھ نہ ہوا ہوتا کہ آج اس روز سیاہ کا منھ نہ دیکھتا اور انکی جدائی کا درد نہ سہتا اور موت کے معنی بھی یہی ہین کہ دنیاوی محبوبات یکبارگی جدے ہوجاوین تو جو شخص صرف دنیا ہی سے خوش ہوتا ہوا اور وہ اس سے چھین کر اسکے دشمنون کو دے دی جاوے اسکا کیا حال ہوگا جسکا اکلوتا ہی غائب ہوجاوے اسکا کیا جانئیے کیا ہو حال پھر اس عذاب پر یہ اضافہ ہوگا کہ دولت آخرت کے نہ ملنے کی حسرت ہوگی اور خدائے عزوجل سے محجوب رہنا پڑے گا اسواسطے کہ غیر اللہ کی محبت خدائے تعالے سے بھی روکتی ہے اور دولت اخروی سے بہرہ مند ہونے سے باز رکھتی ہے حاصل یہ کہ رنج فراق تمام محبوب چیزون کا اور دولت اخروی کے نہ ملنے کی حسرت اور درگاہ الٰہی سے مردود اور محجوب رہنے کی ذلت اسکو ابد الآباد تک ایک دوسرے کے بعد ہوگی اور ایسی تکلیف سے عذاب دیا جاویگا اسلیے کہ بار فراق کے بعد کوئی آگ بجز جہنم کے نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون ثم انھم لصالوا الجحیم مگر جو شخص دنیا کا انس نہ رکھتا ہو اور خدائے تعالے کے سوا اور کسی سے محبت نہ کی ہو اور دیدار الٰہی کا مشتاق ہو تو وہ دنیا کی قید سے چھوٹ جاویگا اور دنیا مین شہوات کے شدائد بھگتنے سے رہائی پاویگا اور اپنے محبوب کے پاس سب علاقون اور موانع سے الگ ہوکر آویگا اور ابد الآباد تک زوال کے کھٹکے سے بےخوف ہوکر خوب چین اڑاویگا تو جسکو عمل کرنا ہو وہ ایسے ہی مزے کے لیے کرے اب اصل مقصود کیطرف رجوع کرتے ہین کہ آدمی کبھی اپنے گھوڑے کو اتنا چاہتا ہے کہ اگر اسکو اختیار دیا جاوے کہ دو باتون مین سے ایک پسند کر یا گھوڑا دیڈال یا بچھو سے کٹوا لے تو وہ بچھو کے نیش پر صبر کرنا اختیار کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جدائی کی تکلیف اسکے نزدیک بچھو کے کاٹنے سے زیادہ ہے اور جب گھوڑا جدا ہوجاتا ہے تو اسکی محبت اسکو کاٹا کرتی ہے تو چاہیے کہ انھین مشقتون کے لیے تیار ہو رہے اسواسطے کہ موت تو اسکا گھوڑا اور سواری اور گھر اور زمین اور زن و فرزند اور دوست آشنا اور جاہ و حشمت سب چھین لیگی بلکہ کان اور آنکھ اور اعضا بھی لے لے گی اور پھر اسکے ہٹا کر دینے سے ناامیدی ہے اس صورت مین اگر ان چیزون کے سوا اور کسی سے محبت نہ ہوگی اور یہ سب کے سب اس سے لے لیے جاوینگے تو انکی تکلیف بچھوؤن اور سانپون سے بڑھکر ہوگی جیسے کہ زندگی مین اگر کوئی ساری چیزین چھین لیتا تو سخت عذاب ہوتا اسیطرح موت کے بعد ہوگا اسلیے کہ یہ تو ہم لکھ ہی چکے ہین کہ انسان مین جو چیز مدرک رنج و راحت کی ہے وہ نہین مرتی بلکہ عذاب ان اشیاء کا مرنے کے بعد سخت تر ہوگا اسلیے کہ زندگی مین تو چند اسباب ہوسکتے ہین جنسے دل بہل جاوے مثلاً لوگون کے پاس بیٹھنے اور ان سے گفتگو کرنے اور تسکین دینے اور پھر آنے کی توقع کرنی اور بدلہ لینے کی امید رکھنی وغیرہ سے تسلی ہوسکتی ہے مرنے کے بعد تو تسلی کے سب راستے بند ہوگئے اور ناامیدی موجود ہوگئی اب تسلی کہان اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کرتے یار و مال سے ایسی محبت رکھتا ہوگا کہ اگر چھین لیا جاتا تو اسکو ناگوار ہوتا تو وہ اسپر افسوس کریگا اور تکلیف اٹھاویگا لیکن اگر دنیا مین ہلکا رہیگا تو اس عذاب سے بچا رہیگا اور یہی مراد ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے نجا المخففون اور اگر دنیا مین گرانبار ہوگا تو بڑا عذاب ہوگا اور جسطرح کہ دنیا مین اگر کسیکا ایک روپیہ چوری جاوے اور دوسرے کے دو چوری جاوین تو اول کا حال بہ نسبت دوسرے کے ہلکا ہوگا اسیطرح حال ایک درم والے کا ہلکا ہوگا بہ نسبت دو درم والے کے اور یہی مراد ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے کہ ایکدرم والا حساب مین ہلکا ہے بہ نسبت دو درم والے کے اور جو چیز دنیا مین سے مرنے کیوقت تیرے بعد رہتی ہے وہ مرتے

کے بعد تجھے حسرت ہوگی اب چاہیے تو اپنا مال زیادہ کرچاہے کم کراگر زیادہ کریگا تو اپنی حسرت ہی بڑھادیگا اور اگر کم کریگا تو اپنی پیٹھ پر بوجھ ہلکا کریگا اور سانپ اور بچھو تو انگرون کی قبرون مین زیادہ ہوتے ہین جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے محبوب سمجھتے ہین اور اسپر راضی اور مطمئن ہین غرضکہ ایمان کی صورتین قبر کے سانپ اور بچھوؤن اور تمام اقسام کے عذاب مین یہ تین ہین جو اوپر مذکور ہوئین حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ بیٹا مجھکو نصیحت کر اسنے کہا کہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اسمین اسکا خلاف مت کرو آپ نے پوچھا کہ اور کچھ کہو اس نے کہا کہ تم کو تاب اسپر عمل کرنے کی نہ ہوگی آپ نے فرمایا کہ تم کہدو اسنے کہا کہ اپنے اور خدا سے تعالےٰ کے درمیان مین کرتہ مت کرد یعنے کرتہ مت پہنو ورنہ موجب حجاب ہوگا پس آپ نے تیس برس تک کرتہ نہ پہنا اب اگر کہو کہ ان تینون صورتون مین سے درست کونسی ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ تو اول ہی صورت کے قائل ہین اور صورتون کے منکر ہین اور بعضے اول کے منکر اور دوسری کے مقر ہین اور بعضے صرف تیسری کے مقر ہین اور واقع مین حق یہ ہے کہ یہ تینون صورتین ممکن ہین ہم کو چشم بصیرت سے ایسا ہی کچھ معلوم ہوا ہے اور جو شخص بعض صورتون کا منکر ہے تو وہ اپنی تنگی حوصلہ کے باعث سے ہے اور قدرت الٰہی کی وسعت اور اسکی عجائب تدبیر کے نہ جاننے سے اسی لیے افعال الٰہی مین سے جس بات کا مانوس اور عادی نہین اسکو انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ نادانی اور کوتاہی فہم سے ہے بلکہ اصل یہی ہے کہ تینون صورتین عذاب دینے کی ممکن ہین اور انکو سچ جاننا واجب ہے کبھی تبدسے کو کسیطرح عذاب دیا جاتا ہے اور کسی کو کسی طرح اور بعض ایسے بھی ہوتے ہین کہ انپر تینون صورتون سے عذاب دیا جاتا ہے خدا سے اس سے اپنے فضل سے اور تھوڑے بہت عذاب سے پناہ مین رکھے تو یہی ٹھیک بات ہے اسکو بے دلیل ہی تقلید کے طور پر سچ جان لو ورنہ روے زمین پر کوئی ایسا نہین جو اسباب کو تحقیق طور پر جانتا ہو اور مین تم کو یہ وصیت کرتا ہون کہ اپنی نظر اس امر کی تفصیل مین بہت نہ کیا کرو اور نہ اسکی معرفت مین مشغول ہو بلکہ شغل صرف عذاب کے دور کر لے کی تدبیر مین کرو خواہ کسی طور کا ہو پس اگر تم عمل اور عبادت کو چھوڑ کر عذاب کی کیفیت کے جاننے مین مشغول ہوگے تو تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کو بادشاہ پکڑ کر ہاتھ اور ناک کاٹنے کے لیے قید کردے اور وہ رات بھر سوچا کرے کہ بادشاہ چھری سے کاٹے گا یا الماس سے یا استرے سے اور یہ نہ سوچے کہ اس عذاب سے بچنے کا حیلہ کیا ہے تو یہ نہایت جہالت ہے پس جب یقیناً معلوم ہو چکا ہو کہ بندے پر مرنے کے بعد سخت عذاب یا آسایش جاودانی ہوگی تو چاہیے کہ اسی کی تدبیر کرے اور کیفیت عذاب و ثواب مین گفتگو کرنی اور ان کی تفصیل معلوم کرنی محض فضول اور تضیع اوقات ہے

چوتھا بیان منکر نکیر کے سوال اور انکی صورت اور قبر کے دبانے اور تتمہ عذاب قبر کے ذکر مین حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ مرتا ہے تو اسکے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ نیلی آنکھون والے آتے ہین ایک کو منکر کہتے ہین دوسرے کو نکیر وہ اس سے پوچھتے ہین کہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب مین کیا کہا کرتا تھا پس اگر بندہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور اسکا رسول کہا کرتا تھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ دونون فرشتے کہتے ہین کہ ہم پہلے سے جانتے تھے کہ تو یہی کہیگا پھر اسکی قبر ستر گز در ستر گز پھیلا دیجاتی ہے اور اسکی قبر مین روشنی کر دیجاتی ہے پھر کہا جاتا ہے کہ سو رہ وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو کہ مین اپنے گھر والون مین جا کر انسے حال کہ آؤن اس سے کہا جاتا ہے کہ سو جا وہ دلہن کیطرح سوجاتا ہے کہ اسکو وہی جگاتا ہے جو گھر بھر مین اس کا

زیادہ وسیع ہو یہانتک کہ اس خوابگاہ سے اسکو خدا ہی تعالیٰ اٹھاویگا اور اگر بندہ منافق ہوتا ہی تو کہتا ہی کہ مین نہین جانتا جو لوگون کو کہتے سنا کرتا تھا وہ مین بھی کہا کرتا تھا وہ دونون فرشتے کہین گے کہ ہمکو پہلے سے معلوم تھا کہ تو یہی کہیگا پھر زمین کو حکم ہوتا ہی کہ اسپر ملجا زمین اس طرح اسکو دبالیتی ہی کہ اسکی پسلیان ادھر کی ادھر ہوجاتی ہین پس ہمیشہ اسیطرح عذاب دیاجاتا ہی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اسکو اس لوٹنے کی جگہ سے اٹھاوے اور عطاء بن یسارؒ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضؓ سے فرمایا کہ اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو مرجاویگا اور تیری قوم تجکو لیجاویگی اور تیرے لیے تین ہاتھ طول اور ڈیڑھ ہاتھ عرض کا گڑھا تجویز کرین گے اور تیرے پاس آکر غسل اور کفن دیکر اور خوشبو لگاکر تجکو اٹھاوینگے یہانتک کہ تجکو اس گڑھے مین رکھکر تیرے اوپر مٹی ڈالین گے اور دفن کرینگے اور جب تیرے پاس سے پھر ینگے تو تیرے پاس قبر کے دو جانچنے والے منکر اور نکیر جنکی آواز سخت رعد کی سی اور آنکھین اچکنے والی بجلی کی سی ہونگی بال انکے گھسٹتے ہونگے اور قبر کو اپنی کچلیون سے ادھیر کر تجھے جھنجھوڑا اور ہلا ڈالینگے اسوقت اے عمر تیرا کیا حال ہوگا حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا کہ میری عقل بھی اسوقت میرے ساتھ رہیگی جیسی اب ہی آپ نے فرمایا کہ ہان حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ تو کچھ فکر نفرمایئے مین انکو کافی ہونگا انتہی یہ حدیث نص صریح ہی اسبات مین کہ موت کے باعث عقل نہین بدلتی صرف اعضا بدل جاتے ہین اور مردہ عاقل اور مدرک دردو راحت کا رہتا ہی جیسا اپنی زندگی مین تھا اسکی عقل مین کچھ خلل نہین آتا اور عقل مدرک اُن اعضا کا نام نہین وہ ایک باطنی چیز ہے جسکے طول اور عرض کچھ نہین بلکہ جو خود منقسم نہین ہوتی وہی اشیا کا ادراک کرتی ہی اور اگر بالفرض انسان کے تمام اعضا بکھر جاوین اور صرف وہ جزو مدرک جسکے حصے نہین ہوسکتے وہی رہ جاوے تو انسان عاقل پورا کا پورا باقی رہیگا اور یہی حال اسکا بعد موت کے ہوتا ہی اسلیے کہ اس جزو پر موت اور نیستی نہین آتی اور محمد بن منکدرؒ فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہی کہ کافر پر اسکی قبر مین ایک چوپایہ بہرا اندھا متعین ہوتا ہی جسکے ہاتھ مین لوہے کا تازیانہ ہوتا ہی اسکا سر مثل کوہان شتر کے ہوتا ہے وہ اس تازیانے سے کافر کو قیامت تک مارتا رہتا ہی نہ اسکو دیکھتا ہی کہ بچاکر مارے نہ آواز سنتا ہی کہ رحم کرے اور حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا ہے کہ جب مردہ اپنی قبر مین رکھا جاتا ہی تو اسکے اعمال نیک اسکو آکر گھیر لیتے ہین پس اگر عذاب سر کیطرف سے آتا ہی تو قرآن مجید کی قرات روکتی ہے اور اگر دونون پاؤن کیطرف سے آتا ہی تو کھڑا ہونا روکتا ہی اور اگر ہاتھون کیطرف سے آتا ہے تو ہاتھ کہتے ہین کہ بخدا یہ شخص ہم کو صدقہ اور دعا کے واسطے پھیلایا کرتا تھا تجکو اسپر راہ نہ ملے گی اور اگر منہ کیطرف سے آتا ہی تو ذکر اور روزہ آڑ ہوجاتا ہے اسی طرح ایک طرف کو نماز اور صبر کھڑے ہوجاتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کچھ کسر رہیگی تو ہم اسکے ساتھ ہون گے حضرت سفیانؒ فرماتے ہین کہ آدمی کے اعمال نیک اسکی طرف سے ایسے جھگڑتے ہین اور عذاب کو روکتے ہین جیسے کوئی اپنے بھائی یا زن و فرزند کی طرف سے لڑا کرتا ہے پھر اسکو کہا جاتا ہے کہ خدا ہے تعالیٰ تیری خوابگاہ مین برکت کرے تیرے دوست اور رفیق بہت خوب ہین اور حضرت حذیفہ رضؓ سے مروی ہی کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھے آپ قبر کے سرہانے بیٹھکر اسکے اندر دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ مومن اسمین ایسا دبایا جاتا ہی کہ اسکا سینہ اور پسلیاں اور ہڈیان چور ہوجاتی ہین اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر دبایا کرتی ہے اگر اسکے داب سے کوئی بچتا تو سعد بن معاذ بچتے اور حضرت انس رضؓ فرماتے ہین کہ جب

حضرت زینب دختر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور وہ اکثر بیمار رہا کرتی تھین آپ ان کے جنازہ کے ساتھ ہوے اور کچھ تغیر آپ کے چہرۂ مبارک سے ہم کو معلوم ہوا جب ہم قبر پر پہونچے تو آپ قبر کے اندر اترے اور آپ کا چہرہ گونہ تابان ہوا جب باہر نکلے تو خوب صاف روشن ہو گیا ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے جو حال آپ کا دیکھا یہ کس واسطے تھا آپ نے فرمایا کہ مجکو اپنی بیٹی کا ضعف یاد آتا تھا اور سختی عذاب قبر دل مین گذری تھی جب مین قبر مین اترا مجھے خبر دی گئی کہ اللہ تعالے نے اسپر عذاب قبر کو ہلکا کر دیا اور وہ اتنا دبائی گئی کہ اسکی آواز پورب پچھم کے درمیان کے لوگون نے سنی یعنی سواے انسان اور جنات کے

آٹھوین فصل مردون کے ان حالات مین جو خواب مین مکاشفہ سے معلوم ہوے ہین جاننا چاہیے کہ نور عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے اور بصیرت کی راہون مین سے ہے اس سے مردونکا حال مجملاً معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سعید ہین یا شقی مگر کسی شخص خاص کا حال نور بصیرت سے معلوم نہین ہوتا اسلیے کہ اگر ہم زید وعمرو کے ایمان پر مثلاً اعتماد کرین تو یہ تو نہین جانتے کہ انکی موت کس حال پر ہوئی اور خاتمہ کیسا ہوا اور اگرچہ ظاہری نیک بختی پر انکے اعتماد کر سکتے ہین مگر چونکہ تقوے کا مقام دل ہے اور وہ ایسی باریک چیز ہے کہ خود تقوے والے کو نہین معلوم ہوتی تو دوسرے کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ متقی ہے کیونکہ حکم ظاہری نیکبختی پر بدون باطن کے تقوی کے نہین کیا جا سکتا اور اللہ تعالے فرماتا ہے انما یتقبل اللہ من المتقین اس سے معلوم ہوا کہ زید و عمرو کے حکم کی معرفت بدون ان کے حال دیکھنے کے نہین ہو سکتی اور جب آدمی مرجاتا ہے تو عالم ظاہری سے عالم غیب و ملکوت مین چلا جاتا ہے پس چشم ظاہری سے نہین معلوم ہوتا بلکہ دوسری آنکھ سے سوجھتا ہے جو ہر ایک انسان کے دل مین پیدا ہوئی ہے مگر انسان نے اُس آنکھ پر اپنی شہوات اور کامونکا اٹھا پردہ ڈال رکھا ہے اسی لیے اس آنکھ سے کچھ نہین دیکھتا اور نہ توقع ہے کہ عالم ملکوت کی کوئی چیز اسکو نظر آوے جب تک کہ وہ پردہ دل کی آنکھ پر سے دور نہ ہو جاوے اور چونکہ انبیا علیہم السلام کی آنکھ پر سے وہ پردہ ہٹا ہوا تھا اسی لیے انھون نے ملکوت کیطرف نظر کی اور اسکے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور چونکہ مردے بھی عالم ملکوت مین ہین اسلیے انبیا علیہم السلام نے انکو بھی دیکھکر انکا حال بتایا اور یہی وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کا دبانا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حق مین اور اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حق مین ملاحظہ فرمایا اسیطرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو انکے باپ کا حال سنایا جو شہید ہو گئے تھے کہ خدا نے تم نے انکو اپنے سامنے بے حجاب بٹھلایا اور اسطرح کا مشاہدہ تو انبیا کے سوا اور ان اولیا کے سوا جو انبیا کے درجے سے قریب ہین اور لوگون کو نہین ہو سکتا بلکہ ہم جیسون کو ایک اور مشاہدہ ضعیف ہوا کرتا ہے گو وہ بھی مشاہدہ نبوی ہے اور وہ مشاہدہ خواب کا ہے جو نبوت کے انوار مین سے ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءًا من النبوۃ اور خواب بھی ایک انکشاف ہی ہے اور صحیح ہوا کرتا ہے جب دل پر سے پردہ ہٹ جاوے اسی جہت سے بجز آدمی نیکبخت راست باز کے اور کے خواب کا اعتبار نہین ہوتا اور جو شخص جھوٹ بہت بکتا ہو اسکا خواب سچ نہوگا اور جو شخص فساد و گناہ بہت کرتا ہو اسکا دل تاریک ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ دیکھیگا وہ خواب پریشان ہوگا اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کے لیے حکم فرمایا تاکہ آدمی پاک ہو کر سووے اور اسمین اشارہ طہارت باطن کیطرف بھی ہے چنانچہ اصل

ہے اور طہارت ظاہر بمنزلہ اسکے تتمہ کے ہے اور جب باطن صاف ہوتا ہے تو دل کی آنکھ مین وہ چیز منکشف ہوتی ہے جو آگے کو ہوگی جیسے آنحضرت صلعم
کو مکہ مین تشریف لیجانا خواب مین معلوم ہوگیا تھا یہانتک کہ پھر اسکی تصدیق کے لیے یہ آیت اتری لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق اور
آدمی ایسے خوابون سے کم خالی ہوتا ہے جنمین کچھ سچی باتین نظر آجاوین اور خواب کا سچ ہونا اور اسمین غیب کا حال معلوم ہوجانا خداے تعالے
کی عجیب صنعتون اور سرشت آدم کی نادر باتون مین سے ہے اور بڑی واضح تر دلیلون سے عالم ملکوت پر اور لوگ اس سے غافل ہین جیسے دل
کے تمام عجائب اور عالم کے غرائب سے غافل ہین اور خواب کی حقیقت کو بیان کرنا علوم مکاشفہ کی باریک باتون مین سے ہے یہ تو ہو نہین سکتا کہ علم
معاملہ کے ساتھ اسکا ذکر ضمیمہ کرکے بیان کیا جاوے لیکن جسقدر کہ یہان ذکر ہوسکتا ہے وہ ایک مثال ہے جس سے تمکو مقصود سمجھ مین آجاویگا وہ
یہ ہے کہ یون جانو کہ دل کی مثال مانند آئینہ کے ہے جس مین صورتین اور امور کی حقیقتین منعکس ہوتی ہین اور جو کچھ کہ اللہ تعالے نے شروع
پیدایش عالم سے آخر تک تجویز فرمایا ہے وہ ایک جا لکھا ہوا ہے جسکا نام کبھی لوح محفوظ اور کبھی کتاب مبین اور کبھی امام مبین بولتے ہین چنانچہ
یہ تینون نام قرآن مجید مین بھی خداے تعالی نے فرمائے ہین غرضکہ جو کچھ عالم مین ہوچکا ہے اور ہوویگا وہ سب اس مین منقش اور لکھا ہوا
ہے مگر وہ نقش ایسا نہین جو اس آنکھ سے سوجھے اور یہ گمان مت کرو کہ یہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہڈی کی ہے اور کتاب کاغذ یا پتے کی ہے
بلکہ یون سمجھ لینا چاہیے کہ خداے تعالی کی تختی خلق کی تختی کے مشابہ نہین اور نہ اسکی کتاب مخلوق کی کتاب جیسی جس طرح کہ اسکی ذات اور
صفات خلق کی ذات و صفات سے نہین ملتی بلکہ اگر تم اسکی مثال چاہو جس سے کہ یہ مطلب تمہاری سمجھ مین آوے تو یون سمجھو کہ لوح محفوظ
مین تمام چیزون کا ثابت ہونا ایسا ہے جیسے قرآن کے الفاظ اور حروف حافظ قرآن کے دل و دماغ مین ہوتے ہین وہ بھی اسی طرح لکھے
رہتے ہین کہ جب حافظ پڑھتا ہے تو گویا دیکھتا جاتا ہے حالانکہ اگر اسکے دماغ کو ذرا ذرا سا ڈھونڈھکر دیکھو تو اس خط مین سے کوئی
حرف نہ ملے نہ دل مین نشان پایا جاویگا تو اسیطرح سمجھ لینا چاہیے کہ تمام تجویزات الٰہی اور احکامات خداوندی لوح محفوظ مین منقوش ہین اور
لوح محفوظ مثل آئینہ کے ہے کہ اسمین تمام اشیا کی صورت منعکس و رنبی ہوئی ہے پس اگر ایک آئینہ کے مقابل مین دوسرا آئینہ رکھا جاوے
تو ظاہر ہے کہ ایک کی صورت دوسرے مین ظاہر ہوجاویگی بشرطیکہ دونون مین کوئی پردہ نہو اور چونکہ دل ایک آئینہ ہے جس مین آثار علوم
کے پیدا ہوتے ہین اور لوح محفوظ وہ آئینہ ہے جس مین تمام علوم کے آثار موجود رہتے ہین اور مشغول ہونا دل کا اپنی شہوات اور حواس کی
خواہشون مین ان دونون آئینون مین حجاب ہے اسیوجہ سے لوح محفوظ کا مطالعہ نہین کرسکتا جو عالم ملکوت سے ہے پس اگر کوئی ہوا
چلے جس سے یہ بیچ کا پردہ ہلے اور سامنے سے علیحدہ ہوجاوے تو آئینہ دل مین کچھ چیز عالم ملکوت مین سے بجلی کیطرح چمک جاویگی اور
کبھی وہ چمک ثابت اور پائدار ہوجاتی ہے کبھی جلد چلی جاتی ہے اور اکثر یونہی ہوتا ہے کہ جلد جاتی رہتی ہے اور دل جبتک آدمی جاگتا رہتا ہے جبتک
جو کچھ حواس کے ذریعہ سے عالم ظاہری مین سے اسپر پہونچتا ہے اسمین لگا رہتا ہے اور اسیوجہ سے عالم ملکوت سے آڑ مین رہتا ہے
اور سونے کے معنی یہ ہین کہ حواس سب ساکن ہوجاوین اور کوئی چیز دل پر نہ پہونچاوین پس جب دل حواس کیطرف سے اور خیال سے
فارغ ہوتا ہے اور اسکا جوہر بھی صاف ہوتا ہے تو اسکے اور لوح محفوظ کے بیچ مین سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور کوئی چیز لوح محفوظ کی دل مین
پڑجاتی ہے جیسے ایک آئینہ مین کی صورت دوسرے مین بنجاتی ہے بشرطیکہ دونون مین حجاب نہو مگر چونکہ سونا سارے حواس کو تو کام سے

احمد بخاری مسلم بروایت براء بن عازب ۱۲

روک دیتا ہو لیکن خیال کو اسکے کام سے نہین روکتا اور اسکی حرکت کو موقوف نہین کرتا اسیوجہ سے جو بات دل مین پڑتی ہو خیال اس کی طرف دوڑ جاتا ہو اور اسبابت کی مشابہت ایسی ایسی چیز سے دے لیتا ہو جو اسکے قریب ہو اور انداز اسکا کہ خیالات دوسری چیزون کی نسبت کرحافظہ مین زیادہ جمع کرتے ہین اسی لیے خیال ہی حافظہ مین باقی رہجاتا ہو پس جب آدمی جاگتا ہو تو خیال کے سوا کچھ یاد نہین رکھتا اب تعبیر دینے والے کو یہ دیکھنا پڑتا ہو کہ یہ خیال کونسی بات کے مشابہ ہو اور مناسبت ہی سے اسبابت کا پتہ پالیتا ہے اور جو شخص علم تعبیر مین نظر رکھتا ہے اسکے نزدیک اسکی مثالین ظاہر ہین یہان ایک مثال لکھ دینی کافی ہوگی وہ یہ ہو کہ ایک شخص نے خواب مین دیکھا کہ اسکے ہاتھ مین انگوٹھی ہو اس سے مردون کے منھ پر اور عورتون کی شرمگاہ پر مہر کرتا ہو اسنے یہ خواب حضرت ابن سیرین رح سے بیان کیا آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہو کہ تو موذن ہو رمضان مین صبح ہونے سے پہلے اذان کہا کرتا ہے اس شخص نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہین اب دیکھنا چاہیے کہ مہر کرنے سے غرض روکنا ہو اور اسی کے لیے مہر کیا کرتے ہین اور دل پر لوح محفوظ سے حال آدمی کا جو ان کا تون کھلا کرتا ہے مثلاً اس مثال مین آدمیون کو کھانے پینے اور ہم بستری سے روکنا ظاہر ہوا ہوگا مگر خیال اسبابت کا عادی ہے کہ انگوٹھی سے مہر لگانے کو منع کیا کرتے ہین اسلیے اس روکنے کی ایک صورت خیالی بنائی جسمین اصل معنی باقی رہین اور وہی یاد بھی رہے کہ حافظہ مین صورت خیالی ہی رہا کرتی ہے پس یہ علم خواب سے ایک تھوڑا سا بیان ہے اور اس علم کے عجائب منحصر نہین اور کیون نہو خواب تو موت کے مانند ہو اور موت خود ایک عجیب امر ہے اور خواب اور موت کی مشابہت اسوجہ سے ہو کہ خواب مین بھی کچھ تھوڑا سا حال عالم غیب کا معلوم ہوجاتا ہو یہانتک کہ سوتا جان لیتا ہو کہ آئندہ کو کیا ہوگا یہی ایک ذراسی وجہ مشابہت کی ہو اور موت سے تو بالکل پردہ دور ہوجاتا ہی اور حال معلوم ہوجاتا ہو حتی کہ انسان دم ٹوٹتے ہی بدون تاخیر کے اپنے نفس کو یا تو گھرا ہوا مصیبت اور رسوائی اور فضیحت مین پاویگا نعوذ باللہ منہا یا دولت پایدار اور بڑی سلطنت بے انتہا پر چاوی پاویگا اور بدبختون کو جب حال نظر آویگا تو انسے یون کہا جاویگا لقد کنت فی غفلۃ من ہذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید اور کہا جاویگا افسحر ہذا ام انتم لا تبصرون اصلوہا فاصبروا او لا تصبروا سواء علیکم انما تجزون ما کنتم تعملون اور انھین کی طرف اشارہ ہو اس آیت مین وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون غرضکہ جو سب سے بڑھکر عالم اور سب سے زیادہ حکیم ہوگا اسکو مرنے کے بعد عجائب اور آیات مین سے وہ معلوم ہونگے کہ کبھی اسکے دل مین انکا وہم اور خطرہ نگذرا ہوگا پس اگر عاقل کو کوئی رنج اور غم نہو بجز اسکے کہ اسوقت کا حال سوچا کرے کہ حجاب کس چیز پر سے اٹھیگا اور کیا معلوم ہوگا بدبختی لازمی یا سعادت دائمی مین سے کونسی نظر آویگی تو یہی فکر تمام عمر کے لیے کافی ہو اور بڑا تعجب ہو کہ یہ مصیبتین ہمارے سامنے ہین اور ہم غفلت مین ہین اور سب سے زیادہ تعجب یہ ہو کہ ہم اپنے مالون اور گھر والون اور اسباب اور اولاد سے بلکہ اپنے اعضا کان ناک وغیرہ سے خوش ہوتے ہین حالانکہ ہم یقیناً جانتے ہین کہ ان سب کو چھوڑ جاوینگے لیکن وہ شخص کہان ہو جسکے دل مین روح القدس ڈال دے اور وہ بات جو سید المرسلین کو ارشاد فرمائی ہو احبب ما احببت فانک مفارقہ وعش ما شئت فانک میت واعمل ما شئت فانک مجزی بہ اور انداز اسکا کہ امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظرون مین دیدۂ یقین سے محسوس تھا تو دنیا مین اسی لیے مسافرون کی طرح رہے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ نرسے پر نرسا اور سچیے دینار چھوڑا نہ درہم نہ کسی کو حبیب بنایا نہ خلیل ہان یون ارشاد فرمایا لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل الرحمن اس

جو کچھ کرنا ہو اس سے جدا ہونا ضرور ہے اور جتنا چاہیے زندہ رہ آخر کو مرنا ضرور ہے اور جو چاہیے عمل کر آخر کو اسکا بدلہ ضرور ملیگا ۱۲ ترجمہ کی بار گذری ۱۲ ۷۵ یعنی اگر کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا مگر تمہارا یار تو خدا کا خلیل ہے ۱۲ ترجمہ گذری ۱۲

ارشاد میں بیان فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی خلت دل کے اندر وطن کر گئی ہے اور اسکی محبت سویدائے دل پر چھا گئی ہے اسلیے اسمیں کسی اور خلیل اور حبیب کے لیے گنجائش نہیں چھوڑی اور اپنی امت کو یہ ارشاد فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور امت آپ کی وہی ہے جو آپ کی پیرو ہو اور آپ کی پیروی وہی کرتا ہے جو دنیا سے روگردان ہو کر آخرت پر متوجہ ہو اسواسطے کہ آپنے بجز خدائے تعالیٰ اور روز آخرت کے اور چیز کیطرف نہیں بلایا ہے اور چیزوں سے بجز دنیا اور بسر دست کی لذتوں کے باز رکھا پس جسقدر تم دنیا سے روگردان ہوگے اور آخرت پر توجہ کروگے اتنا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا راستہ چلوگے اور جسقدر آپکا طریق اختیار کروگے اسیقدر پیرو ہوگے اور جتنی آپ کی پیروی کروگے اتنے ہی آپ کی امت میں سے ہوگے اور جسقدر دنیا کیطرف میل کروگے اسیقدر آپ کے راستہ سے انحراف کروگے اور آپ کی متابعت سے روگردانی کروگے اور ان لوگوں میں ہو جاؤگے جنکی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاما من طغیٰ و آثر الحیوٰۃ الدنیا فان الجحیم ہی الماویٰ پس اگر تم فریب کی گھات سے قدم باہر نکالو اور اپنے دل میں انصاف کرو اور تم کیا ہم سب ایسے ہی ہیں اگر گریبان میں منھ ڈالکر دیکھیں تو جانیں کہ صبح سے شام تک صرف حال کی لذتوں کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور تمام ہمارا حرکت اور سکون صرف اسی دنیاے ناپایدار کے لیے ہے پھر یہ طمع رکھتے ہیں کہ کل کو آپ کی امت اور تابعین میں سے ہونگے واہ کیا دور کا وہم ہے اور کتنی سرد طمع ہے نہیں دیکھتے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون اب بات کہیں کی کہیں جا پڑی اسلیے اسکو چھوڑ کر وہ خوابیں ذکر کرتے ہیں جن کے معلوم ہونے سے بہت فائدہ ہو اسلیے کہ نبوت تو جاتی رہی صرف بشارت دینے والی چیزیں خوابیں ہی رہگئی ہیں

بیان اُن خوابوں کا جو مُردوں کے حالات اور ان اعمال پر متضمن ہیں جو آخرت میں کام آویں اُن میں سے ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے اگر کسی کو نصیب ہو جاوے آپ فرماتے ہیں من رآنی فی المنام فقد رآنی حقا فان الشیطان لایتمثل بی اور حضرت عمر بن خطاب رضی فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور دیکھا کہ آپ میری طرف التفات نہیں فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا کیا قصور کیا ہے آپنے میری طرف التفات فرمایا اور ارشاد کیا کہ تم روزہ کی حالت میں کیا بوسہ نہیں لیا کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ مجھکو قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے میں روزہ کی حالت میں کبھی عورت کا بوسہ نہ لونگا اور حضرت عباس رضی فرماتے ہیں کہ مجھکو حضرت عمر رضی سے دوستی تھی۔ مجھے یہ تمنا ہوئی کہ آپ کو خواب میں دیکھوں پس برس روز کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینا پونچھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اب مجھ کو فراغت ہوئی ہے میرا تختہ لوٹ ہی چکا تھا اگر میں رؤف اور رحیم سے نہ ملا ہوتا۔ اور حضرت امام حسن رضی فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت علی رضی نے فرمایا کہ آج رات میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کی امت سے مجھے کچھ بھلائی نہ پہونچی آپ نے فرمایا کہ ان کے حق میں بددعا کرو میں نے کہا کہ الٰہی مجھکو انکے عوض میں وہ لوگ عنایت فرما جو انسے بہتر ہوں اور میرے بدلے میں ان کو وہ شخص دے جو مجھسے برا ہو یہ خواب کہکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے پس ابن ملجم خبیث نے آپ کو زخمی کیا اور بعض محدثین سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعاے مغفرت فرماویں آپ نے میری طرف سے

منہ پھیر لیا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سفیان بن عیینہ نے مجھسے حدیث بیان کی اور انھوں نے محمد بن منکدر سے اور انھوں نے جابر
بن عبد اللہؓ سے کہ آپ سے کوئی چیز کبھی ایسی نہیں مانگی گئی جسپر آپ نے نہیں فرمایا ہو یہ سنکر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا
کہ خدا تعالیٰ تیری مغفرت فرماوے۔ اور حضرت عباس بن عبد المطلبؓ فرماتے ہیں کہ مجھسے اور ابو لہب سے بھائی چارہ تھا اور وہ میرا یار
تھا جب وہ مرگیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکے حال کی خبر فرمائی جیسا کچھ کہ قرآن میں ہے میں نے اسپر بہت غم کیا اور اس کے معاملے کا مجھے بہت
تردد ہوا میں نے خدا سے تمام برس روز کامل دعا مانگی کہ اسکو خواب میں مجھے دکھلادے پس ایک روز میں نے دیکھا کہ آگ میں
دہک رہا ہے میں نے اسکا حال پوچھا اسنے کہا کہ میں دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوا کبھی وہ عذاب مجھ سے ہلکا نہیں ہوتا نہ راحت ملتی
ہے مگر دوشنبہ کی رات کو تمام دنوں اور راتوں سے تخفیف ہو جاتی ہے میں نے پوچھا کہ یہ کسطرح ہے کہا کہ اس رات محمد صلے اللہ علیہ وسلم
پیدا ہوئے تھے ایک لونڈی نے آکر مجھکو خوشخبری سنائی کہ آمنہ کے لڑکا ہوا میں نے خوش ہوکر اپنی لونڈی کو آزاد کردیا اللہ تعالیٰ نے
اسکے بدلے میں مجھکو یہ ثواب دیا کہ مجھسے ہر دوشنبہ کی رات کو عذاب اٹھا لیا۔ اور عبد الواحد بن زید کہتے ہیں کہ میں حج کے ارادے
سے نکلا ایک شخص میرے ساتھ ہوا کہ نشست و برخاست اور حرکت و سکون میں درود شریف پڑھتا تھا میں نے اس سے اسکی
وجہ پوچھی اسنے کہا کہ میں اول دفعہ مکہ معظمہ کیطرف کو چلا اور میرے ساتھ میرا باپ بھی تھا جب ہم مکہ معظمہ سے پھرے تو ایک منزل
میں سو گئے میں سوتا ہی تھا کہ خواب میں آ ایک شخص نے مجھسے کہا کہ اٹھ تیرے باپ کو خدا نے موت دی اور اسکا منہ کالا کردیا میں ڈرتا ہوا
اٹھا اور والد کے چہرے سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو مردہ اور منہ سیاہ پایا مجھکو اس حال سے نہایت خوف ہوا اسی غم میں ڈوبا ہوا تھا کہ پھر مجھکو
نیند آگئی خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی لوہے کے سونٹے لیے کھڑے ہیں اتنے میں ایک شخص بزرگ نہایت حسین سبز جوڑا
پہنے ہوئے آئے اور انسے کہا کہ الگ ہو اور اپنا دست مبارک میرے باپ کے منہ پر پھیر کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ
اٹھ تیرے باپ کا منہ اللہ تعالیٰ نے سفید کردیا میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے اوپر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کون
ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوں میں نے اٹھکر جو باپ کا منہ کھولا تو واقع میں نورانی براق پایا
اس روز سے میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا موقوف نہیں کیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے کہ میں نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو آپ کی خدمت میں بیٹھا پایا میں سلام کرکے
ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہؓ حاضر خدمت ہوئے ان دونوں کو ایک کوٹھری میں
میرے سامنے کرکے دروازہ بند کردیا گیا تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضرت علیؓ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ میرے لیے
حکم ہوا اسکے بعد ہی بہت جلد امیر معاویہؓ یہ کہتے ہوئے نکلے کہ قسم ہے خدائے کعبہ کی کہ میری خطا بخش دیگئی اور ایک بار حضرت ابن عباسؓ
سوتے تھے نیند سے بیدار ہوئے تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ بخدا امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے
اور یہ معاملہ آپ نے قبل خبر شہادت پہونچنے کے دیکھا تھا آپکے یاروں نے اسکو نہ مانا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک شیشے میں خون لیے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تجھے معلوم نہیں کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا میرے لڑکے

حسینؓ کو شہید کیا اور یہ اسکا اور اسکے ساتھیون کا خون ہے اسکو اللہ تعالیٰ کے سامنے لیجاؤنگا چوبیس روز بعد آپ کی شہادت کی خبر آئی کہ جس روز حضرت ابن عباسؓ نے دیکھا تھا اسی روز شہید ہوے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ آپ اپنی زبان مبارک کے باب مین ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اسنے مجھکو تباہی کی جگہون مین پہونچایا ہے پس اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا آپ نے فرمایا کہ مین نے اس زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا اسلیے مجھکو جنت مین وارد کیا۔ اب مشائخ کرام رحمہم اللہ کے خوابون کا ذکر کیا جاتا ہے کسی شیخ سے نقل ہے کہ انھون نے متمم دورقی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا انھون نے فرمایا کہ مجھکو جنتون مین پھروایا اور پھر پوچھا کہ کوئی چیز جنتون مین تجھکو اچھی معلوم ہوئی ہے مین نے عرض کیا کہ نہین ارشاد ہوا کہ اگر تو کسی چیز کو اچھی جانتا تو مین تجھکو اسی کے حوالے کرتا اور اپنے حضور مین نہ پہونچاتا اور کسی نے یوسف بن حسین کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ تم سے خدا نے فرمایا انھون نے کہا کہ مجھکو بخشدیا اس شخص نے پوچھا کہ آمرزش کی وجہ کیا ہوئی کہا کہ مین نے ٹھیک بات کو ہزل مین نہین ملایا تھا۔ اور منصور بن اسمعیل سے روایت ہے کہ مین نے عبداللہ بزاز کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمکو کیا معاملہ گذرا انھون نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور جتنے گناہ مین نے اقرار کیا ان سب کو بخشدیا مگر ایک گناہ کو اس سے کہتے ہوے مجھے شرم آئی اسلیے مجھکو پسینے مین کھڑا کیا یہانتک کہ میرے چہرے کا گوشت گرگیا مین نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا انھون نے کہا کہ مین نے ایک امرد کو دیکھا اور اسکو پسند کیا اسلیے مجھے حیا آئی کہ اسکا کیا ذکر کرون۔ اور ابو جعفر صیدلانی رحمہ کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ ایک جماعت درویشون کی آپکے گرد ہے اسی اثنا مین آسمان پھٹا اور اس سے دو فرشتے کہ ایک کے ہاتھ مین طشت دوسرے کے ہاتھ مین آفتابہ تھا اترے طشت والے نے اپنا طشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھدیا آپ نے ہاتھ مبارک دھوے پھر ارشاد فرمایا تو اورون نے بھی ہاتھ دھوئے پھر طشت میرے سامنے رکھا تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ اسکے ہاتھ پر پانی مت ڈال یہ انمین سے نہین ہے مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم آپ سے کیا یہ روایت نہین ہے کہ آپ نے فرمایا ہے المرء مع من احب آپ نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہے مین نے عرض کیا کہ تو مین آپ سے اور ان درویشون سے محبت رکھتا ہون آپ نے اس فرشتے کو ارشاد فرمایا کہ اسکے ہاتھ پر بھی پانی ڈال کہ یہ بھی انھین مین سے ہے اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ لوگون کو وعظ سناتا ہون اتنے مین ایک فرشتے نے میرے پاس آکر پوچھا کہ جن چیزون سے خدا تعالیٰ کے تقرب کے طالب تقرب کیا کرتے ہین انمین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر کیا چیز ہے مین نے جواب دیا کہ پوشیدہ عمل ترازو مین پورا ہے وہ فرشتہ یہ کہتا چلا گیا کہ بخدا کلام توفیق یافتہ شخص کا ہے۔ اور مجمع کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمنے معاملہ کیسے پایا آپ نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا مین زاہد تھے انکو دیکھا کہ دنیا و آخرت کی خیر لے گئے اور ایک شام کے آدمی نے علاء بن زیاد سے کہا کہ مین نے خواب مین تمکو جنت مین دیکھا ہے وہ اپنی بیٹھک سے اترے اور اس شخص کے پاس آکر کہا کہ اسکی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیطان نے کوئی بات چاہی تھی اس مین بچ گیا ہون اسنے ایک شخص کو میرے قتل کے واسطے معین کیا ہے اور محمد بن واسع فرماتے ہین کہ خواب مومن کو خوش کیا کرتی ہے مغالطے مین نہین ڈالا کرتی۔ اور صالح بن بشیر کہتے ہین کہ مین نے

عطاء سلمی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعہ تمپر رحم کرے دنیا میں تم بہت غم کیا کرتے تھے انھوں نے فرمایا کہ دیکھو اب تو اسکے بعد
مجکو بڑی خوشی اور فرحت دائمی ہوئی میں نے پوچھا کہ آپ کونسے درجے میں ہیں فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ جنپر خدائے تعالےٰ نے
انعام کیا ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہدا اور صالحون کے ساتھ۔ اور کسی نے حضرت زرارہ بن ابی اوفیٰ سے خواب میں پوچھا کہ اعمال
میں سے تمہارے نزدیک کونسا افضل ہے انھوں نے فرمایا کہ راضی رہنا خدائے تعہ کے حکم پر اور کوتاہ کرنا امل کا اور یزید بن مذعور رح
کہتے ہیں کہ میں نے اوزاعی رح کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ مجکو کوئی ایسا عمل بتاؤ جس سے میں خدائے تعالےٰ کا تقرب حاصل
کروں آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں عالموں کے رتبے سے بڑھکر اور کسیکا رتبہ نہیں پایا اسکے بعد درجہ غمگین لوگوں کا ہے راوی
کہتا ہے کہ یزید بن مذعور بہت بوڑھے تھے اس خواب کے بعد ہمیشہ رویا کیے یہانتک کہ آنکھیں جاتی رہیں اور ابن عیینہ کہتے ہیں
کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ بھائی تمسے خدائے تعہ نے کیا معاملہ فرمایا انھوں نے کہا کہ جس گناہ پر میں نے استغفار
پڑھا تھا اور آمرزش کی درخواست کی تھی وہ تو خدائے تعہ نے بخشدیا اور جس گناہ سے استغفار نہیں کیا تھا وہ نہ بخشا۔ اور علی بالی کہتے
ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہ تھی میں نے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا
کہ میں حور ہوں میں نے کہا کہ تو مجھسے بیاہ کرلے اسنے کہا کہ میرے مالک سے میری نسبت کی درخواست کرو اور میرا مہر دیدو میں نے
پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہے اسنے کہا کہ اپنے نفس کو اسکی تمام آفتوں سے بچائے رکھو۔ اور ابراہیم بن اسحاق حربی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
زبیدہ رح کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعہ نے تمسے کیا کیا انھوں نے فرمایا کہ مجکو بخشدیا میں نے کہا کہ انھیں خیراتوں کے
عوض میں جو تم نے مکہ کی راہ میں دی تھیں انھوں نے کہا کہ میں نے جو خیراتیں دی تھیں ان کا ثواب تو مالکوں کے پاس چلا گیا
مجھے تو صرف نیت کے باعث بخشدیا۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے جب وفات پائی تو خواب میں کسی نے ان کو دیکھا اور پوچھا
کہ خدائے تعہ نے آپ سے کیا کیا انھوں نے فرمایا کہ ایک قدم تو میں نے پل صراط پر رکھا دوسرا جنت میں رکھا اور احمد بن ابی الحواری
کہتے ہیں کہ میں نے خواب کی حالت میں ایک لونڈی کو دیکھا جس سے خوبصورت زیادہ میں نے نہیں دیکھی تھی اور اسکا منھ نور
سے چمک رہا تھا میں نے پوچھا کہ تیرے منھ کی چمک کس باعث سے ہے اسنے کہا کہ تمھیں یاد ہے کہ ایک رات میں تم روئے تھے
میں نے کہا کہ ہاں مجھے یاد ہے اسنے کہا کہ میں نے تمہارے آنسو لیکر اپنے منھ کو لگا لیے تھے اسی سے میرا منھ ایسا چمکنے لگا اور کتانی رح
کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنید رح کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعہ نے آپ سے کیا معاملہ کیا انھوں نے فرمایا کہ وہ اشارات
تباہ ہو گئے اور نہ وہ عبادتیں کام آئیں صرف دو رکعتیں جو ہم رات کو پڑھا کرتے تھے وہی ہمکو ملیں۔ اور زبیدہ رح کو کسی نے خواب
میں دیکھکر پوچھا کہ تمپر کیا حال گذرا انھوں نے کہا کہ ان چار جملوں کی بدولت خدائے تعہ نے مغفرت فرمائی۔ لا الہ الا اللہ افنی
بہا عمری لا الہ الا اللہ ادخل بہا قبری لا الہ الا اللہ اخلو بہا وحدی لا الہ الا اللہ القی بہا ربی اور بشر رح کو کسی نے خواب میں دیکھکر
انسے پوچھا کہ خدائے تعہ نے تمسے کیا سلوک کیا فرمایا کہ مجھپر رحم فرمایا اور ارشاد کیا کہ بشر تجھے شرم نہ آئی کہ ہم سے اتنا ڈرتا تھا
اور ابو سلیمان دارانی رح کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعہ نے تمسے کیا معاملہ کیا انھوں نے فرمایا کہ مجھپر رحم کیا

اور چھپنا منظور کہ ہم لوگون کے اشارون سے یعنی شہرت اور انگشت نما ہونے سے ہوا اتنا اور کسی چیز سے نہیں ہوا اور ابو بکر کتانی کہتے ہین
کہ مین نے خواب مین ایک جوان کو دیکھا کہ اس سے بہتر کبھی نہیں دیکھا تھا مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اسنے کہا کہ تقوی ہی ہون
مین نے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اسنے کہا کہ دل غمگین مین رہتا ہون پھر جو مین نے دیکھا تو ایک عورت کالی کلوٹی سی نظر آئی مین نے پوچھا کہ
تو کون ہے اسنے کہا کہ مین دل کی بیماری ہون مین نے پوچھا تو کہان رہتی ہے اسنے کہا کہ جو دل خوش دل اور اکڑ باز ہوتا ہے مین رہتی ہون پھر مین جاگ
اٹھا اور عہد کیا کہ بدون مجبوری کبھی نہ ہنسونگا۔ اور ابو سعید خراز کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا شیطان میرے اوپر
چڑھ آیا ہے مین نے لاٹھی کو پکڑ کے چاہا کہ اسکو مارون وہ لاٹھی سے نہ ڈرا اسوقت غیب سے آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرا کرتا بلکہ
ایک نور سے ڈرتا ہے جو دل کے اندر ہوتا ہے۔ اور مسوحی کہتے ہین کہ مین نے شیطان کو خواب مین برہنہ دیکھا کہ چلا جاتا ہے مین نے کہا کہ تو آدمیون سے
شرم نہین کرتا اسنے کہا سبحان اللہ یہ لوگ آدمی ہین اگر یہ آدمی ہوتے تو مین انکو صبح وشام کیون کھلونا بناتا جیسے لڑکے گیند سے کھیلا کرتے
ہین بلکہ آدمی اور ہی لوگ ہین جنھون نے میرے جسم کو بیمار کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ ہمارے صوفی یارون کی طرف کیا۔ اور حضرت ابو سعید
خراز کہتے ہین کہ مین دمشق مین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ پر تکیہ کیے ہوئے
میرے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوئے اسوقت مین کچھ الفاظ کہکر اپنے سینے پر ضرب لگاتا تھا آپ نے فرمایا کہ اسکی برائی بہتری کی نسبت کے
زیادہ ہے اور ابن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری ؒ کو خواب مین دیکھا کہ جنت مین ایک درخت پر سے دوسرے پر اڑ رہے ہین اور
کہتے ہین لمثل ہذا فلیعمل العاملون مین نے انسے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے فرمایا کہ لوگون کی شناسائی کم کرو۔ اور ابو حاتم رازی قبیصہ بن عقبہ سے
راوی ہین کہ انھون نے سفیان ثوری کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تم سے آپ سے کیا معاملہ کیا انھون نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا

قطعہ جو دیکھا سامنے سے مین نے رب کو تو یہ فرمایا ؛ مبارک ہو تجھے ابن سعید اب ہم رضا میری ؛ تہجد تو پڑھا کرتا تھا راتون کو اندھیرین
بہا تا شوق کے آنسو دکھاتا دل کی مشتاقی ؛ پسند اب کر لے جنت کا مکان تو جو لینا چاہے ؛ ملاکر روز ہم سے کیونکہ اب جاتی رہی دوری ؛

اور شبلی ؒ کو مرنے کے تین دن بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تم نے تمسے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھسے ایسا مطالبہ کیا کہ مین
ناامید ہوگیا جب میری ناامیدی ملاحظہ فرمائی تو مجکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیا۔ اور مجنون بنی عامر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب مین
دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تم نے تمسے کیا کیا کہا کہ مجکو بخشدیا اور محبین کے لیے مجکو حجت ٹھہرا دیا۔ اور حضرت ثوری ؒ کو کسی نے خواب مین
دیکھ کر پوچھا کہ تم سے خدا نے تم سے کیا کیا فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اس شخص نے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا کیا حال ہے
فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس ہر روز دو دفعہ جایا کرتے ہین اور بعض اکابر کو کسی نے خواب مین دیکھکر جو حال پوچھا تو کہا کہ ہم سے جو حساب
کیا تو نہایت وقت کی پھر احسان کرکے آزاد کر دیا۔ اور حضرت مالک بن انس ؒ کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ آپ سے ہوا فرمایا
کہ میری مغفرت کی ایک کلمے سے جو حضرت عثمان بن عفان رضؓ جنازے کے دیکھنے پر فرمایا کرتے تھے وہ یہ ہے کہ سبحان الحی الذی لا یموت
اور جس رات حضرت حسن بصری ؒ کا وصال ہوا تو کسی نے خواب مین دیکھا کہ گویا دروازے آسمان کے کھلے ہین اور ایک منادی پکارتا ہے
کہ حسن بصری اللہ کے پاس آئے اس حال مین کہ خدا اونسے راضی ہے۔ اور جاحظ کو کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمپر کیا کیفیت گذری تو

اُس نے اس مضمون کا شعر پڑھا شعر لکھو اپنے قلم سے کچھ تو ایسی چیز کو لکھو کہ گر دیکھو قیامت مین تو ہووے خوش تمہارا دل ؀

فائدہ مترجم کہتا ہے کہ شاید اس شخص کی نجات کا باعث یہ ہوا ہوگا کہ اپنی تصانیف مین کچھ عمدہ الفاظ آخرت کے کار آمد لکھے ہونگے اس شعر مین اسی طرف اشارہ کیا کہ لکھنے کے لیے حسنات اختیار کرنی چاہئین۔ اور حضرت جنید رح نے ابلیس لعین کو خواب مین برہنہ دیکھکر فرمایا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اسنے کہا کہ یہ لوگ آدمی نہین بلکہ وہ لوگ آدمی ہین جو مسجد شونیزی واقع بغداد مین ہین انھون نے میرے جسم کو لاغر اور جگر کو کباب کیا ہے حضرت جنید فرماتے ہین کہ جب مین جاگا تو مسجد مذکور مین گیا دیکھا تو کچھ لوگ اپنے زانو پر سر رکھے ہوے فکر مین لگے ہین جب انھون نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اس خبیث کے کہنے سے تم فریب مین مت آنا اور نصیر آبادی کو بعد وفات کے مکہ معظمہ مین کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ کیا حال گذرا فرمایا کہ اول تو مجھپر اشراف کا سا عتاب ہوا پھر مجھکو فرمایا گیا کہ اے ابو القاسم ملنے کے بعد کیا جدائی ہوا کرتی ہے مین نے عرض کیا کہ نہین اے عظمت والے پس مجھکو لحد ہی مین رکھنے پائے تھے کہ مین اپنے رب سے جا ملا۔ اور عتبہ غلام نے ایک حور کو خواب مین دیکھا کہ بہت حسین ہے اور کہتی ہے کہ اے عتبہ مین تیرے اوپر عاشق ہون تو خبردار ایسی بات نہ کرنا جو مجھ مین اور تجھ مین حجاب ہو جاوے عتبہ نے جواب دیا کہ مین نے دنیا کو تین طلاق دے دیے جبتک تجھ سے نہ ملونگا اس کی طرف رجوع نہ کرونگا۔ اور منقول ہے کہ ایوب سختیانی کسی گناہگار کا جنازہ دیکھکر اپنے دروازے مین گھس گئے تاکہ اسکی نماز نہ پڑھنی پڑے بعض شخصون نے اس مردے کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ کہو کیا معاملہ ہوا اسنے کہا کہ خداے تعالےٰ نے مجھکو بخشدیا اور ایوب سے کہدینا کہ اگر رحمت الٰہی کے خزانے تمہارے قابو مین ہوتے تو نبڑجانے کے ڈر سے تم انکو روک رکھتے اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ جس رات حضرت داؤد طائی رح کا انتقال ہوا مین نے خواب مین دیکھا کہ فرشتے آسمان سے اُترتے اور چڑھتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کونسی رات ہے انھون نے کہا کہ یہ وہ رات ہے کہ داؤد طائی رح نے وفات پائی ہے اور انکی روح کے لیے جنتین آراستہ کی گئی ہین اور ابو سعید شحام کہتے ہین کہ مین نے سہل صعلوکی رح کو خواب مین دیکھا اور کہا کہ اے شیخ انھون نے فرمایا کہ اب شیخ کہنا چھوڑدو مین نے پوچھا کہ وہ حالات جو مین نے تمہارے دیکھے تھے اس سبب سے کہتا ہون انھون نے فرمایا کہ وہ کچھ کام نہ آئے مین نے پوچھا کہ پھر آخر خداے تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا کہا کہ مجھکو اُن مسائل کے ثواب مین بخشدیا جو فلان بڑھیا پوچھا کرتی تھی۔ ابوبکر رشید مئ کہتے ہین کہ مین نے محمد طوسی معلم کو خواب مین دیکھا تو انھون نے مجھسے یہ کہا کہ ابو سعید زرگر ادیب سے یہ کہدینا ؎ ما زیاران چشم یاری داشتیم ؛ خود غلط بود آنچہ با پنداشتیم ؛ جب مین جاگا تو ابو سعید سے جاکر مضمون بیان کیا انھون نے کہا کہ مین ہر جمعہ کو انکی قبر پر جایا کرتا تھا اس جمعہ کو نہین گیا ہونگا اسی کی شکایت ہے۔ ابن راشد کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن مبارک رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم کیا مر نہین گئے تھے انھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تو خداے تعالےٰ نے تمسے کیا کیا انھون نے کہا کہ مجھکو بخش دیا ایسی مغفرت سے کہ ہر گناہ کو گھیر لیا مین نے پوچھا کہ پھر سفیان ثوری کا کیا حال ہے انھون نے کہا کہ انکا کیا کہنا ہے وہ تو اس آیت کے مصداق ہین مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ مین نے حضرت امام شافعی رح کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالےٰ نے آپ سے کیا کیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو ایک سونے کی کرسی پر بٹھایا اور میرے اوپر دُر شاداب بکھیرے اور ایک شخص نے حضرت

حسن بصریؒ کے مریدوں میں سے جس رات ان کی وفات ہوئی تھی خواب میں دیکھا کہ کوئی منادی یہ پکارتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو خلق سے برگزیدہ فرمایا اور حسن بصریؒ کو ان کے وقت کے لوگوں سے اچھا اور برگزیدہ کیا اور ابو یعقوب قاری کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک شخص گندم گون کشیدہ قامت کو دیکھا کہ لوگ اسکے پیچھے جاتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں لوگوں نے کہا کہ حضرت اویس قرنیؒ ہیں میں بھی آپ کے پیچھے چلا اور عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے مجھ سے ناک چڑھائی میں نے عرض کیا کہ میں راہ نہیں جانتا آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اگر آپ مجھے راہ دکھادینگے خدا تعالےٰ آپ کو جزا دیگا آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعا کی رحمت کو اسکی محبت کے وقت طلب کرو اور اسکے بدلا لینے سے نافرمانی کے وقت خوف کرو اس اثناء میں اس سے امید مت منقطع کرو پھر آپ منہ پھیر کر چلدیے اور مجھکو چھوڑ گئے اور ابو بکر بن ابی مریم کہتے ہیں کہ میں نے ورقاء بن بشر حضرمی کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہوا انھوں نے کہا کہ بڑی جانکاہی کے بعد چھٹی ملی میں نے پوچھا کہ تم نے کونسے عمل کو افضل پایا انھوں نے فرمایا کہ خدائے تعا کے خوف سے رونے کو اور یزید بن نعامہ کہتے ہیں کہ جارف لینے وبا کے عام میں ایک عورت مرگئی تھی اسکے باپ نے اسکو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ بیٹی مجھسے آخرت کا حال کہہ اسنے کہا کہ بابا ہم ایک بھاری کام پر پہونچے ہیں ہم جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے ہیں اور تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں سبحان اللہ کہنا یا ایک یا دو بار سبحان اللہ کہنا یا ایک خواہ دو رکعت نماز کا میرے نامہ اعمال میں ہونا مجھکو دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ اور بعض مریدِ عتبہ غلامؒ کے کہتے ہیں کہ میں نے عتبہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعا نے تم سے کیا معاملہ کیا انھوں نے فرمایا کہ میں برکت سے اس دعا کی جنت میں داخل ہوا جو تیرے گھر میں لکھی ہوئی ہے جب میں اٹھا تو اپنے گھر کے اندر گیا دیکھا تو عتبہ غلام کے خط سے گھر کی دیوار پر لکھا پایا یا ہادی المضلین ویا رحیم المذنبین ویا مقیل عثرات العاثرین ارحم عبدک ذا الخطر العظیم والمسلمین کلھم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین آمین رب العالمین۔ اور موسیٰ بن حماد کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو جنت میں دیکھا کہ ایک پیڑ سے دوسرے پر اڑتے پھرتے ہیں میں نے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ تمکو یہ مرتبہ کس بات سے ملا فرمایا کہ ورع سے میں نے پوچھا کہ علی بن عاصم کا حال تو بتاؤ فرمایا کہ وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے ستارے اور کسی تابعی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو نصیحت فرمائیے فرمایا کہ ہاں جو شخص نقصان کا جویا نہیں رہتا وہ نقصان میں رہتا ہے اور جو نقصان میں رہے اسکے لیے موت بہتر ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھکو ان دنوں میں ایک امر مشکل ایسا پیش آیا تھا جس نے مجھکو درد و رنج دیا اور خدائے تعا کے سوا اور کسی کو اسپر واقفیت نہ تھی کل رات میرے پاس ایک آنیوالا آیا اور خواب میں مجھ سے کہا کہ اے محمد بن ادریس یوں دعا مانگو اللھم انی لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا ولا موتا ولا حیاتا ولا نشورا ولا استطیع ان اخذ الا ما اعطیتنی ولا اتقی الا ما وقیتنی اللھم وفقنی لما تحب وترضی من القول والعمل فی عافیۃ جب میں صبح کو اٹھا تو اس دعا کو مکرر پڑھا جب دن چڑھا اللہ تعالےٰ نے میرا مطلب مجھکو عنایت فرمایا اور جس مصیبت میں میں تھا اس سے نجات آسان فرمائی۔ تو تمکو چاہیے کہ ان دعاؤں کو ہمیشہ پڑھتے رہو اور انسے غافل نہ ہو یہ تھے کچھ مکاشفات جنسے مردوں کا احوال معلوم ہوتا ہے اور ان اعمال پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ سے قریب

کر دین اب ان کے بعد ہم وہ حالات لکھتے ہین جو صور کے پھکنے سے لیکر آخر تک یعنے جنت خواہ دوزخ مین ٹھہر جانے تک مردون کو پیش ہوتے ہین

دوسرا حصہ باب ذکر موت کا اُن حالات مین موت کے جو صور کے پھکنے سے لیکر جنت یا دوزخ مین قرار پانے تک ہوتے ہین اور جو کچھ ہولِ اس درمیان مین پیش ہوتے ہین انکی تفصیل مین اس قسم مین بندرہ بیان ہین اور آخر کو ایک خاتمہ ہے جس مین خدا تعالیٰ کی رحمت کے وسیع ہونے کا ذکر ہے اور اسی پر کتاب کی تمامی ہے انشاء اللہ تعالےٰ ۔

پہلا بیان نفخ صور کے ذکر مین پہلے بیانون سے تم کو اتنے حالات معلوم ہوچکے ہین میت کے حال کی شدت موت کے سکرات مین اور خطرہ خاتمے کے خوف کا پھر قبر کی تاریکی کو کھلنا اور اسکے کیڑون کی ایذا سہنی پھر منکر نکیر اور انکا سوال پھر عذاب قبر کو بگتنا بشرطیکہ ان لوگون مین سے ہو جنپر غصہ ہوا ہو اور یہ سب احوال گذرے ہین ان سب سے بڑھکر وہ خطرات ہین کہ مردے کے سامنے ہین یعنی صور کا پھنکنا اور قیامت کے دن اٹھنا اور خداے تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا اور چھوٹے بڑے کی پوچھ ہونی اور اعمال کے مقدار کی شناخت کے لیے ترازو کا کھڑا ہونا پھر باوجود باریکی اور تیزی کے پل صراط پر سے اترنا پھر مقدمے کے فیصل ہونے کے لیے یعنی سعادت یا شقاوت کا حکم لگنے کے لیے پکار کا منتظر رہنا تو یہ احوال و خطرات ایسے ہین کہ تمکو انکا پہچاننا ضروری ہے پھر انپر غیب کی تصدیق کے طور پر ایمان لانا پھر ان مین بہت سا فکر و تامل کرنا تاکہ تمہارے دل مین سے انکی تیاری کے لوازم پیدا ہون اور اکثر لوگون کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن پر ایمان انکے خاص دلون مین نہین بیٹھا اور سویداے ضمیر مین جگہ نہین پکڑی اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ موسم گرما کی گرمی اور جاڑے کی سردی کے لیے کتنے سامان کرتے ہین اور دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی سردی کے لیے باوجودیکہ ان مین نہایت سختی اور خطرات ہونگے ڈھیل کرتے ہین ہان اتنا ہے کہ جب آخرت کا حال لیجے پوچھے تو زبان سے اسکا اقرار کرتے ہین مگر دل ان کے اس سے غافل رہتے ہین اور جو شخص دوسرے سے کہے کہ تیرے سامنے کے کھانے مین زہر ہے اور وہ دوسرا اس کی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتے ہو پھر کھانا کھانے لگے تو زبان سے تو اسکو سچا کہا اور عمل سے اسکے جھٹلایا اور عمل کی رو سے جھٹلانا زبان کے جھٹلانے کی نسبت کر زیادہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھکو آدمی نے گالی دی اور اسکو زیبا نہ تھا کہ مجھے گالی دے اور اُسنے مجھکو جھٹلایا اور اسکو شایان نہ تھا کہ جھٹلادے اسکا گالی دینا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ خدا کا کوئی لڑکا ہے اور جھٹلانا اسطرح ہے کہ کہتا ہے کہ مجھے جیسا اول پیدا کیا ہے اسطرح کبھی نہ اٹھاویگا۔ اور دلون مین جو پھر سے اٹھنے کی تصدیق اور یقین مستحکم نہین تو اسکی وجہ یہی ہے کہ لوگ اس جہان مین اسطرح کی باتین کم سمجھتے ہین۔ اور اگر بالفرض آدمی حیوانات کا پیدا ہونا نہ دیکھتا اور اس سے کہا جاتا کہ تیرا ایک بنانے والا ہے کہ وہ نطفۂ ناپاک سے ایسا آدمی بناتا ہے جو عاقل اور متکلم اور تصرف کرنے والا ہو تو اس کے باطن کو اسکی تصدیق نہایت سخت ہوتی اور اسی جہت سے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفة فاذا ھو خصیم مبین اور فرمایا ایحسب الانسان ان یترک سدی الم یک نطفة من منی یمنی ثم کان علقة فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی غرضکہ آدمی کی پیدائش مین باوجود کثرت عجائب اور اختلاف اعضا کی ترکیب کے عجیب سے عجیب باتین اسکے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے

مین ہین تو جو شخص اسکی صنعت اور قدرت مین عجائب کو معائنہ کرتا ہے وہ خدائے تعالی کی قدرت و حکمت سے اسکا انکار کیسے کرتا ہے
پس اگر تمہارے ایمان ہی مین ضعف ہو تو پہلے پیدائش کو غور کرکے ایمان کو پکا کرلو اسلیے کہ دوسری بار کی پیدایش اول ہی کی طرح
بلکہ اس سے سہلتر ہے اور اگر تمہارا ایمان دوبارہ اٹھنے پر قوی ہو تو دل مین ان خوفون کو بھی ٹھان لو اور اس باب مین اتنا فکر اور
عبرت کیا کرو کہ دل سے راحت اور آرام جاتا رہے اور خدائے تعالی کے سامنے جانے کی تیاری مین لگ جاؤ اول اس آواز کا فکر کرو
کہ قبر کے باشندون کے کان مین پڑیگی یعنی صور کا زور سے پھونکنا کہ ایسا ہی چیخ ایسی ہوگی کہ جس سے قبرون مین سے مردے نکل پڑینگے
پس اپنے آپ کو فرض کرو کہ تم بھی قبر سے چہرہ متغیر اور بدن سر سے پاؤن تک غبار آلود قبر کی مٹی مین سنا ہوا نکلے ہو اور چیخ کی شدت
سے حیران اور آواز کی طرف کو نگران ہو اور تمام خلق اپنی اپنی قبرون سے یکبارگی نکل پڑی ہو کہ مدتون تک ان مین پڑے سڑتے تھے
اور ایک مصیبت تو انکو رنج و غم اور انتظار کی سختی کی کہ انجام کب کو معلوم ہوگا پہلے سے تھی اب یہ تشددِ شدید خوف اور رعب
اور ہوا چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون
اور فرمایا فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر اور فرمایا یقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ
تاخذہم وہم یخصمون فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اہلہم یرجعون ونفخ فی الصور فاذا ہم من الاجداث الی ربہم ینسلون قالوا یا ویلنا
من بعثنا من مرقدنا ہذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون پس اگر مردون کے سامنے اس آواز کی دہشت کے سوا اور کچھ ہول نہ ہوتا تب
بھی اس سے ڈرنا اور سہمنا لائق تھا اسلیے کہ وہ ایسی پھونک اور چیخ ہوگی کہ اس سے جو لوگ آسمان زمین کے ہین سب مرجاوینگے صرف
جنکو اللہ تعالے چاہیگا یعنی چند فرشتے باقی رہ جاوینگے اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیف انعم وصاحب الصور قد التقم
القرن وحنی الجبہۃ واصغی بالاذن ینتظر متی یومر فینفخ مقاتل فرماتے ہین کہ صور کے معنی شاخ یعنے نرسنگھے کے ہین اور اس کی کیفیت یون ہے
کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نفیری کی شکل کے نرسنگھے پر اپنا منہ رکھے ہوے ہین اس نرسنگھے کے منہ کا دائرہ اتنا چوڑا ہے جتنا پھیلاؤ آسمانون
اور زمین کا ہے اور حضرت اسرافیل اپنی آنکھ عرش کیطرف کو اٹھائے منتظر ہین کہ کب حکم اول پھونک کا ہو جب وہ اول پھونک مارینگے تو آسمان
و زمین کے لوگ جتنے جاندار ہونگے سب خوف کی شدت سے مرجاوینگے صرف چار فرشتے حضرت جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور
عزرائیل علیہم السلام رہ جاوینگے پھر حکم الہی ملک الموت کو ہوگا کہ اول حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح نکالین پھر حضرت میکائیل
کی پھر حضرت اسرافیل کی پھر ملک الموت کو حکم ہوگا وہ خود مرجاوینگے اور چالیس برس تک خلق اول صور کے پھونکنے کے بعد عالم برزخ
مین رہیگی پھر اللہ تعالی حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرکے حکم فرمادیگا کہ دوسری دفعہ پھونک نرسنگھے مین مارو اور اسی کو
اللہ تعالی کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہے ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون یعنی پاؤن پر کھڑے ہوکر جی اٹھنے کو دیکھین گے

اور پھونکا گیا نرسنگھا پھر بیہوش ہوگیا جو کوئی ہے آسمانون اور زمین مین مگر جسکو اللہ نے چاہا پھر پھونکا گیا دوسری بار پھر تب ہی وہ کھڑے ہوگئے دیکھتے ۱۲
پھر جب کھڑکھڑائے وہ کھوکھرا پھر وہ اسدن مشکل دن ہے منکرون پر نہین آسان ۱۲ اور کہتے ہین کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو یہی راہ دیکھتے ہین ایک
چنگھاڑ کی جوان کو پکڑیگی جب آپس مین جھگڑ رہے ہونگے پھر نہ سکینگے کہ کچھ کہہ مرین اور نہ اپنے گھر کو پھر جاوین گے اور پھونکا جاوے نرسنگھا پھر تبھی وہ قبرون سے

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب مجھکو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو صاحب صور اسرافیل علیہ السلام کو کہلا بھیجا انھون نے صور کو اپنے منھ سے لگا لیا اور ایک پانؤن کو آگے اور دوسرے کو پیچھے کرکے منتظر ہین کہ کب حکم پھونکنے کا ہو تو سن لو کہ پھونک سے ڈرو انتہیٰ پس ایسے حال مین خلق کی کیفیت اور اُن کی ذلت اور شکستہ حالی اور بیچارگی اور اس چیخ کا خوف اور حکم سعادت اور شقاوت کا انتظار سوچو اور اپنے آپ کو بھی ان کے درمیان فرض کرو کہ جیسے وہ ٹوٹے حال سے ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے جیسے وہ حیرت زدہ ہون گے ویسے ہی تم بھی ہوگے بلکہ دنیا مین جو لوگ امیر اور توانگر اور ناز پرورده اور بادشاه ہونگے وہ اس روز سب زمین کے باشندون سے ذلیل اور چھوٹے اور حقیر اور پامال ذرہ کے مثال ہونگے اسوقت وحشی جنگلون سے اور پہاڑون سے آکر اپنے سر جھکا کر باوجود وحشت کے لوگون مین رل مل جاوینگے اور گو انھون نے کچھ خطا نہ کی ہوگی مگر اس روز کے اٹھنے اور شدت چیخ اور ہول سے پھونک کے ڈر کر سب وحشت بھول جاوینگے اور جو کڑی بھولکر لوگون مین آملینگے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا الوحوش حشرت پھر شیطان سرکش کہ پہلے متمرد اور منحرف تھے آوینگے اور خدا کے سامنے پیش ہونے کی ہیبت کے مارے گردن جھکاوینگے اور مضمون اس آیت کا صادق ہوگا فوربک لنحشرنہم والشیاطین ثم لنحضرنہم حول جہنم جثیا پس اپنے حال مین اور اپنے دل کی کیفیت مین اس مقام پر فکر کرو کہ کیسی گذرے گی

دوسرا بیان محشر کی زمین اور اسکے لوگون کے ذکر مین پھر غور کرو کہ جی اٹھنے کے بعد ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیسے کیسے زمین محشر مین ہنکائے جاوینگے وہ ایک زمین نرم ہموار سفید رنگ ہے کہ جسمین کچھ اونچ نیچ نہین نہ کوئی ٹیلہ ہے کہ آدمی اسکے پیچھے چھپ جاوے نہ گڑھا ہے کہ اسکے اندر آنکھ سے اوجھل ہو بلکہ ساری زمین ایک سی پھیلی ہوئی ہے کچھ اسمین فرق نہین اسکی طرف لوگ گروہ کے گروہ ہنکائے جاوینگے پس پاک ہے وہ ذات جو لوگون کو باوجود اقسام مختلف ہونے کے اطراف زمین سے پہلے اور دوسری پھونک سے ایک جگہ لاکر جمع فرماویگا اور ان دلون کو زیبا ہے کہ اس روز تڑپتے ہون اور آنکھون کو شایان ہے کہ نیچے کو ہون۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز لوگون کا حشر ایک زمین سفید خاکی پر ہوگا جو مانند گرده صاف کے ہوگی اور اسمین کوئی عمارت کسی کی نہوگی کہ جسکے باعث آدمی چھپ سکے یا نظر کام نہ کرے اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ وہ زمین دنیا کی سی زمین ہوگی بلکہ دنیا کی زمین سے صرف نام مین شریک ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ زمین مین کچھ کمی بیشی کی جاوے گی اور اسکے درخت اور پہاڑ اور جنگل اور دوسری چیزین جاتی رہینگی اور عکاظ کے چمڑے کی طرح پھیلائی جاوے گی زمین سفید مثل چاندی کے ہوگی جسپر کوئی خون یا گناہ نہوا ہوگا اور آسمانون کے چاند سورج ستارے جاتے رہینگے پس اے مسکین اس روز کے ہول اور شدت کو غور کر کہ جب خلق اس زمین پر اکٹھی ہوجاوے گی تو انکے اوپر سے ستارے بکھر پڑینگے آفتاب بے نور اور چاند بے روشنی ہوجاوین گے زمین پر کا چراغ گل ہونے سے بالکل اندھیرا ہوجاویگا لوگ اسی حال مین ہونگے کہ دفعۃً سرون کے اوپر سے آسمان چکر کر باوجود سختی اور پانسو برس کے مٹاپے کے پھٹ جاوینگے اور فرشتے اسکے کنارون اور اطراف پر کھڑے ہونگے تو نہ معلوم اس کے پھٹنے کی آواز سے تیرے کان مین کیسی ہول پیدا ہوگی اور اسدن کی ہیبت کیسی ہوگی جسمین آسمان اتنے موٹے اور سخت ہو کر پھٹ جاوینگے اور گلی ہوئی چاندی زردی آمیز کی طرح بہنے لگین گے پھر گلابی رنگ سرخ چمڑے کی طرح اور گلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجاوینگے اور پہاڑ

۱۲ صحیح ... بیان کیا ... [illegible]

فر: یعنی قسم ہے تیرے رب کی ہم ضرور ان کو اٹھا لاوینگے اور شیطانون کو بھی پھر سامنے لاوینگے گرد دوزخ کے گھٹنون پر گرے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت سہل بن سعد ۱۲ یعنی جسدن بدلی جاوے اس زمین کے اور زمین اور آسمان ۱۲ عکاظ ایک بازار کا نام ہے ۱۲

ٹڈیون کی طرح اور آدمی مثل بکھرے ہوئے پتنگون کے ہونگے اور برہنہ پا ننگے بدن چلتے ہونگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے اٹھینگے پسینا ان کے منھ تک مثل لگام کے کانون کی لو تک پہونچ گیا ہوگا حضرت ام المومنین سودہؓ راوی اس حدیث کی فرماتی ہین کہ مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ بڑی خرابی ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کی طرف ننگے دیکھین گے آپ نے فرمایا کہ اس دن آدمیون کو اور ہی فکر ہوگا دیکھنے کی فرصت نہو گی لکل امرء منہم یومئذ شان یغنیہ پس وہ دن کیسا سخت ہوگا کہ برہنگیان اسمین عیان ہون گی اور باوجود اسکے دیکھنے اور التفات کرنے سے مامون رہین گے اور کیون نہو کہ بعضے تو پیٹ کے بل اور بعضے سر کے بل چلینگے تو انکو دوسرون کی طرف التفات کی قدرت کہان ہوگی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ تین قسم ہوکر اٹھین گے سوار اور پیادہ پا اور سر کے بل ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سر کے بل لوگ کیسے چلینگے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اُن کو پاؤن کے بل چلایا ہے وہ قادر ہے کہ سر کے بل بھی چلاوے۔ اور یہ آدمی کی طبعی بات ہے کہ جس چیز سے مانوس نہین ہوتا اسکا انکار کیا کرتا ہے مثلاً اگر آدمی سانپ کو پیٹ کے بل نہایت تیزی سے چلتا نہ دیکھے تو یہی کہے کہ بدون پاؤن کے رفتار نہین ہوسکتی اور جسنے پاؤن چلتے کسی کو نہ دیکھا ہو وہ پاؤن سے چلنے کو بھی دشوار جانے گا اس نظر سے آدمی کو چاہیے کہ قیامت کے عجائب سے جو بات دنیا کی قیاس کے مخالف ہو اسکا انکار نہ کرے اسلیے اگر بالفرض دنیا کے عجائب اسکے مشاہدے مین نہ گذرے ہون اور پھر دفعۃً اس کے دیکھنے مین آتے ہین تو انکا بھی انکار کرنے لگتا ہے حالانکہ واقعی بات ہوتی ہے اسیطرح قیامت کے عجائب کو جاننا چاہیے اور دل مین تصور باندھ لینا چاہیے کہ ہم بھی ننگے منگے ذلیل رانذے حیرت زدہ ہکے بکے اسباب کے منتظر کھڑے ہونگے کہ ہمکو سعادت اور شقاوت مین سے کس چیز کا حکم ہوگا اور اس حالت کو بہت بڑی جاننی چاہیے کہ نہایت سخت ہے

تیسرا بیان پسینے کے ذکر مین پھر خلق کے اژدحام کو سوچ کہ اس کھڑے ہونے کی جگہ مین ساتون آسمان اور ساتون زمین کے لوگ یعنی فرشتے اور جن اور انسان اور شیطان اور وحش اور درندے اور پرند جمع ہونگے پھر انپر آفتاب نہایت تیزی سے چمکے گا اور جیسا اب کچھ اسکا ہلکا معاملہ ہے اس سے بدلدیا جاویگا پھر خلق کے سرون سے مقدار دو کمانون کے بیچ کے ہوگا اور زمین پر کوئی سایہ سوائے سایۂ تخت رحمٰن کے نہوگا اور بدون مقربون کے اسکے سایہ مین اور کوئی نہ رہنے پاویگا اسوقت کچھ لوگ تو عرش کے سایہ مین ہونگے اور کچھ آفتاب کی تپش مین سسکتے ہونگے کہ مارے گرمی اور دھوپ کے کلیجہ منھ کو آتا ہوگا اور اسپر یہ کہ خلق کی دھکا پیل شدت انبوہ کے باعث اتنی ہوگی کہ کندھے سے کندھا چھلتا ہوگا اور علاوہ اسکے فضیحت اور رسوائی جو خدائے تعالے کے سامنے جانے سے ہوگی اسکے خوف سے جدا شرم وحیا آویگی تو اتنی حرارتین جمع ہونگی ایک آفتاب کی گرمی دوسری سانسونکی حرارت تیسری دلون کی سوزش حیا وخوف کی آگ سے اسی جہت سے ہر بال کی جڑ بیچ پسینا نکلنا شروع ہوگا یہانتک کہ قیامت کی زمین پر بہنے لگیگا اور پھر بدنون کی طرف کو ابھرنا شروع ہوگا جسکا جتنا مرتبہ خدائے تعالے کے نزدیک ہوگا اسی کے مقدار اسکا پسینا ابھرے گا پس بعضون کا پسینا زانو تک اور بعضون کا تہیگاہ تک اور بعضون کا کانون کی لو تک اور بعضونکا قریب سر پر سے گذر جانے تک حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس روز آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے تو بعضون کا پسینا اتنا ہوگا کہ نصف کان تک سین ڈوب جاویگا اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگون کو پسینا آوے گا یہان تک کہ انکا پسینا زمین مین ستر باع جاویگا اور لوگون کے منہ تک بشکل لگام پہونچ جاویگا اور ان کے کانون تک پہونچیگا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے صحیحین مین اسیطرح روایت کیا ہے اور ایک دوسری حدیث شریف مین ہے کہ لوگ کھڑے ہوے چالیس برس تک آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے اور شدت کرب کے باعث پسینا ان کے منہ کا لگام ہو جاویگا اور عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آفتاب زمین سے قریب ہو جاویگا اور آدمیون کو پسینا آوے گا پس بعضون کے ٹخنے تک اور بعضون کے نصف ساق تک اور بعضون کے زانو تک اور بعضون کے رانون تک اور بعضون کے تہیگاہ تک اور بعضون کے منہ تک پہونچے گا اور آپ نے ہاتھ مبارک کو منہ پر بشکل لگام رکھکر اشارہ منہ تک پہونچنے کا فرمایا اور بعض ایسے ہونگے کہ انکو پسینا ڈھانپ لیگا اور آپ نے سر مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایسے انکے سر پر ہوکر پھر جاویگا پس اے مسکین اہل محشر کے پسینے اور انکی سختی کو سوچ اور یہ دھیان کر کہ اس تکلیف مین بعض لوگ یون عرض کرینگے کہ الٰہی ہم کو اس کرب اور انتظار سے نجات دے گو دوزخ ہی مین ڈالے جاوین اور یہ تکالیف وہ ہین کہ ابھی نوبت حساب اور عذاب کی نہین آئی اور تو بھی انھین مین سے ایک ہوگا تجھے معلوم نہین کہ تیرا پسینا کہان تک پہونچے گا اور جان لے کہ اگر دنیا مین کسی کا پسینا خدا کی راہ مین یعنی حج اور جہاد اور روزہ اور نماز او کسی مسلمان کی کارروائی کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کی مشقت اٹھانے مین نہ نکلا ہوگا تو اسکا پسینا اس روز حیا و خوف کے باعث قیامت کے میدان مین نکلے گا اور اس کی تکلیف بہت دنون تک رہے گی اور اگر آدمی جہالت اور مغالطہ سے علٰحدہ ہو تو یقیناً جان لے کہ طاعات الٰہی مین سختیون کا اٹھانا اور پسینے کا آنا آسان بات اور تھوڑی دیر کو ہے اور کرب و انتظار قیامت مین پسینا آنا بہت زیادہ اور دیرپا ہے اس لیے کہ وہ دن ہی ایسا ہے کہ جسکی مدت اور شدت دونون زیادہ ہین

چوتھا بیان

قیامت کے دن کی بڑائی کے ذکر مین جس روز مین کہ خلق اوپر کو تاک لگائے کھڑے ہونگے اور انکے دل حیرت زدہ ہونگے نہ انسے کوئی کلام کرتا ہوگا نہ ان کے معاملے مین نظر کی جاتی ہوگی تو تین سو برس تک کھڑے رہینگے نہ کھانیکا کوئی لقمہ کھاوینگے نہ پانی کا کوئی گھونٹ پیوینگے نہ ہوا کا جھوکا انپر چلیگا حضرت کعبؓ اور حضرت قتادہؓ اس آیت کی تفسیر مین یوم یقوم الناس لرب العالمین فرماتے ہین کہ تین سو برس تک کھڑے رہینگے بلکہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا پھر فرمایا کہ تم لوگون کا کیا حال ہوگا جب خدا تعالٰے تم کو اسطرح جمع کریگا جیسے ترکش مین تیر کھچا کھچ بھرے جاتے ہین پچاس ہزار برس تک تمہاری طرف نظر نہین کریگا اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ تم اس دن کو کیا خیال کرتے ہو جس روز کہ لوگ اپنی ٹانگون پر بقدر پچاس ہزار برس کے کھڑے ہونگے کہ نہ کوئی لقمہ کھاوینگے نہ کوئی گھونٹ پانی پیوینگے یہان تک کہ جب پیاس کے مارے گردنین جدا ہو جاوین گی اور بھوک سے پیٹ جل جاوینگے تو انکو دوزخ مین لیجا کر چشمۂ حمیم سے پانی پلایا جاوے گا جسکی حرارت اور لپٹ انتہا کو ہوگی جب انپر مشقت اتنی ہوگی جسکی تاب انکو نہوگی تو ایک دوسرے سے کہینگے کہ چلو جس شخص کی خدا تعالٰے اسکے

ا ح بخاری
مسلم بروایت دونون
مین آیا ہے پانی کے
اپنے کانون کو داخل کیا
ساتھ رکعتون کا پاس
کھلا پانی کو جو دیکھا
باب کر پلالا بابرکت ہوا
اب جہ حال کے باب ہر
ح بخاری دیکھو مسلم
سرح ابن عدی بروایت
سرح ابن سند
ابن مسعود اور اس سند
کے ابن سلیمان
علیے بن سلیمان
ہین جب کہ
جیسا کہ بی ہو
بعضون نے ضعیف
کہا ہے ۱۲

احمد اور اس کی سند
مین ابن لہیعہ ہے ۱۲
ح جس دن
کھڑے رہین لوگ
زیادہ دیکھتے جہان
کے صاحب کی
۱۲
ح طبرانی
در کبیر بروایت
عبداللہ بن عمرو
اور اس سند
مین عبدالرحمن
ابن بشر ہے ۱۲

نزدیک عزت اور پاس ہو اسکو ڈھونڈھیں تاکہ ہمارے حق میں شفاعت کرے پس جس پیغمبر کے دامن کو پکڑینگے وہی ان کو ہٹا دیگا اور نفسی نفسی کہکر کہیگا کہ مجھے اپنے معاملے سے دوسروں کے معاملے کی فرصت نہیں اور عذر کریگا کہ آج اللہ تعالے کا غصہ اتنا زور پر ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا نہ آگے کو ہوگا یہانتک کہ ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جس شخص کے لیے حکم پاوینگے شفاعت فرماوینگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تنفع الشفاعۃ الا لمن اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولا اب اسدن کے طول کو سوچ اور اس کے انتظار کی سختی کو غور کر تاکہ تجھکو اپنی چھوٹی سی عمر میں گناہ ہونے پر صبر کرنے کا انتظار آسان ہوجاوے اور جان لے کہ جو کوئی دنیا میں بہت انتظار موت کا کریگا اور شہوات پر صبر کرتا رہیگا اسکو اسدن میں خاص کر انتظار کم کرنا پڑیگا چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب آپ سے اسدن کا طول پوچھا گیا تو فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے وہ وقت مومن پر اتنا ہلکا اور تھوڑا معلوم ہوگا کہ جتنے وقت میں نماز فرض دنیا میں پڑھا کرتا تھا اس سے بھی آسان تر معلوم ہوگا پس تو کوشش کر کہ انھیں ایماندارون میں سے ہو اسلیے کہ جب تک تجھ میں دم ہے اور زندگی میں سے سانس باقی ہے تب تک معاملہ تیرے اختیار میں ہے اور عنان استعداد تیرے ہاتھ میں ان چھوٹے دنون میں ان بڑے دنون کے لیے کچھ کرلے کہ تجکو اتنا فائدہ ملیگا جسکی خوشی کی کچھ حد نہیں اور اپنی عمر بلکہ تمام دنیا کی عمر کو جو سات ہزار برس کی ہے حقیر جان اسلیے کہ اگر بالفرض تو سات ہزار برس صبر کرے اسوجہ سے کہ اسدن سے رہائی پاوے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے تب بھی ظاہر ہے کہ تجھکو بہت سا فائدہ ملے اور مشقت کم اٹھانی پڑے چہ جائیکہ پچاس ساٹھ برس ہی محنت کرکے پچاس ہزار برس کی تکلیف سے بچاؤ ہوتا ہو

پانچواں بیان روز قیامت اور اسکے مصائب اور ناموں کے ذکر میں اے مسکین اسدن کی تیاری کر جسکی شان بڑی اور اسکا زمانہ دراز اور حاکم زبردست اور وعدہ قریب ہے اس دن کے واقعات ایک سے ایک بڑھکر ہونگے آسمانوں کو دیکھیگا کہ چرجائینگے اور ستارے اسکی دہشت سے جھڑ پڑینگے اور ان کے نور میلے ہوجاوینگے اور آفتاب کی دھوپ تہ ہوجاویگی اور پہاڑ چلائے جاوینگے اور پانی اونٹنیاں چھٹی پھرینگی اور جنگل کے وحشیوں میں رول پڑیگی اور دریا ابلنے لگینگے اور نفس بدنوں سے آملینگے اور دوزخ دہکائی جاویگی اور جنت قریب لائی جاویگی اور پہاڑ اڑائے جاوینگے اور زمین پھیلائی جاویگی زمین کو تو دیکھیگا کہ اسکی بھونچال سے ہلائی جاویگی اور اپنے بوجھ سونے چاندی وغیرہ کے نکال پھینکیگی اس دن آدمی بھانت بھانت کے ہوجاوینگے کہ اپنے کیے کو دیکھیں اس دن پہاڑ اور زمین اٹھائے جاوین پھر ایک پٹکی دیے جاوین اور ہونے والی چیز ہو پڑے اور آسمان پھٹکر اس روز سست بنیاد ہوجاوے اور فرشتے اسکے کنارون پر ہون اور تیرے رب کے تخت کو بجاے چار فرشتون کے آٹھ اٹھاوین اس روز تمہارا سامنا ہوگا تمہارا کوئی بھید چھپا نہ رہیگا۔ اسدن پہاڑ چلائے جاوین اور زمین کو تو کھلی دیکھے اس روز زمین لرزیگی کپکپا کر اور پہاڑ ٹکڑے ہون ٹوٹ کر اور اڑتے گرد ہوجاوین اس روز آدمی بکھرے ہوے پتنگو نکی طرح ہووین اور پہاڑ رنگین اون دھنی ہوئی کی طرح اس روز بھول جاویگی ہر دودھ پلائی اپنے بچے کو اور ڈال دیگی پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو لوگون کو نشے میں دیکھے گا حالانکہ انپر نشہ نہوگا بلکہ خدا تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا اس روز بدل جاوے گی اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور لوگ نکل کھڑے

ہون سامنے اللہ یگانہ زبردست کے اس روز پہاڑ اڑا کر بکھیر دیے جاوینگے اور زمین بے پیٹر میدان کردیجاویگی کہ اس مین موڑ اور ٹیلا کچھ نہ
نظر آوے اس روز تو جن پہاڑون کو دیکھکر جانتا ہو کہ جم رہے ہین وہ بادل کیطرح چلتے ہونگے اور آسمان پھٹکر گلابی لال چمڑے
کی طرح ہوجاوینگے اور اس روز پوچھ نہو اسکے گناہ کی کسی آدمی نہ کسی جن سے اس روز گناہگار کو حکم نہو بولنے کا اور نہ گناہون کی پرسش
ہو بلکہ ماتھے کے بالون اور پانوُن سے پکڑا جاوے اس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی سامنے پاویگا آرزو کریگا کہ مجھ مین اور
اسمین فرق بہت سا پڑجاوے اس روز معلوم کرے نفس جو لے کر آیا اور حاضر ہوا آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔ اس روز زبانین
گونگی ہوجاوینگی اور ہاتھ پانوُن بولنے لگین وہ دن ایسا ہو کہ اسکی یاد نے سید المرسلین کو بوڑھا کردیا یعنے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ
نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ مین دیکھتا ہون کہ آپ بوڑھے ہوگئے آپ نے فرمایا کہ مجھکو سورۂ ہود اور اسکی بہنون (یعنے
سورۂ واقعہ اور مرسلات اور عم یتساءلون اور کورت) نے بوڑھا کردیا پس اے قاری عاجز تجھکو کلام مجید کی قرائت سے اتنا ہی بہرہ ہو
کہ اسکے الفاظ زبان پر پھرا لے اور جیب کو انسے حرکت دے لے ورنہ اگر تو جو کچھ پڑھتا ہو اسکو سوچتا تو شایان تھا کہ تیرا پتا پھٹ
جاتا ان احوال سے کہ سید المرسلین کے بال سفید ہوے تھے اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر اکتفا کی تو تو قرآن کے ثمرہ سے محروم رہا دیکھ
جن امور کا ذکر قرآن مجید مین ہو ان مین سے ایک قیامت ہو اللہ تعالیٰ نے اسکے بعض مصائب کا ذکر فرمایا ہو اور اسکے نام بہت سے ارشاد
کیے ہین تاکہ تو کثرت الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے نامون کی کثرت سے یہ مقصود نہین کہ ایک چیز کے بہت سے نام اور القاب معلوم
ہون بلکہ انسے عقل والون کی تنبیہ منظور ہو اسلیے کہ قیامت کے ہر نام کے تلے ایک بھید ہو اور اسکی ہر ایک صفت مین ایک معنی
ہین تو تجکو چاہیے کہ ان معانی کی پہچان کا حریص ہو نام اسکے سب ہم تجھے بتائے دیتے ہین وہ یہ ہین روز قیامت روز حسرت روز ندامت
روز حساب روز محاسبہ روز سوال روز مسابقت جوئی جھگڑے کا دن رعب کا دن زلزلے کا دن الٹ دینے کا دن کڑک کا
دن روز واقعہ روز قارعہ روز راجفہ روز رادفہ روز غاشیہ روز مصیبت روز صاخہ روز طامہ روز صاخہ روز تلاق روز فراق روز
مساق روز قصاص روز تناد روز ماسبا روز عذاب روز گریز روز قرار روز لقا روز قضا روز جزا روز بلا روز گریہ روز حشر
روز وعید روز پیشی روز وزن روز حق روز حکم روز فصل روز جمع روز بعث روز فتح روز رسوائی روز عظیم روز عقیم روز عسیر
روز دین روز یقین روز نشور روز مصیر روز نفخہ روز صیحہ روز رجفہ روز جنبش روز توبیخ روز نشہ روز خوف روز اضطراب
روز منتہی روز ماوی روز میقات روز میعاد روز مرصاد روز قلق روز عرق روز افتقار روز انکدار روز انتشار روز انشقاق روز
وقوف روز خروج روز خلود روز تغابن روز عبوس روز معلوم روز موعود روز مشہود وہ روز جسمین شک نہین وہ روز جسمین امتحان دل کے
بھیدونکا ہو وہ روز جسمین کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام نہ آوے وہ روز جسمین آنکھین اوپر کو تکین وہ روز کہ اسمین کوئی رفیق کسی
رفیق کے کچھ کام نہ آوے وہ روز جسمین بھلا نہ کرسکے کوئی کسی کا کچھ وہ روز جسمین دوزخ کیطرف کو دھکیلے جاوین جس روز آگ مین
منہ کے بل گھسیٹے جاوینگے جس روز کہ آگ مین انکے منھ اوندھے ڈالے جاوین جس روز کہ باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آویگا جس روز
کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ سے بھاگیگا جس روز کہ نہ بولینگے اور انکو اجازت نہو گی کہ عذر کرین اور وہ دن کہ جسمین کوئی شخص عذاب

الٰہی سے روکنے والا ہوگا جس روز کہ لوگ بکل کھڑے ہون گے جس روز کہ لوگ آگ مین عذاب دیے جاوینگے جس روز کہ مال اور اولاد فائدہ نہ دے
جس روز کہ ظالمونکا عذر انکے کام نہ آوے اور انکو لعنت اور خراب ٹھکانا ملے جس روز کہ عذر نامنظور ہون اور بھید ون کی جانچ ہو اور
دل کی پوشیدہ باتین ظاہر ہوجاوین اور پردے کھلجاوین جس روز کہ آنکھین دبی ہون اور آوازین ساکن اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنا
کم ہو اور چھپی باتین علانیہ اور خطائین واضح ہون جس روز کہ بندے ہنکائے جاوین اور انکے ساتھ گواہ ہون اور لڑکے بوڑھے ہوجاوین
اور بڑے نشے مین تو ایسے دن مین ترازوئین قائم ہونگی اور دفتر اعمال کھولے جاوینگے اور دوزخ ظاہر کی جاوے گی اور پانی گرم جوش
دیا جاویگا اور آگ دھڑ دھڑ جلیگی اور کافر ناامید ہونگے اور آتشین بھڑکائی جاوینگی اور رنگ متغیر اور زبانین گونگی اور ہاتھ پانون بولتے ہونگے
پس اے انسان تجھکو کس چیز نے خدائے تعالیٰ کریم پر مغالطہ دیا کہ تونے دروازے بند کرا اور پردے چھوڑ اور خلق سے چھپ کر گناہ کیے اب
بتا کیا کریگا کہ تیرے ہی اعضا تجھپر گواہی دینگے پس نہایت خرابی ہے ہم سب غافلون کی کہ خدائے تعالیٰ تو ہمارے پاس سید المرسلین
کو بھیجے اور اسپر کتاب مبین اتارے اور ہم کو قیامت کے دن کے یہ سب صفات بتادے پھر ہماری غفلت کو بھی جتادے اور یون
فرماوے اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون ما یاتیهم من ذكر من ربهم محدث الا استمعوه وهم یلعبون لاهیة قلوبهم پھر قرب
قیامت کو یون ارشاد فرماوے اقتربت الساعة وانشق القمر اور فرماوے انهم یرونه بعیدا ونراه قریبا اور مایدریك لعل الساعة تكون
قریبا ہم کو چاہیے تھا کہ اپنا عمدہ احوال قرآن مجید کی تلاوت سے جانکر اسپر عمل کرتے نہ یہ کہ اسکے معانی مین تامل نہ کرین اور نہ قیامت
کے دن کے بہت سے نامون اور اوصاف کو لحاظ کرین اور نہ اس کی مصیبتون سے چھوٹنے کی فکر کرین پس ایسی غفلت
سے خدائے تعالیٰ ہم کو بچاوے اور اپنی رحمت واسعہ سے اسکا تدارک کرے

چھٹا بیان سوال کے ذکر مین پھر اے مسکین بعد ان احوال کے جو سوال تجھسے روبرو بلا ذریعہ ہوگا اسکو سوچ کہ تھوڑے اور بہت
اور تنکے تنکے کا سوال تجھسے ہوگا اس درمیان مین کہ تو قیامت کی سختی اور پسینے کی بلا اور اور بڑی آفات مین ہوگا کہ یکایک آسمان کے
کنارون سے بڑے ڈیل ڈول اور نہایت موٹے اور تندخو کڑے فرشتے اترینگے انکو حکم ہوگا کہ گنہگارون کے ماتھے کے
بال پکڑ کے جبار کے سامنے پیش ہونے کی جگہ لاؤ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدائے عزوجل کے یہان ایک فرشتہ ہے
کہ اسکی دونون آنکھون کی پلکونکا فاصلہ ایک برس روز کے سفر کی راہ ہے اب کہ جب ایسے فرشتے تیرے پاس بھیجے جاوینگے کہ تجھے
پکڑ کے پیشی کے مقام مین لیجاوین تو اپنے نفس پر تو کیا گمان کرتا ہے اُن فرشتون کو تو دیکھیگا کہ باوجود اتنے بڑے ڈیل ہونے کے
اس روز کی شدت سے شکستہ حال اور غضب جبار کو جو انپر عیان ہوگا بندون کے لیے اپنا شعار بنائے ہونگے ان کے اترنے کے
وقت جتنے نبی اور صدیق اور نیک بندے ہونگے سجدے مین گر پڑینگے اس خوف سے کہ کہین ہم بھی نہ پکڑے جاوین جب یہ حال
مقربونکا ہو تو گنہگارون نافرمان پہ کیا گذریگی اسوقت مین بعضے لوگ شدت خوف سے فرشتون سے پوچھینگے کہ ہمارا پروردگار
تمھین مین ہے کیونکہ انکا رعب اور ہیبت نہایت درجے کو ہوگی فرشتے انکے سوال سے ڈر جائینگے کہ خدائے تعالیٰ کی شان
کو دیکھو اور ہم مین ہونا دیکھو اور پکارکر کہینگے کہ ہمارا رب پاک ہے اور وہ ہم مین نہین مگر آگے آتا ہے تا کہ زمین والون کا دم دم ہوجاوے

اب فرشتے خلق کو چارطرف سے گھیر کر پرا باندھکر کھڑے ہونگے اور ہرایک پر لباس ذلت اور عاجزی کا اور صورت خوف وہیبت کی
اس روز کی شدت سے ہوگی اور اسوقت اللہ تعا اپنے اس قول کو سچا فرماویگا فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین فلنقصن
علیہم بعلم وما کنا غائبین اور اس قول کو فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون اور شروع پوچھ انبیا سے ہوگی جیسا کہ ارشاد ہے یوم یجمع
اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب تو اس روز کی شدت کیسی کچھ ہوگی جسمین انبیا کی عقلین جاتی رہین گی
اور علم شدت ہیبت کی جہت سے محو ہوجاوینگے اسلیے کہ ان سے جب یہ سوال ہوگا کہ تمکو جو خلق کیطرف بھیجا تھا تو انھون نے کیا جواب دیا
انبیا کو اس سوال کا جواب معلوم تھا مگر عقل زائل ہوجاویگی اور شدت ہیبت سے نہ جانینگے کہ کیا کہین یہی بولینگے کہ لا علم لنا انک انت
علام الغیوب اور واقع مین اسوقت انکا یہ جواب درست اور سچا ہوگا کیونکہ عقلین پرواز کر گئین اور علوم مٹ گئے تو بجز لا علمی کے اور
کچھ نہین رہا یہانتک کہ اللہ تعا انکو قوت عنایت کرے پھر حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جاویگا اور پوچھا جاویگا کہ تمنے رسالت کو
پہونچایا وہ عرض کرینگے کہ ہان پھر ان کی امت سے پوچھا جاویگا کہ تم کو پیام پہونچا وہ عرض کرینگے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا
نہین آیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلواکر خطاب احدیت ہوگا کہ کیا تمنے لوگون سے کہا تھا کہ مجھکو اور میری مان کو دو خدا سواے
معبود برحق کے بناؤ وہ اس سوال کے جواب مین برسون مضطرب رہین گے پس ایسے روز کی بڑائی قابل غور ہے جسمین انبیا علیہم السلام
پر ایسے سوال کی سیاست قائم کیجاویگی پھر فرشتے آوینگے اور ایک ایک کو پکارینگے کہ اے فلان شخص فلان عورت کے لڑکے پیشی کے
مقام پر حاضر ہو اس آواز سے شانے تھرا وینگے اور ہاتھ پاؤن مین کھلبلی پڑیگی اور عقلین حیران ہون گی اور بعض لوگ تمنا
کرینگے کہ ہم کو دوزخ مین ڈال دیا جاوے ہمارے اعمال بد حساب کے لیے پیش نہ ہون اور نہ ان کا پردہ خلق کے سامنے فاش ہو
اور سوال سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہوگا اور میدان محشر اس نور سے چمکنے لگیگا ہر بندے کو اسوقت یہی گمان ہوگا کہ خداے تعا
بندون کی بازپرس کے لیے متوجہ ہے اور ہرایک یہی سمجھیگا کہ میرے سوا اور کوئی اسکو نہین دیکھتا اور پکڑ اور بازپرس
صرف مجھی سے ہوگی اور کسی دوسرے سے نہو گی اور اب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم جبار جل شانہ کا پہونچیگا کہ میرے
پاس دوزخ کو لے آ حضرت جبرئیل ع دوزخ کے پاس آوینگے اور اس سے فرماوینگے کہ اپنے مالک اور خالق کے حکم کی تعمیل کر اور حاضر حضور
ہو وہ اسوقت غیظ اور غضب مین ہوگی آواز کے سنتے ہی ہیجان مین آویگی اور جوش کھاویگی اور خلائق کی طرف کو چنگھیگی چلاوے گی
خلقت اسکا شور و زور اور جوش سنیگی اور اسکے محافظ مخلوق کیطرف کو غضب مین بھرے ان لوگون پر جنھون نے خداے تعالےٰ کی
نافرمانی کی اور اسکا حکم نہ مانا جھلینگے پس اپنے دل مین دھیان کرو اور تصور کرو کہ لوگون کے دلونکا اسوقت کیا حال ہوگا خوف اور رعب
سے پھٹے جاتے ہونگے اور لوگ زانو کے بل گر گر پڑینگے اور پشت پھیر کر بھاگینگے ہرایک قوم گھٹنے کے بل گری نظر آویگی اور بعضے منھ
کے بل اوندھے گرینگے اور نافرمان اور ظالم تباہی اور خرابی پکارینگے کہ ہاے تباہ ہوے ہاے مرے اور صدیق نفسی نفسی کہتے ہونگے
وہ اس حال مین ہونگے کہ دوزخ دوسری چیخ اور مارینگی اسوقت لوگون کا خوف دونا ہوجاویگا اور قوی سست ہوجاوین گے اور
جانینگے کہ ہم گرفتار ہونگے پھر تیسری چنگھاڑ ماریگی تو لوگ منھ کے بل گر پڑینگے اور آنکھین اوپر کو کھولے ہونگے اور دبی چھپی نگاہ سے

ترجمہ رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کام کرتے ہیں جس دن اللہ جمع کریگا رسول پھر کہیگا تم کو کیا جواب دیا بولینگے ہمکو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی بات جانتا ۱۲

دیکھتے ہونگے اسوقت ظالمون کے دل ٹوٹ کر غم کے مارے گلے مین آجاوینگے اور عقلین سعیدون اور بدبختون کی سب کی جاتی رہین گی
بعد اسکے اللہ تعالی رسولون کی طرف متوجہ ہوکر سوال فرماویگا کہ ماذا اجبتم جب لوگ یہ سیاست اور ڈانٹ انبیا علیہم السلام پر دیکھین گے
تو گناہگارون پر خوف بے انتہا ہوگا اور باپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے اور شوہر منکوحہ سے بھاگینگے اور ہر کسی کو اپنی ہی فکر ہوگی
کہ دیکھیے کیا ہو پھر ایک ایک کو پکڑ کر اللہ تعالی کے روبرو تھوڑے اور بہت اور ظاہر اور چھپے ہوئے اعمال سے پوچھے گا اور اسکے
ہاتھ پانون اور تمامی اعضا سے بازپرس فرماویگا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین عرض کیا کہ آیا قیامت کے روز ہم اپنے پروردگار کو دیکھینگے آپ نے فرمایا کہ بھلا جب دوپہر کو آفتاب کے درمیان کوئی بادل
نہو تم اسکے دیکھنے مین کچھ خلاف کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ اگر چودھوین رات کے چاند مین کوئی
بادل حائل نہو تو تم اسکے دیکھنے مین کچھ شک کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے
ہاتھ مین میری جان ہے خداے تعالی کے دیکھنے مین بھی کچھ شک و تامل نکروگے پھر بندے سے ملکر اس سے ارشاد فرماویگا کہ مین نے
تیرے اوپر اکرام نہین کیا تھا تجھے سردار نہین بنایا تھا تیرا جوڑا نہین دیا تھا گھوڑے اونٹ تیرے تابع نہین کیے تھے تجھکو رئیس نہین
بنایا تھا کہ چوتھ لیا کرے بندہ کہیگا کہ یہ سب نعمتین دی تھین پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے گمان تھا کہ مجھ سے ملنا ہے وہ عرض کرے گا
کہ نہین فرماویگا کہ اچھا ہم بھی تجھے بھولجاتے ہین جیسا تو ہمکو بھول گیا اپس مسکین خیال کر کہ جب فرشتے تیرے دونون بازو پکڑینگے اور
تو خدائے تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور وہ تجھسے بالمشافہہ سوال فرماویگا کہ مین نے تجھکو جوانی کی نعمت نہین دی تھی بتا کس چیز مین
اسکو کھویا اور تجھکو زندگی سے مہلت نہین دی اسکو کونسی چیز مین ڈبو یا مال جو مین نے تجھکو دیا اسکو تو نے کہان سے حاصل کیا اور
کس چیز مین خرچ کیا علم کی دولت جو تجھکو دی تو اپنے علم سے تو نے کیا عمل کیا تو تامل کر کہ جب اللہ تعالی اسطرح اپنے انعام اور
احسان اور تیری نافرمانیان اور برائیان ایک ایک شمار فرماویگا تو تجھکو کیسی شرم و حیا آویگی اور اگر تو انکار بھی کرے تو بن نہ پڑیگا
کہ تیرے اعضا خود اعمال بد پر گواہی دینگے۔ حضرت انس فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ہنسے پھر فرمایا
کہ تم جانتے ہو کہ مین کس چیز سے ہنستا ہون ہم نے عرض کیا کہ خدائے تعالی اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے بندے
کا خطاب اپنے پروردگار کے ساتھ یاد آیا کہ یون عرض کریگا کہ الہی تو نے ظلم سے تو مجھے پناہ دی ہے حکم ہوگا کہ ہان ظلم نہ ہوگا وہ
عرض کریگا کہ تو مین جب قائل ہونگا جب کوئی گواہ مجھی مین سے ہو اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور
کرام کاتبین گواہی کو بس ہین پھر بندے کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اسکے اعضا کو بولنے کا حکم ہوگا اعضا اس کے
اعمال سب کہہ سناوینگے پھر جب اسکے منہ پر سے روک اٹھالیجاویگی تو اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمپر تباہی اور بربادی ہو مین تو تمہاری ہی طرف
سے لڑتا تھا پس ہم خدائے تعالی سے پناہ مانگتے ہین اسبات سے کہ ہمکو سب خلق کے سامنے ہمارے اعضا کی گواہی سے فضیحت
کرے مگر یہ کہ اللہ تعالی نے مومن سے وعدہ فرمایا ہے کہ اسکی پردہ پوشی فرماویگا اور اپنے سوا کسی کو اسکے حال پر مطلع نہین کریگا حضرت
ابن عمرؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کی گفتگو کرتے کیسے سنا ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ تم مین کا ایک شخص اپنے پروردگار سے اتنا قریب ہوگا کہ وہ اپنا شانہ اسپر رکھے گا اور پوچھے گا کہ
تو نے فلان فلان قصور کیا وہ عرض کریگا کہ ہان مین نے کیا پھر پوچھیگا کہ تو نے فلان فلان خطا کی وہ عرض کریگا کہ کی پھر اللہ جل شانہ
فرماویگا کہ مین نے ان خطاؤن کو دنیا مین پوشیدہ رکھا اور کسی پر ظاہر نہونے دیا آج انکو تیری خاطر بخشے دیتا ہون اور حدیث شریف
مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کا عیب چھپاویگا اللہ تعالے قیامت کے روز اسکے عیب چھپاویگا
اس حدیث کا مصداق ایسا شخص ہوگا جو لوگون کے عیب چھپاوے اور اگر وہ اسکے حق مین کچھ کمی کرین تو اس تقصیر کی برداشت کرے
اور اپنی زبان کو انکی برائیون کے ذکر مین نہ ہلاوے نہ انکے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہے کہ وہ سنین تو برا مانین تو اس طرح کا شخص اس
بات کے شایان ہے کہ قیامت کے روز اسیطرح کا بدلہ پاوے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اس نے کسی دوسرے کی پردہ پوشی کبھی کی ہو
تو تیرے کان مین تو پکار پیشی کے لیے حاضری کی پہنچی ہر تجھکو تو یہی خوف گناہون کی سزا مین کافی ہے اسلیے کہ تیرے ماتھے کے
بال پکڑ کے آگے کو کھینچینگے اسوقت تیرا دل دھڑکتا ہوگا عقل اڑی ہوئی ہوگی شانے تھراتے ہونگے ہاتھ پاؤن مین ہل چل ہوگی
رنگ بدلا ہوا ہوگا اور شدت خوف سے عالم سیاہ معلوم ہوگا اور تو لوگون کی گردنین پھاندتا اور صفین چیرتا چلا جاتا ہوگا اور کوتل گھوڑے
کی طرح تجھے لیے جاتے ہونگے ساری خلقت تیری طرف دیکھتی ہوگی پس اپنے نفس کو اس صورت و ہیئت مین فرض کر لے اور خیال کر
کہ فرشتون کے قبضے مین اسی حال سے گرفتار چلا جاتا ہوگا یہان تک کہ خداے تعالے کے عرش کے سامنے لیجاکر تجھکو اپنے
ہاتھون سے ڈال دینگے اور اللہ جل شانہ تجھکو اپنے کلام عظمت والے سے پکاریگا کہ اے آدم کے بیٹے مجھ سے قریب
ہو تو دل مضطر اور غمگین اور خائف اور شکستہ ہے اور نگاہ نیچی اور ذلیل ہے اسکے قریب جاویگا اور تیرے ہاتھ مین تیرا نامۂ اعمال
جس مین ادنی سے اعلی تک سب خطائین لکھی ہونگی دیا جاویگا تو بہت سی برائیون کو بھول گیا ہوگا اسکو دیکھ کر یاد کریگا اور بہت سی
طاعتون کی آفتون سے تو غافل ہوگا ان کی برائیان تجھپر کھلجاوینگی اسوقت کتنی خجالت اور بزدلی تجھکو عارض ہوگی اور کتنی عاجزی
اور زبان کی بندش پیش ہوگی پھر نہ معلوم کہ تو کون سے پاؤن سے خداے تعالے کے سامنے کھڑا ہوگا اور کونسی زبان سے
جواب دیگا اور کون سے دل سے جو کہیگا اسکو سمجھے گا پھر یہ سوچ کہ جب خداے تعالے اپنے روبرو سب گناہون کو یاد دلاویگا
تو کتنی بڑی حیا تجھکو ہوگی یعنی جب فرماویگا کہ اے میرے بندے تو نے مجھ سے حیا نہ کی اور برائی سے میرا سامنا کیا اور میری مخلوق
سے حیا کی ان کے واسطے اچھا کام کھلا کھلی کیا بھلا مین تیرے نزدیک اپنے بندون کی نسبت کچھ بھی ذلیل تر تھا کہ تو نے میرے
دیکھنے کو اپنی طرف ہلکا جانا اور کچھ پروا انکی اور میرے سوا دوسرے کی نظر کو بڑا سمجھا کیا مین نے تجھکو انعام نہین کیا تھا پس کس
چیز سے تجھکو میرے باب مین مغالطہ ہوا کیا تو نے یہ جانا کہ مین تجھے نہین دیکھتا تھا یا تو مجھ سے نہ ملیگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہین کہ تم مین سے ہر کسی سے خداے تعالے اسیطرح سوال کریگا کہ اسکے اور تمہارے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا نہ کوئی بیچ مین بیان کرنیوالا
اور ایک حدیث مین آپ نے فرمایا کہ تم مین سے ہر کوئی خداے تعالے کے سامنے ایسی طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور
خداے تعالے کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور اللہ تعالے اس سے ارشاد فرماوے گا کہ کیا مین نے تیرے اوپر انعام نہین کیا تھا

لفظ کنفہ بالنون ہے جس کی معنے پردہ رحمت ہین ڈھانپ لیگا

کیا تجھکو مین نے مال نہین دیا تھا وہ عرض کریگا کہ کیون نہین پھر پوچھیگا کہ کیا مین نے تیرے پاس رسول نہین بھیجا تھا وہ عرض کرے گا کہ بھیجا تھا پھر وہ شخص اپنی دہنی طرف دیکھیگا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہ آویگا اور بائین طرف دیکھیگا تو آگ ہی نظر پڑے گی پس چاہیئے کہ ہر کوئی تم مین سے اس آگ سے بچے گو نصف خرما ہی صدقہ دے کر ہو اور اگر یہ بھی نہ پاوے تو کلمۂ طیبہ سے بچے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ تم مین سے ہر ایک خداے تعالیٰ کے سامنے ایسی طرح اکیلا ہوگا جیسے چودھوین رات کے چاند کے سامنے علیحدہ ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ اے ابن آدم مجھپر تجھکو کس چیز نے فریب دیا اے ابن آدم تو نے جو کچھ جانا اس پر کیا عمل کیا اے ابن آدم تو نے پیغمبرون کو کیا جواب دیا اے ابن آدم کیا مین تیری آنکھ کو نہین دیکھتا تھا جب تو اسی سے وہ چیز دیکھتا تھا کہ تجھکو جائز نہ تھی کیا مین تیرے کانون کو نہ دیکھتا تھا جب تو انسے ناجائز باتین سنتا تھا اسی طرح فرماتا جاویگا یہان تک کہ تمام اعضا کو شمار کریگا۔ اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہین کہ بندے کے پانون خداے تعالیٰ کے سامنے نہ ہلینگے جب تک اس سے چار باتون کی پوچھ نہ ہولے گی ایک تو عمر کا حال کہ کس چیز مین گذرانی دوسرے علم کا حال کہ اس سے کیا عمل کیا تیسرے جسم کا حال کہ کس چیز مین اسکو مبتلا رکھا چوتھے مال کا حال کہ کہان سے اسکو پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا اپس اے مسکین تجھکو اسوقت کتنی بڑی حیا ہوگی اور کتنا بڑا اندیشہ ہوگا اسلیے کہ دو حال سے خالی نہین یا تو تجھسے یہ کہا جاویگا کہ مینے تیری خطاپر دنیا مین پردہ پوشی کی تو آج بھی بخشے دیتے ہین اس صورت مین تو تو نہایت خوش وخرم ہوگا اور اگلے پچھلے سب تیرا رشک کرینگے یا یہ فرشتون کو حکم کیا جاوے گا کہ اس بندے کو پکڑو اور گلے مین طوق ڈالو پھر دوزخ مین داخل کر دو اس صورت مین اگر سب آسمان وزمین تیرے حال پر رودین تو زیبا ہے کہ تیری مصیبت ہی بڑی اور حسرت نہایت سخت ہوگی اس امر پر کہ خداے تعالیٰ کی طاعت مین تو نے قصور کیا اور دنیاے دنی کی بدولت جو ساتھ بھی نہ رہی آخرت مین یہ گل کھلا

ساتوان بیان میزان کے ذکر مین۔ پھر میزان کے باب مین فکر کرنے مین غفلت نہ کرنی چاہیے اور نہ نامہاے اعمال کے دہنے بائین اڑنے مین تامل سے بیخبر رہنا چاہیے اسلیے کہ سوال کے بعد آدمی تین گروہ ہوجاوینگے ایک تو وہ لوگ ہون گے کہ ان کے پاس کوئی نیکی نہوگی انکے لیے ایک سیاہ گردن دوزخ سے نکلیگی اور جیسے پرند دانہ چن لیتا ہے اسیطرح وہ انکو اٹھا کر دوزخ مین ڈال دیگی اور دوزخ انکو نگلجاویگی اور انپر بدبختی کی ندا ہوجاویگی جسکے بعد کبھی سعادت نہو دوسرے وہ لوگ ہون گے کہ ان کے پاس کوئی بدی نہوگی پس ایک پکارنیوالا پکاریگا کہ جو لوگ ہر حال مین خداے تعالیٰ کی حمد کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہون اس آواز کو سنکر حمد والے کھڑے ہونگے اور جنت کو چلے جاوینگے پھر یہی معاملہ تہجد گزارون کے ساتھ کیا جاویگا پھر ان لوگون کے ساتھ جنکو خداے تعالیٰ کی یاد سے نہ دنیا کی تجارت نے روکا ہوگا نہ بیع نے اور انپر حکم سعادت کا پکار دیا جاوے گا جس کے بعد بدبختی نہو باقی رہینگی تیسری قسم اسطرح کے لوگ اکثر ہونگے کہ جنھون نے نیک عمل اور بد کو ملایا اور انپر تو خفیہ ہوگا مگر خداے تعالیٰ سے پوشیدہ نہوگا کہ انکی نیکیان زیادہ ہین یا برائیان مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ ان لوگونکو بھی حقیقت حال بتلادے تاکہ معاف کرنے کے وقت اسکا فضل اور سزا کرنے کے وقت اسکا عدل ظاہر ہو اسی لیے وہ نامۂ اعمال جنمین نیکیان اور بدیان ہون گی اڑائے

جاوینگے اور ترازو کھڑی کیجاویگی اور آنکھین لوگون کی نامہ اعمال کو تکتی ہونگی کہ دیکھیے دہنے ہاتھ مین پڑتا ہے یا بائین مین پھر ترازو کے کانٹے کی جانب کو دیکھینگے کہ نیکیون کیطرف کو جھکتا ہے یا بدیون کیطرف کو اور یہ وقت نہایت خوفناک ہے جس سے خلق کی عقل اڑ جاویگی۔ اور حضرت حسن روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہ رض کی گود مین تھا کہ آپ سو گئے اسی اثنا مین حضرت عائشہ رض نے آخرت کو یاد کیا اور روئین یہانتک کہ ان کے آنسو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے آپ جاگ پڑے اور پوچھا کہ اے عائشہ رض کیون روتی ہو انھون نے عرض کیا کہ آخرت کی یاد سے روتی ہون بھلا قیامت کو مرد اپنے گھر والون کو بھی یاد کرینگے آپ نے فرمایا کہ ان قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے مگر تین جگہ مین کہ وہان آدمی صرف اپنے نفس ہی کو یاد کریگا ایک تو جب ترازو مین سرپا ہون اور عمل تلنے لگین یہانتک کہ آدمی دیکھ لے کہ میری ترازو ہلکی ہوئی یا بھاری اور ایک نامہ اعمال کے اڑنے کے وقت حتی کہ دیکھ لے کہ میرا نامہ دہنے ہاتھ مین آتا ہے یا بائین مین اور ایک پل صراط پر۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آدمی کو قیامت کے روز لاکر میزان کے دونون پلون کے بیچ مین کھڑا کر دینگے اور اسپر ایک فرشتہ مقرر رہیگا اگر اسکا پلہ بھاری ہوا تو فرشتہ ندا کریگا ایسی آواز سے پکاریگا کہ تمام خلق سنیگی کہ فلان شخص سعید ہوا اور ایسی سعادت پائی کہ جسکے بعد کبھی شقاوت نہین اور اگر پلہ ہلکا ہوا تو لوگون کو سنا کر پکاریگا کہ فلان شخص لی بدبخت ہوا کہ کبھی سعید نہوگا اور نیکی کے پلے کے ہلکے ہونے کی صورت مین دوزخ کے فرشتے لوہے کے گرز ہاتھ مین لیے اور آگ کے کپڑے پہنے ہوے دوزخ کے لوگون کو پکڑ کر دوزخ مین لیجاوینگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز خدا تعالےٰ حضرت آدم علیہ السلام کو پکاریگا اور فرماویگا کہ اے آدم کھڑا ہو اور جتنے لوگ دوزخ مین جانے کے ہین انکو دوزخ مین بھیج وہ پوچھینگے کہ الٰہی وہ کتنے لوگ ہین اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ ہزار پیچھے نو سے ننانوے ہین جب صحابہ رض نے یہ سنا تو نہایت غمگین ہوے یہانتک کہ کبھی ہنسی نہ ظاہر کی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ حال دیکھا آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو اسلیے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے مین محمد صلعم کی جان ہے کہ تمہارے ساتھ مین دو مخلوق ایسے ہین کہ جب کبھی کسی کے مقابل ہوتے ہین تو انسے بڑھکر ہی رہے ہین اور جو لوگ آدم کی اولاد اور شیطان کی اولاد سے مر گئے ہین وہ بھی اسی مین آگئے (یعنی انسے بھی بڑھکر ہین) صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کون سی قومین ہین آپ نے فرمایا کہ وہ یاجوج اور ماجوج ہین راوی کہتے ہین کہ اسکو سنکر صحابہ رض خوش ہوے پھر آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ مین محمد صلعم کی جان ہے تم لوگ قیامت مین ایسے ہوگے جیسے اونٹ کے پہلو مین

سیاہ داغ ہوتا ہے یا گھوڑے وغیرہ کی آنکھون مین گھٹا ہوتا ہے

آٹھوان بیان

خصومت اور حقوق کے دلانے کے ذکر مین۔ ترازو کے ہول تو تو معلوم کر چکا اور ہر ایک کو یہ اندیشہ اور تاکنا کہ اسکا میل کسطرف ہوتا ہے اگر وزن بھاری ہوگیا تو عین چین مین ہوا اور اگر ہلکا ہوا تو جلتی آگ مین گیا اب معلوم کرنا چاہیے کہ حساب کے اور ترازو کے اندیشے سے اسی شخص کو نجات ہوگی جو دنیا مین اپنے نفس کا حساب کرے اور میزان شریعت مین اسکے اعمال اور اقوال اور خطرے اور التفات کو تولے چنانچہ حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ اپنے نفس کا حساب لو پہلے اس سے کہ تمسے حساب لیا جاوے

اور اسکو تو پہلے اس سے کہ تم تولے جاؤ اور آدمی کا نفس سے حساب لینا یہ ہے کہ موت سے پیشتر توبہ خالص ہر ایک گناہ سے کرے اور جو کچھ قصور اور کمی اللہ تعالیٰ کے فرائض میں ہوئی ہو اسکا تدارک کرے اور حقوق لوگوں کے دام دام کوڑی کوڑی دے دے اور جسکی ہتک اپنی زبان اور ہاتھ سے کی ہو یا دل سے بدگمان ہوا ہو اس سے معاف کرا دے اور لوگوں کے دل خوش رکھے یہاں تک کہ مرے تو ایسی طرح کہ کوئی حق اور کوئی فرض اسکے ذمہ نہ رہے تو ایسا شخص بے حساب جنت میں داخل ہوگا اور اگر حقوق کے ادا کرنے سے پہلے مریگا تو حقدار قیامت میں اسکو آ گھیرینگے کوئی ہاتھ پکڑیگا کوئی ماتھے کے بال کوئی گریبان کوئی کہیگا تو نے مجھپر ظلم کیا کوئی کہیگا تو نے مجھے گالی دی کوئی کہیگا تو نے میرے ساتھ تمسخر کیا کوئی کہیگا تو نے میری غلیبت کی کوئی کہیگا کہ تو میرا ہمسایہ تھا مجھے ایذا دی کوئی کہیگا تو نے مجھسے معاملے میں دغا کی کوئی کہیگا تو نے خرید و فروخت میں مجھے لوٹ لیا اور اپنی چیز کا عیب چھپائے رکھا کوئی کہیگا تو اپنے اسباب کا مول تبالنے میں جھوٹ بولا کوئی کہیگا کہ تو نے مجھکو حاجتمند دیکھا اور باوجودیکہ تو غنی تھا مگر مجھکو کھانا نہ کھلایا کوئی کہیگا کہ تو نے مجھکو مظلوم پایا اور تو ظلم کے دور کرنے پر قادر تھا لیکن تو نے ظالم سے درگذر کی اور میری پچھ نہ کی پس جس گھڑی تیرا یہ حال ہوگا کہ حقدار تیرے بدن میں ناخن گڑو دئیے ہونگے اور تیرا گریبان ہاتھ سے مضبوط پکڑے ہونگے اور تو انکی کثرت سے حیران پریشان ہوگا یہانتک کہ اپنی عمر بھر میں جس سے تو نے ایکدرم کا معاملہ کیا ہوگا یا ایک مجلس میں کسی کے پاس بیٹھا ہوگا اور اسکا حق تیرے اوپر رہا ہوگا خواہ غلیبت کے باعث یا خیانت کے سبب یا اسکو کمتر نگاہ سے دیکھنے کے لیے وہ سب تیرے گرد ہونگے اور تو انکے معاملے سے ضعیف ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مالک کیطرف اس توقع سے اٹھائے ہوگا کہ وہی انکے ہاتھ سے چھڑا دے تو اسی حال میں تیرے کان میں آواز جبار جل جلالہ کی آویگی یہ فرماتا ہے الیوم تجزی کل نفس ما کسبت لا ظلم الیوم۔ اسوقت تیرا دل مارے ہیبت کے نکل پڑیگا اور تجھکو اپنی تباہی کا یقین ہو جاویگا اور وہ قول یاد کریگا جس سے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی تجھکو ڈرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون انما یؤخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار مھطعین مقنعی رؤسھم لا یرتد الیھم طرفھم وافئدتھم ھواء پس دنیا میں لوگوں کی ہتک اور ان کے مال لینے سے کتنا خوش ہوتا ہے اس روز تجھکو اسکی کیسی حسرت زیادہ ہوگی کہ جب تجھکو فرش عدل پر کھڑا کر کے خطاب سیاست روبرو ہوگا اور تو اسوقت مفلس درماندہ اور محتاج اور ذلیل ہوگا کہ نہ کوئی حق ادا کر سکتا ہوگا نہ کوئی عذر رکھتا ہوگا پھر تیری نیکیاں جنکے لیے تو نے مشقتیں عمر بھر اٹھائی ہونگی لے کر حقداروں کے حقوق کے عوض انکو دے دیجاوینگی حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ مفلس ہم میں وہ ہے جسکے پاس روپیہ پیسا اسباب نہو آپ نے فرمایا کہ مفلس میری امت میں سے وہ ہے جو قیامت میں نماز روزہ زکوۃ لیکر آویگا اور کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو تہمت زنا لگائی ہوگی اور کسیکا مال لیا ہوگا اور کسیکا خون کیا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو اسکے سب حسنات ان سب حقداروں کو جدا جدا دیے جاوینگے اور اگر اسکے پاس نیکیاں نرہینگی اور اسپر حکم اخیر نہوا ہوگا تو حقداروں کی خطائیں لیکر اسپر رکھدی جاوینگی پھر دوزخ میں ڈالدیا جاویگا تو اب اس روز اپنی مصیبت میں تامل کر کہ اول تو دنیا میں کوئی نیکی

حالت آج بدلا پاویگا
جو جیسا کیا پاویگا ظالم
نہیں آج ...
اور مت خیال کر کہ
اللہ بے خبر ہے ان
کاموں سے جو کرتے
ہیں بے انصاف اگر
تو چھوڑ رکھتا ہے
اس دن پر جس
دن میں اوپر
لگ جاوینگی آنکھیں

ریا اور شیطان کے مکروں کی آفت سے ثابت نہیں رہتی اور اگر بہت دنوں کے بعد ایک آدھ بچی رہے گی تو اس پر حقدار دوڑ پڑینگے
اور لے لینگے اور اگر تو دن کو روزہ رکھے اور رات کو جاگا کرے اور پھر اپنے نفس کا حساب کرے تو غالبًا یہی پاوے گا کہ کوئی
دن ایسا نہیں گذرتا ہوگا جس میں مسلمانوں کی غیبت تیری زبان پر نہ جاری ہوتی ہو کہ تمام تیری نیکیوں کو حاوی ہوجاوے باقی
برائیاں علٰحدہ ہیں کہ کہیں حرام کھاتا ہے اور کہیں شبہہ کا مال کھاتا ہے اور طاعتوں میں کوتاہی کرتا ہے تو ایسی حالت میں بھلا حقوق سے
خلاصی کی کیا توقع ہے اس روز کہ جس میں بے سینگ کے بیل سینگ والے سے اپنا حق لے گا چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریوں کو لڑتے دیکھا اور مجھ سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیوں ٹکریں مارتی ہیں میں نے عرض
کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ تمہارے پروردگار کو معلوم ہے اور وہی عنقریب ان کے درمیان قیامت کے روز حکم کرے گا اور حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق
اٹھے گی چوپائے اور چرند پرند اور سب چیزیں ان پر اللہ تعالیٰ کا عدل اس نوبت کو پہنچیگا کہ منڈے جانور کا حق سینگ والے سے لیگا
پھر فرماویگا کہ مٹی ہوجاؤ اس وقت کافر کہیگا کہ کاش میں مٹی ہوتا پس اے مسکین تیرا اور کیا حال ہوگا جس روز کہ تو اپنا نامہ اعمال نیکیوں
سے خالی پاویگا جنکے لیے بہت سی مشقتیں اٹھائی ہونگی اور کہیگا کہ میری نیکیاں کہاں گئیں تجھ سے کہا جائیگا کہ تیرے حقداروں کے
دفتر میں چلی گئیں اور دیکھیگا کہ نامہ اعمال بالکل برائیوں سے بھرا ہوا ہے کہ دنیا میں ان سے بچنے میں بہت تکلیفیں سہی تھیں پھر
پوچھیگا کہ الٰہی ان خطاؤں کا تو میں کبھی مرتکب نہیں ہوا حکم ہوگا کہ یہ برائیاں ان لوگوں کی ہیں جنکی تو نے غیبت کی اور ان کو گالیاں دیں
اور برائی سے پہنچائی اور خرید و فروخت اور پاس رہنے اور کلام کرنے اور بحث اور نصیحت اور درس اور تمام قسم کے معاملوں میں زیادتی
کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان زمین عرب میں بتوں کی پرستش سے تو نا امید
ہوا مگر وہ تمہیں ایسی چیز پر راضی ہوگا کہ وہ بت پرستی کی نسبت کم ہوگی اور باتیں حقیر ہیں مگر سب مہلک ہیں پس ظلم سے جہانتک
تم سے ہوسکے اسلیے بچو کہ بندہ قیامت کے روز پہاڑ کے برابر طاعتیں لاویگا اور جانیگا کہ یہ مجھے بچالینگی مگر ایک دوسرا بندہ آکر کہیگا
کہ الٰہی فلاں شخص نے مجھپر ظلم کیا اور میرا حق زبردستی لے لیا اللہ تعالیٰ حکم فرماویگا کہ اسکی نیکیوں میں کم کردے اسی طرح حقدار آتے
جاوینگے اور نیکیاں لیتے جاوینگے یہانتک کہ اسکے پاس نیکیوں میں سے کچھ نہ رہیگا اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے مسافر جنگل میں
اتریں اور ان کے پاس ایندھن نہو اسلیے سب ادھر ادھر ہوجاویں اور لکڑیاں جمع کرلاویں اور فوراً آگ جلا کر جو منظور تھا
وہ کرلیں اسیطرح گناہ بھی ہیں (یعنی ساری کمائی کو ایک دم میں خاک سیاہ کردیتے ہیں) اور جب یہ آیت اتری انک میت وانھم
میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہمارے معاملے بھی پھر دُہرائے جاوینگے جو دنیا میں ہمارے آپس میں ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں بیشک یہ معاملات بھی لوٹائے جاوینگے یہانتک کہ سب
حقداروں کو انکا حق دیدو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بخدا تب تو بڑا سخت معاملہ ہے پس ایسے دن کی سختی کتنی بڑی ہے
جس میں ایک قدم سے بھی درگذر نہوگی نہ طمانچہ اور لقمہ اور کلمہ سے چشم پوشی کیجاویگی یہانتک کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جاوے

آخر حدیث میں ظلم سے بچو ... بیہقی ... ترمذی ... زبیر ... قیامت کے

حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے یحشر اللہ العباد عراۃ غرلاً
ہمنے عرض کیا کہ بہارے سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ ان کے پاس کچھ نہوگا پھر ان کو انکا پروردگار ایسی آواز سے پکاریگا
کہ دور اور نزدیک والے سب یکسان سنینگے اور یہ فرمادیگا کہ مین بادشاہ بدلہ لینے والا ہون نہین ہوسکتا کہ کوئی اہل جنت مین سے
جنت مین جاوے اور اسپر کوئی حق اہل دوزخ کا ہو جبتک مین اس جنتی سے عوض اسکا نہ لے چکون اور نہ کوئی اہل دوزخ آگ مین
داخل ہوسکتا ہے اس حال مین کہ کسی اہل جنت کا اسپر حق ہو یہانتک کہ اس دوزخی سے اس جنتی کا عوض نہ لے لون حتی کہ
طمانچے کا بھی ہم نے عرض کیا کہ یہ عوض کس طرح ہوگا ہم تو اللہ تعالے کے پاس ننگے بے ختنہ کیے مفلس جاوینگے
آپ نے فرمایا کہ عوض نیکیون اور بدیون سے دلایا جاویگا انتہی۔ پس بندگان خدا اللہ تعالے سے خوف کرو اور بندون کے حقوق
یعنے ان کے مال لینے اور ہتک عزت کرنے اور ان کے دل تنگ کرنے اور معاملہ مین بدخلقی کرنے سے احتراز کرو اس لیے
کہ جو قصور بندے کے اور خاص خدا تعالے کے درمیان ہونگے تو انکی طرف مغفرت جلد آویگی اور بندون کے حقوق جلد معاف نہونگے
اور جس شخص کے ذمہ حقوق بہت سے ہون اور زبردستی سے لوگون سے چھین لیے ہون اور پھر اسنے توبہ کی ہو اور حقدارون سے
انکا معاف کرانا مشکل ہو تو چاہیے کہ نیکیان بہت سی کرے کہ قصاص کے روز کام آوین اور بعض نیکیان خاص اپنے اور خدا تعالے کے
درمیان مین چھپاکر کمال اخلاص کے ساتھ کرے اسطرح کہ سواے خدا تعالے کے اور کسی کو اسپر واقفیت نہ ہو اس لیے
کہ شاید یہی صورت اسکی نزدیکی کی خدا تعالے سے ہوجاوے اور اسکے باعث مستحق اس لطف کا ہوجاوے جس کو خدا
تعالے نے اپنے مومن محبون کے لیے دربارہ دور کرنے حقوق عباد کے ان کے ذمہ سے رکھ چھوڑا ہے چنانچہ
حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوے تھے کہ یکایک آپ ہنسے یہانتک کہ آپ کے
دانت ظاہر ہوے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ کے اوپر میرے مان باپ فدا ہون یا رسول اللہ آپ کو کس بات
سے ہنسی آئی آپ نے فرمایا کہ دو شخص میری امت مین سے خدا تعالے کے سامنے دو زانو ہوے اور ایک نے جناب الٰہی مین
عرض کی کہ الٰہی میرا حق اس میرے ساتھی سے دلادے خدا تعالے نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اسکا حق دیدے اس نے
عرض کیا کہ بارخدایا میرے پاس تو کوئی نیکی نہین رہی اللہ تعالے نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اب تو کیسی کریگا کہ اسکے پاس تو کوئی
نیکی نہین رہی اسنے عرض کیا کہ الٰہی تو یہ شخص میرے گناہون مین سے اپنے اوپر لے لے راوی کہتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی آنکھین ڈبڈبا آئین اور رونے لگے پھر فرمایا کہ یہ دن بہت بڑا ہے اسدن مین آدمی اسبات کے محتاج ہونگے کہ کوئی ان کی
طرف سے ان کے گناہ اپنے اوپر لے لے پھر فرمایا کہ اللہ تعالے نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر اٹھاکر جنت مین دیکھ اسنے سر
اٹھایا اور عرض کیا کہ الٰہی مجھے چاندی کے شہر بلند اور سونے کے محل موتیون سے جڑے معلوم ہوتے ہین یہ کونسے نبی کے ہین یا کون
سے صدیق کے یا کس شہید کے اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ اسکے ہین جو انکا مول ادا کرے اسنے عرض کیا کہ ان کے مول کا مالک کون
ہے کس سے دیا جاسکتا ہے فرمایا کہ انکا مول تیرے پاس ہے عرض کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو حق معاف کرنا اسنے

عرض کیا کہ الٰہی مین نے اسکو معاف کیا حکم ہوا کہ اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت مین داخل کر پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور آپس مین صلح رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون مین خود میل کراتا ہے انتہی۔ اس حدیث مین تنبیہ ہے اسبات پر کہ یہ
مرتبہ خداے تعالیٰ کے اخلاق کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے یعنے آپس مین میل کرانے اور دوسرے اخلاق اختیار کرنے سے پس
اب تو اپنے نفس کے باب مین فکر کر کہ اگر تیرا نامۂ اعمال حقوق سے خالی ہوگا یا خداے تعالیٰ تیرے لیے لطف فرماکر معاف فرماویگا
اور تجھکو یقین سعادت ابدی کا ہوگا تو تو فیصلہ کی جگہ سے پھرنے کے وقت کیسا خوش ہوگا کہ تجھکو خلعت رضا ہوگی اور ایسی سعادت
پر رجوع کریگا جسکے بعد شقاوت نہو اور وہ دولت پاویگا جسکے گرد فنا نہ کھٹکے اور اسوقت خوشی اور سرور کے مارے تیرا دل اڑیگا
اور چہرہ سفید اور نورانی اور ایسا چمکنے لگیگا جیسے چاند چودھوین رات کو چمکتا ہے تو اب خیال کر کہ خلق کے درمیان تو کیسے سر
اٹھائے ناز سے چلتا ہوگا کہ پیٹھ گناہون سے خالی ہوگی اور تازگی نسیم راحت اور روشنائی ٹھنڈک کی تیرے دونون پہلو سے دکھا
رہی ہوگی اور تمام خلق اگلی پچھلی تجھکو دیکھتی ہوگی اور تیرے حسن و جمال پر غبطہ کرتی ہوگی اور فرشتے تیرے آگے اور پیچھے چلتے ہونگے
اور پکار کر مجمع مین کہتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا اور اسکو راضی کردیا اور ایسی سعادت
کو پہونچا کہ جسکے بعد کبھی بدبختی نہوگی بھلا تیرے نزدیک کیا یہ رتبہ اس مرتبہ سے بڑا نہین جسکو تو دنیا مین لوگون کے دلون مین
حاصل کرتا ہے اور اسکے لیے ریا اور تکلف اور دین مین سستی اور بناوٹ کرتا ہے پس اگر تو جانتا ہے کہ یہ رتبہ دنیا کے رتبے سے
بہتر ہے بلکہ دنیا کے رتبہ کو اس مرتبے سے کچھ نسبت ہی نہین تو پھر اس رتبے کے حاصل کرنے کے واسطے اخلاص صاف اور خدا
کے ساتھ معاملہ کرنے مین نیت درست کو وسیلہ بنا کہ یہ رتبہ بدون اخلاص اور سچی نیت کے تجکو نہ ملیگا اور اگر معاملہ دگرگون ہوا یعنے
معاذ اللہ تیرے نامۂ اعمال مین کوئی گناہ نکلا جسکو تو ہلکا جانتا تھا اور خداے تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑا ٹھہرا اور اس کے باعث تجھپر
غصہ ہوکر کہا گیا کہ اے میرے بندے تجھپر میری لعنت ہے مین تجھسے تیری عبادت قبول نہین کرتا تو اس آواز کے سنتے ہی تیرا منھ سیاہ
ہوجاویگا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے باعث فرشتے بھی تجھپر غضبناک ہوکر کہینگے کہ تجھپر ہماری لعنت اور تمام خلائق کی لعنت ہو اور اسوقت
دوزخ کے فرشتے اپنے خالق کے غضب کے باعث خفا ہوکر تجھپر جھپٹ پڑینگے اور باوجود اپنی سختی اور بدخلقی اور بری صورتون کے
تیرے پاس آکر تیرے ماتھے کے بال پکڑینگے اور تجکو منھ کے بل مجمع مین گھسیٹینگے اور تمام لوگ تیرے منھ کی سیاہی اور غم کے ظاہر
ہونے کو تاک رہے ہونگے اور تو تباہی اور خرابی پکارتا ہوگا اور وہ کہتے ہونگے کہ آج مت پکار ایک ہلاکی کو بلکہ پکار بہت سی
ہلاکیون کو اور فرشتے پکار کرتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہے اللہ تعالیٰ نے اسکی فضیحتون اور رسوائیون کو کھول دیا اور اس کے
برے عیبون کے باعث اسکو لعنت کیا پس ایسا بدبخت ہوا کہ کبھی نیکبخت نہوگا اور کیا عجب ہے کہ یہ تمام خرابی کسی ایسے گناہ کے باعث
سے ہو جسکو تو نے بندون کے خوف سے کیا ہو یا ان کے دلون مین جگہ ڈھونڈھنے کے لیے یا ان کے سامنے رسوائی کے خوف
سے تو دیکھ کہ تو کتنا بڑا جاہل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چند بندون کے سامنے رسوا ہونے سے دنیاے فانی مین احتراز کرتا ہے مگر اس
بڑی رسوائی سے ایسے بڑے مجمع مین نہین ڈرتا جہان خداے تعالیٰ کے غضب کا سامنا جدا ہوگا اور اسکا عذاب جدا تکلیف دیگا

اور دوزخ کے فرشتون کے پنجون مین گرفتار ہوکر آگ کو چلا جاتا ہوگا پس یہ حال اور احوال تیرے ہین اور تجھہ کو ابھی تک سے اندیشے کی خبر نہین وہ اندیشہ پل صراط کا جو آگے مذکور ہوتا ہے

بیان پل صراط کے ذکر مین پھر ان ہولون کے بعد اس آیت مین تامل کر یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا و نسوق المجرمین الی جہنم وردا اور اس آیت مین فاہدوھم الی صراط الجحیم وقفوھم انھم مسئولون یعنی لوگ بعد احوال مذکورۂ بالا کے صراط کیطرف ہنکائے جاوینگے وہ ایک پل ہے کہ دوزخ کے اوپر بنا ہوا ہے تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے پس جو شخص دنیا مین راہ راست پر سیدھا رہیگا وہ آخرت کے پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پاویگا اور جو دنیا مین سیدھا پنے سے عدول کریگا اور گناہون سے اس کی پشت گرانبار ہوگی وہ پل صراط کے اول ہی قدم مین لغزش کریگا اور ہلاک ہوجاویگا پس اب سوچ کہ جب تو پل صراط کو دیکھیگا اور اس کی تیزی اور باریکی پر نگاہ کریگا پھر اسکے نیچے دوزخ کی سیاہی نظر پڑیگی اور آگ کی تیز اور چنگھاڑ اہٹ سنیگا تو تیرے دل مین کیسا خوف چھا جاویگا اور تجھسے بزور کہا جاویگا کہ اسپر کو چلے باوجودیکہ تیرا حال ضعیف ہوگا اور دل مضطرب اور پاؤن ڈگمگاتے اور گناہون کے بار سے پیٹھ ایسی وزنی ہوگی کہ تجھسے زمین پر نہ چلا جاوے پل صراط تو علاوہ رہا پھر جب تیرا کیا حال ہوگا جب تو اپنا ایک پاؤن اسپر رکھیگا اور اسکی تیزی پاؤن کو معلوم ہوگی اور دوسرا پاؤن اٹھانے کے لیے مجبور ہوگا اور سامنے سے لوگ پھسل پھسل کر گرتے ہوتے ہون گے اور دوزخ کے فرشتے انکو کانٹون اور انکڑون سے اٹھاتے ہونگے اور تو دیکھتا ہوگا کہ وہ سر نیچے اور پاؤن اوپر آگ مین چلے جاتے ہون گے تو کیا کچھ خوف اس حال سے تجھکو ہوگا اور کیسے سخت مقام پر چڑھائی ہوگی اور کیسے تنگ راستے مین جانا ہوگا پھر اپنے حال کو دیکھ کہ اسپر چلیگا اور چڑھیگا اور تیری پیٹھ گناہون سے وزنی ہوگی اور دہنے بائین خلق آگ مین گرتی دیکھیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہونگے کہ الٰہی بچا دے الٰہی بچا دے اور فریاد تباہی اور خرابی کی دوزخ کے گڑھے مین سے تجھ تک پہونچتی ہوگی اس لیے کہ اکثر لوگ جو پل سے پھسلکر گر پڑینگے واویلا پکارینگے تو تیرا کیا حال ہوگا اگر تیرا پاؤن لغزش کر گیا اور پشیمانی کام نہ آئی اور تو بھی فریاد اور واویلا کرنے لگا اور کہنے لگا کہ مین اسی روز سیاہ سے ڈرا کرتا تھا کاش زندگی مین اس روز کیواسطے کچھ کیا ہوتا کاش رسول کے ساتھ مین راستہ اختیار کیا ہوتا کاش فلان کو یار نہ بنایا ہوتا کاش مین مٹی ہوتا کاش مین معدوم ہوتا کاش میری مان مجکو نہ جنتی اور اسوقت شعلے آگ کے تجھکو معاذ اللہ اچک لین اور پکارنیوالا پکارے اخسئوا فیھا ولا تکلمون پس کوئی سبیل بجز چیخنے اور آہ کرنے اور سانس بھرنے اور فریاد چاہنے کے نہین رہیگی پس آپ اپنی عقل کو تو ایسے دیکھتا ہو حالانکہ یہ اندیشے تیرے سامنے ہین اگر تجھکو ان باتون پر ایمان نہین تو معلوم ہوا کہ طبقات جہنم مین تو بہت دنون رہنا چاہتا ہے اور اگر ایمان ہے اور ان سے غافل ہو کر تیاری مین سستی کرتا ہے تو بڑا ہی ٹوٹے اور سرکشی والا ہے اور ایسے ایمان سے تجھے کیا فائدہ جو خدا کی طاعت مین رضا جوئی پر آمادہ نہ کرے اور نہ اسکی نافرمانی چھڑا دے اگر بالفرض تیرے سامنے سوا ہول پل صراط اور اسکے اوپر سے گذرنے کے خوف سے دل کی دہشت کے اور کوئی اندیشہ نہ ہوتا گو تو سلامت ہی گذر جاوے تب بھی ہول و دہشت اور ڈر کو اتنا ہی کافی تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ پل صراط دوزخ کے بیچ مین رکھا جاویگا اور جو شخص کہ رسولون مین سے اپنی امت کو لیکر اتریگا وہ

رات جس دن ہم اکٹھا کرلاوین گے پرہیزگارون کو رحمن کے پاس مہمان بلاکے اور ہانک لیجاوینگے گنہگارون کو دوزخ کی طرف پیاسے ۱۲ ... پھر چلاؤ ان کو راہ پر دوزخ کی اور کھڑا رکھو

مین ہونگا اور اس روز سوائے رسولون کے اور کوئی نہین بولیگا اور سب پیغمبر یہی کہتے ہونگے کہ اللھم سلم اللھم سلم اور دوزخ مین کانٹے سعدان
کے کانٹے کی شکل کے ہونگے بھلا تمنے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ تو اسی شکل کے ہون گے
مگر ان کی بڑائی کی مقدار کو سوا خدائے تعالے کے اور کوئی نہین جانتا اور وہ آدمیون کو موافق ان کے اعمال کے آچکین گے پس بعضے تو
اپنے عمل کے باعث ہلاک ہی ہوجاوینگے اور بعض بچ بچ کر رائی جیسی ہوجاوینگے پھر بچ جاوینگے اور حضرت ابو سعید خدری فرماتے
ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی دوزخ کے پل پر گذرینگے اور اسپر گوکھرو اور کانٹے اور آنکڑے ہونگے کہ لوگون کو دہنے
اور بائین سے لٹکینگے اور اسکے دونون طرف فرشتے کہتے ہونگے کہ الہی بچا الہی بچا پس بعضے لوگ تو مثل بجلی کے گذرینگے اور بعضے ہوا
کی طرح اور بعضے دوڑتے گھوڑے اور بعضے بھاگتے ہوے جائینگے اور بعضے پاؤن چلتے اور بعضے گھٹنون چلینگے اور بعضے چوتڑون
گھسٹینگے اور دوزخ کے لوگ جو اسمین رہینگے وہ تو نہ مرینگے نہ جیئینگے مگر جو لوگ کہ گناہون اور خطاؤن مین پکڑے جاوینگے وہ جلکر کوئلے سے
ہوجاوینگے پھر شفاعت کی اجازت ہوگی آخر حدیث تک اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ
تعالٰی اگلون پچھلون سب کو قیامت کے روز جمع کریگا چالیس برس آسمان کی طرف کو آنکھین لگائے کھڑے رہینگے اور منتظر حکم فیصل کے ہونگے
اس حدیث کو حضرت ابن مسعود نے ایک اندازہ دن کے صبح کے وقت تک بیان کیا اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالٰی مومنین کو حکم کرے گا
کہ اپنے سر اٹھاؤ وہ سر اٹھاوینگے پس انکو انکے اعمال کے موافق نور عنایت ہوگا تو بعضون کو تو بڑے پہاڑ کے برابر نور ملیگا کہ انکے
سامنے چلیگا اور بعضون کو اس سے کچھ کم ملیگا اور بعضون کو درخت خرما کے برابر ملے گا اور بعضون کو اس سے کچھ کم یہانتک کہ آخر
کو ایک شخص کو نور اسکے پاؤن کے انگوٹھے پر عنایت ہوگا وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی گل ہوجاوے گا جب چمکیگا جب تو وہ
پاؤن بڑھاویگا اور جب گل ہوگا تب کھڑا رہجاویگا پھر پل صراط کے گذرنے کو ذکر فرمایا کہ اپنے نور کے موافق اسپر سے گذرینگے بعضے بعضے
تو پلک مارنے کی طرح اور بعضے بجلی کی طرح اور بعضے بادل کی طرح اور بعضے ستارون کے ٹوٹنے کی طرح اور بعضے ہوا کے مانند اور
بعضے گھوڑے کی دوڑ کے مانند اور بعضے آدمی کے بھاگنے کے مانند یہانتک کہ جس شخص کے پاؤن کے انگوٹھے پر نور ملا ہوگا وہ اپنے
منھ اور دونون ہاتھ پاؤن پر گھسٹتا چلیگا ایک ہاتھ بڑھاویگا تو دوسرا اٹکا رہجاویگا اور ایک پاؤن آگے کو کریگا تو دوسرا الجھا رہیگا
اور اسکے پہلوؤن کو آگ لگتی ہوگی اسیطرح سے چلتے چلتے پار ہوجاویگا جب خلاص ہوگا تو وہان کھڑا ہوکر کہیگا کہ خدا کا شکر ہے
کہ مجھکو ایسی طرح نجات دی کہ کسی کو نہین دی اسلیے کہ مجھکو جب بچایا جب مین اسکا مزہ دیکھ چکا پھر اس شخص کو جنت کے دروازے
کے پاس ایک چشمہ پر لیجاوینگے وہان وہ نہاویگا۔ اور حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پل صراط تلوار کی تیزی کی طرح یا چھری کی دھار کی تیزی کی مثال ہے اور فرشتے مومن مردون اور عورتون کو
بچاتے ہونگے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میری کمر پکڑے ہونگے اور مین کہتا ہونگا کہ الہی بچاوے بچاوے مگر لغزش کرنے والے
مرد اور عورتین اس روز بہت ہونگے تو پل صراط کے اہوال اور مصائب یہ ہین ان مین بہت فکر کر اسلیے کہ قیامت کے اہوال سے
زیادہ تر وہی شخص بچے گا جو دنیا مین اسکا فکر زیادہ کریگا کیونکہ خدائے تعالٰی ایک بندے پر دو خوف جمع نہین فرماویگا تو جو کوئی ان اہوال

سے دنیا مین ڈریگا وہ آخرت مین ایسے امن مین رہیگا اور ہماری غرض خوف سے یہ نہین کہ عورتون کی طرح سننے کے وقت دل پر رقت ہوئی اور آنکھون سے رو لیے اور پھر جلدی سے بھول بھال لہو ولعب مین مصروف ہو گئے یہ بات خوف مین ہرگز داخل نہین بلکہ جو شخص کسی چیز سے ڈرا کرتا ہے اس سے بھاگا کرتا ہے اور جس چیز کی امید کیا کرتا ہے اسکو طلب کیا کرتا ہے اس صورت مین وہی خوف اس روز نجات دیگا جسکے باعث آدمی خدا تعالی کی نافرمانی سے اندر ہے اور اسکی طاعت پر آمادہ ہو اور عورتون کے رونے کی نسبت کہ بھی زیادہ تر ضعیف خوف بیوقوفون احمقون کا ہے کہ جب اہوال کو سنتے ہین تو فوراً زبان سے استعاذہ نکلتا ہے کوئی کہتا ہے استغفر اللہ کوئی کہتا ہے نعوذ باللہ خدا کی پناہ الٰہی بچائیو اور باوجود اسکے ان گناہون پر اصرار رکھتے ہین جو سبب ان کے ہلاک ہونے کا ہے تو ایسے شخصون کے پناہ مانگنے سے شیطان ہنستا ہے جیسے اس شخص پر ہنسا کرتے ہین جسپر جنگل مین کوئی درندہ حملہ کرے اور اسکے پیچھے ایک قلعہ ہو یا گھر بھی مضبوط ہو تو جب وہ اس درندے کی ڈانٹ اور چلنے کو دور سے دیکھے تو زبان سے کہنے لگے کہ پناہ ہے اس گھر مضبوط کی اور دہائی ہے اسکی سخت عمارت اور مضبوط دیوارون کی اور یہ قول زبان ہی سے کہے اور اپنی جگہ سے نہ ہلے تو ان باتون سے درندہ تھوڑا ہی ہٹا جاتا ہے اسیطرح آخرت کے اہوال کی گڑھی بجز لا الٰہ الا اللہ کے اور کوئی نہین مگر اسکا صرف زبانی کہنا کارآمد نہین بلکہ اسکا سچ جاننا بھی ضرور ہے اور سچ جاننا اسطرح ہے کہ آدمی کا مقصود سوائے خدا تعالی کے نہو اور نہ کوئی معبود اس کے سوا اور جو شخص کہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو تو وہ راستہ توحید سے ابھی دور ہے اور اسکا معاملہ خود خطرناک ہے پس اگر آدمی سے یہ بھی نہو سکے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت کرے اور ان کی سنت کی خبرگیری بجالاوے اور آپ کی امت کے نیکبختون کی دلداری کرے اور ان کی دعاؤن سے برکت حاصل کرے شاید اسی محبت سے آپ کی شفاعت یا ان صلحا کی شفاعت نصیب ہو اور اگر اپنے پاس کچھ مایہ نہو تو شفاعت ہی سے نجات ملجاوے

دسوان بیان شفاعت کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ جب کچھ جماعتون پر ایماندارون کے عذاب کا ثبوت ہوگا تو اللہ تعالے اپنے فضل سے ان کے باب مین شفاعت انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی اور ایسے لوگون کی جنکا خدا تعالی کے نزدیک مرتبہ اور حسن معاملہ ہے قبول فرماویگا پس یہ لوگ اپنے رشتہ اور قرابت والون اور دوستون اور آشناؤن کے باب مین شفاعت کرینگے تو آدمی کو چاہیے کہ اسبات کا حریص ہو کہ ان لوگون کے نزدیک رتبہ شفاعت حاصل کرے اسکی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی کو ہرگز حقیر نہ جانے کہ اللہ تعالے نے اپنی ولایت کو اپنے بندون مین پوشیدہ رکھا ہے تو شاید جس شخص کو تیری آنکھ حقیر جانتی ہے وہ اللہ کا ولی ہو۔ **شعر**

خاکساران جہان را بحقارت منگر ؛ تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد ؛ اور کسی معصیت کو ہرگز چھوٹا نہ جانے کہ اللہ تعالے نے اپنا غضب اپنی نافرمانیون مین چھپا رکھا ہے تو شاید جس معصیت کو تو حقیر جانتا ہے اسی مین خدا تعالی کا غضب ہو اور کسی طاعت کو حقیر جانے کہ اللہ نے اپنی رضا اپنی طاعت مین پوشیدہ رکھی ہے تو شاید اسی طاعت مین اسکی رضا ہو گو وہ طاعت کلمہ طیبہ ہی ہو یا ایک لقمہ ہو یا نیت درست یا کوئی اور اسی کے قائم مقام ہو اور شفاعت کی دلیلین قرآن شریف اور حدیث مین بہت ہین اللہ تعالے فرماتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضی حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا

پڑھا [1] رب انہن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم اور قول حضرت عیسے علیہ السلام کا [2] ان تعذبہم فانہم عبادک پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا امتی امتی پھر آپ روئے اللہ عز وجل نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کیوں روتے ہو چنانچہ حضرت جبرئیل نے خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ خدا سے تو سبب گریہ پوچھتا ہے آپ نے فرمایا کہ غم امت کے باعث روتا ہوں حالانکہ یہ سبب خدا کو معلوم تھا جب حضرت جبرئیل نے جناب احدیت میں عرض کیا تو حکم ہوا کہ جاؤ میرے حبیب سے کہو کہ میں تجھ کو تیری امت میں راضی کرونگا ناخوش نہیں کرونگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ [3] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں کہ مجھ کو عنایت ہوئی ہیں مجھ سے پہلے کسی کو عنایت نہیں ہوئی تھیں اول تو رعب ایک مہینے کے فاصلے سے دوم مجھ کو غنیمتیں حلال کی گئیں مجھ سے پہلے کسی کو حلال نہیں ہوئیں تیسرے میرے لیے زمین مسجد کر دی اور اسکی خاک پاک کرنے کی چیز تو جس شخص پر میری امت میں سے نماز آ جاوے تو چاہیے کہ تیمم کرے یعنی پانی کے نہ ملنے سے حرج نہیں اسلیے کہ مٹی ہر جگہ تیمم کے لیے موجود ہے نہ خاص جگہ نماز کی شرط ہے کہ زمین ساری سجدہ گاہ ہے چوتھے مجھ کو شفاعت ملی پانچویں یہ کہ ہر ایک نبی خاص اپنی قوم کے لیے بھیجا گیا ہے اور میں سب کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اور ایک حدیث میں [4] ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں نبیوں کا امام ہونگا اور ان کیطرف سے بولنے والا اور انکی سفارش کرنے والا ہونگا اور اسمیں کچھ فخر نہیں کرتا ہوں اور ایک حدیث میں ارشاد [5] فرمایا کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں اول ہوں ان لوگوں کا جو زمین سے نکلینگے اور میں اول سفارش کرونگا اور سب سے پہلے میری سفارش مقبول ہوگی میرے ہاتھ میں حمد کا علم ہوگا آدم اور انکے سوا سب میرے نیچے ہونگے اور ایک حدیث میں ارشاد ہے [6] کہ ہر ایک نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کے واسطے دبا رکھوں۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر بچھائے جاوینگے اور وہ انپر بیٹھ جاوینگے مگر میرا منبر خالی رہیگا میں اسپر نہیں بیٹھونگا اور اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا رہونگا اس خوف سے کہ مبادا میں جنت میں بھیجا جاؤں اور میری امت پیچھے رہ جاوے پس میں عرض کرونگا کہ یا رب امتی امتی اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ اے محمد تو کیا چاہتا ہے جو تیری امت کے ساتھ کروں میں عرض کرونگا الہی انکا حساب جلد ہو جاوے پس میں سفارش کیے جاؤنگا یہانتک کہ جن لوگوں کو دوزخ میں بھیجا گیا ہوگا انکے لیے برات نامہ مجھکو ملیگا اور مالک دوزخ کا داروغہ مجھسے کہیگا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمنے اپنی امت میں خدا کے غضب کے واسطے آگ کا کچھ حق نہ چھوڑا اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن روئے زمین کے پتھروں اور ڈھیلوں سے بھی زیادہ کے لیے سفارش کرونگا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت آیا اور ہاتھ آپ کے سامنے کیا گیا آپ کو ہاتھ اچھا معلوم ہوا کرتا تھا آپ نے اسمیں سے دانت سے کاٹا پھر فرمایا کہ قیامت کے دن میں آدمیوں کا سردار ہونگا اور تم کو معلوم ہے کہ

[1] اے رب انھوں نے بہکایا بہت لوگوں کو سو کوئی میری راہ چلا سو وہ تو میرا ہے اور جسنے میرا کہنا مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے ۱۲ [2] اگر تو انکو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہیں ۱۲

[3] ح بخاری ومسلم بروایت جابر ۱۲ [4] ح ترمذی وابن ماجہ بروایت ابی بن کعب ۱۲ [5] ح ترمذی وابن ماجہ بروایت ابو سعید خدری ۱۲ [6] ح بخاری

حدیث بخاری و مسلم نے نقل کی ہے ۱۲ منہ فی الاصل نصرت بالرعب الخ یعنی بذریعہ رعب ایک ماہ کی راہ تک مجھکو فتح دی گئی ۱۲ عفی عنہ فی الاصل و صاحب الشفاعۃ منہم یعنی میرے ذریعے دوسرے انبیاء کی شفاعت [illegible] ۱۲

کہ اسکی کیا وجہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اگلون اور پچھلون کو ایک میدان مین جمع کرے گا اور پکارنے والے کی آواز انکو سنا دیگا اور نظر کے سامنے رکھیگا
اور آفتاب قریب ہوگا اور آدمیون پر غم اور کرب اتنا ہوگا کہ اسکی برداشت نہ کر سکین گے تب آدمی ایک دوسرے سے کہینگے کہ دیکھتے
نہین کہ ہماری کیا نوبت ہوئی ہے کسی ایسے کو کیون نہین تجویز کرتے جو پروردگار سے سفارش کرے تب آپس مین کہینگے کہ چلو حضرت
آدم علیہ السلام کے پاس جائین چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر کہینگے کہ تم ابو البشر ہو خدا تعالیٰ نے تم کو اپنے ہاتھ
سے پیدا کیا اور تم مین اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے فرشتون کو سجدہ کا حکم کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کرو دیکھو ہمارا کیا
حال ہے اور ہماری کیا نوبت پہنچی ہے حضرت آدم علیہ السلام انکو جواب دینگے کہ آج میرا پروردگار ایسا خفا ہوا ہے کہ نہ کبھی پہلے ہوا تھا نہ آگے
کو ہو اور اسنے مجھکو ایک درخت جنت سے منع کیا تھا مین نے اسکا کہنا نہ مانا مجھے اپنی ہی جان کی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ
حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت نوح ع کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم زمین کے باشندون کے پاس اول رسول
ہو کر آئے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو بندۂ شکر گزار فرمایا ہمارے باب مین اپنے پروردگار سے سفارش کرو دیکھو کہ ہمارا کیا حال ہے
وہ جواب دینگے کہ آج خدا تعالیٰ ایسا غصہ ہو رہا ہے کہ پہلے کبھی نہ ایسا ہوا نہ آگے کو کبھی ایسا ہو اور مین اپنی قوم پر ایک بددعا
کر چکا ہون مین اپنی ہی جان کے بچاؤ مین ہون تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے
پاس جاؤ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور زمین کے لوگون مین سے اسکے
خلیل ہو اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کرو دیکھتے ہو کہ ہم کس حال مین ہین حضرت ابراہیم جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا
غصہ ہوا ہے کہ پہلے کبھی نہین ہوا تھا نہ آئندہ کو ہوا اور مین تین بار جھوٹ بولا تھا اور انکا آپ ذکر کرینگے کہ مجھے اپنی ہی پڑی ہے تم
کسی اور کے پاس جاؤ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ رسول خدا ہین آپ کو خدا
تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے لوگون پر زیادتی دی اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے دیکھیے ہمارا کیا حال ہے حضرت
موسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ پہلے ہوا نہ پیچھے ایسا ہوا اور مین نے ایک شخص
کو مار ڈالا تھا جس کے مار ڈالنے کا مجھ کو حکم نہ تھا مجھے اپنی ہی فکر ہے تم دوسرے کے پاس جاؤ تم حضرت عیسیٰ ع کے پاس
جاؤ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہین گے کہ آپ اللہ کے رسول اور اسکے کلمہ ہین کہ مریم کی طرف ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ
کی روح ہین اور آپ نے لوگون سے گود مین کلام کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے اور دیکھیے کہ ہماری کیا نوبت
ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسے غصے مین ہے کہ نہ پہلے ایسا ہوا نہ آگے کو ایسا ہو اور کوئی خطا
اپنی ذکر نہین فرمائی مین اپنے ہی نفس کی فکر مین ہون تم کسی اور کے پاس جاؤ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس لوگ
میرے پاس آوینگے اور کہین گے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول خدا اور خاتم انبیا ہین اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے
اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرمائے اپنے رب سے آپ ہماری سفارش فرمائیے اور ہمارے حال زار کو ملاحظہ فرمائیے ؎
لب بجنبان پئے شفاعت ما ؛ منگر بر گناہ و طاعت ما ؛ مین روانہ ہو کر عرش کے نیچے آؤن گا اور اپنے رب کے لیے سجدے

مین جاؤنگا پھر اللہ تعالیٰ میرے اوپر اپنے محامد اور ثنا کی خوبی سے وہ چیز کھول دیگا کہ پہلے کسی کے اوپر نہین کھولی پھر کہا جاوے گا کہ اے محمدؐ اپنا سر اٹھا مانگ تجکو ملے گا اور شفاعت کر تیری شفاعت منظور ہوگی بس مین اپنا سر اٹھاؤن گا اور کہون گا امتی امتی یارب یعنے الٰہی میری امت کو بخشدے مجکو حکم ہوگا کہ اے محمدؐ اپنی امت مین سے جن لوگون پر حساب نہین اُن کو جنت کے دروازون مین سے دہنے دروازے سے اندر پہونچادے اور باقی دروازون مین تیری امت کے لوگ اور لوگون کے شریک ہین پھر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہو کہ فاصلہ دو کواڑون کا جنت کے اتنا ہو جتنا درمیان مکہ اور حمیر یا جتنا درمیان مکہ اور بصرہ کے ہو اور ایک دوسری حدیث مین یہی مضمون جون کا تون ہے اور اس مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطائین بھی مذکور ہین یعنے اول کواکب کے باب مین فرمایا کہ ہذا ربی یہ میرا پروردگار ہے دوسرے کفار کے معبودون کو فرمایا بل فعلہ کبیرہم ہذا یہ کام ان مین سے اس بڑے بت نے کیا ہو تیسرے آپ کا فرمانا کہ انی سقیم مین بیمار ہون۔ غرض کہ یہ حال ہو شفاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی امت کے لوگ عالم اور نیکبخت بھی سفارش کرینگے یہان تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے جنت مین ربیعہ اور مضر کی قوم سے زیادہ لوگ داخل ہونگے اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو حکم ہوگا کہ اے شخص اٹھ اور سفارش کر وہ اٹھکر اپنے خاندان اور گھر والون اور ایک اور دو شخصون کے لیے موافق اپنے عمل کے سفارش کرے گا۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جنت مین کا قیامت کے روز دوزخ والون مین جھانکیگا اسکو ایک دوزخی پکارے گا کہ اے فلان تو مجھے پہچانتا ہو وہ کہیگا کہ مین تو نہین پہچانتا تو بتا کون ہو وہ کہیگا کہ دنیا مین فلان روز تو میرے پاس کو گذرا اور ایک گھونٹ پانی پینے کو مجھسے مانگا مین نے تجھے پانی پلایا جنتی کہیگا کہ ہان مین نے تجکو پہچانا وہ کہیگا کہ تو اسی گھونٹ کی عوض اپنے رب سے میرے باب مین سفارش کر وہ اللہ تعالیٰ سے اسکے حال کہنے کی اجازت لیکر کہیگا کہ الٰہی مین دوزخ والون پر جھانکا تو ایک شخص نے دوزخیون مین سے مجھے پکارا اور کہا کہ مجھے تو پہچانتا ہے مین نے کہا کہ نہین تو کون ہے اس نے کہا کہ مین وہ ہون کہ تو نے مجھے دنیا مین پانی پینے کو مانگا تھا مین نے تجھے پانی پلا دیا تھا اسکے عوض مین تو میری سفارش اپنے پروردگار سے کر بس الٰہی تو اسکے باب مین سفارش قبول فرما اللہ تعالیٰ اسکی سفارش قبول فرما دیگا اور حکم صادر ہوگا تو دوزخ سے باہر نکل آوے گا اور حضرت انسؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی قبرون سے اٹھین گے تو سب سے اول مین نکلونگا اور جب وہ میرے پاس آوینگے تو مین انکا خطیب یعنی ان کیطرف سے بولنے والا اور معذرت کرنے والا جناب الٰہی مین ہونگا اور جب وہ ناامید ہونگے تو مین انکو بشارت دونگا حمد کا علم اس روز میرے ہاتھ مین ہوگا اور مین سب اولاد آدم سے اپنے رب کے نزدیک گرامی تر ہون اور کچھ فخر نہین اور ایک حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اپنے رب کے سامنے کھڑا ہون گا اور ایک لباس بہشت کے حلون مین سے پہنونگا پھر عرش کے دہنے طرف کھڑا ہون گا جس مقام پر کہ خلق مین سے میرے سوا کوئی کھڑا نہوگا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار

۱۲ ۴ ابویعلی در بیہقی در بعث و نشور

۱۲ ۵ ترمذی اور کہا ہے کہ حسن اور غریب ہے

۱۲ ۶ ترمذی بروایت ابوہریرہ اور کہا ہے کہ حسن غریب ہے ۱۲

۷ ترمذی اور کہا ہے کہ غریب ہے ۱۲

کرتے تھے آپ باہر نکلے یہانتک کہ جب انسے قریب پہونچے تو سنا کہ وہ باتین کر رہے ہین آپ نے ان کی باتین سنین کسی نے کہا کہ تعجب ہے کہ اللہ تعہ نے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا کہ یہ امر کچھ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے کلام سے عجیب تر نہین اللہ تعہ نے انسے کلام فرمایا ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہین اور شخص بولا کہ آدم علیہ السلام کو خدا تعہ نے برگزیدہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ہوئے اور سلام کیا اور فرمایا کہ مین نے تمہاری گفتگو سنی اور تمہارا تعجب کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور موسیٰ علیہ السلام اللہ کے ہمکلام ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور آدم علیہ السلام کو خدا تعہ نے برگزیدہ کیا اور وہ ایسے ہی ہین اب سن لو کہ مین اللہ کا حبیب ہون اور کچھ فخر نہین اور مین اٹھانے والا لواء حمد کا قیامت کے دن ہون اور کچھ فخر نہین اور مین سب سے پہلے سفارش کرنیوالا ہون اور سفارش میری سب سے اول قبول ہونیوالی ہے اور کچھ فخر نہین اور مین لوگون مین سب سے پہلے جنت کے دروازون کے کڑے ہلاؤنگا اور میرے لیے دروازہ خدا تعالےٰ کھول دیگا اور مین اندر جاؤنگا اور فقرائے مومنین میرے ساتھ ہونگے اور کچھ فخر نہین اور مین سب اگلون اور پچھلون سے بزرگتر ہون اور کچھ فخر نہین

گیارھوان بیان حوض کے ذکر مین

واضح ہو کہ حوض ایک بڑی عطا ہے جسکو اللہ تعہ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور اخبار اسکے وصف پر مشتمل ہین ہم اللہ تعہ سے توقع رکھتے ہین کہ دنیا مین وہ ہمکو اسکا علم اور آخرت مین اسکا ذائقہ نصیب فرماوے اسلیے کہ اسکی تاثیر یہ ہے کہ جو کوئی اس مین سے پیوے تو پھر کبھی پیاسا نہو حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہلکی نیند سوئے پھر جو سر اٹھایا تو تبسم کرتے تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون ہنسے آپ نے فرمایا کہ ایک آیت مجھپر اسوقت اتری ہے اور پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطینٰک الکوثر یہانتک کہ تمام کیا سورۃ کو پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسولؐ زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جسکا وعدہ مجھ سے میرے پروردگار نے جنت مین کیا ہے اسپر برکت بہت ہے اسپر ایک حوض ہے کہ جسپر میری امت قیامت کے دن آوے گی اسکے برتن اتنے ہین جتنے آسمان کے ستارے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حال مین کہ مین جنت مین سیر کرتا تھا یکایک مین ایک نہر پر پہونچا کہ جسکے دو طرف قبے موتیون کے بیچ مین سے خالی تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ کیا ہے انھون نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو مرحمت کی ہے پھر فرشتے نے اسپر اپنا ہاتھ مارا تو دیکھا کہ اسکی مٹی مشک اذفر ہے اور وہی راوی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے حوض کے دونون طرف کی پتھریلی زمین مین اتنا فاصلہ ہے جتنا مدینہ منورہ اور صنعاء یمن مین ہے یا جتنا مدینہ مکرمہ اور عمان شام کے شہر مین ہے اور حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہین کہ جب سورۂ انا اعطینا اتری تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت مین جسکے دونون کنارے سونے کے ہین اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے بڑھکر خوشبو ہے موتی اور مونگے کی پتھریون پر بہتا ہے اور ثوبان مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری حوض عدن سے لیکر عمان

۷۱ مسلم نے نقل کی
۷۲ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ہم نے دی تجھکو کوثر ۱۲
۷۳ ترمذی اور بخاری نے اسکو نقل انس کا بیان

بلقاء سے شام کے شہر تک ہے اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اسکے کوزے آسمان کے ستارون
کی گنتی کے برابر ہین جو شخص اس مین سے ایک گھونٹ پئیگا کبھی پیاسا نہ ہوگا لوگون مین سے اسپر سب سے پہلے فقراء مہاجرین
آوینگے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جن کے سر کے بال اُلجھے ہوے اور کپڑے میلے ہین اور
جو چین کرنے والیون سے نکاح نہین کرتے اور ان کے لیے ڈیوڑھیون کے دروازے نہین کھولے جاتے۔ اس حدیث کو
سنکر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ مین نے تو فاطمہ بنت عبد الملک دولت والی نازپروردہ سے نکاح کیا ہے اور میرے
لیے دروازے ڈیوڑھیون کے کھلے مفتوح ہین مگر یہ کہ خداے تعالیٰ مجھپر رحم کرے ضرور ہوا کہ مین سر مین تیل نہ ڈالون گا تاکہ بال الجھ
جاوین اور نہ کپڑے دھلاؤنگا تاکہ میلے رہین اور حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین عرض کیا کہ حوض کے برتن کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ مین محمدؐ کی جان ہے کہ اسکے برتن آسمان
کے ستارون کے شمار سے زیادہ ہین جب کہ رات اندھیری اور آسمان گرد وغبار سے صاف ہو جو کوئی اس مین سے پئیگا
آخر تک پیاسا نہوگا اور اس مین دو پرنالے جنت سے گرتے ہین اور اسکا عرض طول کے برابر ہے اور وہ اتنا ہے جتنا
فاصلہ عمان اور ایلہ کے درمیان ہے اور اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین ہے۔ اور حضرت سمرہؓ فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کے واسطے ایک حوض ہے اور انبیاء آپس مین فخر کرینگے کہ کسکے حوض پر زیادہ
آدمی آتے ہین اور مین توقع کرتا ہون کہ ان سب سے زیادہ میری حوض پر لوگ وارد ہون پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ توقع ہے
اسلیے ہر ایک بندے کو چاہیے کہ توقع کرے کہ حوض پر آنے والون مین سے ہو اور اسباب سے احتراز کرے کہ بیہودہ مغالطہ تمنا
کرے اور جانے کہ مین توقع کرتا ہون اسلیے کہ توقع خرمن کی اس شخص کو ہوتی ہے جو زمین مین بیج ڈالے اور اسکو صاف
کرے اور پانی دے پھر بیٹھکر اللہ تعالیٰ کے فضل سے توقع کرے کہ وہ اگاویگا اور کاٹنے کے وقت تک آفات سے محفوظ رکھیگا
مگر جو شخص نہ زمین جوتے نہ بووے نہ اسکو صاف کرے نہ پانی سینچے اور امید رکھے کہ خداے تعالیٰ اپنے فضل سے دانہ جما دیگا
اور میوہ لگا دیگا تو یہ شخص توقع والا نہین بلکہ مغالطہ والا اور جاذکر نیوالا ہے اور اب اکثر لوگون کی توقع کا یہی حال ہے وہ احمقون کے
سے مغالطہ مین پڑے ہین ہم پناہ مانگتے ہین خداے تعالیٰ سے اس غفلت اور مغالطہ سے اسلیے کہ خداے تعالیٰ پر مغالطہ
ہوجانا دنیا کے باب مین مغالطہ کھانے کی نسبت کر بہت زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا تغرنکم الحیوة الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور

بارھوان بیان دوزخ کے حال اور اسکے ہولون اور عذابون کے ذکر مین اے لوگو تم جو دنیاے فانی اور قریب الزوال کے
دھندون پر مغالطہ کھاکر اپنے نفس سے غافل ہو تو ایسی چیز مین فکر کرنا چھوڑ دو جسمین سے کوچ کر جاؤگے اور اس چیز مین فکر
کرو کہ جسمین وارد ہوگے یعنے تم کو اطلاع مل چکی کہ آتش جہنم سب کے اترنے کی جگہ ہے چنانچہ قرآن مجید مین ارشاد ہے وان منکم الا واردہا
کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا اس آیت سے اترنا تو یقینًا ثابت ہے اور نجات مین شک ہے
پس اب اپنے دل مین اس اترنے کی جگہ کا ہول سوچو کہ شاید اس سے بچنے کے لیے مستعد ہوجاؤ اور لوگون کے حال مین تامل کرو

کہ قیامت کے مصائب سے اُنپر گذرا ہوگا وہ تو گذر ہی چکا ہوگا ابھی اُسکی سختی اور اہوال مین گرفتار ہوے منتظر ہونگے کہ اسکی حقیقت حال
ور سفارش کرنے والے کی سفارش کی منظوری معلوم ہو کہ اتنے مین مجرمون کو اندھیریان شاخ در شاخ آگھیرینگی اور انپر آتش شعلہ انگیز
چھا جاویگی آواز اور جھنجھناہٹ ان کے کان مین پڑیگی اور شدت غضب پر دال ہوگی اسوقت مین مجرمونکو اپنی ہلاکی کا یقین ہوجاویگا
اور سب لوگ گھٹنے کے بل گرجاوینگے اور جو لوگ بری بھی ہونگے انکو اپنے برے انجام سے خوف لگیگا اور دوزخ کے فرشتون مین سے
ایک پکارنے والا یون کہتا ہوا نکلیگا کہ کہان ہے فلان بیٹا فلان کا جسکا نفس دنیا مین طول امل کے باعث لیت ولعل کیا کرتا تھا اور برے
کام مین اپنی عمر تلف کیا کرتا تھا پس اسپر لوہے کے گرز لیکر پلینگے اور بڑی بڑی دھمکیان دینگے اور سخت عذاب مین کھینچینگے اور اوندھے
منھ دوزخ کے قعر مین ڈالدینگے اور کہینگے کہ لے مزا چکھ تو تو عزت والا اور بزرگی والا ہے اب اس گھر مین رہ جسکے کنارے تنگ اور
راہ تاریک اور مبہم اور مہلک ہین اسیر اسمین ہمیشہ رہتا ہے اور ہمیشہ آتشخانہ بھڑکتا رہتا ہے اسکے قیدیون کے پینے کی چیز کھولتا پانی ہے اور
انکا ٹھکانا دوزخ آگ کے فرشتے انکو جب گرز مارتے ہین اور آگ انکو جب لپٹتی ہے انکی تمنا اسمین مرجانے کی ہو مگر اس سے رستگاری
کہان انکے پاؤن ماتھے کے بالون سے بندھے ہونگے اور گناہون کی تاریکی سے منھ سیاہ ہونگے ہر طرف اور ہر گوشے مین پکارینگے
اور چلاوینگے اے مالک ہمسے جو وعدہ عذاب تھا سو پورا ہوچکا پھر بیڑیان بھاری پڑ گئین ہمارے چمڑے جل گئے یہانسے نکال دے
کہ اب ایسا نہ کرینگے دوزخ کا داروغہ جواب دیگا کہ لیں اب امن کے دن دور رہ گئے تمکو اس ذلت کے گھر سے نکلنا نصیب نہ ہوگا
اسمین تھڑ پکار سے پڑے رہو مجھسے گفتگو نہ کرو اگر تم بالفرض نکال بھی دیے جاؤگے تو تم اپنے کردار سے باز نہ آؤگے جس چیز سے تمکو
روکا گیا ہے وہی عمل مین لاؤگے اسکے سننے سے ناامید ہونگے اور خدا کے نعمت کے مقابل مین جو باتین کی ہونگی انپر افسوس کرینگے مگر اب کیا
ہوتا ہے اب تو نہ عذر سے کام چلے نہ پشیمانی بچاوے نہ حسرت سود مند ہو بلکہ منہ کے بل گلون مین طوق پڑے ہوے دوزخ مین قید
ہونگے کہ آگ ہی اوپر آگ ہی نیچے آگ ہی داہنے آگ ہی بائین ہوگی غرضکہ آگ مین ڈوبے رہینگے کہ کھانا ہوگا تو آگ کا اور پینا
ہوگا تو آگ کا اور کپڑا ہوگا تو آگ کا اور بچھونا ہوگا تو آگ کا یعنی وہ لوگ آگ کے ٹکڑے اور گندھک کے کرتے پہنے گرز کھاتے
ہونگے اور بھاری بیڑیان پڑی ہونگی اور دوزخ کی تنگ راہون مین آواز کرتے اور اسکے طبقات مین شکستہ پھرتے ہونگے
اور اطراف وجوانب مین اضطراب کرتے ہونگے آگ انکو ہانڈی کے ابال کی طرح ابالے گی اور وہ خرابی اور تباہی اور فریاد اور
واویلا کا غل کرتے ہونگے جب ہی ہلاک کا لفظ منھ سے نکالینگے تو انکے سر کے اوپر سے کھولتا پانی ڈالا جاویگا جس سے ان کی
آنتین اور چمڑے پگھل جاوینگے اور اوپر سے گرزون کی مار ہوگی جس سے انکے ماتھے چور ہوکر منھ سے پیپ نکلیگی اور پیاس کے
مارے جگر ٹکڑے ہونگے آنکھون کے ڈھیلے رخسارون پر بہ نکلینگے رخسارون کے اوپر سے گوشت اور ہاتھ پاؤن پر سے
گوشت اور پوست اور بال سب جھڑ پڑینگے اور جب چمڑے پک جاوینگے تو اور چمڑے بدل دیے جاوینگے اور گوشت سے ہڈیان
خالی ہونگی اور جان صرف رگون اور پٹھون مین لگی رہجاویگی اور ان آگ کی لپٹون مین شور کر رہی ہوگی اور وہ لوگ اس
حال مین موت کی تمنا کرینگے مگر نہ مرینگے پس جب تم ان لوگونکا حال دیکھو کہ منھ تو کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو رہے اور

آنکھوں سے اندھے اور زبانوں سے گونگے ہڈیاں اور پیٹھیں ٹوٹی ہوئیں ناک کان کٹے ہوئے چمڑے پھٹے ہوئے ہاتھوں کے طوق گردنوں میں پڑے ہوئے اور پیشانی کے بالوں سے پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور آگ پر اپنے چہروں سے چلتے ہیں اور لوہے کے گوکھرو اپنی آنکھ کے ڈھیلوں سے چلتے ہیں تو تمہارا کیا حال ہو تم کو نظر آوے کہ آگ کا شعلہ ان کے اندر کے اجزا میں دوڑ رہا ہے اور ظاہر کے اعضا پر دوزخ کے سانپ بچھو لپٹے ہیں یہ تو حالات مجمل ہوں گے اب ان کی تفصیل کو دیکھو یعنی اول دوزخ کے جنگلوں اور اسکی گھاٹیوں میں فکر کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں[٢١] کہ جہنم میں ستر ہزار جنگل ہیں اور ہر جنگل میں ستر ہزار شعبے اور ہر شعبے میں ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو ہیں کافر اور منافق جبتک ان سب سے نہیں ملتا تب تک اپنے انجام کو نہیں پہونچتا اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[٢٢] کہ وادی حزن یا چاہ حزن سے پناہ مانگو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جہنم کا ایک جنگل ہے جس سے جہنم ہر روز ستر بار پناہ مانگتی ہے اسکو اللہ تعالے نے ریا والے قاریوں کے لیے بنایا ہے۔ یہ حال تو جہنم کی وسعت اور اسکے جنگلوں کے شاخ در شاخ ہونے کا ہے اور اسکے جنگلوں کی شمار اتنی ہی ہے جتنے دنیا کے جنگل اور اسکی خواہشیں ہیں اور جہنم کے دروازوں کی شمار موافق تعداد سات اعضا کے ہے جنسے آدمی گناہ کرتا ہے اور ایک دوسرے کے اوپر ہیں سب سے اوپر والا جہنم ہے پھر سقر پھر لظی پھر حطمہ پھر سعیر پھر جحیم اور سب سے نیچے ہاویہ ہے پھر اب ہاویہ کے عمق کو تامل کرو کہ اسکے عمق کی کچھ حد نہیں جیسے کہ دنیا کے شہوات کی کچھ حد نہیں یعنی جسطرح دنیا کی ایک حاجت پوری نہیں ہوتی کہ دوسری اس سے بڑی پیش آ جاتی ہے اسیطرح دوزخ کا ایک گڑھا تمام نہیں ہوتا کہ دوسرا اس سے گہرا آتا ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت[٢٣] صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ دفعتہً ایک دھما کا سنا آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے ہمنے کہا کہ اللہ تعالے اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے کہ جہنم میں ستر برس ہوے جب چھوٹا گیا تھا اسوقت اس کی تہ پر پہونچا پھر دوزخ کے طبقوں کے فرق کو تامل کرو کہ آخرت کے معاملات میں بڑے بڑے درجے اور برائیاں ہیں پس جس طرح لوگوں کا دنیا پر گرنا مختلف ہے یعنے بعضے تو خوب اسمیں ڈوبے ہوے کی طرح مصروف رہتے ہیں اور بعضے ایک حد معین تک اسمیں گھستے ہیں اسیطرح آگ کا لگنا بھی انپر متفاوت ہوگا کیونکہ اللہ تعالے ذرہ بھر بھی ظلم نہ کرے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دوزخ میں جاوے گا یہ ضرور نہیں کہ اسپر ہر قسم کا عذاب پے درپے ہو وہ دوزخ میں کسی طرح سے جاوے بلکہ ہر شخص پر عذاب ایک حد خاص پر ہوگا جو اسکی نافرمانی کے موافق ہو اسپر بھی جسکو کم سے کم عذاب ہوگا اسکا یہ حال ہوگا کہ اگر بالفرض اسکے پاس تمام دنیا ہو تو وہ اپنی تکلیف کی شدت کے عوض میں دے ڈالے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں[٢٤] کہ قیامت کے روز آدمی پر کمتر عذاب دوزخ کا یہ ہوگا کہ اسکو دو جوتیاں آگ کی پہنائی جاوینگی جس سے اسکا مغز ابلنے لگیگا تو دیکھو جسپر ہلکا عذاب ہوگا اس کی تو یہ کیفیت ہے جسپر سخت ہوگا اسکی کیا صورت ہو گی اور اگر تم کو عذاب آتش میں کچھ شک ہو تو اپنی انگلی ذرا آگ کے پاس لیجاؤ اور اس سے قیاس اس آگ کا کر لو پھر یہ یاد رہے کہ یہ تمہارا قیاس درست نہوگا اسواسطے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مشابہ نہیں مگر چونکہ دنیا میں کوئی عذاب سخت آگ کی نسبت کم نہیں تو عذاب جہنم کو بتلانے کے لیے دنیا کی آگ سے تشبیہ دی ورنہ اگر دوزخیوں کو بجاے

[٢١] [illegible]

[٢٣] مسلم نے نقل کیا ہے ١٢

[٢٤] بخاری و مسلم بروایت نعمان بن بشیر ١٢

آتش دوزخ کے دنیا کی آگ دیکھا وے تو بیشک دوڑ کر اپنی خوشی سے اسمین کود پڑین اسلیے کہ دوزخ کی تکلیف بہت زیادہ ہے اور دنیا کی
آگ اسکی نسبت کر گویا راحت ہو اور اسی لیے بعض احادیث مین آیا ہو کہ دنیا کی آگ آب رحمت سے ستر پانی مین دھوئی گئی ہو یہانتک
کہ دنیا کے لوگون کے کام کی ہوئی ہو بلکہ ایک جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کی تصریح بھی کر دی کہ اللہ تعا کے حکم سے
وہ آگ ہزار برس جھونکی گئی یہان تک کہ لال ہو گئی پھر جھونکی گئی یہانتک کہ سفید ہو گئی پھر جھونکی گئی یہان تک کہ سیاہ ہو گئی
اب وہ سیاہ اندھیری ہو اور ایک حدیث مین آیا ہو کہ دوزخ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی اور عرض کیا کہ الٰہی میرے حصہ
نے بعض کو کھا لیا اسکو اجازت ملی کہ دو سانس لے لیا کرا ایک جاڑے مین ایک گرمی مین پس موسم گرما مین جو تم کو سخت گرمی
معلوم ہوتی ہے یہ اسی کی سانس کی حرارت ہو اور جاڑے مین جو شدت کا جاڑا معلوم ہوتا ہے تو اسی کی سانس کی تاثیر ہے
اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ قیامت کے دن کافرون مین سے سب سے زیادہ ناز پروردہ دولت والے شخص کو لاوینگے اور اسکو
حکم ہوگا کہ اسکو آگ مین غوطہ دے دو غوطے کے بعد اس سے پوچھا جاویگا کہ بھلا کبھی تو نے آرام دنیا مین پایا تھا وہ کہیگا کہ نہین
اور مسلمانون مین سے جسکو دنیا مین سب سے زیادہ تکلیف ہوئی ہوگی اسکو لاوینگے اور حکم ہوگا کہ اسکو جنت مین غوطہ دے دو
پھر اس سے پوچھا جاویگا کہ تو نے کبھی کوئی تکلیف اٹھائی ہو وہ کہیگا کہ نہین اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ اگر مسجد مین لاکھ آدمی
یا زیادہ ہون پھر ایک آدمی دوزخیون مین سے سانس لے تو یہ سب مر جاوین۔ اور بعض علما نے اس آیت کی تفسیر مین تلفح وجوھھم النار
کہا ہے کہ آگ انکو ایک لپٹ دیگی جس سے کسی ہڈی پر گوشت نہ چھوڑیگی بلکہ ایڑی پر گرا دیگی پھر اس پیپ کی بدبو مین تامل کرو جو دوزخیون
کے بدن مین سے بہیگی یہان تک کہ اس مین ڈوب جاوینگے اور اسکا نام غساق ہو حضرت ابوسعید خدری رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک ڈول جہنم کے غساق کا دنیا مین ڈال دیا جاوے تو تمام باشندے بدبو کر جاوین اور یہی ان کو پینے کو
ملیگا جب پیاس سے فریاد کرینگے چنانچہ قرآن مجید مین ہو ویسقی من ماء صدید یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ ویاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت
اور دوسری جگہ ہو وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا پھر ان کے کھانے کو دیکھو کہ سینڈھ ہوگا
چنانچہ اللہ تعا فرماتا ہو ثم انکم ایھا الضالون المکذبون لاکلون من شجر من زقوم فمالئون منھا البطون فشاربون علیہ من الحمیم
فشاربون شرب الھیم اور فرمایا انھا شجرۃ تخرج فی اصل الجحیم طلعھا کانہ رءوس الشیاطین فانھم لاکلون منھا فمالئون منھا البطون
ثم ان لھم علیھا لشوبا من حمیم ثم ان مرجعھم لالی الجحیم اور فرمایا تصلی نارا حامیۃ تسقی من عین آنیۃ اور فرمایا ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما
ذا غصۃ وعذابا الیما اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک قطرہ زقوم کا دنیا کے سمندرون
مین گر پڑے تو دنیا کے لوگون پر ان کی زندگی خراب ہو جاوے پس کیا حال ہوگا ان لوگون کا جنکی یہ غذا ہوگی اور حضرت انسؓ

---

۱۲ ابن عبد البر نے بروایت ابن عباس سات روز دریا کے پانی سے بجھایا جانا نقل کیا ہو ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ ف مارتی ہو انکے منہ پر آگ ۱۲ ترمذی اور
اس روایت مین رشدین ابن سعد ضعیف ہو ۱۲ ف اور پلاوینگے اسکو پانی پیپ کا گھونٹ گھونٹ لیتا ہو اسکو اور گلے سے نہین اتار سکتا اور چلی آتی ہو اسپر موت ہر جگہ سے
اور وہ نہین مرتا ۱۲ ف اور اگر فریاد کرینگے تو ملیگا پانی جیسا پیپ بھون ڈالے منہ کو کیا برا پینا ہو اور کیا برا آرام ۱۲ ف پھر تم جو ہو بہکے جھٹلانے والو البتہ کھاؤگے ایک درخت
سینڈھ کے پتے پھر بھروگے اس سے پیٹ پھر پیوگے اسپر ایک جلتا پانی پھر پیوگے جیسے پیوین اونٹ تونسے ۱۲ ف وہ ایک درخت ہو کہ نکلتا ہو دوزخ کی جڑ مین اسکا سرا جیسے

فرماتے ہیں اِحؔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی رغبت خدا تعالیٰ نے دلائی ہے اسمین تو رغبت کرو اور جس چیز سے
خوف دلایا اور ڈرایا ہے اس سے ڈرو یعنے اسکے عذاب اور سزا سے خوف کرو اور جہنم سے ڈرو کہ اگر ایک قطرہ جنت کا تمہاری دنیا
میں جس میں کہ تم موجود ہو تمہارے پاس ہو تو دنیا کو تمہارے لیے اچھا کر دے اور اگر دوزخ کا قطرہ تمہارے ساتھ اس دنیا میں
کہ تم موجود ہو ہو وے تو تمہارے اوپر اسکو میلا اور برا کر دے اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
۲ح نے فرمایا کہ دوزخ والون پر بھوک ڈال دی جاویگی تاکہ انپر عذاب کی تکلیف ٹھیک ٹھیک ہو پس کھانے کے لیے فریاد کرینگے
تو غذا کانٹون کی دیجاویگی جو نہ موٹا کرے نہ بھوک دور کرے اور پھر کھانے کے لیے جو فریاد کرینگے تو کھانا گلے میں اٹکتا ہے گا پھر
یاد کرینگے کہ ہم دنیا میں گلے میں اٹکی چیزون کو پانی سے اتار لیا کرتے تھے پھر پانی کے لیے فریاد کرینگے تو کھولتا پانی لوہے کے
آنکڑون سے اٹھا کر ان کے قریب کیا جاویگا جبھی ان کے منہ کے پاس کیا جاویگا تو منہ بھن جاوینگے اور جب وہ پانی پیٹ میں
جاویگا تو پیٹ کے اندر کے اعضا کے ٹکڑے کر دیگا پھر کہینگے کہ جہنم کے داروغون کو بلاؤ انکو بلا کر کہینگے کہ اپنے رب سے دعا مانگو کہ
ہمکو کسی روز عذاب میں تخفیف کر دے وہ کہینگے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزے نہیں لائے تھے وہ کہینگے کہ لائے تو تھے
داروغہ کہینگے کہ تو پکارا کرو کافرون کا پکارنا محض گمراہی کا ہے پھر وہ لوگ مالک کو پکار کر کہینگے کہ تیرا رب ہمپر جو حکم کرنا ہو کر چکے مالک
جواب دیگا کہ تم دوزخ ہی میں رہوگے اعمش کہتے ہیں کہ مالک سے کہنے اور اسکے جواب دینے میں میں نے یہ سنا ہے کہ ہزار برس کا
فاصلہ ہوگا پھر کہینگے کہ اپنے رب کو پکارو اس سے بہتر اور کوئی نہیں چنانچہ خدا تعالیٰ سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمپر بدبختی غالب
ہوئی اور ہم گمراہ تھے الٰہی ہمکو اس بلا سے نکال اگر پھر ہم ایسا کرین تو ہم ظالم ہونگے جناب الٰہی سے انکو جواب ملیگا کہ اخسئوا
فیہا ولا تکلمون یعنے دوزخ ہی میں پھٹکارے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو یہ جواب سنکر ہر ایک خیر سے ناامید ہونگے اور
چیخنا چلانا اور حسرت اور ہلاکی کے الفاظ بولنے شروع کرینگے۔ اور حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں ۳حؔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ویسقی من ماء صدید یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ فرمایا کہ پانی اسکے پاس کیا جاوے گا تو اس سے
ناک چڑھاویگا مگر جب اسکے منہ سے لگایا جاویگا تو منہ کو جھلس دیگا اور سر کی کھال گر پڑیگی اور جب پیویگا تو آنتیں کٹکر پاخانے
کے مقام سے نکل پڑینگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وسقوا ماء حمیما فقطع امعاءہم اور فرمایا وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمہل یشوی الوجوہ پس
بھوک اور پیاس کے وقت یہ غذا اور پانی ہوگا اب دیکھو کہ جہنم کے سانپ اور بچھو بڑے قد کے نہایت زہریلے بری صورت
کے دوزخیون پر معین ہونگے اور انپر برانگیختہ کیے جاوینگے تو ایک دم بھر کے لیے بھی نوچنے اور کاٹنے سے مہلت نہ
دینگے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ۴حؔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے
اسکی زکوٰۃ نہ دی تو اسکا مال قیامت کے روز گنجے سانپ کی صورت بنایا جاویگا جسکی آنکھون پر دو نقطے سیاہ ہونگے اور اس شخص
کے گلے میں پڑکر اسکی دونون باچھین پکڑ کر کہیگا کہ میں تیرا مال ہون میں تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی ولا تحسبن الذین یبخلون

۱ح اسکی سند مجھے نہیں ملی ۱۲ ۲ح ترمذی بروایت شمر بن عطیہ عن شہر بن حوشب عن ام الدرداء عن ابی الدرداء ۱۲ ۳ح اصل میں ہے کہ حتی یبدل ماہم فیہ من العذاب الخ یعنی تاکہ بھوک

بما اتاہم اللہ من فضلہ ہو خیر لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں سانپ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے ہونگے وہ اگر ایک دفعہ کاٹینگے تو اسکی لہر چالیس برس تک معلوم ہوگی اور اسمیں بچھو اتنے بڑے ہونگے جیسے پالان کھنچے خچر انکے نیش کی لہر چالیس برس تک رہیگی اور یہ سانپ اور بچھو اس شخص پر مسلط کیے جاوینگے جسپر دنیا میں بخل اور بد خلقی اور لوگوں کی ایذا مسلط ہو اور جو ان باتوں سے دنیا میں محفوظ ہو وہ ان سانپوں سے محفوظ رہیگا۔ اسکے لیے سانپ مجسم نہ کیے جاوینگے پھر ان سب کے بعد دوزخیوں کے جسم کی بڑائی میں فکر کرو کہ اللہ تعالے انکا جسم طول اور عرض دونوں میں بڑھاویگا تاکہ اسکے باعث انکو زیادہ عذاب اور آگ کی لپٹ اور سانپ بچھوؤں کا کاٹنا بہت جگہ ہو سکے اور سب کی تکلیف ایکبارگی برابر ہوتی رہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کافر کی ڈاڑھ دوزخ میں مثل احد پہاڑ کے ہوگی اور اسکے چمڑے کی موٹائی تین دن کے سفر کے برابر ہوگی اور ایک حدیث میں ہے کہ کافر کا نیچے کا ہونٹ سینے پر آپڑیگا اور اوپر کا اتنا اونچا ہوگا کہ اسکے چہرے کو ڈھانپ لیگا اور ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز کافر اپنی زبان دوزخ کے نیچے خانہ میں گھسیٹینگے اور لوگ اسکو اپنے پاؤں تلے ملینگے اور باوجود جسم کے بڑا ہونے کے آگ انکو بار بار پھونکتی رہیگی نئے نئے گوشت پوست انپر آتے رہینگے حضرت حسن رض اس آیت کی تفسیر میں کلما نضجت جلودہم بدلناہم جلودا غیرہا فرماتے ہیں کہ آگ دوزخیوں کو ایک دن میں ستر ہزار بار کھا لیا کریگی جب کھا لیگی جب یہی کہدیا جاویگا کہ پھر ویسے ہی ہوجاؤ وہ فوراً جوں کے توں ہوجاوینگے پھر اب دوزخیوں کے رونے میں فکر کرو اور ان کی چنگھاڑ اور تباہی اور خرابی پکارنے کو خیال کرو کہ یہ باتیں انپر آگ میں ڈالتے وقت مسلط کیجاوینگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنم کو اس روز اسطرح لاوینگے کہ اسکی ستر ہزار باگیں ہونگی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے لگے ہونگے اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں پر رونا بھیجا جاویگا تو اتنا روینگے کہ آنسو تمام ہوجاوینگے پھر خون روئینگے یہانتک کہ چہروں میں دراڑیں سی بنجینگی ایسی کہ اگر ان میں کشتیاں چھوڑدیجاویں تو بہنے لگیں اور جبتک انکو رونے اور چیخنے اور واویلا اور تباہی پکارنے کی اجازت رہیگی تبتک انکو کچھ راحت ملتی رہیگی مگر پھر ان باتوں سے بھی روکدیے جاوینگے اور محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ دوزخ والے پانچ بار دعا مانگینگے چار کا تو خدا تعالے انکو جواب دیگا جب پانچویں ہوگی تو پھر کبھی بولنا نصیب نہوگا اول بار یہ کہینگے ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فہل الی خروج من سبیل اللہ تعالے انکو یوں ارشاد فرماویگا ذلکم بانہ اذا دعی اللہ وحدہ کفرتم وان یشرک بہ تومنوا فالحکم للہ العلی الکبیر دوسری بار یہ عرض کرینگے ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا اللہ تعالے جواب دیگا اولم تکونوا اقسمتم من قبل ما لکم من زوال تیسری بار کہینگے ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اللہ تعالے

اسے احمد بروایت ابن لہیعہ عن دراج عن عبداللہ بن الحارث ۱۲ ح مسلم نے روایت کی ہے ۱۲ ح ترمذی بروایت ابو سعید ۱۲ ح ترمذی بروایت ابو الخارق عن ابن عمر اور ابو مخارق مجہول ہے ۱۲ ھ اسوقت پکیجاویگی کھال ان کی بدل کر دینگے انکو اور کھال ۱۲ ح مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲ ح ابن ماجہ بروایت یزید رقاشی عن انس اور رقاشی ضعیف ہے ۱۲ ح اے رب ہمارے تو موت دیچکا ہم کو دوبار اور زندگی دے چکا دو بار اب قائل ہوئے ہم اپنے گناہوں کے پھر اب بھی ہے نکلنے کی

جواب دیگا اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر چوتھی بار التجا کرینگے ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضالین ربنا اخرجنا منہا فان عدنا فانا ظالمون اللہ تعالیٰ ان کے جواب مین ارشاد فرماوے گا اخسئوا فیہا ولا تکلمون اس کے بعد پھر نہ بولینگے اور یہ نہایت درجہ کا سخت عذاب ہی مثل مشہور ہے کہ زبردست مارے اور رونے نہ دے حضرت مالک بن انس رضی فرماتے ہین کہ حضرت زید بن اسلم رضی نے اس آیت کی تفسیر مین سواء علینا اجزعنا ام صبرنا ما لنا من محیص ارشاد فرمایا کہ سو برس صبر کیا اور سو برس بیقراری کی پھر کہا سواء علینا الخ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز موت کو حاضر کرینگے ایسی صورت مین کہ گویا سفید مینڈھا ہی پھر وہ جنت اور دوزخ کے درمیان مین ذبح کیجاویگی اور اہل جنت سے کہدیا جاوے گا کہ اب ہمیشہ رہنا ہے بلا موت کے اور دوزخ والون کو سنا دیا جاویگا کہ سدا رہنا ہی بے مرنے کے۔ اور حضرت حسن بصری رضی سے مروی ہے کہ ایک شخص ہزار برس بعد دوزخ سے نکلے گا اور وہ شخص مین ہی ہون تو کیا اچھا ہو اور ایک بار کسی نے آپ کو ایک گوشے مین بیٹھے ہوئے روتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہین مجھے دوزخ مین ڈال دے اور کچھ پروا نہ کرے غرضکہ مجملاً عذاب اہل جہنم کی قسمین یہ ہین اور اسکے غمون اور محنتون اور حسرتون کی تفصیل کی کچھ انتہا نہین شدت عذاب کے ساتھ جو بڑی مصیبت دوزخیون پر ہوگی یہ ہی کہ راحت جنت کے نہ ملنے کی حسرت اور خدائے تعالیٰ کے نہ ملنے کی حسرت اور اس کی خوشنودی کے کھو بیٹھنے کی حسرت ہوگی اور جانتے ہونگے کہ یہ سب نعمتین ہم نے چند کھوٹے داموں کے عوض مین دے ڈالین یعنی ان نعمتون کو جو کھویا تو صرف دنیا کے چند چھوٹے دنون کی شہوات کے بدلے مین ضائع کیا اور وہ بھی صاف از کدورت نتھین بلکہ کدورت آمیز تھین اسی لیے کہینگے کہ ہائے افسوس ہم نے اپنے نفسون کو اپنے پروردگار کی نافرمانی کرکے کیسے ہلاک کیا اور چند چھوٹے دنون کے صبر کی تکلیف نہ اٹھائی اگر ہم صبر کرتے تو وہ دن گذر ہی جاتے اور اب ہم راضی اور خوش اور چین جان سے خدائے تعالیٰ کے سائے مین رہتے پس جب ان سے لذت آخرت تو جاتے رہے اور ان مکروہات مین مبتلا ہوے اور ان کے پاس دنیا کی آسایش اور لذت سے کچھ نرہا تو اس حسرت کا کیا ٹھکانا ہے پھر اگر وہ جنت کی آسایش کو مشاہدہ نہ کرتے تب بھی انکو زیادہ حسرت نہوتی مگر جنت کی بہار بھی انکے سامنے کیجاوے گی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز کچھ لوگون کو حکم ہوگا کہ جنت کیطرف لیجاؤ جب وہ اسکے پاس جا دینگے اور اس کی خوشبو سونگھینگے اور اسکے محلون کو دیکھینگے اور جو چیزین کہ اللہ تعالیٰ نے جنت والون کے واسطے تیار کین انپر انکی نگاہ پڑے گی تو آواز ہوگی کہ ان کو وہان سے ہٹا لو جنت مین ان کو کچھ بہرہ نہین پس وہان سے ایسی حسرت لیکر پھرینگے کہ ایسی اگلون پچھلون مین کسی کو نہ ہوئی ہوگی اور عرض کرینگے کہ الٰہی اگر تو ہم کو پہلے ہی دوزخ مین ڈالتا اور یہ بہارین اور اپنے دوستون کے لیے جو کچھ تو نے تیار کی ہین ہم کو نہ دکھاتا تو دوزخ مین جانا آسان معلوم ہوتا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماوے گا کہ مین نے قصداً ایسا کیا ہی اسلیے کہ تم دنیا مین جب علیحدہ ہوتے تھے تو بڑی بڑی نافرمانیون سے میرے سامنے ہوا کرتے تھے اور جب لوگون سے ملتے تھے تو انسے فروتنی سے

ملت کیا ہم نے عمر نہ دی تھی تم کو جتنی مین سوچ لے جسکو سوچنا ہو اور پہنچا تم کو ڈر سنانے والا اب چکھو کہ کوئی نہین گنہگارون کا مددگار ۱۲ ۲ے اسے رب زور

ملتے ان کے دکھلاوے کو وہ باتین کرتے جو دل سے میرے واسطے نہ کرتے لوگون سے ڈرتے اور مجھ سے نہ ڈرتے ان کی تعظیم کرتے اور میری نہ کرتے ان کی خاطر سے کوئی چیز چھوڑ دیتے اور میری خاطر سے نہ چھوڑتے تو آج مین تم کو عذاب دردناک چکھاؤنگا اور ثواب پائدار سے جدا محروم کردیا ہی احمد بن حرب کہتے ہین کہ عجیب بات ہی کہ ہم لوگ دھوپ کے اوپر تو سایہ کو ترجیح دیتے ہین مگر دوزخ پر جنت کو ترجیح نہین دیتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ بہت سے جسم صحیح اور صورتین ملیح اور زبانین فصیح قیامت کے روز دوزخ کی تہون مین فریاد کرینگی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مجھکو تیرے آفتاب کی گرمی پر تو صبر ہی نہین پھر دوزخ کی گرمی پر کیسے صبر ہوگا اور تیری مہربانی کی آواز پر تو مجھکو صبر نہین پھر تیرے عذاب کی آواز پر مجھے کیسے صبر ہوگا پس اے مسکین ان ہولون کو دیکھ اور جان کہ خدا تعالیٰ نے دوزخ کو مع اسکے ہولون کے پیدا کیا ہی اور اسکے واسطے اہل بنائے ہین کہ وہ نہ زیادہ ہون نہ کم ہون اور یہ بات پہلے سے ہوچکی ہے اور اس سے فراغت ہوگئی اور اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہی وانذرہم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وہم فی غفلۃ وہم لا یؤمنون اسمین اشارہ روز قیامت کیطرف ہی مگر حکم قیامت کے دن نہین ہوگا بلکہ وہ تو ازل آزال مین ہوچکا ہی اسکا ظہور قیامت کے روز ہوگا تجھے نہایت تعجب ہی کہ تو ہنسی اور کھیل اور دنیا کی حقیر چیزون مین مصروف ہوتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ حکم قضا تیرے حق مین ازل مین کیا ہوچکا ہی۔ اب اگر یہ پوچھو کہ ہمکو کیا معلوم ہی کہ ہمارا آتارا کہان ہوگا اور ٹھکانا اور مآل کس چیز کیطرف ہی اور حکم قضا ہمارے باب مین کیا ہوچکا ہے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس امر کی ایک پہچان ہی جس سے کہ تم کو اپنے رجا کا حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہی کہ تم اپنے احوال اور اعمال پر نظر کرو اسلیے کہ ہر ایک شخص کو وہی کام میسر ہوتا ہی جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہو پس اگر تیرا یہ حال ہو کہ سبیل خیر تیرے لیے میسر ہو تب تو تجھکو مژدہ ہو کہ تو دوزخ سے دور رہیگا اور اگر یہ حال ہو کہ جہان خیر کا قصد کیا بہت سے موانع پیش آگئے اور ان کو دور کرتا رہا اور جہان شر کا قصد کیا تو فوراً اسکے لوازم تجھکو میسر ہوگئے تو جان لے کہ تیرے اوپر حکم دگرگون ہوچکا ہے اسلیے کہ ان باتون کی دلالت انجام پر ایسی ہی جیسے مینہ کی دلالت روئیدگی پر اور دھوئین کی دلالت آگ پر اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم تو اپنے نفس کو دونون آیتون پر پیش کر دونون ٹھکانون مین سے تجھے اپنا ٹھکانا تو معلوم ہوجاوے گا

نہم وان بیان جنت کی کیفیت اور اسکی راحت کے اقسام مین

واضح ہو کہ جس گھر کے غمون اور مصائب کا حال اوپر گذرا اس کے مقابل ایک اور گھر ہے اب اسکی راحت اور خوشی مین تامل کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص ان دونون مین سے ایک سے دور ہوگا وہ بالضرور دوسرے مین جا ٹھہریگا پس تجھکو چاہیے کہ دوزخ کے اہوال کو فکر کرکے تو اپنے دل مین خوف پیدا کرے اور جنت والون کے لیے جو راحت دائمی کا وعدہ ہی اس مین بہت سا فکر کرکے رجا پیدا کرے اور اپنے نفس کو خوف کے تازیانے لگا اور رجا کی باگ سے راہ راست کیطرف کھینچ اسکے باعث تجھکو بڑی سلطنت ملیگی اور عذاب دردناک سے محفوظ رہے گا پس جنت والون کے حال مین فکر کر کہ ان کے چہرون پر آرام کی تازگی ہوگی اور شراب سربمہر پلائی جاتی ہوگی اور یاقوت سرخ کے

وانکو اس پچھتاوے کے دن کا جب فیصل ہوچکیگا کام اور وہ بھول رہے ہین اور وہ یقین نہین لاتے [illegible]

منبرون پر دُر شاداب اور سفید کے خیمون مین بیٹھے ہونگے جن مین بچھونے سبز چھاپہ کے بچھے ہوے اور تختون پر تکیے لگے ہوے
ہونگے اور وہ خیمے شراب اور شہد کی نہرون کے کنارون پر کھڑے ہوے اور غلامون اور بچون سے بھرے ہوے اور
گوری گوری عورتون بڑی آنکھ والیون سے آراستہ خوش خلق اور خوبصورتون سے مزین ہونگے وہ حورین ایسی ہونگی گویا
یاقوت اور مونگا ہین اور انکو ان جنتیون سے پیشتر کسی نے پہلے نہین رکھا ہوگا جنت کے درجون مین خرام ناز کرینگی اور جب انمین سے
کوئی حور تبختر کرے گی تو اسکے دامنون کو ستر ہزار لڑکے اٹھاوینگے اور انپر سفید حریر کی چادرین ایسی ہونگی کہ جنکو دیکھکر آنکھین دنگ
ہون موتی اور مونگے سے جڑی ہوے تاج ان کے سر پر ہونگے آنکھون مین سرخ ڈورے ناز کی تپلیان عطر بیز بڑھاپے اور مفلسی سے
نامون لعل کے محلون مین پردہ نشین نیچی نگاہ والیان ہونگی انکے مکان جنت کے باغون کے بیچ بیچ بنے ہونگے پھر ان مردون اور عورتون پر
آبخورون اور بدھنیونکا دورہ ہوگا اور شراب خالص اور سفید پینے والون کو جس سے لذت ہو اسکے پیالے ان مین چلینگے اور ان
پیالون کو ان مین لڑکے خالص موتی جیسے لیے پھرینگے یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہوگا کہ چین کے مقام مین باغون اور چشمون کے درمیان
بستانون اور نہرون کے بیچ مین سچی بیٹھک مین اپنے بادشاہ ذی اقتدار کے پاس بیٹھے اسکی صورت کریم کو تاکتے ہونگے
اور اس لذت کی شادابی ان کے چہرے سے چمکتی ہوگی نہ انپر گرد ہوگی نہ ذلت بلکہ بندہ ہاے معزز ہونگے اور طرح طرح کے
تحفون سے پروردگار کیطرف سے ان کی خبرگیری ہوتی ہوگی غرضکہ اپنی خاطر خواہ آرزؤن مین سلامت رہینگے نہ کسیکا خوف ہوگا
نہ غم کرینگے اور موت کے شبہے سے محفوظ رہکر جنت مین چین کرینگے اور اسکی غذاؤن مین سے کھاوینگے اور نہرون مین
سے دودھ اور شراب اور شہد پوینگے ان نہرون کی زمین چاندی کی ہوگی اور کنکر مین مونگے کی اور مٹی مشک اذفر کی اور
سبزہ زعفران کا اور بادل جو اسمین برسے گا اسمین پانی شیرین کافور کے ٹیلون پر چڑھیگا اور آبخورے جو ملینگے تو موتیون اور لعل
اور مونگے سے جڑے ہونگے اور ان مین شراب سر بمہر جسمین سلسبیل شیرین کی ملونی ہوگی دیجاوینگی پیالے ایسے ہون گے کہ ان کے جوہر
کی صفائی کے باعث شراب کی سرخی اور لطافت ان مین سے صاف عیان ہوگی انکو کسی آدمی نے نہین بنایا جسکی بناوٹ مین
کسی طرح کا قصور اور فتور رہا ہو اور ایسے خادم کے ہاتھ مین ہونگے جسکے چہرے کی جوت سورج کی جوت کے مشابہ ہو مگر سورج مین وہ
صورت کی ملاحت اور زلفون کی خوبی اور آنکھون کی ملاحت کہان پس تعجب ہے اس شخص سے کہ ایسے گھر پر ایمان رکھتا ہو
اور یقین رکھتا ہو کہ اسکے باشندے نہین مرینگے اور جو اسمین جاویگا اسپر درد اور مصیبت نہ آویگی اور نہ کوئی حادثہ انکا تغیر و
تبدل اسکے باشندون کیطرف دیکھیگا تو وہ شخص ایسے دار فانی مین کیسے دل لگاتا ہے جسکے خراب کرنیکا حکم خدا تعالے نے دیا ہے اور
اسکو زندگی یہان کی کیسے خوشگوار معلوم ہوتی ہے بخدا کہ اگر بالفرض جنت مین بجز تندرستی اجسام کے اور موت اور بھوک اور پیاس وغیرہ
حوادث سے محفوظ رہنے کے اور کچھ نہ ہوتا تب بھی لائق تھا کہ دنیا کو اسکے سبب سے چھوڑ دیا جاوے اور ایسی چیز کو جسکا
منقطع ہوجانا اور مکدر رہنا ضروری ہے جنت پر ترجیح نہ دیجاوے اور جس صورت مین کہ جنت والے بادشاہ سب باتون سے
امون اور ہر ایک طرح کی خوشی سے بہرہ ور ہون اور سب دل چاہتی باتین انکو میسر ہون اور ہر روز صحن عرش مین حاضر ہوکر

دیدار الہی کی وہ لذت پاتے ہون جو تمام لذات جنت سے اعلیٰ اور اشرف بلکہ اسکے سامنے ان کی کچھ اصل ہی نہین اور ہمیشہ اسی آسایش اور اقسام آرام مین گذارتے ہون اور زوال سے بیخوف ہون تب تو دنیا مین دل لگانا کمال ہی حماقت ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے جنت والو تمکو وہ تندرستی ہے کہ کبھی بیمار نہوگے اور تمکو وہ زندگی ہے کہ کبھی نہ مروگے اور تم کو وہ جوانی ہے کہ کبھی بوڑھے نہوگے اور تمکو وہ تونگری ہے کہ کبھی محتاج نہوگے تو یہی اللہ تعالیٰ کا فرمانا ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموہا بما کنتم تعملون اور جب تمکو جنت کی کیفیت دریافت کرنی منظور ہو تو قرآن مجید کو پڑھو کہ اس سے زیادہ اور کوئی بیان نہین اور اس آیت ولمن خاف مقام ربہ جنتان سے لیکر آخر سورۂ رحمٰن تک تلاوت کرو اور سورۂ واقعہ وغیرہا کو پڑھو اور اگر یہ منظور ہو کہ احادیث سے جنت کی صفات کی تفصیل معلوم کرو تو حدیث کی رو سے کئی امور جنت کے قابل طلب ہین **اول** جنتون کے شمار ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آیت مذکورۂ بالا کی تفسیر مین ارشاد فرماتے ہین کہ وہ دونون جنتین چاندی کی ہونگی ان کے برتن اور انمین کی چیزین سب چاندی کی ہونگی اور دو جنتین مع برتنون اور اپنے اندر کی چیزون کے سونے کی ہونگی اور لوگون مین اپنے پروردگار کے دیکھنے مین بجز چادر کبریا کے اور کوئی چیز حائل نہین ہوگی وہ چادر اس کی وجہ کریم پر جنت عدن مین ہے **دوم** جنت کے دروازون کو تامل کرو کہ وہ موافق اصول طاعات کے بہت ہین جسطرح کہ دوزخ کے دروازے موافق اصول معاصی کے کئی ہین حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال مین خدا تعالیٰ کی راہ مین دو جوڑے خرچ کریگا وہ جنت کے دروازون مین سے بلایا جاوے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہین پس جو کوئی نمازی ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے پکارا جاویگا اور جو شخص روزہ دار ہوگا وہ باب الریان سے پکارا جاوے گا اور جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا وہ باب الصدقہ سے بلایا جاویگا اور جو اہل جہاد ہوگا وہ باب الجہاد سے بلایا جاوے گا پس حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور ہے کہ کوئی کسی دروازے سے بلایا جاویگا الا کوئی ایسا بھی ہے کہ ان سب دروازون سے بلایا جاوے آپ نے فرمایا کہ ہان ایسے لوگ بھی ہونگے کہ جنت کے سب دروازون سے بلائے جاوین اور مجھکو توقع ہے کہ تو ان مین سے ہے اور عاصم بن ضمرہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت علیؓ نے دوزخ کا ذکر فرمایا اور اس کے باب مین ایسی طویل تقریر کی کہ مجھکو یاد نہین بعد اسکے یہ آیت پڑھی وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمرا اور فرمایا کہ جب یہ لوگ اسکے کسی دروازے پر پہونچینگے تو اسکے پاس درخت دیکھینگے جسکی جڑ کے پاس دو چشمے بہتے ہونگے وہ بموجب حکم کے ان دونون مین سے ایک کا قصد کرینگے اور اسکا پانی پیوینگے اسکے پیتے ہی پیٹ مین جو ایذا یا حاجت ہوگی وہ جاتی رہیگی پھر دوسرے چشمے کی طرف قصد کرینگے اور اس سے نہاوینگے انپر راحت کی شادابی عیان ہوگی پھر کبھی انکے بالون مین فرق نہ پاویگا اور الجھنے اور میلے ہونے نہ پاوینگے ہر وقت ایسے معلوم ہونگے کہ تیل پڑا ہوا ہے پھر جنت تک پہونچینگے تو جنت کے داروغہ ان سے کہینگے سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین پھر اپنے لڑکے ملینگے اور انکا گرد ایسا لینگے جیسے کوئی رشتہ دار دنیا مین دور سے آیا کرتا ہے اور اسکے گرد ہوا کرتے ہین وہ لڑکے

ا؎ مسلم بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و ابوسعید ۱۲ ؎ اور آواز ہوگی کہ یہ جنت ہے وارث ہوے تم اس کے بدلا اپنے کامونکا

٣٣؎ ابن ابی الدنیا ... ہونے سے پہلے ... ۱۲ ٣٤؎ بخاری و مسلم بروایت ابوموسیٰ ۱۲ ٣٥؎ بخاری و مسلم ... ۱۲ ... ابن ابی شیبہ ... ۱۲

انسے کہینگے کہ تجھکو بشارت ہو اُس کرامت کی کہ خداے تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کی ہو پھر ایک لڑکا ان لڑکون مین سے جاکر اس جنتی کی کسی حور سے کہیگا کہ فلان شخص آیا ہو اور وہی نام لیگا جو دنیا مین اسکا تھا وہ کہیگی کہ تو نے اسکو دیکھا ہو لڑکا کہیگا کہ ہان دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے آتا ہو وہ حور خوشی کے مارے اچھلنگی اور اپنے دروازے کی دہلی پر پیشوائی کو آ کھڑی ہوگی جب جنتی اپنے گھر مین داخل ہوگا تو دیکھیگا کہ پتھرون کی جگہ موتی ہین اور انپر ایک عمارت عالیشان سرخ زرد سبز ہر ایک رنگ کی بنی ہو پھر اپنا سر اٹھاویگا تو چھت بجلی سی چمکتی نظر آویگی اور اگر خداے تعالیٰ نظر کو قدرت نہ دیتا تو کیا عجب تھا کہ اسکی چمک سے نظر جاتی رہتی پھر اپنی نظر کو نیچی کرے گا تو دیکھیگا کہ اسکی بیبیان ہین اور پیالے رکھے ہوے اور فرش بچھے ہوے اور تکیے لگے ہوے ہین پھر تکیہ لگاکر کہیگا کہ خداے تعالیٰ کا شکر ہے جسنے ہم کو اسپر ہدایت کی اگر خداے تعالیٰ ہدایت نہ فرماتا تو ہم اس قابل نہ تھے کہ راہ پاتے پھر ایک منادی پکاریگا کہ تم زندہ رہوگے کہ کبھی نہ مروگے اور ٹھہروگے کہ کبھی سفر نہ کروگے اور تندرست رہوگے اسطرح کہ کبھی بیمار نہوگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز مین جنت کے دروازے پر آکر اسکو کھلواؤن گا داروغہ کہے گا کہ تم کون ہو مین کہون گا کہ محمد ہون وہ کہے گا کہ مجھ کو بھی حکم ہے کہ آپ سے پیشتر کسی کے لیے دروازہ نہ کھولون تیسری جنت کی کوٹھریون مین تامل کرو اور ان کے درجون کی بلندی مختلف ہونے کو دیکھو کہ آخرت مین بڑے بڑے درجے اور فضیلتین ہین اور جس طرح کہ آدمیون مین ظاہر کی طاعتون اور باطن کی عمدہ عادتون مین فرق بین ہوتا ہے اسی طرح جوان کو ثواب ملے گا اس مین تفاوت ہوگا پس اگر کسی کو یہ منظور ہو کہ مجھے سب سے اعلیٰ درجہ ملے تو چاہیے کہ اسباب مین کوشش کرے کہ کوئی شخص اس سے خداے تعالیٰ کی طاعت مین بڑھنے نہ پاوے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی اسباب مین حرص کرنے کا حکم دیا ہو چنانچہ ارشاد ہے سابقوا الی مغفرۃ من ربکم اور فرمایا وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور تعجب یہ ہو کہ اگر آدمی پر اسکے ہمسر یا ہمسایے روپیہ مین خواہ اونچا مکان بنانے مین بڑھ جاوین تو یہ امر اسپر شاق ہو اور اس سے نہایت دل تنگ ہو اور حسد کے مارے زندگی تلخ ہو جاوے اور جنت مین عمدہ حال یہ ہوگا کہ بہت سے اسطرح کے ہون گے کہ اس سے ایسی لطیف باتون مین بڑھے ہون گے کہ جنکے سامنے تمام دنیا کی کچھ اصل نہین چنانچہ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے کوٹھریون والون کو اپنے اوپر ایسا دیکھینگے جیسے تم ستارے کو مشرق اور مغرب کے کنارے مین جاتا دیکھتے ہو اور وہ اسواسطے ایسے نظر آوینگے کہ جنت والون مین اور ان مین رتبے کی رو سے بہت فرق ہوگا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ مراتب انبیا ہی کے ہونگے انکے سوا اورون کو نہ ملینگے آپ نے فرمایا کہ کیون نہین ملینگے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے اس رتبے والے وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولون کی تصدیق کی اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا کہ بلند درجے والون کو ان کے نیچے کے لوگ ایسے دیکھینگے جیسے تم آسمان کے کسی کنارے سے ستارے کو نکلتے دیکھتے ہو اور ابو بکرؓ اور عمرؓ انھین بلند درجے والون مین سے ہین اور فضل مین بڑھ کر ہین۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمسے فرمایا کہ تم سے مین جنت کی کوٹھریون کا بیان کرون مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ پر ہمارے مان باپ فدا ہون آپ نے فرمایا کہ جنت مین

۷۴ بخاری و مسلم نے روایت کیا ۱۴۶

۷۵ ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابو سعید ۱۶۲ ابو نعیم بروایت حسن بن جابر ۱۲

کھڑکیان ہین جواہر کی قسم سے جنہین سے اندر کی چیز باہر اور باہر کی چیز اندر معلوم ہوتی ہے اور ان مین راحت اور لذت اتنی ہے کہ نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی نہ کسی آدمی کے دل مین گذری مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ کھڑکیان کن لوگون کو ملینگی آپ نے فرمایا ان لوگون کو جو اسلام کو پھیلاوین اور کھانا کھلاوین اور ہمیشہ روزہ رکھین اور رات کو لوگون کے سوتے ہوے نماز پڑھین راوی کہتے ہین کہ ہم نے عرض کیا کہ ان باتون کی طاقت کس کو ہے آپ نے فرمایا کہ میری امت اسکی طاقت رکھتی ہے اور اب مین تم کو اسکا حال بتاتا ہون جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے ملے اور اسکو سلام کرے خواہ سلام کا جواب دے تو اسنے اسلام کو پھیلایا اور جسنے اپنے گھر والون اور کنبے کو آتنا کھانا کھلایا کہ انکا پیٹ بھر دیا تو اسنے کھانا کھلایا اور جس نے رمضان کے روزے رکھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھ لیے اسنے ہمیشہ روزے رکھے اور جسنے نماز عشا اور نماز فجر جماعت سے پڑھی اسنے رات کو نماز پڑھی کہ لوگ سوتے ہوتے ہین یعنی یہود اور نصاری اور مجوس اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے ومساکن طیبۃ فی جنات عدن آپ نے فرمایا کہ مساکن سے غرض موتی کے محل ہین ہر محل مین ستر گھر لعل سرخ کے ہین اور ہر گھر مین ستر کوٹھریان ہین سبز زمرد کی ہر کوٹھری مین ستر تخت ہین ہر تخت پر ستر فرش ہر رنگ کے ہین ہر فرش پر ایک بی بی حورعین مین سے ہے ہر کوٹھری مین ستر دستر خوان ہین ہر دستر خوان پر ستر رنگ کا کھانا ہے ہر کوٹھری مین ستر لونڈیان ہین اور ایمان دار کو ہر روز اتنی طاقت عنایت ہوگی کہ ان سب سے ہمبستر ہو جاوے چوتھی جنت کی دیوار اور زمین اور درخت اور نہرون مین تامل کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیے کہ جو اسمین رہینگے وہ کیسے اسکی صورت دیکھکر خوش ہون گے اور جو لوگ اس سے محروم رہینگے انکو کیسی کچھ حسرت ہوگی کہ اسکے بدلے مین دنیا پر قناعت کی حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی دیوار کی ایک اینٹ چاندی کی اور ایک سونے کی اور اسکی مٹی زعفران ہے اور گارا مشک اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا سفید میدا مشک خالص ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جسکو یہ منظور ہو کہ آخرت مین خداے تعالی شراب پلاوے تو چاہیے کہ دنیا مین شراب نہ پیوے اور جسکو یہ منظور ہو کہ خداے تعالی اسکو آخرت مین حریر پہناوے تو چاہیے کہ دنیا مین حریر کا پہننا ترک کرے جنت کی نہرین مشک کے ٹیلون یا مشک کے پہاڑون کے نیچے سے نکلتی ہین اور اگر جنت کے لوگون مین سے کسی کے پاس سب سے کمتر زیور ہو اور وہ تمام دنیا کے زیور سے مقابلہ کیا جاوے تو جو زیور کہ اللہ تعالی آخرت مین دے گا وہ تمام دنیا کے زیور سے اچھا ہوگا اور حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین ایک درخت ایسا ہے کہ اگر سوار اسکے سایے مین سو برس چلے تب بھی اسکو تمام نہ کر پاوے اگر چاہو تو قرآن مجید مین سے وظل ممدود پڑھ لو اور حضرت ابو امامہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالے ہم کو اعراب اور انکے مسائل سے نفع دیتا ہے ایک بار ایک اعرابی آیا اور اسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین درخت ایذا دہندہ

لت اور ستھرے گھر بسنے کو باغون مین ۱۲ ۲۱ ابن حبان در کتاب العظمت بروایت حسن عن ابی ہریرہ اور حسن بصری کا سماع حضرت ابوہریرہ سے ثابت نہین ۱۲ ۲۱ ترمذی

باختلاف بسند ضعیف و بزار موقوفا علی ابی سعید ۱۲ ۲۴ مسلم بروایت ابوسعید اور سائل کا نام ابن صیاد ہے ۱۲ ۲۵ طبرانی در اوسط و نسائی ۱۲ اور صحیحین مین بروایت انس ۱۲ ۲۶ عقیلی در ضعفا بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۲۷ طبرانی در اوسط بروایت ابوہریرہ ۱۲ ...

کو ذکر فرمایا ہے اور مجھے معلوم نہ تھا کہ جنت مین کوئی درخت ایسا بھی ہے جو جنتی کو ایذا دے آپ نے فرمایا کہ وہ کونسا درخت ہی اسنے عرض کیا کہ بیری ہے جس مین کانٹے ہوتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعہ نے فرمایا ہے فی سدر مخضود اللہ تعہ اس کے کانٹے کاٹ دیگا اور ہر کانٹے کی جگہ ایک پھل لگا دیگا کہ ہر پھل مین سے بہتر طرح کا مزہ ہوگا اور ایک دوسرے سے ملتا نہ ہوگا اور جریر بن عبداللہ رض کہتے ہین کہ ہم صفاح مین ٹھہرے دیکھا تو ایک شخص درخت کے نیچے سوتا ہے اور دھوپ اسپر آنے کو تھی مین نے غلام سے کہا کہ یہ چمڑے کا بچھونا لیجا اور انپر سایہ کر لے اسنے جاکر سایہ کر لیا جب وہ جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رض ہین مین نے ان کی خدمت مین جاکر سلام کیا آپ نے فرمایا کہ اے جریر اللہ کے واسطے تواضع کر جو شخص دنیا مین خدائے تعہ کے واسطے تواضع کرتا ہے اللہ تعہ اسکو قیامت مین بزرگی دیتا ہے تجھ کو معلوم ہے کہ قیامت مین تاریکیان کیا ہونگی مین نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ لوگون کا آپس مین ایک دوسرے پر ظلم کرنا پھر ایک چھوٹی سی لکڑی اٹھائی کہ چھوٹے ہونے کی جہت سے گویا مجھے معلوم نہوتی تھی پھر فرمایا کہ اے جریر اگر تو اسکے موافق جنت مین ڈھونڈھیگا تو نہ لکڑی پاویگا مین نے عرض کیا کہ پھر خرما کے درخت اور دوسرے پیڑ کہان جاوینگے فرمایا کہ وہ لکڑی کے نہونگے ان کی جڑین موتی اور سونے کی ہونگی اور انکے اوپر پھل ہونگے پانچوین اہل جنت کے لباس اور فرش اور تخت اور مسند اور خیمون کو تامل کرو اللہ تعہ فرماتا ہی یحلون فیہا من اساور من ذہب ولؤلؤا ولباسہم فیہا حریر اسیطرح آیتون مین اسکی تفصیل بہت ہے اور حدیثون مین بھی تفصیل آئی ہی چنانچہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنت مین داخل ہوگا وہ نعمت دیا جاویگا کہ نہ محتاج ہوگا نہ کپڑے پرانے ہونگے نہ جوانی گھٹے گی اور جنت مین وہ نعمتین ہونگی جو نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی نہ کسی آدمی کے دل مین گذرین اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے جنتیون کے کپڑون کا حال بیان فرمائیے کہ وہ مخلوق ہونگے یا کہ پیدا کر دیے جاوینگے یا بناوٹ ہوگی کہ بنے جاوینگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور بعض لوگ ہنسنے لگے آپ نے فرمایا کہ تم کیون ہنستے ہو کیا اس سے ہنستے ہو کہ جو شخص نہین جانتا وہ جاننے والے سے پوچھتا ہی پھر فرمایا کہ جنت کے میوون مین سے نکلا کرینگے دوبارہ اسکو ارشاد فرمایا اور حضرت ابوہریرہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ اول گروہ جو جنت مین داخل ہوگا انکی صورتین چودھوین رات کے چاند سی ہونگی وہ نہ جنت مین تھوکینگے نہ چھینکین گے نہ پاخانہ پھرینگے انکے برتن اور کنگھیان سونے چاندی کی ہونگی اور انکا پسینہ مشک کا ہوگا ہر ایک کے لیے ان مین سے دو بیبیان ہونگی جنکی پنڈلیون کا مغز گوشت مین سے حسن اور لطافت کے باعث معلوم ہوتا ہوگا نہ آپس مین اختلاف رہیگا نہ دلون مین بغض بلکہ یکدل ہوکر صبح شام خدائے تعہ کی تسبیح کرینگے اور ایک روایت مین آیا ہی کہ ہر ایک بی بی پر ستر لباس ہونگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر مین یحلون فیہا من اساور من ذہب فرمایا کہ ان لوگون کے تاج ایسے ہونگے کہ ان مین کے ادنی موتی کی چمک پورب سے لیکر پچھم تک روشن کر دے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ خیمہ جنتیون کا موتی بیچ مین سے خالی ہوگا جسکی اونچائی ساٹھ میل کی ہوگی اسکے ہر ایک گوشے مین مومن کی گھر والی

[Margin notes, partly legible:] ۔۔۔ بیری کی ۔۔۔ درخت کا ۔۔۔ صحابی ۔۔۔ ابن عمر ۔۔۔ سلمان فارسی ۔۔۔ تم تو نکہ نہین ہو اسکو بخاری و مسلم نے بروایت ابوہریرہ دوسری حدیث مین روایت کیا ہے ۱۲ ۔۔۔ ترمذی بروایت ابوسعید اور یہی آیت ۔۔۔ بخاری و مسلم ۔۔۔ بروایت ابوموسی اشعری

ہوگی جسکو دوسری نہ دیکھین گی یہ روایت بخاری نے اپنی کتاب مین لکھی ہے حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہین کہ خیمہ موتی مجوف ہے اسکا طول وعرض ایک فرسخ کا اور چار ہزار دروازے سونے کے ہونگے اور حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی مین وفرش مرفوعہ ارشاد فرمایا ہے کہ فاصلہ درمیان دو فرشون کے اتنا ہوگا جتنا آسمان اور زمین مین ہے چھٹی جنت والون کے کھانے مین تامل کرو کھانے کا حال قرآن مجید مین مذکور ہے کہ میوے اور موٹے پرند اور من وسلوی اور شہد اور دودھ اور بہت سے اقسام بیشمار ہونگے اللہ تعالے فرماتا ہے کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل واتوبہ متشابہا اور اہل جنت کے پینے کی چیز کا حال بھی خدا تعالے نے بہت سی جگہون مین ذکر فرمایا ہے اور ثوبان مولی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہتے ہین کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کھڑا تھا کہ ایک عالم علمائے یہود مین سے آیا اسنے چند سوال پوچھے یہانتک کہ پوچھا کہ پل صراط پر لوگون مین سے اول کون اتریگا آپ نے فرمایا کہ فقرائے مہاجرین یہودی نے پوچھا کہ جب وہ جنت مین جاوینگے انکو تحفہ کیا ملیگا آپ نے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کے کباب اسنے عرض کیا کہ اسکے بعد انکی غذا کیا ہوگی آپ نے فرمایا کہ جنت کا بیل جو اسکے کنارون مین کھاتا پھرتا ہے وہ انکے لیے ذبح ہوگا اسنے پوچھا کہ اسپر پانی کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ جس چشمے کا نام سلسبیل ہے اسمین سے پانی پیوینگے اس نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین اور زید بن ارقم فرماتے ہین کہ ایک شخص یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابو القاسم آپ فرماتے ہین کہ نہین کہ جنت کے لوگ اسمین کھاوینگے اور پیوینگے اور اپنے یارون سے کہا کہ اگر آپ اس امر کا مجھ سے اقرار کرینگے تو مین اعتراض کرونگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ جنتیون مین سے ایک ایک کو طاقت سو مردون کے کھانے اور پینے اور صحبت کی عنایت ہوگی یہودی نے کہا جو شخص کھاوے پیویگا اسکو پاخانے کی احتیاج ہوگی آپ نے فرمایا کہ پاخانے کی عوض مین یہ ہوگا کہ ان کے پوست سے پسینا مشک کے مانند بہیگا اور پیٹ صاف ہوجاوے گا اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جنت مین پرند کو دیکھکر اسکی خواہش کریگا تو وہ تیرے سامنے تیج ہوکر بھن جاوے گا اور حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین کچھ پرند مثل بختی اونٹ کے ہین حضرت ابو بکر رضؓ نے عرض کیا کہ وہ خوب ہین یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ انسے خوب زیادہ وہ ہے جو انکو کھاویگا اور تو اے ابو بکر ان لوگون مین سے ہے جو ان کو کھاوینگے اور حضرت عبد اللہ بن عمر اس آیت کی تفسیر مین یطاف علیہم بصحاف ارشاد فرماتے ہین کہ جنت والون پر ستر پیالون کا سونے کے دور ہوگا کہ ہر ایک مین ان مین سے نئی قسم کا کھانا ہوگا جو دوسرے مین نہوگا اور حضرت ابن مسعود رضؓ ومزاجہ من تسنیم مین فرماتے ہین کہ ملونی اصحاب یمین کے لیے ملائی جاوے گی اور مقرب لوگ اسکو خالص بے ملونی کے پیوینگے اور حضرت ابو درداؓ ختامہ مسک کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ وہ ایک سفید شراب چاندی کے مانند ہے جس سے جنت والون کی آخر شراب پہ مہر کرینگے اگر کوئی شخص دنیا والون مین سے اسمین اپنا ہاتھ ڈالے پھر باہر نکال لے تو کوئی جاندار

باقی نہ رہے کہ اسکو خوشبو اسکی نہ پہونچے ساتوین حورون اور لڑکون کی کیفیت کو سوچے قرآن مجید مین ان کے اوصاف جابجا آئے اور
احادیث مین کچھ زیادہ شرح سے وارد ہوا چنانچہ حضرت انس رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ
مین ایکبار صبح کو جانا یا شام کو جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم مین سے کسی کی مقدار قوس یا پاؤن رکھنے کی جگہ جنت مین دنیا
و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر کوئی عورت جنت والون کی عورتون مین سے زمین کی طرف آجاوے تو آسمان و زمین کے درمیان اجالا ہو جاوے
اور خوشبو سے بھر جاوے اور اسکے سر کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی کانہن الیاقوت والمرجان کی تفسیر مین ارشاد فرمایا ہے کہ ان کی صورتین پردے مین
سے آئینہ سے بھی صاف نظر آوین گی اور ان کے زیور مین سے ادنی موتی مشرق سے لیکر مغرب تک روشن کر دیگا اور
ان پر ستر کپڑے ایسے ہونگے جنمین سے آدمی کی نظر پار ہو جاویگی یہانتک کہ انکی پنڈلیون کا مغز ان کے اندر سے معلوم ہوگا
اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جنت کے اندر مین ایک جگہ مین
گیا جسکو بیذخ کہتے ہین اسپر موتی اور سبز زبرجد اور لعل سرخ کے خیمے تھے ان کی عورتون نے مجھے کہا کہ السلام علیک یا رسول
اللہ مین نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آواز کن عورتون کی ہے انھون نے کہا کہ یہ عورتین خیمون مین پردہ نشین ہین انھون نے
اپنے پروردگار سے آپکو سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی چنانچہ ان کو اجازت مرحمت فرمائی پس وہ کہنے لگین کہ ہم راضی ہین کبھی
ناراض نہونگے اور ہم ہمیشہ رہنے والیان ہین کبھی سفر نہ کرینگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی حور مقصورات فی الخیام
اور حضرت مجاہد وازواج مطہرۃ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ پاک سے غرض حیض اور بول و براز اور تھوک اور رینٹ اور منی اور جننے سے
ہے کہ ان سب سے پاک ہون گی اور اوزاعی فی شغل فاکہون کے ذکر مین فرماتے ہین کہ ان کا کام باکرہ عورتون کی بکارت دور
کرنے کا ہوگا اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنت والے جماع بھی کرینگے آپ نے فرمایا
کہ ایک شخص کو ان مین سے ایک دن مین اتنی قوت ملیگی کہ تم مین سے ستر مردون سے زیادہ ہو اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض
فرماتے ہین کہ اہل جنت مین سے ادنی مرتبہ وہ شخص ہوگا کہ اسکے ساتھ ہزار خادم ہون گے اور ہر خادم کو وہ کام ہوگا جو دوسرے کو
نہوگا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت مین سے ایک شخص پانسو حورون اور چار ہزار باکرہ عورتون اور آٹھ
ہزار مرد رسیدہ عورتون سے نکاح کریگا اور ان مین سے ہر ایک سے اتنا معانقہ کریگا جتنا دنیا مین جیا ہوگا اور ایک حدیث مین ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ جنت مین ایک بازار ہے کہ اس مین خرید و فروخت کچھ نہین بجز مردون اور عورتون کی صورتون کے پس جب
کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کریگا تو اس بازار مین جاویگا اور اس مین حورعین بڑی آنکھ والیون کے جمع ہونے کی جگہ ہے وہ
ایسی بلند آواز سے کہتی ہین کہ لوگون نے ایسی نہین سنی ہم ہمیشہ رہینگی کہ فنا نہونگی اور ہم نعمت والی ہین کہ محتاج نہونگی اور ہم
خوش ہین کہ کبھی خفا نہونگی پس اچھا ہے وہ شخص جو ہمارا ہو اور ہم اسکی ہون۔ اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ حورین جنت مین گاتی ہین اور کہتی ہین کہ ہم خوبصورت لونڈیان ہین اور کریم مردون کے لیے ہم کو چھپا رکھا ہے

باتیں باتیں کرتی ۱۲ کا ... ترمذی ... روایت ... اور اس مین ذکر بازار کا نہین ۱۲ ... اصل ... جہان ... ۱۲

اور یحییٰ بن کثیرؒ فی روضۃ یحبرون میں فرماتے ہیں کہ جنت میں راگ ہوگا۔ اور ابوامامہ باہلی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ جنت میں داخل ہوتا ہے اس کے سر اور پاؤں کے پاس دو حوریں بہشتی بیٹھکر نہایت خوش آوازی سے گیت سناتی ہیں جس کو انسان اور جن سنتے ہیں اور وہ گیت مزمار شیطان یعنے شعر نہیں ہوتا بلکہ خدا کے تقویٰ کی حمد اور تقدس کا حال ہوتا ہے

چودھواں بیان چند متفرق اوصاف اہل جنت کے جو احادیث میں وارد ہیں حضرت اسامہ بن زیدؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ سنو کوئی ہے کہ جنت کی تیاری کرے جنت کو کچھ خطرہ نہیں وہ بخدا کعبہ ایک نور ہے تابان اور ایک گلدستہ ریحان اور محل مضبوط اور نہر جاری اور میوے پکے ہوئے کثرت سے اور زوجہ خوبصورت صاحب جمال خوشی اور نعمت میں مقام ابد میں یا مقام نصرت میں مکان عالیشان محفوظ میں لوگوں نے عرض کیا کہ ہم ہیں اسکی تیاری کرنے والے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہو انشاء اللہ تعالیٰ پھر آپ نے جہاد کا ذکر فرمایا اور اسکی رغبت دلائی۔ اور ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ جنت میں گھوڑا بھی ہوگا کہ وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تجھ کو گھوڑا پسند ہو تو یاقوت سرخ کا گھوڑا تجھے ملیگا کہ جنت میں جہاں تو چاہے تجکو لیے ہوئے اڑتا پھریگا اور ایک اور شخص نے آپ سے پوچھا کہ بھلا جنت میں اونٹ بھی ہوگا آپ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا جب تو جنت میں داخل ہوگا تو جو تیرا نفس چاہے گا اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت ہو وہ سب کچھ ملیگا اور حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی کا دل چاہیگا تو اسکے اولاد ہوگی اور اسکا حمل اور وضع حمل اور جوانی ایک ساعت میں ہوجاوے گی اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اہل جنت جنت میں ٹھہر جاوینگے تو بھائی بھائیوں کے مشتاق ہونگے پس ایک کا تخت دوسرے کے پاس جاوے گا اور ملاقات کرینگے اور وہ باتیں کرینگے جو دنیا میں دونوں میں ہوتی تھیں ایک کہیگا کہ بھائی تجھے یاد ہے کہ فلاں روز فلاں مجلس میں ہم نے خدا سے تو سے دعا مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بخشدیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اہل الجنۃ جرد مرد بیض جعاد مکحولون ابناء ثلث وثلثین علی خلق آدم طولہم ستون ذراعا فی عرض سبعۃ اذرع اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اہل جنت میں سے ادنیٰ وہ ہوگا جسکے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیاں ہونگی اور اسکے لیے ایک خیمہ موتی اور زبرجد اور یاقوت کا اتنا بڑا کیا جاویگا جتنا فاصلہ جابیہ اور صنعا کے درمیان ہے اور ان کے سروں پہ تاج ہونگے اور ان میں کا ادنیٰ موتی پورب پچھم تک کو روشن کردیگا اور فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو اسکے اناروں میں کا انار مثل بکری اونٹ پالان کسے ہوئے کے تھا اور اسمیں کا پرند مثل بختی اونٹ کے اور اسی میں ایک لونڈی کو دیکھا اور اس سے میں نے پوچھا کہ تو کس کی ہے اسنے کہا کہ زید بن حارثہ کی ہوں اور جنت میں جو چیز نظر پڑی وہ ایسی ہی تھی کہ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل میں گذری اور

دلتا باغ میں ہیں انکی آؤ بھگت ہوتی ہے ۱۲ ۲ ح ترمذی نے کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے بروایت ابو ایوب اور کہا ہے کہ اسکی سند قوی نہیں ۱۲
۳ ح ترمذی نے بروایت بریدہ ایک حدیث کے اثنا میں نقل کیا ہے ۱۲ ۴ ح ابن ماجہ بروایت ابوسعید ۱۲ ۵ ح جنت والے

حضرت کعب رضؓ فرماتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور جنت کے درخت اپنے ہاتھ سے لگائے پھر اسکو کہا کہ بول جنت نے کہا کہ قد افلح المومنون یعنے ایمان دارون کی بن ٹہری پس جنت کی یہ صفتین ہین جن کو ہم نے اول مجملاً بیان کیا پھر مفصل نقل کیا۔ اور حضرت حسن البصریؒ نے ان سب کو ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اسکے انار ڈول جیسے ہین اور اسکی نہرین ایسے پانی کی ہین جو نہین سڑتا اور وہ نہرین دودھ کی ہین جسکا مزہ نہین بدلتا اور وہ نہرین شہد صاف کی جسکو آدمیون نے صاف نہین کیا اور نہرین ایسی شراب کی ہین جو پینے والون کو مزہ دے نہ نیند سے اسکا سر دکھے نہ اس سے سرون مین درد ہو اور جنت مین وہ بہار ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی بشر کے دل مین گذری اسکے لوگ بادشاہ نعمت والے تینتیس برس کے ایک ہی سن مین ہونگے انکا قد ساٹھ ہاتھ کا سرمہ لگائے بدن بالون سے صاف پھر سبزے سے خالی ہوگا عذاب سے امن ٹھکرون سے اطمینان اور اسکی نہرین یاقوت اور زبرجد کے سنگریزون پر پھرتی ہین اور اسکے درخت اور رگین اور انگور موتی ہین اور پھلون کا احوال سوا خدا کے تعالےٰ کے اور کوئی نہین جانتا اور اسکی خوشبو پانسو برس کی راہ سے پائی جاتی ہے اور جنت والون کو جنت مین گھوڑے اور اونٹ تیز قدم اور سبک رفتار ملینگے جنکی کاٹھیان اور باگین اور زین یاقوت کے ہونگے جنت مین سیر کرینگے اور انکی بیبیان حورین ہرن کی جیسے موتی لپٹا ہوا یعنی قطرہ اور دستہ مالی کے سبب سے محفوظ اور وہ عورت اپنی دونون انگلیون مین ستر لباس پکڑ کر پہنیگی اور اسکی پنڈلی کا مغز ان سب لباسون کے اندر سے معلوم ہوگا اللہ تعالےٰ نے اخلاق کو برائی سے پاک فرمایا اور جسمون کو موت سے نہ جنت مین ناک صاف کرینگے نہ بول و براز کرینگے بلکہ ان کی عوض مین ڈکار اور پسینا مثل مشک کے ہوگا انکا رزق صبح و شام اسمین ملیگا اگرچہ رات نہوگی جو صبح شام ہو اور شام صبح پر نوبت بنوبت آتی رہے اور سب سے آخرین جو شخص جنت مین داخل ہوگا اور مرتبے مین سب سے کم ہوگا اسکا یہ حال ہوگا کہ آنکھ اسکی سو برس کی راہ تک دیکھنے لگیگا اور اسکی سلطنت چاندی سونے کے محلون اور موتی کے خیمون مین اسیقدر فاصلے تک ہوگی اور اسکی آنکھ کو قدرت دیجاویگی کہ دور اور نزدیک کی چیزین یکسان دیکھے صبح کو بھی جنت والون کے پاس ستر ہزار سونے کے پیالے لائے جاوینگے اور شام کو بھی اتنے ہی موجود ہونگے اور ہر پیالے مین جداہی کھانا ہوگا اور وہ اول سے لیکر آخر تک سب کا مزہ چکھینگے اور جنت مین ایک یاقوت ہے جسمین ستر ہزار گھر ہین اور ہر گھر مین ستر ہزار کوٹھریان ہین جنمین کہین نہ شگاف ہے نہ سوراخ ہے۔ اور حضرت مجاہدؒ نے فرمایا ہے کہ جنت مین ادنی مرتبہ کا شخص وہ ہوگا کہ اپنی سلطنت مین ہزار برس سفر کرے اور وہ دور و نزدیک کے اشیا کو برابر دیکھے گا اور سب مین اعلیٰ درجہ وہ ہوگا جو صبح شام اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہوگا اور حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ اہل جنت مین ایسا کوئی نہوگا جسکے ہاتھ مین تین کنگن نہون ایک سونے کا ہوگا ایک موتی کا ایک چاندی کا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہین کہ جنت مین ایک حور ہے جسکا نام عینا ہے جب وہ چلتی ہے تو اس کے دہنی اور بائین طرف سے ستر ہزار لونڈیان ساتھ چلتی ہین اور وہ کہتی ہے کہ کہان ہین وہ لوگ جو اچھی بات کا حکم کرنے والے ہین اور بری بات سے منع کرنے والے اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ دنیا کا ترک کرنا سخت کام ہے مگر جنت کا ہاتھ سے نکلنا

سب سے زیادہ سخت ہو اور دنیا کا چھوڑ دینا آخرت کا مہر ہے اور یہ بھی انھیں کا قول ہو کہ دنیا کی طلب میں نفس کی ذلت ہے اور آخرت کی طلب میں اسکی عزت تو تعجب ہو اس شخص سے کہ فانی چیز کی طلب میں ذلت کو پسند کرے اور باقی چیز کی طلب میں عزت کو ترک کرے

چہارھواں بیان خداے تعالیٰ کے وجہ کریم کی رویت اور دیدار کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہو للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ اس زیادتی سے مراد دیدار الٰہی اور شرف رویت ہو جو ایسی بڑی لذت ہو کہ اسمین جنت کی آسایش بھول جاتی ہے اور ہم نے رویت کی حقیقت باب المحبت میں بیان کی ہو اور اسکا ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے ہو بخلاف اس عقیدے کے جو اہل بدعت رکھتے ہیں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے چودھوین رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کا دیدار ایسا دیکھو گے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اسکے دیکھنے میں تم ایک دوسرے پر نہیں گرتے یعنی سب بے تکلف اور بے مشقت دیکھتے ہو پس اگر تم سے ہو سکے کہ طلوع اور غروب آفتاب سے پیشتر کی نماز سے تمکو نہ روکا جاوے تو اسکو ادا کیا کرو پھر یہ آیت پڑھی وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہو اور مسلم نے اپنی کتاب میں حضرت صہیب رضی سے روایت کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ اور فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جاوینگے تو ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل جنت تم سے خداے تعالیٰ کا ایک وعدہ ہو وہ چاہتا ہے کہ اسکو تم سے پورا کرے وہ عرض کرینگے وہ کونسا وعدہ ہو کیا ہمارے وزن بھاری نہیں کر چکا اور منہ سفید نہیں کیے اور جنت میں نہیں داخل کیا اور دوزخ سے نہیں بچایا پھر فرمایا کہ اسکے بعد پردہ اٹھا لیا جاویگا اور لوگ خداے تعالیٰ کی صورت کی طرف دیکھینگے پس یہ حال ہوگا کہ کوئی چیز انکو خداے تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب نہ ملی ہوگی اور حدیث رویت کو چند صحابہ نے بھی روایت کیا ہے غرضکہ شرف دیدار غایت خوبی اور نہایت درجہ کی نعمت ہو اور جتنی لذتوں کی شرح ہم نے اوپر کی ہو وہ اس نعمت کے آگے بھول جاتی ہیں اور اہل جنت کو جو اس نعمت دیدار کے وقت سرور ہوگا اسکی کچھ انتہا نہیں بلکہ لذات جنت کو لذت دیدار کیطرف کچھ نسبت ہی نہیں اور چونکہ ہم اسکی تفصیل باب محبت اور شوق اور رضا میں خوب لکھ چکے ہیں اسی لیے اس باب میں مختصر طور پر کچھ کہدیا پس آدمی کو چاہیے کہ جنت میں سے اسکی ہمت سواے دیدار الٰہی کے اور کسی طرف نہو اور دوسری لذتوں میں جنت کے تو بہائم بھی شریک ہیں جو چراگاہوں میں چھوٹے پھرتے ہیں

خاتمہ خداے تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کے ذکر میں اس سے فال نیک لینے کے طور پر اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فال کو محبوب جانتے تھے اور ہمارے اعمال ایسے نہیں جنسے ہم توقع مغفرت کی کرین اسی لیے ہم فال نیک لینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا انجام دنیا و آخرت میں خیر کے ساتھ کرے جیسے ہمنے اس کتاب کو اسکی رحمت کے ذکر پر تمام کیا اور وہ خود فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء اور فرمایا

جن لوگوں نے کی بھلائی انکو ہے بھلائی اور کچھ زیادتی ۱۲ [illegible]

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم اور فرمایا ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما اور ہم خداے تعم سے بخشش چاہتے ہین جہان کہین اس کتاب مین یا اور تمام ہماری کتابون مین ہمارا قدم پھسلا ہو یا قلم بہکا ہوا اور اُن اپنے قولون سے بھی آمرزش چاہتے ہین جن کے موافق ہمارے اعمال نہون اور اُس علم اور بصیرت سے جسکا دعوی ہم نے خداے تعم کے دین مین کیا ہوا اور اسمین قصور کیا ہوا اور اس علم و عمل سے جس سے ہم نے خاص اسی کی ذات پاک کا قصد کیا ہو پھر اسمین کوئی دوسرا ل گیا ہوا اور اس وعدے سے جسکو ہم نے اپنے جی سے اس سے کیا ہوا اور پھر اسکے پورا کرنے مین ہم نے کوتہی کی ہوا اور اس نعمت سے جسکو اسنے ہمکو دیا اور ہم نے اسکو اس کی نافرمانی مین برتا اور اس عیب سے جس کے ساتھ ہم متصف تھے اور ہمنے اورون پر اسکو صریح لفظ یا اشارہ سے لگایا اور ان کو نا قصور وار قصوروار ٹھہرایا اور اس خطرے سے جو ہم کو موجب تکلف اور بناوٹ اور لوگون کے دکھلانے کا کسی کتاب لکھنے یا کلام کرنے یا علم کے پڑھنے پڑھانے مین ہوا ہو ان سب باتون سے بخشش چاہنے کے بعد ہم اپنے لیے اور ان لوگون کے لیے جو ہماری اس کتاب کو پڑھین یا لکھین یا سنین یہ توقع کرتے ہین کہ وہ ہم سب کو مغفرت اور رحمت سے عزت بخشین اور ہماری سب ظاہری اور باطنی خطاؤن سے درگذر فرماوین اس لیے کہ اسکا کرم عام اور رحمت وسیع اور بخشش تمام اقسام خلق پر جاری ہے اور ہم بھی ایک مخلوق اللہ تعم کے ہین ہمارا وسیلہ اسکی طرف بجز اسکے فضل و کرم کے اور کوئی نہین چنانچہ اس کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعم کی سو رحمتین ہین ان مین سے ایک رحمت کو جن اور انسان اور پرند اور بہائم اور حشرات زمین کے درمیان اُتارا ہے اسی سے ہر چیزین آپس مین رحم اور مہر کرتی ہین اور ننانوے رحمت کو پیچھے رکھا ہے ان سے اپنے بندون پر قیامت کے روز رحم فرماویگا اور روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالے ایک نوشتہ عرش کے نیچے سے نکالے گا جس مین یہ لکھا ہوگا کہ میری رحمت بڑھ گئی میرے غضب سے اور مین سب مہربانون سے زیادہ تر مہربان ہون پس دوزخ مین سے جنت والون کے دوسنے آدمی باہر ہوجاوینگے اور ایک حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداے تعم قیامت کے روز ہمارے لیے ہنستا ہوا تجلی فرماوے گا اور ارشاد کرے گا کہ خوش ہو اے گروہ مسلمانون کے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جسکی عوض مین نے یہودی و نصرانی کو دوزخ مین نہ ڈالا ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعم حضرت آدم علیہ السلام کی سفارش انکی تمام اولاد مین سے ایک لاکھ اور ایک کرور کے باب مین منظور فرماوے گا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعم قیامت کے روز ایماندارون سے پوچھے گا کہ تم کو میرا ملنا محبوب تھا وہ عرض کرین گے کہ خدایا ہان اللہ تعم فرماویگا کہ کیون وہ عرض کرینگے کہ ہمنے تیری مغفرت اور عفو کی توقع کر لی تھی پس فرماوے گا کہ مین نے تمہارے لیے اپنی مغفرت واجب کردی۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے قیامت کے روز حکم فرماویگا کہ دوزخ مین سے ان لوگون کو نکال لو جنھون نے مجھے ایک روز یاد کیا ہو یا ایک مقام پر مجھ سے ڈرے ہون۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جب دوزخ والے دوزخ مین اکٹھے ہون گے اور ان کے ساتھ جسقدر خداے تعم کو

ان کہو اے بندو میرے جنھون نے زیادتی کی اپنی جانون پر مت آس توڑو اللہ کی مہربانی سے بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہے وہی ہے بخشنے والا مہربان

حاصل اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے پھر اللہ سے بخشواوے پاوے اللہ کو بخشتا مہربان ۱۲

منظور ہوگا اسقدر اہل قبلہ ہونگے تو کافر مسلمانون سے سوال کرینگے کہ کیا تم مسلمان نہ تھے وہ کہینگے کہ تھے کیون نہین کافر کہینگے کہ تمہارا اسلام تمہارے کام نہ آیا اسلیے کہ تم بھی دوزخ مین ہمارے ساتھ ہو وہ جواب دینگے کہ ہمارے پاس گناہ بہت تھے ان کے باعث ہم ماخوذ ہوے اللہ تعالیٰ ان کی تقریر سنے گا اور حکم فرماویگا کہ جو اشخاص اہل قبلہ سے دوزخ مین ہین سب نکال لیے جاوین وہ موجب حکم کے نکالے جاوینگے جب کافر یہ معاملہ دیکھینگے تو کہینگے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ایسے ہی نکالے جاتے جیسے یہ لوگ دوزخ سے نکالے گئے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین اور ایک حدیث مین ارشاد ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن پر زیادہ تر رحم کرتا ہی بہ نسبت مادر مشفقہ کے (اپنی) اولاد پر۔ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ فرماتے ہین کہ قیامت کے روز جس کی نیکیان برائیون سے بڑھکر ہونگی تو وہ بے حساب جنت مین داخل ہوگا اور جس کی نیکیان اور برائیان قیامت کو برابر ہونگی اس سے کچھ تھوڑا سا حساب لیا جاویگا پھر جنت مین داخل ہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سفارش اس شخص کے لیے ہی جس نے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہو اور اسکی پیٹھ گناہون کے بوجھ سے بھاری ہو۔ اور روایت ہی کہ خداے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ قارون نے تجھسے فریاد کی تو نے اسکی فریادرسی نہ کی قسم ہی اپنی عزت وجلال کی اگر وہ مجھ سے فریاد کرتا تو مین اسکی فریاد کو پہونچتا اور اسکا قصور معاف کر دیتا اور سعید بن بلال کہتے ہین کہ قیامت کے روز دو کو بعون کو دوزخ مین سے نکالنے کا حکم ہوگا اللہ تعالیٰ انکو فرماویگا کہ یہ تمہارا بدلہ اعمال کا ہے اور مین بندون پر ظلم کار وادار نہین پھر فرماکر حکم دیگا کہ ان کو دوزخ مین پھیر لیجاؤ پس ایک تو اپنی بیڑیون مین دوڑے گا یہان تک کہ دوزخ مین گھس جاویگا اور دوسرا توقف سے اور پاؤن ملتا جاویگا پھر انکے واپس لانے کا حکم ہوگا اور ان سے انکی حرکت کا سوال ہوگا کہ ایک کیون دوڑکر گیا اور دوسرا کیون دیر لگاتا ہی تو جو دوڑکر گیا تھا وہ عرض کریگا کہ ابھی مین نافرمانی کے وبال سے ڈرا ہوا تھا اب خوف کیا کہ مبادا کہین دوبارہ تیرے غضب مین نہ پڑ جاؤن اور جسنے دیر لگائی وہ عرض کریگا کہ الٰہی مجھکو تیرے ساتھ حسن ظن تھا جس سے مین یہ سمجھا کہ جب تو دوزخ مین سے نکال چکا ہی دوبارہ اسمین نہ بھیجے گا اللہ تعالیٰ ان دونون کو جنت مین جانیکا حکم فرماویگا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے امت محمد جو حقوق میرے تمہارے ذمہ پر تھے وہ مین نے تمکو معاف کیے اب تمہارے آپس کے حقوق رہے انکو آپس مین ایک دوسرے کو بخشدو اور میری رحمت سے جنت مین داخل ہو اور روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت ابن عباس کو یہ آیت پڑھتے سنا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا اعرابی نے کہا کہ بخدا اس سے بچایا تو نہین وہ تو یہ چاہتا ہی کہ اسمین ڈال دے حضرت ابن عباس رضی اللہ نے فرمایا کہ آیتون کو بے سمجھ والون سے نہ پڑھا کرو۔ اور صنابحی کہتے ہین کہ مین حضرت عبادہ بن الصامت کے مرض موت مین ان کی خدمت مین گیا اور رو یا انھون نے فرمایا کہ ٹھہرو تم کیون روتے ہو سنو اگر جو حدیث کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی اور اسمین تمہاری بہتری ہوتی وہ مین نے تم سے بیان کردی ہی مگر ایک

ولت کسی وقت آرزو کرین لوگ جو منکر ہین کسطرح ہوتے مسلمان ۱۲ اور تم تھے کنارے پر ایک گڑھے کے آگ کے پھر تم کو اس سے خلاص کیا ۱۲

عہ نقل الاعرابی والنثر بالقدم الخ یعنے اعرابی نے کہا کہ بخدا ان کو نہین نکالا ورنہ جانتا کہ ان کو وہان سے نکالنا چاہتا ہو یعنے ارادہ الٰہی ازل ہی سے ان کو جہنم مین ڈالنے کا ہوتا تو اسے ان کو نکال دیا

حدیث ہو وہ بھی آج کہے دیتا ہون کہ میری جان اب رک گئی ہو مین نے سنا ہو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جو
شخص گواہی دے لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی اللہ تعالیٰ اسپر دوزخ حرام فرما دیتا ہو۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے
ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک شخص کو میری امت کے سب مجمع کے سامنے چھوڑیگا اسپر
ننانوے طومار پھیلائے جاوینگے اور ہر طومار آنکھ کے پہونچنے تک کا لنبا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیگا کہ ان دفترون مین
تجھکو کسی کا انکار تو نہین تیرے اوپر میرے کاتبون محافظون نے زبردستی تو نہین لکھ لیے وہ عرض کریگا کہ خدایا نہین پھر ارشاد
فرماویگا کہ تجھے کچھ عذر کرنا ہو عرض کریگا کہ نہین پھر خداے تعالیٰ فرماویگا کہ ہان ہمارے یہان تیری ایک نیکی ہو اور تجھپر آج ظلم نہوگا
پس ایک چھوٹا سا پرچہ نکالیگا جس مین ہوگا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ وہ عرض کریگا کہ الٰہی یہ پرچہ بھلا
ان طومارون کے سامنے کیا کریگا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تجھپر ظلم نہین ہوگا پس وہ طومار ایک پلہ مین رکھے جاوینگے اور وہ پرچہ دوسرے
پلہ مین پس طومار ہلکے ہو جاوینگے اور وہ پرچہ بھاری اتریگا کیونکہ خداے تعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز ہم پلہ نہین ہو سکتی اور ایک حدیث
طویل مین جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصف قیامت اور پل صراط کا فرمایا ہو آخر کو ارشاد فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ فرشتون کو
ارشاد فرماویگا کہ جسکے دل مین دینار کی برابر خیر پاؤ اسکو دوزخ سے نکال لاؤ تو فرشتے حکم کے موجب بہت سے لوگون کو نکال لینگے
اور جناب باری مین عرض کرینگے کہ جن لوگون کو تو نے حکم کیا تھا انمین سے ہمنے کسی کو نہین چھوڑا حکم ہوگا کہ پھر جاؤ اور
جسکے دل مین آدھے دینار کی برابر خیر پاؤ اسکو نکال لو پھر بہت سی خلقت کو نکال لینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا جن لوگون
کے لیے تو نے حکم دیا تھا ان مین سے ہمنے کسی کو نہین چھوڑا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ پھر جاؤ اور جسکے دل مین ذرہ کی برابر خیر پاؤ
اسکو نکال لو پس بہت سے لوگون کو نکال لینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا جن مین سے تو نے ہم کو امر فرمایا تھا ان مین سے ہمنے
کوئی نہین چھوڑا۔ پس حضرت ابو سعیدؓ فرمایا کرتے کہ اگر تم اس حدیث مین مجھکو سچا نہ جانو تو چاہو تو قرآن مین پڑھ لو ان اللہ
لا یظلم مثقال ذرة وان تک حسنة یضاعفها ویؤت من لدنه اجرا عظیما آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد اسکے اللہ تعالیٰ
فرماتا ہو کہ فرشتون نے سفارش کی اور نبیون نے سفارش کی اور مومنین نے سفارش کی اور کوئی باقی نہین رہا بجز ارحم الراحمین
کے پس ایک مٹھی بھریگا اور دوزخ مین سے ایسے لوگون کو نکالیگا جنھون نے کبھی خیر نہ کی ہوگی اور کوئلے ہوگئے ہونگے پس انکو اس
نہر مین ڈالیگا جو جنت کے دروازون مین ہو اور نہر الحیات کہلاتی ہو پھر اسمین سے ایسے نکلینگے جیسے رو کے پانی سے سبزہ نکل
آتا ہو تم دیکھتے نہین کہ سبزہ جونکہ پتھر اور درخت سایہ کے متصل ہوتا ہو تو جو مقابل آفتاب کے ہوتا ہو وہ زرد اور سفید ہوتا ہو اور
جو اسمین سے سایہ مین ہوتا ہو وہ سفید ہوتا ہو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ گویا آپ نے جنگل مین چرایا تھا آپ نے فرمایا
کہ وہ لوگ پھر ایسے نکلینگے جیسے موتی اور ان کی گردنون مین مہرین ہونگی جنسے اہل جنت انکو پہچانینگے اور کہینگے کہ یہ لوگ خداے تعالیٰ
کے آزاد کیے ہوے ہین اللہ تعالیٰ نے انکو جنت مین داخل کیا بدون اسکے کہ انھون نے کوئی عمل کیا یا کوئی خیر آگے بھیجی ہو پھر اللہ تعالیٰ
انکو ارشاد فرماویگا کہ تم جنت مین داخل ہو اور جو دیکھو وہ تمہارے ہی لیے ہو وہ عرض کرینگے کہ الٰہی تو نے ہمکو وہ چیز دی جو کسیکو لوگون

مین سے نہین دی اللہ تعم فرماویگا کہ تمہارے لیے میرے پاس وہ ہی جو اس سے بھی افضل ہی وہ عرض کرینگے کہ الٰہی اس سے افضل کونسی چیز ہے
وہ ارشاد فرماویگا کہ وہ میرا تمسے راضی ہونا ہی کہ مین تمسے کبھی ناراض نہونگا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے صحیحین مین روایت کیا ہی اور نیز
بخاری نے حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر مین سے
تشریف لائیے اور فرمایا کہ میرے سامنے امتین پیش کی گئین ایک نبی جاتا تھا کہ اسکے ساتھ ایک شخص اور ایک نبی کے ساتھ دو اور کسی
نبی کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا اور کسی پیغمبر کے ساتھ دس پانچ تھے پھر مین نے بہت سا انبوہ دیکھا اور توقع کی کہ یہ میری امت ہوگی پس مجھسے
کہا گیا کہ یہ موسیٰ اور انکی قوم ہی پھر مجھسے کہا گیا کہ دیکھ مین نے ایک ایسا انبوہ کثیر دیکھا کہ اسنے کنارون کو آسمان تے روکدیا پھر مجھسے کہا گیا کہ ایسے
ہی ایسے دیکھ پس مین نے بڑی بھاری جماعت کو دیکھا پھر مجھسے کہا گیا کہ یہ لوگ تیری امت ہین اور ان لوگون کے ساتھ ستر ہزار جنت مین بےحساب
داخل ہونگے اسکے بعد لوگ جدا ہوگئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے تصریح نہ فرمائی کہ بےحساب کون لوگ جنت مین داخل ہونگے اسکو
جو صحابہ رضؓ نے آپسمین کہا اور کہا کہ ہم تو شرک مین پیدا ہوے لیکن اللہ تعم اور اسکے رسول پر ایمان لائے تو وہ لوگ ہمارے بیٹے ہون گے
جو بےحساب جنت مین جاوینگے یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا کہ وہ وہ لوگ ہین جو نہ داغ کھاوین نہ منتر پڑھین نہ بدفالی کرین اور
اپنے رب پر بھروسا کرین پس عکاشہ کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ خداے تعم مجکو ان لوگون مین سے کرے
آپ نے فرمایا کہ تو ان مین سے ہی پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور جیسا عکاشہ نے عرض کیا تھا ویسا ہی عرض کیا پس آپ نے فرمایا کہ اے عکاشہ
کے حق مین تجھ سے پیشتر وہ دعا ہو چکی۔ اور عمرو بن حزم انصاری سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمسے تین روز غائب رہے
کہ صرف فرض نماز کے لیے نکلتے تھے پھر چلے جاتے تھے جب چوتھا روز ہوا تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
آپ ہمسے رکے رہے یہانتک کہ ہمنے گمان کیا کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ خیر کے سوا نئی بات کوئی نہین ہوئی میرے
پروردگار نے مجھسے وعدہ کیا ہی کہ میری امت مین سے جنت مین ستر ہزار بےحساب داخل کریگا مین نے ان تین دنون مین اپنے
رب سے درخواست کی کہ اور زیادہ لوگ بےحساب داخل ہون پس مین نے اپنے رب کو بڑائی والا ہر چیز موجود رکھتا اور کریم پایا کہ
اسنے ستر ہزار مین سے ہر شخص کے ساتھ مین ستر ہزار مجکو عطا فرمائے مین نے عرض کیا کہ الٰہی میری امت اس تعداد کو پہونچیگی ارشاد ہوا کہ ہم تیرے
لیے شمار اعراب مین سے پورے کردینگے اور حضرت ابوذر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام پتھریلی زمین کیطرف
یعنے مدینۂ مطہرہ کے متصل ظاہر ہوے اور مجھسے کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری دے کہ جو کوئی مریگا اس طرح کہ نہ شریک کرے
اللہ تعم کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت مین داخل ہوگا پس مین نے کہا کہ اے جبرئیل گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے کہا
ہان گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے جواب دیا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے
کہا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے کہا کہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے اور شراب پیوے اور حضرت ابودردا رضؓ
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ولمن خاف مقام ربہ جنتان[۲] پس مین نے عرض کیا کہ اگرچہ زنا اور چوری کرے

---

[۱] بخاری و مسلم ۱۲ [۲] احمد نے نقل کی ہی ۱۲ [۳] اور جو کوئی ڈرا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے آگے اسکو ہین دو باغ ۱۲

یارسول اللہ آپ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان پھر مین نے عرض کیا کہ گو زنا اور چوری کرے پھر آپ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان پس مین نے عرض کیا کہ گو زنا اور چوری کرے یارسول اللہ آپ نے جواب دیا کہ ہان گو ابو درداء کو بُرا معلوم ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مومن کو ایک دوسری ملت کا آدمی حوالہ کیا جاویگا اور اس سے کہدیا جاویگا کہ یہ تیرا بدلہ ہے دوزخ سے اور مسلم نے اپنی کتاب مین ابو بردہؒ سے روایت کی ہے کہ انھون نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے حدیث بیان کی کہ مجھ سے میرے باپ ابو موسیٰ اشعری نے روایت کیا ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان مرتا ہے اللہ تعالےٰ اسکے عوض دوزخ مین کوئی یہودی یا نصرانی داخل کر دیتا ہے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ابو بردہؒ کو تین بار قسم دلائی کہ تم کو قسم ہے اس معبود کی جس کے سوا کوئی معبود نہین تمہارے باپ نے تم سے حدیث نقل کی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انھون نے قسم کھائی کہ ہان مجھ سے بیان کی ہے اور روایت ہے کہ ایک لڑکا کسی معرکۂ جہاد مین کھڑا تھا اور اسپر بولی ہو رہی تھی کہ جو زیادہ دے سو لے اور وہ دن گرمی کا نہایت حرارت کا تھا اسکو ایک عورت نے لوگون کے خیمے کے اندر سے دیکھا اور وہان سے دوڑتی آئی اور اس کے ساتھی اسکے پیچھے آتے تھے یہان تک کہ اس نے لڑکے کو اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا پھر اپنے آپ اس پتھریلی گرم زمین پر لیٹ کر گرمی سے بچانے کے لیے لڑکے کو اپنے اوپر لے لیا اور کہنے لگی میرے بچے میرے لڑکے پس آدمی روئے اور جس حال مین تھی اسکو چھوڑ دیا اتنے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوے لوگون نے ماجرا آپ کی خدمت مین عرض کیا آپ ان کے ترس کھانے سے خوش ہوے پھر ان کو خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ کیا اس عورت کے اپنے بچے کے اوپر رحم کرنے سے تمکو تعجب ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ تم سب پر اس عورت کے رحم کی نسبت کہ اپنے بچے پر زیادہ تر رحیم ہے پس مسلمان وہان سے نہایت سرور اور عمدہ بشارت کے ساتھ علیحدہ ہوے تو یہ حدیثین اور جو کچھ ہم باب الرجا مین لکھ آئے ہین ہم کو بشارت خدائے تعالےٰ کی رحمت کی وسعت کی دیتی ہین اسلیے ہم اس سے توقع رکھتے ہین کہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے جس کے ہم سزاوار ہین اور ہم سے اپنے فضل و کرم سے وہ انعام و احسان کرے جسکے لائق اسکی جود و رحمت ہے

فقط والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً

قطعۂ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم غفر اللہ لہ ولوالدیہ

نزد احباب جب اس سے اٹھائینگے تو پوچھینگے	نہ تھا آسان کچھ کوزمین لانا بحر قلزم کا	لکھا جب ترجمہ عمدہ تو حسن سے لکھو تاریخ	عجائب ہے یہ اردو ترجمہ جلد چہارم کا سنہ ۱۳۱۸ھ

۱ ؎ مسلم بروایت ابو موسیٰ ۱۲ ۲ ؎ بخاری و مسلم نے بروایت عمر بن خطابؓ اس قصّہ کو اور طرح پر نقل کیا ہے ۱۲

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد ذی الشرف والتعظیم والسلام علیٰ آلہ واصحابہ اولی العزو التکریم اما بعد طالبان شاہراہ نجات اخروی اور پےسپران صراط مستقیم مصطفوی کو بشارت ہو کہ اس زمان برکت اقتران مین توشہٴ سفر آخرت ہادی طریق ہدایت تمیمہٴ بازوے جان مجموعہٴ تکمیل ایمان مشعل راہ یقین کتاب لاجواب مسمیٰ باسم تاریخی مذاق العارفین ۱۲۸۶ھ مترجمہٴ فاضل جلیل عالم نبیل البحر الاعظم والنحریر المعظم مستجمع شرایف ملکیہ عالم عدیم النظیر فی البریہ فاضل لوذعی جناب مولانا محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی ادا مہ اللہ العلی القوی جو پورا ترجمہ چارون جلدون احیاء علوم الدین مصنفہٴ راس الفقہاء العظام سید العلماء الاعلام المولی العلامۃ والحبر الفہامۃ امام محمد غزالی قدس سرہ کا نہایت شرح و بسط کے ساتھ زبان اردوے سلیس عام فہم مین ہے جسکا مشتاق سارا جہان ہے اور جسکا بیان خوبی و عمدگی خارج از حیطہٴ بیان ہے ایسا مجموعہٴ احادیث جو متضمن مسائل عبادات و معاملات ہے فی الحقیقت اپنا آپ ہی نظیر ہے جامعیت ارشادات نبوی کا ایک ذخیرہٴ کثیر ہے۔ بحمد اللہ کہ یہ چارون جلدین نہایت اہتمام اور حسن انتظام سے بخط خوب اور تقطیع خوشنما سلوب بغور صحت ارباب فضل و کمال مطبع فیض مجمع منشی نول کشور واقع لکھنؤ مین بعالی ہمتی جناب منشی بشن نراین صاحب دام اقبالہ مالک مطبع موصوف بار ششم ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ع مطابق ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۸ھ ہجری مین حلیہٴ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر فروغ بخش دیدہٴ مشتاقان ہوئین اللہ تعالیٰ مقبول عالم و عالمیان فرماوے بمنہ و کرمہ۔

اعلان

نام کتاب	قیمت
نکات سود مند مصنفہ منشی رائے چند صاحب زمیندار۔	۱ر
مثنوی شاہ بوعلی قلندر بہت مشہور و معروف ہے۔	۳ پائی
مثنوی شیخ بہلول۔ حکایات عارفانہ وکلام صوفیانہ	۱؍
مثنوی مولانا روم کامل از مصنفہ مولانا جلال الدین رومی	۴ر ۸
شرح مثنوی مولانا روم معروف بہ لطائف معنوی از شاہ عبد اللطیف صاحب اس میں نکات مثنوی کو نہایت عمدہ طریقہ سے حل کیا ہے	۱۲ر
التاویل المحکم فی متشابہ فصوص الحکم نکات فقر و تصوف از مولوی محمد حسن صاحب امروہوی	۴ر ۸
شرح مثنوی مولانا روم معروف بہ مکاشفات رضوی از ملا محمد رضا صاحب	عہ ر
جواہر غیبی بحث وحدت وجود و توحید تحقیق رسالت و مراتب نبوت از حضرت مظفر علی شاہ صاحب اکبرآبادی و دیگر مسائل تصوف کاغذ سفید و حنائی	۱۲ر
شرح مثنوی مولانا روم۔ کامل دو۲ جلد حامل المتن البینی بتنظیم	

نام کتاب	قیمت
شرح ہے کہ اس کو دیکھ کر دوسری شرحوں کی حاجت نہیں رہتی تمام مطالب کو نہایت صفائی سے بیان کیا ہے جو اکثر شارحوں کا طریقہ ہے کہ شرح میں علمیت سے کام لیکر اکثر ادق بنا دیتے ہیں وہ بات اس میں نہیں ہے بعض دیگر شرحوں میں جو اغلاط و اسقام ہیں وہ بھی اس میں دکھائے گئے ہیں۔ مصنفہ مولوی ولی محمد صاحب اکبرآبادی کامل در دو جلد۔	لاعہ ر
جواہر الاسرار شرح مثنوی مولانائے روم۔ یہ صرف تین دفتروں کی شرح ہے نہایت تلاش سے اسی قدر دستیاب ہوئی چونکہ عجیب و غریب شرح ہے اس لئے مجبوراً اسی کو چھاپ دیا گیا از مولانا حسین ابن حسن سبزواری	سہ ر ۸
تذکرۃ اللّٰہی۔ سوانح عمری شاہ مظفر علی صاحب مع ملفوظات از مولانا ابوالحسن صاحب فریدآبادی	۶ر
فتوح الغیب مع شرح یہ تصوف کے بیش بہا نکات غوث الاعظم حضرت عبد القادر صاحب جیلانی	

نام کتاب	قیمت
سے یادگار ہیں۔	عہ ر
دلیل العارفین یعنی ملفوظات حضرت شاہ معین الدین صاحب اجمیری اس کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا۔	۱۲ پائی
لوائح جامی۔ رموز تصوف از مولانا عبد الرحمن جامی	۱؍
مثنوی اسرار العارف۔ رموز تصوف۔	۱ر
مثنوی دو بحرین معروف بہ مرآۃ العرفان اس مثنوی کی دو بحرین رکھی گئیں اور یہ بھی لطف ہے کہ دلکش طریقے میں تصوف کے رموز او راسرار بھی بیان کئے ہیں از مولوی سید اکبر علی حسان شیرازی۔	۲ر
انوار الرحمن یعنی ملفوظات شاہ عبد الرحمن صاحب۔	۴ر
نغمۂ عشاق دربارۂ سماع از روئے حدیث و قرآن مجید بحث کی گئی ہے۔	۱۰ر
لمعۃ الانوار معروف بہ ہدایت الحاکم مصنفہ حضرت شاہ محمد مہدی صاحب	۴ر